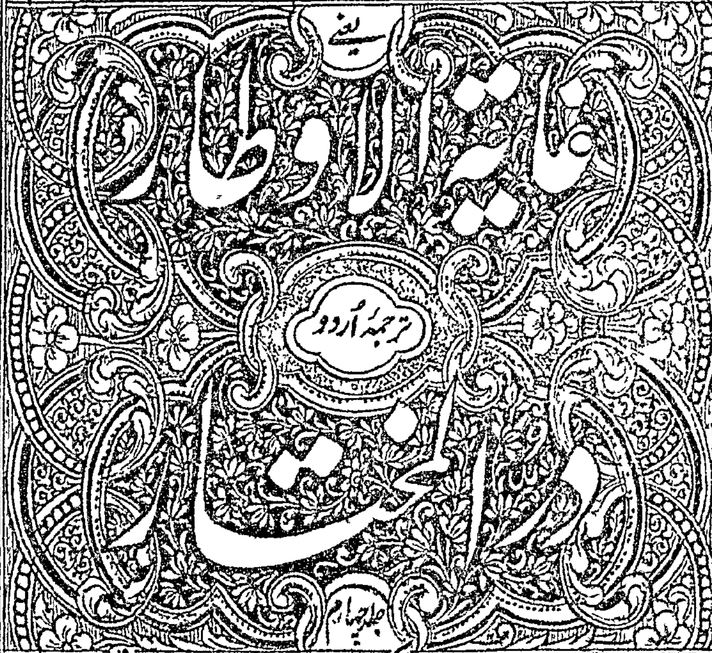
فہرست جلد چہارم غایۃ الاوطار ترجمہ اردو در مختار

بعون صانع بیچون بفضل خلاق زمین و آسمان

الحمد للہ والمنۃ کہ ربع چہارم فتاوی معتمد مذہب امام اعظم مستند علماء عرب و عجم مفید خواص و عوام



یعنی

غایۃ الاوطار

ترجمہ اردو

در المختار

جلد چہارم

مترجمہ مولوی خرم علی صاحب مرحوم بہ تکمیل مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی و تحفظ کاپی رائٹ

مطبع نامی منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں طبع ہو کر مطبوع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الاجارۃ

یہ کتاب ہی اجارہ کے احکام مین مترجم کہتا ہی اہل ہند اجارہ کو ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ بولتے ہین قدم الہبۃ لکونہا تملیک عین وہذہ
تملیک منفعۃ مصنف نے ہبہ کو مقدم کیا اجارہ پر اسواسطے کہ ہبہ عبارت ہی تملیک عین سے اور اجارہ عبارت ہی تملیک منفعت سے بلا تملیک عین یعنے اور
اعیان وجود مین مقدم ہین منافع پر لہذا تملیک عین کی تقدیم تملیک منافع سے ذکر مین مناسب ہوئی ہی لغۃ اسم للاجرۃ وہی ما یستحق علی عمل الخیر
ولذا یدعی بہ یقال اعظم اللہ اجرک اجارہ لغت مین اسم ہی اجرت کا اور اجر شدہ جو نیک کام پر مستحق ہو لہذا لفظ اجر دعا کیجاتی ہی یون دعا دیتے ہین کہ خدا
تجکو اجر عظیم دے ہم اجرت لغت مین کرایہ ہی مزدوری کا اور اجر اور اجارہ کام کی جزا ہی خواہ کام نیک ہو یا بد (قال فی القاموس الاجر الجزاء علی العمل
کالاجارۃ والاجرۃ الکراء) طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت مین خلل ہی چنانچہ عینی کی شرح کنز اسپر دلالت کرتی ہی انتہے یعنی عینی نے اجرت کی تفسیر کرا
اجیر اور اجر کی تفسیر (ما یستحق علی عمل الخیر) کی ہی وشرعا تملیک نفع مقصود من العین بعوض حتی لو استاجر ثیابا او اوانی لیتجمل بہا او دابۃ لیجنبہا بین یدیہ
او دارا لیسکنہا او عبدا او دراہم او غیر ذلک لا لیستعملہ بل لیظن الناس انہ لہ فالاجارۃ فاسدۃ فی الکل ولا اجر لہ لانہا منفعۃ غیر مقصودۃ من العین بزازیۃ وسیجی
اور اصطلاح شرع مین اجارہ عبارت ہی اس منفعت کی تملیک بعوض سے جو مقصود ہو عین سے تو اگر کپڑے یا برتن کرایہ لے تاکہ اُنسے تجمل اور آرایش
حاصل کرے یا گھوڑا مثلاً کرایہ لے تاکہ اپنے آگے کوتل چلاوے یا گھر کرایہ لے اسواسطے کہ اُسمین سکونت کرے یا غلام یا دراہم یا سواے اس کے
اور چیز کرایہ لے اسواسطے کہ استعمال مین نہ لاوے بلکہ تاگمان کرین آدمی کہ وہ چیز اُسی کی مملوک ہی تو سب صورتون مین اجارہ فاسد ہی اور اشیاء
مذکورہ کے مالک کو اجر نہ ملیگا اسواسطے کہ تجمل اور گمان ملک منفعت غیر مقصود ہی عین سے کذا فی البزازیۃ اور اسکا ذکر آگے آویگا اور نفع کی قید سے بیع
اور ہبہ خارج ہوگئی اور یہ تعریف اجارہ صحیحہ اور فاسدہ دونون کو شامل ہی اسواسطے کہ نفع اور عوض مین معلوم اور معین ہونے کی قید نہین لگائی اشیاء
مذکورہ کے اجارہ مین اجرت ثابت ہوگی اگرچہ تجمل وغیرہ نفع غیر مقصود مین استعمال کرے اور یہ جو فقہا کا قول ہی کہ اجارہ فاسدہ مین انتفاع سے اجرت
واجب ہوتی ہی تو اس صورت پر محمول ہی جبکہ نفع مقصود مین استعمال ہوا ہو وکل ما صلح ثمنا ای بدلا فی البیع صلح اجرۃ لانہا ثمن المنفعۃ اور جو چیز
ثمن یعنے بیع مین بدل ہونے کی صلاحیت رکھتی ہی وہ اجرت اور مزدوری ہونے کی بھی صلاحیت رکھتی ہی اسواسطے کہ اجرت ثمن ہی منفعت کا ثمن
دین بھی ہوتا ہی اور عین بھی اسواسطے کہ بیع المقایضہ مین عین بدل واقع ہوتا ہی تو عین اجرت ہونے کی بھی صلاحیت رکھتا ہی ولا ینعکس

کلیا فلا یقال ما لا یجوز ثمنا لا یجوز اجرۃ بجواز اجارۃ المنفعۃ بالمنفعۃ اذا اختلفا کما سیجیء اور قول مذکور منعکس بعکس کلی نہین ہوتا تو یون نہ بولین گے کہ جس کا ثمن ہونا جائز نہین اُسکا اجرت ہونا جائز نہین بسبب جائز ہونے اجارہ منفعت کے بعوض منفعت کے جبکہ دونون منفعتین مختلف الجنس ہون چنانچہ اسکا ذکر آگے آویگا ہم اختلاف جنس منفعت جیسے سکونت دار کا اجارہ زراعت ارض سے کہ یہ صحیح ہی اور بیع مین منفعت کا ثمن ہونا صحیح نہین عکس کلی سے یہان عکس لغوی مراد ہی نہ عکس منطقی وتنعقد باعرتک ہذہ الدار شہرا بکذا لان العاریۃ بعوض اجارۃ بخلاف العکس اور منعقد ہوتا ہی اجارہ اس قول سے کہ مین نے تجکو یہ گھر عاریت دیا مہینے بھر کو بعوض اتنے کے اسواسطے کہ عاریت بشرط عوض کے اجارہ ہی برخلاف عکس یعنی عاریت بلفظ اجارہ منعقد نہین ہوتی تو اگر یون کہے کہ یہ گھر مین نے تجکو اجارہ دیا بلا عوض تو یہ اجارۂ فاسدہ ہوگا نہ عاریت کذا فی الدرر او وہبتک او اجرتک منافعہا شہرا بکذا یا منعقد ہوتا ہی اجارہ اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین سے تجکو ہبہ کیے ایک مہینہ بھر بعوض اتنے کے یا اس قول سے کہ اس گھر کے منافع مین نے تجکو اجارہ دیئے ایک مہینہ بھر بعوض اسقدر کے افاد ان رکنہا الایجاب والقبول مصنف نے فائدہ ظاہر کیا کہ اجارہ کا رکن ایجاب و قبول ہی طحطاوی نے کہا شاید کہ یہ افادہ مصنف کے اس قول سے ہوتا ہی کہ (ہی تملیک نفع بعوض) اسواسطے کہ یہ نہین ہوسکتا بدون ایجاب اور قبول کے انتہی مین کہتا ہون اور شاید کہ رکنیت ایجاب اور قبول کی تنعقد کے لفظ سے نکلتی ہی اسواسطے کہ عقد حاصل ہوتا ہی ایجاب اور قبول کے ربط سے وشرطہا کون الاجرۃ والمنفعۃ معلومتین لان جہالتہما تفضی الی المنازعۃ اور اجارہ کی شرط معلوم اور معین ہونا ہی اجرت کا اور منفعت کا اسواسطے کہ دونون کا غیر معلوم ہونا منازعت کی طرف پہونچاتا ہی وحکمہا وقوع الملک فی البدلین ساعۃ فساعۃ اور حکم یعنی اثر مترتب اجارہ کا واقع ہونا ملک کا ہی دونون عوضون یعنی منفعت اور اجرت مین دمبدم اور گھڑی گھڑی ہم وجہ اسکی یہ ہی کہ اجارہ عقد معاوضہ ہی اور احد العوضین منفعت ہی کہ اندک اندک دمبدم پیدا ہوتی جاتی ہی اور معاوضہ مقتضی ہی مساوات کا تو بالضرور تراخی فی المنفعۃ موجب ہی تراخی فی البدل کا ہان اگر تعجیل اجرت عقد مین شرط ہوگئی ہو تو بدل کا دینا پہلے واجب ہوگا کذا فی الدرر وہل تنعقد بالتعاطی ظاہر الخلاصۃ نعم ان علمت المدۃ وفی البزازیۃ ان قصرت نعم والا لا اور کیا اجارہ منعقد ہوتا ہی تعاطی سے بلا ایجاب و قبول لفظی ظاہر خلاصہ استدلال کرتا ہی کہ ہان تعاطی سے اجارہ منعقد ہوتا ہی اگر مدت اجارہ کی معلوم ہو اور بزازیہ مین ہی کہ اگر مدت اجارہ کی کمتر ہو تو منعقد ہوتا ہی اور اگر کمتر نہ ہو تو منعقد نہین ہوتا ہم امام محمد نے اصل مین مذکور کیا کہ ایک مرد نے دوسرے شخص سے بلا تعیین دیگین اجارہ لین تو جائز نہین اسواسطے کہ دیگین مختلف المقدار ہوتی ہین تو اگر وہ شخص دیگین لایا اور مستاجر نے قبول کرلین پہلے کرایہ پر تو جائز ہی اور یہ اجارہ جدید ہوگا تعاطی سے اور یتیمہ مین ہی کہ مین نے ابو یوسف سے سوال کیا کہ کوئی مرد داخل ہوتا ہی نادین یا حجامت کرواتا ہی یا فصد لیتا ہی یا حمام مین جاتا ہی یا سقے سے پانی پیتا ہی پھر اجرت اور پانی کا ثمن دیتا ہی ابو یوسف نے جواب دیا کہ یہ اجارہ جائز ہی بطور استحسان کے اور پہلے سے عقد کی کچھ حاجت نہین کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ عن التاتارخانیہ وتعلم المنفعۃ ببیان المدۃ کالسکنی والزراعۃ مدۃ کذا ای مدۃ کانت وان طالت ولو مضافۃ کاجرتکہا غدا وللموجر بیعہا الیوم وتبطل الاجارۃ بہ یفتی خانیہ اور منفعت معلوم ہو جاتی ہی مدت اجارہ کے بیان کرنے سے چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اسقدر مدت تک کوئی مدت ہو اگرچہ مدت معینہ دراز ہو گو مدت مضاف بزمان مستقبل ہو چنانچہ یون کہا کہ مین نے تجکو گھر اجارہ دیا کل کے دن اور موجر کو اُس دار مستاجرہ کا آج کے دن بیچ ڈالنا جائز ہی اور اس بیع سے اجارہ باطل ہو جائیگا اسی قول پر فتوے ہی کذا فی الخانیۃ ہم مدت طویلہ کا اجارہ جائز ہی اگرچہ موجر اور مستاجر اُس مدت تک زندہ نہ رہین یہی قول خصاف کا مختار ہی اور بعضون نے کہا کہ مدت طویلہ بمنزلہ تابید کے ہی اور تابید مبطل اجارہ ہی یہ قول ہی ابو عاصم عامری کا کذا فی الطحطاوی وطرد فی الاوقاف

ثلث سنین فی الضیاع وعلی سنۃ فی غیرہا کما مر فی بابہ اور وقف کی چیزون مین تین برس کی مدت سے زیادہ جائز نہی اراضی مین اور ایک برس سے زیادہ جائز نہین غیر اراضی مین چنانچہ گھر اور دوکان مین جسطرح باب الوقف مین اسکا بیان گذر گیا والحیلۃ ان یعقد عقودا متفرقۃ کل عقد سنۃ بکذا فیلزم العقد الاول لانہ ناجز لا الباقی لانہ مضاف فللمتولی فسخہ خانیہ اور اگر متولی وقف اجارہ طویلہ کا محتاج ہو تو اجارۂ طویلہ کا یہ حیلہ ہی کہ اجارہ کے چند عقود مختلف منعقد کرے ہر عقد ایک برس کی ہو بعوض معین تو پہلا عقد لازم ہوگا اسواسطے کہ وقت حاضر کا عقد ہی بلا اضافت اور باقی عقد لازم نہونگے کہ وہ مضاف بزمان مستقبل ہین تو متولی کو اسکا فسخ کر ڈالنا جائز ہی کذا فی الخانیۃ وفیہا لو شرط الواقف سنۃ تبعہا الا اذا کانت اجارتہا اکثر نفعا فیؤجرہا القاضی لا المتولی لان ولایتہ عامۃ اور خانیہ مین ہی کہ اگر وقف کا کرنے والا اجارہ وقف کی مدت شرط کرے تو اس شرط کی پیروی لازم ہی مگر جب کہ اسکے اجارہ مین نفع کثیر ہو تو قاضی اسکو اجارہ دے نہ متولی اسواسطے کہ قاضی کی ولایت عام ہی یعنی قاضی کا حکم مستحقین وقف اور میت سب پر نافذ ہی قلت قدمنا فی الوقف ان الفتوی علی ابطال الاجارۃ الطویلۃ ولو بعقود فلیراجع ولیحفظ مین کہتا ہون اور ہم مقدم بیان کر چکے ہین کتاب الوقف مین کہ ابطال اجارۂ طویلہ پر فتوی ہی اگرچہ بعقود جداگانہ ہو اور اسکا ذکر تتمہ مین عنقریب آوے گا تو اسکی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اسکو یاد رکھنا چاہیے فلو آجرہا المتولی اکثر لم تصح الاجارۃ اور اگر اوقاف کو متولی نے تین برس سے زیادہ اجارہ دیا تو وہ اجارہ صحیح نہ ہوگا وتفسخ فی کل المدۃ لان العقد اذا فسد فی بعضہ فسد فی کلہ فتاوی قاری الہدایۃ ورجحہ المصنف علی ما فی انفع الوسائل اور عقد اجارۂ طویلہ فسخ ہوگا کل مدت مین یعنی نہ تین سال مین صحیح ہوگا نہ زیادہ مین اسواسطے کہ عقد واحد جب بعض مین فاسد ہوا تو کل مین فاسد ہوگا کذا فی الطحطاوی فتاوی قاری الہدایہ اور مصنف نے اپنی شرح مین فساد کلی کو ترجیح دی ہی انفع الوسائل کے قول پر ہم انفع الوسائل مین مذکور ہی کہ اجارۂ طویلہ اگر اراضی مین ہی تو تین برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان مین ہی تو ایک برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین باطل وافاد فساد ما یقع کثیرا من اخذ کرم الوقف او الیتیم مساقاۃ فیستاجر ارضہ الخالیۃ من الاشجار بمبلغ کثیر ویساقی علی اشجارہ بسہم من الف سہم اور مصنف نے اپنی شرح مین اس امر کے فساد کا افادہ کیا ہی جو اکثر واقع ہوتا ہی انگور وقف لینے سے یا یتیم کے باغ لینے سے بطور مساقات کے یعنی شخص مساقی اجارہ لیتا ہی اس باغ کی زمین کو جو خالی ہی اشجار سے بعوض مبلغ کثیر اور معاملہ مساقات کا کرتا ہی وقف یا یتیم کے اشجار پر بمقابلہ ایک سہم کے ہزار سہم سے ہم یعنی ایک سہم یتیم یا وقف کے واسطے مقرر کرتا ہی اور باقی اپنے واسطے ساقی معین کرتا ہی کذا فی الطحطاوی فالحظ ظاہر فی الاجارۃ لا فی المساقاۃ تو حظ یعنی فساد کا نصیب ظاہر ہی اجارہ مین یعنی فساد اجارہ کا طول مدت سے تو خود ظاہر ہی لیکن مساقات کا فساد ظاہر نہین اسواسطے کہ مساقات عبارت ہی درختون کے سینچنے اور گوڑنے سے بعوض بعض ثمر معین خواہ بعض قلیل ہون یا کثیر فمفادہ فساد المساقاۃ بالاولی لان کلا منہما عقد جدید تو مفاد اسکا یعنی منح الغفار مصنف کی شرح کا مستفاد بطریق اولی فساد ہی مساقاۃ کا اسواسطے کہ ہر ایک ان دونون مین سے یعنی ہر ایک اجارہ اور مساقات سے عقد جدید یعنے عقد مستقل ہی ہم منح الغفار مین خانیہ سے مذکور ہی کہ جب وصی ارض یتیم کا یا متولی ارض وقف کا اجارۂ طویلہ کرے تین برس کا تو جائز نہین اسواسطے کہ اجارۂ طویلہ کی رسم یہ ہی کہ پہلے برسون کے مقابلہ مین تھوڑا مال ہوتا ہی اور پچھلے سال کے مقابلہ مین اکثر مال ہوتا ہی پھر جب سے پہلے برسون کا اجارہ اجرت مثل سے کمتر ہو تو صحیح نہ ہوگا انتہی وجہ اولویت کی یہ ہی کہ عقد مذکور یتیم اور وقف کے واسطے خیر اور شر دونون ہی اور باوجود اسکے فاسد ہی تو جو عقد سراسر ضرر ہو بالکل شر ہو چنانچہ مساقات مذکورہ تو اسکا فاسد ہونا بطریق اولی ہی ضمیر مفادہ کی اسکی طرف راجع ہی جو اسکے کلام سے مستفاد نہین کذا فی الطحطاوی

قلت وقید بسرایۃ الفساد فی باب البیع الفاسد بالفساد القوی المجمع علیہ فیسری کجمع بین حر وعبد بخلاف الضعیف المختلف فیہ فیقتصر علی
محلہ ولا یتعداہ کجمع بین عبد ومدبر فتدبر میں کہتا ہون اور بیع فاسد کے باب مین فقہا نے سرایت فساد کو مقید بفساد قوی متفق علیہ کیا ہی تو کل
عقد مین فساد پھیلے گا جیسے جمع کرنا آزاد اور غلام کا عقد واحد مین بخلاف فساد ضعیف مختلف فیہ کے کہ وہ تو اپنی جگہ پر ٹھہرا رہیگا اور وہان سے تجاوز نکریگا
جیسے جمع کرنا غلام اور مدبر کا عقد واحد مین تو اسکو تامل کر م یہ شارح نے انفع الوسائل کی تائید شروع کی اور امر بالتدبر سے اشارہ کیا کہ طول اجارہ
وقف مفسد ضعیف ہی تو زیادت پر ٹھہرا رہیگا اور اصل تک نہ پھیلیگا کذا فی الطحطاوی وجعلوہ ایضا من الفساد الطاری فتنبہ اور یہ بھی ہی کہ فقیہون نے
طول اجارہ کو فساد طاری قرار دیا ہی تو آگاہ رہ م یہ دوسری تائید ہی یعنی جبکہ یہ فساد طاری ہو تو کل عقد مین ساری نہوگا طحطاوی نے کہا کہ اسکے طاری
ہونیمین تامل ہی یعنی اسواسطے کہ مطلب عقد مین داخل ہی اور طاری وہ ہی جو بعد عقد کے لاحق ہو ومن حوادث الروم وصی زید باع ضیعۃ من ترکتہ لدین علی انہا ملکہ
ثم ظہران بعضہا وقف مسجد ہل یصح البیع فی الباقی اجاب فریق منہم وفریق بلا والف بعضہم رسالۃ ملخصہا ترجیح الاول فتامل اور ملک روم کے حوادث سے
یہ مسئلہ مسئولہ ہی کہ زید کے وصی نے اسکے متروکہ سے قطعہ زمین کا بیچا اداے دین کے واسطے اس شرط پر کہ وہ قطعہ زید کی ملک ہی پھر ظاہر ہوا کہ بعض
قطعہ مسجد پر وقف ہی کیا باقی زمین مین بیع صحیح ہوگی یا نہین علما کے ایک فریق نے جواب دیا کہ ہان باقی یعنی غیر موقوف مین بیع صحیح ہی اور دوسرے فریق نے
جواب دیا کہ نہین باقی مین بھی صحیح نہوگی اور بعضے علما نے اسمین رسالہ لکھا خلاصہ مضمون رسالہ حکم اول کی ترجیح ہی تو اسکو تامل کر م شارح نے امر بالتامل
سے انفع الوسائل کی تقویت کی طرف اشارہ کیا حموی نے کہا ایسا نہین ہی تاکہ عقد واحد مین بعض تو صحیح ہو اور بعض فاسد اور فتاوی عالمگیری اسپر دلالت
کرتا ہی کہ عقد جب ایک ہو تو فساد متعدی ہو جاتا ہی کذا فی الطحطاوی وفی جواہر الفتاوی اجر ضیعۃ وقفا ثلث سنین وکتب فی الصک اجرہا ثلثین عقدا
کل عقد عقیب الآخر لا تصح الاجارۃ وہو الصحیح وعلیہ الفتوی صیانۃ للاوقاف ثم قال ولو قضی قاض بصحتہا تجوز ویرتفع الخلاف انتہی اور جواہر الفتاوی
مین ہی کہ وقف کی زمین تین سال کو اجارہ دی اور دستاویز مین لکھا کہ اسنے تیس عقد کا اجارہ دیا ہر عقد دوسرے عقد کے بعد یعنی عقود مذکورہ
سے ہر عقد تین برس کی تو اجارہ مذکور صحیح نہوگا اور یہی قول صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی اوقاف کی حفاظت کے واسطے یعنی تاکہ اتنی مدت
کے تصرف سے مستاجر وقف کی ملکیت کا دعوی نہ کرے پھر جواہر الفتاوی کے مصنف نے کہا اور اگر قاضی اجارہ مذکورہ کی صحت کا حکم دے
تو جائز ہوگا اور خلاف دور ہو جائیگا انتہی م رفع خلاف اسوقت ہوگا جبکہ قاضی حادثہ شرعیہ مین حکم کرے اسطرح پر کہ دو مدعی ہون ایک صحت کا مدعی
اور دوسرا البطلان کا مدعی تب قاضی صحت کا حکم کرے کذا فی الطحطاوی قلت وسیجی ان المتولی والوصی لو اجر بدون اجر المثل یلزم المستاجر تمام اجر المثل
وانہ یعمل بالانفع للوقف مین کہتا ہون اور آگے آویگا کہ متولی اور وصی اگر اجارہ دین کمتر اجرت مثل سے تو مستاجر پر پورا اجر مثل لازم ہوگا اور یہ کہ اسپر عمل ہوگا
جو زیادہ تر نافع ہی وقف کیواسطے وفی صلح الخانیۃ متی فسد العقد فی البعض بمفسد مقارن یفسد فی الکل اور صلح خانیہ مین ہی کہ جب عقد بعض مین فاسد
ہو بسبب اس مفسد کے جو مقارن ہی عقد سے تو تمام عقد فاسد ہوگا م مصنف اپنی شرح مین اس قول کو لایا ہی قاری ہدایہ کے فتوے کی تقویت کے واسطے
ویعلم النفع ایضا ببیان العمل کالصباغۃ والصبغ والخیاطۃ بما یرفع الجہالۃ اور بیان عمل سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہی چنانچہ رنگریزی اور رنگسازی
اور دوخت اسطرح کا بیان جو جہالت کو دور کر ڈالے م عمل رنگریزی مین ایسا بیان مفصل چاہیے کہ رافع نزاع ہو اور رنگ مین کپڑے کا بیان اور جنس رنگ سرخ
یا زرد یا سبز اور یہ کہ ہلکا رنگ ہو یا گہرا ضرور ہی اور دوخت مین جنس خیاطت اور کپڑے کا بیان لازم ہی اور شوب مین کپڑے کا معین ہونا ضرور ہی و لہذا
محیط مین ہی کہ اگر بن دیکھے دس کپڑون کے شوب کا اجارہ کرے تو اجارہ فاسد ہی اگرچہ کپڑے کی جنس کا بیان ہو چکا ہو اسواسطے کہ کپڑا غلظت
اور رقت مین مختلف ہوتا ہی انتہی فیشترط فی استیجار الدابۃ للرکوب بیان الوقت او الموضع فلو خلا عنہما فہی فاسدۃ بزازیہ تو سواری کے واسطے

جانور کے کرایہ لینے مین بیان وقت یا مکان رکوب شرط ہی تو اگر اجارہ دونون کے بیان سے خالی ہوگا تو فاسد ہوگا کذا فی البزازیہ یعنی اسواسطے کہ بیان مذکور رافع جہالت نہین **ویعلم ایضا بالاشارة کنقل ہذا الطعام الی کذا** اور اشارہ کرنے سے بھی نفع معلوم ہوجاتا ہی چنانچہ لیجانا اس طعام کا فلانے مکان تک ہم ہر چند منفعت مشار الیہ نہین ہی لیکن اشارہ کرنے سے معلوم ہوجاتا ہی کہ فعل مخصوص مراد ہی کذا فی الدرر **واعلم ان الاجر لایلزم بالعقد فلا یجب تسلیمہ بہ بل بتعجیلہ او شرطہ فی الاجارة المنجزة** اور معلوم کر کہ اجر اور مزدوری لازم نہین عقد سے تو واجب نہین اس کی تسلیم یعنے اسکا ادا کرنا عقد سے بلکہ مستاجر کی تعجیل سے یا اجارہ حاضرہ مین تعجیل کے مشروط ہونے سے لازم التسلیم ہوتی ہی ہم اور جب کہ مستاجر نے اول مزدوری ادا کر دی تو اب اسکو نہین پھیر لے سکتا کذا فی الطحطاوی عن العنایة اما المضافة فلا تملک فیہا الاجرة بشرط التعجیل اجماعا اور اجارۂ مضافہ یعنی وقت غیر موجود کے اجارہ مین اجرت مملوک نہین ہوتی تعجیل اجرت کی شرط کرنے سے بالاتفاق وقیل تجعل عقودا فی کل الاحکام

نیفتی بروایة تملکہا بشرط التعجیل للحاجة شرح وہبانیہ للشرنبلالی اور بعضون نے کہا کہ اجارہ مضافہ جمیع احکام مین عقود ٹھہرایا جاوے پھر اجرت کے مالک ہونے کا فتوی دیا جاوے اشتراط تعجیل سے بسبب حاجت کے کذا فی شرح الوہبانیة للشرنبلالی ہم شارح سے یہان اختصار مخل واقع ہوا بالتفصیل مطلب ظاہر نہوگا اجارہ مذکورہ بخارا مین متعارف ہی صورت اسکی یہ ہی کہ گھر یا زمین کا اجارہ کرتے ہین متواتر تیس برس کا لیکن تین دن ہر سال سے نکالڈالتے ہین اجارہ سے تا اتصال سنوات باقی نرہی اور سال کی اجرت قلیل مقرر کرتے ہین اور پچھلے سال کی اجرت کثیر معین کرتے ہین علما اسکے جواز اور عدم جواز مین مختلف ہین بعضے مجوزین اس اجارہ کو عقود مختلفہ قرار دیتے ہین اور بعضے ایک ہی عقد اعتبار کرتے ہین اسواسطے کہ اگر عقود اعتبار کیجیے تو سوا ے عقد اول کے باقی عقود مضاف ٹھہرین اور اجارہ مضافہ مین اجرت مملوک نہین ہوتی نہ تعجیل سے نہ شرط تعجیل سے اور غرض اس اجارہ سے تملک اجرت ہی صدر الاسلام کہا ہمارے نزدیک صحیح یہ ہی کہ درحق سائر احکام عقود معتبر کیجیے اور درحق ملک اجرت تعجیل یا اشتراط تعجیل سے ایک ہی عقد اعتبار کیجیے انتہی تو موضوع کلام شارح کا یہ مسئلہ ہی اور اگر یون کہے کہ مین نے اپنا گھر تجکو اجارہ دیا کل اتنی اجرت پر تو مقدم مذکور ہوچکا کہ اسمین اشتراط تعجیل باطل ہی اور بالفعل اسپر اجرت لازم نہوگی چنانچہ زیلعی نے بیان کیا ہی ولہذا حلبی نے کہا کہ اس تحریر سے تجکو معلوم ہوگا کہ شارح کا کلام شرنبلالی کے مانند محرر اور منقح نہین ہی اور اگر شارح یون کہتا (قیل تجعل عقودا فنیفتی بروایة تملکہا بشرط التعجیل ای علی ہذا القول) تو بہتر اور واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی **او الاستیفاء للمنفعة** یا اجرت لازم ہوتی ہی منفعت کے حاصل کر چکنے سے **او تمکنہ** الا فی ثلث مذکورة فی الاشباہ یا اجرت لازم ہوتی ہی استیفاء منفعت پر قادر ہونے سے مگر ان تین صور تو نمین باوجود قدرت لازم نہین ہوتی جو اشباہ مین مذکور ہین ہم جب موجر مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کر کے دیگا اور اسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کیطرف سے کوئی مانع نہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اور اسوقت مین اگر مستاجر استیفاء منفعت کو ترک کریگا تو یہ تعطیل لزوم اجرت کی مانع نہوگی تو اگر موجر کیطرف سے تسلیم نہ واقع ہوئی یا وہ چیز اسکے اسباب سے فارغ نہین یا فارغ تسلیم کی مدت کے غیر مین یا مدت مین تسلیم کی لیکن اسکو غیر محل اجارہ مین حبس کر رکھا یا اسکو محل اجارہ مین رکھا اور اسمین کوئی عذر ہی مانع یا موجر کی طرف سے کوئی عذر نہین لیکن حاکم یا غاصب نے اسکو روک رکھا یا کہ اجارہ فاسدہ تھا تو اجرت ان صور تو نمین لازم نہین کذا فی الحموی اشباہ کی مستثنی صور تو نمین سے پہلی صورت یہ ہی کہ قدرت علی الاستیفا اجارہ فاسدہ مین ہو دوسری صورت یہ کہ جب جانور خارج شہر کی سواری کے واسطے کرایہ لیا پھر اسکو اپنے پاس باندھ رکھا اور اسپر سوار نہوا تیسری صورت یہ کہ کپڑا کرایہ لیا ہر روز کی ایک دانگ اجرت معین کر کے پھر اسکو چند سال رکھ چھوڑا بدون پہننے کے تو اجرت لازم نہوگی اس مدت کے بعد کہ اگر اسکو پہنتا تو کپڑا پھٹ جاتا یعنی وہان تک اجرت مذکورہ ہر روز لازم ہوگی کہ اگر اسکو پہنے جاتا تو کپڑا نہ پھٹتا پھر اس مدت کے بعد اجرت نہ لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ثم فرع علی ہذا بقولہ **فیجب الاجر لدار قبضت ولم تسکن لوجود التمکن من الانتفاع** پھر مصنف نے اسپر یعنی قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی تو اجرت واجب ہوگی اس گھر کی جو مقبوض ہوا اور ہنوز اسمین مستاجر نہین رہا واجب ہونا اجرت کا بسبب پائے جانے قدرت انتفاع کے ہی **وہذا اذا کانت**

الاجارة صحيحة واما فى الفاسدة فلا يجب الاجر الا لحقيقة الانتفاع كما بسطه فى العمادية اور یہ یعنی وجوب اجرت بقدرت انتفاع اسوقت ہی
جبکہ صحیح اجارہ ہو اور اجارۂ فاسدہ مین تو اجرت واجب نہین ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے نہ فقط قدرت سے چنانچہ اسکو عمادیہ مین مشرح بیان کیا ہی وظاہر مافی الاسعاف
اخراج الوقف فتجب اجرته فى الفاسدة بالتمكن كذا فى الاشباه اور ظاہر قول اسعاف کا نکال ڈالنا ہی وقف کا تو وقف کی اجرت فاسد اجارہ مین واجب
ہوگی قدرت انتفاع سے کذا فی الاشباہ ھم خلاصہ عبارت اسعاف یہ ہی کہ وقف کے اجارہ فاسدہ مین اگر زراعت اور سکونت نہو تو اجرت لازم نہین
متقدمین کے قول پر انتہی تو صاحب اشباہ سمجھا کہ بقول متاخرین اجرت لازم ہی حالانکہ متاخرین کا خلاف اسمین نظر نہین آیا اور اجناس مین خود
مصرح ہی کہ وقف کی اجرت اجارۂ فاسدہ مین لازم نہین ہوتی مگر حقیقت انتفاع سے انتہی اور یہ نص صریح ہی عدم وجوب مین پھر جب وقف کا حکم معلوم
ہوا تو مال یتیم وغیرہ کا بھی حکم معلوم ہوگیا جسمین شارح اپنا تردد بیان کریگا کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت وهل مال اليتيم والمعد للاستغلال و المستاجر فى
بيع الوفاء على ما افتى به علماء الروم كذلك محل تردد فليراجع مین کہتا ہون اور کیا یتیم کا مال اور جو چیز کرایہ وغیرہ کے واسطے مہیا ہی اور بیع الوفا کے اجارہ
والی چیز بموجب فتواے علماے روم بھی اسیطرح وقف کے مانند ہی تردد کا مقام ہی تو مسائل مذکورہ کا حکم تلاش کرنا چاہیے ھم کچھ تردد کا مقام نہین
چنانچہ ہم مذکور کر چکے اسواسطے کہ اگر اجارہ صحیح ہی تو قدرت انتفاع اسمین کافی ہی اور اگر اجارہ فاسد ہی تو اسکے حکم مین کچھ تغیر نہین استیجار بیع الوفا کی یہ صورت
ہی کہ بیع الوفا کے بائع نے اجارہ لیا مشتری سے اس چیز کا جو بطریق بیع الوفا کے بیچی اور یہ اجارہ بعد قبض مشتری کے واقع ہوا تو مدت اجارہ مین اجارہ
صحیح ہی پھر اگر مدت اجارہ گذر گئی اور وہ چیز اسکے ہاتھ مین باقی رہی تو علماء روم نے لزوم اجرت مثل کا فتوی دیا اور اسکا نام بیع الاستغلال رکھا
اسمین یہ خلل ہی کہ بعد انقضاے مدت اجارہ اصلا اجارہ نہین کذا فی الطحطاوی **وبقوله ويسقط الاجر بالغصب** اى بالحيلولة بين المستاجر والعين لان حقيقة
الغصب لا تجرى فى العقار اور مصنف نے قدرت انتفاع پر اپنے اس قول سے تفریع کی اور ساقط ہوتی ہی اجرت غصب سے یعنی مستاجر اور اجارہ والی چیز کے درمیان
حائل ہونے سے اسواسطے کہ حقیقت غصب کی جاری نہین ہوتی زمین مین یعنی جب کوئی شخص حائل ہوا تو قدرت انتفاع نہ پائی گئی لہذا اجرت مستاجر سے ساقط ہوگئی
وهل تنفسخ بالغصب قال فى الهداية نعم خلافا لقاضى خان اور کیا اجارہ فسخ ہوجاتا ہی غصب سے ہدایہ مین کہا کہ ہان فسخ ہوجاتا ہی برخلاف قاضی خان کے
ولو غصب فى بعض المدة فبحسابه اور اگر غصب واقع ہوا بعض مدت اجارہ مین تو بحساب اسکی اجرت ساقط ہوگی **الا اذا امكن اخراج الغاصب**
من الدار مثلا بالشفاعة او الحماية اشباه مگر جبکہ نکالنا غاصب کا مثلاً گھر سے ممکن ہو سفارش سے یا مددگارون کی حمایت اور زور سے تو اجرت ساقط نہ ہوگی
کذا فی الاشباہ ھم اگر باوجود امکان اخراج مستاجر اسکو نہ خارج کریگا تو قصور مستاجر کا ہی اجرت اسپر لازم ہوگی اور اگر بدون خرچ مال کے اسکا اخراج ممکن نہو تو قنیہ
مین ہی کہ اجرت ساقط ہوگی **ولو انكر ذلك اى الغصب المؤجر وادعاه المستاجر ولا بينة له يحكم الحال كمسئلة الطاحونة** اور اگر موجر یعنی اجارہ دینے والا اس
غصب کا منکر ہوا اور مستاجر یعنی اجارہ لینے والا اسکا مدعی ہوا اور مستاجر کے گواہ نہ ہون تو ظاہر حال حکم کریگا پن چکی کے مسئلہ کے مانند ھم یعنی اگر مستاجر
گھر مین رہتا ہو منازعت کے حال مین تو موجر کا قول مقبول ہی اور اگر اسمین غیر مستاجر رہتا ہو تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اسپر کرایہ نہوگا کذا فی البحر
اور اگر پن چکی کے مستاجر اور موجر مین اختلاف واقع ہو بعد انقضاے مدت اجارہ کے پانی کے جاری ہونے اور انقطاع مین تو ظاہر حال پر حکم ہوگا یعنی اگر پانی جاری ہی
جھگڑے کے وقت تو موجر کا قول مقبول ہوگا اور نہین تو مستاجر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الحلبی **ولا يقبل قول الساكن لانه فرد ذخيرة** اور گھر کے رہنے والے کا قول مقبول نہوگا
اسواسطے کہ وہ تنہا شخص ہی کذا فی الذخیرۃ یعنی مسئلہ غصب مین ساکن ار کا قول معتبر نہین اور اگر گھر مین کوئی ساکن نہین تو مستاجر پر اجرت لازم ہوگی کذا فی العالمگیریہ
وبقوله ولا يعتق قريب المؤجر لو كان اجرة لانه لم يملكه بالعقد اور عدم لزوم اجرت بالعقد پر مصنف نے اپنے اس قول سے تفریع کی اور آزاد
نہ ہوگا قرابت دار موجر کا اگر قرابت دار اجرت مقرر ہوا ہو اجارہ مین اسواسطے کہ موجر اسکا مالک نہین ہوگیا فقط عقد اجارہ سے ھم صورت اسکی یہ ہی

کہ زید کا غلام خالد ہو محمود کا بھائی سو زید نے محمود کی زمین اجارہ لی اور خالد کو اسکی اجرت مقرر کی تو خالد بمجرد عقد کے آزاد نہوگا اسواسطے کہ مذکور ہوچکا
کہ فقط عقد سے اجرت لازم نہیں ہوتی یعنی موجر کی مملوک نہیں ہوجاتی والمراد من تمکنہ من الاستیفاء تسلیم المحل الی المستاجر بحیث لا مانع من الانتفاع
اور قدرت استیفاء منفعت سے مراد تسلیم محل کی ہے مستاجر کیطرف اسطرح پر کہ کوئی مانع نہو منفعت کے لینے سے فلو سلمہ العین الموجرۃ بعد مضی
بعض المدۃ الموجرۃ فلیس لاحدھما الامتناع من التسلیم والتسلم فی باقی المدۃ اذا لم یکن فی مدۃ الاجارۃ وقت یرغب فیھا لاجلہ
تو اگر موجر نے مستاجر کو اجارہ کی چیز بعد گذر جانے بعض مدت اجارہ کے تسلیم کی تو دونوں میں سے کسی کو باقی مدت میں دینے اور لینے سے امتناع
جائز نہیں بشرطیکہ اجارہ کی مدت میں ایسا کوئی وقت مخصوص نہو جسکے واسطے اجارہ لینے کی خواہش ہوتی ہو یعنی تمام مدت یکسان ہو تب امتناع دینے
اور لینے سے جائز نہیں فان کان فیھا ای فی العین الموجرۃ وقت کذلک کبیوت مکۃ ومنی وحوانیتھما زمن الموسم فانہ لا یرغب فیھا بعد الموسم
فلو لم یسلم فی الوقت الذی یرغب لاجلہ خیر فی قبض الباقی کما فی البیع کذا فی البحر اور اگر اجارہ کی چیز میں ویسا وقت ہو جسکے واسطے اجارہ لینے
کی خواہش اور رغبت ہوتی ہو چنانچہ مکہ معظمہ اور منیٰ کے گھر اور دکانیں موسم حج کے زمانے میں اسواسطے کہ بعد موسم حج اُن کی خواہش
نہیں رہتی تو اگر موجر مستاجر کو اُس وقت میں تسلیم نہ کرے جسکی خواہش ہوتی ہے تو مستاجر کو اختیار ہوگا باقی مدت کے قبض میں چاہے لے چاہے
نہ لے چنانچہ بیع میں کذا فی البحر یعنی اگر بیوت مکہ معظمہ خریدے قبل موسم حج کے سو تسلیم نہ واقع ہوئی مگر بعد گذر جانے موسم کے تو مشتری کو خرید اور عدم خرید
میں اختیار ہوگا ولو سلمہ المفتاح فلم یقدر علی الفتح لضیاعہ ان امکنہ الفتح بلا کلفۃ وجب الاجر والا لا اشباہ اور اگر موجر نے مستاجر کو مکان کی کنجی دی
سو مستاجر اُس کے کھولنے پر قادر نہ ہوا بسبب گم ہوجانے کنجی کے تو اگر اُس کو کھولنا بلا کلفت اور مشقت ممکن ہو تو کرایہ واجب ہوگا اور نہیں
تو واجب نہیں کذا فی الاشباہ اور اگر مالک نے کہا یہ مکان لے اور اسمیں رہ مگر اُسنے دروازہ کھول نہیں دیا اور مستاجر نے مدت کے بعد کہا
میں اُسمیں نہیں رہا تو اگر مستاجر بلا مؤنت کھولنے پر قادر تھا تو کرایہ لازم ہوگا اور نہیں تو نہیں اور موجر کو یوں حجت کرنا جائز نہیں کہ تو نے کیوں نہ
قفل توڑ ڈالا اور کیوں نہ اسمیں داخل ہوا کذا فی العالمگیریہ قلت وکذا لو عجز المستاجر عن الفتح بھذا المفتاح لم یکن تسلیما لان التخلیۃ لم تصح صیرفیہ میں کہتا ہوں
اور اسیطرح مستاجر عاجز ہو کھولنے سے بواسطہ اس کنجی یعنی موجر کی دی کنجی کے تو تسلیم نہ ہوگی اسواسطے کہ تخلیہ نہ صحیح ہوا کذا فی الصیرفیہ
ولو اختلفا یحکم الحال اور اگر دونوں میں اختلاف پڑا تو ظاہر حال حکم کرے گا یعنی بعد مدت اجارہ اختلاف ہوا اور حالانکہ کنجی مستاجر کے پاس ہی
مستاجر کہتا ہے کہ میں قفل کھولنے پر قادر نہ ہوا اور موجر کہتا ہے کہ تو قادر ہوا اور دونوں کے گواہ نہیں ہیں تو ظاہر حال پر حکم ہوگا اور شاید کہ ظاہر حال
سے مراد یہ ہے کہ مستاجر سے کہا جائے کہ قفل کو کھول تو اگر کھول نہ سکے تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر کھول سکے تو موجر کا قول مقبول ہے کذا فی الطحطاوی
ولو برھنا فبینۃ الموجر خیر اور اگر دونوں گواہ لاویں تو موجر کے گواہ مقبول ہونگے کذا فی الذخیرۃ وکذا البیع اور اسیطرح بیع کا حکم ہے یہ تشبیہ ہے عجز مستاجر
کی ساتھ منح الغفار میں کہا گھر خریدا اور کنجی اسکی لی اور گھر کی طرف نہیں گیا تو اگر کنجی ایسی ہو کہ بلا کلفت کھل سکے تو قابض ٹھہریگا اور نہیں تو نہیں
کذا فی المنح وقیل ان قال لہ اقبض المفتاح وافتح الباب فھو تسلیم والا لا کما بسطہ المصنف اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے کہا کہ کنجی لے اور
دروازہ کھول تو یہ تسلیم ہے اور اگر کنجی دی اور قول مذکور نہ کہا تو تسلیم نہ ہوگی چنانچہ اسکو مصنف نے اپنی شرح میں بیان کیا ہے وللموجر طلب الاجر
للدار والارض کل یوم وللدابۃ کل مرحلۃ اذا اطلقہ ولم یبین تعیین اور موجر کو جائز ہے گھر اور زمین کا کرایہ مانگنا ہر روز اور جانور کا
کرایہ ہر منزل میں جبکہ کرایہ مطلق مقرر ہوا بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہوگیا ہو تو وہی متعین ہوگا شرط
کے موافق وللخیاطۃ ونحوھا من الصنائع اذا فرغ وسلم فھلک قبل تسلیمہ سقط الاجر اور سینے اور مانند اس کے اور پیشوں

کی مزدوری مانگنا جائز ہی جب کہ اُس کام سے فراغت حاصل کرے اور مستاجر کو تسلیم کرے یعنی اس مین مزدوری کا مطالبہ ہر دن نہین بلکہ کام کر چکنے اور پہونچا دینے کے بعد ہی تو اُس چیز کا تلف ہوجانا قبل تسلیم کے مزدوری کو ساقط کر دیتا ہی ہم کپڑا سینے کو دیا سو درزی نے سیا اور اُسکی بلا تعدی جل گیا تو مزدوری ساقط ہوگئی بسبب عدم تسلیم کے اور درزی پر تاوان کپڑے کا لازم نہوگا کیونکہ وہ بلا تعدی ہی ہین ہی وکذا کل من لعملہ اثر اور اسیطرح ہر ایک اُس پیشہ ور کا حکم ہے جسکے عمل کا اثر موجود ہو چنانچہ بڑھئی اور لوہار اور معمار اور جولاہہ اور سنار کہ اُنکے عمل کا اثر لکڑی اور لوہے اور مکان اور کپڑے اور زیور مین موجود رہتا ہی تو مزدوری مانگنا بعد فراغ اور تسلیم کے جائز ہوگا والا اثر لہ کحمال لہ الاجر لما فرغ وان لم یسلم بحر اور جسکے عمل کا اثر نہین ہوتا چنانچہ حمال تو اُسکو مزدوری مانگنا بمجرد فراغت کے جائز ہی اگرچہ تسلیم نہ واقع ہو ہم تو بعد فراغت کے تلف ہوجانے سے مزدوری ساقط نہ ہوگی کذا فی البحر **وان وصلیہ عمل فی بیت المستاجر** دوخت وغیرہ کی مزدوری لازم نہین بدون فراغت اور تسلیم کے اگرچہ دوخت وغیرہ کا کام مستاجر کے گھر مین کیا ہو ہم مصنف کا یہ قول اس کو مقتضی ہی کہ مستاجر کے گھر مین عمل سے فارغ ہونا تسلیم نہین حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ زیلعی مین ہی کہ خیاطت وغیرہ مین مستاجر کے گھر مین تسلیم حاصل ہوتی ہی بمجرد فعل کے اسواسطے کہ وہ مستاجر کے گھر مین ہی اور گھر اُسکے قبضے مین ہی تو اُسمین تسلیم حقیقی کی حاجت نہین تو اجرت واجب ہوگی بمجرد عمل کے انتہی تو بموجب اسکے اگر کپڑا وغیرہ تلف ہوگا بعد فراغت عمل کے قبل تسلیم حقیقی کے تو اُجرت واجب ہوگی بسبب تسلیم حکمی کے اور صاحب ہدایہ نے اگرچہ یہ تعمیم مذکور کی ہی لیکن تسلیم بیان نہین کی ہدایہ مین یون ہی کہ دھوبی اور درزی کو مطالبہ اجرت کا نہین تاوقتیکہ عمل سے انفراغ نہ ہو اسواسطے کہ بعض عمل سے نفع حاصل نہین تو بعض عمل سے مستوجب اُجرت کا نہوگا اور اسیطرح اگر مستاجر کے گھر مین عمل کرے مستوجب اجرت نہوگا قبل فراغ کے کذا فی الطحطاوی اور صدر الشریعۃ مین ہی کہ جب مستاجر کے گھر مین بعض ثوب کی دوخت کرے پھر اُسکی چوری ہوجائے تو بقدر دوخت اُسکی اجرت ثابت ہی تو یہ دلیل ہی کہ اجرت بقدر عمل واجب ہوتی ہی انتہی اور عینی مین ہی کہ بموجب ہدایہ و تجرید کے مستاجر کے گھر مین عمل کرنا قبل از فراغ عمل مستحق اجرت نہین اور مبسوط اور فوائد ظہیریہ اور ذخیرہ اور شروح جامع صغیر مین مذکور ہی کہ جب بعض دوخت واقع ہو مستاجر کے گھر تو بقدر اُسکے حساب کے اُجرت واجب ہی تو اگر کپڑا چوری ہوجائے کچھ سینے کے بعد تو اُسکے حساب کے موافق استحقاق اجرت کا ہوگا انتہی نعم لو سرق بعد ما خاط بعضہ او انہدم بعد ما بناہ فلہ الاجر بحسابہ علی المذہب بحر و ابن کمال ہان اگر کپڑا چوری ہوجائے بعد اسکے کہ درزی نے اُسکو کچھ سیا یا کچھ دیوار گر پڑی بعد بنا لینے کے تو اُسکا اجر ثابت ہوگا اُسکے حساب کے موافق بنا بر مذہب صحیح کے کذا فی البحر و ابن کمال ہم ایسند [illegible] اسواسطے کہ اگر خیاطت مستاجر کے گھر مین ہی تو اجرت واجب ہی خواہ سب دوخت ہوئی ہو یا بعض بسبب وجود تسلیم اور اگر درزی کے گھر مین ہی تو کل یا بعض کچھ اجرت نہین بدون تسلیم کے اور دیوار اُٹھانا تو نہین ہوتا مگر مستاجر کے پاس بحر الرائق مین ہی کہ مسئلہ بنا خود اصل مین متعدی ہی کہ بعض عمل سے اجرت اُسکی واجب ہوتی ہی بسبب تسلیم کے اور کرخی نے اسکو ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہی اور اسی پر یقین کیا ہی غایۃ البیان مین ہدایہ پر رد کرکے تو یہی مذہب ٹھہرا اور اسلئے مصنف یعنی صاحب کنز نے مستصفی مین اسکو پسند کیا ہی اگرچہ اُسکی عبارت کنز مین مطلق ہی کذا فی الطحطاوی **ثوب خاطہ الخیاط باجر ففتقہ رجل قبل ان یقبضہ رب الثوب فلا اجر لہ بل لہ تضمین الفاتق** کپڑا ہی جسکو درزی نے سیا مزدوری پر سو سیون اُدھیڑ ڈالی کسی شخص نے مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے تو اُسکے واسطے مزدوری نہین بلکہ درزی کو سیون اُدھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہی **ولا یجبر علی اعادۃ وان کان الخیاط ہو الفاتق فعلیہ الاعادۃ کانہ لم یعمل بخلاف فتق الاجنبی** اور درزی پر اعادہ دوخت کا جبر نہ ہوگا اور اگر درزی ہی سیون کا اُدھیڑنے والا ہو تو اُسپر دوبارہ سینا واجب ہی گویا اُس نے نہ سیا تھا بخلاف اجنبی سے یعنے اجنبی شخص کے اُدھیڑنے سے درزی پر اعادہ دوخت لازم نہین وہل للخیاط اجر التفصیل بلا خیاطۃ الاصح لا اشباہ لکن فی حاشیتہا معزیا للمضمرات المفتی بہ نعم وقال المصنف ینبغی ان یحکم العرف انتہی ثم رایت فی التاتارخانیۃ معزیا للکبری ان الفتوی علی الاول فتامل اہ

کیا بغیا کے واسطے کپڑا بیونتنے سے بدون دوخت کے مزدوری ہے یا نہین قول اصح یہ ہے کہ قطع کرنے سے بدون سینے کے مزدوری نہین کذا فی الاشباہ لیکن اشباہ کے حاشیہ مضمرات سے منقول ہے کہ قول مفتی بہ یہ ہے کہ ہان اجرت ہے اور مصنف نے اپنی شرح مین کہا جواب لائق یہ ہے کہ رواج پر حکم ہو انتہی پھر مین نے تاتارخانیہ مین فتاوے کبرے سے منقول دیکھا کہ قول اول پر فتوی ہے تو تامل کر کہ صورت مسئلہ یہ ہے کہ جبکہ کپڑا درزی کو سینے کے واسطے دیا سو اسنے قطع کیا اور مر گیا بدون سینے کے اور اگر فقط کپڑا قطع کرنا مقصود ہو تو بلاشک اجرت واجب ہوگی اسواسطے کہ عمل مقصود ہو گیا تاتارخانیہ سے نقل کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اسواسطے کہ صاحب مضمرات اور صاحب کبری دونون نے ذکر کیا ہے کہ وجوب اجرت پر فتوی ہے اور شارح کی ظاہر عبارت سے نکلتا ہے کہ عدم لزوم پر فتوی ہے اور حالانکہ ایسا نہین ہے فتامل کذا فی الطحطاوی **وللخباز طلب الاجر للخبز فی بیت المستاجر بعد اخراجہ من التنور** لان تمامہ بذلک وباخراج بعضہ بحسابہ جوہرہ اور روٹی پکانے والے کو روٹی کی مزدوری مانگنا جائز ہے مستاجر کے گھر مین تنور سے نکالنے کے بعد اسواسطے کہ پختگی کی تمامی اسیطرح نکالنے کے بعد ہے اور بعض روٹیون کے نکالنے سے اس کے حساب کے موافق اجرت لازم ہوگی کذا فی الجوہرہ **فان احترق بعدہ** ای بعد اخراجہ بغیر فعلہ **فلہ الاجر** لتسلیمہ بالوضع فی بیتہ **ولا غرم** لعدم التعدی وقالا یغرم مثل دقیقہ ولا اجر وان شاء ضمنہ الخبز واعطاہ الاجر سو اگر تنور سے نکالنے کے بعد بلافعل طباخ روٹی جل جائے تو اسکا اجر ثابت ہے بسبب تسلیم کر دینے طباخ کے مستاجر کے گھر مین رکھ دینے سے اور جل جانے سے طباخ پر تاوان نہین بسبب اسکی بے قصوری کے اور صاحبین نے کہا کہ طباخ تاوان دے اس کے آٹے کے برابر اور اس کی مزدوری نہین اور اگر مستاجر چاہے تو طباخ سے پختہ روٹی کا تاوان لے اور اس کو روٹی پکانے کی مزدوری دے **ولو احترق قبلہ لا اجر لہ ویغرم** اتفاقا للتقصیر درر و بحر اور اگر روٹی جل گئی تنور کے نکالنے سے پہلے تو اس کی مزدوری نہین اور وہ تاوان دے روٹی کا باتفاق امام اور صاحبین کے بسبب اسکی تقصیر کے کذا فی الدرر والبحر **وان لم یکن الخبز فیہ** ای فی بیت المستاجر بان کان فی بیت الخباز او لا **فاحترق** او سرق **فلا اجر لہ** لعدم التسلیم حقیقۃ **ولا ضمان لہ لو سرق** لانہ فی یدہ امانۃ خلافا لہما وہی مسئلۃ الاجیر المشترک جوہرہ اور اگر مستاجر کے گھر مین روٹی نہ ہو خواہ نان پز کے گھر مین ہو یا کہین اور پھر جل جائے یا چوری جائے تو اس کے واسطے مزدوری نہین بسبب نہ ہونے تسلیم کے فی الحقیقت اور اسپر تاوان نہین اگر چوری جاے اسواسطے کہ اسکے پاس امانت ہے برخلاف صاحبین کے کہ انکے نزدیک تاوان ہے اور یہ مسئلہ اجیر مشترک کا کذا فی الجوہرہ ھم امام کے نزدیک اجیر مشترک کے پاس متاع امانت ہوتی ہے تو ضمان نہین بخلاف صاحبین اور اجیر مشترک کی تعریف آگے معلوم ہوگی **وان احترق الخبز** او سقط من یدہ **قبل الاخراج فعلیہ الضمان ثم المالک بالخیار فان ضمنہ قیمتہ مخبوزا فلہ الاجر وان ضمنہ قیمتہ دقیقا فلا اجر لہ** للہلاک **قبل التسلیم ولا یضمن الحطب والملح** اگر روٹی جل گئی یا اسکے ہاتھ سے گر پڑی تنور کے نکالنے سے پہلے تو نان پز پر ضمان ہے پھر مالک کو اختیار ہے کہ اگر اس سے پکی روٹی کا تاوان لے تو اسکی مزدوری ثابت ہے اور اگر کچے آٹے کا تاوان لے تو مزدوری نہین بسبب ضائع ہو جانے کے قبل تسلیم کے اور اسپر لکڑی اور نمک کا تاوان نہین **وللطبخ بعد الغرف** الا اذا کان لاہل بیتہ جوہرہ والاصل فی ذلک العرف اور دیگ و ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکالنے کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالون اور رکابیون مین باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہے مگر جبکہ پخت مستاجر کے گھر والون کے واسطے ہو نہ اہل دعوت کے واسطے تو نکالنا لازم نہین کذا فی الجوہرہ اور قاعدہ کلیہ اسمین رواج ہے یعنی اگر یہ رواج ہو کہ نکالنا باورچی کے ذمہ پر ہوتا ہو تو نکالنے کے بعد مزدوری لازم ہوگی اور نہین تو فقط پکا دینے کے بعد ھم زیلعی نے کہا کہ جس محل مین نص نہین وہان عادت کا اعتبار ہے **فان افسدہ** ای الطعام **الطباخ او احرقہ او لم ینضجہ فہو ضامن** للطعام پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا

اسپر تاوان لازم ہوگا ولو دخل بنار لیخبز او لیطبخ بہا فوقعت منہ شرارۃ فاحترق البیت لم یضمن بلا اذن ولا یضمن صاحب الدار لو احترق شی من السکان
لعدم التعدی جوہرہ اور اگر مستاجر کے گھر مین باورچی آگ لے گیا روٹی یا ہانڈی پکانے کے واسطے اور اُس مین سے ایک چنگاری گھر مین پڑی
اور گھر جلگیا تو اسپر تاوان نہین بجہت اذن صاحب خانہ اور صاحب خانہ بھی تاوان نہ دیگا اگر کچھ جل جاے رہنے والون کا بواسطہ عدم تقصیر کے
م طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مخصوص باجیر طبخ نہین بلکہ کرایہ دار اور مستعیر اور مالک خانہ کو بھی شامل ہے **وبضرب اللبن بعد الاقامۃ وقالا بعد تشریجہ**
ای جعل بعضہ علی بعض وبقولہما یفتی ابن کمال معزیا للعیون اور کچی اینٹ پاتھنے کی مزدوری کا مطالبہ اینٹ کھڑی کر دینے کے بعد ہے اور صاحبین نے کہا
کہ تشریج کے بعد یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اور صاحبین ہی کے قول پر فتوی ہے نقل کیا ہے ابن کمال نے عیون سے وہذا
اذا ضربہ فی بیت المستاجر فلو فی غیر ملکہ فلا اجر حتی یعدہ منصوبا عندہ ومشرجا عندہما زیلعی اور یہ اسوقت ہے جبکہ مستاجر کے گھر مین اینٹ پاتھی ہو اور اگر
مستاجر کی غیر ملک مین اینٹ پاتھی ہو تو اجرت واجب نہین جبتک شمار نہ کر دے کھڑی کر کے امام کے نزدیک اور ڈھیر لگا کر کے صاحبین کے نزدیک کذا فی الزیلعی
م مستصفی مین تسلیم شرط کی ہے نہ شمار اور اشتراط التسلیم ہی بہتر ہے اسواسطے کہ اگر تسلیم ہے بدون شمار کے تو اجرت ثابت ہوگی کذا فی البحر **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے
الملبن علی اللبان فالتراب علی المستاجر وادخال الحمل المنزل علی الحمال لا صبہ فی الجوالق او صعودہ للغرفۃ الا بشرط اینٹ پاتھنے کا سانچا اینٹ پاتھنے والے کے
ذمہ پر ہے اور مٹی اینٹ بنوانے والے مستاجر پر اور بوجھ کا مکان کے اندر رکھنا بوجھ اُٹھانے والے پر نہ اسکا ڈالنا اور بھرنا بوریون مین یا اسکا چڑھا لیجانا چھت
پر مگر شرط کر لینے سے وایکاف دابۃ للحمل علی المکاری وکذا الحبال والجوالق اور بوجھ لادنے کے واسطے پالان جانور پر باندھنا مکاری یعنی کرایہ والے پر ہے اور
اسی طرح رسیان اور گونین مکاری پر ہین والحبر علی الکاتب واشتراط الورق علیہ یفسدہا ظہیریہ اور روشنائی لکھنے والے کے ذمہ پر ہے اور کاغذ
شرط کرنا کاتب پر اجارہ کتابت کا مفسد ہے کذا فی الظہیریہ **ومن کان لعملہ اثر فی العین** کالصباغ والقصار یحبسہا لاجل الاجر اور جس اجیر کے عمل اور کام
کا اثر موجود ہو چیز مین چنانچہ رنگریز اور دھوبی کا تو وہ اُس چیز کو روک رکھے اور مستاجر کو نہ دے اپنی مزدوری لینے کے واسطے م دھوبی سے وہ
دھوبی مراد ہے جو کپڑا دھوئے نشاستہ وغیرہ کا کلپ لگا کر نہ فقط غاسل ثوب وجہ حبس یہ ہے کہ معقود علیہ وصف ہے جو محل مین ثابت ہے تو حق حبس بدلا لینے کے
واسطے ہے چنانچہ بیع مین کذا فی الدرر وہل المراد بالاثر عین مملوکۃ للعامل کالنشاء والغراء او مجرد ما یعاین ویری فیہ قولان اصحہما الثانی فغاسل الثوب ککاسر
الفستق والحطب والطحان والخیاط والخفاف وحالق راس لعبد لہم حبس العین بلا اجر علی الاصح مجتبی اور آیا اثر سے کام کرنے والے کی کوئی
چیز مملوک مراد ہے چنانچہ نشاستہ اور صابون یا فقط وہ چیز اثر سے مراد ہے جو نظر پڑے اور دکھائی دے اسمین دو قول ہین یعنے ایک قول یہ ہے کہ
چیز مملوک عامل مراد ہے اور دوسرا قول یہ کہ جو نظر آوے خواہ عین مملوک ہو یا نہ ہو دونون قولون مین سے صحیح تر دوسرا قول ہے تو کپڑا دھونیوالا
اور پستہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ان سبکو روک رکھنا چیز کا اجرت
لینے کے واسطے جائز ہے بموجب قول اصح کذا فی المجتبی م بحر الرائق مین ہے کہ مستصفی مین ذخیرہ سے منقول ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ مجرد ما یعاین مین
حق حبس ہے مین تو تصحیح مختلف ٹھہری اور یہی قول لائق ترجیح کے ہے اور صاحب ہدایہ نے غسل ثوب کو حمل کے مانند ٹھہرایا ہے کذا فی الطحطاوی در مین
نہایہ عن قاضی خان مذکور ہے کہ جب دھوبی کے عمل کا اثر نہ ہو سواے میل چھڑا لینے کے اسمین اختلاف ہے صحیح تر قول یہ ہے کہ اسکو حق حبس ثابت ہے ہر حال
مین اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو ظاہر ہوگئی دھوبی کے عمل سے تو گویا اُسنے سپیدی ایجاد کر دی ظاہر کر دینے سے وہذا **اذا کان حالا اما اذا کان** الاجر موجلا
فلا یملک حبسہ کالعمل فی بیت المستاجر لتسلیمہ حکما اور یہ یعنے حق حبس اسوقت ہے جبکہ اجرت کی میعاد نہ مقرر ہوئی ہو اور اگر اجرت کی مدت معین ہوگئی ہو تو اجیر اُسکے
حبس کر رکھنے کا مالک نہین جیسے مستاجر کا گھر عمل کرنے مین حبس کا اختیار نہین بسبب تسلیم حکمی کے ولا یضمن بالتعدی ولو فی بیت المستاجر غایۃ اور اجیر تاوان

لازم ہوگا تعدی سے اگرچہ تعدی مستاجر کے گھر مین واقع ہو کذا فی الغایۃ **فان حبس فضاع فلا اجر ولا ضمان** لعدم التعدی سو اگر اجیر نے چیز روک
رکھی اور وہ تلف ہوگئی تو اُسکی مزدوری نہین اور نہ اُسپر تاوان ہی بواسطہ عدم تعدی کے **ومن لا اثر لعملہ کالحمال علی ظہرہ** والدابۃ **والملاح** وغاسل
الثوب ای لتطہیرہ لا لتحسینہ مجتبی **فلیس لہ ان یحبس العین للاجرۃ** اور جس اجیر کے عمل کا اثر موجود نہو چیز مین چنانچہ اپنی پیٹھ پہ یا جانور پر
بوجھ لادنیوالا اور ملاح اور کپڑا دھونے والا چیز کو نہ روک رکھے مزدوری لینے کے واسطے غاسل ثوب سے وہ کپڑا دھونے والا مراد ہی جو کپڑا دھوئے
اُسکے طاہر کرنیکے واسطے نہ تحسین کیواسطے کذا فی المجتبی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم تحسین ثوب سے مراد سفید کرنا ہی اسواسطے کہ سفیدی مخفی تھی جو اُسکے غسل سے
ظاہر ہوگئی تو گویا اُسنے سفیدی کو ایجاد کیا تو محسن ثوب حبس کا مالک ہوگا نہ مطہر ثوب درر مین کہا اگر غلام گریختہ کے پکڑ لانیوالے کو حق حبس ہی اگرچہ اُسکے
عمل کا اثر نہین **فلو حابس ضمن ضمان الغصب** ویجئ فی بابہ پس اگر اجیر مذکور حبس کرے تو غصب کا تاوان دے اور ضمان غصب آگے آویگا غصب کے
باب مین ہم یعنی اگر حبس مین وہ چیز تلف ہوجائے تو مثل کا تاوان دے اگر وہ چیز مثلی ہو اور قیمت کا تاوان دے اگر وہ قیمتی ہو **وصاحبہا بالخیار**
ان شاء ضمنہ قیمتہا ای بدلہا شرعا **محمولۃ ولہ الاجر وان شاء غیر محمولۃ ولا اجر** جوہرۃ اور محمول چیز کا مالک مختار ہی اگر چاہے حمال سے اُسکو محمول ہونیکا
کرکے اُسکی قیمت یعنی اُسکے عوض شرعی کا تاوان لے اور حمال کی مزدوری دے اور اگر چاہے غیر محمول کا تاوان لے اور مزدوری نہ دے کذا فی الجوہرہ **واذا شرط عملہ بنفسہ**
بان یقول لہ اعمل بنفسک او بیدک **لا یستعمل غیرہ الا الظئر فلہا استعمال غیرہا** بشرط وغیرہ خلاصۃ اور اگر مستاجر اجیر کا عمل ذاتی شرط کرے اسطرح کہ
اُس سے کہے کہ تو خود اپنی ذات سے یا اپنے ہاتھ سے کام کر تو اجیر اپنے سوا دوسرے شخص سے کام نہ لے مگر دایہ کہ اسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہی شرط اور
بلا شرط ہر طرح سے کذا فی الخلاصہ ہم خانیہ مین ہی کہ درزی سے کہا کہ تو خود کپڑا سی دے یا دھوبی سے کہا کہ تو خود دھو دے پھر اُسنے اپنے غلام یا شاگرد سے کام
کروا دیا تو اجرت دینا واجب نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی **وان اطلق کان لہ** ای للاجیر **ان یستاجر غیرہ** افاد بالاستیجار انہ لو دفع لاجنبی ضمن الاول لا الثانی وبہ
صرح فی الخلاصۃ اور اگر مطلق بلا قید عمل ذاتی اجارہ واقع ہوا تو اجیر کو جائز ہی کہ اپنے غیر سے مزدوری کرا دے مصنف نے استیجار کے لفظ سے اشارہ کردیا اسکا کہ اگر
اجنبی کو اجیر دیگا بلا استیجار تو اول شخص تاوان دیگا در صورت تلف ہونیکے نہ شخص ثانی اور خلاصہ مین اسکو مصرح بیان کیا ہی وقید بشرط العمل لانہ لو شرط الیوم
او غدا فلم یفعل وطالبہ مرارا فقال حتی سرق لا یضمن واجاب شمس الائمۃ بالضمان کذا فی الخلاصۃ اور مصنف نے شرط عمل کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مستاجر نے
آج یا کل کے دن کی شرط کی سو اُسنے اُسدن کام نکیا اور مستاجر نے اجیر سے چند بار مطالبہ کیا سو اُسنے کوتاہی کی یہانتک کہ وہ چیز چوری ہوگئی تو تاوان اجیر پر
لازم نہوگا اور شمس الائمہ نے وجوب ضمان کا جواب دیا ہی کذا فی الخلاصہ وقولہ علی ان تعمل اطلاق لا تقیید مستصفی فلہ ان یستاجر غیرہ اور مستاجر کا یوں کہنا کہ
اس شرط پر کہ تو عمل کرے یہ اطلاق ہی نہ قید کا لگانا کذا فی المستصفی تو اجیر کو جائز ہی کہ غیر شخص سے مزدوری کروالے **استاجرہ لیاتی بعیالہ فمات بعضہم فجاء**
بمن بقی فلہ اجرہ بحسابہ لانہ اوفی بعض المعقود علیہ مستاجر نے ٹھیکہ کیا کہ اجیر اُسکے اہل وعیال کو لے آوے سو اُنمین کوئی شخص مرگیا اور وہ باقی لوگون
کو لے آیا تو اُسکی مزدوری ثابت ہوگی اُسکے حساب کے موافق اسواسطے کہ اُسنے بعض معقود علیہ کو پورا کیا یعنی عقد اجارہ تمام عیال کے لانے پر منعقد
ہوا تھا اور وہ سبکو نہ لایا تو پوری مزدوری کا مستحق نہ ہوگا پھر اگر جنکو لایا نصف عیال ہون تو نصف اجرت کا مستحق ہوگا اور اگر ثلث ہون تو ثلث
اجرت کا مستحق ہوگا وقید بقولہ **لو کانوا** ای عیالہ **معلومین** ای للعاقدین لیکون الاجر مقابلا بجملتہم اور مصنف نے اس قول سے قید لگائی کہ اگر اُسکے اہل عیال
معلوم ہون یعنی عاقدین اُنکو جانتے ہون تب بقدر حساب بعض عیال بعض اجرت کا مستحق ہوگا تاکہ اجرت سبکے مقابلہ مین پڑے **والا یکونوا معلومین فلکل**
الاجر ونقل ابن الکمال ان کانت المؤنۃ تقل بنقصان عددہم فبحسابہ والا فکلہ اور اگر عیال غیر معلوم ہون تو اجیر کے واسطے تمام اجرت واجب ہوگی اور ابن
کمال نے نقل کیا یعنی امام ہندوانی سے کہ اگر لانے کی مشقت کم ہوجاتی ہی عدد عیال کے کم ہونیسے تو بقدر اُسکے حساب کے اجرت لازم ہوگی اور اگر مشقت کم نہوجاتی ہو تو تمام اجرت لازم ہوگی

لایصال خط ای کتاب اوزاد ای زیدان ردہ ای المکتوب والزاد لموتہ ای زید او غیبتہ لاشئ لہ لانہ نقضہ بعودہ کالخیاط اذا خاط ثم
فتق یعنی اگر مقرر کیا ایک مرد سے خط یا توشہ پہونچا دینے کا مثلاً زید کے پاس اگر اجیر خط اور توشہ پھیر لایا زید کی موت یا غائب ہونے سے تو اُسکے واسطے
کچھ مزدوری نہین اسواسطے کہ اُسنے معقود علیہ یعنی ایصال مکتوب یا زاد کو باطل کر دیا اُسکے پھیر لانے سے جسطرح درزی نے جبکہ سیا پھر اُسکو
اُدھیڑ ڈالا اھ مصنف کو لازم تھا کہ خط پہونچانا اور جواب لانا دونون کو ذکر کرتا اسواسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم
ہوگی چنانچہ شرح مجمع مین مصرح ہی اور امام محمد کی جامع صغیر مین خط لیجانا اور جواب لانا دونون مذکور ہین کذا فی الطحطاوی مختصراً وفی الخانیۃ استاجلہ لیذہب
لموضع کذا ویدعو فلانا باجر مسمی فذہب للموضع فلم یجد فلانا وجب الاجر اور خانیہ مین ہی کہ اجارہ کیا تا فلانے کی طرف جاے اور فلانے شخص کو بلا لاوے
معین مزدوری پر پس اجیر وہان گیا اور اُسنے اُس شخص کو نپایا تو مزدوری واجب ہوگی ھ خانیہ مین تبلیغ رسالت مذکور ہی نہ بلا لانا اور شارح نے رسالت اور
بلا لانے کو یکسان قرار دیا کذا فی الطحطاوی فان دفع الخط الی ورثتہ فی صورۃ الموت او من یسلم الیہ اذا حضر فی صورۃ غیبتہ وجب الاجر بالذہاب (پہونچنا پیام کا ۱۲)
وہو نصف الاجر المسمی کذا فی الدرر والغرر وتبعہ المصنف ولکن تعقبہ المحشون وعولوا علی لزوم کل الاجر لکن فی القہستانی عن النہایۃ انہ ان شرط المجئ بالجواب
فنصفہ والا فکلہ فامکن التوفیق پس مسئلہ ایصال مکتوب مین اگر اجیر نے خط دیا زید کے وارثون کو درصورت موت زید کے یا اُس شخص کو دیا جو زید کو پہنچا دے
جب کہ وہ آوے درصورت غائب ہونے زید کے تو جانے کی مزدوری واجب ہوگی اور وہ نصف اجرت معینہ ہی کذا فی الدرر والغرر اور مصنف پیرو ہوا ہی
صاحب درر کا ولیکن درر پر محشیون نے اعتراض کیا ہی اور تمام اجرت کے لازم ہونے پر اعتماد کیا ہی لیکن قہستانی مین نہایہ سے منقول ہی کہ اگر جواب لانا
شرط کیا ہی تو نصف اجرت لازم ہی اور نہین تو تمام اجرت لازم ہی تو توفیق بین القولین ہوگئی یعنی صاحب درر اور مصنف کا کلام اشتراط جواب پر محمول
ہی اور محشیون کا قول عدم اشتراط پر محمول ہی وان وجدہ ولم یوصلہ الیہ لم یجب لہ شئ لانتفاء المعقود علیہ وہو الایصال اور اگر اجیر نے زید کو
پایا اور خط اور توشہ اُسکو نہ پہونچایا تو کچھ مزدوری اُسکی واجب نہوگی بسبب نہ ہونے معقود علیہ کے یعنی ایصال خط پر اجارہ ہوا تھا سو پایا نگیا واختلف فیما
لو قرأہ اور اسمین اختلاف ہی اگر اجیر نے خط کو پڑھ لیا یعنی بعضون کے نزدیک اسمین مزدوری واجب ہی اور بعضون کے نزدیک واجب نہین متولی ارض الوقف
اجرہا بغیر اجر المثل یلزم مستاجرہا ای مستاجر ارض الوقف لا المتولی کما غلط فیہ بعضہم تمام اجر المثل علی المفتی بہ کما فی البحر عن التلخیص وغیرہ متولی زمین
وقف نے زمین وقف کو بغیر اجرت مثل یعنی کم تر از اجرت مثل پر اجارہ دیا تو مستاجر ارض وقف کو پوری اجرت مثل دینی لازم ہوگی بنابر قول مفتی بہ چنانچہ بحر الرائق مین ہی تلخیص
وغیرہ سے اور متولی پر اجرت مثل لازم نہوگی چنانچہ بعض علما غلط سمجھے ہین وکذا حکم وصی واب کما فی مجمع الفتاوی اور اسیطرح کا حکم ہی وصی ورباپ کا چنانچہ
مجمع الفتاوی مین ہی یعنی اگر وصی یا باپ صغیر کی زمین کمتر از اجرت مثل پر اجارہ دے تو مستاجر پر پوری اجرت مثل لازم ہوگی نہ وصی اور باپ پر ویفتی بالضمان
فی غصب عقار الوقف وغصب منافعہ وکذا یفتی بکل ما ہو انفع للوقف فیما اختلف فیہ العلماء حتی نقضوا الاجارۃ عند الزیادۃ الفاحشۃ نظرا للوقف
وصیانۃ لحق اللہ تعالی حاوی القدسی فتوی دیا گیا ہی غاصب کے تاوان پر زمین یا مکان وقف کے غصب کرنے مین اور منافع زمین یا مکان وقف کے غصب
کرنے مین اور اسی طرح ہر ایک اُس چیز کا فتوی ہی جو وقف کیواسطے نافع تر ہی جسمین عالمونکا اختلاف واقع ہوا ہو تو نقض اجارہ کا حکم کیا ہی فقہا نے زیادت
فاحشہ کے نزدیک بلحاظ وقف کے اور حق اللہ کی محافظت کے واسطے کذا فی حاوی القدسی ھ زیادت فاحشہ سے مراد فی نفسہ اجر مثل کا زیادہ ہو جاتا ہی
بلا تعنت چنانچہ عنقریب فروع مین مذکور ہوگا مات الآجر وعلیہ دیون حتی فسخ العقد بعد تعجیل البدل فالمستاجر لو العین فی یدہ ولو بعقد فاسد اشباہ احق
بالمستاجر من غرمائہ حتی یستوفی الاجرۃ المعجلۃ مر گیا مالک اجارہ کا دینے والا اور اُسپر لوگون کے دین ہین تا اینکہ عقد اجارہ فسخ ہوگیا بدل اجارہ کی تعجیل کے بعد تو مستاجر زیادہ
تر حقدار ہی اجارہ کی چیز کا اُسکے اور قرضخواہون سے تا اینکہ مستاجر پیشگی اجرت کو حاصل کرے بشرطیکہ اجارہ کی چیز مستاجر کے قبضہ مین ہو اگرچہ بعقد فاسد اُسکے تصرف مین ہو

کذا فی الاشباہ ۱۲ یعنی جبکہ موجر مرگیا اور اسپر غیر مستاجر کے دیون ہیں پھر اجارہ کی چیز بیچی گئی تو مستاجر احق بالثمن ہے باقی قرضخواہون سے کذا فی الطحطاوی یعنی پہلے
مستاجر اسکے ثمن سے اپنی پیشگی دی ہوئی اجرت لیگا بعد اسکے اگر کچھ ثمن باقی رہیگا تو اور قرضخواہ پاوینگے الا انہ لا یسقط الدین بہلاکہ ای بہلاک ہذا المستاجر
لانہ لیس برہن من کل وجہ مگر یہ کہ دین مستاجر کا ساقط نہوگا اس اجارہ کی چیز کے ہلاک ہوجانے سے اسواسطے کہ یہ چیز ہر وجہ سے رہن نہیں جو مسقط دین ہو بخلاف
الرہن فانہ مضمون بالاقل من قیمتہ ومن الدین کما سیجئی فی بابہ مجمع الفتاوی بخلاف مرہون کے ہلاک ہوجانیکے اسواسطے کہ مرہون کی ہلاکی میں مرتہن پر تاوان
ہے کمتر کا مرہون کی قیمت سے اور دین سے چنانچہ باب الرہن میں آویگا کذا فی مجمع الفتاوی ۱۲ قولہ بالاقل من قیمتہ ومن الدین ترکیب فاسد ہے اسواسطے کہ اس سے یہ عموم ہوتا ہے
کہ جو چیز قیمت اور دین سے کمتر ہو وہ تاوان ہو اور یہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ قیمت اور دین دیکھا جاوے سو دونوں میں سے جو اقل ہو وہ تاوان واقع ہو تو
ترکیب صواب یون ہے بالاقل من قیمتہ ومن الدین تو اس صورت میں من بیانیہ ہوگا نہ تفضیلیہ کذا فی الطحطاوی ۱۲ فروع مسائل ملحقہ شارح کے الزیادۃ فی الاجرۃ من
المستاجر تصح فی المدۃ وبعدہا زیادہ کردینا اجرت کا مستاجر کی جانب سے صحیح ہے اجارہ کی مدت میں اور بعد مدت کے ۱۲ طحطاوی نے کہا صحت زیادت بعد مدت اشباہ
اور منح الغفار کے مخالف ہے واما الزیادۃ علی المستاجر فان فی الملک ولو یتیم لم تقبل کما لو رخصت اور مستاجر پر اجرت کا زیادہ ہوجانا اگر زیادتی آدمی کی ملک میں ہے
اگرچہ یتیم کی ملک ہو تو مقبول نہیں چنانچہ اگر اجرت ارزان ہوجاوے تو معتبر نہیں ۱۲ یعنی بعد اجرت معین ہوچکنے کے اجرت کا نرخ گران ہوگیا یا ارزان تو غیر وقف میں اسکا
اعتبار نہیں مستاجر پر فقط اجرت معینہ لازم ہوگی ۱۲ وان فی الوقف فان الاجارۃ فاسدۃ اجرہا الناظر بلا عرض علی الاول لکن الاصح صحتہا باجر المثل ولو ادعی رجل انہا
بغبن فاحش اور اگر زیادت مذکورہ وقف میں ہو تو اگر اجارہ فاسدہ ہو تو وقف کا ناظر اسکو دوسرے مستاجر کو اجارہ دیدے بدون پوچھنے مستاجر اول کے لیکن قول اصح
صحت اجارہ مذکورہ ہے بعوض اجرت مثل کے اگرچہ مرد دعوی کرے کہ اجارہ غبن فاحش کے ساتھ ہوا ۱۲ اشباہ میں لکن الاصح کے مقام پر لکن الاصل وقوعہا صحیحۃ
باجر المثل واقع ہے فان اخبر القاضی ذو خبرۃ انہا کذلک فسخہا پھر اگر قاضی کو ہوشیار واقف خبر کرے کہ اجارہ اسیطرح ہوا جیسا دعوی ہے مدعی نے بغبن فاحش کے ساتھ تھا تو
قاضی اجارہ کو فسخ کر ڈالے ۱۲ شارح کو یون کہنا خوب واضح تر تھا کہ اگر مرد دعوی کرے کہ اجارہ بغبن فاحش تھا تو صحت اجارہ باجر المثل اصل ہے مگر جبکہ قاضی کو خبردار
شخص خبر کرے یعنی بمجرد دعوی مذکورہ عدم صحت کا قاضی حکم نکرے بلحاظ اصل مذکور بلکہ اہل بصیرت اور صاحب امانت کے قول کیطرف رجوع کرے وتقبل الزیادۃ وان شہدا
وقت العقد انہا باجر المثل اور زیادت مقبول ہوگی اگرچہ گواہون نے گواہی دی ہو وقت عقد کے کہ اجارہ باجرت مثل ہے ۱۲ الا اذا کانت اضرارا او تعنتا لم تقبل ور
اگر قاضی کو خبردار شخص خبر نکرے کہ اجارہ بغبن فاحش ہوا تھا تو اگر زیادت مستاجر کی ضرر رسانی اور تذلیل کے واسطے ہو تو مقبول نہوگی ۱۲ اضرار او تذلیل
کی زیادت وہ ہے جسکو قبول نکرے مگر ایک شخص یا دو شخص یا بیع میں ہے کہ کسی شخص نے اجارہ کی اجرت زیادہ کی تو اسکی طرف التفات نہوگا شاید کہ وہ شخص متعنت اور
ضرر رسان ہو کذا فی الطحطاوی وان کانت الزیادۃ اجر المثل فالمختار قبولہا فیفسخہا المتولی فان امتنع فالقاضی ثم یوجرہا ممن زاد اور اگر زیادت اجر مثل ہو تو اسکو
قبول کر لینا قول مختار ہے تو متولی اجارہ فسخ کر ڈالے سو اگر وہ فسخ نکرے تو قاضی فسخ کرے پھر اسکو اجارہ دے اس شخص سے جو زیادہ اجرت دیوے ۱۲ زیادت اجر مثل سے
مراد اس سے یہ ہے کہ فی نفسہا اجرت زیادہ ہوجاوے سب شخصون کے نزدیک بسبب گران ہوجانے نرخ کے اور اگر اجرت زیادہ ہوجاوے لوگون کی رغبت کے
سبب سے کسی چیز کے اجارہ لینے میں تو ایسی زیادتی زیادتی اجرت مثل نہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح المجمع للعینی فان کانت دارا او حانوتا او ارضا فارغۃ عرضہا
علی المستاجر فان قبلہا فہو احق بہا ولزمہ الزیادۃ من وقت قبولہا فقط پھر اگر اجارہ کی چیز گھر ہو یا دکان یا خالی زمین ہو تو اسکو مستاجر اول پر پیش کرے سو اگر
مستاجر زیادت مذکورہ کو قبول کرے تو وہی اسکا زیادہ حقدار ہے اور اسپر زیادت لازم ہوگی قبول کر لینے کے وقت سے فقط یعنی زمانہ قبول کے پہلے اجرت معینہ سابقہ لازم
ہوگی اور بعد قبول کے زیادت مذکورہ لازم ہوگی وان انکر زیادۃ اجر المثل وادعی انہا اضرار فلا بد من البرہان علیہ اور اگر مستاجر اجرت مثل کی زیادہ ہونیکا انکار کرے
اور دعوی کرے کہ زیادت ضرر رسانی ہے تو ضرور ہے اسپر گواہ قائم کرنا یعنی زیادت کا مدعی گواہ لاوے منکر پر وان لم یقبلہا اجرہا المتولی اور اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے تو متولی [illegible]

شخص کو اجارہ دے ہم طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ اس قول کو شارح انکار زیادت پر مقدم کرتا وان کانت مزروعۃ لم یصح اجارتہا الغیر صاحب الزرع لکن تضم علیہ الزیادۃ
مین وقتہا اور اگر زمین وقف مزروع ہو تو اسکا اجارہ دینا سواے کاشتکار کے جائز نہین لیکن اجرت سابقہ سے زیادہ ملائی جاے مستاجر پر زیادہ ہونیکے وقت سے
وان کان بنی او غرس فیا نکان استاجرہا مشاہرۃ فانہا تو جر لغیرہ فی فرع الشہران لم یقبلہا الانعقاد ہا عند راس کل شہر اور اگر مستاجر نے زمین مین عمارت بنائی ہو یا درخت
لگائے ہون تو اگر ماہواری اجارہ لیا ہو تو زمین غیر مستاجر کو اجارہ دیجاے جبکہ مہینہ ہو چکے اگر مستاجر زیادت کو قبول نکرے بسبب منعقد ہونے اجارہ ماہواری کے
ہر مہینے کے سرے پر ہم محیط مین ہی کہ غیر کو اس صورت مین اجارہ دیا جاے جبکہ رفع عمارات کے بعد اجرت زیادہ ہوجاے اور اگر بعد دور ہو جانے عمارتکے اجرت
سابقہ سے زیادتی نہو تو اسی اجرت سابقہ کے ساتھ مستاجر کے پاس باقی رکھی جاے کذا فی الطحطاوی والبناء یتملکہ الناظر بقیمتہ مستحق القلع للوقف اور عمارتکا ناظر
مالک ہوگا وقف کیواسطے عمارت مستحق القلع کی قیمت دیکر او یصبر حتی یتخلص بناؤہ یا مستاجر صبر کرے یہان تک کہ اسکی عمارت خلاصی پاوے یعنی انہدام کے
بعد اپنی اینٹ اور لکڑی پر تصرف کرے وان کانت المدۃ باقیۃ لم تؤجر لغیرہ وانما تضم علیہ الزیادۃ کالزیادۃ وبہا زرع اور اگر اجارہ کی مدت باقی ہو تو غیر مستاجر کو زمین کا
اجارہ نہ دیا جاے اور اسکے سوا کچھ نہین کہ مستاجر پر اجرت مثل کی زیادت ملائی جاے جیسے زراعت والی زمین کی زیادتی مستاجر پر لاحق کیجاتی ہی واما اذا زاد اجر
المثل فی نفسہ من غیر ان یزید احد فللمتولی فسخہا وعلیہ الفتوی اور جبکہ اجر مثل فی نفسہ زیادہ ہوجاے بدون اسکے کہ کوئی شخص بڑھاوے تو متولی کو فسخ اجارہ کا
اختیار ہی اور اسی پر فتوی ہی وما لم تفسخ کان علی المستاجر المسمی اشباہ معزیا للصغری اور جب متولی اجارہ کو فسخ نکریگا تو مستاجر پر اجرت معینہ واجب ہوگی چنانچہ
اشباہ مین فتاوی صغری سے منقول ہی قلت وظاہر قولہ والبناء یتملکہ الناظر الخ انہ یتملکہ لجہۃ الوقف قہرا علی صاحبہ وہذا لو الارض تنقص بالقلع والا شرط رضاہ کما فی
عامۃ الشروح منہا البحر والمنح فیعول علیہا لانہا الموضوعۃ لنقل المذہب بخلاف نقول الفتاوی مین کہتا ہون اور اسکا یہ قول والبناء یتملکہ الناظر الی آخرہ اسپر دلالت
کرتا ہی کہ ناظر عمارت کا مالک ہوجاتا ہی جہت وقف کے صاحب عمارت پر جبر اور زبردستی کرکے اور یہ یعنی زبردستی سے مالک ہونا ناظر کا اس صورت مین ہی کہ زمین ناقص
ہوجاے عمارت کے کھود دینے سے اور اگر ناقص نہو تو قیمت دیکر مالک ہو نہین صاحب عمارت کی رضامندی شرط ہی چنانچہ اکثر شروح مین مصرح ہی از انجملہ بحر الرائق اور
منح الغفار ہی تو شروح کی روایت پر اعتماد کیا جاے اسواسطے کہ نقل مذہب کے واسطے شروح ہی موضوع اور مقرر ہین برخلاف نقول فتاوی یعنی اگر فتاوی کی
نقول شروح کے مخالف ہون تو اعتماد کے لائق نہین ہم منجملہ فتاوی مذکورہ فتاوی مؤیدزادہ ہی جسکی عبارت شارح اسکے بعد ذکر کریگا اور تجنیس اور خانیہ سے
انہین منقول ہی کہ متولی عمارت کا زبردستی مالک نہو جایگا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی فتاوی مؤیدزادہ من الوقف معزیا للفصولین حانوت وقف بنی فیہ ساکنہ
بلا اذن متولیہ ان لم یضر رفعہ رفعہ وان ضر فہو المضیع مالہ فلیتربص الی ان یتخلص مالہ من تحت البناء ثم یاخذہ اور مؤیدزادہ کے فتاوی مین ہی کتاب الوقف سے منسوب
بفصولین کہ ایک دکان ہی وقف کی جسمین اسکے رہنے والے نے کچھ عمارت بنائی بلا اذن متولی وقف کے اگر عمارت کا کھودنا ضرر نکرے تو اسکو کھود ڈالے اور اگر ضرر
کرتا ہو تو بنانیوالا خود ضائع کرنے والا ہی اپنے مال کا تو چاہیے کہ یہان تک انتظار کرے کہ اسکا مال تحت عمارت سے خلاص ہو پھر اسکو لے ولا یکون بناؤہ
مانعا من صحۃ الاجارۃ لغیرہ اذ لا ید لہ علی ذلک البناء وحیث لا یملک رفعہ اور عمارت اس شخص کی غیر شخص کے اجارہ دینے کی مانع نہوگی اسواسطے کہ اسکا تصرف
اور قبضہ نہین اس عمارت پر اسواسطے کہ وہ اسکو منہدم نہین کرسکتا ولو اصطلحوا ان یجعلوا ذلک للوقف بثمن لا یجاوز اقل القیمتین منزوعا ومبنیا فیہ صح اور اگر
اسپر اتفاق کرین کہ اس عمارت کو وقف کے تحت مین کردین بعوض اس ثمن کے جو اقل القیمتین سے تجاوز نکرے یعنی منہدم عمارت کی قیمت اور طیار عمارت کی قیمت
مین سے جسکی قیمت کمتر ہو اس سے اسکا ثمن زیادہ نہ ہو تو یہ صحیح ہی ولو لحق الاجر دین رفع الامر الی القاضی لیفسخ العقد ولیس للاجر ان یفسخ بنفسہ وعلیہ الفتوی اور اگر
موجر کو دین لاحق ہو تو قاضی سے نالش کرے تاکہ قاضی عقد اجارہ کو فسخ کرڈالے اور اجارہ دینے والے کو جائز نہین کہ خود اجارہ فسخ کرے اور اسی پر
فتوی ہی ہم یہ اس صورت مین ہی جبکہ ادا ے دین کا طریقہ باقی نہ رہے تب قاضی سے فسخ اجارہ کراکے اس چیز کو بیچکر دین ادا کرے دیکھو بمسئلہ

الاجر او باکثر او باقل مما یتغابن فیہ الناس لا بما لا یتغابن فتکون فاسدۃ فیوجرہ اجارۃ صحیحۃ اما من الاول او من غیرہ باجر المثل او بزیادۃ بقدر ما یرضی بہ المستاجر
انتہی اور اجارہ جائز ہی اجرت مثل سے یا زیادہ تر اجرت مثل سے یا کمتر اجرت مثل سے اسقدر اکثر یا اقل ہو جسقدر مین لوگون کو تغابن ہوتا ہو نہ اسقدر
مین جسمین تغابن واقع نہین ہوتا تو اب اجارہ فاسد ہو جائیگا تو موجر اسکا اجارہ صحیحہ منعقد کرے خواہ مستاجر اول سے یا اسکے سوا اور شخص سے اجرت
مثل مقرر کرکے یا زیادہ اجرت مثل سے جسقدر سے کہ مستاجر راضی ہو انتہی مافی فتاوی مویدزادہ وفی فتاوی الحانوتی بینۃ الاثبات مقدمۃ وہی التی شہدت بان
الاجرۃ او الاجرۃ المثل وقد اتصل بہا القضاء فلا تنقض قال وبہ اجاب بقیۃ اہل المذاہب فلیحفظ اور فتاوی حانوتی مین ہی کہ اثبات کے گواہ مقدم ہین اور
گواہ اثبات وہ ہین جو یہ گواہی دین کہ اجرت پہلی اجرت مثل ہی تھی اور گواہی سے قاضی کا حکم بھی متصل ہو گیا تو اجارہ منقوض نہو گا حانوتی نے کہا اور
یہی جواب دیا ہی بقیۃ اہل مذاہب نے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم حانوتی کی عبارت یہ ہی کہ نور الدین علی طرابلسی سے یہ سوال ہوا کہ حاکم نے صحت اجارہ
وقف کا اور اسکا کہ اجرت پہلی اجرت مثل تھی حکم کیا بعد اس گواہی کے کہ اجرت مثل تھی پھر اور گواہون نے گواہی دی کہ اجرت کمتر تھی اجرت مثل سے
تو عمل بطلان اجارہ پر ہو گا یا نہین جواب دیا کہ گواہی اثبات کی مقدم ہی اور حکم حاکم بھی اس سے متصل ہو گا تو اجارہ منقوض نہ ہو گا کذا فی الطحطاوی

باب ما یجوز من الاجارۃ و ما یکون خلافا فیہا اے فی الاجارۃ

یہ باب ہی اس اجارہ کا جو جائز ہی اور جسمین اجارہ مین اختلاف ہو ہم طحطاوی نے کہا یون کہنا واضح تر تھا باب ما یجوز من الافعال فی الاجارۃ یہ باب ہی ان افعال کا
جو اجارہ مین جائز ہین **تصح اجارۃ حانوت** ای دکان **ودار بلا بیان ما یعمل فیہا** لصرفہ للمتعارف صحیح ہی اجارہ حانوت یعنی دکان کا اور گھر کا بلا بیان
اس فعل کے جو اسمین کیا جاے بسبب پھرنے فعل و عمل کے متعارف اور مروج کی طرف ہم بحر الرائق مین کہا اسواسطے کہ عمل متعارف اسمین سکونت ہی تو وہی مراد
ہوگی اور سکونت متفاوت چیز نہین **و بلا بیان من یسکنہا** فلہ ان یسکنہا غیرہ باجارۃ وغیرہا کما سیجیٔ اور اجارہ صحیح ہی بدون اس بیان کے کہ گھر مین کون
شخص رہیگا تو مستاجر کو جائز ہی کہ غیر شخص کو رکھے باجارہ یا بغیر اجارہ چنانچہ آگے مذکور ہو گا ہم غیر کا رکھنا جائز ہی اگرچہ فقط مستاجر کا رہنا شرط ہو گیا ہو کذا فی الطحطاوی
وله ان یعمل فیہا ای الحانوت والدار **کل ما اراد** فیتد ویربط دوابہ ویکسر حطبہ ویستنجی بجدارہ ویتخذ بالوعۃ ان لم تضر ویطحن برحی الید وان بضر فبقی قنیۃ اور مستاجر کو جائز ہی
کہ دکان اور گھر مین جو چاہے سو کام کرے تو میخ گاڑے اور اپنے جانور اسمین باندھے اور لکڑیان توڑے اور اسکی دیوار سے استنجا کرے اور نجاست کا چہ بچہ بنا لے
اگر مضر نہو اور ہاتھ کی چکی سے آٹا پیسے اگرچہ گھر کو مضر ہو اسی کا فتوی ہی کذا فی القنیہ ہم جانور باندھنا اسوقت جائز ہی جبکہ جانورون کے واسطے کوئی مکان گھر مین مقرر ہو
اور اگر ایسا نہ ہو تو گھر کو اصطبل نہ بناوے اور چکی کے مسئلہ مین شارح تابع ہوا مصنف کی شرح کا اور مصنف اپنے استاد صاحب بحر کا پیرو ہی حالانکہ بحر الرائق مین
خلاصہ کی نقل عبارت سے وہ لفظ ساقط ہو گیا ہی جس سے حکم نکلتا ہی یعنی منع کا و عبارۃ الخلاصۃ کما فی الرمز ولا یمنع من رحی الید وان کان یضر یمنع علیہ الفتوی یعنی ہاتھ کی چکی
منع نہین اور اگر ضرر ہوتا ہو تو منع ہی اور اسی پر فتوی ہی حموی نے کہا الحاصل کہ جو فعل کہ عمارت کو سست اور کمزور کر ڈالے وہ مطلق عقد سے مستحق نہین مگر یہ کہ اسکی شرط
ہو گئی ہو یا مالک اس فعل سے راضی ہو جاے اور جو فعل کمزور نہ کرے وہ مطلق عقد سے مستحق ہی کذا فی الطحطاوی **غیر انہ لا یسکن** بالبناء للفاعل او المفعول **حدادا او قصارا**
او طحانا من غیر رضی المالک او اشتراطہ ذلک فی عقد الاجارۃ لانہ یوہن البناء فیتوقف علی الرضاء کرایہ دار کو عمل گھر مین درست ہی سواے اسکے کہ گھر مین لوہار یا دھوبی یا چکی پیسنے والے کو
رکھے بدون رضامندی مالک کے یا اسکی شرط ہو جانے سے عقد اجارہ مین اسواسطے کہ لوہار وغیرہ کا رہنا عمارت کو کمزور کر ڈالتا ہی تو مالک خانہ کی رضامندی پر موقوف ہو گا شارح
لکھا یسکن معروف یا مجہول کا صیغہ ہی ہم شارح کو یون کہنا مناسب تھا کہ یسکن ثلاثی مجرد یا ثلاثی مزید فیہ کا صیغہ ہی چنانچہ منح الغفار مین ہی تو پہلی صورتمین حداد کا
منصوب ہونا باعتبار حال ہونے کے ہی اور دوسری صورت مین باعتبار مفعول ہونے کے **ولو اختلفا فی الاشتراط فالقول للموجر کما لو انکر اصل العقد** اور اگر مستاجر
اور موجر مشروط ہونے مین مختلف ہون تو موجر کا قول مقبول ہی چنانچہ اگر موجر اصل عقد اجارہ کا منکر ہو تو اسی کا قول مقبول ہو گا **وان اتفقا**

البینة فالبینة بینة المستاجر لاثباتہا الزیادة خلاصة اور اگر دونون گواہ لاوین تو مقبول گواہ مستاجر کے گواہ ہین بواسطۂ اثبات زیادت کذا فی الخلاصة
وفیہا استاجر للقصارة فلہ الحدادة ان اتحد ضررہما اور خلاصہ مین ہی کہ گھر اجارہ لیا گاذری کے واسطے تو اُسکو اُسمین آہنگری درست ہی اگر گاذری اور
آہنگری کا ضرر یکسان ہو ولو فعل مالیس لہ لزمہ الاجر وان انہدم بہ البناء ضمنہ ولا اجر لانہما لایجتمعان اور اگر مستاجر وہ کام کرے جو اُسکو درست
نہین ہی تو اُسپر کرایہ دینا لازم ہوگا اور اگر اُس کام سے عمارت منہدم ہوجاے تو اُسکا تاوان دے اور اس صورت مین کرایہ نہین ہی اسواسطے
کہ تاوان اور کرایہ باہم جمع نہین ہوتے ولہ السکنی بنفسہ واسکان غیرہ باجارة وغیرہا وکذا کل مالا یختلف بالمستعمل یبطل فیہ التقیید لانہ
غیر مفید اور مستاجر کو جائز ہی آپ رہنا اور غیر کو رکھنا کرایہ لیکر اور بدون کرایہ کے اور اسیطرح جو عمل کہ مختلف اور متفاوت نہین ہوتا استعمال
کرنے والے کے اختلاف سے اُسمین استعمال کرنے والے کی قید لگانا باطل ہی اسواسطے کہ تقیید مذکور مفید نہین یعنی بسبب عدم تفاوت کے بخلاف
مایختلف بہ کما سیجیٔ برخلاف اُس عمل کے جو متفاوت ہوجاتا ہی استعمال کرنے والے کے اختلاف سے چنانچہ آگے مذکور ہوگا ھم چنانچہ رکوب اور کپڑا پہننا
کہ اُسمین تفاوت ہوتا ہی باعتبار اختلاف مستعمل کے تو تاوان لازم ہوگا درصورت مخالفت شرط کے ولو آجر باکثر تصدق بالفضل اور اگر مستاجر دوسرے شخص کو
اجارہ دے اکثر اجرت مقرر کرکے تو زیادتی خیرات کرے ھم یعنی اگر چار روپیہ کو خود اجارہ لیا اور دوسرے شخص کو پانچ روپیہ پر کرایہ دیا تو ایک روپیہ خیرات کرے
اپنے صرف مین نہ لاوے الا فی مسئلتین اذا آجرہا بخلاف الجنس او اصلح فیہا شیئا مگر دو صورت مین مستاجر کو زیادہ کرایہ لینا درست ہی جبکہ گھر کو کرایہ دے مخالف
جنس پر یا گھر مین کچھ درستی کردی ہو ھم خلاف جنس یہ کہ روپیون کا کرایہ دیتا ہو اور اشرفی یا پیسون یا اناج کا کرایہ لیتا ہو اور اصلاح اور درستی
کی صورت یہ کہ مثلاً گھر مین چونہ کاری کردے یا چھت پر پردے لگادے جمحی نے کہا جھاڑو دینا اصلاح مین داخل نہین ولو آجرہا المؤجر لا تصح وتنفسخ الاجارة
فی الاصح بحر معزیا للجوہرة وسیجیٔ تصحیح خلافہ قنیة اور اگر مستاجر نے گھر کرایہ دیا خود مالک موجر کو تو اجارہ صحیح نہین اور اجارہ فسخ ہوگا قول اصح مین چنانچہ بحرالرائق
مین جوہرہ سے منقول ہی اور آگے اسکے مخالف قول کی تصحیح آویگی تو خبردار رہو یعنی متفرقات اجارہ مین عدم فسخ کو شارح وہبانیہ وغیرہ سے نقل کریگا

وتصح اجارة ارض للزراعة مع بیان مایزرع فیہا او قال علی ان ازرع فیہا ماشاء کیلا تقع المنازعة والا فہی فاسدة للجہالة وتنقلب صحیحة
بزرعہا ویجب المسمی اور صحیح ہی اجارہ زمین کا زراعت کے واسطے اس بیان کے ساتھ کہ کون چیز اُسمین بوئی جاویگی یا مستاجر یون کہے کہ اجارہ لیتا ہون
اس شرط پر کہ زمین مین زراعت کرونگا جو چیز کہ چاہونگا بیان مزروع یا عموم مزروع اسواسطے شرط ہوا تاکہ آیندہ جھگڑا نہو اور اگر بیان مزروع یا عموم
مزروع نہو تو اجارہ فاسد ہی اور اجارہ فاسدہ پلٹکر صحیح ہوجائیگا اُس کی زراعت کرنے سے اور اجرت مبینہ واجب ہوگی ھم چونکہ مزروع باعتبار نفع اور
ضرر کے متفاوت ہوتا ہی تو دفع نزاع کے واسطے بیان کرنا ضرور ہوا اور نزاع دفع ہوجاتا ہی مستاجر کو اختیار دینے سے اور درصورت عدم بیان زراعت
کرنے سے اسواسطے اجارہ صحیح ہوگیا کہ معقود علیہ استعمال سے معلوم ہوگیا اور فساد تھا بسبب نادانستگی مزروع کے تو جبکہ جہالت دفع ہوگئی زراعت
کرنے سے تو گویا جہالت اول ہی سے نہ تھی وللمستاجر الشرب والطریق اور زمین کے اجارہ مین پانی لینے کی باری اور راہ مستاجر کے واسطے ثابت
ہی ھم اجارہ مین پانی کی باری اور راہ بدون شرط کے بھی داخل ہی اور زمین کی خرید مین بلا ذکر حقوق وغیرہا داخل نہین اسواسطے کہ اجارہ ہوتا ہی انتفاع
کے واسطے اور بدون دونون چیزونکے زمین سے فائدہ لینا نہین ہوسکتا اور بیع سے مقصود ملک رقبہ ہی نہ انتفاع عین زمین سے و لہذا شور زمین کی بیع جائز
ہی اور اُسکا اجارہ زراعت کے واسطے جائز نہین کذا فی الطحطاوی ویزرع زرعین ربیعا وخریفا اور مستاجر دو بار زراعت کرے ربیع اور خریف مین

ھم یہ اُس صورت مین ہی جبکہ سال بھر کا اجارہ ہو کما ہو مصرح فی القنیة ولو لم یمکنہ الزراعة للحال لاحتیاجہا لسقی او کری ان امکنہ الزراعة فی مدة العقد
جاز والا لا وتمامہ فی القنیة اور اگر مستاجر کو فی الحال زراعت ممکن نہو سینچنے کی حاجت سے یا نہر کے صاف کرنے سے تو اگر زراعت ممکن ہو

عقد اجارہ کی مدت میں تو اجارہ جائز ہی اور اگر اُسقدر مدت میں ممکن نہو تو اجارہ جائز نہیں ہی اور پورا اسکا بیان قنیہ میں ہی آجر ارضاً ہی مشغولۃ بزرع
غیرہ ان کان الزرع بحق لا یجوز الاجارۃ لکن لو حصدہ وسلمہا انقلبت جائزۃ زمین اجارہ دی ایک مستاجر کو اور حالانکہ وہ زمین غیر شخص کی زراعت
سے مشغول ہی تو اگر زراعت از راہ حق ہو یعنی مزارع نے بطریق اجارہ یا عاریت کے زراعت کی ہو تو اجارہ جائز نہیں لیکن اگر کھیت کاٹ لے اور زمین
مستاجر کو تسلیم کرے تو اجارہ بدلکے جائز ہو جائیگا ما لم یستحصد الزرع فتجوز ویجبر بالحصاد والتسلیم یعنی بزازیہ زراعت والی زمین کا اجارہ جائز
نہیں جبتک کھیت نہ کٹے تو اب جائز ہوگا اور کھیت کاٹنے اور تسلیم کا امر ہوگا اسی کا فتوی ہی کذا فی البزازیۃ الا ان یوجرہا مضافۃ الی
المستقبل فتجوز مطلقاً مگر جبکہ زراعت والی زمین کو زمان مستقبل کی طرف منسوب کرکے اجارہ دے تو مطلقاً اجارہ جائز ہی خواہ زراعت واجبی ہو یا غیر
واجبی ہو بشرطیکہ زمین زراعت سے خالی ہو جاوے مدت مستقبلہ مذکورہ تک کذا فی الطحطاوی وان کان الزرع بغیر حق صحت لامکان التسلیم بجبرہ
علی قلعہ ادرک او لا فتاوی قارئ الہدایۃ اور اگر زراعت غیر واجبی ہو یعنی بطور غصب کے ہو تو زراعت والی زمین کا اجارہ صحیح ہی بسبب ممکن ہونے
تسلیم کی زبردستی کھیت اکھاڑکر خواہ زراعت پختہ ہو یا خام کذا فی فتاوی قارئ الہدایۃ وفی الوہبانیۃ تصح اجارۃ الدار المشغولۃ یعنی ویومر بالتفریغ
وابتداء المدۃ من حین تسلیمہا اور وہبانیہ میں ہی کہ دار مشغولہ یعنی جس گھر میں موجر وغیرہ کا اسباب ہو تو اسکا اجارہ جائز ہی یعنی اور موجر کو حکم ہوگا اُسکے
خالی کر دینے کا اور ابتداے مدت اجارہ اُس کی تسلیم کے وقت سے ہوگی وفی الاشباہ استاجر مشغولا وفارغا صح فی الفارغ فقط وسیجیء فی المتفرقات اور اشباہ
میں ہی کہ بھری اور خالی چیز کو اجارہ لیا تو فقط خالی چیز میں اجارہ صحیح ہوگا اور اسکا ذکر باب المتفرقات میں آگے آوے گا وتصح اجارۃ ارض للبناء
والغرس وسائر الانتفاعات کطبخ آجر وخزف ومقیلا ومراحا حتی تلزم الاجرۃ بالتسلیم امکن زرعہا ام لا بحر اور صحیح ہی اجارہ زمین کا مکان بنانے اور
درخت لگانے کے واسطے اور باقی فوائد کے واسطے چنانچہ پختہ اینٹ اور مٹی کے برتن وغیرہ کے پکانے کے واسطے اور جانوروں کے رہنے کے واسطے
نصف روز اور رات کے وقت تو تسلیم سے اجرت لازم ہوگی خواہ اُس زمین کی زراعت ممکن ہو یا نہ ہو کذا فی البحر یہ اجارہ زراعت کے واسطے
نہیں ہی تا عدم امکان زراعت سے اجارہ فسخ ہو کذا فی البحر فان مضت المدۃ قلعہما وسلمہا فارغۃ لعدم نہایتہما سو اگر اجارہ کی مدت
گذر جاوے تو مستاجر مکان اور درخت کو کھود دے اور زمین خالی موجر کو تسلیم کرے بسبب نہونے دونوں کی نہایت کے مع جھوی لے کہا
اور پھر کھود لنے کے زمین کا برابر کر دینا مستاجر کے ذمہ پر ہی اسواسطے کہ اُسی نے زمین کو خراب کرا الا ان یغرم لہ الموجر قیمتہ ای البناء والغرس
مقلوعا بان تقوم الارض بہما وبدونہما فیضمن ما بینہما اختیار مستاجر کو زمین خالی کر دینا لازم ہی مگر جب کہ موجر مستاجر کو کھدے مکان یا درخت کی
قیمت کا تاوان دے اسطرح پر کہ زمین کی قیمت مکان اور درخت کے ساتھ اور بدون مکان اور درخت فقط خالی زمین کی قیمت ٹھہرائی جاوے تو موجر
تاوان دے مابین قیمتین کا کذا فی الاختیار وتملکہ بالنصب عطف علی یغرم لان فیہ نظر الہما اور قیمت دیکر موجر مکان و درخت کا مالک ہو اسواسطے کہ
اسمین مستاجر اور موجر دونوں کے واسطے رعایت منظور ہی شارح نے کہا تملکہ کا لفظ منصوب یغرم پر عطف ہی قال فی البحر وہذا استثناء من لزوم
القلع علی المستاجر فافاد انہ لا یلزمہ القلع لو رضی الموجر بدفع القیمۃ لکن ان کانت تنقص یتملکہا جبرا علی المستاجر والا فبرضاہ بحر الرائق میں کہا اور یہ
استثنا یعنی الا ان یغرم کا استثنا لزوم قلع علی المستاجر سے ہی تو مصنف نے فائدہ بتایا استثنا سے کہ مکان کا کھودنا مستاجر پر لازم نہیں اگر
موجر قیمت مکان کی دے لیکن اگر زمین ناقص ہو جاتی ہو کھود دینے سے تو مستاجر پر جبر کرکے زمین کا مالک ہو اور اگر ناقص نہ ہوتی ہو تو اُسکی رضامندی
سے مالک ہو یعنی بعد ادائے قیمت او یرضی الموجر عطف علی یغرم بترکہ ای البناء والغرس فیکون البناء والغرس لہذا والارض لہذا
یا کہ موجر مکان یا درخت کے باقی رکھنے پر راضی ہو تو مکان اور درخت اسکا ہوگا یعنی مستاجر کا اور زمین اس کی یعنی

موجب کی شارح نے کہا یہ معنی عطف ہی یدوم پر فہذا الترک ان باجر فاجارۃ والا فاعارۃ فلہما ان یواجرہا الثالث ویقتسما الاجر علے قیمۃ الارض بلا بناء وعلی
قیمۃ البناء بلا ارض فیاخذ کل حصتہ مجتبی اور یہ ترک قلع یعنی مکان اور درخت کا نہ کھود لینے دینا موجر کا اگر بعوض اجرت کے ہو تو یہ اجارہ ہی
والا اگر بلا اجرت ہو تو عاریت ہی تو مستاجر اور موجر دونوں کا اجارہ دینا تیسرے شخص کو جائز ہی اور دونوں شخص اجرت کو زمین کی قیمت پر
بدون مکان کے اور مکان کی قیمت پر بدون زمین کی تقسیم کریں پھر ہر شخص اپنا حصہ لے کذا فی المجتبی اھ مثلاً اگر زمین کی قیمت دو سو ہو
اور مکان کی قیمت ایک سو اور اجرت تین درم ہو تو دو درم موجر لے اور ایک درم مستاجر وفی وقف القنیۃ بنی فی الدار المسبلۃ بلا اذن القیم
ونزع البناء یضر بالوقف یجبر القیم علی دفع قیمتہ للبانی الخ اور قنیہ کی کتاب الوقف میں ہی کہ فی سبیل اللہ گھر میں کسی شخص نے کچھ مکان بنایا بدون
اجازت متولی کے اور حالانکہ اس مکان کا کھودنا وقف کو ضرر کرتا ہی تو متولی پر اُسکی قیمت دلانے پر مکان بنانے والے کے واسطے زبردستی کی جاسے
الی آخر العبارۃ یعنی حاکم زبردستی قیمت دلادے بنظر اصلاح وقف ولو استاجر ارض وقف وغرس فیہا وبنی ثم مضت مدۃ الاجارۃ فللمستاجر
استبقاؤہا باجر المثل اذا لم یکن فی ذلک ضرر بالوقف ولو ابی الموقوف علیہم الا القلع لیس لہم ذلک کذا فی القنیۃ اور اگر وقف کی زمین
اجارہ لی اور اسمیں درخت لگائے اور مکان بنایا پھر اجارہ کی مدت گذر گئی تو مستاجر کو دونوں کا باقی رکھنا بعوض اجرت مثل کے جائز ہی جبکہ اس باقی
رکھنے میں وقف کو ضرر نہو اور جنپر زمین وقف ہی وہ نمانیں سوائے کھود لینے کے تو انکو اسکا اختیار نہیں کذا فی القنیۃ ھ ظاہر بیان مصنف اسپر دلالت
کرتا ہی کہ وہ جو سابق مذکور ہو چکا کہ مستاجر بعد انقضاء مدت درخت اور مکان کھود کر خالی زمین تسلیم کرے وہ زمین مملوک کا مسئلہ تھا اور یہ حکم وقف کا ہی
اور اسعاف اور بعمادیہ میں قنیہ کے مخالف منصوص ہی کہ عمارت جب وقف کو ضرر کرے تو اسکے کھود دینے پر بنانے والے پر زبردستی کیجائے انتہی
اور علانے ذکر کیا ہی کہ قنیہ کا یہ قول لائق عمل کے نہیں تو کیونکر اسپر عمل ہوگا جو مشہور کتابوں کے مخالف ہو یا اسکو اختلاف مشایخ پر محمول کیجئے کذا فی
الطحطاوی مختصراً قال فی البحر وبہذا تعلم مسئلۃ الارض المحتکرۃ وہی منقولۃ ایضاً فی اوقاف الخصاف بحر الرائق میں کہا اور قنیہ کے اس قول سے ارض محتکرہ کی صحت کا مسئلہ
معلوم ہوتا ہی اور وہ تو اوقاف خصاف میں بھی منقول ہی ھ یعنی اگر مستاجر مکان بناوے بشرط استبقاء عمارت تو بعد مدت اجارہ اجرت مثل دیکر جائز ہی اور
اسکو حق قرار ثابت ہوگا بشرطیکہ وقف کو ضرر نہو تو اب متولی اسکا مالک نہوگا وقف کے واسطے مگر اسکی رضامندی سے اور یہ مسئلہ ہی خلو کا جو اول کتاب البیع
میں مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی والرطبۃ لعدم نہایتہا کالشجر تنقلع بعد مضی المدۃ اور رطبہ درخت کے مانند ہی بسبب نہونے اسکی نہایت کے تو کھود ڈالا جاوے
مدت گذر جانے کے بعد ھ رطبہ مابین شجر اور گیاہ کے ہی فارسی میں اسکو سپست کہتے ہیں نیل کے مانند ایکبار بونے سے سالہا سال رہتا ہی لہذا وہ درحکم
شجر ہی نہ درحکم زراعت ثم المراد بالرطبۃ ما یبقی اصلہ فی الارض ابدا وانما یقطع ورقہ وزہرہ دیباج پھر دریافت کرنا چاہیئے کہ رطبہ سے مراد وہ چیز ہی جسکی جڑ زمین
میں ہمیشہ باقی رہے اور اسکے پتے یا پھول توڑے جاویں اور بیع ہوں واما اذا کان لہا نہایۃ معلومۃ کما فی الفجل والجزر والباذنجان فینبغی ان یکون کالزرع تترک
باجر المثل الی نہایتہ کذا حررہ المصنف فی حواشی الکنز وقواہ بما فی معاملۃ الخانیۃ فلیحفظ اور جبکہ اسکی نہایت معلوم ہو جیسے کہ مولی اور گاجر اور بینگن تو لائق
یہ ہی کہ اسکا حکم زراعت کے مانند ہو کہ اجرت مثل لیکر اسکی نہایت تک چھوڑ دی جاوے اسی طرح کی تحریر کی ہی مصنف نے حواشی کنز میں اور اسکو
تقویت دی ہی خانیہ کے قول سے جو کتاب المساقات میں ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ھ مولی اور گاجر کی مثال درست نہیں ہو اسلئے کہ ایکبار
اکھاڑنے سے پھر باقی نہیں رہتی قلت تبقی لولہ نہایۃ معلومۃ لکنہا بعیدۃ طویلۃ کالقصب فیکون کالشجر کما فی فتاوی ابن الحلبی فلیحفظ تقیید میں کہتا ہوں
یہ احتمال باقی رہا کہ اگر ایک چیز کی نہایت معلوم ہو لیکن بعید اور طویل ہو جیسا کہ کلک اور سنٹھ تو وہ چیز درخت کے مانند ہی کما فی فتاوی ابن الحلبی
تو یہ تقیید یاد رکھنی چاہیئے والزرع یترک باجر المثل الی ادراکہ رعایۃ للحقین لان لہ نہایۃ کما مر اور کھیت سے تعرض نکیا جائے اجرت مثل لیکر اسکے

برابر یا اُس سے کمتر کو داخل کرے تو جائز ہی اور اگر زیادہ تر کو داخل کرے تو جائز نہیں ۔ سنہ تحمیل وزن البر قفنا الشعیر ای الاصح اور منجملہ غیر جائز کے جو لادنا
روئی کا جو برابر ہی گیہون کے وزن کے یہ لادنا جو کا قول اصح میں ہم یعنی اگر من بھر گیہون لادنے پر کرایہ ٹھہرا سو مستاجر نے من بھر روئی جانور پر لادی تو
جائز نہیں اسواسطے کہ روئی پیٹھ پر گیہون سے زیادہ پھیلتی ہی اور اسمین گرمی بھی زیادہ ہی تو اُسکا ضرر زیادہ ٹھہرا گیہون سے اور گیہون کی عوض
اگر جو اُسیقدر لادے اور جانور مرگیا تو تاوان نہیں بقول اصح اسواسطے کہ جب جو اور گیہون وزن میں برابر ہوئے تو جو کا ضرر جانور کی پیٹھ پر
کمتر ہوتا ہی بسبب پھیل جانے کے یہی فتویٰ ہی صدر شہید کا الحاصل اگر ایسے محمول ہو جو اُسنے اور چیز لادی اور وزن دونون کا برابر ہو مگر
محمول کمتر پھیلتا ہی جانور کی پیٹھ پر سمٹی سے تو درصورت ہلاکی تاوان لازم ہوگا بسبب مضرت کے چنانچہ گیہون کے وزن کے برابر پتھر یا لوہا لادا
اگر محمول مذکور زیادہ پھیلتا ہو لادنے کے مقام پر سمٹی سے تاوان نہیں چنانچہ گیہون کے عوض جو لادنا اسواسطے کہ یہ آسان تر ہی تو خلاف کرنے سے
تاوان لازم نہ آویگا مگر جبکہ موضع حمل سے زیادہ تر تجاوز ہو چنانچہ روئی عوض گیہون کے کذا فی الطحاوی ولو ردف من یستمسک بنفسہ فعطبت الدابۃ
یضمن النصف اور اگر مستاجر نے جانور پر اپنے پیچھے اُس شخص کو سوار کر لیا جو بذات خود بلا اعانت جانور پر بیٹھا رہے اور جانور ہلاک ہوا تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان
دے ہم اور اگر مستاجر پیچھے بیٹھا ہو تو تمام قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا کذا فی الغایۃ ولا اعتبار للثقل لان الآدمی غیر موزون اور اعتبار نہیں گرانی وزن کا اسواسطے
کہ آدمی غیر موزون ہی یعنی آدمی کے تولنے کی عادت نہیں تو عدد راکب کا اعتبار ہوگا نہ گرانی کا اور دوسری وجہ یہ ہی کہ ثقیل سوار ہی کہ واقفکار ہے جانور کو
ضرر نہیں ہوتا اور خفیف ناواقف سے ضرر ہوتا ہی وہذا اذا کانت الدابۃ تطیق حمل الاثنین والا فالکل بکل حال اور یہ یعنی نصف تاوان جب ہی
ہی جبکہ جانور دو شخصوں کا بوجھ اُٹھا سکتا ہو اور اگر اُٹھا نہ سکتا ہو تو تمام قیمت کا تاوان ہی مستاجر پر ہر حال میں یعنی خواہ بذات خود مستمسک ہو یا نہو کما لو
حملہ الراکب علی عاتقہ فانہ یضمن الکل وان کانت تطیق حملہا لکونہ فی مکان واحد چنانچہ اگر دوسرے شخص کو مستاجر راکب نے اپنے کندھے پر اُٹھا لیا تو
مستاجر پر تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا اگرچہ جانور دونون کے بوجھ اُٹھانیکی طاقت رکھتا ہو بسبب ہونے بوجھ کے ایک مقام پر یعنی جب دونون کا بوجھ بیٹھ پر
ایک جگہ پڑا تو جانور پر شاق ہوکر ہلاکی کا موجب ہوا وان کان الردیف صغیرا لا یستمسک یضمن بقدر ثقلہ اور اگر پچھلا سوار ایسا طفل صغیر ہو کہ بذات
جانور پر نہ بیٹھ سکتا ہو تو مستاجر تاوان دے بقدر اُسکی گرانباری کے یعنی جسقدر بوجھ بھاری ہوگیا صغیر کے سوار کرنے سے اُتنا تاوان لازم ہوگا کما لو حمل شیئا
آخر ولو من ملک صاحبہا کولد الناقۃ لعدم الاذن چنانچہ دوسری چیز کے اُٹھا لینے سے بقدر اُسکے ثقل کے تاوان لازم ہوتا ہی اگرچہ وہ چیز محمول جانور
کے مالک کی ملک ہو چنانچہ اونٹنی کی سواری پر اونٹنی کے بچے کو اُٹھانا تاوان لازم ہوگا بواسطہ عدم اجازت مالک کے ولیس المراد ان الرجل
یوزن بل ان یسال اہل الخبرۃ کم یزید اور تاوان بقدر زیادت ثقل سے یہ مراد نہیں کہ مرد تولا جاوے بلکہ مراد یہ ہی کہ اہل دانش سے پوچھا جاوے کہ کتنا
بوجھ زیادہ ہوگیا حمل صغیر یا حمل شئے آخر سے ولو رکب علی موضع الحمل ضمن الکل لما مر اور اگر بوجھ کی جگہ پر سوار ہوگیا تو ہلاک کی صورت میں کل کا ضمان
دیگا بموجب اس بیان کے کہ اوپر گذرا یعنی سواری اور بوجھ کا ثقل ایک ہی جگہ ہوگیا وکذا لو لبس ثیابا کثیرۃ اور یہی حکم ہی اگر مستاجر بہت سے کپڑے پہنکر سوار ہو
یعنی درصورت ہلاک تاوان کل کا دیگا کہ ایک ہی جگہ بہت بوجھ کر دیا ولو البسہ الناس ضمن بقدر ما زاد مجتبی اور اگر اُسقدر ہون جتنے لوگ پہنتے ہون تو بقدر
زیادتی کے تاوان دیگا کذا فی المجتبی واذا ہلکت بعد بلوغ المقصد وجب جمیع الاجر لو رکب بنفسہ مع التضمین ای لنصف القیمۃ لو رکب غیرہ اور پیچھے سوار
کر لینے کی صورت میں اگر جانور بعد منزل مقصود پر پہونچنے کے ہلاک ہووے تو ساری اجرت واجب ہی اسوجہ سے کہ مستاجر خود سوار رہا اور تاوان بھی
نصف قیمت جانور کا دیوے اسلیے کہ دوسرے کو سوار کیا ثم ان ضمن الراکب لا یرجع وان ضمن الردیف یرجع لو مستاجرا منہ المستاجر والا لا پھر اگر سوار یعنی
مستاجر راکب نے تاوان دیا تو ردیف سے نہ بھر لے اور اگر ردیف نے تاوان دیا تو مستاجر سے بھر لے اگر اُسنے مستاجر کو کرایہ دیا ہو اور اگر ردیف بطریق [illegible]

سوار نہ ہوا ہو بلکہ بطریق عاریت سوار ہوا ہو تو رجوع جائز نہیں کذا فی الطحطاوی قید بکونہا عطبت لانہا لو سلمت لزم المسمی فقط مصنف نے مسئلہ ردیف
مین جانور کے ہلاک ہونیکی قید لگائی اسواسطے کہ اگر جانور باوجود ارداف سلامت رہا تو فقط مقرری کرایہ لازم آویگا نہ تاوان یعنی جمیع صور مذکورہ
مین کذا اسنے الطحطاوی ولم یکن ارادفہ لانہ لو اقعدہ فی السرج صار غاصبا فلا اجر علیہ بحر عن الغایۃ اور مصنف نے مسئلہ مذکورہ مین ارداف ردیف
کی قید لگائی اسواسطے کہ اگر مستاجر اسکو زین پر بٹھائیگا اور آپ پیچھے بیٹھے گا تو غاصب ٹھہرے گا تو اسپر اجرت لازم نہوگی یعنی فقط تاوان اسپر لازم ہوگا نہ
کرایہ کذا فی البحر عن الغایۃ لکن فی السراج الوہاج عن المشکل ما یخالفہ فلیتامل عند الفتوی کیف وفی الاشباہ وغیرہا ان الاجر والضمان لا یجتمعان لیکن سراج
وہاج مین مشکل سے وہ قول مذکور ہی جو قول مصنف وجوب اجر مع التضمین کے مخالف ہی تو مفتی کو تامل کرنا چاہیئے فتوی دینے کیوقت کیونکر نہ ہو اور
حالانکہ اشباہ وغیرہ مین یہ مذکور ہی کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہیں ہوتے مع سراج مین مشکل سے یون مذکور ہی کہ ارداف کی قید اتفاقی ہی تو خواہ مستاجر آگے
سوار ہو یا پیچھے دونون صورت مین حکم یکسان ہی شارح نے امر بالتامل سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ مین دو قول ہین طحطاوی نے کہا اشباہ کی عبارت کا
ذکر بلا وجہ ہی اسواسطے کہ اجرت بمقابلہ رکوب مستاجر ہی اور تاوان بمقابلہ رکوب ردیف ہی تو ایک راہ سے اجتماع اجرت اور تاوان کا نہوا اور اجتماع
تاوان کا اجرت کے ساتھ وہان ممتنع ہی جہان تاوان سے اجارہ کی چیز کا مستاجر مالک ہو جاوے اور یہان ایسا نہیں واذا استاجرہا لیحمل علیہا مقدار
فحمل علیہا اکثر منہ فعطبت ضمن ما زاد الثقل اور جبکہ جانور کرایہ لیا تاکہ اسپر مقدار معین لادے اور اسپر اس سے زیادہ تر لادا اور وہ ہلاک ہوگیا
تو تاوان اسے بقدر زیادہ ہو جانے بوجھ کے ہی مثلا تین من لادنا مقرر ہوا سو اسنے چار من لادا تو جانور کی چوتھائی قیمت کا تاوان مستاجر پر لازم ہوگا
اسواسطے کہ ہلاکی ہوئی تمام بوجھ سے مگر تین من کا لادنا ماذون تھا سو اسکا حصہ ساقط ہوگیا اور ایک من غیر ماذون تھا اور وہ چہارم ہی لہذا چہارم
قیمت کا تاوان لازم ہوا وہذا اذا حملہا المستاجر فان حملہا صاحبہا بیدہ وحدہ فلا ضمان علی المستاجر لانہ ہو المباشر عمادیۃ اور یہ حکم اسوقت ہی جبکہ خود
مستاجر اسپر بوجھ لادے سو اگر جانور کا مالک اپنے ہاتھ سے تنہا اسپر لادے تو مستاجر پر تاوان نہیں اسواسطے کہ مالک ہی تو مباشر ہی کذا فی العمادیہ خواہ مالک
زیادتی کو جانتا ہو یا نجانتا ہو مستاجر پر تاوان لازم نہوگا اور اگر مالک کہے کہ بوجھ زیادہ تھا تو اسکو جواب دیا جاوے کہ تو نے کیون نہ تول لیا تھا علامہ مقدسی
نے کہا اسمین تامل ہی اسمین اشارہ ہی تاوان مستاجر کا بسبب نہ معلوم ہونے مالک کے اور یہ بحث ہی مقدسی کی نہ روایت اور عمادیہ کے مانند
تتمۃ الفتاوی مین بھی مذکور ہی کذا فی الطحطاوی وان حملا الحمل معا ووضعاہ علیہا وجب النصف علی المستاجر لوجود فعلہ وہدر فعل ربہا مجتبی اور اگر مستاجر اور
مالک جانور نے بوجھ ساتھ ہی اٹھایا اور جانور پر دونون نے رکھا تو نصف قیمت کا تاوان مستاجر پر واجب ہوگا اسکے فعل کے سبب سے اور اسکے مالک کا
فعل باطل بلا عوض ہوگا کذا فی المجتبی ولو کان الحمل فی جوالقین فحمل کل واحد منہما جوالقا ای وعاء کعدل مثلا وحدہ ووضعاہ علیہا معا او متعاقبا
لا ضمان ای علی المستاجر ویجعل حمل المستاجر ما کان مستحقا بالعقد غایۃ اور اگر مثلا گیہون ہو دو گونین اور مستاجر اور مالک ہر واحد نے ایک ایک گون
تنہا اٹھائی اور دونون نے جانور پر ساتھ ہی یا آگے پیچھے رکھی تو مستاجر پر تاوان نہیں یعنی درصورت ہلاکت اور مستاجر کا اٹھانا اور لادنا مستحق بعقد
اجارہ ٹھہرایا جائیگا کذا فی الغایۃ شارح نے کہا جوالق یعنی ایک طرف ہی گٹھے کے مانند مثلا ومفادہ انہ لا ضمان علی المستاجر سواء تقدم او تاخر وہو الوجہ وان
تم عولنا علیہ علی خلاف ما فی الخلاصۃ کذا فی شرح المصنف اور غایۃ التحقیق کی تعلیل سے مستفاد ہوا کہ مستاجر پر تاوان نہیں خواہ وہ گون کو پہلے رکھے یا
پیچھے اور یہی وجہ قوی ہی اسی سبب سے ہمنے اسپر اعتماد کیا خلاصہ کے برخلاف ایسا مذکور ہی مصنف کی شرح مین قلت وما فی الخلاصۃ ہو ما یوجد فی
بعض نسخ المتن من قولہ کذا الا ضمان لو حمل المستاجر اولا ثم رب الدابۃ وان حملہا ربہا اولا ثم المستاجر ضمن نصف القیمۃ انتہی
فتنبہ مین کہتا ہون اور جو خلاصہ مین ہی وہ اس متن کے بعضے نسخون مین موجود ہی مصنف کا یہ قول اور اسیطرح تاوان نہیں اگر مستاجر نے پہلے گون لادی

پھر جانور کے مالک نے اور اگر اسکے مالک نے اول لادی پھر مستاجر نے تو مستاجر نصف قیمت کا تاوان دے انتہی ما فی الخلاصۃ تو خبردار رہو اس قول
غیر معتمد سے وہذا ای ما مر من الحکم اذا کانت الدابۃ المستاجرۃ تطیق مثلہ اور یہ یعنی مسئلہ اول مین جو حکم گذر گیا تاوان بقدر زیادت ثقل کے اسوقت
ہی جبکہ کرایہ کا جانور ایسے بوجھ کی طاقت رکھتا ہو اما اذا کانت لا تطیق فجمیع القیمۃ لازم علی المستاجر زیلعی ویجب علیہ کل الاجر للحمل والضمان
للزیادۃ غایۃ اور جبکہ جانور اتنے بوجھ اٹھانے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو جانور کی پوری قیمت لازم ہوگی مستاجر پر کذا فی الزیلعی اور مستاجر پر تمام اجرت
واجب ہوگی اجرت واجب ہوئی لادنیکے سبب سے اور تاوان لازم ہوا زیادہ لادنیکی جہت سے کذا فی غایۃ التحقیق ہم شارح نے یہ جواب دیا سوال
مقدر کا سوال یہ ہی کہ یہاں اجرت اور ضمان کا کیونکر اجتماع ہوا حالانکہ اشباہ سے مذکور ہوچکا کہ دونون مجتمع نہین ہوتے خلاصہ جواب یہ ہی کہ
لزوم تاوان کی وجہ اور ہی اور وجوب اجر کی اور ہی اور منع وہ اجتماع ہی جو ایک ہی وجہ سے ہو وافاد بالزیادۃ انہا من جنس المسمی فلو من غیرہ
ضمن الکل کما لو حمل المسمے وحدہ ثم حمل علیہا الزیادۃ وحدہا بحر اور مصنف نے لفظ زیادت سے فائدہ ظاہر کردیا کہ زیادت حمل معین کی جنس سے ہو
تو اگر زیادتی اسکے مغائر ہو تو کل قیمت کا تاوان مستاجر پہ لازم ہوگا چنانچہ اس صورت مین تمام تاوان لازم ہی کہ اگر فقط حمل معین بلا خلط زیادت
لادا پھر جانور پر فقط زیادت لادے کذا فی البحر قال ولم یتعرضوا للاجرۃ اذا سلمت لظہور وجوب المسمی فقط وان حملہا المستاجر لان منافع الغصب لا تضمن عندنا
صاحب بحر نے کہا اور مصنفین نے تعرض نکیا اجرت کے بیان کا جبکہ جانور سلامت رہا بسبب ظاہر ہونے اجرت معینہ کے وجوب کے اگرچہ زیادت کو فقط
مستاجر نے لادا ہو اسواسطے کہ زیادہ لادنا غصب ہی اور غصب کے منافع کا ہمارے نزدیک تاوان نہین ومنہ علم حکم المکاری فی طریق مکۃ اذ ظہر وجوب المسمی
سے معلوم ہوگیا مکہ معظمہ کی راہ مین کرایہ دار کا حکم یعنی جبکہ حمل معین پر کچھ بوجھ زیادہ لادا اور جانور سلامت پہونچا تو زیادہ لادنے سے کسی چیز کا استحقاق
ثابت نہ ہوگا فقط اجرت مقررہ لازم ہوگی لیکن زیادہ لادنا حلال نہین کذا فی الطحطاوی وضمن بضربہا وکبحہا بلجامہا التقیید للاذن بالسلامۃ اور مستاجر
تاوان دے درصورت ہلاکت جانور کے ارنیسے اور اسکی لگام کھینچنے سے بسبب مقید ہونے اذن کے سلامتی کے ساتھ یعنی ہرچند مارنا اور لگام کھینچنا کھڑا کرنیکے واسطے
مالک کے اذن سے ثابت ہی لیکن یہ اذن وہان تک ہی جب تک کہ جانور تلف نہوجاے حتی لو ہلک الصغیر بضرب الاب والوصی للتادیب ضمن لوقوعہ بزجر وتعریک
تو اگر صغیر باپ یا وصی کے ادب دینے کی مار سے مرجاے تو تاوان یعنی دیت لازم ہوگی بسبب واقع ہونے تادیب کے جھڑکنے اور کان مروڑنے سے
وقالا لا یضمنان بالمتعارف اور صاحبین نے کہا کہ باپ اور وصی پہ تاوان نہین ضرب متعارف اور مروج سے اور اسی طرح مستاجر پر تاوان نہین جانور کے
مارنے اور لگام کھینچنے سے بشرط ضرب متعارف کذا فی الطحطاوی وفی الغایۃ عن التتمۃ الاصح رجوع الامام لقولہما اور غایۃ التحقیق مین تتمہ سے مذکور ہی کہ امام کا رجوع کرنا صاحبین
کے قول کیطرف صحیح تر قول ہی لا یضمن بسوقہا اتفاقا مستاجر پہ تاوان نہین جانور کے ہانکنے سے باتفاق امام وصاحبین وظاہر الہدایۃ ان للمستاجر الضرب
للاذن العرفی اور ہدایہ کا ظاہر قول اسپر دلالت کرتا ہی کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہی اذن عرفی کے سبب سے ہم شارح نے ہدایہ کا قول اسواسطے ذکر کیا کہ
اباحت ضرب معتاد معلوم ہو بشرط سلامت واما ضرب الدابۃ نفسہ فقال فی القنیۃ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالے لا یضربہا اصلا ویخاصم فیما زاد علی التادیب
اور مالک کا مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ مین ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے سے ہی کہ اسکو اصلا نمارے اور اس سے مواخذہ ہوگا اس ضرب مین جو تادیب سے زیادہ
ہو یعنی ہر شخص کو منع کرنا جائز ہی علے الخصوص جبکہ مالک جانور کے منھ پہ مارے وضمن بنزع السرج ووضع الاکاف سواریکو بتلاؤ لازم لادا تاوان دے
زین کے اتار لینے اور پالان کے باندھنے سے خواہ ویسا پالان اسپر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ شارح پر ایکاف مشتبہ ہوا
اکاف کے ساتھ اسواسطے کہ ایکاف مصدر ہی بمعنی پالان نہادن اور اکاف بکسر اول بمعنی پالان ہی و لہذا لفظ وضع کو شارح نے زیادہ کیا حالانکہ اسکی حاجت
نتھی اسواسطے کہ ایکاف خود بمعنی وضع ایکاف ہی و بالاسراج بما لا یسرج ہذا الحمار بمثلہ جمیع قیمتہ اور اس طرح کے زین باندھنے سے کہ ویسا زین اس

گدھے پر نہین باندھا جاتا اُسکی تمام قیمت کا تاوان لازم ہوگا ہم صاحبین کے نزدیک پالان زین کے مانند ہی تو تاوان لازم نہین مگر درصورت زیادت
وزن حقائق مین عیون سے منقول ہی صاحبین کے قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی ولو مثلہ او اسرجہا مکان الایکاف لا یضمن الا اذا زاد وزنا
فیضمن بحسابہ ابن کمال اور اگر ایسا زین باندھا جیسا زین اُسپر باندھا جاتا ہی یا بجاے پالان کے زین باندھا تو تاوان لازم نہوگا مگر جبکہ تول مین
زین پالان سے زیادہ ہو تو اُسکے حساب کے موافق تاوان لازم ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی گر پالان ہو دو سیر کا اور زین ہو چار سیر کا تو نصف
قیمت کا تاوان لازم آویگا کما یضمن لو استاجرہ بغیر لجام فالجمہا بلجام لا یلجم مثلہ چنانچہ مستاجر تاوان دیگا درصورت ہلاکت اگر جانور کرایہ لیا بدون
لگام کے پھر اُسکے منھ مین ایسی لگام لگائی کہ ویسی لگام اُسکے لگائی نہین جاتی ولذا لو ابدلہ لان الحمار لا یختلف باللجام وغیرہ غایۃ اور اسیطرح تاوان لازم
ہوگا اگر مستاجر نے ایسی لگام بدلکر لگائی جیسی لگام اُسکے لگائی نہین جاتی اسواسطے کہ گدھا لگام وغیرہ سے بدل نہین جاتا کذا فی غایۃ التحقیق ہم
طحطاوی نے کہا تاوان کی یہ تعلیل مناسب تر تھی کہ لگام غیر مماثل سے مستاجر متعدی ٹھہرا وسلک طریقا غیر ما عینہ المالک وتفاوتا بعدا او
وعرا او خوفا بحیث لا یسلکہ الناس ابن کمال یا مستاجر وہ راہ چلا جو مغائر تھی اُس راہ کے جسکو جانور کے مالک نے مقرر کر دی تھی در دونون راہ مین
متفاوت تھین دوری یا سخت ہونے یا خوف مین اسطرح کہ لوگ اُس راہ مین نہ چلتے ہون کذا ذکرہ ابن کمال وحملہ فی البحر اذا قیدہ بالبر مطلقا سلکہ الناس
او لا لتعذر البحر فلو لم یقیدہ بالبر لا ضمان یا حمال مستاجر کا اسباب لاد لیگیا دریا مین جبکہ مستاجر نے قید لگائی تھی خشکی مین لیجانیکی تو مطلقا تاوان لازم آویگا خواہ
لوگ دریا کی راہ چلتے ہون یا نہ چلتے ہون بسبب مخطور ہونے دریا کے تو اگر خشکی کی قید نہ لگائی ہو تو تاوان لازم نہوگا یعنی تلف ہو جانے سے وان بلغ
المنزل فلہ الاجر لحصول المقصود اور اگر حمال نے مستاجر کا اسباب منزل پر پہونچا دیا دریا کی راہ سے تو اُسکی اُجرت ثابت ہوگی بسبب حاصل ہونے
مطلب کے یعنی تو گویا اُس سے مخالفت متحقق نہوئی وضمن بزرع رطبۃ وقد امر بالبر بالنقص من الارض لان الرطبۃ اضر من البر رطبہ بونے سے حالانکہ
مالک نے گیہون بونے کا امر کیا تھا تاوان لازم ہوگا بقدر ناقص ہو جانے زمین کے اسواسطے کہ رطبہ زمین کے حق مین زیادہ تر مضر ہی گیہون سے یعنی اسواسطے
کہ رطبہ کی جڑین بکثرت ہوتی ہین اور دور تک پھیلتی ہین ولا اجر لانہ غاصب الا فیما استثنی کما سیجی اور صورت مذکورہ مین اجرت نہین اسواسطے کہ رطبہ
بونے والا غاصب ٹھہرا اور غاصب پر تاوان ہی اجرت نہین مگر چند مسائل مستثنے مین اجرت ہی چنانچہ آگے مذکور ہوگا قید بزرع الاضر لانہ بالاقل
ضررا لا یضمن ویجب الاجر مصنف نے تاوان مین مضر تر کے بونے کی قید لگائی اسواسطے کہ کم مضر والی کے بونے سے تاوان لازم نہوگا اجرت واجب
ہوگی ہم اقل مضرت کی صورت یہ ہی کہ رطبہ بونے کے واسطے زمین اجارہ لی اور گیہون بویا وضمن بخیاطۃ قباء وقد امر بقمیص قیمۃ ثوبہ اور قبا کے
سینے سے اور حالانکہ درزی کو قمیص سینے کا مستاجر نے حکم کیا تھا اُسکے کپڑے کی قیمت کا تاوان لازم ہوگا ہم قبا اُسکو کہتے ہین جسکا آگا کھلا ہو اور
قمیص وہ ہی جسکا آگا اور پیچھا دونون سیا ہو وله ای لصاحب الثوب اخذ القباء ودفع اجر مثلہ لا یجاوز المسمی کما ہو حکم الاجارۃ الفاسدۃ اور اُسکو
یعنی کپڑے کے مالک کو جائز ہی قبا کا لینا اور قبا کی سلائی کی ایسی اجرت دینی جو قمیص کی اجرت معینہ سے زیادہ نہو چنانچہ اجارہ فاسدہ کا حکم ہی یعنے
اجارہ فاسدہ مین وہ اجرت مثل لازم ہوتی ہی جو مسمی سے زیادہ نہو وکذا اذا خاطہ سراویل وقد امر بالقباء فان الحکم کذلک فی الاصح فتقییید
الدرر بالقباء اتفاقی اور اسیطرح جبکہ درزی نے پاجامہ سیا اور حالانکہ کپڑے والے نے قبا سینے کا امر کیا تھا تو اسیطرح کا حکم ہی اصح قول مین یعنی مستاجر
مختار ہی چاہے کپڑے کا تاوان لے چاہے پاجامہ لے اور اُسکی مزدوری دے تو درر مین قبا کی قید لگانا اتفاقی ہی ہم درر مین تخییر کا حکم درصورت قمیص اور قبا
کے مذکور ہی مصنف نے بلفظ سراویل اشارہ کیا کہ ذکر قبا اتفاقی ہی پھر مخالفت کا یہی حکم ہی وضمن بصبغہ اصفر وقد امر باحمر قیمۃ ثوب ابیض و
ان شاء المالک اخذہ واعطاہ ما زاد الصبغ فیہ ولا اجر لہ اور رنگریز سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے زرد رنگنے سے اور حالانکہ مالک نے

سرخ رنگنے کو کہا تھا اور اگر مالک چاہے تو زرد رنگین کوڑے اور رنگریز کو اُتنا دے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے زیادہ ہوگئی اور رنگریز کے واسطے
اجرت نہین یعنی سرخی کی ولو صبغ ردیا ان لم یکن الصبغ فاحشا لا یضمن الصباغ وان کان فاحشا عند اہل فنہ ضمن قیمۃ ثوب ابیض خلاصہ اور
اگر رنگریز نے ناقص رنگ رنگا تو اگر رنگ نہایت ناقص نہو تو رنگریز پر تاوان نہین اور اگر نہایت ناقص ہو رنگریزی کے پیشے والون کے نزدیک تو
سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان دے کذا فی الخلاصۃ فروع مسائل متعلقہ شارح کے قال للخیاط اقطع لطولہ وعرضہ وکمہ کذا فجاء ناقصا ان قدر اصبع ونحوہ عفو وان
اکثر ضمنہ درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا طول و عرض اور آستین اسقدر ہو سو وہ کم ہوا مقدار معین سے سو اگر بقدر انگلی یا اسکے مانند کم ہو تو
معاف ہی اور اگر زیادہ ہو تو اُسکا تاوان دے قال ان کفانی قمیصا فاقطعہ بدرہم وخطہ فقطعہ ثم قال لا یکفیک لا یضمن مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے
قمیص کے واسطے کفایت کرتا ہو تو اُسکو قطع کر ایک درم کی مزدوری پر اور اسکو سی درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا تیرے قمیص کے واسطے کافی نہین تو اُسپر
تاوان لازم ہوگا یعنی سو اسواسطے کہ اُسنے دھوکا دیا ولو قال ایکفینی قمیصا فقال نعم فقال اقطعہ فقطعہ ثم قال لا یکفیک لا یضمن اور اگر مالک نے کہا درزی سے کہ یہ کپڑا
کیا میرے قمیص کو کافی ہی اور درزی نے کہا کہ ہان پھر مالک نے کہا اسکو قطع کر اور اُسنے قطع کیا پھر درزی بولا کہ تجھکو کفایت نہین کرتا تو اُسپر تاوان لازم
نہین ہم اسواسطے کہ مالک کے حکم سے قطع کیا اور کلام سابق اخبار ہی نہ حکم کذا فی الطحطاوی نزل الجمال فی مفازۃ ولم یرحل حتی فسد المال بالسرقۃ او ضمن ان
السرقۃ والمطر غالبا خلاصہ ساربان اُترا میدان مین اور وہان سے کوچ نہ کیا یہان تک کہ مال فاسد ہوگیا چوری یا بارش سے تو اگر چوری اور بارش
وہان اکثر ہوا کرتی ہو تو تاوان اُسپر لازم ہوگا یعنی سو اسواسطے کہ غالب الوقوع بمنزلہ متحقق الوقوع کے ہی تو وہ متعدی ٹھہرا وہان کے چھوڑنے سے اور اگر
غالب الوقوع نہو تو تاوان نہین کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ استعان برجل فی السوق لیبیع متاعہ فطلب منہ اجرا فالعبرۃ لعادتہم اور اشباہ مین ہی
مددگاری چاہی ایک مرد سے بازار مین تاکہ اُسکا مال بیچدے سو اُسنے مزدوری مانگی تو اُنکی عادت کا اعتبار ہی یعنی بلا اقرار اجرت اُسنے مال بیچدیا پھر مزدوری
مانگی تو اہل بازار کی عادات کا اعتبار ہی کہ اگر اجرت لیکر بیچ دیتے ہون تو اجرت مثل واجب ہوگی اور اگر بلا اجرت کام کر دیتے ہون تو اجرت لازم نہین وکذا لو
ادخل رجلا فی حانوتہ لیعمل لہ اور اسیطرح کا حکم ہی اگر اپنی دکان مین کسی مرد کو داخل کیا اپنے کام کروانے کے واسطے یعنی عادت کا اعتبار ہوگا وجوب و عدم وجوب
اجرت مین وفی الدرر دفع غلامہ او ابنہ لحائک مدۃ کذا لیعلمہ النسج وشرط علیہ کل شہر کذا جاز ولو لم یشترط فبعد التعلیم طلب کل من المعلم والمولی اجرا من الآخر اعتبر
عرف البلدۃ فی ذلک العمل اور درر مین ہی کہ مولی نے اپنا غلام یا بیٹا جولاہے کو سپرد کیا مدت معینہ تک تاکہ وہ اسکو کپڑا بننا سکھادے اور مولی نے استاد پر
ہر مہینے مین کچھ اجرت شرط کی تو یہ جائز ہی اور اگر اجرت شرط نہ کی اور تعلیم کے بعد ہر واحد معلم اور مولی سے اجرت طلب کرے دوسرے سے تو رواج شہر کا اس کام
مین معتبر ہوگا هم یعنی اگر عرف شہر استاد کا شاہد ہو تو اس کام کی تعلیم کی اجرت مثل استاد کو دلائی جاے اور اگر عرف مولی کے واسطے شاہد ہو تو غلام کی اجرت
مثل استاد پر لازم ہوگی کذا فی الدرر عن قاضی خان وفیہا استاجر دابۃ الی موضع فجاوز بہا الی آخر ثم عاد الی الاول فعطبت ضمن مطلقا فی الاصح کما فی العاریۃ وھو قولہما
والیہ رجع الامام کما فی مجمع الفتاوی اور درر مین ہی کہ جانور کرایہ لیا ایک مکان تک اور وہانسے بڑھا کر دوسرے مکان تک لیگیا بعد اسکے اول مکان کیطرف پھر آیا اور جانور
ہلاک ہوگیا تو مستاجر پر مطلقا تاوان لازم ہوگا اصح قول مین جیسے کہ عاریت مین تاوان لازم آتا ہی مطلقا اور صاحبین کا قول ہی اور اسی قول کی طرف
امام نے رجوع کیا کذا فی مجمع الفتاوی هم مطلقا یعنی خواہ آمد و رفت دونون کے واسطے کرایہ ہوا ہو خواہ فقط جانے کے واسطے بہر صورت تاوان لازم ہی اور یہی
حکم ہی عاریت لیجانیکا کہ تاوان لازم آویگا مطلقا مکان معہود کے تجاوز سے وفیہ خوف المکاری فرجع واعاد الحمل لمحلہ الاول لا اجر لہ ینبغی ان یجبر علی الاعادۃ لوکان
نے مکاری یعنی جانور کے کرایہ دینے والے کو خوف دلایا سو وہ پھر آیا اور مکان اول کیطرف بوجھا پھیر لایا تو اسکی مزدوری نہین اور لائق یہ ہی کہ اُسپر زبردستی
لیجائے دوبارہ لیجانے پر کذا فی مجمع الفتاوی وفیہ دفع ابریسما الی الصباغ لیصبغہ بکذا ثم قال لا تصبغہ وردہ علی فلم یردہ ثم ہلک لا ضمان اور مجمع الفتاوی مین ہی کہ ریشم دیا رنگریز کو

تا اسکو نہ لگے اسقدر اجرت پھیر لاکے یا وہ اسکو مت رنگ اور مجھکو پھیر دے سو اسنے نہ پھیر دیا پھر کپڑا تلف ہو گیا تو رنگریز پر تاوان نہیں وفیہ سئل ظہیر الدین
عمن استاجر رجلا لیعمل لہ فی الضیعۃ فلما خرج نزل المطر وامتنع بسببہ ہل لہ الاجر قال لا اور مجمع الفتاوی مین ہی کہ ظہیر الدین سے اس شخص کے حکم کا
سوال ہوا جس نے ایک مرد کو مزدور کیا تا کہ اسکا کام کرے زمین مین سو جبکہ مزدور کام کے واسطے نکلا مینہ برسنے لگا اور وہ کام سے باز رہا اسکے سبب سے
کیا اسکی اجرت لازم ہو گی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ نہین یعنی اسواسطے کہ معقود علیہ واقع نہوا بلا منع مستاجر استاجر دابۃ لیحملہا کذا فرضت فحملہا دونہا ہل
للمستکری الرجوع بحصتہ قال لا لانہ رضی بذلک جانور کرایہ لیا تا اسپر اتنا بوجھ لادے سو جانور بیمار ہو گیا تو محمل معین سے کمتر لادا تو کیا مستاجر کو کمی کے حصہ کے
موافق کرایہ پھیر لینا جائز ہی ظہیر الدین نے جواب دیا کہ جائز نہین اسواسطے کہ مستاجر اسیقدر رکھے لادنے پر راضی ہو گیا استاجر رحی فمنعہ الجیران عن الطحن لتعدی ہن البناء
وحکم القاضی بمنعہ ہل تسقط حصتہ مدۃ المنع قال لا مالم یمنع ظاہرا من الطحن مستاجر نے چکی کرایہ لی سو اسکو پڑوسیون نے پیسنے سے منع کیا بسبب کمزور
ہو جانے مکانات کے اور قاضی نے بھی منع کا حکم کیا تو مدت منع کا حصہ کیا ساقط ہو گا ظہیر الدین نے جواب دیا کہ ساقط نہو گا جبتک ظاہر مین پیسنے سے
منع نکیا جائیگا ہم مراد یہ ہی واللہ اعلم کہ لوگ اسکو چکی نہ پیسنے دین یا چکی کے گھمانے والے جانور کو کھول دین کذا فی الطحطاوی استاجر حماما سنۃ فغرق مدۃ
ہل یجب کل الاجر قال انما یجب بقدر ما کان منتفعا ایک برس کو حمام کرایہ لیا سو ایک مدت تک پانی مین ڈوبا رہا تو کیا تمام اجرت واجب ہو گی ظہیر الدین نے
جواب دیا کہ بقدر حصول منفعت اجرت واجب ہو گی وفی الوہبانیۃ ؎ ویسقط فی وقت العمارۃ مثل ما ؛ لو انہدم بعض الدار فالہدم یحرر اور وہبانیہ مین
ہی اور ساقط ہوتا ہی اجر عمارت کے وقت مین مانند اس سقوط کے کہ گھر کا بعض مکان منہدم ہو جاوے تو انہدام تخمین کیا جاوے ہم یعنی مقدار انہدام
تخمین کر کے بقدر اسکے اجرت ساقط کیجاوے اور یہ ظاہر الروایۃ کے مخالف ہی ظاہر الروایۃ یہ ہی کہ گھر کے بعض مکان کے گر جانے سے کرایہ ساقط نہین ہوتا
کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ لعبد البر وخالف فی قدر العمارۃ آمر ؛ یقدم فیہا قولہ لا المعمر اور مخالفت کی مالک امر کرنے والے نے مستاجر کی عمارت
کی مقدار مین تو اسمین مالک کا قول مقدم ہو گا نہ مستاجر عمارت کے بنانے والے کا ہم صورت مسئلہ یہ ہی کہ مالک خانہ نے مستاجر کو امر کیا عمارت بنانے کا
اور کرایہ مین مجرا کر لینے کا تو عمارت مین دونون نے اتفاق کیا اور مقدار صرف مین اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہو گا اور گواہ مستاجر کے
مسموع ہونگے کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ الاکمل قلت ومفادہ رجوع المستاجر بما ثبت علی المؤجر بمجرد الامر یعنی الا فی تنور وبالوعۃ فلا بد من شرط الرجوع علیہ
مین کہتا ہون اسکا مفاد قول سابق پھیر لینا ہی مستاجر کا اس چیز کو جو موجر پر ثابت ہو بمجرد امر کرنے سے یعنی مگر تنور اور نجاست کے چہ بچہ کے بنانے مین
رجوع بمجرد امر کے نہین تو ضرور ہی اشتراط رجوع سے موجر پر ہم طحطاوی نے کہا شارح کا یہ قول مسئلہ نظم سے مرتبط نہین بلکہ قنیہ کی عبارت سے مرتبط ہی جو
شرح وہبانیہ مین مذکور ہی اسطرح کہ نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ جب مستاجر گھر مین عمارت بناوے مالک کے امر سے تو جسقدر اسکا صرف ہو امر سے پھیر لے
اگرچہ رجوع صریحا شرط نہو پھر قاضیخان سے نقل کیا کہ تنور اور چہ بچہ مین رجوع بمجرد اذن بلا شرط صحیح نہین انتہی لفظ القنیۃ تو معلوم ہوا کہ جو شارح نے ذکر کیا وہ
قنیہ کا صریح ہی نہ مفاد ولو خربت الدار سقط کل الاجر ولا تنفسخ بہ مالم یفسخہا المستاجر بحضرۃ المؤجر ہو الاصح اور اگر کرایہ کا گھر ویران ہو گیا تو تمام کرایہ ساقط ہو گا اور اجارہ
ویرانی سے فسخ نہین ہو جاتا جبتک اسکو موجر کے سامنے فسخ نہ کرے یہی قول صحیح ہی ہم اگر بعضا مکان گھر کا منہدم ہو گیا اور مالک خانہ غائب ہی یا بیمار ہی کہ حیلہ سے
قاضی کی مجلس مین حاضر نہین ہوتا تو اجارہ فسخ نہ ہو گا اور قاضی اسکی طرف سے وکیل قائم کرے کہ وہ فسخ کرلے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ واذا بنیت لا
خیار لہ اور جبکہ گھر بنا یا جاتا ہو بعد انہدام کے تو مستاجر کا اختیار نہین یعنی اسواسطے کہ انہدام قبل الفسخ سے انفساخ نہین ہوتا ولو سکنی عرصتہا لا یجب الاجر
قال ابن الشحنۃ قلت وفیہ نظر ولعلہ ارید المسمی اما اجرۃ المثل وحصۃ العرصۃ فلا مانع من لزومہا فتامل ہم بعد فسخہا ما یفیدہ فتنبہ اور خانہ منہدم کے
پیش دروازے کے میدان کی سکونت مین اجرت واجب نہین یہ کہا ہی ابن شحنہ نے مین کہتا ہون کہ اسکی نفی مین اعتراض ہی اور شاید کہ نفی سے مراد

اختیار کیا ہی ارباب شروح اور متون نے ترجیح مذہب کو اور آنکہ فی البدائع لو آجر مشاعا یحتمل القسمۃ فقسم وسلم جاز لزوال المانع ولو ابطلہا الحاکم ثم قسم وسلم لم یجز یون کتا ہون اور بدائع مین ہی اور اگر اُس مشاع کو اجارہ دیا جو قابل قسمت کے ہی پھر اسکی قسمت کی اور تسلیم کی اجارہ جائز ہی بسبب دور ہو جانے مانع کے یعنی شیوع کے اور اگر حاکم نے اجارہ مشاع کو باطل کر دیا پھر اسکی قسمت اور تسلیم واقع ہوئی تو جائز نہین ویفتی بجوازہ لو البناء لرجل والعرصۃ لآخر فیؤجرہا

من الفصل العمادی و الفصل الثلثین یعنی الوسط منہ اور فتوی دیا جاتا ہے اجارہ کے جواز کا اگر عمارت ایک مرد کی ہو اور زمین اُسکی دوسرے شخص کی چنانچہ فصول مین ہی اکتیسوین فصل سے یعنی اُس فصل کے درمیان مین یہ مسئلہ مذکور ہی یعنی اگر صاحب عمارت اُسکو اجارہ دے صاحب زمین یا اُسکے غیر کو تو جائز ہی

اور اُس زمین کا اجارہ بلا عمارت بھی جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن الجامع وتفسد بجہالۃ المسمی کلہ او بعضہ کتسمیۃ ثوب او دابۃ او مائۃ درہم علی ان یرمہا

المستاجر بمصیر مدۃ المرمۃ من الاجرۃ فیصیر الاجر مجہولا اور اجارہ فاسد ہوتا ہی اجر مسمی کی جہالت سے تمام اجر مجہول ہو یا بعض چنانچہ نام لینا کپڑے یا جانور کا یا سو درم کا اس شرط پر کہ مستاجر گھر کی مرمت کرے بسبب ہو جانے مرمت کے اجرت مین سے یعنی خرچ مرمت کا اجرت مین داخل ہو گیا تو اجرت مجہول ہو گئی اسواسطے کہ معلوم نہین کہ کتنا مرمت مین صرف ہوگا مع کپڑا اور جانور تمام اجر کے مجہول ہونیکی مثال ہی اسواسطے کہ معلوم نہین کہ کون کپڑا اور کون جانور اور سو درم اور مرمت جہالت بعض کی مثال ہی وتفسد بعدم التسمیۃ اصلا او بتسمیۃ خمر او خنزیر اور اجارہ فاسد ہوتا ہی اجرت کے مطلق نام نہ لینے سے یا شراب یا سور کے نام لینے سے مع عدم تسمیہ کی یہ صورت ہی کہ موجر نے مستاجر سے کہا کہ مین نے اپنا گھر ایک مہینہ یا ایک برس تک تجکو اجارہ دیا اور یہ نہ کہا کہ اتنے کرایہ کو کذا فی المنح فان فسدت بالاخیرین لجہالۃ المسمی وعدم التسمیۃ وجب اجر المثل یعنی الوسط منہ لا ینقص عن المسمی سو اگر اجارہ فاسد ہو گیا پچھلے دو سبب سے یعنی مسمی کی جہالت سے اور عدم تسمیہ سے تو اجرت مثل واجب ہوگی یعنی مجہولی اجرت نہ اکثر نہ اقل اور اجرت کم نہو گی مسمی سے ہم شارح کے اس قول یعنی لا ینقص عن المسمی مین خلل ہی اسواسطے کہ دونون صورتون مین تسمیہ نہین اسواسطے کہ عدم تسمیہ مین امر ظاہر ہی اور جہالت مسمی تو در حکم عدم ہی کذا فی الطحطاوی لا بالتمکین بل باستیفاء المنفعۃ حقیقۃ کما مر بالغا ما بلغ لعدم ما یرجع الیہ اجارہ فاسدہ مین اجرت فقط تمکین یعنی موجر کے قادر کر دینے سے واجب نہو گی بلکہ فی الحقیقت منفعت کے حاصل کرنے سے اجرت واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا اجرت مثل واجب ہوگی کتنی رہا کیون نہو بسبب نہونے اُس چیز کے جسکی طرف رجوع کیجاے ولا ینقص عن المسمے

اور اجرت مثل کم نہو مسمی سے ہم اس قول کا خلل مذکور ہو چکا علاوہ اسکے عدم مرجع علیہ اسکے مخالف ہی وان فسدت بالشرط والشیوع مع العلم بالمسمی لم یزد اجر المثل علی المسمی لرضاہما بہ اور اگر اجارہ امرین مذکورین سے فاسد نہو بلکہ شرط مخالف عقد یا شیوع اصلی سے فاسد ہو باوجود معلوم ہونے اجر مسمی کے تو اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہو گی بسبب راضی ہو جانے موجر اور مستاجر کے مسمی سے یعنی دونون اسقاط زائد عن المسمی پر راضی ہو گئے ہم جہالت مسمی اور عدم تسمیہ مین اجرت مثل جسقدر کہ ہو اور انکے سوا مین عدم زیادت علی المسمی سو اسواسطے واجب ہوئی کہ ذات منافع کی قیمت ہمارے نزدیک نہین ہے بلکہ اُنکی قیمت عقد یا شبہ عقد سے ٹھہرتی ہی پھر جبکہ منافع کی قیمت نہ ہوئی تو رجوع واجب ہوا عقد کی قیمت کی طرف اور زیادت علی المسمی ساقط ہو گئی اسواسطے کہ عاقدین اُسکے اسقاط پر راضی ہو گئے اور جبکہ اجر مسمی مجہول یا معدوم ہوا تو موجب اصلی واجب ہوا یعنی وجوب قیمت جسقدر کہ ہو تقریر اس کلام کی اسیطرح لائق ہی اس واسطے کہ عبارات قوم اس مقام مین مضطرب ہین کذا فی الدرر وینقص عنہ لفساد التسمیۃ اور اجرت مثل مسمی سے کم ہو بسبب فاسد ہو جانے تسمیہ کے

واستثنی الزیلعی ما لو استاجر دارا علی ان لا یسکنہا فسدت ویجب ان سکنہا اجر المثل بالغا ما بلغ اور زیلعی نے قاعدہ مذکورہ سے وہ صورت مستثنی کی کہ ایک گھر اجارہ لیا اس شرط پر کہ مستاجر اُسمین سکونت نہ کرے یعنی باوجود تسمیہ تو اجارہ فاسد ہی اور اگر مستاجر اُسمین سکونت کریگا تو اجرت مثل واجب ہو گی جسقدر کہ ہو ہم یہ فساد

اجارہ شرط مخالف عقد سے ہوا تو لازم تھا کہ اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہ ہوتی پھر جب زیادہ ہوئی تو یہ صورت قاعدہ مذکورہ سے مستثنی ٹھہری وحملہ فی البحر علی ما اذا جہل المسمی اور بحر الرائق مین اس صورت کو جہالت مسمی پر محمول کیا ہی یعنی مسئلہ مذکورہ مین اجرت مسمی مجہول ہی تو اجرت مثل واجب ہوگی تو در حقیقت

قاعدہ مذکورہ سے استثنا نہ ٹھہرا لکن ارجعہ قاضی خان فی شرح الجامع الی جہالۃ المسمی فافہم وعلی کل فلا استثناء فتنبہ لیکن قاضی خان نے مسئلہ مذکورہ کو جہالت
مسمی کیطرف پھیرا ہے تو اسکو سمجھ لے اور ہر تقدیر پر استثنا تو نہیں ہے تو آگاہ رہو ہم طحطاوی نے کہا مطلب بحر الرائق اور قاضی خان کا ایک ہی ہے تو استدراک
بلا وجہ ہے اور ہر تقدیر یہ کہنا بھی بلا وجہ ہے اسواسطے کہ جو بحر الرائق اور قاضی خان میں مذکور ہے وہ ایک ہی چیز ہے قلت ینبغی استثناء الوقف لان الواجب فیہ اجر
المثل بالغا ما بلغ فتامل میں کہتا ہوں اور وقف کا استثنا کر قاعدہ مذکورہ سے لائق ہے اسواسطے کہ وقف میں باوجود تسمیہ اجرت مثل واجب ہے جسقدر کہ اجرت مثل
ہو سو غور کر فان اجر دارہ تفریع علی جہالۃ المسمی بعبدہ مجہول فسکن مدۃ ولم یدفعہ فعلیہ للمدۃ اجر المثل بالغا ما بلغ وتفسخ فی الباقی من المدۃ
سو اگر اپنا گھر کرایہ دیا بعوض مجہول غلام کے پھر مستاجر گھر میں ایک مدت تک رہا اور غلام اسکو نہ دیا تو مستاجر پر اسکی مدت کے واسطے اجرت مثل واجب ہوگا
جسقدر کہ ہو اور باقی مدت میں اجارہ فسخ ہوگا شارح نے کہا یہ مسئلہ جہالت مسمی پر متفرع ہے آجر حانوتا کل شہر بکذا صح فی واحد فقط وفسد فی الباقی
لجہالتہا دکان کرایہ دی ہر مہینہ کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینہ میں اجارہ صحیح ہوگا اور باقی مدت میں فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہیں کہ پانچ مہینے
یا دس والاصل انہ متی دخل کل فیما لا یعرف منتہاہ تعین ادناہ فاذا تم الشہر فلکل فسخہا بشرط حضور الآخر لانتہاء العقد الصحیح اور قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ جب کل کا لفظ
داخل ہو اسمیں جسکی نہایت معلوم نہیں جیسا کہ ایام اور شہور تو اسکا کمتر معین ہوگا یعنی ایک دن یا ایک مہینہ پھر جب مہینہ تمام ہوگا تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اجارہ
فسخ کر دینا جائز ہوگا بشرط حاضر ہونے دوسرے شخص کے بسبب ہو چکنے عقد صحیح کے وفی کل شہر سکن فی اولہ ہو اللیلۃ الاولی ویومہا عرفا وبہ یفتی صح العقد
فیہ ایضا اور جن مہینہ کے اول میں مستاجر رہیگا دکان یا گھر میں تو اس مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہوگا اول ماہ سے مراد پہلی رات یعنی چاند رات اور اسکا دن ہے عرف
میں اور اسی کا فتوی ہے م یعنی بلا تعیین شہور ہر مہینہ کا اجارہ مذکور ہوا تو ایک ہی مہینہ کا اجارہ صحیح ہوگا لیکن اگر مستاجر دوسرے مہینہ کی پہلی رات اور
دن میں وہاں سکونت کریگا تو دوسرے مہینہ میں بھی اجارہ صحیح ہو جائیگا یہ قول ہے بعض متاخرین کا اور ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ اول ماہ ثانی میں دونوں کو فسخ اجارہ
کا اختیار ہے ہر چند اول ماہ رویت ہلال سے ہے لیکن چونکہ اسکے اعتبار میں حرج تھا لہذا چاند رات اور اسکا دن معتبر ہوا کذا فی الدرر وشرح الوقایہ ولیس للموجر اخراجہ حتی
ینقضی الا بعذر کما لو عجل اجرۃ شہرین فاکثر لکونہ کالمسمی زیلعی وبعد سکونت اول ماہ موجر کو مستاجر کے اخراج کا ماہ ثانی میں اختیار نہیں جب تک کہ وہ مہینہ آخر
نہ ہو جائے مگر عذر سے اخراج جائز ہے چنانچہ اس صورت میں اخراج جائز نہیں اگر مستاجر دو مہینہ یا زیادہ کی اجرت پیشگی دے اسواسطے کہ پیشگی دینا اجرت
کا مسمی کے مانند ہے کذا فی الزیلعی الا ان یسمی الکل ای جملۃ شہور معلومۃ فیصح لزوال المانع ہر مہینہ کے اجارہ میں فقط ایک مہینہ کا اجارہ صحیح ہے مگر یہ کہ تمام
یعنی سب شہور معلومہ کا نام لے تو اجارہ سب میں صحیح ہوگا زوال مانع کے سبب سے م یعنی موجر یوں کہے کہ میں نے اپنا گھر چھ مہینہ کو اجارہ دیا ہر مہینہ کا کرایہ
اتنا کذا فی المنح واذا آجر سنۃ بکذا صح وان لم یسم اجر کل شہر وتقسم سویۃ اور جبکہ گھر اجارہ دیا ایک سال کو اتنے کرایہ پر تو عقد صحیح ہے اگرچہ ہر مہینہ کی اجرت
مذکور نہ کی ہو اور سال کا کرایہ ہر مہینہ پر برابر قسمت ہوگا واول المدۃ ما سمی ان سمی اور ابتدائے مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہوا گر نام لیا ہو یعنی یوں مذکور
ہو کہ اس سال کے رجب یا رمضان سے اجارہ ہوا والا فوقت العقد ہو اولہا اور اگر ابتداء مدت مذکور نہ ہوئی ہو تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہے
فان کان العقد حین یہل بضم ففتح ای یبصر الہلال والمراد الیوم الاول من الشہر اعتبر الاہلۃ سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اسوقت جبکہ چاند دیکھا گیا تو مہینوں
کا شمار چاند کے دیکھنے سے معتبر ہوگا شارح نے کہا یہل بضم یا فتح ہا بمعنے دیدہ شود ہلال اور مراد اس سے مہینہ کا پہلا دن ہے کذا فی الشمنی والا فبالایام
کل شہر ثلثون اور اگر اجارہ چاند دیکھنے کے وقت نہوا ہو تو مہینوں کے شمار کے واسطے دن معتبر ہونگے ہر مہینہ تیس دن کا وقالا یتم الاول بالایام و
الباقی بالاہلۃ اور صاحبین نے کہا کہ پہلا مہینہ دنوں سے پورا کیا جائیگا اور باقی مہینے چاند سے معتبر ہونگے م یعنی اگر ذیحجہ کی دسویں تاریخ سال بھر کا
اجارہ ہوا تو امام کے نزدیک سال پورا ہوگا دنوں کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذیحجہ تیس دن کا ہوا

تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کی ذیحجہ کی دسوین تاریخ اور اگر ذیحجہ انتیس دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارہوین تاریخ کذا فی شرح الوقایۃ استاجر عبدا باجر معلوم وطعامہ لم یجز لجہالۃ بعض الاجر کما لو کرکھا کسی کے غلام کو اجرت معین اور اسکی خوراک پر تو جائز نہین بسبب مجہول ہونے بعض اجرت کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہم یعنی اگر مثلاً نو دس روپیہ اور خوراک پر نوکر رکھا تو بعض اجر یعنی خوراک مجہول ہی یعنی معلوم نہین کہ خوراک کسقدر ہو دو سیر یا تین سیر اور جہالت بعض جہالت کل کی موجب ہی جیسا فوائد مین ہی کہ جس اجارہ مین خوراک یا چارہ جانور کا شرط ہی وہ اجارہ فاسد ہی مگر دایہ کا اجارہ کھانے اور کپڑے پر درست ہی انتہی فتاوی عالمگیری مین ظہیریہ سے منقول ہی کہ فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ جانور کے اجارہ مین چارہ کے ساتھ ہم متقدمین کے قول پر عمل کرتے ہین یعنی عدم جواز پر اور ہمارے زمانہ مین تو غلام کھاتا ہی مستاجر کے مال سے بنا بر رواج اور عادت کے کذا فی الطحطاوی وجاز اجارۃ الحمام لانہ علیہ الصلوۃ والسلام دخل حمام الجحفۃ وللتعارف الناس اور حمام کے نہانے کا اجارہ جائز ہی اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام جحفہ کے حمام مین تشریف لے گئے تھے اور بسبب رواج لوگون کے ہم آقانی نے کہا وجہ جواز یہ ہی کہ تمام شہرون مین لوگ حمام کی اجرت دیتے ہین اگرچہ استعمال کے پانی کی اور رہنے ٹھہرنے کی مقدار مجہول غیر معین ہی تو مسلمین کا اجماع اسکے جائز ہونے پر دلالت کرتا ہی اگرچہ قیاس سے جواز ثابت نہین ہوتا مواہب الرحمن مین ہی کہ دخول حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہی کذا فی الطحطاوی وقال علیہ الصلوۃ والسلام ما راٰہ المومنون حسنا فہو عند اللہ حسن قلت والمعروف وقفہ علی ابن مسعود کما ذکرہ ابن حجر اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جس چیز کو سب مسلمان نیک جانین تو وہ چیز خدا کے نزدیک نیک ہی مین کہتا ہون اور اہل حدیث کے نزدیک مشہور یہ ہی کہ یہ حدیث عبداللہ بن مسعود پر موقوف ہی یعنی یہ قول صحابی کا ہی نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چنانچہ ابن حجر نے اسکو بیان کیا ہی ہم مقاصد حسنہ مین ہی کہ مسند احمد مین عن ابی وائل عن ابن مسعود مروی ہی کہ ابن مسعود نے کہا کہ اللہ تعالی نے بندون کے دل دیکھے سو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اصحاب پسند کیے اور انکو اپنے دین کا مددگار ٹھہرایا اور اپنے نبی کا وزیر بنایا سو جسکو مسلمین نیک جانین وہ عند اللہ نیک ہی اور جسکو مسلمین بد جانین وہ عند اللہ بد ہی اور یہ حدیث موقوف حسن ہی اور اسیطرح بزار اور طیالسی اور طبرانی نے ابن مسعود کے ترجمہ مین ذکر کیا ہی کذا فی الطحطاوی یہ حدیث حجیت اجماع کی دلیل ہی وجاز بناؤہ للرجال والنساء ہو الصحیح للحاجۃ بل حاجتہن اکثر لکثرۃ اسباب اغتسالہن اور حمام کا بنانا مردون اور عورتون کے نہانے کے واسطے جائز ہی یہی قول صحیح ہی بسبب حاجت اغتسال کے بلکہ عورتون کی حاجت حمام کی طرف زیادہ تر ہی اسواسطے کہ عورتون کو نہانے کے اسباب بہت ہین وکراہۃ عثمان محمول علی ما فیہ کشف عورۃ زیلعی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مکروہ کہنا حمام کو محمول ہو اس حمام پر جسمین کشف عورت اور بے پردگی ہو کذا فی الزیلعی وفی حکامات الاشباہ ویکرہ للمرأۃ دخول الحمام فی قول وقیل الا المریضۃ او النفساء والمعتمد ان لا کراہۃ مطلقا قلت وفی زماننا لا شک فی الکراہۃ لتحقق کشف العورۃ وقد مر فی النفقۃ اور اشباہ کے احکامات مین ہی اور مکروہ ہی عورت کے واسطے حمام مین جانا ایک قول مین اور قول ضعیف یہ ہی کہ عورت بیمار اور نفاس والی کو جائز ہی اور قول معتمد یہ ہی کہ مطلقا کراہت نہین مین کہتا ہون اور ہمارے زمانے مین مکروہ ہونے مین کچھ شک نہین بے پردگی کے ثبوت سے اور البتہ اسکا ذکر کتاب النفقہ مین مذکور ہو چکا ہی والحجام لانہ صلے اللہ علیہ وسلم احتجم واعطاہ اجرتہ وحدیث النہی عن کسبہ منسوخ اور حجام یعنی پچھنے لگانے والے کا اجارہ جائز ہی اسواسطے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خون نکلوایا پچھنون سے اور اسکی مزدوری دی اور کسب حجام کی حدیث نہی منسوخ ہی والظئر بکسر فہمزۃ المرضعۃ باجر معین لتعامل الناس بخلاف بقیۃ الحیوانات لعدم التعارف اور دایہ کا اجارہ اجر معین پر جائز ہی بسبب رواج لوگون کے بخلاف باقی حیوانات کے یعنے شیر نوشی کیواسطے گاے بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہین عدم رواج کے سبب سے شارح نے کہا ظئر بکسر ظاء معجمہ وسکون ہمزہ دودھ پلانیوالی عورت ہی وکذا بطعامہا وکسوتہا ولہا الوسط وہذا عند الامام لجریان العادۃ بالتوسعۃ علی الظئر شفقۃ علی الولد اور اسیطرح دایہ کو نوکر رکھنا اسکے کھانے اور کپڑے پر جائز ہی اور اسکے واسطے متوسط خوراک اور پوشاک یعنی عمدہ تر نہ ناقص تر لازم ہوگی اور یہ جواز امام کے نزدیک ہی اسواسطے کہ دایہ پر خوراک اور پوشاک کی کشایش کی عادت جاری ہی

بچے کی محنت اور شفقت سے ہم فتاوی کبری میں ہی کہ دایہ کے اجارہ میں توقیت یعنی دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہی انتہی اور صاحبین (وقت معین کرنا) اور امام شافعی کے نزدیک خوراک اور پوشاک پر اجارہ جائز نہیں اور یہی قیاس ہی اسواسطے کہ اجرت مجہول ہی امام کیطرف سے جواب یہ ہی کہ جب جہالت نزاع کی موجب نہو تو صحت کی مانع نہیں ہی ولزوجہا ان یطأہا خلافا لمالک اور دایہ کے شوہر کو دایہ سے قربت کرنا جائز ہی برخلاف امام مالک کے اُنکے نزدیک جائز نہیں لافی بیت المستاجر لانہ ملکہ فلا یدخلہ الا باذنہ دایہ کا شوہر قربت نہ کرے اُس سے مستاجر کے گھر میں اسواسطے کہ گھر مستاجر کا مملوک ہی تو اسمین داخل نہو مگر اُسکے اذن سے وللزوج فی نکاح ظاہر ای معلوم بغیر الاقرار فسخہا مطلقا شانہ اجارتہا اولا فی الاصح اور شوہر کو ظاہر نکاح یعنی اُس نکاح میں جو معلوم ہو بدون اقرار زوجین کے بھی فسخ اجارہ جائز ہی قول اصح میں ہر طرح خواہ اجارہ زوجہ سے اُسکو عیب لگتا ہو بواسطہ اُسکی تہمت کے یا عیب نہ لگتا ہو ولو غیر ظاہر بان علم باقرارہما لا یفسخہا لان قولہما لا یقبل فی حق المستاجر اور اگر نکاح غیر ظاہر ہو اسطرح کہ نکاح معلوم ہوا ہو دونوں کے اقرار سے تو زوج اجارہ فسخ نکریگا اسواسطے کہ دونوں کا قول مستاجر کے حق میں مقبول نہیں وللمستاجر فسخہا بحبلہا ومرضہا وفجورہا فجورا بینا ونحو ذلک من الاعذار اور مستاجر کو دایہ کا فسخ اجارہ جائز ہی دایہ کے حاملہ ہو جانے سے اور اُسکی بیماری اور اُسکی ظاہر زناکاری سے اور مانند اسکے اور عذرات سے فسخ اجارہ جائز ہی ہم منجملات عذرات مذکورہ یہ ہی کہ لڑکا اُسکے دودھ کو قے کر ڈالتا ہو یا دایہ سارقہ ہو یا لڑکا اُسکا دودھ نہ پیتا ہو الحاصل جو امر صغیر کو مضر ہو تو اُسکا منع مستاجر کو پہونچتا ہی چنانچہ زمان طویل دایہ کا غائب رہنا اور جو مضر نہ ہو اُسکا منع جائز نہیں اور اسقدر اجارہ سے مستثنی ہوگا نماز کے اوقات کے مانند کذا فی الطحطاوی ولا بکفرہا لانہ لا یضر بالصبی اور فسخ اجارہ جائز نہیں دایہ کے کفر سے اسواسطے کہ کفر اُسکا صغیر کو ضرر نہیں کرتا ولو مات الصبی والظئر انقضت الاجارۃ اور اگر لڑکا مر گیا یا دایہ تو اجارہ ٹوٹ گیا ولو مات ابوہ لا اور اگر صغیر کا باپ مر گیا تو اجارہ نہیں ٹوٹتا ہم اسواسطے کہ اجارہ صغیر کے واسطے ہی نہ اُسکے باپ کے واسطے خواہ صغیر کا مال ہو یا نہ ہو اور بعضوں نے کہا بشرط مال صبی اجارہ باطل نہوگا وعلیہا غسل الصبی وثیابہ واصلاح طعامہ ودہنہ بفتح الدال ای طلیہ بالدہن للعرف وہو معتبر فیما لا نص فیہ اور دایہ پر لازم ہی صغیر اور اُسکے کپڑوں کا دھونا اور اُسکا کھانا درست کرنا اور اُسکے بدن میں تیل لگانا بسبب رواج کے اور رواج کا اعتبار وہان ہی جہان نص شرع نہیں شارح نے کہا دہن بفتح دال عبارت ہی تیل لگانے سے ہم قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جب کسی کام پر اجارہ ہوا تو جو چیز اُس کام کی توابع سے ہی اور اجیر پر اُسکی شرط نہوئی ہو اجارہ میں تو اسمین رواج کا اعتبار ہی کفایہ میں ہی کہ صحیح قول یہ ہی کہ صغیر کے کپڑے کا گوہ پیشاب سے دھونا دایہ پر ہی اور میلے کپڑے دُنکا دھونا اُسپر نہیں اور جواہر الفتاوی میں اس قول کو صحیح تر کہا ہی اور اصلاح طعام سے مراد یہ ہی کہ دایہ طعام کو چبا کر صغیر کو دے اور ایسی چیز نہ کھائے جس سے دودھ فاسد ہو جائے اور صغیر کا کھانا پکانا بھی لازم ہی کذا فی الطحطاوی لا یلزمہا ثمن شیء من ذلک وما ذکر محمد من ان الدہن والریحان علیہا فعادۃ اہل الکوفۃ اور دایہ پر لازم نہیں اُن چیزوں کا ثمن یعنی تیل وغیرہ کا اور یہ جو محمد نے ذکر کیا ہی کہ تیل اور ریحان دایہ پر لازم ہی سو اہل کوفہ کی عادت تھی وہو ای ثمنہ واجرۃ عملہا علی ابیہ ان لم یکن لہ ای للصغیر مال والا ففی مالہ لانہ کالنفقۃ اور وہ یعنی تیل وغیرہ کا ثمن اور اُسکے دودھ پلانے کی اجرت اُسکے باپ پر ہی اگر صغیر کا مال نہو اور اگر اُسکا مال ہو میراث یا ہبہ سے تو اُسکا ثمن صغیر کے مال میں ہوگا اسواسطے کہ وہ نفقہ کے مانند ہی فاذا ارضعتہ بلبن شاۃ او غذتہ بطعام ومضت المدۃ لا اجر لہا سو جبکہ دایہ نے لڑکے کو بکری کا دودھ پلایا یا اُسکو کھانے کی غذا دی اور مدت گذر گئی تو اُسکی اجرت نہیں لان الصحیح ان المعقود علیہ ہو الارضاع والتربیۃ لا اللبن والتغذیۃ عنایہ اسواسطے اجرت نہیں کہ قول صحیح یہ ہی کہ جس پر عقد اجارہ واقع ہوا ہی وہ آدمی کا دودھ پلانا اور پرورش نہ مطلق دودھ اور غذا دینا کذا فی العنایہ بخلاف ما لو دفعتہ الی خادمتہا حتی ارضعتہ او استاجرت من ارضعتہ حیث تستحق الاجرۃ الا اذا اشترط ارضاعہا لانہ الاصح تمر نبلالیہ عن الذخیرۃ برخلاف اس صورت کے کہ اگر دایہ نے صغیر کو دیا اپنی خادم لونڈی کو تو اُسنے اُسکو دودھ پلایا یا دایہ نے اُس عورت کو

پلا رکھا جسنے صغیر کو دودھ پلایا تو دایہ اپنی اجرت کی مستحق ہوگی مگر جبکہ خود دایہ کو دودھ پلانا شرط ہوا اجارہ مین تو غیر کے دودھ پلوا دینے سے مستحق
اجرت کی نہوگی بقول اصح کذا فی الشرنبلالیہ عن الذخیرہ ھ فتاوی عالمگیری مین ذخیرہ سے قول صحیح مذکور ہی نہ اصح پھر فتاوی صغری سے منقول ہی
کہ قول وجہ یہ ہی کہ مستحق اجرت ہوگی انتہی اجبکہ دایہ دوسری عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوا دے تو دایہ پوری اجرت پاوے گی اور دوسری عورت
کی اجرت دایہ پر لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی ولو آجرت نفسہا لذلک لقوم آخرین ولم یعلم الاولون فارضعتہما وفرغت اثمت ولہا الاجر کاملا علی الفریقین
شبیہا بالاجیر الخاص والمشترک وتمامہ فی العنایہ اور اگر دایہ نے اس واسطے یعنی دودھ پلانے کے واسطے اپنی ذات اجارہ دی دوسری قوم کو اور پہلے
مستاجرون کو اجارہ ثانیہ معلوم نہین ہوا اُسنے دونون لڑکون کو دودھ پلایا اور فارغ ہوئی مدت اجارہ سے تو دایہ گنہگار ہوگی اور اسکی پوری اجرت لازم
ہوگی دونون فریق پر بسبب مشابہ ہونے دایہ کے اجیر خاص و اجیر مشترک سے اور پورا اسکا بیان عنایہ مین ہی ھ اور اگر اول مستاجر کو دوسری جگہ کی
نوکری معلوم ہو تو دایہ پر گناہ نہ ہوگا اجیر مشترک کے ساتھ تشابہ کی یہ وجہ ہی کہ دایہ کو ایفاء عمل دونون جگہ ممکن ہی خیاط کے مانند اور صحیح قول شرح
اسبیجابی مین یون مذکور ہی کہ اگر دایہ کے گھر مین صغیر کو دیا دودھ پلانے کو تو دایہ اجیر مشترک ہی اور اگر دایہ کو مستاجر نے اپنے گھر مین رکھا تو وہ اجیر خاص
ہی کذا فی الطحطاوی لا تصح الاجارۃ لعسب التیس وھو نزوہ علی الاناث صحیح نہین اجارہ بکری کی جفتی کا یعنی نر کے ڈالنے کا مادہ پر گابھن کرنے
کے واسطے مثلا جیسے لوگ پانچ یا دس روپیہ دیکر عمدہ گھوڑے کو گھوڑیون پر چھوڑتے ہین بچہ لینے کے واسطے سو جائز نہین حدیث شریف مین اسکی اجرت
کو اور قحبہ کی خرچی کو حرام فرمایا ہی اور اسواسطے کہ گابھن کرنے پر قدرت حاصل نہین تو اسپر اجرت لینا جائز نہوگا حاشیہ حلبی مین ہی اور اگر یہ فعل
بطریق عاریت کے ہو تو مستحب ہی چنانچہ حدیث مین وارد ہی ولا لاجل المعاصی مثل الغناء والنوح والملاہی ولو اخذ بلا شرط یباح اور نہ اجارہ صحیح ہی گناہون
کے واسطے چنانچہ راگ اور نوحہ گری اور باجون کے واسطے اور بلا شرط اجرت لے تو مباح ہی ھ نوحہ گری یہ کہ میت پر رووے اور اسکی خوبیان بیان
کرے اور علامی نے مراد باجے ہین چنانچہ مزامیر اور طبل وغیرہا یعنی لہو ولعب کا طبل اور اگر غازیون کا طبل ہو یا شادی کا طبل تو جائز ہی اور اسی طرح طبل قافلہ
درست ہی منتقی مین ہی کہ مال کسب کیا نوحہ گری اور طبل نوازی سے تو وہ اسکے مالکون کو پھیر دے اگر وہ لوگ معلوم ہون اور نہین تو اسکو خیرات کرے
اور اگر بلا شرط ہو تو مال مباح ہی امام استاد نے کہا کہ بلا شرط بھی مال حلال نہین اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہی انتہی اور ہمارے زمانہ مین یہی قول
بالیقین ماخوذ ہی اسواسطے کہ یہ خوب معلوم ہی کہ گانیوالے اور بجانیوالے بدون اجرت کے نہین جاتے کذا فی الطحطاوی ملخصا ولا لاجل الطاعات مثل
الاذان والحج والامامۃ وتعلیم القرآن والفقہ ویفتی الیوم بصحتہا لتعلیم القرآن والفقہ والامامۃ والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قبل
فیجب المسمی بعقد واجر المثل اذا لم یذکر مدۃ شرح وہبانیہ من الشرکۃ ویحبس بہ یفتی اور نہ اجارہ صحیح ہی طاعات کے واسطے انند اذان اور حج اور امامت اور تعلیم
قرآن اور تعلیم فقہ کے اور آج یعنی اس زمانہ مین فتوی دیا گیا ہی صحت اجارہ کا تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان کیواسطے اور مستاجر پر زبردستی ہوگی
اس مال کے دینے پر جو اس نے قبول کیا ہی تعلیم قرآن وغیرہ کیواسطے تو اجرت معین عقد اجارہ سے واجب ہوگی اور اجرت مثل واجب ہوگی جبکہ مدت
اجارہ مذکور نہوئی ہو کذا فی شرح الوہبانیہ من کتاب الشرکۃ اور مستاجر اجرت مذکورہ کے نہ دینے سے قید کیا جاے اسی قول کا فتوی ہی ھ اصل یہ ہی کہ عبادات پر
اجارہ جائز نہین لیکن متاخرین مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن اور فقہ اور امامت اور اذان پر نوکری کرنیکا فتوی دیا ہی اس دلیل سے کہ زمان سابق مین اہل علم کی معاش
بیت المال سے مقرر تھی اور لوگ تعلیم علوم دینی کی واجب جانتے تھے اور خلق کو تحصیل علوم کا شوق بہت تھا اور اسوقت مین اسلام ضعیف ہو گیا امور مذکورہ
سب بیہم ہو گئے اور اہل علم تحصیل معاش مین مشغول ہوے اور وہ لوگ دیندار کم ہو گئے جو للہ تعلیم کرین تو اگر تعلیم بالاجر کی فتح باب نہو تو قرآن اور
فقہ مفقود ہو جائین لہذا جواز اجارہ مذکورہ کا فتوی ہوا اور مشائخ مذکورین نے فرمایا ہی کہ احکام مختلف ہو جاتے ہین زمانہ کے اختلاف سے کذا

فی المنح وغیرہ تو زمان سابق میں اجارہ مذکورہ بدلیل مسطور جائز نہ تھا اور اس زمانے میں جائز ہے بوجہ ضرورت واسطے تعلیم اور تعلیم کتابت اور طب اور تعبیر
کی نوکری بالاتفاق جائز ہے و یجبر علی دفع الحلوۃ المرسومۃ ہی ما یہدی للمعلم علی رؤس بعض سور القرآن سمیت بہا لان العادۃ اہداء الحلاوی للمعلم
قرآن کے نوکر رکھنے والے پر شیرینی مرسوم کے دینے پر زبردستی ہوگی شیرینی سے مراد وہ چیز ہے جو معلم کو دیجاتی ہے قرآن شریف کے بعض سورتوں کے شروع کرنے پر
چنانچہ سورۂ تبارک اور فتح اور یٰس یہ دینا مسمّٰی بہ شیرینی اسواسطے ہوا کہ شیرینی ہدیہ دینے کی عادت ہے قہستانی نے کہا شاید کہ سابق میں عادت تھی اور اب
متروک ہے یا بسبب بطلان ہو ولو دفع غزلا لآخر لینسجہ لہ بنصفہ ای بنصف الغزل او استاجر بغلا لیحمل طعامہ ببعضہ او ثورا لیطحن برہ ببعض دقیقہ فسدت فی
الکل لانہ استاجرہ بجزء من عملہ والاصل فی ذلک نہیہ صلی اللہ علیہ وسلم عن قفیز الطحان وقد مناہ فی بیع الوفاء اور اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا تاکہ اسکو
بن دے اسکی نصف پر یعنی بنے نصف سوت کی مزدوری پر یا خچر کرایہ کو لیا تاکہ اسکا اناج لادے بعض اناج مذکور کے کرایہ پر یا بیل کرایہ کو لیا تا اُسکے گیہون
پیس دے کچھ اسکے آٹے کی مزدوری پر تو سب صورتون مین اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ مزدوری ٹھہرائی اجیر کے بعض عمل سے یعنی بنا کپڑا اور طعام محمول
اور پیسا آٹا اجیر کے فعل سے حاصل ہوا اور اُسی سے اُسکی مزدوری ٹھہری لہذا یہ جائز نہین اور اصل اس باب مین قفیز طحان کی حدیث نہی ہے اور اسکو ہم مقدم
ذکر کر چکے ہین بیع الوفا کے باب مین ہم وجہ عدم جواز یہ ہے کہ شرط صحت اجارہ یہ ہے کہ مستاجر تسلیم اجرت پر قادر ہو اور ان صورتون مین قادر نہین بلکہ عاجز ہے یعنے
بعض منسوج یا محمول یا مطحون کی تسلیم سے عاجز ہے اسواسطے کہ حصول اسکا غیر کے فعل پر ہے اور آدمی دوسرے کی قدرت سے قادر نہین شمار ہوتا ہدایہ مین
کہا ہے کہ یہ اصل کبیر ہے یعنی قاعدہ کلیہ کثیر الفروع ہے جس سے اکثر اجارات کے فساد کا حکم معلوم ہوتا ہے چنانچہ من بھر تل پیلنے کا اجارہ کیا اسی بھر تیل کی مزدوری پر
یا زمین دی تا دوسرا شخص اسمین درخت لگا دے اس شرط پر کہ زمین اور درخت موجر اور مستاجر مین نصفا نصف ہو تو اجارہ جائز نہین درخت صاحب
زمین کا ہوگا اور اسپر قیمت درخت کی لازم ہوگی اور اجرت اسکی عمل کی اور اسیطرح روئی کا کتوانا کچھ سوت پر اور کپاس نکالنا کپاس کے کھیت سے نصف کپاس
یا کم و بیش پر اور جوار باجرے کا مانڈنا یعنی بالیون سے دانہ جدا کرنا نصف دانہ پر اور گیہون کا کھیت پختہ کاٹنا نصف پر اور مانند اسکے اور اجارات جائز نہین ہین لانہ
الطحان وعن الشعبی قفیز طحان کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے بیل اجارہ لے گیہون کے پیسنے کے واسطے اس شرط پر کہ بیل کے مالک کی مزدوری ایک
قفیز آٹا ہے اُسی گیہون سے اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کا اونٹ اور پکھال اجارہ لی پانی لانیکے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر اسمین اللہ تعالیٰ روزی دیوے
دونون مین نصفا نصف ہے تو اجارہ فاسد ہے پھر اگر پکھال مین پانی اونٹ پر لادلاویگا اور بیچیگا تو تمام ثمن عامل کا ہوگا اور عامل پر اونٹ اور پکھال کی اجرت
مثل لازم ہوگی اور اسیطرح اگر جال لیا شکار کرنیکے واسطے اس شرط پر کہ جسقدر شکار حاصل ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہے تو جسقدر شکار ملیگا وہ شکار کرنیوالے
کا ہے اور جال کی اجرت مثل اُسپر واجب ہوگی اور اگر گائے یا مرغیان دوسرے شخص کو چرانے کے واسطے دین اس شرط پر کہ جسقدر دودھ اور انڈے ہون وہ دونون مین
نصفا نصف ہین تو اجارہ فاسد ہے دودھ اور انڈے مالک کے ہین اور چرانے والے کو چرائی کی اجرت مثل ملیگی اور اگر اُسنے اپنا چارہ دیا تو اُسکی قیمت پاویگا اور
نصفا نصف ہونیکا حیلہ یہ ہے کہ نصف گایون اور مرغیون کو اُسکے ہاتھ بیچ ڈالے اور ثمن معاف کردے تو اب جو پیدا ہوگا وہ دونون مین نصفا نصف ہوگا ایک شخص کا
مدیون ہے دوسرے شہر مین سو اُسنے مزدور سے کہا کہ اُسکے پاس جا اور میرا مال حاصل کر پھر جب تو مال مذکور لاویگا تو تجکو دس درم دونگا اسی مال سے پھر وہ گیا اور
مال لایا تو مزدور کی اجرت مثل واجب ہوگی اور دس درم کا اشتراط مال مقبوض سے شرط فاسد ہے اسواسطے کہ معنی قفیز طحان ہے کذا فی العالمگیریہ ثم جمیع
مسائل مذکورہ قفیز طحان مین داخل ہین والحیلۃ ان یفرز الاجر اولا او یسمی قفیزا بلا تعیین ثم یعطیہ قفیزا منہ فیجوز اور مسائل متن کے جواز کا حیلہ یہ ہے کہ اسکی اجرت
پہلے سے جدا کر دے یعنی جلاہے کو سوت اور حمال کو طعام قبل نسیج و حمل کے یا قفیز طحان کیصورت مین ایک قفیز آٹا اجرت مقرر کرے بلا تعیین یعنی یون نہ کہے کہ
اس گیہون کا آٹا بلکہ اسکو ایک قفیز آٹا اُسکے پیسے آٹے سے دیدے اسواسطے کہ جب آٹا معین گیہون کیطرف منسوب نہوا تو مستاجر کے ذمہ پر دین واجب ہوا اور اجیر کا مسئلہ

مشار الیہ ہونا جائز ہی اُسی طرح اُسکا دین فی الذمہ ہونا بھی جائز ہی پھر جبکہ یہ جائز ہوا تو مستاجر کو اختیار ہی کہ اُسی گیہون کے آٹے سے اجرت مذکورہ دے کذا فی العالمگیریہ عن المحیط ولو استاجرہ لیحمل لہ نصف ہذا الطعام بنصفہ الآخر لا اجر لہ اصلا لصیرورتہ شریکا اور ایک شخص سے اجارہ کیا اسکا کہ ملک کا نصف یہ غلہ لادے بعوض نصف ثانی کے تو اجیر کے واسطے اصلا اجرت نہین یعنی نہ اجر مسمی نہ اجر مثل بسبب ہو جانے اجیر کے شریک صورت اُسکی یہ ہی کہ مثلاً زید کا من بھر یعنی چالیس سیر غلہ ہی اُسنے خالد سے کہا کہ بیس سیر لادلیجل اور بیس سیر باقی اپنی اجرت مین لے سو اُسنے پورا من لادا تو اُسکی کچھ مزدوری ثابت نہوگی کیونکہ خالد زید کا شریک ہوگیا زیلعی نے کہا اور جو شخص اُس غلہ کو لادے جو اُسمین اور اُسکے غیر مین مشترک ہی وہ مستحق اجرت نہین ہوتا سو اسلئے کہ جو عمل اپنے شریک کے واسطے کریگا تو بعض عمل اپنی ذات کیواسطے بھی واقع ہوگا لہذا مستحق اجرت کا نہوگا وما استشکلہ الزیلعی جاب عنہ المصنف اور جو زیلعی نے مسئلہ مذکورہ مین اشکال بیان کیا ہی مصنف نے اُسکا جواب دیا ہی یعنی اپنی شرح مین امام زیلعی نے اس مسئلہ مین دو اشکال مذکور کیے ہین اشکال اول یہ کہ اجارہ تو فاسد ہی اور حالانکہ اجارہ صحیحہ مین اجرت فقط عقد سے مملوک نہین ہوتی تو یہان بلا تسلیم اور بلا شرط تعجیل کیونکر اجیر مالک ہوگا یعنی جب اجیر مالک نہ ٹھہرا تو شریک بھی نہ ہوگا اشکال ثانی یہ ہی کہ عدم استحقاق اجرت اور ملک مین منافات ہی پھر جب اجیر مستحق اجرت نہوا تو کون سبب سے مالک ہوگا مصنف نے اول اشکال کا جواب یون دیا کہ صورت مسئلہ تعجیل اجرت مین مفروض ہی اور تعجیل اجرت سے فی الحال ملک ثابت ہوتی ہی جیسے اشتراط التعجیل سے ملک ثابت ہوتی ہی اور اشکال ثانی کا یون جواب دیا کہ ملک فی الحال اور عدم استحقاق مین منافات نہین اسواسطے کہ ملک فی الحال کا مطلب یہ ہی کہ ابتدا مین اجیر اجرت کا مالک ٹھہرتا ہی بوجہ عقد اور تسلیم اجرت کے اور عدم استحقاق کا مطلب یہ کہ اجرت کا مستحق نہین ہی بطلان عقد کے سبب سے قبل از عمل باوجود مالک ہو جانے اجرت کے تسلیم سے کیونکہ وہ شریک ہوگیا مالک کا غلہ مین قبل ایفاء معقود علیہ کے تو دونون مطلبون مین تنافی نہ ہوئی بلکہ اول مودی ہی ثانی کی طرف انتہی لیکن اس جواب مین قباحت ہی کہ یہ عقد فاسد ہی اور فاسد مین بدون عمل کے اجرت واجب نہین ہوتی اور حالانکہ ہنوز عمل واقع نہین ہوا اور یہ بھی ہی کہ تعجیل نہین ہو سکتی بدون جدا کر دینے اجرت کے اور حالانکہ یہ واقع نہین لہذا بعضے فضلا نے کہا کہ ملک فی الحال کا کلام علی سبیل الفرض والتقدیر واقع ہوا ہی تو تقدیر کلام یون ہی کہ اگر صورت مفروضہ مین اجرت واجب ہوتی تو اجیر مالک ہوا اجرت کا فی الحال تعجیل سے کذا فی الطحطاوی مختصرا وقال محمد ولو بدلالۃ النص لاعموم لہا فلا تخصیص عند التی بالعرف کما زعمہ مشایخ بلخ مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور علما نے تصریح کی ہی کہ دلالۃ النص مین عموم نہین تو دلالۃ النص سے کسی چیز کی تخصیص نہوگی جیسا کہ مشائخ بلخ نے گمان کیا ہی امام زیلعی مین ہی کہ مشائخ بلخ اور نسفی نے حمل طعام کو بعض محمول اور نسج ثوب کو بعض منسوج کی اجرت پر جائز رکھا ہی اپنے اہل بلاد کے تعامل اور رواج کے سبب سے اور جو اسکو جائز نہین جانتا وہ اسکو قفیز طحان پر محمول کرتا ہی حالانکہ قیاس متروک ہو جاتا ہی تعارف سے اور اگر یون کہیے کہ عدم جواز الطریق قیاس کے نہین بلکہ قفیز طحان کے نص اسکو شامل ہی باعتبار دلالت کے تو نص مخصوص ہو جاتی ہی تعامل و عرف سے کیا تو نہین جانتا ہی کہ استصناع مین قیاس متروک ہی اور قواعد شرعیہ سے اُسکی تخصیص ہوگئی ہی تعامل کے سبب سے اور ہمارے مشائخ اس تخصیص کو جائز نہین رکھتے اسواسطے کہ یہ ایک اہل شہر کا رواج ہی اور اس سے حدیث قفیز طحان کی مخصوص نہین ہو سکتی بخلاف استصناع کے کہ اسکا رواج جمیع بلاد مین ہوگیا ہی اور ایسے رواج سے البتہ قیاس متروک ہو جاتا ہی اور حدیث اور اثر مخصوص ہو جاتا ہی انتہی اور عنایہ مین ہی اگر کوئی کہے کہ ہم قیاس کو ترک نہین کرتے بلکہ دلالۃ النص سے بعض افراد معنی قفیز الطحان کو تعارف اور رواج کے سبب سے مخصوص کرتے ہین چنانچہ مشائخ بلخ نے ثیاب مین تخصیص کی ہی اپنے شہر کے رواج سے مین کہتا ہون دلالۃ النص مین عموم ہی نہین کہ اسکو مخصوص کیجیے کذا فی الطحطاوی ولو استاجر خبازا لیخبز لہ کذا کقفیز دقیق الیوم بدرہم فسدت عند الامام لجمعہ بین العمل والوقت ولا ترجیح لاحدہما فیفضی الی المنازعۃ حتی لو قال فی الیوم او علی ان تفرغ منہ الیوم جازت اجماعا نان پز سے اجارہ کیا کہ اسکو اتنے آٹے مثلاً ایک قفیز بھر آٹے کی آج روٹی پکا دے ایک درہم کی مزدوری پر تو اجارہ فاسد ہی امام کے نزدیک بسبب ملا دینے مستاجر کے عمل و وقت کو اور دونون مین ایک امر کو ترجیح نہین تو جھگڑا ہوگا تو اگر بجائے الیوم کے فی الیوم کہے یا اس شرط پر اجارہ کرے کہ اجیر آج اُس سے فراغت پا دے تو اجارہ جائز ہوگا باتفاق امام اور صاحبین کے ہم جب عمل اور وقت مین اجتماع ہوا تو دونون اجارہ کی لیاقت رکھتے ہین

اور کوئی انتہا نہیں ہے اولی نہیں تو جہالت باعث نزاع مفسد عقد ہی اور اگر فی الیوم کہیگا تو وہ ظرف ہوگا اور مظروف ظرف کا مستغرق نہیں ہوتا تو گویا یون کہا کہ اگر
بعض یوم مین تو فراغت ہو تو یہ قول تعجیل کا مفید ہی تو زمان نرہی ہی معقود علیہ ٹھہری بخلاف لفظ الیوم کذا فی العنایۃ مختصراً او ارضا بشرط ان یثنیہا ای یحرثہا
مرتین او یکری انہارہا العظام او یسرقنہا لبقاء اثر ہذہ الافعال لرب الارض فلو لم یبق لم تفسد یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اسکو دو بار جوتے یا
اس شرط پر کہ زمین کی بڑی نہرونکو کھودے اور صاف کر دے یا زمین مین مستاجر پانس ڈالے تو فاسد ہو بسبب باقی رہنے ان کاموں کے اثر کے مالک زمین کے واسطے تو اگر
انکا کچھ اثر باقی نرہے تو اجارہ فاسد نہوگا ھم دو بار جوتنے سے مراد یہ ہی کہ ایکبار مستاجر اپنی زراعت کے واسطے جوتے اور دوسری بار مدت اجارہ کے بعد پھر جوت
دے اور انہار عظام کی قید اسواسطے لگائی کہ جداول یعنی نالیون کے کھودنے کی شرط زراعت مستاجر کے سینچنے کے واسطے مفسد اجارہ نہین اور اسکا قاعدہ کلیہ
یہ ہی کہ جو شرط اجارہ کی مناسب ہو وہ مفسد نہین اور اجارہ اراضی کا فقط مستاجر کی منفعت کے واسطے ہوتا ہی تو جس فعل سے فقط مستاجر منتفع ہو چنانچہ جوتنا
اور بونا اور سینچنا تو وہ مناسب عقد ہی اور جس فعل سے فقط موجر کو فائدہ ہو نہ مستاجر کو وہ شرط مخالف عقد ہی اور وہی مفسد اجارہ ہی چنانچہ نہر عظیم کا کھودنا اور بعد مدت اجارہ پانس
ڈالنا اور زمین کو جوت کر موجر کو دینا کذا فی الطحطاوی او بشرط ان یزرعہا بزراعۃ ارض اخری لما یجئ ان الجنس بانفرادہ یحرم النساء یا اس شرط سے
اجارہ لیا کہ مستاجر زمین مین زراعت کرے دوسری زمین کی زراعت کی اجرت پر یعنی اجرت زراعت یہ مقرر ہو کہ موجر مستاجر کی زمین مین زراعت کرے تو
اجارہ فاسد ہی اسواسطے کہ آگے مذکور ہوگا کہ فقط اتحاد جنس یعنی بلا تحقیق مقدار تاخیر کو حرام کر دیتا ہی ھم مراد یہ ہی کہ ایک نوع کا اجارہ دوسرے ہمجنس نوع سے
چنانچہ اجارہ سکنے کا سکنے سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہی اور شارح کی تعلیل مین اعتراض یہ ہی کہ حرمت تاخیر کی مقدرات مین ہی اور یہان مقدرات مین گفتگو
نہین تو بہتر تعلیل یہ ہی کہ اجارہ خلاف قیاس جائز ہوا ہی حاجت کے واسطے اور متحد الجنس والمنفعت کے اجارہ مین کچھ حاجت نہین تو اپنی اصل پر نا جائز باقی رہا بخلاف
مختلف الجنس اور اتحاد جنس مین اگر استیفاء منفعت ہوگا تو ظاہر الروایۃ مین اجرت مثل واجب ہوگی کذا فی الزیلعی بتصرف و قولہ فسدت جواب الشرط و ہو
قولہ و فی الخ اور ماتن کا یہ قول یعنی فسدت کا لفظ جواب ہی اس شرط کا یعنے ولو دفع غزلا الخ کا یعنی شرط مذکور اور اسکے ہیچ معطوفات کا جواب ہی و صحت لو استاجرہا علی
ان یکربہا و یزرعہا او یسقیہا و یزرعہا لانہ شرط یقتضیہ العقد اور اجارہ صحیح ہی اگر زمین اس شرط پر اجارہ لی کہ مستاجر اسکو جوتے اور بوے یا اسکو سینچے اور بوے
اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی ہی و لو استاجرہ لحمل طعام مشترک بینہما فلا اجر لہ لانہ لا یعمل شیئا الا ویقع بعضہ لنفسہ ولا یستحق الاجر اور اگر ایک شریک نے
دوسرے شریک سے اجارہ کیا اس غلہ کے لادنے کا جو دونون مین مشترک ہی تو اسکے واسطے کچھ اجرت نہین اسواسطے کہ شریک اجیر کوئی چیز عمل مین نہ لاویگا
مگر کہ بعض عمل خود اجیر کے واسطے واقع ہوگا تو اسواسطے اجرت کا مستحق نہ ہوگا ھم اور اگر شریک کی ناو یا خرجی طعام مشترک کیواسطے اجارہ لے تو صحیح ہی اور اگر اسکے
غلام یا جانور کو اجارہ لے تو صحیح نہین کذا فی الولوالجیۃ کراہن استاجر الرہن من المرتہن فانہ لا اجر لہ لنفعہ بلکہ جسطرح راہن اگر مرہون کو کرایہ لے مرتہن سے تو مرتہن
کے واسطے اجرت نہین بسبب فائدہ لینے راہن کے اپنی ملک سے ھم حقیقت اجارہ یہ ہی کہ تملیک منافع بعوض ہو اور مرتہن تو منافع مرہون کا مالک نہین جو
تملیک کا مالک ہو اور راہن ہر چند بسبب تعلق حق مرتہن کے مرہون مین تصرف نہین کر سکتا پھر جب حق مرتہن کا اجارہ دینے سے باطل ہو گیا تو وہ اپنی
ملک سے منتفع ہوا زوال مانع کے سبب سے و فی جواہر الفتاوی لو استاجر حماما فدخل الموجر مع بعض اصدقائہ الحمام لا اجر علیہ لانہ لیستوفی بعض المعقود علیہ وہو منفعۃ
الحمام فی المدۃ ولا یسقط شیئ من الاجر لانہ لیس بمعلوم اور جواہر الفتاوی مین ہی اگر حمام اجارہ لیا سو موجر اپنے بعض احباب کے ساتھ حمام مین داخل ہوا یعنی نہانے
کیواسطے تو موجر پر اجرت ثابت نہوگی اسواسطے کہ بعض معقود علیہ یعنی حمام کی منفعت مدت کے اندر خود واپس لیگا اور کوئی چیز اجرت سے ساقط نہوگی اسواسطے
کہ بعض معقود علیہ معلوم نہین استاجر ارضا ولم یذکر انہ یزرعہا او ای شیئ یزرعہا فسدت الا ان یعمم بان یقول علی ان یزرع فیہا ما شاء کما مر زمین اجارہ لی
اور یہ بیان نکیا کہ اسمین زراعت کریگا یا کون چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا مگر یہ کہ مستاجر تعمیم کرے مثلا یہ کہ جو چیز چاہونگا بوونگا تو فاسد

مدت اجارہ دراز نہ ہو اسمین جہالت مفسد اجارہ نہین بسبب واقع ہونے عقد کے سکنی پر اور سکنی مختلف چیز نہین چنانچہ اول باب مین مذکور ہو چکا واذا
انقضت فزرعها فمضى الاجل بعد صحيحا فله المسمى استحسانا وكذا لو لم يمض الاجل لارتفاع الجهالة بالزراعة قبل تمام العقد قلت فلو حذف قوله فمضى الاجل لكان احسن كما فعل قاضيخان
في شرح الجامع نکات والے اور اجارہ مذکورہ جبکہ فاسد تھا پھر مستاجر نے کوئی چیز بودی سو مدت اجارہ منقضی ہو گئی تو اجارہ صحیح ہو گیا اور اسکے واسطے اجر مسمی
بطریق استحسان کے لازم ہوگا اور اسی طرح اگر مدت منقضی نہو گی تو بھی اجارہ صحیح ہو جائیگا بسبب دور ہو جانے جہالت کے زراعت کرنے سے قبل تمام ہونے
عقد یعنی قبل از مدت مین کہتا ہون تو اگر مصنف اپنا یہ قول یعنی فمضى الاجل کو حذف کرتا جسطرح قاضیخان نے شرح جامع مین حذف کیا ہے تو بہتر تھا تمام
الطحاوی نے کہا کہ اگر شارح بجاے تمام العقد تمام المدۃ کہتا تو بہتر ہوتا وان استاجر حمارا الى بغداد ولم يسم ما يحمل فحمل المعتاد فهلك الحمار لم يضمن لفساد الاجارة لانه امين
لانه كما في الصحيحة اور اگر گدھا بغداد تک کرایہ لیا اور بوجھا بیان نہ کیا کہ کتنا پھر اسپر حمل متعاد لادا سو گدھا مر گیا تو مستاجر پر ضمان نہین بسبب فاسد ہونے
اجارہ کے تو عین یعنی اجارہ کی چیز امانت ہے جیسے اجارہ صحیحہ مین امانت ہے قسم بہتر تعلیل مسئلہ یہ ہے کہ حمل متعاد مین اسواسطے تاوان لازم آیا کہ مطلق اذن متعاد
کیطرف منصرف ہے اور گدھا امانت اسواسطے ہوا کہ باذن مالک مقبوض ہوا اور اسکا خلاف امر نہ پایا گیا تو تاوان کی کیا وجہ ہے فان بلغ فله المسمى لما مر في الزرع
پھر اگر گدھا لاد کر بغداد مین پہونچا تو اجر مسمی ثابت ہوگا اس دلیل سے جو زراعت مین گذر گئی یعنی جہالت مرتفع ہو گئی قبل از تمام عقد فان تنازعا قبل الزرع
في مسئلة الزراعة او الحمل في مسئلتنا فسخت الاجارة دفعا للفساد لقيامه بعد پھر اگر دونون مین نزاع واقع ہوا کھیت بونے سے پہلے زراعت کے مسئلہ
مین یا حمل مین نزاع واقع ہو ہمارے اسی مسئلہ مین تو اجارہ فسخ کر ڈالا جاے دفع فساد کے واسطے بسبب قائم ہونے عقد کے ہنوز استاجر دابة ثم جحد الاجارة في
بعض الطريق وجب عليه اجر ما ركب قبل الانكار ولا يجب لما بعده عند ابي يوسف لانه بالجحود صار غاصبا والاجر والضمان لا يجتمعان وعند محمد
يجب المسمى درر وكانه لا قول للامام جانور اجارہ لیا پھر اجارہ کا انکار کیا کچھ راہ چلکر تو مستاجر پر بقدر اس مسافت کے جسمین وہ سوار رہا قبل انکار کے اجرت
لازم ہوگی اور بعد اس مسافت کے اجرت واجب نہو گی ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ مستاجر انکار اجارہ سے غاصب ہو گیا تو اسپر تاوان لازم ہوا اور
اجرت اور تاوان مجتمع نہین ہوتے اور محمد کے نزدیک تمام اجرت واجب ہے کذا فی الدرر اور شاید کہ اس مسئلہ مین امام کا کوئی قول نہین ہے قسم الطحاوی نے کہا مراد اس سے
کہ انکار اجارہ کے بعد گواہ قائم ہون چنانچہ کلام فقہا اسپر دلالت کرتا ہے وفي الاشباه قصر الثوب المجحود فان قبل الجحد فله الاجر والا وكذا الصباغ والنساج اور اشباہ
مین ہے کہ دھوبی نے دھونے سے انکار کیا پھر کپڑا دھلایا یعنی مقرر ہو کر تو اگر کپڑا اسنے دھویا انکار سے پہلے تو دھوبی کی اجرت ہے اور نہین تو اجرت نہین اور
یہی حکم ہے رنگریز اور جولاہے کا مع یعنی اگر رنگریز نے کپڑا رنگا انکار سے پہلے تو اجرت ہے اور اگر بعد انکار کے رنگا تو صاحب ثوب مختار ہے چاہے کپڑا لے اور اسقدر
قیمت دے جسقدر رنگت نے کپڑے کی قیمت زیادہ کر دی اور چاہے رنگین کپڑا نہ لے اور سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان رنگریز سے بھرے اور جولاہے نے اگر قبل
انکار کپڑا بنا تو اسکی اجرت ہے اور اگر بعد انکار بنا تو اجرت نہین تو کپڑا جولاہے کا ہے اور اسپر سوت کی قیمت ہے کذا فی الولوالجیۃ اور اس بیان سے اشباہ اور شارح کا اجمال
مفصل ہو گیا اجارة المنفعة بالمنفعة تجوز اذا اختلفا جنسا كاستيجار سكنى دار بزراعة ارض اجارہ ایک منفعت کا دوسری منفعت سے جائز ہے جبکہ دونون
منفعتین مختلف الجنس ہون جیسے اجارہ لینا گھر کی سکونت کا زمین کی زراعت کے عوض واذا اتحد لا تجوز كاجارة السكنى بالسكنى واللبس باللبس والركوب بالركوب لحرمة
ذلك لما ان قران الجنس بانفراده يحرم النسا فيجب اجر المثل باستيفاء النفع كما مر لفساد العقد اور جبکہ دونون منفعتین متحد الجنس ہون جیسے اجارہ سکنی کا سکنی سے اور
لباس کا لباس سے اور سواری کا سواری سے اور مانند اسکے اسواسطے کہ متحقق ہو چکا ہے کہ جنس فقط بذات خود بلا تحقق مقدار ادھار کو حرام کر ڈالتی ہے تو استیفاء منفعت
سے اجرت مثل واجب ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا بسبب فاسد ہونے عقد کے استاجره ليصيد له او يحتطب له فان وقت لذلك وقتا جاز ذلك ٹھیکا مقرر کیا
ایک شخص نے با مستاجر کیواسطے شکار کرے یا لکڑیان اسکے واسطے لاوے تو اگر اسکے واسطے کوئی وقت مقرر کیا تو یہ ٹھیکا جائز ہے مثلاً صبح سے شام تک شکار کیواسطے مقرر کیا تو جائز ہے

کیونکہ منفعت پر اجارہ ہی اور وہ تسلیم نفس سے حاصل ہوتا ہی خواہ شکار کرے یا نہ کرے کیونکہ یہ اجیر خاص ہی اور اجیر خاص مین بیان وقت ضروری ہی وان لم یوقت
وعین الحطب فسد اور اگر شکار کیواسطے وقت معین نہ کیا تو اجارہ مذکورہ جائز نہین اور اگر وقت معین نہ کیا اور لکڑیان معین کردین تو اجارہ فاسد ہی الا
اذا عین الحطب وهو ای الحطب ملکه فیجوز مجتبی ومقتضاه صحة تعیینه اگرچہ عدم تقرر وقت مین لکڑی معین کردی اور حالانکہ لکڑی مستاجر کی ملک ہی تو اجارہ جائز ہی
کذا فی المجتبی اسیکا فتوی دیا گیا ہی کذا فی النسیر فیه یعنی اگر وزن کا ذکر ہوگا تو شکار اور لکڑی مستاجر کی ہوگی اور اجارہ صحیح ہوگا یعنی حاوی مین ذکر ہی وصرح فیه
مین تو عدم جواز ہی اگرچہ یوہم ذکور ہو چنانچہ منح الغفار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقۃ شارح کے استاجر امراته لتخبز له خبزا للاکل لم یجز وللبیع جاز
یعنی اپنی زوجہ سے کہا کہ ہمارے کھانے کے واسطے اجرت پر روٹی پکا دے تو جائز نہین اور بیچنے کے واسطے زوجہ سے روٹیان پکوائین تو اجارہ جائز ہی کذا فی النسیر فیہ
عدم جواز کی وجہ یہ ہی کہ نبی کے واسطے زوجہ پر روٹی پکانا واجب ہی باعتبار دیانت کے ۔ اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کام بانٹ دیے تھے علی مرتضی اور فاطمہ زہرا
علیہما السلام پر تو گھر کے کام حضرت زہرا پر مقرر فرمائے اور باہر کے کام حضرت مرتضی پر کذا فی الطحطاوی اجرت دار بالزوجہ اسکنا ها فلا اجر اشباہ وخانیہ قلت لکن
فی حاشیتها لتنویر البصائر عن المضمرات معزیا للکبری قال قاضیخان هنا الفتوی علی صحتها لتبعیتها فی السکنی فلیحفظ زوجہ نے اپنا گھر زوج کو اجارہ دیا پھر دونون
اس گھر مین رہے تو کرایہ نہین کذا فی الاشباہ والخانیۃ یعنی اسواسطے کہ سکونت کی منفعت موجر اور مستاجر دونون کو حاصل ہی نہ فقط مستاجر کو مین کہتا ہون لیکن اشباہ
کے حاشیہ تنویر البصائر مین مضمرات سے نسبت بفتاوے کبرے یہ منقول ہی کہ قاضیخان نے کہا کہ یہان اجارہ مذکورہ کی صحت پر فتوی ہی اسواسطے کہ زوجہ
زوج کی تابع ہی سکونت مین تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے طحطاوی نے کہا کہ خانیہ یعنی فتاوی قاضیخان مین تو عدم جواز مذکور ہی شاید کہ فتوی جواز کا شرح جامع صغیر
یا شرح زیادات مین قاضیخان نے ذکر کیا ہو انتہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ عدم جواز کا قول ظاہر الروایۃ ہو اور جواز کا قول مفتی بہ ہو واللہ اعلم وجاز اجارۃ الماشطۃ لتزیین
العروس ان ذکر العمل والمدة بزازیہ اور جائز ہی اجارہ مشاطہ کنگھی کرنے والی کا دلہن کے سنگار کے واسطے اگر عمل یا مدت مذکور ہو کذا فی البزازیۃ ثم شرنبلالی
نے شرح وہبانیہ مین کہا العمل والمدة کا ذکر ہی اور یہی وجہ اجارۃ القناۃ والنهر مع الماء به یفتی لعموم البلوی مضمرات اور جائز ہی اجارہ کاریز اور نہر کا پانی کے ساتھ
اسی قول کا فتوی ہی عموم حاجت کے سبب سے کذا فی المضمرات جس پانی کا اجارہ جائز نہین قیاس مین اسواسطے کہ استہلاک عین پر عقد وارد ہی اور حالانکہ
اجارہ ہوتا ہی منافع عین پر نہ استہلاک عین پر لیکن عموم حاجت کے سبب سے اجارہ مذکورہ پر فتوی ہوا ہی

باب ضمان الاجیر

یہ باب ہی مزدور کے تاوان کے احکام مین الاجیر علی ضربین مشترک وخاص مزدور دو قسم پر ہین ایک اجیر مشترک اور دوسرا اجیر خاص فالاول من یعمل للعامة
لا لواحد کالخیاط ونحوه تو اول یعنی اجیر مشترک وہ ہی جو سب کا کام کرے نہ فقط ایک شخص کا جیسے چنانچہ درزی اور مانند اسکے چنانچہ رنگریز اور دھوبی کہ بہت شخصون کے
کپڑے دھوتا ہی نہ فقط ایک شخص کے او یعمل له عملا غیر موقت کان استاجره للخیاطة فی بیته غیر مقیدة بمدة کان اجیرا مشترکا وان لم یعمل لغیره یا اجیر مشترک وہ ہی جو
ایک شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت چنانچہ مستاجر نے درزی کو سینے کے واسطے رکھا اپنے گھر مین بلا قید مدت تو اس صورت مین درزی اجیر مشترک ہوگا اگرچہ
درزی غیر مستاجر کا کام نہ کرے او موقتا بلا تخصیص کان استاجره لیرعی غنمه شهرا بدرهم کان مشترکا الا ان یقول ولا ترعی غنم غیری وسیتضح یا اجیر مشترک وہ ہی
جو عمل موقت بلا تخصیص کرے چنانچہ ایک شخص کو اجارہ لیا اپنی بھیڑ بکریون کے چرانے کے واسطے ایک مہینہ درہم کی مزدوری پر تو عدم خصوصیت مستاجر سے وہ اجیر مشترک
ہوگیا مگر یہ کہ مستاجر اجیر سے یون کہے کہ نہ چرانا سوا میرے اور شخص کی بکریون کو اور آگے یہ ظاہر ہوگا وفی جواهر الفتاوی استاجر حائکا لینسج ثوبا ثم استاجر الحائک نفسه من آخر لینسج صح کلا
العقدین لان المعقود علیه العمل لا المنفعة اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ جولاہے کو اجارہ لیا تاکہ کپڑا اپنے پھر اس جولاہے نے اپنی ذات کا دوسرے شخص سے اجارہ کیا تو دونون عقدین صحیح ہین اسواسطے
کہ معقود علیہ عمل ہی نہ منفعت ولا یستحق المشترک الاجر حتی یعمل کالقصار ونحوه کفتال وحمال ودلاح ودلال اور اجیر مشترک اجرت کا مستحق نہ ہوگا جبتک عمل نہ کرے چنانچہ دھوبی اور

مانند اسکے چنانچہ رسی بٹنے والا اور بوجھا لادنے والا اور دلال و خیار الرویۃ نے کل عمل یختلف باختلاف المحل مجتبی اور اجیر مشترک کو دیکھنے کے بعد اختیار رہیگا ہر ایک اُس عمل مین جو مختلف ہوجاتا ہی محل کے بدلنے سے کذا فی المجتبی ہم مجتبی مین ہی کہ دھوبی سے ثوب مرویے کے دھونیکی شرط کی ایک درم کی اجرت پر اور وہ راضی ہوگیا پھر جب دھوبی نے کپڑا دیکھا تو بولا مین راضی نہین تو یہ اُسکو جائز ہی اور اسیطرح درزی کا حکم ہی اور اصل یہ ہی کہ جو کام کہ مختلف ہوجاتا ہو محل کے اختلاف سے اسمین خیار الرویت ہی محل کے دیکھنے کے بعد اور جو مختلف نہین اُسمین اجیر کو اختیار نہین چنانچہ معین گیہون کا کیل کرنا یا ستار کے غلام کی حجامت

کذا فی النہر ولا یضمن ما ہلک فی یدہ وان شرط علیہ الضمان لان شرط الضمان فی الامانۃ باطل کالمودع وبہ یفتی کما فی عامۃ المعتبرات وبہ جزم اصحاب المتون فکان ہو المذہب خلافا للاشباہ

اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہوگا اُس چیز کا جو اُسکے پاس تلف ہوجاے اگرچہ اُسپر تاوان دینے کی شرط ہوگئی ہو اسواسطے کہ تاوان شرط کرنا امانت مین باطل ہی جیسے محافظ ودیعت پر شرط تاوان باطل ہی اور اسی قول کا فتوی ہی چنانچہ اکثر کتب معتبرہ مین ہی اور اسی قول پر مصنفین متون نے یقین کیا ہی تو یہی مذہب ٹھہرا برخلاف اشباہ ہم اشباہ مین ہی کہ اگر تاوان مشروط ہو تو اجیر مشترک پر بالاجماع تاوان ہی انتہی امام کا یہی مذہب ہی کہ اجیر مشترک پر ضمان نہین خواہ ایسے سبب سے تلف ہوا ہو جس سے بچنا ممکن ہو چنانچہ سرقہ یا ممکن نہو چنانچہ آتش زنی اور غارتگری اور یہ قول مروی ہی فاروق رض اور مرتضی رض سے اور صاحبین نے کہا کہ اُسپر تاوان ہی مگر جس امر سے احتراز ممکن نہین وہان ضمان نہین اور یہ قول بھی مروی ہی فاروق رض اور مرتضی رض سے زیلعی مین ہی کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہی اسواسطے کہ پیشہ ور دغاباز ہوگئے ہین اور لزوم تاوان سے لوگون کے اموال محفوظ رہین گے اور خانیہ اور محیط اور تتمہ مین ہی کہ امام کے قول پر فتوی ہی تو اس مسئلہ مین فتوی مختلف ٹھہرا کذا فی الطحطاوی وافتی المتاخرون بالصلح علی نصف القیمۃ اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کر لینے کا فتوی دیا ہم ظہیریہ مین ہی کہ چونکہ ضمان اور عدم ضمان اجیر مشترک مین صحابہ مختلف ہین لہذا متاخرین نے نصف قیمت کی صلح پر فتوی دیا انتہی بزازی نے کہا اور بعضون نے زبردستی صلح پر فتوی دیا ہی تا دونون قول پر عمل ہو یعنی جب دس درم کی قیمت والی چیز کی پانچ درم پر صلح ہوئی تو ہر نصف مین ایک قول پر عمل ہوا اسواسطے کہ ایک نصف ساقط ہوا اور ایک واجب کذا فی الطحطاوی وقیل ان الاجیر مصلحا لا یضمن وان بخلافہ یضمن وان مستور الحال یومر بالصلح عمادیۃ اور بعضون نے کہا کہ اگر اجیر مشترک دیندار نیکوکار ہو تو اُسپر تاوان نہین اور اُسکے برخلاف ہو یعنے فاسق بیباک ہو تو تاوان اُسپر ہی اور اگر اُسکی نیکوکاری اور بدکاری کا حال مخفی ہو تو صلح کا حکم ہو کذا فی العمادیۃ قلت وہل یجبر علیہ حرر فی تنویر البصائر نعم کمن تمت مدتہ فی وسط البحر او البریۃ تبقی الاجارۃ بالجبر میں کہتا ہون اور صلح پر کیا زبردستی کیجاے یا نہین تنویر البصائر مین تحریر کی ہی کہ ہان زبردستی ہوگی صلح پر مانند اُس شخص کے کہ اُسکی مدت اجارہ پوری ہوگئی سمندر کے درمیان یا جنگل کے بیچ تو اجارہ باقی رکھا جاویگا زبردستی ہم طحطاوی نے کہا کہ منح الغفار مین مذکور ہی کہ زبردستی صلح کے قائل یعنی ظہیر الدین نے اپنے اس قول کو ترک کیا ہی اور علامہ سمرقندی کا فتوی جواز صلح پر ہی بلا جبر ویضمن ما ہلک بعملہ کتخریق الثوب من دقہ وزلق الحمال وغرق السفینۃ من مدہا ان جاوز المعتاد ضمن الکل وان لم یجاوز فلا یضمن لانہ مأذون فیہ بخلاف الحجام ونحوہ کما یاتی عمادیۃ اور اجیر مشترک پر اُسکا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہوگیا اُسکے عمل سے جیسے پھاڑنا کپڑے کا دھوبی وغیرہ کے کوٹنے سے اور پاؤن رپٹنا حمال کا اور ڈوبنا ناؤ کا ملاح کے کھینچنے سے خواہ مکان متعارف سے بڑھا ہو برخلاف حجام وغیرہ کے چنانچہ آگے مذکور ہوگا کذا فی العمادیۃ ہم غرق کشتی مین کھینچنے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر کشتی آندھی یا موج یا اُسپر کوئی چیز گرنے یا پہاڑ کی ٹکر سے غرق ہوگی تو امام کے نزدیک تاوان نہ لازم ہوگا والفرق فی الدرر وغیرہا علی خلاف ما بحثہ صدر الشریعۃ فتامل اور دھوبی وغیرہ اور حجام وغیرہ کا فرق درر وغیرہا مین صدر الشریعۃ کے برخلاف بحث کے مذکور ہی سو تامل کر ہم حاصل تقریر درر یہ ہی کہ کپڑے کی مضبوطی اور باریکی سے دھوبی اپنی عقل سے دریافت کرسکتا ہی کہ کپڑا متحمل کوٹنے کا ہی یا نہین لہذا اُسکے فعل مین سلامتی شرط ہوئی بخلاف فصد اور حجامت کے کہ وہ قوت طبیعت اور ضعف پر مبنی ہی تو حجام اور فصاد اُسکو دریافت نہین کرسکتا لہذا اُسکے فعل مین سلامتی شرط نہین صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ مین کہا ہی جو فقہا نے کہا ہی کہ جو اجیر کے فعل سے تلف ہو تو اُسپر تاوان ہی مین کہتا ہون لائق یہ ہی کہ اُسکے فعل سے وہ فعل مراد ہو جسمین مقدار معتاد سے تجاوز واقع ہوگیا ہو چنانچہ حجام کے

عمل مین عدم تاوان سے عدم تجاوز عن المعتاد مراد ہی لکن قوی القہستانی قول صدر الشریعۃ فتنبہ لیکن قہستانی نے صدر الشریعۃ کے قول کی تقویت کی ہی محیط
وغیرہ کا قول نقل کرکے تو خبردار رہنا ہم شارح نے اس تنبیہ سے اشارہ کیا کہ اس مسئلہ مین اختلاف ہی اور جو قہستانی مین محیط وغیرہ سے منقول ہی وہ آسانتر
اور لائق تر بشریعت ہی کذا فی الطحطاوی وفی المنیۃ ہذہ اذا لم یکن رب المتاع او وکیلہ فی السفینۃ فان کان لا یضمن اذا لم یتجاوز المعتاد لان محل العمل غیر
مسلم الیہ اور منیہ مین ہی کہ یہ یعنی کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اُسوقت ہی جبکہ اسباب کا مالک یا اُسکا وکیل کشتی مین موجود نہو اور اگر موجود ہو
تو ملاح پر ضمان نہوگا جبکہ وہ حد معتاد سے متجاوز نہوگیا ہو اسواسطے کہ عمل کا محل ملاح کیطرف غیر مسلم ہی یعنی فقط اجیر ہی وہان نہین بلکہ صاحب متاع یا وکیل اُسکا
بھی وہان ہی تو قصور فقط اُسیکی طرف منسوب نہوگا وفیہا حمل رب المتاع متاعہ علی الدابۃ ورکبہا فساقہا المکاری فعثرت وفسد المتاع لا یضمن اجماعا اور منیہ مین ہی
کہ اسباب کے مالک نے اپنا اسباب جانور پر رکھا اور اُسپر سوار ہوا پھر اُسکو کرایہ کرنے والے نے ہانکا اور وہ ٹھوکر کھاکر گر پڑا اور اسباب تباہ ہوگیا تو اُسپر تاوان
نہین بالاتفاق یعنی اسواسطے کہ محل عمل اُسی کیطرف مسلم نہین قلت وقدمنا عن الاشباہ معزیا للزیلعی ان الودیعۃ باجر مضمونۃ فلیحفظ مین کہتا ہون ہمنے
اشباہ سے بنسبت زیلعی مقدم ذکر کیا ہی کہ ودیعت بعوض اجرت کے لازم الضمان ہوجاتی ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کی مناسبت اسمقام
مین مجکو معلوم نہین ہوتی ولا یضمن بہ بنی آدم ممن غرق فی السفینۃ او سقط عن الدابۃ وان کان بسوقہ او قودہ لان الآدمی لا یضمن بالعقد بل بالجنایۃ
ولا جنایۃ لاذنہ فیہ جو آدمی ناؤ مین ڈوب گئے اُسکا تاوان یعنی دیت لازم نہین ہوتی ملاح پر ہر طرح خواہ آدمی صغیر ہو یا کبیر بقول صحیح کذا فی الزیلعی یا آدمی گر پڑا
جانور سے تو تاوان نہین اگرچہ مکاری کے جانور ہانکنے یا کھینچنے سے گر گیا ہو اسواسطے کہ آدمی کا خونبہا عقد سے لازم نہین ہوتا بلکہ جنایت سے لازم ہوتا ہی اور
یہان جنایت نہین اسواسطے کہ اُسکا اذن ہی اسمین یعنی کشتی چلانے اور جانور کے ہانکنے مین وان انکسر دن فی الطریق ان شاء المالک ضمن الحمال قیمتہ فی
مکان حملہ ولا اجر او فی موضع الکسر واجرہ بحسابہ اور اگر مٹکا راہ مین ٹوٹ پھوٹ گیا اگر مالک چاہے حمال سے تاوان لے اُس قیمت کا جو مٹکے کی قیمت ہی حمل کے
مکان مین اور اُسکو اجرت نہ دے یا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا تاوان لے اور راہ کے حساب کے موافق اُسکی اجرت دے یعنی اگر نصف راہ چلا گیا ہو تو نصف اجرت
اور اگر ربع راہ چلا ہو تو ربع اجرت دے وہذا لو انکسر بصنعہ والا بان زاحمہ الناس فانکسر فلا ضمان خلافا لہما اور یہ تاوان اُسصورت مین ہی اگر مٹکا اُسکے فعل اور کرتب سے
ٹوٹا اور اگر ایسا نہو یعنی لوگون نے اُسپر ہجوم کیا ہو پھر وہ ٹوٹ گیا ہو تو حمال پر تاوان نہین بخلاف صاحبین کے صاحبین نے کہا ٹوٹنے کے مقام کی قیمت کا
تاوان واجب ہی اور اجرت اُسکی لازم ہی اور مالک کو اختیار مذکور نہین ہی کذا فی الطحطاوی ولا ضمان علی حجام وبزاغ ای بیطار وفصاد لم یجاوز الموضع المعتاد
اور تاوان نہین حجام پر یعنی پچھنے لگانیوالے پر اور سلوتری پر اور آدمیونکی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہین کر گیا ہم یعنی جسنے موضع مقرری سے
پچھنے لگائے اور نشتر زنی مین تجاوز نہین کیا اور آدمی یا جانور تلف ہوگیا تو حجام یا جراح پر تاوان نہین فان جاوز المعتاد ضمن الزیادۃ کلہا اذا لم
یہلک المجنی علیہ پھر اگر جراح وغیرہ مکان معتاد سے بڑھ گیا یعنی بے موقع اپنے نشتر لگایا تو پوری زیادت کا اُسپر تاوان لازم ہوگا جبکہ شخص زخمی ہلاک
نہوگیا ہو ہم طحطاوی نے کہا تاوان زیادت کا طریقہ بیان نہ کیا اور شاید کہ سلوتری مین یہ مراد ہو کہ جانور کی قیمت مقرر کیجاے زخم ماذون کے ساتھ پھر اُسکی
قیمت لیجاے زخم زائد کے ساتھ اور اسیطرح غلام کی فصد اور حجامت مین دونون طرح قیمت ٹھہرائی جاے اور اگر آزاد ہو تو وہ غلام ٹھہرایا جاے بکیفیت متقدمہ
واللہ اعلم وان ہلک ضمن نصف دیۃ النفس لتلفہا بماذون فیہ وغیر ماذون فیہ فینصف اور اگر زخمی مر گیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اُسپر لازم ہوگا
اسواسطے کہ جان کی ہلاکی ہوئی دو فعل سے ایک ماذون دوسرا غیر ماذون تو تاوان نصفا نصف ہوگا یعنی مالک کا اذن یہ تھا کہ موضع معتاد مین مثلاً
نشتر لگایا جاے پھر جب موضع معتاد سے زیادہ ہوگیا تو یہ غیر ماذون ہی پھر جب دونون فعل سے ہلاکی ہوئی تو ماذون کا حصہ ساقط ہوگیا اور غیر ماذون کا تاوان
لازم ہوا ثم فرع علیہ بقولہ فلو قطع الختان الحشفۃ وبرئ المقطوع تجب علیہ دیۃ کاملۃ لانہ لما برئ کان علیہ ضمان الحشفۃ وہی عضو کامل کاللسان

پھر مصنف نے قول سابق پر تفریع اپنے اس قول سے کی تو اگر ختنہ کرنیوالے نے سپاری کاٹ ڈالی اور شخص مقطوع چنگا ہوگیا تو جراح پر پوری دیت یعنے خونبہا
پورا واجب ہوا اسواسطے کہ جب وہ اچھا ہوگیا تو اسپر سپاری کا تاوان واجب ہوا اور سپاری عضو کامل ہے زبان کے مانند ہم عضو کامل ہے یعنی عضو مقصود
ہے جسکا ثانی نہیں نفس مین تو اسکا بدل مقدر بدل نفس ہوگا چنانچہ قطع لسان مین ہے رازی نے کہا یہ عجیب مسئلہ ہے کہ حصول صحت مین تو اکثر واجب
ہوا اور ہلاکت مین اقل کذا فی الطحطاوی وان مات فالواجب علیہ نصفہا لحصول تلف النفس بفعلین احدہما ماذون فیہ وہو قطع الجلدۃ والآخر غیر ماذون
فیہ وہو قطع الحشفۃ فیضمن النصف اور اگر مختون مرگیا تو جراح پر نصف خونبہا واجب ہے بسبب حاصل ہونے ہلاکی جان کے دو فعلون سے ایک فعل تو
وہ ہے جسمین اذن تھا یعنی کھال کا کاٹنا اور دوسرا فعل وہ ہے جسمین اذن نہین یعنی سپاری کاٹ ڈالنا تو جراح پر اس سبب سے نصف تاوان یعنے
نصف دیت لازم ہوگی ولو شرط علی الحجام او نحوہ العمل علی وجہ لا یسری لا یصح لانہ لیس فی وسعہ الا اذا فعل غیر المعتاد فیضمن عمادیہ اور اگر حجام وغیرہ سے اس طرح
کا عمل مشروط ہوا جو تلف کی طرف نہ پہونچاوے تو یہ شرط صحیح نہین اسواسطے کہ یہ بات اسکے اختیار اور قابو مین نہین مگر جبکہ فعل غیر معتاد کریگا تو تاوان دیگا کذا
فی العمادیہ وفیہا سئل صاحب المحیط عن فصاد قال لہ غلام او عبد افصدنی ففصدہ فصدا معتادا فمات بسببہ قال تجب دیۃ الحر وقیمۃ العبد علی عاقلۃ الفصاد لانہ خطاء
اور عمادیہ مین ہے کہ صاحب محیط سے اس فصاد کا حکم پوچھا گیا جس سے نابالغ آزاد یا غلام نے کہا کہ میری فصد کھول سو اُسنے فصد معتاد کھولی پھر اسکے سبب سے
وہ مرگیا صاحب محیط نے جواب دیا کہ آزاد کا خونبہا اور غلام کی قیمت فصاد کی حمایت والی برادری پر واجب ہوگی اسواسطے کہ یہ قتل خطا کی راہ سے ہے یعنی اسواسطے
کہ اُسنے قتل کا قصد نہین کیا بسبب عدم مجاوزت فعل معتاد کے وسئل عمن فصد نائما وترکہ حتی مات من السیلان قال یجب القصاص اور صاحب محیط سے اس
فصاد کے حکم کا سوال ہوا جسنے سوتے آدمی کی فصد کھولی اور اسکو چھوڑا بلا بندش زخم بہا نتک کہ وہ مرگیا خون کے بہنے سے جواب دیا کہ فصاد پر قصاص واجب ہے
یعنے اسواسطے کہ پھاڑ نیوالی چیز سے اسکو قتل کیا والثانی وہو الاجیر الخاص ویسمی اجیر وحد اور مزدور کی دوسری قسم اجیر خاص ہے اور اسکو اجیر وحد بھی کہتے ہین
یعنی ایک شخص کا اجیر وہو من یعمل لواحد عملا موقتا بالتخصیص اور اجیر خاص وہ ہے جو ایک مستاجر کا عمل موقت کرے تخصیص کے ساتھ قہستانی نے کہا
کہ اگر چند شریکون نے اپنی مشترک مجموع بکریان چرانے کیواسطے ایک شخص کو بعقد واحد مقرر کیا اس شرط پر کہ ہمارے سوا اور کسی کی بکریان نہ چراوے تو وہ بھی
اجیر خاص ہے اور اسیطرح بزازیہ اور محیط مین ہے تو معلوم ہوا کہ مستاجر واحد عام ہے حقیقی ہو یا حکمی اور عمل موقت کی قید اسواسطے لگائی تاکہ وہ اجیر نکل جاوے جو ایک
مستاجر کا کام کرے بلا توقیت چنانچہ خیاط جبکہ ایک شخص کا کپڑا سیوے اور سینے کی مدت مذکور نہوا اور تخصیص کی قید سے وہ اجیر خارج ہوگیا جو ایک شخص کا کام کرے مدت
مقرر کرکے اور مستاجر نے اس سے یہ شرط نہ کی ہو کہ میرے سوا کسی اور کا کام نہ کرنا کذا فی الطحطاوی ویستحق الاجر بتسلیم نفسہ فی المدۃ جوہرہ وان لم یعمل کمن استوجر
شہرا للخدمۃ او شہرا لرعی الغنم المسمی باجر مسمی اور اجیر خاص اجرت کا مستحق ہوتا ہے اپنی ذات کی تسلیم سے یعنی مدت مین حاضر ہونے سے کذا فی الجوہرہ اگرچہ بعد
حاضر ہونے کے کام نکرے مانند اس شخص کے جو ایک مہینہ نوکر ہوا خدمت کے واسطے یا ایک مہینہ معین بکریان چرانے کے واسطے معین درماہہ پر
ہم خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت معتاد کا وظیفہ صبح سے ہے تا وقتیکہ لوگ سوئین عشا کے بعد کذا فی الطحطاوی
بخلاف ما لو اخر المدۃ بان استاجرہ للرعی شہرا حیث یکون مشترکا الا اذا شرط ان لا یخدم غیرہ ولا یرعی لغیرہ فیکون خاصا وتحقیقہ فی الدرر بخلاف اس صورت کے
کہ مستاجر عمل کو اول ذکر کرے اور مدت کو پیچھے ذکر کرے اسطرح کہ اجیر کو اجارہ لے چرانے کے واسطے ایک مہینہ تو اب وہ اجیر مشترک ہوگا مگر جبکہ مستاجر یہ شرط کرے
کہ اجیر کسی کی خدمت نکرے سوا اسکے اور کسی کی بکریان نہ چراوے سوا اسکے تو اس تخصیص سے باوجود تاخیر مدت اجیر خاص ٹھہریگا اور تحقیق اسکی درر مین
ہے ہم درر مین یون مذکور ہے کہ خدمت اور چرانے کا اجیر اسوقت اجیر خاص ہوتا ہے جبکہ عدم خدمت غیر مشروط ہو یا مدت اول مذکور ہو اور بھید اسکا یہ ہے کہ جب مدت پہلے
اول کلام واقع ہوا تو منافع اسکے مستاجر کے واسطے اس مدت مین مخصوص ہوگئے اور غیر کے واسطے منافع کا ہونا بھی ممتنع ہوگیا اور بعد اسکے ذکر خدمت یا چرانے کا

احتمال رکھتا ہے کہ عقد عمل کیواسطے ہو تو وہ اجیر مشترک ہو جاے اور یہ بھی احتمال ہے کہ جو عمل اجیر خاص پہ واجب ہے اُسکا بیان نوع مدت خاص مین منظور ہو اسواسطے کہ اجیر خاص کی مدت کا اجارہ بلا بیان نوع عمل صحیح نہین تو پہلا حکم یعنی مدت کا احتمال سے متغیر نہین ہو سکتا تو وہ اجیر خاص ہی باقی رہیگا جبتک اُسکے خلاف کی تنصیص تعمیم عمل کی شرط سے نہ ہو تو اب تعمیم سے اجیر مشترک ٹھہریگا اور اگر مدت کو پیچھے ذکر کریگا تو اب اجیر مشترک ہوگا بدلیل مذکور انتہے مختصرا ولیس للخاص ان یعمل لغیرہ ولو عمل نقص من اجرتہ بقدر ما عمل فتاوی النوازل اور اجیر خاص کو غیر کے واسطے عمل کرنا جائز نہین اور اگر غیر کا کام کریگا تو اُسکی اجرت سے بقدر اُسکے عمل کے کم کر ڈالا جاے کذا فی فتاوی النوازل وان ہلک فی المدۃ نصف الغنم او اکثر من نصفہ فلہ الاجرۃ کاملۃ ما دام یرعی منہا شیا لما مر ان المعقود علیہ تسلیم نفسہ جوہرۃ وظاہر التعلیل بقاء الاجرۃ لو ہلک کلہا وبہ صرح فی العمادیۃ اور مدت اجارہ مین آدھی یا زیادہ بھیڑ بکریان ہلاک ہوگئین تو اجیر کی پوری مزدوری ثابت ہے جبتک کہ بعض کو اُنمین سے چراوے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ معقود علیہ تسلیم نفس اجیر خاص ہے نہ عمل کذا فے الجوہرہ اور ظاہر تعلیل یہ ہے کہ اجرت پوری باقی ہے اگر سب بکریان ہلاک ہو جائین اور اسکی تصریح کی ہے عمادیہ مین ہم یعنی جب معقود علیہ تسلیم نفس ہوا نہ عمل تو بعض یا کل کا ہلاک ہونا برابر ہے اور یہی قول متون اور زیلعی کے موافق ہے تو یہ قول جوہرہ کی تقلید ہلاک بعض پر مقدم ہے ولا یضمن ما ہلک فے یدہ او بعملہ کتخریق الثوب من دقہ الا اذا تعمد الفساد فیضمن کالمودع اور اجیر خاص تاوان اسکا نہ دے جو اُسکے ہاتھ مین یا اُسکے عمل سے تلف ہو گیا جیسے پھٹنا کپڑے کا اُسکے کوٹنے سے مگر جبکہ وہ قصدًا بگاڑے تو تاوان دے امانت دار کے مانند در صورت تعمد فساد ہم عدم تاوان اُسوقت ہے جبکہ عمل معتاد ہو اور اگر بکری کو ایسا مارے کہ اُسکی کھوپری پھوٹ جاے یا پانون ٹوٹ جاے تو تاوان آویگا اسواسطے کہ ضرب چرانے کی عقد مین داخل نہین ہے چرانا تو للکارنے اور ضرب خفیف سے بھی ہو سکتا ہے ثم فرع علی ہذا الاصل بقولہ فلا ضمان علی ظئر فے صبی ضاع فی یدہا او سرق ما علیہ من الحلی لکونہا اجیر وحد ہمصنف نے اس قاعدہ پر تفریع کی اپنے اس قول سے تو تاوان نہین دایہ پر اُس لڑکے مین جو اُسکے پاس ضائع ہو گیا یا جو زیور اُسپر تھا وہ چوری گیا اسواسطے کہ دایہ اجیر خاص ہے ہم اجیر خاص اُسوقت ہے جبکہ مستاجر کے گھر رہتی ہو اور اگر اپنے گھر لڑکے کو لیگئی ہو تو اجیر مشترک ہے یہی قول صحیح ہے کذا فے الاتقانی وکذا لا ضمان علی حارس السوق وحافظ الخان اور اسیطرح تاوان نہین بازار کے چوکیدار اور مسافر خانہ کی محافظت کرنیوالے پر ہم چوکیدار اور محافظ فقیہ ابو جعفر کے نزدیک اجیر خاص ہے اور صاحب محیط کے نزدیک اجیر مشترک ہے لیکن ذخیرہ مین ہے کہ اول قول پر فتوی ہے کذا فے الحموی عن البرجندی وصح ترديد الاجر بالترديد فے العمل کان خاطہ فارسیا فبدرہم او رومیا فبدرہمین اور اجرت کی تردید صحیح ہے عمل مین تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون کہنا کہ اگر تو قبا کو مثلا بطور فارسیون کے سیے گا تو ایک درم اجرت ہے اور اگر تو رومیون کے طرز پہ سیے گا تو دو درم اجرت ہے ہم تردید اسواسطے صحیح ہوئی کہ مستاجر نے عمل کی دو معین قسمون کو ذکر کیا اور ہر ایک کی اجرت علیحدہ بیان کردی تو جہالت باقی نہ رہی وزمانہ فی الاول کذا بخط المصنف ملحقا ولم یشرحہ وسیتضح اور زمان عمل کی تردید صحیح ہے اول مین اسیطرح ہے مصنف کے خط سے متن کے ساتھ ملحق اور مصنف نے اس قول کی منح الغفار مین شرح نہین کی اور تردید زمانی کا مطلب آگے واضح ہوگا یعنی قولہ و الحل کی شرح مین ہم یعنی قولہ وزمانہ فی الاول منح الغفار مین داخل نہین لیکن نسخہ متن مین داخل ہے بخط مصنف قال شیخنا الرملی ومعناہ یجوز فے الیوم الاول دون الثانی کان خاطہ الیوم فبدرہم او غدا فبنصفہ ہمارے استاد رملی نے کہا کہ وزمانہ فی الاول کا مطلب یہ ہے کہ تردید جائز ہے پہلے دن مین نہ دوسرے دن مین چنانچہ مستاجر کا خیاط سے یون کہنا کہ اگر تو نے آج کے دن قبا سی تو ایک درم مزدوری ہے یا کل کے دن سی تو نصف درم مزدوری ہے ومکانہ کان سکنت ہذہ فبدرہم او ہذہ فبدرہمین اور مکان عمل مین تردید صحیح ہے چنانچہ موجر کا مستاجر سے یون کہنا کہ اگر اس گھر مین تو رہیگا تو ایک درم کرایہ ہے یا اس دوسرے گھر مین رہیگا تو دو درم کرایہ ہے والعامل کان سکنت عطارا فبدرہم او حدادا فبدرہمین اور تردید صحیح ہے عمل کرنیوالے مین چنانچہ موجر کا یون کہنا مستاجر سے کہ اگر تو اس گھر مین عطار کو رکھیگا تو ایکدرم کرایہ ہے یا لوہار کو رکھیگا تو دو درم کرایہ ہے والمسافۃ کان ذہبت للکوفۃ فبدرہم او للبصرۃ فبدرہمین اور تردید صحیح ہے مسافت مین چنانچہ مستاجر کا یون کہنا اجیر سے کہ اگر تو

کوفہ تک گیا تو ایک درہم اجرت ہے یا بصرہ تک گیا تو دو درہم اجرت ہے والحمل کان حنطۃ شعیرا فبدرہم او برا فبدرہمین اور یہ جیسا لادنے مین تردید صحیح ہے جیسا کہ
یون کہنا حال ہے کہ اگر تو جو لادیگا تو ایک درہم اجرت ہے یا گیہون لادیگا تو دو درہم وکذا الخیرۃ بین ثلثۃ اشیاء اور اسی طرح تردید صحیح ہے عمل و زمان اور
مکان عمل و عامل و مسافت اور حمل مین اگر اسکو اختیار دے تین چیزون مین ولو بین اربعۃ لم یجز کما فی البیع اور اگر چار چیزین اختیار دے تردید سے
تو جائز نہین جیسے بیع مین چار چیز کی تخییر صحیح نہین ویجب اجر ما وجد ای تحقق فانی تخییر الزمان فیجب بخیاطتہ فی الاول ما سمی وفی الغد اجر المثل لا یزاد علی درہم ولا ینقص
فلا یزاد علی نصف درہم وفیہ خلافہما اور تردیدات مذکورہ مین سے جو چیز پائی جائیگی اسکی اجرت واجب ہوگی سوائے تخییر زمانی کے سو پہلے دن کی دوخت
مین اجر مسمی واجب ہوگا اور دوسرے دن کی دوخت مین وہ اجرت مثل جو درہم سے زیادہ نہو واجب ہوگی اور اگر قبا کو پرسون سیئے گا تو اسکی اجرت
مثل نصف درہم سے زیادہ نہوگی اور تخییر زمانی مین صاحبین کا خلاف ہے صاحبین کے نزدیک تخییر زمانی مین دونون شرطین صحیح ہین تو مثال مذکور مین اول دن کی دوخت
مین ایک درہم اور دوسرے دن کی دوخت مین نصف درہم واجب ہوگا اور زفر کے نزدیک دونون شرطین صحیح نہین اور اقوال ثلثہ کے دلائل لمبی چوڑی ہین کہ
ہین بنی المستاجر تنورا او دکانا عبارۃ الدرر او کانونا فی الدار المستاجرۃ واحترق بعض بیوت الجیران او الدار لا ضمان علیہ مطلقا سواء بنی باذن
رب الدار ام لا اجارہ کے گھر مین مستاجر نے تنور یا دکان بنائی اور ہمسایون کے بعضے مکانات یا پورا گھر جلگیا تو مستاجر پر ہر طرح تاوان نہین خواہ اسنے صاحب خانہ
کے اذن سے تنور وغیرہ بنایا ہو یا بلا اذن شارح نے کہا درر کی عبارت مین کانون یعنی بھٹی بجائے دکان مذکور ہے کانون احتراق کے مناسب ہے بخلاف دکان
لیکن اگر دکان سے لہار یا شیشہ گر کی دکان مراد لیجیے تو مناسبت ممکن ہے الا ان یجاوز ما یصنعہ الناس فی وضعہ او ایقادہ اور مثلہا فی التنور والکانون
مستاجر مذکور پر تاوان نہین مگر یہ کہ جسطرح لوگ تنور بناتے ہین اور رکھتے ہین اسنے مستاجر زیادتی کرے اسکی وضع مین اور آگ جلانے مین کہ ویسی آگ نہ جلائی
جاتی ہو تنور اور بھٹی مین تو اب تاوان لازم ہوگا استاجر حمارا فضل عن الطریق ان علم انہ لا یجدہ بعد الطلب لا یضمن کذا راع من قطیعۃ شاۃ فخاف
علی الباقی الہلاک ان تبعہا لانہ انما ترک الحفظ بعذر فلا یضمن کدفع الودیعۃ حال الغرق مثلا گدھا کرایہ لیا سو وہ راہ سے گم ہو گیا اگر مستاجر جانے یعنی ظن غالب
کہ اسکو نہ پاویگا تلاش کرنے کے بعد تو اسپر تاوان نہین اسیطرح وہ چرانے والا جسکی ریوڑ سے مثلا دنبہ نکل بھاگا سو چرانے والا ڈرا کہ اگر اسکا پیچھا کریگا تو باقی
جانور تلف ہو جائینگے تو اسپر تاوان نہین اسواسطے کہ اسنے تو محافظت عذر سے چھوڑی جیسے ودیعت کا دینا غیر شخص کو ڈوبنے کے وقت ہے یعنی ہر چند مودع پر حفاظت
ودیعت کی بذات خود لازم ہے لیکن بعذر غرق دوسرے کو دینا جائز ہے تو عذر سے ترک حفاظت موجب ضمان نہین وقالا ان کان الراعی مشترکا ضمن اور صاحبین
نے کہا کہ اگر چرانیوالا اجیر مشترک ہو تو تاوان دے ولو خلط الغنم ان امکنہ التمییز لا یضمن والقول لہ فی تعیین الدواب انہا لفلان اور اگر چرانے والے نے لوگون کی بھیڑ
بکریان ملا دالین اگر اسکو جدا کردینا اسکا ممکن ہو تو اسپر تاوان نہین اور جانورون کے معین کردینے مین اسی کا قول مقبول ہے کہ یہ جانور فلانے شخص کا ہے
وان لم یمکنہ ضمن قیمتہا یوم الخلط والقول لہ فی قدر القیمۃ عمادیہ اور اگر اسکو جدا کر دینا ممکن نہ ہو تو تاوان دے اس قیمت کا جو ملانے کے دن مین اس جانور کی قیمت
ہو اور مقدار قیمت مین چرانے والے کا قول مقبول ہوگا کذا فی العمادیہ ولیس للراعی ان ینزی علی شیء منہا بلا اذن ربہا فان فعل فعطبت ضمن وان نزی بالفعل
فلا ضمان جوہرہ اور چرانے والے کو جائز نہین چڑھانا نر کا مادہ پر بدون اذن مالک کے پھر اگر ایسا کریگا اور جانور تلف ہوگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اگر نر خود چڑھا مادہ
پر بلا فعل راعی کے تو اسپر ضمان نہین کذا فی الجوہرہ یعنی اسواسطے کہ اسکی مراعات راعی کو ممکن نہین کذا فی الحدادی ولا یسافر بعبد استاجرہ للخدمۃ لمشقتہ اور
مستاجر سفر مین نہ لیجائے اس غلام کو جسکو اسنے خدمت کے واسطے چاکر رکھا سفر کی مشقت کے سبب سے یعنی سفر کی خدمت زیادہ تر شاق ہے حضر کی خدمت سے
الا بشرط لان الشرط املک علیک ام لک مگر سفر مین لیجانے کی شرط سے البتہ ساتھ لیجانا درست ہے اسواسطے کہ شرط تیری مضرت یا منفعت کے واسطے زیادہ تر
مملوکیت یا مالکیت کا سبب ہے یعنی شرط مشروع کے پورا کرنے مین آدمی کو چارہ نہین نفع ہو اسمین یا نقصان وکذا لو عرف بالسفر لان المعروف کالمشروط اور اسیطرح اگر

مستاجر کا سفر میں جانا معلوم ہو تو غلام مذکور کا سفر مین لیجانا درست ہی اسواسطے کہ معروف مشروط کے مانند ہی ھ معلوم ہونیکی صورت یہ ہی کہ اجارہ کے وقت
وہ شخص سفر کا سامان کرتا ہو کذا فی الزیلعی بخلاف العبد الموصی بخدمتہ فان لہ ان یسافر بہ مطلقا لان مؤنتہ علیہ بخلاف اُس غلام کے
جسکی خدمت کرنیکی مولی نے موصی لہ کے واسطے وصیت کی ہو تو اُسکو غلام کا سفر مین لیجانا درست ہی ہر طرح خواہ سفر مین لیجانیکی شرط ہوئی ہو یا
نہ ہوئی ہو اسواسطے کہ اُسکا خرچ موصی لہ پر ہی بخلاف غلام اجیر کہ اُسکا خرچ مولی پر ہی نہ مستاجر پر ولو سافر المستاجر بہ فہلک ضمن قیمتہ لانہ غاصب
ولا اجر علیہ وان سلم لان الاجر والضمان لایجتمعان وعند الشافعی لہ اجر المثل اور اگر مستاجر غلام کو سفر مین لے گیا پھر غلام مر گیا تو اُسکی قیمت کا تاوان اُسپر لازم
ہوگا اسواسطے کہ مستاجر بلا شرط لیجانے سے غاصب ہوگیا اور اُسپر اجرت واجب نہ ہوگی باوجود تسلیم اسواسطے کہ اجرت اور تاوان مجتمع نہین ہوتے اور امام
شافعی کے نزدیک اُسکے واسطے اجرت مثل ہی ولا یسترد مستاجر من عبد او صبی محجور اجرا دفعہ الیہ لاجل عملہ لعودہا بعد الفراغ صحیحۃ استحسانا اور مستاجر
غلام یا صغیر ممنوع التصرف سے وہ اجرت پھیر نہ لے جو اُسنے اُسکو دی اُسکے عمل کی جہت سے اسواسطے کہ اجارہ فراغ عمل کے بعد صحیح ہوگیا بطور استحسان کے ھ وہ
غلام اور صغیر مراد ہی جسنے بلا اذن مولی اور ولی کے آپ نوکری کی اور اجرت سے اجرت مثل مراد ہی کذا فی الطحطاوی ولا یضمن غاصب عبد ما اکل الغاصب
من اجرۃ الذی آجر العبد نفسہ بہ لعدم تقومہ عند ابی حنیفۃ اور تاوان نہ دے گا وہ غاصب غلام کا جسنے اُس غلام مغصوب کی اجرت کھائی جس نے اپنی
ذات کا اجارہ کیا اجرت ٹھہرا کے بسبب نہ متقوم ہونے اجرت کے امام اعظم کے نزدیک ھ تاوان لازم آتا ہی مال محرز متقوم کے اتلاف سے اور یہ مال
محرز نہین اسواسطے کہ غاصب نہ مولی ہی غلام کا اور نہ اُس کا نائب اور غلام اپنے اختیار مین نہین بلکہ وہ غاصب کے تصرف مین ہی تو وہ مال معصوم
نہ ٹھہرا اور صاحبین کے نزدیک تاوان ہی اسواسطے کہ غاصب نے پرایا مال بلا اذن بلا تاویل تلف کیا کذا فی الزیلعی کما لا یضمن اتفاقا لو اجرہ الغاصب
لان الاجر لہ لا للمالک چنانچہ غاصب پر تاوان نہین باتفاق حنفیہ و ائمہ ثلثہ اگر غلام کو غاصب اجارہ دے اسواسطے کہ اب اجرت غاصب کی ہوگی نہ غلام
کے مالک کی ھ اجر مسمی غاصب لیگا اور غاصب پر مالک کے واسطے اجرت مثل لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی وجاز للعبد قبضہا لو آجر نفسہ لا لو آجرہ
المولی الا بوکالتہ لانہ العاقد عنایہ اور غلام کو اجرت کا قبض کرنا جائز ہی اگر اُسنے آپ اجارہ کیا ہو نہین جائز ہی غلام کا قبض کرنا اگر مالک نے اُس کا
اجارہ کیا ہو مگر مالک کی وکالت سے قبض جائز ہی اسواسطے کہ پہلی صورت مین عاقد غلام ہی اور دوسری مین عاقد مولی ہی کذا فی العنایہ فلو وجدہا مولاہ
قائمۃ فی یدہ اخذہا لبقاء ملکہ کمسروق بعد القطع پھر اگر غلام کا مالک غلام کی اجرت کو غاصب کے پاس موجود پاوے تو اُسکو لے بسبب باقی رہنے مالک کی
ملک کے مال مسروق کے مانند قطع ید کے بعد ھ جیسے وہ مال متقوم نہین لیکن مالک کی ملک اسمین ہنوز باقی ہی لہذا اُسکو مالک لیگا کذا فی الزیلعی
استاجر عبدا شہرین شہرا باربعۃ وشہرا بخمسۃ صح علی الترتیب المذکور حتی لو عمل فی الاول فقط فلہ اربعۃ وبعکسہ خمسۃ دو مہینے کو اجارہ لیا غلام کا ایک
مہینے کی اجرت چار درم اور دوسرے مہینے کی اجرت پانچ درم تو صحیح ہی ترتیب مذکور پر تو اگر اول مہینے مین فقط عمل کرے گا تو چار درم پاویگا اور دوسرے
مہینے مین پانچ درم اختلفا الاجیر والمستاجر فی اباق العبد او مرضہ او جری ماء الرحی حکم الحال فیکون القول قول من شہد لہ الحال
مع یمینہ موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا غلام کے بھاگنے یا اُسکی بیماری مین یا پن چکی کے پانی جاری ہونے مین تو حال حکم اور پنچ فیصلہ کرنیوالا
ہوگا یعنی قول اُسی کا معتبر ہوگا جسکے قول کا شاہد ظاہر حال ہوگا اُسکی قسم کے ساتھ کما یحکم الحال لو باع شجرا فیہ ثمر واختلفا فی بیعہ
ای الثمر معہا ای الشجر فالقول قول من فی یدہ الثمر جس طرح حال حکم ہوتا ہی اگر درخت بیچا جس مین پھل لگے ہین اور بائع اور مشتری پھل
کی بیع مین مختلف ہین درخت کے ساتھ تو مقبول قول اُسکا قول ہی جسکے ہاتھ اور قبض مین پھل ہو والاصل ان القول لمن شہد لہ الظاہر
اور اسکا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ اُس شخص کا قول مقبول ہی جس کے واسطے ظاہر حال گواہی دے وفی الخلاصۃ انقطع ماء الرحی سقط من الاجر

بحساب دونوں عادت اور خلاصہ میں ہے کہ پن چکی کا پانی بند ہو گیا تو اسکے حساب کے موافق اجرت ساقط ہو گی اور اگر پانی پھر جاری ہو گا تو اجارہ پھر آ دے گا ولو اختلفا في قدر الانقطاع فالقول للمستأجر وفي نفسه حكم الحال اور اگر دونوں نے اختلاف کیا پانی کی مقدار انقطاع میں تو مستاجر کا قول مقبول ہے اور اگر خود پانی میں اختلاف ہوا تو ظاہر حال حکم کرے گا والقول قول رب الثوب بيمينه في القميص والقباء والحمرة والصفرة وكذا في الاجر وعدمه اور کپڑے کے مالک کا قول مقبول ہے قسم کے ساتھ قمیص و قبا میں اور سرخی اور زردی میں اور اسی طرح اجرت اور عدم اجرت میں یعنی مالک تو کہتا ہو کہ میں نے قمیص سلایا تھا اور خیاط کہتا ہو کہ قبا سلائی تھی تو مالک ہی کا قول قسم کے ساتھ مسموع ہوگا یا مالک کہتا ہو کہ سرخ رنگ کو میں نے کہا تھا اور رنگریز کہتا ہو کہ زرد کو کہا تھا تو مالک ہی کا قول مقبول ہوگا اور اسی طرح اجرت اور عدم اجرت میں مالک ہی کی بات مسموع ہے وقال ابو یوسف ان كان المعاملة بينهما فالقول للاجير والا لا اور ابو یوسف نے کہا کہ اگر کاریگر اور مالک ثوب سے اجرت کے ساتھ معاملہ ہوا کرتا ہو تو اسکی مزدوری ثابت ہوگی ورنہ نہیں یعنے اگر مفت اسکو سی دیتا ہو تو اجرت نہیں ہے قيل اي وقال محمد ان كان الصانع معروفا بهذه الصنعة بالاجر وقيام حاله بها اي بهذه الصنعة كان القول قوله بشهادة الظاهر والا فلا وبه يفتى زيلعي اور بعضوں نے کہا یعنی محمد نے کہا کہ اگر کاریگر اس پیشہ کے ساتھ مشہور ہو اجرت لینے میں اور اسکا قیام معاش اسی پیشہ سے ہو تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہ ہو تو اسکا قول مقبول نہ ہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور اسی قول محمد پر فتوی ہے کذا في الزيلعي وهذا بعد العمل اما قبله فيتحالفان اختيار اور یہ یعنی حکم مذکور اسوقت ہے جبکہ اختلاف ہوا عمل کے بعد یعنی سینے اور رنگنے کے بعد مثلاً اور اگر قبل عمل اختلاف ہوا ہو تو مالک اور پیشہ ور دونوں قسمیں کھائیں کذا في الاختيار فروع مسائل متفرقہ شتی کے فعل الاجير في كل الصنائع يضاف لاستاذه فالضمنه يضمنه الاستاذ اختيار سب پیشوں میں مزدور کا کام اسکے استاد کاریگر کی طرف منسوب ہوگا سو جس چیز کو مزدور تلف کرے گا تو اسکا تاوان استاد دوکاندار دیگا کذا في الاختيار يعني مالم يتعد فيضمنه هو عماديه یعنے استاد اسوقت تاوان دے جبتک مزدور کی طرف سے زیادتی اور قصور نہ ہوا ہو اور درصورت قصور مزدور ہی تاوان دے گا کذا في العماديه هم استاد یعنی صاحب دکان خیاط یا رنگریز اجیر مشترک ہے لہذا اسپر تاوان ہے اور مزدور اجیر خاص ہے دکاندار کا لہذا اسپر تاوان نہیں مگر درصورت قصور دیکھو الاشباه ادعى نازل الخان وداخل الحمام وساكن الدار المعدة للاستغلال الغصب لم يصدق والاجر واجب قلت وكذا مال اليتيم على المفتى به قنية اور اشباہ میں ہے کہ سرائے کے اترنے والے اور حمام کے داخل ہونے والے اور جو مکان کہ کرایہ کے واسطے بنا اسکے رہنے والے نے غصب کا دعوی کیا یعنی میں بلا اذن مالک بطور غصب کے رہا ہوں مجھ پر کرایہ واجب نہیں بواسطہ عدم اجارہ تو اسکے قول کی تصدیق نہ ہو گی اور کرایہ واجب ہے میں کہتا ہوں اسی طرح مال یتیم کا حکم ہے یعنے دعوی غصب سے اسکی بھی اجرت ساقط نہیں بقول مفتی بہ قنیہ کا و رسید فيها الاجرة للارض كالخراج على المعتمد فاذا استاجرها للزراعة فاصطلم الزرع آفة وجب ما قبل الاصطلام وسقط ما بعده قلت و هو المعتمد في الولوالجية اور اشباہ میں ہے کہ زمین کی اجرت خراج کے مانند ہے بنابر قول معتمد کے پھر جبکہ زمین اجارہ لی زراعت کے واسطے پھر آفت سماوی یا ارضی نے کھیت برباد کر دیا تو قبل از استیصال کی اجرت واجب ہو گی اور بعد استیصال کی اجرت ساقط ہو گی میں کہتا ہوں اور اسی قول کو معتمد کہا ہے ولوالجیہ میں هم یہ قول ولوالجیہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ اسمیں خراج اور اجرت میں فرق بیان کیا ہے یعنی آفت رسیدگی سے خراج واجب نہیں ہوتا ہے یہی قول معتمد ہے انتہی اور یہ جو کہا کہ بعد استیصال کی اجرت ساقط ہوتی ہے سو قول مفتی بہ کے مخالف ہے اسواسطے کہ محیط میں ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ جب زراعت تلف ہو جانے کے بعد اتنی مدت باقی نہ رہے جسمیں اعادہ زراعت ممکن ہو تو مستاجر پر اجرت واجب نہ ہو گی اور اگر دوبارہ زراعت کرنا ممکن ہو مانند اول کے یا اس سے کمتر تو اجرت واجب ہو گی اور یہی حکم ہے منع غاصب کا کذا في الطحطاوي لكن جزم في الخانية بروايه عدم سقوطه حيث قال اصاب الزرع آفة فهلك او غرق ولم ينبت لزم الاجر لانه تمكنه ولو غرقت قبل ان يزرع فلا اجر عليه اسیطرح لیکن فتاوی قاضی خان میں

عدم سقوط اجرت کی روایت پر اعتماد کیا ہی چنانچہ کہا کہ زراعت پر آفت پڑی سو وہ تلف ہوگئی یا ڈوب گئی اور نہ جمی تو اجرت لازم ہی اسواسطے
کہ مستاجر اُسکو بو چکا اور اگر زمین ڈوب گئی بونے سے پہلے تو مستاجر پر اجرت نہین انتہیٰ م یہ قول محیط کے قول مفتی بہ کے مخالف ہی چنانچہ مذکور ہو چکا واللہ اعلم

باب فسخ الاجارۃ

یہ باب ہی فسخ اجارہ کے احکام مین تفسخ بالقضاء او الرضی بخیار شرط ورویۃ کالبیع خلافا للشافعی اجارہ فسخ کیا جاتا ہی حاکم کے حکم یا رضاے عاقدین
سے بسبب خیار شرط اور خیار رویت کے بیع کے مانند برخلاف امام شافعی م یعنی چونکہ اجارہ عبارت ہی شراء منافع سے لہذا اسمین بیع کے مانند خیار شرط سے
تین دن تک فسخ عقد مین اختیار ہی اور بے دیکھی چیز کا اجارہ اور بعد دیکھنے کے اُسکے فسخ کر ڈالنے کا اختیار ہی لیکن امام شافعی کے نزدیک اجارہ مین خیار شرط
صحیح نہین اور بے دیکھی چیز کا اجارہ درست ہی وبخیار عیب حاصل قبل العقد او بعدہ بعد القبض او قبلہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہی اس عیب کے خیار العیب سے جو
حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبض کے پیچھے یا قبض کے پہلے یفوت النفع بہ صفۃ عیب کخراب الدار وانقطاع ماء الرحی وانقطاع
ماء الارض حصول اس عیب سے اجارہ فسخ کیا جاتا ہی جسکے سبب سے منفعت فوت ہو جاے چنانچہ گھر کا ویران ہو جانا اور پن چکی کا پانی منقطع ہونا اور
زمین مزروعہ کا پانی منقطع ہونا شارح نے کہا یفوت النفع کا جملہ عیب کی صفت ہی وکذا لو کانت تسقی بماء السماء فانقطع المطر فلا اجر خانیہ ای وان لم تنفسخ
علی الاصح کما مر اور اسیطرح اگر زمین سینچی جاتی ہو آسمان کے پانی سے سو مینہ منقطع ہوگیا تو اجرت نہین کذا فی الخانیۃ یعنی قطع بارش سے اجرت ساقط
ہو جاتی ہی اگرچہ بنا بر قول اصح اجارہ فسخ نہین ہو جاتا چنانچہ مذکور ہو چکا خلاصہ سے اس باب سے پہلے م خیار شرط اور خیار رویت اور خیار عیب سے
اجارہ فسخ نہین ہو جاتا ہی لیکن حق فسخ اسنے ثابت ہوتا ہی اور یہی قول اصح ہی اور غیر اصح قدوری اور صاحب تحفہ کا کلام ہی ولہذا مصنف نے تفسخ کہا نہ
تنفسخ وفی الجوہرۃ لو جاء من الماء ما یزرع بعضہا فالمستاجر بالخیار ان شاء فسخ الاجارۃ کلہا او ترک ودفع بحساب ما روی منہا اور جوہرہ مین ہی کہ اگر اتنا پانی
آیا جس سے بعض زمین کی زراعت ہو سکتی ہی تو مستاجر کو اختیار ہی چاہے سب زمین کا اجارہ فسخ کر ڈالے یا چھوڑ دے وہ زمین جہان پانی نہین پہونچا اور جسقدر
زمین سیراب ہوئی ہو اُسکے حساب کے موافق اجرت دے وفی الولوالجیۃ لو استاجرہا بغیر شربہا فانقطع ماء الزرع علی وجہ لا یرجی فلہ الخیار وان
انقطع قلیلاً قلیلا ویرجی منہ السقی فالاجر واجب اور ولوالجیہ مین ہی کہ زمین اجارہ لی بدون شرب یعنی اُس زمین کی آبپاشی کی نوبت اجارہ مین
نہ داخل کی پھر کھیت کا پانی اسطرح پر منقطع ہوگیا کہ اُسکی امید باقی نہین رہی تو مستاجر کو فسخ اجارہ مین اختیار ہی اور اگر تھوڑا تھوڑا پانی
قطع ہو گیا اور اُس قدر سے سینچنے کی امید ہی تو اجرت واجب ہی وفی لسان الحکام استاجر حماماً فی قریۃ ففزعوا ورحلوا سقط الاجر عنہ وان
نفر بعض الناس لا یسقط الاجر اور لسان الحکام مین ہی کہ حمام اجارہ لیا ایک گانون مین سو آدمی وہان کے رہنے سے ڈرے اور وہان سے کوچ کر گئے
تو مستاجر پر سے اجرت ساقط ہو گئی اور اگر گانون کے بعضے آدمی کوچ کر گئے تو اجرت ساقط نہ ہو گی او یخل عطف علی یفوت بہ ای بالنفع بحیث ینتفع
بہ فی الجملۃ کمرض العبد ودبر الدابۃ ای قرحہا وسقوط حائط دار اجارہ فسخ کیا جاتا ہی اُس عیب سے جو منفعت مین خلل ڈالتا ہی اس طرح پر کہ اُس عیب
کے ساتھ کچھ منفعت حاصل ہو سکتی ہی چنانچہ غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ لگ جاتی یعنی اُس مین زخم کا ہونا اور گھر کی ایک دیوار کا گر جانا
وفی التبیین لو انقطع ماء الرحی والبیت مما ینتفع بہ لغیر الطحن فعلیہ من الاجر بحصتہ لبقاء بعض المعقود علیہ فاذا استوفاہ لزمہ حصتہ اور تبیین مین
ہی اگر پن چکی کا پانی منقطع ہوگیا اور پن چکی کی کوٹھری ایسی ہی کہ آٹا پیسنے کے سوا اور نفع اُس سے حاصل ہو سکتا ہی تو مستاجر پر اجرت واجب ہی
اُسکے حصہ کے موافق بسبب باقی رہنے بعض معقود علیہ کے پھر جب وہان کی بود و باش وغیرہ سے مستاجر نفع حاصل کرے گا تو اجرت
بقدر اُسکے حصہ کے اُسپر لازم ہو گی فان لم یخل العیب بہ او ازالہ الموجر او انتفع بالمخل سقط خیارہ لزوال السبب پھر اگر عیب منفعت کا

خلل انداز نہ ہو یا موجر اُس عیب کو زائل کر دے یا مستاجر خلل والی چیز سے نفع حاصل کرے تو اُسکا اختیار فسخ ساقط ہوگا بسبب زائل ہو جانے سبب
فسخ کے ہم عیب غیر مخل چنانچہ نوکر کا کانا ہو جانا یا اُس کے بال جھڑ جانے اور ازالہ عیب کی یہ صورت ہی کہ دار منہدمہ کو موجر جلد تیار کر دے
وعمارة الدار المستاجرة وتطيينها واصلاح الميزاب وما كان من البناء على رب الدار وكذا كل ما يخل بالسكنى اور اجارہ کے
گھر کی مرمت اور اُسکو مٹی لیسنا اور پرنالہ درست کرنا اور جو چیزین قبیل تعمیر کے ہو گھر کے مالک پر ہی اور اسی طرح جو چیز سکونت مین خلل انداز
ہو وہ صاحب خانہ کے ذمہ پر ہی ہم تطیین سے مراد وہ مٹی لیسنا ہی جسکا ترک خلل انداز ہو اور بعضی کتابون مین چھت کی مٹی لیسنی مذکور ہی
كذا في الطحطاوي فان ابى صاحبها ان يفعل كان للمستاجر ان يخرج منها الا ان يكون المستاجر استاجرها وهي كذلك وقد رآها
رضاه بالعيب پھر اگر صاحب خانہ تعمیر وغیرہ سے انکار کرے نہ بنا دے تو مستاجر کو اُس گھر سے نکلنا درست ہی مگر یہ کہ مستاجر نے نادرست گھر دیکھکر
اجارہ لیا ہو تو اب نکلنا جائز نہین بسبب راضی ہو جانے مستاجر کے عیب پر واصلاح بئر الماء والبالوعة والمخرج على صاحب الدار
لكن لا جبر عليه لانه لا يجبر على اصلاح ملكه فان فعله المستاجر فهو متبرع وله ان يخرج ان ابى ربها خانية اى الا اذا رآها كما مر اور کوئین کے پانی
اور نجس پانی کے چہ بچہ اور بدررو کی اصلاح اور درستی گھر کی مالک کے ذمہ پر ہی لیکن اُسپر زبردستی نہین اسواسطے کہ مالک پر مملوک کے درست
کرنے کو زبردستی نہین کیجاتی پھر اگر مستاجر نے اشیاء مذکورہ کو بنا لیا تو وہ محسن بلا عوض ہی اور مستاجر کو اُس گھر سے نکلنا جائز ہی اگر اُسکا مالک امور
مذکورہ کی درستی سے انکار کرے کذا فی الخانیہ یعنے مگر اُس صورت مین نکلنا درست نہین جبکہ اُسنے نادرست گھر دیکھکر اجارہ لیا ہو چنانچہ عنقریب
منکشف ہو چکا وفي الجوهرة وله ان ينفرد بالفسخ بلا قضاء اور جوہرہ مین ہی کہ مستاجر مذکور کو جائز ہی کہ تنہا اجارہ کو فسخ کر دے بلا حکم حاکم ولو استاجر
دارين فسقطت احداهما او تعيبت فله تركهما لو عقد عليهما صفقة واحدة اور اگر دو گھر کو اجارہ لیا سو ایک گھر منہدم یا معیوب ہو گیا تو اُسکو دونون
کا چھوڑ دینا جائز ہی اگر دونون پر ساتھ یکبارگی عقد کیا ہو یعنے اگر جدا جدا عقد ہوا ہو تو ایک گھر کے سقوط سے دوسرا گھر نہین چھوڑ سکتا قلت
وفي حاشية الاشباه معزيا للبناية ان العذر ظاهرا ينفرد وان مشتبها لا ينفرد وهو الاصح مین کہتا ہون اور حاشیہ اشباہ مین بنایہ سے منقول ہی
کہ اگر عذر ظاہر ہو تو مستاجر فسخ اجارہ تنہا بلا حکم حاکم کر سکتا ہی اور اگر عذر مشتبہ ہو تو بلا حکم حاکم فسخ نہین کر سکتا اور یہی قول اصح ہی م اگر عذر
سے فسخ اجارہ کی حاجت ہو تو صاحب عذر فسخ مین منفرد ہی یا قضا یا رضا کی حاجت ہی اسمین روایات مختلف ہین اور قول صحیح یہ ہی کہ اگر عذر
ظاہر ہو تو منفرد ہی اور اگر مشتبہ ہو تو منفرد نہین کذا فی فتاوی قاضیخان ويفسخ بعذر عطف على بخيار شرط لزوم ضرر لم يستحق بالعقد ان بقي العقد
كما في سكون ضرس استوجر لقلعه وموت عرس واختلاعها استوجر طباخ لطبخ وليمتها اور فسخ کیا جاتا ہی اجارہ لزوم ضرر غیر مستحق بالعقد
کے عذر سے اگر عقد باقی رہے یعنے اگر عقد اجارہ کو قائم رکھے تو مستاجر کو وہ ضرر لازم ہو جسکا استحقاق عقد سے ثابت نہین چنانچہ اُس ڈاڑھ کے
درد کا ساکن ہو جانا جسکے اُکھاڑنے کے واسطے اجیر معین کیا اور اُس زوجہ کا مر جانا یا اُسکا خلع کرنا جسکی شادی کے کھانا پکانے کے واسطے باورچی
کو اجیر کیا ہم یعنے جب درد ٹھہر گیا تو ڈاڑھ اُکھاڑنے مین صریح مستاجر کا ضرر ہی اسی طرح زوجہ مردہ یا مختلعہ کے ولیمہ کرنے مین سراسر مال
کا ضائع کرنا ہی تو اس عذر سے فسخ اجارہ درست ہی شارح نے کہا قوله بعذر خیار شرط پر عطف ہی کنز مین مذکور ہی کہ عذر سے مراد عاجز ہو تا ہی
احد العاقدين کا اجارہ قائم رکھنے مین مگر بتحمل ضرر زائد جو عقد سے مستحق نہین وبعذر لزوم دين سواء كان ثابتا بعيان من الناس او ببيان
اى بينة او اقرار والحال انه لا مال له غيره اى غير المستاجر لانه يحبس به فيتضرر الا اذا كانت الاجرة المعجلة تستغرق قيمتها اشباه
اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہی لزوم دین کے عذر سے خواہ دین ثابت ہو لوگون کی دانست سے یا گواہون کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے اور حالانکہ

اُسکا کچھ مال نہین ہی اجارہ والی چیز کے سوا اسواسطے کہ اگر وہ چیز اداے دین کے واسطے نہ بیچی جاے اجارہ کے سبب سے موجر محبوس ہوگا تو
اُسکو ضرر پہونچیگا مگر جبکہ پیشگی دی ہوئی اجرت اُس چیز کی قیمت کے برابر ہو تو اداے دین کے عذر سے اجارہ فسخ نہ ہوگا کذا فی الاشباہ
م یعنی اگر قیمت گھر کی سو درم ہو اور مستاجر نے اُسیقدر اجرت موجر کو پیشگی دی ہو تو انقضاے مدت اجارہ تک صاحب دین انتظار کرے
تو دین کے عذر سے اُسوقت اجارہ فسخ ہوگا جبکہ قیمت زیادہ ہو اجرت سے وبعذر افلاس مستاجر دکان لیتجر اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہی اُس
کرایہ دار کے مفلس ہو جانے سے جسنے دکان اجارہ لی سوداگری کے واسطے یعنی اسواسطے کہ افلاس مین تجارت ممکن نہین وبعذر
افلاس خیاط یعمل لمالہ اذا استاجر عبدا لیخیط فترک عملہ اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہی اُس خیاط کے افلاس سے جو اپنی سوئی اور مقراض سے کام
نہین کرتا بلکہ اپنا مال خرچ کرکے اسطرح کام کرتا ہی کہ غلام کو سینے کے واسطے مزدوری لگاتا ہی سو غلام نے اُس خیاط کا کام چھوڑ دیا اُسکے افلاس
کے سبب سے اور اگر خیاط فقط اپنی سوئی اور مقراض سے کام کرتا ہو تو اُسکا افلاس فسخ اجارہ مین عذر نہین ہی وبعذر بدو مکتری داتبہ من سفر
اور اجارہ فسخ کیا جاتا ہی اس عذر سے کہ جانور کے کرایہ لینے والے کا دل ہٹ گیا سفر کرنے سے م اگر جانور کرایہ لیا بغداد تک پھر اُسکو سفر کرنا بہتر معلوم
نہوا یا حج کے واسطے اونٹ کرایہ کیا پھر اُس سال حج کا ارادہ موقوف رکھا یا وہ شخص بیمار ہو گیا یا سفر سے عاجز ہو گیا تو یہ عذر ہی فسخ اجارہ
کا کذا فی قاضیخان ولو فی نصف طریقہ فلہ نصف الاجر ان استویا صعوبۃ وسہولۃ والا فبقدرہ شرح وہبانیۃ وخانیہ اور اگر نصف راہ مین دل ہٹا سفر
سے تو جانور کے مالک کو نصف کرایہ ملیگا اگر راہ کے دونون نصف سختی اور آسانی مین برابر ہون اور اگر برابر نہون تو بقدر اُسکی زیادتی یا کمی کے ملیگا
کذا فی شرح الوہبانیہ والخانیۃ بخلاف بداء المکاری فانہ لیس بعذر اذ یمکنہ ارسال اجیرہ بر خلاف دل ہٹ جانے مکاری کے کہ وہ فسخ اجارہ کا عذر
نہین ہی اسواسطے کہ مکاری یعنی جانور کے مالک کو اپنے مزدور کا بھیجنا جانور کے ساتھ ممکن ہی و فی الملتقی ولو مرض عذر فی روایۃ الکرخی دون روایۃ
الاصل قلت وبالاول یفتی اور ملتقی مین ہی اور اگر مکاری بیمار ہوا تو وہ عذر ہی کرخی کی روایت مین نہ مبسوط کی روایت مین مین کہتا ہون اور
پہلی روایت یعنی کرخی کی روایت پر فتوے ہی ثم قال ولو استاجر دکانا للعمل للخیاطۃ فترکہ لعمل آخر فعذر پھر صاحب ملتقی نے کہا اور اگر دکان کرایہ کی درخت
کے عمل کے واسطے پھر اُسنے درخت کو چھوڑا دوسرے عمل کے سبب سے تو یہ فسخ اجارہ کا عذر ہی م یہ قول تفصیل فتاوی کبرے کے مخالف ہے
فتاوی عالمگیری مین کبری سے منقول ہی کہ اگر مستاجر دوسرے عمل کے واسطے دکان مین مستعد ہوا تو اُسکو نقض اجارہ درست نہین اور نہین تو
نقض جائز ہی انتہی اور اسی کو شارح ابھی اسکے ولوالجیہ سے نقل کریگا وکذا لو استاجر عقارا ثم اراد السفر انتہی اور اسی طرح کا عذر ہی اگر زمین کو اجارہ لیا
پھر سفر کا ارادہ کیا انتہی ما فی الملتقی وفی القہستانی سفر مستاجر دار للسکنی عذر دون سفر موجرہا اور قہستانی مین ہی سفر کرنا اُس مستاجر کا جس نے
گھر اجارہ لیا رہنے کے واسطے عذر ہی نہ اُسکے موجر کا سفر یعنی صاحب خانہ کا سفر فسخ اجارہ کا عذر نہین ولو اختلفا فالقول للمستاجر یحلف بانہ عزم علے
السفر اور اگر موجر اور مستاجر نے سفر اور عدم سفر مین اختلاف کیا تو مستاجر کا قول مقبول ہی تو وہ یون قسم کھائے کہ اُسنے سفر کا ارادہ کیا ہی وفی
الولوالجیۃ تحولہ عن صنعتہ الی غیرہا عذر وان لم یفلس حیث لم یمکنہ ان یتعاطاہا فیہا اور ولوالجیہ مین ہی پھرنا مستاجر کا اپنے پیشہ سے دوسرے
پیشہ کی طرف عذر ہی فسخ اجارہ دکان کا اگرچہ وہ مفلس نہو گیا ہو جبکہ اُسکو اُس پیشہ کا کرنا دکان مین ممکن نہ ہو یعنے اگر ممکن ہوگا تو عذر نہین وفی
الاشباہ لا یلزم المکاری الذہاب معہا ولا ارسال غلام وانما یجب الاجر بتخلیتہا اور اشباہ مین ہی کہ مکاری کو جانور کے ساتھ جانا لازم نہین اور نہ بھیجنا غلام
کا اور اجرت تو تخلیہ جانور سے واجب ہوتی ہی و بخلاف ترک خیاطۃ مستاجر عبدا لیخیط لیعمل متعلق بترک فی الصرف لامکان الجمع بخلاف
اُس خیاط کے جسنے غلام کو مزدوری لگایا درخت کے واسطے پھر درخت ترک کی تاکہ غلام صرافی کرے تو یہ عذر نہین فسخ کا اسواسطے

الجمع بین العملین ممکن ہو یعنے دونون کام ہو سکتے ہین اسطرح پر کہ دکان کی ایک طرف خیاطی کرے اور دوسری طرف صرافی ھم طحطاوی نے کہا
قولہ بخلاف ترک خیاطۃ الخ ترکیب رکیک المعنی ہو باوجود تتابع اضافات کے تو اگر یون کہتا و بخلاف خیاط استاجر عبدا للخیاطۃ فترکہا لیعمل فی
الصرف) تو واضح تر ہوتا و بخلاف بیع ما آجرہ فانہ اینما لیس بنفذ بدون لحوق دین کما مر و یوقف بیعہ الی انقضاء مدتہا ہو المختار
لکن لو قضی بجوازہ نفذ تمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور برخلاف بیچ ڈالنے موجر کے اُس چیز کو جسکو اُس نے اجارہ دیا کہ وہ بھی عذر فسخ نہین
بدون لاحق ہونے دین کے چنانچہ گذر گیا اور بیع اُس کی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے منقضی ہونے تک اور یہی قول مختار ہو
لیکن اگر قاضی جواز بیع کا حکم دے گا تو نافذ ہوگا اور پورا اسکا بیان شرح وہبانیہ مین ہی وفیہ معزیا للخانیۃ لو باع الآجر المستاجر فاراد المستاجر
ان یفسخ بیعہ لا یملکہ ہو الصحیح ولو باع الراہن للمرتہن فسخہ اور شرح وہبانیہ مین ہو خانیہ سے کہ اگر موجر نے اجارہ کی چیز بیچی اور مستاجر نے چاہا
کہ اُسکی بیع کو فسخ کرے تو وہ اُسپر قادر نہین اور اگر راہن مرہون کو بیچے تو مرتہن کو اختیار ہی کہ اُسکی بیع فسخ کرے ھم لیکن عمادیہ مین فتاوے
صغری سے ہی کہ بیع مرہون کی راہن اور مرتہن کے حق مین نافذ ہی راہن اور مرتہن اُسکو فسخ نہین کر سکتے اجارہ والی چیز کی بیع کے مانند
کذا فی الطحطاوی وتنفسخ بلا حاجۃ الی الفسخ بموت احد العاقدین عندنا لا بجنونہ مطبقا عقد ہا لنفسہ بدون فسخ کرنے کے اجارہ فسخ ہوجاتا ہی
احد العاقدین کی موت سے ہمارے نزدیک نہ اُسکو جنون مطبق ہوجانے سے موت سے وہ اجارہ فسخ ہو جاتا ہی جسکو اپنی خاص ذات کے واسطے
عقد کیا ہو الا لضرورۃ کموتہ فی طریق مکۃ ولا حاکم فی الطریق فتبقی الی مکۃ فیرجع الامر الی القاضی لیفعل الاصلح فیوجرہا لو امینا او یبیعہا بالقیمۃ ویدفع لاجرۃ
الایاب ان برہن علی دفعہا وتقبل البینۃ ہنا بلا خصم لانہ یرید الاخذ من ثمن ما فی یدہ اشباہ احد العاقدین کی موت سے اجارہ فسخ ہوتا ہی لیکن ضرورت
کے سبب سے فسخ نہین ہوتا چنانچہ موجر کا مر جانا مکہ معظمہ کی راہ مین اور وہان راہ مین کوئی حاکم نہین تو اس ضرورت سے تا بلوغ مکہ اجارہ باقی رکھا جائیگا
پھر یہ مقدمہ وہان کے قاضی کے سامنے پیش کیا جاوے تاکہ قاضی جو بہتر ہو سو کرے اس طرح پر کہ جانور اجارہ دے مستاجر کو اگر وہ
امانت دار ہو جانور کو بقیمت بیچ ڈالے اور مستاجر کو پھرنے کی اجرت دے اگر مستاجر آنے جانے کی اجرت دینے کو گواہون سے ثابت کر دے
اور اس مقام مین بدون مدعاعلیہ کے گواہ مقبول ہونگے اسواسطے کہ مدعی اُس چیز کے ثمن سے لیا چاہتا ہی جو اُسکے قبضے مین ہی کذا فی
الاشباہ وفی الخانیۃ استاجر دارا او حماما او ارضا شہرا فسکن شہرین ہل یلزمہ اجر الشہر الثانی ان معدا للاستغلال نعم والا لا بہ یفتی اور خانیہ
مین ہی کہ گھر یا حمام یا زمین ایک مہینہ کو اجارہ لی پھر مستاجر نے اُسمین دو مہینے سکونت کی اُسپر دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی یا نہین اُسکا
جواب یہ ہی کہ اگر وہ چیز فقط کرایہ کے واسطے مہیا کی ہو تو ہان دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اگر کرایہ کے واسطے مہیا نہین ہی تو اجرت
لازم نہین اسی قول کا فتوی ہی قلت فکذا الوقف ومال الیتیم وکذا لو تقاضاہ المالک وطالبہ بالاجر فسکن یلزمہ الاجر بسکناہ بعدہ مین کہتا ہون
اسی طرح مکان وقف اور مال یتیم مین دوسرے مہینے کی اجرت لازم ہوگی اور اسی طرح اگر موجر نے مستاجر سے شہر ثانی مین تقاضا کیا اور اجرت
شہر ثانی کی مانگی پھر مستاجر ساکن رہا تو اُسپر اجرت لازم ہوگی اُسکی سکونت کرنے سے بعد اس تقاضے کے ولو سکن المستاجر بعد موت الموجر ہل
یلزمہ اجر ذلک قیل نعم لمضیہ علی الاجارۃ وقیل ہو کالمسئلۃ الاولی اور اگر مستاجر ساکن رہا بعد موت موجر کے کیا اُسکو اُسکی اجرت لازم ہوگی
یا نہین بعضون نے کہا ہان اجرت لازم ہوگی بسبب چلنے مستاجر کے اجارہ سابقہ پر اور بعضون نے کہا یہ مسئلہ پہلے یعنی سکونت شہرین کے
مانند ہی ھم یعنے اگر وہ مکان کرایہ کے واسطے بنا ہی یا موجر کے وارث نے شہر ثانی مین تقاضا اجرت کا کیا تو اجرت لازم ہی اور نہین تو
لازم نہین وینبغی ان لا یظہر الانفساخ ہنا ما لم یطالبہ الوارث بالتفریغ او بالتزام اجر آخر ولو معدا للاستغلال لانہ فصل مجتہد فیہ ہل یلزم المسمے

او اجر المثل بظاہر القنیۃ الثانی وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ والائق بقواعد فقہ یہ ہی کہ یہان اجارہ فسخ ہوجانا ظاہر نہ ہو جیسے کہ وارث موجر کا مکان خالی
کروینے کا مطالبہ نہ کرے یا التزام اور اجرت کا نہ ہو اگرچہ وہ مکان کرایہ لینے کے واسطے بنا ہوا سواسطے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہی اور کیا اجرت
معینہ لازم ہوگی یا اجرت مثل لازم ہوگی ظاہر قنیہ اجرت مثل پر دلالت کرتا ہی اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ مین ہی وفی المنیۃ مات احدہا والزرع
بقل یبقی العقد بالمسمی حتی یدرک وبعد المدۃ باجر المثل اور منیہ مین ہی کہ احد العاقدین مرگیا اور کھیت ساگ ہی یعنی ہنوز کھیت خام ہی تو عقد اجارہ
باقی رہیگا پختگی تک بعوض اجرت معینہ کے اور بعد انقضاے مدت کے اجرت مثل پر باقی رہیگا وفی جامع الفصولین لو رضی الوارث وہو کبیر
ببقاء الاجارۃ ورضی بہ المستاجر جاز انتہی ای فیجعل الرضی بالبقاء انشاء عقد ای لجوازہا بالتعاطی فتاملہ اور جامع الفصولین مین ہی اور اگر موجر کا وارث
بالغ بقاء اجارہ پر راضی ہوا اور مستاجر بھی اسپر راضی ہو تو جائز ہی انتہی مافی الفصولین یعنی تو باقی رہنے کی رضامندی ایجاد عقد قرار دیجائیگی یعنے
جاز اجارہ کے واسطے رضامندی انشاء عقد ہوگی بواسطہ تعاطی کے اسکو تامل کروفی حاشیۃ الاشباہ المستاجر والمرتہن والمشتری احق بالعین من
سائر الغرماء لو العقد صحیحا ولو فاسدا فاسوۃ للغرماء فلیحفظ اور اشباہ کے حاشیہ مین ہی کہ مستاجر اور مرتہن اور مشتری زیادہ ترحقدار ہین عین کے باقی دینا
والون سے اگر عقد اجارہ اور رہن اور بیع صحیح ہو اور اگر عقد فاسد ہو تو مستاجر اور مرتہن اور مشتری برابر ہین اور دین والونکے اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم
یعنی اگر موجر مرگیا اور اسپر دیون ہین تو اور ون سے مستاجر زیادہ ترحقدار ہی اور اسی طرح مرتہن احق ہی اور اگر چیز خرید کی اور ہنوز قبضہ مین نہین آئی
کہ بائع مرگیا اور اسپر دیون ہین تو مشتری احق ہی یعنی وہ مشتری اپنا حق لیگا پھر اگر کچھ زیادہ باقی رہیگا تو ارباب دیون پاوینگے **فان عقدہا لغیرہ لاتنفسخ**
کوکیل ای بالاجارۃ پھر اگر عاقد نے اپنے غیر کے واسطے اجارہ منعقد کیا تو عاقد کی موت سے اجارہ فسخ نہ ہوگا چنانچہ اجارہ دینے کا وکیل یعنے
مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ میری یہ حویلی کسی کو اجارہ دے اور اسنے محمود کو اجارہ دی تو خالد کے مرنے سے حویلی کا اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے
کہ اجارہ عاقد کے واسطے نہ تھا واما الوکیل بالاستیجار اذا مات تبطل الاجارۃ لان التوکیل بالاستیجار توکیل بشراء المنافع فصار کالتوکیل بشراء الاعیان
فیصیر مستاجرا لنفسہ ثم یصیر موجرا للموکل فہو معنی قولنا ان الوکیل بالاستیجار بمنزلۃ المالک کذا نقلہ المصنف عن الذخیرۃ قلت ومثلہ فی شرح المجمع
البزازیۃ والعمادیۃ اور اجارہ لینے کا وکیل اگر مرجائے گا تو اجارہ باطل ہوگا اسواسطے کہ اجارہ لینے کی توکیل خریداری منافع کی توکیل ہی تو یہ شراء
اعیان کی توکیل کے مانند ہی تو وکیل مستاجر ٹھہریگا اپنی ذات کے واسطے پھر موجر ٹھہر جائیگا اپنے موکل کے واسطے سو یہی مطلب ہی ہمارے
اس قول کا کہ اجارہ لینے کا وکیل بمنزلہ مالک کے ہی ایسا نقل کیا ہی مصنف نے ذخیرہ سے مین کہتا ہون اور اسی کے مانند شرح مجمع اور بزازیہ
اور عمادیہ مین ہی ثم قال المصنف قلت ہذا مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی من ان الملک یثبت للوکیل ثم ینتقل الی الموکل واما علی ما قالہ ابو طاہر
من انہ یثبت للموکل ابتداء وبہ جزم فی الکنز وہو الاصح کما فی البحر فلا یستقیم واللہ اعلم انتہی پھر مصنف نے اپنی شرح مین کہتا ہون یہ یعنی مستاجر کے
وکیل کی موت سے اجارہ باطل ہونا مستقیم ہوتا ہی کرخی کے اس قول کے بموجب کہ ملک وکیل کے واسطے ثابت ہوتی ہی پھر موکل کی طرف منتقل
ہوتی ہی اور وہ جو ابوطاہر نے یہ کہا ہی کہ ملک موکل کے واسطے ابتدا سے ثابت ہوتی ہی اور اسی قول پر یقین کیا ہی کنز مین اور یہی صحیح تر قول ہی
چنانچہ بحر الرائق مین ہی تو بطلان اجارہ مستقیم نہین واللہ اعلم انتہے قول المصنف قلت وتعقبہ شیخنا بانہ غیر مستقیم علی ما ذکرہ الکرخی ایضا لاتفاقہم علی
عدم عتق قریب الوکیل لان ملکہ غیر مستقر والموجب للعتق والفساد الملک المستقر شارح نے کہا مین کہتا ہون اور مصنف کے قول پر ہمارے استاد
نے اعتراض کیا ہی اسطرح کہ بطلان اجارہ بموجب اس قول کے بھی جسکو کرخی نے ذکر کیا ہی غیر مستقیم ہی بسبب متفق ہونے فقہا کے قرابت دار
وکیل کی عدم آزادی پر اسواسطے کہ وکیل کی ملک مستقر اور قائم نہین اور عتق اور فساد کا موجب ملک مستقر ہی نہ غیر مستقر ہم فساد سے مراد فساد

ظاہر ہی جب کہ وکیل اپنی زوجہ یا لونڈی کو اُسکے مالک سے خرید کرے اپنے موکل کے واسطے کذا فی الحلبی ثم قال والحاصل ان الاصح ان الاجارۃ
لاتنفسخ بموت المستاجر والنقل بہ مستفیض انتہی واللہ اعلم پھر ہمارے استاد نے کہا اور حاصل کلام یہ ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ اجارہ فسخ نہین
ہوجاتا اجارہ لینے والے کی موت سے اور اس قول کی نقل فقہا مین مشہور اور معروف ہی انتہی قولہ واللہ اعلم ووصی واب وجد وقاضی
ومتولی الوقف لبقاء المستحق علیہ والمستحق حتی لو مات المعقود لہ بطلت در اور چنانچہ وصی یتیم اور باپ اور دادا اور قاضی اور وقف کے
متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہین ہوتا بسبب باقی رہنے مستحق علیہ اور مستحق کے تو اگر وہ شخص مرگیا جسکے واسطے اجارہ منعقد ہوا تو اجارہ
باطل ہوگا اُسکی موت سے کذا فی الدرر مستحق علیہ سے مراد موجر ہی اور مستحق سے مراد وہ ہی جسکے نفع کے واسطے اشخاص مذکورین سے اجارہ
لیا چنانچہ موکل اور یتیم اور صغیر اور موقوف علیہم کذا فی الطحطاوی مع التوضیح الا اذا کان متولی وقف خاص بہ وجمیع غلتہ لہ کما فی وقف الاشباہ
معزیا للوہبانیۃ قال واطلاق المتون بخلافہ قلت وباطلاق المتون افتی قارئ الہدایۃ فکان ہو المذہب المعتمد کما قالہ المصنف فی حاشیتہ علی الاشباہ
متولی وقف کی موت سے اجارہ فسخ نہین ہوتا مگر جب کہ ایسا متولی ہو کہ وقف اُسی کی ذات کے واسطے خاص ہو اور سب غلہ وقف کا اُسی کی ذات
کے واسطے ہو تو اس متولی کی موت سے اجارہ فسخ ہوگا کذا فی وقف الاشباہ عن الوہبانیۃ صاحب اشباہ نے کہا اور متون فقہ کا اطلاق
اس استثنا کے مخالف ہی مین کہتا ہون اور اطلاق متون کا فتوی دیا ہی قارئ ہدایہ نے تو وہی اطلاق مذہب معتمد ٹھہر گیا ایسا کچھ مصنف نے کہا ہی
اپنے حاشیہ مین جو اشباہ پر ہی وکذا قال فی الاشباہ بعد اربع اوراق لاتنفسخ الاجارۃ بموت موجر الوقف الا فی مسئلتین ما اذا آجر الواقف ثم ارتد
ثم مات لبطلان الوقف بردتہ وفیما اذا آجر ارضہ ثم وقفہا علی معین ثم مات تنفسخ اور اسیواسطے اشباہ مین کہا ہی چار ورق کے بعد کہ اجارہ فسخ نہین
ہوجاتا موجر وقف کے مرجانے سے مگر دو مسئلون مین ایک مسئلہ یہ ہی جبکہ زمین کا اجارہ دیا وقف کے کرنے والے نے پھر وہ مرتد ہوگیا
پھر مرگیا بسبب باطل ہوجانے وقف کے واقف کے ارتداد سے اور دوسرا مسئلہ یہ ہی جبکہ مالک نے اپنی زمین اجارہ دی پھر وہ زمین
وقف کردی ایک شخص معین پر پھر واقف مرگیا تو اجارہ فسخ ہوگا یعنی اسواسطے کہ ابتداء عقد اپنی ذات کے واسطے تھی اور پہلی صورت مین وقف
میراث ہوجائیگا وفی وقف فتاوی ابن نجیم سئل اذا آجر الناظر ثم مات فاجاب لاتنفسخ الاجارۃ فی الوقف بموت الموجر والمستاجر کذا رایتہ فی عدۃ
نسخ لکنہ مخالف لما فی اجارۃ فتاوی قارئ الہدایۃ فتنبہ اور فتاوی ابن نجیم کی کتاب الوقف مین مذکور ہی کہ ابن نجیم سے یہ سوال ہوا کہ جب ناظر وقف
نے اجارہ دیا پھر وہ مرگیا تو جواب دیا کہ اجارہ وقف مین موجر اور مستاجر کی موت سے فسخ نہین ہوجاتا اسی طرح مین نے دیکھا ہی فتاوی مذکور
کے کئی نسخون مین لیکن وہ مخالف ہی فتاوی قارئ ہدایہ کی کتاب الاجارہ کے تو آگاہ رہو ہم مخالف فقط یہی ہی کہ اُس مین لفظ مستاجر
زیادہ ہی کذا فی الحلبی وفیہا ایضا لاتنفسخ بموت المتولی ولو الغلۃ لہ بمفردہ فتنبہ اور اُسی فتاوے مین یہ بھی ہی کہ متولی کی موت سے اجارہ فسخ نہین
ہوجاتا اگرچہ وقف کا غلہ فقط متولی کے واسطے ہو خبردار رہو ہمام شارح نے خبرداری سے اشارہ کیا رد مذکور کی طرف یعنے وہبانیہ کا قول
جو اشباہ مین مذکور ہی وہ اس قول سے بھی رد ہوگیا وفی الفیض الواقف لو آجر الوقف بنفسہ ثم مات ففی الاستحسان لا یبطل لانہ آجر لغیرہ
انتہی ومثلہ فی البزازیۃ اور فیض مین ہی کہ وقف کرنے والا اگر وقف کو اجارہ دے بذات خود پھر مرجاے تو استحسان مین اجارہ باطل نہین ہوتا
اسواسطے کہ اُسنے غیرون کے واسطے اجارہ دیا یعنی غلہ کے مصرف موقوف علیہم ہین نہ واقف اور اسی طرح بزازیہ مین ہی وفی
السراجیۃ وحکم عزل القاضی والمتولی کالموت فلا تنفسخ اور سراجیہ مین ہی اور قاضی اور متولی کی معزولی کا حکم موت کے برابر ہی تو اُن کے
عزل سے اجارہ فسخ نہ ہوگا وتنفسخ ایضا بموت احد مستاجرین او موجرین فی حصتہ او حصۃ المیت لو عقد بالنفقۃ

وبقيت في حصة الحي اور دو مستاجروں یا دو موجروں میں سے ایک مستاجر یا ایک موجر کے مرجانے سے بھی اجارہ فسخ ہو جاتا ہی فقط اُس کے حصہ میں یعنی میت کے حصہ میں فسخ ہوتا ہی اگر میت نے بذات خود اجارہ منعقد کیا ہو اور باقی رہیگا اجارہ زندہ مستاجر یا موجر کے حصہ میں فروع مسئلہ ملتقطہ شارح کافی وقف الاشباہ تخلية البعيد باطلة فلو استاجر قرية وهو بالمصر لم تصح تخليتها على الاصح ينبغي للمتولي ان يذهب للقرية مع المستاجر او غيره فيخلي بينه وبينها او يرسل وكيله او رسوله احياء لمال الوقف فليحفظ قلت لكن نقل محشيها ابن المصنف في زواهر الجواهر عن بيوع فتاوى قارى الهداية انه متى مضى مدة يتمكن من الذهاب اليها والدخول فيها كان قابضا والا فلا فتنبه انتہی اور اشباہ کی کتاب الوقف میں مذکور ہی کہ مکان بعید کا تخلیہ یعنی اجارہ کی زمین کو مستاجر کے قبض وتصرف میں کر دینا باطل ہی تو اگر گانوں اجارہ لیا اور حالانکہ مستاجر شہر میں ہی تو اسکا تخلیہ صحیح نہیں بنابر قول صحیح تر کے تو متولی وقف کو لائق ہی کہ گانوں میں جاوے مستاجر کے ساتھ یعنی اُسکے وکیل کے ساتھ پھر تخلیہ کر دے درمیان مستاجر اور درمیان گانوں کے یعنی بلا مزاحمت احدے اُسکے تصرف میں کر دے یا متولی اپنے وکیل یا پیغام رسان کو اُس کے ساتھ بھیجے مال وقف کے قائم رکھنے کے واسطے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں لیکن اشباہ کے محشی مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر میں فتاوی قاری ہدایہ کی کتاب البیوع سے نقل کیا ہی کہ جب اتنی مدت عقد اجارہ کے بعد گذر جاوے کہ جسمیں مستاجر گانوں کی طرف جانے اور اُس کے داخل ہونے میں قادر ہو تو وہ گانوں کا قابض ٹھہریگا اور اگر اتنی مدت منقضی نہ ہو تو فقط مستاجر کے اعتراف سے قابض نہ ٹھہرے گا انتہی ام نے زواہر الجواہر میں ذخیرۃ الناظرین ہی کہ اگر گانوں اجارہ لیا اور وہ شہر سے دور ہی اور مستاجر نے اُسکے قبض کا اقرار کیا تو تخلیہ باطل ہی اور اقرار اسکا باطل ہی تا وقتیکہ اتنی مدت نہ گذرے جسمیں وہاں جاوے اور قبض کرے یا اسقدر مدت گذر جانے کے بعد اقرار کرے یا موجر اور مستاجر اپنے وکیل یا رسول بھیجیں کذا فی الطحطاوی مسائل شتے یہ چند مسائل متفرقات ہیں احرق حصائد ای بقایا اصول قصب محصود فی ارض مستاجرۃ او مستعارۃ جلائیں باقی جڑیں قصب مقطوع کی جو اجارہ یا عاریت کی زمین کے اندر واقع ہیں قصب یعنی بانس اور نرکل الحصید فقط مثال کے ہی اسکی خصوصیت نہیں بلکہ گھاس وغیرہ ہر قسم کے کھیت کی ٹھوٹھیوں کے جلانے کا یہی حکم ہی کذا فی شرح الحموی ومثله ارض بيت المال المعدة لحط القوافل والاحمال ومرعى الدواب وطرح الحصائد قلت وحاصله ان لم يكن له حق الانتفاع في الارض يضمن ما احرقه في مكانه بنفس الوضع لا انتقاله السيح على ما عليه الفتوى قاله شيخنا اور اجارہ اور عاریت کی زمین کے مانند بیت المال یعنی سرکاری زمین ہی جو قافلوں اور سواری اسباب کے اتارنے کے واسطے اور جانوروں کی چراگاہ اور کھلیانوں کے ڈالنے کے واسطے مقرر ہی میں کہتا ہوں اور خلاصہ یہ ہی کہ اگر جلانے والے شخص کے واسطے حق انتفاع نہ ہو زمین میں تو اسپر تاوان لازم ہوگا اُس چیز کا جسکو آگ نے جلا دیا اُسی مکان میں بمجرد رکھنے آگ کے نہ اُس چیز کا تاوان جسکو ہوا نے جلایا آگ اڑا کر بنابر قول مفتی بہ ایسا کچھ کہا ہی ہمارے اُستاد خیر الدین رملی نے فاحترق شئ من ارض غيره لم يضمن لانه تسبب لا مباشرة اجارہ یا عاریت کی زمین میں کھیت کی ٹھوٹھیاں جلائیں تو غیر شخص کی زمین سے کوئی چیز جلگئی تو جلانے والے پر تاوان نہیں اسواسطے کہ احتراق مذکور تسبب ہی احتراق کا نہ مباشرت یعنی اور تاوان کی شرط مباشرت ہی نہ تسبب ان لم يضطرب الرياح فلو كانت مضطربة ضمن لانه يعلم انها لا تستقر في ارضه فيكون مباشرا عدم تاوان اس شرط پر ہی کہ ہوائیں زور سے نہ چلتی ہوں اور اگر ہوا تیز ہوگی تو جلانے والا تاوان دیگا اسواسطے کہ وہ جانتا ہی کہ ہوا کی تیزی سے آگ اُسکی زمین میں ٹھہری نہ رہیگی تو وہی شخص احتراق کا مباشر یعنے جلانے والا ٹھہرا وکذا کل موضع کان المواضع حق الوضع فيه ای في ذلک الموضع لا يضمن على كل حال اذا تلف بذلك الموضوع شئ سواء تلف به وهو في مكانه او بعد ما زال عنه اور اسی طرح جس موضع میں کہ

رکھنے والے کو رکھنے کا حق ہو وہان تاوان نہین ہر حال ہی جب کہ اُس رکھی چیز سے کوئی اور چیز تلف ہو جائے خواہ چیز تلف ہو اس حال مین کہ
شے موضوع اپنے مکان مین ٹھہری ہو یا تلف ہو اپنے مکان سے ہٹ جانے کے بعد بخلاف ما اذا لم یکن للواضع فیہ حق الوضع حیث
یضمن الواضع اذا تلف بہ شئی دہو فی مکانہ وکذا بعد ما زال لا مزیل کوضع جرۃ فی الطریق ثم اخر اخری فتدحرجتا فانکسرتا ضمن کل جرۃ صاحبہا ان
زال بمزیل کریح وسیل لا یضمن الواضع ہذا ہو الاصل فی ہذہ المسائل کما حققہ فی الخانیۃ برخلاف حکم سابق یہ صورت ہی جبکہ رہنے والے کا اس مکان مین
رکھنے کا حق نہ ہو اسواسطے کہ رکھنے والا تاوان دیگا جب کہ کوئی چیز اُس رکھی چیز کے سبب سے تلف ہوگی اور حالانکہ شے موضوع اپنے مکان مین
ہو اور اسی طرح تاوان لازم ہوگا شے موضوع کے خود ٹلجانے کے بعد بدون ٹالنے والے کے چنانچہ گھڑا رکھا راہ مین پھر دوسرے شخص نے
دوسرا گھڑا راہ مین رکھا پھر دونون گھڑے ڈھلکے اور ٹکر کھا کر ٹوٹ گئے تو ہر شخص دوسرے شخص کے گھڑے کا تاوان دے اور اگر شے موضوع
ٹل گئی کسی چیز کے ٹالنے سے چنانچہ ہوا سے یا سیلاب سے تو رکھنے والے پر تاوان نہین یہی قاعدہ کلیہ ہی ان مسئلون مین چنانچہ اس کی
تحقیق خانیہ مین کی ہی ثم فرع علیہ بقولہ فلو وضع جمرۃ فی الطریق فاحترق بذلک شئی ضمن لتعدیتہ بالوضع پھر مصنف نے اپنے قول پر
تفریع کی اس قول سے تو اگر چنگاری رکھی راہ مین سو اُسکے سبب سے کوئی چیز جلگئی تو تاوان دے گا بسبب اپنی تقصیر کے آگ رکھنے سے
ہم اسواسطے کہ راہ مین چلنے کا حق ہی نہ آگ رکھنے کا وکذا یضمن فی کل موضع لیس لہ فیہ حق المرور اور اسی طرح تاوان دیگا ہر ایک اس موضع
مین جہان چلنے کا حق ثابت نہین ہم حق مرور خانیہ مین مذکور نہین اُس مین حق وضع اور عدم حق وضع مذکور ہی اور مرور کے حق کو صاحب خلاصہ
نے ذکر کیا ہی اور کہا ہی کہ اس قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی الا اذا ذہبت بہ ای بالموضوع الریح فلا ضمان لنسخہا فعلہ وکذا لو دحرج السیل
الحجر وبہ یفتی خانیہ مگر جبکہ رکھی ہوئی چیز کو وہان سے ہوا اُڑا لیجائے تو اب تلف ہونے سے تاوان نہین اسواسطے کہ ہوا نے رکھنے والے
کا فعل مٹا دیا یعنی اب احراق ہوا کی طرف منسوب ہوگا نہ رکھنے والے کی طرف اور اسی طرح اگر سیلاب نے پتھر ڈھلکایا اور کوئی چیز تلف ہوگئی
تو رکھنے والے پر تاوان نہین اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الخانیۃ ولو اخرج الحداد الحدید من الکیر فی دکانہ ثم ضربہ بمطرقۃ فخرج الشرار الی الطریق و
احرق شیئا ضمن ولو لم یضربہ واخرجہ الریح لا زیلعی اور اگر لہار نے لوہا نکالا بھٹی سے اپنی دکان مین پھر اُسپر ہتوڑا مارا سو راہ کی طرف چنگاری نکلگئی
اور اُسنے کوئی چیز جلادی تو لہار تاوان دیگا اور اگر اُسپر ہتوڑا نہین مارا اور چنگاری ہوا نے نکال تو اب جلنے سے تاوان لہار پر نہین کذا فی
الزیلعی سقی ارضہ سقیا لا تحتملہ فتعدی الماء الی ارض جارہ فافسدہا ضمن لانہ مباشر لا متسبب ایک شخص نے اپنی زمین اس قدر
بکثرت سینچی کہ زمین اُسکو نہ تھام سکی سو پانی آبلکر اُسکے ہمسایہ کی زمین کی طرف بہا اور اُسکو خراب کر دیا تو سینچنے والے پر تاوان لازم ہوگا اسواسطے
کہ وہ مباشر ہی فساد کا نہ سبب انگیز اقعد خیاط او صباغ فی حانوتہ من یطرح علیہ العمل بالنصف سواء اتحد العمل ام اختلف کخیاط مع قصار
صح استحسانا لانہ شرکۃ الصنائع فہذا بوجاہتہ یقبل وہذا بحذاقتہ یعمل خیاط یا رنگریز نے اُس شخص کو اپنی دکان پر بٹھایا جو دکاندار کو سینے یا رنگنے کا
کام لیکر دے یعنی نصف اجرت پر خواہ دونون کا عمل ایک ہی ہو یعنی دونون خیاط ہون یا دونون رنگریز یا عمل مختلف ہو جیسے خیاط دھوبی کے
ساتھ تو یہ درست ہی باعتبار استحسان کے اسواسطے کہ یہ شرکت ہی صنائع کی نہ شرکت وجوہ جیساکہ صاحب ہدایہ سمجھا ہی تو یہ شخص بسبب اپنی وجاہت
اور رو داری کے کام لیتا ہی اور یہ یعنی دکاندار اپنی کاریگری کے سبب سے کام کرتا ہی کاستیجار جمل لیحمل علیہ محملا و راکبین الی مکۃ
ولہ المحمل المعتاد ورویتہ احب وکذا اذا لم یر الوطئۃ واللحاف جیسے صحیح ہی کرایہ لینا غیر معین اونٹ کا تا اُسپر محمل لادا جاوے اور دو
سوار اُسپر سوار ہون مکہ معظمہ تک اور حالانکہ محمل رواج کے موافق ہی اور دیکھ لینا محمل کا مستحب ہی یعنی قطع نزاع کے واسطے اور اسی طرح اجارہ

جائز ہی جب کہ بچھونا اور اوڑھنا نہ دیکھا ہو ہم شامی مین مذکور ہی کہ دو اونٹ مکہ معظمہ تک کرایہ لیے تا ایک اونٹ پر محمل کسے اور دو شخص اسپر سوار ہون
اپنا اوڑھنا بچھونا لیکر سو مکاری نے سوار ہونے والون کو دیکھا اور اُنکا اسباب مذکور نہین دیکھا اور دوسرے اونٹ پر کئی من ستو اور پانی اور سرکہ
اور تیل وغیرہ لادے اور اُسکی مقدار بیان نہ کی یا یہ شرط کی کہ مکہ معظمہ سے پلٹنے کے وقت تحائف لاد لاوے گا جس قدر لوگ لاد لاتے ہین
تو یہ اجارہ فاسد ہی قیاس مین بسبب غیر معین ہونے بوجھ کے اور باعتبار استحسان کے جائز ہی اسواسطے کہ اسکا رواج جاری ہی انتہی
زیلعی نے کہا وجہ استحسان یہ ہی کہ معقود علیہ راکب ہی سو معلوم ہی اور محمل تابع ہی اور اُسکی جہالت معتاد کی طرف پھرنے سے زائل ہو جاتی ہی
اور اسی طرح اوڑھنے بچھونے کی جہالت دور ہو جاتی ہی کذا فی الطحطاوی وفی الولوالجیۃ ولو تکاری الی مکۃ ابلا مسماۃ بغیر اعیانہا جاز ویجعل المعقود علیہ
حملا فی ذمۃ المکاری والابل آلۃ وجہالتہا لا تفسد قلت فما یفعلہ الحجاج من الاجارۃ للحمل والرکوب الی مکۃ بلا تعیین الابل صحیح واللہ اعلم اور ولوالجیہ
مین ہی اور اگر چار یا دس اونٹ بلا تعیین کرایہ لیے مکہ معظمہ تک تو جائز ہی اور معقود علیہ بوجھا قرار دیا جاتا ہی مکاری کے ذمہ پر اور اونٹ بوجھ لادنے
کے آلات ہین اور اُنکی جہالت اجارہ مذکور کی مفسد نہین ہی مین کہتا ہون کہ وہ جو حاجی لوگ اجارہ کرتے ہین بوجھ لادنے اور سواری کے واسطے
مکہ معظمہ تک بلا تعیین اونٹون کے تو صحیح ہی واللہ اعلم ہم وجہ جواز یہ ہی کہ مطلق متعارف کی طرف متصرف ہی استاجر جملا لیحمل مقدارا من الزاد فاکل
منہ ردعوضہ من زاد ونحوہ ایک اونٹ کرایہ لیا توشہ کی مقدار معین کے لادنے کے واسطے سو توشہ مین سے کچھ کھایا گیا تو اُسکی عوض توشہ
یا مانند اُسکے اور چیز پھر اسپر لادی جاوے قال لغاصب دارہ فرغہا والا فاجرتہا کل شہر بکذا فلم یفرغ وجب علی الغاصب المسمی لان سکوتہ
رضی صاحب خانہ نے گھر کے غصب کرنے والے سے کہا کہ گھر خالی کر دے اور نہین تو کرایہ اُسکا ہر ماہ اتنا دینا ہوگا سو غاصب نے گھر خالی
نہ کیا تو غاصب پر کرایہ مذکورہ واجب ہوگا اسواسطے کہ اُسکا سکوت رضامندی ہی اجارہ کی الا اذا انکر الغاصب ملکہ وان اثبتہ ببینتہ
لانہ اذا انکرہ لم یکن راضیا بالاجارۃ مگر اس صورت مین کرایہ واجب نہ ہوگا جبکہ غاصب صاحب خانہ کی ملک کا انکار کرے اگرچہ صاحب خانہ اپنی
ملک گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ جب وہ ملک کا منکر ہوا تو اجارہ پر راضی نہ ٹھہرا او اقر علف علی کریہ اسے بملکہ ولکن لم یرض بالاجر
لانہ صرح بعدم الرضی یا غاصب نے اُسکی ملک کا اقرار کیا ولیکن اجرت پر راضی ہوا تو بھی اجرت واجب نہ ہوگی اسواسطے کہ اُسنے عدم رضا کی
تصریح کر دی فی الاشباہ السکوت بالاجارۃ رضی وقبول فلو قال للساکن اسکن بکذا والا فانتقل او قال للراعی لا ارضی بالمسمی بل بکذا فسکت لزم ما سمی
اور اشباہ مین ہی کہ چپ رہنا اجارہ مین رضا اور قبول ہی تو اگر مالک نے گھر یا دکان کے رہنے والے سے کہا کہ بعوض اسقدر کرایہ کے سکونت کر اور
نہین تو نکلجا یا چرانے والے سے کہا کہ مین اجرت سابقہ پر راضی نہین بلکہ اسقدر اجرت لونگا پھر اُسنے سکوت کیا تو اسقدر اجرت لازم ہوگی
یعنی اُسنے معین کی بقی ہل یبقی سکن ثم لما طالبہ قال لم اسمع کلامک ہل یصدق ان بہ صمم نعم والا لا عملا بالظاہر باقی رہی یہ بات کہ اگر ساکن مذکور نے
سکونت کیا پھر جب مالک سے کرایہ مانگا تو بولا کہ مین نے تیرا کلام نہ سنا تھا تو اُسکی تصدیق ہوگی یا نہین جواب یہ ہی کہ اگر وہ شخص بہرا ہی تو ہان
تصدیق ہوگی اور اگر وہ شخص بہرا نہ ہو تو تصدیق نہوگی بنابر عمل بظاہر جاز للمستاجر ان یوجر الموجر بعد قبضہ قبل وقبلہ من غیر موجرہ
واما من موجرہ فلا یجوز وان تخلل ثالث بہ یفتی للزوم تملیک المالک مستاجر کو جائز ہی کہ اجارہ والی چیز بعد اُسکے قبضہ کر لینے کے اُسکے مالک کے سوا
اور شخص کو اجارہ دے بعضون نے کہا کہ قبل از قبض بھی اجارہ دینا جائز ہی اور اُسکے مالک اجارہ دینے والے کو اجارہ دینا جائز نہین
اگرچہ تیسرا شخص درمیان مین واقع ہو اسطرح کہ مستاجر اول مستاجر ثانی کو اجارہ دے اور مستاجر ثانی موجر کو اجارہ دے اسی قول پر فتوی ہی بسبب لازم
ہونے تملیک مالک کے ہم یعنی عین کا مالک منافع کا بھی مالک ہی اور مستاجر اُسکے قائم مقام ہی کذا فی الطحطاوی وہل تنفسخ الاولی

بالاجارة لمالك الصحیح لا وہبانیہ قلت وصححہ قاضیخان وغیرہ وفی المضمرات وعلیہ الفتوی اور کیا پہلا اجارہ مالک کو اجارہ دینے سے باطل ہو جاتا ہے
یا نہیں جواب یہ ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا میں کہتا ہوں اور عدم بطلان کو صحیح کہا ہے قاضی خان وغیرہ نے اور مضمرات میں ہے اور اسی
قول پر فتوی ہے وقدمنا عن البحر معزیا للجوہرۃ الاصح نعم واقرہ المصنف ثمہ ونقل ہنا عن الخلاصۃ ما یفید انہ ان قبضہا منہ بعد الاستیجار بطلت والا لا
فلیکن التوفیق فتامل اور ہمنے بحر الرائق سے نسبت جوہرہ پہلے نقل کیا کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ ہاں اجارہ باطل ہو جاتا ہے مالک کو اجارہ دینے سے
اور ثابت رکھا ہے اس قول کو مصنف نے وہاں اور اپنی شرح میں یہاں خلاصہ سے وہ نقل کیا ہے جو اسکا مفید ہے کہ اگر موجر نے مستاجر سے اجارہ
کی چیز قبض کی بعد اسکے اجارہ لینے کے تو پہلا اجارہ باطل ہوگا اور نہیں تو باطل نہ ہوگا تو اب تو دونوں قولوں میں اختلاف رفع ہو گیا اتفاق
ہو گیا سو اسکو غور کر لے اھ یعنی بطلان اجارہ اولی کا قول عدم قبض موجر پر محمول ہے اور بطلان کا قول قبض موجر پر محمول ہے محیط میں ہے کہ موجر نے
مستاجر سے لیکر قبض نہیں کیا تو مستاجر اول پر اجرت لازم ہے وہل تسقط الاجرۃ ما دام فی ید الموجر خلاف مبسوط فی شرح الوہبانیۃ اور کیا اجرت
ساقط ہوگی جب تک اجارہ کی چیز موجر کے قبض میں ہے اسمین اختلاف ہے جو شرح وہبانیہ میں مشرح مذکور ہے وکلہ باستیجار عقار ففعل الوکیل وقبض
ولم یسلمہا ای لم یسلم الوکیل العین المؤجرۃ الیہ ای الی الموکل حتی مضت المدۃ فالاجر علی الوکیل لانہ اصل فی الحقوق ورجع الوکیل بالاجر علی الآمر
للنیابۃ عنہ فی القبض فصار قابضا حکما ایک شخص نے دوسرے کو غیر منقول کے اجارہ لینے کا وکیل کیا سو وکیل نے ویسا ہی کیا اور اسپر قبضہ کیا اور وکیل
نے اجارہ کی چیز موکل کو تسلیم نہ کی یہانتک کہ اجارہ کی مدت گذر گئی تو اجرت وکیل پر ہے اسواسطے کہ وہ اصل ہے عقد کے حقوق میں اور وکیل اجر
بھرلے موکل امر کرنیوالے سے بسبب نائب ہونے وکیل کے موکل کی جانب سے قبض کرنے میں تو موکل حکماً قابض ٹھہر گیا اھ وکیل
موکل سے اجرت بھرلے خواہ وکیل نے موکل کو اجارہ کی چیز سے باز رکھا ہو یا نہ رکھا ہو کذا فی الدرر وکذا الحکم ان شرط الوکیل تعجیل الاجر وقبض
الدار ومضت المدۃ ولم یطلب الآمر الدار منہ فانہ یرجع ایضا لصیرورۃ الآمر قابضا بقبضہ ما لم یظہر المنع اور اسی طرح حکم ہے اگر وکیل نے
پیشگی اجرت کا دینا شرط کیا اور وکیل نے گھر قبض کیا اور مدت اجارہ گذر گئی اور امر کرنیوالے نے اس سے گھر نہ مانگا تو وہ وکیل بھی اپنے پاس
سے موجر کو اجرت دیگا اور موکل سے اجرت مذکورہ بھرلیگا بسبب ہو جانے موکل کے قابض وکیل کے قبضہ کرنے سے جب تک کہ وکیل
کی جانب سے منع ظاہر نہ ہو یعنی تاوقتیکہ موکل کو تصرف سے باز نہ رکھے وان طلب الآمر الدار منہ وابی الوکیل لتعجیل الاجرۃ لا یرجع لانہ لما
حبسہا للاجر حق لم تبق یدہ ید نیابۃ فلم یصر الموکل قابضا حکما ولا یلزم الاجر اور اگر موکل نے وکیل سے گھر مانگا اور وکیل نے نہ دیا تعجیل اجرت کے سبب سے
تو اب اجرت فقط وکیل پر پڑیگی اور وکیل موکل سے رجوع نہ کر سکیگا اسواسطے کہ جب اسنے گھر کو بسبب حق کے روک رکھا تو وکیل کا قبض نیابت
کا قبض باقی نہ رہا تو موکل حکما قابض نہ ٹھہرا تو موکل پر اجرت لازم نہ ہوگی یستحق القاضی الاجر علی کتب الوثائق والمحاضر والسجلات قدر ما یجوز
لغیرہ قاضی مستحق اجرت ہوتا ہے دستاویزات اور محضروں اور سجلوں کے لکھنے پر جسقدر غیر قاضی کو اجرت لینی جائز ہے ثم قاضی پر حکم کرنا واجب ہے
نہ لکھدینا اور لکھنے سے مستحق اجرت کا ہوا لیکن یہ جائز نہیں کہ جسقدر قاضی چاہے اجرت لے بلکہ جتنی اجرت اور شخص اسقدر لکھنے پر لیتے
ہوں اسی قدر قاضی بھی اجرت لے اپنے علو منصب سے زیادہ طلبی نہ کرے کالمفتی فانہ یستحق اجر المثل علی کتابۃ الفتوی لان الواجب
علیہ الجواب باللسان دون الکتابۃ بالبنان ومع ہذا الکف اولی احترازا عن القیل والقال وصیانۃ لماء الوجہ عن الابتذال بزازیہ وتمامہ فی
شرح الوہبانیہ جیسا کہ فتوے دینے والا عالم کہ وہ بھی اجرت مثل کا مستحق ہوتا ہے فتوے لکھدینے پر اسواسطے کہ مفتی پر زبان سے جواب
دینا واجب ہے نہ انگلیوں سے لکھدینا اور باوجود اسکے اجرت نہ لینا بہتر ہے تاکہ قیل و قال سے بچے اور آبرو ابتذال سے محفوظ رہے کذا فی
بزازیہ ۱۲

البزازیہ اور پورا بیان اسکا وہبانیہ کی کتاب القضا مین ہی وفی الصیرفیۃ حکم وطلب اجرۃ لیکتب شہادتہ جاز وکذا المفتی لو فی البلدۃ غیرہ وقیل
مطلقا لان کتابتہ لیست بواجبۃ علیہ اور صیرفیہ مین ہی کہ قاضی نے حکم کیا اور اجرت طلب کی تاکہ اپنی گواہی لکھدے تو جائز ہی اور یہی حکم ہی
مفتی کا اگر اُس شہر مین اُسکے سوا اور کوئی بھی فتوے دینے والا ہو اور بعضون نے کہا خواہ ہو یا نہو مطلقا طلب اجرت تحریر شہادت پر
جائز ہی اسواسطے کہ لکھنا واجب نہین مفتی پر ہم طحطاوی نے کہا شاید کہ گواہی سے مراد قاضی کا وہ خط ہی جو دستاویز پر لکھا جاتا ہی یعنی قاضی
کے دستخط یا مہر والا بیان تو گفتگو قاضی مین ہی نہ شاہد مین اور فراموش نکیجیو جو مذکور ہوچکا کہ اجرت لینا بقدر کتابت غیر قاضی جائز ہی نہ زیادہ
وفیہا استاجرہ لیکتب لہ تعویذا لاجل السحر جاز ان بین لہ قدر الکاغذ والخط والمکتوب اور صیرفیہ مین ہی کہ ایک شخص سے اجارہ مقرر کیا تاکہ وہ اُسکے
واسطے دفع سحر کا تعویذ لکھدے تو جائز ہی اگر اُس سے کاغذ اور خط اور مکتوب کی مقدار بیان کردے ہم اسواسطے کہ کاغذ کی مقدار مذکور ہوگئی تو معلوم
ہوگیا اسقدر سطور کی اُسمین گنجایش ہی باعتبار عرض کے اور تفاوت بعض کلمات کے زیادہ ہونے کا معاف ہی اور ظاہرا خط سے مراد
عدد سطور ہی اسواسطے کہ بیان مقدار کاغذ سے عدد سطور کا بیان لازم نہین تو اس صورت مین لفظ مکتوب کی کچھ حاجت نہین اور لفظ مکتوب
منح الغفار مین صیرفیہ کی نقل عبارت مین نہین ہی اور خط سے کاتب کا خط مراد نہین ہوسکتا اسواسطے کہ عادۃ یہ ہی کہ کاتب کا خط اول
دیکھ لیتے ہین کذا فی الطحطاوی المستاجر لایکون خصما لمدعی الاجارۃ والرہن والشراء لان الدعوی لاتکون الا علی مالک العین مستاجر مدعا علیہ
نہین ہوتا اجارہ اور رہن اور خرید کے مدعی کا اسواسطے کہ دعوی نہین ہوتا مگر مالک عین پر اور مستاجر تو مالک نہین ہم مثلا ایک گھر زید نے کرایہ لیا
سو دوسرے شخص نے دعوی کیا کہ یہ گھر میرے اجارہ مین ہی یا میرے پاس گرو ہے یا مین نے اُسکو خرید کیا ہی تو اسکی جوابدہی مالک سے متعلق
ہی نہ زید سے بخلاف المشتری والموہوب لہ لملکہما العین برخلاف مشتری اور موہوب لہ کے بسبب مالک ہونے دونون کے یعنی مشتری و موہوب لہ
عین کے مالک ہین تو وہ مدعا علیہ ہوسکتے ہین اجارہ اور رہن اور خرید کے دعوے کے وہل یشترط حضور الآجر مع المشتری قولان اور کیا حاضر ہونا
موجر کا مشتری کے ساتھ دعوی اجارہ مین شرط ہی اسمین دو قول ہین ایک قول مین شرط ہی اور دوسرے قول مین نہین وتصح الاجارۃ وفسخہا
والمزارعۃ والمعاملۃ والمضاربۃ والوکالۃ والکفالۃ والایصاء والوصیۃ والقضاء والامارۃ والطلاق والعتاق والوقف حال کون
کل واحد مما ذکر مضافا الی الزمان المستقبل کاجرتک او فاسختک راس الشہر بالاجماع اور صحیح ہی اجارہ اور اسکا فسخ کرنا اور مزارعت اور معاملہ
یعنی مساقاۃ اور مضاربت اور وکالت اور ضمانی اور کسی کو وصی کرنا اور کسی کے واسطے وصیت کرنا اور قضا اور سرداری اور طلاق اور عتاق اور وقف
جب کہ ہر ایک امور مذکورہ سے زمان مستقبل کی طرف مضاف ہون چنانچہ مین نے تجکو اجارہ دیا یا تجسے اجارہ فسخ کیا شروع ماہ مین تو صحیح ہی
بالاتفاق ہم ایصا کی مثال یہ ہی کہ مین نے فلانے کو وصی کیا اپنی موت کے بعد اور وصیت کی مثال یہ ہی کہ میرے مال سے سوم حصہ فلانے شخص کا ہی میری موت
کے بعد قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا کہ عاریت اور اذن فی التجارۃ بھی مضاف بزمان آیندہ صحیح ہین کذا فی الطحطاوی لا البیع مضافا للاستقبال
کل من کان تملیکا للحال مثل البیع واجازتہ وفسخہ والقسمۃ والشرکۃ والہبۃ والنکاح والرجعۃ والصلح عن مال والابراء عن الدین وقد مر فی
متفرقات البیوع صحیح نہین مضاف بزمان مستقبل جو شے کہ فی الحال تملیک ہو مانند بیع اور اُسکی اجازت اور فسخ کے اور مانند قسمت اور شرکت
اور ہبہ اور نکاح اور رجعت اور صلح عن المال و ابراء دین کے اور یہ مذکور ہوچکا کتاب البیوع کے متفرقات مین ہم اجازت بیع کی یہ مثال کہ فضولی نے
غیر کا غلام بیچا سو مالک نے کہا کہ مین نے اس بیع کی اجازت دی اور صلح مین داخل ہین کل صلح مگر مال کی قید سے دم عمد کی صلح نکل گئی اسواسطے کہ
اسکی اضافت زمان مستقبل کی طرف صحیح ہی زاد اجر المثل فی نفسہ من غیر ان یزید احد فللمتولی فسخہا وما لم یفسخ کان علی المستاجر المسمی

[illegible] بمدت [illegible] اجرت [illegible] تو [illegible] صحیح ہے
[illegible] فسخ الفقہ [illegible] [illegible] احسن [illegible]
[illegible] اجارہ فسخ [illegible] پیشگی [illegible]
[illegible] اجارہ کی چیز مستاجر کے
[illegible] منافع فی الفارغ فقط الشغل [illegible] محشی الاشباہ ان الراجح صحۃ
الشغل [illegible] شغل [illegible] چیز [illegible] تو اجارہ صحیح ہو فقط خالی چیز مین مشغول
[illegible] اجارہ مشغول کا صحیح ہوا موجر کو امر ہو کہ مشغول چیز کو خالی کر دے
[illegible] اسکی [illegible] اجارہ فسخ [illegible] استاجر شاۃ للارضاع ولدہ او جدیا لم یجز
[illegible] ایسے بچے کو دودھ پلانے کو تو اجارہ جائز نہیں بسبب عدم رواج کے
الاستاجر فاسداً [illegible] صحیح [illegible] فی الاشباہ اجارہ فاسدہ کا مستاجر جبکہ [illegible]
[illegible] اجارہ جائز [illegible] [illegible] قول [illegible] قول ضعیف مین اجارہ مذکورہ صحیح نہیں اور سب
مسائل [illegible] ہوچکے اور یہ سب مسائل اشباہ مین مذکور ہین فرع مسائل متفرقہ کے اعلم ان المقاطعۃ اذا وقعت بشروط الاجارۃ
[illegible] المعانی [illegible] اجارہ [illegible] مقاطعہ اجارہ کی شرطون کے ساتھ واقع ہو تو اجارہ صحیح ہے اسواسطے کہ اعتبار
معانی کا [illegible] ہم مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب البیوع مین صم مقاطعہ یہ کہ بادشاہ کسی شخص کو زمین دے بطور معافی کے اسطرح کہ
بادشاہ [illegible] زمین معاف کردی ہر سال [illegible] اجرت پر تو یہ اجارہ ہو معافی کذا فی اللولوی صح استیجار قلم بیبان الاجل الا
صحیح ہو اجارہ لینا قلم کا اجرت اور مدت کے بیان کے ساتھ استاجر شیئا لینتفع بہ فخارج المصر فانتفع بہ فی المصر فان کان ثوبا لزم الاجر وان کان
[illegible] ایسے چیز اجارہ لی تا اس سے فائدہ حاصل کرے شہر سے باہر پھر اسنے شہر ہی مین فائدہ حاصل کیا تو اگر وہ چیز کپڑا ہو تو اجرت لازم ہوگی
اور اگر جانور ہو تو اجرت لازم نہین [illegible] لزم الاجر الا لعذر [illegible] مستاجر جانور کو ہانک لے گیا اور اسپر سوار نہ ہوا تو اجرت لازم ہوگی لیکن اگر
جانور مین کوئی عذر ہو مانع سواری کا مثلاً اسکی پیٹھ لگی ہو تو اجرت لازم نہین صم یعنی سواری کے واسطے اجارہ لیا اور سوار نہوا تو اسکا قصور ہے
[illegible] الکاتب [illegible] فی کل ورقۃ فیران شاء اخذہ واعطی اجر مثلہ او ترکہ علیہ واخذ منہ القیمۃ کاتب چوک گیا بعض سطورین اگر خطا
ہر ورق مین ہو تو [illegible] والا مستاجر [illegible] اسکو لے اور اسکی اجرت مثل دے بشرطیکہ اجرت معینہ زیادہ نہو یا اسکو اسپر چھوڑے اور کاتب
سے قیمت کاغذ اور روشنائی کی لے کذا فی الولوالجیہ وان فی البعض فبحسابہ من المسمی اور اگر خطا بعضے ورقون مین ہو تو اسکو اجرت معینہ
[illegible] حساب کے موافق صم یعنی جسقدر ورق صحیح لکھے ہون انکی اجرت تو ٹھہرانے کے موافق دے اور جتنے ورق غلط ہون اسکے موافق
اجرت مثل دے کذا فی اللولوی والصیرفی [illegible] اذا ظہرت الزیافۃ فی الکل استرد الاجرۃ وفی البعض بحسابہ صراف نے پرکھائی کی اجرت لی جبکہ
[illegible] سب دراہم یا دنانیر مین ظاہر ہوگا تو اس سے اجرت پھیر لیجائیگی اور بعض کے کھوٹے ہونے مین اسکے حساب سے استرداد ہوگا
[illegible] ان [illegible] اگر مجھکو فلانی چیز بتادے تو اسکے واسطے اجرت ہے سو اسکو بتائی تو بتانیوالے کے واسطے
اجرت مثل ثابت ہے اگر بتانے والا چند قدم چلا ہو بتانے کے واسطے [illegible] باطل ولا اجر لمن دلہ اذا عین الموضع جو شخص

مجکو فلانی چیز بتادے تو اُسکے واسطے اتنی اجرت ہی تو یہ باطل ہی اور بتانے والے کے واسطے کچھ اجرت نہین مگر جبکہ موضع دلالت معین کرے ہم
شارح کے کلام سے معلوم ہوتا ہی کہ اجارہ مذکور بلفظ ان شرطیہ صحیح ہی اور بلفظ من شرطیہ صحیح نہین حالانکہ ایسا نہین ہی اسواسطے کہ طحطاوی نے
بزازیہ سے یون نقل کیا ہی کہ ایک شخص کی کوئی چیز گم ہوگئی سو اُسنے کہا کہ جو مجکو دلالت کرے اُسپر تو اُسکے واسطے اتنی اجرت ہی تو اُسکی دو صورتین
ہین اگر اُسنے یہ کلام بر سبیل عموم کے کہا اسطرح کہ من دلنی یعنی جو شخص کہ مجھکو بتادے تو اجرت باطل ہی اسواسطے کہ بتانا اور اشارہ کرنا
ایسا عمل نہین ہی جسکے سبب سے مستحق اجرت ہو تو بتانے والے کو اجرت نہ ملیگی اور اگر بر سبیل خصوص کے کہا یعنی اس طرح ایک شخص معین سے کہا کہ اگر تو مجکو
فلانی چیز بتادے تو تیرے واسطے اتنی مزدوری ہی تو اگر وہ شخص بتانے کے واسطے چلا اور اُسنے دلالت کی تو اُسکو اجرت مثل ملیگی بتانے کے واسطے
چلنے کے سبب سے اسواسطے کہ چلنا ایسا عمل ہی جسپر استحقاق اجرت ثابت ہوتا ہی عقد اجارہ سے لیکن چونکہ چلنے کی مقدار معین نہین لہذا
اجرت مثل واجب ہوگی نہ اجرت معینہ اور اگر بدون چلنے کے دلالت واقع ہوگی تو عموم اور خصوص برابر ہی انتہی تو معلوم ہوا کہ مدار صحت اجارہ تعیین
اور چلنے پر ہی نہ لفظ ان اور من کی تعبیر پر اور اشباہ کی بھی عبارت بزازیہ کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی استاجر لحفر حوض عشرۃ فی عشرۃ وبین العمق
فحفر خمسۃ فی خمسۃ کان لہ ربع الاجر الکل من الاشباہ اجارہ لیا وہ دردہ حوض کے کھودنے کا اور اُسکا عمق بیان کر دیا مثلاً ایک ہاتھ پھر اگر اُسنے دہ دردہ پنج در پنج
کھودا تو اُسکے واسطے چوتھائی مزدوری ثابت ہوگی یہ سب مسائل اشباہ سے منقول ہین ہم چوتھائی مزدوری اسواسطے ہوئی کہ دہ دردہ
یعنی دس ہاتھ طول اور دس ہاتھ عرض کے سو ہاتھ مکسر ہوتے ہین تو پنج در پنج یعنی پانچ ہاتھ طول اور پانچ ہاتھ عرض کے پچیس ہاتھ مکسر ہوئے اور پچیس
چوتھائی ہی سو کی تو چوتھائی عمل سے چوتھائی اجرت لازم ہوئی معلوم ہوا کہ اجسام مین ضرب معتبر ہی نہ مثل طلاق کے مین کذا فی الطحطاوی وفیہا جاز استیجار
طریق المرور ان بین المدۃ قلت وفی حاشیتہا ہذا قولہما وہو المختار شرح مجمع اور اشباہ مین ہی کہ جائز ہی اجارہ لینا راہ کا چلنے کے واسطے اگر مدت مرور
بیان کیجاوے مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہی کہ یہ صاحبین کا قول ہی اور یہی مختار ہی کذا فی شرح المجمع ہم جواز اجارہ طریق اُس صورت مین ہی کہ جب طریق ایک
شخص کی ملک مین ہو کذا فی الطحطاوی وفی الاختیار من لنا علے کذا اجاز لان الاجر یتعین بدلالتہ اور اختیار مین ہی مستاجر نے کہا کہ جو شخص مجکو فلانی
چیز بتادے اسکا اتنا اجر ہی تو جائز ہی اسواسطے کہ اجر متعین ہوجاتا ہی اُسکے بتانے سے ہم اور اسی طرح سیر الکبیر مین ہی اور عنقریب مذکور ہوچکا کہ مراد یہ ہی کہ
اس کلام کا مخاطب معین ہی اور اُسکی جانب سے قبول پایا گیا ہو چنانچہ متعین ہونا اجر کا اُسکی دلالت سے اس مراد پر دلالت کرتا ہی کیونکہ اجرت مسمی مراد ہی کذا فی الطحطاوی
عن حاشیۃ ابی السعود علے الاشباہ وفی الغایۃ داری لک اجارۃ ہبۃ صحت غیر لازمۃ فلکل فسخہا ولو بعد القبض فلیحفظ اور اتقانی کی غایۃ البیان مین ہی
کہ میرا گھر تیرے واسطے اجارہ ہی ہبہ تو اجارہ غیر لازمہ صحیح ہی تو موجر اور مستاجر ہر ایک کو اُسکا فسخ کرنا جائز ہی اگرچہ فسخ بعد قبض مستاجر واقع ہو تو اُسکو
یاد رکھنا چاہیے ہم اور اسی طرح اجارہ صحیح ہوگا اگر لفظ ہبہ اجارہ پر مقدم کرے کذا فی غایۃ البیان ایضا اور اجارہ صحیح ہوا باعتبار لفظ اجارہ کے اور عدم
لزوم عقد لازم لفظ ہبہ کے سبب سے اور لزوم اجرت اجارہ کی جہت سے کذا فی الطحطاوی وفی لزوم الاجارۃ المضافۃ تصحیحان والاوجہ عدم لزومہا وان علیہ الفتوی
اور اجارہ مضافہ کے لزوم مین یعنی جو اجارہ کہ مضاف بزمان مستقبل ہی اُسکے لزوم مین دو قول مصحح ہین اور عدم لزوم کے قول کی اسطرح تائید کی گئی ہی کہ عدم لزوم
پر فتوی ہی وفی المجتبی لا تجوز اجارۃ البناء وعن محمد تجوز لو منتفعا بہ کجدار وسقف وبہ یفتی اور مجتبی مین ہی کہ اجارہ عمارت کا بدون زمین کے جائز نہین اور محمد سے
ایک روایت مین اجارہ مذکورہ جائز ہی اگر عمارت سے نفع حاصل ہو چنانچہ دیوار اور چھت اور اسی قول پر فتوی ہی ہم خلاصہ مین ہی کہ فتوی اسپر ہی کہ
زمین کا بدون عمارت اور عمارت کا اجارہ بدون زمین کے صحیح ہی کذا فی الطحطاوی ومنہ اجارۃ بناء مکۃ وکرہ اجارۃ ارضہا اور اسی قسم سے اجارہ مکہ معظمہ کی عمارت
کا اور اُسکی زمین کا اجارہ مکروہ ہی ہم مختارات النوازل مین ہی کہ بناء مکہ معظمہ کی بیع اور اجارہ مین کچھ مضائقہ نہین اور وہان کی زمین کی بیع امام کے نزدیک

مکروہ ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی اور امام سے بھی اسکی ایک روایت ہی کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ لعبد البر وفی الوہبانیۃ سہ
فی الکعب والبادی قولان والبنا + کام القری اذا رمتہا الیس توجہ اور وہبانیہ مین ہی اور کتے اور بازکے اجارہ مین اختلاف ہی جیسے کہ مکہ معظمہ کی
عمارت مین اختلاف ہی اسواسطے کہ وہان کی زمین کا اجارہ نہین ہوتا ہم کتے اور باز مین اگر مدت مذکور ہو تو بعضون کے نزدیک اجارہ جائز ہی
اور بلی کا اجارہ چوہے پکڑنے کے واسطے بالاتفاق جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو دفع الدلال ثوبا للتاجر + لیقلبہ لیبیع لیس تحسر اور اگر دلال نے
وہ کپڑا جسکو بیع کے واسطے لیے پھرتا ہی تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کو جاوے تو دلال پر تاوان نہین ومن قال نقدری ان اسافر فاسخن + فحلفہ ادفاسال
رفاقالہ ذکروا اور جس مستاجر نے موجر سے کہا کہ میرا ارادہ ہی کہ سفر کرون سو اجارہ کو فسخ کر تو اسکو قسم دے یا اسکے رفیقون سے سوال کرنا وہ
بیان کردین ھم یعنی اگر مستاجر سفر کرنے کا اظہار کرے اور فسخ اجارہ چاہے اور موجر کہے کہ یہ سفر نہین کریگا فسخ اجارہ کے واسطے حیلہ انگیزی کرتا
ہی تو قاضی مستاجر سے سفر جانے کی قسم لے یا اہل قافلہ سے پوچھے کہ تمھارے ساتھ مستاجر بھی مستعد سفر ہی یا نہین اگر وہ کہین کہ ہان تو فسخ ثابت
ہوگا وینسخ من ترک التجارۃ والکری + ولو کان فی بعض الطریق وموجبہ لہ فسخہا لو مات منہا معین + والملق یعقوب وبالضعف نذکرہ اور ترک تجارت
سے فسخ ہوگا اجارہ اس جانور کا جسکو سوداگر نے کرایہ لیا اگرچہ ترک تجارت کچھ راہ چلکر واقع ہو اور موجر کو اجارہ فسخ کرنا جائز ہی اگر معین اونٹون کے اجارہ
مین ایک معین اونٹ مرجاوے اور ابو یوسف نے مطلق کہا ہی یعنی اونٹ معین ہون خواہ غیر معین بہرکیف فسخ جائز ہی اور یہ قول ابو یوسف کا
ضعف کے ساتھ مذکور ہی یعنی قول ضعیف ہی لائق عمل کے نہین ھم یعنی اگر موجر نے معین اونٹون کا کرایہ کیا سواری اور بوجھ لادنے کو پھر اونٹ
مرگئے تو اجارہ فسخ ہوگیا اور اگر بلا تعیین اونٹون کا اجارہ ہوا اور موجر نے مستاجر کو اونٹ تسلیم کیے تو اب مرجانے سے اجارہ فسخ نہوگا اسواسطے کہ عقد
اجارہ خاص ونٹون پر واقع نہین ہوا تو موجر پر واجب ہوگا کہ اور اونٹ لاوے اور یہ جو ناظم نے کہا کہ موجر کو فسخ کا اختیار ہی اسکی کچھ حاجت نہین
اسواسطے کہ اجارہ خود بخود فسخ ہوجاتا ہی معین کی موت سے کذا فی الطحطاوی وایجار ذی ضعف من الکل جائز + ولو ان اجر المثل من ذلکا کثر اور اجارہ
دینا بیمار کا تمام مال سے جائز ہی اگرچہ اجرت مثل اسکے اجر معین سے زیادہ تر ہو ھم صورت اسکی یہ ہی کہ ایک شخص کا ہمگی مال مثلاً پانچ اونٹ ہین اور وہ
شخص بیمار مرض الموت ہی اور اسپر دیون ہین اور اسکے وارث ہین سو بیمار مذکور نے پانچون اونٹ اجارہ دیئے اجرت مثل سے کمتر کو تو اجارہ
مذکور جائز ہی اسواسطے کہ بیمار کا وہ تصرف جائز نہین جسمین ارباب دیون اور وارثون کا حق متعلق ہو اور انکا حق تو اعیان سے متعلق ہی
نہ منافع سے اسواسطے کہ منافع بعد موت کے باقی نہین رہتے تا تعلق حق متصور ہو کذا فی الطحطاوی عن عبد البر بتصرف ومن مات
مدیونا واجر عقارہ + توفاہ للمستاجر الحبس اجدر اور جو شخص مدیون مرگیا اور اس نے اپنا مال غیر منقول اجارہ دیا اور اسکی اجرت پیشگی بھرلی تو
مستاجر کو حبس لائق تر ہی ھم یعنی تا انقضاء مدت اجارہ مستاجر استیفاء منافع کریگا بعد اسکے ارباب دیون اس زمین وغیرہ مین اپنا تصرف کرینگے واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المکاتب

یہ کتاب ہی غلام مکاتب کے احکام مین مناسبتہ للاجارۃ ان فی کل منہا ملک الرقبۃ لشخص ومنفعۃ لغیرہ کتاب المکاتب کی مناسبت کتاب الاجارۃ سے یہ ہی کہ دونون
مین قبضہ تو ایک شخص کا مملوک ہی اور منفعت اسکی غیر شخص مذکور کی مکاتب کا رقبہ مولی کا مملوک ہی اور منفعت مکاتب کی اور اجارہ مین قبضہ موجر کا مملوک ہی اور منفعت مستاجر کی
الکتابۃ من الکتب ہی جمع الحروف سمی بہا لان فیہ ضم حریۃ الید الی حریۃ الرقبۃ کتابت لغت مین کتب بالفتح سے مشتق ہی اور کتب عبارت ہی حروف کے جمع کرنے سے عقد کتابت کو
کتابت اسواسطے نام رکھا کہ اسمین حریت ید کو حریت رقبہ کے ساتھ ملانا اور جمع کرنا ہی ھم بہتر یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ کتب عبارت ہی جمع سے یعنی جمع حروف نہ کہتا
اسواسطے کہ جمع حروف کتابت کی تفسیر ہی نہ کتب کی مصنف نے منح الغفار مین کہا کہ مکاتب اسم مفعول ہی کاتب مکاتبہ سے مولی مکاتب ہی بکسر تا اور اصل اسکی کتب ہی

ہو اور کتب عبارت ہی جمع سے اور اُسی سے ہی کتیبہ یعنی طائفہ مجتمعہ لشکر کا اور اُسی سے ہی کتاب اسواسطے کہ وہ جامع ہو ابواب و فصول کی اور اُسی سے ہی کتابت یعنی لکھنا اسواسطے کہ وہ جامع ہی حروف کی اور اُس عقد کا کتابت اور مکاتبہ اسواسطے نام رکھا کہ اسمین ملانا ہو حریت یدکا حریت رقبہ کے ساتھ یا اسواسطے کہ اسمین دو قسطین یا زیادہ مجتمع ہوتی ہین یا اسواسطے کہ غلام اور مولی دستاویز لکھتے ہین اور یہی وجہ اخیر ظاہر تر ہی انتہی وشرعا تحریر المملوک یدا ای من جہۃ الید حالا ورقبۃ مالا یعنی عندادا البدل حتی لو اداہ حالا اعتق حالا اور شرع مین کتابت عبارت ہی مملوک کے فی الحال آزاد کرنے سے باعتبار تصرف کے اور اُسکی گردن آزاد کرنے سے باعتبار انجام کار کے یعنی بدل کتابت کے ادا کرنے کے وقت تو اگر بعد عقد کتابت کے فی الحال بدل کتابت ادا کردے تو فوراً آزاد ہوجاے گا یعنی جب مولی نے اپنے غلام سے کہا کہ مین نے تجکو مکاتب کیا سو درم پر مثلاً یعنی اگر سو درم کما لادے تو آزاد ہوجاے تو مجرد اس کلام کے غلام آزاد ہوگیا تصرف کی راہ سے یعنی جسطرح آزاد لوگ خرید و فروخت اور نوکری چاکری مین بطور خود تصرف کرتے ہین ویسا ہی غلام مکاتب بھی تصرف کریگا اسمین مولی کے اذن کی حاجت نہین اور جب سو درم ادا کریگا تو اُسکی ذات آزاد ہوجائیگی تو مکاتب عبد اور حر دونون سے مشابہ ہی عبد سے اسواسطے مشابہ ہی کہ ہنوز اُسکی گردن آزاد نہین تا ادا ے بدل کتابت اور حر سے اسواسطے مشابہ ہی کہ آزاد کی طرح تصرف کرتا ہی اور اپنی کمائی کا مالک ہوتا ہی ورکنہا الایجاب والقبول بلفظ الکتابۃ او ما یودی معناہ اور کتابت کا رکن ایجاب اور قبول ہی بلفظ کتابت یا جو لفظ کہ موصل بمعنی کتابت ہو ہم مثلاً مولی کہے غلام سے کہ مین نے تجکو مکاتب کیا یا تیرے ساتھ عقد کتابت منعقد کی اور غلام اسکو قبول کرے اور ہم معنی کتابت کی یہ مثال ہی کہ مولی کہے کہ مین نے تجپر ہزار درم مقرر کیے تو اسکو ادا کرے یا یون کہے مجکو ہزار درم ہر مہینے مین سو درم کرکے تو ادا کرا اور تو آزاد ہی ایجاب و قبول کی قید سے تعلیق عتق کتابت سے خارج ہوگئی اور لفظ کتابت کی قید سے اعتاق علی المال خارج ہوگیا اور فرق معنوی یہ ہی کہ مکاتب عجز سے پھر رقیق ہوجاتا ہی نہ معتق علی المال وشرطہا کون البدل المذکور فیہا معلوما قدرہ وجنسہ کون الرق فی المحل قائما اور کتابت کی شرط ہونا ہی اُس بدل کا جو کتابت مین مذکور ہو معلوم القدر والجنس اور ہونا رق کا محل مین یعنی ذات مملوک مین قائم ہم اور اگر بدل کی مقدار اور جنس معلوم نہو تو کتابت فاسد ہی اسواسطے کہ جہالت باعث نزاع ہی برابر ہی کہ بدل مال ہو یا منفعت کذا فی الدرر لا کونہ منجما او موجلا لصحتہا بالحال نہونا بدل کا منجم یا موجل بسبب صحیح ہونے کتابت کے فی الحال کے ادا کرنے سے ہم یعنی بدل کا منجم یا موجل ہونا کتابت کی شرط نہین منجم اور موجل مین فرق یہ ہی کہ موجل وہ کہ تمام مال کی ایک مدت مقرر ہو اور منجم وہ ہی کہ جسکی کئی مدتین ہون مثلاً ہزار درم کی دس مدتین ہر سو درم کی مدت ایک مہینہ وحکمہا فی جانب العبد انفکاک الحجر فی الحال وثبوت الحریۃ فی حق الید لا الرقبۃ الا بالادا اور کتابت کا حکم یعنی اثر مترتب غلام کی جانب مین دور ہونا عدم تصرف کا فی الحال اور ثابت ہونا آزادی کا تصرف کرنے کے حق مین نہ گردن کے حق مین مگر ادا ے بدل کتابت سے وفی جانب المولی ثبوت ولایۃ مطالبۃ البدل فی الحال ان کانت حالۃ والملک فی البدل اذا قبضہ وعودہ للملک اذا عجز اور اثر مترتب مولی کی جانب مین ثابت ہونا مطالبہ بدل کی ولایت کا فی الحال اگر کتابت بلا مدت ہو اور مالک ہونا بدل کتابت کا جبکہ اسپر مولی قبض کرے اور غلام کا پھرنا مولی کے ملک کی طرف جبکہ وہ ادا ے بدل کتابت سے عاجز ہو کاتب قنہ ولو القن صغیر العقل بمال حال ای نقد کلہ او موجل کلہ او منجم ای مقسط علی اشہر معلومۃ او قال جعلت علیک الفا تودیہ نجوما اولہا کذا و آخرہا کذا فان ادیتہ فانت حر وان عجزت فقن وقبل العبد ذلک صح وصار مکاتبا لاطلاق قولہ تعالی فکاتبوہم مکاتب کیا اپنے غلام کو اگرچہ غلام ایسا صغیر ہو کہ خرید و فروخت کو سمجھتا ہو مکاتب کیا بعوض مال کے خواہ مال حال ہو یعنی سب مال نقد ہو یا سب مال موجل ہو یا منجم ہو یعنی اُسکی قسطین مقرر ہوگئی ہون معین مہینون پر یا مولی نے یون کہا کہ مین نے تجپر ہزار درم مقرر کیے جنکو تو ادا کرے قسط بقسط اول قسط فلانا مہینہ ہی اور آخر قسط فلانا مہینہ تو اگر تو ادا کریگا تو تو آزاد ہی اور اگر تو ادا کرنے سے عاجز ہوگا تو تو غلام ہی اور اسکو غلام نے قبول کیا تو صحیح ہی اور وہ غلام مکاتب

ہوجانے کا بسبب مطلق ہونے قول حق تعالیٰ کے اس قول کے کہ فکاتبوہم یعنی غلامونکو مکاتب کرو ہم یعنی امر قرآنی غلام صغیر اور کبیر اور مال نقد اور موجل اور
منجم سب کو شامل ہے وہو الامر للندب علی الصحیح اور امر کتابت کا استحباب کے واسطے ہے بنابر قول صحیح کے نہ وجوب کے واسطے چنانچہ داؤد ظاہری کا مذہب
ہے اور نہ اباحت کا چنانچہ بعض علماء حنفیہ سمجھے ہین والمراد بالخیر ان لا یضر بالمسلمین بعد العتق اور خیر سے مراد یہ ہے کہ مسلمانون کو غلام ضرر نہ پہونچاوے آزاد
ہونے کے بعد ہم یعنی یہ جو قرآن شریف مین وارد ہے کہ اگر تم غلامون مین خیر سمجھو تو انکو مکاتب کرو تو خیر سے مراد عدم مضرت مسلمین ہے فلو یضر فالافضل ترکہ
تو اگر آزاد ہونے کے بعد مسلمانون کو ضرر پہونچاوے تو افضل یہ ہے کہ اسکو مکاتب نہ کرے ولو فعل صح اور اگر باوجود اسکے مکاتب کرے گا
تو صحیح ہوگا ولو کاتب نصف عبدہ جاز ونصفہ الاخر ماذون لہ فی التجارۃ ولو اراد منعہ لیس لہ ذلک کیلا یبطل علی العبد حق العتق وتمامہ فی التاتارخانیۃ
اور اگر اپنے نصف غلام کو مکاتب کیا تو جائز ہے اور نصف باقی ماذون لہ فی التجارۃ ہوگا اور اگر مولی اسکو منع کرنا چاہے تو اسکو جائز نہین تاکہ غلام کا حق عتق
باطل نہو جاوے اور پورا بیان اسکا تاتارخانیہ مین ہے واذا صحت الکتابۃ خرج من یدہ دون ملکہ حتی یودی کل البدل لحدیث ابی داؤد المکاتب
عبد ما بقی علیہ درہم اور جبکہ کتابت صحیح ہوگئی تو مکاتب نکلگیا مولی کے ہاتھ سے یعنی اسکے تصرف سے نہ اسکی ملک سے یہانتک کہ تمام بدل کتابت
ادا کرے بدلیل حدیث ابی داؤد کہ مکاتب غلام ہے جب تک کہ اسپر ایک درم باقی رہے ہم اور یہی مذہب ہے زید بن ثابت کا اور اسی پر عمل ہے علماء
امصار کا ثم فرع علیہ بقولہ وغرم المولی العقر ان وطی مکاتبتہ لحرمتہ علیہ پھر مصنف نے خروج تصرف مولی پر تفریع کی اپنے اس قول سے
اور تاوان دے مولی عقر قیمت کا اگر اپنی لونڈی مکاتبہ سے وطی کرے بسبب حرام ہونے وطی مکاتبہ کے مولی پر ہم عقر آزاد عورت مین مہر مثل ہے اور
لونڈی مین اسکی قیمت کا دسوان حصہ اگر وہ باکرہ ہو اور اگر ثیبہ ہو تو بیسوان حصہ قیمت کا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود او جنی علیہا ای نفسہا لزمہ ارشہا
یا مولی مکاتبہ پر جنایت کرے یعنی اسکو قتل کرے تو اسکی دیت کا تاوان دے او جنی علی ولدہا یا مکاتبہ کے ولد کو مولی قتل کرے تو دیت دے او
اتلف مالہا لانہ بعقد الکتابۃ صار کل منہما کالاجنبی نعم لا حد ولا قود علی المولی للشبہۃ شمنی یا مولی مکاتبہ کا مال تلف کرے تو تاوان دے اسواسطے کہ عقد
کتابت کے سبب سے مولی اور مملوک ہر ایک اجنبی کے مانند ہوگیا ہان یہ البتہ ہے کہ مولی پر حد نہین وطی سے اور قصاص نہین قتل سے بسبب شبہ ملک کے
کذا فی الشمنی ولو اعتقہ عتق مجانا لاسقاط حقہ اور اگر مولی مکاتب کو آزاد کردے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب ساقط کرنے اپنے حق کے یعنی ملک رقبہ مولی
کا حق ہے سو اسکو اسکے اسقاط مین اختیار ہے بلا اخذ بدل وفسد ان کاتبہ علی خمر او خنزیر لعدم مالیتہ فی حق المسلم فلو کانا ذمیین جاز اور فاسد ہوگی
کتابت اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا شراب یا سور پر اسکے مال نہونے سے مسلمان کے حق مین تو اگر میان اور غلام دونون ذمی ہون تو کتابت
مذکورہ جائز ہے ہم کتابت جائزہ اور فاسدہ مین فرق یہ ہے کہ فاسدہ مین مولی کو اختیار ہے کہ اسکو پھر غلام بنا دے اور کتابت کو فسخ کردے بدون
رضامندی غلام کے اور کتابت جائزہ مین بلا رضامندی غلام کے فسخ جائز نہین اور غلام کو جائزہ اور فاسدہ دونون مین بلا رضامندی مولی کے
فسخ جائز ہے کذا فی غایۃ البیان او علی قیمتہ ای قیمۃ نفس العبد لجہالۃ القدر یا کتابت فاسد ہے اسکی قیمت پر یعنی غلام کی ذات کی قیمت پر بسبب مجہول
ہونے اسکی مقدار کے ہم یعنی قیمت کی مقدار مجہول چیز ہے اسواسطے کہ تعیین قیمت یعنی مالیت مین قیمت کرنے والے مختلف ہوتے ہین او علی عین
معینۃ لغیرہ لعجزہ عن تسلیم ملک الغیر یا کتابت فاسد ہے غیر شخص کی معین چیز پر بسبب عاجز ہونے غلام کے ملک غیر کی تسلیم سے ہم معین کی قید
سے نقود خارج ہوگئے تو اگر غیر کے نقد پر کتابت ہو تو جائز ہے اسواسطے کہ عقد معاوضہ اور فسخ مین نقود متعین نہین ہوتے کذا فی الطحطاوی او علی
مائۃ دینار لیرد سیدہ علیہ وصیفا غیر معین لجہالۃ القدر یا کتابت فاسد ہے سو دینار پر تاکہ اسکا مولی اسکو ایک غلام نابالغ غیر معین پھیر دے بسبب
مجہول ہونے مقدار قیمت غلام کے یعنی اسواسطے کہ غلام مذکور کا استثناء دنانیر سے ممکن نہین مگر باعتبار قیمت کے اور عدم تسمیہ قیمت کا مفسد عقد ہے اور

اگر غلام معین ہو تو کتابت جائز ہی بالاتفاق کذا فی الطحطاوی فہو ای عقد الکتابۃ فاسد فی الکل لما ذکرنا تو وہ یعنی عقد کتابت سب صورتون مذکورہ مین
فاسد ہی ان وجوہ کے سبب سے جنکو ہمنے ذکر کیا فان ادی الکاتب الخمر عتق بالاداء کذا الخنزیر لمالیتہما فی الجملۃ وسعی فی قیمتہ بالغۃ ما بلغت
یعنی قبل ان تیراء بنا للقاضی ابن کمال پھر اگر پہلی صورت مین مکاتب شراب اور اسیطرح سور ادا کرے تو آزاد ہو جائیگا بسبب مال ہونے شراب
اور سور کے فی الجملہ یعنی اگرچہ اہل اسلام کے نزدیک مال نہین لیکن کافرون کے نزدیک مال ہی اور کوشش کرے مکاتب مذکور اپنی قیمت مین
جسقدر کہ اسکی قیمت ہو قبل اس بات کے کہ اسکا مرافعہ قاضی کے پاس ہوا ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی قیمت ادا کرنے سے قبل ابطال قاضی
آزاد ہوگا اسواسطے کہ قبل دفع عین قاضی کے ابطال سے عقد مذکور کالعدم ہی کذا فی الطحطاوی والعلم انہ متی سمی مالا وفسدت
الکتابۃ بوجہ من الوجوہ لم ینقص من المسمی بل یزاد علیہ اور معلوم کر جبکہ مال مسمی ہو اور کتابت فاسد ہو جائے کسی وجہ سے وجوہ مفسدہ سے
تو مال مسمی سے نقصان نہ کیا جائیگا بلکہ اسپر زیادہ کیا جائیگا ولو کاتبہ علی میتۃ ونحوہا کالدم لبطل العقد لعدم مالیتہما اصلا عند احد فلا یعتق بالاداء
الا اذا علقہ بالشرط صریحا فیعتق المشرط لا للعقد اور اگر غلام کو مکاتب کیا مردار پر اور مانند اسکے جیسا کہ خون پر تو کتابت باطل ہوگی اسواسطے کہ
مردار اور خون اصلا مال نہین کسی کے نزدیک تو مکاتب آزاد نہ ہوگا مردار اور خون کے ادا کرنے سے مگر جبکہ مولی صریح شرط کے ساتھ عتق کو معلق کرے
تو غلام آزاد ہوگا شرط کے سبب سے نہ عقد کے سبب سے ہم یعنی اگر مولی نے یون کہا غلام سے کہ اگر تو مردار یا خون مجکو دے تو تو مکاتب ہی
پھر وہ مردار یا خون لایا تو آزاد ہوگا تعلیق کی جہت سے نہ عقد کتابت کے سبب سے وصح العقد علی حیوان بین جنسہ فقط لا نوعہ
وصفتہ ویؤدی الوسط او قیمتہ ویجبر علی قبولہما اور عقد کتابت صحیح ہی اس جاندار پر جسکی فقط جنس بیان ہوئی نہ اسکی نوع اور صفت اور مکاتب
اس جنس کا متوسط حیوان یا اسکی قیمت ادا کرے اور اگر مولی انکار کرے تو قبول قیمت پر اسپر زبردستی ہوگی وصح ایضا من کافر کاتب قنا
کافرا مثلہ علی ما لیتہ عند ہم معلومۃ ای مقدرۃ لیعلم البدل اور صحیح ہی کتابت مالک کافر سے بھی جسنے اپنا سا کافر غلام مکاتب کیا شراب معلوم الوزن
او الظرف پر تاکہ بدل معلوم ہو جائے مجہول باقی نرہے شراب پر اسواسطے کتابت صحیح ہوئی کہ وہ کافرون کے نزدیک مال ہی وای من المولی
والعبد اسلم فلہ قیمۃ الخمر وعتق بقبضہا التعلیق عتقہ باداء الخمر لکن مع ذلک یسعی فی قیمتہ کما مر اور مالک اور غلام سے جو شخص اسلام قبول کریگا تو شراب
کی قیمت دینی اسکو لازم ہوگی اور آزاد ہوگا شراب کے لینے سے بواسطہ معلق ہونے عتق غلام کے شراب کے ادا کرنے پر لیکن باوجود اسکے غلام
کوشش کرے اپنی قیمت کے دینے مین چنانچہ عنقریب گذر گیا وصح ایضا علی خدمتہ شہرا لہ ای للمولی او لغیرہ اور کتابت صحیح ہی ایک مہینے
مولی کی خدمت یا غیر مولی کی خدمت پر بھی وحفر بئر او بناء دار اذا بین قدر المعمول والآجر بما یرفع النزاع لحصول الرکن والشرط یا کتابت صحیح ہی
کنوئین کھودنے پر یا گھر کے بنانے پر جبکہ بنائی چیز اور اینٹون کی مقدار کا اسطرح بیان ہو جائے کہ نزاع کو رفع کر دے بسبب حاصل ہونے رکن اور شرط
کتابت کے ہم رکن ایجاب اور قبول ہی اور شرط معلوم ہونا بدل کا لا تفسد الکتابۃ بشرط لشبہہا بالنکاح ابتداء لانہا مبادلۃ بغیر مال وہو التصرف
کتابت فاسد نہین ہوتی شرط سے بسبب مشابہ ہونے کتابت کے نکاح سے باعتبار ابتداء کے اسواسطے کہ کتابت مبادلہ ہی غیر مال سے اور غیر مال
تصرف غلام ہی ہم اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا مقدار مال پر باین شرط کہ غلام شہر سے باہر نجائے تو شرط باطل ہی اور عقد صحیح ہی اسواسطے کہ کتابت باعتبار
ابتداء عقد کے نکاح سے مشابہ ہی یعنی جسطرح نکاح مین مبادلہ مال کا ہوتا ہی غیر مال سے یعنی تمتع سے اسی طرح کتابت مین بھی مبادلہ غیر مال
سے ہی یعنی آزادون کا سا تصرف ہونا غلام کا تو جیسے نکاح فاسد نہین ہوتا شرط سے ویسی ہی کتابت بھی فاسد نہین ہوتی الا ان
یکون الشرط فی صلب العقد فتفسد لشبہہا بالبیع انتہاء لانہ فی البدل ہذا ہو الاصل مگر یہ کہ شرط صلب عقد یعنی عقد کتابت کے اندر واقع ہو

توکتابت فاسد ہوگی بسبب مشابہ ہونے کتابت کے بیع سے انتہا کی راہ سے اسواسطے کہ فساد بدل مین واقع ہوا ہی یہی قاعدہ کلیہ ہی ہم مطلب عقد مین شرط ہونا چنانچہ خدمت مجہولہ غلام پر شرط ہو یا شراب یا سور پر کتابت ہو کتابت بیع سے اسواسطے مشابہ ہی کہ مبادلہ ہی مال کا مال سے انجام کار مین تو جیسے بیع فاسد ہو جاتی ہی شرط سے ویسی ہی کتابت بھی جبکہ شرط صلب عقد مین نہو

باب مایجوز للمکاتب ان یفعلہ

ومالایجوز یہ باب ہی اُن افعال مین جنکا کرنا مکاتب کو جائز ہی اور جو افعال کہ جائز نہین للمکاتب البیع والشراء ولو محاباۃ یسیرۃ مکاتب کو خرید فروخت جائز ہی اگرچہ خرید فروخت بنقصان قلیل ہو ھ اسواسطے کہ سوداگرون کا طریقہ یہ ہی کہ ایک صفقہ مین کا نقصان قبول کرتے ہین تاکہ دوسرے مین فائدہ حاصل کرین کذا فی الدرر والسفر وان شرط المولی عدمہ اور مکاتب کو سفر کرنا جائز ہی اگرچہ مولی نے عدم سفر شرط کیا ہو یعنی اسواسطے کہ سفر مین سوداگر کو فائدہ حاصل ہوتا ہی تو بدل کتابت جلد حاصل ہوگا وتزویج امتہ وکتابۃ عبدہ اور مکاتب کو اپنی لونڈی کا نکاح کردینا اجنبی سے اور اپنے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہی ھ اسواسطے کہ نکاح سے مہر اور نفقہ ثابت ہوگا اور کتابت تو بیع کے مانند نافع ہی بلکہ اُس سے زیادہ ترہ والولاء لہ ان ادی الثانی بعد عتقہ اور ولا یعنی میراث مکاتب ثانی کی مکاتب اول کے واسطے ہی اگر مکاتب ثانی بدل کتابت ادا کرے مکاتب اول کے آزاد ہوجانیکے بعد والا بان اداہ قبلہ او ادیا معا فلسیدہ اور مکاتب ثانی نے ادا نہ کیا مکاتب اول کی آزادی کے بعد اس طرح کہ قبل اُسکی آزادی کے ادا کیا یا دونون نے ساتھ ہی بدل کتابت ادا کیا تو اُسکا مولی یعنی پہلا مالک دونون مکاتبون کی میراث لیگا لا التزوج بغیر اذن مولاہ مکاتب کو نکاح کرنا اپنے مولی کی اجازت کے بدون جائز نہین یعنی اسواسطے کہ یہ اکتساب مین داخل نہین اور اُسمین مولی کا ضرر بھی ہی کہ مہر مکاتب کی گردن پر لازم ہوگا ولا الہبۃ ولو بعوض ولا التصدق الا بیسیر منہما اور نہ ہبہ کرنا مکاتب کو جائز ہی اگرچہ ہبہ بالعوض ہو اور نہ خیرات کرنا جائز ہی مگر ہبہ قلیل اور خیرات کمتر جائز ہی ھ ذخیرہ مین ہی ہبہ اور خیرات بقدر ایک پیسے اور ایک روٹی کے جائز ہی اور طعام موجود سے ضیافت یسیرہ درست ہو ولا التکفل مطلقا ولو باذن مولاہ بنفس او بمال لانہ تبرع اور نہ مکاتب کو ضامن ہونا جائز ہی مطلقاً اگرچہ مولی کے اذن سے حاضر ضامنی کرے اسواسطے کہ ضامنی تبرع ہی اور مکاتب تبرع کا اہل نہین ہی ولا الاقراض واعتاق عبدہ ولو بمال اور نہ مکاتب کو قرض دینا اور اپنے غلام کو آزاد کرنا جائز ہی اگرچہ اعتاق بعوض مال کے ہو وبیع نفسہ منہ اور بیچنا جائز ہی غلام کی ذات کا غلام سے اسواسطے کہ یہ فی الحقیقۃ اعتاق علی المال ہی وتزویج عبدہ لتعلقہ بالمہر والنفقۃ اور نہ مکاتب کو اپنے غلام کا نکاح کرنا جائز ہی بسبب ناقص ہوجانے غلام کے زوجہ کے مہر اور نفقہ لازم ہونے سے ھ مکاتب کو اپنے غلام کی تزویج اپنی لونڈی سے درست ہی نہ غیر کی لونڈی سے نہرہ سے والاب والوصی والقاضی وامینہ فی رقیق صغیر تحت حجرہم کالمکاتب فیما ذکر اور باپ اور وصی اور قاضی اور اُسکا امین اُس صغیر کے غلام میں جو اُنکی پرورش مین ہی مکاتب کے مانند ہین تصرفات مذکورہ کے ثبوت اور نفی مین یعنی باپ یا قاضی کو صغیر کی لونڈی کا نکاح اور اُسکے غلام کو مکاتب کرنا جائز ہی اور اعتاق عبدا ور عبد کو اُسکے ہاتھ بیچنا اور غلام کا نکاح کردینا جائز نہین بخلاف مضارب وماذون وشریک ولو مفاوضۃ علی الاشبہ لاختصاص تصرفہم بالتجارۃ بخلاف مضارب وعبد ماذون اور شریک کے اگرچہ شرکت مفاوضہ ہو بنابر قول اشبہ یعنی مضارب اور ماذون اور شریک لونڈی کی تزویج کے مالک نہین اسواسطے کہ اُنکا تصرف تجارت مین مخصوص ہی اور باپ اور قاضی کا تصرف تجارت اور غیر تجارت دونون کو شامل ہی ولو اشتری اباہ او ابنہ تکاتب علیہ تبعا لہ والمراد قرابۃ الولاد لاغیر اور اگر مکاتب نے اپنا باپ یا بیٹا خرید کیا تو وہ بھی اُسکی کتابت مین داخل ہوگا تبعیت کی راہ سے باپ اور بیٹے سے قرابت ولادت مراد ہی نہ اور قرابت سواے اُسکے ھ یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا ادا ے بدل کتابت سے تو اُسکا باپ اور بیٹا بھی آزاد ہوگا اور اگر مکاتب

ادا اسے بدل سے عاجز ہوگا تو باپ بھی غلام بنا رہیگا بحکم تبعیت ولو اشتری محرما غیر الولاد کالاخ والعم لایکاتب علیہ خلافا لہما اور مکاتب نے
اپنے محرم غیر ولاد کو خرید کیا چنانچہ بھائی اور چچا تو وہ مکاتب کی کتابت مین داخل نہوگا برخلاف مذہب صاحبین کے کہ انکے نزدیک داخل ہوگا
ولو اشتری ام ولدہ مع ولدہ منہا وکذا لو اشتراہا ثم شراہا جوہرۃ لم یجز بیعہا لتبعیتہا الولد ہا ولکن لا تدخل فی کتابتہ اور اگر مکاتب نے
اپنی ام ولد خرید کی اپنے اس فرزند کے ساتھ جو اسی ام ولد سے پیدا ہوا تو ام ولد کی بیع جائز نہوگی اسواسطے کہ ام ولد اپنے ولد کے تابع ہے
ولیکن فرزند کی کتابت مین وہ داخل نہوگی ہم ولد کے تابع ہی یعنی جس طرح ولد کی بیع جائز نہین اسی طرح ام ولد کی ولد کی تبعیت سے
درست نہین اسواسطے کہ حدیث مین وارد ہی کہ ام ولد کو اسکے ولد نے آزاد کردیا فلا تعتق بعتقہ ولا ینفسخ نکاحہ لانہ لم یملکہا فجاز لہ ان
یطاہا بملک النکاح تو ام ولد آزاد نہوگی اسکے آزاد ہونے سے اور نہ مکاتب کا نکاح فسخ ہوگا خرید کرنے سے اسواسطے کہ وہ اسکا مالک نہین ہوگیا
تو مکاتب کو جائز ہی کہ ام ولد کی وطی کرے ملک نکاح کے سبب سے نہ ملک یمین کے سبب سے وکذا المکاتبۃ اذا اشترت بعلہا اور اسی طرح لونڈی مکاتبہ
کا نکاح فسخ نہ ہوگا جبکہ وہ اپنے شوہر کو خرید کرے تو اسکے شوہر کو اسکی وطی بملک نکاح جائز ہی غیر ان لہا بیعہ مطلقا لان الحریۃ لم تثبت من جہتہا
مگر اتنا فرق ہی کہ مکاتبہ کو شوہر مذکور کی بیع مطلقا جائز ہی اسواسطے کہ شوہر کا آزاد ہونا مکاتبہ کی جہت سے ثابت نہین ہوا ہم یعنی برخلاف
مکاتب کہ اگر وہ اپنے ام ولد کو خرید کریگا ولد کے ساتھ تو آزادی یعنی حق آزادی کا ولد کی جہت سے ثابت ہوگا اور مطلقا سے ظاہرا یہ مراد ہی
کہ بیع شوہر کی جائز ہی اگرچہ مکاتبہ اپنے ولد کو شوہر کے ساتھ خرید کرے کذا فی الطحطاوی ولو ملکہا بدونہ ای بدون الولد جاز لہ بیعہا خلافا لہما
اور مکاتب نے ام ولد کا مالک ہوا بدون ولد کے تو اسکو ام ولد کا بیچنا جائز ہی برخلاف مذہب صاحبین وان ولد لہ من امتہ ولد فادعاہ فیکاتب
علیہ تبعا لہ اور اگر مکاتب کا ولد پیدا ہوا اسکی لونڈی سے پھر اسنے اسکی فرزندی کا دعوی کیا تو فرزند بھی اسکی کتابت مین داخل ہوگا باپ کی تبعیت
سے ہم بعضون نے اعتراض کیا ہی کہ مکاتب کو اپنی لونڈی سے وطی کرنا جائز نہین اسکا جواب یہ ہی کہ نسب ملت پر موقوف نہین چنانچہ اپنے فرزند کی
لونڈی کی وطی مین یا مشترک لونڈی کی وطی مین درصورت ادعا النسب ثابت ہوتا ہی حالانکہ وطی حلال نہین وکان کسبہ لہ لانہ کسب کسبہ اور
مکاتب کے فرزند کا کسب مکاتب کا مملوک ہوگا اسواسطے کہ مکاتب کے کسب کا کسب ہی یعنی فرزند کسب ہی باپ کا تو فرزند کی کمائی کسب الکسب
ہوئی زوج المکاتب امتہ من عبدہ فکاتبہما فولدت دخل فی کتابتہا وکسبہ وقیمتہ لو قتل لہا لان تبعیتہا ارجح مکاتب نے اپنی لونڈی کا نکاح
کردیا اپنے غلام سے پھر دونون کو مکاتب کیا پھر مکاتبہ لڑکا جنی تو لڑکا مکاتبہ کی کتابت مین داخل ہوگا اور اسکی کمائی اور اسکی قیمت اگر اسکو کوئی
قتل کرڈالے مکاتبہ کی ملک ہی نہ اسکے شوہر کی اسواسطے کہ ماں کی تبعیت غالب تر ہی باپ کی تبعیت سے ہم وجہ رجحان یہ کہ مولود مین وہ صفات
شرعیہ جو ماں مین ثابت ہین چنانچہ تدبیر اور استیلاد اور حریت اور ملک سرایت کرجاتی ہین کذا فی الطحطاوی مکاتب او ماذون نکح امرأۃ زعمت
انہا حرۃ باذن مولاہ فتعلق بنکح فولدت منہ ثم استحقت فالولد رقیق فلیس لہ اخذہ بالقیمۃ خلافا لمحمد لانہ ولد المغرور غلام مکاتب یا ماذون
نے اپنے مولے کے اذن سے نکاح کیا اس لونڈی سے جسنے آپ کو آزاد ظاہر کیا پھر اسکے لڑکا پیدا ہوا اسکا تب یا ماذون سے پھر وہ لونڈی مستحق
ملک غیر نکلی تو لڑکا غلام ہی لونڈی کے مالک کا تو مکاتب یا ماذون کو لڑکا کا لینا قیمت دیکر جائز نہین بخلاف محمد اسواسطے کہ وہ مغرور یعنی دھوکا کھائے ہوئے
کا فرزند ہی ہم محمد کا یہ مذہب ہی کہ مکاتب یا ماذون قیمت دیکر اپنے فرزند کو لیگا اسواسطے کہ اسکو دھوکا ہوا کہ لونڈی کو آزاد سمجھا لیکن انکے نزدیک قیمت
دینا مکاتب یا ماذون کے آزاد ہونے کے بعد لازم ہوگا نہ بالفعل کذا فی العنایۃ وخصا المغرور بالحر باجماع الصحابۃ اور شیخین نے مغرور کو آزاد کے ساتھ
مخصوص کیا ہم صحابہ کرام کے اجماع کی دلیل سے یعنی اگر آزاد کو دھوکا ہو جاوے تو وہ اپنے فرزند کو قیمت دیکر لیگا نہ مکاتب یا ماذون واستشکلہ الزیلعی اور

زیلعی نے اس مسئلہ کو مشکل جانا ہے جس کی وجہ اشکال یہ ہے کہ غلام پر جبکہ دین لازم ہوتا ہے مولیٰ کے اذن کے سبب سے تو وہ دین مولیٰ پر لازم ہوتا ہے اور اس سے فی الحال مطالبہ ہوتا ہے اور یہاں نکاح باذن مولیٰ مفروض ہے تو چاہیے کہ مولیٰ پر فی الحال قیمت لازم آوے نہ مکاتب پر اسکے آزاد ہونے کے بعد چنانچہ محمد کا مذہب ہے اسکا جواب رازی نے یوں دیا ہے کہ مولیٰ نے تو نکاح کا اور اس کے متعلقات یعنی مہر اور نفقہ کا اذن دیا ہے نہ فریب کھانے کا تو مولیٰ اس سے راضی نہوگا تو قیمت دینا موقوف رہیگا مکاتب کے آزاد ہونے پر کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو اشتری المکاتب امۃ شراءً فاسداً فوطیہا ثم ردہا للفساد لشرائہا او شراہا صحیحاً فاستحقت وجب علیہ العقر فی حالۃ الکتابۃ قبل عتقہ لدخولہ فی الکتابۃ لان الاذن بالشراء اذن بالوطی اور اگر مکاتب نے لونڈی مول لی خرید فاسد کر پھر اس سے قربت کی پھر مالک کو پھیر دی فساد بیع کے سبب سے یا اسکو بخرید صحیح مول لیا یعنی پھر وطی کی سو وہ مستحق ملک غیر نکلی تو مکاتب پر عقر قیمت واجب ہوگا کتابت کی حالت میں اسکے آزاد ہونے سے پہلے بسبب داخل ہونے خرید فروخت کے اسکے عقد کتابت میں اسواسطے کہ خرید کرنے کا اذن وطی کرنیکا اذن ہے اور لزوم عقر کی بہتر تعلیل یہ ہے کہ کتابت موجب ہے خرید کی اور خرید موجب ہے سقوط حد کی اور سقوط حد موجب ہے عقر کی تو کتابت ہی موجب ٹھہری عقر کی اسواسطے خریدکا اذن وطی کا اذن نہیں اور وطی تجارت میں داخل نہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو وطیہا بنکاح بلا اذن اخذ بہ بالعقر منذ عتق ای بعد عتقہ لعدم دخولہا کما مر اور مکاتب نے لونڈی مذکورہ سے قربت کی بواسطہ اس نکاح کے جو اسنے بلا اذن مولیٰ کے کیا تھا تو مکاتب سے عقر لیا جائیگا شروع عتق سے یعنی مکاتب کے آزاد ہونے کے بعد بسبب نہ داخل ہونے نکاح کے کتابت میں چنانچہ اول باب میں مذکور ہوچکا کہ مکاتب کو نکاح کرنا بلا اذن مولیٰ جائز نہیں والماذون کالمکاتب فیہما فی الفصلین اور غلام ماذون مکاتب کے مانند ہے دونوں فصلوں میں یعنی لونڈی مذکورہ کے شراء فاسد اور صحیح میں اور نکاح کی صورت میں واذا ولدت مکاتبۃ من سیدہا فلہا الخیار ان شاءت مضت علی کتابتہا واخذت العقر منہ او ان شاءت عجزت نفسہا وہی ام ولدہ وثبت نسبہ بلا تصدیقہا لانہ ملکہ رقبۃ اور جبکہ لونڈی مکاتبہ جنی اپنے مولیٰ سے تو اسکو اختیار ہے اگر چاہے چلی جاوے اپنی کتابت پر یعنی اپنی کتابت کو قائم رکھے اور مولیٰ سے عقر لے یا اگر چاہے اپنی ذات کو عاجز کرلے یعنی ادائے بدل کتابت سے عاجزی کا اقرار کرے اور مولیٰ کی ام ولد ہو اور مولیٰ کا نسب مکاتبہ سے بدون اسکی تصدیق کے ثابت ہوگا اسواسطے کہ مکاتبہ مولیٰ کی ملک ہے باعتبار گردن کے اگرچہ باعتبار تصرف کے ملک نہیں ولو کاتب شخص ام ولدہ او مدبرہ صح وعتقت ام الولد مجاناً بموتہ بالاستیلاد اور اگر ایک شخص نے اپنی ام ولد یا اپنا غلام مدبر مکاتب کیا تو درست ہے اور ام ولد مفت آزاد ہوگی اس شخص کی موت سے بسبب استیلاد کے بلا ادائے بدل کتابت وسعی المدبر فی ثلثی قیمتہ ان شاء او سعی فی کل البدل بموت سیدہ فقیراً لم یترک غیرہ اور سعی کرے مدبر اپنی قیمت کے دو ثلث میں یا چاہے سعی کرے تمام بدل کتابت میں اپنے مالک کی محتاج ہوکر مرنے سے اس طرح کہ اسنے کچھ متروکہ نہیں چھوڑا سوائے اس مدبر کے ولو دبر مکاتبہ صح فان عجز بقی مدبراً والا سعی فی ثلثی قیمتہ ان شاء او فی ثلثی البدل بموتہ ای المولی معسراً لم یترک غیرہ اور اگر اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہے پھر اگر وہ ادائی بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو مدبر باقی رہیگا اور اگر عاجز نہ ہوا اور کتابت کو قائم رکھا تو سعی کرے اپنی قیمت کے دو ثلث کے ادا کرنے میں اور اگر وہ چاہے یا سعی کرے بدل کتابت کے دو ثلث میں اپنے مولیٰ کے اسطرح محتاج ہوکر مرنے سے کہ مولیٰ نے کچھ متروکہ نہ چھوڑا ہو سوائے اس مدبر کے وان کان مات موسراً بحیث یخرج المدبر من الثلث عتق بالتدبیر وسقط عنہ بدل الکتابۃ کما لو اعتق المولیٰ مکاتبہ فانہ یعتق مجاناً لقیام الخ اور اگر مولیٰ اسطرح مالدار ہوکر مرگیا ہو کہ مدبر ثلث متروکہ سے نکلسکتا ہو تو وہ آزاد ہوگا تدبیر کے سبب سے اور اس سے ساقط ہوگا بدل کتابت کا چنانچہ اگر مولیٰ اپنے مکاتب کو آزاد کرے تو وہ مفت آزاد ہوگا بسبب قیام ملک کے کاتبہ علی الف مؤجل ثم صالحہ علی نصفہ حالاً صح استحساناً مولیٰ نے مکاتب کیا غلام کو ہزار میعاد والے پر پھر مکاتب سے صلح کرلی اسکی نصف یعنی پانسو نقد پر تو صحیح ہے استحسان کی راہ سے طرفین کے نزدیک مریض کاتب عبدہ علی الفین الی

سنۃ فمات المریض والحال ان قیمۃ المکاتب الف درہم ولم تجز الورثۃ التاجیل ولم تترک غیرہ ادی المکاتب ثلثی البدل وعند محمد ثلثی القیمۃ حالا والباقی الی اجلہ اور در رد قیقا لقیام البدل مقام الرقبۃ فینفذ فی ثلثہ بیمار نے اپنے غلام کو مکاتب کیا دو ہزار پر ایک سال کی مدت مقرر کرکے پھر بیمار مر گیا اور حالانکہ مکاتب کی قیمت ایکہزار درم ہین اور مولی کے وارثون نے تاجیل کو جائز نہ رکھا اور مولی نے سوائے اُس مکاتب کے اور مال نہین چھوڑا تو مکاتب بدل کتابت دو ثلث نقد ادا کرے اور محمد کے نزدیک قیمت کے دو ثلث نقد ادا کرے اور باقی ثلث بدل یا قیمت کا مدت مذکورہ کے بعد ادا کرے یا ادا نہ کرسکے تو پھیر کر غلام بنایا جاے بدل کتابت کے دو ثلث ادا کرے بسبب قائم ہونے بدل کے رقبہ کے مقام پر تو محاباۃ تاجیل کے ثلث مین نافذ ہوگی وان کاتب علی الف الی سنۃ والحال ان قیمۃ الفان ولم یجیزوا ادی ثلثی القیمۃ حالا وسقط الباقی اور در رد قیقا اتفاقا لوقوع المحاباۃ فی القدر والتاخیر فتنفذ بالثلث اور اگر غلام کو مکاتب کیا ہزار پر سال بھر کی مدت مقرر کرکے اور حالانکہ اسکی قیمت دو ہزار ہین اور حالانکہ وارثون نے کتابت مذکورہ جائز نہ رکھی تو غلام مذکور قیمت یعنی دو ہزار کے دو ثلث نقد ادا کرے اور ثلث باقی اس سے ساقط ہوگا یا اگر ادا نہ کرسکے تو پھیر کر غلام بنایا جاے باتفاق شیخین اور محمد کے بسبب واقع ہونے محاباۃ کے مقدار اور تاجیل مین تو محاباۃ مریض ثلث مین جاری ہوگی حر قال لمولی عبد کاتب عبدک فلانا الغائب علی الف درہم الی ان ادیت الیک الفا فہو حر فکاتبہ المولی علی ہذا الشرط وقبل المولی ثم ادی الحر الفا عتق العبد بحکم الشرط وکذا لو لم یقل ان ادیت فادی لیعتق استحسانا لنفوذ تصرف الفضولی فی کل ما لیس بضرر ولا یرجع الحر علی العبد لانہ متبرع شخص آزاد نے غلام کے مالک سے کہا کہ اپنے فلانے غائب غلام کو مکاتب کر ہزار درم پر اس شرط سے کہ اگر مین تجکو ہزار درم ادا کردون تو وہ غلام آزاد ہی سو مولی نے اس شرط پر اسکو مکاتب کیا اور مولی نے قبول کیا پھر آزاد مذکور نے ہزار درم ادا کیے تو غلام آزاد ہوگا بوجہ شرط مذکورہ کے اور اسی طرح اگر اس شخص نے اپنے ادا کرنے کو ذکر کیا پھر اُسنے ہزار درم ادا کیے تو غلام مذکور آزاد ہوگا استحسان کی راہ سے بسبب نافذ ہوجانے تصرف فضولی کے ہر ایک اس امر مین جو ضرر نہین اور شخص آزاد غلام مذکور سے ہزار درم پھیر نہ لیگا اسواسطے کہ وہ محسن ہی نہ معاوض ثم قولہ قبل المولے شارح نے ضمیر کا مرجع مولی کو قرار دیا اور زیلعی اور شرح ملا مسکین مین قبل الرجل واقع ہی اور یہی بلا تکلف مناسب ہی واذا بلغ العبد ہذا الامر فقبل صار مکاتبا انما یحتاج لقبولہ لاجل لزوم البدل علیہ اور جبکہ غلام غائب کو اس امر کی خبر پہونچے یعنی قبل ادا کرنے حر مذکور کے سو غلام نے کتابت قبول کی تو وہ مکاتب ہوجایگا قبول غلام کی حاجت تو فقط اسی واسطے ہی کہ بدل کتابت اُسپر لازم ہوجاے یعنی صحت کتابت غلام کے قبول پر موقوف نہین بلکہ لزوم بدل قبول پر موقوف ہی قال عبد حاضر لسیدہ کاتبنی عن نفسی وعن فلان الغائب فکاتبہما فقبل العبد الحاضر صح العقد استحسانا فی الحاضر اصالۃ والغائب تبعا غلام حاضر نے اپنے مالک سے کہا کہ میرے ساتھ عقد کتابت منعقد کر میری ذات کیطرف سے اور فلانے غلام کیطرف سے سو مالک نے دونون غلامون کو مکاتب کیا سو حاضر غلام نے قبول کیا تو عقد صحیح ہی باعتبار استحسان کے غلام حاضر مین اصالۃ صحیح ہی اور غائب غلام مین تبعا وایہما ادی بدل الکتابۃ عتقا جمیعا بلا رجوع ویجبر المولی علی القبول للبدل من احدہما اور دونون مین سے جو غلام کہ بدل کتابت ادا کریگا تو دونون غلام آزاد ہوجاوینگے بلا رجوع یعنی ادا کرنے والا غلام دوسرے غلام سے بقدر اُسکے حصہ کے مطالبہ نکر سکے گا اور مالک پر زبردستی ہوگی قبول بدل کتابت پر ایک کی طرف سے یعنی دونون غلامون کا بدل کتابت اگر ایک غلام ادا کریگا تو مالک کو بجبر قبول کرنا ہوگا ولا یطالب العبد الغائب بشیء لعدم التزامہ اور غلام غائب سے کسی چیز کا مطالبہ اور مواخذہ نہوگا اُسکے عدم التزام کے سبب سے یعنی اُسنے عقد کتابت قبول نہین کیا کہ اس سے کچھ مطالبہ ہو وقبولہ الکتابۃ لغو ولا یعتبر کردہ ابا ہا اور غلام غائب کا کتابت قبول کرنا لغو ہی یعنی معتبر نہین جیسے اسکے رد کرنے کتابت کا اعتبار نہین ہم قبول اور عدم قبول غائب سواسطے معتبر نہین کہ عقد کتابت بدون اسکے قبول کرنے کے نافذ اور تمام ہوچکی تو بعد اسکے

قبول اور عدم قبول کا کیا اعتبار ہی ولو حررہ سقط عن الحاضر حصتہ اور اگر مالک نے حاضر غلام کو آزاد کردیا بلا اخذ بدل کتابت تو حاضر سے اسکا حصہ بدل کا ساقط ہوگا ہم اسواسطے کہ غائب عقد مین قصداً داخل ہی اگرچہ مقصود بالخطاب نہین تو بدل کتابت دونون پر منقسم ہوگیا اگرچہ اس سے مطالبہ بدل کا نہین ولو حرر الحاضر اومات ادی الغائب حصتہ حالا والا رد قناً اور اگر حاضر غلام آزاد کیا گیا یا وہ مرگیا تو غلام غائب اپنا حصہ بدل کتابت سے نقد ادا کرے اور نہین تو پھر غلام بنایا جاے ولو ابرالحاضر او وہبہ لہ عتقا جمیعا اور اگر مالک نے غلام حاضر کو تمام بدل کتابت معاف کردیا یا تمام بدل کتابت اسکو ہبہ کردیا تو دونون غلام آزاد ہوجاوینگے مفت ہم اور اگر بعض بدل معاف کریگا تو باقی کا مطالبہ ہوگا حاضر سے نہ غائب سے کذا فی الطحطاوی وان کاتب الامۃ عن نفسہا وعن ابنین صغیرین لہا وقبلت صح استحسانا الامام اور اگر مالک نے اپنی لونڈی سے عقد کتابت منعقد کیا اسکی ذات سے اور اسکے دو چھوٹے بیٹون سے اور لونڈی نے قبول کرلیا تو عقد صحیح ہی باعتبار استحسان کے بدلیل گذشتہ یعنی عقد لونڈی کیطرف سے اور تبعا اسکے بیٹون کی طرف سے عقد کتابت صحیح ہی واسی ادی ممن ذکر لم یرجع علے الآخر لانہ متبرع ویجبر علے القبول الی آخر ما مر اور اشخاص مذکورین مین سے جو شخص کہ بدل کتابت ادا کریگا وہ دوسرے سے رجوع نہ کریگا اسواسطے کہ وہ محسن ہی اور مولی پر ہر شخص کے ادا سے بدل کے قبول پر جبر ہوگا تا آخر احکام مذکورہ سابقہ ہم زیلعی مین ہی کہ اولاد کا قبول اور عدم قبول کتابت مین معتبر نہین اور اگر مالک ان کو آزاد کرے تو اولاد پر بدل کتابت باقی رہیگا بقدر انکے حصہ کے اسکو نقلے الحال ذاکرین اور مولی مکاتبہ بدل کا انکی ماں سے کرے نہ انسے اور اگر مولی انکو آزاد کرے تو انکی ماں پر سے انکا حصہ ساقط ہوگا اور اگر مالک اولاد کو دین معاف کرے یا انکو ہبہ کرے تو صحیح نہین اور اگر انکی ماں کو دین معاف کرے یا ہبہ کرے تو ماں بھی آزاد ہوگی اور اسکے ساتھ اسکی اولاد بھی انتہی تو یہ مسئلہ نظیر ہی مسئلہ سابقہ کا جمیع احکام مین کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا کاتب نصف عبدہ فادی الکتابۃ عتق نصفہ وسعی فی بقیۃ قیمتہ وقالا العبد کلہ مکاتب علی ذلک المال رہبہ ماخذ حاوی القدسی مالک نے اپنا نصف غلام مکاتب کیا سو اسنے بدل کتابت ادا کیا تو نصف غلام ادا ہوگا اور کوشش کریگا اپنی باقی قیمت کے ادا کرنے مین اور صاحبین نے کہا کہ نصف غلام کی کتابت سے تمام غلام مکاتب ہوگا اسی قدر مال پر اور اسی قول صاحبین کو ہم لیتے ہین کذا فی حاوی القدسی

باب کتابۃ العبد المشترک

یہ باب ہی عبد مشترک کی کتابت کے احکام مین عبد لشریکین اذن احدہما لصاحبہ ان یکاتب حظہ بالف ویقبض بدل الکتابۃ فکاتب الشریک المأذون لہ نفذ فی حظہ فقط عند الامام لتجزی الکتابۃ عندہ ولیس لشریکہ فسخہ لاذنہ غلام ہی دو شریکونکا ایک شریک نے اپنے ساتھی دوسرے شریک کو اسکا اذن دیا کہ وہ اپنے حصہ کے ہزار درم پر کتابت کرے اور بدل کتابت پر قبضہ کرے سو جس شریک کو اذن ملا اسنے غلام کو مکاتب کیا تو نفاذ اسی کے حصہ مین کتابت نافذ ہوگی امام اعظم رح کے نزدیک بسبب قسمت پذیر ہونے کتابت کے انکے نزدیک مانند اعتاق کے اور اس کے شریک کو فسخ کرنا کتابت کا جائز نہین اسکے اذن کے سبب سے ہم اذن شریک کا فائدہ یہ ہی کہ اسکے واسطے حق فسخ باقی نرہے اور درصورت عدم اذن اسکو فسخ مین اختیار ہی اور اذن بالقبض کا فائدہ یہ ہی کہ مال مقبوض سے اسکا حق منقطع ہوجاے تو مقبوض مخصوص بقابض ہوگا اسواسطے کہ قبض کا اذن گویا غلام کو اسکا اذن ہی کہ مال کتابت کو حاصل کرکے شریک کو دے تو اسنے اپنے حصہ کا احسان کیا غلام مکاتب پر ہان اگر قبل ادا بدل وہ مکاتب کو فسخ کردے تو بھی صحیح ہوگا اسواسطے کہ احسان ہنوز تمام نہین ہوا کذا فی الزیلعی ملخصا واذا قبض بعضہ بعض الالف فعجز فالمقبوض کلہ للقابض لاذنہ لہ بالقبض فیکون متبرعا ولو قبض الالف عتق حظ القابض اور جبکہ ہزار درم سے کچھ درم قبض کیے پھر مکاتب ادا بدل سے عاجز ہوگیا تو بالکل مال مقبوض قابض کا مملوک ہوگا نہ دوسرے شریک کا اسواسطے کہ قبض کا اسنے اذن دیا تو وہ محسن ٹھہرا غلام پر اپنے حصہ کی بابت اور اگر ہزار درم

قبض کریگا تو قابض کا حصہ آزاد ہو جاویگا ہم ہدایہ اور درر کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ احسان مذکور قابض پر ہے کذا فی الطحطاوی امۃ بین
شریکین کاتباہا فوطیہا احدہما فولدت فادعاہ الواطی ثم وطیہا الشریک الآخر فولدت فادعاہ الوطی الثانی صحت دعوتہ لقیام ملکہ
ظاہرا خلافا لہما ایک لونڈی مشترک ہے دو شریکون مین دونون نے اسکو مکاتبہ کیا سو اسی سے قربت کی ایک شریک نے سو وہ جنی تو قربت کرنیوالے
نے اسکے ولد کی فرزندی کا دعوی کیا پھر دوسرے شریک نے اس سے قربت کی سو وہ دوسرا لڑکا جنی سو دوسرے قربت کرنے والے نے دوسرے ولد کی
فرزندیکا دعوی کیا تو اسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ ظاہرا اسکی ملک ہنوز قائم ہے برخلاف مذہب صاحبین ہم کہتا ہے صاحبین کے نزدیک مکاتبہ شریک اول
کی ام ولد ہے بنظر تکمیل استیلاد تو شریک ثانی کی وطی غیر کی ام ولد کے ساتھ واقع ہوئی تو شریک ثانی سے ولد کا نسب ثابت نہ ہوگا اور اسپر تمام مہر یعنی عقر لازم ہوگا
لیکن شبہہ ملک کے سبب سے اسپر حد لازم نہوگی کذا فی الزیلعی فان عجزت بعد ذلک جعلت الکتابۃ کان لم تکن وحینئذ فہی فی الحقیقۃ ام ولد للاول
لزوال المانع من الانتقال پھر اگر مکاتبہ عاجز ہوئی اداے بدل کتابت سے بعد اسکے یعنی دونون وطی اور دونون دعوت کے بعد تو یون ٹھرایا جائیگا گویا
کتابت کبھی نہ تھی اور اب تو مکاتبہ حقیقت مین شریک اول کی ام ولد ہوگی بسبب دور ہو جانے اس چیز کے جو مانع تھی انتقال ملک کی ہم یعنی زوال کتابت سے
مکاتبہ شریک اول کی بالکل ام ولد ہوگی اسواسطے کہ مقتضی تملیک قائم ہے اور تکمیل ملک سے کتابت مانع تھی اسواسطے کہ کتابت انتقال ملک قبول نہین کرتی
پھر جب کتابت زائل ہوگئی تو مقتضی تملیک نے اپنا عمل کیا کذا فی الزیلعی والدرر ملتقطا ووطیہ سابق اور شریک اول کی وطی سابق ہے شریک ثانی کی وطی سے
ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ دونون شریکون کی ملک مکاتبہ مین ثابت ہے اور ہر ایک نے وطی کی اور ہر ایک نے ولد کا دعوی کیا تو کیا وجہ ہے کہ مکاتبہ
شریک اول کی فقط ام ولد ہوگئی شارح نے جواب دیا کہ شریک اول کی وطی سابق ہے یہی وجہ ہے اختصاص کی وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف
عقرہا اور شریک اول اپنے شریک کو اسکی نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا ہم مراد قیمت مکاتبہ کی ہے اور مکاتبہ کی قیمت لونڈی خالصہ کی قیمت سے
نصف ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی عن الفتح وضمن شریکہ عقرہا کاملا لوطیہ ام ولد الغیر حقیقۃ اور شریک ثانی مکاتبہ کے عقر کامل کا تاوان دے اسواسطے کہ اسنے حقیقت مین غیر کی
ام ولد سے وطی کی وقیمۃ الولد ایضا وہو ابنہ لانہ بمنزلۃ المغرور اور شریک ثانی ولد کی قیمت کا بھی تاوان دیگا اور وہ ولد اسکا بیٹا ہے اسواسطے کہ شریک ثانی بمنزلہ
مغرور کے ہے ہم اسواسطے کہ اسنے وطی کی مکاتبہ سے اپنی مملوکہ جانکر لیکن عجز اور بطلان کتابت سے ظاہر ہوا کہ اسکی ملک اسمین نہین رہی اور مغرور کا ولد ثابت النسب
ہوتا ہے اسی سے اور آزاد ہوتا ہے قیمت دیکر وای من الشریکین دفع العقر الی المکاتبۃ صح ای قبل العجز لاختصاصہا بمنافعہا فاذا عجزت ترده للمولی اور دونون
شریکون مین سے جو عقر دیگا مکاتبہ کو تو صحیح ہے یعنے قبل از عجز دینا صحیح ہے بسبب مخصوص ہونے مکاتبہ کے اپنے منافع سے پھر جب وہ عاجز ہوا اداے بدل الکتابۃ
سے تو عقر مولی کو پھیر دے وان دبرالثانی ولم یطأہا والمسئلۃ بحالہا فعجزت بطل التدبیر اور اگر شریک ثانی نے مکاتبہ مذکورہ کو مدبر کیا اور اس سے
وطی نہ کی اور یہ مسئلہ بحال مسئلہ سابقہ ہے یعنی دونون شریکون نے لونڈی کو مکاتبہ کیا اور شریک اول نے اس سے وطی کی اور جنی اور شریک اول نے اسکا دعوی کیا
سو مکاتبہ عاجز ہوگئی اداے بدل کتابت سے تو تدبیر باطل ہوگئی یعنی اسواسطے کہ عجز سے ظاہر ہوا کہ وہ بالکل ام ولد ہے شریک اول کی تو اسمین ملک باقی نہ رہی
حالانکہ ملک شرط ہے صحت تدبیر کیواسطے وضمن الاول لشریکہ نصف قیمتہا ونصف عقرہا والولد للاول وہی ام ولدہ اور شریک اول ثانی کو اس کی
نصف قیمت اور نصف عقر کا تاوان دیگا اور لڑکا شریک اول کا ہوگا اور وہ اسی کی ام ولد ہے وان کاتباہا فحررہا احدہما موسرا فعجزت ضمن المعتق
لشریکہ نصف قیمتہا اور اگر دونون شریکون نے لونڈی کو مکاتب کیا پھر ایک شریک مقدور والے نے اسکو آزاد کر دیا پھر وہ عاجز ہوگئی تو آزاد
کرنے والا اپنے شریک کو اسکی نصف قیمت کا تاوان دے ورجع الضامن بہ علیہا لما تقرر ان الساکت اذا ضمن المعتق یرجع عندہ لا عندہما
اور تاوان دینے والا شریک اسکو مکاتبہ سے بھر لے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ شریک ساکت عن الاعتاق جب تاوان لے آزاد کرنے والے

شریک سے تو اسکو رجوع جائز ہی امام کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا عبد لرجلین دبرہ احدہما ثم حررہ الآخر غنیا او عکسا اعتق الاٰخر ان شاء او استسعی فی الصورتین او ضمن شریکہ فی الاولے دو مردون کا ایک غلام ہی ایک نے اسکو مدبر کیا پھر دوسرے نے اسکو آزاد کیا حالانکہ وہ مقدور والا ہی یا دونون نے اسکے بالعکس کیا یعنی اول عتاق غنی واقع ہوا پھر تدبیر تو مدبر کرنے والا چاہے مدبر کو آزاد کرے یا دونون صورتون مین غلام سے سعی کرا وے یا فقط پہلی صورت مین یعنی جب کہ آزاد کرنے والا مالدار ہو اپنے شریک سے تاوان لے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت مولاہ

یہ باب ہی مکاتب کی موت اور اسکے عاجز ہونے اور مالک کی موت کے احکام مین مکاتب عجز عن اداء نجم ان کان لہ مال سیصل الیہ لم یعجزہ الحاکم الی ثلاثۃ ایام لانہا مدۃ ضربت لابلاء الاعذار ایک مکاتب ہی کہ عاجز ہو گیا ادا کرنے ایک قسط سے اگر اسکا ایسا مال ہو کہ عنقریب اسکو ملیگا چنانچہ اسکا دین کسی پر قریب الوصول ہو یا اسکو مال ملنے والا ہو بطریق ہبہ کے کذا فی الطحطاوی تو حاکم اسکو عاجز نہ ٹھہراوے تین دن تک اسواسطے کہ یہ مدت ہی کہ اظہار عذرات کے واسطے مقرر کی گئی ہی ہم چنانچہ تین دن خیار کی مدت ہی اور مرتد کی مہلت دینیکی مدت اور مدعا علیہ کی مہلت دینے کی مدت دفع دعوی کے واسطے والا عجزہ الحاکم فی الحال اور اگر مال قریب الوصول نہو تو حاکم مکاتب کو فی الحال عاجز ٹھہراوے وفسخہا بطلب مولاہ او فسخ مولاہ برضاہ اور حاکم بعد تعجیز کے کتابت کو فسخ کر دے اسکے مولی کی خواہش سے یا اسکا مولی فسخ کرے مکاتب کی رضامندی سے ہم فسخ کو تعجیز کے بعد اسواسطے ذکر کیا کہ مجرد عجز سے کتابت منفسخ نہین ہوتی بدون فسخ کرنے کے ولو کانت الکتابۃ فاسدۃ فالمولے لہ الفسخ بغیر رضاہ اور اگر کتابت فاسد ہو تو مولی کو فسخ کتابت کا اختیار ہی بدون رضامندی مکاتب کے ہم بلکہ مولی پر درصورت فساد کتابت فسخ واجب ہی گناہ مٹانے کیواسطے وللمکاتب فسخہا مطلقا فی الجائزۃ والفاسدۃ وان لم یرض المولی اور مکاتب فسخ کتابت کا مالک ہی ہر طرح کتابت جائزہ مین اور فاسدہ مین بھی اگرچہ مولے راضی نہو وعاد رقہ بفسخہا اور اسکی غلامی پھر آویگی دونون کے فسخ کرنے سے یعنی جیسے قبل کتابت غلام تھا ویسا ہی پھر مملوک ہوگا تصرفا ورقبۃ وما فی یدہ لمولاہ اور جو مال کہ اسکے پاس ہوگا وہ مولی کا مملوک ہی اگرچہ خیرات ہو اور مولی غنی ہو بقول صحیح کذا فی الطحطاوی والمکاتب اذا مات ولہ مال لم تنفسخ وتودی کتابتہ من مالہ اور اگر مکاتب مرجائے اور اسکا اتنا مال ہو جو بدل کے واسطے کفایت کرے تو کتابت فسخ نہو گی اور بدل کتابت اسکے مال سے ادا کیا جائیگا بعد موت کے بقاے کتابت اور اداے بدل کتابت سے فائدہ یہ ہی کہ ہنگام کتابت کے فرزند اسکے آزاد ہون اور اگر مال اداے کتابت سے بچے تو وہ اسکے وارث ہون ویحکم بعتقہ فی آخر جزء من اجزاء حیاتہ اور حکم ہوگا اسکی آزادی کا اسکے اجزاے حیات مین سے اخیر جزء مین ہم یہ مذہب ہی جمہور کا اور بعضون کے نزدیک بعد موت کے آزاد ہوگا کما یحکم بعتق اولادہ المولودین فی کتابتہ لا قبلہا چنانچہ حکم ہوگا اسکی اولاد کی آزادی کا وہ اولاد جو اسکی کتابت کے زمانے مین پیدا ہوئی نہ انکا جو قبل کتابت کے پیدا ہوئے ہم اس کلام سے معلوم ہوا کہ جن اصول وفروع کو مکاتب نے حال کتابت مین خرید کیا وہ آزاد نہونگے حالانکہ انکی آزادی کا بھی حکم ہوگا تو یون کہنا حق تھا کما یحکم بعتق من دخل فی کتابتہ یعنی چنانچہ ان شخصون کی آزادی کا حکم ہوگا جو داخل ہوگئے اسکی کتابت مین کذا فی الحلبی والباقی من مالہ میراث لورثتہ اور جو مکاتب مذکور کے مال مین سے اداے بدل کتابت سے باقی رہیگا وہ اسکے وارثون کی میراث ہی ہم یعنی اگر قرابت والے ہون مکاتب کے تو وہ اسکے مال کے وارث ہونگے اور انمین سے کوئی نہ ہو تو مال باقی مولی کو ملیگا بطریق ارث کے کذا فی الحموی ولو لم یترک مالا وترک ولدا ولد فی کتابتہ ولا وفاء بقیت کتابتہ وسعی الابن فی کتابتہ ابیہ علی نجومہ المقسطۃ اور اگر مکاتب مرگیا اور کچھ مال نچھوڑ گیا اور ایک اسنے وہ بیٹا چھوڑا جو زمان کتابت مین پیدا ہوا اور اداے کتابت کیواسطے کچھ مال نہین تو مکاتب کی کتابت باقی رہیگی اور بیٹا اپنے باپ کی کتابت مین کوشش کرے بموجب اسکے اقساط معینہ کے فاذا ادی حکم بعتق ابیہ قبل موتہ ولعتقہ تبعا پھر جب اسکا بیٹا بدل کتابت ادا کریگا تو اس کے

باب موت المکاتب وعجزہ وموت مولاہ

باپ کی آزادی قبل از موت پر حکم ہوگا اور بیٹے کی آزادی پر حکم ہوگا باپ کی تبعیت سے **ولو ترک ولدا اشتراہ فی کتابتہ ادی البدل حالا او رد**
اسکے حالہ **رقیقا وسویا بینہما** اور اگر مکاتب نے وہ بیٹا چھوڑا جسکو اُسنے اپنی کتابت کی حالت مین مول لیا تھا تو وہ بیٹا بدل کتابت کو **فی الحال**
ادا کرے یا اگر **فی الحال** نہ ادا کر سکے تو اپنی غلامی کی حالت کیطرف پھیرا جاوے یعنی جسطرح کہ غلام تھا ویسا ہی غلام بنا رہیگا نہ وہ آزاد ہوگا نہ اُس کا باپ اور
صاحبین نے دونون بیٹون کو برابر کہا ہے یعنی جو بیٹا کہ کتابت مین پیدا ہوا اور جو کہ خرید ہوا دونون حکم مین برابر ہین یعنی بموجب اقساط کے بدل کتابت
ادا کرکے آزاد ہونگے **واما الابوان فیردان للرق کمامات وقالا الا ادیا حالا اعتقا والا لا** اور مکاتب مذکور کے ماں باپ کا تو یہ حال ہے کہ بعد موت مکاتب
کے ملوکی کی طرف پھیرے جاوینگے اور صاحبین نے کہا کہ اگر دونون **فی الحال** بدل کتابت کو ادا کرینگے تو آزاد ہونگے اور نہین تو آزاد نہونگے **ص شرح**
مجمع اور **شرنبلالیہ** مین مصرح ہے کہ صاحبین کے نزدیک اصول مکاتب کے فروع کے مانند ہین اداسے بدل کتابت مین بموجب اقساط معینہ کے تو نظر کرنا
چاہیے کہ شارح نے یہ کلام کہان سے لیا یعنی **تفریق بین الاصول والفروع کذا فی الحلبی اشتری المکاتب ابنہ فمات عن وفاء ورثۃ ابنہ لمونہ حرا**
عن ابن حر کمامر مکاتب نے اپنا بیٹا خرید کیا پھر وہ مرگیا اتنا مال چھوڑ کر کہ اداے بدل کتابت کے واسطے کافی ہے تو اُسکا بیٹا اُسکا وارث ہوگا اسواسطے
کہ مکاتب آزاد ہوکر مرگیا اپنے آزاد بیٹے کو چھوڑ کر چنانچہ مذکور ہو چکا ہے یعنی جب بدل کتابت ادا ہوا تو آخر حیات مین مکاتب آزاد ٹھہرے گا اور اُسکے ساتھ
اُسی وقت اُسکا بیٹا آزاد ہوگا تو دونون آزاد ہوے تو معلوم ہوگیا کہ باپ آزاد مرا آزاد بیٹا چھوڑ کر **کذا فی الزیلعی وکذا یرثہ لو کان ہو ای المکاتب**
وابنہ الکبیر مکاتبین کتابۃ واحدۃ لصیرورتہما کشخص واحد ضرورۃ اتحاد العقد اور اسی طرح مکاتب کا بیٹا اُسکا وارث ہوگا اگر مکاتب اور اُسکا بالغ
بیٹا مکاتب ہون ایک کتابۃ سے بسبب ہو جانے دونون کے ایک شخص کے مانند اتحاد عقد کی ضرورت کی جہت سے **ص** بالغ کی قید لگانا ماخطا ہے **ص** غرر کے
مخالف ہے حیث قال (**او کوتب ہو وابنہ صغیرا او کبیرا مرۃ**) **کذا فی الحلبی** طحطاوی نے کہا یون جواب ہو سکتا ہے کہ کبیر کی قید اسواسطے لگائی کہ مبادا کوئی توہم
کرے کہ بالغ بسبب اپنے بلوغ کے مستقل ہو کتابت مین **فان ترک المکاتب ولدا من حرۃ ای معتقۃ وترک دینا یکفی بیدلہا فجنی الولد فقضی بہ ای جنی علی**
عاقلۃ امہ بضرورۃ ان الاب لم یلحق بعد لم یکن ذلک لقضاء تعجیز الابیہ لعدم المنافاۃ پھر اگر مکاتب نے وہ لڑکا چھوڑا حرہ سے یعنی معتقہ سے اور مکاتب نے
لوگون پر اتنا دین چھوڑا جو بدل کتابت کیواسطے کافی ہے پھر ولد سے قتل خطا واقع ہوا سو قاضی نے بموجب جنایت اُسکی ماں کی برادری پر دیت کا حکم کیا
اس ضرورت سے کہ اُسکا باپ ہنوز آزاد نہین ہوا عدم اداے بدل کتابت سے تو یہ قاضی کا حکم کرنا اُسکے باپ کو عاجز ٹھہرانا نہین ہے بعلت عدم منافاۃ یعنی حکم
مذکور کتابت کے منافی نہین کہ حکم تعجیز ہو مکاتب کا **ص** حرہ کی تفسیر معتقہ اسواسطے کہ حرہ اصلی کے ولد پر کسی شخص کا ولا نہین اور جنایت سے جنایت خطا
مراد ہے اسواسطے کہ جنایت عمد مین برادری پر دیت نہین **کذا فی الطحطاوی ولا رجوع** اور رجوع نہین یعنی ماں کی برادری باپ کے مولی سے دیت کو
رجوع نہین کر سکتی اسواسطے کہ جب اُنھون نے دیت دی تھی تو اُنکے واسطے حق ولا ثابت تھا اور باپ کے موالی کو تو حق ولا مکاتب کے آزاد ہونیکے
بعد ثابت ہوگا **قید بالدین لان فی العین لا یتاتی القضاء بالالحاق بالام لامکان الوفاء فی الحال** مصنف نے دین کی قید اسواسطے لگائی ہے کہ اگر مکاتب کا
متروکہ عین ہوگا تو ماں کی طرف ولد کے الحاق کا حکم نہین حاصل ہوتا بسبب ممکن ہونے اداے بدل کتابت کے **فی الحال ولو قضی بہ بالولاء لقوم امہ**
بعد خصومتہم مع قوم الاب فی ولائہ فہو القضاء بالتعجیز لانہ فی فصل مجتہد فیہ اور اگر قاضی نے اُسکی ماں کی قوم کے واسطے ولا کا حکم کیا اُنکی خصومت
کرنے کے بعد باپ کی قوم کے ساتھ اُسکی ولا مین تو حکم مذکور عاجز ٹھہرانا ہے مکاتب کا اسواسطے کہ قضا امر مختلف فیہ مین واقع ہوئی **ص** یعنی جبکہ بیٹا مرگیا مکاتب مذکور
کی موت کے بعد سو جھگڑا ہوا باپ کی قوم اور ماں کی قوم کے درمیان اُسکی میراث مین سو قاضی نے ماں کی قوم کیواسطے ولا یعنی میراث کا حکم دیا تو یہ قضا
کتابت کا فسخ کرنا ہے اسواسطے کہ خصومت واقع ہوئی بقا اور عدم بقاے کتابت مین اور میراث کسی قوم کے واسطے ثابت نہوگی بدون اسکے یعنی اگر کتابت باقی

ہوکر بدل کتابت ادا ہوگا اور باپ آزاد ٹھہریگا تو ولد کی میراث باپ کی قوم کیواسطے ثابت ہوگی اور اگر کتابت باقی نرہیگی تو میراث مان کی قوم کیواسطے ہوگی اور صحابہ کرام کا اس مسئلہ مین اختلاف ہے بعضے صحابہ کا یہ مذہب ہے کہ جب مکاتب مرجائے بدل کتابت چھوڑکر تو وہ غلام مرگیا نہ آزاد ہوکر اور بعض اصحاب کا یہ مذہب ہے کہ مکاتب مذکور آزاد مرگیا پھر جب قاضی نے میراث کا حکم مان کی قوم کے واسطے کیا تو فصل مجتہد فیہ مین قضا واقع ہوئی اور مختلف فیہ مین قاضی کا حکم بالاتفاق نافذ ہوجاتا ہے تو یہ قضا تعجیز مکاتب ٹھہری کذا فی الطحطاوی مختصرا وطاب لسیدہ وان لم یکن مصرفا للصدقۃ ما ادی الیہ من الصدقات فعجز لتبدل الملک واصلہ حدیث بریرۃ ہی لک صدقۃ ولنا ہدیۃ اور جو صدقات کا مال مکاتب کو دیا گیا اور مکاتب عاجز ہوگیا ادائے بدل کتابت سے تو وہ مال مکاتب کے مولی کو حلال ہے اگرچہ مولی خیرات کا مصرف نہو بسبب بدلجانے ملک کے اور اصل اسکی بریرہ کی یہ حدیث ہے کہ صدقہ تیرے واسطے تو صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے یعنی تبدل ملک تبدل عین کے مانند ہے تو گویا وہ اور چیز ہوگئی اور اسیکی طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کی حدیث مین اشارہ کیا کہ صدقہ بریرہ کیواسطے صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے یہ اسوقت فرمایا جبکہ بریرہ نے صدقہ کی چیز حضرت کو ہدیہ دی تھی اور بریرہ اسوقت مین مکاتبہ تھین کذا فی الزیلعی قاری ہدایہ نے کہا بلکہ وہ حرہ تھین کذا فی الطحطاوی کما فی وارث فقیر مات عن صدقۃ اخذہا وارثہ الغنی چنانچہ اس شخص فقیر کے وارث مین جو مرگیا صدقہ چھوڑکر تو اس صدقہ کو اسکا مالدار وارث لیگا یعنی ہرچند صدقہ مالدار پر حرام ہے لیکن جبکہ صدقہ کا مورث فقیر اول مالک ہوا پھر اسکے بعد اسکا وارث غنی مالک ہوا بطریق میراث کے تو وہ صدقہ غنی کے حق مین حلال ہوگیا تبدل ملک کے سبب سے وکما فی ابن سبیل اخذہا ثم وصل الی مالہ وہی فی یدہ ای الزکوۃ اور جیسا کہ اس مسافر مین جسنے زکوۃ کا مال لیا پھر مسافر پہونچ گیا اپنے مال کے پاس اور حالانکہ مال زکوۃ اسکے قبضہ مین ہے تو وہ اسکو حلال ہے اسواسطے کہ جب اسنے لیا تھا وہ محتاج تھا کالفقیر استغنی وہی فی یدہ فانہا تطیب لہ اور اس محتاج کے مانند جو زکوۃ لیکر غنی ہوگیا اور حالانکہ زکوۃ اسکے پاس ہے تو زکوۃ اسکو حلال ہے اسواسطے کہ غنی پر ابتدائے اخذ زکوۃ حرام ہے کیونکہ اسمین ذلت ہے تو اسکو لینا جائز نہین بلاضرورت اور یہان ضرورت پائی گئی پھر جب اسنے محتاجی کی حالت مین لیا تو بعد اسکے نہین مگر استدامت تو حلال ہوگا کذا فی الزیلعی معلوم ہوا کہ پہلے دونون مسئلون مین تبدل ملک علت کی علت ہے اور پچھلے دو مسئلون مین تبدل حال علت ہے بخلاف فقیر اباح لغنی وہاشمی عین زکوۃ اخذہا لان الملک لم یتبدل برخلاف اس محتاج کے جسنے غنی یا ہاشمی کو عین مال زکوۃ جسکو فقیر نے لیا تھا مباح کردیا تو غنی یا ہاشمی کو حلال نہین اسواسطے کہ ملک متبدل نہین ہوئی ہے اسواسطے کہ اباحت سے مباح کردیا لیہ کی ملک زائل نہین ہوجاتی تو مباح لہ اسکو تناول کرتا ہے مبیح کی ملک پر فان جنی عبد فکاتبہ سیدہ جاہلا بجنایتہ او جنی مکاتب فلم یقض بہ بجنایتہ فعجز فان شاء المولی دفع العبد او فدی لزوال المانع بالعجز پھر اگر غلام نے کسی کو قتل کیا اور اسکے مالک نے اسکو مکاتب کیا نادانستہ اسکی جنایت سے یا مکاتب نے کسی کو قتل کیا سو اسکی جنایت پر ہنوز کچھ حکم نہوا پھر وہ بدل کتابت سے عاجز ہوگیا تو اگر مولی چاہے اولیاء مقتول کو غلام دے یا فدیہ دے بسبب زوال مانع کے عاجز ہوجانے سے یعنی مانع دفع کتابت تھی سو عاجز ہونے سے زائل ہوگئی تو اب مالک کو دفع اور فدیہ مین اختیار ہے وان قضی بہ علیہ حال کونہ مکاتبا فعجز بیع فیہ لانتقال الحق من رقبتہ الی قیمتہ بالقضاء اور اگر جنایت کا حکم ہوگیا ہے حالت کتابت مین پھر وہ عاجز ہوگیا ادائے بدل کتابت سے تو بیچا جائیگا اسمین اسواسطے کہ حق اسکی گردن سے اسکی قیمت کی طرف منتقل ہوگیا قضا کے سبب سے بشرطیکہ قیمت اقل ہو دیت سے کذا فی الحلبی عن النہایۃ قید بالتعجیز لان جنایات المکاتب علیہ فی کسبہ یلزمہ الاقل من قیمتہ ومن الارش مصنف نے عجز مکاتب کی قید لگائی کہ مکاتب کی جنایات خود مکاتب پر ہوتی ہین اسکے کسب مین اور لازم ہوتا ہے اسپر جو کمتر ہے قیمت مین سے اور دیت مین سے یعنی اگر قیمت کمتر ہے دیت سے تو قیمت کا دینا اسپر لازم ہوگا اور اگر دیت کمتر ہے قیمت سے تو دیت کا دینا لازم ہوگا وان تکررت قبل القضاء فعلیہ قیمۃ واحدۃ ولو بعدہ فقیم اور اگر قبل از قضائے قاضی مکاتب سے چندبار جنایت مکرر واقع ہوئی تو اسپر ایک ہی قیمت واجب ہوگی اور اگر بعد قضا چندبار جنایت واقع ہوئی تو چند قیمتین اسپر لازم ہونگی یعنی اگر مکاتب نے ایک شخص کو قتل کیا پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو قبل از قضائے قاضی تو ایک ہی قیمت اسپر واجب ہوگی اور اگر مکاتب نے ایکبار

جنایت خطا واقع ہوئی اور قاضی کا حکم ہوگیا موجب جنایت پر تو وہ سعی کرے قیمت مین اگر وہ کمتر ہو دیت سے پھر بعد اسکے اگر جنایت ثانیہ واقع ہوگی تو اسپر قیمت ثانیہ لازم ہوگی اور علی ہذا القیاس قیمت متعدد ہوگی تعدد جنایت سے ولو اقر بجنایۃ خطاء لزمتہ فی کسبہ بعد الحکم بہا اور اگر مکاتب نے اپنی جنایت خطا کا اقرار کیا تو اسپر قیمت لازم ہوگی اسکے کسب مین بعد اسکے کہ موجب جنایت پر قاضی کا حکم ہوگیا ہو ولو لم یحکم علیہ حتی عجز بطلت اور اگر قاضی کا حکم اسپر نہوا ہو یہان تک کہ وہ عاجز ہوگیا بدل کتابت سے تو جنایت باطل ہے کذا فی الدرر عن التاتارخانیہ یعنی درحق مولی جنایت باطل ہے اور اسکا مواخذہ اور مطالبہ ہوگا آزاد ہونے کے بعد امام کے نزدیک خلافا للصاحبین کہ فی الحال مطالبہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وان مات السید لم تنفسخ الکتابۃ کالتدبیر والامومیۃ الولد وکاجل الدین اذا مات الطالب اور اگر مولی مرگیا تو کتابت فسخ نہین ہوجاتی جیسے تدبیر اور ام ولد ہونا باطل نہین ہوتا اور چنانچہ دین کی مدت باطل نہین ہوتی جبکہ طالب دین مرجاوے ویؤدی المال الی ورثتہ علی نجومہ کاجل الدین اور ادا کیا جاوے مال کتابت کا مولی کی موت کے بعد اسکے وارثون کو اسکی قسطون کے موافق دین کی مدت کے مانند یعنی اگر وارث کبیر ہو تو اسکو مال دیاجاے اور اگر صغیر ہو تو اسکے وصی کو دیاجاے کذا فی القہستانی بخلاف موت المطلوب لخراب ذمتہ بخلاف موت مطلوب کے بسبب خرابی اسکے ذمہ کے یعنی اگر مدیون مرجاے تو مدت باطل ہوگی اسواسطے کہ اسکا ذمہ خراب ہوگیا اور دین ترکہ کی طرف منتقل ہوا اور ترکہ عین ہے نہ دین کذا فی الزیلعی ہذا اذا کاتبہ وہو صحیح ولو فی مرضہ لا یصح تاجیلہ الا من الثلث یہ یعنی اداے مال اقساط سابقہ کے بموجب اسوقت ہے جبکہ مولی نے اسکو مکاتب کیا ہو اپنی صحت کی حالت مین اور اگر اسنے بیماری مین مکاتب کیا ہو تو اسکا مدت ٹھہرانا باطل ہے مگر ثلث متروکہ سے یعنی بدل کتابت کے دو ثلث فی الحال ادا کرے اور ایک ثلث اقساط معینہ کے موافق کذا فی الشرنبلالیۃ وان حررہ ای کل الورثۃ فی مجلس واحد عتق مجانا استحسانا ویبطل بدل مقتضاہ اور اگر وارثون نے یعنی تمام وارثون نے مکاتب کو آزاد کردیا ایک ہی مجلس مین تو وہ مفت آزاد ہوجائیگا استحسان کی راہ سے اور آزاد کرنا ابرا قرار دیا جاویگا بطریق اقتضا کے اور قیاس یہ ہے کہ مکاتب آزاد نہو وارثون کے آزاد کرنے سے اس واسطے کہ آزاد وہ کرتا ہے جو مالک ہو اور حالانکہ وارث مکاتب کے مالک نہین اسواسطے کہ مکاتب مملوک نہین ہوتا کسی سبب ملک سے تو میراث سے بھی مملوک نہین ہوتا وجہ استحسان یہ ہے کہ اعتاق ابرا قرار دیا جاے بدل کتابت سے اسواسطے کہ بدل کتابت وارثون کا حق ہے اور میراث اسمین جاری ہے تو اعتاق بدل کتابت کا معاف کردینا ہوگیا بطریق اقتضا کے یا حصول بدل کتابت کا اقرار ہوگیا انکی طرف سے تو مکاتب بری الذمہ ہوا تو آزاد ہوگیا کذا فی الطحطاوی فان حررہ بعضہم فی مجلس والآخر فی آخر لم ینفذ عتقہم علی الصحیح لانہ لم یملکہ پھر اگر مکاتب کو بعض ورثہ نے ایک مجلس مین آزاد کیا اور دوسرے وارث نے دوسری مجلس مین آزاد کیا تو اسکا عتق نافذ نہ ہوگا بر مذہب صحیح اسواسطے کہ وارث اسکا مالک نہین ولو عجز بعد موت المولی اعاد رقا اور اگر مکاتب عاجز ہوگیا اداے بدل کتابت سے بعد موت مولی کے تو اسکی غلامی پھر آویگی یعنی جیسا غلام مملوک قبل کتابت کے تھا ویسا ہی ہو جائیگا مکاتب تحتہ امۃ طلقہا ثنتین فملکہا لا یحل لہ ان یطاہا حتی تنکح زوجا غیرہ مکاتب کے نیچے کسی کی لونڈی ہے بطریق نکاح کے اسکو اسنے دو بار طلاق دی پھر مکاتب اسکا مالک ہوا تو اسکو اسکا وطی کرنا حلال نہین یہانتک کہ وہ لونڈی سواے اسکے اور شوہر سے نکاح کرے وکذا الحر کما تقرر فی محلہ اور یہی حکم ہے آزاد کا چنانچہ ثابت ہوچکا ہے اپنے مقام مین یعنی اگر آزاد لونڈی منکوحہ کو دو طلاق دیوے پھر اسکو خرید کرے تو وہ حلال نہین تاوقتیکہ اسکے سواے اور شوہر سے نکاح نہ کرے اور مکاتب کے مانند ہین مدبر ام ولد کا بیٹا اور غلام ساعی ہے اسواسطے کہ عدد طلقات مین عورت کا اعتبار ہے نہ مرد کا یعنی اگر عورت لونڈی ہو تو دو بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوجاتی ہے خواہ اسکا شوہر غلام ہو خواہ آزاد اور اگر عورت آزاد ہو تو تین بار کی طلاق سے حرمت غلیظہ ہوتی ہے خواہ شوہر غلام ہو یا آزاد کاتبا عبدالہما کتابۃ واحدۃ ای بعقد واحد وعجز المکاتب لا یعجزہ القاضی حتی یترافعا لانہما کواحد بخلاف الورثۃ فان القاضی یعجزہ بطلب احدہم مجتبی اور دو مالکون نے غلام کی ایک کتابت کی یعنی دونون نے غلام کو مکاتب بعقد واحد کیا اور مکاتب عاجز ہوا تو قاضی اسکو عاجز نہ ٹھہراوے تاوقتیکہ دونون مالک ملین اسواسطے کہ دونون ایک شخص کے مانند ہین برخلاف وارثون کے

اسواسطے کہ قاضی غلام کو عاجز ٹھہرادیگا ایک وارث کی طلب سے کذا فی المجتبی وفیہ کاتب عبدیہ بمرۃ فعجز احدہما فردہ المولی فی الرق او القاضی لم یعلم بکتابۃ الآخر لم یصح فان غاب ہذا المردود جاء الآخر ثم عجز فلیس للآخر ردہ فی الرق اور مجتبی مین ہی کہ ایک مالک نے اپنے دو غلامون کو مکاتب کیا ایکبار یعنی بعقد واحد پھر ایک عاجز ہوگیا سو مولی نے اسکو پھر غلام کر لیا یا قاضی نے اور حالانکہ قاضی کو دوسرے غلام کی کتابت معلوم نہین تو یہ غلام کر لینا درست نہوگا پھر اگر یہ غلام مردود یعنی جو مکاتب ہونیکے بعد پھر عبدیت کی طرف پھیر اگیا ہی غائب ہوا اور دوسرا غلام مکاتب آیا پھر وہ بھی عاجز ہوگیا ادائے بدل کتابت سے تو دوسرے کو اسکا پھیر دینا غلامی مین جائز نہین ہم عالمگیریہ مین محیط سے یون منقول ہی کہ جب دوسرا مکاتب آیا اور مولی نے اُس سے ایک قسط یا دو قسط مین سعی کروائی پھر وہ عاجز ہوا سو مولی یا قاضی نے چاہا کہ اسکو غلامی کی طرف پھیرین تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی فرع مسائل ملحقہ شارح کا اختلف المولی والمکاتب فی قدر البدل فالقول للمکاتب عندنا مولی اور مکاتب نے اختلاف کیا بدل کتابت کی مقدار مین تو قول مکاتب ہی کا مقبول ہی ہم حنفیون کے نزدیک اسواسطے کہ وہ منکر زیادت اور نافی ضمان ہی اپنی ذات پر سے ولا یحبس المکاتب فی دین مولاہ غیر الکتابۃ وفیما سوی دین الکتابۃ قولان سراجیہ اور محبوس نہوگا مکاتب اپنے مولی کے دین مین جو دین کہ حال کتابت مین مکاتب پر لازم ہوا اور ماسوی دین کتابت مین دو قول ہین حبس اور عدم حبس مین کذا فی السراجیہ ہم سوائے دین کتابت چنانچہ دین استہلاک یا وہ دین جو اُسنے اپنے مولی سے لیا تھا قبل از کتابت جبکہ وہ ماذون فی التجارۃ تھا یا قرض لیا تھا اُسپر تین معین تھا قلت وفی عتاق الوہبانیۃ شعر وفی غیر جنس الحق یحبس سیدا + مکاتبہ والعبد فیہا تخیر + مین کہتا ہون اور وہبانیہ کی کتاب العتاق مین یہ ہی اور غیر جنس حق مین مکاتب اپنے مالک کو حبس کریگا اور غلام قبول اور عدم قبول کتابت مین مختار ہی ہم اس بیت مین تین مسئلے ہین پہلا مسئلہ یہ ہی کہ اگر مولی مسلط ہوا مکاتب کے اُس مال پر جو بدل کتابت کی غیر جنس ہی یعنی مثلا بدل کتابت دراہم ہین اور مولی نے مکاتب کا گھوڑا یا تھان چھین لیا تو مکاتب کو مولی سے مطالبہ جائز ہی اور حاکم مولی کو حبس کریگا دوسرا مسئلہ یہ ہی بطریق مفہوم کے کہ اگر جنس بدل کتابت سے مال ہوا اور مولی اسکو لیکر بدل کتابت مین مجرا کرلے تو مکاتب مطالبہ نہین کر سکتا تیسرا یہ مسئلہ ہی کہ قبول کتابت اور فسخ کتابت مین غلام کو اختیار ہی اگرچہ مولی راضی نہو کذا فی شرح الوہبانیہ شعر ولاء لاولاد الزوجین حرا + لمولی ابیہم لیس للام معشر + اولاد زوجین عتیقین کی میراث اُنکے باپ کے مولی کی ہی ماں کے موالی کو اسمین دخل نہین ہم ہر چند اولاد مذکور کی ماں اور باپ دونون کو ولاء عتاقت حاصل ہی لیکن باپ اصل ہی میراث مین نسب کے مانند لہذا باپ کے موالی میراث اولاد کی پاوینگے نہ موالی ماں کے شعر توفی وتادی فاما المیت + من الولد تسعی والحی تحضر + مکاتب مرگیا اور اُسنے بدل ادا نہین کیا تو مکاتب کی اُس ام ولد کو جسکا بیٹا مر گیا بیچ ڈالے بدل کتابت کے ادا کرنیکے واسطے اور ولد زندہ کی ماں سعی کرے اور بدل کتابت کو جاری کرے قسط بندی کے موافق اگرچہ وان لم یکن معہا ولد بیعت وان کان استسعیت علی نجومہ صغیرا کان ولدہا او کبیرا وعندہما تسعی مطلقا یعنی اگر ام ولد مکاتب کے ساتھ ولد نہو تو ام ولد بیچی جاے اور اگر ہو تو ام ولد سے سعی کروائی جاے مکاتب کی قسطون پر ولد صغیر ہو یا کبیر اور صاحبین کے نزدیک ام ولد سعی کرے مطلقا خواہ ولد زندہ ہو یا مردہ واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الولاء

یہ کتاب ہی ولا کے احکام مین ہم کتاب الولا کو مصنف کتاب المکاتب کے بعد اسواسطے لایا کہ ولاء زوال ملک رقبہ کے آثار سے ہی کذا فی المنح ہو لغۃ النصرۃ والمحبۃ مشتق من الولی وہو القرب ولاء لغت عرب مین بمعنی نصرت اور محبت کے ہی مشتق ہی ولی سے بفتح واو و سکون لام سے اور ولی عبارت ہی اور نزدیکی سے ہم اور قرب ولاء مصطلح مین حاصل ہی اسواسطے کہ ولاکا حکم یعنی ارث قریب ہی اور حاصل ہو جاتی ہی بلا فصل جبکہ اُسکی شرط پائی جاے وشرعا عبارۃ عن التناصر بولاء العتاقۃ او بولاء الموالاۃ زیلعی اور شرع مین ولاء عبارت ہی باہم کی مددگاری سے بسبب ولاء عتاقت یا بسبب ولاء موالات کے

کذا فی الزیلعی م تمام اعتاق سے حاصل ہوتا ہے ولہذا معتق کی طرف سے اُسکا مولی دیت دیتا ہے ملا علی قاری نے ولاء شرعی عبارت اُس قرابت سے رکھی ہے جو
قرابت نسبی کے بعد ہے جس قرابت سے مولی غلام آزاد کا وارث ہوتا ہے اور اُسکے نکاح کرنے اور اُسپر نماز پڑھنے کی ولایت اُسکو حاصل ہوتی ہے انتہی اور یہ تعریف
بہتر ہے مصنف کی تعریف سے اسواسطے کہ تمام ولاء کے آثار سے ہے اور اسی کی طرف شارح کا آئندہ یہ قول بل قرابۃ حکمیۃ راجع ہے کذا فی الطحطاوی ومن آثارہ الارث
والعقل وولایۃ الانکاح وبہذا علم ان الولاء لیس نفس المیراث بل قرابۃ حکمیۃ تصلح سببا للارث اور ولاء کے آثار سے ہے ارث اور دیت اور نکاح کر دینے کی ولایت
مولی کیواسطے اور مصنف کے اس کلام سے معلوم ہوگیا کہ ولاء نفس میراث نہیں ہے بلکہ ولاء قرابت حکمی ہے جو میراث کے سبب ہونیکی صلاحیت رکھتی ہے م یہ
تعریض ہے صدر الشریعہ کیطرف کہ اُنھون نے ولاء کی تفسیر میراث کی ہے قہستانی نے اسکا جواب دیا کہ یہ تفسیر بالحکم ہے اور تفسیر بالحکم عزیز الوجود نہین وسببہ
العتق علی ملکہ لا الاعتاق لان بالاستیلاد وارث القریب یحصل العتق بلا اعتاق اور ولاء کا سبب آزاد ہو جانا ہے مولی کی ملک پر نہ فقط آزاد کرنا سبب ہے
ولاء کا اسلیے کہ استیلاد یعنی جاریہ کے ام ولد کرنے سے اور قرابت دار کے وارث ہونے سے آزادی حاصل ہو جاتی ہے بدون آزاد کرنے کے م ام ولد آزاد ہو جاتی ہے مولے
کی موت کے بعد بدون آزاد کرنے کے اور قرابت دار بسبب میراث کے آزاد ہو جاتا ہے بلا اعتاق تو صحیح قول یہی ہے کہ سبب ولاء عتق علی ملک المولی ہے نہ اعتاق فقط
واما حدیث الولاء لمن اعتق فجری علی الغالب اور یہ حدیث کہ ولاء اُسکے واسطے ہے جو آزاد کرے سو جاری ہے غالب حال پر م یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنے
اگر فقط اعتاق سبب ولاء کا نہوتا تو میراث وغیرہ حدیث مذکور مین آزاد کرنے والے کو مخصوص نہوتی شارح نے جواب دیا کہ یہ خصوصیت بنابر اکثریت کے ہے
من عتق ای حصل لہ عتق باعتاق ولو من وصیہ او بفرع لہ کالکتابۃ والتدبیر والاستیلاد او بملک قریب فولاءہ لسیدہ جو شخص کہ آزاد ہوا یعنی اُسکو آزادی حاصل
ہوئی مالک کے آزاد کر دینے سے اگرچہ اعتاق مالک کے وصی سے صادر ہوا ہو یا آزادی حاصل ہوئی ہو اعتاق کی فرع سے چنانچہ کتابت و تدبیر اور استیلاد
سے یا آزادی حاصل ہوئی ہو قرابت دار کے مالک ہونے سے تو اُس آزاد ہو جانے والے کی ولاء اُسکے مالک کے واسطے ہے م اعتاق وصی کی صورت یہ ہے
کہ موصی نے وصی کو اپنے غلام کے اعتاق کی وصیت کی سو وصی نے موصی کی موت کے بعد اُسکو آزاد کر دیا تو اُسکی ولاء موصی کی ہے اسواسطے کہ وصی کا فعل موصی
کی طرف منتقل ہے کذا فی الطحطاوی یہان اعتراض وارد ہے کہ تدبیر اور استیلاد سے کس طرح مالک کو ولاء حاصل ہوگی حالانکہ ام ولد اور مدبر تو مولی کی موت کے
بعد آزاد ہوتے ہین اُسکا جواب یہ ہے کہ صورت اُسکی یہ ہے کہ مولی مرتد ہوگیا اور دار الحرب مین جا ملا تو اُسکے مدبر اور ام ولد کا عتق کا حکم ہوگا پھر مولی مسلمان ہو کر
آیا سو اُسکے ام ولد اور مدبر مرگئے تو اب دونوں کی ولاء مولے کو حاصل ہوگی اور بہتر جواب یہ ہے کہ یون کہیے کہ مراد یہ ہے کہ عصبہ مولی کے واسطے مدبر اور ام ولد کی ولاء کا
ثابت ہونا تو اسی سبب سے ہے کہ ثبوت ولاء مولی کے واسطے ہو چکا ہے اسواسطے کہ ولاء کا مستحق اول یہی ہے کیونکہ سبب عتق اُسی سے تو صادر ہوا ہے پھر ولاء مولی کی
طرف سے اُسکے عصبہ کو پہونچتی ہے کذا فی الدرر ولو امرأۃ او ذمیا او میتا حتی تنفذ وصایاہ وتقضی دیونہ منہ ولاء مالک کا حق ہے اگرچہ مالک عورت ہو یا ذمی یا میت تو
مالک میت کی وصیتین نافذ ہونگی غلام آزاد کے مال سے اور مالک کے دیون اُس سے ادا کیے جاوینگے م حق ولاء مولی کا ہے اگرچہ عتق کفارۂ قتل اور کفارہ افطار
اور کفارہ ظہار سے یا عتق نذر اور ایمان وغیرہا واجبات سے ہو کذا فی شرح الحموی ولو شرط عدمہ لمخالفتہ للشرع فیبطل ولاء حق مولے کا ہے اگرچہ
عدم ولاء مولی شرط ہوگیا ہو بسبب مخالف ہونے اس شرط کے شرع شریف سے تو شرط باطل ہوگی ومن اعتق امتہ والحال ان زوجہا قن الغیر
فولدت لاقل من نصف حول مذ عتقت لا ینتقل ولاء الحمل ای الموجود عند العتق عن موالی الام ابدا اور جسنے کہ اپنی لونڈی آزاد کی اور حالانکہ اُس کا
شوہر غیر کا غلام ہے پھر وہ جنی نصف سال سے کمتر مدت مین جب سے کہ وہ آزاد ہوئی تو جو حمل کہ موجود تھا آزاد کرنے کے وقت اُسکا ولاء منتقل نہ ہوگا
اُسکی مان کے موالی سے کبھی یعنی اگرچہ اُسکا باپ بعد اُسکے آزاد بھی ہو م جب لونڈی آزادی کے بعد چھ مہینے سے کمتر مدت مین جنی تو بالیقین
معلوم ہوگیا کہ وقت عتق کے حمل موجود تھا تو جب لونڈی آزاد ہوئی تو اُسکا حمل بھی آزاد ہو گیا اسواسطے کہ حمل اُسکا جز تھا اور اعتاق واقع ہوا اُسکے

تمام اجزاء پر تو یہ بھی قصداً آزاد ہوگیا تو اسکا ولاء آزاد کرنے والے سے منتقل نہ ہوگا وکذا لو ولدت ولدین احدہما الاقل من ستۃ اشہر والآخر
لاکثر منہ وبینہما اقل من نصف حول ضرورۃ کونہما توامین اور اسیطرح موالی ام سے انتقال ولاء نہ ہوگا اگر بعد عتق کے لونڈی دو لڑکے جنی ایک
لڑکا تو کمتر چھ مہینے سے جنی اور دوسرا لڑکا زیادہ چھ مہینے سے اور حالانکہ مابین ولادت ولدین نصف سال سے کمتر ہے اسواسطے کہ دونوں
لڑکے توام بالضرور ہین مع پہلا لڑکا تو بالیقین عتق کے وقت موجود تھا پھر جب دونوں توام ٹھہرے بسبب عدم تخلل مدت حمل کے تو دونوں کا علوق ساتھ
ہی ثابت ہوا تو دونوں کو اعتاق شامل ہوگیا بالضرور تو ولاء معتق سے منتقل نہ ہوگی فان ولدت بعد عتقہا لاکثر من نصف حول فولاء لموالی الام
ایضا لتعذر تبعیتہ للاب لرقہ پھر جب لونڈی اپنے آزاد ہونے کے بعد نصف سال سے اکثر مدت مین جنی تو اسکی بھی میراث موالی ام کیواسطے
ہے اسواسطے کہ تابع ہونا لڑکا باپ سے متعذر ہے اسکے غلام ہونے کے سبب سے فان عتق الاب قبل موت الولد لابعدہ جر ولاء ابنہ
الی موالیہ لزوال المانع پھر اگر وہ غلام جو باپ ہے آزاد ہوگیا قبل از موت ولد نہ بعد موت کے اپنے ولد کی میراث اپنے مالکون کی طرف کھینچ لاوے گا
بسبب دور ہوجانے مانع کے مع یعنی جب چھ مہینے سے زیادہ مدت مین لڑکا پیدا ہو تو ماں کے مالکونکو اعتاق ثابت نہوا بسبب حادث ہونے ولد کے
بعد اعتاق کے اور مسئلہ سابقہ مین جو ماں کی طرف لڑکا منسوب ہوا تھا تو باپ کی طرف بسبب اسکی غلامی کے نسبت نہو سکتی تھی پھر جب اسکا باپ
آزاد ہوگیا تو اسکی طرف نسبت ممکن ہوئی زوال مانع کے سبب سے اسواسطے کہ نسبت باپ کی ماں کی نسبت سے مقدم ہے کیونکہ ولاء نسب کے مانند ہے اور نسب
باپ کی طرف ہوتا ہے نہ ماں کی طرف اور اگر والد بعد موت ولد کے آزاد ہوگا تو میراث ولد کی والد کے موالی کی طرف منتقل نہوگی اسواسطے کہ والدہ کے موالی
مستحق ولاء ہو چکے تھے اسکے مرنے کے وقت تو اب انتقال ولاء نہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً ہذا اذا لم تکن معتدۃ یعنی تقیید ولادت کی نصف سال سے پہلے
ابتداء اعتاق اسوقت ہے جبکہ لونڈی عدت مین نہو فلو معتدۃ فولدت لاکثر من نصف حول من العتق ولدون حولین من الفراق لم ینتقل الولاء الی الاب
سو اگر لونڈی عدت کے اندر ہو پھر جنی نصف سال سے اکثر مدت مین آزاد ہونے سے اور دو سال سے کمتر مدت مین فراق زوج سے تو انتقال میراث کا باپ
مالکون کی طرف نہ ہوگا عجمی لہ مولی موالاۃ او لم یکن لہ ذلک وقید بالعجمی لان ولاء الموالاۃ لا یکون فی العرب لقوۃ انسابہم نکح معتقۃ ولو لعربی فولدت منہ
فولاء ولدہا لمولاہا اس عجمی نے جسکا ایک شخص مولی ہے عقد موالات کا یا اسکا ویسا مولی نہو نکاح کیا اسنے معتقہ سے اگرچہ وہ عورت عربی کی لونڈی ہو سو معتقہ
اس عجمی سے جنی تو معتقہ کے ولد کی میراث اسکے مولی کی ہے عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ موالات کی میراث عرب مین نہین ہوتی انکے انساب کے قوی ہونے
سے مع عجمی کے مولاے موالات ہونیکی یہ صورت ہے کہ شخص غیر عربی کا باپ کافر تھا پھر وہ مسلمان ہوا سو اسنے معتقہ لونڈی سے نکاح کیا پھر اسنے ایک مرد سے
عقد موالات منعقد کی قولہ ولو لعربی صوابہ ولو لعجمی یعنی صواب یہ تھا کہ شارح یون کہتا کہ اگرچہ معتقہ عجمی شخص کی ہو اسواسطے کہ جب میراث عجمی مولی کے واسطے
ثابت ہوئی تو عربی مولی کے واسطے بطریق اولی ثابت ہوگی کذا فی الطحطاوی لقوۃ ولاء العتاقۃ حتی اعتبرت فیہ الکفاءۃ لا فی العجم دون ولاء الموالاۃ سو ولاء
معتقہ کے واسطے اسواسطے میراث ولاء کی ثابت ہوئی کہ ولاء عتاقہ قوی چیز ہے یہان تک کہ اسمین کفاءت یعنی ہمسری معتبر ہے عجم اور ولاء موالات مین عجم لوگ
تفاخر کرتے ہین عتاقہ سے اور اسکو کفاءت مین اعتبار کرتے ہین تو وضیع کہ معتق کفو نہین ہے شریف کے معتقہ کا اور عجم کے حق مین نسب ضعیف ہے
اسواسطے کہ عجمیون نے اپنے نسب ضائع کر ڈالے ولہذا کفاءت انمین معتبر نہین نسب کی راہ سے بلکہ افتخار عجم کا قبل از اسلام مراتب دنیاوی تھا اور بعد
اسلام کے دینداری سے برخلاف اس صورت کے کہ ولد کا باپ عربی ہو اسواسطے کہ عرب کے نسب قوی ہین معتبر ہین حق نسب اور خونبہا دینے مین
اسواسطے کہ عرب مین باہم مددگاری نسب کے سبب سے ہے تو ولاء موالات کی کچھ حاجت باقی نہ رہی کذا فی الطحطاوی والمعتق مقدم علی الرد وذوی الارحام یعنی
مولی معتق مقدم ہے رد میراث پر یعنی جبکہ عصبات نہون اور ترکہ باقی رہے اصحاب الفروض کی میراث کے بعد تو بقدر حصص اصحاب الفروض کے پھر انکو دیا جاتا ہے

اور اگر آزاد کرنے والا ہو تو اصحاب الفروض پر رد میراث نہ ہوگی آزاد کرنے والا اسکو لیگا **ومقدم علی ذوی الارحام** اور آزاد کرنے والا مقدم ہی
ذوی الارحام پر یعنی نانا نانی وغیرہ رشتہ داروں پر **موخر عن العصبۃ النسبیۃ لانہ عصبۃ سببیۃ** آزاد کرنیوالا موخر ہی عتق کے عصبات نسبی سے
اسواسطے کہ آزاد کرنے والا عصبہ سببی ہی اور نسبی مقدم ہی عصبہ سببی پر **فان مات المولی ثم المعتق ولا وارث لہ نسبی فمیراثہ لاقرب عصبۃ المولی**
الذکور وستحققہ فی بابہ سو اگر مولی مرے پھر اسکے بعد غلام آزاد مرے اور غلام آزاد کا کوئی وارث نسبی نہو تو میراث اسکے مولی کی عصبات ذکور میں سے اس عصبہ کو ملیگی جو
مولی سے زیادہ تر قریب ہو اور آگے ہم اسکو محقق بیان کرینگے اسکے باب مین یعنی کتاب الفرائض مین میراث مذکور کی تفصیل تحقیق مذکور ہوگی **ولیس للنساء**
من الولاء الا ما اعتقن کما فی الحدیث المذکور فی الدرر وغیرہا اور عورتون کے واسطے ولاء عتیق مین کچھ حق نہین مگر جس غلام یا لونڈی کو عورتین خود آزاد
کرین تو انکی ولا پاوینگی چنانچہ اس حدیث مین یہ مصرح ہی جو درر وغیرہا مین مذکور ہی **لفظ حدیث یہ ہی کہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن او**
کاتبن او کاتب من کاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقہن او معتقہن قال العینی وغیرہ انہ حدیث منکر لا اصل لہ وسیجئ الجواب عنہ فی الفرائض علام
عینی وغیرہ نے کہا کہ وہ حدیث منکر ہی کچھ اسکی اصل صحیح نہین اور اسکا جواب کتاب الفرائض مین آویگا جواب یہ ہی کہ اگرچہ یہ حدیث شاذ ہی لیکن صحابہ کبار کے
کلام سے موکد ہی تو بمنزلہ حدیث مشہور کے ہوگئی علی مرتضی اور ابن مسعود اور زید بن ثابت عورتونکو میراث ندیتے تھے مگر انکو جنکو انھون نے مکاتب کیا یا آزاد
کیا **ثم فرع علی الاصل المذکور بقولہ فلو مات المعتق ولم تترک الا ابنۃ معتقۃ فلا شئی لہا ای لابنۃ المعتق ویوضع مالہ فی بیت المال** پھر مصنف نے
قاعدہ مذکورہ پر یہ قول متفرع کیا کہ اگر غلام آزاد شدہ مرگیا اور اسنے کوئی وارث نہ چھوڑا سواے اپنے آزاد کرنے والے کے بیٹی کے تو اسکے واسطے غلام آزاد
کی کچھ میراث نہین اسلیے کہ وہ حق مردون کا ہی اور اسکا مال بیت المال مین رکھا جائیگا **ہذا ظاہر الروایۃ وذکر الزیلعی معزیا للنہایۃ ان بنت المعتق ترث فی زماننا**
لفساد بیت المال وکذا ما فضل عن فرض احد الزوجین یرد علیہ وکذا المال یکون للابن والبنت رضاعا الکذا فے الفرائض الاشباہ واقرہ المصنف وغیرہ یہی قول
عدم میراث کا ظاہر الروایۃ مین ہی اور زیلعی نے نہایہ کی طرف منسوب کرکے کہا ہی کہ آزاد کرنے والے کی بیٹی ہمارے زمانہ مین وارث ہوگی غلام آزاد کے مال کی بسبب
بگڑجانے بیت المال کے یعنی حکام بیت المال کے مال کو اہل استحقاق کو نہین دیتے اپنی شہوات مین صرف کرتے ہین اور اسیطرح جو مال کہ فاضل
باقی رہے زوجہ یا زوج کے حصہ سے وہ اسیکو پھیر دیا جاے اور اسی طرح فرزند رضاعی یا دختر رضاعی کے واسطے مال ہوگا اور بیت المال مین نہ دیا جاے
کذا فے فرائض الاشباہ اور مصنف وغیرہ نے اس قول کو ثابت رکھا ہی رد نہین کیا **واذا ملک الذمی عبدا ولو مسلما واعتقہ فولاءہ لہ لان الولاء کالنسب**
فیتوارثون بہ عند عدم الحاجب کالمسلمین فلو مسلما لا یرثہ ولا یعقل عنہ وبہذا اتضح فساد القول بان الولاء ہو المیراث حق الاتضاح اور جبکہ کافر ذمی غلام کا
مالک ہوا اگرچہ غلام مسلمان ہو اور وہ اسکو آزاد کرے تو اس غلام آزاد کی ولا ذمی کے واسطے ہی اسواسطے کہ ولاء عتاقت نسب کی مانند سبب ہی میراث کا تو اہل
ذمہ ولا کی جہت سے باہم وارث ہوتے ہین مسلمانون کے مانند جبکہ کوئی میراث کا حاجب نہ ہو تو اگر ذمی کا غلام مسلمان ہو اور وہ اسکو آزاد کرے تو ذمی
اسکی میراث نپاویگا اور نہ اسکی طرف سے دیت دیگا اور اس قول سے یعنی ذمی مولی کو ولا حاصل ہوتی ہی نہ میراث اس قول کا فساد نہایت مرتبہ کے وضوح
سے واضح ہوگیا کہ ولا تو وہی میراث ہی ثم یعنی جب ذمی کو ولاء عتیق مسلم ثابت ہوئی اور میراث اسکی حاصل نہ ہوئی تو صاف معلوم ہوگیا کہ ولا اور میراث متحد
الحقیقۃ نہین اور سابق مذکور ہوچکا کہ میراث ولا کا حکم اور اثر ہی اور تعریف بالحکم جائز ہی ذمی مولی اپنے عتیق مسلم کا اسواسطے وارث نہ ہوگا کہ ارث کی
شرط حاصل نہین یعنی اتحاد ملت وارث و مورث تو اگر ذمی مسلمان ہوجاوے اور عتیق مسلم اسکے بعد مرے تو اسکو میراث اسکی ملیگی کذا فی الطحطاوی **ولو اعتق**
حربی فی دار الحرب عبدا حربیا لا یعتق بمجرد اعتاقہ الا ان یخلی سبیلہ فاذا خلاہ عتق حینئذ ولا ولاء لہ حتی لو خرجا الینا مسلمین لا یرثہ خلافا للثانی اور
اگر حربی نے دار الحرب مین حربی غلام آزاد کیا تو بمجرد اعتاق بلکہ تخلیہ کے وہ آزاد نہ ہوگا مگر یہ کہ حربی غلام مذکور کو مخلی بالطبع کردے پھر جب اسکو مطلق العنان کردے یعنی سپنے قبض و

تصرف مین نہ رکھے تو وہ اسوقت مین آزاد ہوجاویگا اور اسکی ولا اسکو نہ ملیگی تو اگر حربی اور اسکا عتیق دونون مسلمان ہوکر دارالاسلام مین آوینگے تو حربی اسکا وارث نہ ہوگا بخلاف مذہب ابویوسف کہ انکے نزدیک میراث پاویگا وکان له ان یوالی من شاء لانه لا ولاء لاحد علیه اور حربی کے غلام آزاد کو جائز ہے کہ جس سے چاہے عقد والات منعقد کرے اسواسطے کہ کسی کی ولا اسپر نہین ہے جو عقد موالات دوسرے سے نکر سکے ولو دخل مسلم فی دار الحرب فاشتری عبدا ثمه فاعتقه بالقول عتق بلا تخلیة اور اگر مسلمان دارالحرب مین گیا سو اسنے وہان غلام خریدا پھر اسکو زبانی بلا تخلیہ آزاد کیا یعنی دارالحرب مین تو وہ آزاد ہوجاویگا مع یہ روایت شرنبلالی کی اس روایت سے مخالف ہے کہ جب مسلمان غلام حربی کو دارالحرب مین آزاد کرے تو اسکو اسکی ولا حاصل نہ ہوگی امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی اور اس منافات کا یون جواب ہوسکتا ہے کہ مصنف نے عتق ذکر کیا ہے نہ ولا اور شرنبلالی مین نفی ولا مذکور ہے نہ نفی عتق کی اور سابق مذکور ہوچکا ہے کہ ولا اور میراث متحد الحقیقة نہین ہے واللہ اعلم ولو کان العبد مسلما فاعتقه مسلم او حربی فی دار الاسلام فولاءه له ای لمعتقه اور اگر غلام مسلمان ہو سو اسکو مسلمان یا حربی دارالاسلام مین آزاد کرے تو اسکی ولا اسکو ملیگی یعنی اسکے آزاد کرنیوالے کو فروع مسائل ملحقہ شارح کے ادعیا ولاء میت وبرہن کل انه اعتقه یقضی بالولاء والمیراث لهما دو شخصون نے میت کی ولا کا دعوی کیا اور ہر شخص اسکے گواہ لایا کہ اسی نے اسکو آزاد کیا ہے تو دونون مدعیون کے واسطے ولا اور میراث کا حکم ہوگا بسبب عدم ترجیح المولی یستحق الولاء ولا حتی تنفذ منه وصایاه وتقضی منه دیونه مولی آزاد کرنیوالا مستحق ولا ہوتا ہے عصبات سے پہلے تو عتیق کی میراث سے مولی کی وصیتین نافذ ہونگی اور اس کے دیون اس سے ادا کیے جاوینگے اگرچہ عتق کتابت یا تدبیر یا استیلاد سے ہو کذا فی الطحطاوی الکفاءة تعتبر فی ولاء العتاقة فمعتق التاجر کفو لمعتق العطار دون الدباغ ہمسری زوجین ولاء عتاقت مین معتبر ہے تو آزاد غلام سوداگر کا برابر ہے عطر فروش کی آزاد لونڈی سے نہ دباغت کرنیوالے کا غلام آزاد ہو تو اگر سوداگر کی معتقہ دباغ کے عتیق سے نکاح کرے تو اسکے مولی کو فسخ نکاح کا اختیار ہے تا وقتیکہ ولادت یا حمل نہوا ہو کذا فی الطحطاوی الام اذا کانت حرة الاصل یعنی عدم الرق فی اصلها فلا ولاء علی ولدها جبکہ عورت حرہ اصلی ہو بایںمعنی کہ جسکی اصل مین لونڈی اور غلام نہوا ہو تو اسکے فرزند پر ولا نہین ہے اگرچہ اسکا باپ غلام ہو اسواسطے کہ حریت اور رقیت مین لڑکا ماں کا تابع ہوتا ہے نہ باپ کا کذا فی الطحطاوی حر اصلی فقہا کے نزدیک دو معنون مین مستعمل ہے ایک یہ کہ جسکی ذات پر رق یعنی کسی کی ملک نہ جاری ہوئی ہو بلکہ وہ پیدا ہوا ہو معتقہ سے بعد گذرنے چھ مہینے کے نکاح اور علوق کے وقت سے یا اس شخص سے پیدا ہوا ہو جسکی اصل مین رقیق ہو اور دوسرا یہ کہ جسکی اصل مین اصلا رقیق نہو کذا فی الدرر والاب اذا کان کذلک فلو عربیا لا ولاء علیه مطلقا اور باپ جبکہ اسی طرح کا حر اصلی ہو تو اگر وہ عربی ہے تو اسکے ولد پر ولا نہین مطلقا یعنی نہ باپ کی قوم کے واسطے ولا ہے نہ ماں کی قوم کیواسطے ولو عجمیا لا ولاء علیه لقوم الاب ویرثه معتق الام وعصبته خلافا للثانی اور اگر باپ عجمی ہے تو اسپر ولا نہین باپ کی قوم کو اور ولد کی میراث پاویگا ماں کا آزاد کرنیوالا اور اسکا عصبہ برخلاف مذہب ابویوسف کے کہ انکے نزدیک بیٹا تابع ہے باپ کا ولا مین چنانچہ شخص عربی مین تابع ہوتا ہے اسواسطے کہ نسب باپ کیطرف سے ہے اگرچہ نسب ضعیف ہو اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ ولا ثابت ہوتی ہے نصرت کے سبب سے اور ولد کے واسطے نصرت نہین عجمی باپ کی طرف سے ہو سکے عرب سو اعجم مین تناصر قبائل سے نہین ہے درر مین ہے الحاصل اگر والدین حر اصلی ہون بمعنی مذکور تو ولد پر ولا نہین اور اگر دونون معتق ہون یا اصل مین معتق ہو تو ولا باپ کی قوم کے واسطے ہے اور اگر ماں معتقہ ہو اور باپ حر اصلی بمعنی مذکور تو اگر باپ عربی ہو تو ولد پر قوم مادر کی ولا نہین اور اگر باپ غیر عربی ہو تو قوم مادر کے واسطے ولا ہے امام اور محمد کے نزدیک نہ ابویوسف کے نزدیک کذا فی الطحطاوی

فصل فی ولاء الموالاة

یہ فصل ہے ولاء موالاة کے احکام مین ہم موالاة لغت مین بمعنی متابعت ہے اور شرع مین چنانچہ اسبیجابی نے کافی حاکم کی شرح مین تصریح کی ہے کہ موالاة یہ ہے

مرد مسافر دوسرے شخص سے کہے کہ میری برادری نہین اور نہ کوئی مددگار ہے سو مجکو تو اپنی طرف ملالے اور اپنی قوم کی طرف تا مین تیری جماعت مین گنا جاؤن سو میری مدد کیجیو اور میرے اوپر سے نوائب و مصائب دور کیجیو اور اگر مین مرجاؤن تو تو میرے مال کا وارث ہی تو دونون شخصون مین عقد موالاۃ منعقد ہوگی یعنی بشرط قبول شخص ثانی مصنف نے ولاء عتاقت کو ولاء موالاۃ پر اسواسطے مقدم کیا کہ وہ قوی ہی قابل انتقال نہین جمیع احوال مین بخلاف ولاء موالاۃ کہ وہ نقل پذیر ہی قبل از ادائے دیت اور ولاء عتاقت بالاتفاق سبب میراث ہی بخلاف ولائے موالاۃ کہ امام مالک اور شافعی کے نزدیک اسکا کچھ اعتبار نہین والدلائل فی المطولات کذا فی الطحطاوی اسلم رجل مکلف علی ید اخر ووالاہ او والی غیرہ الشرط کونہ عجمیا لا مسلما علی امر وسیجئی علی ان یرثہ اذا مات ویعقل عنہ اذا جنی صح ہذا العقد اسلام قبول کیا ایک مرد مکلف نے دوسرے شخص کے ہاتھ پر اور اسکا تابع ہوا یا اسکے سوا اور شخص کا تابع ہوا اس شرط پر کہ متبوع اسکا وارث ہو جبکہ تابع مرے اور شخص متبوع اسکی طرف سے دیت دے جبکہ تابع سے قتل خطا صادر ہو تو یہ عقد موالاۃ صحیح ہی شارح نے کہا شرط موالاۃ کی عجمی ہونا ہی نہ مسلمان ہونا بنا بر بیان گذشتہ اور آگے پھر مذکور ہوگا اسلام کی قید باعتبار غالب حال کے ہی شرط نہین عاقل بالغ ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ عقد موالاۃ تصرف دائر ہی نفع اور ضرر مین اسواسطے کہ اسمین ایجاب میراث اور التزام دیت ہی تو بدون عقل و بلوغ کے صحیح نہ ہوگا مگر باذن اور عجمی کی قید اسواسطے لگائی کہ تمام عرب کا قبائل سے ہی تو عقد موالاۃ کی عرب کو کچھ حاجت نہین کذا فی الدرر و عقلہ علیہ و ارثہ لہ اور دیت اسفل کی اعلی پر ہی اور میراث اسفل کی اعلی کے واسطے ہی وکذا لو شرط الارث من الجانبین اور اسیطرح عقد موالات صحیح ہی اگر میراث دونون جانبون سے مشروط ہو یعنی اگر اسفل مرے تو اعلی میراث اسکی لے اور اگر اعلی مرے تو اسفل اسکی میراث لے ہم توارث من الجانبین اسیطرح اکثر کتابون مین بلا خلاف مذکور ہی لیکن علامہ مقدسی نے ابن ضیاء سے نقل کیا ہی کہ یہ صاحبین کا قول ہی اور امام کے نزدیک ثانی مولی ہوگا اول کا اور اول کی ولا باطل ہوجائیگی اسواسطے کہ تابع متبوع نہین ہوتا اور نہ متبوع تابع واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی ولو والی صبی عاقل باذن ابیہ او وصیہ صح لعدم المانع اور اگر عقد موالاۃ منعقد کرے صغیر عاقل اپنے باپ یا اسکے وصی کے اذن سے تو عقد صحیح ہی بسبب عدم مانع کے کما لو والی العبد باذن سیدہ آخر فانہ یصح ویکون وکیلا عن سیدہ بعقد الموالاۃ جیسے کہ اگر غلام اپنے مالک کے اذن سے دوسرے شخص سے عقد موالاۃ منعقد کرے تو صحیح ہی اور غلام وکیل ٹھہریگا اپنے مالک کی طرف سے عقد موالاۃ کا غلام وکیل ٹھہریگا نہ اصیل اسواسطے کہ وہ میراث اور التزام مال کا اہل نہین ہی بلکہ اہل کی جانب سے وکیل ہی و اخرہ ای الارث عن ذوی الرحم لضعفہ اور مولائے موالاۃ کی ارث ننہالی رشتہ دار سے موخر ہی اسکے ضعف کے سبب سے ہم اسواسطے کہ موالاۃ عاقدین کا عقد ہی تو انکے غیر پر وہ لازم نہ ہوگی اور ننہالی رشتہ دار وارث شرعی ہی تو عاقدین اسکے ابطال کے مالک نہین ولہ النقل عنہ بمحضر منہ الی غیرہ ان لم یعقل عنہ او عن ولدہ فان عقل عنہ او عن ولدہ لا ینتقل لتاکیدہ اور عاقد اسفل کو عقد موالاۃ کا نقل کرنا عاقد اعلے سے اسکے سامنے اسکے غیر کی طرف جائز ہی اگر عاقد اعلے نے اسکی طرف سے یا اسکے ولد کی طرف سے دیت نہ دی ہو اور اگر دیت دی ہو اسکی طرف سے یا اسکے ولد کی طرف سے تو ولائے موالاۃ منتقل نہ ہوگی اسواسطے کہ مولے نے اسکو موکد اور مضبوط کردیا دیت کے دینے سے ولا یوالی معتق احدا للزوم ولاء العتاقۃ اور عقد موالاۃ منعقد نہ کرے غلام آزاد کسی شخص سے بسبب لازم ہونے ولائے عتاقت کے امرأۃ والت ثم ولدت مجہول النسب یتبعہا المولود فیما عقدت ایک عورت نے موالاۃ منعقد کی پھر وہ ایک لڑکا (جسکا باپ معلوم نہین) جنی تو وہ لڑکا اپنی ماں کا تابع ہی عقد مذکور مین وکذا لو اقرت بعقد الموالاۃ او انشائہ والولد معہا لانہ نفع محض فی حق صغیر لم یدر ابوہ اور اسی طرح لڑکا ماں کا تابع ہوگا اگر اسکی ماں عقد موالاۃ کا اقرار کرے یا عقد منعقد کرے اور حالانکہ بیٹا اسکے ساتھ موجود ہو تو ماں کا تابع ہوگا عقد مین اسواسطے کہ وہ نفع محض ہی اس صغیر کے حق مین جسکا باپ معلوم نہین و عقد الموالاۃ شرطہ ان یکون حرا مجہول النسب بان لا ینسب الی غیرہ اما نسبتہ غیرہ الیہ فغیر مانعۃ عنایہ اور عقد موالاۃ کی شرط یہ ہی کہ عاقد اسفل آزاد مجہول النسب ہو یعنی اپنے سوا اور شخص کی طرف منسوب نہو اور غیر شخص کا منسوب ہونا اسکی طرف

مجہولیت نسب کا مانع نہیں کذا فی الشامیہ اور دوسرا قول عالمگیری مین محیط سے یہ منقول ہی کہ مجہول النسب ہونا شرط نہیں کذا فی الطحطاوی والثانی ان لایکون عربیا اور دوسری شرط موالاۃ کی یہ ہی کہ مولاے اسفل حربی نہو والثالث ان لایکون لہ ولاء عتاقۃ ولا موالاۃ مع احد و قد عقل عنہ اور تیسری شرط یہ ہی کہ اسکے واسطے ولاے عتاقت نہ ہو اور نہ ولاے موالاۃ کسی شخص کے ساتھ اور حالانکہ وہ شخص اسکی طرف سے دیت دے چکا ہی والرابع ان لایکون عقل عنہ بیت المال اور چوتھی شرط یہ ہی کہ اسکی طرف سے بیت المال سے دیت نہ دی گئی ہو کیونکہ اگر اسکی دیت بیت المال سے دی گئی ہو تو اسکی میراث جماعت مسلمین کیواسطے ہی شرح طحطاوی مین ہی کہ لقیط آزاد ہی اور جنایت اسکی بیت المال پر ہی اور اسکی میراث بھی بیت المال لے یعنی اہل اسلام کے واسطے ہی پھر جب وہ جوان ہو تو اسکو اختیار ہی جس سے چاہے موالاۃ کرے مگر جبکہ اسکی طرف سے دیت دی گئی ہو بیت المال سے تو اسکو کسی کے ساتھ موالاۃ کرنا درست نہیں کذا فی الطحطاوی والخامس ان یشترط العقل والارث اور پانچوین شرط یہ ہی کہ دیت اور میراث مشروط ہو واما الاسلام فلیس بشرط فتجوز موالاۃ المسلم الذمی وعکسہ والذمی لذمی وان اسلم الاسفل لان الموالاۃ کالوصیۃ کما بسطہ فی البدائع اور اسلام عقد موالاۃ مین شرط نہیں تو جائز ہی موالاۃ کرنا مسلمان کا ذمی سے اور ذمی کا مسلمان سے اور ذمی کو ذمی سے اگرچہ مولاے اسفل اسلام قبول کرے اسواسطے کہ موالاۃ وصیت کے مانند ہی چنانچہ اسکو شرح بیان کیا ہی بدائع مین م یعنی جسطرح وصیت صحیح ہی مسلم اور ذمی سے مسلم اور ذمی کے واسطے ویسی ہی موالاۃ بھی صحیح ہی لیکن دونون مین فرق یہ ہی کہ موصی لہ وصیت کا مستحق ہوتا ہی موصی کی موت کے بعد باوجود اختلاف دین کے اور موالات کا مولی وارث نہین ہوتا اختلاف دین کے ساتھ کذا فی الحلبی وفی الوہبانیۃ شعر ومعتق عبدا عن ابیہ ولاؤہ + لہ وابوہ بالمشیۃ یوجر + اور وہبانیہ مین ہی اور غلام آزاد کرنیوالے کو اپنے باپ کی طرف سے میراث غلام آزاد کرنے والے کے واسطے ہی اور اسکا باپ بمشیت ربانی ماجور ہی یعنی اعتق عبدہ عن ابیہ المیت فالولاء لہ والاجر للاب ان شاء اللہ تعالی من غیر ان ینقص من اجر الابن یعنی ایک شخص نے اپنا غلام آزاد کیا اپنے میت باپ کی طرف سے تو میراث غلام کے آزاد کرنے والے کے واسطے اور ثواب باپ کے واسطے ہی اگر اللہ تعالی چاہے بلا نقصان ثواب فرزند م ایسا کوئی نہ سمجھے کہ اعتاق کا ثواب کچھ باپ کو ملیگا اور کچھ فرزند کو بلکہ دونون کو پورا ثواب اعتاق کا حاصل ہوگا ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم شارح وہبانیہ علامہ عبد البر نے کہا مشیت الٰہی کی قید ناظم نے اسواسطے لگائی کہ یہ مسئلہ ثابت ہی خبر احاد سے اور اس سے یقین حاصل نہیں ہوتا وکذا الصدقات والدعوات للابوین وکل مومن یکون الاجر لہم من غیر ان ینقص من اجر الابن مضمرات اور اسیطرح صدقات اور دعوات والدین کیواسطے اور ایماندار کیواسطے کرنے سے والدین اور مومنین کو ثواب ہوتا ہی بدون اس بات کے کہ فرزند اور فاعل کا کچھ ثواب کم ہو جاوے کذا فی المضمرات م علامہ عبد البر نے کہا کہ بناے مسئلہ اسپر ہی کہ زندون کے اعمال کا ثواب مردون کو پہونچتا ہی اور اسمین قاضی القضاۃ سروجی وغیرہ نے رسائل تصنیف کیے ہین اور پچھلی تصنیف ہمارے استاد قاضی القضاۃ سعد الدین دیری کی ہی جسکا نام کواکب نیرات ہی خلاصہ تالیفات مذکورہ یہ ہی کہ جمہور علما کا مذہب صحیح ہی کہ اموات کو ثواب پہونچتا ہی یعنی صدقات اور دعوات کا کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الکریم

کتاب الاکراہ

یہ کتاب ہی اکراہ یعنی جبر اور زبردستی کے احکام مین ہو لغۃ حمل الانسان علی شیء یکرہہ اکراہ لغت عرب مین عبارت ہی انسان کو برانگیختہ کرنے سے اس چیز پر جسکو وہ ناپسند رکھتا ہو یعنی آدمی سے وہ کام کرانا جو اسکو برا لگتا ہی خواہ کراہت طبعی ہو یا شرعی وشرعا فعل یوجد من المکرہ فیحدث فی المحل معنی یصیر بہ مدفوعا الی الفعل الذی طلب منہ اور شرع مین اکراہ زبردستی کرنے والے کے ایسے فعل خواہ دھمکانے کو کہتے ہین جو طرف ثانی کے دل مین وہ اثر پیدا کرے کہ جس فعل کو اول شخص اس سے چاہے اسکو بناچاری کرنا پڑے ہم فعل اول شامل ہی فعل حقیقی اور حکمی کو اور علم ہی

قول کو بھی چنانچہ زبانی دھمکی فعل حکمی کی یہ صورت مذکور ہی قہستانی مین کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کے قتل کا امر کیا اور اسکو کسی چیز سے تہدید نہ کی اگر یا مور بانتا ہی دلالت دال ہے کہ اگر اسکو قتل نہ کریگا تو آمر اسکو مار ڈالیگا یا اسکا کوئی عضو کاٹیگا تو یہ بھی اکراہ ہی اور محل سے مراد مکرہ بالفتح ہی یعنی جسپر اکراہ واقع ہوا اور معنی سے مراد خوف ہی کذا فی الطحطاوی ورر عزر مین ہی کہ اکراہ شرعی غیر سے فعل کروانا بواسطہ اُس تہدید کے جو رضا سے غیر کو نیست و نابود کر دیوے نہ اسکے اختیار کو لیکن تہدید کا ہے اختیار کو فاسد کر دیتی ہی اور گاہے نہین الحاصل عدم رضا معتبر ہی اکراہ کی سب صورتون مین اور اصل اختیار ثابت ہی سب صور تون مین لیکن بعضی صورت مین اختیار فاسد ہوجاتا ہی اور بعضی صورت مین فاسد نہین ہوتا انتہی و تحقیق اسکی شرح وقایہ مین یون مذکور ہی کہ رضا کے مقابلہ مین کراہت ہی اور اختیار کے مقابلہ مین جبر ہی حبس یا ضرب کے اکراہ مین بلاشک کراہت موجود ہی تو رضا معدوم ہی لیکن اختیار ثابت ہی مع وصف السلامۃ اسواسطے کہ اختیار فاسد ہوجاتا ہی بمقابلہ تلف نفس یا تلف عضو کے تو جس امر مین جان یا عضو کی ہلاکی ہی تو امتناع اُس سے جمیع حیوانات کی پیدایشی ہی کیا تو نہین دیکھتا کہ قوت اسکو انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کسطرح روک رکھتی ہی اونچے مکان کے گرنے اور آگ مین گھسنے سے درصورت گمان تلف تو اُس سے باز رہنا اگرچہ اختیاری ہی لیکن ظاہر کا اختیار ہی جو جبر سے قریب ہی اسیطرح تلف جان یا عضو کے وقت اختیار امتناع ہی لیکن اختیار فاسد ہی اسواسطے کہ انسان اُسپر مخلوق ہی اس اوسے کہ طبیعت اُسپر مجبول ہی باوجود اسکے اہلیت خطاب بشرع باقی ہی اکراہ ملجی و غیر ملجی مین بواسطہ تحقق عقل و بلوغ کے

وہو نوعان تام و ہو الملجی بتلف النفس او عضو او ضرب مبرح والا فناقص و ہو غیر الملجی اور اکراہ دو قسم ہی کامل و ناقص اکراہ کامل وہ اکراہ ملجی ہی یعنی جو بامور کو مضطر کر دیوے بیان یا عضو کے تلف ہوجانے سے یا نہایت سخت مارنے سے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ناقص ہی اور وہی اکراہ غیر ملجی ہی ضرب شدید سے مراد وہ ضرب ہی جو موجب ہو تلف نفس یا عضو کی چنانچہ بدائع مین ہی ولہذا القانی نے کہا کہ اکراہ ملجی چنانچہ ڈرانا قتل نفس و قطع عضو اور ضرب شدید متوالی سے جس سے تلف ہونیکا خوف ہوا و غیر ملجی چنانچہ ڈرانا محبوس کرنے اور بیڑیان پاؤن مین ڈالنے اور ضرب یسیر سے کذا فی الطحطاوی وشرطہ اربعۃ امور قدرۃ المکرہ علی ایقاع ما ہدد بہ سلطانا او لصا او نحوہ اور اکراہ کی شرطین چار چیزین ہین ایک شرط قادر ہونا اکراہ کرنے والے کا اُس چیز کے واقع کرنے پر جس سے اُسنے تہدید اور تخویف کی ہی خواہ مکرہ پادشاہ ہو یا چور ڈاکو یا مانند اسکے اور شخص جابر ہو مانند اسکے زوج ہی اپنی زوجہ کے حق مین اور صغیر غیر محتلم مسلط سے اور مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہی تو اگر مجنون مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروا دے تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہین اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم نہوگا اگر اُسکا وارث ہو اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی والثانی خوف المکرہ بالفتح ایقاعہ ای ایقاع ما ہدد بہ فی الحال بغلبۃ ظنہ لیصیر ملجاء اور دوسری شرط خوف ہی مکرہ بالفتح کا یعنی جسپر اکراہ اور زبردستی ہوئی وہ اپنے ظن غالب سے ڈرتا ہو تہدید والی چیز کے واقع کر دینے سے فی الحال تاکہ اس گمان سے وہ مضطرب اور مضطر ہو جاوے حتی اور اگر ظن غالب ہو اسکے نہ واقع کرنے کا یا اکراہ کرنے والا وہان سے ٹل گیا تو اکراہ ثابت نہوگا والثالث کون الشئ المکرہ بہ متلفا نفسا او عضوا او موجبا غما یعدم الرضی اور تیسری شرط یہ ہی کہ جس چیز کے سبب سے اکراہ ہو وہ چیز جان یا عضو کی تلف کرنے والی ہو یا موجب ہو ایسے غم اور اندوہ کی جو رضامندی کو نیست و نابود کر دیوے حتی شرح وقایہ مین ہی کہ اکراہ دو قسم ہی ایک یہ کہ رضامندی کو تلف کر دے اور یہ اکراہ حبس یا ضرب سے ہوتا ہی اور اکراہ ثانی مفسد اختیار ہی وہ قتل اور قطع عضو کے خوف سے ہوتا ہی تو فوت رضامندی فساد اختیار سے عام ہی تو حبس یا ضرب مین رضا فوت ہی لیکن اختیار صحیح باقی ہی اور قتل مین رضامندی نہین لیکن اسکو اختیار غیر صحیح ہی بلکہ اختیار فاسد ہی انتہی در موجب غم گاہے حبس ہوتا ہی اور گاہے ضرب اور اکراہ مین مقدار حبس یہ ہی کہ جس سے غم صریح حاصل ہو اور ضرب کی مقدار یہ ہی جس سے درد شدید پیدا ہو اور اسمین ایسی کوئی حد نہین جس سے کمی و زیادتی نہ ہوسکے اسواسطے کہ نصب مقادیر رائے سے ممتنع ہی بلکہ یہ حاکم کی تجویز پر مفوض ہی کیونکہ مختلف باختلاف اشخاص ہی کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وزاد ان مراتبہ قد

تختلف باختلاف الاشخاص فان الاشراف یغمون بکلام خشن والارذال ربما لا یغمون الا بالضرب المبرح ابن کمال ور یعنی موجب غم کمتر مرتبہ ہی اکراہ کا اور وہ مختلف باختلاف اشخاص

ہو اسواسطے کہ اشراف تو غمگین ہو جاتے ہین سخت بات سے اور کمینے اکثر آزردہ نہین ہوتے مگر ضرب شدید سے کذا ذکرہ ابن کمال والرابع کون المکرہ
ممتنعا عما اکرہ علیہ قبلہ اما لحقہ کبیع مالہ او لحق شخص آخر کاتلاف مال الغیر او لحق الشرع کشرب الخمر والزنا اور اکراہ کی چوتھی شرط ممتنع ہونا مکرہ کا
کا قبل از اکراہ اس فعل سے جسکے واسطے اسپر زبردستی ہوئی یعنی اگر اسپر اکراہ نہوتا تو وہ فعل ہرگز نہ کرتا یا تو اپنے حق کے سبب سے نہ کرتا چنانچہ اپنا مال
بیچنا یا دوسرے شخص کے حق کے سبب سے چنانچہ غیر کا مال تلف کرنا یا حق شرع کی جہت سے نکرتا چنانچہ شراب خواری اور زناکاری ہم اسپنے اول
کے بیع مین اکراہ غیر ملجی ہی اور اتلاف مال غیر اور شراب خواری مین اکراہ ملجی ہی فلو اکرہ بقتل او ضرب شدید متلف لا بسوط او سوطین الا المذاکیر
والعین بزازیہ تو اگر ایک شخص پر اکراہ ہوا بسبب قتل یا ضرب شدید متلف کے نہ ایک دو کوڑے کی ضرب کہ وہ تلف کرنے والی نہین مگر آلات تناسل یا
آنکھ پر البتہ متلف ہی کذا فی البزازیہ ہم زیلعی سے مذکور ہو چکا کہ ضرب شدید حاکم کی رائے پر مفوض ہی اسکی کچھ حد معین نہین اور تصرفات مذکورہ متن کا اکراہ
غیر ملجی سے ہوتی ہین اور ضرب متلف تو اکراہ ملجی مین داخل ہی کذا فی الطحطاوی یعنی شارح کو ضرب شدید مین متلف کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہ تھی او حبس
او قید مدیدین بخلاف حبس یوم او قید او ضرب غیر شدید الا لذی جاہ درر یا اکراہ ہوا حبس دراز یا قید طویل سے بخلاف حبس یکروزہ یا قید یکروزہ
یا ضرب خفیف کے کہ وہ اکراہ نہین ہی مگر عزت دار کے حق مین البتہ اکراہ ہی کذا فی الدرر ہم قید سے مراد بیڑیان پانون مین ڈالنا ہی نہ حبس چنانچہ شہید
عوام مین حتی باع او اشتری او اقر او آجر فسخ العقد یعنی اگر ایک شخص پر تہدید قتل یا ضرب شدید یا حبس مدید یا قید طویل سے اکراہ ہوا یہانتک
کہ اسنے اپنا مال بیچا یا خرید کیا یا کسی کے حق کا اقرار کیا یا اجارہ کیا تو وہ شخص عقود مذکورہ کو فسخ کر ڈالے بعد زوال اکراہ ہم عقود مذکورہ سے مراد
وہ عقود ہین جو قابل فسخ ہین چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور صلح اور ابراء مدیون اور کفیل اور ہبہ کذا فی الدر ولا یبطل حق الفسخ بموت احدہما
حق فسخ کا باطل نہین ہوتا جابر یا مجبور کی موت سے ہم یعنی مکرہ یا فسخ کا وارث اپنے مورث کا قائم مقام ہوگا فسخ مین اور مکرہ یا اسکا وارث
اپنے مورث کے قائم مقام ہوگا یعنی اسکے ترکہ سے رجوع ہوگا ولا بموت المشتری ولا بالزیادۃ المتصلۃ اور نہ حق فسخ باطل ہوگا مشتری کی موت سے اور
زیادت متصلہ سے ہم زیادت منفصلہ چنانچہ بچہ اور پھل تو زیادت متصلہ سے بطریق اولی فسخ باطل نہوگا و تضمن بالتعدی والزیادۃ المنفصلۃ
لازم ہوگا مشتری پر اسکی تعدی کرنے سے یعنی اگر مشتری نے [illegible] اور آگے آویگا کہ مبیع پھیر لیا جاوے گا اگرچہ دست بدست چند
بیع ہو گئی ہو [illegible] الملجی و غیر الملجی [illegible] شرط صحۃ ہذہ العقود [illegible] حق فسخ [illegible]
یا فسخ چاہے تو عقود مذکورہ جاری اور ثابت رکھے اسواسطے کہ اکراہ ملجی رضا مندی کو نیست و نابود کرتا ہے [illegible] عقود
کو مشتری [illegible] صحیح ہونے کے [illegible] مشتری [illegible] حق ہوگیا فسخ کر ڈالے [illegible] عقود [illegible]
پھر دریافت کرنا چاہیے کہ یہ عقود مذکورہ [illegible] حنفیون کے نزدیک ہم [illegible] عقد [illegible] فسخ [illegible]
[illegible] ثابت رکھنے [illegible] مراد نہین کیونکہ مکرہ فسخ [illegible] یہ قول [illegible]
[illegible] عقود نہین [illegible] عقود مذکورہ [illegible]
[illegible] شرعیت کے عقود مذکورہ صحیح ہو جاتے ہین [illegible] تصرفات [illegible] ہو جاتے ہین [illegible]
[illegible] عبارت [illegible] عقود [illegible] عقود [illegible] کذا فی النہر
[illegible] المشتری ان قبض فصح [illegible] عقود مذکورہ [illegible] مشتری [illegible]
[illegible] صحیح [illegible] تصرف [illegible] نقض ممکن نہین ہم چنانچہ [illegible]

طلاق کذا فی القہستانی ولزمہ قیمتہ وقت الاعتاق ولو معسرا زاہدی لاتلافہ بعقد فاسد اور مشتری کو قیمت اسکی جو اعتاق کے وقت ہو گی لازم ہو گی
اگرچہ مشتری مفلس ہو کذا فی الزاہدی بسبب تلف کرنے مشتری کے عقد فاسد سے فان قبض ثمنہ او سلم المبیع طوعا قید للمذکورین نفذ یعنی
لزم لما مر ان عقود المکرہ نافذۃ عندنا والمعلق علی الرضی والاجازۃ لزومہ لانفاذہ اذ اللزوم امر وراء النفاذ کما حققہ ابن کمال پھر جبکہ اکراہ ہوا اگر
ثمن اسکا خوشی سے لے یا مبیع کو رضامندی سے مشتری کو تسلیم کرے تو بیع نافذ ہو گی یعنی لازم اسواسطے کہ گذر گیا کہ مکرہ بالفتح کی عقود ہمارے
نزدیک نافذ ہین اور اسکی رضامندی اور اجازت پر لزوم عقد معلق ہی نہ اسکا نافذ ہونا اسواسطے کہ لزوم نفاذ کے سوا امر ہی چنانچہ ابن کمال
نے الایضاح مین اسکو تحقیق کے ساتھ بیان کیا ہی ہم بعد قبض اور تسلیم بیع لزوم ہو گی یعنی فاسد منقلب بہ صحیح ہو کر لازم ہو جاویگی اسطرح کہ اب اسکو فسخ کا اختیار
باقی نہ رہیگا اور شارح نے جو نفاذ عقود کا آگے مذکور کیا اسکی تاویل بھی مذکور ہو چکی اور ابن کمال نے شرح طحطاوی سے نقل کیا ہی کہ عقود مذکورہ
نافذ ہین مگر اسکو اختیار ہی فسخ کر ڈالنے کا نارضامندی کے سبب سے انتہی ظاہر انفاذ سے مراد افادہ ملک ہی نہ یہ کہ عقود صحیح ہین اسواسطے کہ خود
ابن کمال نے تصریح کی ہی کہ تمامی بیع کی اسکے منقلب ہو جانے سے صحیح ہو کر بائع کی رضا اور اجازت پر موقوف ہی تو اسکا ثمن قبض کرنا اور مبیع تسلیم
کر دینا بلحاظ کہ بیع کو صحیح کر دیتا ہی اسواسطے کہ قبض اور تسلیم رضا اور اجازت پر دلالت کرتا ہی اور بحر الرائق مین کتاب البیوع کے اندر شروط صحت بیع کے
نزدیک مصرح ہی کہ منجملہ شروط صحت رضامندی ہی تو مکرہ بالفتح کی بیع اور شرا فاسد ہی اور منار اور اسکی شرح مین مذکور ہی کہ مکرہ کی بیع فاسد ہی یعنی فاسد
منعقد ہوتی ہی بعدم رضا کے سبب سے جو نفاذ کی شرط ہی کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت والضابطۃ ان مالا یصح مع الہزل ینعقد فاسدا فلہ ابطالہ مین کہتا ہون
اور قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جو عقد کہ صحیح نہین ہزل اور بیہودگی سے چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ تو وہ اکراہ سے فاسد منعقد ہوتی ہی تو مالک کو اسکا باطل کر دینا جائز
ہی وما یصح یصح فیلغو فعل الحامل کما سیجئ اور جو عقد کہ ہزل اور بیہودگی سے صحیح ہی چنانچہ عتق اور تدبیر اور طلاق وہ اکراہ سے بھی صحیح ہی تو تاوان لے مالک حامل یعنی
اکراہ کرنے والے سے چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آویگا وان قبض الثمن مکرہا لا یلزم اور اگر مالک نے ثمن اکراہ سے قبض کیا تو بیع لازم نہو گی وردہ ولم یضمن ان
ہلک الثمن لانہ امانۃ درر ان بقی فی یدہ لفسادہ اور ثمن کو پھیر دے اگر اسکے پاس باقی ہو کیونکہ عقد فاسد ہو گیا اور تاوان نہ دیگا اگر ثمن تلف ہو گیا ہو
اسواسطے کہ وہ امانت ہی کذا فی الدرر ہم امانت اسواسطے تھا کہ اسنے مشتری کی اجازت سے لیا تھا لا علی سبیل التملک تو تاوان اسپر لازم نہو گا لکنہ یخالف
البیع الفاسد فے اربع صور لیکن بیع مکرہ مخالف ہی بیع فاسد کے چار صورتون مین یجوز بالاجازۃ القولیۃ والفعلیۃ پہلی صورت یہ ہی کہ بیع مکرہ جائز
ہو جاتی ہی اجازت قولی اور فعلی سے بر خلاف اور بیع فاسد کے کہ وہ اجازت سے منقلب بصحیح نہین ہوتی والثانی انہ ینتقض تصرفات المشتری منہ وان
تداولتہ الایدی اور دوسری صورت یہ ہی کہ مشتری کا تصرف اس سے توڑا جاتا ہی اگرچہ دست بدست چند بار اسکی بیع ہو گئی ہو بر خلاف اور بیوع فاسدہ کے اسواسطے
اور بیوع فاسدہ مین حق شرع کی جہت سے فساد ہی اور بیع مکرہ مین حق العباد کی جہت سے فساد ہی اور حق العبد حق اللہ پر مقدم ہی کیونکہ عبد محتاج ہی اور حق تعالیٰ
غنی کذا فی الطحطاوی والثالث تعتبر القیمۃ وقت الاعتاق دون وقت القبض اور تیسری صورت یہ ہی کہ بیع مکرہ مین وقت اعتاق کی قیمت معتبر ہی نہ
قبض کے وقت بخلاف اور بیوع فاسدہ کے کہ انمین وقت قبض سے قیمت معتبر ہی نہ وقت اعتاق کے والرابع الثمن او المثمن امانۃ فی ید المکرہ لاخذہ باذن المشتری
فلا ضمان بالاتلاف بخلافہا فی الفاسد بزازیہ اور چوتھی صورت یہ ہی کہ ثمن اور مثمن یعنی مبیع امانت ہی مکرہ بالفتح کے ہاتھ مین بسبب لینے ثمن کے مشتری کے اذن سے
یا بسبب لینے مبیع کے بائع کے اذن سے تو بدون تعدی کے تاوان نہین بر خلاف ان دونون ثمن و مثمن کے بیع فاسد مین کہ امانت نہین ہوتے کذا
فی البزازیہ ہم ثمن اور مبیع اسوقت امانت ہی جبکہ بائع پر ثمن لینے کا اکراہ ہوا اور مشتری پر مبیع لینے کا امر السلطان اکراہ وان لم یتوعدہ بادشاہ کا امر اکراہ
ہی اگرچہ اسنے قتل یا حبس کی وعید اور تہدید نہ کی ہو ہم فتاوی عالمگیری مین ہی کہ بادشاہ نے ایک مرد سے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھا یا اس سور کا گوشت کھا

اور نہین تو مین تجکو قتل کر دونگا تو اسکو کھانا جائز ہی بلکہ فرض ہی جبکہ اسکو گمان غالب ہو کہ اگر نہ کھاوینگا تو مقتول ہونگا پھر اگر اُس نے نہ کھایا اور قتل ہوا تو گنہگار ہوگا ظاہر الروایۃ مین اور شیخ الاسلام نے ذکر کیا کہ وہ گنہگار ہوگا اور اپنے خون مین ماخوذ ہوگا لیکن اگر حالت ضرورت کی اباحت سے جاہل ہوگا اور نہ کھانے سے مقتول ہوگا تو امید ہی کہ ماخوذ نہوگا اور اگر مباح ہونیکا عالم ہوگا تو ماخوذ ہوگا اور اگر اسکو یہ ظن غالب ہو کہ بادشاہ اسکو نہ کھانے سے قتل نہ کریگا خوش طبعی سے تہدید قتل کی کرتا ہی تو اسکو کھانا درست نہین اور اگر بادشاہ ایک مرد پر اکراہ کرے کہ وہ اپنا ہاتھ کاٹ ڈالے تو اسکو ہاتھ کاٹنا جائز ہی اگر وہ چاہے اور اگر بادشاہ نے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر نہین تو تجکو قتل کر دونگا تو اسکو اپنا قتل کرنا جائز نہین انتہی المختصر اور ملتقی اور اسکی شرح مین ہی اور اکراہ بتہدید قتل ہوا اسپر کہ پہاڑ پر سے گر پڑے یا آگ مین گھس جاوے یا اور مہلک چیز ہو تو اسکو اختیار ہی امام کے نزدیک چاہے اقدام کرے چاہے صبر کرے اور صاحبین نے کہا کہ اسپر صبر لازم ہی کذا فی الطحطاوی ملخصاً وامر غیرہ لا ان لم یعلم المامور بدلالۃ الحال انہ لو لم یمتثل امرہ یقتلہ او یقطع یدہ او یضربہ ضربا یخاف علی نفسہ او تلف عضوہ منیۃ المفتی وبہ یفتی اور بادشاہ کے سوا اور کسی کا امر اکراہ نہین بشرطیکہ مامور دلالت حال سے نجانتا ہو کہ اگر اسکا کہنا نہ کریگا تو وہ اسکو قتل کریگا یا اسکا ہاتھ کاٹ ڈالیگا یا اُس کو اسطرح ماریگا جس سے اسکی جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف ہوگا کذا فی منیۃ المفتی اور اسی قول کا فتوی ہی فی البزازیۃ الزوج سلطان زوجتہ فیتحقق منہ الاکراہ اور بزازیہ مین ہی کہ شوہر بادشاہ ہی اپنی زوجہ کا تو اس سے اکراہ ثابت ہی ہم تہدید زوج اُس صورت مین اکراہ ہی جبکہ وہ قادر ہو اسکے کرنے پر اور یہ دو روایتون مین سے ایک روایت ہی امام سے کذا فی الطحطاوی اکرہ المحرم علی قتل صید فابی حتی قتل کان ماجورا عند اللہ تعالی اشباہ احرام باندھنے والے پر اکراہ ہوا شکار کے مارنے کا سو اُسنے انکار کیا یہان تک کہ وہ مارا گیا تو وہ ثواب پاویگا حق تعالی کے نزدیک کذا فی الاشباہ ہم پھر اگر محرم شکار ماریگا تو قیاس مین اسپر کچھ نہین اور استحسان مین قاتل پر کفارہ ہی نہ اُسکے آمر پر اور اگر آمر اور مامور دونون محرم ہون تو دونون پر کفارہ ہی کذا فی الطحطاوی ولو اکرہ البائع علی البیع لا المشتری وہلک المبیع فی یدہ ضمن قیمتہ للبائع لقبضہ بعقد فاسد اور اگر بائع کے بیچنے پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہوگئی مشتری کے ہاتھ مین تو مشتری اسکی قیمت کا بائع کو تاوان دے بسبب قبض کرنے مشتری کے مبیع کو عقد فاسد سے ہم تاوان قیمت کا مشتری پر لازم ہی اگرچہ بائع ثمن اسکا لے چکا ہو اور فائدہ لزوم تاوان کا یہ ہی کہ اگر قیمت زیادہ ہو ثمن سے تو زائد کو بائع مشتری سے پھیر لے اور اگر مشتری پر بھی اکراہ ہوا ہو اور مبیع اسکے پاس تلف ہو جاوے بدون تعدی کے تو تاوان اسپر نہین کیونکہ وہ اس صورت مین اسکے پاس امانت ہی کذا فی الطحطاوی عن الحموی عن الصغری والبائع المکرہ لہ ان یضمن ایا شاء من المکرہ بالکسر والمشتری اور مکرہ بالفتح یعنی بائع کو اختیار ہی کہ جس سے چاہے تاوان لے مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے اور مشتری سے فان ضمن المکرہ رجع علی المشتری بقیمتہ پھر اگر مالک تاوان لے اکراہ کرنے سے تو وہ مشتری سے قیمت اسکی پھیر لے یعنی اسواسطے کہ وہ ادائے ضمان سے اسکا مالک ہوگیا وان ضمن المشتری نفذ ای جاز لما مر کل شراء بعدہ ولا ینفذ ما قبلہ ولو ضمن المشتری الثانی مثلا السیر ورۃ ملکہ فیجوز ما بعدہ لا ما قبلہ اور اگر مالک مکرہ نے مشتری سے مبیع کا تاوان لیا تو نافذ یعنی بدلیل گذشتہ جائز ہو جاوے گی ہر خرید کہ بعد تاوان کے واقع ہوئی اور نافذ نہ ہوگی وہ خرید کہ تاوان سے پہلے واقع ہوئی اگر مثلاً مشتری ثانی تاوان دے کیونکہ مبیع قیمت کے تاوان دینے سے مشتری ثانی کی ملک ہوگئی تو اسکے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ قبل کی ہم مصنف نے ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ کے ضمن مین بیان کر دیا پہلا مسئلہ یہ ہی کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہو جاوے تو مالک چاہے اکراہ کرنیوالے سے تاوان قیمت کا لے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہ ہی کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو تمام خریداریان جائز ہو جاوین گی

طحطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف اس مسئلہ کو علیحدہ ذکر کرتا اسواسطے کہ یہ مسئلہ تداول ایدی مین مفروض ہی اور پہلا مسئلہ مشتری واحد مین مفروض
ہی فیرجع المشتری الضامن بالثمن علی بائعه تو تاوان دینے والا مشتری ثمن مبیع کا اپنے بائع سے بھرلے بخلاف ما اذا اجاز المالك عقد البياعات
حيث يجوز الجميع ويأخذ الثمن من المشتری الاول لزوال المانع بالاجازة برخلاف سابق یہ صورت ہی جبکہ مالک کسی بیع کو بیوع مذکورہ مین سے
جائز رکھے اگرچہ عقد اخیر مین اجازت واقع ہو کذا فی الطحطاوی تو سب اگلی اور پچھلی بیوع جائز ہو جاوینگی اور مالک مشتری اول سے ثمن لیگا
وجہ جواز کل بیوع زوال مانع ہی یعنی مانع صحت بیع ناراضمندی تھی مالک کی سو اسکی اجازت سے مانع دفع ہو گیا فان اكره على اكل ميتة او دم
او لحم خنزير او شرب خمر باكراه غير ملجئ بحبس او ضرب او قيد لم يحل الا لضرورة في اكراه غير ملجئ پھر اگر ایک شخص پر اکراہ واقع ہوا مردار یا خون یا سور
کے گوشت کھانے یا شراب کے پینے پر بواسطہ اکراہ ملجی کے چنانچہ حبس یا ضرب یا قید کی تہدید سے تو کھانا حلال نہین اسواسطے کہ کوئی ضرورت نہین
اکراہ غیر ملجی مین یعنی محرمات مذکورہ تو بضرورت مباح ہو جاتے ہین چنانچہ مخمصہ مین اور جب جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف نہ ہوا تو ضرورت
ثابت نہ ہوئی کذا فی المنح نعم لا يحد الشارب للشبهة ہان یہ البتہ ہی کہ اکراہ مذکورہ سے اگر شراب کوئی پیے تو اسپر حد نہ ماری جائیگی شبہ اباحت کے سبب سے
وان اكره بملجئ بقتل او قطع عضو او ضرب مبرح ابن كمال حل الفعل بل فرض اور اکراہ ملجی واقع ہوا بسبب تہدید قتل یا قطع عضو یا ضرب شدید متلف کے
کذا صرح ابن کمال تو فعل مذکور حلال ہی بلکہ فرض ہی یعنی اسواسطے کہ محرمات مذکورہ عند الضرورت مباح ہین اور جان بچانیسے زیادہ کون ضرورت ہی ہم
مسائل اکراہ کی تین قسم ہین ایک قسم ہی جسمین اقدام عزیمت ہی یعنی جسکے کرنے پر اکراہ واقع ہوا اسکا کرنا افضل ہی اور اگر نہ کریگا یہان تک کہ قتل ہو گا
تو گنہگار ہوگا اور وہ شرب خمر اور تناول مردار اور مانند اسکے ہی دوسری قسم مین عزیمت امتناع ہی اور اقدام رخصت ہی اور وہ معاذ اللہ اجراء
کلمہ کفر اور دشنام نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہی اور جو کہ کفر ہی اور استخفاف دین کا سبب ہی تیسری قسم مین امتناع عزیمت ہی اور اقدام مین رخصت نہین
کسی حال مین اور وہ قتل نفس معصوم محترم ہی یا اسکا قطع عضو کذا فی الاتقانی فان صبر فقتل اثم الا اذا اراد به مغايظة الكفار فلا باس بہ پھر اگر محرمات مذکورہ کے کھانے
مین صبر کیا یہان تک کہ وہ قتل ہو گیا تو گنہگار ہو گا مگر جبکہ اس امتناع سے کفار کی غضبناکی اور کھجانے کا ارادہ کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہم وجہ عصیان یہ ہی کہ
تناول محرمات اس حالت مین مباح ہی اور جان یا عضو نکھانے سے تلف کروانا حرام ہی کذا فی الزيلعي وكذا لو لم يعلم الاباحة بالاكراه لا ياثم لخفائه فيعذر بالجهل كالجهل
بالخطاب في اول الاسلام او في دار الحرب اور اسی طرح اگر صابر مقتول اباحت محرمات مذکورہ کے اکراہ سے نجانتا ہو تو گنہگار نہ ہو گا بسبب مخفی ہونے اباحت کے تو معذور ہو گا
نادانستگی سے جیسے احکام شرعیہ کی نادانستگی ابتدائے اسلام مین یا دار الحرب مین عذر ہی ہم اباحت محرمات عند الضرورت محل خفا ہی اور اسمین اختلاف
بھی علما اور صحابہ کے گمان امتناع معصیت سے احتراز ہی تو معذور ٹھہرا کذا فی الزيلعي ابتدائے اسلام مین مراد یہ ہی کہ کافر مسلمان ہوا اور ہنوز
احکام شرعی کے سیکھنے کی فرصت نہین پائی یا دار الحرب مین مسلمان ہوا تو جہل سے معذور ہی کما فی المخمصة كما قدمناه في الحج جیسے شدت گرسنگی مین محرمات
مذکورہ کے نکھانے اور مرجانیسے گنہگار ہو گا چنانچہ ہمنے اسکو کتاب الحج مین بیان کیا ہی وان اكره على الكفر بالله او سب النبي صلى الله عليه وسلم مجمع و
قدوری بقطع او قتل رخص له ان يظهر ما امر به على لسانه ويوري وقلبه مطمئن بالايمان اور اگر اکرہ ہوا خدا کے انکار کا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشنام کا
کذا فی المجمع والقدوری خواہ قطع عضو سے اکراہ ہو یا قتل سے تو اسکو جائز ہی کہ زبان سے ظاہر کرے جسکا اسکو امر ہو اور دل سے توریہ کرے درانحالیکہ
اسکا دل مطمئن ہی ایمان کے ساتھ یعنی ثابت ہی بلا تغیر عقیدہ ہم توریہ عبارت ہی اظہار غیر مراد اور خلاف مقصود سے ثم ان ورى لا يكفر وبانت امراته
قضاء لا ديانة پھر اگر مکرہ بالفتح نے توریہ کیا اظہار کفر مین تو کافر نہوگا اور اسکی عورت کا نکاح ٹوٹ جائیگا ظاہر حکم مین نہ عند اللہ ہم توریہ کی صورت
یہ کہ کفر باللہ مین خبر کاذب کا قصد کرے اور انشاء کفر کا قصد نکرے کذا فی الحموی اور چنانچہ اسکو کسی نبی کے دشنام کا امر ہوا اور اسنے کہا کہ دشنام

ورجعتہ وایلاؤہ وفیئہ فیہ ای فی الایلاء بقول او فعل اور صحیح ہی اکراہ سے نذر مکرہ کی اور قسم اسکی اور ظہار اور رجعت اسکی اور ایلاء اسکا اور رجوع
کرنا اسکا ایلاء مین قول سے یا فعل سے کذا فی الدر المنتقی اور زیلعی اور درر مین فقط قول مذکور ہی نہ فعل واسلامہ ولو ذمیا کما ہو اطلاق کثیر من المشائخ
وما فی الخانیۃ من التفصیل فقیاس والاستحسان صحتہ مطلقا فلیحفظ اور صحیح ہی اسلام مکرہ کا اگرچہ ذمی اکراہ سے اسلام ظاہر کرے چنانچہ اسی طرح کا ہی اطلاق اکثر
مشائخ کا اور جو خانیہ مین تفصیل ہی کہ حربی کا اسلام اکراہ سے صحیح ہی نہ ذمی کا سو وہ قیاس ہی اور استحسان صحت اسلام ہی مطلقا خواہ حربی ہو یا ذمی اسکو
یاد رکھنا چاہیے ہم کو عمل استحسان پر ہوتا ہی نہ قیاس پر سوائے چند مسائل کے کہ یہ مسئلہ انمین سے نہین ہی تو اعتماد استحسان ہی پر ہوا کذا فی الطحطاوی
بلا قتل لو رجع لشبہۃ کما مر فی باب المرتد اسلام مکرہ صحیح ہی بدون اسکے قتل کے اگر وہ اسلام سے پھر جاوے قتل نہین بسبب شبہہ چنانچہ باب المرتد
مین گذر گیا ہم شبہہ یہ ہی کہ شاید اسنے دل سے اسلام قبول نہ کیا ہو تو وہ بالیقین مرتد نہ ٹھہرا جو قتل ہوتا وتوکیلہ بطلاق وعتاق وما فی الاشباہ
من خلافہ فقیاس والاستحسان وقوعہ اور صحیح ہی وکیل کرنا مکرہ کا طلاق اور عتاق کیواسطے اور جو اشباہ مین اسکے مخالف مذکور ہی سو قیاس ہی اور
استحسان وقوع طلاق اور عتاق ہی وکیل کی تطلیق اور اعتاق سے ہم اشباہ مین ہی کہ مکرہ کے وکیل کا طلاق اور عتاق واقع نہین ہوتا وجہ قیاس یہ ہی
کہ وکالت باطل ہو جاتی ہی ہزل سے تو اسیطرح اکراہ سے چنانچہ بیع اھ مانند اسکے وجہ استحسان یہ ہی کہ اکراہ مانع انعقاد بیع نہین بلکہ اس کے فساد کا
موجب ہی تو اسی طرح توکیل اکراہ سے منعقد ہوتی ہی اور شروط فاسدہ کا اثر وکالت مین نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی والاصل عندنا ان کل ما یصح مع الہزل
یصح مع الاکراہ لان ما یصح مع الہزل لا یحتمل الفسخ وکل ما لا یحتمل الفسخ لا یؤثر فیہ الاکراہ وعدہا ابو اللیث فی خزانۃ الفقہ ثمانیۃ عشر وعدہا فی باب الطلاق
نظما عشرین اور قاعدہ کلیہ عقود مذکورہ کی صحت مین یہ ہی کہ جو عقد صحیح ہی ہزل کے ساتھ وہ اکراہ کے ساتھ بھی صحیح ہی اسواسطے کہ جو ہزل کے ساتھ صحیح ہو
اسمین فسخ کا احتمال نہین اور جسمین فسخ کا احتمال نہین اسمین اکراہ اثر نہین کرتا اور جو عقود کہ ہزل اور اکراہ کے ساتھ صحیح ہین انکو فقیہ ابو اللیث نے
خزانۃ الفقہ مین اٹھارہ شمار کیا ہی اور باب الطلاق مین ہمنے انکو نظم مین بیس گنا ہی ہم غیر محتمل الفسخ مین اکراہ اثر نہین کرتا یعنی صحت عقد کا مانع نہین ہوتا
اسواسطے کہ اکراہ رضامندی کو فوت کر دیتا ہی اور فوت ہونا رضامندی کا موثر ہی عدم لزوم عقد مین اور عدم لزوم مکرہ کو قادر کر دیتا ہی فسخ عقد پر تو اکراہ اسکو
قدرت دیتا ہی فسخ پر ثابت ہو چکنے کے بعد سو جس عقد مین کہ فسخ کا احتمال نہین اسمین اکراہ عمل نہین کرتا کذا فی المنح لا یصح مع الاکراہ ابراؤہ مدیونہ او
ابراؤہ کفیلہ بنفس او مال لان الابراء لا یصح مع الہزل صحیح نہین اکراہ کے ساتھ بری الذمہ کر دینا مکرہ بالفتح کا اپنے مدیون یا اپنے ضامن کا خواہ نفس ضامن ہو یا
مال ضامن اسواسطے کہ برات صحیح نہین ہزل یعنی بیہودگی کے ساتھ اور اکراہ کے بھی ساتھ صحیح نہ ہوگی وکذا لو اکرہ الشفیع علی ان یسکت عن طلب الشفعۃ فسکت
لا یبطل شفعتہ اور اسی طرح اگر شفیع پر اسکا اکراہ ہو کہ وہ طلب شفعہ سے ساکت رہے سو وہ ساکت رہا تو شفعہ اسکا باطل نہوگا ولا ردۃ بلسانہ وقلبہ مطمئن بالایمان
فلا تبین زوجتہ لانہ لا یکفر بہ والقول لہ استحسانا قلت وقدمنا عن النوازل خلافہ فلعلہ قیاس فتامل اور نہ اسکا زبانی مرتد ہونا صحیح ہی اکراہ سے اور حالانکہ
اسکا دل ایمان کے ساتھ مطمئن اور ثابت ہی تو اسکی زوجہ چھوٹ نجاویگی اسواسطے کہ زبردستی کے ارتداد سے وہ کافر نہین ہو جاتا اور عدم ارتداد قلبی مین
اسکا قول معتبر ہی استحسان کی دلیل سے مین کہتا ہون اور اس سے پہلے ہمنے خلاف نقل کیا ہی نوازل سے تو شاید کہ نوازل کا قول قیاس ہی نہ استحسان
سو اسکو تامل کرو ہم نوازل و رجالیہ سے شارح نے تفصیل نقل کی ہی کہ درصورت توریہ نہ وجہ قضاءً چھوٹ جاویگی نہ دیانۃ اور اگر توریہ کا قصد نکیا اور
اسکے دل مین خطور ہونے کے تو دونون طرح سے چھوٹیگی اکرہ القاضی رجلا لیقر بسرقۃ او قتل رجل بعمد او بقطع ید رجل بعمد فاقر بذلک فقطعت
یدہ او قتل علی اذا کان المقر موصوفا بالصلاح اقتص من القاضی وان متہما بالسرقۃ معروفا بہا او بالقتل لا یقتص من القاضی استحسانا
للشبہۃ خانیۃ قاضی نے زبردستی کی ایک مرد پر تاوہ چوری یا کسی مرد کے قتل عمد کا اقرار کرے یا عمداً کسی شخص کے ہاتھ کاٹنے کا اقرار کرے سو اسنے

اسکا اقرار کیا تو اسکا ہاتھ کاٹا گیا یا وہ مقتول ہوا اپنے اقرار کے بموجب سو اگر اقرار کرنے والا موصوف بصلاح یعنی نیکبخت پرہیزگار ہو تو قاضی سے قصاص لیا جائے اور اگر مقر چرانے کے ساتھ متہم ہوا اور چوری اور خونریزی مین مشہور ہو تو قاضی سے قصاص نہ لیا جاویگا استحسان کی دلیل سے بسبب شبہ واقع ہونے کے کذا فی الخانیۃ ہم شبہہ یہ ہے کہ شاید اسنے کیا ہو جسکا اسنے اقرار کیا ہے قیل لہ اما ان تشرب ہذا الشراب او تبیع کرمک فہو اکراہ ان کان شرابا لا یحل کالخمر والا فلا خانیۃ قال وکذا الزنا وسائر المحرمات ایک شخص سے کہا گیا کہ یا اس مشروب کو پی لے یا اپنا انگور کا باغ بیع کر تو وہ اکراہ ہے اگر مشروب یعنی پینے کی چیز شریعت مین حلال نہ ہو چنانچہ شراب اور اگر مشروب حلال چیز ہو تو اکراہ نہیں کذا فی القنیہ صاحب قنیہ نے کہا اور اسی طرح کا حکم ہے زنا اور باقی محرمات کا ہم درصورت اکراہ جو اسنے بیچا تو اسمین وہ بعد زوال اکراہ کے مختار ہے چاہے بیع کو فسخ کرے چاہے قائم رکھے صادرہ السلطان ولم یعین بیع مالہ فباع صح لعدم تعیینہ ایک شخص سے بادشاہ نے زبردستی مال طلب کیا اور اسکے مال بیچنے کی تعیین نہیں کی سو اسنے کوئی چیز بیچڈالی پادشاہ کے دینے کے واسطے تو بیع صحیح ہے یعنی لازم ہوگی بیع بلا خیار فسخ اسکے عدم تعیین کے سبب سے ہم یعنی بادشاہ نے مال طلب کیا اور یہ نہیں کہا کہ فلانی چیز بیچکر دے تو وہ بیع مین طائع اور راضی ٹھہرا اسواسطے کہ اداے مال بیع کے سوا قرض لینے سے بھی ہوسکتا ہے کذا فی العالمگیریۃ والحیلۃ ان یقول من این اعطی ولا مال لی فاذا قال الظالم بع کذا فقد صار مکرہا فیہ بزازیہ اور حیلہ خیار فسخ کا یہ ہے کہ ظالم سے کہے کہ مین کہان سے دون میرے پاس تو مال نہیں پھر جب حاکم ظالم یون کہے کہ فلانی چیز بیچکر دے تو اب وہ مکرہ ٹھہر گیا اسکی بیع مین کذا فی البزازیۃ خوفہا الزوج بالضرب حتی وہبتہ مہرہا لم تصح الہبۃ ان قدر الزوج علی الضرب عورت کو اسکے شوہر نے مارنے پر دھمکایا یہان تک کہ اسنے اپنا مہر معاف کردیا تو بخشنا صحیح نہیں اگر شوہر مارنے پر قادر ہو ہم ظاہر اطلاق مصنف ضرب متلف اور غیر متلف دونون کو شامل ہے لیکن قاضی کے فتاوے مین ضرب متلف کی قید ہے اور عدم صحت ہبہ صاحبین رح کا قول ہے وان ہدد بالطلاق او تزوج علیہا وتسری فلیس باکراہ خانیۃ اور اگر شوہر نے عورت کو طلاق دینے کی تہدید کی یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کی یا لونڈی کے سریہ بنانے کی تو یہ اکراہ نہیں کذا فی الخانیۃ ہم اسواسطے کہ طلاق اور دوسرا نکاح اور لونڈی کو حرم کرنا یہ افعال شرع شریف مین درست ہین اور افعال شرعیہ اکراہ نہیں ہوسکتے وفی مجمع الفتاوی منع امرأتہ المریضۃ عن المسیر الی ابویہا الا ان تہبہ مہرہا فوہبت بعض المہر فالہبۃ باطلۃ لانہا کالمکرہۃ قلت ویؤخذ منہ جواب حادثۃ الفتوی وہی زوج بنتہ البکر من رجل فلما ارادہ الزفاف منعہا الاب الا ان تشہد علیہا انہا استوفت منہ میراث امہا فاقرت ثم اذن لہا بالزفاف فلا یصح اقرارہا لکونہا فی معنی المکرہ وبہ افتی ابو السعود مفتی الروم فی شرح منظومۃ تحفۃ الاقران فی بحث الہبۃ اور مجمع الفتاوی مین ہے کہ شوہر نے اپنی زوجہ بیمار کو منع کیا اسکے والدین کی طرف جانے سے مگر یہ کہ وہ اسکو اپنا مہر بخشدے سو اسنے کچھ مہر بخشدیا تو ہبہ باطل ہے اسواسطے کہ وہ اس عورت کے مانند ہے جسپر اکراہ ہوا مین کہتا ہون اور اس روایت سے ماخوذ ہوتا ہے استفتاے حادثہ کا جواب وہ استفتا یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی کنواری بیٹی کا نکاح کیا ایک مرد سے پھر جب اسنے اپنے شوہر کے گھر جانے کا ارادہ کیا تو باپ نے اسکو منع کیا مگر اسطرح کہ وہ شاہدون کو اپنے اس اقرار پر گواہ کردے کہ اسنے اپنی مان کی میراث باپ سے پوری بھر لی ہے سو اسنے اسکا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح نہیں اسواسطے کہ وہ اس عورت کے مانند ہے جسپر اکراہ ہوا اور اسی کا فتویٰ دیا ہے ابو سعود مفتی روم نے یہ کہا ہے مصنف نے اپنے رسالہ منظومہ کی شرح مین جسکا نام تحفۃ الاقران ہے ہبہ کی بحث مین ہم ظاہرا مرض سے وہ مرض مراد ہے جسمین والدین کی طرف جانے کی حاجت ہے اور خفیف مرض مین منع عن الخروج شرعا جائز ہے اور ہبہ کل مہر بمنزلہ بعض مہر کے ہے اور بیع اور شرا اور اجارہ اقرار اور ہبہ کے مانند ہے اور جو دلی کہ قادر ہو منع پر وہ باپ کے مانند ہے اور اسیطرح بکارت قید نہیں کذا فی الطحطاوی المکرہ باخذ المال لا یضمن ما اخذہ اذا نوی الاخذ وقت الاخذ انہ یردہ علی صاحبہ والا یضمن جس شخص پر اکراہ ہوا دوسرے شخص کے مال چھین لینے کا تو اسپر تاوان نہیں جو اسنے لیا بشرطیکہ لینے والے نے لینے کے وقت یہ نیت کی ہو کہ مال مذکور پھیر دیگا اسکے مالک کو اور اگر یہ نیت نہیں کی تو تاوان

اُسپر لازم ہوگا ھ یعنی پھیر دینے کی نیت سے اُسنے مال لیا پھر وہ مال تلف ہو گیا تو اُسکا تاوان اکراہ کرنے والے پر ہے نہ لینے والے پر فاذا اختلفا ای المالک والمکرہ فی النیۃ فالقول للمکرہ مع یمینہ والا فیضمن مجتبی اور جبکہ مالک اور مکرہ نے اختلاف کیا نیت مین یعنی مالک کہتا ہے کہ اسنے پھیر دینے کی نیت سے نہین لیا تھا اور لینے والا کہتا ہے کہ مین نے پھیر دینے کی نیت سے لیا تھا تو مکرہ کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے ورنہ اُسپر تاوان لازم ہے کذا فی المجتبی یعنی اسواسطے کہ ظاہر اکراہ ظالم قرینہ ہے مکرہ کے صدق کا وقید المکرہ علی الاخذ والدفع انما یبیحہ ما دام حاضرا عند المکرہ والا لم یحل لزوال القدرۃ والاجبار بالبعد منہ وبہذا تبین انہ لاعذر لاعوان الظلمۃ فی الاخذ عند غیبۃ الامیر او رسولہ فلیحفظ اور مجتبی مین ہے کہ جس شخص پر اکراہ ہوا غیر کے مال لینے یا دینے کا تو اُسکو لینا اور دینا اُسوقت تک جائز ہے جب تک اُس کے پاس اکراہ کرنے والا ظالم حاضر اور موجود ہو اور اگر حاضر نہ ہو تو لینا اور دینا حلال نہین بسبب زائل ہوجانے قدرت ظالم اور مجبوری مظلوم کے اُسکے دور ہوجانے سے اور اس قید سے ظاہر ہو گیا کہ حکام ظالمین کے نوکر چاکر مددگار انکو کچھ عذر نہین ناحق مال چھین لینے مین حاکم یا اُسکے فرستادہ کے موجود نہ ہونے کے وقت تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے ھ مبسوط مین ہے کہ تہدید قتل سے امیر کے سامنے غیر کا مال چھین لینا جائز ہے نہ تہدید حبس اور قید سے اور نہ امیر کی غیبت مین اگرچہ اُسکو یہ خوف ہو کہ امیر قتل کریگا اگر مجکو پا دیگا ہان اگر امیر کا فرستادہ مکرہ کے ساتھ ہو اسطرح کہ اگر یہ شخص وہ کام نہ کرے تو اُسکو پکڑ لا دے اور قتل کرے تو انشاء اللہ تعالی جائز ہوگا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے اکرہ علی اکل طعام نفسہ ان جائعا لا رجوع وان شبعان رجع بقیمتہ علی المکرہ لحصول منفعۃ الاکل لہ فی الاول لا الثانی ایک شخص پر اپنے طعام کے کھانے کا اکراہ ہوا تو اگر صاحب طعام بھوکا ہو تو رجوع نہین اور اگر آسودہ ہو تو قیمت طعام کی بھر لے اکراہ کرنے والے سے بسبب حاصل ہونے کھانے کی منفعت کے مالک کو پہلی صورت یعنی گرسنگی کے حال مین نہ دوسری صورت مین یعنی سیری مین قال اہل الحرب لنبی اخذوہ ان قلت لست بنبی ترکناک والا قتلناک لا یسعہ قول ذلک وان قیل لغیر نبی ان قلت ہذا لیس بنبی ترکنا نبیک وان قلت نبی قتلناہ وسعہ لامتناع الکذب علی الانبیاء کفار حربیون نے اُس نبی سے کہا جسکو اُنھون نے گرفتار کیا کہ اگر تو یون کہے کہ مین نبی نہین ہون تو ہم تجکو چھوڑ دینگے اور اگر نہ کہیگا تو ہم تجکو قتل کرینگے تو نبی کو یہ قول کہنا درست نہین اور نبی کے سوا اور شخص سے کہا گیا کہ اگر تو اس شخص کی نسبت کہے کہ یہ نبی نہین ہے تو ہم تیرے نبی کو چھوڑ دین اور اگر تو کہے گا کہ یہ نبی ہے تو ہم اسکو قتل کرینگے تو اُسکو یہ کہنا جائز ہے بسبب ممتنع ہونے کذب کے انبیاء علیہم السلام پر ھ اس مسئلے سے اگر عظمت انبیاء کا بیان واقعی منظور ہے تو ظاہر ہے اور اگر نبی پر حکم کرنا منظور ہے تو غیر ظاہر ہے اسواسطے کہ حکم شرعی نبی سے معلوم ہوتا ہے نہ غیر نبی سے کذا فی الطحطاوی قال حربی لرجل ان دفعت جاریتک لازنی بہا دفعت لک الف اسیر لم یحل کافر حربی نے مسلمان مرد سے کہا کہ اگر تو اپنی لونڈی مجکو دے تاکہ مین اُس سے بدکاری کرون تو مین تجکو ہزار قیدی مسلمان دون تو لونڈی دینا حلال نہین ھ اسواسطے کہ یہ اکراہ نہین اور قیدیون کی تخلیص پر قادر مطلق قادر ہے جب چاہے اُنکو خلاص کرے چاہے بلا پر صبر عطا فرمائے اقر بعتق عبدہ مکرہا لم یعتق فی الاصح اقرار کیا اپنے غلام کی آزادی کا مجبور ہوکر تو وہ آزاد نہ ہوگا صحیح تر قول مین وہل الاکراہ باخذ المال معتبر شرعا ظاہر القنیۃ نعم اور مال چھین لینے کا اکراہ شرعا معتبر ہے یا نہین ظاہر قنیہ اُسپر دلالت کرتا ہے کہ ہان معتبر ہے ھ منح مین ہے کہ سلطان نے وصی یتیم پر قتل یا اتلاف عضو کی تہدید کی تاکہ یتیم کا مال سلطان کو دے سو اُسنے دیا تو وصی پر تاوان نہین اور حبس اور قید کی تہدید مین ضمان ہے اور اگر وصی نے مال چھین لینے کی تہدید کی تاکہ مال یتیم تسلیم کرے اگر وصی جانے کہ سلطان بعض مال لیگا اور بعض چھوڑ دیگا اور مال متروک اُسکو کفایت کریگا تو تسلیم جائز نہین اور اگر دیگا تو تاوان مثل اُسپر لازم ہوگا اور اگر وصی ڈرے کہ تمام مال چھین لیگا تو وہ معذور ہے یتیم کے مال دینے مین اُسپر تاوان نہین اور اگر سلطان نے یتیم کا مال وصی سے آپ چھین لیا تو ہر صورت مین وصی پر ضمان نہین کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ قال شعر وان یقل المدیون انی مرافع + لتبری فالاکراہ معنی مصور + اور وہبانیہ مین کہا ہے اور اگر مدیون نے کہا دائن سے کہ مین تیرا بھید ظاہر کرنے والا ہون حاکم سے

ورنہ تو مجکو اپنے دین سے بری کر دے تو یہ قول معنی اکراہ متصور ہوگا ما شرنبلالی مین ہی کہ مدیون نے دائن سے کہا کہ متمسک کا وثیقہ پھیر دے اور یہ اقرار کر کہ میرا تجھپر کچھ ادھار نہین اور اگر تو قبول نہ کریگا تو مین حاکم سے ظاہر کرونگا کہ تیرے پاس فلانے شخص کا اسقدر سونا ہی یعنی اور حاکم اس مال کی تلاش مین ہو سو دائن نے وثیقہ مذکورہ پھیر دیا اور اپنے دین نہ ہونیکا اقرار کیا نجم الائمہ بخاری نے جواب دیا کہ یہ در معنی اکراہ ہی اور اسکو جائز ہی کہ اسپر اپنے دین کا دعوی کرے یہ جواب اس صورت مین ہی جبکہ حاکم چغلخور کی چغلی سنکر مال چھین لیتا ہو کذا فی الطحطاوی **شعر** ویصح فی الاستحسان اسلام مکرہ + ولا قتل ان ارتد بعد یجبر + اور استحسان مین صحیح ہی اسلام لانا مکرہ بالفتح کا اور اگر وہ بعد اسلام کے مرتد ہو جاوے تو قتل نہین ہوگا اور مجبر جبر ہوگا قبول اسلام مین ہم یہ مسئلہ شروع گا بیان ہو چکا مبسوط مین ہی کہ ظالم نے کہا کہ یہ شراب پی یا یہ مردار کھا ورنہ مین تیرے باپ یا بیٹے یا کسی ذی قرابت دار محرم کو قتل کرونگا یا تیرے باپ کو حبس کرونگا ورنہ تو اپنا غلام ہزار درم کو بیع کر دے سو اسنے غلام کو بیچا تو قیاس مین یہ بیع جائز ہی اور استحسان مین باطل ہی اور تصرف مذکور نافذ نہین اسواسطے کہ یہ اکراہ ہی کذا فی الطحطاوی مختصرا واللہ اعلم واستغفر اللہ الحکیم

کتاب الحجر

یہ کتاب ہی حجر کے احکام مین ہم مصنف کتاب الحجر کو کتاب الاکراہ کے بعد اسواسطے لایا کہ دونون مین سلب اختیار ہی مگر یہ کہ اکراہ قوی تر ہی حجر سے اسواسطے کہ اکراہ سلب اختیار اس شخص کا ہی جو صاحب اختیار صحیح کا اور صاحب ولایت کاملہ کا ہی بخلاف حجر لہذا اکراہ مقدم ہوا حجر پر اور محاسن حجر رعایت اور شفقت ہی محجورین پر اور گاہی غیر محجور پر شفقت اور رعایت منظور ہوتی ہی چنانچہ مدیون اور سفیہ کے حجر مین بقول صاحبین اور حجر غلام برعایت حق مولے ہی لغۃ المنع مطلقا حجر لغت مین بمعنی منع ہی مطلقا یعنی باز رکھنا اور روکنا ہر طرح سے خواہ منع قول سے ہو یا فعل سے یا اور مطلب سے قاموس مین حجر بحرکات ثلثہ حاء مہملہ وسکون جیم مذکور ہی وشرعا منع من نفاذ تصرف قولی لا فعلی لان الفعل بعد وقوعہ لا یمکن ردہ فلا یتصور الحجر عنہ اور اصطلاح شرع مین حجر منع کرنا اور روکنا ہی تصرف قولی کے نافذ ہونے سے نہ تصرف فعلی سے اسلیے کہ فعل کا پھیرنا بعد اسکے واقع ہو جانے کے ممکن نہین تو فعل سے روکنا متصور نہین ہم تصرف فعلی چنانچہ قتل و اتلاف مال اور تصرف قولی چنانچہ بیع اور شرا اور ہبہ نفاذ سے مراد لزوم ہی اسلیے کہ محجور کا عقد موقوف ہی طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ مصنف لزوم کہتا عوض نفاذ کے اسواسطے کہ نافذ عام ہی لازم سے اور تصرف قولی سے مراد وہ تصرف ہی جسمین ضرر ہو اور جس تصرف قولی مین سراسر نفع ہو چنانچہ قبول ہبہ اور اسلام تو اسمین صغیر بالغ کے مانند ہی قلت لیشکل علیہ الرقیق لمنع نفاذ فعلہ فی الحال بل بعد العتق کما صرح بہ فی البدائع اللہم الا ان یقال الاصل فیہ ذلک لکنہ اخر لتعلقہ لقیام المانع فتامل مین کہتا ہون اور تصرف فعلی کے اخراج پر غلام کے فعل سے اشکال واقع ہوتا ہی اسواسطے کہ اسکے فعل کا نافذ ہونا فی الحال ممنوع ہی یعنی اگر غلام مال قرض لے اور تلف کر ڈالے تو وہ فی الحال ماخوذ نہ ہوگا بلکہ آزاد ہونے کے بعد ماخوذ ہوگا چنانچہ بدائع مین مصرح ہی بار خدایا مگر یون جواب دیا جاوے اس اشکال کا کہ اسمین اصل تو یہی ہی کہ غلام اپنے افعال مین فی الحال ماخوذ ہوتا لیکن مواخذہ مین تاخیر واقع ہوئی اس کے آزاد ہونے تک بسبب قائم ہونے مانع کے اسکو تامل کرلے ہم مانع حق مولی ہی یعنی اگر غلام اپنے فعل پر فی الحال ماخوذ ہو تو اسمین بیچا جاوے اور اسمین حق مولی کا ابطال ہی طحطاوی نے کہا اشکال اسوقت مین واضح ہوتا جبکہ غلام اپنے فعل مین گاہے ماخوذ نہوتا تصرف قولی کے مانند فتامل وسببہ صغر وجنون یعم القوی والضعیف کما فی المعتوہ وحکمہ کممیز کما سیجیء فی الماذون اور حجر کا سبب طفلی اور وہ جنون ہی جو شامل ہو قوی دیوانگی اور ضعیف دیوانگی کو چنانچہ معتوہ مین اور حکم معتوہ کا طفل ممیز کے مانند ہی چنانچہ کتاب الماذون مین آویگا ورق اور سبب حجر کا رق ہی یعنی مملوکیت یعنی لونڈی غلام ہونا ہم چونکہ صغیر ناقص العقل اور مجنون عدیم العقل ہی کہ اپنے نفع و ضرر کو نہین پہچانتے لہذا شرع مین انکے تصرفات قولیہ ممنوع غیر معتبر ہوے اور مملوک ہرچند عاقل ہی لیکن چونکہ جو اس کے پاس ہی دہ مولے

کی ملک ہی تو برعایت حق مولے اسکا تصرف جائز تھا فلا یصح طلاق صبی و مجنون مغلوب ای لا یفیق بحال و اما الذی یجن و یفیق فحکمہ کممیز نہایہ تو صحیح نہین طلاق دینا صغیر اور مجنون مغلوب کا یعنی وہ مجنون جو کسی وقت ہوش مین نہین آتا اور جو کہ کبھی دیوانہ ہو جاتا ہو اور کبھی ہوشیار تو اسکا حکم طفل ممیز کے مانند ہی کذا فے النہایہ ہم نہایہ اور غایۃ البیان مین ہی کہ معتوہ یعنی جو گاہے دیوانہ ہو اور گاہے ہوشیار وہ ممیز کے مانند ہی اور نجی مین ہی کہ وہ عاقل کے مانند ہی شبلی محشی زیلعی نے توفیق بین القولین مین کہا کہ اگر اسکی ہوشیاری کا وقت مقرر ہو اور وہ حال افاقہ مین کوئی عقد منعقد کرے تو اسمین نفاذ عقد کا حکم ہی عاقل کے مانند اور اگر اسکی ہوشیاری کا وقت معین نہ ہو تو حکم اسمین توقف کا ہی صغیر کے مانند تو زیلعی کا کلام شق اول پر محمول ہی اور نہایہ اور غایۃ البیان کا شق ثانی پہ کذا فی الطحطاوی ولا اعتاقہما و اقرارہما نظرا لہما اور نہ صغیر اور مجنون کا آزاد کرنا اور اقرار کرنا صحیح ہی برعایت اُن کے حال کے یعنی عدم صحت طلاق و اعتاق اور اقرار کی بنظر ترحم اور شفقت کے ہی اُنکے حال پر و صح طلاق عبد و اقرارہ فی حق نفسہ فقط لا سیدہ اور صحیح ہی طلاق غلام کی اور اسکا اقرار فقط اسکی ذات کے حق مین نہ اسکے مالک کے حق مین فلو اقر بمال اخر الی عتقہ او لغیر مولاہ و لو لمولاہ لغا تو اگر غلام مال کا اقرار کرے تو اسکا مطالبہ پیچھے ڈالا جائیگا اسکے آزاد ہونے تک اگر غیر مولی کے مال کا اقرار ہو اور اگر غلام اپنے مالک کے مال کا اقرار کرے تو لغو اور باطل ہی یعنی اسواسطے کہ مالک اپنے غلام پر مستوجب مال نہین ہوتا کذا فی الدرر و یحد و یقود اقیم فی الحال لبقائہ علی اصل الحریۃ فی حقہما اور اگر غلام نے حد اور قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اسپر فے الحال قائم کیا جائیگا بسبب باقی رہنے غلام کی حد اور قصاص کے حق مین اصل حریت پر

و من عقد عقدا یدور بین نفع و ضرر کما سیجئ فی الماذون منہم من ہولاء المحجورین و ہو یعقلہ یعرف ان البیع سالب للملک و الشراء جالب اجاز ولیہ اور دادا جو کہ ان محجورین مذکورین مین سے وہ عقد منعقد کرے جو دائر ہی درمیان نفع اور ضرر کے چنانچہ یہ تصریح کتاب الماذون مین آویگی اور حالانکہ عاقد اُس کو تعقل کرتا ہو یعنی اتنا سمجھتا ہو کہ بیع ملک بائع کو سلب کر دیتی ہی اور شرا ملک مشتری کو کھینچ لاتی ہی تو عاقد کا ولی چاہے عقد کو جائز رکھے اور چاہے رد کر ڈالے ضمیر منہم کی ضمیر صغیر اور غلام اور معتوہ کی طرف پھرتی ہی اسواسطے کہ مجنون مغلوب مین تعقل مذکور نہین ولی سے مراد یہانپر باپ اور دادا اور وصی اور مولی ہی اور اگر قاضی صغیر کو تصرف کا اذن دے اور اسکا باپ نہ مانتا ہو تو قاضی کا اذن صحیح ہی کذا فے الطحطاوی فان لم یعقل فباطل نہایہ اور اگر شخص محجور عقد کو سمجھتا نہ ہو تو عقد باطل ہی کذا فی النہایہ و ان اتلفوا ای ہولاء المحجورین سواء عقلوا اولا شیئا متقوما مال و نفس ضمنوا اذ لا حجر فے الفعل اور اگر یہ محجورین مذکورین خواہ بوجھتے ہون یا نہ بوجھتے ہون کذا فی الدرر تلف کر ڈالین شئے متقوم کو مال ہو وہ شئے یا جان تو ضمان اُنپر لازم ہوگا اسواسطے کہ تصرف فعلی مین حجر نہین کہ اُنکا تلف کر ڈالنا معتبر نہو لکن ضمان العبد بعد العتق علی ما مر لیکن غلام پہ تاوان تلف کا بعد آزاد ہونے کے ہی چنانچہ گذر گیا و فی الاشباہ الصبی المحجور مواخذ بافعالہ فیضمن ما اتلفہ من المال للحال فاذا قتل فالدیۃ علی عاقلتہ الا فی مسائل لم یضمن ما اقترضہ و ما اودع عندہ بلا اذن ولیہ و ما اعیر لہ و ما بیع منہ بلا اذن اور اشباہ مین ہی کہ صغیر محجور ماخوذ اور مطالب ہی اپنے افعال سے تو اس چیز کا تاوان دیگا فی الحال جسکو اسنے تلف کر ڈالا اور جبکہ قتل کریگا تو دیت اسکی برادری پہ واجب ہوگی مگر چار مسئلون مین صغیر پہ تاوان نہین اگر اسنے تلف کیا وہ مال جو اسنے قرض لیا اور تلف کی وہ چیز جو اسکے پاس ودیعت رکھی گئی بدون اذن اُسکے ولی کے اور تلف کی وہ چیز جو صغیر کے واسطے عاریت لی گئی اور تلف کی وہ چیز جو بیچی گئی اُس سے بدون اذن کے ہم عدم اذن ولی چارون مسئلون کی قید ہی تو اتلاف بعد الاذن مین تاوان لازم ہوگا شرح تنویر الاذہان مین ہی اگر غیر کا مال بلا وقت ایداع یا اقراض تلف کریگا تو تاوان لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی و یستثنی من ایداعہ ما اذا اودع صبی محجور مثلہ وہی ملک غیرہما فللمالک تضمین الدافع او الاخذ اور ایداع صغیر سے مستثنی ہی وہ صورت جبکہ صغیر محجور نے اپنے مانند دوسرے صغیر کے پاس کوئی چیز ودیعت رکھی اور حالانکہ وہ چیز غیر صغیرین کی ملک ہی تو مالک کو جائز ہی چاہے ودیعت دینے والے صغیر سے تاوان لے چاہے ودیعت رکھنے والے سے ہم اس مسئلہ مین یہ قید بھی ہی کہ صغیر نے بلا اذن مالک ودیعت رکھی ہو کذا فی الطحطاوی

ولا یحجر علی حر مکلف لسفه هو تبذیر المال علی خلاف مقتضی الشرع او العقل درر ولو فی الخیر کان یصرفه فی بناء المساجد ونحو ذلک فیحجر علیه عندهما وتمامه فی
فوائد شتی الاشباه اور حجر نہین کیا جاتا امام کے نزدیک آزاد بالغ عاقل پر بسبب سفاہت کے اور سفاہت سے مراد یہان اسراف مال اور اُسکا ضائع کرنا
ہی خلاف مقتضاے شرع یا عقل کے کذا فی الدرر اور اگر امر خیر مین اصراف مال کرے چنانچہ بناے مساجد اور اُسکے مانند امور دین مین مال صرف کرے
تو اُسکا تصرف منع کیا جائیگا صاحبین کے نزدیک اور پورا بیان اسکا اشباہ کے فوائد شتی مین ہی م سفه بفتحتین لغت مین عبارت ہی حماقت اور خفت عقل سے اور
شرع مین سفه اور سفاہت سے مراد صرف بیہودہ ہی مخالف شرع یا عقل کے تو اُسکے سوا اور معاصی کا ارتکاب چنانچہ شراب خواری و زناکاری سفاہت مصطلح
مین داخل نہین حموی نے کہا کہ سفیہ کی عادت ہی اسراف کرنا نفقہ مین اور تصرف بلا غرض کرنا یا ایسی غرض مین صرف کرنا جسکو عقلاے دیندار غرض شمار
نہین کرتے چنانچہ مغنیین اور لاعبین کو مال دینا اور اُڑنیوالے کبوترونکو گران قیمت خرید کرنا اور خرید و فروخت مین بلا مصلحت نقصان اُٹھانا اور مراد یہ ہی
کہ اول رشید تھا پھر سفیہ ہو گیا اور اگر بالغ ہوا سفاہت کی حالت مین تو اُسکا مال اُسکو نہ دیا جائیگا جبتک وہ پچیس برس کا نہو کذا فی الطحطاوی وفسق و دین
وغفلة اور حر مکلف محجور التصرف نہوگا گنہگاری اور اُدھار لینے اور غفلت کے سبب سے امام کے نزدیک م دین سے وہ دین مراد ہی جو اُسکے اموال
ملوکہ سے زیادہ ہو غفلت سے مراد یہ نہین کہ مفسد ہو بلکہ سلیم القلب بھولا سیدھا آدمی ہو جو تصرفات نافعہ نکرنا جانتا ہو اور تجارت مین نقصان اُٹھایا کرتا ہو
کذا فی الطحطاوی بل یمنع مفت ماجن یعلم الحیل الباطلة کتعلیم الردة لتبین من زوجها وتسقط عنها الزکوٰة بلکہ منع کیا جاے فتوی دینے سے مفتی ماجن یعنی
مفتی بیباک جو لوگون کو باطل حیلے سکھا دے جیسے ارتداد سکھانا کہ عورت اپنے زوج کے نکاح سے چھوٹ جاے یا اُس سے زکوٰۃ دینا ساقط ہو جاے م زیلعی نے
کہا مفتی ماجن وہ ہی جو حیل باطلہ سکھا دے اور حرام کے حلال کہدینے اور حلال کے حرام بتا دینے مین بے پروا اور بیباک ہو جاے قاضیخان مین ہی کہ مفتی ماجن
وہ ہی جو حیل باطلہ کی تعلیم کرے اور فتوی جہالت سے دے یعنی علم فقہ نجانتا ہو اور فتوی دینے پر جرات کرتا ہو وطبیب جاہل اور منع کیا جاے علاج کرنے سے
طبیب جاہل م طبیب جاہل وہ ہی جو بیمار کو دواے مہلک پلا دیتا ہو خواہ اُسکو مہلک جانتا ہو یا نجانتا ہو اور جبکہ دوا مریض پر شدت کرے تو اُسکا ضرر دور
نکر سکتا ہو کذا فی الطحطاوی فتاوی قاضیخان مین ہی کہ طبیب جاہل وہ ہی جو لوگون کو مضر اور مہلک دوا پلاوے اور وہ اُسکو شفا اور دوا جانتا ہو
ومکار مفلس اور منع کیا جاے مکاری مفلس یعنی جانور کا کرایہ کرنیوالا م حموی نے اپنی شرح مین کہا کہ حجر کے اسباب تین ہین یعنی طفلی اور مملوکی اور جنون اور
انکے ساتھ تین اور ملحق ہین یعنی مفتی حیلہ آموز اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس یہ روایت ہی امام اعظم سے اور تینون سے تین اور ملحق ہین محتکر یعنی
جو قحط مین غلہ نہ بیچے اور غلہ فروش جبکہ بیع مین تعدی کرین بسبب زیادتی قیمت کے اور کافر ذمی کا غلام مسلمان ہو جاوے اور وہ اُسکو نہ بیچے تو قاضی اُسکو
بیچ ڈالے چنانچہ ابن فرشتہ نے شرح مجمع مین بیان کیا ہی اور صاحبین کے نزدیک سفیہ اور مغفل اور مدیون بھی محجور التصرف ہین ابن ضیا نے شرح مجمع مین کہا کہ حجر
امام سے مروی ہی کہ اُنکے نزدیک حجر نہین مگر تین پر مفتی ماجن اور طبیب جاہل اور مکاری مفلس پر سو مراد اس سے حقیقت حجر کی نہین ہی یعنی عدم نفوذ تصرف
اسواسطے کہ اگر مفتی فتوی دے حجر کے بعد اور وہ فتوی ٹھیک دیوے تو جائز ہی اسی طرح اگر طبیب دوا بیچے حجر کے بعد تو بیع اُسکی نافذ ہی تو معلوم ہوا کہ حجر
حقیقی مراد نہین بلکہ منع حسی سے ظاہری مراد ہی اسطرح پر کہ وہ لوگ اپنے کام سے روکے جاوین اسواسطے کہ مفتی حیلہ آموز لوگون کے دین مین فساد ڈالتا ہی
اور طبیب جاہل اُنکے ابدان فاسد کرتا ہی اور مکاری مفلس اُنکے اموال تباہ کرتا ہی اسواسطے کہ جب مکاری نے اونٹ کا کرایہ کیا اور حالانکہ اُسکے پاس نہ
اونٹ ہی نہ اور جانور جسپر بار برداری کرے اور نہ اُسکے پاس مال ہی جس سے جانور بار بردار خرید کرے اور لوگ اُسپر اعتماد کرکے اپنا مال کرایہ مین دیتے ہین اور
وہ مال کو اپنی حاجات مین صرف کر ڈالتا ہی پھر جب سفر کا وقت آتا ہی تو وہ چھپ رہتا ہی اور لوگونکے مال تلف ہوتے ہین اور فساد اس شخص کا خلق اللہ
کو پہونچتا ہی مفتی ماجن اور طبیب جاہل کے فساد کے مانند تو الحاق ضرر خاص واسطے دفع کرنے ضرر عام کے جائز ہی اور یہ از قسم امر بالمعروف و نہی عن المنکر

ہوا اور باپ مجبر تو تناقض لازم ہوا كذا في الطحطاوي وعندهما يحجر على الحر بالسفه والغفلة به اي بقولهما يفتى صيانة لماله اور صاحبين كے نزديك
حجر كيا جاوے آزاد بالغ پر بسبب سفاہت اور غفلت كے اور صاحبين كے ہی قول پر فتوی ہے اسكے مال كے بچانے كے واسطے وعلى قولهما المفتى به فيكون في احكامه
كصغير اور بموجب قول مفتى به صاحبين كے سفيه اور غافل اپنے احكام مين صغير نابالغ كے مانند ہين یعنی اس پر نابالغ كے عقود محتمل الفسخ مين قاضی كو اختيار ہوگا
باپ جاری ركھے یا بے فسخ كردے ثم هذا الخلاف في تصرفات تحتمل الفسخ ويبطلها الهزل پھر دريافت كرنا چاہیے كه یه اختلاف صاحبين كا امام كے ساتھ ان تصرفات
مين ہی جنمين فسخ كا احتمال ہو اور ہزل اور بیہودگی باطل كر دیتی ہو جسے ہم یعنی امام كے نزديك سفيه كے تصرفات كو نرو كنا اور صاحبين كے نزديك روكنا مخصوص
بتصرفات مذكوره ہے جیسے كه بیع اور شرا اور ہبه وغير ذلك واما مالا يحتمله ولا يبطله الهزل فلا يحجر عليه بالاجماع فلذا قال لا في نكاح وطلاق وعتاق واستيلاد
وتدبير ووجوب زكوة وفطرة وحج وعبادات وزوال ولاية ابيه وجده وفي صحة اقراره بالعقوبات وفي الانفاق وفي صحة وصاياه بالقرب
من الثلث فهو اي في هذه كبالغ اور ان تصرفات مين كه جو فسخ كے محتمل نہين اور انكو ہزل باطل نہين كرتا سفيه پر بالاتفاق حجر نه ہوگا اسی واسطے
مصنف نے كہا كه سفيه صغير كے مانند ہے مگر نكاح اور طلاق اور عتاق اور استيلاد اور تدبير اور زكوة اور صدقه فطر اور حج اور عبادات بدنيه كے واجب ہونے
اور اسكے باپ اور دادا كے ولايت زائل ہوجانے مين اور اقرار عقوبات یعنی حد اور قصاص كے صحيح ہونے مين اور انفاق یعنی نفقه زوجه اور ذوی الارحام
كے صحت اقرار مين اور حسنات كے وصايا كے صحيح ہونے مين ثلث مال ہے كه سفيه ان امور مذكوره مين بالغ كے مانند غير محجور ہے یعنی جسطرح بالغ غير محجور كے
تصرفات صحيح ہين اسی طرح سفيه كے بھی یه تصرفات بالاتفاق صحيح ہونگے امام صاحبين كے نزديك بھی حجر نہين وفي كفارة كعبد اشباه اور سفيه كفاره مين غلام كے
مانند ہے كذا في الاشباه اور خزانة الاكمل مين ہے كه قسم اور نذر اور ظہار اور قتل كے كفاره مين قاضی سفيه كا مال صرف نہونے دے بلكه وه روزه ركھے كذا في الطحطاوي
والحاصل ان كل ما يستوي فيه الهزل والجد ينفذ من المحجور والا فلا الا باذن القاضي خانيه اور خلاصه كلام يه ہے كه جس تصرف مين ہزل اور جد برابر ہے وه
محجور كا بھی نافذ ہے اور جو برابر نہين وه تصرف محجور كا نافذ نہين مگر قاضی كے اذن سے كذا في الخانية فان بلغ الصبي غير رشيد لم يسلم اليه ماله حتى يبلغ خمسا
وعشرين سنة پھر اگر صغير غير رشيد ہی بالغ ہو یعنی باوجود بلوغ ایسا ہوشيار نه ہو كه اپنا نفع اور ضرر پہچانے تو اسكا مال اسكو نه دیا جاوے یہانتك كه وه
٢٥ برس كو پہونچے ہم درمين ہے كه ٢٥ برس كی قيد اسواسطے لگائی كه عمر فاروق رضی الله عنه سے مروی ہے كه عقل مرد كی انتہا كو پہونچ جاتی ہے جبكه وه ٢٥ برس كو
پہونچ جاتا ہے خزانة الاكمل مين ہے كه جب يتيم بالغ ہو تو وصی اسكا مال اسكو جلد نه دے بلكه توقف كرے اور اسكو كچھ مال سوداگری كیواسطے دیكر آزاد كرے پس اگر
اسكو مصلح پاوے تو اسكا مال اسكو دے اور اگر مفسد بیباك دیكھے تو مال نه دے پھر جب ٢٥ برس كو پہونچے تو مال اسكو دے خواه وه مصلح ہو یا نه ہو كذا في البد
ونصح تصرفه قبله اي قبل المقدار المذكور من المدة تو صحيح ہے تصرف بالغ غير ہوشيار كا قبل اسكے یعنی اس مدت كی مقدار مذكور سے پہلے یعنی اگر ٢٥ برس سے پہلے بالغ
غير رشيد بیع وغيره كا تصرف كریگا اپنے مال مين تو صحيح ہوگا اسواسطے كه بالغ عاقل پر حجر نہين امام كے نزديك اور ٢٥ برس تك غير رشيد كو نه دينا حجر نه تھا بلكه تاديب
كیواسطے تھا ولذا يسلم اليه وجوبا بعدها ويتعين به طلبه منه وقبل طلبه لا ضمان كما يفيده كلام المجتبى وغيره قاله شيخنا اور ٢٥ برس كے بعد دينا واجب ہوگا یہانتك كه
اگر اسكا ولی اسكو مال نه دے اسكے مانگنے كے بعد تو ولی پر تاوان لازم ہوگا درصورت ہلاك ہوجانے مال كے اور مانگنے سے پہلے تاوان نہين چنانچه مجتبی وغيره كے
كلام سے معلوم ہوتا ہے ایسا كہا ہے ہمارے استاد نے وان لم يكن رشيدا وقالا لا يدفع حتى يونس رشده ولا يجوز تصرفه فيه ٢٥ برس كے بعد مال دیا جائیگا اگرچه
وه رشيد اور ہوشيار نہ ہوا اور صاحبين نے كہا كه مال نه دیا جائیگا یہانتك كه اسكی ہوشياری معلوم نه ہو اور اسكا تصرف بھی قبل از ہوشياری جائز نہين
اگرچه وه پير فرتوت ہو جائے قوله الرشد المذكور في قوله تعالى فان آنستم منهم رشدا هو كونه مصلحا في ماله فقط ولو فاسقا قاله ابن عباس رض اور وه رشد جو مذكور ہے حقتعالى كے
اس قول مين كه اگر تم دیكھو انكی رشد معلوم كرو تو انكے مال انكو دو تو مراد اس سے یه ہے كه یه فقط اپنے مال مين مصلح ہون نه مفسد اگرچه فاسق ہو ایسا كہا ہے عبد الله بن عباس رضی الله عنهما نے

سے تمام اصلاح فی المال سے مراد یہ ہے کہ مال کو حلال مین صرف کرے نہ حرام مین اور سرف نقد ولتخریج نہو اور امام شافعی کے نزدیک رشد سے مراد اصلاح
فی المال و اصلاح فی الدین دونون مراد ہین کذا فی الطحطاوی والقاضی یحبس الحر المدیون لیبیع ماله لدینه اور قاضی محبوس کرے آزاد مدیون کو
تاکہ وہ اپنا مال بیچڈالے اپنے قرض ادا کرنے کیواسطے ہم ادا کرنا دین کا واجب ہے مدیون پر اور مماطلت یعنی ٹالنا آجکل کے وعدے پر ظلم ہے تو حاکم کو مدیون
کا حبس کرنا دفع ظلم کے واسطے لازم ہوا وقضی دراہم دینه من دراہمه یعنی بلا امره وکذا لو کان دنانیر اور حاکم اسکے دین کے روپے کو مدیون کے روپیون
سے ادا کرے یعنی بلا امر مدیون کے اور اسی طرح اگر دین اشرفیان ہون تو مدیون کی اشرفیون سے ادا کرے وباع دنانیره لدراہم دینه وبالعکس استحسانا
لاتحادہما فی الثمنیة اور قاضی مدیون کی اشرفیان بیچڈالے ادہار کے روپیون کے واسطے اور روپیہ بیچے اشرفیونکے ادا کرنیکے واسطے استحسان کی وجہ سے
اسواسطے کہ ثمن ہونے مین اشرفی اور روپیہ دونون متحد ہین لا یبیع القاضی عرضه ولا عقاره للدین خلافا لهما وبه ای بقولهما ببیعهما للدین یفتی اختیار
وصححه فی تصحیح القدوری نہ بیچے قاضی مدیون کے اسباب کو اور نہ زمین اور باغ وغیرہ مال غیر منقول کو دین کے واسطے برخلاف مذہب صاحبین کے
اور فتوی ہے صاحبین کے اس قول پر کہ قاضی مدیون کے اسباب اور مال غیر منقول کو ادائے دین کے واسطے بیچڈالے چنانچہ اختیار شرح مختار مین ہے اور تصحیح
کیا ہے اس قول کو تصحیح قدوری مین ویبیع کل ما لا یحتاجه فی الحال اور بموجب قول مفتی بہ کے حاکم بیچڈالے ہر وہ چیز جسکی مدیون کو فی الحال حاجت نہین ہم ادائے
دیون کے واسطے اول نقود کی بیع ہو پھر اسباب کی پھر غیر منقول کی اور جسکی فی الحال حاجت نہین وہ بیچی جاوے تو مثلا اولا دلی قالین موسم گرمی مین بیچا
جاوے اور شطرنجیان موسم سرما مین اور لوہے کی انگیٹھی بیچی جاوے مٹی کی انگیٹھی سے مدیون اپنا کام نکالے کذا فی الطحطاوی ولو اقر بمال یلزمه بعد الدیون
ما لم یکن ثابتا ببینة او علم قاض فیزاحم الغرماء کمال استهلکه اذ لا حجر فی الفعل کما مر اور اگر مدیون کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اسکو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا
ہو جانے ان دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا تا وقتیکہ مال مذکور گواہون سے یا قاضی کے علم سے ثابت نہ ہو اور اگر ثابت ہو تو مقر لہ اور اصحاب دیون
کا مزاحم ہوگا یعنی انکے ساتھ وہ بھی اپنا دین لیگا مانند اس مال کے جسکو مدیون نے تلف کر ڈالا اسواسطے کہ حجر نہین ہے فعل مین چنانچہ مذکور ہوچکا اور قول
معتمد یہ ہے کہ قاضی کو اپنی دانست پر بدون گواہون کے حکم دینا جائز نہین کذا فی الطحطاوی افلس ومعه عرض شراه فقبضه بالاذن من بائعه ولم یؤد ثمنه
فبائعه اسوة للغرماء فی ثمنه ایک شخص مفلس ہوگیا اور اسکے پاس وہ متاع ہے جو اسنے خریدی اور قبضہ کیا ہو اس متاع پر اسکے بائع کے اذن سے اور ہنوز اسکا ثمن
ادا نہین کیا تو اسکا بائع اور دین والون کے برابر ہے متاع کے ثمن مین ہم یعنی بائع فسخ بیع کرکے متاع کو نہین لے سکتا بلکہ وہ متاع بیع ہو کر بائع اور باقی ارباب دیون
کو اسکا ثمن حصہ رسد دیا جاویگا اور باقی دین کے واسطے تا حصول مقدرت مدیون کو مہلت دیجاویگی اور یہ جو حدیث مین وارد ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مرد مفلس
کے پاس پاوے تو وہ احق بالمتاع ہے اپنے غیر سے اور امام احمد کی روایت مین ہے کہ جو اپنی متاع بعینہ مفلس کے پاس پاوے تو زیادہ تر وہ اسکا حقدار ہے تو
اس متاع سے مراد وہ متاع ہے جو بطریق غصب اور عاریت اور ودیعت اور اجارہ اور رہن کے ہو کہ وہ بعینہ اسکا مال ہے اور مبیع تو بائع کا مال نہین
ہے اور نہ اسکی وہ متاع ہوگی بلکہ بکی چیز تو مشتری کا مال ٹھہریگی کیونکہ وہ بائع کی ملک سے نکلگئی اور بیع اور قبض سے اسکا ضمان لازم ہوگیا کذا فی الطحطاوی
بتوضیح فان افلس قبل قبضه او بعده لکن بغیر اذن بائعه کان له استرداده وحبسه بالثمن وقال الشافعی للبائع الفسخ پھر اگر مشتری مفلس ہوگیا
قبل قبض مبیع کے یا بعد قبض کے لیکن قبض مبیع بغیر بائع کے اذن کے تھا تو بائع کو مبیع کا پھیر لینا اور اسکا روک رکھنا ثمن کے واسطے جائز ہے اور امام
شافعی نے کہا کہ بائع کو فسخ بیع کا اختیار ہے حجر القاضی علیه ثم رفع الی قاض آخر فاطلقه واجاز ما صنع المحجور کذا فی الخانیة وهو ساقط من الدرر والمنح جاز اطلاقه
قاضی نے ایک شخص پر حجر کیا یعنی بیع اور شراء وغیرہ سے اسکو روک دیا پھر اسکا مرافعہ دوسرے قاضی کے پاس ہوا اور اسنے اسکو کھول دیا مطلق العنان کر دیا
اور جائز کر دیا اس تصرف کو جو محجور نے کیا کذا فی الخانیة تو قاضی ثانی کا اطلاق جائز ہے اور وہ یعنی اجازت تصرفات محجور کی ساقط ہو وہ رد کمی ہے درر اور منح سے

فما باع المحجور فیہ من بیع وشراء قبل اطلاق الثانی او بعدہ کان بعد اطلاق الحجر الاول مجتہد فیہ فیتوقف علی امضاء قاض آخر اور جو تصرف محجور نے کیا
اپنے مال مین بیع یا شرا سے قبل اطلاق ثانی کے اور بعد اسکے وہ جائز ہوگا اسواسطے کہ قاضی اول کا حجر کرنا محل اختلاف مجتہدین ہے پس موقوف
رہیگا دوسرے قاضی کے جاری رکھنے پر فروع مسائل متعلقہ شارح کے لیصح الحجر علی الغائب لکن لا ینحجر مالم یعلم خانیہ صحیح ہے حجر کرنا شخص غائب
پر لیکن وہ محجور نہ ہوگا جبتک اسکو معلوم نہ ہوگا کہ قاضی نے میرا تصرف منع کردیا ہے کذا فی الخانیہ اور اگر غائب محجور تصرف کرے قبل العلم بعد الحجر تو اسکے
تصرفات نافذ ہین اور اگر یتیم بالغ ہو سفاہت کی حالت مین تو قبل از حجر قاضی محجور نہ ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور اسکے تصرفات نافذ ہونگے اور
محمد کے نزدیک محجور ہوگا بدون حجر کرنے کے کذا فی الخانیہ ولا یرتفع الحجر بالرشد اور رشد کے پیدا ہوتے ہی حجر نہین اٹھ جاتا بل باطلاق القاضی بلکہ جب
قاضی اسکو اٹھنے کا حکم دیوے فلو ادعی الرشد وادعی خصمہ بقاء السفہ و برہنا ینبغی تقدیم بینۃ بقاء السفہ اشباہ اور اگر دعوی کیا رشد اور ہوشیاری کا
اور اسکے مخاصم نے اسکے باقی رہنے کا سفاہت پر اور دونون گواہ لائے اپنے دعوے پر تو بقاے سفاہت کے گواہون کو مقدم رکھنا لائق ہے کہ اسے
اشباہ میں طحطاوی نے کہا صاحب اشباہ کی یہ بحث مخالف ہے منقول کے اسواسطے کہ ظہیریہ مین ہے کہ ایک مرد صالح تھا پھر فاسد ہوگیا قاضی نے اسپر
حجر کیا اور ایک انسان نے اس سے کچھ خریدا پھر محجور اور مشتری مین اختلاف ہوا مشتری نے کہا کہ مین نے تجھ سے اسکو خرید کیا تھا تیری اصلاح کی حالت
مین اور محجور نے کہا بلکہ حجر کی حالت مین تو محجور کا قول مقبول ہے اور اگر دونون گواہ لاوین تو مدعی کے صحت کے گواہ مقبول ہین انتہی ورد خیر الرملی ہم
کہ بقاے سفاہت سے زوال سفاہت کے گواہ مقدم ہین وفی الوہبانیۃ شعر ومن یدعی اقرارہ قبل حجرہ فمن یدعیہ وقتہ فہو اجدر + اور وہبانیہ مین ہے
اور جو دعوی کرے محجور کے اقرار کا محجور ہونے سے پہلے سو جو شخص کہ اقرار کا دعوی کرے حجر کے وقت کا تو وہی لائق تر قبول ہے مع شارح وہبانیہ نے
مطلب یون بیان کیا ہے کہ اگر محجور نے کہا صالح ہوجانے کے بعد کہ مین نے جو استہلاک دراہم کا اقرار کیا تھا سو حالت حجر مین کیا تھا اور صاحب مال
نے کہا کہ تو نے اسکا اقرار اپنی اصلاح کی حالت مین کیا تھا تو منکر کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ حالت حجر منافی صحت اقرار ہے تو درحقیقت وہ منکر ٹھہرا تو اسکا
قول مقبول ہوگا اور وہ بمنزلہ غیر بالغ کے ہے کذا فی الطحطاوی شعر ولو باع فالقاضی اجازہ وقال ادفعہ + فتودی فہذا اداہ من بعد یخسر + اور اگر محجور نے بیع کی
قاضی نے بیع جائز رکھی اور قاضی نے مشتری سے کہا کہ تو اسکا ثمن محجور کو نہ دیجیو سو مشتری نے محجور کو ثمن ادا کیا بعد اسکے تو مشتری کا نقصان ہوگا
اسواسطے کہ جب قاضی نے مشتری کو اداے ثمن سے منع کیا تو قبض ثمن کا قاضی کے واسطے ثابت ہوگا تو اب محجور کو دینا ایسا ہوا جیسے اجنبی کو دینا تو
مشتری نے اپنا مال ضائع کیا یعنی اسکا ثمن دوبارہ اسکو دینا پڑیگا اور اگر قاضی نے بیع محجور کی جائز رکھی اور اداے ثمن سے مشتری کو منع نہین کیا
اور مشتری نے محجور کو ثمن دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ اجازت بیع درحقیقت دفع ثمن کی اجازت ہے کذا فی الطحطاوی فصل یہ فصل ہے صغیر کے
بالغ ہونے مین مع بلوغ لغت مین بمعنی وصول ہے اور اصطلاح مین عبارت ہے انتہاے حد طفلی سے اور چونکہ طفلی ایک سبب تھا اسباب حجر سے اور اسکی ایک
نہایت تھی تو اسکی انتہا کا بیان واجب ہوا اور یہ فصل اس کے بیان مین ہوئی کذا فی المنح بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال والاصل ہو الانزال
بالغ ہونا طفل صغیر کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب مین منی ٹپکنے سے اور عورت کے حاملہ کر دینے سے اور انزال منی سے اور بلوغ مین اصل انزال ہی
ہے مع اصل انزال سو اسواسطے ہوا کہ احتلام معتبر نہین بدون انزال کے اور عورت حاملہ نہین ہوتی مگر انزال سے تو وہی اصل ٹھہرا اور احتلام اور احبال
اسکے علامات سے ہے والجاریۃ بالاحتلام والحیض والحبل ولم یذکر الانزال صریحا لانہ قلما یوجد منہا اور بالغ ہونا صغیرہ کا ثابت ہوتا ہے احتلام اور حیض
اور حاملہ ہوجانے سے اور مصنف نے صغیرہ کے بلوغ مین انزال کو صریحا ذکر نہ کیا اسواسطے کہ صغیرہ کا انزال بہت کم دریافت ہوتا ہے مع موے زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا بلوغ
مین معتبر نہین اسیطرح پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہوجانا معتبر نہین بلوغ صغیر مین کذا فی الطحطاوی فان لم یوجد منہا شیء فحتی یتم لکل منہما

خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی لقصر اعمار اہل زماننا پھر اگر صغیر اور صغیرہ مین امور مذکورہ مین سے کوئی امر نہ پایا جاوے تو بلوغ کا حکم ہوگا یہان تک
کہ صغیر اور صغیرہ کی پندرہ برس کی پوری عمر ہو اسی قول پر فتوی ہی بسبب کم ہونے ہمارے اہل زمانہ کی عمرون کے ہم بصورت عدم وجود علامات بلوغ امام کے نزدیک
صغیر کی مدت بلوغ اٹھارہ سال ہی اور صغیرہ کی سترہ سال اور صاحبین کے نزدیک پندرہ سال ہی اور امام سے بھی اسکی روایت ہی وجہ فتوی عادت غالبہ ہی
اسواسطے کہ علامات بلوغ کی اس مدت مین اکثر ظاہر ہو جاتی ہین تو اس مدت کو علامت بلوغ کی ٹھہرایا اس شخص کے حق مین جسمین علامت بلوغ ظاہر نہین
ہوئی کذا فی الدرر اور شارح نے کوتاہی عمر اہل زمانہ کو دلیل فتوی قرار دیا ہم وادنی مدتہ اثنا عشرۃ سنۃ ولہا تسع سنین ہو المختار کما فی احکام الصغار اور
کمتر مدت صغیر کے بالغ ہونیکی بارہ برس ہین اور صغیرہ کی نو برس یہی قول مختار ہی چنانچہ احکام صغار مین ہی ہم شرح مجمع مین ہی کہ فقہا کا اتفاق ہی کہ پانچ یا اس سے
کمتر سال کی صغیرہ اگر خون دیکھے تو وہ خون حیض نہین اور نو برس یا زیادہ کی صغیرہ خون دیکھے تو وہ حیض ہی اور اختلاف ہی چھ اور سات اور آٹھ سال مین
اور کافی مین بعضون سے منقول ہی کہ کمتر مدت گیارہ سال ہی کذا فی الطحطاوی فان راھقا ای بان بلغا ہذا السن فقالا بلغنا صدقا ان لم یکذبہما
الظاہر کذا قیدہ فی العمادیۃ وغیرہا فبعد ثنتی عشرۃ سنۃ یشترط شرط آخر لصحۃ اقرارہ بالبلوغ وہو ان یکون بحال یحتلم مثلہ والا لا یقبل قولہ شرح وہبانیۃ پھر اگر صغیر اور
صغیرہ قریب البلوغ ہون یعنی اس ادنی مدت کو پہونچ گئے ہون اور دونون کہین کہ ہم بالغ ہو گئے ہین تو انکے قول کی تصدیق ہوگی اگر ظاہر حال انکی تکذیب
نکرے گا اسیطرح عدم تکذیب کی تصدیق مین قید لگائی ہی عمادیہ وغیرہا مین اور بارہ برس کے بعد ایک اور شرط شرط ہی اسکے بلوغ کے اقرار صحیح ہونے کے واسطے
وہ شرط یہ ہی کہ صغیر کا ایسا حال ہو کہ ویسے صغیر کو احتلام ہوتا ہو اور اگر ایسا نہ ہو تو اسکا قول مقبول نہوگا کذا فی شرح الوہبانیۃ ہم یعنی اگر صغیر بارہ برس کے بعد اور
صغیرہ نو برس کے بعد بلوغ کا دعوی کرین اور نہایت ناتوان اور لاغر اور خستہ حال ہون تو انکی تصدیق نہوگی کیونکہ ظاہر حال انکا انکے قول پر دلالت نہین
کرتا وہما حینئذ کبالغ حکما فلا یقبل جحود البلوغ بعد اقرارہ مع احتمال حالہ فلا تنقض قسمتہ ولا بیعہ اور صغیر اور صغیرہ اسوقت مین یعنی اقرار بلوغ کے وقت مین
بعد شرائط مذکورہ کے بالغ جوان کے مانند ہین حکم مین پس انکار بلوغ کا مقبول نہوگا اقرار کے بعد باوجود احتمال رکھنے اسکی حالت کے تو اسکی قسمت
اور بیع منقوض نہوگی ہم فتاوی قاضیخان مین ہی کہ ایک لڑکا خرید فروخت کرتا ہی اور کہتا ہی کہ مین بالغ ہون پھر اگر بعد اسکے کہے کہ مین بالغ نہین تو جب
اسنے بلوغ کا اظہار کیا تھا وہ محتمل بلوغ کا تھا یعنی بارہ برس یا زیادہ کا تھا تو اب اسکا انکار معتبر نہین اور اگر بارہ برس سے کم کا ہی تو اقرار اسکا صحیح
نہین اور حموی مین ہی کہ دونون کے احکام بالغون کے مانند ہین باقی تصرفات مین کذا فی الطحطاوی وفی الشرنبلالیۃ یقبل قول المراہقین قد بلغنا
مع تفسیر کل بماذا بلغ بلا یمین اور شرنبلالیہ مین ہی کہ صغار قریب البلوغ کا یہ قول مقبول ہی کہ البتہ ہم بالغ ہو چکے ہر شخص کے اس بیان کے ساتھ کہ کون علامت
سے وہ بالغ ہوا بدون قسم کے ہم یعنی تصدیق قسم پر موقوف نہین لیکن بیان کیفیت بلوغ البتہ اسپر لازم ہی وفی الخزانۃ اقر بالبلوغ تقبل ای فی عشرۃ
سنۃ لا تصح الا بالبینۃ وبعدہ تصح انتہی اور خزانہ مین ہی کہ صغیر نے بلوغ کا اقرار کیا تو بارہ برس سے پہلے صحیح نہین مگر گواہون سے اور بعد بارہ برس
کے اقرار بدون شہادت صحیح ہی انتہی کلامہ ہم معاینہ انزال کی گواہی سے اقرار بلوغ کا صحیح ہوگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الماذون

یہ کتاب ہی عبد ماذون کے احکام مین ہم ماذون وہ غلام ہی جسکو مالک اسکا سوداگری کی اجازت دیوے مصنف اس کتاب کو کتاب الحجر کے بعد اسواسطے
لایا کہ اذن مسبوقیت حجر کو مقتضی ہی الاذن لغۃ الاعلام اذن لغت مین عبارت ہی اعلام یعنی بتا دینا اور جتا دینے سے قاموس مین لفظ اذن بمعنی علم اور اباحت
مذکور ہی وشرعا فک الحجر ای فی التجارۃ لان الحجر لا ینفک عن العبد الماذون فی غیر باب التجارۃ ابن کمال اور شرع مین اذن عبارت ہی منع تصرف کے
دور کر دینے سے یعنی تجارت مین اسواسطے کہ حجر یعنی منع تصرف جدا نہین ہوتا عبد ماذون سے باب تجارت کے سوا مین کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی فک

سے اطلاق حجر مطلقا مراد نہیں اسواسطے کہ عبد ماذون کو تبرع اور اعتاق اور تکفیر بالمال جائز نہیں بلکہ فقط امور تجارت کا اطلاق مراد ہے واسقاط الحق
شرع میں اذن عبارت ہے اسقاط حق سے ہم اسقاط حق سے مراد اسقاط حق منع ہے نہ فقط مولی کا حق اسواسطے کہ اس صورت اذن فقط غلام کو شامل
ہوگا نہ صغیر کو اور حالانکہ اذن غلام اور صغیر دونوں کو شامل ہے المسقط ہو المولی لو الماذون رقیقا والولی لو صبیا حق منع کا ساقط کرنے والا
مولی ہوگا اگر ماذون غلام ہے اور ولی ہوگا اگر ماذون صغیر ہے وعند زفر والشافعی ہو توکیل وانابۃ اور زفر اور امام شافعی کے نزدیک اذن عبارت ہے توکیل
کرنے اور نائب کرنے سے ہم ثمرہ خلاف کا ظاہر ہوتا ہے اسمیں کہ تخصیص اذن کی انکے نزدیک صحیح ہوتی ہے کہ غلام اسکے خلاف نہیں کرسکتا وکیل کے مانند اور ہمارے نزدیک صحیح
نہیں ہوتی ثم یتصرف العبد لنفسہ باہلیتہ فلا یتوقت بوقت ولا یتخصص بنوع تفریع علی کونہ اسقاطا یعنی جب مولی نے اذن دیا تو حجر منفک ہوگیا
پس تصرف کریگا غلام اپنی ذات کیواسطے بسبب اپنی اہلیت کے تو اذن اور تصرف کسی وقت کے ساتھ مقید نہ ہوگا اور نہ کسی قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص
ہوگا یہ قول متفرع ہے اذن کے اسقاط ہونے پر ہم غلام عقل و بلوغ کی جہت سے تصرف کی لیاقت رکھتا ہے لیکن وہ ممنوع التصرف ہے مولی کے حق کے سبب سے
پھر جبکہ مولی نے اپنا حق ساقط کردیا تو غلام ٹھہرا اپنی اہلیت اصلیہ کی وجہ سے کذا فی الزیلعی مختصرا ولا یرجع بالعہدۃ علی سیدہ لفک الحجر اور عہدہ تصرف
غلام کی رجوع اسکے مولے پر نہ ہوگی بسبب دور کردینے مولی کے منع تصرف کو ہم یعنی جب مولی نے غلام کو تصرف کا اذن دیا تو اگر غلام کوئی چیز خریدیگا تو اسکے ثمن کا
مطالبہ مولی سے نہ ہوگا یہ قول متفرع ہے یتصرف لنفسہ پر فلو اذن لعبدہ تفریع علی فک الحجر یوما او شہرا صار ماذونا مطلقا حتی یحجر علیہ لان الاسقاطات
لا تتوقت پھر اگر مولی نے اپنے غلام کو ایک دن یا ایک مہینے کے تصرف کا اذن دیا تو وہ ماذون ہوگیا مطلقا یعنی ہمیشہ یہاں تک کہ مولے اسکو منع کرے اسواسطے
اسقاطات توقیت اور تقیید کو قبول نہیں کرتے شارح نے کہا اذن غلام متفرع ہے فک حجر پر ولا یتخصص بنوع فاذا اذن فی نوع عم اذنہ فی
الانواع کلہا لانہ فک الحجر لا توکیل اور اذن اور تصرف ایک قسم کی تجارت کے ساتھ مخصوص نہوگا پھر جبکہ مولے نے ایک قسم میں اذن دیا تو اسکا اذن عام
اور شامل ہوجاویگا تجارت کی سب قسموں کو اسواسطے کہ اذن فک حجر ہے نہ توکیل کہ عام نہ ہوسکے ہم پس اگر دریا کی تجارت کا اذن دیا اور خشکی کی تجارت سے
منع کیا تھا تو یہ خشکی کی تجارت کا بھی اذن ہوگیا اگرچہ غلام خشکی کی تجارت کو نجانتا ہو اور مالک اس سے کبھی واقف ہو کذا فی القہستانی تتمہ اعلم ان الاذن
بالتصرف النوعی اذن بالتجارۃ وبالشخصی استخدام پھر اسکو دریافت کر کہ تصرف نوعی کا اذن تجارت کا اذن ہے اور تصرف شخصی کا اذن استخدام یعنی خدمت لینا ہے
نہ اذن تجارت ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ حد فاصل تجارت اور استخدام میں یہ ہے کہ اگر غلام کو عقود کا بار بار اذن دیا اور معلوم ہوا کہ مراد مولے کی طلب
منفعت ہے تو وہ اذن تجارت کا اذن ہے اور اگر عقد واحد کا اذن دیا اور معلوم ہوا کہ منفعت مقصود نہیں تو وہ تجارت کا اذن نہیں بلکہ وہ استخدام ہے عرف اور
عادت میں یعنی اگر مولی نے کہا کہ کپڑے کی خرید فروخت کر تو وہ ماذون تجارت میں ہوا اور اگر کہا کہ فلانے شخص کے پاس فلانے کام میں مزدوری کر تو وہ ماذون
فی التجارۃ نہیں اسواسطے کہ ایک ہی عقد کا امر کیا اور اگر کہا کہ لوگوں کے یہاں فلانے کام میں مزدوری کر تو یہ اذن ہے تجارت کا بسبب عدم تعین مستاجر و عقود مختلفہ کا
اذن ہوا انتہی اتقانی نے کہا کہ اگر عمل خاص کا اذن بھی اذن عام ہوجاتا تو بڑی تنگی لوگوں پر پڑتی کہ ایک پیسہ کے ساگ خرید کرنے سے غلام ماذون فی التجارۃ ٹھہر جاتا
اور استخدام کا مضمون فوت ہوتا اسی ضرورت سے ہر اذن اذن عام نہیں ہوتا بلکہ وہ استخدام اور توکیل ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ویثبت الاذن دلالۃ فعبد راٰہ
سیدہ یبیع ملک اجنبی فلو ملک مولاہ لم یجز حتی یاذن بالنطق بزازیہ و درر عن الخانیۃ اھ ثابت ہوتا ہے اذن دلالۃ حال سے تو جس غلام کو اسکے مولی نے ملک غیر کو
بیع کرتے دیکھا تو اگر مولی اپنے غلام کو اپنی ملک بیچتے دیکھے گا تو فقط سکوت سے اذن جائز نہ ہوگا جبتک زبان سے اذن دے چنانچہ بزازیہ اور درر میں ہے خانیہ سے ہم
اذن جائز نہ ہوگا یعنی اذن ثابت نہوگا اس تصرف میں جسمیں سکوت واقع ہوا کما ذکرہ عزمی زادہ اور یہ مراد نہیں ہے اس تصرف کے سوا اور تصرفات میں بھی اذن
ثابت نہ ہوگا جیسا کہ شرنبلالیہ کا مصنف سمجھا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود ولکن سوی بینہما الزیلعی وغیرہ وجزم بالتسویۃ ابن کمال وصاحب الملتقی

درجحہ فی الشرنبلالیۃ بان مافی المتون والشروح اولی مما فی کتب الفتاوی فلیحفظ لیکن مال اجنبی اور مال مولی کو برابر کہا ہی زیلعی وغیرہ نے اور ابن کمال اور
صاحب ملتقی نے دونون مالون کی برابری کا یقین کیا ہی اور شرنبلالیہ مین دونون کی برابری کی ترجیح دی ہی اسواسطے کہ جو روایت کہ متون اور شروح مین
ہی وہ مقدم اور اولی ہی اُس روایت سے جو فتاوی کی کتابون مین ہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیئے ہم یہ استدراک بے موقع ہی اسواسطے کہ زیلعی کا کلام کہ غلام
ماذون ہو جاتا ہی اُس فعل کے بعد جسپر سکوت واقع ہوا اور یہ بزازیہ اور درر کے منافی ہی اسواسطے کہ بزازیہ اور درر کا مضمون نفس فعل مسکوت عنہ ہی اور یہ
مقتضی ہی فعل اول کے فرق کا تو اگر اجنبی کا مال ہو تو سکوت سے غلام ماذون ہوگا فعل مسکوت عنہ مین اور اُسکے مابعد مین اور اگر مولی کا مال ہوگا تو غلام
ماذون ہوگا مابعد مین نہ اُس فعل مسکوت عنہ مین کذا فی الطحطاوی ولیشتری ما اراد وسکت السید ماذون خبر المبتدا اور جبکہ غلام کو اُسکے مولی نے مال
اجنبی کو بیع کرتے اور جو چاہا اُسکو خرید کرتے دیکھا اور مالک نے سکوت کیا تو وہ غلام ماذون فی التجارۃ دلالۃ لا نطقا ہی شارح نے کہا ماذون خبر ہی مبتدا کی اور مبتدا
ہی فعبد رآہ الا اذا کان المولی قاضیا اشباہ سکوت مولی کا اذن ہی مگر جبکہ مولی قاضی ہو تو سکوت اذن نہین کذا فی الاشباہ ولکن لا یکون ماذونا فی بیع
ذلک الشیء او شرائہ فلا ینفذ علی المولی بیع ذلک المتاع لانہ یلزم ان یصیر ماذونا قبل ان یصیر ماذونا و ہو باطل ولیکن غلام ماذون نہ ہوگا اُس چیز مسکوت عنہ
کی بیع یا اُسکی خرید مین تو مولی پر اس متاع کی بیع نافذ نہ ہوگی اسواسطے کہ لازم آتا ہی کہ غلام ماذون ہو جاوے ماذون ہو جانیسے پہلے اور حالانکہ یہ باطل ہی
قلت لکن قید القہستانی معزیا للذخیرۃ بالبیع دون الشراء من مال مولاہ لما فیصح فیہ فعلیہ فیفتقر الی الفرق واللہ الموفق مین کہتا ہون لیکن عدم اذن یا عدم
نفاذ کو قہستانی نے ذخیرہ سے نقل کرکے مقید کیا ہی بیع کے ساتھ نہ اُس خرید کے ساتھ جو مولی کے مال سے ہو یعنی تو اُسمین یعنی خرید صحیح ہوگی اور بموجب قید
ذخیرہ کے بیع اور شرا مکے فرق بیان کرنے کی حاجت پڑیگی اور حق تعالے توفیق دے فرق بیان کرنیکی ہم زیلعی مین ہی کہ اگر مولی نے اپنے غلام کو خرید کرتے دیکھا
مولے کے دراہم یا دنانیر سے اور اُسکو منع نہ کیا تو وہ ماذون ہو گیا انتہی تو غلام اُسی عقد مین ماذون ہو گیا حموی نے کہا وجہ فرق یہ ہی کہ خرید مین مبیع داخل
ہو جاتی ہی مولی کی ملک مین تو کچھ ضرر نہین بخلاف بیع کہ اُسمین زائل ہو جاتی ہی مولی کی ملک سے تو اُس بیع مین سکوت اذن نہ ہوا لیکن اُسمین خلل یہ ہی کہ
بیع اور شرا دونون مین ادخال و اخراج ہی حلبی نے کہا شاید وجہ فرق وہ ہی جو فقہا نے باب الفضول مین ذکر کیا ہی کہ شرا سریع النفاذ ہی بیع سے اور
شرح الدین نے اس عقد کو موقوف رکھا ہی مولی کی اجازت پر یعنی اگر مولے اجازت دیدے تو نافذ ہی اور اگر باطل کردے تو باطل ہی کذا فی الطحطاوی و یثبت صریحا
فلو اذن مطلقا بلا قید صح کل تجارۃ منہ اجماعا اور اذن ثابت ہوتا ہی صریحا تو اگر غلام کو اذن دیا مطلقا بدون تقیید کے تو ہر تجارت غلام کی بالاتفاق صحیح
ہوگی ہم اذن مطلق کی یہ مثال ہی کہ مولی کہے کہ مین نے تجھکو اذن دیا سوداگری کا یا یون کہے کہ اذن دیا سوداگری مین اور بیچنے مین کچھ خرید کی قید نہ لگائی
اور نہ کوئی قسم سوداگری کی بیان کی کذا فی المنح اما لو قید فعندنا یعم خلافا للشافعی اور اگر اذن مین قید عام لگا دیگا تو ہمارے نزدیک قید معتبر نہ ہوگی اذن عام
ثابت ہوگا برخلاف مذہب شافعی کے فیبیع ویشتری ولو بغبن فاحش خلافا لہما تو عبد ماذون بیچے اور خرید کرے اگرچہ بیع اور شرا غبن فاحش کے
ساتھ ہو برخلاف مذہب صاحبین کہ اُنکے نزدیک بیع اور شرا الغبن فاحش عبد ماذون کو جائز نہین ہی ویوکل ویرہن ویرتہن ویعیر الثوب والدابۃ
لانہ من عادۃ التجار اور خرید و فروخت مین غیر کو وکیل کرے اور اپنی چیز دوسرے کے پاس گرو رکھے اور غیر کی چیز اپنے پاس رہن رکھے اور کپڑے اور جانور کو عاریت
دے اسواسطے کہ یہ سوداگرون کی عادت ہی ویصالح عن قصاص وجب علی عبدہ اور مال پر صلح کرے اُس قصاص سے جو واجب ہو ماذون کے غلام
پر ویبیع من مولاہ بمثل القیمۃ واما باقل منہا فلا اور ماذون بیع کرے اپنے مولے سے قیمت کی برابر اور قیمت سے کمتر کی بیع تو جائز نہین ہم اور بیع
اکثر قیمت سے بطریق اولی جائز ہی و یبیع مولاہ منہ بمثل القیمۃ او اقل اور مولی عبد ماذون سے بیع کرے برابر قیمت یا کمتر سے وللمولے حبس المبیع بقبض
ثمنہ من العبد اور مولے کو جائز ہی روک رکھنا مبیع کا اُسکے ثمن کے لینے کے واسطے عبد ماذون سے و یبطل الثمن خلافا لما صححہ شارح مجمع معزیا للعید لو سلم المبیع

قبل قبضہ لانہ لایجب للمولی علی عبدہ دین فخرج مجانا حتی لو کان الثمن عرضا لم یبطل لتعینہ بالعقد وہذا کلہ لو الماذون مدیونا والا لم یخیر بینہما بیع نہایۃ اور ثمن باطل
ہوگا اگر مولی مبیع کو قبل قبض ثمن تسلیم کرے اسواسطے کہ اس صورت مین ثمن دین ٹھہریگا اور مولی کا دین اُسکے غلام پر واجب نہین ہوتا تو مبیع مولے کے
ہاتھ سے مفت نکلگئی تو اگر ثمن متاع ہو نہ کیلی اور وزنی چیز تو ثمن باطل نہوگا بسبب متعین ہو جانے متاع کے عقد سے اور یہ سب مذکور یعنی ماذون کی بیع
مولی سے اور مولی کی ماذون سے اس شرط پر ہی جبکہ ماذون مدیون ہو اور اگر مدیون نہو تو مولی اور اُسکے غلام مین بیع جائز نہین کذا فی النہایۃ ہم بسبب غلام
ماذون لوگون کا مدیون ہوا تو اجنبی کے مانند ہوا تو مبایعت دونون مین جائز ہوگئی اور درصورت عدم دین جو غلام کے پاس ہی وہ مولی کا مال ہی تو خرید و فروخت
اپنی ذات سے لازم آئی ولو باع المولی منہ بالکثر حط الزائد او فسخ العقد لان یومر السید بازالۃ المحاباۃ وفسخ العقد لان یومر السید بان یفعل واحدا منہما لحق الغرماء اور اگر مولی نے کوئی چیز ماذون کے
ہاتھ اکثر قیمت سے بیچی تو زائد کو کم کر ڈالے یا عقد بیع کو فسخ کرے یعنی مالک کو امر کیا جائے کہ دونون کامون مین سے ایک کام کرے دین والون کے حق کے
سبب سے فیما کان من التجارۃ مولی زائد کو کم کرے یا بیع فسخ کرے اُس چیز مین جو تجارت کی قسم سے ہو موہم طحطاوی نے کہا کہ اس قید کا مفہوم مین نے کتابون
مین نہین دیکھا اور شاید کہ یہ احتراز ہی اُس مبیع سے جو طعام اور لباس کیواسطے ہو کہ اُسمین فسخ بیع نہین تو اُسکی تنقیح اور تلاش کرنا چاہیے وتقبل الشہادۃ
علیہ ای علی العبد الماذون بحق ما ادر عبد ماذون کے ضرر پر گواہی مقبول ہوگی ہر ایک حق کی ام چنانچہ ماذون کی غصب و استہلاک و دیعت کی گواہی یا اُس کے
اقرار غصب وغیرہ کی گواہی اور اسیطرح بیع یا شرا یا اجارہ ماذون کی گواہی وان لم یحضر مولاہ گواہی ماذون پر مقبول ہی اگرچہ اُسکا مولی اُسوقت حاضر نہو
لو محجورا لا تقبل یعنی لا تقبل علی مولاہ بل علیہ فیواخذ بہ بعد العتق اور اگر غلام محجور التصرف ہو تو گواہی مقبول نہین یعنی اُسکے مولے پر مقبول نہین بلکہ غلام محجور پر
مقبول ہوگی سو اُسکا مواخذہ ہوگا غلام سے اُسکے آزاد ہونے کے بعد ولو حضرا معا فان الدعوی باستہلاک مال او غصبہ قضی علی المولی وان باستہلاک ودیعۃ
او بضاعۃ علی المحجور تسمع علی العبد وقیل علی المولی اور اگر مولی اور غلام محجور دونون حاضر ہون تو اگر استہلاک مال یا اُسکے غصب کا دعوی ہو تو مولی پر حکم ہوگا یعنی
مولے سے خطاب ہوگا کہ اُسکو بیچے اور تاوان دے اور اگر ودیعت یا بضاعت کے تلف کر ڈالنے کا محجور پر دعوی ہو تو غلام پر دعوی مسموع نہ ہوگا یعنی عتق
کے بعد اُس سے مواخذہ ہوگا اور قول ضعیف یہ ہی کہ مولی پر مسموع ہوگا ولو شہدوا علی اقرار العبد بحق لم یقض علی المولی مطلقا وتمامہ فی العمادیۃ اور اگر گواہ گواہی
دین غلام کے اقرار کرنے پر ساتھ حق کے یعنی غلام نے کسی کے حق کا اقرار کیا ہی تو اُسکے مولے پر حکم نہ ہوگا مطلقا خواہ مولی حاضر ہو یا غائب اور پورا بیان
اسکا عمادیہ مین ہی ویاخذ الارض اجارۃ ومساقاۃ ومزارعۃ ویشتری بذرا یزرعہ اور غلام ماذون غیر کی زمین لے بطریق اجارہ اور معاملہ اور
مزارعت کا اور بیج خرید کرے جسکو بوئے ویواجر ویزارع اور ماذون اپنے غلامون کو اور دکانون اور گھرون کو اجارہ دے اور زمین بطریق مزارعت لے
کذا فی الطحطاوی ویشارک عنانا لا مفاوضۃ ویستاجر ویوجر ولو نفسہ اور ماذون شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ ویستاجر ویوجر ولو نفسہ اور ماذون اجارہ دے
اگرچہ اپنی ذات کا اجارہ ہو ہم ہرچند ایجار نفس ماذون ایجار مطلق سے معلوم ہو چکا تھا لیکن تصریح اسواسطے کردی کہ اسمین امام شافعی کا خلاف ہی
یعنی اُنکے نزدیک غلام ماذون کو اپنا اجارہ دینا جائز نہین ویقر بودیعۃ وغصب ودین اور ماذون اقرار کرے ودیعت اور غصب اور دین کا یعنی یہ اقرار
صحیح ہی ولو علیہ دین لغیر زوج وولد ووالد وسیدہ فان اقرارہ لہم بالدین باطل عندہ خلافا لہما درر اور اگر ماذون پر زوج اور بیٹے اور باپ اور مولی کے سوا کسی اور
شخص کا دین ہو تو اقرار صحیح اُسکا ہی اسواسطے کہ ماذون کا اقرار کرنا زوج اور بیٹے اور باپ اور مولی کے دین کا باطل ہی امام کے نزدیک بخلاف مذہب صاحبین
کے کذا فی الدرر ہم یعنی اگر زوج اور بیٹا اور باپ ماذون کا آزاد ہو تو اُنکے دین کا اقرار باطل ہی خواہ وہ کسیکا مدیون ہو یا نہ ہو ولو بعین فیصح ان لم یکن مدیونا
وہبانیۃ اور اگر دین کے سوا کسیکے واسطے شخص مقبوض کا اقرار کرے کہ یہ چیز زوج یا بیٹے یا باپ یا مولی کی ہی تو صحیح ہی اگر ماذون مدیون نہ ہو کذا فی الوہبانیہ
ویہدی طعاما یسیرا الا ایدی سرفا ومفادہ انہ لا یہدی من غیر الماکول اصلا ابن کمال وجزم بہ ابن الشحنۃ اور ماذون تھوڑا کم قیمت کھانا تحفہ دے بطور حسبۃ کہ وہ

اسراف اور فضول خرچی شمار نہ ہو اور اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ کھانے کے سوا اور چیز اصلاً تحفہ نہ دے کذا ذکرہ ابن کمال اور یقین کیا اسیر ابن شحنہ نے
م ابن شحنہ نے تحفہ دینا مذکور نہیں کیا بلکہ ضیافت اور تصدق ماکول قلیل کو اُسنے بیان کیا ہے کذا فی الطحطاوی والمحجور لا یہدی شیئاً اور غلام محجور کچھ تحفہ
نہ دے کسی کو نہ قلیل نہ کثیر نہ طعام نہ غیر طعام وعن الثانی اذا دفع للمحجور قوت یومہ فدعا بعض رفقائہ للاکل معہ فلا باس بخلاف مالو دفع الیہ قوت شہر اور ابو یوسف
سے روایت ہے کہ جب غلام محجور کو ایک دن کا کھانا دیا گیا سو اُسنے اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ کھانے کے واسطے بلایا تو کچھ مضائقہ نہیں برخلاف اُس صورت
کے کہ اگر اُسکو مہینے بھر کا کھانا دیا گیا تو کسی دوسرے شخص کو اپنے ساتھ کھلانا درست نہیں ولا باس للمرأۃ ان تتصدق من بیت سیدہا او زوجہا بالیسیر کرغیف ونحوہ
ملتقی اور عورت پر کچھ مضائقہ نہیں اسکا کہ اپنے مولے یا اپنے گھر کے گھر سے تھوڑی سی خیرات کرے چنانچہ ایک روٹی اور مانند اسکے کذا فی الملتقی م یعنی بدون
اطلاع شوہر تھوڑا صدقہ دینا جائز ہے اسواسطے کہ اسقدر دینے کو منع کرنا رائج نہیں ولو علم منہ عدم الرضی لم یجز اور اگر اسقدر تصدق دینے کی نارضامندی
مولی یا شوہر کی معلوم ہو تو اتنا بھی جائز نہیں ویضیف من یطعمہ اور ماذون ضیافت کرے اُس شخص کی جو اُسکو کھانا کھلاتا ہے ویتخذ الضیافۃ الیسیرۃ بقدر
مالہ اور کم خرچ تھوڑی ضیافت کرے بقدر اپنے مال کے م محمد سے مروی ہے کہ اگر ماذون کے پاس سوداگری کا مال دس ہزار درہم ہو تو دس درم ضیافت میں خرچ
کرنا قلیل میں داخل ہے اور اگر مال تجارت دس درم نہ ہو تو ایک دانگ کی بھی ضیافت کثیر ہے کذا فی الطحطاوی عن المحیط ویحط من الثمن بعیب قدر ما یحط التجار
اور ماذون کم کر دے ثمن سے بیع کے عیب کے سبب سے جسقدر سوداگر کم ڈالتے ہوں یعنی زیادہ کم کرنا درست نہیں ہے ویحابی ویوجل ویحتبی اور ماذون جنس بیچے
اُسکے ثمن سے کمتر اور ثمن لینے کی مدت مقرر کرے کذا فی المجتبی م قاموس میں ہے کہ حبا عبارت ہے عطاے بلا عوض اور بلا احسان سے اور محاباۃ عبارت ہے
تصرف اور اختصاص اور میلان سے انتہی اور یہاں ان معانی سے کوئی مراد نہیں یہان تو مراد جنس کا بیچنا ہے اُسکے ثمن سے کمتر کے ساتھ تقلیل ثمن اور تاجیل
اسواسطے ماذون کو جائز ہوئی کہ اہل تجارت کو کبھی اسکی حاجت پڑتی ہے کذا فی الطحطاوی ولا یتزوج الا باذن اور ماذون نکاح نہ کرے مگر مالک کے
اذن سے اسواسطے کہ یہ تجارت کے باب سے نہیں ہے اور اسمین ضرر ہے مولی کا مہر واجب ہو جانے سے ولا یتسری وان اذن لہ المولی اور سریہ یعنی
لونڈی کو حرم نہ بناوے اگرچہ مولی نے اُسکو اذن دیا ہو م اسواسطے کہ حرم بنانا ملک رقبہ پر مبنی ہے اور ماذون کسی چیز کا مالک نہیں ولا یزوج رقیقہ وقال
ابو یوسف یزوج الامۃ اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نہ کر دے اور ابو یوسف نے کہا لونڈی کا نکاح کر دے ولا یکاتبہ الا ان یجیزہ المولی و
لا دین علیہ وولایۃ القبض للمولی اور ماذون مکاتب نہ کرے اپنے مملوک کو مگر اسطرح کہ مولی اُسکی اجازت دے اور حالانکہ ماذون پر دین نہو اور بدل کتابت
کے قبض کرنے کی ولایت مولی کے واسطے ثابت ہے ولا یعتق بمال الی ان یجیزہ الی آخر ما مر اور ماذون مملوک کو بعوض مال کے آزاد نہ کرے مگر یہ کہ مولے اُسکو
جائز رکھے تا آخر شروط مذکور یعنی مولی اجازت دے اور ماذون پر دین نہو اور ولایت قبض مولی کے واسطے ہے نہ ماذون کے واسطے ولا بغیرہ اور نہ بدون
مال کے آزاد کرے ولا یقرض ولا یہب ولو بعوض اور نہ ماذون قرض دے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ ہبہ بالعوض ہو ولا یکفل مطلقاً بنفس او مال
اور ضامنی نہ کرے مطلقاً نہ حاضر ضامنی نہ مال ضامنی ولا یصالح عن قصاص وجب علیہ اور ماذون صلح نہ کرے اس قصاص سے جو اُسپر واجب
ہوا ولا العفو عن القصاص اور نہ قصاص کو معاف کرے ویصالح عن قصاص موجب علی عبدہ خزانۃ الفقہ اور ماذون صلح کرے اُس قصاص سے
جو اُسکے غلام پر واجب ہو کذا فی خزانۃ الفقہ وکل دین وجب علیہ بتجارۃ او بما ہو فی معناہا امثلۃ الاول کبیع وشراء واجارۃ واستیجار
وامثلۃ الثانی غرم ودیعۃ وغصب وامانۃ جحدہا عبارۃ الدرر وغیرہا جحدہا بلا یمین فتنبہ وعقر وجب بوطی مشتریۃ بعد الاستحقاق کل ذلک یتعلق
برقبتہ کدین الاستہلاک والمہر ونفقۃ الزوجۃ یباع فیہ اور جو دین کہ واجب ہوا ماذون پر اُسکی تجارت کے سبب سے یا اس سبب سے جو بمعنی تجارت کے
ہے اول کی مثالیں چنانچہ بیع اور شرا اور اجارہ اور استیجار اور ثانی یعنی بمعنی تجارت کی مثالیں چنانچہ ودیعت کا تاوان اور اُس غصب وامانت کا تاوان جسکا

ماذون انکار کر چکا اور وہ مہر جو واجب ہوا استحقاق کے بعد خریدی لونڈی کی وطی سے ہر ایک دین مذکور متعلق ہے اذن کی گردن سے دین استہلاک اور مہر
اور نفقہ زوجہ کی مانند ماذون بیچا جاوے گا اس دین میں یعنی اسکو قاضی بیع کرے گا شارح نے کہا اور درر کی عبارت یوں ہے (وعزم ودیعۃ وغصب و امانۃ
وغیرہا جحدہا) بدون میم کے سو آگاہ رہنا مصنف کی عبارت میں ضمیر تثنیہ کی ہے تو انکار فقط غصب اور امانت کو مخصوص ہوا اور درر کی عبارت میں
ودیعت اور غصب اور امانت وغیرہا کو شامل ہو گیا ولہم استسعاءہ ایضا زیلعی اور دین والوں کو ماذون سے سعی اور کوشش کروانا بھی جائز ہے کذا فی الزیلعی
یعنی اس سے کسب کروانا اور اسکے کسب سے اپنے دیون کو لینا درست ہے ومفادہ ان زوجتہ لو اختارت استسعاءہ لنفقۃ کل یوم ان یکون لہا ذلک ایضا بحر
من النفقۃ اور ثبوت استسعاء سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر ماذون کی زوجہ اس سے محنت مزدوری کروانا اختیار کرے ہر دن کی خوراک کے واسطے تو اسکو بھی
یہ جائز ہے کذا فی البحر من باب النفقۃ بحضرۃ مولاہ او نائبہ لاحتمال ان یفدیہ بخلاف بیع الکسب فانہ لا یحتاج لحضور المولی لان العبد خصم فیہ دیون مذکورہ
میں ماذون بیچا جاوے گا اسکے مالک کے سامنے یا اسکے نائب کے روبرو مالک کے فدیہ دینے کے احتمال سے برخلاف کسب ماذون کہ اسمیں حضور مولے کی
حاجت نہیں اسواسطے کہ عبد ماذون صاحب معاملہ ہے اپنے کسب میں اور اسکی ذات کی بیع میں اسکا مولی صاحب معاملہ ہے ویقسم ثمنہ بالحصص اور
ماذون کا ثمن مقسوم ہوگا دین والوں میں حصہ رسد ویتعلق بکسب حصل قبل الدین او بعدہ اور دین مذکور متعلق ہوگا ماذون کی کمائی سے خواہ
کمائی قبل دین کے حاصل ہوئی یا دین کے بعد ویتعلق بما وہب لہ وان لم یحضر مولاہ اور دین مذکور متعلق اس چیز سے ہے جو ماذون کو ہبہ
کی گئی اگرچہ اسکا مولی حاضر نہ ہو وہذا قید للکسب والاتہاب لکن یشترط حضور العبد لانہ الخصم فی کسبہ یعنی عدم حضور قید ہے کسب اور ہبہ قبول کرنے
کی یعنی کسب اور موہوب کی بیع میں ادائے دین کے واسطے مولی کا حاضر ہونا شرط نہیں لیکن غلام کا حاضر ہونا شرط ہے اسواسطے کہ وہ صاحب معاملہ ہے اپنی
کمائی میں ثم انما یبدا بالکسب وعند عدمہ فمن رقبتہ بحر دریافت کرنا چاہیے کہ ادائے دین کے واسطے کسب ہی سے ابتدا ہوگی اور کمائی کے نہ ہونے کے
وقت اسکی گردن سے دین ادا کیا جاوے گا یعنی ماذون کو بیچکر قلت واما الکسب الحاصل قبل الاذن فحق المولی فلہ اخذہ مطلقا قال شیخنا ومفادہ انہ لو اکتسب المحجور شیئا
واودعہ عند آخر وہلک فی ید المودع للمولی تضمینہ لانہ کمودع الغاصب فتأملہ میں کہتا ہوں اور وہ کسب جو حاصل ہوا ہے اذن سے پہلے سو وہ مولی کا حق ہے تو
مولی کو اسکا لینا مطلقاً جائز ہے خواہ ماذون پر دین ہو یا نہ ہو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ مولی کے حق ہونے سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر غلام محجور کوئی
چیز کسب کرے اور دوسرے شخص کے پاس ودیعت رکھے اور مودع کے ہاتھ میں وہ چیز تلف ہو جاوے تو مولی کو اس سے تاوان لینا جائز ہے اسواسطے کہ غاصب
مودع کے مانند ہے سو اسکو تامل کر لا یتعلق الدین بما اخذہ مولاہ منہ قبل الدین دین متعلق نہ ہوگا اس مال سے جو ماذون کے مولی نے اس سے لیا دین ہونے سے
پہلے اسواسطے کہ اسنے اپنا خالص حق لیا وطولب الماذون بما بقی من الدین زائدا عن کسبہ وثمنہ بعد عتقہ ولا یباع ثانیا اور ماذون سے اس دین کا جو زائد
باقی رہ گیا ماذون کے کسب اور ثمن سے مطالبہ ہوگا اسکے آزاد ہونے کے بعد اور دوسری بار وہ نہ بیچا جاوے گا دین باقی ادا کرنے کے واسطے یعنی
اسواسطے کہ اگر اسکی بیع دوبارہ جائز ہو تو کوئی مشتری اسکو جان کر خرید نہ کرے گا تو بیع اسکی ممتنع ہوگی بالکلیہ تو دین والوں کا ضرر ہوگا ولمولاہ
اخذ غلۃ مثلہ بوجود دینہ وما زاد للغرماء یعنی لو کان المولی یاخذ من العبد کل شہر عشرۃ دراہم مثلا قبل لحوق الدین کان لہ ان یاخذہا بعد لحوقہ استحسانا
لانہ لو منع منہا یحجر علیہ فینسد باب الاکتساب اور ماذون کے مولی کو مثل ماذون کے کمائی لینا باوجود اسکے مدیون ہونے کے جائز ہے اور جو اس سے زیادہ ہو
تو وہ دین والوں کا حق ہے یعنی اگر مولی غلام سے ہر مہینے دس درم مثلاً لیتا ہو قبل لاحق ہونے دین کے تو اسکو دس درم کا لینا دین لاحق ہونے کے بعد بھی
بطریق استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ مولی اگر اسقدر کے لینے سے روکا جائے تو وہ اپنے غلام کو ممنوع التصرف کر دے تو کمائی کرنے کا دروازہ ہی بند ہو جاوے
تو دین والوں کا نقصان ہوگا وینحجر بحجرہ ان علم ہو نفسہ لدفع الضرر عنہ اکثر اہل سوقہ ان کان الاذن شائعا اور عبد ماذون محجور ہو جاوے گا

مولی کے حجر کرنے اور روک دینے سے بشرطیکہ خود ماذون کو اور اسکے اکثر اہل بازار کو حجر کرنے کا علم ہو اگر مولی کا ماذون مشہور ہو بازاریون مین ماذون کا علم اسواسطے شرط ہوا تاکہ ضرر اس سے دفع ہو یعنی اگر ماذون محجور ہو کے بدون اسکی اطلاع کے تو جو کچھ وہ تصرف کرے گا بعد حجر کے وہ دین اسکو دینا پڑے آزاد ہونے کے بعد اپنے خاص مال سے اما اذا لم یعلم بہ ای بالاذن الا العبد وحدہ کفی فی حجرہ علمہ بہ فقط ولا یشترط مع ذلک علم اکثر اہل سوقہ لانتفاء الضرر اور جبکہ اذن مولی کو کوئی نجانتا ہو تنہا غلام کے سوا تو اسکے محجور کرنے مین فقط اسی کا علم کفایت کرتا ہے اور اسکے ساتھ اکثر اہل بازار کا معلوم کرنا شرط نہین بسبب نہونے ضرر کے وفی البزازیۃ باع عبدہ الماذون ان لم یکن علیہ دین صار محجورا علیہ علم اہل سوقہ ببیعہ ام لا لصحۃ البیع وان علیہ دین لا ما لم یقبضہ المشتری لفساد البیع اور بزازیہ مین ہے کہ مولی نے اپنے عبد ماذون کو بیچا اگر اسپر کسی کا دین نہو تو وہ محجور ہوگیا خواہ اہل بازار کو اسکے بک جانے کا علم ہو یا نہو بسبب صحیح ہونے اسکی بیع کے اور اگر اسپر دین ہو تو محجور نہوگا جبتک کہ اسکا مشتری اپنے قبضہ مین نلاوے بسبب فاسد ہونے بیع کے یعنی بیع فاسد مین قبض کے بعد مشتری مالک ہوتا ہے وہل للغرماء فسخہ ان دیونہم حالۃ نعم الا اذا کان بالثمن وفاء او ابراؤ العبد او ادی المولی وتمامہ فی السراجیۃ اور کیا دین والون کو فسخ بیع ماذون کا اختیار ہے یا نہین جواب اسکا یہ ہے کہ اگر انکے دیون بلا مدت کے فی الحال ہون تو ہان فسخ انکے اختیار مین ہے مگر جبکہ ماذون کے ثمن سے ادائے دیون ممکن ہو یا دین والون نے اسکو معاف کردیا ہو تو مولی نے دین ادا کردیا ہو تو بیع فسخ نہوگی اور پورا بیان اسکا سراجیہ مین ہے وبموت سیدہ وجنونہ مطبقا وکذا بجنون الماذون ولحوقہ ایضا بدار الحرب مرتدا وان لم یعلم احد بہ لانہ موت حکما اور ماذون محجور ہوجاتا ہے اپنے مالک کی موت سے اور اسکے جنون مطبق ہونے سے اور اسکے دار الحرب مین ملجانے سے مرتد ہوکر اور اسیطرح ماذون کے جنون سے اور اسکے لاحق ہونے سے دار الحرب مین مرتد ہوکر اگرچہ لحوق دار الحرب کو کوئی نہ جانتا ہو اسواسطے کہ وہ حکمی موت ہے امام محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے کہ سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہو وہ مطبق نہین کذا فی الطحاوی ویحجر حکما باباقہ وان لم یعلم احد کجنونہ ولو عاد منہ او افاق من جنونہ لم یعد الاذن فی الاصح زیلعی وقہستانی اور ماذون محجور ہوجاتا ہے حکما اسکے بھاگ جانے سے اگرچہ کوئی نہ جانتا ہو مانند مجنون ہوجانے ماذون کے اور اگر وہ پھر آوے بھاگنے کے بعد یا ہوش مین ہوجاوے اپنے جنون سے تو اذن سابق عود نہ کرے گا صحیح قول مین کذا فی الزیلعی والقہستانی وباستیلادہا بان ولدت منہ فادعاہ کان حجرا دلالۃ ما لم یصرح بخلافہ اور جاریہ ماذونہ محجورہ ہوجاتی ہے استیلاد سے اسطرح پر کہ جنی مولی سے پھر اسکے ولد کا مولی نے دعوی کیا تو یہ استیلاد حجر ہوگا حکما باعتبار دلالت حال کے جبتک کہ مولی اسکے خلاف کی تصریح نہ کرے ہم استیلاد اسواسطے حجر حکمی ہوا کہ عادت مین جاری ہے کہ ام ولد پردہ مین رہتی ہے اور مالک اسکے نکلنے سے اور لوگون کے ساتھ اختلاط کرنے سے خرید و فروخت مین راضی نہین ہوتا تو یہ دلیل ہے حجر کی ہان اگر مولی استیلاد کے بعد تصریح کردے اذن تجارت کی تو حجر ثابت نہوگا اسواسطے کہ دلالت سے صراحت فوق ہے کذا فی الطحاوی لا تحجر بالتدبیر ماذونہ محجور نہین ہوتی تدبیر سے یعنی اسواسطے کہ مدبرہ کو پردہ مین رکھنے کی عادت نہین تو دلیل حجر کی نہ پائی گئی وضمن بہما قیمتہا فقط للغرماء لو علیہا دین محیط اور مولی استیلاد اور تدبیر سے ام ولد اور مدبرہ کی فقط قیمت کا تاوان دیگا دین والون کو بشرطیکہ دونون پر دین محیط ہووے ہم فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر قیمت سے زیادہ دین ہو تو اسکا مطالبہ آزاد ہونے کے بعد ہوگا اقرارہ بعدہ ای بعد حجرہ ان ما معہ امانۃ او غصب او دین علیہ لآخر صحیح خبر محجور ہونے کے بعد ماذون کا یہ اقرار کرنا کہ جو اسکے پاس ہے وہ امانت ہے یا غصب ہے یا اسپر دین ہے دوسرے شخص کا صحیح ہے شارح نے کہا اقرارہ مبتدا ہے اور صحیح اسکی خبر ہے فیقضیہ منہ وقالا لا یصح تو دین وغیرہ ادا کرے اپنے مال مقبوض سے اور صاحبین نے کہا کہ اسکا اقرار نافذ کو صحیح نہین واحاط دینہ بمالہ ورقبتہ لا یملک سیدہ ما معہ ماذون کا دین محیط ہوگیا اسکے مال اور اسکے ذات کو تو اسکا مالک اسکے پاس کے مال کا مالک نہوگا امام اسواسطے کہ مولی اپنے غلام تاجر کے مال کا اسوقت مالک ہوتا ہے اسکا خلیفہ ہوکر جب اسکی حاجت سے فارغ ہو وارث کے مانند اور جس مال کو دین محیط ہے وہ اسکی حاجت مین مشغول ہے تو مولی اسمین خلیفہ نہوگا اور وہ مال اسکی

ملک میں داخل نہ ہوگا فلم یعتق عبد من کسبہ بتحریر مولاہ وقالا یملکہ فیعتق وعلیہ قیمتہ موسرا او معسرا فلہم ان یضمنوا المعتق ثم یرجع علی المولی ان
کمال تو آزاد نہ ہوگا وہ غلام جو ماذون مدیون کی کمائی سے ہے اسکے مولی کے آزاد کرنے سے اور صاحبین نے کہا کہ مولی ماذون کے مال کا مالک ہے تو اسکے
آزاد کرنے سے اسکا غلام آزاد ہوگا اور مولی پر اسکی قیمت دینی لازم ہوگی اگر مولی مقدور والا ہو اور اگر تنگ دست ہو تو ماذون کے دینے والوں کو اختیار
ہے کہ غلام آزاد سے تاوان لیں پھر غلام آزاد مولی سے پھر لے کذا صرح ابن کمال ولو اشتری ذا رحم محرم من المولی لم یعتق ولو ملکہ یعتق اور اگر
ماذون مولی کا قرابت دار محرم خرید کرے تو آزاد نہ ہوگا اور اگر مولی ماذون کی کمائی کا مالک ہوتا تو اسکا محرم آزاد ہو جاتا بمجرد خرید کے ہم یہ مسئلہ
اور اسکے بعد کا مسئلہ اسپر متفرع ہے کہ مولی کسب ماذون مستغرق بالدین کا مالک نہیں ولو اتلف المولی ما فی یدہ من الرقیق ضمن و
لو ملکہ لم یضمن خلافا لہما بناء علی ثبوت الملک وعدمہ اور اگر مولی تلف کر ڈالے اسکو جو ماذون کے قبضہ میں غلام ہے تو مولی پر تاوان لازم
ہوگا اور اگر مولی اسکی کمائی کا مالک ہوتا تو تاوان نہ دیتا برخلاف مذہب صاحبین کے بنا اس خلاف کی ثبوت ملک اور عدم ثبوت ملک پر ہے
وان لم یحط دینہ بمالہ ورقبتہ صح تحریرہ اجماعا اور اگر ماذون کا دین اسکے مال اور اسکی ذات کو محیط نہ ہو تو مولی کا آزاد کرنا ماذون کے غلام کا باتفاق
امام اور صاحبین کے درست ہے وصح اعتاقہ حال کون الماذون مدیونا ولو محیطا اور صحیح ہے مولی کو آزاد کر دینا ماذون کا ماذون کے مدیون ہونے کی
حالت میں اگرچہ دین محیط ہو ہم اعتاق ماذون بالاجماع صحیح ہے بخلاف توقف ماذون کے کسب میں استغراق دین کے وقت ہے وضمن المولی للغرماء
الاقل من دینہ وقیمتہ اور تاوان دے مولی ماذون کے دین والوں کو کمتر اسکے دین اور قیمت سے ہم یعنی اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کا تاوان
دے اسواسطے کہ انکا حق نہیں مگر دین میں اور اگر قیمت کم ہو دین سے تو قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ انکا دین متعلق ہے اسکی ذات سے اور ذات کو
اسکی تلف کر دیا یعنی آزاد کرنے سے کذا فی الدرر وان شاءوا اتبعوا العبد بکل دیونہم وباتباع احدہما لا یبرأ الآخر فہما کالکفیل مع مکفول عنہ اور اگر دین والے
چاہیں تو غلام آزاد کا پیچھا کریں اپنے تمام دین کے واسطے اور مولی اور غلام آزاد میں ایک کے پیچھا کرنے سے دوسرا شخص بری الذمہ نہ ہوگا تو مولی اور
اسکا غلام کفیل یعنی ضامن کے مانند ہے مکفول عنہ کے ساتھ ہم یعنی جسطرح کفیل کے مطالبہ کرنے سے مکفول عنہ بری الذمہ نہیں ہوتا اور مکفول عنہ کے مواخذہ
سے کفیل بری الذمہ نہیں ہو جاتا وطولب بما بقی من دینہم اذا لم تف بہ قیمتہ بعد عتقہ لتقررہ فی ذمتہ اور جو انکا دین باقی رہ گیا اسکا مطالبہ ہوگا ماذون
کی آزادی کے بعد بسبب ثابت ہو جانے دین کے اسکے ذمہ پر مطالبہ اسوقت ہوگا جبکہ اسکی قیمت ادائے دین کے واسطے کفایت نہ کرے گی وصح
تدبیرہ ولا تحجر وتخییر الغرماء کعتقہ الا ان من اختار احد الشیئین لیس لہ الرجوع شرح تکملہ اور صحیح ہے ماذون کو مدبر کرنا اور تدبیر سے وہ محجور التصرف نہ ہوگا اور
دین والوں کو اختیار ہوگا تضمین مولی اور استسعاء ماذون میں اسکے عتق کے مانند مگر عتق اور تدبیر میں اتنا فرق ہے کہ جو دین والا ایک چیز اختیار کرے گا
اسکا پھرنا درست نہیں کذا فی شرح التکملہ ہم یعنی اگر دین والے مولی سے غلام کی قیمت کا تاوان لیں تو وہ غلام سے مطالبہ نہیں کر سکتے اسکے آزاد ہونے تک
اور وہ ماذون بنا رہیگا بحال سابق اور اگر غلام سے سعی کرا دیں تو اسکی محنت مزدوری سے اپنے دیون لیں اور وہ بطور سابق ماذون بنا رہیگا کذا فی الطحطاوی
وفی الہدایۃ ولو کان الماذون مدبرا او ام ولد لم یضمن قیمتہما لان حق الغرماء لم یتعلق برقبتہما لانہما لا یباعان بالدین اور ہدایہ میں ہے اور اگر ماذون مدبر یا
ام ولد ہو تو انکی قیمت کا تاوان مولی پر لازم نہ ہوگا اسواسطے کہ دین والوں کا حق انکی گردن سے متعلق نہیں ہوا کیونکہ ام ولد اور مدبر دین میں بیع نہیں
ہوتے ہم یعنی اگر مدبر یا ام ولد کو مولی ماذون کرے اور انپر لوگوں کا دین لازم ہو پھر انکو مولی آزاد کر دے تو مولی پر تاوان قیمت لازم نہ ہوگا ولو عتقہ
المولی باذن الغرماء فلہم تضمین مولاہ زیلعی اور اگر ماذون کو مولی نے دین والوں کے اذن سے آزاد کر دیا تو انکو اسکے مالک سے تاوان لینا جائز ہے
کذا فی الزیلعی ہم یہ مسئلہ اعتاق سے متعلق ہے نہ مسئلہ مدبر سے والماذون ان باعہ سیدہ باقل من الدیون وغیبہ المشتری فبیعہ لان الغرماء ان

قدروا علی العبد کان لہم فسخ البیع کما ضمن الغرماء البائع قیمتہ لتعدیہ اور ماذون کو اگر اُسکے مالک نے دیون سے کمتر کو بیچا اور مشتری نے اُسکو غائب کرڈالا
تو دین والے بیچنے والے سے اُسکی قیمت کا تاوان لین بسبب تعدی مالک مصنف نے غائب کرڈالنے کی قید اسواسطے لگائی کہ دین والے جب غلام
پر قادر ہون تو انکو فسخ بیع کا اختیار ہے چنانچہ گذر گیا فان رد العبد علیہ بعیب قبل القبض مطلقا وبخیار رویۃ او شرط او بعدہ بقضاء رجع بالقیمۃ
علی الغرماء وعاد حقہم فی العبد لزوال المانع سو اگر غلام پھیر دیا جاوے عیب کے سبب سے قبل از قبض مشتری کے مطلقا خواہ قضا سے یا رضا
سے یا پھیرا جاوے خیار الرویۃ یا خیار الشرط سے یا قبض کے بعد بحکم قاضی پھیرا جاوے تو مالک اُسکی قیمت پھیر لیوے دین والون سے اور دین والون کا حق
غلام مذکور مین پھر ثابت ہوگا بسبب دور ہوجانے مانع کے یعنی تاوان مولی کا سبب زائل ہوگیا یعنی بیع اور تسلیم کذا فی المنح وان رد بعد القبض
لا بقضاء فلا سبیل لہم علی العبد وللمولی علی القیمۃ لان الرد بالتراضی اقالۃ وہی بیع فی حق غیرہما اور اگر غلام پھیر دیا قبض مشتری کے بعد بلا حکم قاضی کے
دین والون کیواسطے کوئی راہ نہین غلام پر بعد رد بیع کے پہنچنے کی اور نہ مولی کیواسطے کوئی راہ ہے قیمت پر یعنی مولی نے جو دین والون کو قیمت دی تھی اُسکا استرداد نہین
ہوسکتا اسواسطے کہ رد بیع تراضی سے درحقیقت اقالہ ہے بیع کا اور اقالہ بیع ہے غیر متعاقدین کے حق مین یعنی غلام کے حق مین کذا فی الطحطاوی ان فضل
من دینہم شیء رجعوا بہ علی العبد بعد الحریۃ کما مر اور اگر بعد ضمان مولی دین والون کے دین سے کچھ باقی رہے تو وہ لوگ غلام سے اُسکو پھیر لین اُسکی آزادی کے
بعد چنانچہ مذکور ہوچکا او ضمنوا مشتریہ عطف علی البائع ای اشاء واضمنوا المشتری ویرجع المشتری بالثمن علی البائع یا دین والے تاوان لین عبد مغیب
کے مشتری سے یعنی اگر چاہین تو مشتری سے تاوان لین اور مشتری اُسکا ثمن بائع سے پھیر لے شارح نے کہا قولہ او ضمنوا مشتریہ بائع پر عطف ہے حموی طحطاوی نے
کہا یون کہنا شارح کو بہتر تھا کہ ضمن الغرماء پر عطف ہے او اجازوا البیع واخذوا الثمن لا القیمۃ لعبد یا دین والے بیع کو جائز رکھین اور اُسکا ثمن لین نہ قیمت
غلام کی ہم زیلعی مین ہے خلاصہ یہ ہے کہ دین والون کو تین چیز دین مین اختیار ہے چاہین بیع کو جائز رکھین اور چاہین بائع سے تاوان لین چاہین مشتری سے
اور جس سے تاوان لینا اختیار کرینگے تو دوسرا بری الذمہ ہوجائیگا وان باعہ لسید معلما بدینہ لیعنی مقرا بہ لا منکرا لما سیجیء لیتحقق المخاصمۃ ویسقط خیار المشتری
للغرماء اور اگر ماذون کو اُسکے مالک نے بیچا اُسکا دین جتا کر یعنی مقر دین ہوکر نہ منکر ہوکر چنانچہ اُسکا مسئلہ عنقریب آویگا علام دین کی قید اسواسطے لگائی
تا مخاصمت مشتری کی ثابت ہو اور خیار مشتری کا ساقط ہو ہم قولہ مقرا بہ تفسیر ماقبل کی صلاحیت نہین رکھتا تو یون کہنا شارح کو بہتر تھا واقر المشتری بہ
تا احتراز واقع ہوتا اُس صورت سے جبکہ مشتری دین کا منکر ہو بائع کی غیبت مین تو اُس حالت مین وہ مخاصم نہ ٹھہریگا کذا فی الطحطاوی فللغرماء
رد البیع یعنی اگر مالک نے دین جتا کر بیع کی اور مشتری دین کا مقر ہے تو دین والون کو رد بیع مین اختیار ہے ان لم یصل ثمنہ الیہم لان قبضہم الثمن دلیل
الرضی بالبیع رد بیع مین اختیار ہے بشرطیکہ دین والون کو اُسکا ثمن نہ پہونچا ہو اسواسطے کہ اُنکا ثمن قبض کرنا بیع کی رضامندی کی دلیل ہے الا اذا کان
فیہ محاباۃ قبض ثمن رضامندی کی دلیل ہے مگر جبکہ ثمن مین محاباۃ ہو یعنی ثمن قیمت سے کمتر ہو ہم یعنی اگر ثمن قیمت سے کمتر ہوگا تو دین والون کو رد بیع جائز
ہو اگرچہ ثمن قبض کرچکے ہون اسواسطے کہ وہ کہینگے کہ ہم نے اس خیال سے قبض کیا تھا کہ وہ قیمت سے کم نہین ہے اور اُسکا محل وہ ہے جبکہ ثمن اُنکے دین کو
کفایت نہ کرے اور اگر کفایت کریگا تو بیع نافذ ہوگی اگرچہ اُسمین محاباۃ ہو اسواسطے کہ اُسمین مالک کا نقصان ہے نہ دین والون کا کذا فی الطحطاوی
قال ان یدفع او ینقض البیع ابن کمال اور اگر ثمن قیمت سے کم ہو تو یا ثمن پورا دیا جاوے یا بیع منقوض ہو کذا ذکرہ ابن کمال وقال المصنف ہذا اذا کان
الدین حالا وکان البیع بلا طلب الغرماء والثمن لا یفی بدیونہم والا فالبیع نافذ لزوال المانع اور مصنف نے شرح مین کہا کہ یہ یعنی دین والون کو رد بیع کا اختیار
اسوقت ہے جبکہ اُنکا دین بلا مدت ہو اور بیع اُنکی خواہش سے نہ ہو اور ثمن غلام کا اُنکے ادائے دین کیواسطے کفایت نہ کرتا ہو اور نہین تو بیع نافذ ہوگی بزوال
مانع کے سبب سے یعنی اگر دین موجل ہو یا بیع اُنکی خواہش سے ہو یا ثمن ادائے دین مین کافی ہو تو اُنکو فسخ بیع کا اختیار نہ رہیگا اسواسطے کہ مانع نفاذ بیع

اُسکا حق تھا سو تینوں صورتوں میں ساقط ہو گیا وان غاب البائع وقد قبضہ المشتری فالمشتری لیس بخصم لہم لو منکرا دینہ خلافا للثانی ولو مقرا فخصم اتفاقا
اور اگر بائع ماذون کا غائب ہوا اور مشتری اسپر قبضہ کر چکا ہو تو مشتری دین والوں کا خصم نہیں اگر مشتری ماذون کے مدیون ہونے کا منکر ہو بخلاف
مذہب ابو یوسف کے کہ وہ خصم ہے اور اگر مشتری دین کا مقر رہے تو وہ خصم ہے چنانچہ گذر گیا ولو بعکسہ بان غاب المشتری والبائع حاضر فالحکم
کذلک ای لا خصومۃ اجماعا حتی یحضر المشتری لکن لہم تضمین البائع قیمتہ واجازۃ البیع واخذ الثمن اور اگر اُسکا اُلٹا ہو یعنی مشتری غائب ہوا اور بائع
حاضر ہو تو بھی ایسا ہی حکم ہے یعنی خصومت نہیں بالاتفاق مشتری کے حاضر ہونے تک لیکن دین والوں کو اُسکی قیمت کا تاوان لینا یا بیع کو جائز رکھنا
اور اُسکا ثمن لینا درست ہے عبد قدم مصرا وقال انا عبد فلان ماذون فی التجارۃ فباع واشتری فہو ماذون وحینئذ لزمہ کل شیٔ من التجارۃ
ایک غلام شہر میں آیا اور بولا کہ میں فلانے کا غلام ماذون فی التجارۃ ہوں اور اُسنے بیع اور شری کی تو وہ ماذون ہے اور اُسوقت میں اُسکو ہر چیز تجارت
کی لازم ہو گی ہم یہ استحسان ہے اسواسطے کہ یہ خبر ہے معاملات میں اور ایک شخص کی خبر معاملات میں قبول ہے وکذا الحکم ولو اشتری العبد وباع ساکتا عن
اذنہ وحجرہ کان ماذونا استحسانا لضرورۃ التعامل وامر المسلم محمول علی الصلاح فیحمل علیہ ضرورۃ شرح الجامع ومفادہ تقیید المسئلۃ بالمسلم ابن کمال اور اسی طرح
حکم ہے اگر غلام نے خرید و فروخت کی اپنے ماذون اور محجور ہونے سے ساکت ہو کر تو وہ غلام ماذون ٹھہریگا استحسان کی راہ سے بسبب ضرورت تعامل کے اور مسلمان
کا حال خیر اور صلاح پر محمول ہے تو اُسکی خرید و فروخت ماذون ہونے پر محمول ہو گی کذا فی شرح الجامع اور تعلیل مذکور سے مستفاد ہوا قید لگانا مسئلہ کا
مسلم کے ساتھ کذا ذکرہ ابن کمال یعنی خرید و فروخت بلا بیان اذن و حجر کے اُسوقت ماذون ہونے پر محمول ہو گی جبکہ غلام مسلمان ہو اور اگر غلام کافر ہو
تو ماذون ہونا اُسکا ثابت نہ ہو گا ولکن لا یباع لدینہ اذا لم یکن کسبہ الا اذا اقر مولاہ بہ ای بالاذن او تثبتہ الغرماء بالبینۃ لیکن غلام مذکور اپنے
دین میں بیچا نجاوے گا جبکہ اُسکا کسب اداے دین کیواسطے کافی نہ ہو گا مگر جبکہ اُسکا مولی اذن کا اقرار کرے یا دین والے اذن کو گواہوں سے ثابت کرے وتصرف
الصبی والمعتوہ الذی یعقل البیع والشراء ان کان نافعا محضا کالاسلام والاتہاب صح بلا اذن جو صغیر اور معتوہ کہ بیع اور شرا کو سمجھتا ہو تو جائز ہے
اُسکا تصرف اگر نافع محض ہے چنانچہ مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا اذن والی کے وان ضارا کالطلاق والاعتاق والصدقۃ والقرض لا وان
اذن بہ ولیہما اور اگر تصرف مضرت رساں ہے چنانچہ طلاق اور عتاق اور صدقہ اور قرض دینا تو صحیح نہیں اگرچہ اس تصرف کا صغیر اور معتوہ نے اذن دیا ہو
ہم ضرر سے دنیوی ضرر مراد ہے اگرچہ اُسمیں آخرت کا نفع ہو چنانچہ صدقہ اور قرض دینا وما تردد من العقود بین نفع وضرر کالبیع والشراء
توقف علی الاذن حتی لو بلغ فاجازہ نفذ اور عقود میں سے جو عقد کہ نفع اور ضرر کے درمیان میں دائر اور محتمل ہو چنانچہ بیع اور شرا تو وہ ولی
کے اذن پر موقوف ہے تو اگر صغیر بالغ ہو جاے اور اس عقد کو جائز رکھے تو نافذ ہو گی ہم طحطاوی نے کہا اگر شارح بجاے حتی لو بلغ کے ولو بلغ کہتا
تو بہتر ہوتا اسواسطے کہ تفریع کی کوئی وجہ نہیں فان اذن لہما الولی فہما فی شراء وبیع کعبد ماذون فی کل احکامہ اور اگر صغیر اور معتوہ کے ولی
نے اذن دیا تجارت کا تو وہ دونوں خرید و فروخت میں عبد ماذون کے سارے احکام میں مانند ہیں ما ذون کے منجملہ احکام مذکورہ یہ ہے کہ اذن تجارت کا ایک قسم
کے ساتھ مقید نہ رہے گا اور مخصوص بزمان نہ ہو گا اور اگر صغیر اور معتوہ کو اُنکا ولی خرید کرتے دیکھکر سکوت کرے گا تو یہ سکوت بجاے اذن ہو گا وغیر ذلک من
احکام الماذون وشرط لصحۃ الاذن ان یعقلا البیع سالبا للملک عن البائع والشراء جالبا لہ زاد الزیلعی وان یقصد الربح ویعرف الغبن
الیسیر من الفاحش وہو ظاہر اور اذن صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ صغیر اور معتوہ اتنا بوجھتے ہوں کہ بیع ملک کی سلب کرنے والی ہے بائع سے اور خرید ملک کی
کھینچ لانے والی ہے مشتری کے واسطے زیلعی نے اسقدر زیادہ بیان کیا ہے اور یہ شرط ہے کہ صغیر یا معتوہ خرید و فروخت سے نفع حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو
اور نقصان قلیل کو نقصان کثیر سے ممتاز کرتا ہو اور یہ قول ظاہر ہے ولیہ ابوہ ثم وصیہ بعد موتہ ثم وصی وصیہ کما فی القہستانی عن العمادیۃ اور صغیر

یا معتوہ کا ولی اُسکا باپ ہی پھر اُسکا وصی اُسکی موت کے بعد پھر باپ کے وصی کا وصی چنانچہ قہستانی مین ہی عمادیہ سے ثم بعدہم جدہ الصحیح وان علا ثم
وصیہ ثم وصی وصیہ قہستانی زاد القہستانی والزیلعی ثم الوالی بالطریق الاولی پھر ان تینون کے بعد جد صحیح اُسکا ولی ہی اگرچہ جد عالی ہو یعنی پر دادا سر دادا
پھر اُسکا وصی پھر دادا کے وصی کا وصی کذا فی القہستانی قہستانی اور زیلعی نے اتنا زیادہ کہا ہی پھر والی یعنی حاکم ولی ہی بطریق اولی ھم قہستانی اور زیلعی نے والی
کو قاضی کے بعد ذکر کیا ہی اور مراد وہ والی ہی جسکی ولایت مین قضا ہی جو حاکم کہ قاضی نہین اُسکا اذن جائز نہین کذا فی الطحطاوی ثم القاضی او
وصیہ ایہما تصرف یصح فلذا لم یقل ثم پھر قاضی یا اُسکا وصی ولی ہی قاضی اور اُسکا وصی جو کوئی اُنمین سے تصرف کرے گا تو صحیح ہوگا سو اسی واسطے
مصنف نے لفظ ثم نہ کہا یعنی یون نہ کہا کہ ثم وصیہ کیونکہ ثم ترتیب پر دلالت کرتا ہی اور قاضی اور اُسکے وصی کے تصرف مین ترتیب نہین دون الام
او وصیہا ہذا فی المال بخلاف النکاح کما مر بہ نہ مان یا اُسکا وصی یعنی مان صغیر کی یا اُسکا وصی صغیر کا ولی نہین یہ تفصیل ولایت کی مال مین ہی بخلاف
نکاح کی ولایت کے چنانچہ کتاب النکاح مین گذر گیا ھم اور مانند مان کے چچا اور بھائی اور کوتوال شہر اور عمہ اور خالہ صغیر کی ولی نہین کذا فی الطحطاوی
رای القاضی الصبی والمعتوہ او عبدہما او عبد نفسہ کما مر یبیع ویشتری فسکت لا یکون سکوتہ اذنا فی التجارۃ قاضی نے صغیر یا معتوہ یا
دونون کے غلامون یا اپنے غلام کو دیکھا بیع کرتے اور خرید کرتے پھر ساکت رہا تو قاضی کا سکوت تجارت کا اذن نہوگا عبد قاضی کا مسئلہ سابق مذکور
ہو چکا وللقاضی لہ ان یاذن للیتیم والمعتوہ اذا لم یکن لہ ولی ولعبدہما اذا کان لکل واحد منہما من الصبی والمعتوہ ولی وامتنع الولی
من الاذن عند طلب ذلک منہ ای من القاضی زیلعی اور قاضی کو جائز ہی کہ یتیم اور معتوہ کو تجارت کرنے کا اذن دے جبکہ یتیم یا معتوہ کا کوئی ولی نہو اور یتیم
یا معتوہ کے غلام کو اذن تجارت دینا قاضی کو جائز ہی جبکہ صغیر اور معتوہ ہر ایک کا ولی موجود ہو اور وہ ولی اذن دینے سے انکار کرے جس صورت مین کہ اذن مطلوب ہو قاضی
سے کذا فی الزیلعی ھم یہ ترکیب مصنف کی مختل ہی بہتر یون تھا کہ اذا کان کے مقام پر اذا کان ہوتا فتاوی عالمگیری مین ہی کہ اگر صغیر یا معتوہ کا باپ یا اُسکا وصی
یا دادا ہو پھر قاضی کے نزدیک صغیر یا معتوہ کو تجارت کا اذن دینا مصلحت معلوم ہو سو اُسنے اذن دیا اور اُسکے باپ نے نہ مانا تو قاضی کا اذن جائز ہی
اگر قاضی کی ولایت متاخر ہی باپ کی ولایت سے چنانچہ محیط مین ہی اور اگر قاضی نے صغیر کے غلام کو اذن دیا تجارت کا اور صغیر کا باپ زندہ ہی اور اذن کو
مکروہ جانتا ہی تو جائز ہی چنانچہ مغنی مین ہی انتہی مختصرا اور طلب اذن قید نہین چنانچہ صاحب محیط کے قول سے معلوم ہوتا ہی اور وہبانیہ کی اول بیت
سے نکلتا ہی کذا فی الطحطاوی قلت وفی البرجندی عن الخزانۃ لو ابی الابو او وصیہ صح اذن القاضی لہ زاد شارح الوہبانیۃ ولا یحجر بعد ذلک اصلا
لانہ حکم الا بحجر قاض آخر قلت برین کہتا ہون اور برجندی مین خزانہ سے منقول ہی اگر صغیر کا باپ یا اُسکا وصی اذن سے انکار کرے تو قاضی کا اذن اُسکے
واسطے صحیح ہی شارح وہبانیہ نے اتنا زیادہ کہا اور اُسکے بعد صغیر اصلا محجور نہ ہوگا اسواسطے کہ قاضی کا اذن حکم ہی اور حکم دفع نہین ہوتا مگر دوسرے
قاضی کے روک دینے سے سو اسکو غور کر فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو اقر الانسان بما معہما من کسب او ارث صح علی الظاہر کما ذون ذرر اگر صغیر
اور معتوہ اقرار کرین کسی آدمی کے واسطے اُس مال کا جو دونون کے پاس ہی کمائی سے یا میراث سے تو اقرار اُنکا صحیح ہی بموجب ظاہر الروایۃ کے غلام
ماذون کے اقرار کے مانند کذا فی الدرر ھم یعنی اگر یون اقرار کرین کہ جو مال ہمکو میراث مین ملا ہی وہ درحقیقت فلانے شخص کا ہی تو یہ اقرار صحیح ہی اور
غیر ظاہر الروایۃ کا یہ قول ہی کہ کسب مین اقرار صحیح ہی میراث مین صحیح نہین الماذون لا یکون ماذونا قبل العلم بہ الا فی مسئلۃ ما اذا قال بایعوا عبدی کہ
فانی اذنت لہ فبایعوا وہو لا یعلم بذلک صار ماذونا بخلاف قولہ بایعوا ابنی الصغیر ماذون ماذون نہین ہوتا اذن کے دریافت ہونے سے پہلے
مگر اس مسئلہ مین جبکہ مولی نے کہا کہ خرید و فروخت کرو میرے غلام سے کہ مین نے اُسکو اذن دیا سو لوگون نے اُس سے خرید و فروخت کی اور حالانکہ
غلام اس اذن دینے کو نہین جانتا تو وہ ماذون ٹھہر جاوے گا برخلاف اس قول کے کہ باپ نے کہا لوگون سے کہ میرے فرزند صغیر سے خرید و فروخت

اگرچہ اذن غلام مین دو روایتین ہین ایک روایت مین قبل علم ماذون ہو جاتا ہے اور دوسری روایت مین ماذون نہین ہوتا اور اسی طرح صغیر مین
دونون روایتین مذکور ہین چنانچہ تنویر الاذہان سے معلوم ہوتا ہے کذا فی الطحاوی لا یصح الاذن للآبق والمغصوب المجحود ولا بینۃ اذن صحیح نہین غلام گریختہ
کے واسطے اور نہ اُس غلام کے واسطے جسکا غاصب غصب کرنے سے منکر ہے اور مالک کے گواہ نہین ہین اور اگر مالک کے پاس گواہ ہون اور غصب کی گواہی
دین تو اذن صحیح ہوگا ولا یصیر محجورا بہما علی الصحیح اشباہ اور غلام ماذون محجور نہین ہو جاتا بھاگ جانے اور مغصوب ہو جانے سے بقول صحیح کذا فی الاشباہ
و فی الوہبانیۃ شعر ولو اذن القاضی للطفل وقد ابی ÷ ابوہ یصح الاذن منہ فیتجر + اور وہبانیہ مین ہے اور اگر قاضی اذن دے صغیر کو اور حالانکہ اُسکا باپ
انکار کرتا ہے تو اذن صحیح ہے قاضی کی جانب سے سو صغیر تجارت کرے شعر وضمن یعقوب الصغیر ودیعۃ ÷ وتحلیفہ یفتی بہ حیث ینکر + اور ابو یوسف نے تاوان لازم کیا ہے صغیر پر
استہلاک ودیعت مین اور صغیر کی قسم لینے پر فتوی دیا گیا ہے جبکہ وہ منکر ہو یعنی اگر صغیر محجور نے ودیعت تلف کر ڈالی تو ابو یوسف کے نزدیک اُسپر ضمان ہے
اور طرفین کے نزدیک ضمان نہین اور اگر ودیعت خود تلف ہو گئی تو بالاتفاق تاوان نہین اور اگر ماذون ہے قبض ودیعت یا تجارت مین یا مکاتب
ہو اور ودیعت تلف کر ڈالے تو اُسپر اُسکا تاوان ہے اور اگر صغیر ماذون پر کسی چیز کا دعوی ہو اور وہ انکار کرتا ہو تو اُسکی تحلیف مین اختلاف ہے کتاب الماذون
مین مذکور ہے کہ تحلیف پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر شعر ولو باع المحجور او شری ÷ یجوز المولی فما یتغیر + لتوقف التصرف المحجور علی الاجازۃ
اور اگر محجور نے بیع کی یا بیع اور شرا کی اور مولی نے اسکو جائز رکھا تو بیع وغیرہ تغیر پذیر نہین بسبب موقوف ہونے تصرف محجور کے اجازت پر ہم خواہ محجور غلام ہو یا صغیر
عاقل فلو لم یجز بل اذن لہ فی التجارۃ فاجازہا العبد جاز استحسانا ولو لم یاذن لہ فاعتقہ فاجازہا لم یصح اجازتہ سو اگر مولی نے عقود مذکورہ کو جائز نہ رکھا بلکہ محجور کو
تجارت کا اذن دیا سو عبد ماذون نے عقود مذکورہ کو جائز رکھا تو جائز ہے استحسان کی راہ سے اور اگر اُسکو اذن تجارت کا نہ دیا ہو سو اُسکو آزاد کر دیا سو اُسنے عقود
مذکورہ کو جائز رکھا تو اُسکی اجازت صحیح نہین قال فلذا الصبی الممیز مصنف وہبانیہ نے کہا اور یہی حکم ہے صغیر ممیز کا جو بیع اور شرا کرتا ہے قلت ولا یخفی ان ما ہو
ضرر ابتداء فلا یصح باذن ولی الصغیر کالقرض مین کہتا ہون اور یہ بات مخفی نہین کہ جو عقد کہ ابتدا مین احسان بلا بدل ہے وہ مضر ہے تو اُس مضر ولی صغیر کے
اذن سے صحیح نہوگا چنانچہ قرض ہم شرنبلالی نے ذکر کیا کہ منجملہ تصرفات موقوفہ قرض ہے اور قرض مضر محض ہے تو نافذ نہوگا اگرچہ ولی اجازت دے جلبی نے
کہا یہ اعتراض اُسپر ہے جو وہبانیہ مین مذکور نہین اور نہ اُس سے مفہوم ہے واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب الغصب

یہ کتاب ہے غصب کے احکام مین ہو لغۃ اخذ الشیء مالا وغیرہ کالحر علی وجہ التغلب غصب بالفتح فین معجمہ وسکون صاد مہملہ لغت مین عبارت ہے چیز کے لینے سے بطریق
زبردستی کے خواہ وہ چیز مال ہو یا مال نہو چنانچہ شخص آزاد کا پکڑ رکھنا وشرعا ازالۃ ید محقۃ ولو حکما کالمودع لما اخذہ قبل ان یجحدہ اور اصطلاح شرع مین غصب عبارت
ہے قبض محق کے زائل کر دینے سے اگرچہ ازالہ قبض حکمی ہو نہ حقیقی چنانچہ مودع کا انکار کرنا نقل مکان سے پہلے اُس ودیعت کا جسکو اُسنے مالک سے لیا تھا
قبضہ مودع بالفتح کا بعینہ قبضہ ہے مودع بالکسر کا انکار کرنے سے پہلے پھر جب اُسنے ودیعت کا انکار کیا تو مالک کا قبضہ زائل ہو گیا حکما باثبات ید مبطلۃ
غصب عبارت ہے ازالہ مذکورہ سے قبض مبطل کے اثبات کے ساتھ یعنی حقدار کا قبضہ دور کر دینا اور ناحق قبضہ کر لینا یہ حقیقت ہے غصب کی ہم بعضون کے
نزدیک غصب عبارت ہے فقط ازالہ ید محقہ سے نہ اثبات ید مبطلہ سے ولہذا اگر ایک آدمی کے ہاتھ مین چیز تھی اور دوسرا آدمی اُسپر ہاتھ مارے اور موتی دریا مین گر پڑے تو تاوان
لازم ہے حالانکہ اثبات قبض یہان ثابت نہین اور اکثر فقہا کے کلام سے ظاہر ہے کہ ازالہ قبض کے ساتھ اثبات قبض بھی ضرور ہے اور تحقیق یہ ہے کہ غصب دو قسم ہے ایک
غصب وہ جو تاوان کا موجب ہے تو اسمین فقط ازالہ شرط ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو پھیر دینے کا موجب ہے تو اُسمین اثبات قبض بھی شرط ہے واعتبر الثانی فی اثبات
الید فقط والثمرۃ فی الزوائد فثمرۃ بستان مغصوب لا تضمن عندنا خلافا للدرر اور امام شافعی نے غصب کی تعریف مین فقط اثبات قبض کا اعتبار کیا ہے اور

ثمرہ اختلاف کا مغصوب کی زائد چیزون مین توابع مغصوب کا پھل ہمارے نزدیک مضمون نہین برخلاف امام شافعی کے کذا فی الدرر یعنی اگر پھل غاصب
تلف کرڈالے تو اُسپر تاوان ہمارے نزدیک نہین بسبب عدم ازالہ کے اور اُنکے نزدیک تاوان ہے اثبات ید کے سبب سے اور اگر مالک زوائد کو طلب کرے تو بالاجماع
تاوان ہے کذا فی الطحطاوی فی مال فلا تحقق فے میتۃ وحر ازالہ اور اثبات ہو مال مین تو غصب ثابت نہین ہوتا مردار اور شخص آزاد مین اسواسطے کہ وہ
مال نہین متقوم ای مباح شرعا قہستانی فلا تحقق فی خمر مسلم ازالہ اور اثبات ہو مال متقوم مین یعنی جو شریعت مین مباح ہو کذا فی القہستانی تو غصب ثابت نہین ہے تا مسلمان
کی شراب مین اسواسطے کہ شراب مسلمان کے حق مین مباح الاستعمال نہین محترم فلا تحقق فی مال حربی ازالہ اور اثبات ہو مال محترم مین تو غصب ثابت نہین ہے تا کافر حربی کے
مال مین اسواسطے کہ اُسکا مال محترم نہین قابل للنقل فلا تحقق بالعقار خلافا لمحمد مال مذکور قابل ہو نقل کرنے کے تو غصب ثابت نہین ہوتا زمین وغیرہ غیر منقول
مین برخلاف محمدؒ کے ہم غیر وقف مین شیخین کا قول صحیح ہے اور وقف مین محمد کا قول صحیح ہے کذا فی الطحطاوی بغیر اذن مالکہ احترز بہ عن الودیعۃ واعلم ان الموقوف
مضمون بالاتلاف مع انہ لیس بمملوک اصلا صرح بہ فی البدائع فلو قال بلا اذن من لہ الاذن کما فعل ابن کمال لکان اولی ازالہ اور اثبات ہو مال مذکور مین اسکے
مالک کے بلا اذن مصنف نے یہ قید لگا کر ودیعت سے احتراز کیا یعنی ودیعت اور اسی طرح عاریت مین ہر چند ازالہ ید متحقق ہے مال متقوم محترم قابل النقل سے لیکن چونکہ باذن مالک
ہے لہذا غصب داخل نہین اور یہ معلوم کر کہ مال موقوف لازم الضمان ہے تلف کرڈالنے سے باوجودیکہ وہ اصلا کسی کا مملوک نہین تصریح کی ہے اسکی بدائع مین تو اگر مصنف
یون کہتا کہ ازالہ قبض ہو بدون اذن اُس شخص کے جسکو اذن کا اختیار ہے چنانچہ مالک یا متولی وقف جیسا کہ ابن کمال نے کہا ہے تو البتہ خوب ہوتا یعنی اسواسطے
کہ وقف کو بھی غصب شامل ہو جاتا لا لخفیۃ احترز بہ عن السرقۃ وفیہ لابن الکمال کلام ازالہ اور اثبات ہو نہ بطریق خفیہ کے مصنف نے یہ قید لگائی تا سرقہ
نکل جاے غصب سے اور اسمین ابن کمال کا کچھ کلام ہے ہم حاصل کلام ابن کمال یہ ہے کہ سرقہ کا حدود مین داخل ہونا اُسکے داخل ہونے کا غصب مین منافی
نہین ہو سرقہ غصب مین داخل ہے باعتبار اپنی اصل کے اور حدود مین باعتبار بعض خصوصیات کے داخل ہے چنانچہ بیع الفضولی غصب ہے اور حالانکہ کتاب بیوع
مین مذکور ہے بعض خصوصیات کی بیع کے سبب سے اور جسکو یہ نکتہ معلوم نہ ہو اُسنے لا علی سبیل الخفیۃ کی قید لگائی تا سرقہ غصب سے نکل جاے فاستخدام
العبد وتحمیل الدابۃ غصب لازالۃ ید المالک تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھا لادنا غصب ہے بسبب دور کردینے قبض مالک کے یعنی اور
اثبات قبض ناحق کے ہم غلام مشترک سے خدمت لینا بدون اذن شریک کے اسکے غصب ہونے مین اختلاف ہے مگر قول راجح لزوم تاوان کا ہے اور مشترک جانور
پر سوار ہونا بدون شریک کے تاوان کا موجب ہے بالاتفاق چنانچہ قہستانی کے کلام سے نکلتا ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود لا جلوسہ علی البساط لعدم
ازالتہا فلا یضمن بالم یہلک بفعلہ غصب نہین بیٹھنا اُسکا غیر کے فرش پر بسبب زائل کرنے قبض مالک کے تو جالس پر تاوان لازم نہوگا جبتک کہ فرش
تلف نہو جاے اُسکے فعل کے سبب سے ہم اسواسطے کہ فرش بچھانا مالک کا فعل ہے تو فقط جلوس سے اُسکا ازالہ نہین ہوتا بدون نقل اور تحویل کے وکذا لو دخل
دار انسان واخذ متاعا وجحد فہو ضامن وان لم یجحد لہ ولم یجحد لم یضمن بالم یہلک بفعلہ او یخرجہ من الدار خانیۃ اور اسی طرح کا حکم ہے اگر غاصب ایک آدمی کے گھر مین
داخل ہوا اور کچھ اسباب لیا اور منکر ہو گیا تو اُسپر تاوان ہے اور اگر اُسنے اسباب گھر سے باہر نہ نکالا اور اُسکے لینے کا انکار نہ کیا تو تاوان نہین جبتک وہ چیز ہلاک
نہو جاے اُسکے فعل کے سبب سے یا اُسکو گھر سے نکال لیجاے کذا فی الخانیہ یعنی درصورت عدم انکار تاوان نہین مگر اہلاک یا اخراج سے وحکمہ الاثم لمن علم
انہ مال الغیر اور حکم یعنی اثر مترتب غصب کا گناہ ہے اُس شخص کے حق مین جو جانتا ہو کہ مغصوب غیر کا مال ہے ہم غصب کا حرام ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت
ہے قال تعالی ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل حق تعالی نے فرمایا نہ کھاؤ اپنے مالون کو آپس مین ناحق اور حجۃ الوداع کی حدیث مین ثابت ہے کہ تمہارے
خون اور تمہارے مال تمپر حرام ہین جبتک کہ تم اپنے رب سے ملو یعنی قیامت تک ایک شخص کا مال دوسرے پر حرام ہے اور متفق علیہ حدیث مین وارد ہے کہ جو شخص
بالشت بھر زمین غصب کرے گا اُسکی گردن مین حق تعالی سات طبق زمین کا طوق ڈالیگا غصب کے گناہ ہونے مین دانست کی قید اسلیے لگائی کہ نادانی سے

گناہ معاف ہے چنانچہ دوسرے شخص کا مال تلف کرڈالنا اپنا مال جانکر لیکن تاوان علم اور عدم علم دونوں صورتوں میں واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی ورد
العین قائمۃ والغرم ہالکۃ لشبلہ او غیرہ او آفۃ سماویۃ قہستانی اور حکم غصب کا پھیر دینا ہے غصب کی چیز کا اگر وہ قائم اور موجود ہو اور اُسکا تاوان دینا اگر
وہ تلف ہوگئی ہو خواہ اُسکے فعل سے یا غیر کے یا آفت سماوی سے کذا فی القہستانی ھ غاصب نے مغصوب پھیر دیا اور مالک نے نہ لیا سو وہ اپنے گھر لے آیا
اور اُسکے پاس تلف ہوگیا تو اُسپر تاوان نہیں اسواسطے کہ غصب اس صورت میں امانت ہوگیا کذا فی الطحطاوی ولغیر من علم الاخیر ان فلا اثم لانہ خطا
وہو مرفوع بالحدیث اور غصب کا حکم نادانستہ کے حق میں پھیرنے اور تاوان دینے کا ہے تو غاصب ناواقف پر گناہ نہیں اسواسطے کہ یہ خطا اور چوک ہے
اور حالانکہ خطا پر مواخذہ نہیں بموجب حدیث کے المغصوب منہ مخیر فی تضمین الغاصب وغاصب الغاصب الا اذا کان فی الوقف
المغصوب بان غصبہ وقیمتہ اکثر وکان الثانی املأ من الاول فان الضمان علی الثانی کذا فی وقف الخانیۃ مغصوب منہ یعنی جسکا مال غصب
ہوگیا وہ مختار ہے دو چیز میں غصب کرنے والے سے تاوان لینے میں اور غصب کرنے والے کے غاصب سے تاوان لینے میں یعنی چاہے غاصب سے تاوان
لے چاہے غاصب کے غاصب سے مگر جبکہ غصب ثانی وقف مغصوب میں واقع ہو اسطرح پر کہ غاصب ثانی نے غاصب اول سے غصب کیا ہو اور حال یہ کہ
اُسکی قیمت زیادہ تر ہوگئی ہو اور غاصب ثانی سے زیادہ تر مالدار غاصب اول ہے تو البتہ غاصب ثانی پر تاوان واجب ہوگا کذا وقف الخانیۃ ھ اگر
مالک غاصب اول سے تاوان لے تو وہ غاصب ثانی سے بھر لے اور غاصب ثانی سے تاوان لے تو وہ غاصب اول سے تاوان رجوع نہ کرے اور چونکہ عبارت
خانیہ کی موہم ہے لہذا عبارت خانیہ کا ترجمہ نقل کرنا ضرور ہوا وہ یہ ہے کہ ایک مرد نے وقف کی زمین غصب کی اور اُسکی قیمت ہزار درہم تھی پھر دوسرے
شخص نے غاصب سے وہ زمین غصب کر لی اور اب اُسکی قیمت زیادہ ہوگئی دو ہزار درم کے برابر تو وقف کا متولی غاصب ثانی سے تاوان لے اگر وہ مالدار ہو
یہ اسواسطے کہ غاصب ثانی سے تاوان لینا وقف کے واسطے زیادہ تر نافع ہے اور اگر غاصب اول زیادہ تر مالدار ہو تو اول یا ثانی جس سے چاہے تاوان لے
کذا فی الطحطاوی وفی غصبہا غصب عجلا فاستہلکہ ویبس لبن امہ ضمن قیمۃ العجل ونقصان الام اور خانیہ کی کتاب الغصب میں ہے کہ غاصب نے بچھڑا غصب کیا ہو اُسکو
ہلاک کیا اور اُسکی ماں کا دودھ سوکھ گیا تو غاصب تاوان دے بچھڑے کی قیمت کا اور اُسکی ماں کے نقصان کا ھ اسواسطے کہ بچہ کا غصب ماں کے نقصان کا
موجب ہوا اگرچہ غاصب کا فعل اُسکی ماں میں ظاہر نہیں تو یہ ضمان ہے تعدی کا نہ ضمان غصب وفی کراہیتہا من ہدم حائط غیرہ ضمن نقصانہ ولم یومر بعمارتہ الا فی حائط
المسجد اور خانیہ کی کتاب الکراہت میں ہے کہ جسنے غیر شخص کی دیوار ڈھائی تو اُسکے ناقص ہو جانے کا تاوان دے اور اُسکو حکم نہ ہوگا دیوار کے بنانے کا مگر مسجد
کی دیوار میں بنا دینے کا حکم ہوگا ھ قنیہ میں ہے کہ غیر کی دیوار گرائی تو گھر کی قیمت کیجاوے دیواروں کے ساتھ پھر قیمت کیجاوے بدون دیواروں کے تو تاوان دے
مابین قیمتین کے تفاوت کا وفی القنیۃ تصرف فی ملک غیرہ ثم ادعی انہ کان باذنہ فالقول للمالک الا اذا تصرف فی مال امرأتہ فماتت وادعی انہ کان باذنہا
وانکر الوارث فالقول للزوج اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص نے غیر کے ملک میں تصرف کیا پھر دعوی کیا کہ تصرف مالک کے اذن سے تھا تو مالک کا قول مقبول ہوگا
مگر جبکہ اپنی عورت کے مال میں تصرف کیا ہو سو وہ مر گئی اور زوج نے دعوی کیا کہ تصرف اُسکے اذن سے تھا اور وارث اُسکا منکر ہے تو زوج کا قول مقبول ہوگا
ویجب رد عین المغصوب ما لم یتغیر تغیرا فاحشا مجتبی اور غاصب پر واجب ہے پھیر دینا مغصوب کا بعینہ جب تک مغصوب متغیر تغیر فاحش نہ ہو گیا
کذا فی المجتبی ھ جبکہ مغصوب غاصب کے فعل سے اتنا متغیر ہو کہ اُسکا نام اور اُسکا عمدہ فائدہ زائل ہو جاوے تو مغصوب منہ کی ملک اُس سے زائل
ہو جاتی ہے اور غاصب اُسکا مالک ہو جاتا ہے اور تاوان اُسپر لازم ہوتا ہے اور بلا ادا کے عوض غاصب کو اُس سے نفع لینا حلال نہیں اور اگر مغصوب
ناقص ہو گیا تو غاصب پر ضمان نقصان اور پھیر دینا لازم ہوگا اور اگر مغصوب زائد ہو گیا غاصب کے پاس تو مالک کو پھیر لینا زیادت کے ساتھ جائز
ہے کذا فی الطحطاوی مغصوب کا نام زائل ہونا چنانچہ تھان پھاڑ کر قبا یا قمیص سینا یا گیہوں پیس کر روٹی پکانا وفی مکان غصبہ لتفاوت القیم باختلاف الاماکن

پھیر دینا عین مغصوب کا واجب ہے اسکے غصب کرنے کے مکان میں بسبب متفاوت ہونے قیمتوں کے مکانات کے اختلاف سے ویبرا برد ہا ولو بغیر علم
المالک فی البزازیۃ غصب دراہم انسان من کیسہ ثم ردہا فیہ بلا علمہ بری وکذا لو سلمہ الیہ بجہۃ اخری کہبۃ او ایداع او شراء وکذا لو اطعمہ فاکلہ
خلافا للشافعی زیلعی اور غاصب بری الذمہ ہو جاتا ہے عین مغصوب کے پھیر دینے سے اگرچہ پھیرنا مالک کی نادانستگی سے ہو بزازیہ میں ہے کہ غاصب نے
کسی آدمی کے دراہم اسکی تھیلی سے غصب کیے پھر انکو اسمین رکھ دیا بلا علم مالک کے تو غاصب بری الذمہ ہو گیا اور اسی طرح اگر مغصوب نے سپرد کر دیا
مالک کو دوسری جہت سے چنانچہ بطریق ہبہ یا ودیعت رکھنے یا بیچنے کے اور اسی طرح اگر مغصوب مطعوم ہے اور غاصب مالک کو کھلادے اور مالک اسکو
کھا وے تو بری الذمہ ہوگا برخلاف امام شافعی کے مطعوم میں کذا فی الزیلعی ویجب رد مثلہ ان ہلک وہو مثلی یا واجب ہے پھیر دینا مثل مغصوب کا
اگر وہ ہلاک ہو جاوے اور حالانکہ وہ مثلی ہے یعنی کیلی یا وزنی چیز ہے وان انقطع المثل بان لا یوجد فی السوق الذی یباع فیہ وان کان یوجد فی البیوت
ابن کمال فقیمتہ یوم الخصومۃ ای وقت القضاء وعند ابی یوسف رح یوم الغصب وعند محمد رح یوم الانقطاع ورجحا قہستانی اور اگر مثلی کا مثل منقطع ہو جاوے
اسطرح پر کہ وہ پایا نجاوے اس بازار میں جسمیں وہ بیچا جاتا ہے اگرچہ لوگوں کے گھروں میں موجود ہو کذا ذکرہ ابن کمال تو اسکی قیمت خصومت کے دن کی
یعنی جسوقت حاکم کا حکم ہو اسوقت کی دینا واجب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک غصب کے دن کی قیمت واجب ہے اور محمد کے نزدیک یوم الانقطاع کی
قیمت واجب ہے اور قول ثانی اور ثالث کی ترجیح دی گئی کذا فی القہستانی م خزانہ میں عام کے قول کو اصح کہا ہے اور تحفہ میں اسکو صحیح کہا ہے اور نہایہ میں
ابو یوسف کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرۃ الفتاوی میں محمد کے قول کو مفتی بہ کہا ہے کذا فی الطحطاوی ویجب القیمۃ فی القیمی یوم غصبہ اجماعا اور
والی چیز میں غصب کے دن کی قیمت واجب ہے باتفاق امام اور صاحبین کے م بحر زاخر میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا کپڑا ضائع کیا پھر وہ اسکی قیمت واپس لایا مالک نے
کہا کہ میں قیمت نہیں چاہتا ہوں اور میں تجکو معاف کرتا ہوں تو غاصب حاکم سے نالش کرے تاکہ وہ قبول کرنے پر جبر کرے اور اگر نالش نہ کرے لیکن قیمت اسکی
گود میں رکھدے یا اسکے دونوں ہاتھوں میں تو وہ بری الذمہ ہو جائیگا اور اگر اسکے سامنے رکھدیگا تو بری الذمہ نہوگا اور ودیعت اور عین غصب کے سامنے
رکھدینے سے بری الذمہ ہو جاویگا کذا فی الطحطاوی والمثلی المخلوط بخلاف جنسہ کبر مخلوط بشعیر وشیرج مخلوط بزیت ونحو ذلک کہ من تجنیس قیمتی فتجب قیمتہ یوم غصبہ
اور جو مثلی چیز اپنے خلاف جنس سے مل گئی ہو جیسے گیہوں مخلوط جو کے ساتھ اور تلوں کا تیل زیتون کے تیل کے ساتھ اور مانند اسکے چنانچہ تخم تیل کے ساتھ مخلوط ہو
تو وہ قیمت والی چیز ہے مثلی باقی نہ رہی تو اسکے غصب میں اسکے غصب کے دن کی قیمت واجب ہوگی م فتاوی رشید الدین میں ہے کہ دو وزنی چیزیں جب
ملجاویں اسطرح کہ جدا نہ ہو سکیں وہ مثلی نہیں رہتی ہیں قیمت والی ہو جاتی ہیں کذا فی الطحطاوی وکذا کل موزون یختلف بالصنعۃ کقمقم وقدر درر وفیں کرہ فی کرم
اور اسی طرح قیمت والا ہو جاتا ہے ہر موزون جو صنعت اور کاریگری سے مختلف ہو چنانچہ آفتابہ اور دیگ کذا فی الدرر چنانچہ شیرہ ترکھجور کا کذا فی جواہر الفتاوی
زاد المصنف ورب وقطر لان کلا منہما یتفاوت بالصنعۃ ولا یصح السلم فیہا ولا تثبت دینا فی الذمۃ مصنف نے اپنی شرح میں اتنا زیادہ کہا ہے اور چنانچہ رب یعنی
عصارہ ثمرات کا اور قطر یعنی ٹپکائی چیز قیمت والی اسواسطے کہ ہر ایک انمیں سے صنعت سے مختلف اور متفاوت ہوتا ہے اور بیع سلم انمیں صحیح نہیں اور وہ دین ہوکر
ذمہ پر ثابت نہیں ہے تام یعنی متفاوت القیمۃ ہونا اور بیع سلم کا انمیں جائز نہونا یہ دلیل ہے کہ مثلی ہے قلت وفی الذخیرۃ والمجتبی قیمی فی الضمان مثلی فی غیرہ کالسلم میں
کہتا ہوں اور ذخیرہ میں ہے اور پنیر قیمتی ہے تاوان میں اور مثلی ہے سوا تاوان کے چنانچہ سلم میں وفی المجتبی السویق قیمی لتفاوتہ بالقلی وقیل مثلی اور مجتبی میں ہے کہ ستو
قیمتی ہے بسبب متفاوت ہونے ستو کے بھوننے سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ وہ مثلی ہے وفی الاشباہ الفحم واللحم ولو نیا والآجر قیمی اور اشباہ میں ہے کہ کوئلا اور
گوشت اگرچہ کچا ہو اور پختہ اینٹ قیمتی ہے مثلی وفی حاشیتہا لابن المصنف ہنا وفیما یجلب التبسر معزیا للفصولین وغیرہ وکذا الصابون والسرقین والورق والابر
والعصفر والصرم والجلد والدہن المتنجس وکذا التحفۃ وکل مکیل او موزون متشرف علی الہلاک یضمن بالقیمۃ فی ذلک الوقت کسفینۃ موقورۃ اخذت فی الغرق والقی الملاح

ا فیما من بکیل وموزون لضمن قیمتہا ساعۃ کما فی المجتبی اور فرزند مصنف نے حاشیہ اشباہ میں بیان درجلب تیسیر کے قاعدہ میں فصولین وغیرہ کی طرف منسوب
کرکے وارد کی اور اسی طرح صابون اور ریاس اور ورق یعنی درخت کی پتیاں اور سریان اور ریشم اور کچا چمڑا اور پکا چمڑا اور ناپاک تیل اور اسی طرح مٹی بھر کیلی اور
وزنی چیز درجو کیلی اور موزون کہ قریب الہلاک ہو اسکی وہ قیمت لازم الضمان ہے جو تلف ہونے کے وقت اسکی قیمت ہو چنانچہ گرانبارکشتی جب ڈوبنے لگے
اور اسوقت ملاح نے جو کیلی چیز اور وزنی چیز اسمین تھی گرادی تو اس ساعت کی قیمت کا تاوان لیا جاوے گا کذا فی المجتبی م ورق سے یہاں کاغذ
مراد نہین اسواسطے کہ کاغذ مثلی ہے کذا فی العالمگیریۃ وفی الصیرفیۃ صب ماء فی حنطۃ فافسدہا وزاد فی کیلہا ضمن قیمتہا قبل صبہ للماء لا مثلہا نہرہ
اولم ینقلہا فلو نقلہا لمکان ضمن المثل لانہ غصبہ وہو مثلی بخلاف ما لو صب الماء فی الموضع الذی فیہ الحنطۃ بغیر نقل انتہی والحاصل کما فی الدرر وغیرہا ان
کل ما یوجد لہ مثل فی الاسواق بلا تفاوت یعتد بہ فہو مثلی والا فلیس کذلک قیمی فلیحفظ اور صیرفیہ میں ہے کہ ایک شخص نے پانی ڈالدیا گیہوں میں سو اسکو بگاڑدیا اور
اسکے کیل میں زیادت ہو گئی بھیگنے سے تو وہ شخص تاوان دے اس قیمت کا جو پانی ڈالنے سے پہلے اسکی قیمت تھی یہ اس صورت میں ہے جبکہ اسنے گیہوں کو نہ اٹھایا ہو
اور اگر دوسرے مکان کی طرف اٹھالے گیا اور پھر پانی ڈالا ہو تو ضمان مثل لازم ہوگا اسواسطے کہ اسنے اسکو غصب کیا اور حالانکہ وہ اسوقت مثلی تھا بخلاف
اس صورت کے کہ اگر پانی ڈالا اسی مکان میں جہان گیہوں تھے بغیر نقل کے انتہی ما فی الصیرفیہ اور حاصل کلام اور خلاصہ مقام درر وغیرہ کے موافق یہ ہے کہ جس چیز
کا مثل اور مانند بازارون میں بلا تفاوت قابل شمار پایا جاوے تو وہ چیز مثلی ہے اور جو ایسا نہ ہو یعنی جسمین تغیر فاحش اور تفاوت معتد بہ ہے وہ قیمت والی
چیز ہے تو اس قاعدے کو یاد رکھنا چاہیے فان ادعی ہلاکہ مرتبط بوجوب رد العین لانہ الموجب الاصلی ورد المثل والقیمۃ مخلص علی الراجح حبس حتی یعلم الحاکم
انہ لو بقی لظہر ای لاظہرہ ثم قضی الحاکم علیہ البدل من مثل وقیمۃ پھر اگر غاصب مغصوب کے تلف ہو جانے کا دعوی کرے تو وہ محبوس کیا جاوے یہانتک
کہ حاکم یہ معلوم کر جاوے کہ اگر مغصوب باقی رہا ہوتا تو البتہ ظاہر ہوتا یعنی غاصب اسکو ظاہر کردیتا پھر حاکم اسپر عوض دینے کا حکم کرے مثل اور قیمت سے یعنی اگر
مغصوب مثلی ہو تو مثل دلاوے اور اگر قیمتی ہو تو قیمت دلاوے شارح نے کہا دعوائے ہلاکت وجوب رد عین سے مربوط ہے (متعلق ۱۲) اسواسطے کہ رد عین موجب
اصلی ہے اور رد مثل اور قیمت مخلص ہے قول راجح پر یعنی جبکہ رد عین متعذر ہو اسوقت رد مثل یا رد قیمت کی طرف احتیاج ہوگی ولو ادعی الغاصب
الہلاک عند صاحبہ بعد الرد وعکس المالک ای ادعی الہلاک عند الغاصب واقاما البرہان فبرہان الغاصب انہ ردہ وہلک عند المالک
اولی خلافا للثانی ملتقی اور اگر غاصب نے دعوی کیا مغصوب کے تلف ہو جانے کا اسکے مالک کے پاس پھیر دینے کے بعد اور مالک نے بالعکس دعوی کیا یعنی
اسکے تلف ہو جانے کا غاصب کے پاس دعوی کیا اور دونوں نے گواہ قائم کیے تو غاصب کی یہ گواہی کہ اسنے مغصوب کو پھیر دیا اور وہ مالک کے پاس
ہلاک ہو گیا مقدم ہے مالک کی گواہی پر برخلاف ابو یوسف کے کہ انکے نزدیک مالک کے گواہ مقدم ہین کذا فی الملتقی ولو اختلفا فی القیمۃ وبرہنا فالبینۃ للمالک و
سیجیئ اور اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت میں اختلاف کیا اور دونون گواہ لائے اپنے دعوی پر تو مالک کے گواہ مقدم ہین اور اسکا بیان آگے آویگا
او فی نفس المغصوب فالقول للغاصب اور اگر دونون نے ذات مغصوب مین اختلاف کیا یعنی غاصب کہتا ہو کہ مغصوب یہی چیز ہے اور مالک کہتا ہو کہ یہ نہین ہے
غاصب ہی کا قول مقبول ہوگا یعنی ہو اسطے کہ وہ قابض ہے والغصب انما یتحقق فیما ینقل فلو اخذ عقارا وہلک فی یدہ بآفۃ سماویۃ کغلبۃ سیل لم یضمن خلافا
لمحمد والقول قالت الثلثۃ وبہ یفتی فی الوقف ذکرہ العینی اور غصب ثابت ہوتا ہے مال منقول میں سو اگر ایک شخص نے مال غیر منقول جیسا کہ زمین یا گھر اور درخت
کسی کا لیا اور اسکے ہاتھ میں آسمانی آفت سے تلف ہو گیا چنانچہ سیلاب کے غلبہ سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا تو غاصب پر ضمان نہیں شیخین کے نزدیک برخلاف
محمد کے کہ انکے نزدیک غیر منقول کے غصب میں بھی تاوان ہے اور یہی قول ہے آئمہ ثلثہ کا اور محمد کے قول پر فتوی ہے وقف میں علامہ عینی نے اسکو ذکر کیا ہے وذکر
ظہیر الدین فی فتاویہ الفتوی فی غصب العقار والدور الموقوفۃ بالضمان ای ان الفتوی فی غصب منافع الوقف بالضمان اور ظہیر الدین نے اپنے فتاوی میں مذکور

لیا ہی کہ موقوف غیر منقول اور موقوفہ گھرون کے غصب مین لزوم تاوان کا فتوی ہی اور منافع وقف کے غصب مین لزوم ضمان کا فتوی ہی ہم طحطاوی نے
کہا کہ لفظ موقوفہ عقار اور دور دونون کی طرف راجع ہی وفی فوائد صاحب المحیط اشتری دارا وسکنہا ثم ظہر انہا وقف او کانت للصغیر لزمہ اجر المثل صیانۃ لمال الوقف
والصغیر اور صاحب محیط کے فوائد مین ہی کہ ایک شخص نے گھر مول لیا اور اسمین رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر وقف تھا یا کہ وہ صغیر کا مملوک تھا تو مشتری پر اجرت
مثل لازم ہوگی مال وقف اور مال صغیر کی حفاظت کیواسطے وفی اجارۃ القیض انما لا یتحقق الغصب عندہما فی العقار فی حکم الضمان اما فیما وراء ذلک فیتحقق الا تری انہ
یتحقق فی الرد فکذا فی الاستحقاق الاجرۃ انتہی فلیحفظ اور قیض کی کتاب الاجارہ مین ہی کہ غصب شیخین کے نزدیک ثابت نہین ہوتا غیر منقول مین فقط تاوان
دینے کے حکم مین اور لزوم تاوان کے ماسوا مین تو غصب شیخین کے نزدیک بھی متحقق ہی کیا تو نہین جانتا ہی کہ غصب متحقق ہی پھیر دینے مین یعنی مغصوب غیر منقول کا
پھیر دینا شیخین کے نزدیک بھی واجب ہی سو اسی طرح استحقاق اجرت مین بھی غصب ثابت ہی یعنی اگر غاصب عقار مین سکونت کرے تو کرایہ اسپر لازم ہوگا اگر
وقف اور مال صغیر ہو انتہی ما فی القیض تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قیل قائلہ الاسروشنی وعماد الدین فی فصولیہما والاصح انہ ای العقار یضمن بالبیع
والتسلیم قول ضعیف یہ ہی کہ عقار یعنی غیر منقول مضمون ہی بیع اور تسلیم سے قائل اس قول ضعیف کا استروشنی و عماد الدین ہی دونون نے یہ قول اپنی
فصول مین کہا ہی وکذا بالجحود فی العقار الودیعۃ اور اسی طرح ضمان لازم ہی غیر منقول ودیعت کے انکار کرنے سے یعنی اگر غیر منقول ودیعت ہو ایک شخص کے
پاس پھر وہ ودیعت کا انکار کرے تو اسپر بالاتفاق تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح وبالرجوع عن الشہادۃ بعد القضاء اور اسی طرح تاوان لازم ہی گواہی
کے پھر جانے سے قاضی کے حکم کر دینے کے بعد ہم صورت اسکی یہ ہی کہ دو شاہدون نے ایک شخص پر گواہی دی کہ جو گھر اسکے پاس ہی وہ فلانے شخص کا ہی سو قاضی نے
وہ گھر دوسرے کو دلا دیا پھر شاہدون نے کہا کہ ہماری گواہی غلط تھی تو گھر کا تاوان شاہدون پر لازم ہوگا زیلعی نے کہا کہ یہ ضمان اتلاف ہی نہ ضمان غصب و
فی الاشباہ العقار لا یضمن الا فی مسائل وعد ہذہ الثلثۃ اور اشباہ مین ہی کہ غیر منقول مین تاوان نہین مگر چند مسائل مین تاوان ہی اور انہین تینون مسئلون
کو شمار کیا ہی یعنی بیع مع التسلیم اور انکار ودیعت اور رجوع عن الشہادۃ واذا نقص العقار بسکناہ وزراعتہ ضمن النقصان بالاجماع اور جبکہ غاصب
ناقص کر دے غیر منقول کو اپنی سکونت اور کاشتکاری سے تو نقصان کا تاوان دے بالاتفاق ہم نقصان کی تفسیر مین اختلاف ہی قول صواب اور مفتی بہ یہ ہی کہ
اسمین خریداری کا اعتبار ہی یعنی تامل کرنا چاہیے کہ گھر یا زمین کی کیا قیمت ہی قبل استعمال کے اور کیا قیمت ہی بعد استعمال کے تو جسقدر دونون قیمتون مین تفاوت ہو
وہی نقصان ہی فیعطی ما زاد البذر وصححہ فی المجتبی پھر مغصوب منہ غاصب کو اسقدر دے جسقدر بیج نے اسکی مالیت زیادہ کر دی اور تصحیح کی ہی اس قول کی مجتبی مین ہم یہ مسئلہ
ظاہرا مرتبط معلوم ہوتا ہی ما قبل سے حالانکہ ایسا نہین ہی بلکہ یہ جداگانہ مسئلہ ہی زیادت تخم کی یہ صورت ہی کہ کھیت کی قیمت کیجاوے تخم ریزی کے ساتھ اور تخم سے مطلق
تخم مراد نہین بلکہ وہ تخم جسکے درخت کو مالک اکھاڑ سکتا ہی پھر اسی کھیت کی قیمت بدون تخم کیجاوے تو جسقدر دونون مین تفاوت ہو اسقدر مالک غاصب کو دے
اور اپنی زمین اس سے نکال دے کذا فی الطحطاوی وعن الثانی مثل بذرہ اور ابو یوسف سے یہ روایت ہی کہ غاصب کے تخم کی قیمت مثلی دے یعنی جسقدر مالیت کی تخم ہو وہ دے
بلا اعتبار حق قلع وفی الصیرفیۃ ہو المختار اور صیرفیہ مین ہی کہ ابو یوسف کا قول مختار ہی ولو نبت اقلعہ وتمامہ فی المجتبی اور اگر غاصب کا تخم جما تو مالک کو اسکا اکھاڑ ڈالنا
بنا ہی اور پورا اسکا بیان مجتبی مین ہی ہم مجتبی مین ہی کہ غاصب نے غیر کی زمین مین زراعت کی اور کھیت جما تو مالک کو اختیار ہی کہ غاصب کو اسکے اکھاڑ ڈالنے کا امر کرے اگر وہ نہ اکھاڑے
تو وہ آپ اکھاڑ ڈالے اور جمنے سے پہلے مالک مختار ہی چاہے رہنے دے یہان تک کہ کھیت جمے پھر اکھاڑنے کا امر کرے اور چاہے بقدر زیادت تخم غاصب کو
دے کذا فی الطحطاوی کما یضمن اتفاقا فی النقلی بالنقص بفعلہ کما فی قطع الاشجار جیسے کہ مغصوب منقول مین بالاتفاق اس قدر تاوان لازم ہی جتنا
ناقص ہو گیا ہی غاصب کے فعل سے چنانچہ بالاتفاق قطع اشجار مین ضمان لازم ہی ہم منقول مغصوب کے نقصان مین مطلقا ضمان لازم ہی خواہ غاصب کے فعل سے نقصان
ہوا ہو یا بغیر اسکے فعل کے چنانچہ شرح مسکین مین مصرح ہی تو شارح کی تقلید غیر مناسب ہی کذا فی الطحطاوی ولو قطعہا رجل اخر او ہدم البناء ضمنہ لا الغا

اور اگر اشجار کو دوسرے شخص نے قطع کیا یا عمارت کو ڈھایا تو قاطع یا ہادم تاوان دے نہ غاصب کما لو غصب عبدا فاجرہ فنقص فی مدۃ الاجارۃ بالاستعمال وہذا ساقط من نسخ الشرح لدخولہ تحت قولہ فیما نقصہ لنقصان لازم ہے اگر غاصب نے غلام غصب کیا اور اسکو اجارہ میں دیا پھر غلام میں کچھ نقصان عارض ہو گیا اجارہ کی مدت میں استعمال کے سبب سے شارح نے کہا اور یہ قول مصنف کی شرح کے نسخوں میں سے ساقط ہے بسبب داخل ہونے اس مضمون کے مصنف کے قول آیندہ میں ہم طحطاوی نے کہا یہ مضمون قول آیندہ میں داخل نہیں اسواسطے کہ تصدق غلہ ضمان نقصان کے مغائر ہے وان استغلہ فنقصہ الاستغلال او اجرہ المستعار ونقص ضمن النقصان وتصدق بما بقی من الغلۃ والاجرۃ خلافا لابی یوسف کذا فی الملتقی اور اگر مغصوب کرایہ میں دیا سو اسکو نقصان عارض ہوا کرایہ دینے سے یا عاریت کی چیز اجارہ دی اور اسکو نقصان عارض ہوا اجارہ سے تو ضمان نقصان کا دے اور جو باقی رہے ضمان کے بعد کرایہ اور اجرت سے اسکو خیرات کرے بخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے نزدیک تصدق واجب نہیں کذا فی الملتقی لکن نقل المصنف عن البزازیۃ ان الغنی یتصدق بکل الغلۃ فی الصحیح لیکن مصنف نے اپنی شرح میں بزازیہ سے یہ نقل کیا کہ غاصب تونگر سب غلہ خیرات کرے صحیح قول میں ہم خلاصہ بزازیہ کے کلام کا یہ ہے کہ بعد ہلاک عین مغصوب اگر غاصب غنی ہے تو ادائے ضمان غلہ سے جائز نہیں بلکہ سب غلہ تصدق کرے اور اگر غاصب فقیر ہے تو ادائے ضمان غلہ سے درست ہے اور باقی کو خیرات کرے کذا فی الطحطاوی کما لو تصرف فی المغصوب والودیعۃ بان باع وربح فیہ اذا کان ذلک متعینا بالاشارۃ چنانچہ اگر مغصوب یا ودیعت میں تصرف کرے اسطرح پر کہ اسکو بیچ ڈالے اور اسمیں نفع حاصل ہو تو منفعت کو خیرات کرے جبکہ مال مغصوب یا ودیعت اشارہ کرنے سے متعین ہو جو متعین ہونے کی یہ صورت ہے کہ مغصوب عروض یعنی از قسم اسباب کے ہو نہ درہم اور دینار او بالشراء بدراہم الودیعۃ او الغصب ونقدھا یا متعین ہو خریدنے بواسطہ دراہم ودیعت یا غصب کے اور انہیں دراہم کے ادا کرنے سے ہم طحطاوی نے کہا مختصر اور واضح تر یوں کہنا تھا اذا کان متعینا او غیر متعین ونقدھا یعنی بیع اور شراء مغصوب کی منفعت کا تصدق واجب ہے خواہ وہ متعین بالاشارہ ہو خواہ غیر متعین ہو مگر ادائے ثمن مغصوب کے دراہم سے کرے یعنی یتصدق بربح حصل فیہما اذا کانا مما یتعین بالاشارۃ یعنی تصدق کرے اس منفعت کو جو حاصل ہوئی ہے غصب یا ودیعت کے تصرف میں جبکہ دونوں اس قسم سے ہوں کہ اشارہ کرنے سے متعین ہو جاتے ہوں وان کانا مما لا یتعین فعلی اربعۃ اوجہ فان اشار الیہا ونقدھا فکذلک یتصدق اور اگر مغصوب اور ودیعت اس قسم سے ہوں کہ متعین نہ ہوتے ہوں چنانچہ دراہم تو چار صورتوں میں ہے سو اگر دراہم کی طرف اشارہ کیا اور انہیں کو ثمن میں ادا کیا تو اسی متعین کے مانند منفعت کو تصدق کرے وان اشار الیہا ونقد غیرہا او اشار الی غیرہا ونقدھا او اطلق ولم یشر ونقدھا لا یتصدق فی الصور الثلث عند الکرخی قیل وبہ یفتی والمختار انہ لا یحل مطلقا کذا فی الملتقی ولو بعد الضمان ہو الصحیح کما فی فتاوی النوازل اور اگر دراہم غصب کی طرف اشارہ کیا اور انکے سوا اور دراہم ادا کیے یا اشارہ کیا انکے غیر کی طرف اور غصب کے دراہم دیے یا مطلق دراہم مذکور کیے اور اشارہ کسی طرف نہ کیا اور غصب کے دراہم دیے تو ان تینوں صورتوں میں منفعت تصدق نہ کرے کرخی کے نزدیک بعضوں نے کہا اسی قول پر فتوی دیا ہے اور مختار قول یہ ہے کہ نفع مطلقا حلال نہیں کذا فی الملتقی اگرچہ ضمان دینے کے بعد ہو یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوی نوازل میں مذکور ہے واختار بعضہم الفتوی علی قول الکرخی فی زماننا لکثرۃ الحرام وہذا کلہ علی قولہما وعند ابی یوسف رح لا یتصدق بشیء منہ کما لو اختلف الجنس ذکرہ الزیلعی فلیحفظ اور بعضے فقیہوں نے کرخی کے قول کا فتوی مختار جانا ہے ہمارے اس زمانے میں بسبب کثرت حرام کے اور یہ تمام مذکور طرفین کے قول پر مبنی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک منفعت غصب سے کچھ بھی تصدق نہ کرے چنانچہ اگر جنس مختلف ہو تو بالاتفاق تصدق لازم نہیں زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے م یعنی اگر ضمان اور بدل مضمون مختلف الجنس ہوں اسطرح کہ تاوان میں دراہم دیے ہوں اور غاصب کے ہاتھ پر بدل مضمون طعام یا عروض ہو تو بالاتفاق تصدق اسپر واجب نہیں ہے اسواسطے کہ منفعت تو ظاہر ہوتی ہے اتحاد جنس کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا فان غصب وغیر المغصوب فزال اسمہ واعظم منافعہ ای اکثر مقاصدہ پھر غاصب نے غصب کیا اور مغصوب کو متغیر کر دیا سو اسکا

نام اور اعظم منافع یعنی اُسکے اکثر مقاصد زائل ہوگئے مع زوال اسم کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکری غصب کرکے ذبح کر ڈالی تو مالک ضمان قیمت اور ضمان
نقصان میں مختار ہی اسواسطے کہ فقط ذبح سے نام زائل نہیں ہوا کیونکہ اُسکو حلال بکری بولتے ہیں احتراز عن دراہم سبکہا بلاضرب فانہ دان ال اسمہ
لکن یبقی اعظم منافعہ ولہذا لاینقطع حق المالک عنہ کما فی المحیط وغیرہ فلم یکن زوال الاسم مغنیا عن اعظم منافعہ کما ظنہ ملاخسرو وغیرہ شارح نے کہا اعظم منافع
کی قید اُن دراہم سے احتراز ہی جنکو غاصب نے پگھلایا بلاضرب سکہ تو اگرچہ درم کا نام زائل ہوگیا لیکن اُسکا اعظم منافع باقی ہی یعنی ثمن ہونا اور آرایش اور
اسی واسطے مالک کا درہم مسبوک یعنی ڈھلی ہوئی منقطع نہیں ہوتا چنانچہ محیط وغیرہ میں ہی تو زوال اسم اعظم منافع کی قید سے مغنی نہوا جیسا کہ صاحب درر ملاخسرو وغیرہ
نے گمان کیا ہی مع اعظم منافع کی مثال مثلاً گیہوں کو غصب کرنا اور پیس ڈالنا ہو اسلیئے کہ مسلم گیہوں سے جو مقاصد متعلق تھے چنانچہ انکا بونا اور ہریسہ پکانا وغیرہ
سے فوت ہوگئے کذا فی المنح او اختلط المغصوب بملک الغاصب بحیث یمتنع امتیازہ کاختلاط برہ ببرہ او یمکن بحرج کبر بشعیر ضمنہ وملکہ بلا حل انتفاع
قبل اداء ضمانہ ای رضی مالکہ باداء او ابراء او تضمین قاض یا رل مل گیا مغصوب غاصب کی ملک سے اسطرح پر کہ اُسکا جدا کرنا ممتنع ہو چنانچہ مالک کے
گیہوں کا ملجانا غاصب کے گیہوں سے یا جدا کرنا حرج اور مشقت سے ممکن ہو جیسے گیہوں کا اختلاط جو سے تو ان تینوں صورتوں میں غاصب تاوان اُسکا دے اور اُسکا
مالک ہوجاویگا بلا حلت انتفاع قبل ادا کرنے اُسکے تاوان کے آداے ضمان سے رضاے مالک مراد ہی خواہ رضا اداے ضمان سے ہو یا مالک کے معاف کردینے
سے ہو یا قاضی کے تاوان لینے سے ہو مع تو اگر مالک غائب ہو یا حاضر ہو مگر تاوان لینے سے راضی ہو تو غاصب کو اُسکا کھانا یا غیر کو کھلانا تا ادائے ضمان قیمت
جائز نہیں والقیاس حلہ وہو روایۃ فلو غصب طعاما فمضغہ حتی صار مستہلکا یتبعلہ حلالا فی روایۃ وحراما علی المعتمد حسما لمادۃ الفساد اور قیاس یہ ہی کہ زوال اسم اور اختلاط
سے مغصوب بلا رضاے مالک حلال ہو اور وہ روایت بھی ہی کہ طعام اگر غصب کیا سو اُسکو چبایا یہاں تک کہ وہ مستہلک ہوگیا تو اُسکو حلال نکلے گا بموجب روایت
قیاسی کے اور حرام نکلے گا بنا بر استحسان معتمد کے تاکہ مادۂ فساد مٹ جاے مع وجہ استحسان یہ ہی کہ اگر قبل رضاے مالک انتفاع حلال ہو تو غصب کا دروازہ کھلتا ہی
اور حرام ہونے سے استیصال مادۂ غصب ہی کذبح شاۃ التنوین بدل الاضافۃ ای شاۃ غیر ذکرہ ابن سلطان چنانچہ شاۃ یعنی دنبہ ذبح کرنا شارح نے کہا شاۃ
کی تنوین اضافت کے عوض ہی یعنی اپنے غیر کا دنبہ ذبح کرنا ابن سلطان نے یہ ذکر کیا ہی وطبخہا وشیہا وطحن بر او زرعہ وجعل حدید اسیفا وصفر آنیۃ چنانچہ غیر کا
دنبہ ذبح کرنا اور اُسکا پکانا اور بریان کرنا اور گیہوں کا پیسنا یا اُسکا کھیت میں بونا اور لوہے کی تلوار بنانا اور پیتل سے برتن بنانا مع یہ مثالیں ہیں تغیر مغصوب
کی مع زوال اسم والبناء علی ساجۃ بالجیم خشبۃ عظیمۃ تنبت بالہند وقیمتہ ای البناء اکثر منہا ای من قیمۃ الساجۃ یملکہ البانی بالقیمۃ اور چنانچہ عمارت بنانا ساگون کے
لٹھے پر اور حالانکہ قیمت عمارت کی زیادہ تر ہی ساگون کی قیمت سے مالک ساگون ہوگا عمارت بنانے والا اُسکی قیمت دیکر شارح نے کہا ساج بحرف
جیم لکڑی عظیم الجثہ ہی ہندوستان میں پیدا ہوتی ہی یعنی ساگون مع یہ مثال ہی اختلاط ملک غاصب کی جسکی امتیاز حرج کے ساتھ ممکن ہی وکذا لو غصب ارضا
فبنی علیہا او غرس او ابتلعت دجاجۃ لؤلؤۃ او ادخل البقر راسہ فی قدر او اودع فصیلا فکبر فی بیت المودع ولم یمکن اخراجہ الا بہدم الجدار وسقط دینارہ فی
محبرۃ غیرہ ولم یمکن اخراجہ الا بکسرہا وجود ذلک یضمن صاحب الاکثر قیمۃ الاقل والاصل ان الضرر الاشد یزال بالاخف کما فی نہرہ القاعدۃ من الاشباہ اور
اسی طرح اگر زمین غصب کی پھر اُسپر عمارت بنائی یا درخت لگائے یا مرغی موتی نگل گئی یا بیل نے اپنا سر دیگ میں ڈالدیا یا بوتا ودیعت رکھا سو مودع کی کوٹھری
میں جوان اونٹ ہوگیا اور اُسکا نکالنا ممکن نہو مگر دیوار ڈھا کر یا ایک شخص کی اشرفی دوسرے کی دوات میں گر پڑی اور اُسکا نکالنا متصور نہیں مگر
دوات توڑ کر اور مانند اُسکے اور مثالیں تو ضمان دے اکثر قیمت کا مالک کمتر قیمت والے کو یعنی درصورت اختلاط ملکین جسکے مال کی زیادہ قیمت ہو وہ کمتر
قیمت والے کو ضمان دے کر اُسکا مالک ہو اور قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہی کہ سخت تر ضرر سبکتر ضرر سے مٹایا جاتا ہی چنانچہ اشباہ کے اسی قاعدہ یعنی الضرر الاشد
یزال بالاخف میں یہ سب کچھ مذکور ہی مع قال ولو ابتلع لؤلؤۃ فمات لا یشق بطنہ لان حرمۃ الآدمی اعظم من حرمۃ المال وقیمتہا فی ترکتہ وجوزہ الشافعیۃ قیاسا علی

الشق لاخراج الولد قلت وقدمنا فی الجنائز عن الفتح انه یشق ایضا خلافا وفی تنویر البصائر انه الاصح فلیحفظ پھر صاحب اشباہ نے کہا اور اگر انسان موتی نگل گیا پھر مرگیا تو اسکا پیٹ چیرا نجاویگا موتی نکالنے کے واسطے اس لیے کہ آدمی کی عزت مال کی عزت سے عظیم تر ہے اور قیمت اس موتی کی اس شخص کے متروکہ سے متعلق ہوگی اور شافعیوں نے موتی نکالنے کے واسطے پیٹ چیرنا جائز رکھا ہے لڑکا نکالنے کے چیرنے پر قیاس کرکے شارح نے کہا میں کہتا ہوں اور ہم باب الجنائز میں فتح القدیر سے پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ موتی کے واسطے بھی پیٹ چیرا جائیگا تو اب شافعیہ اور حنفیہ میں کچھ خلاف باقی نہ رہا اور تنویر البصائر میں ہے کہ موتی نکالنے کے واسطے پیٹ چیرنا صحیح تر قول ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے بقی لو کانت قیمۃ الساحۃ والبناء سواء فان اصطلحا علی شیء جاز وان تشاحا باعا البناء علیهما وقسم الثمن بینهما علی قدرهما لهما شرنبلالیه عن البزازیه باقی رہی یہ صورت کہ اگر ساگون اور عمارت کی قیمت برابر ہو تو اگر غاصب اور مالک کسی چیز پر صلح کرلیں تو جائز ہے اور اگر نزاع کریں تو وہ عمارت ساگون کے ساتھ علی رغم المتخاصمین بیع ہو اور اسکا ثمن دونوں شخصوں پر بانٹا جاوے بقدر انکی مالیت کے کذا فی شرنبلالیه عن البزازیه بقی لو اراد الغاصب نقض البناء ورد الساحۃ هل له ذلک ان قضی علیه بالقیمۃ لا وقبله نعم لان فیه تضییع المال بلا فائدة وتمامه فی المجتبی باقی رہ گئی یہ صورت کہ اگر غاصب نے عمارت توڑی اور ساگون پھیر دینے کا ارادہ کیا تو کیا یہ درست ہے یا نہیں سو اگر غاصب پر قیمت دینے ساگون کا حاکم نے حکم دیا ہو تو عمارت توڑنا حلال نہیں اور حکم حاکم سے پہلے دو قول ہیں ایک قول میں جواز ہے اور دوسرے میں عدم جواز وجہ عدم جواز ضائع کرنا ہے مال کا بیفائدہ اور پورا بیان اسکا مجتبی میں ہے فان ضرب النقدین دراهم او دنانیر او انا لم یملکه وهو لمالکه مجانا خلافا لهما اور اگر غاصب نے چاندی اور سونے کے درم یا دینار بنالیے یا برتن بنایا تو غاصب اسکا مالک نہ ہوگا اور وہ اسکے مالک کی مملوک ہے برخلاف صاحبین کے ہم امام کے نزدیک مالک اسواسطے نہ ہوا کہ صنعت سے فقط جودت اور عمدگی حاصل ہے اور جودت مال ربوی میں متقوم نہیں

فان ذبح شاۃ غیرہ ونحوها مما یوکل طرحها المالک علیه واخذ قیمتها او اخذها وضمنه نقصانها پھر اگر غاصب نے غیر کا دنبہ ذبح کرڈالا اور دنبہ کے مانند ہے ہر جانور ماکول اللحم تو مالک کو اختیار ہے چاہے مالک مذبوح کو غاصب پر ڈالے اور اسکی قیمت اس سے لے یا چاہے مذبوح لے اور غاصب سے اسکے نقصان کا تاوان لے ہم ماکول اللحم کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر غیر ماکول کو ذبح کریگا تو تمام قیمت کا تاوان غاصب پر لازم ہوگا اور ضمان نقصان جائز نہیں امام کے نزدیک کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم لو قطع یدها او قطع طرف دابۃ غیر ماکولة کذا فی الملتقی قیل ولفظ غیر غیر سدید هنا قلت قوله غیر سدید غیر سدید لثبوت الخیار فی الماکولة ایضا لکن اذا اختار ربها اخذها لا یضمنه شیئا وعلیه الفتوی کما نقله المصنف عن العمادیه فلیحفظ بخلاف طرف العبد فان فیه الارش اور اسی طرح کا حکم ہے یعنی مالک مختار ہے اگر غاصب نے جانور ماکول اللحم کا ہاتھ کاٹا یا جانور غیر ماکول اللحم کا ہاتھ یا پاؤں کاٹا کذا فی الملتقی بعضوں نے ملتقی کی عبارت پر اعتراض کیا کہ یہاں لفظ غیر یعنی غیر ماکول اللحم میں غیر سدید ہے یعنی ٹھیک نہیں کہ تضمین اور اخذ عین ماکول اور قطع میں ہے نہ غیر ماکول میں ہے شارح نے کہا میں کہتا ہوں کہ معترض کا قول غیر سدید ٹھیک نہیں ہے بسبب ثابت ہونے اختیار مالک کے غیر ماکول اللحم میں بھی لیکن فرق اتنا ہے کہ جب غیر ماکول کو مالک اسکا لینا کرے تو اس سے کچھ ضمان نہ لے گا اور اسی قول پر فتوی ہے جیسا کہ مصنف نے اپنی شرح میں عمادیہ سے نقل کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے برخلاف قطع دست غلام کے اسمیں تو خونبہا ہے ہم حیوان میں ہے امام اعظم نے کہا کہ جب ایک مرد غیر کا گدہا یا خچر ہلاک کرڈالے اسکا ہاتھ کاٹ کر یا ذبح کرکے اگر مالک چاہے غاصب سے ضمان لے اور مذبوح یا مقطوع غاصب کو سپرد کرے اور چاہے اسکو اپنے پاس رکھے اور غاصب سے تاوان نہ لے اور اسی قول پر فتوی ہے انتہی تو جو ملتقی میں تضمین نقصان غیر ماکول مذکور ہے وہ غیر مفتی بہ ہے الحاصل خیار مالک ماکول اور غیر ماکول میں مختلف ہے سو ماکول میں مالک چاہے ذبح کیے لینے میں مع ضمان نقصان اور اسکے دینے میں مع اخذ قیمت مختار ہے اور غیر ماکول میں اسکے دینے اور اسکی قیمت لینے میں مختار ہے لیکن غاصب پر کچھ ضمان نہیں علی ما علیه الفتوی تو معلوم ہوا کہ کلام مصنف کا صاحب ملتقی کے کلام کے مانند ہے مساکہ اور رجوع بالنقصان میں حالانکہ بلاشک یہ حکم مخصوص بالماکول ہے تو ذکر کرنا لفظ غیر کا یہاں

غیر صواب ہے کذا فی الطحطاوی او خرق ثوبا خرقا فاحشا وهو ما فوت بعض العين وبعض نفعه لا كله فلو كله ضمن كلها یا غاصب نے کپڑا پھاڑا اخرق
فاحش خرق فاحش وہ ہے جو فوت کردے کچھ کپڑا اور کچھ اسکی منفعت کو نہ کل کو تو اگر کل کو فوت کرے تو تمام کپڑے کی قیمت کا تاوان دے حاصل مسئلہ یہ ہے کہ خرق
فاحش میں مالک مختار ہے چاہے کپڑا غاصب پر چھوڑے اور اسکی قیمت اس سے لے چاہے کپڑا اپنا لے اور بقدر نقصان اس سے تاوان لے وفی خرق
یسیر نقصه ولم یفوت شيئا من النفع ضمن النقصان مع اخذ عینه لیس غیر لقیام العین من کل وجه مالم یحدث فیه صنعة اویکون ربویا کما بسطه
الزیلعی اور جس پھاڑنے میں ہلکا نقصان ہے اور خرق مذکور نے کچھ منفعت کو فوت نہیں کردیا تو مالک نقصان کا تاوان لے بعینہ کپڑا لینے کے ساتھ اسکے
سوا مالک کسی بات کا مختار نہیں بسبب قائم ہونے ذات کے ہر وجہ سے تا وقتیکہ غاصب نے اسمیں کچھ صنعت تازہ نہ کی ہو یا کہ وہ مال ہو جسمیں بیاج
جاری ہو سکتا ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو مشرح بیان کیا ہے اگر غاصب نے صنعت جدید کی مثلاً کپڑا پھاڑ کر قمیص سیا تو ہمارے نزدیک حق مالک اس سے
منقطع ہو گیا زیلعی نے کہا خرق فاحش کا حکم یعنی تخییر مالک سب چیزوں میں جاری ہے سوائے اموال ربویہ کے اسواسطے کہ یہاں تعیب فاحش ہو یا یسیر مالک
کی تخییر ثابت کرتی ہے اسکا عین لینے میں بلا ضمان غاصب اور تسلیم عین میں تضمین مثل یا قیمت کے ساتھ اسواسطے کہ تضمین نقصان متعذر ہے کیونکہ اس سے بیاج
ثابت ہوتا ہے ومنه يعلم جواب حادثة وهي غصبت حیاصة فضة مموهة بالذهب فزال فهو مخیر بالملك بين تضمينها مموهة او اخذها بلا شئ لانه تابع مستهلك
اور اس سے یعنی اوپر کے قول سے معلوم ہوتا ہے جواب ایک حادثہ کا وہ حادثہ یہ ہے کہ غصب ہوئی چاندی کی چوڑی جسپر سونے کا ملمع ہے سو اسکا ملمع غاصب
کے پاس زائل ہو گیا تو مالک اسکا مختار ہے چوڑی ملمع دار کے ضمان لینے میں یا چوڑی لینے میں بلا اخذ ضمان اسواسطے کہ ملمع کاری تابع مستہلک ہے اور
اسواسطے کہ بیاج لازم آتا ہے کذا فی الطحطاوی ولو کان المغصوب تبرا لا یجوز بیعها فضة فلا رد لتعیبها ولا رجوع بالنقصان للزوم الربا فاغتنمه فقل من صرح به
فالہ تنبیہا اور اگر بجائے غصب چوڑی کی خریداری ہوئی اسکے برابر وزن چاندی سے پھر ملمع اسکا زائل ہو گیا تو ردبیع جائز نہیں بسبب عیب دار کر دینے
کے یعنی مشتری کے پاس عیب حادث ہو گیا اور وہ مانع رد ہے اور عیب قدیم کے نقصان کا رجوع جائز نہیں بسبب لازم ہونے بیاج کے تو غنیمت جان
اس جواب کو اسواسطے کہ کمتر فقہا نے اسکی تصریح کی ہے یہ کہا ہے ہمارے استاد یعنی خیر الدین رملی نے ومن بنی او غرس فی ارض غیره بغير اذنه
امر بالقلع والرد لو قيمة الساحة اكثر كما مر اور جسنے عمارت بنائی یا درخت لگایا غیر کی زمین میں اسکے بلا اذن تو اسکو عمارت ڈھانے اور درخت اکھاڑنے
کا اور زمین پھیر دینے کا امر کیا جاوے اگر قیمت زمین کی زیادہ تر ہے عمارت اور درخت سے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا وللمالك ان يضمن قيمة بناء او شجر امر
بقلعه اي مستحق القلع فيقوم بدونهما ومع احدهما مستحق القلع فيضمن الفضل ان نقصت الارض به اي بالقلع اور اگر زمین قلع کرنے سے ناقص
ہو جاتی ہو تو مالک کو جائز ہے ضمان دینا غاصب کو اس درخت اور عمارت کا جسکے قلع اور قمع کرنے کا یعنی مستحق القلع کا وہ مامور ہے تو زمین کی قیمت ٹھہرائی
جاوے بدون عمارت اور درخت کے پھر قیمت مقرر کیجاوے ساتھ اس عمارت یا درخت کے جو مستحق القلع ہے سو جس قدر زیادتی ہو دونوں قیمتوں میں اتنا غاصب کو ضمان
دے ولو زرعها يعتبر العرف فان اقتسموا الغلة انصافا او ارباعا اعتبر والا فالخارج للزارع وعليه اجر المثل وان في الوقف فيجب الحصة او الاجرة بكل حال فصولين اھ
اگر غاصب نے زمین میں زراعت کی تو عرف اور رواج کا اعتبار ہو گا سو اگر مالک اور مزارع نصفا نصف یا چہارم بانٹ لیتے ہوں تو اسی رواج کا
اعتبار ہو گا اور اگر بٹائی کا رواج نہ ہو تو غلہ مزارع کا ہے اور اسپر زمین کی اجرت مثل واجب ہو گی اور زمین وقف کی زراعت میں تو حصہ بٹائی کا یا اجرت
زمین کی ہر حال میں واجب ہو گی کذا فی الفصولین اھ ہر حال سے مراد یہ ہے کہ ناظر زراعت باقی رکھنے پر راضی ہو یا اسکے اکھاڑنے کا طالب ہو اور ملک میں تو بالاتفاق
القائے زراعت حصہ یا اجرت واجب نہ ہو گی کذا فی الحلبی غصب ثوبا فصبغه لا عبرة للالوان بل لحقيقة الزيادة والنقصان او سويقا فلته بسمن فللمالك
مخیر ان شاء ضمنه قیمته ثوبه ابیض ومثل السویق غیر فی المبسوط بالقیمة التعبیر بالقلت فلم یعق تلیا وسماہ ہنا مثلیا لقیام القیمة مقامه کذا فی الاختیار وعندنا

قولین عن المجتبی کپڑا غصب کیا پھر اسکو رنگا رنگوں کا بیان اعتبار نہیں بلکہ زیادت اور نقصان کی حقیقت کا اعتبار ہے یا ستو غصب کیا پھر اسکو گھی سے سانا
تو مالک مختار ہے اگر چاہے غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت کا تاوان لے اور ستو کی مثل کا شارح نے مسودہ میں قیمت ستو کی بھی مذکور کی ہے اسواسطے کہ ستو
دریان کرنے سے مثلی باقی نہ رہا اور یہاں مصنف نے اسکو مثلی کہا ہے بسبب قائم ہونے اسکی قیمت کے مقام اسکے کذا فی الاختیار اور مقدم بیان کر چکے ہیں
مجتبی سے نقل کر کے کہ ستو کے مثلی اور قیمتی ہونے میں دو قول ہیں وان شاء اخذ المصبوغ او الملتوت وغرم ما زاد الصبغ والسمن او مثلی
وقت اتصاله بملكه والصبغ لم يبق مثليا قبل اتصاله بملكه لامتزاجه بالماء مجتبی اور اگر مالک چاہے رنگین کپڑا یا گھی کا سنا ستو لیلے اور جسقدر رنگ سے کپڑے
کی قیمت زیادہ ہو گئی اسکا اور گھی کا تاوان دے اسواسطے کہ گھی مالک کی ملک کے ساتھ متصل ہونے کے وقت مثلی تھا اور رنگ مثلی باقی نہ رہا قبل از اتصال
بملک مالک بسبب ملجانے رنگ کے پانی کے ساتھ کذا فی المجتبی رد غاصب الغاصب المغصوب علی الغاصب الاول بری الثانی ضمانہ غاصب کے غاصب نے
مغصوب پھیر دیا پہلے غاصب کو تو مغصوب کے تاوان سے غاصب ثانی بری الذمہ ہوگا کما لو ہلک المغصوب فی ید غاصب الغاصب فادی القیمة الی الغاصب
فانه بری ایضا لقیام القیمة مقام العین چنانچہ اگر مغصوب ہلاک ہوگیا غاصب الغاصب کے ہاتھ میں سو اسنے اسکی قیمت ادا کر دی غاصب اول کو تو بھی وہ بری الذمہ
ہوگا بسبب قائم ہونے قیمت کے مقام عین مغصوب کے اذا کان قبضه القیمة معروفا بقضاء او بینة او تصدیق مالک لا باقرار الغاصب الاول فی حق نفسه عمادیه
عمادیہ اور یہ قیمت سے غاصب ثانی اسوقت بری الذمہ ہوگا جبکہ غاصب اول کا قیمت قبض کرنا معلوم ہو قاضی کے حکم سے یا گواہوں سے یا مالک کی تصدیق سے نہ
غاصب اول کے اقرار سے مگر اپنے حق میں اور اپنے غاصب کے حق میں غاصب اول کا اقرار معتبر ہوگا کذا فی العمادیہ یعنی جبکہ غاصب اول قبض قیمت کا اقرار کریگا تو
اب غاصب ثانی سے مطالبہ نہیں کر سکتا لیکن مالک مطالبہ کر سکتا ہے اور جبکہ مالک غاصب ثانی سے ہر صورت اقرار مذکور قیمت لیگا تو غاصب ثانی غاصب
اول سے قیمت پھیر لیگا بسبب اسکے اقرار کے غصب شیئا فغصبه آخر منه فاراد المالک ان یاخذ بعض الضمان من الاول وبعضه من الثانی فله ذلک ترجیح
والمالک بالخیار فی تضمین ایهما شاء وان اختار تضمین احدهما لم یملک ترکه وتضمین الآخر وقیل یملک عمادیہ غصب کی ایک چیز پھر دوسرے شخص نے اس سے غصب
کی سو مالک نے چاہا کہ بعض ضمان غاصب اول سے لے اور بعض غاصب ثانی سے تو اسکو یہ فعل درست ہے کذا فی السراجیہ اور مالک مختار ہے ایک غاصب سے
پورا تاوان لینے میں جس سے چاہے اور جبکہ ایک سے ضمان لینا اختیار کرے تو پھر اسکے چھوڑنے کا اور دوسرے غاصب سے ضمان لینے کا مالک نہ ہوگا اور بعضوں نے
کہا مالک رہیگا کذا فی العمادیہ الاجازة لا تلحق الاتلاف فلو اتلف مال غیرہ تعدیا فقال المالک اجزت او رضیت لم یبرأ من الضمان اشباہ معزیا
للبزازیہ لکن نقل المصنف عن العمادیہ ان الاجازة تلحق الافعال وهو الصحیح قال وعلیه فتلحق الاتلاف لانه من جملة الافعال فلیحفظ اجازت لاحق نہیں ہوتی تلف کرنے
کو تو اگر غیر کا مال تلف کیا ظلم کی راہ سے پھر مالک نے کہا کہ میں نے اسکو جائز رکھا یا میں راضی ہو گیا تو تلف کرنے والا ضمان سے بری نہ ہوگا کذا فی الاشباہ منقولا
من البزازیہ لیکن مصنف نے شرح میں عمادیہ سے نقل کیا ہے کہ اجازت افعال کو لاحق ہوتی ہے مصنف نے کہا پھر تو اسکے بموجب تلف کر دینے کو بھی اجازت لاحق ہوگی
اسواسطے کہ اتلاف منجملہ افعال کے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ اگر افعال سے غیر اتلاف مراد لیجیے تو سب مشائخ کے اقوال پر عمل ہو سکتا
حموی نے کہا بعضے افعال اعدام ہوتے ہیں اور بعضے ایجاد تو مشائخ کا قول اس فعل پر محمول ہے جو اعدام نہ ہو کذا فی الطحطاوی کسر الغاصب الحطب کسرا فاحشا لم یملکه
ولو کسره الموهوب له لم ینقطع حق الرجوع اشباہ غاصب نے لکڑی بکسر فاحش توڑی تو اسکا مالک نہ ہوگا اگرچہ اسکی قیمت زیادہ ہو جائے توڑنے سے کذا فی القنیہ
اور اگر لکڑی کو موہوب لہ توڑے تو ہبہ کے پھیر لینے کا حق منقطع نہ ہوگا کذا فی الاشباہ وفیها اجر ما الغاصب رد اجرها الی المالک یطیب له لان اخذ الاجرة اجازة
اور اشباہ میں ہے کہ غاصب نے غصب کی چیز اجارہ دی اور اسکی اجرت مالک کو پھیر دی تو اسکو یہ حلال ہے اسواسطے کہ اجرت لینا اجازت ہے اجارہ کی فروع مسائل
ملحقہ شارح کے استعار منشارا فانقطع فی النشر فوصله بلا اذن مالکه انقطع حقه وعلى المستعیر قیمته منکسرا شرح وهبانیہ آرا عاریت لیا سو وہ ٹوٹ گیا چیرنے میں سو اسنے

جوڑا بدون اذن مالک کے تو مالک کا حق اُس سے منقطع ہو گیا اور مستعیر پر ٹوٹے آرے کی قیمت واجب ہے کذا فی شرح الوہبانیہ رکب دار غیرہ لاطفاء حریق
دفع فی البلد فانہدم شیء برکوبہ لم یضمن لان ضرر الحریق عام فکان الکل وقتئہ جوہرہ ایک شخص غیر کے گھر پر چڑھا اُس آگ بجھانے کو جو شہر میں واقع ہوئی سو
کچھ عمارت منہدم ہو گئی اسکے چڑھنے سے تو اُسپر کچھ ضمان نہیں اسواسطے کہ آتش زنی کا ضرر شامل ہے سب کو تو ہر شخص کو اسکے دفع کرنے اور بجھانے کا
حق ہے کذا فی الجوہرہ ولا یجوز دخول بیت انسان الا باذنہ الا فی الغزو جائز نہیں آدمی کے گھر میں گھسنا مگر اُسکی اجازت سے مگر جہاد میں جائز ہے یعنی جہاد
میں غازیوں کو کفار کے گھروں میں بلا اذن داخل ہونا جائز ہے واللہ اعلم وفیما اذا سقط ثوبہ فی بیت غیرہ وخاف لو اعلمہ اخذہ اور غیر کے گھر میں بلا اذن
مالک داخل ہونا اس صورت میں جائز ہے جبکہ ایک شخص کا کپڑا غیر کے گھر میں گر پڑا اور وہ ڈرا کہ اگر میں اُسکو خبر کرونگا تو وہ اُسکو خود دبا رکھے گا
حفر قبرا فدفن فیہ آخر میتا فہو علی ثلثۃ اوجہ ان الارض للحافر فلہ نبشہ ولہ تسویتہ وان مباحۃ فلہ قیمۃ حفرہ وان وقفا فکذلک ولا یکرہ لو الارض
متسعۃ لان الحافر لا یدری بای ارض یموت ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھودی سو اُسمیں دوسرے شخص نے مردہ گاڑا تو وہ تین صورتوں پر ہے اگر
وہ زمین قبر کھودنے والے کی مملوک ہو تو اُسکو مردہ اکھاڑنا اور زمین کو برابر کر دینا جائز ہے اور اگر زمین مباح ہو تو اُسکو قبر کھودنے کی قیمت یعنی اُجرت ملے گی
اور اگر وقف کی ہو تو اسی طرح اُسکی اجرت ثابت ہے اور یہ مکروہ نہیں اگرچہ زمین وقف کشادہ ہو اسواسطے کہ قبر کھودنے والا نہیں جانتا کہ کس زمین میں
مریگا م دلوالجیہ میں ہے کہ ایک مرد نے مقبرۂ وقف میں قبر کھودی پھر دوسرے نے اُسمیں دفن کرنیکا ارادہ کیا اگر مکان میں وسعت ہو تو اول شخص
مزاحمت نہ کرے اور اگر وسعت نہو تو مزاحمت کرے اور پہلی صورت میں دفن کریگا تو مکروہ نہیں ایسا کہا ہے فقیہ ابو اللیث نے اسواسطے کہ جسنے اپنے
واسطے قبر کھودی ہے وہ جانتا نہیں کہ کس زمین میں مریگا کذا فی الطحطاوی لا یجوز التصرف فی مال غیرہ بلا اذنہ ولا ولایتہ الا فی مسائل مذکورۃ فی الاشباہ
جائز نہیں تصرف کرنا غیر کے مال پر بدون اُسکے اذن کے اور بدون اپنی ولایت کے مگر چند مسائل میں تصرف مال غیر جائز ہے جو اشباہ میں مذکور ہیں منجملہ
مسائل مذکورہ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ فرزند کو والد مریض کیواسطے باحتیاج خرید کرنا بغیر اُسکے اذن کے جائز ہے اور اسی طرح والد کو فرزند کیواسطے اُسکے مال سے خرید
درست ہے لیکن اور چیز سوائے طعام اور دوا کے خرید کرنا بدون اذن کے جائز نہیں اسواسطے کہ باحتیاج میں اذن باعتبار عادت کے ثابت ہے دوسرا مسئلہ
یہ کہ مودع کو صاحب ودیعت کے والدین پر بدون اُسکے اذن کے صرف کرنا اس مکان میں درست ہے جہاں رائے قاضی کا حاصل ہونا ممکن نہیں اور اُسپر ضمان
لازم نہوگا باعتبار استحسان کے تیسرا مسئلہ یہ کہ ایک رفیق سفر میں مر گیا تو باقی رفیقوں نے اُسکا اسباب بیچا اور اُسکی تجہیز وتکفین اُسکے ثمن سے کی اور باقی ثمن اُسکے
وارثوں کو دیا تو اُنپر ضمان نہیں غصب حمارۃ فتبعہا جحشہا فاکلہ الذئب ضمنہ کذا فی معایاۃ الوہبانیۃ شعر وغاصب شیء کیف یضمن غیرہ + ولیس لہ فعل بما یتغیر +
گدھی ایک شخص نے غصب کی سو اُسکا بچہ اسکے پیچھے لگا چلا گیا سو اُسکو بھیڑیا کھا گیا تو غاصب پر اُسکا تاوان لازم ہوگا چنانچہ یہی مسئلہ وہبانیہ کی پہیلیوں میں یوں
مذکور ہے اور ایک چیز کا غاصب کیونکر ضمان دیتا ہے غیر مغصوب کا اور حالانکہ اُسکا ایسا فعل نہیں جس سے وہ متغیر ہو جاے ہم عالمگیری میں ہے کہ غیر کی گدھی بلا اجازت
ہانک لیگیا اور بھیڑیا اُسکا بچہ کھا گیا یا بچہ ضائع ہو گیا اور اُسنے مالک کو گدھی پھیر دی تو اگر غاصب بچہ کو گدھی کے ساتھ ہانک لیگیا ہو اُسپر تاوان لازم ہوگا اور
اگر بچہ پیچھے لگا چلا گیا بدون اُسکے ہانکنے کے تو اُسپر بچہ کا تاوان نہیں شارح وہبانیہ نے بھی یہی تفصیل نقل کی ہے اور بیت کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ گدھی کے ساتھ
بچہ کو بھی وہ ہانک لیگیا ہے اسواسطے وہ متعدی ہے شعر وغاصب نہر ہل لہ منہ شربہ + وہل ثم نہر طاہر او مطہر + اور نہر کے غاصب کو اُسمیں سے پینا درست ہے یا نہیں اور
گیا وہاں نہر طاہر غیر مطہر ہے یا نہیں ہم سوال اول کا جواب یہ ہے کہ اگر غاصب نے تحویل مکان کی ہو یعنی نہر نے اسکے مکان کو ہٹایا ہو تو اُسمیں سے پانی پینا اور وضو کرنا
مکروہ ہے اسواسطے کہ تحویل سے غصب کا اثر ظاہر ہو گیا اور بلا تحویل شرب اور وضو جائز ہے اسواسطے کہ نہر میں ہر شخص کو پینا اور وضو درست ہے اور دوسرے سوال کا
جواب یہ ہے کہ ہاں وہاں نہر طاہر غیر مطہر ہے کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ فصل یہ فصل ہے کتاب الغصب کی تتمہ ما غصبہ وضمن قیمتہ لمالکہ ملکہ

عندنا لکونہا مستندا الی وقت الغصب فتسلم لہ الاکساب لا الاولاد ملتقی غاصب نے جو غصب کیا اسکو غائب کر ڈالا اور اسکی قیمت کا مالک کو تاوان دیا
تو ہمارے نزدیک وہ اسکا مالک ٹھہریگا غصب کرنے کے وقت سے تو غاصب کو مغصوب کی کمائیاں حلال ہونگی نہ اولاد مغصوب کذا فی الملتقی والقول لہ بیمینہ لو اختلفا
فی قیمتہ ان لم یبرہن المالک علی الزیادة اور غاصب کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اگر غاصب اور مالک نے مغصوب کی قیمت میں اختلاف کیا ہو جبکہ
مالک نے زیادتی قیمت کو گواہی سے ثابت نہ کیا ہو فان برہنا فللمالک ولا تقبل بینة الغاصب لقیامہا علی نفی الزیادة ہو الصحیح زیلعی پھر اگر مالک
گواہ لایا یا دونوں گواہ لائے اپنے دعوی پر تو گواہ مالک کے مقبول ہونگے اور غاصب کے گواہ مقبول نہ ہونگے اسواسطے کہ وہ شہادت نفی زیادت پر
قائم ہے اور نفی کی گواہی مقبول نہیں یہی قول صحیح ہے کذا فی الزیلعی ونقل المصنف عن البحر والجواہر لو قال الغاصب او المودع المتعدی لا اعرف قیمتہ لکن علمت
انہا اقل مما یقولہ فالقول للغاصب بیمینہ ویجبر علی البیان اور مصنف کے شرح میں بحر الرائق اور جواہر سے نقل کیا کہ اگر غاصب اور مودع متعدی کہے کہ میں مغصوب
اور ودیعت کی قیمت نہیں جانتا لیکن یہ جانتا ہوں کہ قیمت اسکی اس سے کمتر ہے جو مالک کہتا ہے تو غاصب اور اسی طرح مودع کا قول قسم کے ساتھ مقبول
ہوگا اور بیان قیمت پر جبر کیا جاوے گا اھ بحر الرائق کی تالیف تو کتاب الاجارہ تک منتہی ہوگئی ہے تو مصنف نے غصب کا مسئلہ اس سے کیونکر نقل کیا شاید کہ
یہ مسئلہ صاحب بحر نے اختلاف میں مذکور کیا ہو واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی فان لم یبین حلف علی الزیادة فان نکل لزمتہ پھر اگر غاصب قیمت مجہولہ بیان نہ
کرے تو اس سے نفی زیادت پر قسم لیجاوے سو اگر وہ قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اسکو لازم ہوگی ولو حلف المالک ایضا علی الزیادة اخذہا ای
اگر غاصب کی قسم کے بعد مالک نے بھی زیادت پر قسم کھائی تو وہ اسکو لے گا غاصب سے ثم ان ظہر المغصوب فللغاصب اخذہ ودفع القیمة او ردہ واخذ القیمة
وہی من خواص کتابنا فلیحفظ بعد اسکے اگر مغصوب ظاہر ہوا تو غاصب کو جائز ہے مغصوب کا لینا اور اسکی قیمت دینا یا مغصوب کا مالک کو پھیر دینا اور اس سے
قیمت پھیر لینا اور یہ تفصیل مسائل مذکورہ ہماری کتاب کی مخصوصات سے ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے فان ظہر المغصوب وہی ای قیمتہ اکثر مما ضمن او مثلہ
او دونہ علی الاصح عنایہ فالاولی ترک قولہ وہی اکثر وقد ضمن بقولہ اخذہ المالک ورد عوضہ او امضی الضمان پھر اگر مغصوب ظاہر ہوا اور حالانکہ اسکی
قیمت زیادہ تر ہے اس سے جو غاصب نے ضمان دیا یا برابر ہے اسکے یا کمتر ہے اس سے بقول اصح کذا فی العنایہ اور حالانکہ غاصب ضمان دے چکا ہے اپنے قول کے
موافق تو مالک مختار ہے چاہے مغصوب کو لے اور عوض اسکے جو ضمان لیا ہے پھیر دے چاہے ضمان ہی کو جاری رکھے شارح نے کہا جب عنایہ کی روایت سے
ثابت ہوا کہ بقول اصح قیمت کا برابر ہونا اور کمتر ہونا اور اکثر ہونا یکساں ہے حکم میں تو مصنف کو بہتر یہ تھا کہ اکثریت کی قید کو ترک کرتا ولا خیار للغاصب ولو قیمتہ اقل
للزومہ باقرارہ ذکرہ الواقی نعم متی ملکہ بالضمان فلہ خیار عیب ورؤیة مجتبی اور غاصب کا صورت مذکورہ میں کچھ اختیار نہیں اگرچہ قیمت مغصوب کی کمتر ہو ضمان سے
بسبب لازم ہونے قیمت کے خود غاصب کے اقرار سے کذا ذکرہ الواقی محشی الدرر ہاں جبکہ مالک ضمان کا مالک ہوگا تو اسکو خیار العیب اور خیار الرؤیت
ثابت ہے کذا فی المجتبی ہم اسواسطے کہ ضمان غصب ضمان معاوضہ ہے تو خیار العیب اور خیار الرؤیت اسکو لازم ہونا چاہیے ولو ضمن بقول المالک او
ببرہانہ او نکول الغاصب فہو لہ ولا خیار للمالک لرضاہ حیث ادعی ہذا المقدار فقط اور اگر غاصب نے ضمان دیا مالک کے قول یا اسکے گواہ لانے
یا غاصب کے انکار قسم کے سبب سے تو مغصوب ظاہر ہونے کے بعد غاصب کا مملوک ہوگا اور مالک کا اسمیں اختیار باقی نہ رہیگا اسکی رضامندی کے سبب کیونکہ
مالک نے فقط اسی مقدار کا دعوی کیا وان باع الغاصب المغصوب فضمنہ المالک نفذ بیعہ اگر غاصب نے مغصوب کو بیچ ڈالا پھر مالک نے اسکا تاوان لیا
تو غاصب کی بیع نافذ ہوجاویگی وان حرر ای الغاصب لا المشتری من الغاصب نافذ فی الاصح عنایہ ثم ضمنہ لا لان الملک الناقص یکفی لنفاذ البیع
لا العتق اور غاصب نے مغصوب کو آزاد کر دیا پھر مالک نے اس سے اسکا تاوان لیا تو عتق نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ ملک ناقص نفاذ بیع کے واسطے کافی ہے اور
نفاذ عتق کے واسطے کافی نہیں شارح نے غاصب کا آزاد کرنا مراد لیا نہ غاصب کے مشتری کا اسواسطے کہ مشتری مذکور کا آزاد کرنا قول اصح میں نافذ ہے

کذا فی العنایہ اور زوائد المغصوب مطلقا متصلۃ کسمن وحسن او منفصلۃ کدر وثمر امانۃ لا تضمن الا بالتعدی او المنع بعد طلب المالک لانہا امانۃ اور مغصوب کی زوائد مطلقاً خواہ زوائد متصلہ ہوں چنانچہ فربہی اور خوبصورتی مغصوب کی یا زوائد منفصلہ ہوں چنانچہ دودھ اور پھل امانت ہیں غاصب کے پاس انکا تاوان نہیں مگر غاصب کی تعدی سے یا بعد طلب کرنے مالک کے اُسکے نہ دینے سے البتہ ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ زوائد مذکورہ امانت ہیں ہم یہاں دعوی اور دلیل ایک ہی ہوگیا تو اگر شارح یوں کہتا کہ زوائد میں اسواسطے تاوان نہیں کہ اُنمیں غصب متحقق نہیں تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی ولو طلب المتصلۃ لا تضمن اور اگر مالک زوائد متصلہ کو طلب کرے تو تاوان نہیں وما نقصت الجاریۃ بالولادۃ مضمون ویجبر بولدہا بقیمتہ او بغرتہ ان وفی بہ والا فیسقط بحسابہ اور جاریہ مغصوبہ نے جو اپنی قیمت ولادت کے سبب سے ناقص کر دی تو اسکا تاوان غاصب پر لازم کیا جاویگا اور لونڈی کا جبر نقصان اُسکے ولد کی قیمت یا اُسکے غرہ سے کیا جاویگا اور اگر اُسکے ساتھ برابر ہوا اور اگر قیمت ولد نقصان جاریہ کی برابر نہ ہو کم ہو تو اُسکے حساب کے موافق ضمان سے ساقط کیا جاویگا یعنی اگر جاریہ مغصوبہ کی قیمت سو درم تھی اور ولادت سے ساٹھ درم قیمت رہ گئی تو اگر اُسکے ولد کی قیمت ۴۰ درم ہیں تو جبر نقصان ہوگیا لونڈی اور اُسکا ولد مالک کو پھیر دیا جائے غاصب پر کچھ تاوان لازم نہوگا اور اگر ولد کی قیمت ۲۵ درم ہیں تو ۴۰ سے اسقدر ساقط کرکے ۱۵ درم کا ضمان غاصب پر لازم ہوگا قیمت سے جبر نقصان اُسوقت ہوگا جبکہ ولد زندہ پیدا ہو اور غرہ سے جبر نقصان ہوگا غرہ مراد یہ ہے کہ ایک مرد نے جاریہ کے پیٹ پر ایسی ضرب ماری کہ لڑکا مردہ پیٹ سے گر پڑا تو پھر غرہ یعنی دیت واجب ہوگی اُسی سے جبر نقصان کیا جائیگا ولو ماتت وبالولد وفاء یجبر فی الصحیح اختیار اور اگر جاریہ مغصوبہ غاصب کے پاس مر گئی اور اُسکے ولد کی قیمت اُسکی قیمت کے ساتھ برابر ہے تو یہی کفایت ہے یہی قول اصح ہے کذا فی الاختیار یعنی غاصب پر کچھ ضمان نہیں زنی بامۃ مغصوبۃ ای غصبہا فردہا حاملا فماتت بالولادۃ ضمن قیمتہا یوم علقت زنا کیا اُس جاریہ سے جسکو غاصب نے خود غصب کیا پھر جاریہ حاملہ مالک کو پھیر دی سو وہ ولادت سے مر گئی تو غاصب پر اُسکی اُس قیمت کا ضمان لازم ہوگا جو اُسکی قیمت حاملہ ہونے کے دن تھی ہم چونکہ رد فاسد تھا لہذا اُسپر ضمان لازم ہوا یعنی جب اُسنے غصب کی تھی تو اُسمیں تلف ہو جانے کا کوئی سبب نہ تھا اور جب اُسنے پھیر دی تو سبب تلف اُسمیں موجود تھا یعنی حمل تو پھیرنا صحیح نہ ٹھہرا بخلاف الحرۃ لانہا لا تضمن بالغصب لیبقی ضمان الغصب بعد فساد الرد بخلاف حرہ مغصوبہ کے پھیر دینے کے یعنی اگر حرہ مغصوبہ سے زنا کرکے حاملہ اُسکو پھیر دیا اور وہ ولادت سے مر گئی تو غاصب پر ضمان نہیں اسواسطے کہ حرہ کا ضمان غصب سے نہیں ہوتا ہے تاکہ ضمان غصب بعد فساد رد باقی رہے ولو ردہا محمومۃ فماتت لا تضمن اور اگر جاریہ مغصوبہ پھیر دی اور حالانکہ اُسکو تپ تھی سو وہ مر گئی تو غاصب پر ضمان نہیں اسواسطے کہ تپ میں غاصب کا کچھ دخل نہیں وکذا لو زنت عندہ فردہا فجلدت فماتت ملتقی اور یہی طرح غاصب پر ضمان موت نہیں اگر جاریہ مغصوبہ نے غاصب کے پاس کسی دوسرے شخص سے زنا کیا پھر غاصب نے مالک کو پھیر دی پھر اُسپر بسبب زنا کے کوڑے مارے گئے سو وہ اُسکے سبب سے مر گئی کذا فی الملتقی ہم زیلعی نے کہا لیکن غاصب پر نقصان زنا کا ضمان البتہ لازم ہوگا ولو زنی بہا واستولدہا یثبت النسب والولد رقیق درر اور اگر غاصب نے جاریہ مغصوبہ سے زنا کیا اور اُسکو ام ولد بنایا تو نسب ثابت ہوگا اور لڑکا مملوک مالک کا ہوگا کذا فی الدرر وبخلاف منافع الغصب استوفاہا او عطلہا فانہا لا تضمن عندنا اور بخلاف منافع غصب کے خواہ غاصب نے منافع کو حاصل کر لیا ہو یا اُنکو معطل چھوڑا ہو اُنکا کچھ تاوان ہمارے نزدیک نہیں ہے ووجد فی بعض المتون ومنافع الغصب غیر مضمونۃ الخ لکن لا یلائمہ ما یاتی من عطف ثم المسلم الخ مع انہ اخصر فتدبر اور متن کے بعض نسخے میں یوں عبارت ہے ومنافع الغصب غیر مضمون الخ لیکن اس عبارت کی وہ عبارت جو آگے آویگی یعنی عطف کرنا خمر مسلم کا مناسب نہیں باوجودیکہ عبارت سابقہ زیادہ مختصر ہے سو اُسکو غور کر الا فی ثلاث فیجب اجر المثل علی اختیار المتاخرین ان یکون المغصوب وقفا للسکنی او للاستغلال منافع غصب کا ضمان نہیں مگر تین صورتوں میں تو اجرت مثل واجب ہے بموجب اختیار کرنے فقہائے متاخرین کے پہلی صورت یہ ہے کہ مغصوب وقف ہو خواہ سکونت محتاجین کے واسطے وقف ہو خواہ کرایہ لینے کے واسطے وقف ہوا او مال یتیم الا فی مال سکنتہ امہ مع زوجہا فی دارہ بلا اجر فلیس لہا ذلک ولا اجر علیہا کذا فی الاشباہ معزیا لوصایا التنفیہ یا مال یتیم کے منافع مغصوبہ میں اجرت مثل

واجب ہو مگر اس مسئلہ میں کہ یتیم کی ماں اپنے دوسرے شوہر کے ساتھ یتیم کے گھر میں بدون کرایہ رہی تو زوجین کو یہ جائز نہیں اور اُنپر کرایہ بھی نہیں ہو چنانچہ تتمہ
میں قنیہ کی کتاب الوصایا سے منقول ہو قلت ویستثنی ایضا سکنی شریک الیتیم فقد نقل المصنف وغیرہ عن القنیۃ انہ لا شیء علیہ وکذا الاجنبی بلا عقد وقیل دار الیتیم
کالوقف انتہی میں کہتا ہوں اور وجوب اجرت مال یتیم سے سکونت شریک یتیم کا مسئلہ بھی مستثنیٰ ہو اسواسطے کہ مصنف وغیرہ نے قنیہ سے نقل کیا ہو کہ شریک یتیم پر
کچھ واجب نہیں اور اسی طرح اُس اجنبی شخص پر واجب نہیں جو یتیم کے گھر میں بلا عقد رہا ہو۔ رہا اور بعضوں نے کہا کہ یتیم کا گھر وقف کی مانند ہو وجوب اجرت
میں مطلقا انتہی قول المصنف عم محشی ابو السعود نے کہا یہی قول معتمد ہو کہ مال یتیم وقف کے مانند ہو تو درحقیقت کچھ استثنا نہیں قلت ویمکن حمل کلام القنیۃ
علی قول المتقدمین بعدم اجرتہ واما علی قول المعتمد انہا کالوقف فتجب الاجرۃ علی الشریک الزوج لکون سکنی المرأۃ واجبۃ علیہ وہو غاصب لدار الیتیم فتلزمہ الاجرۃ
وبہ افتی ابن نجیم میں کہتا ہوں اور استثنا کے دونوں مسئلوں کا حمل کرنا متقدمین کے قول عدم اجرت پر ممکن ہو اور متاخرین کے قول معتمد پر جو یہ ہو کہ یتیم کا گھر وقف
کے مانند ہو تو اجرت گھر کی یتیم کے شریک اور اُسکی ماں کے شوہر پر واجب ہوگی اسواسطے کہ سکنی زوجہ کا زوج پر واجب ہو اور زوج غاصب گھر یتیم کا غاصب
ہو تو اُسپر کرایہ لازم ہوگا اور اسی قول کا فتوی دیا ہو ابن نجیم صاحب اشباہ نے نعم اور اگر یتیم کی ماں اسکے گھر میں رہے در صورتیکہ اُسکا کوئی شوہر نہو تو اُسپر
اجرت نہیں کذا فی الطحطاوی عن المحیط وما فی الصیرفیۃ من التفصیل لو الیتیم یقدر علی المنع فلا اجر والا فعلیہا فغیر ظاہر اور صیرفیہ میں جو یہ تفصیل مذکور ہو کہ اگر
یتیم منع پر قادر ہو اور اُسنے منع نہ کیا تو اجرت نہیں اور اگر منع پر قادر نہیں تو زوجین پر اجرت واجب ہو غیر ظاہر ہو ام قول مذکورہ کی ظاہر اور غیر ظاہر ہونے کی
یہ وجہ ہو کہ صغیر غیر مکلف کا منع اور غیر منع لائق اعتبار کے نہیں ہو وعلیہ فہو علیہ لا علیہا لما افادہ فی تنویر البصائر اور موجب اسکے یعنی بموجب قول معتمد کے
تو اجرت زوج پر واجب ہو نہ یتیم کی ماں پر چنانچہ یہ افادہ تنویر البصائر میں مذکور ہو یعنی اسواسطے کہ سکنے زوجہ کا زوج پر واجب ہو تو وہ غاصب ٹھہرا ام نقل
عن الخانیۃ ان حکم الدار کمسئلۃ الارض وہو ان الحاضر اذا سکن فیہا اذا کان لا یضرہا فللغائب ان یسکن قدر شرکتہ قالوا وعلیہ الفتوی غیر صاحب تنویر البصائر نے خانیہ
سے نقل کیا کہ گھر کا مسئلہ زمین کے مسئلے کے بموجب ہو اور شریک حاضر جبکہ گھر میں سکونت کرے جس صورت میں کہ سکونت گھر کو ضرر نہ کرے تو شریک غائب کو
جائز ہو کہ اُسمیں بقدر اپنے شریک کے سکونت کرے علمانے کہا اور اُسی پر فتوی ہو حموی عمادیہ میں مذکور ہو کہ فتوی اسپر ہو کہ اگر زراعت زمین کو نقصان نہ کرے نفع کرے
تو شریک کو تمام زمین میں زراعت کرنا جائز ہو پھر جب شریک غائب آوے تو وہ بھی تمام زمین زراعت کرے اتنی مدت تک اسواسطے کہ رضامندی مالک کی ایسی
صورت میں باعتبار دلالت حال کے ثابت ہو اور اگر زراعت زمین کو مضرت کرے تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی او معدا ای اعدہ صاحبہ للاستغلال بان بناہ
لذلک او اشتراہ لذلک قیل او اجرہ ثلث سنین علی الولاء یا اُس مغصوب کے منافع کے اجرت مثل واجب ہو جو مہیا ہو استغلال کیواسطے یعنی اُسکے مالک نے اُسکو مہیا
کیا ہو کرایہ لینے کے واسطے اسطرح کہ اُسکو بنایا ہو اسی واسطے یا خرید کیا ہو اسی واسطے بعضوں نے کہا یا اُسکو اجارہ دیا ہو تین برس علی الاتصال وفی الاشباہ
لا تصیر الدار معدۃ لہ باجارتہا بل ببنائہا او شرائہا لہ ولا باعداد البائع بالنسبۃ للمشتری اور اشباہ میں ہو کہ گھر استغلال کے واسطے مہیا نہیں ٹھہر جاتا اُسکے اجارہ
دینے سے بلکہ اُسکے بنانے یا خرید کرنے سے کرایہ لینے کیواسطے اور نہ بائع کے مہیا کرنے سے نسبت مشتری استغلال کیواسطے ہو سکتا ہو ویشترط علم المستعمل بکونہ معدا
حتی یجب الاجر اور استعمال کرنے والے کا یہ جاننا شرط ہو کہ وہ گھر کرایہ کیواسطے مہیا ہو تب اجرت مثل واجب ہوگی وان لا یکون المستعمل مشہورا بالغصب اور وجوب
اجرت کی یہ شرط ہو کہ استعمال کرنے والا غصب کرنے میں مشہور نہ ہو ام اور اگر مشہور ہوگا غصب میں تو اُسپر کرایہ نہیں اگرچہ گھر کرایہ کیواسطے مہیا ہو اور دونوں مسئلوں
کی وجہ یہ ہو کہ اُسنے سکونت نہیں کی کرایہ لازم کرکے کذا فی الطحطاوی قلت ولو اختلفا فی العلم وعدمہ فالقول قولہ بیمینہ لانہ منکر والآخر مدع میں کہتا ہوں اور
اگر صاحب خانہ اور رہنے والا علم اور عدم علم میں مختلف ہوں یعنی صاحب خانہ کہتا ہو کہ تو جانتا تھا کہ یہ گھر کرایہ کیواسطے بنا ہو اور رہنے والا کہتا ہو کہ مجھکو اسکا
علم نہ تھا تو رہنے والے کا قول اُسکی قسم کے ساتھ مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہو اور دوسرا مدعی ہو اور قول منکر کا مقبول ہوتا ہو نہ مدعی کا تا انکہ اپنا دعوی

رب الدار وجیہ لا یبطل الاعداد ہمارے استاد نے کہا کہ صاحب خانہ کی موت سے اور اسکے بیچ ڈالنے سے اعداد یعنی کرایہ کیواسطے مہیا ہونا باطل ہوجاتا ہے
ولو بنی لنفسہ ثم ارادان یعدہ فان قال بلسانہ ویخبر الناس جاز ذکرہ المصنف اور ایک شخص نے گھر اپنے واسطے بنایا پھر چاہا کہ اسکو کرایہ کیواسطے مہیا کردے تو
اگر وہ اپنی زبان سے یہ کہے اور لوگوں کو اسکی خبر کردے تو جائز ہوگا مصنف نے اسکو اپنی شرح میں ذکر کیا ہے الا فی المعد للاستغلال فلا ضمان فیہ اذا سکن
بتاویل ملک کبیت سکنہ احد الشرکاء فی الملک ولو لیتیم کما مر عن القنیۃ فتنبہ مگر اس گھر میں ضمان نہیں جو کرایہ کیواسطے تیار رہا جبکہ اسمیں کسی شخص نے سکونت
کی اپنی ملکیت کی تاویل اور توجیہ سے چنانچہ وہ گھر جسمیں شرکا ملک سے کوئی شریک رہا اگرچہ وہ گھر مشترک یتیم کا ہو چنانچہ عنقریب مذکور ہوچکا ہے قنیہ سے تو
خبردار رہنا شارح نے خبردار کردیا اس بات پر کہ روایت قنیہ متقدمین کے قول پر مبنی ہے اور حالانکہ فتوی متاخرین کے قول پر ہے وجوب اجرت میں اما فی الوقف اذا سکنہ
احدہما بالغلبۃ بلا اذن لزم الاجر لیکن وقف کے مکان میں جبکہ ایک شریک اسمیں سکونت کرے غالب ہوکر بدون اذن کے تو اجرت لازم ہوگی او عقد کبیت ارتہن
اذ سکنہ المرتہن ثم بان للغیر معدا للاجارۃ فلا شی علیہ یا سکونت کی عقد کی تاویل سے چنانچہ رہن کے گھر میں مرتہن رہا پھر ظاہر ہوا کہ وہ گھر غیر شخص کا ہے در انحالیکہ
وہ اجارہ کیواسطے مہیا ہے تو مرتہن مذکور پر کچھ ضمان نہیں بقی لو اجر الغاصب احدہا فعلی المستاجر المسمی لا اجر المثل ولا یلزم الغاصب الاجر بل یردما قبضہ للمالک ان تیاہ
وقنیہ باقی رہی یہ بات کہ غاصب نے بیوت ثلثہ مذکورہ سے یعنی وقف اور مال یتیم اور معد للاستغلال سے ایک گھر اجارہ دیا تو مستاجر پر اجرت معین واجب ہوگی
نہ اجرت مثل اور اجرت مثل غاصب کو لازم نہ ہوگی بلکہ جو غاصب نے اجرت لی ہو وہ مالک کو پھیر دے کذا فی الاشباہ والقنیۃ وفی الشرنبلالیۃ وینظر لو عطل المنفعۃ
ہل یضمن الاجرۃ کما لو سکن اذ شرنبلالیہ میں ہے اور اسمیں نظر اور تلاش کرنی چاہیے کہ صاحب تاویل ملک یا عقد اگر منفعت کو معطل چھوڑے گیا اجرت کا
ضامن ہوگا چنانچہ سکونت کے حال میں وبخلاف خمر المسلم وخنزیرہ بان اسلم وہما فی یدہ اذا اتلفہما مسلم او ذمی فلا ضمان اور برخلاف مسلمان کے شراب اور سور کے
اسطرح پر کہ کافر مسلمان ہوا اور شراب اور سور اسکی ملک میں باقی رہے جبکہ دونوں مسلمان یا ذمی تلف کرڈالے تو ضمان نہیں یعنی اسواسطے کہ مسلمان کے
حق میں شراب اور سور مال متقوم نہیں وضمن المتلف للمسلم قیمتہا لان الخمر فی حقنا قیمی حکما لو کانا لذمی اور مسلمان شراب اور سور کا تلف کرنیوالا دونوں کی
قیمت کا تاوان دے اگر شراب اور سور کافر ذمی کی مملوک ہوں قیمت کا تاوان ہوا اسواسطے کہ شراب ہم مسلمانوں کے حق میں قیمت والی چیز ہے باعتبار حکم شرع
ہم ضمان اسواسطے لازم ہوا کہ ذمیوں کے حق میں شراب اور سور مال متقوم ہے اور اگرچہ شراب مثلی چیز ہے نہ قیمت والی لیکن چونکہ مسلم اسکی تملیک اور تملک سے ممنوع
ہے لہذا اسکی قیمت مسلم پر واجب ہوگی والمتلف غیر الامام او ماموره یری ذلک عقوبۃ فلا یضمن ولا الزق خلافا لمحمد مجتبی ضمان اس وقت واجب ہوگا جبکہ تلف کرنیوالا
بادشاہ یا اسکا ماموره ہو جو اتلاف کو تعزیر جانتا ہے تو اب ضمان نہ ہوگا اور نہ شراب کی مشک کے تلف کرنیکا برخلاف محمد کے کذا فی المجتبی ہم یعنی اگر بادشاہ یا اسکا
ماموره شراب اور سور کے اظہار بیع پر انکو تلف کرڈالے باعتبار تعزیر کے تو اسپر ضمان نہیں منح الغفار میں ہے کہ ذمی نے دارالاسلام میں خمر اور خنزیر کی بیع علانیہ کی تو
اسکو منع کیا جائیگا پھر اگر کوئی شخص شراب بہادے یا خزیر کو قتل کرے تو اسپر ضمان ہے لیکن اگر امام یہ کرے تعزیر جانکر تو اسپر تاوان نہیں نہ مشک کا نہ شراب
کا نہ سور کا ولا ضمان فی میتۃ ودم اصلا اور مردار اور خون کے تلف کرنے میں اصلا تاوان نہیں خواہ مسلم کے ہوں یا ذمی کے اسواسطے کہ کسی اہل دین کے نزدیک
یہ چیزیں مال نہیں بخلاف ما لو اشتراہا ای الخمر منہ ای الذمی وشربہا فلا ضمان ولا ثمن لانہ فعلہ بتسلیط بائعہ بخلاف غصبہا مجتبی برخلاف اس مسئلہ
کے اگر شراب ذمی سے خرید کی اور پی تو نہ اسپر ضمان ہے نہ ثمن اسواسطے کہ مشتری نے اسکے فعل اسکے بائع کے مسلط کرنے سے کیا بخلاف شراب کے غصب
کرنے کے کہ اسمیں تسلیط مالک نہیں لہذا اسپر ضمان ہے کذا فی المجتبی وفیہ اتلف ذمی خمر ذمی ثم اسلما او احدہما لا شئی علیہ لانی رایتہ علیہ قیمۃ الخمر اور مجتبی میں ہے کہ ذمی نے
دوسرے ذمی کی شراب تلف کی پھر دونوں مسلمان ہوگئے یا ایک تو تلف کرنے والے پر کچھ تاوان نہیں مگر ایک روایت میں اسپر تاوان مذکور ہے غصب خمر
مسلم فخللہا بما لا قیمۃ لہ کخلطہ او ملح یسیر لا قیمۃ لہ او بالشمس غصب جلد میتۃ فدبغہ بما لا قیمۃ لہ کتراب وشمس اخذہما المالک مجانا شراب مسلمان کی

غصب کی پھر اُسکو سرکہ بنایا اُس چیز سے جسکی قیمت کچھ نہیں چنانچہ تھوڑے گیہوں یا تھوڑا نمک ڈال کر جسکی کچھ قیمت نہیں یا سرکہ بنایا دھوپ مین رکھکر یا مردار کی کھال غصب کی پھر اُسکی دباغت کی اُس چیز سے جسکی کچھ قیمت نہیں چنانچہ مٹی اور دھوپ سے تو مالک سرکہ اور جلد مدبوغ کو مفت لے گا ولکن لو اتلفهما ضمن لانہ ولیکن اگر سرکہ اور جلد مدبوغ کو غاصب تلف کرے گا تو ضمان دیگا اور اگر وہ خود بخود تلف ہوں تو اُسپر ضمان نہیں وفی شرح الوہبانیۃ یضمن قیمۃ مدبوغا واعتمدہ فی الملتقی اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ جلد مدبوغ کا غاصب ضمان دے اور اسی قول پر ملتقی مین اعتبار کیا ہے مگر یہ ضمان صورت اتلاف پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی ولو خللها بذی قیمۃ کالملح الکثیر والخل ملکہ ولا شیء علیہ للمالک خلافا لهما اور اگر غاصب نے شراب کو سرکہ بنایا قیمت والی چیز سے چنانچہ زیادہ نمک اور سرکہ ڈالکر تو غاصب اُسکا مالک ہو جاوے گا اور مالک کے واسطے غاصب پر کوئی چیز واجب نہیں برخلاف صاحبین ولو دبغ بہ بذی قیمۃ کقرظ وعفص الجلد اخذہ المالک ورد ما زاد الدبغ اور اگر قیمت والی چیز سے جلد کی دباغت کی چنانچہ ببول کی چھال اور مازو سے تو مالک اُسکو لے اور جسقدر قیمت جلد کی دباغت سے زیادہ ہو گئی وہ غاصب کو پھیر دے اور غاصب جلد کو حتی یاخذ حصہ اور غاصب کو جلد مدبوغ کا روک رکھنا اپنے حق کے لینے تک درست ہے ولو اتلفه لا یضمن کما لو تلف اور اگر غاصب جلد مدبوغ مذکور کو تلف کرے تو ضمان نہ دے گا چنانچہ اس صورت مین ضمان نہیں اگر وہ خود بخود تلف ہو جاوے ولا ضمان بالاتلاف المیتۃ ولو لذمی اور ضمان نہیں مردار کے تلف کر ڈالنے سے اگرچہ مردار ذمی کا ہو ولا باتلاف متروک التسمیۃ عمدا ولو لمن یبیحہ ملتقی لان ولایۃ المحاجۃ ثابتۃ اور نہ اُس ذبیحہ کے اتلاف سے ضمان ہے جسپر نام خدا عمداً ترک کیا اگرچہ متروک التسمیہ اُس شخص کا ہو جو اُسکو مباح کہتا ہے یعنی شافعی مذہب کا ہو کذا فی الملتقی اسواسطے کہ حجت انگیزی کا اختیار حنفی مذہب کو ثابت ہے مگر حجت حنفیہ یہ ہے کہ اُسکی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے قال اللہ تعالی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ یعنی نہ کھاؤ اُسکو جسپر اللہ تعالی کا نام نہ لیا گیا وضمن بکسر معزف بکسر المیم آلۃ اللہو ولو لکافر ابن کمال قیمتہ خشبا منحوتا صالحا لغیر اللہو اور باجے کے توڑنے سے اگرچہ باجا کافر کا ہو کذا ذکرہ ابن کمال تاوان دے اُسکی قیمت کا یعنی کھدی ہوئی لکڑی جو گانے بجانے کے لائق نہیں اُسکی قیمت کا ضمان دے شارح نے کہا معزف بکسر میم عبارت ہے آلہ لہو سے یعنی گانے بجانے کا باجا معازف چنانچہ بربط اور مزمار اور دف اور طبل اور طنبور کذا فی المنح قاضی خاں نے کہا صالح بغیر اللہو کا مطلب یہ کہ دف توڑنے مین اُس دف کی قیمت کا تاوان دے جس دف مین روئی رکھتے ہین اور بربط کے توڑنے مین اُس چوبی پیالہ کا ضمان دے جسمین ترید وغیرہ طعام رکھا جاتا ہے وضمن القیمۃ لا المثل بإراقۃ سکر ومنصف سیجیء بیانہ فی الاشربۃ اور تاوان قیمت دے نہ ضمان مثل سکر اور منصف کے بہا دینے سے کتاب الاشربہ مین سکر اور منصف کا بیان آوے گا سکر نام ہے کھجور کے کچے پانی کا جبکہ وہ گاڑھا ہو جاوے اور منصف وہ ہے جو آدھا جل جاوے آگ پر جوش کرنے سے کذا فی الهدایہ وصح بیعها کلها وقالا لا یضمن ولا یصح بیعها وعلیہ الفتوی ملتقی ودرر وزیلعی وغیرها واقرہ المصنف اور صحیح ہے بیع آلات لہو کی بالکل اور صاحبین نے کہا کہ باجون کے توڑنے والے پر تاوان نہیں اور تمام آلات لہو اور ساز غنا کی بیع صحیح نہیں اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الملتقی والدرر والزیلعی وغیرها اما طبل الغزاۃ نزاد فی المختار الخلاصۃ والصیادین والدف الذی یباح ضربہ فی العرس فمضمون اتفاقا اور غازیون کا طبل خلاصہ کی کتاب الحظر مین یہ زیادہ کیا ہے اور شکاریون کو طبل اور وہ دف جسکا بجانا شادی مین مباح ہے تو اُسکے توڑنے مین بالاتفاق تاوان ہے کالامۃ المغنیۃ ونحوها کالکبش النطوح والحمامۃ الطیارۃ والدیک المقاتل والعبد الخصی حیث تجب قیمتها غیر صالحۃ لهذہ الامور جیسے ضمان غصب اور بیع صحیح ہے گانے والی لونڈی اور اُسکے مانند کی چنانچہ ٹکر مارنے والا مینڈھا اور اُڑنے والا کبوتر اور مرغ لڑنے والا اور خوجہ غلام کیونکہ انکی قیمت واجب ہے اس طرح پر کہ اُمور مذکورہ کی صلاحیت نہ رکھتے ہون یعنی جاریہ غیر مغنیہ اور غلام غیر خصی کی قیمت غاصب پر لازم ہوگی ولو غصب ام ولد فهلکت لا یضمن بخلاف موت المدبر لتقوم المدبر دون ام الولد وقالا یضمنها لتقومها اور اگر ام ولد کو غاصب نے غصب کیا پھر وہ ہلاک ہو گئی تو غاصب پر تاوان نہیں برخلاف غلام مدبر کے موت کے بسبب مال متقوم ہونے کے نہ ام ولد کے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا ام ولد کا بھی ضمان غاصب دے اُسکے مال متقوم ہونیکے سبب سے مدبر کی قیمت دو ثلث ہے قن کی قیمت سے

غلام ۱۲

اور ام ولد کی قیمت صاحبین کے نزدیک سوئی حصہ ہے حل قید عبد غیرہ او رباط دابتہ او فتح باب اصطبلہ او قفص طائرہ فذہبت ہذہ المذکورات
او سعی الی سلطان بمن یوذیہ والحال انہ لا یدفع بلا رفع الی السلطان او سعی بمن یباشر الفسق ولا یمتنع بنہیہ او قال السلطان قد یغرم وقد لا یغرم
فقال انہ وجد کنزا فغرمہ السلطان شیئا لا یضمن فی ہذہ المذکورات ایک شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی یا اُسکے جانور کے باندھنے کی رسی کھول دی یا اُسکے
اصطبل کا دروازہ کھولدیا یا اُسکے چڑیا کے پنجرے کی کھڑکی کھولدی سو یہ سب چیزیں جاتی رہیں یا کسی شخص نے بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جو اُسکو ستاتا ہے
اور حال یہ ہے کہ بدون حاکم سے نالش کرنے کے وہ ستمگر مانتا نہیں یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہے اور اُسکے منع کرنے سے باز نہیں آتا یا کسی ایسے بادشاہ
سے کہ کبھی ڈانڈ ڈالتا ہے اور کبھی نہیں ڈالتا یہ کہدیا کہ فلاں شخص نے گڑا ہوا مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اُس موذی یا فاسق پر یا خزانہ پانے والے پر کچھ
ڈانڈ ڈالدیا تو ان مجرموں سے ان سب صورتوں مذکورہ بالا میں تاوان نہ لیا جاویگا یعنی نہ غلام اور گھوڑے وغیرہ کا اور نہ بادشاہ کے ڈانڈ ڈالنے کا ولو غرم
السلطان البتۃ بمثل ہذہ السعایۃ ضمن اور اگر بادشاہ ڈانڈ لیتا ہو قطعاً اور یقیناً اسطرح کی چغلی سے تو چغل خور ضمان دے وکذا یضمن لو سعی بغیر حق عند محمد
زجرا لہ ای للساعی وبہ یفتی وعزر ولو الساعی عبدا طولب بعد العتق اور اسی طرح ضمان لازم آتا ہے چغل خور پر محمد کے نزدیک اگر اُسنے ناحق چغلی کھائی وجوب
ضمان چغل خور کا زجر اور توبیخ کیواسطے ہے تا دوبارہ مرتکب نہ ہو اور اسی قول پر فتویٰ ہے اور اُسکو تعزیر دیجائے اور اگر چغل خور غلام ہو تو اُس سے تاوان کا مطالبہ کیا جائے
آزاد ہونے کے بعد ولو مات الساعی فللمسعی بہ ان یاخذ قدر الخسران من ترکتہ ہو الصحیح جواہر الفتاوی اور اگر چغل خور مرگیا تو اُسکو جسکی اُسنے چغلی کھائی ہے
جائز ہے کہ بقدر اپنے نقصان کے اُسکے متروکہ سے لے یہی قول صحیح ہے کذا فی جواہر الفتاوی ونقل المصنف انہ لو مات المشکو علیہ بسقوطہ من سطح لخوفہ غرم الشاکی دیتہ
لا لو مات بالضرب لندرتہ وقدمر فی باب السرقۃ اور مصنف نے اپنی شرح میں نقل کیا یعنی عمادیہ سے اور جسکا شکوہ کیا گیا حاکم کے پاس اگر وہ مرگیا چھت پر سے
گرکے اُسکے خوف کے سبب سے تو شکوہ کرنیوالا اُسکی دیت کا تاوان دے نہ تاوان دے اُس صورت میں کہ اگر ضرب سے وہ مرگیا بسبب ندرت موت کے ضرب سے
اور البتہ یہ مسئلہ مذکور ہوچکا باب السرقہ میں امر شخص عبد غیرہ بالاباق او قال لہ اقتل نفسک ففعل ذلک وجب علیہ قیمتہ ایک شخص نے غیر کے غلام کو
بھاگ جانے کا امر کیا یا غلام سے اُسنے کہا کہ تو اپنی ذات کو قتل کر سو وہ بھاگ گیا یا اُسنے اپنی جان ہلاک کی تو اُس شخص پر قیمت غلام کی واجب ہوگئی ولو قال لہ
اتلف مال مولاک فاتلفہ لا یضمن الآمر والفرق ان بامرہ بالاباق والقتل صار غاصبا لانہ استعملہ فی ذلک الفعل وبامرہ بالاتلاف لا یصیر غاصبا للمال بل للعبد وہو قائم
لم یتلف وانما التلف بفعل العبد اور اگر ایک شخص نے غیر کے غلام سے کہا کہ اپنے مولی کا مال تلف کر سو اُسنے تلف کیا تو امر کرنیوالا شخص تاوان نہ دے اور فرق اس
مسئلہ اور مسئلہ سابقہ میں یہ ہے کہ بھاگنے اور قتل کرنے کے امر سے وہ شخص غاصب ٹھہر گیا اسواسطے کہ اُسنے غلام کو استعمال کیا اس فعل میں اور اتلاف مال کے
امر سے وہ شخص مال کا غاصب نہ ٹھہرا بلکہ غلام کا غاصب ٹھہرا حالانکہ غلام موجود ہے تلف نہیں ہوگیا اور تلف ہونا مال کا غلام کے فعل سے ہوا وعلم ان الآمر
لا ضمان علیہ بالامر الا فی ستۃ اذا کان الآمر سلطانا او ابا او سیدا او المامور صبیا او عبدا امرہ باتلاف مال غیر سیدہ واذا امرہ بحفر باب فی حائط الغیر غرم الحافر
رجع علی الآمر اشباہ اور معلوم کر کہ امر کرنے والے پر تاوان نہیں بسبب امر کرنے کے مگر چھ امر کرنے والوں پر ضمان ہے جبکہ آمر بادشاہ ہو یا باپ یا مولی یا مامور صغیر ہو
یا وہ غلام جسکو آمر نے مولے کے سوا اور کسی مال کے تلف کرنے کا امر کیا ہو اور جبکہ اُسکو غیر کی دیوار میں دروازہ کھودنے کا امر کیا ہو تو کھودنے والا تاوان دے
اور کھودنے والا امر کرنیوالے سے بھر لے کذا فی الاشباہ سلطان آمر پر اسواسطے ضمان ہے کہ اُسکا امر اکراہ ہے کیونکہ مامور جانتا ہے کہ اگر میں اطاعت نہ کرونگا
تو وہ عقاب کرے گا بخلاف غیر سلطان تو ضمان سلطان پر ہوگا نہ مامور پر اور پدر آمر کی یہ صورت ہے کہ باپ نے اپنے فرزند بالغ کو امر کیا کہ اُسکی زمین میں آگ
جلادے سو اُسنے آگ جلائی اور وہ آگ زمین ہمسایہ میں جا پڑی اور کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان باپ پر ہوگا اسواسطے کہ امر صحیح ہے اور ظاہر اس صورت کا
دلالت کرتا ہے کہ ہر امر باپ کا فرزند بالغ کے واسطے ایسا نہیں تو اگر باپ امر کرے اُسکو اتلاف مال یا قتل نفس کا تو ضمان فرزند پر ہوگا بسبب فاسد

ہونے امر کے اور آمر مولی کی صورت یہ ہے کہ مولی نے غلام ماموں کو تلف مال یا نفس کا امر کیا تو ضمان اُسکا سوائے آمر پر ہوگا اور صغیر ماموں کی یہ صورت ہے کہ جیسے مجور سے
کہا کہ اس درخت پر چڑھ اور میرے واسطے پھل توڑ پھر وہ چڑھا اور گر پڑا تو اُسکی دیت شخص آمر کی برادری پر ہوگی اور عبد ماموں کا عنقریب مذکور ہو چکا جامع الفصولین
مین ہے اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرے واسطے دروازہ کھود یعنی غیر کی دیوار مین تو ضمان اُسکا آمر پر ہے نہ حافر پر اور اگر یون نہ کہے کہ میرے واسطے کھود تو
ضمان آمر پر نہ ہوگا یعنی حافر پر ہوگا کذا فی الطحاوی استعمل عبد الغیر لنفسہ بان ارسلہ فی حاجتہ وان لم یعلم انہ عبد اوقال ذلک العبد الذی استعملہ انی حر
ضمن قیمتہ ان ہلک العبد عمادیہ کام لیا غیر کے غلام سے اپنی ذات کا اسطرح کہ اُسکو اپنی حاجت مین بھیجا اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ وہ غلام ہے یا اُس غلام نے
کہا جسکو اُسنے اپنے کام مین لگایا کہ مین آزاد ہون تو اسکی قیمت کا تاوان دے اگر غلام ہلاک ہو جائے کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ استعمال سے وہ غاصب
ٹھہرا وفیہا جاء رجل الی آخر وقال انی حر فاستعملنی فی عمل فاستعملہ فہلک ثم ظہر انہ عبد ضمنہ علم اولم یعلم وہذا اذا استعملہ فی عمل نفسہ درعمادیہ مین ہے کہ ایک مرد دوسرے پاس
آیا اور بولا کہ مین آزاد ہون سو مجھ سے کوئی کام لے سو اُسنے اُس سے کام لیا تو وہ ہلاک ہو گیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ غلام تھا تو اُسکا تاوان دے خواہ وہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو یہ
اُسوقت ہے جبکہ اُسنے اُس سے اپنا ذاتی کام لیا ہو ولو استعملہ لغیرہ ای فی عمل غیرہ لا ضمان علیہ لانہ لا یصیر بہ غاصبا لقولہ لعبد ارق ہذہ الشجرۃ وانثر المشمش لتاکلہ
انت فسقط لم یضمن الآمر ولو قال لتاکلہ انت وانا ضمن قیمتہ لانہ استعملہ فی نفعہ اور اگر غلام کو استعمال کیا اپنے سوا اور شخص کے کام مین تو آمر پر ضمان نہیں اسواسطے کہ
اس سے وہ غاصب نہیں ہوتا چنانچہ اسکے یون کہنے مین غلام سے کہ اس درخت پر چڑھ اور زردآلو کو جھاڑ تاکہ تو کھائے سو غلام گر کے مر گیا تو آمر پر ضمان
نہ ہوگا اور اگر یون کہا تاکہ تو کھائے اور مین تو اُسکی قیمت کا ضمان دیگا اسواسطے کہ اُسنے تمام غلام کو اپنے نفع مین استعمال کیا تمام طحطاوی نے کہا تعلیل اخیر مین
گفتگو ہے یعنی تمام غلام آمر کے نفع مین مستعمل نہین غلام جاء الی فصاد فقال افصدنی ففصدہ فصدا معتادا فغیرہ بالاولی فمات من ذلک ضمن
قیمۃ العبد عاقلۃ الفصاد ایک غلام فصاد کے پاس آیا سو بولا کہ میری فصد کھول سو اُسنے ایسی فصد کھولی جیسی عادت مین کھولا کرتے ہین سو وہ مر گیا اُس فصد کے
زخم سے تو فصاد کی برادری اس غلام کی قیمت کا تاوان دے شارح نے کہا اور فصد غیر معتاد مین تو بطریق اولی ضمان لازم ہوگا ہم اسواسطے ضمان واجب ہوا کہ غلام کا
اذن معتبر نہیں اگرچہ وہ ماذون ہو بلکہ مولی کا اذن لائق اعتبار کے ہے وکذا الحکم فی الصبی تجب دیتہ علی عاقلۃ الفصاد عمادیہ اور ایسا ہی حکم ہے صغیر نابالغ
کی فصد کھولنے اور اُسکے مر جانے مین تو اُسکی دیت فصاد کی برادری پر ہے کما فی العمادیہ فرع مسئلہ ملحقہ بشرح کا غصب عبدا معہ مال المولی صار غاصبا للمال
ایضا بل قالوا یضمن ثیابہ تبعا لضمان علیہ بخلاف الحر عمادیہ غصب کیا غلام اور اُسکے ساتھ مولی کا مال ہے تو وہ مال کا بھی غاصب ہو گیا بلکہ فقہا نے کہا کہ
غلام کے کپڑون کا غاصب تاوان دے باعتبار تبعیت ضمان فوات غلام کے بخلاف آزاد کے کذا فی العمادیہ یعنی آزادگی ذات کا ضمان نہیں اور نہ اُسکے کپڑون کا
وفی الوہبانیۃ شعر ولو نسی الحرفات یضمن نقصہا + ولو نسی القرآن وشاخ یذکر + اور وہبانیہ مین ہے اگر غلام مغصوب پیشون کو بھول گیا تو اُنکے نقصان کا غاصب
تاوان دے اور اگر قرآن بھول جائے یا غلام جوان پیر ہو گیا تو یہی طرح ضمان مذکور ہے ہم مسائل مذکورہ مین علت شاملہ فوات وصف مرغوب فیہ ہے جس سے مالیت
زیادہ ہوتی ہو شعر ولو علم الدلال قیمۃ سلعۃ + فقوم للسلطان انقص تحسیر + اور اگر دلال قیمت قماش کی جانتا ہو پھر حاکم کے واسطے کمتر قیمت اُسکی بیان کرے تو اُسپر
تاوان لازم آویگا شعر وتتلف احدی فردتین لمسلم + البقیۃ والمجموع منہ تخییر + اور جوڑے مین سے ایک فرد کے تلف کرنے والے کو باقی فرد بھی دیجاوے اور کل کی
ضمان کو وہ حاضر کرے ہم جوڑے سے مراد وہ چیزین ہین جنکے مالک کو انتفاع مقصود حاصل نہ ہووے بدون دونوں کے چنانچہ دو کواڑ اور دو موزے اور دو جوتے
تو اگر غاصب ایک فرد اُنمین سے غصب کرے تو دوسری فرد بھی اُسکو مالک تسلیم کرے اور جوڑے کا تاوان اُس سے لے قلت وعن ابی یوسف لا یضمن الا
الخف التی اتلفہا وفی البزازیۃ ہو المختار واقرہ الشرنبلالی مین کہتا ہون اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ غاصب سے تاوان نہ لیا جائے مگر ایک ہی موزے
کا جسکو اُسنے تلف کر دیا اور بزازیہ مین ہے کہ یہی قول مختار ہے اور شرنبلالی نے اُسکو ثابت رکھا ہے وذکر بالفصد ان السلطان لیس بقید وانہ ینبغی القول بہ فیہما

القاضی ایضاً سیما فی استبدال الوقف و مال الیتیم فلیحفظ واللہ اعلم اور شرنبلالی نے شرح وہبانیہ مین وہ قول ذکر کیا جو اسکا مفید ہی کہ وہبانیہ کی بیت مین قبض قیمت دلال مین سلطان قید نہین ہی اور یہ کہ تضمین قاضی کا بھی قول لائق ہی خصوصاً استبدال وقف اور مال یتیم مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے واللہ اعلم م یعنی اموال یتامی اور ویران اوقات کی قیمت امیرون اور نوابون اور حاکمون کے واسطے قیمت کرنے والی مقرر کرتے ہین اور اسمین غبن فاحش ہوتا ہی اور قاضی انکا حال جانتا ہی خصوصاً استبدالات مین تو اسوقت مین لائق یہ ہی کہ قاضی کی بھی ضمان کے قائل ہو جیسے کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالی مختصراً خاتمہ ایک شخص پر دین تھا سو وہ بھول گیا پھر مرگیا تو اسکا مواخذہ ہوگا قیامت کے دن یا نہ ہوگا جواب اسکا یہ ہی کہ اگر تجارت کا دین ہی تو امید یہ ہی کہ مواخذہ نہ ہوگا اور اگر غصب کی جہت سے دین ہی تو مواخذہ ہوگا ایک شخص کا باپ مرگیا اور اسپر دین تھا اور وہ بھول گیا اور اسکا بیٹا جانتا ہی تو وہ ادا کرے اور اگر بیٹا بھی دین بھول کر مرگیا تو ماخوذ نہ ہوگا ایک شخص نے باپ کی چیز چوری کی پھر اسکا باپ مرگیا تو فرزند سے آخرت مین مواخذہ نہوگا اسواسطے کہ دین اور ضمان مسروق منتقل ہوا فرزند کی طرف باپ کی موت کے بعد لیکن چوری کا گناہ البتہ باقی رہا اگر مسلم نے کافر ذمی کی چوری کی یا غصب کیا تو اسکا عذاب قیامت مین ہوگا اور جھگڑا آدمی کا قیامت مین سخت تر ہوگا اسواسطے کہ کافر دوزخی رہیگا ہمیشہ اور غیر کفر کے عذاب سے اسپر تخفیف ہوا کریگی بسبب اسکی حق التقیون کے تو اس سے امید عفو کی نہین اور مسلمان سے البتہ امید ہی اور جانور کی خصومت آدمی پر نہایت سخت تر ہی آدمی کی خصومت سے آدمی پر غاصب اگر خانہ مغصوب مین بیمار رہو تو اسکی عیادت نہ کرنی چاہیے ابو یوسف نے کہا ایک شخص نے زمین غصب کی اور اسمین مسجد بنائی اور دکانین اور حمام تو اس مسجد مین نماز کا تو چندان مضائقہ نہین لیکن حمام مین نجانا چاہیے اور دونون کا کرایہ نہ لیا چاہیے مگر خرید کرنے کیواسطے دکانون مین جانا جائز ہی ہشام نے کہا مین مکروہ جانتا ہون نماز اس مسجد مین یہانتک کہ اسکے مالک رضی ہو جاوین اور ان دکانون کو خرید کرنا بھی میرے نزدیک مکروہ ہی اور جو سوداگر ان دکانون مین رہتے ہین مغصوب جان کر انکی گواہی مقبول نہین کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الشفعہ

یہ کتاب ہی شفعہ کے مسائل مین مناسبتہ تملک مال الغیر بغیر رضاہ شفعہ کی مناسبت غصب سے مالک ہوتا ہی غیر کے مال کا بدون اسکی رضامندی کے یعنی غیر کے مال کا مالک ہونا بدون اسکی رضامندی کے غصب اور شفعہ مین مشترک امر ہی لہذا غصب کے بعد شفعہ کو مذکور کیا ہی لغۃ الضم شفعہ لغت مین بمعنی ضم ہی یعنی ملانا امام زیلعی نے کہا شفعہ ماخوذ ہی شفع بمعنی ضم سے جو ضد ہی وتر کی اور اسی سے شفاعت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی گنہگارون کے واسطے اسلیے کہ حضرت کی شفاعت سے نہین ملا دیتے ہین ناجین کے ساتھ ملینگے اور یہان شفیع ماخوذ کو اپنی ملک کے ساتھ ملاتا ہی لہذا اسکا نام شفعہ ٹھہرا وشرعاً تملیک البقعۃ جبراً علی المشتری بما قام علیہ بمثلہ لو مثلیا والا بقیمتہ اور شرع مین شفعہ عبارت ہی تملیک بقعہ سے مشتری پر زبردستی کرکے بعوض اس مال کے جو مشتری پر خرید کرنے مین پڑا اور یہ تملیک ہو بعوض مثل ثمن مشتری کے اگر ثمن مثلی ہو اور نہین تو برابر اسکی قیمت کے م مشتری کی قید سے ملک بلا عوض سے احتراز ہو گیا چنانچہ ہبہ بلا عوض اور میراث اور صدقہ سے اور اس ملک سے جو بعوض غیر عین کے ہو چنانچہ مہر اور اجارہ اور خلع اور صلح دم عمد سے اسواسطے کہ امور مذکورہ مین شفعہ نہین اور اگر ہبہ بعوض ہو تو اسمین شفعہ ہی کیونکہ وہ باعتبار انتہا کے بیع ہی وسببہا اتصال ملک الشفیع بالمشتری بشرکۃ او جوار اور شفعہ کا سبب متصل ہونا ہی ملک شفیع کا خریدی چیز سے خواہ اتصال شرکت کے ساتھ ہو خواہ ہمسائگی کی جہت سے م خواہ شرکت بقعہ مین ہو خواہ حقوق مین چنانچہ آگے معلوم ہوگا لزوم شفعہ کی حکمت یہ ہی کہ تا آدمی اجنبی شخص کی ہمسائگی سے تکلیف نہ پاوے وشرطہا ان یکون المحل عقاراً اور شفعہ کی شرط یہ ہی کہ محل عقار ہو م درمنتقی مین ہی کہ عقار سے مراد یہان غیر منقول ہی عقار مین کرم اور چکی اور کنوان اور بالاخانہ داخل ہی اگرچہ اسکی راہ سفل مین نہو اور عمارت اور اشجار عقار سے نکل گئی اسواسطے اسمین شفعہ نہین مگر عقار کے ساتھ اگرچہ عمارت اور شجر کی بیع مین حق القرار بین العقار عن الکل کذا فی الطحطاوی مثلا کان او علوا شرط شفعہ عقار ہی اگرچہ عقار سفل ہو یا علو یعنی نیچے کا مکان ہو

یا ادپر کا مکان ہم شفعہ بالاخانہ کی مثال یہ ہے کہ دو شخص شریک ہیں سفل اور علو میں سو ایک شریک نے بالاخانہ کا اپنا حصہ بیع کیا تو دوسرا شریک اسکا شفیع ہوگا بحیثیت عقار کے کذا فی الطحطاوی وان لم یکن طریقہ فی السفل لانہ التحق بالعقار بما لہ من حق القرار اور شفعہ ثابت ہے اگرچہ بالاخانہ کی راہ نیچے والے مکان میں نہو اسواسطے کہ بالاخانہ ملحق بعقار ہے اسواسطے کہ اسکے لیے حق ثبات اور قرار ثابت ہے کذا فی الدرر اگر منزل بالا اور منزل زیرین کی ایک ہی راہ ہے تو استحقاق شفعہ بسبب طریق کے ہے اسوجہ سے کہ وہ شخص شریک فی الحقوق ہے اور اگر اسکی دوسری راہ ہے تو استحقاق شفعہ بسبب ہمسائگی کے ہے اور اگر منزل زیرین کی بیع ہوئی اور منزل بالا منہدم ہو تو بقیاس قول ابو یوسف شفعہ نہیں اور بقیاس قول محمد شفعہ ہے اور اگر منزل زیرین ایک شخص کی ہے اور منزل بالا دوسرے شخص کی اور دونوں کے پاس گھر بکتا ہے تو اسمین دونوں کا شفعہ ہے کذا فی الطحطاوی وما جزم بہ ابن الکمال فی اول باب ما ہی فیہ من ان البناء اذا بیع مع حق القرار یلتحق بالعقار ردہ شیخنا الرملی وافتی بعدمہا تبعا للبزازیۃ وغیرہا فلیحفظ اور وہ جو ابن کمال نے اس باب کے اول میں جسکے اندر شفعہ ہے اسکا یقین کر لیا ہے کہ جب بیچی جائے عمارت حق قرار کے ساتھ تو عمارت ملحق بعقار ہے تو اسمین شفعہ ثابت ہے سو اس کلام کو ہمارے استاد خیر الدین رملی نے رد کیا ہے اور فتوی دیا ہے عدم شفعہ کا بزازیہ وغیرہا کا تابع ہو کر تو اسکو یاد رکھنا چاہیے عمارت مع حق القرار کی مثال یہ ہے کہ زمین وقف میں عمارت بنائی گئی اور بقاء عمارت وقف یا متولی سے شرط کر لیا تو اگر عمارت مذکورہ کی بیع ہو تو ابن کمال اور مفتی ابو السعود کے نزدیک اسمین شفعہ ثابت ہے لیکن در المنتقی اور بزازیہ اور سراجیہ اور خیریہ اور قنیہ میں عدم شفعہ مصرح ہے سراجیہ میں یوں ہے کہ ایک مرد کا گھر ہے وقف کی زمین میں تو اسکے واسطے شفعہ نہیں اور اگر وہ شخص اپنی عمارت بیچے تو اسکے واسطے بھی شفعہ نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا ورکنہا اخذ الشفیع من احد المتعاقدین عند وجود سببہا وشرطہا اور شفعہ کا رکن لینا ہے شفیع کا بائع یا مشتری سے وجوب سبب و شرط شفعہ کے ہم یعنی جبکہ اتصال ملک شفیع ہوا اور عقد معاوضہ اور بیع عقار ہو وحکمہا جواز الطلب عند تحقق السبب ولو بعد سنین اور حکم شفعہ جائز ہوتا ہے طلب کا سبب کے ثبوت کے نزدیک اگرچہ جواز طلب چند سال کے بعد ہو ہم سالہا سال کے بعد طلب شفعہ اسوقت جائز ہوگی جبکہ شفیع غائب ہوا اور اسکو بیع کا حال معلوم نہ ہو وصفتہا ان الاخذ بہا بمنزلۃ شراء مبتدا ولذا یثبت بہا ما یثبت بالشراء کالرد بخیار رویۃ وعیب اور شفعہ کی صفت یہ ہے کہ بواسطہ شفعہ کے لینا ابتدا خرید کے مانند ہے تو شفعہ سے وہ ثابت ہوتا ہے جو خریداری سے ثابت ہوتا چنانچہ پھیر دینا بسبب خیار رویت اور خیار عیب کے تجب لہ لا علیہ شفعہ واجب ہے یعنی ثابت ہے شفیع کی منفعت کیواسطے نہ اسپر مضرت ہونے کو ہم شارح نے اس قول سے اشارہ کر دیا کہ یہاں وجوب یعنی ثبوت کے ہے نہ وجوب مصطلح فقہا جسکے ترک سے گناہ لازم آوے تو اگر شفیع طلب نہ کرے تو اسپر کچھ گناہ نہیں بعد البیع ولو فاسدا انقطع فیہ حق المالک کما یاتی شفعہ واجب ہے بعد بیع کے اگرچہ ایسی بیع فاسد ہو جسمین مالک کا حق منقطع ہو گیا چنانچہ آگے آویگا ہم بیع فاسد میں حق مالک منقطع ہوتا ہے مشتری کے وقف کرنے اور رہن رکھنے اور وصیت کرنے سے او بخیار المشتری یا شفعہ واجب ہوتا ہے بعد بیع کے مشتری کے خیار سے یعنی اگر بائع کا خیار رہو یا بائع اور مشتری دونوں کا تو شفعہ نہیں وتستقر بالاشہاد فی مجلسہ ای طلب المواثبۃ اور شفعہ مستقر اور ثابت ہو جاتا ہے گواہ کرنے سے اسکی مجلس میں یعنی طلب مواثبہ کی مجلس میں فلا تبطل بعدہ تو شفعہ باطل نہ ہوگا بعد گواہ کر لینے کے یعنی بعد اشہاد کے اگر تاخیر کرے گا قاضی کے پاس رجوع کرنے سے تو شفعہ باطل نہوگا بموجب ظاہر مذہب مفتی بہ کے وتملک بالاخذ بالتراضی او بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لثبوت ملک الشفیع بمجرد الحکم قبل الاخذ کما حررہ ملا خسرو اور عقار مبیع مملوک ہو جاتا ہے لینے سے باہم کی رضامندی سے یا مملوک ہوتا ہے قاضی کے حکم سے شارح نے کہا قضاء قاضی اخذ پر عطف ہے بسبب ثابت ہونے ملک شفیع کے مجرد حکم قاضی سے لینے سے پہلے چنانچہ درر میں ملا خسرو نے اسکو تحریر کیا ہے ہم شارح نے بیان عطف سے شبہہ دفع کیا یعنی اگر قضاء قاضی کا عطف تراضی پر کوئی سمجھے گا تو مطلب یہ ہوگا کہ ملک شفعہ لینے سے ہوتی ہے خواہ لینا تراضی سے ہو خواہ قاضی کے حکم سے حالانکہ یہ مطلب خلاف تحقیق ملا خسرو ہے بقدر رؤس الشفعاء لا الملک خلافا للشافعی شفعہ واجب

ہوتا ہے بقدر رؤس شفعاء کے نہ بقدر ملک شفیعوں کے برخلاف مذہب شافعی ہم عدد رؤس شفعاء اور مقدار ملک کی صورت یہ ہے کہ ایک گھر تین شخصوں مین
مشترک ہے ایک کا حصہ اسمین نصف ہے (آدھا ۱۲) اور دوسرے کا تہائی (تہائی ۱۲) اور تیسرے کا سدس (چھٹا حصہ ۱۲) سو صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور باقی دونون شریکون نے شفعہ
طلب کیا تو امام شافعی کے نزدیک حصہ مبیعہ مین اثلاث کا حکم ہوگا بقدر انکی ملک کے اور اگر صاحب سدس اپنا حصہ بیع کرے گا تو دونون مین اخماس کا
حکم ہوگا اور اگر صاحب ثلث نے بیع کی تو ارباع کا حکم ہوگا اور ہم حنفیون کے نزدیک دونون شریکون مین برابر نصف نصف کا حکم ہوگا سب صورتون مین
کذا فی الدرر یعنی جتنے شفیع ہونگے برابر حصہ پا وینگے اگرچہ کسی کی زیادہ ملک ہو اور کسی کی کم للخلیط یتعلق تجب فی نفس المبیع شفعہ واجب ہوتا ہے واسطے
خلیط کے یعنی جو شریک ہے ذات مبیع مین شارح نے کہا لفظ للخلیط کا تجب سے متعلق ہے ہم کہتا ہے مصنف نے ترتیب شفعاء کا بیان شروع کیا ثم ان لم یکن
او سلم لہ فی حتی المبیع وہو الذی قاسم وبقیت لہ شرکۃ فی حق العقار کالشرب والطریق خاصین بعد اسکے اگر شریک نفس مبیع کا نہ ہو یا ہو مگر شریک
کیواسطے بیع کو مسلم رکھے یعنی حق شفعہ کو طلب نہ کرے تو اسکا شفعہ واجب ہے جو حق مبیع مین شریک ہے اور حق مبیع کا شریک وہ ہے جسنے مشترک چیز بانٹ لی اور اسکی شرکت حق
عقار مین باقی رہی جیسے مخصوص پانی لینے کی باری کی شرکت اور طریق خاص کی شرکت ثم فسر ذلک بقولہ کشرب نہر صغیر لا تجری فیہ السفن و
طریق لا ینفذ پھر مصنف نے خاص باری اور خاص طریق کی تفسیر کی اپنے اس قول سے یعنی چنانچہ پانی کی باری اس نہر صغیر کی جسمین کشتیان نہین چلتین
اور جیسے کوچہ غیر نافذہ فلو عامین لا شفعۃ بہما تو اگر پانی کی باری عام ہو یعنی نہر کبیر ہو جسمین کشتیان چلتی ہون اور طریق عام ہو یعنی کوچہ نافذہ ہو تو ان دونون
شرکتون سے شفعہ ثابت نہ ہوگا بیانہ شرب نہر مشترک بین قوم تسقی اراضیہم منہ بیعت ارض منہا فلکل اہل الشرب الشفعۃ ولو النہر عاما والمسئلۃ بحالہا فالشفعۃ للجار
الملاصق فقط بیان نہر خاص کا یہ ہے کہ نہر صغیر کہ پانی لینے کی باری مشترک ہے چند لوگون مین کہ انکی اراضی اس سے سینچی جاتی ہین ان اراضی مین سے ایک کھیت بکا تو
سب پانی لینے والون کے واسطے شفعہ ثابت ہے یعنی سب لوگون کا حق ہے انکی خرید مین اور اگر نہر عام ہے جسمین کشتیان چلتی ہون اور باقی مسئلہ بحال
سابق ہے تو سب پانی لینے والون کا وہان کی زمین کی بیع مین شفعہ نہین بلکہ فقط ہمسایہ ملاصق کا شفعہ ہے ہم شارح نے طریق خاص کا بیان نہ کیا اسکے ظاہر
ہونے کے سبب سے ثم لجار ملاصق ولو ذمیا او ماذونا او مکاتبا پھر حق بیع کے خلیط کے بعد شفعہ ہمسایہ ملاصق کے واسطے واجب ہے اگرچہ ہمسایہ ملاصق
ذمی یا عبد ماذون یا مکاتب ہو بابہ فی سکۃ اخری وظہر دارہ لظہرہا فلو بابہ فی تلک السکۃ فہو خلیط لما مر جار ملاصق وہ ہے جسکا دروازہ دوسرے کوچے مین
ہے اور اسکے گھر کی پشت خانہ مبیعہ کی پشت سے ملی ہے تو اگر اسکا دروازہ اسی کوچہ مین ہے اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہے تو وہ خلیط ہے حق مبیع مین نہ جار ملاصق چنانچہ
مذکور ہو چکا اگرچہ اسکا دروازہ سامنے ہو خانہ مبیعہ کے ہم ترتیب شفعہ کی صورت یہ ہے کہ ایک منزل یعنی کوٹھری یا دالان مشترک ہے دو شخصون مین اور وہ
منزل واقع ہے ایک قوم کے گھر مین کوچہ غیر نافذہ کے اندر جبکہ احد الشریکین اپنا حصہ منزل سے بیع کرے گا تو منزل کا شریک احق ہے شفعہ کے ساتھ پھر
اگر وہ تسلیم کرے تو گھر کے شریک احق ہین کوچہ کے شریکون سے اسواسطے کہ وہ اقرب ہین صحن دار کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کرین تو اہل کوچہ
احق ہین راہ کی شرکت کے سبب سے پھر اگر وہ بھی تسلیم کرین تو جار ملاصق احق ہے کذا فی الدرر وطحطاوی مین ہے کہ ترتیب مذکور کی وجہ اس حدیث مین مذکور
ہے الشریک احق من الخلیط والخلیط احق من الشفیع یعنی شریک زیادہ تر حقدار ہے خلیط سے اور خلیط احق ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہے اور
خلیط سے خلیط فی حق المبیع مراد ہے اور شفیع سے جار ملاصق مراد ہے محبوبی نے ترتیب انکی یون مذکور کی ہے کہ اول شریک فی البیت (کوٹھری ۱۲) ہے پھر شریک فی الدار (مکان ۱۲) پھر شریک
فی الاساس پھر شریک فی الشرب پھر شریک فی الطریق پھر ہمسایہ ملاصق اور ہمسایہ ملاصق وہ ہے کہ اسکی دیوار ہو اور دوسرے کی دیوار ہو اور دونون دیوارون
مین راہ نہین چلتے بسبب تنگی ممر کے یا دونون باہم ملصق ہون تو اگر دونون مین طریق نافذ ہو تو اس ہمسایہ کا شفعہ نہین انتہی و واضع جذوع علی حائط
(عمارت ۱۲) شریک فی خشبۃ علیہ جار او رکھنے والا دھنیون کا دوسرے کی دیوار پر اور اس لکڑی کا شریک جو دیوار پر ہے وہ ہمسایہ ہے نہ شریک فی حق المبیع کذا فی الہدایہ

دالثانی فی ولو فی نفس الجدار فشریک ملتقی فاتت لکن قال المصنف ولو کان بعض الجیران شریکا فی الجدار لا یتقدم علی غیرہ من الجیران لان الشرکۃ فی البناء و
المجرد بدون الارض لایستحق بہا الشفعۃ اور اگر دیوار کی ذات مین شرکت ہو تو وہ شریک ہے ہمسایہ مین گنا ہون لیکن مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ اگر ہمسایون
مین سے ایک ہمسایہ دیوار مین شریک ہو تو اور ہمسایون پر مقدم نہ ہوگا اسواسطے کہ فقط عمارت کی شرکت سے بدون شرکت زمین کے استحقاق شفعہ کا نہین
ہوتا میں یعنی ملتقی کی عبارت اسپر محمول ہے جبکہ زمین بھی شترک ہو صورت اسکی یہ ہے کہ دو شریکون نے مشترک زمین مین دیوار بنائی پھر زمین کی دونون نے
قسمت کرلی سوا سے محل بنا کے تو اگر اس دیوار کی بیع ہوگی تو اسکے شفعہ کا شریک احق ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا و فی شرح المجمع وکذا للجار المقابل
فی السکۃ الغیر النافذۃ الشفعۃ بخلاف النافذۃ اور شرح مجمع مین ہے اور اسی طرح شفعہ ہے اس سامنے کے ہمسایہ کا جبکہ کوچہ غیر نافذہ مین واقع ہے بخلاف
کوچہ نافذہ کے کہ اسکا شفعہ نہین اسقط البعض حقہ من الشفعۃ بعد القضاء فلو قبلہ فللمن بقی اخذ الکل لزوال المزاحمۃ لیس لمن بقی اخذ نصیب التارک
لانہ بالقضاء قطع حق کل واحد منہم فی نصیب الآخر زیلعی کسی شفیع نے اپنا حق شفعہ کا ساقط کردیا بعد حکم قاضی کے تو باقی شفیعون کو شفیع تارک کا حصہ لینا
جائز نہین اسواسطے کہ حکم قاضی سے ہر واحد کا حق جدا ہوگیا دوسرے کے حصہ سے کذا فی الزیلعی تو اگر شفیع اپنا حق ساقط کردے قبل قضاء قاضی تو
باقی شفیعون کو تمام مبیع کا لینا جائز ہے بسبب دور ہوجانے مزاحمت کے ولو کان بعضہم غائبا یقضی بالشفعۃ بین الحاضرین فی الجمیع لاحتمال عدم طلبہ فلا یؤخر
بالشک اور اگر بعض شفیع غائب ہو تو شفعہ کا حکم ہوگا حاضرین کے اندر تمام مبیع مین شفیع غائب کے نہ طلب کرنے کے احتمال سے تو تاخیر نہ کیجاویگی بسبب
شک کے وکذا لو کان الشریک غائبا فطلب الجار یقضی لہ بالشفعۃ کلہا اور اسی طرح اگر ایک شریک غائب ہو تو شریک حاضر نے شفعہ طلب کیا تو
اسی کیواسطے تمام شفعہ کا حکم ہوگا ثم اذا حضر وطلب قضی بہا فلو مثل الاول قضی لہ بنصفہ ولو فوقہ فبکلہ ولو دونہ منعہ خلاصہ پھر جبکہ شریک غائب یا شفیع غائب
حاضر ہوا اور شفعہ طلب کرے تو اسکے واسطے شفعہ لینے کا حکم ہوگا سو اگر شفیع ثانی برابر ہو شفیع اول کے یعنی دونون شریک ہین تو اسکے واسطے نصف کا حکم ہوگا اور
اگر ثانی فوق ہو اول سے یعنی ثانی شریک ہو اور اول ہمسایہ تو تمام شفعہ کا ثانی کے واسطے حکم ہوگا اور اگر ثانی کمتر ہو اول سے تو شفعہ سے ثانی کو قاضی باز رکھے
کذا فی الخلاصہ اسقط الشفیع الشفعۃ قبل الشراء لم یصح لفقد شرطہ وہو البیع شفیع نے شفعہ ساقط کردیا خریداری مشتری سے پہلے تو صحیح نہین بسبب نہ پائے جانے
اسکی شرط کے اور وہ شرط بیع ہے اراد الشفیع اخذ البعض وترک الباقی لم یملک ذلک جبرا علی المشتری لضرر تفریق الصفقۃ شفیع نے بعض شفعہ لینے کا اور بعض کے
چھوڑنے کا قصد کیا تو وہ اسکا مالک نہین مشتری پر جبر کرکے تفریق صفقہ کے ضرر کے سبب سے ولو جعل بعض الشفعاء نصیبہ لبعض لم یصح وسقط حقہ
لاعراضہ وتقسیم بین البقیۃ اور اگر ایک شفیع نے اپنا حصہ دوسرے شفیع کے واسطے مقرر کردیا تو صحیح نہین اور اسکا حق اس فعل سے ساقط ہوگا اسکی روگردانی
سے اور مبیع بٹ جائیگا باقی شفیعون مین بل لو طلب احد الشریکین النصف بناء علی انہ یستحقہ فقط بطلت شفعتہ لان شرط صحتہا ان یطلب الکل کما بسطہ الزیلعی فلیحفظ
بلکہ اگر دو شریکون مین سے ایک شریک نصف شفعہ طلب کرے اسوجہ سے کہ وہ فقط نصف کا استحقاق رکھتا ہے تو اسکا شفعہ باطل ہوگیا اسواسطے کہ صحت
شفعہ کی شرط یہ ہے کہ تمام شفعہ کو طلب کرے چنانچہ اسکو زیلعی نے مشرح بیان کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وصح بیع دور مکۃ فتجب الشفعۃ فیہا
وعلیہ الفتوی اشباہ اور صحیح ہے بیع مکہ معظمہ کے گھرون کی تو انمین شفعہ واجب ہے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الاشباہ ہم ملتقطات مین مذکور ہے کہ مکہ معظمہ
کے گھرون مین شفعہ نہین وبہ یفتی تو فتوی مختلف ہے چنانچہ ابو السعود نے مذکور کیا ہے شرح وہبانیہ مین تجنیس اور فریدیہ سے مذکور ہے کہ وہان کے وجوب شفعہ
مین دو روایتین ہین اور جامع صغیر مین ہے کہ زمین مکہ کی بیع جائز نہین اور عمارت کی بیع جائز ہے تو شفعہ واجب نہین اور حسن کی روایت امام سے یہ ہے
کہ شفعہ واجب ہے اور یہی قول ہے صاحبین کا اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت ومفادہ صحۃ اجارتہا بالاولی وقد قدمناہ فلیحفظ لکنہ یکرہ
ونقضہ فی الحظر مین کہتا ہون اور مکہ معظمہ کے گھرون کی بیع کی صحت کا مفاد یہ ہے کہ انکا اجارہ بطریق اولی صحیح ہے اور مقرر ہم اسکو مقدم ذکر کرچکے

تو یاد رکھنا چاہیے لیکن انکا اجارہ مکروہ ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان کرینگے کتاب الحظر والاباحۃ میں ہم شارح نے کتاب الحظر میں اجارہ وہبانیہ
اور تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ میں مکروہ جانتا ہوں بیوت مکہ کا اجارہ ایام حج میں اور امام فتوی دیتے تھے اہل مکہ کے واسطے
کہ گھروں کو حاجیوں کے واسطے خالی کردیں بدلیل قول حق تعالی سواء ن العاکف فیہ والباد یعنی مکہ معظمہ میں مقیم اور مسافر برابر ہے اور امام نے اجارہ
جائز کیا ہے ایام حج کے سوائے میں تو اسی سے کراہت اور صحت اجارہ کا اختلاف رفع ہوگیا کذا فی الطحطاوی یعنی ایام حج میں اجارہ مکروہ ہے اور غیر حج
میں اجارہ صحیح ہے وفیہا وتصح الطلب من وکیل الشراء ان لیسلم الی موکلہ وان سلم لا وبطلت ہو المختار اور اشباہ میں ہے اور صحیح ہے طلب کرنا
شفعہ کا مشتری کے وکیل سے اگر مبیع اسنے اپنے موکل کو تسلیم نہ کردی ہو اور اگر تسلیم کردی ہو تو طلب شفعہ وکیل سے صحیح نہیں تو دعوی شفعہ اس سے باطل
ہے یہی قول مختار ہے مع مصنف اور شارح کا کلام اسکا موہم ہے کہ وکیل مشتری جبکہ شفیع ہو تو اسکو اپنا شفعہ طلب کرنا صحیح ہے قبل تسلیم موکل کے اور بعد تسلیم
باطل ہے حالانکہ درر اور غرر میں یوں ہے کہ وکیل مشتری خصم ہے شفیع کا جبتک موکل کو تسلیم نہ کرے اور تسلیم کے بعد تو موکل خصم ہے انتہی تو اس میں بطلان شفعہ مذکور
نہیں اور اسی طرح زیلعی میں مذکور نہیں کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے ترجمہ میں کتب مذکورہ کی رعایت کی ولا شفعۃ فی الوقف ولا لہ نوازل ولا بجوارہ
شرح مجمع وخانیہ خلافا للخلاصۃ والبزازیۃ ولعل لا ساقطۃ فالمصنف اور شفعہ نہیں ہے وقف میں اور نہ وقف کیواسطے شفعہ ہے کذا فی النوازل اور نہ وقف کے جوار میں
شفعہ ہے کذا فی شرح المجمع والخانیہ برخلاف خلاصہ اور بزازیہ کے اور شاید کہ لا ساقط ہے خلاصہ و بزازیہ میں ایسا کہا ہے مصنف نے شرح میں ہم وقف میں اسواسطے
شفعہ نہیں کہ اسکی بیع جائز نہیں اور اگر کوئی گھر یا مکان وقف کے قریب بیع ہو تو اسکو وقف کرنے والا بطریق شفعہ نہیں لے سکتا اور نہ متولی اور نہ موقوف علیہ
وقولہ ولالہ ولا بجوارہ کا ایک ہی مطلب ہے تو شارح کو اقتصار لا بجوارہ پر بہتر تھا چنانچہ مصنف نے اپنی شرح میں ایسا ہی کیا ہے مصنف نے خلاصہ و بزازیہ کی
روایت نقل یوں کی وکذا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف تو شاید اصل عبارت یوں ہوگی ولا تثبت الشفعۃ بجوار الوقف کذا فی الطحطاوی بتصرف قلت وحمل شیخنا الرملی الاول
الاخذ بہ والثانی علی اخذہ بنفسہ اذا بیع ففی البعض حق الشفعۃ مبنی علی صحۃ البیع انتہی میں کہتا ہوں اور ہمارے استاد خیر الدین رملی نے قول اول یعنی عدم شفعہ
جوار وقف کو محمول کیا ہے شفعہ لینے پر بسبب وقف کے یعنی اگر جوار وقف میں کوئی گھر بکتا ہو تو وقف اور متولی کو اسکا حق شفعہ کے سبب سے جائز نہیں اور
قول ثانی یعنی ثبوت شفعہ کو جو خلاصہ اور بزازیہ میں مذکور ہے محمول کیا ہے وقف کے خرید کرنے پر بسبب ذات وقف کے جبکہ اس وقف کی بیع ہو سو بعض میں
ہے کہ حق شفعہ مبنی ہے صحت بیع پر انتہی کلامہ یعنی اگر شرعاً کسی وقف کی بیع جائز ہو اور وہ بیع ہو وے تو اسکے جوار کے وقف کے متولی کو اسکا خرید کرنا
بحق شفعہ درست ہے کذا فی الطحطاوی فمفادہ ان ما لا یملک من الوقف بحال لا شفعۃ فیہ وما یملک بحال ففیہ الشفعۃ تو رملی کے کلام کا مفاد یہ ہے کہ جو وقف
کہ مملوک نہ ہو سکتا ہو کسی حال میں تو اسمیں شفعہ نہیں اور جو وقف کہ مملوک ہو سکتا ہو کسی حالت میں تو اسمیں شفعہ ہے مملوک ہونے وقف کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے
وقف کیا دو فرزندوں پر بالمناصفہ اور ہر شخص کو اپنے حصہ کے استبدال میں مختار کیا سو ایک نے اپنا حصہ مقتضائے شرط کے بیع کیا پھر دوسرے نے اسی
طرح اپنا حصہ بیچا تو مشتری اول کو بحق شفعہ حصہ ثانی کا لینا جائز ہے کذا فی الطحطاوی واما اذا بیع بجوارہ وکان بعض المبیع ملکا وبعضہ وقفا وبیع الملک
فلا شفعۃ للوقف واللہ اعلم اور جبکہ جوار وقف میں کوئی چیز بیع ہو یا بعض مبیع مملوک ہو اور بعض وقف اور مملوک بیع ہو تو وقف کیواسطے شفعہ نہیں ہے واللہ اعلم

باب طلب الشفعۃ

یہ باب ہے شفعہ طلب کرنے کے مسائل میں ہم چونکہ ثبوت شفعہ طلب پر موقوف ہے لہذا اسکا بیان اور اسکی کیفیت اور تقسیم کا بیان شروع کیا وطلبہا الشفیع فی مجلس علمہ
من مشتر او رسولہ او عدل او عدد بالبیع اور شفعہ طلب کرے شفیع بیع دریافت ہونے کی مجلس میں خواہ علم بیع مشتری سے ہوا ہو یا اسکے فرستادہ سے یا کسی اور
ایک متقی شخص کے کہنے سے یا عدد کثیر کی خبر دینے سے وان امتد المجلس کالمخیرۃ ہو الاصح ررو علیہ المتون خلافا لما فی جواہر الفتاوی انہ علی الفور وعلیہ الفتوی

مجلس علم میں بیع طلب لازم ہی اگرچہ مجلس دراز ہو عورت مخیرہ کی مانند یہی قول صحیح ہی کذا فی الدرر اور اسی قول پر متون فقہ شامل ہین برخلاف روایت
جواہر الفتاوی کہ طلب علی الفور لازم وعلی الفور پر فتوی ہی ہم طحطاوی نے کہا جبکہ روایت علی الفور پر فتوی ہوا تو مخالفت کی کیا وجہ ہی اور اسی روایت پر
متفرع ہی نوازل کا مسئلہ کہ جب شفیع سلام کرے مشتری پر تو شفعہ باطل ہوگیا یعنی اسواسطے کہ طلب پر اُسنے سلام کو مقدم کیا کیونکہ طلب بعد علم بیع
فوراً واجب ہے عینی اور زیلعی مین ہی اور اگر شفیع کو خبر بواسطہ خط کے ہوئی اور شفعہ اول یا اوسط خط مین لکھا تھا سو اُسنے تمام خط پڑھا تو شفعہ باطل ہوگیا
یعنی بسبب تاخیر طلب کے بشرطیکہ علم مشتری اور ثمن ہو گیا ہو اسواسطے کہ سکوت اُسوقت رضا ہوتا ہی جبکہ مشتری اور ثمن معلوم ہو انتہی ما فی الطحطاوی
بلفظ یفہم طلبہا کطلبت الشفعۃ ونحوہ کانا طالبہا او اطلبہا ایسے لفظ سے شفعہ طلب کرے جس سے طلب شفعہ سمجھی جاوے چنانچہ یون کہنا کہ مین نے
شفعہ طلب کیا اور مانند اسکے چنانچہ یون کہنا کہ مین شفعہ کا طالب ہون یا مین اُسکو طلب کرتا ہون وہو یسمی طلب المواثبۃ ای المبادرۃ اور
علم بیع کے طلب کرنے کو طلب مواثبہ یعنی طلب مبادرت کہتے ہین ہم مواثبت مفاعلت ہی وثوب یعنی بر جستن سے اور وہ استعارہ ہی سرعت سے
اسواسطے کہ جو جمیل کو دکر لیتا ہی وہ زمین کو جلدی اور شتابی سے قطع کرتا ہی والاشہاد فیہ لیس بلازم بل لمخافۃ الجحود اور طلب مواثبت مین گواہ کرنا لازم
نہین بلکہ اسمین اشہاد خوف کے انکار کے دفع کرنے کے واسطے ہم گواہ کرنا اُسوقت مین لازم نہین جبکہ مجلس علم مین گواہ نہ ہون ورنہ گواہ کرنا متعین اور
لازم ہی کذا فی المنح خلاصہ یہ ہی کہ اگر اُسوقت گواہ ہون تو اُنکو اپنے طلب کرنے کا گواہ کرلے اور اگر کوئی وہان نہ ہو تو اپنی زبان سے طلب شفعہ کرے فائدہ طلب
کا یہ ہی تا اُسکا حق عند اللہ ساقط نہ ہو جاوے اور اگر مشتری طلب مواثبہ کا منکر ہو تو شفیع کو قسم کھانا ممکن ہی اگر حاکم قسم کھلاوے ثم یشہد علی البائع
لو العقار فی یدہ او علی المشتری وان لم یکن ذا ید لانہ مالک او عند العقار پھر شفیع گواہ کرے بائع پر اگر عقار مبیع اُسکے قبضہ مین ہو یا مشتری پر گواہ
کرے اگرچہ وہ قابض نہ ہو اسواسطے کہ وہ مالک ہی اُسکا یا گواہ کرے عقار کے نزدیک فیقول اشتری فلان ہذہ الدار وانا شفیعہا وقد کنت
طلبت الشفعۃ واطلبہا الآن فاشہدوا علیہ وہو طلب اشہاد ویسمی طلب تقریر تو شفیع یون کہے کہ فلان نے یہ گھر خرید کیا اور مین اُسکا شفیع ہون
اور مقرر مین مجلس علم مین شفعہ طلب کرچکا ہون اور اب مین اُسکو طلب کرتا ہون سو تم گواہ رہو اسپر اور یہ طلب اشہاد ہی اور اسکو طلب تقریر بھی کہتے ہین ہم اور
اسکو طلب استحقاق بھی بولتے ہین اور بعضے طلب اول کو طلب استحقاق کہتے ہین وہذا الطلب لابد منہ حتی لو تمکن ولو بکتاب او رسول ولم یشہد
بطلت شفعتہ اور طلب ثانی ضرور ہی تو اگر شفیع قادر ہو اسپر اگرچہ بواسطہ خط لکھنے یا رسول بھیجنے کے ہو اور باوجود اسکے گواہ نہ کرے تو اُسکا شفعہ باطل ہوگا
وان لم یتمکن منہ لا یبطل اور اگر اشہاد پر قادر نہ ہو تو شفعہ باطل نہ ہوگا منح الغفار مین ذخیرہ سے ہی کہ اگر شفیع راہ مکہ مین ہو اور بعد علم بیع طلب مواثبہ
کرے اور طلب اشہاد سے عاجز ہو گھر کے نزدیک یا صاحب ید کے نزدیک تو اُسپر وکیل مقرر کرے اگر پاوے پھر اگر نہ پاوے تو قاصد بھیجے یا خط اگر یہ بھی نہو سکے تو
اسکا شفعہ قائم ہی پھر جب آوے طلب کرے اور اگر باوجود قدرت کچھ نکریگا تو شفعہ باطل ہوگا ولو اشہد فی طلب المواثبۃ عند احد ہولاء کفاہ وقام مقام الطلبین اور
اگر شفیع نے طلب اول یعنی طلب مواثبہ مین کسی کے پاس ان تینون مین سے یعنی گھر یا بائع یا مشتری کے پاس گواہ کرلیا تو اُسکو طلب ثانی سے یہ کفایت کرتا ہی اور وہ طلب
قائم مقام دو طلب کے ہوگی ثم بعد ہذین الطلبین یطلب عند قاض فیقول اشتری فلان دار کذا وانا شفیعہا بدار کذا الی ہو قال بسبب کذا کما فی الملتقی لیشمل
الشریک فی نفس المبیع پھر ان دونون طلب کے بعد قاضی کے پاس طلب کرے تو شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے ایسی حویلی خرید کی ہی اور مین اُسکا شفیع ہون بسبب فلانے
گھر کے جو میرا مملوک ہی شارح نے کہا اگر مصنف یون کہتا کہ مین شفیع ہون فلانے سبب سے بسبب شرکت یا جوار کے جسطرح ملتقی مین ہی تو شریک نفس مبیع کو بھی شامل ہوتا
ام مصنف کی تعبیر مین حق مبیع کا شفعہ شامل ہی نہ شرکت نفس مبیع کا اور ملتقی کی تعبیر مین دونون شامل ہین فمرہ بتسلیم الدار الیہ ہذا لو قبضہا المشتری وطلب الخصومۃ
لانہ وقف علیہ سو جناب قاضی صاحب حکم کیجیے اُسکو گھر مجکو دے شارح نے کہا یہ اُس صورت مین ہی جبکہ گھر کو مشتری قبض کر چکے اور حالانکہ طلب خصومت

وقت المشتری پر موقوف نہیں وہو یسمی طلب تملیک وخصومۃ اور اس طلب ثالث کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں وبتاخیرہ مطلقا بعذر وبغیرہ

شہرا او اکثر لا تبطل الشفعۃ حتی یسقطہا بلسانہ بہ یفتی وہو ظاہر المذہب وقیل یفتی بقول محمد ان اخرہ شہرا بلا عذر بطلت کذا فی الملتقی یعنی دفعا للضرر قلنا دفعہ
برفعہ للقاضی لیامرہ بالاخذ او الترک اور طلب ثالث کی تاخیر کرنے سے ہر طرح خواہ تاخیر عذر سے ہو یا بلا عذر ایک مہینے کی تاخیر ہو یا زیادہ شفعہ باطل نہیں
ہوتا جبتک شفیع اسکو اپنی زبان سے ساقط کردے اسی قول کا فتوی ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ فتوی محمد کے قول پر ہے یعنی اگر طلب
ثالث کو ایک مہینا تاخیر کریگا بدون عذر کے تو شفعہ باطل ہوجائے گا کذا فی الملتقی یعنی محمد کے قول پر فتوی دفع ضرر مشتری کے واسطے ہے ہم جواب میں
کہتے ہیں اس دلیل کے کہ دفع ضرر مشتری کی نالش سے ممکن ہے تا قاضی شفیع کو حکم کرے لینے کا یا چھوڑنے کا اور سابق مذکور ہوچکا ہے کہ جب ظاہر مذہب پر فتوی
ہو اور غیر ظاہر پر بھی فتوی ہو تو ظاہر الروایہ مقدم ہے کذا فی الطحطاوی فاذا طلب الشفیع سال القاضی الخصم عن مالکیۃ الشفیع لما یشفع بہ اور جبکہ
شفیع طلب خصومت کرے تو قاضی خصم یعنی مشتری یا بائع سے سوال کرے شفیع کے مالک ہونے سے اس چیز کا کہ جسکی ملکیت کے سبب سے وہ شفعہ کا
دعوی کرتا ہے ہم زیلعی نے کہا ملکیت شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے قبل مدعا علیہ کے کہ گھر کون شہر اور کس محلہ
میں ہے اور اسکی حدیں کیا ہیں اسواسطے کہ اسنے حق کا دعوی کیا تو وہ معلوم کرنا چاہیے اسواسطے کہ دعوی مجہول صحیح نہیں پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری
گھر کا قابض ہے یا نہیں اسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہیں جبتک بائع حاضر نہو پھر جب اسکو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اسکے حدود سے سوال
کرے اسواسطے کہ لوگ اسمیں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ سبب غیر صالح کے سبب سے دعوی کرتا ہو یا وہ اور شخص کے سبب سے محجوب ہو پھر جب سبب صالح کا بیان
کرے اور محجوب نہو تو اس سے سوال کرے کہ تجکو علم بیع کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تھا جب سنا تھا اسلیے کہ شفعہ باطل ہوجاتا ہے طول زمان اور اعراض یعنی طلب
اول اور طلب ثانی کے ترک کرنے سے تو اسکا بھی ظاہر ہونا ضرور ہے پھر جب اسکو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر کی اور کسکے پاس اشہاد واقع
ہوا اور جسکے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اپنے غیر سے یا نہیں پھر جبکہ شفیع یہ سب کچھ بیان کردے اور کسی شرط کو اسنے فوت نہونے دیا ہو تو دعوی اسکا
پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعی علیہ کی طرف قاضی متوجہ ہو اور اس گھر کا سوال کرے جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے کذا فی الطحطاوی فان اقر بہا ای بملکیۃ
ما یشفع بہ او نکل عن الحلف علی العلم او برہن الشفیع انہا ملکہ سالہ عن الشراء ہل اشتریت ام لا سو اگر مشتری اسکا اقرار کرے یعنی اس گھر کی ملکیت کا
جسکے سبب سے وہ شفعہ چاہتا ہے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنی دانست پر یا شفیع گواہ گذرانے کہ وہ گھر اسکا مملوک ہے تو قاضی خریدار سے سوال کرے
کہ آیا تو نے اسکو خرید کیا ہے یا نہیں ہم مصنف کو مناسب تھا کہ نکول کو گواہوں کے بعد مذکور کرتا اسواسطے کہ نکول (انکار قسم ۱۲) اقامت برہان سے عاجز ہونے کے بعد ہوتا ہے
فان اقر بہ او نکل عن الیمین علی الحاصل فی شفعۃ الخلیط او علی السبب فی شفعۃ الجوار بخلاف الشافعی کما مر فی کتاب الدعوی او برہن الشفیع قضی لہ
بہا پھر اگر مشتری خرید کا اقرار کرے یا انکار کرے قسم کھانے سے حاصل پر شفعہ خلیط میں یا قسم کھانے سے سبب پر شفعہ جوار میں بسبب خلاف ہونے شافعی کے
چنانچہ کتاب الدعوی میں مذکور ہوچکا یا شفیع گواہ لادے اسکی خرید پر تو قاضی شفیع کیواسطے ثبوت شفعہ کا حکم کردے ہم امام شافعی شفعہ خلیط کے قائل ہیں نہ شفعہ جوار
کے تو اگر شفعہ خلیط کا دعوی ہے تو مشتری حاصل پر قسم کھائے اسطرح کہ واللہ شفیع میرے اوپر مستحق شفعہ نہیں ہے اور شفعہ جوار میں سبب شفعہ پر قسم کھائے کہ واللہ
میں نے یہ گھر خرید نہیں کیا ہے اہ اذا لم ینکر المشتری طلب الشفیع الشفعۃ فان انکر فالقول لہ بیمینہ ابن کمال یہ یعنی شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کرنا خرید کے اقرار کے بعد
اسوقت ہے جبکہ مشتری نے شفیع کے شفعہ طلب کرنے کا انکار نہ کیا ہو سو اگر وہ منکر ہو اسکی طلب شفعہ کا تو مشتری کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا کذا ذکرہ ابن کمال
وان لم یحضر الثمن وقت الدعوی قاضی بعد اقرار خرید شفعہ شفیع کا حکم کردے اگرچہ شفیع نے دعوی کے وقت ثمن حاضر نہ کردیا ہو یعنی اسواسطے کہ احضار ثمن
قبل قضا واجب نہیں واذا قضی لزمہ احضارہ وللمشتری حبس الدار لیقبض ثمنہ اور جبکہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے تو شفیع کو حاضر کرنا ثمن کا لازم ہوگا

اور مشتری کو گھر کا رد کرنا نقصان لینے کیواسطے درست ہے فلو قیل للشفیع ای بعد القضاء و اما قبلہ فیبطل عند محمد رح لعدم التاکد کذا ذکرہ الزیلعی ادّ الثمن
فاخر لم تبطل شفعتہ پھر اگر شفیع سے کہا گیا کہ ثمن ادا کر سو اُسنے تاخیر کی ادائے ثمن میں تو اُسکا شفعہ باطل نہوگا بعد حکم قاضی کے اور قبل از حکم تو شفعہ
باطل ہوگا تاخیر سے محمد کے نزدیک اُسکے موکد نہونے کے سبب سے کذا ذکرہ الزیلعی و یخاصم للشفیع المشتری مطلقا و البائع قبل التسلیم الاول لملکہ والثانی
لیدہ ابن کمال اور شفیع کا خصم مشتری ہے ہر طرح خواہ قابض ہو یا نہو اور بائع خصم ہے قبل از تسلیم کے اول یعنی مشتری خصم ہے بسبب اُسکے مالک ہونے کے
اور ثانی یعنی بائع خصم ہے اپنے قبض سے کذا ذکرہ ابن کمال ولکن لا تسمع البینۃ علیہ حتی یحضر المشتری لانہ المالک ولیکن گواہ نہ سنے جاوینگے بائع پر
جبتک مشتری حاضر نہو اسواسطے کہ مالک تو مشتری ہے و یفسخ بحضورہ ولو سلم للمشتری لا یلزم حضور البائع لزوال الملک والید عنہ ابن کمال اور بیع فسخ
کیجاے بائع کے سامنے اور اگر بائع نے مبیع مشتری کو تسلیم کر دی ہو تو بائع کا حاضر ہونا فسخ کے وقت لازم نہیں بسبب زائل ہو جانے اُسکی ملک اور قبض کے
کذا ذکرہ ابن کمال و یقضی القاضی بالشفعۃ والعھدۃ لضمان الثمن عند الاستحقاق علی البائع قبل تسلیم المبیع الی المشتری والعھدۃ علی المشتری
لو بعدہ لما مر اور قاضی شفعہ کا حکم کرے اور حالانکہ ثمن کے تاوان کا عہدہ استحقاق کے نزدیک بائع پر ہے قبل تسلیم کرنے مبیع کے مشتری کی طرف اور عہدہ ضمان
کا مشتری پر ہے اگر بعد تسلیم کے استحقاق ثابت ہو دلیل گذشتہ یعنی اسواسطے کہ تسلیم کے بعد بائع سے اُسکی ملک اور قبض دونوں زائل ہو گئے تو وہ اجنبی ہو گیا
للشفیع خیار الرؤیۃ والعیب وان شرط المشتری البراءۃ منہ دون خیار الشرط والاجل شفیع کیواسطے خیار رویت اور خیار عیب ثابت ہے اگرچہ مشتری نے برات
عیب کی شرط کی ہو نہ خیار شرط اور مدت کذا فی الاختیار یعنی خیار شرط شفیع کے واسطے ثابت نہیں اگرچہ مشتری کے واسطے خیار شرط ہوا ہو اور ثمن کی مدت بھی
نہیں اگرچہ مشتری کا ثمن موجل ہو و فی الاشباہ الشفعۃ بیع فی کل الاحکام الا ضمان الغرور والجبر اور اشباہ میں ہے کہ شفعہ بیع ہے سب احکام میں فریب کے تاوان کے
سوا جبر کے سبب سے صورت اُسکی یہ ہے کہ شفیع نے زمین لی بسبب شفعہ کے پھر اُسمیں عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ زمین غیر کی ملک نکلی سو مالک
مستحق نے ازالہ عمارت اور درخت کا چاہا سو اُسنے ویسا ہی کیا تو شفیع ثمن پھیر لے مشتری سے اسواسطے کہ اب ظاہر ہوا کہ اگر مشتری کو ایسا دھوکا ہوگا تو
بائع سے وہ نقصان پھیر لیگا اسواسطے کہ بائع نے اُسکو دھوکا دیا اور شفیع کو مشتری کی جانب سے تو دھوکا نہیں ہوا اسواسطے کہ شفیع نے تو مشتری سے زبردستی
شفعہ لیا کذا فی الطحطاوی وان اختلف الشفیع والمشتری فی الثمن والدار مقبوضۃ والثمن منقود صدق المشتری بیمینہ لانہ منکر ولا تحالف اور
اگر شفیع اور مشتری ثمن میں اختلاف کریں اور حالانکہ گھر مشتری کا مقبوض ہے اور ثمن بائع کو نقد مل گیا ہے تو مشتری کے قول مع قسم کی تصدیق ہوگی اسواسطے کہ وہ
منکر ہے وجوب تسلیم مبیع کا ثمن اول سے اور دونوں قسم نہ کھاوینگے اسواسطے کہ تحالف وہاں ہوتا ہے جبکہ انکار دونوں جانب سے ہو اور دعوی بھی طرفین سے
ہو اور یہاں مشتری شفیع پر کچھ دعوی نہیں کرتا کذا فی الزیلعی مختصرا وان برھنا فالشفیع احق لان بینتہ ملزمۃ اور اگر شفیع اور مشتری دونوں گواہ
لاویں اپنے قول پر تو شفیع کے گواہ مقدم ہیں اسواسطے کہ شفیع کے گواہ ملزم ہیں مشتری کے حق اور مشتری کے گواہ شفیع کے ملزم نہیں اسواسطے کہ مشتری
کی جانب سے تخییر ہے شفیع کے اخذ اور ترک میں وادعی المشتری ثمنا وادعی بائعہ اقل منہ بلا قبضہ فالقول لہ ای للبائع دعوی کیا مشتری
نے ثمن کا اور اسکے بائع نے اس سے کمتر کا دعوی کیا بدون اُسکے قبض کرنے کے تو بائع کا قول مقبول ہوگا یعنی شفیع بائع کے ثمن بتانے پر لیگا
و مع قبضہ للمشتری اور قبض ثمن کے ساتھ مشتری کا قول مقبول ہوگا تو موجب اُسکے شفیع لیگا ولو عکسا فبعد قبضہ القول للمشتری وقبلہ تحالفا
اور اگر دونوں نے بالعکس کہا یعنی مشتری نے اقل ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اکثر کا تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونوں پر قسم
کھانا لازم ہوگا وای نکل اعتبر قول صاحبہ اور اگر کسی نے قسم سے انکار کیا تو دوسرے کا قول مقبول ہوگا وان حلفا فسخ البیع ویاخذ الشفیع بما قال البائع ملتقی اور اگر
دونوں نے قسم کھائی تو بیع فسخ کیجاے اور شفیع بائع کے قول کے موافق لیگا کذا فی الملتقی وحط البعض یظھر فی حق الشفیع فیاخذ بالباقی وکذا ہبۃ البعض

لا اذا کانت بعد القبض اشباہ اور کم کرڈالنا بائع کا بعض ثمن کو ظاہر ہوتا ہی حق شفیع مین یعنی شفیع گھر لیگا باقی ثمن سے اور اسی طرح ہبہ بعض ثمن حق شفیع مین
ظاہر ہوتا ہی مگر جبکہ ہبہ بعد قبض ہو تو وہ ہبہ مشتری کے حق مین ظاہر نہ ہوگا کذا فی الاشباہ یعنی اسواسطے کہ وہ ہبہ جدا گانہ ہی زقبیل حط ثمن ٹھہریگا وحط الکل
دارہیاد لا فیاخذہ بکل المسمی اور بائع کا اگر دینا تمام ثمن کو اور زیادہ کر دینا ثمن مسمی پر حق شفیع مین ظاہر نہین ہوتا تو شفیع اُسکو لیگا تمام ثمن مسمی سے ولو حط الشفعۃ
ثم النصف یاخذ بالنصف الاخیر اور اگر بائع نے نصف ثمن کم کر دیا بعد اسکے نصف باقی کو کم کر دیا تو شفیع نصف اخیر سے اُسکو لیگا ولو علم انہ شراہ بالف فسلم ثم
حط البائع مائۃ فلہ الشفعۃ کما لو باعہ بالف فسلم ثم زاد البائع لہ جاریۃ او متاعا قنیۃ اور اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ مشتری نے اُسکو ہزار سے خرید کیا تب شفعہ سے دست دار
ہوا پھر بائع نے اسمین سے سو کم کر دیے تو اب شفیع کیواسطے شفعہ ثابت ہی یعنی نوسو دیکر وہ لیگا چنانچہ اگر اُسکو بعوض ہزار کے بیچا تو شفعہ سے انکار کیا بعد اسکے
بائع نے مشتری کو ایک لونڈی یا کوئی اسباب زیادہ کر دیا تو شفعہ شفیع کا ثابت ہی کذا فی القنیہ یعنی لونڈی اور اسباب کی قیمت ثمن مسمی سے گھٹ جائیگی ہم یہ
دونون مسئلے حط ثمن کے جزئیات سے ہین و فی الشراء بمثلی ولو حکما کالخمر فی حق المسلم ابن کمال یاخذ بمثلہ اور خرید مین مثلی چیز سے شفیع لیگا بعوض مثلی کے
اگرچہ مثلی حکما ہو جیسے کہ شراب مسلم کے حق مین کذا ذکرہ ابن کمال ہم یہ کلام مقتضی ہی کہ شراب مثلی ہو حکما حالانکہ ایسا نہین بلکہ وہ قیمی ہی حکما مسلم کے حق مین اور
اسکا مقتضی ہی کہ مسلم اسکو لے شراب کے مثل سے اوحالانکہ ایسا نہین ہی اور ابن کمال کی عبارت مین کچھ غبار نہین کذا فی الحلبی یعنی شارح کی تعبیر سے یہ خلل ہو گیا نہ ابن
کمال کی عبارت سے و فی الشراء بقیمی بالقیمۃ ای یوم الشراء اور خرید مین قیمت والی سے شفیع لیگا قیمت سے یعنی جو اُس چیز کی قیمت ہو خریداری کے دن
نفی بیع عقار بعقار یاخذ الشفیع کلا من العقارین بقیمۃ الآخر تو عقار کی بیع مین بعوض دوسرے عقار کے یعنی زمین کا قطعہ یا گھر بیع ہو اور دوسرے قطعہ یا
گھر کے عوض تو ہر شفیع دونون عقار کو لیگا دوسرے کی قیمت سے یعنی اس گھر کا شفیع اسکو اُسکی قیمت سے لیگا اور اُس گھر کا شفیع اُسکو اُسکی قیمت سے لیگا و فی الشراء
بثمن مؤجل یاخذ بحال او طلب الشفعۃ فی الحال و اخذ بعد الاجل اور مدت والے ثمن سے خرید کرنے مین شفیع بے ثمن نقد بلا مدت سے یا کہ شفیع شفعہ
فی الحال طلب کرے اور بعد مدت کے اسکو لے و لا یتعجل ما علی المشتری لو اخذ بحال اور جو ثمن موجل مشتری پر ہی وہ معجل نہ ہوگا اگر شفیع نے ثمن حال سے اُسکو لیا یعنی
اسواسطے کہ مدت حق مشتری ہی سو تعجیل شفیع سے باطل نہوگا ولو سکت عنہ فلم یطلب فی الحال وصبر حتی یطلب عند حلول الاجل بطلت شفعتہ خلافا لابی یو
اور اگر شفیع ثمن موجل سنکر چپ رہا اُس نے سواسطے شفعہ فی الحال طلب نہ کیا اور صبر کیے رہا یہانتک کہ طلب کیا مدت کے آنے کے وقت تو شفعہ باطل ہو گیا
برخلاف ابی یوسف کہ انکے نزدیک باطل نہ ہوا و یاخذ بمثل الخمر وقیمۃ الخنزیر ان کان البائع والمشتری والشفیع ذمیا لا بد ان یکون البائع ایضا ذمیا والا
یفسد البیع فلا تثبت الشفعۃ ابن کمال معزیا للمبسوط اور شفیع مثل شراب اور سور کی قیمت سے لے اگر بائع اور مشتری اور شفیع ہر واحد ذمی ہو یہ قید ضرور ہی کہ
بائع بھی ذمی ہو اور اگر بائع ذمی نہ ہوگا تو بیع فاسد ہوگی شفعہ ثابت نہ ہوگا چنانچہ ابن کمال نے بیان کیا ہی مبسوط کی طرف نسبت کر کے و یاخذ بقیمتہما المام
لو کان الشفیع مسلما لمنعہ عن تملیکہما و تملکہما اور شفعہ لے شراب اور سور کی قیمت دے کر بدلیل گذشتہ اگر شفیع مسلمان ہو بسبب ممنوع ہونے مسلمان کے شراب
اور سور کے مالک کرنے اور مالک ہونے سے ہم یہان سوال وارد ہوتا ہی کہ خنزیر کی قیمت اُسکے ذات کے قائم مقام ہوتی ہی اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہی کہ قیمتی کی
قیمت لینا اُسکی ذات کے لینے کے برابر ہی تو واجب ہوا کہ مسلم پر تملیک قیمت خنزیر حرام ہو برخلاف قیمت شراب کے کہ اُسکے مثلی ہونے سے اُسکی قیمت لینا اُسکی
ذات کے لینے کے مانند نہین اسکا جواب شارح نے آیندہ قول مین دیا ثم قیمۃ الخنزیر ہنا قائمۃ مقام الدار لا مقام الخنزیر ولذا لا یحرم تملیکہا بخلاف مرورہ علی العاشر
پھر معلوم کر کہ خنزیر کی قیمت یہان یعنی شفعہ لینے مین گھر کی قائم مقام ہی نہ خنزیر کے قائم مقام ہی اور اسی واسطے اُسکی تملیک مسلم پر حرام نہین بخلاف وارد ہونے ذمی کے عاشر پر
ہم یعنی قیمت خنزیر یہان گھر کا بدلا ہی نہ خنزیر کا عوض جو اُسکی تملیک حرام ہو بخلاف مرور علی العاشر یعنی اگر ذمی شراب اور سور لیکر عاشر پر گذر کرے تو وہ اُس
سے کچھ نہ لیگا شراب کا حکم تو ظاہر ہی اور خنزیر کی وجہ یہ ہی کہ اُسکی قیمت لینا اُسکی ذات کے لینے کے برابر ہی اور مسلم کو اُسکی ذات کا لینا جائز نہین تو اسی

طرح اُسکے قائم مقام کا لینا درست نہیں اور یہاں قیمت سوائے خنزیر کے اور چیز کا بدلا نہیں ہوسکتی کذا فی الطحطاوی وطریق معرفۃ قیمۃ الخمر والخنزیر
بالرجوع الی ذمی اسلم او فاسق تاب ولو اختلفا فیہ فالقول للمشتری عنایہ اور طریقہ خمر اور خنزیر کی قیمت کے معرفت کا رجوع کرنا ہے اُس ذمی کی طرف
جو مسلمان ہوگیا یا اُس مسلمان فاسق کی طرف جسنے توبہ کی شراب خواری سے اور اگر شفیع اور مشتری خمر اور خنزیر کی قیمت میں مختلف ہوں تو مشتری کا قول
مقبول ہوگا کذا فی العنایہ ویاخذ الشفیع بالثمن وقیمۃ البناء والغرس مستحقی القلع کما مر فی الغصب اور شفیع شفعہ کے ثمن سے اور اُس عمارت اور
درخت کی قیمت سے جو مستحق قلع ہو چنانچہ غصب میں مذکور ہوچکا قلت واما لو دہنہا بالوان کثیرۃ او طلاہا بجص کثیر خیر الشفیع بین ترکہا او اخذہا و اعطاء
ما زاد الصبغ فیہا التعذر نقضہ ولا قیمۃ لنقضہ بخلاف البناء حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے بہت رنگوں کا روغن لگایا گھر میں یا بہت گچکاری کی اُسمین
تو شفیع مختار ہے اُس گھر کے چھوڑ دینے میں یا اُسکے لینے میں اور اُسقدر کے دینے میں جسقدر گھر کی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہوگئی بسبب متعذر ہونے نقض
رنگت کے اور حالانکہ اکھڑے رنگ کی کچھ قیمت نہیں بخلاف نقض عمارت کہ اُسکی قیمت کچھ باقی رہتی ہے کذا فی حاوی الزاہدی او بنی المشتری
او غرس او کلف الشفیع المشتری قلعہما شفیع ثمن اور قیمت عمارت اور درخت کی دے کر لے اگر مشتری نے عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہوں
یا کہ شفیع مشتری کو عمارت کھودنے اور درخت اُکھاڑنے کی تکلیف دے الا اذا کان فی القلع نقصان الارض فان الشفیع لہ ان یاخذہا مع قیمۃ البناء والغرس
مقلوعۃ غیر ثابتۃ قہستانی مگر جبکہ اُکھاڑنے میں زمین کا نقصان ہو تو شفیع کو جائز ہے اُسکا لینا کھودی عمارت اور اُکھڑے درخت کی قیمت کے ساتھ
کذا فی القہستانی وعن الثانی ان شاء اخذ بالثمن وقیمۃ البناء والغرس او ترک وبہ قال الشافعی ومالک قلنا بنی فیما لغیرہ فیہ حق اقوی ولذا تقدم علیہ فینقضہ
اور ابو یوسف سے روایت ہے اگر چاہے شفیع لیوے ثمن اور عمارت اور درخت کی قیمت سے یا چاہے اُسکو چھوڑ دے یعنی قلع عمارت کی تکلیف نہیں دے سکتا ہے کہا ہے امام شافعی
اور مالک رحمہم اللہ نے ہم اُسکے جواب میں کہتے ہیں کہ مشتری نے اُسمین عمارت بنائی جسمین غیر مشتری کا قوی تر حق ہے واسطے وہ مقدم ہوگیا اُسکے لینے میں مشتری پر تو
اُسکو نقض عمارت اور درخت میں بھی اختیار ہوگا کما ینقض الشفیع جمیع تصرفاتہ ای المشتری حتی الوقف والمسجد والمقبرۃ والہبۃ زیلعی وزاہدی جس طرح
منقوض کر دیتا ہے شفیع مشتری کے سب تصرفات کو یہاں تک کہ وقف اور مسجد اور قبرستان اور ہبہ کو بھی کذا فی الزیلعی والزاہدی یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد
اُسکو وقف کر دیا یا مسجد بنائی یا قبرستان کیا یا کسی کو ہبہ کر دیا تو شفیع ان سب تصرفات کو دفع کرسکتا ہے طحطاوی نے قہستانی سے نقل کیا کہ نظم میں ہے کہ
مسجد اور بنائے موقوف جائز نہیں اور شفعہ شفیع کا باطل ہے واللہ اعلم واما الزرع فلا یقلع استحسانا لان لہ نہایۃ معلومۃ ویبقی بالاجر اور زراعت تو نہ اُکھاڑی جاویگی
اسواسطے کہ اُسکی نہایت معلوم ہے اور اُسکا باقی رہنا بعوض اجرت کے ہوگا یعنی اگر مشتری نے خرید کے بعد زراعت کی زمین میں تو وہ قائم رہیگی پختگی تک اور مشتری
پر اُسکی اُجرت لازم ہوگی ورجع الشفیع بالثمن فقط ان اخذ بالشفعۃ ثم بنی او غرس ثم استحقت ولا یرجع بقیمۃ البناء والغرس علی احد لانہ لیس بمغرور بخلاف
المشتری اور شفیع ثمن کو پھیر لے اگر اُسنے شفعہ کے سبب سے لیا پھر اُسمین عمارت بنائی یا درخت لگایا پھر وہ زمین غیر بائع کی مملوک نکلی اور عمارت اور درخت
کی قیمت شفیع کسی شخص سے نہ لیگا اسواسطے کہ اُسکو کسی نے فریب نہیں دیا بخلاف مشتری ویاخذ بکل الثمن ان خربت الدار او جف الشجر بلا فعل احد لان
الثمن یقابل الاصل لا الوصف اور شفیع کل ثمن سے لے اگر گھر خود بخود ویران ہوگیا یا درخت خشک ہوگیا اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ثمن مقابل ہوتا ہے اصل
مبیع کے نہ اُسکے وصف کے اور عمارت اور درخت وصف خانہ اور باغ نہیں بلکہ تابع ہیں تو یوں کہنا بہتر تھا کہ ثمن اصل کے مقابل ہوتا ہے نہ تابع کے
کذا فی الطحطاوی وہذا اذا لم یبق شیئ من النقض او الخشب اور یہ یعنی درصورت ویرانی خانہ اور خشکی باغ کے کل ثمن سے لینا اُسوقت ہے جبکہ بنا منقوض یا درخت
کی لکڑیوں سے کچھ باقی نہ رہا ہو فلو بقی واخذہ المشتری لانفصالہ من الارض حیث لم یکن تبعا للارض سقط حصتہ من الثمن فیقسم الثمن علی قیمۃ الدار یوم العقد وعلی
قیمۃ النقض یوم الاخذ زیلعی سو اگر عمارت کا مسالحہ اور لکڑی باقی ہے اور مشتری نے اُسکو لیا بسبب اُسکے جدا ہونے کے زمین سے کیونکہ وہ زمین کا تابع باقی

نہ رہا تو بقدر اسکے حصہ کے ثمن سے ساقط ہوگا اور ثمن بانٹا جاے گھر کی قیمت پر جو یوم العقد تھی اور منقوض کی قیمت پر جو شفیع کے لینے کے دن ہو کذا فی الزیلعی

قلت فلو لم یاخذہ المشتری کان ہلک بعد انفصالہ لم یسقط شئی من الثمن لعدم حبسہ اذ ہو من التوابع والتوابع لا یقابلہا شئی من الثمن و بالاخذ بالشفعۃ تحولت

الصفقۃ الی الشفیع فقد ہلک ما دخل تبعا قبل القبض ولا یسقط بمقابلتہ شئی من الثمن قالہ شیخنا مین کہتا ہون سو اگر مشتری مصالحہ اور لکڑی کو نہ لے اس طرح پر کہ

وہ تلف ہو جاے جدا ہونے کے بعد زمین سے تو ثمن مین سے کچھ ساقط نہ ہوگا مشتری کے عدم حبس کے سبب سے اسواسطے کہ مصالحہ اور لکڑی توابع سے ہر

اور توابع کے مقابلے مین کچھ ثمن نہین پڑتا اور شفیع کے لینے سے بسبب شفعہ کے عقد گھوم کر شفیع کی طرف ہو گیا تو جو چیز تبعا داخل بیع تھی وہ قبل القبض ہلاک ہوگئی

تو ایسی صورت مین کچھ ثمن ساقط نہین ہوتا یہ کہا ہر ہمارے استاد خیر الدین رملی نے بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق حیث یسقط من الثمن

بحصتہ لان الفائت بعض الاصل زیلعی بخلاف اس صورت کے جبکہ کچھ زمین تلف ہوگئی بسبب ڈوب جانے کے کہ وہان بقدر اسکے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا اسواسطے کہ

فوت ہونے والا بعض ہر اصل مبیع کا کذا فی الزیلعی ویاخذ بحصتہ ای حصتہ من الثمن ان نقض المشتری البناء لانہ قصد الاتلاف وفی الاول الآفۃ سماویۃ

وتقسیم الثمن علی قیمۃ الارض والبناء یوم العقد بخلاف ما ہدمہ لمام لتنویرہ بالحبس اور شفیع لے حصہ زمین کے ثمن کے عوض اگر مشتری نے عمارت گھر کی

ڈھائی اسواسطے کہ اُسنے تلف کرڈالنے کا ارادہ کیا اور اول مین یعنی جبکہ خود بخود عمارت ویران ہوگئی آفت آسمانی تھی اور ثمن مقسوم ہوگا زمین اور عمارت

کی قیمت پر جو یوم العقد تھی برخلاف اسکے منہدم ہو جانے کے کہ وہان یوم الاخذ کی قیمت معتبر ہوگی چنانچہ مذکور ہو چکا حصہ منقوض اسواسطے ساقط ہوگا

کہ منقوض مال متقوم ہے حابس مشتری کے سبب سے ونقض الاجنبی کنقضہ ای المشتری اور اجنبی شخص کا عمارت توڑنا مشتری کے توڑنے کے مانند ہے حکم

مین یعنی بقدر اسکے حصہ کے ثمن ساقط ہوگا والنقض بالکسر المنقوض لہ ای للمشتری ولیس للشفیع اخذہ لزوال التبعیۃ بانفصالہ اور نقض بکسر اول بمعنی ملبہ مشتری

کا ہے اور شفیع کو اسکا لینا نہین چاہیے کیونکہ زمین سے جدا ہونے سے اسکا تابع نہ رہا ویاخذ ثمرہا استحسانا لاتصالہ ای اتباع ارضا ونخلا وثمرا او اثمر بعد الشراء فی

یدہ اور شفیع لے اسکے پھلون کو ساتھ استحسان کی وجہ سے اگر مشتری نے زمین اور کھجور کے درخت اور پھل خرید کیے یا کہ پھل لگے خرید کے بعد مشتری کے قبض

مین بسبب متصل ہونے پھلون کے درخت سے وان جذہ المشتری فلیس للشفیع اخذہ لما مر اور اگر مشتری نے پھل توڑ لیے تو شفیع کو پھل لینے کا اختیار نہین

بدلیل گذشتہ یعنی پھل تابع ہین نہ اصل اور تابع ہونا انفصال سے زائل ہو گیا او ہلک بآفۃ سماویۃ وقد اشتراہا بثمرہا سقطت حصتہ من الثمن فی

الاول ای شراہا بثمرہا ویکل الثمن فی الثانی لحدوثہ بعد القبض یا باغ تلف ہو گیا آفت آسمانی سے اور حالانکہ اُسکو مشتری نے اسکے پھلون کے ساتھ

خرید کیا تھا ساقط ہوگا اسکا حصہ ثمن سے اول مین یعنی جس باغ کو پھل کے ساتھ خرید کیا اور کل ثمن سے شفیع لیگا ثانی مین یعنی جہان پھل پیدا ہوا مشتری کے

قبض مین بسبب حادث ہونے پھل کے بعد قبض کے یعنی تو مقابل اسکے کچھ ثمن واقع نہ ہوگا قضی بالشفعۃ للشفیع لیس لہ ترکہا شرح وہبانیۃ لتحول الصفقۃ الیہ

بخلاف ما قبل القضاء قاضی نے شفیع کے واسطے شفعہ کا حکم کیا تو اسکو اسکا چھوڑنا جائز نہین کذا فی شرح الوہبانیہ بسبب پھر جانے عقد کے شفیع کی طرف

قضا کے سبب سے بخلاف ما قبل قضا کے الطلب فی بیع فاسد وقت انقطاع حق البائع اتفاقا طلب شفعہ کرنا بیع فاسد مین انقطاع حق بائع کے

وقت ہے بالاتفاق وفی ہبۃ بعوض شرط ولا شیوع فیہا وقت التقابض اور اس ہبہ مین جو بعوض شرط ہے اور حالانکہ بدلین مین شیوع نہین تقابض البدلین کے

وقت طلب شفعہ ہے ہم یہ ایک روایت ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ وقت عقد کے طلب شفعہ ہے کذا فی العالمگیریہ وفی بیع فضولی وبخیار بائع وقت البیع عند الثانی

ووقت الاجازۃ عند الثالث اور فضولی کی بیع مین اور خیار بائع کی بیع مین طلب شفعہ ہے وقت بیع کے ابو یوسف کے نزدیک اور اجازت بیع کی وقت ہے

محمد کے نزدیک وبخیار مشتر وقت البیع اتفاقا مجتبی اور خیار مشتری کی بیع مین بیع کے وقت طلب شفعہ ہے بالاتفاق کذا فی المجتبی من لم یر الشفعۃ

بالجوار کالشافعی مثلا طلبہا عند حاکم یراہ یقول للاہل لتعتقد وجوبہا ان قال نعم اعتقد ذلک حکم لہ بہا والا فلا یحکم لہ بزازیہ جو شخص شفعہ

جوار کا معتقد ہو جیسا کہ شافعی مذہب مثلاً اور وہ شفعہ طلب کرے اُس حاکم کے پاس جو شفعہ جوار کا معتقد ہے تو حاکم اُس سے کہے کہ تو شفعہ جوار کا معتقد ہے اگر مدعی کہے کہ ہاں میں اسکا اعتقاد رکھتا ہوں تو اسکے واسطے شفعہ کا حکم دے اور اگر مدعی وہ نہ کہے تو حاکم حکم نہ دے ثبوت شفعہ کا کذا فی المنیۃ والبزازیۃ ثم ایک قول ہے اقوال ثلثہ سے اور یہ حلوانی کا قول احسن اقوال ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم نہ دے کیونکہ مدعی اسکا معتقد نہیں ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ حاکم حکم دے اسواسطے کہ حاکم تو اسکے وجوب کا اعتقاد رکھتا ہے اور یہی مشہور ہے کذا فی المنح فروع مسائل ملحقہ شارح کے آخر الشفیع ایجاب الطلب لکون القاضی لایراہا فہو معذور شفیع نے ایجاب طلب شفعہ میں تاخیر کی ہو اسلئے کہ قاضی وقت وجوب شفعہ کا معتقد نہیں تو شفیع معذور ہے یعنی اس عذر سے تاخیر طلب سے باطل شفعہ نہ ہوگی وکذا لو طلب من القاضی احضارہ فاخر بخلاف سبت الیہود کما یاتی اور اسی طرح شفیع تاخیر طلب میں معذور ہے اگر اُسنے قاضی سے مشتری کا حاضر کرنا طلب کیا سو قاضی نے تاخیر کی یا مشتری نہ حاضر ہوا کذا ذکرہ ابو السعود برخلاف یہودی کے سبت کے چنانچہ آگے آویگا یعنی اگر یہودی یوم السبت کی تعطیل کے سبب سے یا نصرانی یوم الاحد کی تعطیل سے طلب شفعہ میں تاخیر کریگا تو معذور نہوگا کذا فی شرح الملتقی اشتری ارضا بمائۃ فرفع ترابہا وباعہ بمائۃ ثم اخذہا الشفیع بالشفعۃ اخذہا بخمسین لان الثمن ینقسم علی قیمۃ الارض یوم الشراء قبل رفع التراب وعلی قیمۃ التراب الذی باعہ درہما سواء ایک شخص نے زمین خرید کی سو درم کو پھر اسکی مٹی اٹھائی اور سو درم کو بیچی پھر اُس زمین کو شفیع نے لیا بسبب شفعہ کے تو شفیع اسکو ۵۰ درم سے لے اسواسطے کہ زمین کا ثمن یعنی سو درم بانٹا جاوے زمین کی اُس قیمت پر جو خرید کے دن تھی مٹی لینے سے پہلے اور اُس مٹی کی قیمت پر جسکو اُسنے بیچ لیا اور دونوں قیمتیں برابر ہیں مع طحطاوی نے کہا یہ تعلیل ظاہر نہیں مگر جبکہ دونوں کی قیمتیں عند العقد برابر ہوں ولو کبسہا کما کانت فالجواب لایتفاوت ویقال للمشتری ارفع ماکبست فیہا فہو ملکک حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے زمین مذکور مٹی سے بھر دی جیسی کہ پہلے تھی تو جواب متفاوت نہوگا یعنی شفیع اسکو پچاس ہی درم سے لیگا اور مشتری سے کہا جاویگا کہ نکال لے جو زمین تونے مٹی بھر دی ہے کہ وہ تو تیری ملک ہے کذا فی حاوی الزاہدی وفیہ شری دارا الی الحصاد فلیس للشفیع ان یعجل الثمن ویاخذہا بالشفعۃ لانہ ملکہا ببیع فاسد انتہی قلت وسیجئی انہ لاشفعۃ فیما بیع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ ببنائہ ونحوہ وجبت در وحاوی زاہدی میں ہے کہ گھر خرید کیا کھیت کٹنے کی مدت تک تو شفیع کو جائز نہیں کہ ثمن معجل دے اور گھر کو بوجہ شفعہ لے اسواسطے کہ مشتری گھر کا مالک ہوا ہے بیع فاسد کے سبب سے انتہی اور حاوی میں کہتا ہوں اور آگے آویگا کہ اُسمیں شفعہ نہیں جسمیں بیع فاسد ہو اگرچہ قبض کے بعد احتمال فسخ کے سبب سے ہاں جبکہ فسخ ساقط ہو جاوے مشتری کی عمارت بنانے سے اور مانند اسکے کوئی اور تصرف سے تو شفعہ واجب ہوگا وفی المبسوط الہبۃ بشرط العوض انما تثبت الملک للموہوب لہ اذا قبض الکل فلو وہب دارا علی عوض الف درہم فقبض احد العوضین دون الآخر ثم سلم الشفیع الشفعۃ فہو باطل حتی اذا قبض العوض الآخر کان لہ ان یاخذ الدار بالشفعۃ اور مبسوط میں ہے کہ ہبہ بشرط عوض میں تو موہوب لہ کی ملک تب ثابت ہوتی ہے جس وقت کل مقبوض ہو یعنی دونوں عوضوں پر واہب اور موہوب لہ کا قبضہ ہو جاوے تو اگر گھر ہبہ کیا ہزار درم کی عوض پر پھر ایک عوض پر قبضہ ہوا نہ دوسرے عوض پر پھر شفیع شفعہ سے دست بردار ہوا تو وہ باطل ہے یہاں تک کہ جب دوسرا عوض مقبوض ہو تو شفیع کو اختیار ہے کہ گھر لے شفعہ کے سبب سے واللہ اعلم

باب ما تثبت ہی فیہ اولا تثبت

یہ باب ہے اسکا جسمیں شفعہ ثابت ہوتا ہے یا ثابت نہیں ہوتا لاتثبت قصدا الا فی عقار ملک بعوض ہو مال خرج الہبۃ ہو مال خرج المہر شفعہ ثابت نہیں ہوتا قصداً مگر اُس عقار میں جو مملوک ہوئی ہے اُس عوض کے بدلے جو مال ہے عوض کی قید سے ہبہ بلا عوض خارج ہو گیا اور مال کی قید سے مہر نکل گیا اور قصداً کی قید اسواسطے لگائی کہ شفعہ غیر قصدی غیر عقار میں بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ شجر اور ثمر میں شفعہ ثابت ہوتا ہے گھر کے ساتھ اور اسی طرح اشباہ میں ہے خانہ آسیا کے ساتھ اور اسی طرح نہر میں ارضی کے ساتھ وان لم یکن یقسم خلافا للشافعی کرحی ای بیت رحی مع الرحی نہایۃ وحمام وبئر ونہر وبیت صغیر لا یمکن قسمتہ اگرچہ عقار اور مانند عقار نہ منقسم ہو برخلاف شافعی چنانچہ آسیا اور حمام اور کنواں اور نہر اور ایسا چھوٹا گھر جسکی قسمت ممکن نہ ہو یعنی قسمت کرنے سے لائق انتفاع کے نہ رہے نہایہ میں ہے

کہ آسیا سے مراد آسیا خانہ ہی آسیا کے ساتھ یعنی اشیار مذکورہ بالا میں شفعہ ثابت ہی ہمارے نزدیک دفع ضرر جوار کی وجہ سے اور امام شافعی کے نزدیک شفعہ نہیں
دفع ضرر قسمت کی علت سے لا فی عرض بالسکون بالیس بعقار فیکون ما بعدہ من عطف الخاص علی العام شفعہ ثابت نہیں عرض میں عرض بفتح اول و سکون
ثانی وہ چیز ہی جو عقار نہو تو جو معطوفات عرض کے بعد ہیں وہ من قبیل عطف خاص کے ہیں عام پر جیسا صحاح میں ہی عرض بالسکون عبارت ہی متاع سے اور جو چیز ہی وہ
عرض ہی دینار اور درہم کے سوا و بفتحتین حطام دنیا و فلک خلافا للمالک اور شفعہ ثابت نہیں ناؤ میں برخلاف مذہب مالک کے و بناء و نخل اذا بیعا
قصداً و لو مع حق القرار خلافا لما فہمہ ابن الکمال المخالفۃ المنقول کما افادہ شیخنا الرملی اور شفعہ نہیں عمارت و نخلستان میں جبکہ اُنکی بیع بالقصد ہو بلا تبعیت ارض
کے اگرچہ بیع حق قرار کے ساتھ ہو برخلاف اُسکے جو کہ ابن کمال سمجھا ہی بسبب اُسکے مخالف ہونے کے منقول سے چنانچہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اُسکو بیان کیا ہی و
لا فی ارث و صدقۃ و ہبۃ لا بعوض مشروط اور شفعہ ثابت نہیں میراث میں اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض مشروط میں جو اگر ایک شخص گھر کا مالک میراث کے
سبب سے ہی تو اُسمیں شفعہ نہیں کذا فی الدرر و دار قسمت او جعلت اجرۃ او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمدا او مہرا و ان قوبل بعضہا ای الدار بمال لان معنی
البیع تابع فیہا اور اُس گھر میں شفعہ نہیں جسکی قسمت ہوگئی شریکوں میں یا وہ گھر اجرت یا بدل خلع یا بدل عتق یا بدل صلح کا دم عمد سے ٹھہرایا گیا یا گھر مہر قرار دیا گیا
اگرچہ بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہوا ہو اسواسطے شفعہ نہیں کہ بیع کے معنی اسمیں تابع ہیں جو بعض گھر کے مقابلہ میں مال واقع ہونے کی صورت یہ ہی کہ زوج نے
زوجہ سے نکاح کیا ایک گھر کے مہر پر باین شرط کہ زوجہ زوج کو ہزار درم پھیر دے محطاوی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ مصنف بجاے مہرا بالجر کے مہر بالنصب لاتا تاکہ اجرۃ پر
عطف ہوتا اسواسطے کہ جب کہ گھر بدل ہوگا مہر کا اسطرح پر کہ زوج مہر کے بدلے زوجہ کو گھر دے تو اُسمیں شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ زیلعی میں مذکور ہی اسواسطے کہ وہ مبادلہ
ہی مال کا مال سے اسواسطے کہ گھر بدلہ ہی اُسکا جو زوج کے ذمہ پر مال ہی یعنی مہر و اوجباہا فی حصۃ المال اور صاحبین رح نے شفعہ واجب کہا ہی حصہ مال میں یعنی جسقدر
گھر مال کے مقابلہ میں پڑا اُتنے میں صاحبین رح کے نزدیک شفعہ واجب ہی او دار بیعت بخیار البائع و لم یسقط خیارہ فان سقط وجبت ان طلبت عند سقوطہ
الخیار فی الصحیح و قیل عند البیع فصح یا اُس گھر میں شفعہ نہیں جو بیچا ہو بائع کے اختیار پر اور ہنوز اُسکا اختیار ساقط نہیں ہوا پھر اگر ساقط ہوگیا تو شفعہ واجب
ہوگیا اگر شفیع نے سقوط اختیار کے وقت طلب کی قول صحیح میں اور بعضوں نے کہا کہ بیع کے وقت طلب کی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہی او بیعت الدار
بیعا فاسدا و لم یسقط فسخہ فان سقط حق فسخہ کان بنی المشتری فیہا ثبتت الشفعۃ کما مر یا اُس گھر میں شفعہ نہیں جسکی بیع فاسد ہوئی اور ہنوز اُسکا فسخ ساقط
نہیں ہوا پھر اگر اُسکا حق فسخ ساقط ہوگیا جیسا کہ مشتری نے اسمیں کچھ عمارت بنائی تو شفعہ ثابت ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا جو اسی طرح ہبہ سے اور جو چیز ہیں
ویسے سے حق فسخ ساقط ہو جاتا ہی تو شفیع قیمت دیکر شفعہ لیگا کذا فی الزیلعی او رد بخیار رویۃ او شرط او عیب بقضاء متعلق بالاخیر فقط خلافا لما زعمہ
المصنف تبعا للدرر یا رد بیع ہو خیار رویۃ یا خیار الشرط کے سبب سے یا رد بیع ہو خیار العیب سے بحکم قاضی شارح نے کہا بقضاء فقط اخیر یعنی عیب سے متعلق ہی
برخلاف اُسکے جو مصنف نے شرح میں گمان کیا ہی درر کا تابع ہوکر جو مصنف نے شرح میں کہا کہ بقضاء متعلق ہی رد سے تو مسائل ثلثہ سے حکم قاضی متعلق
ہوگیا حالانکہ ایسا نہیں چنانچہ کلام زیلعی صریح اُسکے مخالف ہی کذا فی الحلبی و بعد ما سلمت ای اذا بیع و سلمت الشفعۃ ثم رد البیع بخیار رویۃ او شرط او عیب
ما کان او العیب بقضاء فلا شفعۃ لانہ فسخ لا بیع رد بیع ہو تسلیم شفعہ کے بعد یعنی جب بیع ہوئی اور شفعہ سے شفیع نے انکار کیا پھر بیع پھیر دیا گیا بسبب خیار
الرویۃ کے یا بسبب خیار شرط کے یا رد بیع ہو بسبب عیب کے قاضی کے حکم سے تو شفعہ نہیں اسواسطے کہ یہ فسخ ہی بیع نہیں ہی جو یہ علت ہی مسائل ثلثہ کی یعنی
شفعہ واجب ہوتا ہی بیع کے بعد نہ فسخ بیع کے بعد بخلاف الرد بعیب بعد القبض بلا قضاء او باقالۃ فان لہ الشفعۃ لان الرد بعیب بلا قضاء و الاقالۃ
بمنزلۃ بیع جدید برخلاف رد مبیع عیب سے قبض کے بعد بدون حکم قاضی کے یا اقالہ سے اسواسطے کہ شفیع کیواسطے اسمیں شفعہ ثابت ہی اسواسطے کہ عیب سے پھیر دینا
بدون حکم قاضی کے بمنزلہ بیع کے ہی شرع سے اور اسیطرح اقالہ بیع جدید کا نام ہی جو اسواسطے کہ عیب سے بلا قضا پھیر لینا چونکہ واجب نہیں اور با وجود اسکے

بائع نے اپنی خوشی سے پھیر لیا تو ایسا ہوا گویا اُسنے خرید کیا اور اسی طرح اقالہ بیع ہے ثالث کے حق مین اور شفیع تیسرا ہے بائع اور مشتری کا کذا فی الدرر وتثبت الشفعۃ للعبد المأذون المستغرق بالدین حاطۃ الدین برقبتہ وکسبہ لیس بشرط ابن کمال فی بیع سیدہ اور شفعہ ثابت ہے غلام ماذون کیواسطے جو دین مین ڈوبا ہوا ہے مولی کی بیع مین ابن کمال نے محیط ہونا دین کا غلام کی گردن اور کمائی کو ثبوت شفعہ کی شرط نہین کیا ہے یعنی اگر مولی نے گھر بیچا تو اُسکا شفعہ اُسکے غلام ماذون کے واسطے ثابت ہے اسواسطے کہ درصورت اذن تجارت جو غلام کے پاس ہے وہ مولی کا مملوک نہین ہے اور یہی علت مولی کے شفعہ لینے کی غلام کی بیع مین ہے وتثبت لسیدہ فی بیعہ بناءً علی ان الاخذ بالشفعۃ بمنزلۃ الشراء وشراء احدہما من الآخر یجوز اور شفعہ ثابت ہے غلام ماذون کے مالک کیواسطے غلام کے بیچے گھر مین اسوجہ سے کہ شفعہ لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور دونون مین سے ایک کا خرید کرنا دوسرے سے جائز ہے وتثبت لمن شری اصالۃ او وکالۃ او شری لہ بالوکالۃ اور شفعہ ثابت ہے اُس شخص کیواسطے جسنے اصالۃً یا وکالۃً خرید کیا یا اُسکے واسطے دوسرے نے بطریق وکالت خرید کیا ہو یعنی ایک شخص نے دوسرے کو خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل نے موکل کیواسطے گھر خرید کیا اور حالانکہ موکل شفیع ہے تو اُسکے واسطے شفعہ ثابت ہے صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک گھر تین شخصون مین مشترک ہے اور اُس گھر کا ایک شخص جار ملاصق ہے پھر جب وہ گھر بیع ہوا اور ایک شریک نے اُسکو خرید کیا تو مشتری کے واسطے شفعہ ثابت ہے خواہ اُسنے اصالۃً خریدی ہو یا وکالۃً اور اسی طرح موکل کے واسطے شفعہ ثابت ہے جبکہ وکیل نے اُسی کیواسطے خرید کی ہو اور دوسرے شریک کیواسطے بھی شفعہ ثابت ہے کذا فی الدرریہ توضیح ہے شارح کے قول آئندہ کی وفائدتہ انہ لو کان المشتری او الموکل بالشراء شریکا وللدار شریک آخر فلہما الشفعۃ ولو ہو شریکا وللدار جار فلا شفعۃ للجار مع وجودہ اور فائدہ ثبوت شفعہ کا مسئلہ مذکورہ مین یہ ہے کہ اگر مشتری یا خرید کا موکل شریک ہو اور گھر کا دوسرا شریک بھی ہو تو دونون کیواسطے شفعہ ثابت ہے اور اگر وہ شریک ہو اور گھر کا کوئی جار ملاصق ہو تو ہمسایہ کیواسطے شفعہ نہین باوجود شریک کے یعنی اسواسطے کہ شریک مقدم ہے ہمسایہ پر کذا فی الدرر لا شفعۃ لمن باع اصالۃ او وکالۃ او بیع لہ ای وکل بالبیع او ضمن الدرک ان الشفعۃ یبطل باظہار الرغبۃ عنہا لا فیہا شفعہ نہین اُسکا جسنے بیع کی اصالۃً یا وکالۃً یا بیع ہوئی اُسکی طرف سے یعنی دوسرے کو اُسنے بیع کرنے کا وکیل کیا یا ضمان درک کیا یعنی اگر مبیع غیر کی مملوک نکلے تو ثمن کا ضمان اُسپر ہے اور قاعدہ کلیہ ثبوت اور عدم ثبوت شفعہ کا یہ ہے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے شفعہ سے بے رغبتی ظاہر کرنے مین اور باطل نہین ہوتا اظہار خواہش سے اور ہم چونکہ بیع ضمان استحقاق بیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہے لہذا شفعہ باطل ہو گیا

باب ما یبطلہا

یہ باب ہے اُسکا جو شفعہ کو باطل کر دیتا ہے یبطلہا ترک طلب المواثبۃ ترکہ بان لا یطلب فی مجلس اخبر فیہ بالبیع ابن کمال وتقدم ترجیحہ شفعہ کو باطل کرتا ہے طلب مواثبہ کا ترک کرنا اور ترک طلب مواثبہ کی صورت یہ ہے کہ شفیع شفعہ طلب نہ کرے اُس مجلس مین جسمین اُسکو بیع کی خبر پہونچی ہو کذا ذکرہ ابن کمال اور ترجیح خیار مجلس کی مقدم مذکور ہو چکی یعنی طلب مواثبہ آخر مجلس تک ممتد ہے اور وہی قول راجح ہے طلب علی الفور پر او ترک طلب الاشہاد وعند عقار او ذی ید لا الاشہاد عند طلب المواثبۃ لانہ غیر لازم مع القدرۃ لما مر یا مبطل شفعہ ہے باوجود قدرت کے طلب اشہاد کا ترک کرنا عقار یا ذی الید کے نزدیک نہ کہ گواہ کرنا طلب مواثبہ کے نزدیک اسواسطے کہ وہ غیر لازم ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور طلب اشہاد کی یہ صورت مذکور ہو چکی کہ شفیع یون کہے کہ فلانے شخص نے یہ گھر خرید کیا اور مین اسکا شفیع ہون اور مین قبل اسکے طلب مواثبہ کر چکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون سو تم شاہد رہو اسپر اور قدرت کی صورت یہ ہے کہ کسی نے شفیع کا منھ بند نہ کر لیا ہو اور وہ نماز کے اندر نہ ہو ویبطلہا تسلیمہا بعد البیع علم بالسقوط او لا ولو تسلیم لا قبلہ لما مر اور فقط بعد بیع کے تسلیم شفعہ مبطل ہے آگاہی خواہ علم سقوط شفعہ کا بسبب تسلیم کے اُسکو ہو یا نہ ہو اور قبل بیع کے تسلیم شفعہ مبطل نہین چنانچہ مذکور ہو چکا ہے تسلیم شفعہ عبارت ہے اسقاط حق شفعہ سے اور اسقاط حق نہین ہو سکتا اگر بعد وجوب کے اور وجوب شفعہ نہین ہوتا مگر بیع کے بعد لہذا تسلیم شفعہ قبل بیع کے صحیح نہین اور بعد بیع کے صحیح ہے ولو تسلیمہا من اب ووصی خلافا لمحمد فیما بیع بالقیمۃ او اقل ملتقی تسلیم شفعہ مبطل شفعہ ہے اگرچہ تسلیم صغیر کے اب یا وصی کی طرف سے ہو برخلاف محمد رح کے اسمین جسکی بیع اُسکی قیمت کے موافق یا اقل قیمت سے ہوئی ہو کذا فی الملتقی ہم یعنی صغیر کا باپ اگر صغیر کا شفعہ ساقط کرے تو یہ تسلیم

صحیح ہے امام کے نزدیک یعنی بعد بلوغ کے صغیر اُسکو طلب نہیں کر سکتا خواہ بیع بقیمت اکثر یا مساوی یا اقل ہوئی ہو اور امام محمدؒ کا مذہب یہ ہے کہ درصورت مساوات یا قلت قیمت تسلیم باپ اور وصی کی مبطل شفعہ نہیں لوکیل بطلبہا اذا سلم الشفعۃ او اقر علی الموکل بتسلیمہ الشفعۃ صح لو کان التسلیم والاقرار عند القاضی والا لم یصح لکنہ یخرج عن الخصومۃ طلب شفعہ کا وکیل جبکہ شفعہ تسلیم کرے یا اپنے موکل پر تسلیم شفعہ کا اقرار کرے تو تسلیم صحیح ہے اگر یہ تسلیم و اقرار قاضی کے پاس ہو اور قاضی کے حضور میں نہو تو صحیح نہیں لیکن وکیل خصومت سے خارج ہوجاتا ہے وسکوت من یملک التسلیم تسلیم اور ساکت رہنا اُسکا جو تسلیم کا اختیار رکھتا ہے تسلیم ہے مثلاً باپ یا وصی کو تسلیم کا اختیار ہے اور انھون نے بیع کے وقت سکوت کیا طلب شفعہ سے صغیر کیواسطے تو یہ سکوت بجائے تسلیم ہے ویبطلہا صلحہ منہا علی عوض اٰسے غیر المشفوع لما یاتی اور شفعہ باطل کرتا ہے صلح کرنا شفیع کا شفعہ سے عوض پر یعنی عوض غیر مشفوع پر بدلیل آئندہ ہم قول آئندہ یہ ہے دو سطر کے بعد ولو صالح علی اخذ نصف الدار الخ وعلیہ ردہ لانہ رشوۃ اور شفیع پر عوض کا پھیر دینا واجب ہے اسواسطے کہ وہ رشوت ہے ہم جو نکہ شفعہ عبارت ہے حق تملک سے بلا ملک لہذا اُسکا عوض لینا صحیح نہین ویبطلہا بیع شفعتہ بمال لانہ لا یلزم المال اور شفعہ کو باطل کرتا ہے بیچنا اپنے شفعہ کا مال سے اور اس بیع سے مال لازم نہو گا یعنے اسواسطے کہ وہ رشوت ہے وکذا الکفالۃ بخلاف القود اور اسی طرح کفالت باطل ہو جاتی ہے بیع سے بخلاف قصاص کے ہم کفالت سے یہان مراد حاضر ضامنی ہے یعنی اگر صاحب حق نے حاضر ضامن سے کہا کہ مین تیرے ہاتھ حاضر ضامنی بیچتا ہون اپنے مال پر تو ضامنی ساقط ہو جاویگی اور مال واجب نہو گا بخلاف قصاص کے کہ اُسکا عوض لینا درست ہے اور اسی طرح ملک نکاح اور سقاط رق کا عتیاض درست ہے اسواسطے کہ ان تینون میں ملک ثابت ہے ولو صالح علی اخذ نصف الدار ببعض الثمن صح اور اگر شفیع نے صلح کی نصف گھر کے لینے پر بعوض بعض ثمن کے تو صحیح ہے ولو صالح علی اخذ بیت بحصتہ من الثمن لا لجہالۃ الثمن عند الاخذ ولا یسقط شفعتہ اور اگر شفیع نے صلح کی گھر مین سے ایک مکان کے لینے پر بقدر اُسکے حصہ کے ثمن سے تو صحیح نہین بسبب مجہول ہونے ثمن کے لینے کے وقت اور اس صلح غیر صحیح سے شفعہ شفیع کا ساقط نہ ہوگا ہم نصف گھر کی صلح مین ثمن مجہول نہین اسواسطے کہ نصف گھر کا ثمن نصف ثمن سے مسمی ہے اور تمام گھر مین سے ایک کوٹھری یا ایک دالان کا ثمن معلوم نہین کہ کتنا ہے لہذا مسئلہ سابقہ مین صلح صحیح اور شفعہ باطل اور اس مسئلہ مین صلح غیر صحیح اور شفعہ ثابت ہے ویبطلہا موت الشفیع قبل الاخذ بعد الطلب و قبلہ ولا تورث خلافا للشافعی ولو مات بعد القضاء لا تبطل اور شفعہ کو باطل کرتا ہے شفیع کا مر جانا شفعہ لینے سے پہلے طلب کے بعد یا قبل طلب کے اور شفعہ موروث نہین ہوتا برخلاف شافعی کے اور اگر شفیع مریگا قاضی کے حکم کرنے کے بعد تو شفعہ باطل نہو گا ہم وجہ بطلان یہ ہے کہ شفعہ تو عبارت ہے مجرد حق تملک سے اور وہ باقی نہین رہتا صاحب حق کے مرجانے کے بعد تو اُسمین کیونکر میراث جاری ہو کذا فی الدرر لا یبطلہا موت المشتری لبقاء المستحق شفعہ کو باطل نہین کرتی مشتری کی موت بسبب باقی رہنے مستحق کے یعنی شفیع کے ویبطلہا بیع ما یشفع بہ قبل القضاء بالشفعۃ مطلقا علم ببیعہا ام لا اور جس زمین اور گھر کے سبب سے شفعہ لیا جاتا ہے اُسکا بیچڈالنا قبل اسکے کہ قاضی ثبوت شفعہ کا حکم کرے ہر طرح مبطل ہے شفعہ کا خواہ شفیع کو اُس گھر کی بیع کا جسکا وہ شفیع ہے علم ہوا یا نہو وکذا لو جعل بالتشفیع بہ مسجدا او مقبرۃ او وقفا مسجلا درر اور اسی طرح شفعہ باطل ہوتا ہے اگر اُس مقام کو جسکے سبب سے شفعہ ثابت ہوتا ہے مسجد بنائی یا قبرستان یا وقف مسجل قرار دیا کذا فی الدرر یعنی اسواسطے کہ شفعہ ثابت ہوتا ہے ملک سے اور مسجد وغیرہ سے ملک زائل ہو جاتی ہے لہذا شفعہ ثابت نہین ہوتا بشرطیکہ قاضی نے ثبوت شفعہ کا حکم نہ دیا ہو ورنہ شفعہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی ولو باع بشرط الخیار لنفسہ لا تبطل لبقاء السبب اور جسکے سبب سے شفعہ حاصل ہوتا ہے اُسکو بیچا بشرط اختیار اپنی ذات کے تو شفعہ باطل نہین ہوتا بسبب باقی رہنے سبب کے یعنی سبب استحقاق شفعہ کا ملک ہے اُس مقام کی جو دار مشفوعہ سے متصل ہے سو ہنوز ملک بسبب بیع بشرط خیار کے بائع سے زائل نہین ہوئی ویبطلہا شراء الشفیع من المشتری اور شفعہ کو باطل کرتا ہے خرید کرنا شفیع کا مشتری سے یعنی جب شفیع نے دار مشفوعہ کو مشتری سے خرید کیا تو یہ خرید کرنا اعراض ہے طلب سے اور اعراض مبطل شفعہ ہے فلمن دونہ اخذہا منہ بالشفعۃ بالعقد الاول والثانی تو جو شخص کمتر ہے شفیع مذکور سے استحقاق شفعہ مین یا اُسکے برابر ہے تو اُسکو دار مشفوعہ کا لینا شفیع سے بوجہ شفعہ درست ہے خواہ بعقد اول لے یا بعقد ثانی ہم اسواسطے کہ جب شفیع کا استحقاق خرید کرنے سے باطل ہوگیا تو شفیع یا دون کا حق بسبب زوال مانع کے ثابت ہو جاویگا بخلاف ما لو اشتراہا ابتداء حیث کمتر ۱۲

لا شفعۃ لمن دونہ برخلاف اسکے کہ اگر شفیع نے گھر کو خرید کیا شروع سے یعنی بائع سے اسواسطے کہ وہاں شفیع یا دون کا شفعہ ثابت نہ ہوگا جو سابق مذکور ہو چکا کہ اگر شریک خرید کرے تو جار ملاصق کیواسطے شفعہ نہیں ہے وکذا یبطلہا ان استاجر ہا او ساومہا بیعا او اجارۃ ملتقی اور اسیطرح شفعہ کو باطل کرتا ہے اگر شفیع نے مشتری سے گھر کرایہ لیا یا اسکی خرید یا اجارہ کی بات چیت کی کذا فی الملتقی یعنی بعد علم بیع کرایہ لینا یا مول چکانا دلیل ہے تسلیم کی لہذا شفعہ باطل ہوگا او طلب منہ ان یولیہ عقد الشراء یا شفیع مشتری سے یہ طلب کرے کہ اسکو عقد خرید کا متولی کرے اسواسطے کہ مشتری سے تولیت عقد کو بطریق وکالت کے طلب کرنا تسلیم کی دلیل ہے اور تسلیم بیع مبطل شفعہ ہے لیکن طحطاوی نے کہا کہ بیع التولیہ مراد ہے اور یہ مراد نہیں کہ اسکو متولی عقد کرے بطریق وکالت کے اسواسطے کہ اس سے شفعہ باطل نہیں ہوتا بسبب اسکے ہونے کے قبل عقد کے واللہ اعلم او ضمن الدرک مستدرک بما مر انفا فیبطل فی الکل لدلیل الاعراض زیلعی یا شفیع ثمن کی ضمانت کرے استحقاق کے وقت شارح نے کہا ضمان درک کا مسئلہ زائد از حاجت ہے بسبب اسکے کہ عنقریب مذکور ہو چکا یعنی باب سابق میں تو سب تینوں صورتوں میں شفعہ باطل ہوتا ہے اعراض کی دلیل سے کذا فی الزیلعی قیل للشفیع انہا بیعت بالف فسلم ثم علم انہا بیعت باقل او بہرا و شعیر او عددی متقارب قیمتہ الف واکثر فلہ الشفعۃ ولو بان انہا بیعت بدنانیر او بعروض قیمتہا الف فلا شفعۃ والفرق بینہما ان ہذہ قیمی وذاک مثلی فربما یسہل علیہ وان کہ شفیع سے کہا گیا کہ گھر بیچا گیا بعوض ہزار درم کے سو اسنے بیع مسلم رکھی پھر اسکو معلوم ہوا ہزار درم سے کم ثمن کو بیع ہوئی یا بعوض گیہوں یا جو یا عددی متقارب سے بیع ہوئی تو شفیع کا شفعہ ثابت ہے اور اگر یہ ظاہر ہو کہ گھر بکا ان دیناروں یا اسباب کی عوض جنکی قیمت ہزار درم ہے تو شفعہ ثابت نہیں اور فرق دونوں میں یعنی متاع میں اور گیہوں جو میں یہ ہے کہ یہ یعنی اسباب و متاع قیمت والی چیز ہے اور وہ یعنی گیہوں اور جو اور عددی متقارب مثلی ہے تو گاہے مثلی چیز شفیع پر آسان ہو سکتی ہے اگرچہ زیادہ ہو دم مسئلہ اولی میں شفعہ اسواسطے ثابت ہوا کہ تسلیم یعنی کثرت ثمن سے یا تعذر جنس سے پھر جب اسکے خلاف ظاہر ہوا تو اسکو شفعہ لینا جائز ہوا اسواسطے کہ رغبتیں مختلف ہوتی ہیں اختلاف ثمن سے تو تسلیم بعض وجہ سے کل وجوہ کی تسلیم کی مستلزم نہیں اور مسئلہ ثانیہ میں اختلاف دینار اور درم سے اسواسطے شفعہ ثابت نہ ہوا کہ دونوں جنس واحد ہیں ثمنیت میں اور مسئلہ متاع میں قیمت واجب ہے اور وہ درہم یا دینار ہیں تو آسانی آنمیں ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی ولو علم ان المشتری زید فسلم ثم بان انہ بکر فلہ الشفعۃ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے سو اسنے بیع تسلیم کی پھر ظاہر ہوا کہ مشتری تو بکر ہے تو شفیع کیواسطے شفعہ ثابت ہے اسواسطے کہ آدمی اخلاق میں متفاوت ہیں سو بعضے کی ہمسائگی قبول ہوتی ہے اور بعضے کی نہیں تو ایک کے حق میں تسلیم کرنا اسکے غیر کے حق میں تسلیم کرنے کا مستلزم نہیں ولو علم ان المشتری ہو مع غیرہ کان لہ اخذ نصیب غیرہ لعدم التسلیم فی حقہ اور اگر شفیع نے جانا کہ مشتری زید ہے دوسرے آدمی کے ساتھ تو اسکو دوسرے آدمی کا حصہ بطریق شفعہ کے لینا جائز ہوگا اسواسطے کہ دوسرے کے حق میں تسلیم حاصل نہیں چلپی نے کہا اگر مصنف بجاے لو علم کے لو ظہر کہتا تو مناسب تر ہوتا ولو بلغہ شراء النصف فسلم ثم بلغہ شراء الکل فلہ الشفعۃ فی الکل وفی عکسہ بان اخبر بشراء الکل فسلم ثم ظہر شراء النصف لا شفعۃ لہ علی الظاہر لان التسلیم فی الکل تسلیم فی کل ابعاضہ بخلاف عکسہ اور اگر شفیع کو نصف گھر کے خرید کی خبر پہونچی سو اسنے بیع تسلیم کی پھر اسکو خبر پہونچی تمام گھر کے خرید کی تو اسکے واسطے شفعہ ثابت ہے سب گھر میں اور اسکے بالعکس میں اسطرح کہ شفیع کو خبر ہوئی تمام گھر کے خرید کی سو اسنے تسلیم کی پھر ظاہر ہے نصف کا خرید کرنا تو اسکے واسطے شفعہ نہیں ظاہر الروایۃ میں اسواسطے کہ کل میں تسلیم کرنا جمیع اجزا میں تسلیم کرنا ہے برخلاف اسکے عکس کے یعنی تسلیم بعض تسلیم کل نہیں ثم شرع فی الحیل فقال و ان باع رجل عقارا الا ذراعا مثلا فی جانب حد الشفیع فلا شفعۃ لعدم الاتصال پھر مصنف نے حیلوں کا یعنی تدابیر سقوط شفعہ کا بیان شروع کیا اسو یوں کہا اور اگر ایک مرد نے زمین یا گھر بیچا مگر مثلا ایک گز نہیں بیچا حد شفیع کی جانب میں تو شفیع کو شفعہ نہ ملیگا بسبب عدم اتصال کے شفعہ کا سبب اتصال ملک شفیع تھا سو اگر اسنے گز بھر یا ہاتھ بھر یا بالشت بھر یا انگل بھر زمین شفیع کی جانب کی بیع کی تو اب شفیع اسمیں شفعہ کا دعوی نہیں کر سکتا اسی حیلہ طول مستثنی شفیع کے تمام گھر کو ملاصق ہو ورنہ یہ حیلہ ہے شفعہ چھوڑ انیکے اسقاط کا والقول بان نصب ذراعا سہو وسہو اور یہ قول کہ ذراعا کا نصب

سہو ہے سہو وہم یہ تعریض ہے صاحب درر کی طرف اسواسطے کہ صاحب درر نے یوں کہا ہے کہ وقایہ مین جو یہ عبارت ہے ولا فیما بیع الا ذراعا منہ یہ سہو کاتب کی
سہو ہے اور شارح نے کہا کہ اسکو سہو کہنا سہو ہے اسواسطے کہ کلام تام موجب ہے مستثنی کا نصب واجب ہے ولذا لا شفعۃ لو وہب ہذا القدر للمشتری وقبضہ
اور اسی طرح شفعہ نہیں اگر اسقدر یعنی بقدر ایک گز طول مین بائع نے مشتری کو ہبہ بلا عوض کر دیا اور اسنے اسپر قبضہ بھی کر لیا ہے عدم ثبوت شفعہ کی وجہ یہ ہے کہ
جو متصل شفیع تھا وہ موہوب ہو گیا اور موہوب مین شفعہ نہیں طحطاوی نے کہا خواہ ہبہ قبل بیع کے ہو خواہ بعد بیع کے وان ابتاع سہما منہ بثمن ثم ابتاع
بقیتہا فالشفعۃ للجار فی السہم الاول فقط والباقی للمشتری لانہ شریک اور اگر مشتری نے اسکا ایک حصہ مثلاً دسواں حصہ کچھ ثمن سے خرید کیا پھر باقی گھر خرید کیا تو ہمسایہ
کیواسطے شفعہ ثابت ہوگا فقط پہلے حصہ مین اور باقی گھر مشتری کا ہوگا اسواسطے کہ مشتری شریک ہو گیا بائع کا سہم اول کی خرید سے اور شریک مقدم ہے جار پر
سہم اول مین سواسطے شفعہ ثابت ہے کہ پہلی بیع اسی کی ہوئی اور شرکت مشتری کی بائع سے عقد ثانی کے وقت ہوئی شفعہ لینے سے پہلے اور مراد یہ ہے کہ شفیع کو
خبر بیع کی نہ ہوئی مگر دونوں عقد کے بعد وحیلۃ کلہ ان یشتری الذرع والسہم بکل الثمن الا درہما ثم الباقی بالباقی اور تمام شفعہ کے اسقاط کا یہ حیلہ ہے کہ مشتری
خرید کرے ایک گز کو مسئلہ اولی مین یا سہم کو خرید کرے اس مسئلہ مین تمام ثمن سے سوائے ایک درم کے اور باقی گھر کو باقی ایک درم سے خرید کرے مثلاً ہزار
درم پر خرید کرنا منظور ہے تو اس گھر کا ہزاروان حصہ ۹۹۹ درم سے خریدا اور باقی گھر ایک درم سے خرید کرے تو شفیع کا شفعہ ہزارویں حصہ مین ثابت ہوگا ۹۹۹
درم کی ثمن سے اور باقی گھر مین شفعہ نہیں اسواسطے کہ مشتری شریک ہو گیا اور وہ احق ہے جار سے کذا فی الدرر ولیس لہ تحلیفہ باللہ ما اردت بہ ابطال شفعتی او
جائز نہیں شفیع کو قسم دینا مشتری کو اسطرح کہ واللہ تو نے اس فعل سے میرے شفعہ کے باطل کردینے کا ارادہ نہیں کیا ولہ تحلیفہ باللہ ان البیع الاول ما کان
تلجیۃ مؤیدزادہ معزیا للوجیز اور شفیع کو اس قسم دینے کا اختیار ہے کہ واللہ کہ بیع اول تلجیہ نہ تھی کذا ذکرہ مؤیدزادہ عن الوجیز تلجیہ اس بیع کو کہتے ہین کہ بائع اور مشتری
بیع ظاہر کرین دشمن کے خوف سے اور حالانکہ وہ حقیقت مین بیع نہیں بلکہ وہ ہزل ہے اسکی تحلیف کا اسواسطے اختیار ہوا کہ اگر وہ تلجیہ کا اقرار کریگا تو بائع کی ملک ثابت
رہیگی اور شفعہ جوار قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی وان ابتاعہا بثمن کثیر ثم دفع ثوبا عنہ فالشفعۃ بالثمن لا بالثوب فلا رغبۃ فیہ اور اگر بیع خرید کیا ثمن کثیر
سے پھر ثمن کی عوض کپڑا دیا تو شفعہ ثابت ہوگا ثمن سے نہ کپڑے سے تو اسمین خواہش نہ ہوگی مثلاً ایک گھر کی قیمت سو درم ہے اسکو ہزار درم کے ثمن سے خرید لیا پھر
ثمن کے عوض بائع کی رضامندی کے ساتھ ایک تھان دیا تو اگر شفیع دعوی کریگا تو اسکو شفعہ ہزار درم کی عوض ملیگا نہ تھان کی عوض اسواسطے کہ ہزار درم کی
عوض تھان دینا دوسرا عقد ہے اور گھر کی عوض تو وہی ہزار درم کا ثمن ہے وہذہ حیلۃ تعم الشریک والجار لکنہا تضر للبائع اذ یلزمہ کل الثمن لو استحق المنزل اور یہ حیلہ
شریک اور جار دونوں کو عام ہے لیکن بائع کو مضر ہے اسواسطے کہ بائع کو ثمن دینا لازم ہوگا جبکہ منزل مبیع غیر کی ملک ثابت ہووے فالاولی بیع دراہم الثمن بدینار
لیبطل الصرف اذا استحق تو بیچنا دراہم ثمن کا ایک دینار سے بہتر ہے تاکہ یہ عقد صرف باطل ہو جاوے جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہو جو ثمن کے دراہم مثلاً سو ستھے
مشتری کے ذمہ پر پھر بائع نے سو درم کو ایک دینار سے مثلاً بیچا پھر جبکہ استحقاق ملک غیر کا ثابت ہوگا تو یہ عقد صرف فاسد ہوگی سو اسیلئے اب ظاہر ہو گیا کہ مشتری
کے ذمہ پر کچھ نہ تھا تو جو مشتری نے دیا وہی بائع کو پھیر دینا پڑے گا یعنی دینار کذا فی الطحطاوی وحیلۃ اخری احسن واسہل وہی المتعارفۃ فی الامصار ذکرہا بقولہ وکذا لو
اشتری بدراہم معلومۃ بوزن او اشارۃ مع قبضۃ فلوس اشیر الیہا وجہل قدرہا وضیع الفلوس بعد القبض فی المجلس لان جہالۃ الثمن تمنع الشفعۃ درر قولا نحوہ
فی الملتقطات اور ایک دوسرا حیلہ بہتر اور سہل تر سب حیل مذکورہ سے اور وہی مشہور ہے شہروں مین اسکو مصنف نے اپنے اس قول سے ذکر کیا ہے اور اسی طرح شفعہ ساقط
ہو جاتا ہے اگر مشتری نے دراہم معلومہ سے خواہ تعین دراہم کا وزن سے ہو خواہ اشارہ سے خرید کیا اور انکے ساتھ مٹھی بھر فلوس بھی دیے جنکی طرف اشارہ کر دیا گیا
اور انکی مقدار مجہول رہی اور فلوس بائع نے تلف کر دیے بعد قبض کے مجلس کے اندر اسواسطے کہ جہالت ثمن شفعہ کی مانع ہے کذا فی الدرر مین کہتا ہون اور اسی کے
مانند ملتقطات مین ہے جب فلوس مشار الیہا پر بائع کا قبضہ ہوا تو ثمن عقد کے وقت معلوم اور متعین تھا لہذا بیع صحیح ہو گئی اور فلوس تلف ہو جانے کے بعد جہالت مقدار کے

شفعہ کے وقت ثمن مجہول ہوگیا معلوم نہیں کہ فلوس مذکورہ کتنے تھے اور جہالت ثمن شفعہ کے وقت ثبوت شفعہ کی مانع ہے طحطاوی نے کہا فی المجلس کی قید شرح النقایہ میں مذکور ہے نہ درر میں اور اسکا تعلق تو ضائع ہونے فلوس سے ظاہر ہوتا ہے نہ قبض سے اسواسطے کہ مدار علم و توقف مقدار ہے اور یہ برابر ہے خواہ مجلس میں ہو خواہ بعد مجلس کے وینبغی ان الشفیع لو قال انا اعلم قیمۃ الفلوس وہی کذا ان یاخذہا بالدراہم وقیمتہا کما لو اشتری دارا بعرض اوعقار للشفیع اخذہا بقیمتہ

وقال المصنف ثم نقل من مقطعات الظہیریۃ ما یوافقہ قلت ووافقہ فی تنویر البصائر واقرہ شیخنا لکن تعقبہ ابنہ فی زواہر الجواہر بانہ مخالف للاول وما فی المتون و الشروح مقدم علی الفتاوی کما مر مرارا انتہی اور لائق بقواعد فقہ یہ ہے کہ اگر شفیع کہے کہ میں فلوس کی قیمت جانتا ہوں اور وہ فلوس اتنے تھے تو شفعہ لے دراہم اور فلوس کی قیمت سے چنانچہ اگر مشتری گھر خرید کرے متاع یا عقار سے تو شفیع کو گھر کا لینا متاع یا عقار کی قیمت سے جائز ہے چنانچہ مذکور ہوچکا یہ کہا ہے مصنف نے شرح میں پھر مصنف نے مقطعات ظہیریہ سے وہ روایت نقل کی جو قول مذکور کے موافق ہے میں کہتا ہوں اور اسی کے موافق کہا ہے تنویر البصائر حاشیہ اشباہ میں اور ہمارے استاد نے قول کو ثابت رکھا لیکن اس قول پر مصنف کے فرزند شیخ صالح نے اعتراض کیا ہے زواہر الجواہر حاشیہ اشباہ میں اسطرح کہ یہ قول مخالف ہے قول اول کے جو متن میں مذکور ہے اور جو متون و شروح میں ہے وہ فتاووں پر مقدم ہے چنانچہ یہ قاعدہ چند بار مذکور ہوچکا انتہی ما فی زواہر الجواہر متون و شروح میں جو مذکور ہے وہ اسکا مفید ہے کہ شفیع کا قول قیمت فلوس و تعیین مقدار میں مقبول نہوگا اسواسطے کہ اگر مقبول ہو تو اس حیلہ مذکورہ کا کچھ فائدہ نہ رہے مگر جبکہ شفیع ساکت رہے کذا فی الطحطاوی وقدمنا انہ لا شفعۃ فیما بیع فاسدا ولو بعد القبض لاحتمال الفسخ نعم اذا سقط الفسخ بالبناء ونحوہ وجبت واللہ اعلم اور ہم مقدم ذکر کرچکے ہیں کہ شفعہ نہیں اسمیں جسکی بیع فاسد ہوئی اگرچہ قبض کے بعد ہو بسبب احتمال فسخ ہوجانے بیع فاسد کے ہاں جبکہ فسخ ساقط ہوجائے مشتری کی عمارت بنانے وغیرہ سے تو شفعہ واجب ہوگا واللہ اعلم تکرہ الحیلۃ لاسقاط الشفعۃ بعد ثبوتہا وفاقا کقولہ للشفیع اشترہ منی ذکرہ البزازی مکروہ ہے حیلہ کرنا اسقاط شفعہ کیواسطے بعد ثابت ہوجانے شفعہ کے بالاتفاق چنانچہ مشتری کا یوں کہنا شفیع سے کہ تو اس منزل کو مجھ سے خرید کرلے ذکر کیا ہے اسکو بزازی نے ہم شفعہ ثابت ہوتا ہے بعد بیع کے پھر جب مشتری نے شفیع سے کہا کہ مجھ سے خرید کرلے تو اگر وہ خرید کا ارادہ کریگا تو شفعہ باطل ہوگا یہ اسقاط شفعہ کا حیلہ ہے ثبوت کے بعد سیدنا ابو یوسفؒ اور محمدؒ دونوں کے نزدیک مکروہ ہے و اما الحیلۃ لدفع ثبوتہا ابتداء فعند ابی یوسفؒ لا تکرہ وعند محمدؒ تکرہ ویفتی بقول ابی یوسفؒ فی الشفعۃ قیدہ فی السراجیۃ بما اذا کان الجار غیر محتاج الیہ واستحسنہ محشی الاشباہ اور ابتداء سے دفع ثبوت شفعہ کا حیلہ کرنا یعنی وہ تدبیر کرنا جس سے شفعہ ثابت نہ ہوسکے سوا ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ نہیں یعنی ہو اسلیئے کہ وہ منع ہے حق واجب ہونے سے نہ اسقاط حق ثابت کا اور محمدؒ کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور ابی یوسفؒ کے قول کا فتوی ہے شفعہ میں سراجیہ میں جواز حیلہ کی یہ قید لگائی ہے جبکہ ہمسائے کو اس گھر کی حاجت نہو اور محشی اشباہ نے اسکو خوب کہا ہے ہم محشی اشباہ شرف الدین غزی نے تنویر البصائر میں کہا ہے کہ اس قول پر اعتماد کرنا چاہیے اسکے حسن و خوبی کے سبب سے شرح وقایہ میں ہے کہ شفعہ تو دفع ضرر جوار کیواسطے مشروع ہوا ہے تو اگر مشتری ایسا شخص ہو کہ پڑوسیوں کو اس سے ضرر ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال نہیں اور اگر مشتری نیک مرد ہو اور شفیع متعنت ہو جسکی ہمسائگی پسند نہ ہو تو اسقاط شفعہ کا حیلہ کرنا حلال ہے ونقیضہ وہو الکراہۃ فی الزکوۃ والحج وآیۃ السجدۃ جوہرہ اور اسکے مخالف یعنی کراہت ہے حیلہ زکوۃ اور حج اور آیت سجدہ میں کذا فی الجوہرہ منع زکوۃ کا یہ حیلہ ہے کہ جس مال میں زکوۃ واجب ہو وہ سال بھر کے گذرنے سے پہلے اپنے فرزند صغیر کو ہبہ کرے یا سال سے پہلے اسقدر خیرات کردے جس سے نصاب پوری باقی نہ رہے شرح وقایہ میں کہا کہ یہ حیلہ نہایت قبیح ہے کہ بخیلی اختیار کرتا ہے اور فقیروں کا رزق قطع کرتا ہے اور وعید عدم انفاق میں داخل ہوتا ہے اور حج کا حیلہ یہ ہے کہ آفاقی داخل ہو میقات کسی محل میں داخل ہو پھر مکہ معظمہ میں بلا احرام داخل ہو اور یہ حیلہ اسقاط احرام کا ہے نہ اسقاط حج کا اور آیت سجدہ کا یہ حیلہ کہ آیت سجدہ نہ پڑھے اور سابق اور لاحق کی آیتیں پڑھے وجوب سجدہ کے خوف سے ولا حیلۃ موجودۃ فی کلامہم لاسقاط الحیلۃ بزازیۃ قال وطلبنا کثیرا فلم نجدہا اور کوئی حیلہ موجود نہیں فقہا کے کلام میں حیلہ ساقط کرنے کیواسطے کذا فی البزازیہ کہا بزازی نے اور ہم نے اسکو بہت تلاش کیا سو ہمکو نہ پایا واذا اشتری جماعۃ عقارا او البائع واحد تعدد الاخذ بالشفعۃ بتعددہم فللشفیع ان یاخذ نصیب بعضہم ویترک الباقی وبعکسہ وہو ما اذا تعدد البائع واتحد المشتری لا تعدد الاخذ

بہا بل یاخذ الکل او یترک لان فیہ تفریق الصفقۃ علی المشتری بخلاف الاول لقیام الشفیع مقام احدہم فلم تتفرق الصفقۃ بلا فرق بین کونہ قبل القبض وبعدہ سمی لکل بعض
ثمنا او سمی للکل جملۃ لان العبرۃ لاتحاد الصفقۃ لا لاتحاد الثمن جبکہ ایک جماعت نے زمین مول لی اور بائع ایک ہی ہو تو شفعہ لینا متعدد ہوگا مشتری کے شمار
کے موافق تو شفیع کو یہ جائز ہوگا کہ ایک مشتری کا حصہ لے اور باقی کو چھوڑ دے اور بالعکس اسکے یعنی جبکہ بائع کئی شخص ہوں اور مشتری ایک ہو تو شفعہ لینا متعدد
نہو گا بلکہ شفیع یا سب مبیع کو لے یا سب کو چھوڑ دے اسواسطے کہ اسمیں مشتری پر تفریق عقد ہے بخلاف اول مسئلہ کے اسواسطے کہ وہاں شفیع قائم مقام ہے ایک مشتری
کے تو عقد متفرق نہوا اسمیں کچھ فرق نہیں کہ شفعہ لینا قبض کرنے سے پہلے ہو یا بعد اسکے ہر مشتری کے ثمن کا علیحدہ علیحدہ نام لیا گیا ہو یا تمام ثمن مجملاً مذکور
ہوا ہو اسواسطے کہ یہاں اتحاد کا اعتبار ہے نہ اتحاد ثمن کا وعلم انہ لو طلب الحصۃ فہو علی شفعتہ اور معلوم کر اسکو کہ اگر شفیع درصورت تعدد مشتری ایک حصہ کو طلب کرے
تو باقی حصوں میں وہ اپنے شفعہ پر قادر ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ باقی کا شفعہ باطل ہو گیا کذا فی درر المنتقی ولو اشتری دارین وقریتین او مصرین صفقۃ اخذہما شفیعہما
معا او ترکہما لا احدہما ولو احدہما بالمشرق والاخری بالمغرب شرح مجمع درایۃ اور اگر مشتری نے دو گھر یا دو گاؤں خرید کیے دو شہروں میں ایک عقد یعنی ایک ایجاب اور
قبول سے تو اُن دو گھروں کا شفیع انکو ساتھ ہی لے یا دونوں چھوڑے اور یہ نہیں کہ ایک گھر کو لے اگرچہ ایک گھر مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کذا فی شرح المجمع اور
اسکا ذکر آگے آویگا۔ اور اگر شفیع ایک ہی گھر کا ہو نہ دوسرے کا اور بیع دونوں گھروں کی ایک ایجاب و قبول سے ہوئی ہو تو شفیع کو شفعہ لینا نہیں پہنچتا مگر
اُسی گھر کا جو اُسکے پاس ہے اور ایسا کہا ہے محمدؒ نے اُن دونوں گھروں میں جو متصل ہوں اور شفیع ایک گھر کا ہمسایہ ہو اور حسنؒ نے امام سے روایت کی کہ شفیع کو دونوں کا
لینا درست ہے شفعہ سے کرخی نے کہا حسن کی روایت اسپر دلالت کرتی ہے کہ امام نے روایت سابقہ سے رجوع کیا ہے کذا فی العالمگیریہ والمعتبر فی ہذا ای التعدد والاتحاد
العاقد لتعلق حقوق العقد بہ دون المالک فلو وکل واحد جماعۃ فللشفیع اخذ نصیب بعضہم اور اس تعدد اور اتحاد عقد میں عاقد معتبر ہے نہ مالک اسواسطے کہ حقوق عقد کے عاقد
کی طرف متعلق ہوتے ہیں نہ مالک کی طرف تو اگر ایک مالک نے ایک جماعت کو وکیل کیا یعنی خرید کا تو شفیع کو ایک وکیل کا حصہ لینا جائز ہے یہ اس صورت میں ہے کہ
ہر وکیل کو ایک ایک حصہ کی خرید میں وکیل کیا ہو اور اگر سب کو تمام کی خرید کا وکیل کیا تو شفعہ نہیں مگر تمام میں کذا فی الطحطاوی اشتری نصف دار غیر مقسوم فقاسم
المشتری البائع اخذ الشفیع نصیب المشتری الذی حصل بالقسمۃ وان وقع فی غیر جانبہ علی الاصح آدھا گھر غیر مقسوم خرید کیا سو مشتری نے بائع سے بانٹ لیا تو
شفیع مشتری سے وہ حصہ لے جو اُسکو حاصل ہوا قسمت سے اگرچہ وہ حصہ شفیع کی جانب میں نہ پڑا ہو بموجب اصح قول کے اور غیر اصح قدوری کا قول ہے کہ شفیع وہی حصہ لے گا
جو اُسکی جانب میں واقع ہے نہ غیر جانب کا ولیس لہ ای للشفیع نقضہا مطلقا سواء قسم بحکم او رضی علی الاصح لانہا من تمام القبض اور شفیع کو نقض قسمت مطلقاً جائز
نہیں خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا بائع کی رضامندی سے اسواسطے کہ قسمت قبض کی تمامی سے ہے یعنی بدون قسمت کے مشترک چیز کا پورا قبض نہیں
ہوتا اور حالانکہ تمام قبض عقد کا حکم ہے حتی لو قاسم الشریک کان للشفیع نقضہ کما ذکرہ بقولہ بخلاف ما اذا باع احد الشریکین نصیبہ من دار مشترکۃ
وقاسم المشتری الشریک الذی لم یبع حیث یکون للشفیع نقضہ کنقضہ بیعہ وہبتہ تو اگر مشتری نے قسمت کر لی بائع کے شریک سے تو شفیع کو نقض
قسمت جائز ہے چنانچہ مصنف نے اُسکو ذکر کیا اپنے اس قول سے برخلاف اُسکے جبکہ دو شریکوں میں سے ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا مشترک گھر سے
تو مشتری نے دوسرے اُس شریک سے جسنے بیع نہیں کی قسمت کر لی کہ وہاں شفیع کو نقض قسمت جائز ہے جسطرح اُسکی بیع اور ہبہ کا نقض جائز ہے یہ تفریع
ہے عدم نقض قسمت کی تعلیل پر یعنی اگر قسمت تمام قبض سے نہو چنانچہ مثال مذکور میں ہے تو نقض قسمت درست ہے اسواسطے کہ عقد اُس شخص سے واقع ہوا جس سے
قسمت کر لی تو یہاں قسمت تمام قبض سے نہوئی جو عقد کا حکم ہے لہذا شفیع اُسکو توڑ سکتا ہے کما لو اشتری اثنان دارا وہما شفیعان ثم جاء شفیع ثالث بعد
ما اقتسما بقضاء او غیرہ فلہ ای للشفیع ان ینقض القسمۃ ضررہ صیرورۃ الشفعۃ اثلاثا شرح وہبانیہ چنانچہ اگر دو شخصوں نے گھر مول لیا اور وہ دونوں شفیع ہیں اس گھر کے
پھر تیسرا شفیع آیا دونوں کی قسمت کر لینے کے بعد خواہ قسمت قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا سوا اُسکے مثلاً رضامندی سے تو شفیع کو قسمت کا توڑ دینا جائز ہے نصف کی تہائی

ہو جانے کی ضرورت ہے کذا فی شرح الوہبانیہ ہم یتشبث بنقض قسمت کی صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر کے تین پڑوسی ملاصق ہیں مثلاً انمیں سے دو نے وہ گھر خرید کرکے بانٹ لیا نصف نصف پھر تیسرے پڑوسی نے شفعہ طلب کیا تو قسمت فاسد و منقوض ہوگی اس ضرورت سے کہ ہر شخص تہائی تہائی کا مستحق ہے اور دونوں مشتریوں میں سے ہر ایک کے پاس نصف نصف ہے اور یہ باقی نہیں رہ سکتا اختلف الجار والمشتری فی ملکیۃ الدار التی یسکن فیہا الشفیع الذی ہو الجار فالقول للمشتری لانہ ینکر استحقاق الشفعۃ اختلاف کیا پڑوسی اور مشتری نے اس گھر کی ملکیت میں جسمیں وہ شفیع رہتا ہے جو پڑوسی ہے تو مشتری کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ استحقاق شفعہ کا منکر ہے وللجار تحلیفہ ای تحلیف المشتری علی العلم عند ابی یوسف وبہ یفتی اور پڑوسی کو مشتری کا قسم دینا اسکی ذات پر جائز ہے ابو یوسف کے نزدیک اور یہی کا فتوی ہے ہم یعنی مشتری یوں قسم کھائے کہ واللہ یہ گھر میرے علم میں شفیع کا مملوک نہیں علم پر اسواسطے قسم ہوئی کہ غیر کے فعل پر تحلیف ہے اور غیر کے فعل پر یقین قطعی نہیں ہوتا کما لو انکر المشتری طلب المواثبۃ فانہ یحلف علی العلم جیسے کہ مشتری اگر طلب مواثبہ کا منکر ہو تو اس سے علم پر قسم لیجائیگی یعنی اسواسطے کہ یہی تحلیف ہے غیر کے فعل پر وان انکر المشتری طلب الاشہاد عند لقائہ حلف المشتری علی البتات لانہ محیط بہ علما دون الاول حاوی الزاہدی اور اگر مشتری نے اپنی ملاقات کے وقت طلب اشہاد سے انکار کیا تو مشتری قسم کھائے قطع اور یقین پر اسواسطے کہ مشتری کا علم طلب اشہاد کو محیط ہے نہ طلب مواثبہ کو کذا فی حاوی الزاہدی ہم اگرچہ طلب اشہاد بھی غیر کا یعنی شفیع کا فعل ہے لیکن چونکہ حالف کے سامنے کا فعل ہے لہذا قطعی قسم لازم ہوئی یہ اسوقت ہے جبکہ شفیع طلب اشہاد کا مدعی ہو اور گواہوں سے اسکو ثابت نہ کرسکے ولو برہنا فبینۃ الشفیع احق وقال ابو یوسف بینۃ المشتری اور اگر شفیع اور مشتری دونوں گواہ لادیں تو شفیع کے گواہ احق اور مقدم ہیں اور ابو یوسف نے کہا کہ مشتری کے گواہ مقدم ہیں فروع مسائل ملحقہ شارح کے باع ما فی اجارۃ الغیر وہو شفیعہا فان اجاز البیع اخذہا بالشفعۃ والا بطلت الاجارۃ وان ردہا ایک نے وہ چیز بیع کی جو غیر کے اجارہ میں ہے اور حالانکہ مستاجر اسکا شفیع ہے سو اگر مستاجر نے بیع اسکی جائز رکھی تو اسکو لیگا بطریق شفعہ کے یعنی اور اجارہ باطل ہوجائیگا اور اگر بیع جائز نہ رکھی تو اجارہ باطل ہوگا اگرچہ شفعہ رد کردے ہم یعنی عدم اجازت بیع کے ساتھ شفعہ بھی طلب کیا تو اجارہ باطل ہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ صحیح نہیں کیونکہ بعد بطلان اجارہ کذا فی الوہبانیہ شری لطفلہ والاب شفیع لہ الشفعۃ والوصی کالاب قنیۃ لکن فی شرح المجمع ما یخالفہ فتنبہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے واسطے خرید کی اور حالانکہ باپ شفیع ہے تو اسکا شفعہ ثابت ہے اور وصی باپ کے مانند ہے میں کہتا ہوں لیکن شرح مجمع میں اسکے مخالف ہے سو خبردار رہنا ہم شرح مجمع میں یوں ہے کہ باپ کی قید اسواسطے لگائی کہ وصی شفعہ نہیں لے سکتا اتفاقاً اسواسطے کہ شفعہ لینا بمنزلہ خرید کے ہے اور وصی کو یتیم کا مال خرید کرنا جائز نہیں اپنی ذات کے واسطے لو کانت دار الشفیع ملاصقۃ لبعض المبیع کان لہ الشفعۃ فیما لازقہ فقط ولو فیہ تفریق الصفقۃ اگر شفیع کا گھر متصل ہو بعض مبیع سے تو اسکا شفعہ فقط اسی قدر میں ثابت ہوگا جو کہ متصل ہے اگرچہ اسمیں تفریق صفقہ ہوتی ہو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ دو گھر کی بیع ہوئی اور شفیع کا گھر ایک ہی گھر کے پاس ہے چار ملاصق وہ ہے کہ ہر ایک کی دیوار علیحدہ ہو اور دونوں دیواروں میں راہ نہ ہو مکان کی تنگی کے سبب سے یا کہ دونوں کے اتصال کے سبب سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی الابراء العام من الشفیع یبطلہا قضاء مطلقا لا دیانۃ ان لم یعلم بہا شفیع کی جانب سے ابراء عام کرنا شفعہ کو باطل کردیتا ہے قضاءً ہر طرح سے اور دیانۃً مبطل نہیں اگر شفیع شفعہ کو نہ جانتا ہو ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر بکا تو بائع یا مشتری نے کہا شفیع سے کہ تو ہمکو بری الذمہ کردے ہر خصومت سے جو تیری خصومت کہ ہماری جانب ہو سو اس نے ابراء عام کردیا اور حالانکہ شفیع جانتا نہیں ہے کہ انکی جانب اسکا شفعہ واجب ہوا ہے تو اس ابراء عام سے قاضی کے نزدیک اسکا شفعہ باطل ہوگا لیکن فیما بینہ وبین اللہ شفعہ باقی رہیگا اسواسطے کہ اگر وہ جانتا تو شفعہ نہ چھوڑتا زواہر الجواہر میں ہے کہ محمدؒ کے قول پر ہے اور ابو یوسفؒ کے قول پر براءت من المجہول سے براءت ثابت ہو جاتی ہے قضاءً بھی اور دیانۃً بھی وعلیہ الفتوی چنانچہ شرح منظومہ اور خلاصہ اور خزانۃ الفتاوی میں ہے کذا فی الطحطاوی عن الحلبی وصبغ المشتری البناء فجاء الشفیع خیر ان شاء اعطاہ ما زاد الصبغ او ترک جبکہ مشتری نے عمارت میں رنگ آمیزی کی پھر شفیع آیا تو وہ مختار ہے چاہے اسکو اتنا دے جسقدر اسکی قیمت رنگ آمیزی سے زیادہ ہوگئی اور چاہے شفعہ ترک کرے اخر الجار طلبہ لکون القاضی لا یراہا فہو معذور شفیع جار نے طلب میں تاخیر کی اسواسطے کہ قاضی شفعہ

جوار کا اعتقاد نہیں رکھتا تو وہ معذور ہی یہودی سمع بالبیع یوم السبت فلم یطلب لم یکن عذر یہودی نے سنیچر کے دن بیع سنی اور شفعہ طلب نہ کیا تو یہ عذر نہ ہوگا
ہم یہ تینوں مسئلے مکرر ہو گئے کہ سابق مذکور ہو چکے ہیں قلت یوخذ منہ ان الیہودی اذا طلب خصمہ من القاضی احضارہ یوم سبتہ فانہ یکلفہ الحضور ولا یکون سبتہ عذراً وای
وقعۃ الفتوی تا ء المصنف قلت وہی فی واقعات الحسامی میں کہتا ہوں یوم السبت کے عذر نہونے سے یہ مسئلہ نکلتا ہی کہ جب یہودی اپنے مدعا علیہ کا احضار
چاہے قاضی سے اسکے یوم السبت میں تو قاضی اسکو حاضر کروا دے اور اسکا یوم السبت عذر نہوگا اور یہ مسئلہ فتوی طلب ہو چکا یہ کہا ہی مصنف نے میں کہتا ہوں اور
یہی مسئلہ واقعات حسامی میں مذکور ہی ادعی الشفیع علی المشتری انہ احتال لابطالہا یحلف وفی الوہبانیۃ خلافہ قلت وسنذکرہ لابن المصنف فی حاشیۃ الاشباہ اہ
بما لا مزید علیہ فلیحفظ اگر شفیع نے مشتری پر یہ دعوی کیا کہ مشتری نے شفعہ باطل کرنیکا حیلہ کیا ہی تو مشتری سے قسم لیجاے اور وہبانیہ میں اسکے مخالف عدم تحلیف مذکور
ہی میں کہتا ہوں اور عنقریب ہم وہبانیہ کا قول مذکور کرتے ہیں اسواسطے کہ مصنف کے فرزند نے اشباہ کے اپنے حاشیہ میں کلام وہبانیہ کی اسطرح تائید کی ہی کہ اس
تائید زیادہ نہیں ہوسکتی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے خلاصہ تائید مذکور یہ ہی کہ قاضیخان اور ولوالجی کے کلام مدلل سے مصرح ہی کہ مشتری پر قسم لازم نہیں تعلیق ابطالہا بالشرط
جائز ابطال شفعہ کا تعلیق کرنا شرط سے جائز ہی ہم صورت اسکی یہ ہی کہ شفیع نے مشتری سے کہا کہ میں نے شفعہ تیرے واسطے مسلم رکھا اگر تو نے اپنی ذات کیواسطے خریدی ہو
سو اگر مشتری نے کسی اور شخص کیواسطے خریدی تو اسکا شفعہ ثابت ہی کذا فی الطحطاوی عن منیۃ المفتی والمجتبی لہ دعوی فی رقبۃ الدار وشفعۃ فیہا یقول ہذہ الدار داری
وانا ادعیہا فان وصلت الی والا فانا علی شفعتی فیہا ایک شخص کا دعوی ملک ہی گھر کے رقبہ میں اور شفعہ کا بھی اسمیں دعوی ہی تو یوں دعوی کرے کہ یہ گھر میرا ہی اور میں
اسکا دعوی کرتا ہوں سو اگر یہ گھر مجکو پہونچا تو بہتر ہی اور اگر نہ پہونچا تو میں اسمیں اپنے شفعہ کے دعوی پر ہوں ہم یہ مسئلہ ظہیریہ میں یوں مذکور ہی کہ اگر ایک گھر دوسرے کے پاس بکا اور
ھما جنحانہ اسکا شفیع ہی اور اسکا زعم یہ ہی کہ خانہ مبیع میرا مملوک ہی سو وہ ڈرتا ہی کہ اگر میں اسکی ملک کا دعوی کروں تو شفعہ باطل ہوتا ہی اور اگر شفعہ کا دعوی کرتا ہوں تو
ملک رقبہ کا دعوی باطل ہوتا ہی تو وہ شخص یوں دعوی کرے کہ یہ گھر میرا ہی اور میں اسکے رقبہ کا دعوی کرتا ہوں سو اگر وہ مجکو پہونچا تو بہتر ہی اور نہیں تو میں اپنے شفعہ کے
دعوی پر ہوں اسواسطے کہ یہ سب ایک کلام ہی تو طلب شفعہ سے سکوت ثابت نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الحموی تولی الشفیع علیہا بلا قضاء ان اعتمد علی قول عالم لا یکون
ظالما والا کان ظالما شفیع نے غلبہ کرکے عمل کر لیا گھر پر بدون حکم قاضی کے تو اگر شفیع نے کسی عالم کے قول پر اعتماد کیا تو وہ ظالم نہوگا اور نہیں تو وہ ظالم ٹھہریگا
شیخ صالح ابن مصنف نے کہا کہ مجکو اس مسئلہ میں اعتراض ہی اسواسطے کہ درر وغیرہ کتب فقہ میں یہ مصرح ہی کہ شفیع کی ملک ثابت نہیں مگر تراضی یا قضاء قاضی سے پھر جبکہ
بدون اسکے بمجرد قول عالم کے اسنے استیلا کیا تو یہ استیلا ہوا غیر کی ملک پر تو یہ صریحا ظلم ہی اور اگر مجرد استقرار شفعہ کو اعتبار کیجیے تو وہ فقط گواہ کرنے سے موجود ہو جاتا ہی تو
عالم کے قول کی بھی کچھ حاجت نہیں اور نہ تراضی اور قضاء قاضی کی حلبی نے کہا جب ظالم ٹھہریگا تو اسپر تعزیر ہوگی اشیاء علی عدد الرؤس الدیۃ والشفعۃ واجرۃ القسام والطریق
اذا اختلفوا فیہ الکل فی الاشباہ چند چیزیں عدد اشخاص پر ہیں ایک تو دیت دوسرے شفعہ تیسرے قسمت کرنے والے کی اجرت چوتھے راہ جبکہ اسمیں اختلاف کریں سب مسائل
مذکورہ اشباہ میں ہیں ہم دیت کی صورت یہ ہی کہ اگر مقتول پایا گیا مکان مملوک میں تو اسکی دیت اس مکان کے سب مالکوں پر لازم ہوگی برابر خواہ کسی کی ملک کم ہو یا زیادہ اور شفعہ
کی برابری خود مذکور ہو چکی اور اجرت قسام کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے زمین کی قسمت کردی شریکوں میں تو اسکی اجرت امام کے نزدیک سب پر برابر ہی اگرچہ ایک کا حصہ
قلیل ہو اور دوسرے کا کثیر اور صاحبین کے نزدیک اجرت بقدر ملک ہی اور راہ سے کوچہ غیر نافذہ مراد ہی اسواسطے کہ شارع عام کسی کا مملوک نہیں اور طریق کے مانند گھر کا صحن ہی
جبکہ ارباب بیوت اسمیں اختلاف کریں اسواسطے کہ وہ لوگ چلنے اور وضو کرنے اور لکڑی چیرنے اور اسباب رکھنے میں سب برابر ہیں یعنی اگرچہ ایک شخص کا دالان طویل
ہو اور دوسرے کی کوٹھری کوتاہ کذا فی حاشیۃ الاشباہ لابی السعود لا شفعۃ لمرتد عنایۃ شفعہ کا ثابت نہیں مرتد کے واسطے کذا فی البنایۃ صبی شفیع لا ولی لہ لا تبطل شفعتہ فان
نصب القاضی قیما یطلبہا جاز جوہرہ ایک لڑکا شفیع ہی جسکا کوئی والی نہیں تو اسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر قاضی اسکی طرف سے کوئی کارپرداز قائم کرے اور
وہ شفعہ لڑکے کیواسطے طلب کرے تو جائز ہی کذا فی الجوہرہ شری کرما ولہ شفیع غائب فاثمرت الاشجار فاکلہا المشتری ثم اتی الشفیع واخذہ ان اثمرت وقت القبض فثمرہ بحصتہ

بقدرہ + والا فلا لانہ لا قیمۃ لہ من الثمن حینئذ مؤید زادہ معزیاً للواقعات الحسامی اگر کسی نے باغ خرید کیا اور اسکا شفیع غائب ہے سو درخت پھل لائے اور مشتری نے انکو کھایا پھر
شفیع آیا اور اسنے وہ باغ بدعوی شفعہ لیا اگر درخت قبض مشتری کے وقت پھلے ہوں تو بقدر قیمت پھلوں کے ثمن سے ساقط ہوگا اور اگر پھلے نہ ہونگے قبض کے وقت تو ثمن
سے کچھ ساقط نہ ہوگا + اسواسطے کہ پھل کا کچھ حصہ نہ تھا ثمن میں اسوقت کذا ذکرہ مؤید زادہ من واقعات الحسامی فی الوہبانیۃ ۔ یا اخذ بما اشتری لطفلہ + اب ووصی بلوغ
یوخر + اور وہبانیہ میں ہے اور باپ شفعہ لے سکتا ہے اس زمین میں جو اسنے اپنے صغیر فرزند کیواسطے خرید کیا اور وصی مخاصمت میں تاخیر کرے یتیم کے بلوغ تک اگر چہ خصومت میں تاخیر جائز ہے
لیکن وصی کو لازم ہے کہ طلب شفعہ کرے اور خرید کے دن گواہ کرلے چنانچہ خزانۃ الاکمل میں ہے یعنی اسواسطے کہ تاخیر طلب سے شفعہ باطل ہو جاتی ہے ۔ ولیس لہ تفریق دارین
بیعتا + ولو غیر جار فالتفرق اجدر + اور شفیع کو جائز نہیں تفریق کرنا ان دو گھروں کا جو ساتھ ہی بیع ہوئے اور وہ دونوں کا شفیع ہے اور اگر شفیع ہمسایہ نہیں
دوسرے گھر کا تو تفریق لائق تر ہے تفریق اسواسطے کہ وہ تفریق صفقہ کے موجب ہے اور ایک گھر کا شفیع ہے اور دوسرے کا نہیں تو تفریق جائز ہے چنانچہ سابق میں
مذکور ہو چکا ہے ۔ وما فیہ اسقاطا التحیل مسقطا + وتحلیفہ فی انکر لاشک انکر + اور فرض نہیں کرنا اسقاط شفعہ کا حیلہ سے درحالیکہ وہ قاصد ہے اسقاط کا یعنی کچھ مضائقہ
نہیں قصداً شفعہ ساقط کرنے میں حیلہ سے اور تحلیف احد العاقدین کی حالت انکار میں بلا شک منکر اور معیوب ہے شرعاً یعنی اگر بائع یا مشتری انکار کریں کہ ہم نے اسقاط
شفعہ کا ارادہ نہیں کیا تو شفیع کو انسے قسم لینا جائز نہیں کذا فی فتاوی قاضی خان واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب القسمۃ

یہ کتاب ہے قسمت کے بیان میں یعنی ساجھے کی چیز کا بانٹنا ۔ مناسبتہ ان احد الشریکین اذا اراد الافتراق باع فتجب الشفعۃ او قسم فتجب القسمۃ ۔ کی مناسبت شفعہ سے
یہ ہے کہ احد الشریکین جب افتراق کا ارادہ کرے تو اپنا حصہ بیع کریگا تو شفعہ واجب ہوگا یا قسمت کرلیگا بدون بیع کے ہی لغۃ اسم للاقتسام کالقدوۃ للاقتداء
لغت میں اسم ہے اقتسام یعنی بانٹ لینے کا جیسے قدوہ اسم ہے اقتدا کا ۔ وشرعا جمع نصیب شائع فی مکان معین ۔ اور شرع میں قسمت عبارت ہے ایک شخص کے
حصہ شائع کے جمع کر دینے سے ایک معین مکان میں جیسے مثلاً ایک گھر کے تین شریک ہیں تو ہر شخص کا حصہ ہر جگہ اس گھر میں شائع ہے بلا تعین پھر جب اسکے تین حصے ہو گئے تو
ہر شخص کا حصہ خاص خاص مکان میں مجتمع ہو گیا اسی تعیین حق شائع کا نام قسمت ہے ۔ وسببہا طلب الشرکاء او بعضہم الانتفاع بملکہ علی وجہ الخصوص فلو لم یوجد لم
لاتصح القسمۃ اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سب شریکوں کا یا بعض کا اپنی ملک سے منفعت حاصل کرنے کیواسطے بروجہ خصوص تو اگر شریکوں کی طلب نہ پائی جاوے
تو قسمت کرنا صحیح نہیں ہے مشترک چیز میں ہر شریک نفع لیتا ہے اپنے غیر کے حصہ سے تو طلب قسمت حاکم سے یہ سوال کرنا ہے کہ اسکو اپنے حصہ کے انتفاع سے خاص کر دے اور
غیر کو اسکے انتفاع سے روک دے تو حاکم پر اسکی اجابت واجب ہے کذا فی الزیلعی ۔ ورکنہا ہو الفعل الذی یحصل بہ الافراز والتمییز بین الانصباء کالکیل والوزن والذرع
اور قسمت کا رکن وہ فعل ہے جس سے جدائی اور تمیز حاصل ہو جاوے حصوں کے درمیان چنانچہ پیمانہ کرنا اور گز سے ناپنا ہے یعنی چنانچہ کیلی چیز کو پیمانہ کرنا اور وزنی
چیز کو تولنا اور عددی چیز کو شمار کرنا اور ذرعی چیز کو گز سے ناپنا یہ رکن ہے قسمت کا کہ بدون اسکے قسمت کا وجود نہیں ہے ۔ وشرطہا عدم فوت المنفعۃ بالقسمۃ
ولذا لا یقسم حائط وحمام ۔ اور شرط قسمت کی یہ ہے کہ مشترک چیز کی منفعت فوت نہو جاوے بانٹنے سے اور اسی واسطے قسمت نہیں کیجاتی دیوار اور حمام اور [illegible]
عدم فوت منفعت یہ شرط ہے زبردستی قسمت کی اسواسطے کہ قسمت سے غرض مقصود توفیر منفعت ہے پھر جب منفعت ہی نہ رہی تو حاکم قسمت پر جبر نہیں کر سکتا ہے ایک
شریک کے طلب سے ہاں اگر سب شریک طلب کریں تو قسمت صحیح ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا ۔ وحکمہا تعیین نصیب کل من الشرکاء علیحدہ ۔ اور حکم یعنی قسمت کا اثر مترتب
معین کر دینا ہے ہر شریک کے حصہ کا علیحدہ علیحدہ ۔ وتشتمل مطلقا علی معنی الافراز وہو اخذ عین حقہ وعلی معنی المبادلۃ وہی اخذ عوض حقہ ۔ اور مطلقاً یعنی مثلی اور قیمتی دونوں
میں قسمت شامل ہے معنی افراز اور معنی مبادلہ پر افراز سے مراد لینا ہے اپنے حق کا بعینہ اور مبادلہ سے مراد بدلہ لینا ہے اپنے حق کا ۔ بیان اشتمال یہ ہے کہ جو حصہ ہر شریک لیتا ہے اسکی
اجزا میں ہر جز شامل ہے نصفین کو ایک نصف تو اسی شریک کا ہے تو اسکا لینا افراز ہوا یعنی اپنا حق بعینہ پایا اور دوسرا نصف اسکے شریک کا تھا اسکو لیا اسکے عوض جو اسکے حصہ میں سے

شریک ثانی کے قبضہ میں ہے تو اسکا لینا بھی مبادلہ ٹھہرا کذا فی القہستانی والافراز ہو الغالب فی المثلی ولو فی حکمہ کالعددی المتقارب فان معنی الافراز غالب فیہ لنفیا این الحاجۃ عن المکافی اور افراز یعنی اپنا حق بعینہ لینا غالب ہے مثلی چیز اور جو مثلی کے حکم میں ہیں چنانچہ عددی متقارب جیسے بیضہ اور جوز اسواسطے کہ افراز کے معنی انہیں بھی مثلی کیطرح غالب ہیں ایسا نقل کیا ہے ابن کمال نے کافی سے ہم مثلی میں معنی افراز ہو اسطے غالب ہیں کہ اُنکی ابعاض درافراد میں تفاوت نہیں اسواسطے مثلاً گیہوں اور جو میں سے جو کچھ شریک لیتا ہے وہ اُسکی مثل ہے ظاہر اور باطن میں جو دوسرا شریک لیتا ہے تو اُسکو بعینہ اُسکا قرار دینا ممکن ہے **والمبادلۃ غالبۃ فی غیرہ** ای غیر المثلی وہو القیمی او مبادلہ غالب ہے مثلی کے سوا یعنی قیمی میں ہم قیمت والی چیز چنانچہ حیوانات در اسباب و زمین میں اسواسطے مبادلہ غالب ہوا کہ انہیں بہت تفاوت ہوتا ہے چنانچہ ایک گھوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار درم کا تو اسکو عین حق قرار دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ دونوں حصوں میں بالیقین معادلہ اور مساوات ثابت نہیں اذا تقرر ہذا الاصل **فیاخذہ الشریک حصتہ لغیبۃ صاحبہ فی الاول** ای المثلی لعدم التفاوت **لا الثانی** ای القیمی للتفاوت جبکہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا کہ مثلی میں افراز غالب ہے اور قیمی میں مبادلہ تو شریک اپنا حصہ اپنے ساتھی شریک کے غائب ہونے سے اول میں یعنی مثلی میں بعدم تفاوت افراد کے سبب سے نہ حصہ لے اُسکی غیبت سے ثانی میں یعنی قیمی میں اُسکے تفاوت افراد کے سبب سے

فی الخانیۃ مکیل او موزون بین حاضر وغائب او بالغ وصغیر فاخذ الحاضر او البالغ نصیبہ نفذت القسمۃ ان سلم حظ الآخر والا لا خانیۃ یعنی فتاوی قاضیخان میں کیلی یا وزنی چیز مشترک ہے درمیان حاضر وغائب کے یا درمیان بالغ اور صغیر کے سو شریک حاضر یا شریک بالغ نے اپنا حصہ لیا تو قسمت نافذ ہوگی اگر دونوں شریکوں کا حصہ تسلیم کر دیا اور اگر تسلیم نہیں کیا تو قسمت نافذ نہوگی اور اگر باقی تلف ہو گیا غائب یا صغیر کے وصول سے پہلے تو دونوں کا نقصان ہوگا یعنی غائب و حاضر کا یا بالغ اور صغیر کا نہ فقط غائب

او صغیر کا **کصبرۃ بین دہقان وزارع امرہ والدہقان بقسمتہا ان ذہب بما افرزہ الدہقان اولاً فہلاک الباقی علیہما وان بالعکس فلا فالہلاک علی الدہقان خاصۃ کذا قالہ بعض المشائخ انتہی ملخصا** چنانچہ اناج کا ڈھیر مشترک ہے درمیان زمیندار اور مزارع کے زمیندار نے مزارع کو اُسکے بانٹنے کا امر کیا تو اگر مزارع وہ اناج جسکو زمیندار کیواسطے جدا کیا تھا زمیندار کی طرف لے گیا پہلے تو باقی اناج کا تلف ہو جانا دونوں پر پڑیگا اور اگر مزارع اپنا حصہ لیگیا تو باقی کی ہلاکی فقط زمیندار پر پڑیگی یہ کہا ہے بعض مشائخ نے انتہی کلام قاضیخان بالاختصار عالمگیری میں یہ مسئلہ ذخیرہ سے یوں منقول ہے کہ قاعدہ کلیہ قسمت مکیل اور موزون میں یہ ہے کہ جب ایک شریک کا حصہ ہلاک ہو گیا قبل قبض تو قسمت منقوض ہوگی اور ویسا حال ہو جاویگا جیسا کہ قسمت سے پہلے تھا اور اگر اُسکا حصہ تلف ہو گیا جسنے خود کیل اور وزن کیا نہ دوسرے کا حصہ تو قسمت برقرار رہی اسی قاعدہ سے ہم نے یہ کہا کہ اگر زمیندار مزارع سے کہے کہ غلہ بانٹ او میرا حصہ اپنے حصہ سے جدا کر سو اُسنے ایسا ہی کیا تو اگر زمیندار کا حصہ قبل از قبض ہلاک ہو گیا تو قسمت منقوض ہے اور زمیندار مزارع کے حصہ سے نصف لیگا اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ قبل از قبض تلف ہو گیا اور اگر مزارع کا حصہ تلف ہو گیا تو قسمت برقرار رہی انتہی اور جو شارح نے قاضی خان سے نقل کیا وہ اسکے مخالف ہے اور ظاہر الروایت عالمگیری کے ذخیرہ سے معتمد علیہ ہے ولہذا قاضیخان نے اُس فعل کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے تو یہ وجود اختلاف پر دلیل ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی **وان اجبر علیہما** ای علی قسمۃ غیر المثلی **فی متحد الجنس منہ فقط** سوی رقیق غیر الغنم **عند طلب الخصم فیجبر لما فیہا من معنی الافراز** ایک شریک دوسرے شریک کی غیبت میں اپنا حصہ نہیں لیتا قیمی میں اگرچہ غیر مثلی کی قیمت پر جبر کیا جاتا ہے فقط متحد الجنس میں ہاں سوا اُس غلام کے جو غنیمت کا نہیں جبکہ خصم قسمت طلب کرے تو قیمی میں جبر اسواسطے ہے کہ اسمیں معنی افراز ہے ہم یہ جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ مبادلہ غالب ہے غیر مثلی میں باوجودیکہ متحد الجنس غیر مثلی میں قسمت پر جبر کیا جاتا ہے حالانکہ مبادلہ میں جبر جاری نہیں خلاصہ جواب یہ ہے کہ جبر علی القسمۃ باعتبار معنی افراز کے ہے کہ اسمیں تکمیل منفعت ہے اور متحد الجنس میں مقاصد متقارب ہیں تو جبر اسپر جائز ہوا تا ضرر دفع ہو اسواسطے کہ طالب قسمت چاہتا ہے کہ میرا انتفاع میرے حصہ سے مخصوص ہو جاوے اور اُسکی ملک میں غیر کا تصرف نہ رہے اور دوسرا جواب شارح اور دیتا ہے **علی ان المبادلۃ قد یجری فیہا الجبر عند تعلق حق الغیر کما فی الشفعۃ و بیع ملک المدیون لوفاء دینہ** اسکے علاوہ یہ ہے کہ مبادلہ میں گاہے جبر جاری ہوتا ہے حق غیر کے متعلق ہونے کے نزدیک چنانچہ شفعہ میں اور مدیون کی ملک بیچنے میں اُسکے دین کے ادا کرنے کیواسطے **ونصب قاسم مرزق من بیت المال بلا اجر منہم وہو احب ونا فی بعض النسخ وجب غلط** اور مقرر کیا جاوے ایک قاسم جسکو روزی دیجاوے بیت المال سے تو وہ قسمت کر دیا کرے بدون لینے اجرت کے شریکوں سے اور وہ یعنی تقسیم بلا اجرت مستحب ہے اور یہ جو بعض نسخ در المختار میں ہے کہ تقسیم بلا اجرت واجب ہے سو غلط ہے

و ان نصب باجر المثل صح و لہا لیست بقضاء حقیقۃ فجاز لہ اخذ الاجرۃ علیہا و ان لم یجز علی القضاء ذکرہ اخی زادہ اور اگر قسمت کرنے والا اجرت مثل پر مقرر کیا جائے تو صحیح ہے اسلئے کہ قسمت کرنا حقیقت میں قضا نہیں تو قاسم کو اجرت لینا قسمت کرنے پر جائز ہے اگرچہ قضا پر اجرت لینا درست نہیں کذا ذکرہ اخی زادہ ہے اور اگر قاضی خود قسمت کرے تو اجرت لینے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں کذا فی البحر وہو علی عدد الرؤس مطلقا لان العمل لطالب ما ایضا اور وہ یعنی اجر مثل حصہ داروں کی شمار پر ہے مطلقا یعنی خواہ سب شریک طالب قسمت ہوں یا بعض حصوں پر خلاف صاحبین کے کہ صاحبین کے نزدیک اجرت مثل حصوں کے موافق ہے تو زیادہ حصہ والا زیادہ اجرت دے اور کم حصہ والا کم دے قیدنا بالقاسم لان اجرۃ الکیال والوزان بقدر الانصباء اجماعا وکذا سائر المؤن کاجرۃ الراعی والحمل والحفظ وغیرہا شرح مجمع زاد فی الملتقی ان لم یکن للقسمۃ وان لہا فعلی الخلاف لکن ذکرہ فی الہدایۃ بلفظ قیل وتمامہ فیما علقتہ علیہ اختلاف اجرت میں ہم نے قاسم کی قید لگائی ہے اسلئے کیل کرنے والے اور وزن کرنے والے کی اجرت بقدر حصوں کے ہے بالاتفاق امام اور صاحبین کے اور اسی طرح باقی مصارف شرکت میں اجرت بقدر حصوں کے ہے جیسے چرانے والے کی اجرت اور باربرداری کی اجرت و حفاظت کی اجرت وغیر ذلک کذا فی شرح المجمع ملتقی میں اتنی قید زیادہ لگائی ہے کہ اجرت بقدر حصہ اسوقت ہے جبکہ وہ چیز قسمت کیواسطے نہو اسطرح کہ دو شریکوں نے کیل یا موزون خریدا اور ایک آدمی سے اسکے کیل یا وزن کا اقرار کیا تا اسکی مقدار معلوم ہو تو اسکی اجرت بقدر سہام ہوگی کذا فی درر المنتقی اور اگر وہ چیز قسمت کیواسطے ہو تو اسمیں وہی خلاف ہے امام اور صاحبین کا لیکن ہدایہ میں اس قید کو بلفظ قیل جو ضعف پر دلالت کرتا ہے ذکر کیا ہے اور پورا اسکا بیان ملتقی کی ہماری شرح میں ہے والقاسم یجب کونہ عدلا امینا عالما بہا اور واجب ہے ہونا قاسم کا متقی اور امانت دار اور قسمت کا واقفکار تو فاسق اور خائن اور جاہل کا قسمت کرنا جائز نہیں جو قسمت کرنا نہیں جانتا ہے اگرچہ وہ مولوی ہو ولا یتعین واحد لہا لئلا یتحکم بالزیادۃ اور ایک شخص قسمت کرنے کے واسطے متعین نہ کیا جائے تاکہ وہ زیادہ اجرت مثل پر تحکم نہ کرے ولا یشترک القسام خوف تواطئہم اور قسمت کرنے والے لوگ باہم شرکت نہ کریں انکے اتفاق کے خوف سے یعنی اگر انمیں اشتراک ہوگا تو اسکا خوف ہے کہ اتفاق کر کے اجرت گران کر دیں تو اسمیں لوگوں کا ضرر ہوگا طحطاوی نے کہا اقسام جمع ہے قاسم کی وصحت برضی الشرکاء الا اذا کان فیہم صغیر او مجنون لا نائب عنہ او غائب لا وکیل عنہ لعدم لزومہا حینئذ الا باجازۃ القاضی او الغائب او الصبی اذا بلغ او ولیہ ہذا لو ورثۃ ولو شرکاء بطلت منیۃ المفتی وغیرہا اور قسمت صحیح ہے سب شریکوں کی رضامندی سے مگر جبکہ انمیں کوئی شریک صغیر یا مجنون ہے جسکی طرف سے کوئی نائب نہیں ہے یا کوئی شریک غائب ہے جسکی طرف سے کوئی وکیل نہیں تو قسمت مذکورہ صحیح نہوگی اسکے نہ لازم ہونے کے سبب سے اسوقت میں مگر قاضی یا غائب یا صغیر کی اجازت سے جبکہ وہ بالغ ہو جائے یا اسکے ولی کی اجازت سے قسمت صحیح ہوگی یعنی قسمت کی صحت کا موقوف ہونا اشخاص مذکورین کی اجازت پر اسوقت ہے جبکہ شرکاء وارث ہوں اور اگر شریک ہوں یعنی کسی چیز کے خرید کرنے سے انمیں شرکت حاصل ہوگئی ہو تو قسمت باطل ہے کذا فی منیۃ المفتی وغیرہا طحطاوی میں عالمگیری سے یوں مذکور ہے اور اگر شریک مشتری ہوں تو قسمت نہ ہوگی ایک شریک کے غائب ہونے سے تا حضور غائب اگرچہ شرکاء حاضرین گواہ لاویں خریداری پر وقسم نقلی بین ورثۃ بینہم او ملکہ مطلقا او شراء صدر الشریعۃ فلا فرق فی النقلی بین شراء او ارث وملک مطلق اور قسمت کیا جاوے وہ مال منقول جسکی میراث کا فیمابینہم شرکاء دعوی کرتے ہیں یا اسکی ملک مطلق کا دعوی کرتے ہیں یا اسکی خریداری کا دعوی کرتے ہیں کذا فی شرح الوقایہ لصدر الشریعۃ تو کچھ فرق نہیں نقلی یعنی مال منقول میں درمیان خریدار اور میراث اور ملک مطلق کے کہ منقول کی قسمت بلا قرینہ تحقیق اسواسطے جائز ہوئی کہ منقول معرض تلف میں ہے تو قسمت میں اسکا حفظ ہے اور حقدار کا حق پہونچتا ہے اور قبضہ دلیل ہے ملک کی اور اقرار دلیل ہے صدق کی اور کوئی انکے ساتھ منازع نہیں قلت ومن النقلی البناء والاشجار حیث لم یتبدل المنفعۃ بالقسمۃ وان تبدلت فلا جبر فاغتنمہ میں کہتا ہوں منجملہ مال منقول عمارت اور اشجار ہیں جہاں منفعت بتبدل نہ ہو قسمت کرنے سے اور اگر منفعت بدل جاتی ہو قسمت سے تو وہاں قسمت پر جبر نہیں یہ لکھا ہے ہمارے استاد نے وعقار یدعون شراءہ او ملکہ مطلقا اور قسمت کیا جائے وہ مال غیر منقول جسکی خرید کا یا اسکی ملک مطلق کا شرکاء دعوی کرتے ہیں فان ادعوا میراثا عن زید لا یقسم حتی یبرہنوا علی موتہ وعدد ورثتہ پھر اگر شریک دعوی کریں کہ غیر منقول میراث ہے زید سے تو اسکی قسمت نہ کیجائے یہانتک کہ گواہ لاویں زید کی موت پر اور اسکے وارثوں کے شمار پر وقالا یقسم باعترافہم کما فی الصور الاخر اور صاحبین نے کہا کہ غیر منقول کا بھی

تقسیم کیا جائیگا بعض اُنکا اقرار سے چنانچہ اور صورتون مین قسمت ہوتی ہی یعنی خریدا اور ملک مطلق کی صورت مین ولا ان برہنا ان العقار معہما حتی برہنا
انہ لہما اتفاقا فی الاصح لاحتمال انہ معہما باجارۃ او اعارۃ فلو قسمتہ نفذا والعقار محفوظ بنفسہ اور قسمت نہ ہوگی اگر دو شخص نے دعوی کیا کہ غیر منقول اُنکے
ساتھ ہی یعنی اُنکے قبضہ مین ہی یہان تک کہ گواہ لادین اسپر کہ غیر منقول انہین دونون کا مملوک ہی باتفاق امام او صاحبین کے قول اصح مین اس لیے کہ احتمال رکھتا ہی
کہ غیر منقول اُنکے قبضہ مین بطریق اجارہ یا عاریت کے ہو تو اُس صورت مین قسمت حفاظت کی ٹھہرے گی اور حالانکہ غیر منقول بذات خود محفوظ ہی ولو برہنا علی
الموت وعدد الورثۃ وہو ای العقار قلت قال شیخنا وکذا المنقول بالاولی معہما وفیہم صغیر او غائب قسم بینہم ونصب قابض لہما نظرا للغائب والصغیر
اور اگر گواہ لائے مورث کی موت پر اور وارثون کی شمار پر اور وہ یعنی عقار غیر منقول اُنکے قبضہ مین ہی اور وارثون مین صغیر حاضر ہی یا ایک وارث کبیر غائب ہی تو وارثون
حاضرین مین قسمت کیجاے اور صغیر کے واسطے ایک شخص اُنکے حصہ کا قبض کرنے والا مقرر کیا جاے تاکہ اُنکی حق تلفی نہو ولا بد من البینۃ علی اصل المیراث عندہ
ایضا خلافا لہما کما مر اور ضرور ہی شہادت سے اصل میراث پر بھی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین چنانچہ مذکور ہوچکا اصل میراث کی گواہی یہ ہی کہ یہ گھر اُنکی میراث
ہی اُنکے باپ کی جانب سے مثلا کذا فی الطحطاوی فان برہن وارث واحد لا یقسم اذ لا بد من حضور اثنین ولو احدہما صغیرا او موصی لہ اور ایک وارث اگر موت
اور عدد ورثہ پر گواہ لادے تو قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ دو وارثون کا حاضر ہونا ضرور ہی اگرچہ انمین سے ایک صغیر ہو یا موصی لہ او کانوا ای الشرکاء مشترین ای شرکاء
بغیر الارث وغاب احدہم لان فی الشراء لا یصلح الحاضر خصما عن الغائب بخلاف الارث یا شریک خریدار ہون یعنی شریک ہون بدون میراث کے اور ایک شریک
انمین سے غائب ہو تو قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ خریداری کی شرکت مین شریک حاضر شریک غائب کی طرف سے خصم ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا برخلاف میراث کے کہ اسمین
ایک وارث اور وارثون کی طرف سے خصم ہوسکتا ہی او کان فی صورۃ ارث العقار او بعضہ مع الوارث الطفل او الغائب او کان شیٔ منہ لا یقسم للزوم القضاء
علی الطفل او الغائب بلا خصم حاضر عنہما یا کہ عقار یا بعض عقار کی میراث کی صورتون مین وارث صغیر یا وارث غائب کے قبضے مین ہو یا عقار سے کچھ ہو تو
اُسکی قسمت نہ ہوگی بسبب لازم ہونے قضا کے صغیر یا غائب پر بدون حاضر ہونے خصم کے دونون کی طرف سے خصم صغیر کی مانند اُسکی مان ہی اور غائب کے مانند اُسکا
موودع ہی حلبی نے کہا شارح کا قول او بعضہ مکرر ہوگیا متن کے اس قول کے ساتھ او شیٔ منہ وقسم المال المشترک بطلب احدہم ان انتفع کل بحصتہ
بعد القسمۃ اور مال مشترک قسمت کیا جاے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے حصہ سے نفع حاصل کرسکے قسمت کے بعد وبطلب ذی الکثیر
ان لم ینتفع الآخر لقلۃ حصتہ اور زیادہ حصہ والے کی طلب سے قسمت کیجاے اگر دوسرے شریک کو نفع حاصل نہ ہو قلت حصہ کے سبب سے یعنی اگر
ایک شریک کو نفع ہوتا ہو کثرت حصہ کے سبب سے اور دوسرے کو ضرر ہوتا ہو قلت حصہ کے سبب سے تو اگر صاحب کثرت قسمت طلب کرے تو قسمت ہوگی اور اگر
صاحب قلت طلب کرے تو قسمت نہ ہوگی یہ خصاف نے ذکر کیا ہی کافی مین کہا یہ قول اصح ہی اور ذخیرہ مین ہی کہ اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الدرر وفی الخانیۃ
یقسم بطلب کل وعلیہ الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہا المعول اور خانیہ مین ہی کہ مال مشترک قسمت کیا جاے صاحب قلیل او صاحب کثیر ہر ایک کی طلب سے
اور اسی پر فتوی ہی لیکن متون فقہ قول اول پر شامل ہین یعنی عدم قسمت پر صاحب قلیل کی طلب سے تو متون ہی کی روایت قابل اعتماد کے ہی وان تضرر الکل
لم یقسم الا برضاہم لئلا یعود علی موضوعہ بالنقض اور اگر قسمت سے سب شریکون کو ضرر ہوتا ہو تو قسمت نہ ہوگی مگر سب شریکون کی رضامندی سے تاکہ قسمت
عود نہ کرے اپنے موضوع پر نقوض ہوکر یعنی موضوع قسمت یہ تھا کہ ہر شریک نفع پاوے اپنی خاص ملک سے سو یہان مفقود ہی کذا فی الحلبی ہان اگر سب راضی
ہون تو قسمت درست ہی کہ حق اُنکا ہی اور وہ اپنی حاجت سے زیادہ تر واقف ہین لیکن قاضی اُنکا مباشر نہو اگرچہ وہ طلب کرین ورنہ اُنکو منع کرے کذا فی الزیلعی
وفی المجتبی حانوت لہما یعملان فیہ طلب احدہما القسمۃ ان امکن لکل ان یعمل فیہ بعد القسمۃ ما کان یعمل فیہ قبلہا قسم والا لا مجتبی مین ہی کہ ایک دکان ہی دو شریکون
کی جسمین وہ اپنا کام کرتے ہین سو ایک شریک نے قسمت طلب کی اور دوسرا شریک نہین مانتا ہی تو اگر ایسا ممکن ہو کہ ہر ایک اسمین کام کرے قسمت کے

بعد جیسا کام کہ قسمت سے پہلے کرنا تھا تو قسمت کیجاے اور اگر ایسا نہ ہو تو قسمت نہ کیجاے وقسم عروض اتحد جنسہا لا الجنسین بعضہا فی بعض لوقوعہا معاوضة
لا تمیزا فیعتمد التراضی دون جبر القاضی اور قسمت کیجاے ان عروض اور اسباب کی جنکی جنس متحد ہے نہ قسمت کیجاوین دو جنسین کہ بعض جنس بعض کے شریک کو دیجاے بسبب
واقع ہونے قسمت کے معاوضہ ہو کر نہ تمیز ہو کر تو اختلاف جنس پر تراضی شرکا پر اعتماد کیا جاے نہ قاضی کے جبر کرنے پر یعنی اگر متاع اور اسباب ایک جنس ہے
چنانچہ مکیل یا موزون یا عددی متقارب یا چاندی سونا تو انمین ایک شریک کی طلب سے قاضی جبر کریگا قسمت پر اسطرح کہ کچھ اس شریک کو دیگا اور کچھ دوسرے کو
اسواسطے کہ مقصود دونون مین برابر ہے تو قسمت تمیز واقع ہوئی لہذا قاضی کو اسمین جبر کا اختیار ہوگا اور نہین ہے کہ جنسین کی قسمت مین ادخال بعض کا بعض مین
اسطرح صحیح نہین کہ ایک شریک کو اونٹ دیجیے اور دوسرے کو دو بکریان مثلاً اس جنس کو دوسرے جنس سے مقابلہ کرکے اسواسطے کہ دونون جنسون مین اختلاط
اور اتحاد نہین تو یہان قسمت تمیز واقع نہ ہوئی بلکہ معاوضہ ہوگئی تو یہان تراضے پر اعتماد ہوگا نہ قاضی کے جبر پر اسواسطے کہ قاضی کو جبر کا وہان اختیار ہے جہان
قسمت یعنی تمیز ہو نہ یعنی معاوضہ انتہی ولا الرقیق وحدہ لفحش التفاوت فی الآدمی اور نہ قسمت کیا جاے فقط مملوک یعنی لونڈی غلام اسواسطے کہ آدمی مین تفاوت
بہت ہوتا ہے آدمی مین تفاوت ہونا معانی باطنہ کے سبب سے چنانچہ ذہن اور ہوشیاری بخلاف باقی حیوانات کہ انمین تفاوت قلیل ہے اتحاد جنس کی صورت مین
فقط کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر لونڈی غلام کے ساتھ کوئی اور چیز قابل قسمت نہ ہوگی تو اسوقت مملوک کی بھی اسکے ساتھ ملکر قسمت ہوجاویگی باتفاق امام
اور صاحبین کے وقالا یقسم لو ذکورا فقط او اناثا فقط کما یقسم الابل والغنم ورقیق المغنم اور صاحبین نے کہا کہ اگر مملوک فقط غلام ہو یا فقط لونڈیان ہون تو قسمت ہوگی جیسے
اونٹ اور بھیڑ بکری اور غنیمت کے لونڈی غلام کی قسمت ہوتی ہے ولا الجواہر لفحش تفاوتہا اور نہ قسمت کیے جاوین جواہرات انکی کثرت تفاوت کے سبب سے اگرچہ
جواہر ایک ہی جنس ہون تو بھی قسمت نہ ہوگی اسواسطے کہ انکی قیمت مین بڑا تفاوت ہوتا ہے تو تعدیل نہین ہوسکتی ولا الحمام والبئر والرحی والکتب وکل ما فی قسمتہ ضرر
اور نہ قسمت کیا جاے حمام اور کنوان اور چکی اور کتابین اور جس چیز کی قسمت مین ضرر ہے شارح نے عدم قسمت کی چند مثالین دیکر بطور عطف عام کے علت عدم
قسمت پر اشارہ کردیا کہ جس چیز کی قسمت مین ضرر ہوتا ہے وہ قسمت پذیر نہین اسواسطے کہ قسمت تکمیل منفعت کیواسطے ہے پھر جب ہر شخص کا حصہ انتفاع مقصود کے
لائق نہ رہا تو معنی قسمت متحقق نہوے الا برضاہم لما مر مگر شریکون کی رضامندی سے قسمت جائز ہے بدلیل گذشتہ یعنی اگر اشیاء مذکورہ کی قسمت مین باوجود ضرر کے شرکا
راضی ہون قسمت جائز ہوگی کہ حق تو انہین کا ہے ولو اراد احدہما البیع وابی الآخر لم یجبر علی بیع نصیبہ خلافا لمالک اور اگر ایک شریک نے بیع کا ارادہ کیا اور دوسرا
شریک نہین مانتا ہے تو اسکے حصہ کی بیع پر جبر نہ کیا جاویگا برخلاف مذہب امام مالک رح وفی الجواہر لا یقسم الکتب بین الورثة ولکن ینتفع کل بالمہایاة ولا تقسم بالاوراق ولو
برضاہم اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ کتابین قسمت نہوینگی وارثون مین لیکن ہر وارث انسے نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابون کی ورقون کے شمار سے نہوگی
اگرچہ وارث راضی ہون وکذا لو کان کتابا ذا مجلدات کثیرة اور اسی طرح جلد جلد کی قسمت نہ ہوگی اگر ایک کتاب کی بہت مجلدات ہون یعنی اگر ہر کتاب چند مجلدات
مین تمام ہو چنانچہ فتاوی عالمگیری مثلاً جسکی پانچ چھ جلد مجلد ہوتی ہون تو ایسی کتاب کی مجلدات کی قسمت نہ ہوگی کہ کوئی شریک کتاب الطہارت لیوے مثلاً اور کوئی کتاب نکاح
اور کوئی کتاب البیع ولو تراضیا ان تقوم الکتب ویاخذ کل بعضہا بالقیمة لو کان بالتراضی جاز والا لا اور اگر دو شریک باہم راضی ہوجاوین اسپر کہ کتابون کی قیمت معین کیجاے
اور ہر شریک بعض کتب لے قیمت سے تو اگر یہ تراضی طرفین سے ہو تو جائز ہے اور اگر تراضی نہ ہو تو جائز نہین ہے فی التتارخانیة دار او حانوت بین اثنین لا یمکن قسمتہا تشاجرا فیہ فقال احدہما
لا اکری ولا انتفع وقال الآخر ارید ذلک اجبر القاضی بالمہایاة ثم یقال لمن لا یرید الانتفاع ان شئت فانتفع وان شئت فاغلق الباب اور تاتارخانیہ مین ہے ایک
ایسا گھر یا دکان مشترک ہے دو شریکون مین جسکی قسمت ممکن نہین ہے دونون نے اسمین جھگڑا کیا سو ایک شریک کہتا ہے کہ مین اسکو کرایہ پر نہ دونگا اور نہ اس سے نفع
لونگا سکنے وغیرہ سے اور دوسرا شریک کہتا ہے کہ مین اسکا ارادہ رکھتا ہون یعنی کرایہ دینے کا یا رہنے کا تو قاضی حکم کرے مہایاة کا یعنی باری باری فائدہ لینے کا پھر اس
شریک سے کہا جاے جو انتفاع کا ارادہ نہین رکھتا ہے تو اگر چاہے تو اس گھر سے فائدہ لے اور اگر چاہے تو دروازہ بند کرکے رکھ یعنی اپنی باری مین اسکو انتفاع اور

عدم انتفاع کا اختیار ہی اور دوسرے کی باری مین دوسرے کو انتفاع کا اختیار ہوگا چاہے کرایہ دے چاہے آپ رہے ودور مشترکۃ او دار وضیعۃ او دار وحانوت
قسم کل وحدہا منفردۃ مطلقاً ولو متلازقۃ او فی محلتین او مصرین سکین چند گھر مشترک ہین یا ایک گھر اور زمین مشترک ہی یا ایک گھر اور دوکان مشترک ہی تو ہر ایک کی
قسمت علیحدہ علیحدہ جدا جدا ہوگی ہر حال مین اگرچہ گھر وغیرہا باہم متصل ہون یا ایک شہر کے دو محلون مین ہون یا دو شہرون مین ہون کذا فی شرح مسکین ہم یعنی مشترک گھر وغیرہ
اسطرح قسمت نہوگی کہ ایک گھر ایک شریک لے اور دوسرا گھر دوسرا شریک اسلیے کہ گھرون کا مقصود نہایت مختلف ہوتا ہی باعتبار مکانون اور پڑوسیون اور مسجد اور پانی کے
نزدیک ہونے کے تو انکی قسمت مین برابری ممکن نہین تو ایک شریک کا حصہ ایک گھر مین جمع کر دینا ممکن نہین بدون آپس کی رضامندی کے اور گھر اور زمین اور گھر اور دکان
کی قسمت اختلاف جنس سے جائز نہین کذا فی الزیلعی او بیوت قسمت پذیر ہین مطلقاً او منازل اگر مجتمع ہون ایک گھر مین تو قسمت پذیر ہین اور اگر جدا جدا ہون تو قسمت پذیر نہین
اسواسطے کہ منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہوتی ہی تو منازل متصلہ بیوت سے ملحق ہوگی اور متباینہ دار سے کذا فی الدرر اذا کانت کلہا فی مصر واحد او لا دور مشترک وغیرہا
کی قسمت مجتمعہ نہوگی جبکہ وہ سب ایک شہر مین ہون یا نہون ہم مصنف کے اس قول سے اطلاق معلوم ہوگیا تو شارح کا قول سابق جو شرح مسکین سے نقل کیا مکرر ہوگیا و قالا ان
الکل فی مصر واحد فالرای فیہ للقاضی و ان فی مصرین فقولہما کقولہ اور صاحبین نے کہا کہ سب اشیاء مذکورہ اگر ایک ہی شہر مین واقع ہون تو اسمین قاضی کی تجویز کو دخل ہی اور
اگر اشیاء مذکورہ دو شہرون مین ہون تو صاحبین کا قول امام کے قول کے مانند ہی یعنی قسمت مجتمعہ جائز نہین دو شہرون مین اور ایک شہر مین جائز ہی اگر قاضی اسکو بہتر سمجھے ورنہ
جائز نہین و یصور القاسم ما یقسمہ علی قرطاس لیرفعہ للقاضی و یعدلہ علی سہام القسمۃ اور قاسم نقشہ بنا دے کاغذ پر اسکا جسکی قسمت کیا چاہتا ہی تاکہ وہ نقشہ
قاضی کے سامنے کرے اور مقسوم کی قسمت کے حصون پر تعدیل اور تسویہ (برابری ۱۲) کرے ہم تسویہ سہام قسمت کی یہ صورت ہی کہ کمتر سہام کو تامل کرے تو مقسوم کو اسی پر جاری کرے
تو اگر اقل سہام ثلث (تہائی ۱۲) ہو تو اسکو اثلاث کرے اور اگر سدس (چھٹا حصہ ۱۲) ہو تو اسداس ٹھہرا دے کذا فی الطحطاوی عن الشمنی و یذرعہ اور گز سے اسکو پیمایش کرے اسواسطے کہ مساحت کی
مقدار گز سے معلوم ہوتی ہی و یقوم البناء اور عمارت کی قیمت مقرر کرے ہم تقویم عمارت اسواسطے ہی کہ عمارت کی قسمت علیحدہ ہوتی ہی تو جب زمین کی قسمت پیمایش
ہو چکی اور عمارت ایک شریک کے حصہ مین واقع ہو تو صاحب عمارت دوسرے شریک کو اسکی قیمت دے کذا فی النہایۃ و یفرز کل نصیب بطریقہ و شربہ اور قاسم
جدا کر دے ہر حصہ کو اسکے راہ اور پانی کی آمد کے ساتھ ہم ہر حصہ کی راہ وغیرہ جدا کر دینے سے یہ فائدہ ہی تاکہ ایک شخص کا حصہ دوسرے شریک کے حصہ سے متعلق
نرہے تو تمیز اور افراز کے معنی علی وجہ الکمال حاصل ہون و یلقب الانصباء بالاول و الثانی و الثالث و ہلم جرا اور قاسم حصون کو ملقب کرے اول اور ثانی اور ثالث
کے ساتھ وعلی ہذا القیاس رابع اور خامس بقدر حاجت کے ہم ترتیب حصص جس طرف سے چاہے شروع کرے تاکہ ہر شریک کے الزام پر قادر ہو قرعہ نکلنے کے وقت کذا فی الزیلعی
ویکتب اسامیہم و یقرع لتطییب النفوس اور شریکون کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے تسکین قلوب کیواسطے ہم ہر شریک کا نام علیحدہ علیحدہ پرچہ کاغذ پر لکھے اور کاغذ کو مٹی یا موم کے
اندر رکھکر گولی بنا دے جوہرہ مین ہی کہ قرعہ واجب نہین غرض اس سے تسکین قلوب (و فی نسخۃ القلوب ۱۲) ہی تاکہ کسی کی جانبداری کا وہم نہو تو اگر قاضی بدون قرعہ ڈالنے کے ہر شریک کا حصہ
معین کر دے تو جائز ہی فمن خرج اسمہ اولاً فلہ السہم الاول و من خرج ثانیاً فلہ السہم الثانی الی ان ینتہی الی الاخیر سو جسکا نام قرعہ مین پہلے نکلے تو اسکے لیے
پہلا حصہ ہی اور جسکا نام کہ دوسری بار نکلے اسکا دوسرا حصہ ہی یہانتک کہ اخیر تک پہونچ جاوے ہم شرح وقایہ مین ہی کہ قاسم خانہ مقسومہ مین جدول کے قلم سے کل ذراع فی
ذراع کو بشکل خشت خام کے خانہ بندی کرے اور صحن اور مکانات کو گز وغیرہ سے پیمایش کرے اور جدھر سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر غربی جانب کو اول قرار دے تو اسکے
متصل کو ثانی ٹھہرا دے اور اسکے متصل کو ثالث وعلی ہذا القیاس تو جسکا نام قرعہ مین اول نکلے تو اسکا حصہ جانب غربی سے دے عمارت اور زمین سے تا اینکہ اسکا حصہ پورا
ہو جاوے پھر جسکا نام دوسری بار نکلے اسکا حصہ اول کے ساتھ متصل دے خواہ حصص متساوی ہون خواہ متفاوت ہم متفاوت کی صورت یہ ہی کہ اگر عقار مشترک مین تین شریک ہون ایک
شریک کا سدس اور دوسرے کا ثلث اور تیسرے کا نصف ہو مثلاً تو زمین یا گھر کے چھ سہم ٹھہرا دے اور اول کو ملقب بسہم اول کرے اور اسکے پاس والیکو ملقب بسہم ثانی و علی ہذا القیاس
سادس تک کرے اور شریکون کے نام لکھے اور قرعہ ڈالے جسکا نام پہلے نکلے تو اسکو سہم اول دے اور اگر صاحب سدس ہو تو وہ اپنا حق لیا اور اگر صاحب ثلث ہو تو اول سہم لے اور اسکے پاس کا دوسرا

سہم ہے اور اگر صاحب نصف ہو تو اوسکا ایک سہم اور اسکے پاس کے دو سہم اور ہے و اعلم ان الدراہم لا تدخل فی القسمة للعقار الا برضاہم فلو کان ارض و بناء او منقول
قسم بالقیمة عند الثانی وعند الثالث یرد من لہ حصة بمقابلة البناء فان بقی فضل و لا یمکن التسویة رد للفضل دراہم للضرورة واستحسنہ فی الاختیار اور یہ جان رکھ کہ نقد
درہم زمین اور گھر کی قسمت مین داخل نہین ہوتے ہین مگر شریکون کی رضامندی سے تو اگر زمین و عمارت یا مال منقول ہو تو اسکی قسمت قیمت کرکے ہوگی ابو یوسف کے
نزدیک اور محمد کے نزدیک زمین پھیر دیجاے عمارت کے مقابلہ مین پھر اگر کچھ عمارت زیادہ باقی رہے زمین دے کر اور برابری دونو حصون ممکن نہو تو بقدر زیادت درہم
پھیر دیے جائین ضرورت کے سبب سے اور اختیار مین اس قول کو پسند کیا ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر ہے جماعت کا سو انھون نے قسمت کا ارادہ کیا اور ایک جانب
مین زیادہ عمارت ہے سو ایک شریک نے چاہا کہ عمارت کے عوض درم دے اور دوسرے نے چاہا کہ اسکے عوض زمین لے تو عوض زمین ہی دیجائیگی اور صاحب عمارت سے درم نہ دلائے
جا دینگے مگر جبکہ زمین کا عوض متعذر ہو تو اب قاضی کو یہ درست ہے یعنی درم دلانا اسواسطے کہ قسمت حقوق ملک سے ہے اور شرکت ان لوگون کی گھر مین ہے نہ درمون تو اسکی قسمت
جائز نہوگی جو مشترک نہین کذا فی الدرر قسم و لاحدہم مسیل او طریق فی ملک الآخر و الحال انہم لم تشترط فی القسمة صرف عنہ ان امکن و الا فسخت القسمة اجماعا و استونفت
مشترک گھر کی قسمت ہو گئی اور ایک شریک کا نابدان اور راہ آمد و رفت کی دوسرے شریک کی ملک مین ہے اور حالانکہ اشتراک مسیل اور طریق قسمت مین مشروط نہین ہوا تو نابدان
اور راہ اسکی طرف سے دوسری طرف پھیری جاے اگر ممکن ہو اور اگر نہو تو قسمت فسخ کیجاے باتفاق امام اور صاحبین اور پھر سر نو سے قسمت کیجاے اسطرح کہ ہر شریک کا
نابدان اور راہ جدا ہو اور اگر اشتراک راہ اور نابدان کا قسمت مین مشروط ہو گیا ہو تو قسمت برقرار رہیگی کذا فی الجوہرہ ولو اختلفوا فقال بعضہم ابقینا مشترکا کما کان قبل
القسمة فعل کما بسطہ الزیلعی اور اگر شریکون نے اختلاف کیا سو بعضون نے کہا کہ ہم نے اسکو یعنی راہ کو مشترک باقی رکھا جیسا کہ قبل قسمت کے تھا تو اگر ممکن ہو جدا کرنا
ہر شخص کیواسطے تو حاکم ویسا ہی کرے چنانچہ زیلعی نے اسکو شرح بیان کیا ہے حاصل زیلعی مین یون ہے کہ اگر قسمت کے اندر داخل طریق مین اختلاف ہوا اسطرح کہ بعضون نے
کہا کہ راہ کی قسمت نہوگی بلکہ وہ مشترک باقی رہیگی جیسے کہ قبل قسمت تھی تو انمین حاکم تامل کرے سو اگر ہر ایک شریک اپنے حصہ مین راہ نکال سکتا ہو تو حاکم جماعت کی راہ کے
سوا اور راہ قسمت کر دے تکمیل منفعت کیواسطے تاکہ ہر طرح سے جدائی ہو جاے اور اگر ایسا نہو سکے تو راہ کو قسمت سے اٹھا رکھے یعنی راہ کو مشترک باقی رکھے کذا فی الطحطاوی
مختصرا اختلفوا فی مقدار عرض الطریق جعل عرضہا قدر عرض باب الدار و اما فی الارض فبقدر ممر الثور زیلعی شریکون نے اختلاف کیا عرض طریق کی مقدار مین تو راہ کا
عرض گھر کے دروازے کے عرض کے برابر کیا جاے اور زمین مین تو عرض راہ کا بقدر چلنے بیل کے کیا جائیگا در صورت اختلاف کذا فی الزیلعی حاصل یعنی جب گھر کی قسمت ہو گئی شریکون مین
اور ہر حصہ کی راہ کے عرض مین اختلاف ہوا تو ہر حصہ کی راہ مشترک گھر کے دروازہ کے عرض کے برابر کیجائیگی اسواسطے کہ گھر کا دروازہ متفق علیہ ہے تو مختلف فیہ متفق علیہ کی طرف
پھیرا جائیگا اور اس مسئلہ کی دوسری صورت وہ ہے جو مصنف نے اپنی شرح مین فتاوی قاضیخان سے نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک گھر دو شریکون مین مشترک ہے اور اس گھر مین
تیسرے شخص کے مکان کی راہ ہے سو شریکون نے گھر کی قسمت چاہی اور صاحب طریق نے چاہا کہ انکو قسمت سے منع کرے تو اسکو منع کا اختیار نہین لیکن اس شخص کیواسطے اتنی چوڑی راہ چھوڑی
جاویگی جتنا اس گھر کا بڑا دروازہ چوڑا اور لمبا ہے گھر کے دروازے سے شخص ثالث کے مکان تک اور باقی گھر کی قسمت ہوگی اور سبیل بمنزلہ طریق کے ہے کذا فی الطحطاوی
بطولہ ای ارتفاعہ حتی یخرج کل واحد منہم جناحا فی نصیبہ ان فوق الباب لا فیما دونہ لان قدر طول الباب من الہواء مشترک و البناء علی الہواء المشترک لا یجوز الا برضی الشرکاء جلالیہ طریق کے
اختلاف مین عرض اسکا بقدر عرض دروازہ ٹھہرایا جاے اسکے طول کے ساتھ یعنی دروازہ کی ارتفاع اور بلندی کے ساتھ یعنی بقدر باب اعظم گھر کی راہ مشترک کے چوڑائی اور بلندی
کرنا چاہیے تو ہر شخص شریکون مین سے چھجہ وکا نکالے اپنے حصہ مین اگر وہ دروازے سے اونچا ہو نہ دروازے سے کمتر مین اسواسطے کہ ہوا بقدر طول اور بلندی دروازے کی مشترک
ہے اور ہوائے مشترک پر بنانا جائز نہین مگر شریکون کی رضامندی سے کذا فی الجلالیہ حاصل یعنی گھر کی راہ مشترک مین جسکا ارتفاع اور عرض گھر کے باب اعظم کے دروازے کے برابر قرار
دیا گیا اگر کسی شریک کا مکان اس راہ کے کنارے پر پڑے اور وہ چھجہ وکا یا کھڑکی یا روشندان اپنے مکان مین راہ کی جانب بنانا چاہے تو اگر باب اعظم کی
بلندی سے اوپر بنادے تو درست ہے اور اس سے نیچے بنانا درست نہین ولو شرطوا ان یکون الطریق فی قسمة الدار علی التفاوت جاز و ان وصلیة کان سہامہم

في الدار متساوية وذلك لان القسمة على التفاوت بالتراضي في غير الاموال الربوية جائزة في جاز قسمة التبن بالاكرار لانه ليس بوزني لا بغيب بالتحري
على الصحيح بل بالقبان والميزان لانه وزني اور اگر شریکون نے شرط کی کہ گھر کی قسمت مین اہ متفاوت ہو تو جائز ہے اگرچہ اُسکے حصے گھر مین برابر ہون اور یہ اسواسطے ہے کہ
تفاوت پر قسمت کرنا آپس کی رضامندی سے جائز ہے سوا ان مالون کے جنمین سود اور بیاج ہوتا ہے تو جائز ہے بھس کا بانٹنا رسیون سے یعنی جالی جو بھس وغیرہ
کے اُٹھانے کیواسطے رسیون سے بنائی جاتی ہے اسواسطے کہ بھس وزنی چیز نہین جسمین بیاج کا احتمال ہو اور جائز نہین انگور کا بانٹنا کھجور کی ٹوکری سے برقول صحیح
بلکہ قبان یا ترازو سے اسواسطے کہ وہ وزنی ہے ہم فتاوی قاضی خان کی عبارت یہ ہے وقسمة التبن بالجوال ذکر فی النوازل انہ یجوز لقلة التفاوت لانہ لیس بوزنی تو ہی تو متابعت
اس عبارت کے اکرار کا ترجمہ رسیان کیا اسواسطے کہ اکرار جمع ہے کر بالفتح کی اور وہ بمعنی رسی کے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ اکرار جمع ہو کر بالضم کی اور وہ عبارت ہے پیمانہ عراقی سے
قاموس مین قبان کا ترجمہ قسطاس کیا ہے اور وہ عبارت ہے ترازوے بزرگ سے تو تردید کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ انگور کی قسمت بڑی یا چھوٹی ترازو سے جائز ہے واللہ اعلم
سفل لہ ای فوقہ علو مشترکان وسفل مجرد مشترک وعلو لآخر وعلو مجرد مشترک وسفل لآخر قوم کل واحد من ذلک علی حدة وقسم بالقیمة عند محمد وبہ یفتی نیچے اوپر کا
مکان دونون مشترک اور فقط نیچے کا مکان مشترک اور اوپر کا مکان دوسرے شخص کا اور فقط اوپر کا مکان مشترک اور اسکے نیچے کا مکان اور شخص کا ہے تو ان مکانات
مشترکہ کی قیمت ٹھہرائی جاوے علحدہ علحدہ اور شریکون مین قسمت کیجاے قیمت سے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے ہم امام اعظم کے نزدیک قسمت قیمت سے نہوگی
بلکہ نیچے کے مکان کا ایک گز مقابلہ دو گز کے ہوگا اوپر کے مکان سے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ہی گز کے ہے اور محمد کے قول پر اسواسطے فتوی ہوا کہ نیچے کا مکان ایسی
صلاحیت رکھتا ہے جو اوپر کے مکان مین صلاحیت نہین چنانچہ اسمین کنوان کھودنا اور تہ خانہ بنانا اور اصطبل کرنا وغیر ذلک تو وہ دونون مکان بمنزلہ دو جنسون کے ہوگئے تو
تعدیل اور برابری شریکون کے حصون کی ممکن نہین ہوسکتی مگر قیمت سے انکر بعض الشرکاء بعد القسمة استیفاء نصیبہ وشہد القاسمان بالاستیفاء لحقہ تقبل
لو ان قسما باجر فی الاصح ابن ملک بعض شرکا نے بعد قسمت کے پورا پانے سے اپنے حصہ کے انکار کیا اور دو قسمت کرنے والون نے پورا ملنے سے اُسکے حق کی گواہی دی تو
گواہی انکی مقبول ہوگی اگرچہ انھون نے اجرت لیکر قسمت کی ہو کذا ذکرہ ابن ملک ولو شہد قاسم واحد لا لانہ فرد اور اگر ایک قاسم گواہی دے تو مقبول نہوگی
اسواسطے کہ وہ اکیلا ہے اور ایک شخص کی گواہی معتبر نہین ولو ادعی احدہم ان من نصیبہ شیئا وقع فی ید صاحبہ غلطا وقد کان اقر بالاستیفاء او لم یقر بہ ذکرہ البرجندی لم یصدق
الا ببرہان او اقرار الخصم او نکولہ فلو قال الا بحجة لعمت ولا تناقض لانہ اعتمد علی فعل الامین ثم ظہر غلطہ اور اگر ایک شریک نے دعوی کیا کہ میرے حصہ مین سے کچھ ازروے غلط کاری
کے میرے ساتھی شریک کے قبضہ مین پڑگیا ہے اور حالانکہ اُسنے پورا حصہ پانے کا اقرار کیا ہو یا نہ کیا ہو کذا ذکرہ البرجندی تو اسکی تصدیق نہ ہوگی مگر گواہی سے یا خصم کے اقرار
سے یا اسکے قسم نہ کھانے سے تو اگر مصنف بجاے الا ببرہان کے الا بحجة کہتا تو گواہی اور اقرار اور نکول سب کو شامل ہو جاتا اور اقرار استیفا اور ادعاے غلط سے تناقض
دعوی مدعی کا ثابت نہ ہوگا اسواسطے کہ اُسنے امین یعنی قاسم کے فعل پر اعتماد کرکے استیفا کا اقرار کیا پھر تامل کے بعد اُسکی خطا ظاہر ہوئی تو وہ ماخوذ نہ ہوگا اپنے اقرار
پر بعد ظاہر ہوجانے حق کے کذا فی الدرر وان قال قبضتہ فاخذ شریکی بعضہ وانکر شریکہ ذلک حلف لانہ منکر اور اگر ایک شریک نے کہا کہ مین نے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر میرے شریک
نے اسمین سے کچھ لے لیا اور شریک اسکا منکر ہے تو اُس سے قسم لیجاے اسواسطے کہ وہ منکر ہے وان قال قبل اقرارہ بالاستیفاء اصابنی من ذلک کذا الی کذا ولم یسلمہ
الی وکذبہ شریکہ تحالفا وتفسخ القسمة کالاختلاف فی قدر المبیع اور اگر ایک شریک نے قبل اقرار استیفاء حق کے کہا کہ مجکو پہونچا ہے اُس میرے حصہ سے یہان سے یہان تک
اور شریک نے تمام حصہ مجکو تسلیم نہین کیا اور شریک اسکا اسکی تکذیب کرتا ہے تو دونون قسم کھا دین اور قسمت فسخ کرڈالی جاے جیسے مقدار مبیع کے اختلاف مین طرفین پر قسم
لازم آتی ہے کما مر فی احکام التحالف فی الدعوی ولو اقتسما دارا واصاب کلا طائفة فادعی احدہما بیتا فی ید الآخر من نصیبہ وانکر الآخر فعلیہ البینة
لانہ مدع اور اگر دو شریکون نے گھر بانٹ لیا اور ہر شریک کو کچھ مکان پہونچا سو ایک شریک نے ایک کوٹھری کا دعوی کیا کہ دوسرے شریک کے تصرف مین آگئی میرے حصہ
سے اور دوسرا شریک اسکا منکر ہے تو اسپر گواہی لانا واجب ہے کیونکہ وہ مدعی ہے وان اقاماہا فالعبرة لبینة المدعی لانہ خارج وان کان قبل الاشہاد علی القبض

تحالفا وفسخت کذا لو اختلفا فی الحدود اور اگر دونوں شریکوں نے گواہ قائم کیے تو مدعی کی گواہی کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ وہ خارج ہے اور اگر قبض پر گواہی لائے
سے پہلے ہو تو دونوں شریک قسم کھاویں اور قسمت فسخ کر ڈالی جاوے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر دونوں حدود میں اختلاف کریں و ان استحق بعض معین من نصیبہ
لا تفسخ القسمۃ اتفاقا علی الصحیح اور اگر ایک شریک کے حصہ سے بعض معین میں استحقاق ملک غیر ثابت ہوا تو قسمت فسخ نہ ہوگی باتفاق امام اور ابو یوسف کے
یہ قول صحیح ہے اسلیے کہ مستحق جدا باقی رہا بحال خود ہمیں غیر کا حق نہیں کذا فی الطحطاوی و فی استحقاق بعض شائع فی الکل تفسخ اتفاقا و فی بعض شائع غیر معین کے استحقاق
میں سب حصوں کے اندر قسمت فسخ ہوگی باتفاق مذکورہم اسواسطے کہ استحقاق شائع سے ایک اور شریک ظاہر ہوا اور قسمت بدون اسکے صحیح نہیں و فی استحقاق بعض شائع
من نصیبہ لا تسخ جبرا خلافا للثانی بل یرجع المستحق منہ بحصتہ ذلک فی نصیب شریکہ ان شاء او نقض القسمۃ دفعا للضرر لتبعیض اور بعض شائع کے استحقاق میں
ایک شریک کے حصہ سے قسمت زبردستی سے فسخ نہ ہوگی برخلاف ابو یوسف کے بلکہ مستحق منہ بقدر حصہ لے اپنے شریک کے حصہ سے اگر وہ چاہے یا قسمت کو توڑ دے

تاکہ حصص سازی سے ضرر دفع ہوجاوے قلت وبقی ہنا احتمال آخر وہو ان یستحق بعض من نصیب کل واحد فان کان شائعا فسخت وان کان معینا فان تساویا فظاہر والا
فالعبرۃ للزائد مکما مر فلذا لم یفردہ بالذکر میں کہتا ہوں یہاں ایک اور احتمال باقی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بعض مستحق ہو ہر شریک کے حصہ میں تو اگر بعض شائع غیر معین ہے
تو قسمت فسخ ہوگی اور اگر بعض معین ہے تو اگر دونوں حصوں میں برابر ہو تو ظاہر ہے صحت قسمت کی اور اگر کم و بیش ہو تو زیادتی کا اعتبار ہے چنانچہ گذر گیا اسی واسطے مصنف نے
اسکو علیحدہ ذکر نہیں کیا مثلاً کمی بیشی کی یہ صورت ہے کہ ایک شریک کے حصہ میں چار گز کا استحقاق ہے اور دوسرے کے حصہ میں چھ گز کا تو ثانی اول کو ایک

گز پھیر دے ولو ظہر دین فی الترکۃ المقسومۃ تفسخ القسمۃ الا اذا قضوہ ای الدین او ابراء الغرماء ذمم الورثۃ او بقی منہا ای من الترکۃ ما یفی بہ لزوال المانع ترکہ
مقسومہ میں دین ظاہر ہوا تو قسمت فسخ کیجائیگی یعنی اسواسطے کہ دین مقدم ہے میراث پر مگر جبکہ وارث دین کو ادا کردیں یا ارباب دیون وارثوں کو بری الذمہ کردیں یا ترکہ
سے اتنا باقی رہ گیا ہو جو ادائے دین کیواسطے کفایت کرتا ہو تو قسمت فسخ نہ ہوگی مانع کے دور ہوجانے کے سبب سے ولو ظہر غبن فاحش لا یدخل تحت التقویم فی
القسمۃ فان کانت بقضاء بطلت اتفاقا لان تصرف القاضی مقید بالعدل ولم یوجد اور اگر قسمت میں ایسا نقصان کثیر ظاہر ہوا جو قیمت کرنے والوں کی تجویز
میں داخل نہیں ہوتا تو اگر قسمت بحکم قاضی ہو تو قسمت باطل ہوگی بالاتفاق اسواسطے کہ قاضی کا تصرف مقید ہے عدل کے ساتھ اور حالانکہ وہ یہاں پایا نہیں گیا و
لو وقعت بالتراضی تبطل ایضا فی الاصح لان شرط جواز ہا المعادلۃ ولم توجد فوجب نقضہا خلافا لتصحیح الخلاصۃ قلت فلو قال کالکنز تفسخ لکان اولی اور اگر قسمت
تراضی طرفین سے ہو تو بھی باطل ہوگی قول اصح میں اسواسطے کہ جواز قسمت میں برابری حصوں کی شرط ہے اور وہ پائی نہیں گئی تو اسکا توڑنا واجب ہوگیا برخلاف تصحیح خلاصہ
کے میں کہتا ہوں اور اگر مصنف کنز کیمانند بجائے بطلت کے تفسخ کہتا تو بہتر ہوتا کنز میں یوں ہے ولو ظہر غبن فاحش فی القسمۃ تفسخ یعنی اگر غبن فاحش قسمت میں ظاہر
ہو تو قسمت فسخ کیجائیگی چونکہ یہ عبارت مختصر ہے اور قسمت قاضی و قسمت تراضی دونوں کو شامل ہے لہذا شارح نے اسکو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی و تسمع دعوا
ذلک ای ما ذکر من الغبن الفاحش ان لم یقر بالاستیفاء وان اقر بہ لا تسمع دعوی الغلط والغبن للتناقض الا اذا ادعی الغصب فتسمع دعواہ وتمامہ فی الخانیۃ
اور شریک کا وہ دعوی یعنی غبن فاحش کا مسموع ہوگا اگر اسنے حصہ پانے کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر اسکا اقرار کرچکا ہو تو سماعت نہ ہوگی دعوی غلط اور غبن فاحش
کی بسبب تناقض کے مگر جبکہ وہ غصب کا دعوی کرے یعنی یوں کہے کہ قسمت کے بعد میرا حصہ اسنے غصب کرلیا تو دعوی مسموع ہوگا اور پورا اسکا بیان خانیہ میں ہے
ادعی احد المتقاسمین الترکۃ دینا فی الترکۃ صح دعواہ لانہ لا تناقض لتعلق الدین بالمعنی والقسمۃ بالصورۃ متروکہ بانٹ لینے والوں میں سے ایک شخص نے دین کا
دعوی کیا متروکہ میں تو اسکا دعوی صحیح ہے اسواسطے کہ قسمت کر لینے اور دعوی دین میں تناقض نہیں بسبب متعلق ہونے دین کے معنی متروکہ سے اور متعلق ہونے قسمت
کے صورت متروکہ سے ہم دین معنی سے متعلق ہے یعنی متروکہ کی مالیت سے اسکا تعلق ہے تو اگر متروکہ کے وارث ہوں تو انکو دین کا ادا کرنا اپنے پاس سے اور متروکہ کو اپنے
واسطے مخصوص کر لینا درست ہے کذا فی الطحطاوی ولو ادعی عینا بای سبب کان لا تسمع للتناقض اذ الاقدام علی القسمۃ اعتراف بالشرکۃ اور

اگر دین کے سوا کسی عین کا دعوی کیا کسی سبب سے خواہ عاریت یا غصب سے تو دعوی مسموع نہ ہوگا بسبب تناقض کے واسطے کہ قسمت پر متقدمی کرنا اقرار ہی ہے
کا وفی الخانیۃ اقتسموا دارا واراضیا ثم ادعی احدہم فی قسم الآخر بناء او نخلا زعم انه بناہ او غرسہ لم تقبل بینتہ اور خانیہ میں ہے کہ شریکوں نے ایک گھر یا زمین بانٹ لی پھر
ایک نے دوسرے کے حصہ میں عمارت یا درخت کا دعوی کیا یعنی یہ کہا کہ مدعی نے اسکو بنایا ہے اور درخت کو لگایا ہے تو اسکے گواہ مقبول نہ ہونگے یعنی بسبب
تناقض کے وقسمت شجرۃ فی نصیب احدہما اغصانہا متدلیۃ فی نصیب الآخر لیس له ان یجبرہ علی قطعہا به یفتی لانه استحق الشجرۃ باغصانہا اختیار درخت
ایک شریک کے حصہ میں پڑا اسکی شاخیں لٹک رہی ہیں دوسرے شریک کے حصے میں تو اسکو نہیں پہونچتا ہے کہ اسپر زبردستی کرے شاخوں کے کاٹنے پر اسی قول پر فتوی ہے
اسواسطے کہ وہ درخت کا مستحق ہوگیا ہے اسکی شاخوں کے ساتھ کذا فی الاختیار یعنی بحالت مذکورہ وہ مستحق ہوا ہے تو جبر کی کون وجہ ہے بنی احدہما ای احد الشریکین بغیر اذن
الآخر فی عقار مشترک بینہما فطلب شریکہ رفع بنائه قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب البانی فبہا ونعمت والا ہدم البناء وحکم الغرس کذلک بزازیۃ یا شریک
نے دوسرے شریک کے بدون اذن کے عمارت بنائی اس زمین میں جو دونوں میں مشترک ہے سو اسکے دوسرے شریک نے عمارت کا رفع کرنا چاہا تو زمین کی قسمت کیجائے
سو اگر عمارت مذکورہ بنانے والے کے حصہ میں پڑے تو خوب ہے اور نہیں تو عمارت ڈھائی جائے اور اسی طرح کا حکم درخت کا ہے کذا فی البزازیۃ ہاں اگر دوشریک کو راضی
کرے تو ہدم نہ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ القسمۃ تقبل النقض فلو اقتسموا واخذوا حصتہم ثم تراضوا علی الاشتراک بینہم صح وعادت الشرکۃ فی عقار وغیرہ لان قسمۃ
التراضی مبادلۃ ویصح فسخہا ومبادلتہا بالتراضی بزازیۃ قسمت قابل نقض ہے یعنی ٹوٹ سکتی ہے تو اگر شریکوں نے مشترک کو بانٹ لیا اور اپنے حصے لے چکے پھر وہ راضی
ہوگئے آپس کے ساجھے سے تو یہ قسمت کا توڑ دینا صحیح ہے اور شرکت پھر آوےگی زمین یا اسکے غیر میں اسواسطے کہ آپس کی رضامندی کی قسمت مبادلہ ہے اور اسکا فسخ کرنا اور
بدل ڈالنا باہم کی رضامندی سے صحیح ہے کذا فی البزازیۃ المقبوض بالقسمۃ الفاسدۃ کقسمۃ علی شرط ہبۃ او صدقۃ او بیع من المقسوم او غیرہ یثبت الملک فیه ویفید
جواز التصرف فیه لقابضه ویضمنه بقیمته جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہوئی چنانچہ قسمت ہوا ہبہ کی شرط پر یا صدقہ کرنے کی شرط پر یا مقسوم کے بیچ ڈالنے کی شرط
پر یا سوا اسکے تو قبض کرنا اسکا ملکیت کو اسمیں ثابت کردیتا ہے اور قابض کیواسطے اسمیں جواز تصرف کا مفید ہے اور اسکا ضمان لازم ہوتا ہے قیمت سے
کالمقبوض بالشراء الفاسد فانه یفید الملک کما مر فی بابه جسطرح شراء فاسد کا مقبوض ملک کا مفید ہے چنانچہ بیع فاسد کے باب میں گذر گیا وقیل لا یثبته جزم بالاول
فی الاشباہ والاول فی البزازیۃ اور قول ضعیف یہ ہے کہ مقبوض بقسمت فاسدہ ملک قابض کو ثابت نہیں کرتا ہے اور قول ضعیف پر یقین کیا ہے اشباہ میں اور قول اول پر
یقین کیا ہے بزازیہ میں ولو تہایا فی سکنی دار واحدۃ یسکن ہذا بعضا وذا بعضا او ہذا شہرا وذا شہرا او داریں یسکن کل دارا او فی خدمۃ عبد یخدم ہذا یوما وذا یوما
او عبدین یخدم ہذا ہذا والآخر الآخر او فی غلۃ دار او داریں کذلک صح التہایو فی الوجوہ الستۃ استحسانا اتفاقا اور اگر دو شریک نوبت اور باری مقرر کرلیں ایک
گھر مشترک کے رہنے میں اسطرح کہ یہ شریک رہے گھر کے بعضے مکان میں اور وہ شریک بعضے میں یا یہ شریک مہینہ بھر رہے اور وہ شریک مہینہ بھر یا دو گھروں میں باری مقرر کریں
کہ ہر شریک ایک ایک گھر میں رہے یا باری معین کریں غلام مشترک کی خدمت میں کہ ایک روز اسکی خدمت کرے اور ایک روز دوسرے کی یا دو غلاموں مشترک کی خدمت میں کہ
یہ غلام اسکی خدمت کرے اور دوسرا غلام دوسرے شریک کی یا باری مقرر کریں ایک گھر یا دو گھر کی حاصلات اور کرایہ میں اسی طرح تو یہ باری مقرر کرنا چھ وجوہ میں بطریق استحسان
بالاتفاق صحیح ہے مہایاۃ او تہایو مفاعلۃ او تفاعل ہے ہیئت سے اور ہیئت عبارت ہے اس شخص کی حالت ظاہرہ سے جو کسی چیز پر مستعد اور تیار ہے اور تحقیق اسکی عنایہ میں
یوں ہے کہ ہر شریک ایک ہیئت پر راضی ہے اور شریک ثانی مشترک سے نفع لیتا ہے جسطرح سے شریک اول نے اس سے نفع لیا اور فقہا کی اصطلاح میں مہایاۃ عبارت
ہے منافع کی قسمت سے اور قیاساً یہ جائز نہیں کیونکہ مبادلہ ہے منفعت کا اسکے ہم جنس سے لیکن استحساناً یہ جائز ہے بدلیل کریمہ لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم والاصح ان
القاضی یہایئ بینہما جبرا بطلب احدہما اور قول صحیح تر یہ ہے کہ قاضی باری مقرر کردے دو شریکوں میں زبردستی ایک شریک کے طلب کرنے سے یعنی اگرچہ دوسرا شریک
قبول نہ کرتا ہو ولا تبطل بموت احدہما ولا بموتہما اور باری باطل نہیں ہوتی ایک شریک کی موت سے اور نہ دونوں شریکوں کی موت سے ولو طلب احدہما القسمۃ فیما یقسم

بطلت اور اگر ایک شریک قسمت طلب کرے اُس مشترک میں جو قابل قسمت ہو تو باری باطل ہو جاویگی ذخیرہ میں ہے کہ ہر شریک کو نقض مہایاۃ عذر سے و بلا عذر
جائز ہے اور یہ اُسوقت ہے جبکہ باری باہم کی رضامندی سے ہو اور اگر بحکم حاکم ہو تو جبتک کہ دونوں نقض پر راضی نہونگے تو نقض جائز نہوگا اور اگر رضی سے باری مقرر کی
پھر توڑی تو اب اُسکا اعادہ نہ ہوگا بلکہ قاضی کے حکم سے قسمت کیجاویگی اور باری میں عمارت بنانا یا توڑنا عمارت کا یا دروازہ چھوڑنا جائز نہیں کذا فی العالمگیریۃ و
لو اتفقا على ان نفقة كل عبد على من يخدمه جاز استحسانا بخلاف الكسوة اور اگر دو شریک متفق ہوے اسپر کہ خرچ ہر غلام کا اُس شریک پر ہے جسکی وہ خدمت کرے تو جائز ہے استحساناً
برخلاف لباس کے کہ اُسمیں تفصیل ہے ہم جبکہ لباس کی مقدار معین دونوں نے مذکور نہ کی ہو تو نہ قیاساً جائز ہے نہ استحساناً اور اگر مقدار معین ذکر ہوئی ہو تو قیاساً جائز نہیں
اور استحساناً جائز ہے کذا فی العالمگیریۃ وما زاد فی نوبۃ احدہما فی الدار الواحدۃ مشترک لا فی الدارین اور جو حاصلات و کرایہ زیادہ ہو گیا ایک شریک کی نوبت کے اندر ایک گھر
میں تو وہ مشترک ہے دونوں میں نہ دو گھر کی حاصلات میں ہم اگر ایک گھر کے کرایہ لینے پر باری مقرر ہوئی سو ایک شریک کی نوبت میں کرایہ گران ہو گیا دوسرے کی نوبت سے
تو زیادت میں دونوں شریک ہونگے اور اگر دو گھروں میں ایک گھر کا کرایہ گران ہو گیا تو زائد میں شرکت نہ ہوگی کذا فی الخانیۃ مختصراً تجوز فی عبد و دار علی السکنی والخدمۃ و
کذا فی مختلفی المنفعۃ للمنتقی وتمامہ فیما علقناہ علیہ اور باری مقرر کرنا غلام کی خدمت اور گھر کی سکونت میں جائز ہے یعنی ایک شریک غلام سے خدمت لے اور دوسرا شریک گھر میں رہے
یہ درست ہے اور اسی طرح ہر ایک دو چیز مختلف المنفعۃ میں نوبت مقرر کر لینا جائز ہے کذا فی الملتقی اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی میں ہے ہم شارح کی شرح ملتقی میں ہے کہ جب
باری متحد المنفعۃ میں جائز ہوئی تو مختلف المنفعۃ میں بطریق اولی جائز ہوگی چنانچہ سکونت دار اور زراعت ارض اور جیسے حمام اور گھر ولو تہایئا فی غلۃ عبد او فی غلۃ عبدین
او تہایئا فی غلۃ بغل او بغلین او فی رکوب بغل او بغلین او فی ثمرۃ شجرۃ او فی لبن شاۃ لا یصح فی المسائل الثمان اور اگر دو شریکوں نے باری مقرر کی ایک غلام اجرت میں
غلام کی اجرت میں یا نوبت معین کی ایک خچر کے کرایہ میں یا دو خچر کے کرایہ میں یا ایک خچر کی سواری میں یا دو خچر کی سواری میں یا ایک درخت کے پھل میں یا بکری کے دودھ میں تو ان
آٹھوں مسئلوں میں باری معین کرنا درست نہیں ہم اجرت غلام کی باری میں بالاتفاق جائز نہیں اسواسطے کہ باری نہیں ہو سکتی اگر دو زمانے میں تو احتمال ہے حاصلات کی کمی بیشی کا
برخلاف خدمت کہ اسمیں مسامحہ مروج ہے اور دو غلاموں کی اجرت کی باری امام کے نزدیک جائز نہیں ہے اسواسطے کہ باری تو ضرورت کے سبب سے جائز ہوئی ہے اور اجرت میں کچھ ضرورت
نہیں اسلیے کہ اجرت میں قسمت ممکن ہے اور صاحبین کے نزدیک امکان تعادل (مساوات ۱۲) سے جائز ہے اور کرایہ خچر کی باری بالاتفاق جائز نہیں اور دو خچروں میں خلاف ہے وعلی ہذا القیاس
سواری ایک خچر کی بالاتفاق جائز نہیں اور دو خچروں میں اختلاف ہے اور پھل اور دودھ کی باری بالاتفاق جائز نہیں اسواسطے کہ پھل اور دودھ کی قسمت آسان ہے تو باری کی
کیا حاجت ہے کذا فی الطحطاوی وحیلۃ الثمار ونحوہا ان یشتری حظ شریکہ ثم یبیع کلہا بعد مضی نوبتہ او ینتفع باللبن بمقدار معلوم استقراضا لنصیب صاحبہ اذ قرض المشاع جائز
اور پھل اور اسکے مانند اور چیز کی باری کا یہ حیلہ ہے کہ ایک شریک دوسرے شریک کا حصہ مول لے پھر شریک مشتری سب پھلوں کو بیچ ڈالے اپنی باری کے گذر جانے کے بعد دوسرے
شریک کے ہاتھ یا مقدار معین دودھ سے انتفاع لے اپنے شریک کے حصہ کو قرض لے کر اسواسطے کہ مشاع کا قرض جائز ہے **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے الغرامات ان
کانت لحفظ الاملاک فالقسمۃ علی قدر الملاک وان لحفظ الانفس فعلی عدد الرؤس لا یدخل صبیان ونساء فلو غرم السلطان قریۃ تقسم علی ہذا غرامات یعنی ڈانڈ یعنی جو مال کہ زبردستی
کو دینا پڑے جان و مال کے بچانے کیواسطے تو اگر املاک کی حفاظت کیواسطے ہو تو اسکی قسمت لوگوں پر بقدر املاک کے ہے اور اگر جانوں کی حفاظت کیواسطے ہو تو لوگوں کے
شمار پر ہے اور اطفال اور عورتیں شمار میں داخل نہ ہونگے تو اگر بادشاہ ایک گانوں سے ڈانڈ لے تو اسکی قسمت اہل قریہ پر اسی طرح ہوگی ولو خیف الغرق فاتفقوا علی القاء متعۃ
فالغرم بعدد الرؤس لانہا لحفظ الانفس اور اگر کشتی یا جہاز کے ڈوبنے کا ڈر ہو سو لوگوں نے اسکو ہلکا کرنے کیواسطے اسباب گرا دینے پر اتفاق کیا تو ڈانڈ آدمیوں کے شمار پر ہے
اسواسطے کہ یہ جانوں کی حفاظت کیواسطے ہے ہم اور اگر بدون اتفاق کے ایک شخص نے دوسرے کا مال گرا دیا تو اسپر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور غایۃ البیان میں ہے کہ یہ
لازم نہوگا جسکا مال کشتی میں ہے اور اُسنے گرانے کی اجازت نہیں دی اور اگر پانی کی قلت سے آدمی کے ڈوبنے کا خوف نہو بلکہ اسباب کے تلف ہو جانیکا خوف ہو تو ڈانڈ بقدر اموال کے ہوگا
نہ بقدر رؤس اور اگر مال اور جان دونوں کے تلف ہونیکا خوف ہو تو دونوں طرح پر مال لازم ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصراً المشترک اذا انہدم فابی احدہما العمارۃ ان احتمل القسمۃ لا جبر و

قسم والا بنی م اجرہ لیرجع بما انفق لو بامر القاضی و الا فبقیمة البناء وقت البناء اور مکان مشترک جبکہ منہدم ہو گیا سو ایک شریک اسکی عمارت بنانے سے انکار کرتا ہے
اگر وہ مکان قابل قسمت کے ہے تو جبر نہیں اور بانٹ ڈالا جائے اور اگر مانند حمام کے لائق قسمت کے نہیں ہے تو ایک شریک اسکی تعمیر کرے پھر اسکو کرایہ پر چلا دے تاکہ جو
اسنے خرچ کیا ہے کرایہ سے بھر لے اگر تعمیر بحکم قاضی ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی تعمیر کی ہو تو کرایہ سے عمارت کی قیمت بھر لے وہ قیمت جو بنانے کے وقت ہو ولہ التصرف
فی ملکه وان تضرر جاره فی ظاهر الروایة الکل فی الاشباه اور انسان کو تصرف کرنا اپنی ملک میں جائز ہے اگرچہ اس تصرف میں اسکے پڑوسی کو ضرر ہوتا ہو ظاہر الروایة
میں یہ سب مسائل مذکور ہیں اشباہ میں ہم صاحب اشباہ نے قول مفصل کو چھوڑ دیا یعنی اگر ضرر صریح ہو تو تصرف ممنوع ہے اور نہیں تو جائز ہے اور اسی پر فتوی منقول ہے
شرح وہبانیہ میں اور اسی قول کو صحیح کہا ہے نسفی نے اور عمادیہ میں ہے کہ اسی قول کو ہمارے اکثر مشائخ نے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن الدر وہم
و فی المجتبی و به یفتی و فی السراجیة الفتوی علی المنع قال المصنف فقد اختلف الافتاء و ینبغی ان یعول علی ظاهر الروایة اور مجتبی میں ہے کہ جواز تصرف پر فتوی ہے اگرچہ
ہمسایہ متضرر ہو اور سراجیہ میں ہے کہ فتوی منع تصرف پر یعنی در صورت ضرر مصنف نے اپنی شرح میں کہا تو جواز اور عدم جواز کے فتوی میں اختلاف پڑا اور ایسی صورت میں
لائق یہ ہے کہ ظاہر الروایة پر اعتماد کیا جائے یعنی جواز تصرف پر گو ہمسایہ ضرر پاوے قلت و فی تصرفات القنیة میں کہتا ہوں اور یہ مسئلہ مذکور ہو چکا تصرفات قنیہ میں و
فی الوہبانیة و شرحها سه و لو زرع الانسان ارضا بداره فلیس لجار منعه لم یتضرر + اور وہبانیہ اور اسکی شرح میں ہے اور اگر آدمی کچھ زمین بووے اپنے گھر میں تو اسکے پڑوسی کو
اسکے منع کرنے کا اختیار نہیں اگرچہ اسکو ضرر ہووے ہم یہ وہی مسئلہ ہے جو اشباہ سے مذکور ہوا کہ تصرف اپنی ملک میں جائز ہے اگرچہ پڑوسی کو ضرر ہووے سه و حیط له اہل الحمل و احد
ولا حمل فیه فلیس بغیر + اور ایک دیوار ہے جسکے اہل یعنی شریک ہیں سو ایک شریک نے اسپر دھنیاں رکھیں درحالیکہ قبل اسکے اسپر دھنیوں کا بوجھ نہیں تو اسکو دوسرا
شریک تغیر نہ کریگا ہم یعنی ایک مشترک دیوار جسپر دھنیاں نہیں ہیں اگر ایک شریک اسپر دھنیاں رکھے تو دوسرا شریک اسکو رفع نہیں کر سکتا اور اگر دوسرا شریک دھنیوں
پر اور دھنیاں رکھے یا اسپر پردہ بنا دے یا دروازہ وغیرہ لگاوے تو بدون اجازت شریک کے جائز نہیں کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیة سه و ما لشریک ان یعلی حیطه
قبیل التعلی جائز فیعمم + اور شریک کو جائز نہیں کہ اپنی مشترک دیوار کو اونچا کرے اور بعضوں نے کہا کہ اونچا کرنا جائز ہے تو تعمیم کر لے ہم عبد البر شارح وہبانیہ نے کہا لائق
یوں ہے کہ تفصیل اطلاق معتمد ہو یعنی اگر اونچا کرنا مخالف رسم کے ہو تو جائز نہیں اور اگر موافق رسم اور رواج کے ہو تو جائز ہے سه و ممنوع قسم عند منع شریکه الم
قاضی به جبر فیعمر + اور جس مشترک کی قسمت ممنوع ہے جیسا کہ حمام تو شریک کی منع ترمیم سے قاضی اسکو کرایہ دے پھر کرایہ سے اسکی تعمیر کرے ہم مثلا ایک مشترک حمام
منہدم ہوا جاتا ہے اور ایک شریک اسکی مرمت پر مستعد ہے اور دوسرا شریک نہیں مانتا ہے تو قاضی حمام کو کرایہ پر چلا دے اور جو کرایہ حاصل ہو اس سے اسکی مرمت کرے
لیکن یہ قول غیر مختار ہے اور قول مختار اگلی بیت میں مذکور ہے سه و ینفق فی المختار من باذنه + و یمنع نفعا منه الی قبل تخسیر + اور قول مختار میں جو شریک راضی ہے مرمت
کا وہ اسکی مرمت میں اپنے پاس سے خرچ کرے قاضی کے اذن سے اور روکا جائے اسکے فائدہ لینے سے وہ شریک جو مرمت سے انکار کرتا ہے قبل ادا وان دینے کے
یعنی جس شریک نے مرمت کی ہے جبتک وہ اپنا صرف کرایہ سے لیگا تب تک دوسرا شریک اسکا کرایہ نہیں لے سکتا ہے سه و خذ منفقا بالاذن منه بحاکم + و خذ قیمة ان لا
و بذا الحر + اور مرمت کے صرف کو اگر حاکم کے اذن سے مرمت کی ہو اور قیمت لے اگر باذن حاکم مرمت نہ کی ہو اور یہی قول منقح اور محقق ہے ہم طحطاوی نے کہا پہلے تین بیتیں
وہبانیہ کی ہیں اور چوتھی اور پانچویں علامہ عبد البر شارح وہبانیہ کی اصلاح سے ہیں اور چھٹی بیت شارح کی زیادت سے ہے مسئلہ ملحقہ مترجم ایک شخص مر گیا اسنے تین بیٹے
چھوڑے اور پندرہ ٹھلیاں چھوڑیں پانچ ٹھلیاں سرکہ سے مملو ہیں اور پانچ میں نصف نصف سرکہ ہے اور پانچ خالی ہیں اور سب برابر ہیں تو بیٹوں نے چاہا کہ بدون
اٹھانے کے برابر بانٹ لیں تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ ایک فرزند کو دو بھری ٹھلیاں اور ایک آدھی بھری اور دو خالی دیجا دیں اور دوسرے فرزند کو بھی اسی
طرح دیجا وے تو اب باقی رہیں پانچ ایک بھری اور ایک خالی اور تین ادھ بھریں تو یہ پانچوں تیسرے فرزند کو دیجا دیں تو سب کا حصہ برابر ہوگا کذا فی
فی فتاوی قاضی خان واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم

کتاب المزارعۃ

یہ کتاب ہے مزارعت کی یعنی بٹائی پر کھیت دینا اور مزارعت کو مخابرت اور محاقلت بھی کہتے ہیں اور اہل عراق قراح بولتے ہیں مناسبتہا ظاہرۃ مناسبت کتاب المزارعت کی کتاب القسمۃ سے ظاہر ہے یعنی جو کھیت میں اناج وغیرہ پیدا ہوتا ہے اسمیں قسمت جاری ہوتی ہے درمیان مزارع اور صاحب زمین کے ہی مفاعلۃ من الزرع مزارعت لغت میں مفاعلت ہے زرع سے وشرعا عقد علی الزرع ببعض الخارج اور شرع میں مزارعت عبارت ہے اس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو عوض خارج یعنی تہائی یا چوتھائی اناج پیدا ہوئے زراعت پر ایجاب و قبول کرنا یہ حقیقت ہے مزارعت کی اور اسکا سہارا ہے ارض و بذر و عمل و بقر اور مزارعت کے ارکان چار ہیں زمین و بیج اور محنت و بیل و لا تصح عند الامام لانہا کقفیز الطحان اور مزارعت درست نہیں امام اعظم کے نزدیک ہے اسلیے وہ قفیز طحان کی مانند ہے امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی فرمائی مخابرت سے اور وہ مزارعت ہے زمین کی تہائی یا چوتھائی پر وعندہما تصح وبہ یفتی للحاجۃ وقیاسا علی المضاربۃ اور صاحبین کے نزدیک مزارعت درست ہے اور اسی قول پر فتوی ہے بسبب حاجت کے اور مضاربت پر قیاس کرنے سے اور دلیل ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے اسو اسطے کہ رسول علیہ السلام نے خیبر کی نخلستان وہاں کے لوگوں کو دیدیے بطریق معاملہ کے اور انکی زمین دی بطور مزارعت کے اور اسی پر صحابہ اور تابعین کا عمل تھا اور تمام مسلمین میں جاری ہے اور ایسی صورت میں خبر واحد اور قیاس متروک ہو جاتا ہے وشروطہا ثمانیۃ صلاحیۃ الارض للزرع صاحبین کے نزدیک مزارعت صحیح ہے آٹھ شرطوں سے پہلی شرط لائق ہونا زمین کا کاشتکاری کیواسطے ہے تو اگر زمین شور اور ریگستان ہے تو مزارعت صحیح نہیں ہے والاہلیۃ للعاقدین اور دوسری شرط اہلیت ہے عاقدین کی یعنی عاقل ہونا پس مجنون اور صغیر غیر عاقل کا عقد صحیح نہیں لیکن بلوغ اور حریت شرط نہیں اور اسلام بھی شرط نہیں کذا فی الطحطاوی وذکر المدۃ ای مدۃ متعارفۃ تفسد بما لا یتمکن فیہا منہا وبما لا یعیش الیہا احدہما غالبا اور تیسری شرط مدت کا ذکر کرنا یعنی وہ مدت جو اس ملک میں معروف اور مروج ہے یعنی ایکسال یا دو سال تو عقد فاسد ہوگا اس کمتر مدت سے جسمیں زراعت نہیں ہو سکتی اور اس قدر طویل سے کہ وہاں تک احد العاقدین غالبا نہیں جیتا وقیل فی بلادنا تصح بلا بیان مدۃ ویقع علی اول زرع واحد وعلیہ الفتوی کجتبی وبزازیہ واقرہ المصنف اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں مزارعت بدون بیان کرنے مدت کے بھی صحیح ہے اور عقد واقع ہوگا پہلے ایک زراعت پر اور یہی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی و البزازیہ اور مصنف نے اپنی شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے وذکر رب البذر اور چوتھی شرط صاحب تخم کا ذکر کرنا ہے اسواسطے کہ اگر بیج مالک زمین کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار عامل ہوگی اور اگر بیج عامل کی طرف سے ہے تو مزارعت استیجار ارض ٹھہریگی تو بدون ذکر صاحب تخم معقود علیہ مجہول ہوگا اور دونوں کے احکام بھی مختلف ہیں اسواسطے جسکا بیج نہیں ہے اسکے حق میں عقد لازم ہے نہ کہ صاحب تخم کو بدون تخم ریزی کے عقد لازم نہیں وقیل یحکم العرف اور بعضوں نے کہا ہے کہ عرف کا حکم ہے یہ قول ہے ابو بکر بلخی کا یعنی اگر عقد وہاں ہو جہاں بیج مزارع کا ہوتا ہے تو وہی معتبر ہے اگر وہاں یہ رواج ہے کہ مالک زمین کا بیج ہوتا ہے تو وہی قابل اعتبار ہے بشرطیکہ عرف ایک ہی ہو اور اگر عرف مشترک ہو تو عقد صحیح نہیں ہے ذکر جنسہ اور پانچویں شرط ذکر کرنا بیج کے جنس کا یعنی گیہوں یا جو یا باجرا یا جوار ہم بیان جنس تخم اسو اسطے شرط ہوا کہ عامل کی اجرت اسی سے ہوگی اور جنس اجرت کا بیان کرنا ضرور ہے کذا فی الزیلعی لا قدرہ لعلمہ باعلام الارض ونشترط فی الاحتیار اور مقدار تخم ذکر کرنا شرط نہیں بسبب اسکے معلوم ہونے کے زمین کے بتا دینے سے یعنی زمین سے خود معلوم ہو جاتا ہے کہ اتنی زمین میں اتنا بیج پڑیگا اور اختیار شرح مختار میں مقدار تخم کو بھی شرط کہا ہے وذکر قسط العامل الآخر اور چھٹی شرط ذکر کرنا ہے دوسرے شخص کا حصہ مراد اس شخص کا حصہ ہے جسکی طرف سے بیج نہیں ہے اسلیے کہ حصہ عمل یا زمین کی اجرت ہے تو اسکا معین ہونا ضرور ہوا کذا فی الزیلعی ولو شرط رب البذر وسکتا عن حظ العامل جاز استحسانا اور اگر عاقدین نے صاحب تخم کا حصہ بیان کیا اور عامل کے حصہ سے سکوت کیا تو استحسانا جائز ہے اور اگر عاقدین نے اسکا حصہ بیان کر دیا جسکا بیج نہیں ہے تو مزارعت جائز ہے قیاسا و استحسانا کذا فی الخلاصۃ وشرط التخلیۃ بین الارض و رب البذر و العامل اور مزارعت صحیح ہے تخلیہ کی شرط سے یعنی تخلیہ کر دینا درمیان زمین اور عامل کے اگرچہ زمین کا تخلیہ بیج کے ساتھ ہو تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونوں کا عمل شرط ہو تو عقد صحیح نہیں تخلیہ نہو سکنے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے کہ میں نے زمین تجکو تسلیم کی کذا فی الطحطاوی والشرط الشرکۃ فی الخارج اور مزارعت صحیح ہے شرکت فی الخارج کی شرط سے یعنی جو غلہ پیدا ہو اسمیں دونوں کی شرکت ضرور ہے تو اگر یہ شرط ہو کہ غلہ ایک ہی شخص کا ہو تو عقد صحیح نہیں ہے فرع علی الاخیر بقولہ فتبطل ان شرط لاحدہما قفزان مسماۃ

پھر مصنف نے شرط اخیر یعنی شرکت فی الخارج پر تفریع کی اس قول سے تو زراعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کیواسطے چند قفیز معین شرط ہوں یعنی کچھ غلہ ایک شخص لے اور باقی دونوں میں نصفا نصف ہو و یا تخرج من موضع معین یا ایکیواسطے وہ غلہ شرط ہو جو موضع معین میں پیدا ہو اور باقی نصفا نصف او رفع رب البذر بذرہ یا یہ شرط ہو کہ صاحب تخم اپنا بیج اٹھالے یعنی جسقدر اُسنے بیج ڈالا اسکو پہلے نکال لے پھر باقی نصفا نصف او رفع الخراج الموظف و تنصیف الباقی بعد رفعہ یا خراج موظف کا نکال لینا اور اُسکے نکال لینے کے بعد باقی کو نصفا نصف کر لینا شرط ہو تنصیف الباقی چاروں مسائل سے متعلق ہے اور بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ بعد رفعہ کو حذف کرتا تاکہ تنصیف سب مسائل کو شامل رہتی اوران صورتوں میں زراعت اسواسطے باطل ہوگی کہ غلہ میں لگاؤ سے قطع شرکت ہوسکتی ہے اسواسطیکہ شاید اتنا ہی غلہ پیدا ہو جتنا مشروط ہوا یعنی بقدر تخم یا بقدر خراج موظف کذا فی الطحطاوی بخلاف شرط رفع خراج المقاسمة کثلث او ربع او شرط رفع العشر للارض و للاحدہما لانہ شائع فلا یودی الی قطع الشرکة برخلاف اس شرط کے کہ خراج مقاسمت نکال لیا جاوے چنانچہ تہائی یا چوتھائی یا یہ شرط ہو کہ عشر یعنی دسواں حصہ زمین کا نکال لیا جاوے یا دسواں حصہ احد العاقدین لے تو زراعت باطل نہیں ہے اسواسطیکہ تہائی کا خراج اور عشر شائع ہے یعنی غیر معین ہے تو یہ قطع شرکت کی طرف نہیں پہونچاتا ہے او شرط التبن لاحدہما والحب للآخر ای یبطل لقطع الشرکة فیما ہو المقصود یا بھوسا شرط ہوا ایکیواسطے اور دانہ دوسرے کیواسطے یعنی اس شرط سے زراعت باطل ہوگی بسبب قطع ہوجانے شرکت کے اسمیں جو مقصود زراعت ہے یعنی اناج او شرط تنصیف الحب والتبن لغیر رب البذر لانہ خلاف مقتضی العقد یا دانہ اور بھوسے کی تنصیف شرط ہو صاحب تخم کے سوا اور شخص کیواسطے تو زراعت باطل ہے اسواسطیکہ یہ شرط مقتضاے عقد کے مخالف ہے او شرط تنصیف التبن و الحب لاحدہما لقطع الشرکة فی المقصود یا بھوسا نصفا نصف شرط ہوا دونوں میں اور دانہ شرط ہوا ایک شخص کیواسطے تو زراعت باطل ہے بسبب قطع ہوجانے شرکت کے مقصود میں و ان شرط تنصیف الحب و التبن لصاحب البذر کما ہو مقتضی العقد اولم یتعرض للتبن صحت اور اگر یہ شرط ہو کہ دانہ تو دونوں میں نصفا نصف ہو اور بھوسہ فقط صاحب تخم کا ہو چنانچہ یہی مقتضاے عقد ہے یا بھوسہ کا کچھ تعرض نہ ہوا تو مزارعت صحیح ہے ہم عدم تعرض بھوسہ کا اسواسطے مبطل عقد نہوا کہ مقصود تو دانہ ہے اور بھوسا اسکا تابع ہے اور تابع سے سکوت کرنا فساد عقد کا موجب نہیں ہوتا کذا فی الدرر وحینئذ فالتبن لرب البذر وقیل بینہما تبعا للحب کذا قال المصنف تبعا للصدر وغیرہ لکن اعتمد صاحب الملتقی الثانی حیث قدمہ فقال والتبن بینہما وقیل لرب البذر اور اسوقت میں یعنی جب بھوسہ کا تعرض نہ ہوا تو بھوسا بیج والے کا ہوگا اور قول ضعیف یہ ہے کہ بھوسا دونوں میں نصفا نصف ہوگا دانہ کے تابع ہوکر ایسا کہا ہے مصنف نے صدر الشریعة وغیرہ کا تابع ہوکر لیکن صاحب ملتقی نے قول ثانی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اسی کو مقدم ذکر کیا ہے سو یوں اُسنے کہا ہے اور بھوسا دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ صاحب تخم کا ہوگا قلت و فی شرح الوہبانیة عن القنیة المزارع بالربع لا یستحق من التبن شیئا و بالثلث یستحق النصف میں کہتا ہوں اور شرح وہبانیہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ چوتھائی کا مزارع مستحق بھوسہ کا نہیں ہوتا اور تہائی کا مزارع آدھے بھوسہ کا مستحق ہوتا ہے مقتضاے فقہ یہ ہے کہ بھوسا دونوں میں مشترک ہو بقدر انکے حصہ کے مگر یہ کہ عرف یا شرط اسکے مخالف ہو چنانچہ غنایہ میں مذکور ہے کہ جہاں عادت کی شرط منصوص نہو وہاں عرف کا اعتبار ہے تو قنیہ کی عبارت اسی پر محمول ہے یعنی مزارع بالربع مستحق نہیں ہوتا بسبب شرط یا عرف کے اور مزارع بالثلث مستحق نصف کا ہوتا ہے شرط اور عرف کے سبب سے اور اس تقریر سے اشکال زائل ہوگیا اور اُسپر دلیل بدائع کا قول ہے کہ ہمارے زمانے میں نجم الائمہ بخاری کا جواب تھا ہے کہ مزارع بالربع کیواسطے کچھ بھوسا نہیں عرف اور رواج کے سبب سے کذا فی الحلبی والطحطاوی مختصرا و کذا صحت لو کان الارض و البذر لزید و البقر و العمل للآخر او الارض لہ و الباقی للآخر او العمل لہ و الباقی للآخر فہذہ الثلثة جائزة اور اسی طرح زراعت صحیح ہے اگر زمین و بیج زید کا ہو اور بیل و عمل دوسرے کا یا زمین زید کی اور باقی تین چیزیں یعنی بیل او بیج اور عمل دوسرے کا ہو یا عمل زید کا ہو اور باقی تین چیزیں یعنی زمین او بیج اور بیل دوسرے کا ہو تو یہ تینوں صورتیں جائز ہیں و بطلت فی اربعة اوجہ لو کان الارض و البقر لزید و البقر و البذر لہ و الآخران للآخر او البقر و البذر لہ و الباقی للآخر فہی بالتقسیم العقلی سبعة اوجہ لانہ اذا کان من احدہما واحد او الثلثة من الآخر فہی اربعة و اذا کان من احدہما اثنان و اثنان من الآخر فہی ثلثة اور زراعت باطل ہے چار صورتوں میں اگر زمین اور بیل زید کے ہوں یا بیل اور بیج اسکا اور باقی دو چیزیں دوسرے کی

ہوں یا بیل یا بیج زید کا ہو اور باقی دوسرے کا ہو تو یہ صورتیں باعتبار تقسیم عقلی کے سات وجہ پر ہیں اسواسطے کہ ارکان اربعہ یعنی زمین اور بیج اور بیل اور عمل میں سے
احد العاقدین کی طرف سے ایک ہو اور باقی تین دوسرے کی طرف سے تو یہ چار صورتیں ہیں اور جبکہ ایک طرف سے دو ہوں اور دوسرے کی طرف سے بھی دو ہوں
تو تین صورتیں ہیں وحتی دخل ثالث فالاکثر بجعتہ فسدت اور جبکہ داخل ہو تیسرا شخص زیادہ حصہ مقرر کرکے تو مزارعت فاسد ہو گی ھ اور اگر چار شخص شریک ہوں
مزارعت میں اسطرح کہ ایک کی زمین ہو اور دوسرے کا بیج اور تیسرے کا عمل اور چوتھے کا بیل تو یہ جائز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کذا فی الحاوی
عن الوہبانیۃ وشرحہا واذا صحت فالخارج علی الشرط اور جبکہ مزارعت صحیح ہو گئی تو جو غلہ پیدا ہو وہ شرط کے موافق تقسیم ہو ولا شیء للعامل ان لم یخرج
شیء فی الصحیحۃ اور عامل کیواسطے کچھ نہیں اگر کچھ غلہ پیدا نہ ہو مزارعت صحیحہ میں ھ اسواسطے کہ استحقاق عامل کا شرکت فی الخارج سے ہے اور خارج کچھ نہیں بخلاف مزارعت
فاسدہ چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ویجبر من ابی علی المضی الا رب البذر فلا یجبر قبل القائہ وبعدہ یجبر اور زبردستی کیجاوے مزارعت قائم رکھنے کی اس شخص پر
جو انکار کرتا ہے مگر صاحب تخم کہ اسپر جبر نہوگا بیج ڈالنے سے پہلے اور بیج ڈالنے کے بعد جبر ہوگا کذا فی الدرر ومتی فسدت المزارعۃ فالخارج لرب البذر لانہ نماء ملکہ
اور جبکہ مزارعت فاسد ہو تو جو غلہ وغیرہ پیدا ہو وہ بیج والے کا ہے اسواسطے کہ اسکی ملک کی افزائش اور بڑھوتی ہے یعنی جو پیدا ہوا ہے بیج سے پیدا ہوا ویکون للآخر اجر
مثل عملہ او ارضہ ولا یزاد علی الشرط بالعامل الخ عند محمد اور دوسرے شخص کو اسکے عمل یا اسکی زمین کی اجرت مثل ہو گی یعنی اگر صاحب تخم صاحب زمین ہے تو عامل کو اسکے
عمل کی مزدوری دیجاویگی اور اگر صاحب تخم عامل ہے تو صاحب زمین کو زمین کا اجر دیا جاوے گا اور اجرت زیادہ نہ کیجاوے گی شرط پر پہونچے جہاں تک پہونچے
محمد کے نزدیک وان لم یخرج شیء فی الفاسدۃ فان کان البذر من قبل العامل فعلیہ اجر مثل الارض والبقر وان کان من قبل رب الارض فعلیہ
اجر مثل العامل حاوی اور اگر مزارعت فاسدہ میں کچھ پیدا نہو تو اگر بیج عامل کی طرف سے ہووے تو ویسی زمین اور بیل کی اجرت اسپر واجب ہو گی اور اگر بیج
مالک کی زمین کی طرف سے ہو تو اسپر ویسی عامل کی اجرت لازم ہو گی کذا فی الحاوی ولو امتنع رب الارض من المضی فیہا وقد کرب العامل فی الارض
فلا شیء لہ بکرابہ حکما ای فی القضاء اذ لا قیمۃ للمنافع ویسترضی دیانۃ فیفتی بان یوفیہ اجر مثلہ لغرہ اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہے
اور حالانکہ عامل نے زمین میں جوتائی کی ہے تو قاضی کے حکم میں اسکے واسطے کچھ نہیں یا اجرت اسکے جوتنے کی اسواسطے کہ منافع کی قیمت نہیں ہوتی اور دیانت
میں یعنی فیما بینہ وبین اللہ اسکو راضی کرنا چاہیے تو یہ فتوی دیا جاوے کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب فریب لگانے کے یعنی عقد مزارعت سے اسنے
فریب کھایا کہ اور کام سے باز رہا اور جوتنے میں مشغول رہا وتفسخ المزارعۃ بدین محوج الی بیعہا اذا لم ینبت الزرع لکن یجب ان یسترضی المزارع دیانۃ
اذا عمل کما مر اور عقد مزارعت فسخ کر ڈالا جاوے بسبب اس دین کے جو مضطر کر دے زمین کی بیع کرنے کی طرف جبکہ کھیت نہ اگا ہو لیکن دیانۃ واجب ہے کہ مزارع
کو راضی کیا جاوے جبکہ وہ کچھ محنت کر چکا ہو چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی چوتھائی کی اجرت اسکو دینا چاہیے ھ دین محوج الی البیع وہ ہے کہ کوئی جائداد نہ ہو اسکے ادا کرنے
کی ثمن ارض کے سوا اما اذا نبت ولم یستحصد لم تبع الارض لتعلق حق المزارع حتی لو اجاز جاز اور اگر کھیت اوگا ہو اور ہنوز پختہ نہیں ہوا کہ کاٹا جاوے تو زمین کی
بیع نہ ہو گی بسبب متعلق ہونے حق مزارع کے تو اگر مزارع بیع کو جائز کر دے تو بیع جائز ہو گی فان مضت المدۃ قبل ادراک الزرع فعلی العامل اجر مثل
نصیبہ من الارض الی ادراکہ ای الزرع کما فی الاجارۃ پھر اگر مزارعت کی مدت گذر جاوے کھیت کی پختگی سے پہلے تو عامل یعنی مزارع پر کھیت کے پختہ ہونے تک
اجرت واجب ہے بقدر اسکے حصہ کے زمین سے چنانچہ اجارہ میں اجرت واجب ہوتی ہے ھ یعنی اگر مزارع کا حصہ غلہ میں تہائی ہو تو زمین کی اجرت کی تہائی اسپر واجب
ہے اور نفقہ دونوں پر ہو گا اس صورت میں کذا فی الدرر بخلاف ما لو مات احدہما قبل ادراک الزرع حیث یکون الکل علی العامل او وارثہ لبقاء العقد استحسانا کما سیجیء
بخلاف اس صورت کے کہ اگر عامل یا صاحب زمین مر گیا کھیت پکنے سے پہلے کیونکہ وہاں کل یعنی عمل اور کھیت کا خرچ اور نگہبانی کی اجرت کذا فی الزیلعی
عامل پر یا اسکے وارث پر ہو گی بسبب باقی رہنے عقد کے استحسانا چنانچہ آگے آوے گا طحطاوی نے کہا یہ دوسرے محل کی گفتگو ہے اسکا ذکر آگے آویگا

دفع رجل ارضه الى آخر على ان يزرعها بنفسه وبقره والبذر بينهما نصفان والخارج بينهما كذلك فعملا على هذا فالمزارعة فاسدة ويكون
الخارج بينهما نصفين وليس للعامل على رب الارض اجر لشركته فيه والعامل يجب عليه اجر نصف الارض لصاحبها لفساد العقد ایک مرد نے اپنی زمین
دوسرے کو دی اس شرط پر کہ وہ شخص بذات خود اور اپنے بیل سے زراعت کرے اور بیج دونوں میں نصفا نصف ہوا اور جو غلہ پیدا ہو وہ بھی دونوں میں
اسی طرح نصفا نصف ہے سو مزارع اور اسکے بیل نے اسی شرط پر زراعت کی تو مزارعت فاسد ہے اور غلہ دونوں میں نصفا نصف ہوگا اور مزارع کا صاحب
زمین پر کچھ اجر لازم نہیں بسبب اسکے شریک ہو جانے کے غلہ میں اور عامل پر نصف زمین کی اجرت واجب ہے صاحب زمین کیواسطے بسبب فاسد ہونے عقد کے
وكذا لو كان البذر ثلثين من احدهما وثلثه من الآخر والريع بينهما نصفين او على قدر بذرهما فهو فاسد ايضا لاشتراطه الاعارة في المزارعة عمادية اور اسی
طرح اگر دو تہائی بیج ایک شخص کی طرف سے ہو اور ایک تہائی دوسرے کی طرف سے ہو اور حاصل غلہ دونوں میں آدھوں آدھ ہو یا غلہ بقدر انکے بیج کے تو وہ بھی فاسد
ہے بسبب شرط کرنے مالک زمین کے عاریت دینے کو مزارعت میں کذا فی العمادیہ یعنی اسواسطے کہ مالک زمین نے عامل پر بیل کا عاریت دینا شرط کیا کذا فی
الطحطاوی وعلم ان نفقة الزرع مطلقا بعد مضي المدة المزارعة عليهما بقدر الحصص اور معلوم کر کہ کھیت کا خرچ مطلقا بعد گذر جانے مدت مزارعت کے دونوں
پر ہے بقدر انکے حصوں کے مطلقا یعنی خواہ صرف کی حاجت ہو کھیت کے پختہ ہونے سے پہلے یا بعد اسکے کذا فی الحلبی واما قبل مضيها فكل عمل قبل انتهاء الزرع
كنفقة بذر ومؤنة حفظ وكري نهر على العامل ولو بلا شرط فاذا انتهى بقي مالا مشتركا بينهما فيجب عليهما مؤنة الحصاد والدياس كذا حرره المصنف وحمل عليه اصل صدر الشريعة
فليحفظ اور مزارعت کی مدت گذر جانے سے پہلے تو جو عمل کھیت پختہ ہونے کے قبل ہے جیسے بیج کا صرف اور نگہبانی اور نہر صاف کرنے کی محنت ہے وہ عامل پر ہے اگرچہ
اسکی شرط نہ ہوئی ہو پھر جب کھیت پختہ ہو کر کمال کو پہونچا تو اب مال مشترک ہو کر باقی رہیگا تو عامل اور مالک زمین دونوں پر خرچ اسکا واجب ہوگا چنانچہ کھیت کے
کاٹنے اور دائین چلانے کی اجرت اسی طرح تحریر کی ہے مصنف نے اپنی شرح میں اور اسی پر یعنی ما قبل مضی مدت پر صدر الشریعہ کے قاعدہ کو محمول کیا ہے تو اسکو
یاد رکھنا چاہیئے صدر الشریعہ یوں ان کہا ہے کہ جو عمل قبل پختگی کے ہے وہ عامل پر ہے مصنف نے یہ محمول قبل انقضائے مدت مزارعت پر بابقاء عقد اور استحقاق
عمل عامل پر تصور کیا کیونکہ مدت کے بعد نہ عقد ہے نہ استحقاق فان شرطاه على العامل فسدت كما لو شرطاه على رب الارض پھر اگر عاقدین نے بعد پختگی عمل شرط
کیا عامل یعنی مزارع پر تو عقد فاسد ہے چنانچہ فاسد ہے اگر صاحب زمین پر عمل کو شرط کیا یعنی اسواسطے کہ اس شرط کو عقد مقتضی نہیں کیا کذا فی الطحطاوی بخلاف
ما لو مات رب الارض والزرع بقل فان العمل فيه جميعا على العامل او وارثه لبقاء مدة العقد والعقد يوجب على العامل عملا يحتاج اليه الى انتهاء الزرع كما مر
برخلاف سابق یہ صورت ہے کہ اگر صاحب زمین مر گیا اور کھیت ہنوز گھاس ہی ورساگ ہے یعنی دانہ نہیں نکلا تو انمیں تمام عمل عامل پر ہے یا اسکے وارث پر بسبب
باقی رہنے مدت عقد کے اور عقد واجب کرتا ہے عامل پر وہ عمل جسکی طرف حاجت ہے تا انتہائے زرع چنانچہ مذکور ہو چکا حلبی نے کہا قولہ بخلاف مرتبط ہے قولہ
ونفقة الزرع عليهما بالحصص سے ولو مات قبل البذر بطلت ولا شئ لكراب كما مر وكذا لو فسخت بدين محوج مجتبى اور اگر زمین کا مالک مر گیا بیج ڈالنے سے پہلے تو
عقد باطل ہو گیا اور مزارع کی جوتائی کی کچھ اجرت نہیں چنانچہ مذکور ہو چکا اور اسی جوتائی کی کچھ اجرت نہ ہوگی اگر مزارعت فسخ کی گئی بسبب اس دین کے جو
مضطر کر دے بیع زمین کی طرف کذا فی المجتبی وصح اشتراط العمل كحصاد ودياس ونسف على العامل عند الثاني للتعامل وهو الاصح وعليه الفتوى ملتقى اور صحیح ہے
شرط کر لینا عمل کا چنانچہ کھیت کاٹنا اور باندھنا اور غلہ کو بھوسے سے صاف کرنا ابو یوسف کے نزدیک بسبب رواج اور عرف کے اور یہی قول اصح ہے اور اسی پر فتوی
بیلوں سے روندنا ہوا
ہے کذا فی الملتقی ثم عمل مذکور بلا شرط عاقدین پر ہے اور شرط سے مزارع پر لازم ہے بحکم عرف کذا فی الطحطاوی عن الخانیه الغلة في المزارعة مطلقا ولو فاسدة امانة
في يد المزارع ثم فرع عليه بقوله مزارعت میں مطلقا اگرچہ مزارعت فاسدہ ہو غلہ امانت ہے مزارع کے ہاتھ میں پھر مصنف نے اس قول پر تفریع کی بقول آئندہ
فلا ضمان عليه لو هلكت الغلة في يده بلا صنعه فلا تصح بها الكفالة تو مزارع پر تاوان نہیں مگر غلہ تلف ہو گیا اسکے پاس بے دوا اسکے کرتب کے تو غلہ کی ضمانی صحیح نہیں

ثم لو کفل بحصتہ ان استہلکہا صحت المزارعۃ والکفالۃ ان لم یکن علی وجہ الشرط والا فسدت المزارعۃ خانیہ ہاں اگر ایک شخص ضامن ہوا صاحب زمین کے حصہ کا اگر مزارع اسکو تلف کر ڈالے تو مزارعت اور ضمانت دونوں صحیح ہیں بشرطیکہ کفالت بطریق شرط کے نہ ہو اور اگر بطریق شرط کے ضمانت ہوگی تو مزارعت فاسد ہوجاویگی کذا فی الخانیہ ہم کفالت مذکورہ اسواسطے صحیح ہوئی کہ وجوب ضمان کے سبب کیطرف مضاف ہوئی یعنی استہلاک کی طرف ومثلہ فی الحکم المعاملۃ ای المساقاۃ فان حصۃ الدہقان فی ید العامل امانۃ اور مزارعت کے مانند حکم میں معاملت یعنی مساقاۃ ہے اسواسطے کہ زمیندار کا حصہ عامل کے ہاتھ میں امانت ہے واذا قصر المزارع فی سقی الارض حتی ہلک الزرع بہذا السبب لم یضمن المزارع فی المزارعۃ الفاسدۃ ویضمن فی الصحیحۃ لوجوب العمل علیہ فیہا والخارج فی یدہ امانۃ فیضمن بالتقصیر اور جبکہ مزارع نے قصور کیا زمین کے سینچنے میں یہانتک کہ کھیت خشک ہوگیا اس سبب سے تو مزارع تاوان نہ دے مزارعت فاسدہ میں اور تاوان دے مزارعت صحیحہ میں بسبب وجوب ہونے عمل کے مزارع پر صحیحہ میں نہ فاسدہ میں چنانچہ مذکور ہوچکا اور غلہ اسکے پاس امانت ہے تو ضمان دے گا بسبب تقصیر کے فی السراجیۃ اکار ترک السقی عمدا حتی یبس ضمن وقت ما ترک السقی قیمتہ نابتا فی الارض وان لم یکن للزرع قیمۃ قومت الارض مزروعۃ وغیر مزروعۃ فیضمن فضل ما بینہما سراجیہ میں ہے ایک مزارع نے سینچنا عمداً چھوڑ دیا یہانتک کہ کھیت خشک ہوگیا تو سینچائی چھوڑنے کے وقت جو زمین میں جمے کھیت کی قیمت ہے اسکا تاوان دے اور اگر کھیت کی کچھ قیمت نہو تو زمین مزروعہ اور غیر مزروعہ کی قیمت مقرر کیجاوے تو جسقدر دونوں میں زیادتی ہو اتنا ضمان دے یعنی مثلاً اگر زمین مزروعہ کی قیمت چالیس ہو اور غیر مزروعہ کی تیس تو دس کا ضمان دے فروع مسائل ملحقہ شارح کے اخر الاکار السقی ان تاخیرا معتادا لا یضمن والا ضمن مزارع نے سینچائی میں تاخیر کی تو اگر ویسی تاخیر کی عادت ہو مزارعین میں اور کھیت خشک ہوجاوے تو تاوان نہ دے اور اگر تاخیر غیر معتاد ہو تو تاوان دے شرط علیہ الحصاد فتغافل حتی ہلک ضمن الا ان یؤخر تاخیرا معتادا مزارع پر کھیت کا کاٹنا مشروط ہوا سو اُسنے یہانتک غفلت کی کہ وہ تلف ہوگیا تو وہ تاوان دے مگر یہ کہ اتنی تاخیر کرے جسکی عادت ہے تو تاوان نہیں ترک حفظ الزرع حتی اکلتہ الدواب ضمن وان لم یرد الجراد حتی اکل کلہ ان امکن طردہ ضمن والا لا بزازیۃ مزارع نے نگہبانی کھیت کی یہانتک چھوڑ دی کہ اسکو چوپائے جانور کھا گئے تو تاوان دے اور اگر اُسنے ٹڈی نہ ہانکی یہانتک کہ سارا کھیت کھا گئی تو اگر اسکا ہانکنا ممکن تھا تو تاوان دے اور اگر ممکن نہ تھا تو تاوان نہیں کذا فی البزازیہ زرع ارض رجل بلا امرہ طالبہ بحصتہ الارض فان کان العرف جری فی تلک القریۃ بالنصف او الثلث ونحوہ وجب ذلک ایک مرد نے دوسرے مرد کی زمین میں زراعت کی بدون اسکے امر کے تو صاحب زمین اُس سے حصہ زمین کا مطالبہ کرے تو اگر اسکا گانوں میں عرف جاری ہو نصف یا ثلث اور مانند اسکے تو وہی واجب ہوگا حرث بین رجلین ابی احدہما ان یسقیہ جبر فلو فسدت قبل رفعہ للحاکم لا ضمان علیہ وان رفع الی القاضی وامرہ بذلک ثم امتنع ضمن جواہر الفتاوی ایک کھیت ہے دو شخصوں کی شراکت میں ایک شخص نے اسکے سینچنے سے انکار کیا تو اسپر زبردستی کیجاوے سینچنے میں اور اگر کھیت بگڑ گیا حاکم سے نالش کرنے سے پہلے تو اسپر تاوان نہیں اور اگر اسنے قاضی سے نالش کی اور اسنے اسکو سینچنے کا حکم کیا پھر بھی اسنے نہ مانا تو اسپر تاوان لازم ہوگا کذا فی جواہر الفتاوی ہم ظاہر اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ کھیت مشترک ہے نہ بطریق مزارعت کے ہو اسلئے کہ مزارعت کا حکم مصنف وشارح ذکر کرچکا ہے شرط البذر علی المزارع ثم زرعہا رب الارض ان علی وجہ الاعانۃ فمزارعۃ والا فنقض لہا بیج شرط ہوا مزارع پر پھر کھیت بویا صاحب زمین نے تو اگر یہ بوجہ اعانت ہے تو مزارعت ہے اور نہیں تو مالک کا بونا مزارعت کا توڑ دینا ہے دفع الارض المستاجرۃ من الآجر فزارعۃ جاز ان البذر من المستاجر ومعاملۃ لم تجز مستاجر نے اجارہ کی زمین مالک زمین کو دی بطریق مزارعت کے تو جائز ہے اگر بیج مستاجر کا ہو اور اگر بطریق مساقاۃ کے دی تو جائز نہیں استاجر ارضا ثم استاجر صاحبہا للعمل فیہا جاز اکمل من منح المصنف مستاجر نے زمین اجارہ لی پھر مستاجر سے مالک زمین نے زمین اجارہ لی تا اُسمیں عمل کرے تو جائز ہے یہ سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہیں ہم عمل سے ہر قسم کا عمل مراد ہے سوائے مساقاۃ کے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ مالک کو بطریق مساقات کے زمین دینا جائز نہیں قلت وفیہ آخر باب جنایۃ البہیمۃ معزیا للخلاصۃ لبنا فی ضیع او البستان فدخل حتی دخل الماء وتلفت الکروم والحیطان قال یضمن الکروم لا الحیطان ولو فیہ کرم

ضمن الحصرم والعنب للنهاية فصار خطأ عليها قلت وتضمين العنب في عرفنا انتهى مین کہتا ہون اور منح الغفار مین جناية البهيمة کے آخر باب مین خلاصہ سے منقول ہے کہ بستانی یعنی مساقی نے ضائع کردیا کام باغ کا اور غافل ہوگیا یہان تک کہ پانی باغ مین داخل ہوا اور انگور کے درخت اور دیوارین تلف ہوگئین صاحب خلاصہ نے کہا کہ تاوان دے درختون کا اور دیوارون کا اور اگر درختون مین خام انگور ہو تو اسکا بھی تاوان دے نہ پختہ انگور کا اسواسطے کہ وہ اپنے کمال کو پہونچ گیا تو اسکی نگہبانی مساقی اور مالک دونون پر واجب ہوگئی مین کہتا ہون اور ہمارے عرف مین پختہ انگور کا بھی تاوان دے انتہی انفق بلا اذن الآخر ولا امر قاض فهو متبرع كمرمة دار مشتركة خرچ کیا بلا اذن دوسرے کے اور بدون امر قاضی کے تو وہ متبرع ہے یعنی اسنے احسان کیا دوسرے سے خرچ کا مطالبہ نہین کرسکتا جیسے مشترک گھر کا مرمت کرنا بلا اذن شریک موجب رجوع نہین ہے صورت اسکی یہ ہے کہ مزارع غائب ہے انقضاے مدت سے پہلے تو شخص حاضر خرچ کرے قاضی کا حکم لیکر اور جو خرچ کیا ہے پھیر لے خواہ کھیت باقی رہے یا تلف ہوجاے اور اسی طرح اگر مزارع محتاج ہو جسکا کچھ مال نہین تو یہی جواب ہے اور اگر بدون حکم قاضی صرف کریگا تو متبرع ہوگا اور اگر مدت اجارہ منقضی ہوگئی اور مالک زمین غائب ہوگیا اور کھیت ہنوز گدا ہس رسا ہے تو قاضی مزارع کو خرچ کرنیکا حکم نہ دے مگر جب گواہی سے ثابت ہو کہ کھیت ان دونون مین مشترک ہے اور اگر بدون امر قاضی خرچ کریگا تو متطوع ٹھہریگا كذا في الطحطاوي مختصرا مات احدهما فقال وارثه انا اعمل الى ان يستحصد فله ذلك اى ان مات رب الارض منتقض فمزارع مرگیا سو اسکے وارث نے کہا کہ مین عمل کرونگا کھیت کاٹنے تک تو وہ اسکو درست ہے اگرچہ صاحب زمین نہ مانے كذا في الملتقى وفي الوهبانية سه ويأخذ ارضا لليتيم وصيه فزارعه ان كان هو يبذر + اور یتیم کا وصی یتیم کی زمین لے بطریق مزارعت کے اگر یتیم نہ بیج ڈالنے والا ہو اگر بیج وصی کا ہو تو مزارعت جائز ہے اور اگر یتیم کا بیج ہو تو جائز نہین اور اسی پر فتوی ہے كذا في الطحطاوي سه وقال بذر الارض مني مزارع + له القول بعد الحصد والخصم ينكر + اور اگر مزارع کہے کہ زمین کا بیج میرا ہے تو اسی کا قول مقبول ہوگا کاٹنے کے بعد اور حالانکہ طرف ثانی اسکا منکر ہے والله تعالى اعلم واستغفر الله الكريم

کتاب المساقاۃ

یہ کتاب ہے مساقاۃ کے احکام مین لا يخفى مناسبتها پوشیدہ نہین مناسبت مساقاۃ کی مزارعت سے اسواسطے کہ دونون عقد شرعی ہین تحصیل منفعت کیواسطے فرق اتنا ہے کہ مزارعت مین کھیت کی خبرگیری ہے سینچنے وغیرہ سے اور مساقاۃ مین باغ اور درختون کی اصلاح ہے سینچائی وغیرہ سے هي المعاملة بلغة اهل المدينة مساقاۃ اہل مدینہ کی زبان مین معاملت ہے یعنی اہل مدینہ مساقاۃ کو معاملہ کہتے ہین فهي لغة وشرعا معاقدة دفع الشجر والكروم وهل المراد بالشجر ما يعم غير المثمر كالحور والصفصاف لم اره الى من يصلحه بجزء معلوم من ثمره تو مساقاۃ باعتبار لغت اور شرع کے عبارت ہے معاقدہ دفع شجر سے یعنی درخت اور انگور کی بیل دینا اس شخص کو جو درخت کی اصلاح کرے کچھ اسکے میوون پر اور کیا شجرہ سے وہ درخت بھی مراد ہے جو درخت غیر مثمر کو بھی شامل ہو چنانچہ جوز اور صفصاف کا درخت مین نے اسکو نہین دیکھا کتب فقہ مین ہے یعنی مساقاۃ کے معنی لغوی اور شرعی مین کچھ فرق نہین اور یہی قول نہایہ مین ہے اور ظاہر کلام زیلعی اور عینی اور مسکین اور درر مغایرت پر دلالت کرتا ہے زیلعی نے اور اسی طرح صاحب درر نے کہا مساقاۃ مفاعلت ہے سقی سے حلبی نے کہا تعریف مساقاۃ مین ثمر مصرح ہے تو اشجار غیر مثمرہ کو کیونکر شامل ہوگی مگر یون جواب دیا جاے کہ ذکر اسکا بنا بر عادت حال کے ہے وهي كالمزارعة حكما وخلافا اور مساقاۃ مزارعت کے مانند ہے از راہ حکم اور اختلاف کے یعنی امام کے نزدیک مساقاۃ صحیح نہین برخلاف صاحبین کے اور حکم مساقاۃ یہ ہے کہ وہ صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے وكذا شروطا تمكن هنا كخروج بيان البذر ونحوه اور اسی طرح مساقات مزارعت کے مانند ہے ان شروط مین جو یہان ممکن ہین امکان کی قید اسواسطے لگائی تا بیج وغیرہ کا جیسا نچہ اسکی جنس اور مقدار کا بیان کرنا نکل جاے ہم شروط ممکنہ مساقاۃ چنانچہ اہلیت متعاقدین کی اور بیان کرنا حصہ عامل کا اور تخلیہ کردینا عامل اور اشجار مین اور شرکت پھل مین جو پیدا ہو الا في اربعة اشياء فلا تشترط هنا اذا امتنع احدهما يجبر عليه اذ لا ضرر بخلاف المزارعة كما مر مگر چار چیزون مین سو وہ یہان شرط نہین ہوتی ایک یہ کہ جبکہ احد العاقدین انکار کرے تو اسپر مساقاۃ مین جبر کیا جاویگا اسواسطے کہ کوئی ضرر نہین برخلاف مزارعت چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی اگر صاحب تخم مزارعت مین انکار کرے تو اسپر جبر نہین واذا انقضت المدة

ترک بلا اجر وتعمل بلا اجر وفی المزارعۃ باجر اور جبکہ مساقاۃ کی مدت منقضی ہو جائے تو چھوڑ دیجائے بدون اجر کے اور انمیں عمل کیا جائے بدون اجر کے اور مزارعت میں
اجرت کے ساتھ ہم یعنی مدت مساقاۃ اگر منقضی ہو جائے اور پھل خام ہوں تو عامل کو جائز ہے کہ خبرگیری کیا کرے پھل پختہ ہونے تک جسطرح مزارع کو جائز ہے لیکن مزارعت
میں خراج یا اجرت زمین کی بقدر اُسکے حصہ کے واجب ہوگی اور مساقات میں بقدر اسکے حصہ کے اجرت واجب نہیں اسواسطے کہ استیجار درخت کا اجارہ درست نہیں بخلاف مزارعت کہ وہاں زمین کا
اجارہ ہوگا اور وہ درست ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی واذا استحق النخیل یرجع العامل باجر مثلہ وفی المزارعۃ بقیمۃ الزرع اور جبکہ نخلستان میں استحقاق غیر ثابت ہو تو عامل
اپنی اجرت مثل بھر لے اور مزارعت میں کھیت کی قیمت لے ہم عامل اسوقت اجر مثل لیگا جبکہ کھجور مثمرہ ہو اور اگر پھل نہوں تو کچھ اجر نہیں کذا فی الطحطاوی عن التاتارخانیہ والرابع
بیان المدۃ لیس بشرط بنا استحسانا للعلم بوقتہ عادۃ اور چوتھی چیز جو مزارعت میں شرط ہے اور مساقاۃ میں نہیں بیان کرنا ہے مدت کا سو بیان مدت یہاں استحسانا شرط نہیں
بسبب معلوم ہونے اسکے وقت کے بطریق عادت کے ہم یعنی پختگی پھل کا وقت مقرر ہے اسمیں کم تفاوت پڑتا ہے وحینئذ تقع علی اول ثمر یخرج فی اول السنۃ اور اسوقت
یعنی درصورت عدم ذکر مدت مساقاۃ واقع ہوگی پہلے پھل پر اور جو پیدا ہوا اول سال میں ہم یعنی مساقاۃ منعقد ہوگی اول ثمر پر جو اس سال میں خارج ہو اسواسطے کہ وہ متیقن
ہے اور ما بعد اسکا مشکوک ہے وفی الرطبۃ علی ادراک بذرہا اذ الرغبۃ فیہ وحدہ اور درصورت عدم بیان مدت رطبہ میں مساقات منعقد ہوگی اسکے بیج کے پکنے پر اسواسطے کہ اسمیں
فقط بیج ہی میں رغبت ہوتی ہے ہم رطبہ بفتح اول ولایت میں عمدہ چارہ ہے ایکبار کا بویا سالہا سال رہتا ہے اسکے بیج کی زیادہ قدر ہے طحطاوی نے کہا رطبہ جبتک تر
رہتا ہے اسکو قضب کہتے ہیں اور اہل مصر برسیم کہتے ہیں اور خشک کو دریس بولتے ہیں اور بعضوں نے کہا رطبہ سے بقول مراد ہیں چنانچہ شارح نے قول ثانی پر اقتصار کیا ہے انکی
عبارت میں انتہی اور فارسی میں رطبہ کو سپست کہتے ہیں فان لم یخرج فی تلک السنۃ ثمرۃ فسدت اور اگر اس سال میں پھل نہ پیدا ہو تو مساقاۃ فاسد ہوگی درصورت عدم بیان
مدت ولو ذکر مدۃ لا یخرج الثمرۃ فیہا فسدت اور اگر ایسی کمتر مدت ذکر کرے جسمیں پھل پیدا نہو تو مساقاۃ فاسد ہے ولو تبلغ الثمرۃ فیہا او لا تبلغ صح لعدم التیقن بفوات
المقصود اور اگر اتنی مدت مذکور ہو کہ گاہے اسمیں پھل پختہ ہو اور گاہے نہ پختہ ہو تو عقد صحیح ہے بسبب عدم تیقن فوت مقصود کے ہم بلکہ اس مدت میں مقصود کا احتمال ہے اور بسبب
عدم فوت کے احتمال موجود ہے مساقاۃ اور مزارعت میں فلو خرج فی الوقت المسمی فعلی الشرط لصحۃ العقد والا فسدت فللعامل اجر المثل لیدوم عملہ الی ادراک الثمر تو اگر پھل
پیدا ہو وقت مسمی میں تو مساقاۃ اپنے مشروط پر ثابت ہے بسبب صحیح ہو جانے عقد کے اور اگر نہ پیدا ہو تو مساقاۃ فاسد ہے سو عامل کیواسطے اجرت مثل ہے تا کہ اسکا عمل ہمیشہ جاری
رہے پھل پکنے تک ولو دفع غراسا فی الارض لم تبلغ الثمرۃ علی ان یصلحہا فما خرج کان بینہما تفسد ہذہ المساقاۃ ان لم یذکر اعواما معلومۃ وان ذکر ذلک صح اور
اگر ایسے پودھے درخت کے جو زمین میں قائم ہیں اور ہنوز انکے پھلنے کی نوبت نہیں پہنچی مالک نے باغبان کو دیے اس شرط پر کہ انکی خبرگیری اور درستی کرے اور جو پھل پیدا ہو وہ
دونوں میں نصفا نصف ہو تو یہ مساقاۃ فاسد ہے اگر وہ چند سال معین کو ذکر نہ کرے اور اگر ذکر کرے اسکو تو عقد صحیح ہے ہم بیان مدت اس صورت میں اسلیے ضرور ہوا کہ ایسے درختوں کا پھل لانا
نہایت متفاوت ہوتا ہے باعتبار قوت و ضعف اراضی کے تو انکا اول ثمر پر محمول کرنا ممکن نہیں کذا فی الزیلعی وکذا لو دفع اصول رطبۃ فی الارض مساقاۃ ولم یسم المدۃ
اور اسی طرح مساقاۃ فاسد ہے اگر رطبہ کی جڑیں جو زمین کے اندر ہیں بطور مساقات کے دیں ہم یعنی بقاء اصول تک مساقاۃ فاسد ہے اسواسطے کہ انکی انقطاع کی حد متعین نہیں کیونکہ
رطبہ کی جڑیں بڑھا کرتی ہیں جبتک زمین میں قائم ہیں تو مدت مجہول ٹھہری کذا فی الزیلعی بخلاف الرطبۃ فانہ یجوز وان لم یسم المدۃ ویقع علی اول جزۃ یکون بخلاف رطبہ کے اسکی
مساقاۃ جائز ہے اگرچہ مدت مذکور نہو اور عقد واقع ہوگا اول تراش پر جو عقد کے بعد ہو ہم اسواسطے کہ اسکی نہایت کی حد ہے چنانچہ ہم بیان کر چکے کذا فی الدرر ولو دفع رطبۃ انتہی
جذاذہا علی ان یقوم علیہا حتی یخرج بذرہا ویکون بینہما نصفین جاز بلا بیان المدۃ والرطبۃ لصاحبہا اور اگر مالک وہ رطبہ دے جسکے قطع کا وقت منتہی ہو گیا
اس شرط پر کہ عامل اسکی خبرگیری کیا کرے یہانتک کہ اسکا بیج پیدا ہو اور بیج دونوں میں نصفا نصف ہو تو مساقاۃ جائز ہے بدون بیان کرنے مدت کے اور رطبہ اسکے مالک کی ہے
ہم اسواسطے کہ بیج کا وقت مزارعین کے نزدیک معلوم ہے اور بیج نکلا عامل کی محنت سے تو تنصیف شرط کرنا صحیح ہو گیا اور رطبہ فقط مالک کا ہوا اسواسطے کہ عامل کی محنت کا اسمیں کچھ
اثر نہیں کذا فی الدرر ولو شرطا الشرکۃ فیہا ای فی الرطبۃ فسدت لشرطہما الشرکۃ فیما لا یحصل بعملہ اور اگر دونوں نے رطبہ میں بھی شرکت شرط کی تو مساقات فاسد ہے اسواسطے کہ انہوں نے

اسمیں شرکت شرط کی جو نہیں بڑھا عامل کی محنت سے یعنی رطبہ تو موجود تھا اسکی محنت سے پہلے وتصح فی الکرم والشجر والرطاب المراد منہا جمیع البقول و اصول الباذنجان والنخل وخصہا الشافعی بالکرم والنخل اور مساقات صحیح ہے انگور کی بیل اور درخت اور رطاب میں رطاب سے مراد جمیع بقول ہیں یا درمساقاۃ صحیح ہے بیگن کی جڑ دن میں اور کھجور میں اور امام شافعی نے مساقات کو مخصوص کیا ہے انگور اور کھجور میں لو فیہا ای الشجر المذکور ثمرۃ غیر مدرکۃ یعنی تزید بالعمل وان مدرکۃ قد انتہت لا تصح کالمزارعۃ بعدم الحاجۃ مساقاۃ صحیح ہے اگر درخت مذکور میں کچا پھل ہو یعنی جو عامل کی محنت سے بڑھے اور اگر پختہ پھل ہو جو اپنی نہایت کو پہونچ گیا تو مساقات صحیح نہیں مزارعت کے مانند عدم حاجت کے سبب سے دفع ارضا بیضاء مدۃ معلومۃ لیغرس وتکون الارض والشجر بینہما لا تصح لاشتراط الشرکۃ فیما ہو موجود قبل الشرکۃ فکان کقفیز الطحان فیفسد زمین سفید یعنی خالی صاف زمین دی مدت معین پر تاکہ عامل اسمیں درخت لگادے اور زمین اور درخت دونوں میں انہما نصف نصف ہو تو مساقاۃ صحیح نہیں بسبب مشروط ہونے شرکت کے اس چیز میں جو موجود ہے شرکت سے پہلے یعنی زمین تو یہ قفیز الطحان کے مانند ہوا تو فاسد ہوگا والثمر والغرس لرب الارض تبعا لارضہ وللآخر قیمۃ غرسہ یوم الغرس واجر مثل عملہ اور مسئلہ مذکورہ میں پھل اور درخت صاحب زمین کا ہے اسکی زمین کا تابع ہوکر اور دوسرے شخص یعنی عامل کیواسطے اسکے درخت کی قیمت ہے جو قیمت کہ درخت لگانے کے دن تھی اور اسکے عمل کی اجرت مثل ہے وحیلۃ الجواز ان یبیع نصف الغرس بنصف الارض ویستاجر رب الارض العامل ثلث سنین مثلا بشئ قلیل لیعمل فی نصیبہ صدر الشریعۃ اور شرکت مذکورہ کی جواز کا یہ حیلہ ہے کہ عامل آدھے درختوں کو عوض آدھی زمین کے بیع کرے اور زمین کا مالک عامل کو مثلا تین سال کے واسطے نوکر رکھ لے تھوڑی سی اجرت پر تاکہ مالک کے حصہ میں وہ محنت کرکے تیار کردے کذا فی شرح الوقایہ لصدر الشریعۃ تو اس تدبیر سے صاحب زمین نصف زمین اور نصف درختوں کا مالک ہوگا اور اسی طرح عامل نصف زمین و نصف درختوں کا مالک ٹھہریگا اور تین سال سے مراد وہ مدت ہے جسمیں درخت پھلنے کے لائق ہو جاویں ذہبت الریح بنواۃ رجل والقتہا فی کرم آخر فنبتت منہا شجرۃ فہی لصاحب الکرم اذ لا قیمۃ للنواۃ ایک مرد کی گٹھلی کو ہوا اڑا لے گئی اور دوسرے شخص کے باغ میں اسکو ڈالا سو اس سے درخت جما تو وہ درخت صاحب باغ کا ہے اسواسطے کہ گٹھلی کی کچھ قیمت نہیں وکذا لو وقعت خوخۃ فی ارض غیرہ فنبتت لان الخوخۃ لا تنبت الا بعد ذہاب لحمہا اور اسی طرح اگر شفتالو دوسرے کی زمین میں گرا پھر وہاں جما تو زمین کے مالک کا ہوگا اسواسطے کہ شفتالو نہیں جمتا مگر اسکے گوشت کے جانے کے بعد یعنی جمنے کے وقت فقط گٹھلی باقی رہی اور گٹھلی کی کچھ قیمت نہیں وتبطل ای المساقاۃ کالمزارعۃ بموت احدہما ومضی مدتہما والثمر نی ہذا قید لصورتی الموت ومضی المدۃ اور مساقات مزارعت کے مانند باطل ہو جاتی ہے احد العاقدین کی موت سے اور مساقاۃ کی مدت منقضی ہو جانے سے اور حالانکہ پھل کچا ہے شارح نے کہا یہ یعنی خامی ثمر موت اور انقضاے مدت دونوں کی قید ہے فان مات العاقل تقوم ورثتہ علیہ ان شاؤا حتی یدرک الثمر وان کرہ الدافع ای رب الارض وان ارادوا القلع لم یجبروا علی العمل سو اگر عامل مرگیا تو اسکے وارث اسپر قائم رہیں اگر چاہیں یہاں تک کہ پھل پختہ ہو اگرچہ دینے والا یعنی زمین کا مالک اسکو پسند نہ کرے اور اگر وارث پھل توڑنا چاہیں تو عمل کرنے پر انپر جبر نہ ہوگا اور مالک زمین کو اس صورت میں تین امر میں اختیار ہے چاہے وارثوں کے ساتھ وہ بھی کچا پھل توڑ لے اور قسمت کر لے اور چاہے عامل کے حصہ کی قیمت دے اور سب پھلوں کا مالک ہو اور چاہے خرچ کرکے پھلوں کی خبر گیری کرا دے انکی پختگی تک اور جو صرف ہو وہ عامل کے حصہ سے جو پھلوں میں ہے مجرا کرلے کذا فی الطحطاوی وان مات الدافع یقوم العامل کما کان وان کرہ ورثۃ الدافع دفعا للضرر اور اگر دینے والا یعنی مالک زمین مرجاوے تو قائم رہے عامل عمل پر جسطرح پہلے تھا اگرچہ مالک کے وارث راضی نہوں یہ حکم دفع ضرر کے سبب سے ہے اور اگر عامل کچے پھل توڑ لینے پر راضی ہو تو اسکو اختیار ہے اسواسطے کہ عقد کا باقی رکھنا اسکے ضرر دفع کرنے کے واسطے تھا تو اگر وہ خود راضی ہوا اپنے ضرر پر تو عقد باطل ہوگا اور مالک زمین کے وارثوں کو خیارات ثلثہ مذکورہ ہیں کذا فی الطحطاوی وان ماتا فالخیار فی ذلک لورثۃ العامل کما مر اور اگر عامل اور مالک زمین دونوں مر گئے تو اسمیں عامل کے وارثوں کا اختیار ہے چنانچہ مذکور ہو چکا وان لم یمت احدہما بل انقضت مدتہا ای المساقاۃ فالخیار للعامل ان شاء عمل علی ما کان اور اگر احد العاقدین سے کوئی نہ مرگیا بلکہ مساقاۃ کی مدت منقضی ہو گئی تو عامل کو اختیار ہے اگر وہ چاہے تو عمل کیا کرے جسطرح مدت کے اندر کرتا تھا پختگی ثمر اور چاہے نہ عمل کرے وتفسخ بالعذر

کالمزارعۃ کما فی الاجارۃ اور مساقاۃ فسخ کیجاتی ہے عذر سے مزارعت کے مانند چنانچہ اجارات میں فسخ ہوتا ہے عذر سے ومنہ کون العامل عاجزا عن العمل وکونہ سارقا یخاف علی ثمرہ وسعفہ منہ ونحو ذالک للضرر اور منجملہ عذروں کے عامل کا عاجز ہونا عمل سے اور اسکا چور ہونا کہ اسکی طرف سے خوف ہے اسکے پھل اور شاخوں پر فسخ جائز ہے اور دفع ضرر کیواسطے فروع مسائل متفرقہ شارح کے ما قبل الادراک کسقی وتلقیح وحفظ فعلی العامل وما بعدہ کجذاذ وحفظ فعلیہما ولو شرط علی العامل فسدت اتفاقا فالملتقی

والاصل ان ما کان من عمل قبل الادراک کسقی فعلی العامل وبعدہ وحصاد علیہما لما بعد القسمۃ فلیحفظ جو عمل کہ پختگی ثمر سے پہلے ہے جیسا کہ سینچنا اور تلقیح ثمر اور نگہبانی سو وہ عمل پر ہے اور جو عمل کہ پختگی کے بعد ہے جیسے پھل توڑنا اور نگہبانی سو عامل اور مالک دونوں پر لازم ہے اور اگر عمل بعد از پختگی بھی عامل پر شرط کیا جائے تو مساقاۃ فاسد ہوگا بالاتفاق کذا فی الملتقی اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو عمل کہ قبل از پختگی ہو جیسے سینچنا تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد پختگی ہے جیسا کہ قطع کرنا وہ دونوں پر ہے جیسا کہ قسمت کے بعد وہ دونوں پر ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے دفع کرمہ معاملۃ بالنصف ثم زاد احدہما علی النصف ان ادرک الکرم لم یجز لانہ ہبۃ مشاع یقسم وان زاد العامل جاز لانہ اسقاط مالک نے انگور کی بیل نصفا نصف پر بطور مساقات کے دی پھر ایک شریک نے نصف پر کچھ زیادہ مقرر کر دیا تو اگر مالک انگور نے زیادہ کر دیا تو جائز نہیں اسواسطے کہ یہ ہبہ ہے اس مشاع کا جو قسمت پذیر ہے اور اگر عامل نے زیادہ کر دیا تو جائز ہے اسواسطے کہ یہ اسقاط ہے یعنی اپنا حق کر دیا دفع الشجر لشریکہ مساقاۃ لم یجز فلا اجر لہ لانہ شریک فیقع العمل لنفسہ درخت دے اپنے شریک کو بطور مساقات کے تو جائز نہیں اور اسکے واسطے اجرت بھی نہیں اسواسطے کہ وہ شریک ہے تو عمل اسکے ذات کیواسطے واقع ہوگا یعنی عمل اصالتا اپنی ذات کیواسطے ہوگا اور بقا غیر کیواسطے وفی الوہبانیۃ وما للمساقی ان یساقی غیرہ وان اذن المولی لہ لیس ینکر اور وہبانیہ میں ہے اور مساقی یعنی عامل کو جائز نہیں کہ اپنے غیر کو بطور مساقات کے دے اور اگر مالک اذن دے اسکو تو معیوب نہیں ہے یعنی اگر مالک یوں کہے کہ عمل کر اپنی عقل اور تجویز پر تو دوسرے عامل کو مساقاۃ کر سکتا ہے چنانچہ شرح وہبانیہ اور عالمگیریہ سے مستفاد ہوتا ہے تو اگر ناظم بجائے اذن مطلق بولتا تو بہتر ہوتا کذا فی الطحطاوی وفی معایاتہا وای شاۃ دون ذبح یحلہا وفی المساقی والمزارع یکفر اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں سے یہ پہیلی ہے اور کس بکری کو بدون ذبح کرنے کے شارع حلال رکھتا ہے اور کونسی مساقی اور مزارع کو کافر کہتے ہیں پس پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ بکری مراد ہے جو جنگل میں وحشی ہو گئی کسی طرح اسکے مالک کو نہیں ملتی ہے کہ اسکو ذبح کرے تو وہ زخمی کر دینے سے حلال ہو جاتی ہے خواہ وہ زخم ہاتھ پاؤں میں لگے خواہ پیٹ میں یا پیٹھ میں اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ ہر مساقی اور مزارع کافر ہے اسواسطے کہ کفر لغت میں بمعنی چھپانے کے ہے اور ہر باغبان درخت کا تخم بوتا ہے تو اسکو گل میں چھپاتا ہے تو بیان کافر لغوی مراد ہے نہ کافر اصطلاحی خاتمۃ منح الغفار میں ہے کہ محمد بن فضل کے فتاوی میں کہا کہ قولہ تعالی (یا ایہا الذین آمنوا کلوا مما فی الارض حلالا طیبا) میں حلال تو معلوم ہے اور طیب وہ ہے کہ زمین سے بطریق مزارعت یا مساقاۃ کے یا اپنی زمین میں زراعت کرے اسطرح کہ نماز پنجگانہ جماعت سے اور خاصتہ مستحب وقت میں ادا کرے تو حلال طیب حاصل ہو لیکن اگر ایک نماز میں بھی بسبب اشتغال زراعت کے تاخیر کریگا وقت مستحب سے تو اسکی زراعت طیب نہ رہے گی اور اسی طرح اگر بیج بوئیگا یا درخت لگاویگا بدون طہارت کے یا مزدور کی مزدوری نہ دیگا یا مزدوری دینے میں اتنی دیر کریگا کہ پسینا مزدور کا خشک ہو گیا یا ادائے ثمن میں مدت معین کے ہو جانے کے بعد تاخیر کریگا یا ثمن متفرق دیگا بدون رضامندی بائع کے تو اسکی کھیتی طیب نہ رہیگی اور مستحب یہ ہے کہ بیج زمین میں ڈالے طہارت کرکے پھر کھیت کے کنارہ پر دو رکعتیں نماز پڑھے اور یہ دعا کرے (اللہم انی عبد ضعیف سلمت ہذا الیک فسلمہ لی وبارک لی فیہ) پھر درود پڑھے تو حق سبحانہ تعالی اس کھیت کو آفات سے بچا دیگا اور اسمیں برکت کریگا اور جب کھیت پختہ ہو تو مستحب مؤکد یہ ہے کہ کیل یا وزن کرنے والا طہارت کرکے قبلہ رخ بیٹھے اور نہیں تو برکت نہ ہوگی پھر جب کیل یا وزن کر چکے تو دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے (یا رب القیت بذرا قلیلا واعطیتنی شیئا کثیرا فاجعلہا قوت طاعۃ ولا تجعلہا قوت معصیۃ واجعلنی من الشاکرین) اور اسی طرح درخت لگانے میں کرنا چاہیے

کذا فی الطحطاوی بتصرف واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الذبائح

یہ کتاب ہے حیوانات مذبوحہ کے احکام میں ذبائح جمع ہے ذبیحہ کی مناسبتہا للمزارعۃ کونہما اتلافا فی الحال للانتفاع بالنبات واللحم فی المآل مناسبت کتاب الذبائح

کی کتاب المزارعۃ سے ہونا دونوں کا اتلاف فی الحال اور نفع حاصل کرنا باتات اور گوشت سے انجام کار ہیں ہم مناسب یہ تھا کہ شارح ذبائح اور مساقاۃ میں مناسبت مذکور کرتا اسواسطے کہ ذبائح مساقات کے بعد مذکور ہے نہ مزارعت کے بعد تو وجہ مناسبت یوں کہنا حق ہے کہ مساقاۃ اور ذبائح ہر ایک میں نفع ہے آسان مذکور ہے مساقاۃ میں پھل اور ذبائح میں گوشت کذا فی الحموی الذبیحۃ اسم ما یذبح کالذبح بالکسر واما بالفتح فقطع الاوداج ذبیحہ اُس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جاے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے حرم حیوان من شانہ الذبح خرج السمک والجراد فیحلان بلا ذکاۃ ودخل المتردیۃ والنطیحۃ وکل ما لم یدرک ذکاۃ شرعیا اختیاریا کان او اضطراریا جو جانور کہ شرعا لائق اور قابل ذبح ہے وہ حرام ہے جبتک ذبح نہ کیا جاے بطریق ذبح شرعی کے خواہ ذبح اختیاری ہو خواہ اضطراری شارح نے کہا لیاقت ذبح کی قید سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی تو وہ دونوں حلال ہیں بدون ذبح کے اور حرمت میں داخل ہوا وہ جانور جو اونچے پر سے گر کے مرگیا اور جو جانور سینگ وغیرہ کا زخم کھا کر مرگیا اور جو حیوان کہ ذبح نہ کیا گیا امام حلبی نے کہا کہ شارح نے جو متن کی عبارت میں تصرف کیا سو تصرف فاسد ہے کہ متن قید نہ رہا تعریف میں انتہی لہذا مترجم نے عبارت متن کا ترجمہ مقدم جانا وذکاۃ الضرورۃ جرح وطعن وانہار دم فی ای موضع وقع من البدن اور ضرورت کا ذبح زخمی کرنا اور کوچنا اور خون کا بہانا ہے بدن میں سے جہاں کہیں زخم واقع ہو ہم کوچنا اور خون بہانا بدون زخم کے نہیں ہوتا تو طعن اور انہار دم کی کچھ حاجت نہ تھی وذکاۃ الاختیار ذبح بین الحلق واللبۃ بالفتح المنحر من الصدر اور ذبح اختیاری ذبح کرنا ہے درمیان حلق اور لبہ کے لبہ بفتح لام وتشدید با نحر کرنے کا مقام ہے سینہ سے ہم واضح تر زیلعی کا قول ہے کہ ذبح اختیاری زخم لگانا ہے درمیان لبہ اور لحیین کے اتقانی نے کہا کہ لبہ سر سینہ ہے اور لحیان ذقن ہے اور مصباح میں ہے لبہ نحر موضع ہے اسکے نحر کرنے کا فارابی نے کہا کہ لبہ عبارت ہے نحر سے اور نحر موضع ہے نحر کا حلق سے اور موضع قلادہ کا ہے صدر سے کذا فی الطحطاوی وعروقہ الحلقوم کلہ وسطہ او اعلاہ او اسفلہ وہو مجری النفس علی الصحیح اور ذبح کے عروق میں سے ایک حلقوم ہے بالکل خواہ ذبح حلقوم کے درمیان ہو یا اسکے اوپر یا اسکے نیچے اور حلقوم دم کے آنے جانے کی راہ ہے بر قول صحیح جسکو اہل ہند نرخرا کہتے ہیں ہم ہدایہ میں کہا کہ حلقوم مجری ہے طعام اور شراب کا سو کاتب وغیرہ کا سہو ہے بلکہ حلقوم سانس آنے جانے کی راہ ہے کذا فی شرح الوقایۃ طحطاوی لیے کہا صاحب مواہب نے کہا کہ ذبح متعین ہے درمیان حلق اور لبہ کے نیچے گرہ کے کمال باشانی نے کہا کہ ذبح جائز نہیں فوق العقدۃ یعنی گرہ کے اوپر اور بعضوں نے جواز کا فتوی دیا ہے اور زیلعی نے کہا ہمارے علمانے اگرچہ اکثر عروق اربعہ کا قطع شرط کیا ہے سو حلقوم اور مری میں سے ایک کا قطع سب کے نزدیک ضرور ہے اور جبکہ عقدہ حلقوم میں سے جانب سر کچھ باقی نہ رہیگا تو ایک کا بھی قطع حاصل نہ ہوگا تو وہ اکول نہ ہوگا بالاجماع اور اسی طرح شمنی اور ملا علی اور شرنبلالی نے کہا ہے اور فتاوی عالمگیری اور تجنیس اور مزید میں واقعات سے زیلعی کے موافق منقول ہے تو ظاہر زیلعی اور اسکے ساتھیوں کا قول حق ہے بالجملہ احتیاط یہ ہے کہ متفق علیہ پر عمل کرنا چاہیے انتہی مختصرا والمری ہو مجری الطعام والشراب اور منجملہ عروق اربعہ مری ہے جو زبان میں ہے یعنی کھانے اور پینے کی راہ اطبا نے تصریح کی ہے کہ اقصاے فم میں دو منفذ ہیں ایک دم آنے جانے کا منفذ ہے پھیپھڑے کی طرف اسکو قصبۂ ریہ کہتے ہیں اور دوسرا طعام اور شراب کا منفذ ہے معدہ کی طرف اسکو مری بولتے ہیں اور حلقوم اور قصبۂ ریہ سامنے ہے اور مری اسکے پیچھے ہے پشت کی طرف والودجان مجری الدم اور منجملہ عروق اربعہ ودجان ہیں جنمیں خون بھرا رہتا ہے جنکو شہرگ بولتے ہیں ہم دونوں رگیں حلقوم اور مری کے چپ و راست واقع ہیں یہ چاروں عروق ذبح کیواسطے اسلیے متعین ہوئیں کہ دونوں شہرگ کا قطع خون نکل جانے کے واسطے ہے اور حلقوم اور مری کا قطع تعجیل کے واسطے ہے یعنی تا کہ جان جلد نکل جاوے کذا فی الطحطاوی وحل المذبوح بقطع ای ثلث منہا اذ للاکثر حکم الکل اور حیوان مذبوح حلال ہو جاتا ہے عروق اربعہ میں سے تین رگوں کے کٹ جانے سے کوئی کیوں نہو اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے یعنی اکثر کل کے برابر ہے ہم تین رگوں کا قطع ضرور ہے خواہ حلقوم اور مری اور ایک شہرگ خواہ حلقوم اور دو شہرگ خواہ مری اور دو شہرگ وہل یکفی قطع اکثر کل منہا خلاف اور کیا کفایت کرتا ہے کل عروق اربعہ میں سے ہر رگ کے اکثر کا قطع ہونا اسمیں خلاف ہے ہم شلبی نے حاشیہ میں کہا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک عروق اربعہ میں سے کوئی تین رگیں جبکہ قطع ہو جاویں تو ذبیحہ حلال ہے اور ابو یوسف سے تین روایتیں ہیں ایک تو یہی روایت ہے کہ مذکور ہو چکی دوسری روایت یہ ہے کہ حلقوم اور دو رگوں کا قطع کرنا شرط ہے

تیسری روایت یہ ہے کہ قطع حلقوم اور مری اور ایک شہرگ کا شرط ہے اور محمد کے نزدیک عروق اربعہ میں سے ہر رگ کا اکثر کٹ جانا ضروری ہے یعنی اگر ہر رگ کا حصہ قطع ہوجائے اور ایک حصہ قطع سے باقی رہے تو ذبیحہ حلال ہے کذا فی الطحطاوی وحل الذبح بکل ما افری الاوداج اراد بالاوداج کل اربعۃ تغلیبا وانہر الدم ای اسال

لو بنار او لیطۃ ای قشر قصب او مروۃ ای حجر ابیض کالسکین یذبح بہا اور ذبح کرنا حلال ہے ہر ایک تیز چیز سے جو اوداج کو کاٹ دے اور خون کو بہا دے اگرچہ قطع اور خونریزی آگ سے ہو یا بانس یا نرکل کے پوست سے یا دھار دار پتھر سے شارح نے کہا مصنف نے اوداج سے چاروں رگوں کا ارادہ کیا باعتبار تغلیب کے اور مروہ وہ سفید پتھر چھری کے مانند ہے جس سے ذبح کرتے ہیں م شلبی نے حاشیہ میں کہا ایک غریب مسئلہ ہے کہ اتقانی نے ہدایہ کی کتاب الجنایات میں ذکر کیا ہے کہ آگ سے ذکاۃ یعنی ذبح ہوسکتا ہے اگر آگ رکھی جائے موضع ذبح پر اور حلقوم اور دونوں شہرگ کو قطع کردے تو اسکا کھانا حلال ہے اسکو قدوری نے اپنی شرح میں مذکور کیا ہے انتہی اور اسکے خلاصہ حاشیہ بر زیلعی مذکور ہے کہ یہ روایت اصول شمس الائمہ اور اصول فخر الاسلام کے مخالف ہے کہ ذکاۃ آگ سے نہیں واقع ہوتی کذا فی الطحطاوی الا سنا وظفرا قائمین یعنی مگر جمے ہوئے دانت اور جمے ناخن سے ذبح کرنا حلال نہیں و لو کانا منزوعین حل عندنا مع الکراہۃ لما فیہ من الضرر بالحیوان کذبحہ بشفرۃ کلیلۃ اور اگر دانت اور ناخن منزوع ہوں یعنی علیحدہ اور جدا ہوں منہ اور انگلی سے تو ہم حنفیوں کے نزدیک انسے ذبح کرنا حلال ہے کراہت کے ساتھ اسواسطے کہ اسمیں ضرر یعنی حیوان کو تکلیف ہے جیسے جانور کو ذبح کرنا کند چھری سے مکروہ ہے اور امام شافعی کے نزدیک دانت اور ناخن سے ذبح کرنا حرام ہے کیونکہ حدیث میں منع وارد ہے کہ وہ حبشیوں کی چھریاں ہیں یعنی حبشی لوگ جانور کو دانت اور ناخن سے ذبح کرتے ہیں اور حنفیوں کے نزدیک یہ حدیث غیر منزوع پر محمول ہے کہ حبشیوں سے یہی صادر ہوتا ہے طحطاوی نے کہا کہ ظاہر اس حدیث سے کراہت تحریمی مراد ہے چنانچہ تعلیل کراہت اسپر دلالت کرتی ہے وندب احداد شفرتہ قبل الاضجاع وکرہ بعدہ کالجر برجلہا الی المذبح اور مستحب ہے تیز کرلینا چھری کا مذبوح کے لٹانے سے پہلے اور تیز کرنا لٹانے کے بعد مکروہ ہے جسطرح اسکا پاؤں پکڑ کے کھینچنا مذبح کی طرف مکروہ ہے م حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالی نے احسان کو ہر چیز پر فرض کیا ہے تو جب قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور چاہیے کہ تیز کرے اپنی چھری کو اور آرام دے اپنے ذبیحہ کو وذبحہا من قفاہا ان بقیت حتی تقطع العروق والا لم تحل لموتہا بلا ذکاۃ اور مکروہ ہے جانور کا ذبح کرنا اسکی گردن کے پیچھے سے اگر وہ زندہ رہے رگوں کے کٹ جانے تک اور اگر اسقدر زندہ نہ رہے تو اسکا کھانا حلال نہیں بدون ذبح کے مرجانے سے م وجہ کراہت مخالفت سنت کی ہے اور اسواسطے کہ اسمیں بلا حاجت زیادہ تکلیف رسانی ہے والنخع بفتح فسکون بلوغ السکین النخاع وہو عرق ابیض فی جوف عظم الرقبۃ اور مکروہ ہے ذبح شدید یہاں تک کہ حرام مغز تک چھری پہونچ جائے شارح نے کہا النخع بفتح نون وسکون خاء معجمہ پہونچنا چھری کا نخاع تک ہے اور نخاع سفید رگ ہے گردن کی ہڈی کے اندر م نخاع بالکسر اور فتحہ اور ضمہ بھی لغت میں درست ہے حرام مغز کو کہتے ہیں جو گردن اور پیٹھ کی کڑیوں میں دنبالہ کے مانند واقع ہے طحطاوی نے کہا بعضوں نے کہا النخع یہ ہے کہ گردن کو کھینچے تا ذبح کا مکان ظاہر ہوا اور بعضوں نے کہا کہ نخع گردن کا توڑنا ہے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اور یہ سب افعال مکروہ ہیں کہ بلا فائدہ تعذیب ہے چنانچہ زیلعی میں ہے وکرہ کل تعذیب بلا فائدۃ مثل قطع الراس والسلخ قبل ان تبرد ای تسکن من الاضطراب

وہو تفسیر باللازم کما لا یخفی اور بدون فائدہ کے ہر تعذیب اور تکلیف رسانی مکروہ ہے چنانچہ سر کا کاٹنا اور کھال کا ادھیڑنا ٹھنڈے ہوجانے سے پہلے یعنی سکون من الاضطراب کے پیشتر اور وہ تفسیر باللازم ہے چنانچہ مخفی نہیں یعنی برودت کو سکون عن الاضطراب لازم ہے بدون عکس اسواسطے کہ گاہے سکون عن الاضطراب ہوتا ہے اور برودت اس سے متاخر ہوتی ہے اور منجملہ تعذیب بے فائدہ سے یہ ہے کہ ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا کذا فی الطحطاوی وکرہ ترک التوجہ الی القبلۃ لمخالفۃ السنۃ اور مکروہ ہے ذبح کے وقت قبلہ رخ نہونا بسبب مخالفت سنت کے وشرط کون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان کان صیدا فصید الحرم لا تحلہ الذکاۃ فی الحرم مطلقا اور شرط ہے ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا اور محرم نہ ہونا اور حرم مکہ معظمہ سے باہر ہونا غیر محرم اور خارج حرم ہونا اسوقت شرط ہے جبکہ ذبیحہ وحشی شکار ہو تو وحشی شکار کو حرم شریف میں ذبح کرنا مطلقا حلال نہیں کرتا خواہ ذبح محرم ہو یا حلال ہو پس اگر محرم ہو اور غیر شکار کو حلال کرے تو وہ حلال ہے او کتابیا ذمیا او حربیا الا اذا سمع منہ عند الذبح ذکر المسیح یا شرط ہے ذبح کا اہل کتاب ہونا خواہ ذمی ہو یا حربی ہو

جبکہ اُس سے ذبح کے وقت مسیح علیہ السلام کا ذکر سُنا جاے تو ذبیحہ حلال نہین م یہود اور نصاری کا ذبیحہ اسواسطے حلال ہی کہ وہ توحید کے مدعی ہین اور
اصل اسمین یہ آیت قرآنی ہی وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم یعنی اہل کتاب کا طعام تمہارے واسطے حلال ہی اور طعام سے مراد وہ طعام ہی جسکو وہ ذبح کرین اور
جس طعام کو ذبح لاحق نہین ہوتا اُسمین اہل کتاب اور مجوسی برابر ہین چنانچہ مچھلی کذا فی الدرر فتاوی عالمگیری مین ہی کتابی کا ذبیحہ اُسوقت کھایا جاے جبکہ ذبح
کے وقت مسلم وہان موجود نہ ہو اور کتابی سے کچھ سُنا نہ ہو یا ذبح کے وقت اُس سے فقط اللہ تعالی کا نام سُنا ہو اور جبکہ کچھ نہ سُنا ہو تو اسپر محمول ہی کہ اُسنے خدا کا نام لیا ہوگا
باعتبار حسن ظن کے مسلم کے مانند اور جبکہ اُس سے اللہ تعالی کا نام سُنا اور اُسنے اللہ تعالی سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا علمانے کہا ہی کہ ذبیحہ ماکول ہی مگر جبکہ وہ
تصریح کرے اسطرح کہ بسم اللہ الذی ہو ثالث ثلثة یعنی وہ اللہ جو تیسرا ہی تین کا تو اب ذبیحہ حلال نہین انتہی **فتحل ذبیحتہما ولو الذابح مجنونا او امرأة او صبیا یعقل**
التسمیة والذبح ویقدر تو حلال ہی ذبیحہ مسلمان اور کتابی کا اگرچہ ذبح کرنے والا دیوانہ یا عورت یا ایسا لڑکا ہو جو اللہ تعالے کے نام کو اور ذبح کرنے کو بوجھتا سمجھتا ہو
اور ذبح کرسکتا ہو م یعنی صغیر اتنا جانتا ہو کہ ذبیحہ اُسوقت حلال ہوتا ہی جبکہ اُسپر خدا کا نام لیا جاے اور دیوانہ اور صغیر جبکہ نام خدا کو سمجھتے ہون اور ذبح کرنا
جانتے ہون اور اُسپر قادر ہون تو وہ عاقل بالغ کے مانند ہین کذا فی الدرر منح الغفار مین ہی کہ اگر مجنون اور صغیر ایسے ہون کہ تعقل اور ضبط تسمیہ نکرین تو اُنکا ذبیحہ حلال
نہین طحطاوی نے کہا عورت کا ذبیحہ ہرطرح حلال ہی خواہ اُسوقت وہ حائض ہو یا نفاس والی یا جنب **او اقلف او اخرس** ذبیحہ مسلم اور کتابی کا حلال ہی اگرچہ اُسکا
ختنہ نہ ہوا ہو یا کہ وہ گونگا ہو گونگا زبان سے نام خدا لینے سے عاجز ہی تو وہ معذور ہی اور اُسکا دین قائم مقام نام لینے کے ہی تو وہ ناسی کے مانند ہوا یعنی جو ذابح
کہ ذبح کے وقت نام خدا لینا بھول جاے بلکہ گونگا ناسی سے زیادہ تر معذور ہی کذا فی المنح **لا تحل ذبیحة غیر کتابی من وثنی ومجوسی ومرتد وجنی** حلال نہین ذبیحہ
غیر کتابی کا منجملہ بت پرست اور مجوسی آتش پرست اور مرتد اور جنی کے یعنی دیو پری م جن کا ذبیحہ اسواسطے حلال نہوا کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذبائح
الجن یعنی حضرت نے منع فرمایا ذبائح جن سے چنانچہ اشباہ مین ہی ملتقط سے اور ظاہر المحل اسکا وہ ہی جبکہ جن آدمی کی صورت پکڑکے ذبح نہ کرے اور اگر آدمی کی صورت
پر ہوکر ذبح کرے تو بنظر ظاہر صورت کے اُسکا ذبیحہ حلال ہو اُسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی **وجبری لو ابوه سنیا ولو ابوه جبریا حلت اشباہ لانہ صار**
کمرتد قنیہ اور حلال نہین ذبیحہ جبری مذہب کا اگر اُسکا باپ سنی ہو اور اگر اُسکا باپ بھی جبری ہو تو ذبیحہ حلال ہی کذا فی الاشباہ اسواسطے کہ سنی کے فرزند نے جب جبری مذہب
اختیار کیا اہل سنت و جماعت کو چھوڑکر تو وہ مرتد کے مانند ہوگیا کذا فی القنیہ م مصنف نے منح الغفار مین کہا اور فوائد زینیہ مین ہی کہ جائز نہین ذبیحہ جبری کا اگر اُسکا باپ
سنی ہو اور اگر جبری ہو تو حلت ہی مین کہتا ہون اور ظاہر اصاحب فوائد زینیہ نے جو مصنف ہی اشباہ کا یہ قول قنیہ سے لیا ہی اور قنیہ کی عبارت کا ترجمہ یہ ہی کہ
ابوعلی سے منقول ہی کہ ذبیحہ مجبرہ کا اگر اُسکے آبا و اجداد مجبرہ ہون تو وہ ذمیون کے مانند ہین اور اگر اُنکے باپ اہل عدل سے ہون تو حلال نہین اسواسطے کہ وہ بمنزلہ
مرتدین کے ہین انتہی ما فی القنیہ مین کہتا ہون اور صاحب قنیہ کی مراد ابوعلی سے ابوعلی جبائی ہی جو فرقہ معتزلہ کا رئیس ہی اور مجبرہ سے اہل سنت وجماعت مراد
ہین اسواسطے کہ معتزلہ اہل سنت کو مجبرہ کہتے ہین چنانچہ بیہقی حنبلی معتزلی کے کلام سے یہ ظاہر ہی اور اہل عدل سے مراد معتزلہ ہین اُنکے گمان مین چنانچہ علم کلام مین مذکور
ہی تو صاحب فوائد نے مجبرہ کو جبرہ سے بدل ڈالا انتہی ما فی المنح اور زیادہ ہر الجواہر حاشیہ اشباہ مین ہی اور ظاہر امصنف یعنی صاحب اشباہ نے جبریہ اور مجبرہ کے
فرق کی طرف التفات نہین کیا اور جبریہ اہل ہوے اور اہل بدعت ہین اور عقیدہ اُنکا یہ ہی کہ بدون استطاعت اور قدرت افعال کی اصلا نہین اور
تمام خلق اپنے افعال مین مجبور ہین انتہی اور اہل بدعت کی تکفیر مین علماء سلف اور خلف مین اسکا اختلاف ہی اور اُسمین شک نہین کہ جسکا مذہب اور بدعت
مؤدی الی الکفر ہو اور وہ تاویل نکرتا ہو تو وہ بالاتفاق کافر ہی اور جسکا مذہب بطریق تاویل کے ہو اور اجتہاد اور خطا باعث بدعت کی ہو تو اُسکے تکفیر
مین اختلاف ہی بعضے علما تمام اہل بدعت کو کافر کہتے ہین اور یہ قول ہی اکثر سلف کا فقہا اور متکلمین سے اور بعضون نے اُنکو جماعت مسلمین سے
نہین نکالا ہی اور یہ اکثر فقہا اور متکلمین ہین سو اُنھون نے کہا ہی کہ وہ عاصی گمراہ ہین اُنپر احکام اسلام کے جاری ہین اور مسلمین سے میراث پاوینگے

ابن ہمام نے شرح ہدایہ میں کہا ان اکثر اہل مذہب انکو کافر کہتے ہیں لیکن یہ کلام فقہاء مجتہدین کا نہیں اور غیر فقہا کا کلام معتبر نہیں اور مجتہدین سے
عدم تکفیر منقول ہے انتہی ما فی مبین المحارم تو اس منقول سے ظاہر ہوا کہ جبریہ مومن ناجی ہیں اور ایمان کے احکام سے حلت ذبیحہ ہے خواہ اُسکا باپ سُنّی ہو
یا جبری شارح کو مناسب نہ تھا یہ مسئلہ ذکر کرنا اور بدون رد کرنے کے اُسکو چھوڑ دینا باوجودیکہ یہ مبنی ہے عقیدہ فاسدہ پر کذا فی الطحطاوی مختصراً بخلاف یہودی
او مجوسی تنصر لانه یقر علی ما انتقل الیه عندنا فیعتبر ذلک عند الذبح حتی لو تمجس یہودی لا یحل ذکاته برخلاف اُس یہودی اور مجوسی کے جو نصرانی ہو گیا کہ
اُسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ وہ ثابت رکھا جاوے گا ہمارے نزدیک اسی ملت نصرانیت پر جسکی طرف اُسنے انتقال کیا یعنی اسواسطے کہ تمام کفر ایک ہی
ملت ہے تو وہی ملت معتبر ہوگی ذبح کے وقت تو اگر یہودی مجوسی ہوجاوے تو اسکا ذبح حلال نہ ہوگا والمتولد بین مشرک وکتابی ککتابی لانه اخف اور جو لڑکا پیدا
ہو اور میان مشرک اور کتابی کے تو وہ کتابی کے مانند ہے یعنی اسکا ذبیحہ حلال ہے اسواسطے کہ کتابی سبکتر ہے یعنی مشرک سے اُسکی بدی کمتر ہے وتارک تسمیة عمداً
خلافاً للشافعی اور حلال نہیں ذبیحہ اُسکا جو نام خدا قصداً ترک کرے ذبح کے وقت برخلاف امام شافعی کے کہ بقوله تعالی ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم الله علیه یعنی
حق تعالی نے فرمایا کہ نہ کھاؤ اُسکو جس پر الله کا نام مذکور نہوا اور امام شافعی سے پہلے اسکی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا تو اگر قاضی ذبیحہ متروک التسمیہ عمداً کے جواز بیع کا
حکم دے تو حکم اُسکا نافذ نہ ہوگا اسواسطے کہ مخالف اجماع کے ہے فان ترکها ناسیا حل خلافاً لمالک پھر اگر نام خدا بھول کر ترک کیا تو ذبیحہ حلال ہے برخلاف امام مالک
یعنی انکے نزدیک عمداً اور نسیاناً ترک تسمیہ سے حلت نہیں ہوتی اور ہماری دلیل یہ ہے کہ شارع نے ناسی کو ذاکر کے مانند قرار دیا ہے مذہب تو دین کا قائم مقام ذکر کے کر دیا جیسا
آکل ناسیا کو قائم مقام امساک کے کر دیا صوم میں اسی سبب سے وان ذکر مع اسمه تعالی غیره فان وصل بلا عطف کره کقوله بسم الله اللهم تقبل من فلان او
منی ومنه بسم الله محمد رسول الله بالرفع لعدم العطف فیکون مبتدأ لکن یکره للوصل صورة ولو بالجر او النصب حرم درر اور اگر الله تعالی کے نام کے ساتھ اُسکے غیر کو
ذکر کرے تو اگر غیر خدا کو ملادے بدون عطف کے تو مکروہ ہے چنانچہ یون کہنا بسم الله اللهم تقبل من فلان او منی یعنی قبول کر فلانے شخص کی طرف سے یا میری طرف سے
اور وصل بلا عطف سے ہے یون کہنا بسم الله محمد رسول الله برفع دال محمد عطف نہ ہونے کے سبب سے تو ذابح شروع کرنے والا کلام کا ہے کذا فی الطحطاوی یا محمد کا لفظ
مبتدا ہے یعنی توحید الکلام ٹھہرا لیکن مکروہ ہے وصل ظاہری کے سبب سے اور اگر دال کو زیر یا زبر دے تو ذبیحہ حرام ہوگا کذا فی الدرر عن غایة البیان ثم حموی نے
نوازل سے منقول ہے کہ دال کے زبر دینے سے ذبیحہ حرام ہوگا اور فتاوی عالمگیری میں نہایہ سے منقول ہے کہ رفع نصب جر تینوں صورتون میں ذبیحہ حلال ہے
اسواسطے کہ رسول علیه السلام مذکور ہے بدون عطف کے کذا فی الطحطاوی قیل ہذا ان عرف النحو بعضوں نے کہا یہ یعنی رفع دال سے مکروہ ہونا اور جر اور نصب سے
حرام ہونا موقوف ہے جبکہ ذابح علم نحو کو جانتا ہو والاوجه ان لا یعتبر الاعراب بل یحرم مطلقا بالعطف لعدم العرف زیلعی کما افاده بقوله اور قول وجیہ تر یہ ہے
کہ اعراب کا اعتبار نہ کیا جاوے بلکہ ذبیحہ حرام ہوگا مطلقاً خواہ نحو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو بسبب عطف کرنے کے عدم عرف کی جہت سے کذا فی الزیلعی چنانچہ
مصنف نے اُسکو قول آئندہ میں بیان کیا ہے ثم شلبی نے حاشیہ زیلعی میں کہا کہ میری دیکھی زیلعی کے سب نسخون میں یہی عبارت ہے اور وہ غیر ظاہر ہے
اسواسطے کہ یہان عدم عطف میں کلام ہے تو یون کہنا ظاہر ہے بل لا یحرم مطلقا دون العطف یعنی بلکہ حرام نہیں مطلقاً بدون عطف کے اور موید اس کلام کا وہ
ہے جو ہم نے فتاوی عالمگیری سے عن النہایہ نقل کیا کذا فی الطحطاوی وان عطف حرمت نحو بسم الله واسم فلان او فلان اور اگر ذابح نے
خدا کے نام کے ساتھ غیر خدا کو ذکر کیا بطریق عطف کے تو ذبیحہ حرام ہوگا چنانچہ یون کہنا بسم الله واسم فلان یا یون کہنا بسم الله وفلان یعنی خواہ لفظ
اسم کو اسم پر عطف کرے خواہ غیر خدا کو لفظ خدا پر عطف کرے دونون صورتون میں حرمت ثابت ہے لانه اهل به لغیر الله قال علیه الصلوة والسلام موطنان
لا ذکر فیهما عند العطاس وعند الذبح غیر خدا کے ذکر کرنے سے بطریق عطف کے اسواسطے ذبیحہ حرام ہوا کہ اسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا یعنی اور حالانکہ
قرآن مجید میں اس ذبیحہ کھانے کا حکم نہیں رسول علیه الصلوة والسلام نے فرمایا دو مکان ہیں جنمین مجکو ذکر کرنا نہ چاہیے ایک تو چھینکنے کے وقت

اور دوسر سے ذبح کرنے کے وقت **فان فصل صورة ومعنى كالدعاء قبل التسمية او بعد الذبح لا باس به لعدم القران اصلا وكذا الدعاء قبل الاضجاع**
پھر اگر ذابح نے ذکر غیر خدا کو نام خدا سے علیحدہ اور جدا ذکر کیا باعتبار صورت اور معنی کے چنانچہ دعا کرنا ذبیحہ کے گرانے اور لٹانے سے پہلے اور دعا کرنا بسم اللہ
کہنے سے پہلے یا دعا کرنا ذبح کرنے کے بعد تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ اسمیں غیر خدا کا اصلا اتصال نہیں نہ ظاہر میں نہ حقیقت میں ہم بلکہ دعا کرنا قبل
ذبح کے مسنون ہے اسواسطے کہ ابوداؤد اور ترمذی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی مینڈھے ذبح کیے
سو انکو جب قبلہ رخ گرایا تو یہ دعا کی انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض علی ملة ابراہیم حنیفا وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی
للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذلک امرت وانا من المسلمین اللہم منک ولک والیک اللہم عن محمد وامتہ بسم اللہ واللہ اکبر پھر حضرت نے ذبح کیا اور
دوسری روایت جابر سے ترمذی میں یوں ہے کہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر اللہم ہذا عنی وعمن لم یضح من امتی ۱۲
والشرط فی التسمية هو الذكر الخالص عن شوب الدعاء وغيره فلا يحل بقوله اللهم اغفر لی لانه دعاء وسوال بخلاف الحمد لله او سبحان الله مريدا به التسمية فانه
یحل اور تسمیہ یعنی نام خدا لینے میں شرط یہ ہے کہ ذکر خالص ہو دعا وغیرہ کے اختلاط سے تو ذبیحہ حلال نہیں فقط یوں کہنے سے اللہم اغفر لی یعنی الٰہی مجھکو بخش اسواسطے کہ یہ دعا
اور سوال ہے تو خالص ذکر نہ ہوا برخلاف الحمد للہ اور سبحان اللہ کہنے کے جبکہ ذابح اس قول سے تسمیہ کا ارادہ کرے تو ذبیحہ حلال ہوگا **ولو عطس عند الذبح فقال الحمد لله**
لا يحل فی الاصح لعدم قصد التسمية اور اگر ذابح کو چھینک آئی ذبح کے وقت سو اسنے الحمد للہ کہا تو ذبیحہ حلال نہوگا قول صحیح ترین میں بسبب عدم قصد تسمیہ کے
م اسواسطے کہ عاطس الحمد للہ سے شکر نعمت کا ارادہ کرتا ہے نہ تسمیہ کا **بخلاف الخطبة حيث يجزيه قلت ينبغی حمله علی ما اذا نوى والا لا ليوفق بينه وبين ما مر فی الجمعة فتامل**
برخلاف خطبہ کے کہ وہاں اگر خطیب چھینکے اور الحمد للہ کہے تو یہ کہنا ثبوت خطبہ کے واسطے کفایت کرتا ہے میں کہتا ہوں کہ اسکا حمل کرنا اس صورت پر لائق ہے
جبکہ خطیب الحمد للہ سے خطبہ کا ارادہ کرے اور اگر ارادہ نکریگا تو خطبہ ادا نہوگا یہ اسواسطے قید لگائی تا کہ موافقت ہو جاسے اسمیں اور اسمیں جو مذکور ہو چکا ہے
میں سو تامل کر م مصنف نے جمعہ میں کہا کہ اگر خطیب نے چھینک کیواسطے الحمد للہ کہا تو قائم مقام خطبہ کے نہوگا انتہی دلوالجی نے کہا کہ اگر تسمیہ کے مقام پر الحمد للہ یا سبحان اللہ
کہا اور تسمیہ کا ارادہ کیا تو کفایت کرتا ہے اور اگر تحمید کا قصد کیا اور تسمیہ کا ارادہ نہ کیا تو ذبیحہ حلال نہوگا اور اسی طرح اگر اللہ اکبر کہا اور تسمیہ کا قصد نکیا اسواسطے کہ
یہ الفاظ باب تسمیہ میں صریح نہیں ہیں صریح تو فقط بسم اللہ ہے تو یہ الفاظ کنایہ ٹھہرے اور کنایہ قائم مقام صریح کے نہیں ہوتا مگر نیت سے چنانچہ باب الطلاق میں مصرح
ہے کذا فی الطحطاوی **والمستحب ان يقول بسم الله الله اكبر بلا واو وكره بها لانه يقطع فور التسمية كما عزاه الزيلعی للحلوانی وقال قبله والمتداول المنقول**
عن النبی صلی الله عليه وسلم بالواو اور ذبح کے وقت یوں کہنا مستحب ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر بدون واو کے اور واو کے ساتھ یوں کہنا کہ بسم اللہ واللہ اکبر مکروہ ہے اسلیے
کہ فوریت تسمیہ کا قاطع ہے چنانچہ نسبت کیا ہے زیلعی نے اس قول کو شمس الائمہ حلوانی کی طرف اور زیلعی نے اس سے پہلے کہا کہ مشہور اور معمول اور منقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے واو کے ساتھ ہے م اگر واو سے قطع فوریت ہوتی تو لازم آتا ہے کہ ذبیحہ مردار ہو جاسے اور وہ وجوب حذف واو کا مقتضی ہے نہ استحباب کا مگر یہ کہ فور مقارب پر حمل
کیجیے علاوہ یہ ہے کہ زیادت واو قاطع فوریت نہیں فتاوی عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ تسمیہ کا وقت ذکاۃ اختیاری میں ذبح کا وقت ہے تقدیم تسمیہ ذبح پر جائز
نہیں مگر زمان قلیل جس سے بچنا ممکن نہیں اور جسطرح حدیث میں واو منقول ہے اسی طرح علی مرتضی اور ابن عباس سے بھی واو منقول ہے بقالی نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ کہے
بسم اللہ واللہ اکبر واو کے ساتھ کذا فی الطحطاوی **فلو سمی ولم تحضره النية صح بخلاف ما لو قصد بها التبرك فی ابتداء الفعل او نوى بها امرا آخر فانه لا يصح فلا يحل**
اگر ذابح بسم اللہ زبان سے بولا اور تسمیہ کی نیت حاضر نہ ہوئی تو تسمیہ صحیح ہے برخلاف اسکے اگر اسنے تسمیہ سے برکت لینے کا قصد کیا شروع فعل میں یا تسمیہ سے اور کسی امر کا ارادہ کیا
سوا سے ذبح کے تو تسمیہ صحیح نہیں تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا م در صورت عدم نیت اسواسطے صحت ہوئی کہ ذابح کو جسکا امر ہوا تھا اسکو سر انجام لایا یعنی لفظ صریح نیت کا
محتاج نہیں اور در صورت قصد تبرک یا نیت امر آخر اسواسطے حلت نہیں کہ اسنے غیر مامور کی نیت کی چنانچہ خانیہ میں ہے تنبیہ اگر ذابح بسم اللہ بولا اور اسنے ہاے ہوز کو

ظاہر نہ کیا اگر ذکر اللہ کا ارادہ کیا تو حلال ہے اور اگر ذکر اللہ کا قصد نہ کیا اور اسکو قصداً ترک کیا تو حلال نہیں کذا فی الطحطاوی ولو قال الله اكبر واراد به التكبير
وانه لا يصير شارعا في الصلوة بزازیہ چنانچہ اگر کسی نے اللہ اکبر کہا اور اس سے موذن کی متابعت کا ارادہ کیا نہ دخول فی الصلوة کا تو وہ اس تکبیر سے شروع
کرنے والا نماز کا نہ ہوگا کذا فی البزازیہ وفیہا وتشترط التسمیۃ من الذابح حالۃ الذبح او الرمی لصید او الارسال او حالۃ وضع الحدید لحمار الوحش اذا لم يقعد عن طلبه كما سيجیٔ
اور بزازیہ میں ہے اور شرط ہے بسم اللہ کہنا ذابح سے ذبح کی حالت میں یا شکار کے واسطے تیر مارنے کی حالت میں یا باز یا شکاری کتے چھوڑنے کی حالت میں یا لوہا رکھنے
کی حالت میں گورخر کے شکار کیواسطے بشرطیکہ شکار کرنے والا نہ بیٹھ رہا ہو اسکی تلاش سے چنانچہ آگے آویگا والمعتبر الذبح عقب التسمیۃ قبل تبدل المجلس حتى لو اضجع
شاتین احدهما فوق الاخرى فذبحهما ذبحة واحدة بتسمية واحدة حلا بخلاف ما لو ذبحهما على التعاقب لان الفعل يتعدد فيتعدد التسمية ذكره الزيلعي في الصيد اور معتبر ہے ذبح کرنا
تسمیہ کے بعد قبل از تبدل مجلس تو اگر لٹایا دو بکریوں کو ایک بکری کو دوسری بکری پر پھر دونوں کو ذبح کیا ایک ہی بار کے ذبح کرنے سے ایک ہی بار بسم اللہ کہنے سے
تو دونوں حلال ہیں برخلاف اسکے اگر دونوں کو علی التعاقب ذبح کیا یعنی پہلے ایک ذبح کی پھر دوسری اور تسمیہ ایک ہی بار کہا تو دوسری بکری حلال نہوگی اسواسطے کہ
فعل یعنی ذبح متعدد ہوا تو تسمیہ کا بھی تعدد لازم ہوا ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے کتاب الصید میں فلو سمى الذابح ثم اشتغل بالاكل او الشرب ثم ذبح ان طال وقطع الفور حرم والا لا وحد الكثير ما
يستكثره الناظر واذا حد الشفرة ينقطع الفور بزازیہ اور اگر ذبح کرنے والا بسم اللہ بولا پھر کھانے یا پینے میں مشغول ہو گیا پھر اسنے ذبح کیا اگر زمانہ دراز ہو گیا اور فوریت قطع
ہو گئی تو ذبیحہ حرام ہو گیا اور نہیں تو حرام نہیں ہوا اور طول کی حد وہ ہے جسکو دیکھنے والا زیادہ اور کثیر جانے اور جبکہ ذابح نے تسمیہ کیا اور چھری تیز کی پھر ذبح کیا تو فوریت
منقطع ہو گئی کذا فی البزازیہ طحطاوی نے کہا ان مسائل میں اور مسائل سابقہ میں تحریر کا فرق چاہیے وحب بالنحر الابل في اسفل العنق وكره ذبحها والحكم في غنم
بقر عكسه فندب ذبحها وكره نحرها لترك السنة ومنعه مالك اور مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنی نیزہ مارنا نیچے گردن کے اور مکروہ ہے اسکا ذبح کرنا اور حکم بکری دنبہ اور گائے بیل میں
بالعکس اسکے حکم ہے یعنی انکا ذبح کرنا مستحب ہے اور انکا نحر کرنا مکروہ ہے ترک سنت سے اور امام مالک نے اسکو منع کیا ہے امام زیلعی نے کہا نحر عبارت ہے قطع عروق سے
اسفل عنق میں صدر کے نزدیک اور ذبح عبارت ہے قطع عروق سے اعلائے عنق میں تحت اللحیین انتہی استحباب سے یہاں سنت مراد ہے اسواسطے کہ صاحب ہدایہ نے اسکا [illegible]
نحر ہے بسبب موافقت سنت متواترہ کے تو کچھ مخالفت نہ رہی کنز کی عبارت سے کہ اسنے اسکو سنت کہا ہے فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتیین سے منقول ہے کہ اگر ذبح کیا
جسمیں نحر مستحب ہے یا نحر کیا جسمیں ذبح مستحب ہے تو جائز ہے لیکن ترک سنت ہے اور ابیاری کی شرح کنز میں ہے کہ شترمرغ اور بط اونٹ کے مانند ہے نحر میں اور قاعدہ یہ ہے
کہ جسکی گردن طویل ہے اسکو نحر کرنا چاہیے اور قہستانی میں تحفہ سے منقول ہے کہ آداب ذبح سے یہ ہے کہ جانور کو بائیں کروٹ لٹا دے اور قبلہ رخ ہو اور قدرت میں پاؤں باندھ
اور داہنے ہاتھ سے ذبح کرے اور چھری کی دھار تیز کرے اور چھری چلانے میں حلقوم پر اور ذبح میں نہایت جلدی کرے کذا فی الطحطاوی ولا بد من ذبح صيد مستأنس لان ذكاة
الاضطرار انما يصار اليها عند العجز عن ذكاة الاختيار اور ضرور ہے ذبح کرنا اس وحشی جانور کا جو مانوس ہو گیا اسواسطے کہ ذکاۃ اضطراری کی طرف تو اس صورت میں حاجت
ہوتی ہے جب ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہو وكفى جرح نعم كبقر وغنم توحش فيجرح كصيد وتعذر ذبحه كان تردى في بئر او ند او صال حتى لو قتله المصول عليه
مرید ذکاتہ حل اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا چوپائے جانور کا جو وحشی ہو گیا چنانچہ گائے بیل اور بھیڑ بکری زخمی کیجاوے شکاری جانور کے مانند یا چوپائے
غیر وحشی کا ذبح کرنا متعذر ہو گیا چنانچہ وہ گر گیا کنوئیں میں یا سرکش ہو گیا یا آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اسنے اسکو قتل کیا جسپر اسنے حملہ کیا ذکاۃ کی نیت
سے تو وہ حلال ہے وفي النهاية بقرة تعسرت ولادتها فادخل ربها يده وذبح الولد حل وان جرحه في غير محل الذبح ان لم يقدر على ذبحه حل وان قدر لا اور نہایہ میں ہے
کہ مادہ جانور کا جننا مشکل ہو گیا سو اسکے مالک نے اپنا ہاتھ داخل کرکے بچہ ذبح کر ڈالا تو بچہ حلال ہو گیا اور اگر اسکو زخمی کیا محل ذبح کے سوا اور محل میں تو
اگر قادر نہ ہو سکا اسکے ذبح کرنے پر تو حلال ہے اور اگر قادر تھا ذبح پر تو حلال نہیں قلت ونقل المصنف ان من التعذر ما لو ادرك صيده حيا او شرف ثور على الهلاك
وضيق الوقت على الذبح او لم يجد آلة الذبح فجرحه حل في رواية میں کہتا ہوں اور مصنف نے نقل کیا کہ تعذر ذبح کی صورتوں میں سے ایک صورت یہ ہے کہ اگر

اپنے شکار کو زندہ پایا یا اُسکا بیل قریب الہلاک ہوگیا اور ذبح کی فرصت تنگ ہوگئی یا اُسنے ذبح کرنے کا ہتھیار نہ پایا سو اُسکو زخمی کر دیا تو ایک روایت مین وہ حلال ہوگیا مَین بہتر یہ تھا کہ شارح بجاے فی روایۃ قول کہتا اسواسطے کہ یہ قول ہی بعض مشائخ کا اور بعضون نے کہا کہ اُسکا کھانا حلال نہین بدون قطع عروق کے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین ہی کہ ایک مرغی درخت پر لٹک گئی اور اُسکا مالک اُس تک نہین پہونچ سکتا تو اگر اُسکی فوت اور موت کا خوف نہو اور اُسکو تیر سے مارے تو اُسکا کھانا جائز نہین اور اگر فوت ہوجانیکا ڈر ہو تو اُسکا کھانا جائز ہی اور کبوتر جبکہ مالک کے پاس سے اڑ گیا پھر اُسکے مالک یا اور کسی شخص نے اُسکو تیر مارا تو فقہانے کہا کہ اگر وہ اپنے مکان پر نہ آسکتا ہو تو اُسکا کھانا حلال ہی خواہ تیر ذبح کے مقام پر لگے خواہ اور کہین اسواسطے کہ ذکاۃ اختیاری سے عاجزی ثابت ہوئی اور اگر کبوتر اپنے مکان پر آسکتا ہو تو اگر تیر ذبح کے مقام پر لگیگا تو حلال ہی اور اگر اور مقام پر لگا تو اُسمین اختلاف ہی اور قول صحیح یہ ہی کہ حلال نہین ودفی منظومۃ النسفی ع ان الجنین مفرد بحکمہ + لم یتذک بذکاۃ اُمہ + فحذف المصنف ان اور منظومہ نسفی مین ہی کہ پیٹ کا بچہ مستقل ہی اپنے حکم مین حلال نہین ہوجاتا اپنی ماں کے حلال ہوجانے سے تو مصنف نے ان شرطیہ کا لفظ حذف کیا ام یعنی اگر پیٹ کا بچہ ذبح کیا گیا تو حلال ہی ورنہ حلال نہین اور وہ اپنی ماں کا تابع نہین کہ اُسکے حلال ہونے سے وہ بھی حلال ہوجاے وقالا ان تم خلقہ اکل لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکاۃ الجنین ذکاۃ اُمہ وحملہ الامام علی التشبیہ ای کذکاۃ امہ بدلیل انہ روی بالنصب اور صاحبین نے کہا کہ اگر جنین یعنی پیٹ کے بچہ کی خلقت پوری ہو چکی ہو تو کھایا جاے بدلیل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جنین کی ذکاۃ اُسکی ماں کی ذکاۃ ہی اور امام اعظم نے اس حدیث کو تشبیہ پر محمول کیا ہی یعنی جنین کی ذکاۃ اُسکی ماں کی ذکاۃ کے مانند ہی اس دلیل سے کہ اُسکی روایت نصب سے بھی آئی ہی مع اکمل نے شرح ہدایہ مین کہا کہ ذکاۃ امہ برفع ونصب دونون طرح مروی ہی تو اگر منصوب ہو تو کچھ اشکال نہین اُسکی تشبیہ ہونے مین اور اگر مرفوع ہو تو بھی اشکال نہین اسواسطے کہ وہ قوی تر ہی تشبیہ مین ادل سے کقول الشاعر ع وعیناک عیناہا وجیدک جیدہا کذا فی الطحطاوی ولیس فی ذبح الام اضاعۃ الولد لعدم التیقن بموتہ اور ماں کے ذبح کرنے مین بچہ کا ضائع کرنا نہین ہی کیونکہ اُسکی موت کا تیقن نہین ہی یعنی جنین تام الخلقۃ ماں کے ذبح کرنے سے زندہ بھی رہتا ہی تو اُسکی موت یقینی نہوئی مع یہ بقیہ ہی دلیل امام کا اور جواب ہی اُس سوال مقدر کا کہ اگر بچہ کھانا اُسکی ماں کے ذبح کرنے سے حلال نہو تو اُسکی ماں کا ذبح کرنا جائز نہوا اسواسطے کہ اسمین مال کا ضائع کرنا ہی اور حالانکہ مال ضائع کرنا حدیث مین ممنوع ہی چنانچہ زیلعی مین ہی کذا فی الجلبی ولا تحل ذو ناب یصید بنابہ فخرج نحو البعیر او مخلب یصید بمخلبہ ای ظفرہ فخرج نحو الحمامۃ من سبع بیان لذی ناب والسبع کل مختطف منتہب جارح قاتل عادۃ او طیر بیان لذی مخلب اور حلال نہین نیش والا درندہ جو شکار کرتا ہو اپنے نیش سے یا وہ طائر پنجہ گیر چنگل والا جو شکار کرتا ہو اپنے چنگل یعنی ناخن سے تو شکار نیش کی قید سے اونٹ سا جانور نکل گیا حرمت سے اسواسطے کہ اگر وہ نیش دار ہی لیکن نیش سے شکار نہین کرتا اور شکار چنگل کی قید سے کبوتر سا طائر حرمت سے نکل گیا اسواسطے کہ ہر چند وہ چنگل دار ہی لیکن چنگل سے شکار نہین کرتا ہی شارح نے کہا سبع یعنی درندہ ہر جانور اُچک لیجانے والا غارت گر پھاڑنے والا قاتل بنا بر عادت کے مع حرمت کی دلیل وہ حدیث ہی جو صحیح مسلم وغیرہ مین مروی ہی کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل کل ذی ناب من السباع وکل ذی مخلب من الطیر یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہر نیش دار درندہ اور ہر چنگل دار طائر کے کھانے سے اور بالاجماع سبع ذی ناب سے وہ مراد ہی جو اپنے نیش سے چیر پھاڑ کر شکار کرتا ہو اور ذی مخلب سے بھی وہ مراد ہی جو اپنے چنگل سے شکار کرتا ہو اور وجہ حرمت یہ ہی کہ طبیعت ان حیوانات کی مذموم واقع ہوئی ہی شرعاً تو خوف یہ تھا کہ اُنکے گوشت کھانے سے انھین کی خو بد انسان مین بھی پیدا ہوگی تو بنی آدم کی تکریم کے واسطے حیوانات مذکورہ حرام ہوگئے کذا فی الطحطاوی ولا الحشرات ہی صغار دواب الارض واحدہا حشرۃ اور حلال نہین حشرات یعنی چھوٹے جانور زمین پر چلنے والے اور رینگنے والے جو زمین مین رہتے ہین حشرات جمع ہی حشرۃ بالتحرک کذا فی القاموس مع ہوام اور حشرات الارض جیسے چوہا اور گھونس اور نیولا اور سیہی جو

زمین میں رہتے ہیں حرام ہیں اسواسطے کہ سب خبیث ہیں قال اللہ تعالیٰ ویحرم علیہم الخبائث اور اسواسطے کہ غالباً وہ نجاست خور ہیں کذا فی الطحطاوی
عن الاتقانی والحمر الاہلیۃ بخلاف الوحشیۃ فانہا ولبنہا حلال اور حلال نہیں پالو گدھے برخلاف وحشی گدھوں یعنی گورخر کے کہ وہ اور انکا دودھ حلال ہے اور
گدھا حرام ہے اگرچہ وہ وحشی ہوجائے اور گورخر حلال ہے اگرچہ وہ اہلی اور مانوس ہوجائے اور اسپر پالان باندھا جائے کذا فی العالمگیریہ والبغل الذی امہ
حمارۃ فلو امہ بقرۃ اکل اتفاقا ولو فرسا فکامہ اور وہ خچر حلال نہیں جسکی ماں گدھی ہے تو اگر خچر کی ماں گائے ہو اور باپ اسکا گدھا تو وہ حلال ہے اور اسکا کھانا
بالاتفاق اور اگر خچر کی ماں گھوڑی ہے تو وہ اپنی ماں کے مانند ہے یعنی امام کے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے
کہ جو بچہ مختلف الجنس سے پیدا ہو تو اسکی ماں کا اعتبار ہے اگر ماں حلال ہے تو وہ بھی حلال ہے اگرچہ اسکا باپ حرام ہو اور اگر ماں حرام ہے تو بچہ بھی حرام ہے اگرچہ
باپ اسکا حلال ہو والخیل وعندہما والشافعی تحل وقیل ان ابا حنیفۃ رجع عن حرمتہ قبل موتہ بثلثۃ ایام وعلیہ الفتوی عمادیۃ اور حلال نہیں گھوڑا اور
گھوڑی امام کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ امام ابوحنیفہ نے تین دن اپنی موت سے پہلے اسکی حرمت
سے رجوع کی اور اسکے حلال ہونے کے قائل ہوئے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی العمادیہ ہدایہ میں گھوڑے کی کراہت تحریمی کو اصح کہا ہے اور درر میں بقول
فخر الاسلام اور ابو المعین کے کراہت تنزیہی کو اصح کہا ہے تو درصورت کراہت تنزیہی امام اور صاحبین میں کچھ خلاف باقی نہ رہیگا اسواسطے کہ صاحبین
اگرچہ حلت کے قائل ہیں لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولا باس بلبنہا علی الاوجہ اور گھوڑی کے دودھ میں کچھ مضائقہ نہیں بر قول اوجہ کے
اسواسطے کہ اسکے دودھ پینے میں سامان جہاد کی کمی متصور نہیں بخلاف گوشت حلال کھا جانے کے کذا فی المنح والضبع والثعلب لان لہما نابا وعندہم
یحل اور حلال نہیں بجو اور لومڑی اسواسطے کہ دونوں کچلی دار ہیں اور امام شافعی اور امام مالک اور احمد کے نزدیک وہ حلال ہیں والسلحفاۃ بریۃ وبحریۃ اور حلال نہیں
کچھوا خشکی کا ہو یا دریائی والغراب الابقع الذی یاکل الجیف لانہ ملحق بالخبائث قال المصنف ثم قال والخبیث ما تستخبثہ الطبائع السلیمۃ اور حلال نہیں
ابلق کوا جو مردار کھاتا ہے اسواسطے کہ وہ حیوانات خبیثہ کے ساتھ ملحق ہے یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں پھر مصنف نے کہا کہ خبیث وہ چیز ہے جس سے طبائع
سلیمہ گھنائیں اور اسکو مکروہ اور خبیث جانیں ہم غراب ابقع وہ ہے جسمیں سیاہی اور سفیدی ہو کذا فی الطحطاوی عن المکی عن الکشف والغداف بوزن
غراب النسر جمعہ غدفان قاموس اور حلال نہیں غداف یعنی جنگلی سیاہ بڑا کوا شارح نے کہا غداف بروزن غراب نسر یعنی گدھ ہے اور جمع اسکی غدفان ہے کذا
فی القاموس ہم صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں اور صاحب درر نے غداف کا ترجمہ کلاغ سیاہ بزرگ کیا ہے اور شارح نے قاموس سے نسر ترجمہ کیا ہے حالانکہ قاموس میں غداف کا ترجمہ
کوا اور نسر کثیر الریش درج ہے اغلب کہ یہ کاتب کے اغلاط سے ہو قاموس کی عبارت یہ ہے الغداف کغراب غراب القیظ والنسر کثیر الریش جمعہ غدفان والفیل والضب وما روی
من اکلہ محمول علی الابتداء اور حلال نہیں ہاتھی اور سوسمار یعنی گوہ اور جو سوسمار کھانے کی روایت ہے وہ ابتداے اسلام پر محمول ہے یعنی ابتداے اسلام میں حلال
تھا اب حلال نہیں لیکن امام شافعی کے نزدیک حلال ہے والیربوع وابن عرس والرخم والبغاث وہو طائر دون الرخم شبیہ بالرخم وکلہا من سباع الہوام اور حلال
نہیں موش دشتی اور نیولا اور کرگس کذا فی المنتخب اور بغاث اور وہ کم ہمت پرندہ ہے مشابہ رخم کے اور یہ تمام سباع ہوام سے ہیں ہم یربوع جانور ہے چوہے کے
مانند لیکن اسکی دم اور کان چوہے سے زیادہ دراز ہیں اور دونوں پاؤں دونوں ہاتھوں سے دراز ہیں کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود تو ظاہرا یربوع کا
ترجمہ اردو میں گھوس ہوا اور مخزن الادویہ میں یربوع کا ترجمہ فارسی میں خرگوش اور ہندی میں گھوس کیا ہے واللہ اعلم وقیل الخفاش لانہ ذو ناب
اور بعضوں نے کہا کہ حلال نہیں چمگادڑ اسواسطے کہ وہ نیشدار ہے ہم اتقانی نے کہا کہ دلیل میں خلل ہے اسواسطے کہ ہر نیشدار حرام نہیں بلکہ وہ نیشدار
جانور حرام ہے جو اپنے نیش سے شکار کرتا ہو انتہی اور فتاوی عالمگیری میں چمگادڑ کی حلت اور حرمت کے دو قول مذکور ہیں کذا فی الطحطاوی ولا یحل حیوان مائی
اور حلال نہیں دریائی اور پانی کا جانور ہم حیوان مائی سے وہ مراد ہے جسکا مادی اور معاش پانی میں ہو کذا فی المنح الا السمک الذی مات بآفۃ ولو متولدا فی

ما یحس ولو طافیۃ مجروحۃ وہبانیۃ سب دریائی جانور حرام ہین مگر وہ مچھلی حرام نہین جو کسی آفت کے سبب سے مرگئی ہو اگرچہ مچھلی ناپاک پانی مین پیدا ہوئی
ہو اور گو زخمی مچھلی پانی پر اچھل آئی ہو کذا فی الوہبانیۃ م قاعدہ کلیہ مچھلی مین حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ جو مچھلی کسی سبب سے مرگئی تو وہ حلال ہے چنانچہ وہ مچھلی کہ
گرفتار ہونے سے مرگئی اور جو مچھلی بغیر سبب کسی مرگئی تو وہ حلال نہین چنانچہ پانی پر کی اترائی ہوئی مچھلی کذا فی الدرر غیر الطافی علی وجہ الماء الذی مات حتف انفہ
وہو ما بطنہ من فوق مچھلی حلال ہے مگر وہ مچھلی حلال نہین جو پانی پر اچھل آئی ہے یا جو خود بخود اپنی موت سے مرگئی بلا آفت اور طافی وہ مچھلی ہے جسکا پیٹ پانی پر آسمان
کی طرف ہے فلو ظہرہ من فوق فلیس بطاف فیوکل کما یوکل ما فی بطن الطافی تو اگر مچھلی کی پیٹھ اوپر کی طرف ہو تو وہ طافی نہین اسکا کھانا حلال ہے جیسے اُس مچھلی کا
کھانا حلال ہے جو اترائی مچھلی کے پیٹ مین ہے م جو مچھلی کہ دوسری مچھلی کے پیٹ مین ہو تو اسکی موت آفت اور سبب سے ثابت ہوئی یعنی تنگی مکان کے سبب سے
کذا فی شرح الوہبانیۃ اور منح الغفار مین ہے کہ اگر ایک مچھلی دوسری مچھلی کو نگل گئی تو دونون کا کھانا حلال ہے یعنی اسواسطے کہ دونون کی موت آفت سے
ہوئی وما مات بحر الماء او بردہ او بربطہ فیہ او القاء شئی فموتہ بآفۃ وہبانیۃ اور جو مچھلی مرگئی پانی کی گرمی یا سردی کے سبب سے یا پانی مین باندھنے کے سبب سے
جال وغیرہ سے یا کسی چیز کے ڈالنے سے یعنی کوئی دوا پانی مین ڈالی اور مچھلی اُسکو کھا کر مرگئی تو اسکی موت آفت کے سبب سے ہوئی یعنی تو حلال ہوگی کذا فی
الوہبانیۃ علم اگر مچھلی کو پرندہ دریائی نے قتل کیا یا مچھلی مرگئی پانی کے گڑھے مین یا ایک شخص نے مچھلی گھیری خطیرہ مین کہ اس سے نکل نہین سکتی اور وہ شخص
اُسکو پکڑ سکتا ہے سو اُسمین وہ مرگئی یا جال مین مچھلی مرگئی اور وہ اس حال مین تھی کہ جال سے نکل نہ سکتی تھی یا مچھلی کو پانی مین بستہ کیا سو وہ برف مین باقی
رہ گئی اور مرگئی تو وہ حلال ہے اور اگر پانی کی گرمی یا سردی سے مرگئی تو وہ ماکول ہے ایک روایت مین کیونکہ اُسکی موت کا سبب پایا گیا اور دوسری روایت
یہ ہے کہ وہ حلال نہین اسواسطے کہ پانی مچھلی کو مارتا نہین ہے گرم ہو یا سرد چنانچہ کافی مین ہے کذا فی الدرر والا الجریث سمک اسود والمارماہی سمک فی صورۃ الحیۃ
وافردہما بالذکر للخفاء وخلاف محمد اور حلال نہین دریائی جانور مگر جریث اور مارماہی حلال ہے جریث سیاہ مچھلی ہے اور مارماہی سانپ کی صورت پر مچھلی ہے مصنف
نے دونون مچھلیون کو جدا اسواسطے ذکر کیا کہ انکے مچھلی ہونے مین پوشیدگی تھی اور محمد کے خلاف کی جہت سے علحدہ بیان کیا امام عینی نے کہا جریث بکسر جیم
وتشدید راء مکسورہ ایک قسم ہے مچھلی کی مدور یعنی گول ہوتی ہے جیسے ڈھال انتہی اور یہ جو محمد سے مغرب مین منقول ہے کہ سب مچھلیان حلال ہین سوائے
جریث اور مارماہی کے سو ضعیف قول ہے غایۃ البیان مین ہے کہ بعض روافض اور اہل کتاب جریث کے کھانے کو مکروہ جانتے ہین اور کہتے ہین کہ ایک دیوث
تھا وہ لوگون کو اپنی جورو کے پاس بلاتا تھا سو مسخ ہو کر جریث ہو گیا سو باطل قول ہے کہ جو مسخ ہوا وہ تین دن کے بعد مرگیا اُسکی نسل باقی نہین رہی
کذا فی الطحطاوی والدرر مارماہی کو اہل ہند بام کہتے ہین اور جریث کو بعض اہل ہند سنگی بولتے ہین **وحل الجراد** وان مات حتف انفہ بخلاف السمک اور حلال
ہے ٹڈی اگرچہ وہ خود بخود بلا سبب ظاہر مرگئی ہو بخلاف مچھلی کے کہ وہ بلا سبب خود بخود مرنے سے حلال نہین **وانواع السمک بلا ذکاۃ** لحدیث احلت لنا
میتتان السمک والجراد ودمان الکبد والطحال بکسر الطاء اور سب اقسام مچھلی کے حلال ہین بدون ذبح کرنے کے اس حدیث کی دلیل سے کہ حلال ہوئے
ہمارے واسطے دو مردے مچھلی اور ٹڈی اور حلال ہوئے دو خون کلیجہ اور تلی شارح نے کہا طحال بکسر الاول ہے **وحل غراب الزرع** الذی یاکل الحب والا
بیض کا کوا حلال ہے جو دانہ کھاتا ہے م یعنی نجاست خور نہین ہے شہر مین نہین آتا ہے صغیر الجثہ ہوتا ہے مثل فاختہ کے واللہ اعلم **والارنب والعقعق** ہو غراب
یجمع بین اکل جیفۃ وحب والاصح حلہ اور حلال ہے خرگوش اور عقعق عقعق وہ کوا ہے کہ مردار اور دانہ دونون کھاتا ہے اور اُسکا حلال ہونا اصح قول ہے م عقعق
بوزن قنفذ پرندہ ابلق سیاہ اور سفید ہوتا ہے اور اُسکی آواز مین عین اور قاف معلوم ہوتا ہے کذا فی القاموس بعضے لوگ اُسکو مہوکھا کہتے ہین طحطاوی
نے حاشیہ مکی سے نقل کیا کہ عقعق بر وزن جعفر پرندہ ہے کبوتر کے مانند لمبی دُم والا اُسمین سفیدی اور سیاہی ہے اور وہ اقسام غراب سے ہے بد شگونی
اس سے لیتے ہین انتہی اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ مین نے امام ابو حنیفہ سے عقعق کو پوچھا تو فرمایا کہ لا باس یعنی اُسکے کھانے مین کچھ مضائقہ نہین

تو مین نے کہا وہ نجاست کھاتا ہی تو امام نے فرمایا کہ وہ نجاست کو ملاتا ہی دوسری چیز سے پھر کھاتا ہی تو امام کے نزدیک قاعدہ یہ ٹھہرا کہ جو نجاست کو دوسری چیز سے ملا کر کھاوے جیسا کہ مرغی تو اسکا مضائقہ نہین اور ابو یوسف نے کہا کہ عقعق مکروہ ہی جیسے مرغی مخلاة مکروہ ہی کذا فی فتاوی قاضی خان معہا اسے مع الذکاة کھیت کا کوا اور خرگوش اور عقعق حلال ہین ذبح کرنے کے ساتھ اب مناسب معلوم ہوتا ہی کہ ان حیوانات کو ذکر کیجیے جنکی حلت اور حرمت کتب معتمدہ مین مذکور ہی فتاوی قاضی خان مین مذکور ہی کہ انعام یا کلہ بالکل جیسا کہ اونٹ اور اونٹنی اور گاے بیل اور بھیڑ اور بکری اور دنبہ حلال ہین اور اسی طرح ما سواے انعام جو درندہ نہین ہین جیسا کہ ہرن اور خرگوش اور گورخر اور نیل گاو اور وہ طیور جو چنگل سے شکار نہین کرتے جیسا کہ مرغی مرغا اور کبوتر اور بط اور مرغابی اور جو فقط دانہ کھاتا ہی اور ابابیل اور قمری اور سوڈانی اور زرزور اور عصافیر یعنی جمیع اقسام گنجشک کی اور فاختہ اور تدری وہ حلال ہین اور حرام ہی ہر نیشہ دار درندہ جیسا کہ شیر اور بھیڑیا اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور بجو اور کتا اور بلی جنگلی ہو یا پالو اور سنجاب اور سمور اور ریچھ اور بندر اور موش دشتی اور گوہ اور نیولا اور گیدڑ اور ہاتھی اور سور اور سانپ اور مینڈک اور جس جانور مین کہ خون نہین جیسا کہ زنبور یعنی بھڑ اور مچھر اور مکھی اور پسو اور جون اور جھینگری اور ہر پنجہ گیر پرندہ جو شکار کرتا ہی جیسا کہ صقر یعنی جرہ اور باز اور گدھ اور عقاب اور باشہ اور شاہین اور بغاث اور چیل اور جو مردار خور پرندہ ہو جیسا کہ غراب ابقع یعنی ابلق کوا یہ سب حرام ہین انتہی ما فی الخانیة فائدہ جو جانور خشکی مین رہتے ہین تین قسم ہین ایک وہ جنمین اصلا خون نہین دوسری قسم وہ جنمین خون ہی مگر خون روان نہین اور تیسری قسم وہ جنمین خون سائل اور روان ہی سو جنمین خون نہین جیسا کہ ٹڈی اور بھڑ اور مکھی اور مکڑی اور گبریلا اور بچھو اور مانند اسکے تو انکا کھانا حلال نہین سواے ٹڈی کے اور اسی طرح جنمین خون سائل نہین جیسا کہ سانپ اور چھپکلی جسکو کلکلی بھی کہتے ہین اور سام ابرص اور جمیع حیوانات حشرات اور ہوام الارض جیسا کہ چوہا اور سیہی اور گوہ اور یربوع یعنی موش دشتی یا گھونس اور نیولا اور مانند انکے اور انکی حرمت مین اختلاف نہین مگر گوہ امام شافعی کے نزدیک حلال ہی اور جنمین خون سائل ہی وہ دو قسم ہین مانوس اور وحشی سو مانوس بہائم سے جیسا کہ اونٹ اور گاے بیل اور غنم بالاجماع حلال ہین اور وحشی جیسا کہ ہرن اور نیل گاو اور گورخر اور جنگلی اونٹ سو باجماع مسلمین حلال ہین اور درندے مانوس جیسا کہ کتا اور چیتا اور پالو بلی سو حلال نہین اور اسی طرح وحشی درندے جنکو سباع الوحش کہتے ہین جیسا کہ شیر اور بھیڑیا اور بجو اور تیندوا اور چیتا اور لومڑی اور جنگلی بلی اور سنجاب اور سمور اور دلق اور ریچھ اور بندر اور مانند انکے اور سباع طیر جیسا کہ باز اور باشہ اور جرہ اور شاہین اور چیل اور بغاث اور گدھ اور عقاب اور جو انکے مانند ہو یہ سب حرام ہین کذا فی الطحطاوی عن الدمیری الشافعی صاحب حیوة الحیوان وذبح ما لا یوکل لحمہ یطہر لحمہ وشحمہ وجلدہ تقدم فی الطہارة ترجیح خلافہ اور جو جانور ماکول اللحم نہین اُسکا ذبح کر ڈالنا اُسکے گوشت اور چربی اور چمڑے کو پاک کر دیتا ہی شارح نے کہا کتاب الطہارة مین اسکے خلاف کی ترجیح مقدم مذکور ہو چکی یعنی طہارة مین اسکی ترجیح مذکور ہو چکی کہ ذبح سے گوشت پاک نہین ہوتا چمڑا پاک ہو جاتا ہی طہارة سے مطلب یہ ہی کہ اگر مائعات یعنی رقیق چیزون مین چمڑا یا چربی غیر ماکول اللحم مذبوح کی پڑ جاے تو وہ چیز رقیق نجس نہین ہو جاتی اسواسطے کہ ذبح ازالہ رطوبت نجسہ مین دباغت کے مانند ہی اور اُسکے چمڑے کی نماز باطل نہین ہوتی اور کھانے کے سوا اُسکی چربی سے فائدہ لینا درست ہی یا نہین بعضون نے کہا کہ جائز نہین اور بعضون نے کہا جائز ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی الا الآدمی والخنزیر کما مر سواے آدمی اور سور کے جیسا کہ کتاب الطہارة مین مذکور ہو چکا ذبح شاة مریضة فتحرکت او خرج الدم حلت والا لا ان لم تدر حیوتہ عند الذبح بیمار بکری ذبح کی پھر اُسنے جنبش کی یا خون نکلا تو وہ حلال ہی اور اگر حرکت نہ کی یا اُسکا خون نہ نکلا تو وہ حلال نہین اگر اُسکی زندگی ذبح کے وقت معلوم نہ ہوئی ہو حرکت اور خروج خون نہین ہوتا مگر زندہ سے کیونکہ مردہ جنبش نہین کرتا اور اس سے خون نہین بہتا شرح طحطاوی مین ہی کہ خون کا نکلنا زندگی پر دلالت نہین کرتا مگر اس صورت مین جبکہ زندہ کے مانند خون نکلے وان علم حیوتہ حلت مطلقا وان لم تتحرک ولم یخرج الدم وہذا یتاتی فی منخنقة ومتردیة ونطیحة والتی بقر الذئب بطنہا فذکاة ہذہ الاشیاء تحلل وان کانت حیوتہا خفیة وعلیہ الفتوی لقولہ تعالیٰ (الا ما ذکیتم) من غیر فصل زیلعی فی الصید اور اگر مذبوح کی حیات معلوم ہو گئی ہو تو حلال ہی اگرچہ اُسنے جنبش اور حرکت نہ کی ہو اور خون بھی نکلا ہو اور اسکا بیان آویگا اُس جانور مین جسکا گلا دبایا گیا اور جو نیچے گر پڑا اور جسکو دوسرے جانور نے

سینگ سے مارا اور جسکا پیٹ بھیڑیے نے پھاڑ ڈالا توان چیزون کو ذبح کر دینا حلال کر دیتا ہے اگرچہ حیوانات مذکورہ کی زندگی پوشیدہ غیر ظاہر ہو اور اسی پر فتوی ہے بدلیل قول حق تعالی کے الا ما ذکیتم یعنی وہ جانور حلال ہے جسکو تم نے ذبح کیا اور حق تعالی نے اسمین کچھ تفصیل نہین فرمائی حرکت یا خروج خون کی اور اسکا ذکر آگے آویگا کتاب الصید مین ذبح شاۃ لم تدر حیوتہا وقت الذبح ولم تتحرک ولم یخرج الدم ان فتحت فاہا لاتوکل وان ضمت اکلت وان فتحت عینیہا لاتوکل وان ضمتہا اکلت وان مدت رجلہا لاتوکل وان قبضتہا اکلت وان نام شعرہا لاتوکل وان قام اکلت لان الحیوان یسترخی بالموت ففتح

فم وعین ومد رجل ونوم شعر علامۃ الموت لانہا استرخاء ومقابلہا حرکات تختص بالحی فدل علی حیوتہ وہذا کلہ اذا لم تعلم الحیوۃ وان علمت حیوتہا وان قلت وقت الذبح اکلت مطلقا بکل حال زیلعی بکری ذبح کی اور اسکا زندہ ہونا ذبح کے وقت معلوم نہوا اور اسنے جنبش نہ کی اور خون بھی نہ نکلا تو اگر اسنے منہ کھولدیا تو اسکا کھانا حلال نہین ہے اور اگر اسنے منہ بند کرلیا تو کھانا حلال ہے اور اگر اسنے آنکھ کھولدی تو اسکا کھانا حلال نہین اور اگر اسنے آنکھ بند کرلی تو کھانا حلال ہے اور اگر اسنے پانوں پھیلادیا تو کھانا درست نہین اور اگر کھینچ لیا تو درست ہے اور اگر اسکے بال سوگئے یعنی گر پڑے تو اسکا کھانا درست نہین اور اگر بال کھڑے ہوگئے تو درست ہے اسواسطے کہ جانور موت سے ڈھیلا ہوجاتا ہے تو منہ اور آنکھ کا کھولنا اور پانوں کا پھیلانا اور بال کا گرپڑنا علامت ہے موت کی اسواسطے کہ یہ افعال استرخا ہین یعنی ڈھیلے ہوجانے سے ہوتے ہین اور ان افعال کے مقابل یعنی منہ اور آنکھ کا بند کرلینا اور پانون کا کھینچنا اور بال کا کھڑا ہونا یہ حرکات سب زندے کے ساتھ مخصوص ہین تو اسکی زندگی پر دلالت ہوگی اور یہ سب علامات مذکورہ اسوقت معتبر ہین جبکہ زندگی معلوم نہو اور اگر اسکی زندگی معلوم ہو ذبح کے وقت اگرچہ حیات قلیل ہو تو اسکا کھانا مطلقا حلال ہے ہر حال مین خواہ علامات مذکورہ پائی جاوین یا نہ پائی جاوین کذا فی الزیلعی سمکۃ فی سمکۃ فان کانت المظروفۃ صحیحۃ حلتا یعنی الظرف والمظروف لان موتہا بسبب حادث ایک مچھلی نکلی دوسری مچھلی کے پیٹ مین تو اگر مظروفہ یعنی وہ مچھلی جو پیٹ کے اندر ہے تندرست ہے تو دونون حلال ہین یعنی مظروفہ اور ظرف کیونکہ نگلی ہوئی مچھلی کی موت بسبب حادث سے ہے یعنی تنگی مکان کے سبب سے اور نگلنے والے کی موت دم گھٹنے سے والا تکن صحیحۃ حل الظرف لا المظروف لما لو خرجت من دبرہا لاستحالتہا قذرۃ جوہرۃ وقد غیر المصنف عبارۃ متنہ الی ما تری اور اگر پیٹ کی مچھلی تندرست نہو سڑ گل گئی ہو تو ظرف حلال ہے نہ مظروف یعنی نگلنے والی حلال ہے نہ نگلی گئی چنانچہ اگر مظروفہ اسکی مقعد سے نکلی تو حلال نہین ہے اسواسطے کہ مستحیل اور متغیر ہو کر گوہ ہوگئی کذا فی الجوہرۃ اور البتہ مصنف نے اپنے متن کی عبارت بدل ڈالی جو دیکھتے ہو اور اسنے اشباہ کی عبارت یون تھی سمکۃ فی سمکۃ فان کانت صحیحۃ حلتا والالا یعنی مچھلی کے اندر کی مچھلی آگر تو اگر مظروفہ صحیح اور سالم ہے تو دونون حلال ہین اور نہین تو حلال نہین یہ عبارت اسکی موہم ہے کہ درصورت عدم تندرستی مظروفہ دونون حلال نہین ہین حالانکہ یہ مطلب نہین بلکہ ظرف حلال ہے نہ مظروف تو مصنف کی تغییر عبارت سے یہ خلل دفع ہوگیا ولو وجد فیہا درۃ ملکہا حلالا ولو خاتما او دینارا مضروبا لا وہو لقطۃ اور اگر مچھلی کے اندر موتی پایا تو پانے والے کو اسکی ملک حلال ہے اور اگر اسکے اندر انگوٹھی یا سکہ دار اشرفی پائی تو پانے والا اسکا مالک نہین اور وہ لقطہ ہے حکم اس مسئلہ مین تفصیل ہے جو ذخیرہ مین یون مذکور ہے کہ موتی مچھلی کے پیٹ مین پایا تو اگر موتی صدف کے اندر ہے تو وہ پانے والے کا ہے اور اگر مچھلی بیچی اور مشتری نے موتی پایا تو وہ مشتری کا ہے اور اگر موتی صدف مین نہین ہے تو وہ پانے والے کا مملوک ہے اور وہ لقطہ ہوگا اسواسطے کہ ظاہر ہے وہ صیاد کے ہاتھ سے اسکو پہونچا کذا فی الطحطاوی ذبح لقدوم الامیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لانہ اہل بہ لغیر اللہ ولو وصلیۃ ذکر اسم اللہ تعالی ذبح کیا حاکم کے آنے کیواسطے یا حاکم کے مانند کسی اور شخص جلیل القدر کے آنے کے سبب ذبح کیا تو ذبیحہ حرام ہے اگرچہ ذابح نے اللہ تعالی کا نام لیا ہو ذبح کے وقت اسواسطے کہ اسپر غیر خدا کا نام پکارا گیا ہے دستور عوام مین یون ہے کہ جب نیا حاکم قلعہ مین داخل ہوتا ہے تو اسکی تعظیم کیواسطے یا دیو بھوت کے بھوگ دینے کیواسطے تاکہ تکلیف نہ دے جانور ذبح کرتے ہین اور حاکم کو اسکا گوشت نہین کھلاتے ہین جو اسکو دعوت قرار دیجیے طحطاوی نے کہا ذبیحہ مذکور مردار ہے اگرچہ اللہ تعالی کا خالص نام اسپر لیا جاوے اور بہتر یہ ہے کہ تعظیم غیر خدا حرمت کی علت ٹھہرائی جائے تبھی تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان مین جاہلون مین رواج ہے کہ منت مانکر سید احمد کبیر کی گاے اور شیخ سدو کا بکرا ذبح کرتے ہین وہ گاے اور بکرا حرام ہے اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا اور تقرب مخلوق کا ارادہ کرتے ہین اور یہ جو بعضے لوگ کہتے ہین کہ ذبح کے وقت نام خدا کے ذکر کرنے سے ذبیحہ حلال اور پاک ہوجاتا ہے گو نیت عوام کی خراب ہو

سوا انکی غلط فہمی ہو اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ درصورت تعظیم غیر خدا ذبیحہ مردار ہوجاتا ہو اگرچہ اللہ تعالی کا خالص نام لیا جائے صحیح مسلم میں علی مرتضی کی نبی صلعم سے

حدیث مرفوع مروی ہو لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ یعنی خدا لعنت کرے اسپر جو غیر خدا کیواسطے ذبح کرے (وذبح للضیف لا یحرم لانہ سنۃ الخلیل واکرام الضیف

اکرام اللہ تعالی) اور اگر مہمان کیواسطے ذبح کرے تو ذبیحہ حرام نہیں ہوتا اسواسطے کہ ذبح کرنا دعوت مہمان کیواسطے سنت ہو خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی اور تکریم مہمان

کی اللہ تعالی کی تکریم ہو اور منح الغفار میں ہو کہ جو یہ گمان کرتا ہو کہ مہمان کیواسطے ذبح کرنا حلال نہیں اسواسطے کہ یہ ذبح تکریم ابن آدم کیواسطے ہو تو گویا یہ ذبح صورت ہوا

غیر خدا کیواسطے تو اس شخص نے قرآن اور حدیث اور عقل کے مخالفت کیا اسواسطے کہ اسمیں شک نہیں کہ قصاب منفعت کیواسطے ذبح کرتا ہو اور اگر وہ یہ جانے تو ذبح

نہ کرے تو اس جاہل پر لازم ہو کہ قصاب کے ذبیحہ کو نہ کہا دے اور نہ اسکو کھاے جو ولیمہ اور عرس یعنی شادی در عقیقہ میں ذبح ہو (والفارق انہ ان قدمہا لیاکل منہا کان

الذبح للہ والمنفعۃ للضیف او للولیمۃ او للربح وان لم یقدمہا لیاکل منہا بل یدفعہا لغیرہ کان لتعظیم غیر اللہ فتحرم) اور وجہ فرق درمیان حرمت ذبیحہ قدوم امیر کے اور حلت

ذبیحہ مہمان وغیرہ کی یہ ہو کہ اگر ذبیحہ اسواسطے پیش کیا تاکہ اسمیں سے آپ یا مہمان کھاے تو ذبح اللہ تعالی کیواسطے ہوا اور گوشت کی منفعت مہمان کیواسطے یا ولیمہ

کیواسطے یا قصاب کے فائدہ حاصل کرنے کیواسطے ہوئی اور اگر کھانے کیواسطے ذبیحہ پیش نہ کیا بلکہ غیر کو دیا تو یہ غیر خدا کی تعظیم ہوئی تو ذبیحہ حرام ہوگا اور حموی

شارح اشباہ نے کہا کہ اس مسئلہ میں حاصل کلام یہ ہو کہ ذبح متصل بنام خدا اگر آنے والے کے آنے سے پہلے ضیافت کیواسطے یا اسکے آنے کے بعد تھوڑی دیر میں

اسکی ضیافت کیواسطے ہو تو اسکے جائز ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور اگر آنے کے وقت ہو تو اگر ضیافت کا قصد ہو تو اسی طرح درست ہو بلا شبہہ اور اگر مجرد تعظیم ہو تو

حرام اور مذبوح مردار ہو پھر شارح کا فرق جو مذکور بیان کیا انتہی عیر معلوم کرنا چاہیے کہ یہ فرق ظاہر نہیں اسلیے کہ کبھی تعظیم غیر خدا مقصود ہوتی ہو اور قاصد خود اسکو کھاتا ہو

اور اسکے عیال بھی تو بہتر یہ ہو کہ مدار حکم کا تعظیم اور عدم تعظیم کے قصد پر ہو کذا فی الطحطاوی یعنی اگر غیر خدا کی تعظیم ذبح سے مقصود ہو تو حرام ہو ورنہ حلال ہو (وہل یکفر قولان

بزازیۃ وشرح وہبانیۃ) اور کیا ذبح لغیر اللہ کا فر ہو اسمیں دو قول ہیں یعنی بعضوں کے نزدیک کافر ہو اور بعضوں کے نزدیک کافر نہیں گنہگار ہو کذا فی البزازیۃ وشرح الوہبانیۃ (قلت وفی صیدالمنیۃ

انہ یکرہ ولا یکفر لانا لا نسیئ الظن بالمسلم انہ یتقرب الی الآدمی بہذا النحر ونحوہ فی شرح الوہبانیۃ عن الذخیرۃ ونظمہ فقال سہ وفاعلہ جمہورہم قال کافر + وفضلی وراسمعیل لیس یکفر)

کہتا ہوں ورمنیہ کی کتاب الصید میں یہ ہو کہ غیر خدا کے واسطے ذبح کرنا مکروہ ہو اور ذابح کافر نہیں ہو اسواسطے کہ ہم مسلمان کے ساتھ یہ گمان بد نہیں کرتے ہیں کہ وہ کہا

ذبح سے تعظیم اور تقرب آدمی کا چاہتا ہو اور مانند اس قول کے شرح وہبانیہ میں ہو اور شارح وہبانیہ نے اس مضمون کو نظم کرکے یوں کہا ہو اور اس ذبح کا کرنیوالا اکثر علما

کے نزدیک کافر ہو اور امام فضلی اور اسمعیل اسکو کافر نہیں کہتے ہیں عم ہر چند تکفیر اختلافی میں عدم تکفیر راجح ہو لیکن امر مختلف فیہ کو شدید الکبائر جاننا اور اس سے بچنا ضرور

چاہیے واللہ ہو الموفق والمعین (العضو یعنی الجزء المنفصل من الحی حقیقۃ وحکما لانہ مطلق فینصرف للکامل کما حققہ فی تنویر البصائر قلت لکن ظاہر المتن التعمیم بدلیل الاستثناء

فالمشیمۃ کالاذن المقطوعۃ والسن الساقطۃ الا فی حق صاحبہ فطاہر وان کثر اشباہ من الطہارۃ وہو المختار کما فی تنویر البصائر) عضو یعنی جو چیز کہ جدا ہو گیا حیوان حی

یعنی زندہ سے وہ مردار کے مانند ہو چنانچہ کٹا کان اور گرا دانت مگر دانت والے کے حق میں دانت طاہر ہو اگرچہ دانتوں میں کثرت ہو چنانچہ اشباہ میں ہو کتاب

الطہارۃ سے اور طہارۃ کا قول یہی مختار ہو چنانچہ تنویر البصائر میں شارح نے کہا حیوان حی یعنی زندہ سے وہ مراد ہو جو حقیقۃ اور حکما زندہ ہو اسواسطے کہ حی کا

لفظ مطلق ہو تو حی کا فرد کامل مراد ہوگا چنانچہ اسکی تحقیق تنویر البصائر حاشیہ اشباہ و نظائر میں مذکور ہو میں کہتا ہوں لیکن ظاہر متن تعمیم پر دلالت کرتا ہو

استثنا کی دلیل سے سو اسکو یا مل کرتا ہو اگر زندہ حقیقۃ یعنی صورۃ اور حکما مراد لیجیے تو جزو کہ منفصل ہوا ذبح سے قبل اسکی موت کے تو وہ منفصل ہو زندہ صورۃ سے

نہ زندہ حکما سے تو اسوقت میں استثناء آیندہ کی کچھ حاجت نہیں چنانچہ شیخ صالح محشی اشباہ نے کہا ہو تعمیم سے مراد یہ ہو کہ خواہ زندہ حقیقۃ اور حکما ہو خواہ فقط

حقیقۃ یعنی صورۃ زندہ ہو تو درصورت تعمیم کے استثنائی کی البتہ حاجت ہوگی تو بیان گفتگو اسمیں ہو کہ حی سے یہاں فرد کامل مراد ہو یا عام مراد ہو اگرچہ حکم مختلف

نہیں ہو دونوں صورتوں میں اور عضو منفصل سے مراد وہ عضو ہو جو ہڈی اور گوشت سے جدا ہو جائے اگرچہ کھال سے متصل رہا ہو اور جو عضو کہ گوشت سے متصل ہو وہ مانند

اور کلام ہے مچھلی اور ٹڈی کے غیر میں اسواسطے کہ مچھلی اور ٹڈی مردہ بھی حلال ہے کذا فی الطحطاوی الا من مذبوح قبل موتہ فیحل اکلہ لو من حیوان ماکول لان المبقی من الحیوۃ غیر معتبر اصلا بزازیۃ قلت لکن یکرہ کما مر مگر جو عضو کہ حیوان مذبوح سے جدا ہو اُسکی موت سے پہلے تو اُسکا کھانا حلال ہے اگر وہ حیوان ماکول اللحم ہے اسواسطے کہ جسقدر زندگی حیوان مذبوح میں باقی ہے وہ اصلا معتبر نہیں کذا فی البزازیہ میں کہتا ہوں لیکن عضو کا جدا کرنا حیوان مذبوح کے ٹھنڈے ہونے سے پہلے مکروہ ہے چنانچہ اسی کتاب میں مذکور ہو چکا وحررنا فی الطہارۃ قول الوہبانیۃ اور ہم نے قول آئندہ وہبانیہ کی تحریر کی ہے کتاب الطہارۃ میں قبل تیمم کے یعنی کتاب الطہارۃ میں شارح نے بیان کیا ہے کہ غلبہ مشابہت کا کچھ اعتبار نہیں اسواسطے کہ فقہائے تصریح کی ہے کہ وہ بھیڑیا حلال ہے جو بکری سے پیدا ہوا ہو یعنی ماں کے اعتبار سے وقد حللا لحیم بغال و امہا من حلیل فتحلا والکراہۃ ماکرہا اور بیشک صاحبین نے حلال کہا ہے قطعا خچروں کا گوشت حالانکہ ماں اُنکی گھوڑی ہے اور کراہت بھی مذکور ہے یعنی جب خچر کی ماں گھوڑی ہے تو وہ صاحبین کے نزدیک حلال ہے مگر کراہت بھی مذکور ہے وان نزی کلب فوق عنز فجاء ہا + نتاج لہ راس لکلب فیسنظر + اور اگر جست کی کتے نے بکری پر یعنی جفتی کی تو اُسکے بچہ پیدا ہوا جسکا سر کتے کے مانند ہے تو اُسکو دیکھنا چاہیے فان اکلت لحما فکلب جمیعہا + وان اکلت نبتا فذا الراس یجز اسواسطے اگر اُسنے گوشت کھایا ہو وہ بالکل کتا ہے اور اگر اُسنے گھاس کھائی تو وہ سر کاٹا جاوے یعنی اُسکا کھانا نچاہیے فیوکل باقیہا وان اکلت ذا + وذا فاضربہا واعیاح تجبر + اور سواسر کے باقی گوشت کھایا جاوے اور اگر گوشت اور گھاس دونوں کھاوے تو اُسکو مارنا اور اُسکا چلانا خبردار کریگا یعنی اگر مارنے سے کتے کی مانند بھونکے تو نکھانا نچاہیے اور اگر بکری کے مانند چلاوے تو حلال کرنے کے بعد سر پھینکا جاوے اور باقی کھایا جاوے کذا فی الطحطاوی وان اشکلت فاذبح فان کرشہا بدا فخذہا الا فہو کلب فیطمر + اور اگر مشکل اور مشتبہ ہو یعنی کتے اور بکری دونوں کی طرح آواز کرے تو اُسکو ذبح کر تو اگر اُسکی اوجھڑی ظاہر ہو تو وہ بکری ہے لیکن سر اُسکا دور کیا جاوے اور اگر اوجھڑی نہ نکلے تو وہ کتا ہے دفن کیا جاوے یعنی اُسکا کھانا نچاہیے دفی معایاتہا اور وہبانیہ کی چیستان میں یہہ ہے وذی شیاہ دون ذبح یحلہا + ومن ذی الذی ضحی ولادم نہر + اور کون بکری ہے جسکو بدون ذبح کے شارع حلال کرتا ہے اور کون ہے وہ شخص جو اپنے گھر میں رہا یہانتک کہ وقت ضحی داخل ہوا اور اُسنے خون بہانے میں دباری کیا مصرعہ اول کا جواب کتاب المساقاۃ کے آخر میں مذکور ہو چکا اور مصرعہ ثانی کا جواب خود ترجمہ میں مذکور ہو گیا محل سوال فقط لفظ ہے ضحی کا تو ظاہر اُسکا مطلب یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کون شخص ہے جسنے قربانی کی اور حالانکہ خون نہیں بہایا قربانی کرنے اور عدم خونریزی میں منافات ظاہر ہے تو ناظم کا مطلب وہ ہے جو ترجمہ میں مذکور ہوا نہ قربانی کرنا خاتمہ آٹھ چیزیں میں مردار سے جنسے انتفاع درست ہے سینگ اور کھُر اور عصب اور صوف اور وبر یعنی روئیں اور بال اور پر اور ہڈی خواہ حیوان ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول ہو کذا فی الطحطاوی عن زواہر الجواہر واللہ اعلم استغفر اللہ الحلیم

کتاب الاضحیۃ

یہ کتاب ہے اضحیہ یعنی قربانی کے مسائل میں من ذکر الخاص بعد العام کتاب الذبائح کے بعد کتاب الاضحیۃ کا لانا خاص کا ذکر کرنا ہے عام کے بعد یعنی ذبیحہ عام ہے اور قربانی خاص ہے ہی لغۃ اسم لما یذبح ایام الاضحی من تسمیۃ الشی باسم وقتہ اضحیہ لغت میں اُس حیوان کا نام ہے جو ایام اضحی میں ذبح کیا جاوے من قبیل نام رکھنے شی کے اُسکے وقت کے نام کے ساتھ جو حیوان مذبوح ہو ایام نحر میں اُسکو اضحیہ اسواسطے کہتے ہیں کہ وقت ضحی یعنی دن چڑھے اُسکو ذبح کرتے ہیں کذا فی الدرر تو اُسکا نام ماخوذ ہوا اُسکے وقت کے نام سے کذا فی الحلبی طحطاوی نے کہا زیلعی میں ہے تقربات مالیہ دو قسم میں ایک قسم تملیک ہے چنانچہ صدقہ اور دوسری قسم اتلاف ہے چنانچہ اعتاق اور اضحیہ میں دونوں معنی مجتمع ہوے کہ خونریزی سے وہ اتلاف ہے پھر گوشت میں تصرف کرنے سے تملیک اور اباحت ہے انتہی و واقعات میں ہے کہ قربانی کا خرید کرنا دس درم سے بہتر ہے ہزار درم کی خیرات سے اسواسطے کہ جو قربت خونریزی سے حاصل ہوتی ہے وہ صدقات سے نہیں ہوتی وشرعا ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص اور اصطلاح شرع میں اضحیہ عبارت ہے حیوان مخصوص کے ذبح کرنے سے عبادت کی نیت سے مخصوص وقت میں مع حیوان مخصوص یعنی گائے بیل بھیڑ بکری اونٹ اور وقت مخصوص یعنی ایام نحر وشرائطہا الاسلام والاقامۃ والیسار

اگر قربانی سے اتلاف مقصود ہے تو باپ اسکا مالک نہیں ہے فرزند کے مال میں چنانچہ اسکے غلام کے آزاد کرنیکا مالک نہیں ہے اور اگر گوشت کا تصدق مقصود ہے تو صغیر کا مال صدقہ نفل کا احتمال نہیں رکھتا ہے اور اس قول کو مبسوط کی طرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم فرع علی قول الاول فی التبرید وا کل منہ بما واد خر لقدر حاجتہ وما بقی یبدل بما ینتفع بعینہ کثوب وخف لا بما یستہلک کخبز ونحوہ ابن کمال وکذا الجد والوصی یعنی مصنف نے قول اول پر تفریع کی ہے یعنی اسی قول سے اور طفل کھائے اپنی قربانی سے اور گوشت اٹھا رکھا جائے بقدر اسکی حاجت کے اور جو گوشت باقی رہے وہ بدل ڈالا جائے اس چیز سے جسکے بعینہ ذات سے فائدہ حاصل کرے چنانچہ کپڑا اور موزہ نہ اس چیز سے بدلنا چاہیے جسکے استہلاک سے فائدہ حاصل ہو چنانچہ روٹی اور مانند اسکے کذا صرح بہ ابن کمال اور اسی طرح یعنی باپ کے مانند دادا اور وصی ہے وصح اشتراک ستۃ فی بدنۃ شریت لاضحیۃ ای ان نوی وقت الشراء الاشتراک صح استحسانا والا لا استحسانا اور ایک شخص کے ساتھ صحیح ہے شریک ہو جانا چھ شخصوں کا اس شتر اور گائے میں جو خرید کیا گیا قربانی کیواسطے یعنی اگر خرید کے وقت خرید کرنے والے نے شریک کرلینے کی نیت کی تو صحیح ہے از روے استحسان کے اور اگر شرکت کی نیت نہیں کی خرید کے وقت تو صحیح نہیں از روے استحسان کے اور صورت مسئلہ یہ ہے کہ قربانی خرید کی اپنی ذات کیواسطے پھر اوروں کو شریک کر لیا عالمگیریہ میں ہے اگر قربانی کے ارادے خرید کی پھر اسمیں چھ شخصوں کو شریک کر لیا تو مکروہ ہے اور قربانی ساتوں کی طرف سے کفایت کریگی اور اگر خرید کے وقت شریک کرلینے کا ارادہ کرے تو مکروہ نہیں اور اگر قبل از خرید اسکا ارادہ کرے تو بہتر ہے اور زیلعی میں ہے کہ گاے خرید کی اس ارادہ سے کہ قربانی کرے اپنی ذات سے پھر چھ آدمی اسکے ساتھ شریک ہو گئے تو کفایت کرتا ہے از روے استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ جائز نہو اسلئے کہ ویسا کر چکا اسکو قربت کیواسطے تو بیع اسکی ہوا ممنوع ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ گاہے آدمی موٹی گاے پاتا ہے اور شریکوں کو نہیں پاتا ہے خرید کے وقت سو اسکو خرید کر لیتا ہے پھر شریکوں کو طلب کرتا ہے اور اگر یہ جائز نہو تو لوگ حرج میں پڑیں اور حرج شرعا مدفوع ہے انتہی اور سیاق کلام شارح اسکا مفید ہے کہ گاے خرید کی شرکت کی نیت سے اور حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ صورت مسئلہ یہ ہے بلا نیت شرکت خرید کی پھر اسمیں شریک کر لیا اسواسطے کہ اگر شرکت کی نیت سے خرید کریگا تو مخالف قیاس نہو گا کما ذکرہ الوانی کذا فی الطحطاوی ملخصا وقد ای الاشتراک قبل الشراء احب اور یہ یعنی اشتراک خرید کرنے سے پہلے مستحب و بہتر ہے ویقسم اللحم وزنا لا جزافا اور مشترک قربانی کا گوشت قسمت کیا جاے تول کر نہ اٹکل کر یہ فتاوی خلاصہ اور فیض میں ہے کہ تعلیق قسمت کی شریکوں کے ارادہ پر ہے کذا فی الطحطاوی الا اذا ضم معہ من الاکارع او الجلد صرفا للجنس بخلاف جنسہ مگر جبکہ گوشت کے ساتھ پائے یا کھال ملائی جائے تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہیں جنس کو خلاف جنس کی طرف پھیرنے کے سبب سے یعنی ہر جانب میں کچھ گوشت ہے اور کچھ پائے یا ہر جانب میں کچھ گوشت ہے اور کچھ کھال یا ایک جانب میں گوشت اور پائے ہوں اور دوسری جانب میں گوشت اور کھال ہے تو یہ جائز ہے صرف کرنا جنس کا خلاف جنس کی طرف کذا فی الدرر واول وقتہا بعد الصلوۃ ان ذبح فی مصر ای بعد اسبق صلوۃ عید ولو قبل الخطبۃ لکن بعدہا احب اور قربانی کا اول وقت بعد نماز کے ہے اگر شہر میں ذبح کیا ہو یعنی اس نماز عید کے بعد اول وقت ہے جو سب سے پہلے نماز ہو گئی ہے اگرچہ خطبہ عید سے پہلے قربانی کی ہو لیکن خطبہ کے بعد قربانی مستحب ہے اور قبل از خطبہ قربانی کرنے سے بدکار ٹھہریگا کذا فی الحلبی وبعد مضی وقتہا لو لم یصلوا لعذر ویجوز فی الغد وبعدہ قبل الصلوۃ لان الصلوۃ فی الغد تقع قضاء لا اداء زیلعی وغیرہ اور قربانی کا اول وقت نماز عید کے وقت گذر جانے کے بعد ہے اگر لوگوں نے عذر کے سبب سے نماز نہ پڑھی ہو اور گیارھویں اور بارھویں ذی الحجہ کو قبل از نماز عید قربانی جائز ہے اسواسطے کہ گیارھویں بارھویں کی نماز قضا واقع ہو گی نہ ادا کذا فی الزیلعی عذر سے مراد غیر فتنہ ہے چنانچہ آگے مذکور ہو گا وبعد طلوع فجر یوم النحر ان ذبح فی غیرہ اور قربانی کا اول وقت یوم النحر کی فجر کے طلوع ہونے کے بعد ہے اگر قربانی ذبح کی شہر کے سوا گاؤں یا جنگل میں وآخرہ قبیل غروب یوم الثالث وجوزہ الشافعی فی الرابع اور آخر وقت قربانی کا یوم ثالث یعنی بارھویں تاریخ کے غروب ہونے سے پہلے اور امام شافعی نے تیرھویں تاریخ میں بھی قربانی جائز رکھی ہے ایام نحر کے تین ہیں اور ایام تشریق کے بھی تین ہیں اور دونوں ایام گذر جاتے ہیں چار دن میں اول روز نحر ہے تشریق نہیں اور پچھلا دن تشریق ہے نحر نہیں اور دو دن درمیان کے نحر اور تشریق ہیں ایام نحر دسویں گیارھویں بارھویں اور ایام تشریق گیارھویں بارھویں

تیرھویں والمعتبر مکان الاضحیۃ لا مکان من علیہ اور معتبر قربانی کا مکان ہے نہ اس شخص کا مکان جسپر قربانی واجب ہے تو اگر قربانی دیہات میں ہو اور قربانی
کرنے والا شہر میں ہو تو بعد طلوع فجر قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر میں ہو اور قربانی کرنے والا دیہات میں تو قربانی جائز نہیں اگر بعد نماز عید کے ذبح نہ
ہو فقد فطرکہ انہیں مکان فاعل معتبر ہے فحیلۃ مصری اراد التعجیل ان یخرجہا لخارج المصر فیضحی بہا اذا طلع الفجر مجتبی تو اس شہری کا حیلہ جو جلد قربانی کیا
چاہتا ہے نماز عید سے پہلے یہ ہے کہ قربانی کو نکال دے شہر سے باہر یعنی اس مکان میں جہاں مسافر کو قصر صلوۃ جائز ہے پھر وہاں فجر کے طلوع ہوتے قربانی کرے
کذا فی المجتبی والمعتبر آخر وقتہا للفقیر وضدہ والولادۃ والموت فلو کان غنیا فی اول الایام فقیرا فی آخرہا لا یجب علیہ وان ولد فی الیوم الآخر یجب علیہ
وان مات فیہ لا یجب علیہ اور معتبر قربانی کا پچھلا وقت ہے فقیر اور غنی اور ولادت اور موت کیواسطے تو وہ اگر غنی ہو اول ایام میں اور فقیر ہوا پچھلے دن
میں تو اسپر قربانی واجب نہیں اور اگر طفل پیدا ہو پچھلے دن میں تو اسپر قربانی واجب ہے اور اگر غنی مر گیا پچھلے دن میں تو اسپر قربانی واجب نہیں ہم صغیر کے
مال میں قربانی واجب ہے بموجب ایک قول کے چنانچہ مذکور ہو چکا تبین ان الامام صلی بغیر طہارۃ تعاد الصلوۃ دون الاضحیۃ لان من العلماء من قال
لا یعید الصلوۃ الا الامام وحدہ فکان للاجتہاد فیہ مساغ زیلعی بعد نماز اور قربانی کے ظاہر ہوا کہ امام نے نماز عید کی پڑھائی بدون طہارت کے تو فقط نماز
پھیری جاوے نہ قربانی اسواسطے کہ علماء میں سے بعضا عالم وہ ہے جو کہتا ہے کہ نماز کا اعادہ نہ کرے مگر امام تنہا تو اسمیں اجتہاد مجتہدین کی گنجائش ٹھہری کذا فی الزیلعی
یعنی جب مقتدیوں پر اعادہ واجب نہ ہوا تو قربانی کا اعادہ کیونکر ہوگا تو سقوط جماعت جواز قربانی کا عذر ٹھہرا تاکہ قربانیاں فساد سے محفوظ رہیں وفی
المجتبی انما تعاد قبل التفرق لا بعدہ اور مجتبی میں ہے کہ نماز اعادہ نہ کیجائیگی مگر متفرق ہونے سے پہلے نہ بعد متفرق ہو جانے مقتدیوں کے تو یہ تقیید ہے اطلاق
متن کی اسواسطے کہ اعادہ بعد التفرق میں مشقت ہے وفی البزازیۃ بلدۃ فیہا فتنۃ فلم یصلوا وضحوا بعد طلوع الفجر جاز فی المختار اور بزازیہ میں ہے کہ ایک شہر ہے
جسمیں فتنہ ہے یعنی وہاں کا کوئی حاکم نہیں ہے تو شہر والوں نے نماز نہ پڑھی حاکم کے نہ ہونے کے سبب سے اور قربانی کی بعد طلوع ہونے فجر کے تو جائز ہے قول
مختار میں ہم اسواسطے کہ شہر بمنزلہ دیہات کے ہو گیا اس حکم میں زیلعی حربی نے کہا اور یہ معارض ہوا اس قول کے جو پہلے منقول ہو چکا زیلعی سے طحطاوی نے کہا
تو عذر مقدم غیر فتنہ پر محمول ہے چنانچہ مذکور ہو چکا اور یہ فتنہ پر محمول ہے تو تعارض نہ رہا لکن فی الینابیع لو تعمد الترک فی اول وقتہا لا یجوز الذبح حتی تزول الشمس
انتہی لیکن ینابیع میں ہے اور اگر حاکم نے تعمداً نماز عید ترک کی پھر کسی شخص نے قربانی اول وقت یعنی بعد طلوع فجر سنت قربانی کی ادا کی تو ذبح کرنا قربانی کا جائز
نہیں جبتک زوال آفتاب نہ ہو انتہی والا فی الینابیع قربانی قبل زوال اسواسطے جائز نہیں کہ شاید قبل زوال کے حاکم نماز عید کا ارادہ کرے طحطاوی نے کہا
اس استدراک کی کوئی وجہ نہیں اسواسطے کہ قبل اسکے نماز ترک ہوئی تھی عذر کے سبب سے اور یہ بلا عذر ترک ہوئی وقیل لا یجوز قبل الزوال فی الیوم الاول ویجوز
فی بقیۃ الایام قلت وقدمنا انہ مختار الزیلعی وغیرہ وبہ جزم فی المواہب فتنبہ اور بعضوں نے کہا کہ قربانی جائز نہیں قبل زوال کے اول دن میں اور جائز ہے باقی دنوں میں میں
کہتا ہوں اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ قول زیلعی وغیرہ کا مختار ہے اور اسی پر یقین کیا ہے مواہب الرحمن میں تو خبردار رہنا لما لو شہدوا انہ یوم العید عند
الامام فصلوا ثم ضحوا ثم بان انہ یوم عرفۃ اجزأتہم الصلوۃ والتضحیۃ لانہ لا یمکن التحرز عن مثل ہذا الخطأ فیحکم بالجواز صیانۃ لجمیع المسلمین چنانچہ اگر گواہی دی گواہوں
نے امام کے نزدیک کہ وہ عید کا دن ہے سو لوگوں نے نماز عید کی پڑھی اور قربانی کی پھر ظاہر ہوا کہ وہ عرفہ کا دن تھا تو انکو نماز اور قربانی کفایت کرتی ہے اسواسطے کہ
ایسی خطا سے بچنا ممکن نہیں تو جواز صلوۃ اور قربانی کا حکم کیا جائیگا جمیع مسلمین کے بچاؤ کیواسطے یعنی تا انکی نماز اور قربانی فساد سے محفوظ رہے وکرہ تنزیہا
الذبح لیلا لاحتمال الغلط اور مکروہ تنزیہی ہے ذبح کرنا قربانی کا رات کو غلط اور خطا ہو جانے کے احتمال سے ولو ترکت التضحیۃ ومضت ایامہا تصدق بہا حیۃ ناذر
فاعل تصدق لمعینۃ ولو فقیرا اور اگر نذر کرنیوالے نے قربانی کرنا چھوڑا اور قربانی کے دن گذر گئے تو معین جانور کا نذر کرنیوالا اسکو زندہ خیرات کر دے اگرچہ نذر کرنیوالا
فقیر ہو شارح نے کہا ناذر فاعل ہے تصدق کا یعنی جسکے ملک میں بکری یا بھیڑ ہو اور وہ یوں نذر کرے کہ خدا کے واسطے مجھپر واجب ہے یہ کہ میں اسکی قربانی

اُنسی ہو والمصرمۃ اطباؤہا وہی التی عولجت حتی انقطع لبنہا اور نہ وہ جانور جسکے تھنوں کی نوکیں مقطوع ہوں یعنی جس جانور کا علاج کرنے سے دودھ منقطع
ہو گیا ولا التی لا الیۃ لہا خلقۃ کذا فی المجتبیٰ اور درست نہیں قربانی اس دنبہ کی جسکے پیدائشی چکتی نہ ہو کذا فی المجتبی ولا بالخنثی لان لحمہا لا ینضج شرح وہبانیہ و
فیہ اور جائز نہیں قربانی خنثیٰ کی اسواسطے کہ اُسکا گوشت پختہ نہیں ہوتا کذا فی شرح الوہبانیہ اور اسکا پورا بیان اسی کتاب میں ہے ولا الجلالۃ التی تاکل
العذرۃ ولا تاکل غیرہا اور جائز نہیں قربانی نجاست خور جانور کی جو گوہ کھاتا ہے اور اسکے سوا کچھ نہیں کھاتا اس قید سے معلوم ہوا کہ اگر نجاست بھی
کھاتا ہو اور چارا بھی کھاتا ہو تو اسکی قربانی درست ہے کذا فی الطحاوی تتمہ قربانی جائز ہے اس جانور کی جسکو کھانسی آتی ہے اور اسکی جو بڑھاپے سے چل
نہیں سکتا اور اسکی جو داغا گیا ہے اور اسکے دودھ اُترتا نہیں بلا مرض اور جسکی چھوٹی چکتی ہے دم کے برابر اور جسکی زبان کٹی ہو بشرطیکہ چارا کھا سکتا ہو
کذا فی الطحاوی ولو اشتراہا سلیمۃ ثم تعیبت بعیب مانع کما مر فعلیہ اقامۃ غیرہا مقامہا ان کان غنیا وان کان فقیرا اجزاہ ذلک اور اگر بالکل
تندرست خرید کی پھر اُسمیں وہ عیب لگ گیا جو مانع ہے جواز قربانی کا چنانچہ عیوب مانعہ مذکور ہو چکے تو اسپر واجب ہے اور قربانی اسکے قائم مقام کرے
اگر خرید کرنے والا مالدار ہے اور اگر محتاج ہو تو وہی عیب دار قربانی اُسکے واسطے کفایت کرتی ہے وکذا لو کانت معیبۃ وقت الشراء لعدم الوجوب علیہ
بخلاف الغنی اور اسی طرح معیوب قربانی محتاج کے واسطے کافی ہے اگر قربانی میں عیب موجود ہو خریداری کے وقت اسواسطے کہ محتاج پر قربانی واجب
نہیں برخلاف مالدار کے کہ اُسپر واجب ہے تو اُسکے حق میں کافی نہ ہوگی ولا یضر تعیبہا من اضطرابہا عند الذبح اور ضرر نہیں کرتا عیب دار ہو جانا قربانی کا اُسکے
تڑپنے کے سبب سے ذبح کے وقت وکذا لو ماتت فعلی الغنی غیرہا لا الفقیر اور اگر قربانی مر گئی تو مالدار پر دوسری قربانی اُسکے سوا واجب ہے نہ محتاج پر ولو ضلت او سرقت
فاشتری اخری فظہرت فعلی الغنی احداہما وعلی الفقیر کلاہما شمنی اور اگر قربانی گم ہو گئی یا چوری گئی سو اُسنے دوسرا جانور خرید کیا تو غنی پر ایک جانور کا قربانی کرنا
ہے اور محتاج پر دونوں کا قربانی کرنا ضرور ہے کذا فی الشمنی ص یہ مسئلہ مکرر ہو گیا وان مات احد السبعۃ المشترکین فی البدنۃ وقال الورثۃ اذبحوا عنہ وعنکم صح عن
الکل استحسانا لقصد القربۃ من الکل ولو ذبحوہا بلا اذن الورثۃ لم یجزہم لان بعضہا لم یقع قربۃ اور اگر گائے یا اونٹ کے سات شریکوں میں سے ایک شریک
مر گیا اور میت کے وارثوں نے کہا کہ ذبح کرو میت کی طرف سے اور اپنی طرف سے تو سب کی طرف سے قربانی صحیح ہو گی استحسان کی راہ سے اسواسطے کہ عبادت
کا قصد سب کی طرف سے حاصل ہوا اور اگر شریکوں نے بلا اذن میت کے وارثوں کے اُسکو ذبح کیا تو شریکوں کی طرف سے بھی قربانی ادا نہ ہو گی اسواسطے کہ ساتواں
حصہ عبادت واقع نہ ہوا یعنی جب بعض عبادت نہ ٹھہرا تو کل بھی عبادت نہ ہوا عدم تجزی کے سبب سے کذا فی الکافی وان کان شریک الستۃ نصرانیا او مرید اللحم لم یجز
عن واحد منہم لان الاراقۃ لا تتجزی ہدایہ لما مر اور اگر چھ شریکوں کے ساتھ ساتواں شریک نصرانی ہو یا فقط گوشت لینے کا ارادہ رکھتا ہو تو کسی کی طرف سے قربانی ادا
نہ ہو گی اسواسطے کہ خونریزی متجزی نہیں ہوتی کذا فی الہدایہ بدلیل گزشتہ م اور یہی حکم ہے باقی قربات شرکت پذیر میں یعنی جب متقرب کے ساتھ وہ شخص شریک ہو جو قربت
کا قصد نہیں رکھتا ہے تو عبادت ادا نہ ہو گی اور درصورت قربت عبادت ادا ہو گی اگرچہ قربت کی جہت مختلف ہو مثلاً جبکہ بعض شریک قربانی کا ارادہ کرے اور بعض
جزاء صید اور بعض ہدی احصار اور بعض کفارہ حرام اور بعض ہدی تطوع اور بعض دم متعہ یا قران کا ارادہ کرے اور اسی طرح اگر بعض اپنے فرزند کے عقیقہ کا قصد کرے
ایسا بیان کیا ہے امام محمدؒ نے نوادر حاکم میں اور اس باب سے پہلے محمدؒ نے ذکر کیا ہے کہ قربانی کے واجب ہونے نے عقیقہ وغیرہا ہر ذبح کو منسوخ کر دیا اور محمدؒ کی نص سابق
اسکے مفید ہے کہ نسخ تو فقط وجوب کی راہ ہے ورنہ عقیقہ بھی قربت ہے اور یہ مخالف ہے اُس بحث کے جو شرنبلالی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ مکروہ ہے کذا فی الطحاوی
خلاصہ یہ ہے کہ عقیقہ کا قربت وعبادت ہونا خود امام محمدؒ کے کلام سے ثابت ہے اور یہ جو امام محمدؒ نے کہا ہے کہ عقیقہ وغیرہا کو قربانی نے منسوخ کر دیا تو مطلب یہ ہے کہ عقیقہ
واجب نہیں تو اس سے نفی استحباب یا اباحت کی لازم نہیں اور اسکو مکروہ کہنا تو قول بیدلیل ہے اسواسطے کہ عقیقہ احادیث معتمدہ سے ثابت ہے اور اہل اسلام میں جاری ہے فروع
مسائل ملحقۃ شاۃ ولو ان ثلثۃ نفر اشتری کل واحد منہم شاۃ للاضحیۃ احدہم بعشرۃ والآخر بعشرین والآخر بثلثین وقیمۃ کل واحد مثل ثمنہا فاختلطت حتی لا یعرف کل واحد شاتہ بعینہا

ولو اصطلحوا على ان يأخذ كل واحد منهم شاة يضحي بها اجزأتهم ويتصدق صاحب الثلاثين بعشرين وصاحب العشرين بعشرة ولا يتصدق صاحب العشرة بشيء وان اذن كل واحد منهم ان يذبحها عنه اجزأته ولا شيء عليه كما لو ضحى اضحية غيره بغير امره فانها تجزي اور اگر تین شخصوں نے ایک ایک بکری قربانی کے واسطے خریدی ایک شخص نے دس درم کو خریدی اور دوسرے نے بیس درم کو خریدی اور تیسرے نے تیس درم کو خریدی اور ہر بکری کی قیمت (نرخ بازار) اُسکے ثمن کے برابر ہے پھر تینوں بکریاں اسطرح مختلط ہو گئیں کہ تینوں شخصوں سے کوئی شخص بھی اپنی خاص بکری کو نہیں پہچانتا ہے اور تینوں نے اسپر اتفاق کر لیا کہ ہر ایک شخص اُنمیں سے ایک ایک بکری لیکر قربانی کرے تو اسطرح قربانی کرنا کفایت کریگا اور ۳۰ درم والا ۲۰ درم خیرات کرے اور ۲۰ درم والا ۱۰ درم تصدق کرے اور ۱۰ درم والا کچھ خیرات نکرے اور اگر ہر شخص دوسرے کو اذن دے کہ تو میری طرف سے قربانی کردے تو اُسکے واسطے قربانی کافی ہو گی اور اُسپر کچھ خیرات کرنا واجب نہوگا چنانچہ اگر کوئی شخص غیر کی قربانی کو قربانی کرے بدون اُسکے حکم کے تو اُسپر تصدق لازم نہیں کذا فی الینابیع ۔ ۳۰ درم والے پر ۲۰ درم کی خیرات اس احتمال سے لازم آئی کہ شاید اُسنے وہ بکری قربانی کی ہو جو ۱۰ درم سے خرید ہوئی اور اسی احتمال سے ۲۰ درم والے پر دس درم کی خیرات لازم آئی اور ۱۰ درم والے پر قلت کا احتمال نہیں لہذا اُسپر کچھ تصدق بھی نہیں ویاکل من لحم الاضحیۃ ویوکل غنیا ویدخر وندب ان لاینقص التصدق عن الثلث وندب ترکہ لذی عیال توسعۃ علیہم اور قربانی کرنے والا کھاوے اپنی قربانی سے اور مقدور والے کو کھلاوے اور ذخیرہ کر رکھے اور مستحب یہ ہے کہ تصدق تہائی گوشت سے کم نہ کیا جاے اور ترک تصدق مستحب ہے عیال دار کے واسطے اُنپر کشائش کرنے کے لیے مستحب یہ ہے کہ اپنی قربانی سے کھاوے اور غیر کو کھلاوے اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی میں اقارب اور دوستوں کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اُٹھا رکھے گوشت دینا غنی اور فقیر اور مسلم کو اور ذمی کو درست ہے اور اگر سب گوشت خیرات کرے تو جائز ہے اور اگر سب گوشت اپنے واسطے ذخیرہ کر رکھے اگرچہ تین دن سے زیادہ رکھے تو بھی درست ہے اور قربانی کرنیوالے کو کھانا اس قربانی میں ہے جو منذور نہو اور اگر قربانی نذر مانکر اپنے اوپر واجب کرلی ہو تو قربانی کرنیوالے کو اُسکا کھانا اور مالداروں کو کھلانا حلال نہیں خواہ نذر کرنیوالا غنی ہو یا فقیر اسواسطے کہ نذر میں تو تصدق کرنا لازم ہے اور متصدق کو اپنے صدقہ سے کھانا یا غنی کو کھلانا ہرگز جائز نہیں کذا فی البدائع والعالمگیریہ وان یذبح بیدہ ان علم ذلک والا یعلمہ شہدہا بنفسہ ویامر غیرہ بالذبح کیلا یجعلہا میتۃ اور مستحب یہ ہے کہ قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے اگر ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر ذبح کرنا نجانتا ہو تو ذبح کے وقت خود موجود ہو اور غیر شخص کو اُسکے ذبح کرنے کا امر کرے تا تا وقت قربانی کو مردار نہ کر ڈالے ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کھڑی ہو اور اپنی قربانی پر حاضر ہو اسواسطے کہ تیری مغفرت ہو گی قربانی کے اول قطرہ کے نکلتے اور یوں کہہ ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لاشریک لہ جان کہ اسکا گوشت اور خون تیری ترازو میں رکھا جاے گا ستر گنا ہو کر کذا فی الطحطاوی وکرہ ذبح الکتابی واما المجوسی فیحرم لانہ لیس من اہلہ درر اور اہل کتاب کا ذبح کرنا قربانی کو مکروہ ہے اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے اسلیے کہ مجوسی ذبح کرنے کی لیاقت نہیں رکھتا ہے کذا فی الدرر وتصدق بجلدہا او یعمل منہ نحو غربال وجراب وقربۃ وسفرۃ ودلو اور قربانی کی کھال خیرات کرے یا اُس سے مانند چھلنی اور جھولی اور مشک اور دستارخوان اور ڈول بناوے او یبدلہ بما ینتفع بہ باقیا کما مر یا کھال کو بدلے اُس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اُسکو باقی رکھکے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی مشک اور ڈول وغیرہ سے بدل لے لا بمستہلک کخل ولحم ونحوہ کدراہم نہ بدلے کھال کو مستہلک چیز سے یعنی جس سے فائدہ حاصل نہ ہو سکے بدون استہلاک کے چنانچہ سرکہ اور گوشت اور مانند اُسکے چنانچہ روپے یا پیسے یا کوڑی فان بیع اللحم او الجلد بہ ای بمستہلک او بدراہم تصدق بثمنہ ومفادہ صحۃ البیع مع الکراہۃ وعن الثانی باطل لانہ کالوقف مجتبیٰ پھر اگر قربانی کا گوشت یا چمڑا بیچا گیا مستہلک چیز سے یا روپیوں سے تو اُسکے ثمن کو تصدق کردے اور تصدق ثمن سے صحت بیع کا کراہت کے ساتھ حاصل ہوا اور ابو یوسف سے روایت یہ ہے کہ بیع مذکور باطل ہے اسواسطے کہ وہ وقف کے مانند ہے کذا فی المجتبیٰ ولا یعطی اجر الجزار منہا لانہ کبیع واستفیدت من قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیۃ لہ ہدایہ اور نہ دے قصاب کی مزدوری قربانی کے گوشت وغیرہ سے اسواسطے کہ مزدوری دینا قربانی سے اُسکی بیع کے

مانند ہو اور یہ مسئلہ مستفاد ہوا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کہ جسنے اپنی قربانی کا چمڑا بیچا تو اُسکی قربانی نہ ہوئی کذا فی الہدایۃ ویکرہ
الجز صوفہا قبل الذبح لینتفع بہ فان جزہ تصدق بہ ولا یرکبہا ولا یحمل علیہا شیئا ولا یوجرہا فان فعل تصدق بالاجرۃ حاوی الفتاوی لانہ التزم اقامۃ
القربۃ بجمیع اجزائہا اور قربانی کے رونگٹیں اور بال نہ کترے ذبح کرنے سے پہلے تا اُس سے فائدہ حاصل کرے پھر اگر کترے تو اُسکو خیرات کردے اور قربانی پر
سوار نہ ہو اور نہ اُسپر کوئی چیز لادے اور نہ اُسکو کرایہ دے سو اگر ایسا کرے تو اجرت کو خیرات کردے کذا فی حاوی الفتاوی امور مذکورہ اسواسطے جائز نہیں
کہ عبادت کا قائم کرنا اسکے تمام اجزاء سے لازم کیا گیا ہے بخلاف ما بعدہ لحصول المقصود مجتبیٰ برخلاف بعد ذبح کرنے کے کہ صوف کا کترنا درست ہے بعد
حاصل ہوجانے مقصود کے کذا فی المجتبیٰ یعنی قربانی سے مقصود قربت تھی سو ذبح کرنے سے حاصل ہوچکی اب انتفاع کیواسطے صوف کترنا اور دودھ کا دوہنا
درست ہے ویکرہ الانتفاع بلبنہا قبلہ کما فی الصوف ومنہم من اجازہما للغنی لوجوبہا فی الذمۃ فلا تتعین زیلعی اور مکروہ ہے نفع حاصل کرنا قربانی کے دودھ سے
ذبح کرنے سے پہلے چنانچہ صوف میں انتفاع قبل ذبح مکروہ ہے اور فقیہوں میں سے بعضا فقیہ وہ ہے جسنے کترنا اور دودھ دوہنا قبل ذبح کے جائز لکھا ہے مالدار کیواسطے
بسبب واجب ہونے قربانی کے مالدار کے ذمہ پر تو اُسپر مخصوص قربانی متعین نہیں ہے کذا فی الزیلعی ولو غلط اثنان فذبح کل شاۃ صاحبہ یعنی عن نفسہ علیٰ بدل علیہ
قولہ غلطا ولم یغلطا فیکون کل واحد وکیلا عن الآخر دلالۃ ہدایہ قال ابن الکمال وظاہر کلام صدر الشریعۃ وغیرہ وقوعہ عن صاحبہ صح استحسانا بلا غرم اور اگر دو شخص
غلط کار ہوے اور ہر شخص نے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کی تو یہ قربانی صحیح ہے باعتبار استحسان کے بدون لازم ہونے تاوان کے شارح نے کہا مراد مصنف یہ ہے کہ ہر شخص
نے دوسرے کی بکری ازراہ خطا اپنی ذات کی طرف سے قربانی کی بدلیل قول صاحب الایضاح کہ دونوں نے خطا کی ہو یا نہ کی ہو تو ہر شخص دوسرے شخص کا وکیل ٹھہر جاویگا
بدلالت حال کے سبب سے یعنی دونوں کو قربانی کرنا منظور تھا سو اسطرح سے بھی حاصل ہوا کذا فی الہدایۃ یہ کہا ہے ابن کمال شارح الایضاح نے اور صدر الشریعۃ
وغیرہ کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہر بکری کا ذبح واقع ہوا اُسکے مالک کی طرف سے ہم طحطاوی نے کہا کہ صدر الشریعۃ کا ذکر کرنا بلا وجہ ہے اسواسطے کہ سوائے
زفر رح کے تمام اہل مذہب کا اسی پر اجماع ہے کہ ذبح مالک کی طرف سے ہے بقرینہ اذن حالی ویتحالان ولو اکلا ثم عرفا ہدایہ اور دونوں شخص باہم حلت کی
درخواست کریں یعنی معاف کردیں اگر قربانی کا گوشت کھایا ہو اور نہ پہچانا ہو پھر بعد اسکے پہچانا ہو کذا فی الہدایۃ وان تشاحا ضمن کل لصاحبہ قیمۃ لحمہ وتصدق
بہا اور اگر دونوں نے باہم بخل کیا اور معاف نہ کردیا تو ہر شخص دوسرے شخص کے گوشت کی قیمت کا تاوان دے اور ہر شخص قیمت کو خیرات کردے قلت و
فی اوائل القاعدۃ الاولیٰ من الاشباہ لو اشتراہا بنیۃ الاضحیۃ فذبحہا غیرہ بلا اذنہ فان اخذہا مذبوحۃ ولم یضمنہ اجزأتہ وان ضمنہ لا تجزیہ وہذا اذا ذبحہا عن
نفسہ اما اذا ذبحہا عن مالکہا فلا ضمان علیہ انتہی ترجمہ میں کہتا ہوں اور اشباہ کے پہلے قاعدہ اوائل میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک شخص نے جانور خرید کیا قربانی
کرنے کی نیت سے پھر دوسرے شخص نے اُسکو ذبح کر ڈالا بدون اسکے اذن کے سو اگر مالک نے اُس مذبوح کو لیا اور اُس سے تاوان نہ لیا تو اُسکے حق میں
قربانی کفایت کرگئی اور اگر اُسکا تاوان لیا ذبح کرنے والے سے تو قربانی ادا نہ ہوگی اور یہ اُس صورت میں ہے جبکہ غیر شخص نے جانور کو اپنی طرف سے ذبح کیا ہو
اور اگر مالک کی طرف سے ذبح کیا ہوگا تو اُسپر تاوان نہیں انتہی قول الاشباہ سو اشباہ کی طرف مراجعت کر کما یصح لو ضحی بشاۃ الغصب ان ضمنہ
قیمتہا حیۃ جیسے قربانی صحیح ہے اگر ایک شخص نے بکری غصب کرکے قربانی کی بشرطیکہ غاصب نے مغصوب منہ کو زندہ بکری کی قیمت کا تاوان دیا ہو
زندہ بکری کا ضمان اسواسطے لازم آیا کہ غاصب اُسکا مالک ٹھہر گیا غصب کے وقت سے بطریق استناد کے اگرچہ قربانی صحیح ہے لیکن غاصب گنہگار رہا
غصب سے تو اُسپر توبہ اور استغفار لازم ہے اس مسئلہ سے معلوم ہوا کہ تاوان کے بعد ذبیحہ حلال ہے اور حرام پر بسم اللہ کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہے بلکہ کفر لازم
نہیں آتا ہے جبتک کہ غصب کرنے کو حلال نجانے گا کذا فی الطحطاوی کما اذا باعہا جیسے بیع صحیح ہے اگر غصب کی بکری کو غاصب بیع کریگا اور مالک کو اُسکی
قیمت کا تاوان دیگا وکذا لو اتلفہا ضمن لصاحبہا قیمتہا ہدایہ لظہور ملکہا بالضمان من وقت الغصب اور اسی طرح اگر غصب کی بکری کو غاصب تلف کرے

تو تاوان دے اسکی قیمت کا اسکے مالک کو کذا فی الہدایۃ شاۃ مغصوبہ کی قربانی صحیح ہوگئی بسبب ظاہر ہو جانے بکری کے مالک کے تاوان دینے سبب غصب کے وقت سے لا الودیعۃ ان ضمنہا لان سبب ضمانہ ہنا بالذبح و الملک یثبت بعد تمام السبب وہو الذبح فیقع فی غیر ملکہ قربانی صحیح نہیں امانت کی بکری کی اگرچہ اسکے مالک کو تاوان بھی دے اسواسطے کہ تاوان کا سبب یہاں ذبح ہے اور ملک ثابت ہوتی ہے سبب کے تمام ہونے کے بعد اور وہ سبب ذبح ہے تو ذبح واقع ہوا اسکے غیر ملک میں قلت وظاہر ان العاریۃ کالودیعۃ والمرہونۃ کالمغصوبۃ لو نہا مضمونۃ بالدین کذا المشترکۃ فلیراجع میں کہتا ہوں اس مسئلہ امانت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاریت امانت کے مانند ہے یعنی عاریت کی بکری کے ذبح کرنے سے قربانی صحیح نہیں اور مرہون بکری مغصوب بکری کے برابر ہے اسواسطے کہ مضمون بالدین ہے اور اسی طرح مشترک بکری مغصوب بکری کے مانند ہے تو ان مسائل کو کتب فقہ میں تلاش کرنا چاہیے تاکہ تصریح حکم معلوم ہو جائے ثم بدائع میں عاریت کو ودیعت کے مانند صریح بیان کیا ہے عدم صحت قربانی میں اور خانیہ اور خلاصہ میں مسئلہ رہن برخلاف شارح مذکور ہے یعنی مرہون جانور کی قربانی صحیح نہیں باوجود تاوان دینے کے تو اس تصریح کے مقابل میں شارح کی تجویز لائق اعتبار کے نہ ہی خزانہ میں مذکور ہے کہ دو بکریاں مشترک ہیں دو شخصوں میں سو دونوں نے انکو قربانی کیا تو کافی ہے انتہی اور اگر ایک شریک نے مشترک کی قربانی کی تو اسمیں تجویز علما مختلف ہے کذا فی الطحطاوی مختصراً فروع مسائل ملحقہ شارح کے لون الضحیۃ علیہ الصلوۃ والسلام سود اور رسول خدا علیہ الصلوۃ والسلام کی قربانی کی رنگت سیاہ تھی ہم طحطاوی نے کہا شاید کسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ قربانی کی ہو حدیث میں تو تصریح یہ ہے کہ حضرت نے قربانی کیے دو خصی مینڈھے شاخدار سفید رنگ جنمیں کچھ سیاہ بال بھی موجود تھے نذر عشر اضحیات لزمہ ثنتان المجتبی الاثر بہا خانیہ والاصح وجوب الکل لایجابہ ما للہ من جنسہ ایجاب شرح وہبانیہ ایک شخص نے دس قربانی کی نذر مانی تو اسپر دو قربانی لازم آوینگی اسواسطے کہ دو قربانی کی حدیث آئی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھوں کو قربانی کیا ہے چنانچہ ابھی انکا مذکور ہو چکا کذا فی الخانیہ اور صحیح تر قول وجوب کل ہے یعنی دس قربانی کا واجب ہونا صحیح تر ہے بسبب واجب کر لینے ناذر کے اس چیز کو جسکی جنس ایجاب ربانی موجود ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ قلت مفاد لزوم النذر بما من جنسہ واجب اعتقادی و اصطلاحی قالہ المصنف فلیحفظ میں کہتا ہوں شرح وہبانیہ کے مسئلہ مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے لازم ہو جانا اس نذر کا جسکے ہم جنس شرع میں واجب ہو خواہ واجب اعتقادی ہو خواہ واجب اصطلاحی کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں تو اس کلیہ کو یاد رکھنا چاہیے غنم بین اثنین ضحیا بہا جاز بخلاف العتق لصحۃ قسمۃ الغنم لا الرقیق بھیڑ بکریاں دو شخصوں میں مشترک ہیں سو دونوں نے انکو قربانی کیا تو جائز ہے بخلاف آزاد کرنے مشترک مملوک کے بسبب صحیح ہونے قسمت غنم کے نہ رقیق کے ضحی بشاتین فالاضحیۃ کلاہما وقیل الزائد لحم ایک شخص نے دو جانور قربانی کیے تو دونوں قربانی ٹھہرینگے اور بعضوں نے کہا کہ زیادہ گوشت والا جانور قربانی ٹھہریگا والافضل الاکثر قیمۃ فان استویا فالاکثر لحما فان استویا فاطیبہما ولو ضحی بالکل فالکل فرض کارکان الصلوۃ فان الفرض منہا ما ینطلق الاسم فاذا طولہا یقع الکل فرضا مجتبی اور افضل قربانی زیادہ تر قیمت والی ہے اور اگر قیمتیں دونوں برابر ہوں تو زیادہ تر گوشت والی افضل ہے اور اگر گوشت میں برابر ہوں تو عمدہ گوشت کی قربانی افضل ہے اور اگر سب کی قربانی کی تو سب فرض واقع ہونگے جیسے نماز کے ارکان کہ انمیں سے فرض تو اسی قدر ہے جسپر رکن کا نام بولا جاوے پھر جب نمازی نے انکو طویل کر دیا مثلاً تین آیت سے زیادہ قراءت کی یا پانچ یا سات بار رکوع اور سجود میں تسبیح کہی تو سب فرض ہی واقع ہوگا کذا فی المجتبی ام فرض سے مراد فرض عملی ہے کذا فی الطحطاوی شتری اضحیۃ وامر رجلا بذبحہا فقال ترکت التسمیۃ عمدا لزمہ قیمتہا لیشتری الآمر بہا اخری ویضحی ویتصدق ولا یاکل لو ایام النحر باقیۃ والا تصدق بقیمتہا علی الفقراء خانیۃ قربانی کا جانور خرید کیا پھر ایک مرد کو اسکے ذبح کرنے کا امر کیا سو ذابح نے کہا کہ میں نے بسم اللہ کہنا قصداً ترک کیا تو مامور پر اسکی قیمت دینا لازم ہوگا تا امر کرنے والا اس قیمت سے اور قربانی خرید کرے اور اسکو قربانی کرے اور خیرات کر دے اور آپ نہ کھاوے یہ اسوقت ہے اگر نحر کے ایام باقی ہوں اور اگر باقی نہ رہے ہوں تو اسکی قیمت فقیروں پر تصدق کرے کذا فی الخانیۃ وفیہا اراد التضحیۃ فوضع یدہ مع القصاب فی الذبح واعانہ علی الذبح سمی کل وجوبا فلو ترکہا احدہما او ظن ان تسمیۃ

احد ہما تلقی حرمت وہی تصلح لغزاً فیقال ای شاة لاتحل بالتسمیة مرة بل لابد ان یسمی علیہا مرتین اور تاتارخانیہ مین ہے کہ ایک شخص نے قربانی کرنے کا ارادہ کیا
سو اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ رکھا ذبح کرنے مین اور اسکی مدد کی ذبح کرنے پر تو ہر شخص بسم اللہ کہے بنا بر وجوب کے پھر اگر بسم اللہ کو ایک شخص بھی ترک کرے بنا
یا گمان کرے گا کہ ایک شخص کا بسم اللہ کہنا کفایت کرتا ہے تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا اور یہ مسئلہ چیستان ہونے کی لیاقت رکھتا ہے تو یون سوال کیا جاے کہ
کون سی بکری ہے جو ایکبار بسم اللہ کہنے سے حلال نہین ہوتی بلکہ یہ ضرور ہے کہ اسپر دو بار بسم اللہ کہنا چاہیے وقد نظمہ شیخنا الخیر الرملی فقال ؎ ای ذبح لا یحل
فیہ ان تثنی بذکر ذی التنزیہ + فاجبتہ بالفرض فانا لانراہ نثرا ولا نرتضیہ اور بالتحقیق اسکو نظم کیا ہے ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اور وہ نظم یہ ہے کہ کون ذبح
ہے جسکی حلت مین یہ ضرور ہے کہ دو بار ذکر کیا جاے صاحب تنزیہ کا یعنی اللہ تعالی کا نام لیا جاے سو اسکا جواب دے نظم سے اس واسطے کہ ہم نثر کو نہین دیکھتے
اور پسند نہین کرتے فقلت فی الجواب ؎ خذ جوابا نظما کما تبتغیہ + من فقیہ مروی عن فقیہ + خیر الدین نے کہا تو مین نے جواب سوال مذکور مین یون کہا کہ لے
جواب نظم مین جیسا کہ تو چاہتا ہے اس فقیہ سے جسکی روایت ثابت ہے فقیہ سے ؎ ہی شاة فی ذبحہا اشتراک اثنان + فتکرار الذکر شرط لما نرویہ + فذاک ذبح قصاب
وضع الید + مع الصاحب الذی یرتجیہ + وہ بھیڑ بکری ہے جسکے ذبح کرنے مین دو شخص شریک ہوے تو دو بار نام خدا ذکر کرنا شرط ہے جیسا کہ ہم روایت
کرتے ہین کہ وہ ذبح کرنا اس قصاب کا ہے جسنے ہاتھ رکھا اپنے اس صاحب کے ساتھ جو اسکی امید رکھتا ہے یا خوف کرتا ہے کہ شاید ایک شخص کی قوت سے
ذبح نہ ہو سکے ؎ فعلی کل واحد منہما + ان یذکر اللہ جل عن التشبیہ + تو ان دو شخصون مین سے ہر شخص پر واجب ہے یہ کہ ذکر کرے اللہ کو در انحالیکہ وہ پاک
ہے تشبیہ اور تمثیل سے وفی الوہبانیة وشرحہا قال ؎ ولو ذبحا شاة معا ثم واحد + اخل ببسم اللہ فالشاة تحجر + اور وہبانیہ اور اسکی شرح مین کہا اور
اگر دو شخصون نے بکری کو ساتھ ہی ذبح کیا پھر ایک شخص بسم اللہ نہ بولا تو بکری متروک ہو گئی یعنی حرام واجب الترک ہے ؎ وان تشتری منہا ثلاثا ثلاثة
واشکل فالتوکیل بالذبح یخبر + اور اگر تین شخص تین بکریان خریدین اور اشکال واقع ہو یعنی تینون شخص اپنی اپنی بکریون کی شناخت مین حیران ہون
تو ذبح کا وکیل کر دینا کاشف حیرت ہے ؎ شرح وہبانیہ مین صورت مذکورہ مین یون چاہیے کہ تینون شخص ہر ایک کو ذبح کرنے مین وکیل کرین سو اگر اپنی
بکری ذبح کی تو جائز ہے اور غیر کی بکری ذبح کی اسکے اذن سے تو بھی جائز ہے ؎ وکیل شراء الشاة للضان شتری + یصح خلاف العکس والقود یخسر + خرید شاة
کا وکیل اگر ضان یعنی بکری خرید کرے تو صحیح ہے برخلاف عکس کے یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل شاة خرید کرے تو صحیح نہین اور ہانکنے کی اجرت مین وکیل
نقصان اٹھا دیگا ام وجہ صحت یہ ہے کہ شاة اسم جنس ہے ضان اور معز یعنی بھیڑ اور بکری دونون کو شامل ہے برخلاف عکس یعنی اگر بکری کی خرید کا وکیل کیا سو اسنے
شاة من الضان یعنی بھیڑ خرید کی تو موکل کو اسکا لینا لازم نہین چنانچہ خانیہ مین ہے فتاوی عالمگیریہ مین ہے کہ اگر قربانی خرید کرنے کا وکیل کیا سو وکیل نے
خرید کی اور اسکے ہانکنے کیواسطے ایک درم پر کوئی آدمی مقرر کیا تو موکل پر یہ اجرت لازم نہین یعنی وکیل کو دینا پڑیگا ؎ ولو قال اسود ا فغیر صحیح لا + اذا کان
فی قربان عینا یغیر + اور اگر موکل نے کہا کہ سیاہ رنگ گاے یا بکری خرید کرنا سو وکیل نے غیر اسکے سرخ یا سفید خرید کی تو صحیح ہے اور اگر وکیل نے شاخدار سیاہ چشم قربانی
کی خرید مین تغیر کی تو صحیح نہین ؎ اسواسطے کہ شاخدار سیاہ چشم کی خرید مین لوگ رغبت کرتے ہین تو مخالفت وکیل مضر ہوگی برخلاف اول صورت کے ؎ شئتین ممن
ینذر العشر الزموا + وتصحیح ایجاب الجمیع محرر + علما نے دو قربانیون کو لازم کیا ہے اس شخص کے حق مین جسنے دس قربانی کی نذر مانی اور سب دس قربانی کی ایجاب
کی تصحیح منقح اور محقق قول ہے یعنی صحیح قول یہ ہے کہ تمام نذر واجب اور لازم ہوگی چنانچہ یہ مسئلہ سابق مذکور ہو چکا ہے ؎ وعن میت بالامر الزم تصدقا + والا فکل
منہا و ذا المتخیر + اور اگر قربانی ہوئی میت کی طرف سے اسکے امر سے تو لازم جان اسکا خیرات کرنا اور اگر قربانی میت کی بدون امر ہوئی ہے میت کی طرف سے
تو کھا اسکے گوشت کو اور یہ قول مختار اور پسندیدہ ہے ؎ ومن مال طفل فالصحیح سقوطہا + وعن ابہ فی حقہ ہو اظہر + اور صغیر کے مال سے تو سقوط
قربانی کا قول صحیح ہے اور صغیر کے باپ کے مال سے باپ کے حق مین قربانی ہونا صحیح ہے اور یہی قول ظاہر الروایہ مین ہے چنانچہ یہ مسئلہ اول کتاب الاضحیہ

مین مذکور ہوچکا ہے وواہب شاۃ رجع بعد ذبحہا ویجزی من ضحی علیہا ویوجر + اور بکری کا ہبہ کرنے والا اُسکے ذبح ہو جانے کے بعد رجوع کر سکتا ہی تو کفایت ہو گی اُسکی طرف سے جسنے اُسپر قربانی کی اور اُسکو ثواب ملیگا یعنی زید پر قربانی واجب تھی سو خالد نے اُسکو ایک بکری ہبہ کی سو اُسنے قربانی کی پھر خالد نے ذبح کے بعد ہبہ مین رجوع کی یعنی مذبوح بکری پھیرلی تو یہ رجوع درست ہی امام کے نزدیک خلافا لابی یوسف کذا فی الطحطاوی اور زید کی طرف سے قربانی ادا ہو گی اور اُسکو قربانی کا ثواب ملیگا واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الحظر والاباحۃ

یہ کتاب ہی حظر اور اباحت کی یعنی اسمین فعل ممنوع اور مباح کا مذکور ہی مباح کا ذکر اسواسطے ہی کہ کوئی اُسکو مکروہ گمان نہ کرے اور اسمین فرض بھی مذکور ہوتا ہی تا معلوم ہو کہ اُسکا ترک کرنا حرام اور ممنوع ہی فقہ کی بعضی کتابون مین کتاب الحظر والاباحۃ کو کتاب الکراہت کہا ہی اسواسطے کہ اسمین افعال مکروہ اور غیر مکروہ ہونے مین اگرچہ ذکر مکروہ اہم ہی اور بعضی کتاب مین کتاب الزہد والورع مذکور ہی اسواسطے کہ اُسمین اکثر مسائل مباح مذکور ہین اور اُنسے احتراز کرنا زہد اور ورع ہی اور بعضی کتاب مین اُسکو کتاب الاستحسان بیان کیا ہی اسواسطے کہ اُسمین وہ افعال مذکور ہین جنکو شرع نے نیک پایا ہی کہا ہی مناسبتہ ظاہرۃ کتاب الحظر والاباحۃ کی مناسبت کتاب الاضحیہ سے ظاہر ہی اسواسطے کہ اضحیہ مین اکثر محظورات اور مباحات داخل ہین بلکہ یہ کتاب ہر کتاب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہی کذا فی الطحطاوی والحظر لغۃ المنع والحبس اور حظر بفتح حاء مہملہ وظاء معجمہ لغت مین عبارت ہی منع اور حبس سے وشرعا ما منع من استعمالہ شرعا اور اصطلاح شرع مین حظر وہ ہی جسکا استعمال شرعا ممنوع ہی حم یہ تعریف ہی محظور کی نہ حظر کی والمحظور ضد المباح اور محظور ضد ہی مباح کی حم یہ تعریف بالاعم ہی اسواسطے کہ فرض اور حرام اور مکروہ بھی غیر مباح ہین تو محظور کی تعریف خاص یہ ہی کہ جسکا ممنوع ہونا بدلیل قطعی ثابت ہو قرآن سے یا حدیث سے یا اجماع سے یا اس دلیل سے جسکا مرجع دلائل ثلثہ مذکورہ ہون کذا فی الطحطاوی والمباح ما اجیز للمکلفین فعلہ وترکہ بلا استحقاق ثواب وعقاب نعم یحاسب علیہ حسابا یسیرا اختیار اور مباح وہ فعل ہی جسکے کرنے اور نکرنے کی مکلف لوگون کو اجازت ہو بلا استحقاق ثواب اور بلا ترتب عقاب ہان البتہ یہ ہی کہ مباح پر کچھ ہلکا سا حساب ہو گا کذا فی الاختیار م عدم ثواب اور عذاب در صورت عدم نیت کے ہی اور اگر مباح مین عبادت کی نیت کرے تو ثواب ہو گا اور اگر گناہ کی نیت کرے تو عذاب ہو گا قال صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات کل مکروہ ای کراہۃ تحریم حرام ای کالحرام فی العقوبۃ بالنار عند محمد واما المکروہ کراہۃ تنزیہ فالی الحل اقرب اتفاقا جو مکروہ تحریمی ہی وہ حرام کے مانند ہی دوزخ کے عذاب مین محمد کے نزدیک اور مکروہ تنزیہی تو حلال کی طرف نزدیک تر ہی باتفاق امام اور شیخین کے حم حرام وہ ہی جو بدلیل قطعی یقینی ممنوع ہو اور اُسکا ترک فرض ہی جیسا کہ شراب کا پینا اور مکروہ تحریمی وہ ہی جو بدلیل ظنی ممنوع ہو اور اُسکا ترک کرنا واجب ہی جیسے سوسمار کا کھانا اور شطرنج کا کھیلنا تو امام محمد جب اپنی کتابون مین کراہت بولتے ہین تو اُس سے حرام مراد رکھتے ہین اور مکروہ تحریمی کو حرام نہین کہتے ہین اسواسطے کہ اُسکی دلیل قطعی نہین جو حرمت پر دلالت کرے تو اُسکی حرمت دلیل غیر قطعی یعنی خبر احاد یا قول صحابی سے ثابت ہی اُسکو مکروہ کہتے ہین اور یہ جو کہا کہ مکروہ تنزیہی حلال سے نزدیک تر ہی یعنی اُسکے کرنیوالے پر اصلا عذاب نہین لیکن اُسکا تارک کچھ تھوڑا ثواب پاویگا کذا فی الطحطاوی وعندہما وہو الصحیح المختار ومثلہ البدعۃ والشبہۃ الی الحرام اقرب اور امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ تحریمی حرام کی طرف نزدیک تر ہی اور یہی مذہب صحیح اور مختار ہی اور بدعت اور شبہہ مکروہ تحریمی کے مانند ہی م شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی مین حلت اور حرمت کے دلائل متعارض ہین لیکن جانب حرمت کی غالب ہی فالمکروہ تحریما نسبتہ الی الحرام کنسبۃ الواجب الی الفرض فیثبت بما یثبت الواجب یعنی بظنی الثبوت ویاثم بارتکابہ کما یاثم بترک الواجب ومثلہ السنۃ المؤکدۃ تو مکروہ تحریمی کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہی جیسے واجب کی نسبت فرض کی طرف تو مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہی اُس دلیل سے جس سے واجب ثابت ہوتا ہی یعنی جس دلیل کا ثبوت ظنی ہی اور دلالت قطعی ہی اس سے مکروہ تحریمی اور واجب ثابت ہوتا ہی اور مکروہ تحریمی کے کرنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہی جیسے واجب کے ترک کرنے سے گنہگار ہوتا ہی اور واجب کے مانند سنت مؤکدہ ہی م دلائل شرعی

چار قسم ہیں اول وہ دلیل جسکا ثبوت اور دلالت مطلب دونوں قطعی اور یقینی ہیں چنانچہ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ صریحہ جنمیں کسی طرح تاویل کا احتمال نہیں یہ مفید یقین ہیں اور ایسی دلیل سے فرض اعتقادی اور حرام ثابت ہوتا ہے ثانی وہ دلیل ہے جسکا ثبوت قطعی ہے اور دلالت ظنی چنانچہ وہ آیات اور احادیث جنمیں تاویل کا احتمال ہے اور یہ مفید ظن ہے اور اس سے فرض عملی ثابت ہوتا ہے ثالث وہ دلیل ہے جسکا ثبوت ظنی ہے اور دلالت قطعی چنانچہ اخبار آحاد صریحہ ایسی دلیل سے واجب اور مکروہ تحریمی ثابت ہوتا ہے رابع وہ دلیل ہے جسکا ثبوت اور دلالت دونوں ظنی ہیں جیسے اخبار آحاد محتمل المعانی ایسی دلیل مفید سنت اور استحباب ہے اور گاہے فرض بولتے ہیں اور قطعی اور عملی مراد لیتے ہیں اور کبھی واجب کہتے ہیں اور اس سے فرض عملی کا ارادہ کرتے ہیں کذا فی الطحطاوی

وفی الزیلعی فی بحث حرمة الخیل القریب من الحرام ما تعلق به محذور دون استحقاق العقوبة بالنار بل العتاب کترک السنة المؤکدة فانه لا یتعلق به عقوبة النار ولکن یتعلق به حرمان عن شفاعة النبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم لحدیث من ترک سنتی لم ینل شفاعتی فترک السنة المؤکدة قریب من الحرام ولیس بحرام انتہی اور زیلعی میں گھوڑے کی حرمت کی بحث میں یہ مطلب ہے کہ مکروہ قریب بحرام وہ ہے جس سے محذور متعلق ہو نہ عذاب دوزخ کا استحقاق بلکہ عتاب کا استحقاق ہے جیسے سنت مؤکدہ کے ترک سے عذاب دوزخ متعلق نہیں ولیکن اسکے ترک سے نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محرومی متعلق ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ جو شخص میری سنت کو ترک کریگا وہ میری شفاعت کو نہ پاویگا تو ترک سنت مؤکدہ قریب ہے حرام سے اور وہ خود حرام نہیں ہے انتہی (فی الزیلعی حرمان شفاعت سے یہاں شفاعت مخصوصہ مراد ہے چنانچہ ترقی درجات کی شفاعت اور یہ مراد نہیں کہ مطلق شفاعت سے محرومی ہوگی اسواسطے کہ مرتکب کبیرہ بھی شفاعت سے محروم نہ رہیگا بدلیل حدیث کے کہ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی) تو مرتکب مکروہ یا تارک سنت مؤکدہ کیونکر محروم ہوگا حاصل کلام مقدسی کا یہ ہے کہ محمد نے مکروہ تحریمی پر حرام کا اطلاق کیا ہے اور اسکو حلال نہیں کہا ہے کیونکہ اسکی حلت پر دلیل قاطع نہیں اور شیخین نے اسکو حلال میں داخل کیا ہے اسواسطے کہ اصل اشیا کی حلت ہے اور اسکی حرمت پر قطعی دلیل ثابت نہیں انتہی خلاصہ مقام یہ ہے کہ مکروہ محمد کے نزدیک حرام کی ایک قسم ہے کیونکہ انکے نزدیک قطعی بھی حرام ہے اور ظنی بھی اور دونوں کا مرتکب معاقب بالنار ہے اگرچہ عذاب متفاوت ہو اور شیخین کے نزدیک مکروہ تحریمی حلال غیر قطعی میں داخل ہے اور حلت سے اباحت لازم اور مرتکب مکروہ تحریمی کا گنہگار اور معاتب ہے نہ معاقب بالنار تو معلوم ہوا کہ خلاف مابین محمد اور شیخین کے لفظی نہیں ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا

(الاکل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام او میتة او مال غیره وان ضمنه فرض یثاب علیه بحکم الحدیث) کھانا غذا کیواسطے اور پینا دفع عطش کیواسطے فرض ہے اسپر ثواب ملیگا بحکم حدیث کے اگرچہ اکل اور شرب حرام سے ہو یا مردار سے یا غیر شخص کے مال سے اگرچہ مال غیر کا تاوان اسپر لازم ہو وہ حدیث مذکور یہ ہے قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالی لیوجر فی کل شیء حتی اللقمة یرفعها العبد الی فیه کذا فی شرنبلالیہ یعنی حق تعالی ہر چیز میں ثواب دیتا ہے یہانتک کہ اس لقمہ میں ثواب دیتا ہے جسکو بندہ اپنے منہ تک اٹھاتا ہے حرام اور مردار اور غیر کا مال کھانا حالت اضطرار میں ہے اور مستقی میں ہے کہ جو شخص مردار نہ کھائے مخمصہ میں یا روزہ رکھتا جائے یہانتک کہ مرجائے تو وہ گنہگار ہے اور اضطرار کی تعریف میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ فرض نہ ادا کر سکے اور بعضوں نے کہا تین دن کے بعد اور صحیح یہ ہے کہ غیر موقت ہے اسواسطے کہ طبائع آدمیوں کی مختلف ہوتی ہیں کذا فی الطحطاوی (ولکن مقدار ما یدفع الانسان الہلاک عن نفسه) کھانا فرض ہے لیکن اتنا کہ جتنے سے آدمی اپنی ذات سے ہلاکت کو دفع کرے

(وما جور علیه وهو مقدار ما تمکن به من الصلوة قائما ومن صومه مفاده جواز تقلیل الاکل بحیث یضعف عن الفرض لکنه لم یجز کما فی الملتقی وغیره) اور ایک کھانا وہ ہے جسپر ثواب ہوتا ہے اور وہ اسقدر کھانا ہے جس سے آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے شارح نے کہا اس کلام سے اسقدر تقلیل طعام کا جواز مستفاد ہوتا ہے جس سے آدمی اداے فرض سے ضعیف ہو جائے لیکن ایسی تقلیل منصوص درست نہیں ہے چنانچہ ملتقی وغیرہ میں مصرح ہے (قلت فی المبتغی بالغین الفرض بقدر ما یندفع به الہلاک ویمکن معه الصلوة قائما انتہی فتنبه) میں کہتا ہوں اور مبتغی بغین معجمہ میں یوں مذکور ہے کہ اسقدر کھانا فرض ہے جسقدر سے ہلاکی دور ہو اور اسکے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ممکن ہو انتہی کلام المبتغی تو خبردار ہو وہم اسقدر کھانا اسواسطے فرض ہوا کہ فرض عبادت ادا نہیں

ہوسکتی بدون اسکے ومباح الی الشبع لتزید قوتہ اور کھانا مباح ہی سیری اور آسودگی تک تا آدمی کی قوت زیادہ ہو وحرام عبر فی الخانیۃ بیکرہ وہو ما فوق
ای الشبع وہو اکل طعام غلب علی ظنہ انہ یفسد معدتہ وکذا فی الشرب قہستانی اور وہ کھانا حرام ہی جو سیری اور آسودگی سے زیادہ ہو یعنی اتنا کھانا کہ
کھانے والے کو گمان غالب ہو کہ اسکے پیٹ مین فساد کریگا یعنی بدہضمی ہوگی یا ہیضہ ہوگا اور خانیہ مین اسکو مکروہ کہا ہی یعنی مکروہ تحریمی جو قریب
بحرام ہی قہستانی مین کہا کہ اسی طرح اتنا پینا بھی حرام ہی جو مفسد معدہ ہو م زیادہ کھانا اسواسطے حرام ہوا کہ مال کا ضائع کرنا ہی اور اپنی ذات
کو بیمار ڈالنا حدیث مین آیا ہی کہ آدمی کے حق مین کسی برتن کا بھرنا ایسا بدتر نہین جیسا کہ پیٹ کا بھرنا بدتر ہی سو اگر ضرورت ہو تو پیٹ کے تین
حصے کرے ایک تہائی کھانے کی اور ایک تہائی پانی کی اور ایک تہائی دم لینے کے واسطے اور بہت عذاب اونپر ہی جو بہت پیٹ کو بھرتے ہین ابوداؤد
نے روایت کی جو حمد اور شکر کرے کھانے اور پہننے کے بعد اسکی مغفرت ہوگی کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی الا ان یقصد قوۃ صوم الغد او لئلا
یستحی ضیفہ او نحو ذلک آسودگی سے زیادہ کھانا حرام ہی مگر اس نیت سے حرام نہین ہی کہ کل کے روزے رکھنے کی قوت حاصل ہو یا کہ اسکا مہمان نہ
شرماوے یا مانند اسکے کسی اور عذر سے کھانا درست ہی حرام نہین ہی م عذر مذکور چنانچہ زیادہ کھانا قی کرنے کیواسطے حرام نہین انس بن مالک صحابی طرح طرح کے
کھانے کھاتے تھے اور قی کر ڈالتے تھے سو انکو یہ فائدہ کرتا تھا کذا فی البزازیہ والخانیہ ولا تجوز الریاضۃ بتقلیل الاکل حتی یضعف عن اداء العبادۃ اور جائز نہین تھوڑے
کھانے کی اسقدر ریاضت کہ اداے عبادت سے ضعیف ہو جاے ولا باس بانواع الفواکہ وترکہ افضل اور طرح طرح کے میوون کے کھانے مین کچھ مضائقہ نہین
اور اسکا ترک افضل اور بہتر ہی واتخاذ الاطعمۃ سرف اور طرح طرح کے کھانے پکوانا اسراف ہی یعنی فضول خرچی ہی م مگر حاجت کے وقت کثرت اطعمہ سرف نہین ہی چنانچہ
اگر ایک کھانے کو نہین کھا سکتا تو تکثیر اطعمہ درست ہی تا ہر قسم سے تھوڑا تھوڑا اتنا کھاے جسقدر سے اداے عبادت پر قادر ہو یا مہمانون کی دعوت منظور ہو تو تکثیر
اطعمہ مین کچھ مضائقہ نہین کذا فی الخلاصۃ وکذا وضع الخبز فوق الحاجۃ اور اسی طرح روٹیان رکھنا حاجت سے زیادہ بیہودہ صرف ہی م مگر بہ نیت دعوت درست ہی
کذا فی العالمگیریۃ وسنۃ الاکل البسملۃ اولہ والحمدلۃ آخرہ وغسل الیدین قبلہ وبعدہ ویبدا بالشباب قبلہ وبالشیوخ بعدہ ملتقی اور کھانے کے وقت سنت ہی
کھانے کے پہلے بسم اللہ کہنا اور بعد اسکے الحمد للہ کہنا اور قبل از طعام اور بعد از طعام دونون ہاتھ دھونا اور کھانے سے پہلے جوانون کے ہاتھ دھلانے سے ابتدا
کیجاے اور کھانے کے بعد بڈھون کے ہاتھ دھلانے سے ابتدا کیجاے کذا فی الملتقی م اور اگر اول مین بسم اللہ کہنا بھولے تو یون کہے بسم اللہ علی اولہ و
آخرہ اور جب بسم اللہ کہے تو بلند آواز سے تا اسکے ساتھی بھی بسم اللہ کہین اگر کھانا حلال ہو تو بسم اللہ کہے اور الحمد للہ تو ہر حال مین آخر کو کہے اور الحمد للہ
بلند آواز سے نہ کہے مگر جبکہ سب لوگ کھانے سے فراغت کرین اور اسکی سنت مین ایک ہاتھ دھونا یا دونون ہاتھون کی انگلیان دھونا کفایت نہین کرتا
بلکہ دونون ہاتھ بند دست تک دھونا چاہیے قبل از طعام ہاتھ دھوکر رومال سے پوچھنا نہ چاہیے اور بعد از طعام پوچھنا چاہیے تا اثر طعام کا زائل ہو جاے بیلون
سے ہاتھ دھونا اگر آٹا اسمین باقی نہ رہا ہو تو فتاوی قاضی خان مین لا باس بہ مذکور ہی اور نوادر ہشام مین آٹے اور ستو سے ہاتھ دھونا امام اور صاحبین سے
منقول ہی اور تطہیر فم جمیع مواضع مین مستحب ہی اور لائق یون ہی کہ برتن لیکر اپنے ہاتھ پر پانی ڈالے اور غیر سے اسمین استعانت نہ کرے مانند وضو کے اور سنت یہ ہی
کہ نمک سے شروع کرے اور نمک پر ختم کرے اور نہایت گرم کھانا نہ کھاے اور نہ اسکو سونگھے اور نہ اسکو اور پانی کو پھونکے ہان اگر پھونکنے مین مانند اف کے آواز
نہ نکلے تو پھونکنا درست ہی اور ہاتھ پونچھنے سے پہلے انگلیون کا چاٹنا اور رکابی کا چاٹنا اور جو نوالہ دسترخوان پر گر پڑا ہو اسکو کھانا یہ سب امور مذکورہ سنت
ہین راہ مین کھانا مکروہ ہی اور سر برہنہ کھانے مین کچھ مضائقہ نہین اور کھانا پینا تکیہ لگا کر ہو یا بایان ہاتھ زمین پر رکھکر یا کسی چیز پر پیٹ ٹیککر مکروہ ہی الکل من
العالمگیریۃ تتمہ اپنے اوپر اور اپنے عیال پر خرچ کرے اسطرح کہ نہ اسراف ہو نہ بخل نہ انکے جمیع مرغوبات کی تلاش کرتا رہے نہ جمیع مشتہیات روکتا رہے
بلکہ میانہ روی اختیار کرے سنت یہ ہی کہ رکابی کے درمیان سے نہ کھاے اسواسطے کہ برکت درمیان مین نازل ہوتی ہی بلکہ ایک طرف سے کھاے

اسواسطے کہ طعام یکساں ہان اگر طبق مین رنگ برنگ میوے ہون تو جدھر سے چاہے کہا ئے اسی طرح اگر طبق مین الوان اطعمہ ہون تو ہر طرف سے
کہانا درست ہے حدیث مین وارد ہے کہ جو رکابی کو چاٹتے کہانے کے بعد تو رکابی کہتی ہے کہ اسد تجکو دوزخ سے آزاد کرے جیسے تونے مجکو شیطان سے آزاد کیا
اور امام احمد کی روایت یون ہے کہ رکابی اسکے واسطے مغفرت طلب کرتی ہے حدیث مین وارد ہے کہ تکریم کرو روٹی کی کہ وہ برکات سموات وارض سے ہے اور
جس قوم نے روٹی کا استخفاف در حقارت کی تو حق تعالی انکو گرسنگی و محتاجی کے ساتھ مبتلا کرتا ہے اور اسکے اکرام سے یہ ہے کہ جب روٹی سامنے آوے تو سالن کا
انتظار نہ کرے یعنی روکھی کہانے لگے امام محمد نے کہا کہ لوگون پر محتاج کا کہانا دینا اسوقت ہے جبکہ وہ خروج اور طلب سے عاجز ہو فرض ہے تو جو اسکا حال جانتا ہو اسکو اسکا
دینا فرض ہے جسقدر سے وہ خروج اور ادائے عبادت پر قادر ہو اور اگر محتاج خروج پر قادر تھا سو وہ مر گیا اور کسی نے اسکو کہانا نہ دیا تو جو لوگ اسکا حال جانتے ہونگے سب
گناہ مین شریک ہونگے اور جو محتاج کسب پر قادر ہو تو اپر کسب واجب ہے اور سوال کرنا اسکو حلال نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ لحم الاتان ای الحمارۃ الاہلیۃ خلافا لمالک و
لبنہا اور مکروہ ہے گدہی کا گوشت اور اسکا دودھ یعنی پالو گدہے کا گوشت مکروہ تحریمی ہے برخلاف مالک کے کہ حکم کراہت بیمار و خورد سب کے حق مین ہے اور حمار وحشی
یعنی گورخر کا گوشت اور دودھ حلال ہے کذا فی الطحطاوی ولبن الجلالۃ التی تاکل العذرۃ ولبن الرمکۃ ای الفرس وبول الابل واجازہ ابو یوسف للتداوی اور مکروہ ہے
جلالہ کا دودھ جلالہ وہ گاے یا بکری یا اونٹنی ہے جو گوہ کہاتی ہے اور مکروہ ہے گھوڑی کا دودھ اور اونٹ کا پیشاب اور ابو یوسف نے اونٹ کا پیشاب علاج کے واسطے
جائز کہا ہے ہدایہ مین ہے کہ امام اعظم کے نزدیک گھوڑی کا دودھ حلال ہے چنانچہ کتاب الاشربہ مین آویگا وکرہ لحمہما ای لحم الجلالۃ والرمکۃ اور جلالہ اور گھوڑی کا گوشت
مکروہ ہے وتحبس الجلالۃ حتی یذہب نتن لحمہا وقدر بثلثۃ ایام لدجاجۃ واربعۃ لشاۃ وعشرۃ لابل وبقر علی الاظہر اور گوہ کہانے والا جانور بند کر رکہا جاے یہان تک
کہ اسکے گوشت کی گندگی اور بدبو دفع ہوجاے اور حبس کی مدت ٹھہرائی گئی ہے بموجب ظاہر الروایۃ کے مرغی کے واسطے تین دن اور بھیڑ بکری کے واسطے چار دن
اور اونٹ اور گاے کے واسطے دس دن ولو خلطت النجاسۃ وغیرہا بحیث لم ینتن لحمہا حلت کما حل اکل جدی غذی بلبن خنزیر لان لحمہ لا یتغیر وما غذی بہ یصیر
مستہلکا لا یبقی لہ اثر اور اگر جانور نجاست اور غیر نجاست دونون کہاتا ہو اسطرح کہ اسکا گوشت گندہ نہو تو حلال ہے جیسے وہ حیوان حلال ہے جو پالا گیا سور کے دودھ
سے اسواسطے کہ اسکا گوشت متغیر نہین ہوتا اور جو دودھ اسکو غذا ہو وہ نیست اور نابود ہوجاتا ہے اسکا کچھ اثر باقی نہین رہتا ہے اور اسی طرح جو کہیت نجس پانی
سے سینچے جاوین تو اسکا کہانا مکروہ نہین ولو سقی مایوکل لحمہ خمرا فذبح من ساعتہ حل اکلہ ویکرہ زیلعی وسعید شرح وہبانیہ اور اگر ماکول اللحم جانور کو
شراب پلائی گئی پھر وہ اسی وقت ذبح کیا گیا تو اسکا کہانا حلال ہے اور مکروہ ہے کذا فی الزیلعی وکتاب السعید من شرح الوہبانیۃ وکرہ الاکل والشرب والادہان والتطیب
من اناء ذہب وفضۃ للرجل والمرأۃ لاطلاق الحدیث اور مکروہ ہے کہانا اور پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا سونے اور چاندی کے برتن سے مرد اور عورت دونون کے
حق مین اطلاق حدیث کی دلیل سے حدیث مذکور بخاری اور مسلم مین حذیفہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ پہنو حریر اور دیبا اور نہ پیو سونے
چاندی کے برتنون مین اور نہ کہاؤ انکی رکابیون مین اسواسطے کہ یہ برتن کافرون کے واسطے ہین دنیا مین اور تمہارے واسطے ہین آخرت مین انتہی پھر جب کہانا پینا
انمین منع ہوا تو اسی طرح ان برتنون سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بھی منع ہوا کذا فی المنح وکذا یکرہ الاکل بملعقۃ الفضۃ والذہب والاکتحال بمیلہما
وما اشبہ ذلک من الاستعمال کمکحلۃ ومرآۃ وقلم ودواۃ ونحوہا اور اسیطرح مکروہ تحریمی ہے کہانا چاندی اور سونے کے چمچے سے اور سرمہ لگانا انکی سلائیون سے اور
جو استعمال اسکے مشابہ ہے چنانچہ چاندی سونے کا سرمہ دانی در قلم اور دوات اور مانند اسکے مکروہ ہے ظروف مذکورہ کے مانند ہے چاندی سونے کی مینی اور
سیلپچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا نفع بدن کو حاصل ہو وہ مرد اور عورت کو درست نہین کذا فی الطحطاوی یعنی اذا استعملت ابتداء فیما صنعت لہ بحسب
متعارف الناس والا فلا کراہۃ حتی لو نقل الطعام من اناء الذہب الی موضع آخر او صب الماء والدہن فی کفہ لا علی رأسہ ابتداء ثم استعملہ لا باس بہ مجتبی وغیرہ
ہو ما حررہ فی الدرر لطیفۃ یعنی ظروف اور آلات مذکورہ کی کراہت اسوقت ہے جبکہ انکو ابتداءً استعمال کیجیے ان کامون مین جنکے واسطے وہ بنائے گئے ہین

لوگون کے رواج کے موافق اور اگر ابتداءً استعمال نہ ہو تو کراہت نہین تو اگر کھانا نقل کیا جاسے سونے کے برتن سے دوسری جگہ یا پانی یا تیل کف دست مین ڈالے نہ اپنے سر پر ابتداءً پھر اُسکو استعمال کرے تو اُسکا کچھ مضائقہ نہین کذا فی المجتبی وغیرہ اور یہی مطلب لوتحریر کیا ہو درر مین تو اس قید کو یاد رکھنا چاہیے ہم درر مین یون مذکور ہی کہ ظروف صغیرہ جو تیل وغیرہ کے واسطے مصنوع ہین اُنکا استعمال اُسوقت حرام ہی جبکہ اُنھین ظروف سے تیل سر پر ڈالا جاے اسواسطے کہ وہ ظروف اسی واسطے مصنوع ہوے ہین کہ اسی طرح مستعمل ہون اور اگر اُنمین ہاتھ ڈالے اور تیل ہاتھ مین لے کر سر پر ڈالے تو کراہت نہین اسواسطے کہ اُنسے ابتداءً استعمال نہوا انتہی لیکن مجتبیٰ و درر مین یعنی علامہ وانی اور نوح نے اس تخصیص کو رد کیا ہو اسطرح کہ استعمال چاندی سونے کا ممنوع ہی اسواسطے کہ اصل اس باب مین یہ حدیث ہی کہ (ہذان حرامان علی ذکور امتی حل لاناثہم) اور جبکہ معلوم ہوا کہ مراد یہ ہی کہ عورتون کو فقط زیور حلال ہی تو ورائے زیور کے حرمت باقی رہی خواہ استعمال بالذات ہو خواہ بواسطہ کیونکہ احادیث نہی کی مطلق ہین کذا فی الطحطاوی م ہر چند درر کے موافق فتاوی عالمگیری مین محیط سے بھی منقول ہی لیکن احتیاط یہ ہی کہ کسی طرح استعمال نہ کرے واللہ اعلم واستثنی القہستانی وغیرہ استعمال البیضۃ والجوشن والساعدان منہا فی الحرب

للضرورۃ اور قہستانی وغیرہ مین چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانون کو جنگ مین ضرورت کے سبب سے مستثنیٰ کیا ہی کراہت سے وہذا فیما یرجع للبدن

واما لغیرہ تجملا بأوانی متخذہ من ذہب وفضۃ وسریر کذلک وفرش علیہ من دیباج ونحوہ فلا باس بہ بل فعلہ السلف خلاصۃ حتی اباح ابو حنیفۃ توسد الدیباج والنوم علیہ کما یاتی اور یہ یعنی ظروف فضیہ اور ذہبیہ کی تحریم اُس صورت مین ہی جبکہ استعمال نفع بدن کے واسطے راجع ہو اور اُسکے سوا تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنون سے اور اسی طرح سونے چاندی کی چارپائی سے اور اُسپر دیبا اور مانند اُسکے فرش کرنا تو اُسکا کچھ مضائقہ نہین بلکہ اُسکو سلف نے کیا ہی کذا فی الخلاصۃ

یہان تک کہ امام ابو حنیفہ نے دیبا کا تکیہ لگانا اور اُسپر سونا مباح کیا ہی چنانچہ آگے آویگا ویکرہ الاکل فی نحاس او صفر والافضل الخزف قال صلی اللہ علیہ وسلم من اتخذ اوانی بیتہ خزفا زارتہ الملئکۃ اختیار اور مکروہ ہی کھانا تانبے اور پیتل کے برتن مین اور افضل اور بہتر مٹی کا برتن ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر مین مٹی کے برتن رکھے اُسکی زیارت فرشتے کرتے ہین کذا فی الاختیار م ظاہر اکراہت اُسوقت ہی جب تانبے اور پیتل کا برتن بے قلعی ہو اور ظروف چینی مین تو نفاست اور تجمل اور ادائے سنت دونون موجود ہین اسواسطے کہ وہ مٹی کے برتن ہین لا یکرہ ماذکر من اناء رصاص وزجاج وبلور وعقیق خلافا للشافعی اور مکروہ نہین کھانا رانگ اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے برخلاف امام شافعی کہ اُنکے نزدیک کراہت ہی وحل الشرب من اناء مفضض ای مزوق بالفضۃ اور حلال ہی پینا ظرف مفضض سے یعنی جو برتن کہ فرین اور منقش اور مرصع ہو چاندی سے فارسی مین اُسکو سیم کوب کہتے ہین ہندی مین بدرا اور جزاء م منح الغفار مین مفضض کی تفسیر مزوق ہی اور تمنی مین مرصع ہی اور قہستانی مین فرین بالفضۃ ہی اور ابو یوسف کے نزدیک مفضض بھی جائز نہین زیلعی نے کہا یہ اختلاف اُس صورت مین ہی جبکہ چاندی برتن سے جدا ہو سکے اور تمویہ یعنی اگر چاندی کا ایسا پتلا پانی برتن پر لایا ہی جو جدا نہو سکے تو وہ بالاجماع درست ہی اسواسطے کہ وہ مستہلک ہی اُسکے باقی رہنے کا کچھ اعتبار نہین چنانچہ شارح اُسکو بیان کریگا کذا فی الطحطاوی والرکوب علی سرج مفضض والجلوس علی کرسی مفضض لکن بشرط ان یتقی ای یجتنب موضع الفضۃ بفم قیل وید وجلوس سرج نحوہ اور حلال ہی سوار ہونا مفضض زین پر اور حلال ہی بیٹھنا کرسی مفضض پر ولیکن اس شرط سے حلال ہی مفضض برتن مین پینا کہ چاندی کی جگہ سے منھ علیحدہ رکھے اور قول ضعیف یہ ہی کہ ہاتھ بھی جدا رکھے چاندی کی جگہ سے اور زین کے جلوس اور اُسکے مانند مین بھی بدن جدا رکھے ہم اجتناب فم کا اعتبار ہی نہ اجتناب ید اور باقی اعضا کا چنانچہ اختیار اور ہدایہ اور جوہرہ مین مذکور ہی یہ حکم ہی ظرف مفضض کا اور جو ظرف خالص چاندی کا ہی اُسکا استعمال تو کسی طرح جائز نہین کذا فی الطحطاوی وکذا الاناء المضبب مذہب او فضۃ والکرسی المضبب بہما وحلیۃ مراۃ ومصحف بہما اور اسی طرح حلال ہی ظرف مضبب یعنی برتن مین چاندی سونے کے تیر جڑے ہین اُسکے استحکام کیواسطے اور اسی طرح پر چاندی سونے کے تیر جڑی کرسی اور زیور آئینہ اور مصحف کا چاندی اور سونے سے م فتاوی عالمگیری مین ہی کچھ مضائقہ نہین کھانے

پینے کا ظرف مذہب اور مفضض مین جبکہ سونے چاندی پر منہ نہ رکھے اور اسی طرح ظرف مضبب اور کرسی اور سریر جبکہ چاندی سونے پر نہ بیٹھے اور اسی طرح حلقہ
آئینہ کا چاندی سونے سے اور اسی طرح مجمر اور لگام اور زین اور دمچی اور رکاب مفضض یا مضبب درست ہی بشرطیکہ اُسپر قعود نہ واقع ہو اور ابویوسف کے
نزدیک یہ سب مکروہ ہی لیکن مضمرات مین ہی کہ امام اعظم کا قول صحیح ہی انتہی کما لو جعلہ ای التفضیض فی نصل سیف وسکین او فی قبضتہما او لجام ورکاب
ولم یضع یدہ موضع الذہب والفضۃ چنانچہ چاندی سونے کا کام کرنا درست ہی اگر تلوار اور چھری کی کوٹھی مین یا اُن دونوں کے قبضے مین یا لگام یا رکاب مین
کرے اور اپنا ہاتھ نہ رکھے سونے چاندی کی جگہ مین ہم کافی مین ہی جبکہ چھری کی کوٹھی مین اور تلوار کے قبضہ مین چاندی ہو تو امام اعظم نے کہا کہ اگر چاندی کی جگہ
پکڑیگا تو مکروہ ہی اور نہین پکڑیگا تو مکروہ نہین ہی کذا فی الطحطاوی وکذا الکتابۃ فی الثوب بذہب وفضۃ وفی المجتبی لا باس بالسکین المفضض والمحابر والرکاب وعن الثانی
یکرہ الکل اور اسی طرح درست ہی کپڑے پر چاندی سونے سے لکھنا اور مجتبی مین ہی کہ چھری مفضض اور دوات اور رکاب کا کچھ مضائقہ نہین اور ابویوسف کے
نزدیک یہ سب مکروہ ہین ہم امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہی جو بخاری مین انس سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو موضع شق چاندی
کی زنجیر سے جکڑا گیا اور احمد کی روایت مین ہی کہ انس بن مالک کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدح یعنی پیالہ تھا اسمین چاندی کا پتر چڑھا تھا والخلاف
فی المفضض اما المطلی فلا باس بہ بالاجماع بلا فرق بین لجام ورکاب وغیرہا لان الطلاء مستہلک لا یخلص فلا عبرۃ للونہ عینی وغیرہ اور خلاف
ابویوسف اور امام کا مفضض مین ہی یعنی جس چیز مین چاندی سونا علحدہ ہو سکتا ہو اور مطلا یعنی جسپر چاندی سونے کا پانی پھرا ہو سو وہ تو بالاجماع
درست ہی بدون فرق کے درمیان لگام اور رکاب وغیرہما کے اسواسطے کہ طلا یعنی چاندی سونے کا پانی مستہلک ہی جدا نہین ہو سکتا تو اُسکی فقط رنگت
کا کچھ اعتبار نہین کذا فی العینی وغیرہ ویقبل قول کافر ولو مجوسیا قال اشتریت اللحم من کتابی فیحل او قال اشتریتہ من مجوسی فیحرم ولا یردہ بخبر الواحد
اور مقبول ہی کافر کا یہ قول اگرچہ کافر مجوسی ہو کہ مین نے یہ گوشت مول لیا ہی یہودی یا نصرانی سے تو اُس گوشت کا کھانا حلال ہوگا یا کافر نے کہا کہ مین نے
مجوسی سے گوشت خرید کیا تو گوشت حرام ہوگا اور اُسکے قول کو خبر واحد کے سبب سے مردود نہ کرے واصلہ ان خبر الکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات
لا فی الدیانات وعلیہ یحمل قول الکنز ویقبل قول الکافر فی الحل والحرمۃ یعنی الحاصلین فی ضمن المعاملات لا مطلق الحل والحرمۃ کما توہمہ الزیلعی اور اسکا قاعدہ کلیہ
یہ ہی کہ کافر کی خبر مقبول ہی بالاجماع معاملات مین نہ دیانات مین اور اسی قاعدہ پر کنز کا یہ قول محمول ہی اور کافر کا قول مقبول ہی حلت اور حرمت مین یعنی وہ حلت
اور حرمت کہ درضمن معاملات کے حاصل ہی نہ ہر طرح کی حلت اور حرمت جیسا کہ زیلعی شارح کنز نے توہم کیا ہی ہم ایک شخص کا قول مقبول ہی معاملات مین
خواہ وہ شخص متقی ہو خواہ فاسق آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت مسلمان ہو یا کافر بسبب ضرورت اور دفع حرج کے اور منجملہ معاملات وکالت اور مضاربت اور
رسالت فی الہدایہ اور اذن تجارت ہی لیکن باینہمہ صدق خبر کا گمان غالب ہونا ضرور ہی تو اگر اُسکے صادق ہونیکا گمان غالب ہو تو اُسپر عمل کرے اور اگر گمان غالب نہ ہو
اُسکے صدق کا یا شک ہو تو اُسپر عمل نہ کرے کذا فی الطحطاوی عن الکافی والسراج معاملات وہ امور ہین جو فیما بین الناس جاری رہتے ہین چنانچہ بیع اور شرا اور
وکالت وغیر ذلک اور دیانات وہ امور ہین جو فیما بین خدا اور بندہ کے ہوتے ہین چنانچہ عبادات اور حلت اور حرمت ویقبل قول المملوک ولو انثی والصبی
فی الہدیۃ سواء اخبر باہداء المولی غیرہ او نفسہ اور مملوک کا قول اگرچہ وہ عورت ہو اور صغیر کا قول مقبول ہی تحفہ پہونچانے مین خواہ غلام نے یہ خبر دی ہو کہ میرے
مالک نے یہ تحفہ دیا ہی اور شخص کو یا یون کہا ہو کہ اور شخص نے یہ تحفہ دیا ہی مالک کو والاذن سواء کان بالتجارۃ او بدخول الدار مثلا اور مقبول ہی غلام اور
صغیر کا قول اذن مین خواہ تجارت کا اذن ہو یا مثلا دخول دار کا اذن ہم سراج مین ہی کہ اگر ایک شخص کے غلام یا طفل صغیر نے دوسرے کے گھر مین داخل
ہونے کا اذن دیا تو قیاس یہ ہی کہ گمان غالب پر عمل کرے لیکن عادت جاری یون ہی کہ اس سے لوگ باز نہین رہتے لہذا یہ جائز ہی کذا فی الطحطاوی وقیدہ
فی السراج بما اذا غلب علی رایہ صدقہم فلو شری صغیر نحو صابون واشنان لا باس ببیعہ ولو نحو زبیب وحلوی لا ینبغی بیعہ لان الظاہر کذبہ وتمامہ فیہ اور اذن تجارت

مین سراج مین اُسکی قید لگائی ہی جبکہ اُسکی راے مین اُنکا صدق غالب ہو تب قول مقبول ہی تو اگر صغیر صابون اور اشنان ایسی چیز کی خرید کا ارادہ کرے
تو اُسکے ہاتھ بیچنا کچھ مضائقہ نہین اور اگر منقے اور حلوا ایسی چیز کے مول لینے کا قصد کرے تو اُسکے ہاتھ بیچنا لائق نہین اسواسطے کہ صغیر کا کذب ظاہر حال ہی
اور اُسکا پورا بیان سراج مین ہی ہم مٹھائی وغیرہ کی طرف اطفال مشتاق رہتے ہین تو ظاہر حال اسپر دلالت کرتا ہی کہ وہ اپنے ماں باپ کے پیسے
مٹھائی کھانے کے واسطے چورا لایا ہوگا تو اُسکا یہ قول کہ میرے ماں باپ نے منگوایا ہی مقبول نہ کرنا چاہیے لیکن اغنیا کے اطفال پر یہ اشتباہ
نہین ہوسکتا ہی **ویقبل قول الفاسق والکافر والعبد فی المعاملات لکثرۃ وقوعہا** اور فاسق اور کافر اور غلام کا قول مقبول ہی معاملات
مین وقوع معاملات کی کثرت کے سبب سے ہم اصل یہ ہی کہ معاملات مین ہر ممیز کا قول مقبول ہی تو اگر معاملات مین عدالت شرط ہو تو حرج عظیم واقع ہو
اسواسطے کہ عدالت کی شرائط مستجمع کمیاب ہی کہان اسکو آدمی پاوے کہ اس سے معاملہ کرے یا اُسکو نوکر رکھے اور لوگون کے پاس معاملات کیواسطے بھیجا کرے
اور سامع کو کوئی دلیل نہین سوا خبر کے تو اگر ممیز کی خبر مقبول نہو تو معاملات کا دروازہ بند ہوتا ہی اور اسواسطے کہ معاملات کثیر الوقوع ہین تو اُنمین عدالت
کا شرط ہونا باعث حرج ہی لہذا اُنمین فقط تمیز کفایت کرتی ہی کذا فی الزیلعی **کما اذا اخبر انہ وکیل فلان فی بیع کذا فیجوز الشراء منہ ان غلب علی الرای**
صدقہ کما مر ویجی آخر الحظر چنانچہ اگر فاسق یا کافر یا غلام نے خبر دی کہ وہ وکیل ہی فلانے شخص کا فلانی چیز کے بیچنے مین تو اُس سے اُسکا خرید کرنا جائز ہی اگر خرید
کرنے والے کے گمان مین اُسکی راستی غالب ہو چنانچہ مذکور ہو چکا اور کتاب الحظر کے اخیر مین بھی اُسکا ذکر آویگا **وشرط العدالۃ فی الدیانات ہی التی**
بین العبد والرب اور مشروط ہی عدالت اور پرہیزگاری دیانات مین دیانات وہ امور ہین جو بندے اور مالک علی الاطلاق کے درمیان واقع ہین ہم چونکہ
دیانات معاملات کے مانند کثیر الوقوع نہین تو اُنمین عدالت کی شرط کرنی حرج نہین اور قول فاسق اور کافر اور صغیر کے قبول کرنے کی اُنمین کچھ ضرورت اور حاجت
نہین **کالخبر عن نجاسۃ الماء فیتیمم ولا یتوضا ان اخبر بہا مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمتہ ولو عبدا او امۃ** جیسے نجاست پانی کی خبر سے تیمم کرے
اور اُس پانی سے وضو نہ کرے اگر نجاست کی خبر دی ہو مسلمان پرہیزگار نے پرہیزگار وہ ہی جو باز رہتا ہو اُس چیز سے جسکی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو اگرچہ وہ
غلام ہو یا لونڈی ہم عدالت مسقط احتمال کذب ہی تو اسمین احتیاط کی حاجت نہین کہ پانی گرا کر تیمم کرے **ویتحری فی خبر الفاسق بنجاسۃ الماء وخبر المستور ثم یعمل**
بغالب ظنہ اور اٹکل دوڑا دے فاسق اور مستور الحال کی خبر مین پھر عمل کرے اپنے ظن غالب پر یعنی اگر فاسق اور مستور یعنی جسکا فسق اور عدالت معلوم نہین وہ
کہین کہ یہ پانی ناپاک ہی تو وہان اٹکل کرکے ظن غالب پر عمل کرے نہ اُنکے قول پر **ولو اراق الماء فتیمم فیما اذا غلب علی انہ صدق وتوضا وتیمم فیما**
اذا غلب علی انہ کذبہ کان احوط اور اگر پانی کو گرادے پھر تیمم کرے اُس صورت مین جبکہ اُسکو ظن غالب ہو کہ فاسق سچا ہی نجاست کی خبر مین اور وضو اور
تیمم کرے اُس صورت مین جبکہ اُسکو گمان غالب ہو اُسکے کذب کا تو یہ احوط ہوگا یعنی اُسمین زیادہ تر احتیاط ہی وفی الجوہرۃ تیمم بعد الوضوء احوط اور جوہرہ مین ہی
اُسکا تیمم کرنا وضو کے بعد احوط ہی ہم اسمین اشارہ ہی کہ تقدیم تیمم کی وضو پر احتیاط ہی اور تاخیر تیمم کی وضو سے احوط ہی کذا فی الطحطاوی **فی اما الکافر اذا غلب صدقہ**
علی کذبہ فاراقۃ احب قہستانی وخلاصہ وخانیہ اور کافر کا تو یہ حکم ہی کہ جب اُسکے کذب پر صدق کا گمان غالب ہو تو پانی کا بہا دینا مستحب ہی کذا فی القہستانی والخلاصۃ و
الخانیۃ ہم یعنی اگر کافر نے خبر دی کہ یہ پانی نجس ہی اور اُسکے صدق کا گمان غالب ہو تو اگر اُس پانی سے وضو کرے اور نماز پڑھے تو نماز جائز ہی اسواسطے کہ کافر متہم ہی
اُسکی خبر ملزم نہین لیکن پانی گرا کر تیمم سے نماز پڑھنا مستحب ہی **قلت لکن لو تیمم قبل اراقتہ لم یجز تیممہ بخلاف خبر الفاسق لصلاحیتہ ملزما فی الجملۃ بخلاف الکافر** مین کہتا ہون
درصورتیکہ کافر کی اخبار نجاست کے صدق پر گمان غالب ہو لیکن اگر تیمم کرے پانی گرا دینے سے پہلے تو اُسکا تیمم جائز نہ ہوگا بخلاف خبر فاسق کے کہ وہان تیمم مذکور
جائز ہوگا اسواسطے کہ فاسق کی خبر فی الجملہ الزام کی صلاحیت رکھتی ہی اور کافر کی خبر ملزم ہونے کے لائق نہین ہم فاسق کی خبر کی فی الجملہ ملزم ہونے کی یہ
دلیل ہی کہ اگر فاسق کی گواہی قبول کرکے حکم دے تو اُسکا حکم نافذ ہوگا اگرچہ اُسکی گواہی قبول کرنا حرام ہی اور اگر کافر کی گواہی پر حکم دیگا یعنی مسلم کی

صورت مین تو حکم اُسکا نافذ نہ ہوگا ولو اخبر عدل بالطہارۃ وعدل بنجاسۃ حکم بالطہارۃ بخلاف الذبیحۃ اور اگر مسلم مستقی نے پانی کی طہارت کی خبر دی اور دوسرے مستقی نے اُسکو نجاست کی خبر دی تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جائے گا بخلاف ذبیحہ کے کہ وہان درصورت تناقض حرمت کا حکم ہوگا مگر پانی کی طہارت کا اسواسطے حکم ہوا کہ دونون خبرین بسبب تناقض کے ساقط الاعتبار ہو گئین تو اصل پر یعنی طہارت پر حکم ہوا وتعتبر الغلبۃ فی اوان طاہرۃ ونجسۃ وذکیۃ ومیتۃ فان الاغلب طاہر تحری وبالعکس و السواء لا الا لعطش اور غلبہ معتبر ہے ظروف پاک اور ناپاک مین جو باہم مل گئے اور مذبوح جانور اور مردار مین جو باہم مخلوط ہو گئے تو اگر پاک برتن یا مذبوح جانور اکثر ہون تو طہارت اور شراب اور اکل کے واسطے غور کرے اور اٹکل دوڑاوے اور اگر ناپاک برتن یا مردار جانور زیادہ ہون یا دونون پاک اور ناپاک برابر ہون تو ظن غالب کا کچھ اعتبار نہین مگر دفع عطش کے واسطے البتہ ظروف مین گمان غالب معتبر ہوگا وفی الثیاب تحری مطلقا اور کپڑون مین ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہے خواہ اکثر کپڑے طاہر ہون یا نجس اسواسطے کہ ستر عورت مین کپڑے کا کچھ بدلہ نہین اور پانی کا بدلا مٹی ہے تیمم کے واسطے دعی الی ولیمۃ وثمہ لعب اوغناء قعد واکل لو المنکر فی المنزل ولو علی المائدۃ لاینبغی ان یقعد بل یخرج معرضا لقولہ تعالی فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین کوئی شخص شادی کی دعوت مین بلایا گیا اور وہان لہو ولعب یا راگ ہے تو بیٹھے یا کھاوے بشرطیکہ امر خلاف شرع مکان مین ہو اور دسترخوان پر نہو اور اگر غیر مشروع دسترخوان پر ہو تو اب بیٹھنا لائق نہین وجوبًا بلکہ نکل جاوے ناخوش ہوکر اسواسطے کہ قرآن مجید مین حق تعالی فرماتا ہے کہ مت بیٹھ نہی کے یاد ہونے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ ولیمہ شادی کے کھانے کا نام ہے جو زوجین کی ملاقات کے بعد ہو اور بعضون نے کہا دونون طعام کا نام ولیمہ ہے طعام ولیمہ سنت ہے حدیث مین آیا ہے کہ ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری کا ہو تمرتاشی نے کہا اجابت مین اختلاف ہے بعضے کے نزدیک اجابت واجب ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سنت ہے اور افضل یہ ہے کہ اگر ولیمہ ہو تو دعوت قبول کرے اور نہین تو وہ مختار ہے لیکن اجابت افضل ہے اسواسطے کہ اسمین دل مومن کا خوش کرنا ہے مگر فاسق معلن کی دعوت قبول نہ کرے تا معلوم ہو کہ تو اُسکے فسق سے راضی نہین اور اسی طرح اسکی دعوت قبول نہ کرے جسکا اکثر مال حرام ہے ہان اگر وہ کہے کہ اصل مال حلال ہے میراث سے یا قرض لینے سے تو دعوت قبول کرے اور کھاوے اور اگر اسکا غالب مال حلال ہے تو اُسکا تحفہ قبول کرنا درست ہے جبکہ دعوت قبول کی اور اُسکے مکان پر گیا تو جو اُسکے ذمہ پر تھا سا قط ہو گیا اختیار ہے کھائے یا نہ کھائے نہ کھانے سے کچھ حرج نہین اور کھانا افضل ہے اگر روزہ دار نہو اور اگر صاحب دعوت کا قصد مذموم ہو یعنی اپنی شیخی اور نام آوری اور شکر گزاری چاہے تو خصوصًا اہل علم کو اُسکی دعوت قبول کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اجابت مین آپ کو ذلیل کرنا ہے اور ذمی کی دعوت قبول کرنا جائز ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا فان قدر علی المنع فعل اگر دعوت مین گیا اور وہان ناچ رنگ ہے تو اگر یہ شخص منع کرنے پر قادر ہے تو منع کرے یعنی منع کرنا قادر پر واجب ہے اگر نہ کریگا تو گنہگار ہوگا اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہوا ہے کہ جو شخص خلاف شرع دیکھے تو اسکو اپنے ہاتھ سے مٹادے سو اگر قادر نہو تو زبان سے اُسکی برائی ظاہر کردے اور یہ بھی اگر نہوسکے تو دل سے اُسکو برا جانے اور یہ ضعیف الایمان ہے والا یقدر صبر ان لم یکن ممن یقتدی بہ اور اگر منع کرنے پر قادر نہو تو صبر کرے اگر ایسے لوگون میں نہو جنکے قول اور فعل سے لوگ اقتدا اور پیروی کرتے ہون یعنی اگر مقتدائے خلق نہو تو صبر کرے دل سے ناخوش ہوکر فان کان مقتدیا ولم یقدر علی المنع خرج ولم یقعد لان فیہ شین الدین اور اگر شخص مقتدا ہو اور منع کرنے پر قادر نہو تو وہان سے نکلجاوے اور نہ بیٹھے اسواسطے کہ اسکے ٹھہرنے مین عیب لگتا ہے دین پر اور اسمین مسلمین کا دروازہ کھولنا ہے کیونکہ وہ اس بزرگ کی پیروی کرینگے والمحکی عن الامام کان قبل ان یصیر مقتدی بہ اور جو قول امام سے منقول ہے کہ مین ایکبار لہو کی دعوت مین مبتلا ہوا تھا سو مین نے صبر کیا تو یہ انکے مقتدا ہونے سے پہلے ہوا تھا کذا فی الایضاح وان علم اولا باللعب لایحضر اصلا سواء کان ممن یقتدی بہ اولا لان حق الدعوۃ انما یلزمہ بعد الحضور لا قبلہ ابن کمال اور اگر لہو ولعب کو پہلے معلوم کرجاوے تو اصلا وہان نجاوے خواہ مقتدا ہو یا غیر مقتدا اسواسطے کہ حق دعوت کا لازم ہوتا ہے حاضر ہونیکے بعد نہ قبل اسکے کذا ذکرہ ابن کمال اور نجانے کی بہتر وجہ یہ ہے کہ اجابت دعوت اُسوقت ہے جبکہ وہان امر غیر شرع نہو کذا فی الزیلعی فی شرح ودلت المسئلۃ ان الملاہی کلہا حرام اور سراج مین ہے اور مسئلہ دعوت نے دلالت کی کہ سب کھیل اور ناچ رنگ حرام ہین مگر ملاہی سے تین مستثنی

ہیں یا جب سوار کی مشق کے مرد کی ملاعبت اپنی عورت کے ساتھ اور تادیب اپنے گھوڑے کی اور تیر اندازی ویدخل علیہم بلا اذنہم لانکار المنکر اور ارباب الملاہی کے گھر میں
گھس جائے بدون اُنکے اذن خلاف شرع کے مٹانے کیواسطے اسلئے کہ اجنبی ہرچند کسی کے گھر میں بلا اذن جانا درست نہیں لیکن جب اُن لوگوں نے خلاف شرع کے
ارتکاب سے اپنی حرمت ساقط کردی تو اُنکی ہتک حرمت جائز ہوگئی کذا فی المنح قال ابن مسعودؓ صوت اللہو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات
عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ لہو اور راگ کی آواز دل میں نفاق کو اُگاتی ہے جیسے پانی گھاس کو اُگاتا ہے ہم نفاق سے نفاق عملی مراد ہے نہ نفاق اعتقادی جو کفر ہے

قلت وفی البزازیۃ استماع صوت الملاہی کضرب قصب ونحوہ حرام لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاہی معصیۃ والجلوس علیہا فسق والتلذذ بہا کفر ای بالنعمۃ فصرف
الجوارح الی غیر ما خلق لاجلہ کفر بالنعمۃ لا شکر فالواجب کل الواجب ان یجتنب کیلا یسمع لما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام ادخل اصبعہ فی اذنہ عند سماعہ اشعار العرب و
فیہا ذکر الفسق تکرہ انتہی میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ باجون کی آواز سننا جیسے بانسری بجانے کی آواز اور مانند اسکے حرام ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ و
سلم کے اس قول سے کہ استماع ملاہی گناہ ہے اور اُسپر بیٹھنا فسق ہے یعنی طاعت ربانی سے باہر نکل جانا ہے اور اُس سے لذت لینا کفر ہے یعنی کفران نعمت ہے
تو اعضا کو صرف کرنا اس چیز کی طرف جسکے واسطے وہ بنائے نہیں گئے نعمت کا کفران ہے نہ شکر اس نعمت کا تو واجب کمال واجب یہ ہے کہ کنارہ گیر ہو جائے
تا آواز کو نہ سُنے اسواسطے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آپ نے انگشت مبارک کو اپنے کان مقدس میں داخل کر لیا تھا اُنکی سماعت
کے وقت اور عرب کے اشعار اگر اُنمیں فسق کا ذکر ہو تو وہ مکروہ ہیں انتہی ما فی البزازیہ او لتغلیظ الذنب کما فی الاختیار او للاستحلال کما فی النہایۃ یا تلذذ د
سماع کو کفر فرمایا اس گناہ کی بُرائی جتانے کو کما فی الاختیار شرح المختار یا کفر فرمایا اسکو حلال سمجھنے کے سبب سے کما فی النہایۃ **فائدہ** ومن ذلک ضرب النوبۃ للتفاخر

فلو للتنبیہ فلا باس بہ کما اذا ضرب فی ثلثۃ اوقات لتذکر ثلث نفخات الصور لمناسبۃ بینہما فبعد العصر للاشارۃ الی نفخۃ الفزع وبعد العشاء الی نفخۃ الموت و
بعد نصف اللیل الی نفخۃ البعث وتمامہ فیما علقنہ علی الملتقی اور منجملہ ملاہی نوبت کا بجانا ہے تفاخر اور نام آوری کے واسطے تو اگر نوبت نوازی تنبیہ کے
واسطے ہو تو اُسکا مضائقہ نہیں چنانچہ جبکہ تین وقت نوبت بجے صور کی تین بار پھونکے جانے کی یاد دلانے کے واسطے اسلیے کہ نوبت کی آواز اور صور کی آواز
میں فی الجملہ مناسبت ہے عصر کے بعد کی نوبت اشارہ ہے نفخۂ دہشت اور بعد عشا کے اشارہ ہے نفخۂ موت کا اور آدھی رات کے بعد اشارہ ہے نفخۂ بعث کا یعنی قبروں سے
اُٹھنے کا اور پورا اسکا بیان اُس شرح میں ہے جو ہم نے ملتقی الابحر پر معلق کی ہے اور شرح ملتقی میں شارح نے کہا حسن سے مروی ہے کہ شادی نکاح میں دف بجانا جائز
ہے شہرت نکاح کیواسطے اور سراجیہ میں ہے دف اسوقت درست ہے جبکہ اُسمیں جلاجل یعنی جھانجھیں نہوں اور اُسکا بجانا بہیئت تطرب نہو تتمہ پہلا گانے والا
ابلیس ہے کذا فی القہستانی اور رقص اور تواجد کو سامری کے لوگوں نے اول ایجاد کیا جبکہ سامری نے گوسالہ بنایا تو گوسالہ پرست اُسکے سامنے ناچنے اور وجد کرنے لگے
تو یہ کفار گوسالہ پرستوں کا دین ہے اور طریقہ محمدیہ میں ہے کہ حرمت رقص پر نص قرانی موجود ہے قال تعالی وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا یعنی مت چل زمین میں اترانے اور
تبختر کی راہ سے اور رقص میں نہایت تبختر اور بیجا وٹ اور اتراؤ ہوتا ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ رقص گناہ کبیرہ ہے اور اسپر اجماع ہے اور بعضے فقیہوں نے کہا کہ غلبۂ وجد میں
رقص منع نہیں جیسے صوفیہ کے ہوتا ہے مجلس ذکر اور سماع میں تاتارخانیہ میں وہ مضمون ہے جو جواز رقص پر دلالت کرتا ہے ان مغلوب الحال کیواسطے جسکی حرکات
مرتعش کے مانند ہیں اور یہ اُسی صورت میں ہے جبکہ وجد صادق ہو اور قیام میں وہ شخص مغلوب ہو اور ایک چیز کا ہے حلال ہوتی ہے اور کبھی حرام ہو جاتی ہے اختلاف
مقاصد کے سبب سے کما ذکرہ ابو السعود اور شرح ملتقی میں ہے کہ جو ہمارے زمانہ کے متصوفہ سماع کے وقت آواز بلند کر کے نعرے مارتے ہیں حرام ہے وہاں بیٹھنا جائز نہیں اور صوفیہ
سابقین ایسا نہیں کرتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا شعر سُننا اباحت غنا پر دلالت نہیں کرتا ہے وہ اشعار حکمت اور وعظ پر مشتمل تھے اور حدیث
تواجد نبوی صحیح نہیں سری سقطی نے فرمایا وجد کرنے والے کی شرط یہ ہے کہ اس حد کو اُسکا وجد پہونچ جائے کہ اگر اُسکے چہرہ پر تلوار پڑے تو اُسکو کچھ خبر نہو اور درد معلوم نہو
انتہی ما فی شرح الملتقی کذا فی الطحطاوی اور حرمت آلات سرود کی اور اختلاف غنا سے مجرد کا کتاب الشہادت میں مفصل مذکور ہو چکا فلیحفظ تمہ

فصل فی اللبس یہ فصل ہے لباس کے مسائل میں معلوم کرو فرض لباس وہ ہے جو عورت کو چھپاوے اور گرمی اور سردی کو دفع کرے بشرطیکہ سوتی یا یا کتان یا صوف کی ہو سنت کے موافق یعنی اسکا دامن نصف ساق تک ہو اور آستین انگلیوں تک اور آستین کا عرض بقدر ایک بالشت کے جیسا کہ نتف میں مصرح ہے متوسط لباس چاہیے نہ نفیس نہ خسیس اس واسطے کہ خیر الامور اوساطہا اور اس واسطے کہ نہی شہرت سے ہے لباس شہرت سے یعنی جو نہایت نفیس ہو اور نہایت خسیس اور مستحب وہ لباس ہے جو آرایش اور نعمت الہی کے اظہار کے واسطے ہو اور مباح لباس یعنی ہے زینت کے واسطے عید اور جمعہ اور مجامع خلق میں نہ جمیع اوقات میں اور مکروہ لباس وہ ہے جو تجبر اور تکبر کے واسطے ہو اور سپید لباس مستحب ہے کذا فی الطحطاوی **یحرم لبس الحریر ولو بحائل بینہ وبین بدنہ علی المذہب الصحیح** وعن الامام انما یحرم اذا مس الجلد قال فی القنیۃ وہی رخصۃ عظیمۃ فی موضع عم بہ البلوی اور حرام ہے پہننا حریر یعنی ریشمی کپڑے کا اگرچہ کوئی اور کپڑا حائل ہو درمیان ریشمی کے اور بدن کے بموجب مذہب صحیح کے اور امام اعظم سے روایت ضعیف یہ ہے کہ ریشمی تو اس وقت حرام ہے جبکہ وہ کھال سے لگا ہو قنیہ میں کہا اور یہ رخصت عظیمہ ہے وہاں جہاں ریشمی کا عموم بلوی ہے جب معلوم ہوا کہ مذہب صحیح یہ ہے کہ ریشمی کی حرمت علی الاطلاق ہے خواہ بدن سے متصل ہو یا غیر متصل تو روایت ضعیف قابل اعتبار کے نہیں طحطاوی نے شمس الائمہ حلوانی سے نقل کیا کہ صحیح یہ ہے کہ کل حرام ہے اور قول ضعیف مذکور کو بعض مشائخ کی طرف نسبت کیا ہے نہ امام کی طرف حریر وہ کپڑا ہے جسکا تانا بانا دونوں ریشم ہو چنانچہ گلبدن اور دریائی اور تافتہ اور اطلس اور کمخاب ابوداؤد اور نسائی میں علی مرتضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ میں ریشمی کپڑا لیا اور بائیں ہاتھ میں سونا اور فرمایا کہ یہ دونوں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر اور ترمذی اور نسائی کی دوسری روایت ہے کہ لباس حریر اور سونے کا میری امت کے مردوں پر حرام ہے اور انکی عورتوں پر حلال ہے اور صحیحین اور نسائی میں عمر فاروق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں حریر وہی پہنتا ہے جسکا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے کذا فی التیسیر **او فی الحرب فانہ یحرم ایضا عندہ وقالا یحل فی الحرب** اگرچہ ریشمی جنگ میں پہنے سو وہ بھی حرام ہے امام کے نزدیک اور صاحبین نے کہا کہ لڑائی میں ریشمی لباس حلال ہے ہم صاحبین کے نزدیک جنگ میں گاڑھا کپڑا ریشمی درست ہے جو سلاح کی مضرت سے بچاوے نہ باریک ریشمی کذا فی العالمگیریۃ **علی الرجل لا المرأۃ الا قدر اربع اصابع کاعلام الثوب مضمومۃ** قیل منشورۃ وقیل بین بین ریشمی حرام ہے مرد پر نہ عورت پر مگر مرد پر بقدر چار انگل کے حرام نہیں جیسے ریشمی بوٹیاں کپڑے کی حرام نہیں چار انگلیاں ملی ہوئی مراد ہیں اور بعضوں نے کہا کہ کھلی ہوئی ہیں اور بعضوں نے کہا نہ ملیں نہ کھلیں مراد ہیں شمس الائمہ بخاری نے کہا کہ رخصت حریر میں معتبر چار انگلیاں ہیں نہ نہایت ملیں نہ نہایت کھلیں کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ **وظاہر المذہب عدم جمع المتفرق ولو فی عمامۃ کما بسطہ المصنف** اور ریشمی بوٹیوں میں ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے اگرچہ متفرقات بوٹیاں عمامہ میں ہوں چنانچہ قنیہ میں شرح بیان ہے اسکی توضیح قنیہ میں یوں مذکور ہے کہ عمامہ کی متفرقات بوٹیاں کے جمع کرنے میں اختلاف ہے نجم الائمہ بخاری نے کہا کہ جمع کرنا متفرقات کا یہی ظاہر مذہب ہے مگر جبکہ ایک خط ریشم کا ہو اور ایک خط کسی اور چیز کا اسطرح پر کہ سب ریشم ہی نظر آتا ہو تو جائز نہیں ہے اور اگر ریشم اور غیر ریشم جدا جدا ظاہر ہو جیسے عمامہ کا طرہ تو ظاہر مذہب عدم جمع ہے کذا فی العالمگیریۃ یعنی اگر کپڑے یا پگڑی پر ریشم کی بوٹیاں متفرق کثرت سے ہوں اگر ان سب کو جمع کیجیے تو چار انگل سے زیادہ ہو جائیں تو ظاہر مذہب میں یہ جمع کرنا معتبر نہیں وہ کپڑا حلال ہے **وفیہا عمامۃ طرازہا قدر اربع اصابع من ابریسم من اصابع عمر رضی اللہ عنہ وذلک قیس شبر یرخص فیہ** اور قنیہ میں ہے کہ ایک عمامہ ہے جسکا نقش و نگار ریشم کا ہے چار انگل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انگلیوں سے اور فاروق کی چار انگلیاں ہمارے بالشت کے ساتھ قیاس کی گئی ہیں تو اسقدر نقش و نگار میں رخصت ہے ہم عالمگیری میں قنیہ سے طرہ عمامہ یعنی کنارا اور آنچل پگڑی کا مذکور ہے نہ طراز ظہیر الدین تمرتاشی نے کہا کہ معتبر چار انگلیاں ہیں اپنی ہیئت اور شکل پر سلف کی انگلیاں معتبر نہیں ہیں کذا فی العالمگیریۃ عن القنیۃ طحطاوی نے کہا اصابع منشورہ غیر معتبر ہیں تو بہتر یہ تھا کہ شارح اس عبارت کو ذکر نہ کرتا **وکذا المنسوج بذہب یحل اذا کان ہذا المقدار اربع اصابع والا لا یحل للرجل** زیلعی

اور اسی طرح جو سونے سے بنا ہو حلال ہے جبکہ اسی مقدار پر ہو یعنی چار انگل اور اگر چار انگل سے زیادہ ہو تو مرد کو حلال نہیں کذا فی الزیلعی وفی المجتبی العلم فی العمامۃ فی موضعین
اکثر یجمع وقیل لا اور مجتبی میں ہے کہ نقش و نگار اور بوٹی عمامہ میں دو جگہ ہے یا زیادہ تو جمع کرنا چاہیے یعنی چار انگل سے زیادہ ہو تو درست نہیں اور بعضوں نے کہا کہ
متفرق کا جمع کرنا ضرور نہیں ہم عنقریب مذکور ہو چکا کہ ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے تو اس عبارت کا ذکر ضرور تھا وفیہ عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی عمامۃ علیہا
علم من فضۃ قدر اربع اصابع لا باس ومن ذہب یکرہ وقیل لا یکرہ اور مجتبی میں امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ عمامہ پر نقش و نگار ہے چاندی سے بقدر چار انگل
کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور سونے کا نقش و نگار مکروہ ہے اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ نہیں وفیہ تکرہ الجبۃ المکفوفۃ بحریر قلت بہذا ثبت کراہۃ ما اعتادہ
اہل زماننا من لبس البصریۃ اور مجتبی میں ہے کہ مکروہ ہے جبہ مکفوفہ بحریر یعنی جس پیراہن کے اطراف میں ریشمی کپڑا سیا ہو میں کہتا ہوں اس روایت سے ثابت ہوئی
کراہت اسکی جو ہمارے اہل زمانہ کی عادت ہے بصری پیراہنوں کے پہننے کی ام طحطاوی نے کہا یہ روایت مخالف ہے جمہور فقہا کے اسواسطے کہ عالمگیری میں ذخیرہ سے
منقول ہے کہ المکفوفۃ بالحریر تمام علمائے فقہا کے نزدیک درست ہے انتہی اور ہدایہ میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جبہ مکفوفہ بالحریر پہنتے تھے عینی محشی ہدایہ نے کہا
یہ حدیث صحیح مسلم میں اسطرح ہے کہ اسما بنت ابی بکر صدیق نے جبہ کالا اور کہا کہ یہ رسول خدا صلعم کا جبہ ہے سو اسمیں دیبا کا گریبان سیا تھا اور اسکے دونوں چاک دیبا کے
سیے تھے سو کہا کہ یہ عائشہ صدیقہ کے پاس تھا جب وہ مر گئیں تو میں نے اسکو لیا سو آنحضرت اسکو پہنتے تھے سو ہم اسکو دھو لیتے ہیں بیماروں کے واسطے سو اسکی برکت
سے شفا حاصل ہوتی ہے اور ابو داؤد کی روایت میں یوں ہے کہ اس جبہ کی جیب اور دونوں آستین اور دونوں چاک دیبا سے سیے تھے اور بخاری کی ادب مفرد میں یوں روایت
ہے کہ اس جبہ میں گریبان دیبا تھا بالشت بھر اور دونوں چاک دیبا سے سیے تھے حضرت اسکو مہمانوں کے آنے کے وقت اور جمعہ کے دن پہنتے تھے انتہی ما فی العینی مختصرا و
فیہ المرخص العلم فی عرض الثوب قلت ومفادہ ان القلیل فی طولہ یکرہ انتہی قال المصنف وبہ جزم ملا خسرو وصدر الشریعۃ لکن اطلاق الہدایۃ وغیرہا یخالفہ اور مجتبی میں
ہے کہ کپڑے کے عرض میں علم مرخص ہے میں کہتا ہوں اور اس سے مستفاد ہوا کہ علم قلیل کپڑے کے طول میں مکروہ ہے انتہی ما فی المجتبی مصنف نے اپنی شرح میں کہا اور اسی
قول یعنی طول کے عدم جواز پر یقین کیا ہے ملا خسرو صاحب درر غرر میں اور صدر الشریعۃ نے لیکن ہدایہ وغیرہا کا اطلاق یعنی عدم قید طول و عرض مجتبی کے مخالف ہے و
فی السراج عن السیر الکبیر العلم حلال مطلقا صغیرا کان او کبیرا قال المصنف رحمہ اللہ تعالی وہو مخالف لما مر من التقیید باربع اصابع وفیہ رخصۃ عظیمۃ لمن ابتلی بہ فی زماننا
انتہی قلت قال شیخنا وظنی ان الرایۃ وما یعقد علی الرمح فانہ حلال ولو کبیرا لانہ لیس بلبس وبہ یحصل التوفیق اور سراج میں ہے سیر کبیر سے کہ علم ہر طرح کا حلال ہے خواہ
صغیر ہو یا کبیر مصنف رح نے کہا اور یہ قول مخالف ہے اس قول کے جسمیں چار انگل کی قید مذکور ہو چکی اور علم کے صغیر اور کبیر کی حلت میں رخصت عظیم ہے اس شخص
کے لیے جو علم کبیر کے استعمال کے ساتھ مبتلا ہے ہمارے زمانہ میں انتہی ما فی شرح المصنف میں کہتا ہوں ہمارے استاد نے کہا اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ جھنڈا
اور نشان اور جو ریشمی کپڑا نیزے پر باندھا جاتا ہے سو وہ حلال ہے اگرچہ زیادہ ہو اسواسطے کہ وہ لباس آدمی کا نہیں اور اس تقریر سے دونوں قولوں کا اختلاف رفع ہو گیا
یعنی اربع اصابع کی قید لباس میں ہے اور سیر کبیر کا اطلاق غیر ملبوس پر محمول ہے ہم روایت کی شرنبلالی نے عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ کہ مضائقہ نہیں علم کا حریر سے کپڑوں میں
جبکہ علم چار انگل ہو یا اس سے کم اور اسمیں کچھ خلاف مذکور نہیں کیا اور شمس الائمہ سرخسی نے سیر میں کہا کہ علم کا کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ وہ تابع ہے اور اسکی مقدار
بیان نہیں کی چنانچہ فتاوی قاضی خان میں ہے تو تابع کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ علم ثوب مراد ہے نہ علم رایت اسواسطے کہ اگر بالکل جھنڈا حریر کا ہو تو جائز ہے جیسے
دروازہ کا پردہ حریر سے درست ہے تو ظاہر یہ اختلاف علم ثوب میں نہ علم رایت میں کذا فی الطحطاوی یعنی تو شارح کے استاد کے قول سے توفیق بین القولین حاصل نہ ہوئی
ولا باس بکلۃ الدیباج ہو ما سداہ ولحمتہ ابریسم شرح وہبانیۃ للرجال مردوں کے واسطے کچھ مضائقہ نہیں دیبا کے چھپر کھٹ اور مسہری میں دیبا وہ کپڑا ہے
جسکا تانا اور بانا دونوں ریشم کا ہو کذا فی شرح الوہبانیۃ الکلۃ بالکسر الشخانۃ وانما جوزتہ لانہ لیس بلبس کلہ بکسر کاف وتشدید لام شخانہ اور ناموسیہ ہے اسواسطے
وہ جائز ہے کہ وہ لباس نہیں بدن سے علیحدہ رہتا ہے قاموس میں ہے کہ کلہ باریک پردہ اور باریک گھٹا ٹوپ ہے مچھروں سے بچنے کے واسطے یعنی چھپر کھٹ

اور سہری اور شبخانہ سعرب پشہ خانہ وتتمہ شارح الوہبانیہ نقال سے وفی کلۃ الدیباج فالنوم جائز + وفی القنیۃ والملتقی ذا ستر + اور شارح وہبانیہ نے اسکو نقل
کیا ہے سو یون کہا ہے اور ریشمی چھپر کھٹ مین سو رہنا جائز ہے اور قنیہ اور ملتقی مین یہ جواز نوم ہے **وتکرہ التکۃ** منہ ای من الدیباج وہو الصحیح وقیل الابأس
بہا اور مکروہ ہے ریشمی ازار بند یہی قول صحیح ہے اور اسکے جواز کا قول صحیح ہے عم ریشمی ازار بند اگرچہ چار انگل ہو درست نہین اسواسطے کہ وہ مستقل اور
جدا گانہ چیز ہے برخلاف سنجاف وغیرہ کے کہ وہ تابع ہے نہ مستقل کذا فی الطحطاوی **وکذا تکرہ القلنسوۃ وان کانت تحت العمامۃ** اور اسی طرح
مکروہ تحریمی ہے ریشمی ٹوپی اگرچہ وہ عمامہ کے نیچے چھپی ہو مرد کو ریشمی یا چاندی سونے کی ٹوپی یا جس ٹوپی پر ریشم بہت سیا ہو یا کوئی چیز چاندی سونے کی چار
انگل سے زیادہ ٹوپی پر سی ہوئی ہو مکروہ تحریمی ہے کذا فی العالمگیریۃ تو معلوم ہوا کہ گوٹا پٹھا اور بت طلائی یا نقرئی اگر چار انگل یا کم ہو ٹوپی پر تو درست ہے
والکیس الذی یعلق قنیۃ اور اسی طرح ریشم کی وہ تھیلی مکروہ ہے جو بدن پر لگائی جائے کذا فی القنیہ اسواسطے کہ تعلیق مشابہ ملبوس ہے واختلف
فی عصابۃ الجراحۃ بہ ای بالحریر کذا فی المجتبی اور اختلاف زخم کی ریشمی پٹی مین کذا فی المجتبی طحطاوی نے کہا کہ صحیح قول یہی ہے کہ ریشمی پٹی مکروہ ہے
ازار بند کے مانند وفیہ ان لہ ان یزین بیتہ بالدیباج ویتجمل باوانی ذہب وفضۃ بلا تفاخر اور مجتبیٰ مین ہے کہ مسلمان کو اپنا گھر آراستہ کرنا ریشمی کپڑے
سے اور تجمل کرنا سونے اور چاندی کے برتنوں سے درست ہے بشرط عدم تفاخر و تکبر یعنی مکان مین اطلس وغیرہ کا چھت پردہ لگانا درست ہے بشرط عدم تجبر وفی القنیۃ
یحسن للفقہاء لف عمامۃ طویلۃ ولبس ثیاب واسعۃ اور قنیہ مین ہے کہ فقیہون کے واسطے عمامہ طویلہ باندھنا اور کشادہ لباس پہننا اچھا ہے وفیہا لا بأس
بشد خمار اسود علی عینیہ من الرمد قلت ومنہ الرمد اور قنیہ مین ہے کچھ مضائقہ نہین ریشمی سیاہ کپڑا باندھنا اپنی دونون آنکھون پر غدار کے سبب
سے مین کہتا ہون اور منجملہ غدر مذکور جوش کرنا ہے آنکھ کا وفی شرح الوہبانیۃ عن المنتقی لا بأس بعروۃ القمیص وزرہ من الحریر لانہ تبع اور شرح وہبانیہ
مین ہے منتقی سے کچھ مضائقہ نہین پیراہن مین ریشمی تکمہ اور گھنڈی لگانا اسواسطے کہ وہ تابع ہے پیراہن کا یعنی خود لباس مستقل نہین وفی
التتارخانیۃ عن السیر الکبیر لا بأس بازرار الدیباج والذہب اور تاتارخانیہ مین سیر کبیر سے منقول ہے کہ کچھ مضائقہ نہین ریشمی اور سونے کی
گھنڈیون مین وفیہا عن مختصر الطحاوی لا یکرہ علم الثوب من الفضۃ ویکرہ من الذہب قالوا وہذا مشکل فقد رخص الشرع فی الکفاف والکفاف قد یکون
من الذہب انتہی اور تاتارخانیہ مین مختصر طحاوی سے منقول ہے کہ مکروہ نہین نقش نگار کپڑے کا چاندی سے اور مکروہ ہے سونے سے علما نے کہا اور یہ
یعنی عدم جواز علم زر مشکل ہے اسواسطے کہ شرع نے کفاف یعنی حاشیہ کی رخصت دی ہے اور کفاف کبھی سونے کا ہوتا ہے انتہی ما فی التتارخانیہ م
قنیہ مین ہے علم یعنی نقش نگار سونے سے ذہب منسوج کے مانند چار انگل مرد کیواسطے جائز ہے اور اسی طرح ٹوپی مین شاہر مذہب مین جائز ہے چار انگل اور امام محمد کے
نزدیک جائز نہین جیسے حریر کی جائز نہین انتہی طحطاوی نے کہا کفاف سے ظاہر اس عبارت مین بمعنی خیاطت مراد ہے اور حالانکہ قاموس مین کفاف
بالفتح بمعنی مثل اور رزق بقدر کفایت مذکور ہے اور بمعنی خیاطت کف ہے نہ کفاف اور شارح علیہ الصلوۃ والسلام سے جبہ مکفوفہ بحریر کا پہننا ثابت ہے
اسمین چاندی سونا مذکور نہین تو اسکی تحریر کرنا چاہیے تامل سے مجکو غلبہ تشویشات سے رخصت نہین انتہی مختصرا م وباللہ التوفیق قاموس مین مذکور ہے کہ قمیص
وغیرہ جو دامن کے گرد ہو اور جو لپٹا ہو چنانچہ حاشیہ ثوب کا اور کفاف بالکسر کنارہ ہے اسکا اور جو اسکے گرد ہو انتہی تو صاف معلوم ہو گیا کہ کفاف سے حاشیہ زرین
اور دامن کا کنارہ مراد ہے اور جب قنیہ سے ظاہر ہوا کہ چار انگل کا حاشیہ زرین ظاہر مذہب مین جائز ہے تو رخصت بھی ثابت ہو گئی والعہد العلم وتحل توسدہ وافتراشہ
والنوم علیہ وقال صاحبین والشافعی ومالک حرام وہو الصحیح کما فی المواہب قلت فلیحفظ ہذا لکنہ خلاف المشہور اور ریشمی کپڑے کا تکیہ بنانا اور اسکا فرش بچھانا اور اسپر
سو رہنا حلال ہے اور صاحبین اور امام شافعی اور مالک نے کہا حرام ہے اور یہی قول حرمت کا صحیح ہے کما فی المواہب مین کہتا ہون تو اس تصحیح کو یاد رکھنا چاہیے
لیکن یہ تصحیح مذہب مشہور کے مخالف ہے م شرنبلالیہ مین ہے کہ یہ تصحیح متون معتبرہ مشہورہ اور شروح کے مخالف ہے اور بعضون نے کہا کہ ابو یوسف امام کے ساتھ ہین علت کے

قول مین کذا فی الطحطاوی واما جعلہ دثارا او ازارا فانہ یکرہ بالاجماع سراج اور کپڑے کے اوپر ریشمی پہننا یا ریشمی پاجامہ پہننا سو وہ تو بالاتفاق سب کے نزدیک مکروہ ہے کذا فی السراج م شعار وہ کپڑا ہے جو بدن سے لگا ہوا اور دثار وہ ہے جو بدن سے متصل نہو واما الجلوس علی الفضۃ فحرام بالاجماع شرح مجمع اور چاندی کی کرسی پر تو بیٹھنا بالاجماع حرام ہے کذا فی شرح المجمع ویحل لبس ما سداہ ابریسم ولحمتہ غیرہ ککتان وقطن وخز لان الثوب انما یصیر ثوبا بالنسج والنسج باللحمۃ فکانت ہی المعتبرۃ دون السداۃ اور حلال ہے مشروع جسکا تانا ریشم ہے اور اسکا بانا ریشم کے سوا اور چیز کا ہے چنانچہ کتان یا السی کی چھال کا یا روئی کا یا خز یعنی دریائی جانور کے روئین کا اسواسطے کہ کپڑا تو کپڑا نہین ہوتا مگر بناوٹ سے اور بناوٹ ہوتی ہے بانے سے تو کپڑے کی حقیقت مین بانا ہی معتبر ٹھہرا نہ تانا قلت وفی الشرنبلالیۃ عن المواہب یکرہ ما سداہ ظاہر کالعتابی وقیل لا یکرہ ونحوہ فی الاختیار قلت ولا یخفی ان المرجح اعتبار اللحمۃ کما یعلم من العزمیۃ بل فی المجتبی ان اکثر المشایخ افتوا بخلافہ مین کہتا ہون اور شرنبلالیہ مین مواہب سے ہے کہ مکروہ ہے وہ کپڑا جسکا تانا ظاہر اور نمودار ہو چنانچہ عتابی کپڑے مین بانے سے زیادہ تانا ریشم کا ظاہر رہتا ہے اور بعضون نے کہا کہ وہ مکروہ نہین اور اسی کے مانند اختیار مین ہے مین کہتا ہون بانے کے اعتبار کرنے کا قول مرجح ہے چنانچہ عزمیہ سے معلوم ہوتا ہے بلکہ مجتبی مین صاف مذکور ہے کہ اکثر مشایخ نے برخلاف اسکے فتوی دیا ہے یعنی برخلاف کراہت کے عدم کراہت پر فتوی دیا ہے م ملتقی اور اسکی شرح مین ہے جسکا تانا ریشم ہے اور بانا روئی وغیرہ کا ہے تو وہ حلال ہے خواہ بانا کم ہو یا زیادہ یا برابر ریشم کے اور بعضون نے کہا جب بانا غالب ہو تب حلال ہے اور صحیح پہلا قول ہے چنانچہ محیط اور قہستانی مین ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح المجمع الخز صوف غنم البحر انتہی قلت وہذا کان فی زمانہم واما الآن فمن الحریر وحینئذ فیحرم برجندی وتتارخانیہ فلیحفظ اور شرح مجمع مین ہے کہ خز بفتح خاء معجمہ وزاء منقوطہ مشددہ دریائی بھیڑ کا صوف ہے انتہی مین کہتا ہون اور یہ یعنی اطلاق خز کا صوف پر فقہاء سابقین کے زمانے مین تھا اور اب تو خز حریر سے ہوتا ہے اور اسوقت مین تو خز حرام ہے کذا فی البرجندی والتتارخانیہ تو اس اصطلاح متقدمین اور متاخرین کو یاد رکھنا چاہیے تو حرام کو باستدلال قول سابقین کوئی حلال نہ سمجھے وحل عکسہ فی الحرب فقط لو صفیقا یحصل بہ اتقاء العدو فلو رقیقا حرم بالاجماع لعدم الفائدۃ سراج اور عکس سابق حلال ہے فقط لڑائی مین یعنی جسکا تانا روئی وغیرہ کا ہو اور بانا ریشم کا ہو وہ جنگ مین درست ہے بشرطیکہ وہ گاڑھا ہو جسکے سبب سے صدمات دشمن سے بچاؤ حاصل ہو تو اگر باریک ہوگا تو وہ لڑائی مین باتفاق حرام ہے بیفائدہ ہونے کے سبب سے کذا فی السراج م لفظ اجماع کا خلل عنقریب معلوم ہوگا واما خالصہ فیکرہ فیہا عندہ خلافا لہما ملتقی اور خالص حریر یعنی جسکا تانا اور بانا دونون ریشم ہو تو وہ امام رحمہ کے نزدیک لڑائی مین حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے کذا فی الملتقی م جوہرہ مین ہے کہ اگر حریر باریک ہو تو اسکا پہننا جنگ مین باتفاق امام اور صاحبین کے حلال [illegible] اسواسطے کہ حفاظت عدو کا فائدہ اسمین حاصل نہین انتہی لیکن ظاہر ہدایہ اسکے مخالف ہے اسواسطے کہ اسمین یون ہے کہ حریر اور دیبا جنگ مین صاحبین کے نزدیک جائز ہے مطلقاً کیونکہ اسمین ضرورت ہے اور حریر خالص اذیت سلاح کا دافع ہے اور دشمن کی آنکھ مین رعب ڈالتا ہے اپنی چمک دمک سے انتہی تو جب حریر خالص مطلقا صاحبین کے نزدیک جائز ہوا جنگ مین تو جسکا فقط بانا ریشم ہے کیونکر جائز نہو گا تو اجماع سابق کی حکایت صحیح نہین کذا فی الطحطاوی قلت ولم ار ما لو جعلت اللحمۃ بابریسم وغیرہ والظاہر اعتبار الغالب مین کہتا ہون اور مین نے اس کپڑے کا حکم نہین دیکھا جسکا بانا ریشم اور غیر ریشم سے مخلوط ہے اور ظاہر غالب کا اعتبار ہے یعنی اگر ریشم غالب ہے تو حرام ہے اور اگر غیر ریشم غالب ہے تو حلال وفی الحاوی الزاہدی یکرہ ما کان ظاہرہ قزا وخط منہ قز وخط منہ غیرہ فظاہر المذہب عدم جمع المتفرق الا اذا کان خط منہ قز وخط منہ غیرہ بحیث یری کلہ قزا فاما اذا کان کل واحد مستبینا کالطراز فی العمامۃ فظاہر المذہب انہ لا یجمع انتہی واقرہ شیخنا قلت وقد علمت ان العبرۃ للحمۃ لا للظاہر علی الظاہر فافہم اور حاوی زاہدی مین ہے کہ مکروہ ہے جسکے ظاہر مین تو ریشم نمودار ہو اور حالانکہ اسکی ایک دھاری اون کی ہے اور ایک دھاری ریشم کی اور ظاہر مذہب عدم جمع متفرق ہے مگر اس صورت مین خطوط متفرقہ جمع کیے جاوینگے جبکہ اسمین ایک دھاری ریشم کی ہو اور ایک غیر ریشم کی ہو اس طرح پر کہ سب ریشم ہی دکھائی دیتا ہو سو اگر ایک دھاری جدا جدا نمودار ہو جیسے عمامہ کا نقش ونگار تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ متفرقات کو جمع نہ کرینگے انتہی ما فی الحاوی

اور ہمارے استاد نے اس قول کو مان لیا ہی مین کہتا ہون اور مقرر تو عنقریب معلوم کر چکا ہی کہ حلت و حرمت مین بانے کا اعتبار ہی نہ ظاہر کا تو ولا یبحث ظاہر المذہب کے تو ہمکو سمجھ دے یعنی اگر اس کپڑے کا بانا ریشم کا نہین تو وہ مکروہ نہین گو ریشم ہی ہو وکرہ لبس المعصفر والمزعفر الاحمر والاصفر للرجال اور مردون کو مکروہ ہی کسم کا رنگا کپڑا اور زعفران کا رنگا کپڑا سرخ اور زرد ہم یعنی دونون قسم کا زعفرانی رنگ سرخ اور زرد مکروہ ہی اور زعفران کے سوا اور چیز کا زرد رنگ مکروہ نہین کذا فی الطحطاوی تو معلوم ہوا کہ ہلدی اور نا سپال اور پار رنگا روغیرہ کا زرد رنگ مکروہ نہین مرد کو ہان مگر ورس کا رنگ بھی مکروہ ہی چنانچہ فتاوی قاضی خان مین ہی ورس ایک گھاس ہی اسکا رنگ زرد ہوتا ہی مفادہ انہ لایکرہ للنساء مرد کی قید اسکی مفید ہی کہ کسم اور زعفران کا رنگ عورتون کے واسطے مکروہ نہین ہوتا

لاباس بسائر الالوان اور کچھ مضائقہ نہین کسم اور زعفران کے باقی رنگون مین مرد کے واسطے وفی المجتبی والقہستانی وشرح النقایۃ لابی المکارم لاباس بلبس الثوب الاحمر انتہی ومفادہ ان الکراہۃ تنزیہۃ اور مجتبی اور قہستانی اور ابو المکارم کی شرح نقایہ مین ہی کہ کچھ مضائقہ نہین سرخ کپڑے کے پہننے مین انتہی اور یہ کلام کراہت تنزیہی کا مفید ہم اسواسطے کہ لاباس کا کلمہ اکثر ترک اولی مین مستعمل ہوتا ہی کذا فی المنح یہ کہتا ہون اس سرخی مین جو کسم اور زعفران کے سوا اور چیز سے ہو چنانچہ لاکہ اور مجیٹھ اور اس اور کر مدانہ کی سرخی لکن صرح فی التحفۃ بالحرمۃ فافاد انہا تحریمیۃ وہی المحمل عند الاطلاق قالہ المصنف

قلت وللشرنبلالی فیہا رسالۃ فیہا ثمانیۃ اقوال منہا انہ مستحب لیکن تحفہ مین ثوب احمر کی حرمت کی تصریح کی ہی تو حرمت کی لفظ نے کراہت تحریمی کا فائدہ دیا اور کراہت تحریمی ہی محمل اطلاق کے وقت یعنی جب مطلق کراہت بولتے ہین بلا قید تنزیہ اور تحریم کے تو کراہت تحریمی ہی مراد ہوتی ہی ایسا ہی مصنف نے اپنی شرح مین شارح نے کہا مین کہتا ہون اور شرنبلالی کا سرخی کے احکام مین ایک رسالہ ہی اسمین آٹھ قول مذکور ہین از انجملہ ایک قول یہ ہی کہ ثوب احمر مستحب ہی ہم امام اعظم رح سے روایت ہی کچھ مضائقہ نہین سرخ اور سیاہ رنگ مین کذا فی العالمگیریۃ عن الملتقط ولا یتحلی الرجل بذہب وفضۃ مطلقا اور مرد زیور نہ پہنے سونے چاندی کا مطلقا یعنی کسی حال مین نہ جنگ مین نہ اسکے سوا

الا بخاتم ومنطقۃ وحلیۃ سیف منہا اذا لم یرد بہ التزین مرد کو سونے چاندی کا زیور حلال نہین مگر انگوٹھی اور کمر بند اور تلوار کا زیور چاندی سے حلال ہی بشرطیکہ اس سے آرایش کا قصد نہ کرے یعنی آرایش جو منجر بہ تجبر اور تکبر ہو ہم قنیہ مین ہی کچھ مضائقہ نہین اس کمر بند کا جسکے دونون کنارون پر چاندی کے دو حلقے ہون انتہی ظہیریہ مین ہی کہ اگر تمام منطقہ چاندی کا ہو یا اکثر تو مکروہ ہی انتہی اور تلوار کا زیور اس شرط سے حلال ہی کہ چاندی کی جگہ پر ہاتھ نہ لگا دے اور حمائل سیف منجملہ حلیہ سیف ہی ہم حلیہ سیف سونے کا درست نہین لیکن چاندی پر سونے کا ملمع درست ہی اسواسطے کہ طلا مستہلک ہی کذا فی الطحطاوی

وفی المجتبی لا یکرہ استعمال الملمع ... وقیل یحل اذا لم یبلغ عرضہا اربع اصابع ذہبیہ بعد سبع ورق ولا یکرہ فی المنطقۃ حلقۃ حدید ونحاس وعظم وسیجی حکم لبس اللؤلؤ اور مجتبی مین ہی کہ استعمال ... کا طلا نہین جسکا بچ دیبا ہی اور بعضون نے کہا حلال ہی بشرطیکہ عرض اسکا چار انگل کا نہو اور مجتبی مین سات درم کے بعد یون ہی کہ پیٹی مین حلقہ لوہے اور تانبے اور ہڈی کا مکروہ نہین اور موتیون کے پہننے کا حکم آگے آویگا ولا یتختم الا بالفضۃ لحصول الاستغناء بہا اور انگوٹھی نہ پہنے مگر چاندی کی بسبب حاصل ہو جانے بے پروائی کے چاندی سے حاجت رفع ہو گئی تو اب سونے اور لوہے وغیرہ کی کچھ حاجت باقی نہ رہی فیحرم بغیرہا کحجر وصحح السرخسی جواز الیشب والعقیق وعمم منلا خسرو ...

زجاج وغیرہا تو چاندی کے سوا انگوٹھی پہننا حرام ہی جیسے پتھر اور سونا اور لوہا اور پیتل اور رانگ اور سیسے وغیرہا ... باقی رکھی اور سرخسی نے جواز یشب و عقیق کی تصحیح کی ہی اور ملا خسرو نے درر غرر مین سب پتھرون کی انگوٹھی کو جائز کہا ہی ہم یہ گفتگو حلقہ انگشتری مین ہی اور نگین تو بالاتفاق درست ہی چنانچہ اسکا ذکر عنقریب آتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیتل کی انگوٹھی کو فرمایا کہ اس سے بتون کی بو آتی ہی اور لوہے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ دوزخیون کا زیور ہی اور سونے کی انگوٹھی کو فرمایا کہ یہ زیور بہشتیون کا کذا فی العینی شرح الہدایۃ عن ابی داؤد والترمذی والنسائی وبعض ... کشف وریشم درست کہتے ہین فاذا ثبت کراہۃ لبسہا للتختم ثبت کراہۃ بیعہا وصوغہا لما فیہ من الاعانۃ علی ما لا یجوز وکل ما ادی الی ما لا یجوز لا یجوز ...

فی شرح الوہبانیۃ پھر جب سونے وغیرہ کی انگوٹھی پہننے کی کراہت ثابت ہوگئی تو ہمیشہ پہننے اور بنانے کی بھی کراہت ثابت ہوگئی اسلیے کہ اسکی اعانت ناجائز ہے اور جو
فعل کہ ناجائز کی طرف مودے ہو وہ بھی ناجائز ہے اور اسکا تمام بیان شرح وہبانیہ میں ہے والعبرۃ بالحلقۃ من الفضۃ لا بالفص فیجوز من حجر وعقیق ویاقوت وغیرہا
اور چاندی کی انگشتری میں حلقہ کا اعتبار ہے نہ نگین کا سو اگر چاندی کا حلقہ ہو تو نگینہ ہر چیز کا پتھر اور عقیق اور یاقوت وغیرہا کا جائز ہے یہ جو مذکور ہوا کہ پتھر کی
انگوٹھی جائز نہیں تو مراد یہ ہے کہ پتھر کا حلقہ انگشتری کا درست نہیں پتھر کا نگینہ درست ہے وحل مسمار الذہب فی حجر الفص اور حلال ہے سونے کی کیل پتھر کے نگین میں جو
کیل ٹھونکی جاتی ہے استحکام کیواسطے تا نگینہ نچھوٹے سے جدا ہو وجہ جواز یہ ہے کہ سونا یہاں چاندی کا تابع ہے جیسے نقش و نگار کیے مانند ویجعلہ ببطن کفہ فی یدہ الیسری وقیل
الیمنی الا انہ من شعار الروافض فیجب التحرز عنہا قہستانی وغیرہ قلت ولعلہ کان وبان فتبصر اور انگوٹھی کو کف دست کے اندر رکھے بائیں ہاتھ میں اور بعضوں نے کہا داہنے ہاتھ
میں مگر یہ طریقہ ہے رافضیوں کا تو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے کذا فی القہستانی وغیرہ میں کہتا ہوں شاید کہ یہ کبھی رافضیوں کا طریقہ ہوگا سو اب منقطع اور منقرض ہوگیا سو دیکھ لے ہم
عورتیں انگوٹھی ظاہر کف دست کی طرف رکھیں بخلاف مردوں کے اسواسطے کہ عورت زینت کیواسطے پہنتی ہے اور مرد حاجت کیواسطے کذا فی محیط السرخسی وینقش اسمہ واسم اللہ تعالیٰ لا تمثال
طیر او انسان ولا محمد رسول اللہ ولا یزید علی مثقال اور نگین پر اپنا نام یا اللہ تعالیٰ کا نام نقش کرے چڑیا یا آدمی کی صورت نقش نہ کرے اور محمد رسول اللہ کندہ کرائے اور نہ وزن انگوٹھی
کا مثقال سے زیادہ کرے ہم اگر اللہ تعالیٰ کا نام ہو تو انگوٹھی استنجا میں یا داہنے ہاتھ میں کرے اگر بائیں ہاتھ میں ہو محمد رسول اللہ کا کندہ اسواسطے درست نہ ہوا کہ خاتم الانبیا
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نقش خاتم تھا اسطرح کہ ایک سطر میں محمد منقوش تھا اور دوسری سطر میں رسول اور تیسری میں اللہ اور صدیق اکبر کے نگین پر نعم القادر اللہ تھا اور عمر فاروق کا
نقش نگین کفی بالموت واعظا اور ذی النورین کا نقش لتصبرن او لتندمن اور علی مرتضیٰ کا نقش الملک للہ اور امام ابو حنیفہ کا نقش قل الخیر
والا فاسکت اور امام ابو یوسف کا نقش من عمل برایہ فقد ندم اور محمد بن حسن کا نقش من صبر ظفر تھا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی عن المبتغی اور مثقال کا وزن ساڑھے چار ماشے ہے وترک
التختم لغیر السلطان والقاضی وذی حاجۃ الیہ کمتول افضل اور سلطان اور قاضی اور محتاج الیہ جیسا کہ متولی کے غیر کو انگوٹھی کا ترک کرنا افضل ہے یعنی بادشاہ اور قاضی اور متولی وقف محتاج الیہ
خلائق ہیں تو انکو مہر لگانا ضرور ہے انکے سوا اور شخصوں کو حاجت نہیں تو بہتر یہ ہے کہ ترک تختم کریں یہ قول ہے تمرتاشی کا اور فقیہ ابو اللیث نے کہا بعضوں نے غیر سلطان کیواسطے انگوٹھی
رکھنا مکروہ کہا ہے لیکن جمہور علما نے اسکی اجازت دی ہے چنانچہ جواہر اخلاطی میں ہے کذا فی العالمگیریۃ ولا یشد سنہ المتحرک بذہب بل بفضۃ وجوزہما محمد اور اپنے ہلتے دانت کو
سونے کے تار سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے باندھے اور محمد نے چاندی سونے دونوں سے جائز کہا ہے ویتخذ انفا منہ لان الفضۃ تنتنہ اور سونے سے ناک بنا دے یعنی در صورت قطع اسواسطے
کہ چاندی گندہ کر دیتی ہے وکرہ الباس الصبی ذہبا او حریرا فان ما حرم لبسہ وشربہ حرم الباسہ واشرابہ اور طفل صغیر کو سونا اور ریشمی کپڑا پہنانا مکروہ ہے اسلیے کہ جسکا پہننا
اور پینا حرام ہے اسکا پہنانا اور پلانا بھی حرام ہے ہم حدیث میں سونا اور ریشمی کپڑا مرد پر حرام ہے خواہ مرد بالغ ہو یا نابالغ لا یکرہ خرقۃ الوضوء بالفتح بقیۃ بللہ ومخاطا ورقم
لو لحاجۃ ولو للتکبر یکرہ مکروہ نہیں رومال رکھنا وضو کا پانی پونچھنے کیواسطے یا رینٹ یا پسینہ پونچھنے کیواسطے بشرطیکہ رفع حاجت کیواسطے ہو اور اگر رومال تکبر و تبختر کیواسطے ہو
تو مکروہ ہے شارح نے کہا وضو بفتح واو عبارت ہے اس تری سے جو وضو کرنیکے بعد اس عضو پر باقی رہ جاوے والتمیمۃ ہی خیط یربط باصبع او خاتم لتذکر الشی والحاصل ان کل ما فعل
تجبرا کرہ وما فعل لحاجۃ لا عنایۃ اور تمیمہ مکروہ نہیں رتیمہ وہ تاگا ہے جو انگلی یا انگوٹھی پر باندھا جاتا ہے بات یاد رکھنے کیواسطے اور خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز تکبر کیواسطے کرے وہ
مکروہ اور جو ضرورت اور حاجت کیواسطے کرے وہ مکروہ نہیں کذا فی العنایۃ فرع مسئلہ ملحقہ شارح فی المجتبی التمیمۃ المکروہ ما کان بغیر العربیۃ مجتبی میں ہے کہ مکروہ تعویذ وہ ہے
جو عربی کے سوا اور زبان میں ہو تعلیق تعویذ میں مضائقہ نہیں لیکن بیت الخلا جانے میں اور قربت کے وقت میں اتار ڈالے کذا فی العالمگیریۃ

فصل فی النظر والمس اس فصل میں دیکھنے اور چھونے کے احکام مذکور ہیں ینظر الرجل من الرجل ومن غلام بلغ حد الشہوۃ مجتبی ولو امرد صبیح الوجہ وقد مر
فی الصلوٰۃ اور دیکھے ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو اور اس لڑکے کے بدن کو جو حد شہوت کو پہنچ گیا ہو یعنی مراہق قریب البلوغ ہو کذا فی المجتبی اگرچہ وہ بے ریش خوبصورت
ہو اور اسکا ذکر کتاب الصلوٰۃ میں گذر گیا امرد صبیح کا دیکھنا اسوقت حلال ہے جبکہ شہوت کی راہ سے اسکو نہ دیکھے ورنہ وہ بمنزلہ عورت کے ہے از سر تا قدم

اُسکو دیکھنا اور خلوت کرنا حلال نہیں کذا فی العالمگیریۃ والاولی تنکیر الرجل لئلا یتوہم ان الاول عین الثانی وکذا الکلام فیما بعدہ قہستانی قلت وقرینۃ المقام تکفی فتدبر اور
بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ رجل کو نکرہ لاتا نہ معرف بالف ولام تا اسکا وہم نہ آتا کہ رجل اول رجل ثانی کا عین ہے اسواسطے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب باللام مکرر آتا ہے تو ثانی
عین ہوتا ہے اول کا اور یہی طرح کا کلام ہے اسکے مابعد میں یعنی نظر المرأۃ من المرأۃ کذا فی القہستانی میں کہتا ہون اور قرینہ مقام مغایرت کے واسطے کفایت کرتا ہے ثم
نقل عن الزاہدی انہ لو نظر العورۃ غیرہ باذنہ لم یاثم قلت وفیہ نظر ظاہر بل لفظ الزاہدی نظر العورۃ غیرہ وہی غیر بادیۃ لم یاثم انتہی فلیحفظ ثم قہستانی نے زاہدی سے یہ
نقل کیا کہ ایک مرد دوسرے مرد کی شرمگاہ کو دیکھے اسکے اذن سے تو گنہگار نہوگا میں کہتا ہون اسمین تو صریحاً اعتراض ہے بلکہ زاہدی کی عبارت یون ہے کہ ایک مرد نے غیر شخص کی شرمگاہ
کی طرف نظر کی اور حالانکہ اسکی شرمگاہ غیر ظاہر ہے یعنی کپڑے سے ڈھکی ہے تو دیکھنے والا گنہگار نہوگا انتہی کلام البزازی تو قہستانی کی غلط فہمی کو یاد رکھنا چاہیے ثم زیلعی مین ہے
عورت کے بدن مین تامل کرنے کا مضائقہ نہین اگر اوپر کپڑے ہون بشرطیکہ کپڑے سے اسکا حجم معلوم نہوتا ہو اور اگر حجم معلوم ہوتا ہو تو نظر نہ کرے بدلیل حدیث رسول خدا علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے کہ جو خلق عورت کو تامل کرے اور اسکے کپڑے دیکھے یہان تک کہ اسکی ہڈیون کا حجم ظاہر ہو جاوے تو وہ شخص بہشت کی خوشبو نہ سونگھے گا کذا فی
الطحطاوی سوی مابین سرتہ الی تحت رکبتہ فالرکبۃ عورۃ لا السرۃ ایک مرد دوسرے مرد کے بدن کو دیکھے سوائے اس بدن کے جو مابین اسکی ناف کے ہے اسکے
گھٹنون کے نیچے تک یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک نظر کرنا حلال نہین تو عبارت متن سے معلوم ہوا کہ زانو عورت ہے اور واجب الستر ہے اور ناف عورت نہین ثم عورت غلیظہ مثال
اور ۔۔ ہے اسکے بعد ران اسکے بعد زانو تو اگر غیر شخص کا زانو کھلا دیکھے تو اسپر نرمی سے انکار کرے نزاع نہ کرے اور اگر ران کھلی دیکھے تو اسپر درشتی سے انکار کرے اور
اگر عورت غلیظہ کھلی دیکھے تو ڈھکنے کا امر کرے اور ادب دے یعنی اگر نہ مانے تو مارے کذا فی العالمگیریۃ ومن عرسہ وامتہ الحلال لہ وطیہا فخرج المجوسیۃ والامۃ
المشترکۃ ومنکوحۃ الغیر والمحرمۃ برضاع او مصاہرۃ فحکمہا کالاجنبیۃ مجتبی ویشکل بالمفضاۃ فانہ لا یحل لہ وطیہا وینظر الیہا قہستانی قلت وقد یجاب بانہ اغلبی
الی فرجہا بشہوۃ وغیرہا والاولی ترکہ لانہ یورث النسیان اور مرد اپنی زوجہ کی اور اپنی اس لونڈی کی جسکی قربت اسکو حلال ہے فرج کی طرف نظر کرے شہوت
سے اور بدون شہوت کے اور شرمگاہ کا نہ دیکھنا بہتر ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے حلال لونڈی کی قید سے مجوسی لونڈی اور مکاتبہ لونڈی اور شراکت کی لونڈی اور
غیر کی منکوحہ لونڈی اور جو لونڈی کہ شیرخوارگی یا مصاہرت کے سبب سے حرام ہے نکل گئی اسواسطے کہ ان لونڈیون کا حکم بیگانی لونڈی کے برابر ہے کذا فی المجتبی
اور اس قاعدہ پر کہ جسکی وطی درست ہے اسکی شرمگاہ کا دیکھنا درست ہے اعتراض وارد ہوتا ہے اس عورت کا جسکا پیش اور پس ایک ہو گیا ہے پردہ پھٹ کر
کہ اسکی وطی تو حلال نہین اور نظر کرنا حلال ہے کذا فی القہستانی مین کہتا ہون اور کاہے یون جواب دیا جاتا ہے اس اعتراض کا کہ قاعدہ مذکورہ اکثری
ہے نہ کلی ثم لونڈی کی حرمت بالمصاہرت کی صورت یہ ہے کہ مدخولہ وہ مان ہو یا بیٹی زیلعی مین ہے کہ بہتر یہ ہے کہ زوجین مین سے ایک دوسرے کی شرمگاہ کو نہ دیکھے اسلیے
کہ حدیث مین آیا ہے کہ جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو ستر کرے جتنا ہو سکے اور دونون برہنہ نہو جاوین گدھون کے مانند کذا فی الطحطاوی ومن محرمہ ہی من
لا یحل لہ نکاحہا ابدا بنسب او سبب ولو بزنی الی الراس والوجہ والصدر والساق والعضد ان امن شہوتہ وشہوتہا ایضا ذکرہ فی الہدایۃ فمن قصر علی الاول فقد
قصر ابن کمال اور دیکھے مرد اپنی محرم عورت کا سر اور منہ اور سینہ اور پنڈلی اور بازو اگر اپنی شہوت سے بیخوف ہو اور اسکی شہوت سے بھی ایسا ذکر کیا ہے ہدایہ مین
سو جس شخص نے مرد کی شہوت پر اقتصار کیا سو اسنے قصور کیا بیان مین کذا ذکرہ ابن کمال محرم وہ عورت ہے جسکے ساتھ نکاح کرنا مرد کو کبھی حلال نہین بسبب
نسب کے یا سبب کے اگرچہ حرمت سببی حرامکاری سے ہو ثم محرمات نسبی چنانچہ مان بہن خالہ عمہ دادی نانی اور محرمات سببی چنانچہ دایہ اور اسکے اصول اور فروع اور
خوشدامن وغیرہا اور اگر طرفین سے خوف ہو شہوت کا تو اعضاء مذکور کی طرف نظر کرنا حلال نہین الا الی الظہر والبطن خلافا للشافعی والفخذ نہ دیکھے مرد اپنی محرم عورت
کی پیٹھ اور پیٹ اور ران کی طرف پیٹھ اور پیٹ مین امام شافعی کا خلاف ہے واصلہ قولہ تعالی ولا یبدین زینتہن الا لبعولتہن الآیۃ وتلک المذکورات مواضع
الزینۃ بخلاف الظہر ونحوہ اور نظر محارم مین اصل اللہ تعالے کا یہ قول ہے کہ عورتین اپنی زینت کو ظاہر نہ کرین مگر اپنی ازواج کو یا اپنے آبا اور

اجداد کو یا اپنی ازواج کے آبا اور اجداد کو یا اپنے فرزندون کو یا اپنی ازواج کے فرزندون کو یا اپنے بھائیون کو یا بھتیجون کو یا بھانجون کو یا اپنی عورتون کو یا مملوک کو اور یہ اعضاء مذکورہ مواضع مین زینت کے بر خلاف پیٹھ اور پیٹ کے کہ وہ زینت کے مکان نہین ہم آیہ شریف مین نفس زینت اور زیور مراد نہین اسواسطے کہ زیور کو مطلقاً نظر کرنا مباح ہی لیکن مواضع زینت کے مراد ہین تو سر تاج کا مکان ہی اور چہرہ سرمہ کا مکان ہی ہار اور جگنو وغیرہ کا موضع ہی اور گردن اور سینہ اور کان بالیون کی جگہ ہی اور بازو موضع ہی بازوبند کا اور کلائی کنگن اور چوڑیون کی جگہ ہی او کفدست موضع انگشتری اور حنابندی ہی اور پنڈلی موضع خلخال ہی اور قدم محل حنابندی کر کذا فی الزیلعی اور بال موضع ہی موباف کا کذا فی العینی وحکم امۃ غیرہ ولو مدبرۃ او ام ولد کذلک فینظرالیہا کمحرمہ اور غیر شخص کی لونڈی کا حکم اگرچہ وہ مدبرہ یا ام ولد ہو اسی طرح ہی تو مرد اسکو دیکھے اپنی محرم عورت کے مانند ام لونڈیان گھر باہر کے کام کیواسطے ہوتی ہین تو اگر انکے اعضاء مذکورہ کا کھلنا جائز نہو نامحرمون سے تو نہایت تنگی ہوتی تو ضرورت اباحت نظر اور مس کی موجب ہوئی و ما حل نظرہ مما مر من ذکر او انثی حل لمسہ اذا امن الشہوۃ علی نفسہ وعلیہا لانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقبل راس فاطمۃ وقال علیہ الصلوۃ والسلام من قبل رجل امہ فکانما قبل عتبۃ الجنۃ وان لم یامن ذلک او شک فلا یحل لہ النظر والمس کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبے اور جسکا دیکھنا حلال ہی منجملہ مرد یا عورت کے جو بیان ہو چکا تو اسکا چھونا بھی حلال ہی بشرطیکہ مرد کو اپنی ذات پر اور عورت کو اپنی ذات پر شہوت کا خوف نہو اسواسطے چھونا درست ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ زہرا علیہا السلام کا سر چومتے تھے اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو مرد اپنی مان کا قدم چومے تو اسنے گویا آستانہ بہشت کو چوما اور اگر شہوت کا خوف ہو یقینا یا تردد کرے شہوت اور عدم شہوت مین تو اسکو حلال نہین نظر کرنا اور چھونا کذا فی کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبی الا من اجنبیۃ فلا یحل مس وجہہا وکفہا وان امن الشہوۃ لانہ اغلظ ولذا تثبت بہ حرمۃ المصاہرۃ جسکا دیکھنا حلال اسکا چھونا حلال ہی اجنبی عورت کے سوا کہ اسکا چہرہ اور کفدست دیکھنا حلال مگر انکا چھونا حلال نہین اگرچہ مرد کو شہوت کا خوف نہو اسواسطے کہ چھونا سخت تر ہی نظر سے اور اسی واسطے چھونے سے حرمت مصاہرت کی ثابت ہو جاتی ہی وہذا فی الشابۃ واما العجوز التی لا تشتہی فلا باس بمصافحتہا ومس یدہا اذا امن اور یہ یعنی چہرہ اور کفدست کا نہ چھونا اجنبی جوان عورت کے حق مین ہی اور ایسی عورت بڈھی جو شہوت اور رغبت کے لائق نہین رہی تو اسکے مصافحہ کرنے اور اسکے چھونے کا مضائقہ نہین جبکہ شہوت سے نڈر ہو ومتی جاز المس جاز سفرہ بہا ویخلو اذا امن علیہ وعلیہا والا لا اور جبکہ بڈھی کا ہاتھ چھونا درست ہوا تو مرد کو اسکے ساتھ سفر کرنا بھی درست ہوگا اور خالی مکان مین اسکے پاس ہونا بھی جائز ہی بشرطیکہ دونون طرف سے شہوت کا خوف نہو اور اگر شہوت کا احتمال ہو تو خلوت اسکے ساتھ بھی درست نہین کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط وفی الاشباہ الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام الا بالملازمۃ مدیونۃ ہربت ودخلت خربۃ او کانت عجوزا شوہاء او بحائل اور اشباہ مین ہی کہ خلوت یعنی خالی مکان مین مرد کا ہونا اجنبی غیر محرم عورت کے ساتھ حرام ہی مگر اس عورت مدیونہ کی ملازمت کے واسطے خلوت درست ہی جو صاحب دین سے بھاگی اور ویرانے گھر مین گھس گئی یا خلوت درست ہی اس بڈھی عورت سے جو نہایت بدصورت ہو یا خلوت درست ہی کسی چیز کے حائل ہونے کے سبب سے یعنی کوئی چیز مرد عورت اجنبی کے درمیان آڑ اگر ہو اور وہ دونون ایک مکان مین ہون کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الا الاخت رضاعا والصہرۃ الشابۃ اور خلوت محرم عورت کے ساتھ مباح ہی مگر رضاعی بہن اور خوشدامن جوان کے ساتھ خلوت مباح نہین وفی الشرنبلالیۃ معزیا للجوہرۃ ولا یکلم الاجنبیۃ الا عجوزا عطست او سلمت فیشمتہا ویرد السلام علیہا والا لا اور شرنبلالیہ مین جوہرہ سے منقول ہی اور مرد نہ بولے اجنبی عورت سے مگر جبکہ بڈھی عورت چھینکے یا سلام کرے تو مرد اسکو یرحمک اللہ کہے اور سلام کا جواب دے اور اگر جوان ہو تو جواب نہ دے یعنی بلند آواز سے ہم خانیہ مین ہی کہ جب غیر محرم عورت مرد کو سلام کرے اگر بڈھی ہی تو مرد آواز سے جواب دے کہ وہ سنے اور اگر جوان عورت ہو تو سلام کا جواب اپنے دل مین کہے اور مرد اگر عورت اجنبی کو سلام کرے تو اسمین بالعکس حکم ہی خانیہ مین ہی کہ اگر مرد چھینکے اور عورت یرحمک اللہ کہے تو اگر بڈھی ہی تو جواب دے اور اگر جوان ہی تو اپنے دل مین جواب دے غرائب مین ہی کہ اگر جوان خوبصورت عورت چھینکے تو غیر محرم مرد

بچنا رہے پر حالت اسد کے کذا فی الطحطاوی وعبارۃ ان النقصۃ لا فی نقل القہستانی دیکھنا بلا حاجۃ الیہ اکرہ قہستانی اور جوہرہ کی روایت مذکورہ سے خاص یہی تھا
کہ لفظ لا قہستانی کی اس نقل میں زیادہ ہے یعنی دیکھنا بلا حاجت الیہ تو مکروہ ہے یہ جملہ اگرچہ کلا لفظ لانہ شہوۃ ہے تو غیر ضروری کا جواز ثابت ہوا اور ظاہر
سے مذکور ہو چکا کہ اجنبی عورت سے کلام کرے ولا یمس ذلک ای محل نظرہ الا اذا اراد الشراء وان خاف شہوۃ کذا فی التمرتاشی لا فی زماننا ویحرم
اور فتاویٰ اور اسکا چھونا یعنی جسکا دیکھنا حلال ہے اسکا چھونا مرد کو درست ہے جبکہ لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے اگرچہ چھونے میں شہوت کا خوف ہو چھونا درست
ہو ضرورت کے سبب سے اور قول ضعیف یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں چھونا درست نہیں اور ہم جواز پر یقین کیا ہے اختیار میں ہے یعنی اگر لونڈی کی خرید کا ارادہ کرے
تو چہرہ اور ہاتھ پاؤں چھولنا درست ہے تا معلوم ہو کہ نرم بدن ہے یا سخت واذا بلغت حد الشہوۃ لا تعرض علی البیع فی ازار واحد یستر ما بین السرۃ
والرکبۃ لان ظہرہا وبطنہا عورۃ اور جو لونڈی حد شہوت کو پہونچ گئی ہو اسکو بیع کے واسطے پیش کرنا چاہیے ایک تہبند میں جو ناف سے زانو تک چھپا وے سوائے
کہ اسکی پیٹھ اور پیٹ کا چھپانا فرض ہے وینظر من الاجنبیۃ ولو کافرۃ مجتبی الی وجہہا وکفیہا فقط للضرورۃ قیل والقدم والذراع اذا اجرت نفسہا
للخبز تتارخانیہ اور اجنبی غیر محرم عورت کے بدن سے اگرچہ وہ کافر ہو کذا فی المجتبی دیکھے مرد فقط اسکے چہرہ اور دونوں کف دست کو ضرورت کے سبب سے بعض نے
کہا اور قدم اور ہاتھ کو بھی دیکھنا جائز ہے جبکہ وہ نوکری روٹی پکانے کی کرے کذا فی التاتارخانیہ قدم اجنبیہ کی عورت ہونے میں امام اور مشائخ سے اختلاف
ہے ہدایہ اور قاضی خان کی شرح جامع صغیر میں اسکی تصریح ہے کہ قدم عورت نہیں اور محیط میں اسکو اختیار کیا ہے اور اقطع اور قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں
اسکے عورت ہونے کی تصریح کی ہے اور اسبیجابی اور مرغینانی نے اسی کو پسند کیا ہے اور صاحب اختیار نے اسکی تصحیح کی ہے کہ نماز میں تو قدم عورت نہیں اور نماز کے
باہر عورت ہے اور شرح منیہ میں مطلقاً عورت ہونے کی ترجیح دی ہے احادیث سے کذا فی الطحطاوی وعبدہا کالاجنبی معہا فینظر لوجہہا وکفیہا فقط نعم یدخل
علیہا بلا اذنہا اجماعا ولا یسافر بہا اجماعا خلاصۃ وعند الشافعی ومالک ینظر کالمحرم اور عورت کا غلام اسکے ساتھ اجنبی مرد کے برابر ہے تو فقط اسکا چہرہ اور کف دست
پر نظر کرے ہاں اسکے پاس جایا کرے بدون اسکے اذن کے بالاتفاق اور تنہا اسکے ساتھ سفر نہ کرے بالاتفاق کذا فی الخلاصۃ اور امام شافعی اور امام مالک کے
نزدیک غلام اپنی بی بی کو دیکھے اسکے محرم کے مانند فان خاف الشہوۃ او شک امتنع نظرہ الی وجہہا فحل النظر مقید بعدم الشہوۃ والا فحرام وہذا
فی زمانہم واما فی زماننا فمنع من الشابۃ قہستانی وغیرہ پھر اگر شہوت کا خوف ہو یا شک ہو شہوت یا عدم شہوت میں تو دیکھنا عورت کے چہرہ کی طرف ممنوع ہے تو نظر کا حلال
ہونا شہوت نہونے کے ساتھ مقید ہے اور نہیں تو حرام ہے اور یہ یعنی حلت نظر در صورت عدم شہوت اگلے لوگوں کے زمانہ میں تھا اور ہمارے زمانہ میں تو جوان عورت کا چہرہ
دیکھنا ہر طرح ممنوع ہے یعنی فساد زمانہ کے سبب سے کذا فی القہستانی وغیرہ الا النظر والمس لحاجۃ کقاض وشاہد یحکم ویشہد علیہا لف ونشر مرتب لا لتحمل الشہادۃ
فی الاصح مگر اجنبی عورت کا دیکھنا اور چھونا حاجت اور ضروریات کے سبب سے حلال ہے چنانچہ اس قاضی کا عورت کو دیکھنا جو فیصلہ کرتا ہے اور اس شاہد کو دیکھنا جو
مرتا علیہا عورت پر گواہی دیتا ہے جائز نہیں شاہد کا دیکھنا تحمل شہادت کے واسطے صحیح تر قول میں شارح نے کہا یحکم اور یشہد میں لف ونشر مرتب ہے یعنی اگر عورت
اپنے دعویٰ کرنے کے واسطے کسی کو شاہد کرتی ہے تو اسکو نظر کرنا درست نہیں اور اگر کسی مدعی نے عورت پر دعویٰ کیا ہو تو اس صورت میں شاہد کو نظر کرنا شناخت
کے واسطے حلال ہے زیلعی نے کہا کہ قاضی اور شاہد پر واجب ہے کہ صرف حکم اور ادائے شہادت کی نیت سے دیکھیں نہ قضاء شہوت کے واسطے تا بقدر امکان ہم
قبیح سے بچیں وکذا مرید نکاحہا ولو عن شہوۃ بنیۃ السنۃ لا قضاء الشہوۃ اور اسی طرح نکاح کے ارادہ کرنے والے کو عورت کا چہرہ دیکھنا درست ہے گو شہوت
ہو اتباع سنت کی نیت سے دیکھے نہ قضاء شہوت کے قصد سے ترمذی اور نسائی میں ہے کہ جب مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت سے نکاح کا قصد کیا تو رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو دیکھ تا کہ تم دونوں میں موافقت اور الفت رہے زیلعی نے کہا لیکن عورت مذکورہ کا چہرہ اور کف دست چھونا درست نہیں
کذا فی الطحطاوی ومشتریہا ومداویہا اور اسی طرح عورت کے خرید کرنے والے کو اور اسکے علاج کرنے والے کو نظر کرنا درست ہے وینظر الطبیب الی موضع

وموضعها بقدر الضرورة اذ الضرورات تتقدر بقدرها علاج کرنے والا طبیب عورت کی بیماری کی جگہ کو بقدر ضرورت کے نظر کرے اسواسطے کہ امور ضروریہ بقدر ضرورت ہی کے متعین ہوتے ہیں ہم شمس الائمہ حلوانی نے کتاب الصوم کی شرح میں کہا کہ حقنہ فقط ضرورت میں جائز ہے اور اگر ضرورت نہو ولیکن اسمیں ظاہر منفعت ہو اسطرح کہ حقنہ کے سبب سے قوت باہ حاصل ہوتی ہو تو ہمارے مذہب میں حقنہ حلال نہیں اور اگر خشکی بدن کی اور نحافت ایسی غالب ہو جس سے تلف ہو جانیکا خوف ہو تو حلال ہے اور نہیں تو حلال نہیں کذا فی الطحاوی وکذا نظر قابلة وختان اور اسی طرح دائی جنائی کا نظر کرنا ١٢ اور ختنہ کرنے والے کا بقدر ضرورت حلال ہے ہم سراجیہ میں ہے کہ حتی الامکان نظر کو بند رکھے یعنی اگر ہاتھ سے کام نکلے تو نظر نہ کرے اور اگر بدون نظر کے مطلب نہو سکے تو فقط ایک دو بار موضع مرض پر کفایت کرے اجازت عام نہ سمجھے وینبغی ان یعلم امرأة تداویها لان نظر الجنس الی الجنس اخف اور لائق یوں ہے کہ طبیب عورت کا علاج کرنا کسی عورت کو سکھا دے کہ وہ عورتوں کا علاج کیا کرے اسواسطے کہ ہمجنس کی نظر سہلتر ہے غیر جنس سے ہم عورت کو علاج کرنا سکھانا مستحب نہیں بلکہ واجب ہے چنانچہ فتاوی قاضی خان کے اس بیان سے معلوم ہوتا کہ کہ ایک عورت کے زخم ہے وہاں جہاں مرد کو دیکھنا حلال نہیں تو اسکا علاج عورت کو سکھا دے اور اگر عورت نہ ملے یا عورت بے سلیقہ ہو تعلیم سے علاج نہ کرسکے اور خوف ہو شدت درد ١٢ اور ہلاکی کا تو سارا بدن چھپا کر فقط زخم کی جگہ مرد دیکھے پھر اسکی دوا کرے اور اپنی آنکھ بچائے رہے سوا اس جگہ کے اور اسمیں محرم اور غیر محرم عورت کا کچھ فرق نہیں ہے اسواسطے کہ اعضاء واجب الستر کا دیکھنا حلال نہیں محرمیت کے سبب سے بھی وتنظر المرأة المسلمة من المرأة کالرجل من الرجل عورت مسلمان دیکھے عورت کو جسقدر مرد نظر کرتا ہے دوسرے مرد کو ہم یعنی زیر ناف سے زیر زانو تک عورت کا دیکھنا عورت کو حلال نہیں اسکے سوا اور بدن کا نظر کرنا درست ہے اسواسطے کہ ضرورت داعی انکشاف ہے اسمیں مجانست کی جہت سے اور بعدم شہوت کے سبب سے غالبا سراجیہ میں ہے کہ عورت کو عورت کا پیٹ دیکھنا شہوت سے درست نہیں وقیل کالرجل لمحرمه والاول اصح سراج اور بعضوں نے کہا ایک عورت دوسری عورت کو دیکھے جسقدر مرد دیکھتا ہے اپنے محرم کو یعنی پیٹھ اور پیٹ کو نہ دیکھے اور پہلا قول صحیح تر ہے کذا فی السراج وکذا تنظر المرأة من الرجل کنظر الرجل من الرجل ان امنت شهوتها اور اسی طرح عورت مرد کو دیکھے جتنا مرد دیکھتا ہے مرد کو بشرطیکہ اسکو شہوت ہونے کا خوف نہو فلو لم تامن او خافت او شکت حرم استحسانا کالرجل هو الصحیح فی الفصلین تتارخانیه معزیا للمضمرات اور اگر عورت کو شہوت سے امن نہو یا خوف شہوت ہو یا شک ہو شہوت اور عدم شہوت میں تو عورت کو مرد کی طرف نظر کرنا حرام ہے بدلیل استحسان کے جیسے مرد کو عورت کی طرف نظر کرنا درصورت خوف شہوت یا شک کے حرام ہے یہی قول صحیح ہے دونوں صورتوں میں یعنی عورت کی نظر میں مرد کی طرف یا مرد کی نظر میں عورت کی طرف کذا فی تتارخانیہ منسوبا الی المضمرات والذمیة کالرجل الاجنبی فی الاصح فلا تنظر الی بدن المسلمة مجتبی اور ذمیہ یعنی کافرہ مطیع الاسلام اجنبی مرد کے مانند ہے صحیح تر قول میں تو ذمیہ عورت مسلمان عورت کی طرف نظر نہ کرے سوائے چہرہ اور کف دست کے کذا فی المجتبی ہم اور لائق نہیں کہ صالحہ عورت کو فاجرہ بدکار عورت دیکھے اسواسطے کہ وہ اسکی صورت کو مردوں سے بیان کریگی تو اپنی چادر اور اوڑھنی اسکے سامنے نہ اتارے اور حلال نہیں عورت مومنہ کو کہ اپنی شرمگاہ مشرکہ یا کتابیہ کے سامنے کھولے کذا فی السراج وکل عضو لا یجوز النظر الیه قبل الانفصال لا یجوز بعده ولو بعد الموت کشعر عانة وشعر راسها وعظم ذراع حرة میتة وساقها وقلامة ظفر رجلها دون یدها مجتبی اور جس عضو کا دیکھنا جائز نہیں قبل از انفصال بدن کے تو اسکا نظر کرنا بعد انفصال کے بھی جائز نہیں اگرچہ انفصال موت کے بعد ہو چنانچہ موئے زہار عورت یا مرد کے اور عورت کے سر کے بال اور آزاد مردہ عورت کی کلائی اور پنڈلی کی ہڈی اور عورت کے پاؤں کا ناخن ترشا ہوا نہ اسکے ہاتھ کا کذا فی المجتبی وفیه النظر الی ملاءة اجنبیة بشهوة حرام اور مجتبی میں ہے کہ عورت اجنبی کی چادر کی طرف نظر کرنا شہوت سے حرام ہے وفی الاختیار ووصل الشعر بشعر الآدمی حرام سواء کان شعرها او شعر غیرها لقوله صلی الله علیه وسلم لعن الله الواصلة والمستوصلة والواشمة والمستوشمة والواشرة والمستوشرة والنامصة والمتنمصة النامصة التی تنتف الشعر من الوجه والمتنمصة التی یفعل بها ذلک اور اختیار شرح مختار میں ہے اور جوڑنا بال کا آدمی کے بال سے حرام ہے خواہ اسی عورت کا بال ہو یا غیر عورت کا بدلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ خدا لعنت کرے اس عورت پر جو بال جوڑ دے دوسری عورت کے اور جو جڑوا دے اور جو عورت دوسری عورت کا بدن گود دے اور جو گدوا لے اور جو عورت دوسری

عورت کے دانت کھسکر باریک بنا دے اور جو دانت باریک کردے اور جو عورت دوسری عورت کے مُنھ کے بال موچنے سے چُنے اور جو چنا دے والخصی والمجبوب والمخنث فی النظر الی الاجنبیۃ کالفحل اور خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کی طرف نظر کرنے میں مرد مجامع کے برابر ہیں ہم خصی وہ جسکے فوطے نکال لئے اور مجبوب وہ جسکا آلۂ تناسل اور فوطے کاٹ لئے گئے اور مخنث وہ ہی جو مردوں کو اپنے اوپر قادر کرے ان تینوں شخصوں سے عورت کو پردہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہی اور جماع کرسکتا ہی بلکہ بعضوں نے کہا کہ وہ قوی الجماع ہوتا ہی اسواسطے کہ اسکا نایژہ سست نہیں ہوتا اور اسی طرح مقطوع الذکر والخصیتین کو بھی شہوت ہوتی ہی اور سحاق کرتا ہی اور اسکو انزال بھی ہوتا ہی اور لوطی تو مرد صحیح ہی اور مخنث زنانے اور زنخے کو بھی کہتے ہیں جسکے اعضا اور زبان میں عورتوں کے مانند نرمی ہو اور عورتوں کی اسکو مطلق خواہش نہو تو بعضے فقہا نے کہا کہ ایسے نامرد کا اختلاط عورتوں کے ساتھ رخصت ہی لیکن اصح قول یہ ہی کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہیں کذا فی الطحطاوی والمحشا وقیل لا باس بمجبوب جفت مائہ لکن فی الکبری ان من جوزہ فمن قلۃ التجربۃ والدیانۃ اور بعضوں نے کہا کہ اس مقطوع الذکر والخصیتین کے نظر کرنے کا مضائقہ نہیں جسکی منی خشک ہو گئی لیکن فتاوی کبری میں ہی کہ جسنے اسکو تجویز کیا ہی تو قلت امتحان اور قلت دیانت سے ہم صحیح یہ ہی کہ حلال نہیں بدلیل عموم نص کذا فی الزیلعی نص یہ ہی قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فروجہم یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ ای رسول کہدے ایماندار مردوں سے کہ اپنی نظروں کو روکیں اور اپنی شرمگاہوں کو نگاہ رکھیں خلاصہ یہ ہی کہ خصی اور مجبوب اور مخنث مومنین میں داخل ہیں تو انکا نظر کرنا اجنبی عورتوں کی طرف حلال نہیں وجاز عزلہ عن امتہ بغیر اذنہا وعن عرسہ ای زوجتہ باذن حرۃ او مولی امۃ وقیل یجوز بدونہ لفساد الزمان ذکرہ ابن السلطان اور عزل یعنی انزال کے وقت عورت سے جدا ہو کر منزل ہونا اپنی لونڈی سے جدا ہونا بدون اسکے اذن کے جائز ہی اور اپنی منکوحہ سے باذن درست ہی یعنی اگر منکوحہ آزاد ہی تو اسکے اذن سے اور غیر کی لونڈی ہی تو اسکے مالک کے اذن سے درست ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ عزل بدون اذن کے بھی جائز ہی فساد زمانہ کے سبب سے کذا ذکرہ ابن سلطان

باب الاستبراء وغیرہ

یہ باب ہی استبراء وغیرہ کے احکام میں ہم استبراء لغت میں عبارت ہی طلب برأت سے مطلقاً اور شرع میں رحم جاریہ کی طلب برأت حمل سے عبارت ہی یعنی مالک پر کے بعد حیض تک انتظار کرنا کہ حاملہ ہی یا نہیں اگر حاملہ نہیں ہی تو اسی وقت تصرف کرنا اور نہیں تو وضع حمل کے بعد میں ملک استمتاع امۃ (صاف ہونا ۱۲) بنوع من انواع الملک کشراء وارث وہبۃ ورفع جنایۃ وفسخ بیع بعد القبض ونحوہا جو شخص مالک ہو لونڈی کے استمتاع کا یعنی اس سے انتفاع کا بوجہ من وجوہ الملک جیسے ملک حاصل خرید سے یا میراث میں پانے سے یا جہاد میں پکڑ لانے سے یا رفع جنایت سے یا فسخ ہو جانے بیع کے بعد قبض سے اور مانند انکے چنانچہ ہبہ یا رجوع عن ہبہ یا خلع یا صلح یا کتابت یا عتق غلام اسطرح پر کہ لونڈی عوض ملے خلع یا عتق کے یا صدقہ یا وصیت یا بعوض اجارہ کذا فی الطحطاوی وقیدت بالاستمتاع لیخرج شراء الزوجۃ لما سیجیء اور ملک جاریہ میں استمتاع کی قید لگائی گئی تا خرید زوجہ کا مسئلہ نکل جائے چنانچہ آگے آوے گا ولو بکرا او مشتراۃ من عبد او امرأۃ او لو عبدہ المکاتبۃ ومأذونہ ولو مستغرقا بالدین والا لا استبرا واجب ہی اگرچہ جاریہ باکرہ ہو یا غلام یا عورت سے خریدی ہو اگرچہ وہ مشتری کا غلام ہو چنانچہ اپنے مکاتب اور ماذون سے خریدی ہو بشرطیکہ غلام ماذون مستغرق بدین ہو اور نہیں تو استبرا کی کچھ حاجت نہیں ہم باکرہ میں سبب معتبر ٹھہرا یعنی حدوث ملک وتصرف وحکمت یعنے تعرف برأت رحم اور چونکہ مکاسب مکاتب اور ماذون مستغرق بالدین کے مولی کی ملک نہیں امام کے نزدیک لہذا صحیح ہوگی تو استبرا بھی واجب ہوگا بخلاف مکاتب غیر مستغرق او من محرمہا غیر رحمہا کیلا تعتق علیہ یا جاریہ خریدی ہو جاریہ کے محرم غیر نسبی سے غیر نسبی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ جاریہ آزاد نہو جائے محرم محرم غیر نسبی چنانچہ خرید کرنا جاریہ کا اسکی رضاعی بہن سے یا ابن واخی سے کذا فی الطحطاوی والحسن الحلبی علی شرح الوقایۃ او من مال صبی ولو طفلہ یا جاریہ خریدی ہو صغیر کے مال سے اگرچہ صغیر مشتری کا لڑکا ہو حرم علیہ وطیہا وکذا دواعیہ فی الاصح لاحتمال وقوعہا فی غیر ملکہ بظہور الحبل [illegible] تو اسپر جماع اسکا اور اسی طرح دواعی اور موجبات جماع کے حرام ہیں صحیح تر قول میں بسبب احتمال واقع ہونے جماع کے اسکی غیر ملک میں اس کے [illegible]

ہونے کے گناہ کے سبب سے ہم دواعی جماع جیسا کہ مساس و بوسہ یعنی اگر جاریہ حاملہ ہوئی اور اسکا حمل ظاہر ہو گیا اور بائع نے اسکے ولد کا دعوی کیا تو جاریہ اسکی ام ولد ہو گئی اور بیع اسکی باطل ہو گئی تو بوسہ وغیرہ غیر ملک میں واقع ہوا حتی یستبرئها بحیضة تمیم بحیض والشہر فی ذوات الشہر وہی صغیرة وآیسة ومنقطعة حیض جو لونڈی کا مالک ہوا تو اسپر اسکا جماع اور دواعی جماع حرام ہے یہاں تک کہ اسکے رحم کی صفائی معلوم ہو جائے ایکبار حیض ہونے سے حیض ہونے والی عورت میں اور مہینہ گذرنے سے مہینوں والی عورت میں اور وہ صغیرہ ہے اور کبیرہ جسکا حیض بند ہو گیا پیری سے اور جسکا حیض منقطع ہے یعنی اسکو کبھی حیض نہیں آتا کذا فی الطحطاوی یعنی اگر جوان لونڈی ہو تو ایکبار حیض آنے سے برأت رحم کی معلوم ہوگی اور اگر نابالغہ یا بڈھی ہے یا وہ جوان جسکو کبھی حیض نہیں آتا تو ایک مہینہ گذر جانے سے ہم وجوب استبرا میں وہ حدیث اصل ہے جو ابوداؤد میں ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جنگ اوطاس (نام جائے) کی گرفتار ہوئی لونڈیوں کے حق میں فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حاملہ کا جماع نہ کیا جاوے وضع حمل تک اور نہ غیر حاملہ کا یہاں تک کہ ایکبار اسکو حیض آجائے کذا فی العینی ولو حاضت فیہ بطل الاستبراء بالایام اور اگر صغیرہ یا کبیرہ یا منقطعہ کو مہینہ کے اندر حیض آگیا تو ایام کا استبرا باطل ہو گیا یعنی استبرا میں اصل حیض ہے اور مہینا اسکا بدل تو اصل کے ہوتے بدل کی کچھ حاجت نہ رہی ولو ارتفع حیضها بان صارت ممتدة الطهر وهي ممن تحیض استبرأها بشهرین وخمسة ایام عند محمد وبه یفتی اور اگر جاریہ کا حیض مرتفع ہو گیا اسطرح کہ اسکا طہر دراز ہو گیا اور حالانکہ وہ حیض جاری ہونے والی عورتوں میں سے ہے تو اسکا استبرا دو مہینے اور پانچ دن کا ہے محمد کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے والمستحاضة یدعها من اول الشهر عشرة ایام برجندی وغیره فلیحفظ اور مستحاضہ کا استبرا یہ ہے کہ اول مہینہ سے دس دن تک اسکی قربت کو چھوڑ دے کذا فی البرجندی وغیرہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے **وبوضع الحمل فی الحامل** اور استبرا کرے حاملہ میں بچہ پیدا ہونے سے **ولا یعتد بحیضة ملکها فیها ولا التی بعد الملک قبل قبضها ولا بولادة حصلت کذلک** ای بعد ملکها قبل قبضها اور استبرا میں شمار نہ کرے اس حیض کو جسمیں مشتری اسکا مالک ہوا اور نہ اس حیض کو جو حاصل ہو مالک کے بعد اسپر قبضہ ہونے سے پہلے اور نہ شمار کرے اس ولادت کو جو اسی طرح حاصل ہوئی یعنی بعد ملک قبل قبض کے کما لا یعتد بالحاصل من ذلک ای من حیضة ونحوها بعد البیع قبل اجازة بیع فضولی **وان کانت فی ید المشتری** جیسے شمار نہیں کیا جاتا وہ حیض وغیرہ جو حاصل ہوا بعد بیع قبل اجازت فضولی کے اگر جاریہ مشتری کے قبضہ میں ہو یعنی اسواسطے کہ بیع فضولی میں ملک پوری نہیں ہوتی بدون اجازت کے ولا یعتد ایضا بالحاصل بعد القبض فی الشراء الفاسد **قبل ان یشتریها شراء صحیحا** لانتفاء الملک اور شمار میں نہیں آتا وہ حیض وغیرہ بھی جو حاصل ہوا قبض کے بعد شراء فاسد میں قبل اس بات کے کہ اسکو شراء صحیح خرید کرے بسبب نہونے ملک کے یعنی ملک کامل بیع فاسد میں نہیں جو حیض استبرا میں شمار کیا جاوے **ویجب لشراء نصیب شریکه من امة مشترکة بینهما** لتمام ملکه الآن اور واجب ہے استبرا بسبب خرید کرنے حصے اپنے شریک کے اس لونڈی سے جو مشترکہ ہے دونوں میں بسبب پوری ہوجانے اسکی ملکیت کے اب یعنی ایک لونڈی دو شخصوں میں مشترکہ ہے سو ایک نے دوسرے کا حصہ مول لیا تو اسپر استبرا واجب ہے اسواسطے کہ شریک مشتری اب اسکا پورا مالک ہوا **وتجزی بحیضة حاضتها وهی مجوسیة او مکاتبة** بان اشتری امة مجوسیة او مسلمة وکاتبها بعد الشراء قبل الاستبراء فحاضت ثم اسلمت المجوسیة او عجزت المکاتبة لوجودها بعد الملک اور استبرا کے واسطے کفایت کرتا ہے وہ حیض جو لونڈی کو ہوا اور حالانکہ وہ مجوسیہ یا مکاتبہ ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے مجوسی یا مسلمان لونڈی خرید کی اور مسلمہ کو مکاتب کیا بعد خرید قبل استبرا کے پھر انکو حیض آیا پھر مجوسی لونڈی مسلمان ہو گئی یا مکاتب لونڈی ادائے بدل کتابت سے عاجز ہوئی بسبب پائے جانے حیض کے مالک ہونے کے بعد یعنے حیض مذکور اسواسطے استبرا میں کفایت کر گیا کہ وہ حاصل ہوا مالک ہونے کے بعد ولا یجب عند عود الآبقة الی دار الاسلام خانیة اور استبرا واجب نہیں جاریہ گریختہ کے پھر آنے کے وقت دار الاسلام میں کذا فی الخانیة ثم اتفاقی نے کہا اس مسئلہ میں تفصیل ہے شرح طحطاوی میں ہے کہ اگر جاریہ بھاگ گئی دار الحرب میں پھر پلٹ آئے اپنے مالک کے پاس کسی طرح سے تو اسپر استبرا نہیں امام کے نزدیک اسواسطے کہ کفار اسکے مالک نہیں ہو گئے اور صاحبین کے نزدیک اسپر استبرا ہے کیونکہ کفار اسکے مالک ہو گئے اور اگر کفار نے جاریہ کو دار الاسلام میں گرفتار کیا اور حالانکہ وہ گریختہ تھی اور اسکو پکڑ کے دار الحرب میں لے گئے تو امام اور صاحبین سب کے نزدیک مالک

ہوگئے سو اگر اب وہ اپنے مالک کے پاس پلٹ آ دیگی تو سب کے نزدیک اُسپر استبراء واجب ہوگا انتہی تو بموجب اس تفصیل کے گزشتہ سے وہ جاریہ مراد ہی جو دارالحرب
مین بھاگ گئی اور کفار اُسکو نہین پکڑ سکے پھر وہ اپنے مالک کے پاس آ ئی انتہی اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ ماتن اور شارح کے کلام مین کتنا خلل ہی کذا فی
الطحطاوی ورد المغصوبة ای اذا لم یبعہا الغاصب خانیة اور جاریہ مغصوبہ کے پھیر دینے سے استبراء واجب نہین بشرطیکہ اُسکو غاصب نے بیچ ڈالا ہو کذا
فی الخانیہ اور اگر غاصب نے بیع مع التسلیم کی پھر مالک نے بحکم حاکم یا مشتری کی رضا سے لونڈی پھیر لی تو اگر مشتری غصب کرنا نجانتا ہو گا تو مالک پر استبراء واجب
نہین اور اگر جانتا ہو گا تو بصورت عدم جماع کے استبراء نہین اور بعد جماع مشتری استبراء واجب ہی کذا فی الطحطاوی والمستاجرة وفک المرہونة لعدم استحداث
الملک اور مستاجرہ اور فک مرہونہ سے استبراء واجب نہین ملکیت کے حادث نہونے کے سبب سے یعنی اجارہ اور رہن جاریہ سے مالک کی ملک زائل
نہو گئی تھی جو استبراء واجب ہوتا ولو اقال البیع قبل القبض لا استبراء علی البائع کما لو باعہا بخیار وقبضت ثم ابطلہ بخیارہ لعدم خروجہا عن ملکہ اور اگر بیع کو توڑ
دیا مشتری کے قبضہ ہونے سے پہلے تو بائع پر استبراء واجب نہین جیسے اگر جاریہ کو بیچا بشرط خیار یعنی جاکر اور مشتری نے اُسپر قبضہ کیا پھر بائع نے اپنی شرط کے موافق سے
بیع کو باطل کر دیا تو استبراء واجب نہین اسواسطے کہ جاریہ بائع کی ملک سے خارج نہین ہوئی دونون صورتون مین وکذا لو باع مدبرة او ام ولدہ وقبضت ثم ابطلا
مشتری اور اسی طرح اگر بائع نے اپنی مدبرہ یا ام ولد بیچی اور اُسپر قبضہ ہوا پھر رد بیع ہوا تو استبراء واجب نہین اگر مشتری نے اُسکی قربت نہ کی ہو مع اسمین اعتراض یہ ہی کہ
مدبرہ اور ام ولد کی بیع باطل ہی تو جاریہ قبض سے مملوک نہو گی تو مشتری کی قربت زنا ٹھہرا اسمین استبراء کیونکر واجب ہو گا تو اسکی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی ولذا
لو طلقہا الزوج قبل الدخول ان کان زوجہا بعد الاستبراء فان قبلہ فالمختار وجوبہ زیلعی اور اسی طرح اگر جاریہ منکوحہ کو زوج نے طلاق دی قبل دخول کے تو مالک پر استبراء
نہین بشرطیکہ جاریہ کا نکاح کر دیا ہو بعد استبراء کے اور اگر قبل استبراء کے نکاح کر دیا ہو تو وجوب استبراء مختار اور پسندیدہ ہی کذا فی الزیلعی قلت وفی الجلالیة شری معتدة الغیر
وقبضہا ثم مضت عدتہا لم یستبرئہا لعدم حل وطیہا للبائع وقت وجود السبب مین کہتا ہون اور جلالیہ مین ہی غیر کی عدت والی جاریہ خریدی اور اُسپر قبضہ کیا پھر
اُسکی عدت منقضی ہو گئی تو اسکا استبراء نہ کرے اسواسطے کہ اُسکی وطی حلال نہین بائع کو وجود سبب کے وقت یعنی ملک اور قبض مشتری کے وقت ثم صواب یہ ہی کہ
یون کہا جائے کہ وجود سبب کے وقت مشتری کو اُسکی وطی حلال نہین اتقانی نے شرح طحطاوی سے نقل کیا کہ جاریہ خریدی اور وہ عدت مین تھی خواہ عدت وفات
ہو یا طلاق اور اُسکی عدت سے ایک روز یا کم باقی رہا ہو اور بعد قبض مشتری کے عدت منقضی ہو گئی تو اُسپر استبراء واجب نہین پھر اگر عدت قبل از قبض منقضی ہو گئی تو مشتری
کو حلال نہین بدون استبراء کے کذا فی الطحطاوی ولا باس بحیلة اسقاط الاستبراء اذا علم ان البائع لم یقربہا فی طہرہا ذلک والا لا علیہا یفتی اور کچھ
مضائقہ نہین اسقاط استبراء کے حیلہ مین جبکہ یہ معلوم ہو جائے کہ بائع نے جاریہ کی قربت نہین کی اُس طہر مین اور اگر یہ معلوم نہو تو استبراء کے ساقط کرنے کا حیلہ نہ کرے
اسی قول پر فتوی ہی امام ابو یوسف کے نزدیک حیلہ اسقاط کا مطلقاً جائز ہی اور محمد کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہی لیکن مفتی تفصیل ہی یعنی اگر بائع کا عدم قربت معلوم ہو تو ابو یوسف
کے قول پر فتوی ہی اور درصورت قربت محمد رح کے قول پر فتوی ہی بدلیل اس حدیث کے کہ جو دو مرد خدا اور آخرت کا ایمان رکھتے ہین اُنکو حلال نہین کہ ایک عورت پر
اجتماع کرین ایک طہر مین تو جب بائع نے اس طہر مین قربت نہ کی تو یہ نہی متحقق نہو گی اور قربت اور عدم قربت دونون معلوم نہون تو عدم جواز ظاہر ہی تو ہم تشغل رحم سے
کذا فی الطحطاوی وہی اذا لم تکن تحتہ حرة او اربع اماء ان ینکحہا ویقبضہا ثم یشتریہا فتحل لہ للحال لانہ بالنکاح لا یجب ثم اذا اشتری زوجتہ لا یجب ایضا اور وہ
یعنی اسقاط استبراء کا حیلہ جس وقت کہ اُسکے نیچے آزاد عورت یا چار منکوحہ لونڈیان نہون یہ ہی کہ جاریہ سے نکاح کر لے اور اُسپر قبضہ کرے پھر اُسکو خرید کر لے تو وہ جاریہ اُسی
وقت اُسکو حلال ہو گی اسواسطے کہ نکاح سے استبراء واجب نہین ہوتا پھر جبکہ اُسنے اپنی زوجہ کو خرید کیا تو بھی استبراء واجب نہو گا ثم قبل خرید کے قبض اسواسطے
شرط ہوا کہ قبض بعد خرید سے استبراء ساقط نہو گا اسواسطے کہ خرید سے نکاح فسخ ہو جاویگا تو استبراء واجب ہو گا لیکن ہدایہ اور ذخیرہ اور محیط مین اطلاق مختار ہی بالجملہ
یہان تین قول ہین ایک قول یہ ہی کہ تقدم قبض اور دخول دونون شرط ہین چنانچہ ظہیریہ مین ہی اور دوسرا قول حلوانی کا یہ ہی کہ قبض شرط ہی نہ دخول اور تیسرا قول

شرنبلالی نے کہا ہے کہ نکاح فقط کافی ہے نہ قبض شرط ہے نہ دخول اور یہ قول وسیع تر ہے اور قول ثانی اعدل ہے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ونقل فی الدرر عن ظہیر الدین اشتراط وطئیہ قبل الشراء وذکر وجہہ اور درر میں ظہیر الدین سے نقل کیا شرط ہونا وطی کا خرید کرنے سے پہلے اور اسکی وجہ بھی ذکر کی ہے اور وجہ مذکور یہ ہے کہ بعد وطی کے خرید کرنے سے اسکا مالک ہوگا اور حالانکہ جاریہ اسکی عدت میں ہوگی اور اگر وطی نہیں کی تو مجرد خرید کے نکاح باطل ہو جاویگا پھر جب ملک کے وقت نکاح نہ تھا تو استبراء واجب ہوگیا اسلئے سبب متحقق ہونے سے یعنی استحداث حلت وطی بملک یمین کذا فی الدرر وان کانت تحتہ حرۃ فالحیلۃ ان ینکحھا البائع او یزوجہا ممن یثق بہ کما سیجئ قبل الشراء او ان ینکحھا المشتری قبل قبضہ لہا فلو بعدہ لم یسقط من یوثق بہ لیس تحتہ حرۃ اور اگر اسکے تلے حرہ ہے یا منکوحہ چار لونڈیاں ہیں کذا فی الطحطاوی تو حیلہ اسقاط کا یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے مشتری کی خرید سے پہلے اس شخص سے جسپر اسکو اعتماد ہو طلاق دینے کا چنانچہ اسکا ذکر قریب آویگا یا بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح مشتری کردے اس معتمد شخص سے جسکے نیچے آزاد عورت نہیں شارح نے کہا قبل قبض کے نکاح شرط ہے تو اگر بعد قبضہ کرنے کے نکاح کر دیگا تو استبراء ساقط نہوگا او یزوجہا بشرط ان یکون امرہا بیدہا او بیدہ یطلقھا متی شاء ان خاف ان لا یطلقھا یا جاریہ کا نکاح کردے کسی شخص سے باین شرط کہ جاریہ اپنے طلاق کی مختار ہے یا بائع یا مشتری کو طلاق کا اختیار ہے جب چاہے اسکو طلاق دے یہ اسوقت ہے جبکہ بائع یا مشتری اس سے ڈرے کہ جاریہ کا زوج اسکو طلاق نہ دیگا ثم یشتری الامۃ ویقبض او یقبض فیطلق الزوج قبل الدخول بعد قبض المشتری فیسقط الاستبراء پھر نکاح کے بعد مشتری جاریہ کو خرید کرے اور اسپر قبضہ کرے درصورت تزویج بائع کے یا مشتری جاریہ پر قبضہ کرے درصورت تزویج مشتری کے پھر زوج اسکو طلاق دے قبل دخول بعد قبض مشتری کے تو استبراء ساقط ہوگا کلام کا حاصل اگر اسکے تحت میں حرہ نہو تو حیلہ اسقاط یہ ہے کہ بائع جاریہ کا نکاح کردے قبل خرید کرنے مشتری کے اس مرد سے جسپر طلاق دینے کا اعتماد ہو پھر مشتری اسکو خرید کرے پھر زوج اسکو طلاق دے تو استبراء واجب نہوگا اسواسطے کہ اسنے غیر کی منکوحہ خرید کی اور اسکی وطی مشتری کو حلال نہیں تو اسپر استبراء نہیں پھر جب اسکے شوہر نے قبل دخول کے طلاق دی تو جاریہ مشتری پر حلال ہوگئی اور اسوقت میں حدوث ملک پایا نہیں گیا جو وجوب استبراء کا سبب ہے تو استبراء واجب نہوا اور اگر مشتری نے بعد خرید قبل قبض کے جاریہ کا نکاح کردیا معتمد سے پھر نکاح کے بعد اسپر قبضہ کیا پھر زوج نے قبل دخول اسکو طلاق دی تو استبراء واجب ہوا بعد قبض کے اور اسوقت میں وطی مشتری کو قیام نکاح سے حلال نہ تھی اور جب وطی حلال ہوئی طلاق زوج کے بعد اسوقت استبراء کا سبب یعنی حدوث ملک پایا نہیں گیا کذا فی شرح الوقایۃ وقیل المسئلۃ التی اخذ ابو یوسف رح علیہا مائۃ الف درہم ان سیدۃ حلفت الرشید ان لا یشتری علیہا جاریۃ ولا یتوہبہا فقال یشتری نصفھا ویوہب لہ نصفہا ملتقط اور بعضوں نے کہا کہ جس مسئلہ پر قاضی ابو یوسف نے لاکھ درہم لیے وہ یہ ہے کہ زبیدہ خاتون نے ہارون رشید کو قسم دلائی کہ کسی جاریہ کو اسپر خرید نہ کرے اور نہ ہبہ قبول کرے تو ابو یوسف نے کہا کہ نصف جاریہ خرید کرے اور نصف اسکو ہبہ کیجاے کذا فی الملتقط یعنی تو اس طریق سے یہ بات صادق آئی کہ تمام اور کمال نہ خرید کی نہ ہبہ ہوئی تو قسم بھی قائم رہی اور جاریہ کا تصرف بھی حلال ہوگیا او یکاتبہا المشتری بعد الشراء قبل القبض کما یفیدہ اطلاقہم وعلیہ فیطلب الفرق بین الکتابۃ والنکاح بعد القبض وقد نقلہ المصنف عن شیخہ بحثا کما سنذکرہ ولکن فی الشرنبلالیۃ عن المواہب التصریح بتقیید الکتابۃ بکونہا قبل القبض فلیحرر قلت ثم وقفت علی البرہان شرح مواہب الرحمن فلم ار التقیید المذکور فتدبر یا مشتری جاریہ کو مکاتب کرے بعد خرید اور بعد قبضہ کرنے کے چنانچہ اشتراط قبض کو فقہا کا اطلاق مفید ہے اور بموجب اسکے تو طلب فرق کرنا چاہیے درمیان کتابت اور نکاح بعد القبض کے یعنی اگر مشتری جاریہ کا نکاح کردے بعد خرید اور قبض کے تو استبراء ساقط ہوا اور اگر بعد قبض اسکا نکاح کردے تو استبراء ساقط نہو تو کیا فرق ہے کتابت اور نکاح میں اور البتہ مصنف نے اپنی شرح میں فرق مذکور کو نقل کیا ہے اپنے استاد سے بحث کی راہ سے نہ روایت کی راہ سے چنانچہ اس فرق کو مذکور کرینگے یعنی اگلے قول میں یعنی شرنبلالیہ میں مواہب الرحمن سے تصریح ہے تقیید کتابت کے قبل قبض کے ہونے سے یعنی مشتری کو قبضہ کرنے سے پہلے کتابت کرنا چاہیے تو اس مقام کو تحریر کرنا چاہیے میں کہتا ہوں پھر میں واقف ہوا برہان شرح مواہب الرحمن پر سو میں نے قید مذکور کو نہیں دیکھا سو تامل کرے رحم بعضوں نے یوں جواب دیا ہے شارح کو کہ شرنبلالی نے فقط مواہب سے نقل نہیں کی تو عبارت اسکی مجموعہ ہے چند کتب سے تو اگر صاحب مواہب نے قید مذکور کی تصریح نہیں کی تو ممکن ہے کہ اسکی غیر نے تصریح کی ہو کذا فی الطحطاوی ثم تفسخ برضاہا لیجوز الوطی بلا استبراء

بدعت حسنہ ہے اسواسطے کہ اذکار نووی کے مخالف ہے ہم اذکار نووی میں یوں ہے کہ مصافحہ مستحب ہے ہر ملاقات کے وقت اور یہ جو فجر اور عصر کی لوگوں کی عادت ہے تو اسکی شرع
اسوجہ خاص سے کچھ اصل نہیں لیکن اسکا بھی کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ اصل مصافحہ سنت ہے تو بعض وقت میں مصافحہ کرنا اور اکثر اوقات میں ترک کرنا بعضے وقت کے کرنے کو مصافحہ
مشروعہ سے خارج نہیں کر دیتا کذا فی الطحطاوی خلاصہ یہ ہے کہ اصل مصافحہ سنت ہے اور خصوصیت وقت کی بدعت حسنہ ہے وفی القنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ وتمامہ فیما
علقتہ علی الملتقی اور قنیہ میں ہے کہ سنت مصافحہ میں یہ ہے کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرے اور پورا اسکا بیان ہماری شرح ملتقی میں ہے ہم سنت یہ ہے کہ مصافحہ کرنے میں کپڑا وغیرہ
حائل نہو اور ملاقات کے وقت سلام کے بعد مصافحہ ہو اور مصافحہ کرنے پر ابہام یعنی انگوٹھے کو پکڑے حدیث میں آیا ہے کہ جب تم مصافحہ کرو تو ابہام پکڑو اسواسطے کہ اسمین ایک
رگ ہے جس سے محبت پیدا ہوتی ہے یہ مذکور شرنبلالی کے رسالہ مصافحہ میں ہے شرح ملتقی میں شارح نے رسالہ مذکورہ سے جو ذکر ہو چکا بیان کیا اور کہا کہ مصافحہ (الصاق صفحہ کف
بالکف) اور اقبال وجہ بوجہ سے عبارت ہے تو انگلیوں کا پکڑنا سنت نہیں برخلاف روافض کے کذا فی الطحطاوی ولا یجوز للرجل مضاجعۃ الرجل وان کان کل واحد
منہما فی جانب من الفراش قال علیہ الصلوۃ والسلام لا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المراۃ الی المراۃ فی الثوب الواحد اور جائز نہیں مرد کو دوسرے مرد کے
پاس لیٹنا اگرچہ ہر ایک بچھونے کے کنارے پر ہو فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ نہ ٹھہرے اور نہ لیٹے ایک مرد دوسرے مرد سے ایک کپڑے میں اور نہ لیٹے ایک عورت دوسری
عورت کو ایک کپڑے میں ہم یعنی ایک کپڑے میں دو مرد کا لیٹنا بلا حائل کپڑے اتار کر جائز نہیں کذا فی الطحطاوی واذا بلغ الصبی او الصبیۃ عشر سنین یجب التفریق بینہما
بین اخیہ واختہ وامہ وابیہ فی المضجع لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام وفرقوا بینہم فی المضاجع وہم ابناء عشر وفی النتف اذا بلغوا ستا کذا فی المجتبی اور جبکہ لڑکا یا لڑکی دس برس
کو پہونچے تو دونوں کی خوابگاہ اور بستر کا جدا کرنا اور اسکے بھائی اور بہن اور اسکی ماں اور باپ کی جدائی کرنا بستر میں واجب ہے بدلیل قول علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ
جدائی کر دو انکے بستروں میں جبکہ وہ دس برس کے ہوں اور نتف میں ہے کہ جب چھ برس کو پہونچیں یعنی جدا کرنا چاہیے کذا فی المجتبی ہم شاید کہ مراد اس سے
ہم بستری مع التجرد ہے ایک لحاف میں والا جماعت کا پاس لیٹنا کہ ہر انسان کا اوڑھنا جدا جدا ہو ممنوع نہیں کذا فی الطحطاوی وفیہ الغلام اذا بلغ حد الشہوۃ
کالفحل اور مجتبی میں ہے کہ لڑکا جب حد شہوت کو پہونچا تو بالغ مرد کے مانند ہے نظر وغیرہ کے احکام میں والکافرۃ کالمسلمۃ اور کافر عورت مسلمان عورت کے مانند ہے
جیسے مسلمہ کا بدن سوائے چہرہ اور کف دست دیکھنا درست نہیں ویسے ہی کافرہ کا درست نہیں عن ابی حنیفۃ لصاحب الحمام ان ینظر الی العورۃ وجہۃ الختان امام اعظم رح
سے روایت ہے کہ حمامی کو ستر نگاہ کا دیکھنا درست ہے اور جہت اسکی ختان ہے یعنی جیسے ختنہ کرنے والے کو دیکھنا درست ہے ویسا ہی حمامی کو ہم فقیہ ابو اللیث
نے کہا کہ یہ ضرورت کی حالت میں ہے نہ غیر ضرورت میں کذا فی العالمگیریہ وقیل فی ختان الکبیر اذا امکنہ ان یختن نفسہ فعل والا لم یفعل الا ان لا یمکنہ النکاح او شراء الجاریۃ
اور بعضوں نے بالغ کے ختنہ میں کہا کہ جب اسکو بذات خود ختنہ کر لینا ممکن ہے تو کرے اور اگر آپ نہ ختنہ کر سکے تو نہ کرے مگر در صورت امکان نکاح یا خرید جاریہ
کے ختنہ کرنا چاہیے ہم یعنی ختنہ کرنے والی عورت سے نکاح کرے یا اگر وہ لونڈی ہے تو اسکو خرید کر کے اس سے اپنا ختنہ کروا لے اور اگر بڈھا مسلمان ہو اور
اذیت ختنہ کا متحمل نہو اگر اہل بصارت کہیں کہ اسکو طاقت نہیں تو ترک کرے اسواسطے کہ واجب کا ترک عذر سے جائز ہے تو ترک سنت عذر سے بطریق اولی جائز ہے کذا
فی الخلاصۃ طحطاوی نے کہا حذف کرنا لفظ لا کا لا یمکنہ سے صواب ہے اسواسطے کہ فتاوی عالمگیری میں یوں ہے (والا لم یفعل الا ان یمکنہ ان یتزوج او یشتری ختانۃ فتختنہ
والظاہر فی الکبیر انہ یختن ویکفی قطع الاکثر اور ظاہر مذہب کبیر السن کے حق میں یہ ہے کہ مقرر وہ ختنہ کرے اور قطع اکثر (پوست سر ذکر) حلقہ کا کفایت کرتا ہے حصول سنت میں ولا باس بتقبیل ید
الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک درر اور کچھ مضائقہ نہیں ہے عالم اور متقی کے ہاتھ چومنے میں بطریق تبرک کے کذا فی الدرر ہم بلکہ قبلہ تحیۃ کا سنت ہونا ثابت
ہونا احادیث سے ثابت ہوتا ہے شرنبلالی نے رسالہ مصافحہ میں بعد گفتگو تقبیل کے کہا کہ اس سے پانچ قول حاصل ہوئے قبلہ تحیۃ میں اول کراہت تقبیل
مطلقاً اور یہ امام کا قول ہے ثانی قول صاحبین رح کہ لا باس ہے (یعنی کچھ مضائقہ نہیں مطلقاً) مطلقاً اور قول ثالث تقبیل یعنی اگر بوسہ تبرک کیواسطے ہے جیسے عالم اور متورع اور سلطان عادل کا
ہاتھ چومنا تو اسمیں بعض متاخرین نے رخصت دی ہے اور احادیث سے اسکی سنیت یا استحباب معلوم ہوتا ہے بقول علامہ عینی اور قول رابع تقبیل

غیر مشہور کہا ہے غرض دنیا کے واسطے سو وہ مکروہ ہے اور قول خامس یہ ہے کہ اگر فاعل کو تعظیم مسلم اور اسکا اکرام منظور ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کذا فی الطحطاوی عینی نے
شرح ہدایہ میں کہا عالم اور متقی کے مانند والدین اور استاد کا ہاتھ چومنا درست ہے اور جو شخص تعظیم اور تکریم کا مستحق ہے اسکی تقبیل ید جائز ہے ونقل المصنف عن الجامع انہ لا بأس
بتقبیل ید الحاکم المتدین اور مصنف نے شرح میں جامع سے نقل کیا کہ کچھ مضائقہ نہیں حاکم دیندار کے ہاتھ چومنے کا طحطاوی نے کہا اسکی کچھ حاجت نہ تھی کہ یہ تو قول اول
میں داخل ہے اسواسطے کہ سلطان صاحب سلطنت اور حکومت کو کہتے ہیں والسلطان العادل وقیل سنۃ مجتبی اور سلطان عادل کے ہاتھ چومنے میں مضائقہ نہیں اور
بعضوں نے اسکو سنت کہا ہے کذا فی المجتبی اور تقبیل میں احادیث کثیرہ مروی ہیں از انجملہ عبد اللہ بن عمر سے ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں روایت ہے کہ ہم لڑائی
سے پلٹ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ہم نے آپ کا دست مبارک چوما اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی میں عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی چال ڈھال میں کسی کو میں نے فاطمہ بنت رسول سے زیادہ تر مشابہ نہیں دیکھا جب فاطمہ آتی تھیں تو حضرت انکے واسطے اٹھ کھڑے ہوتے
تھے اور انکو چومتے تھے اور اپنے مقام پر بٹھاتے تھے اور ترمذی اور نسائی نے روایت کی کہ یہودی قوم نے حضرت کے ہاتھ اور پاؤں چومے اور ترمذی اور
ابن ماجہ نے روایت کی کہ جب عثمان بن مظعون مر گئے تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام انپر جھکے اور انکا بوسہ لیا اور اتنا روئے کہ آنسو چہرۂ مبارک پر بہے ترمذی نے کہا یہ
حدیث حسن صحیح ہے تو ان احادیث سے اباحت تقبیل ید و رجل ثابت ہوئی اور سر اور کوکھ کی اور احادیث سے ثابت ہے اور تقبیل بین العینین وعلی الشفتین عبد اللہ بن جعفر
کی حدیث سے جسکو بیہقی نے روایت کیا ہے ثابت ہے لیکن یہ جواز بشرط تعظیم اور تکریم کے ہے اور اگر بطریق شہوت کے ہو تو جائز نہیں مگر زوجین کے حق میں کذا فی العینی شرح الہدایہ
مختصرًا وتقبیل رأسہ ای العالم اجود کما فی البزازیۃ اور چومنا اسکے سر یعنی عالم کے سر کا جید تر ہے کذا فی البزازیۃ مسم طحطاوی نے کہا شاید کہ اجود بمعنی اکثر ثواب
کے ہے ولا رخصۃ فیہ ای فی تقبیل الید لغیرھما ای لغیر عالم وعادل ہو المختار مجتبی وفی المحیط ان لتعظیم اسلامہ واکرامہ جاز وان لنیل الدنیا کرہ اور رخصت نہیں
ہے سوائے عالم اور عادل کے ہاتھ چومنے میں یہی قول مختار ہے کذا فی المجتبی اور محیط میں ہے کہ اگر غیر عالم اور عادل کا ہاتھ چومنا فقط اسکے اسلام کی تعظیم اور اکرام
کے واسطے ہو تو جائز ہے اور اگر دنیا حاصل کرنے کے واسطے یہ خوشامد ہے تو مکروہ ہے طلب من عالم او زاہد ان یدفع الیہ قدمہ ویمکنہ من قدمہ لیقبلہ اجابہ و
قیل لا یرخص فیہ کما یکرہ تقبیل المرأۃ فم اخری او خدھا عند اللقاء او الوداع کما فی القنیۃ مقدمًا للتقبیل ایک شخص نے عالم یا زاہد سے اسکی درخواست کی کہ اپنا قدم
اسکی طرف بڑھا دے اور اپنا قدم اسکو چومنے دے تو اسکو عالم یا زاہد مان لے یعنی چومنے دے اور بعضوں نے کہا کہ نہ مانے چومنے کی رخصت نہ دے جیسے عورت
کو دوسری عورت کا منہ اور گال چومنا مکروہ ہے ملنے اور رخصت ہونے کے وقت چنانچہ قنیہ میں ہے بتقدیم قول البعض یعنی صاحب قنیہ نے عدم اجابت کو مقدم ذکر
کیا اجابت پر قال وما یفعلہ الجہال من تقبیل ید نفسہ اذا لقی غیرہ فہو مکروہ فلا رخصۃ فیہ صاحب قنیہ نے کہا اور یہ جو بعض جہال کی عادت ہے اپنے ہاتھ چومنے کی جب
غیر شخص سے ملاقات کرے تو وہ مکروہ ہے سو اسمیں رخصت نہیں یعنی مکروہ تحریمی ہے واما تقبیل ید صاحبہ عند اللقاء فمکروہ اجماعًا اور اپنے ساتھی کی تقبیل ید ملاقات کے
وقت تو بالاجماع مکروہ ہے مسم طحطاوی نے کہا یہ قول تو اقوال سابقہ سے جدا نہیں ہے تو حکایت اجماع کی اسمیں کیا وجہ ہے وکذا ما یفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی
العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی بہ آثمان لانہ یشبہ عبادۃ الوثن اور یہ لوگ جو زمین کو چومتے ہیں عالموں اور سلاطین اور امیروں کے سامنے سو حرام ہے اور کرنیوالا اور جو
اس فعل سے راضی ہے عالم ہو یا سلطان دونوں گنہگار ہیں اسواسطے کہ اسطرح زمین کا چومنا بت پرستی کے مشابہ ہے یعنی سو اسلئے کہ اسمیں سجدہ غیر خدا کی صورت معلوم ہوتی ہے
کذا فی الطحطاوی وہل یکفر ان علی وجہ العبادۃ والتعظیم کفر وان علی وجہ التحیۃ لا وصار آثمًا مرتکبًا للکبیرۃ اور کیا زمین کا چومنے والا کافر ہو جاتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ اگر بوجہ
عبادت اور تعظیم کے کرتا ہے تو کافر ہو گیا اور اگر بوجہ تحیۃ اور سلام کے کرتا ہے تو کافر نہو گا گنہگار مرتکب کبیرہ ہو جاویگا وفی الملتقط التواضع لغیر اللہ حرام اور ملتقط میں
ہے کہ غیر خدا یعنی مخلوق کے واسطے تواضع کرنا یعنی گڑگڑانا اور بہت جھکنا حرام ہے مسم طحطاوی نے کہا مراد یہ ہے کہ غرض دنیاوی کے حاصل کرنیکے واسطے اور شہوت
پرستی کے لیے تواضع کرنا حرام ہے اور اگر فقیر اور کبیر السن کے واسطے تواضع اور انکسار کرے تو وہ تواضع درحقیقت خدا کی طرف راجع ہے یعنی اس سے غرض دین ہے

غرض دنیا وفی الوہبانیۃ یجوز بل یندب القیام تعظیما للقادم لما یجوز القیام ولو للقاری بین یدی العالم وتحیۃ لعما اور وہبانیہ مین ہی کہ جائز بلکہ مستحب ہی کھڑا ہوجانا
آنے والے مسافر کیلیے جیسے جائز ہی کھڑا ہوجانا قرآن پڑھنے والے کو عالم کے سامنے اور آخر کتاب الحظر مین یہ مسئلہ نظم میں ہی دیکھا اور شرنبلالی نے کہا فقیہون کا کلام
قیام مین مختلف ہی سو بعضون نے قیام کو منع کیا بدلیل حدیث ابوداؤد کے کہا ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نکلے عصا کو ٹیکے تو ہم اصحاب کھڑے ہوگئے
تو فرمایا کہ نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کیواسطے کھڑے ہوجاتے ہین اور بعضون نے قیام کو مباح کہا ہی باستدلال قیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فاطمہؓ
کیواسطے چنانچہ ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی مین مروی ہی اور بعضون نے اسمین تفصیل کی ہی چنانچہ قاضی خان نے کہا ہی چند لوگ قرآن پڑھتے ہین یا ایک شخص قرآن پڑھتا ہی پھر انکے
پاس کوئی شریف مین سے آیا تو فقہا نے کہا کہ اگر آنے والا عالم ہی یا قاری کا باپ یا استاد ہو تو انکے واسطے اٹھنا جائز ہی اور اسکے سوا قیام جائز نہین انتہی اور
مجمع فتاوی نسفی مین ہی قیام قاری کا جائز ہی جب کوئی اس سے زیادہ تر عالم یا اسکا استاد جسنے اسکو قرآن یا علم سکھایا آوے یا اسکے دادا یا ماں باپ اور انکے سوا اور کسی کیواسطے
قیام جائز نہین اگرچہ آنے والا جلیل القدر اور شریف ہو اور آخر شرنبلالی نے ابن وہبان سے نقل کیا کہ ہمارے زمانے مین قیام مستحب ہی سو اسلیے کہ ترک قیام کینہ اور بغض اور عداوت
کا مورث ہوتا ہی خصوصا جس ملک مین قیام کی عادت ہو اور وہ جو قیام پر وعید وارد ہی وہ انکے حق مین ہی جو کھڑے رہنے کو اپنے سامنے پسند رکھتے ہین چنانچہ ترک اور
اہل عجم کی عادت ہی اور صحابہ کبار کا نہ اٹھنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے کراہت قیام پر دلالت نہین کرتا اسواسطے کہ تعظیم کیواسطے کھڑا ہوجانا عرب کی عادت نہ تھی اور جب سعدؓ
آئے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا (قوموا لسیدکم) یعنی اپنے سردار کیواسطے اٹھو کذا فی الطحطاوی فائدۃ قیل التقبیل علی خمسۃ اوجہ قبلۃ المودۃ للولد علی الخد وقبلۃ الرحمۃ لوالدیہ
علی الراس وقبلۃ الشفقۃ لاخیہ علی الجبہۃ وقبلۃ الشہوۃ لامرأتہ او امتہ علی الفم وقبلۃ التحیۃ للمومنین علی الید وزاد بعضہم قبلۃ الدیانۃ للحجر الاسود جوہرۃ قلت تقدم فی الحج
تقبیل عتبۃ الکعبۃ فائدہ اقسام تقبیل مین بعضون نے کہا کہ چومنا پانچ قسم پر ہی اول چومنا مودت اور پیار کا فرزند کیلیے گال پر اور چومنا رحمت کا اپنے
والدین کے واسطے سر پر اور چومنا شفقت کا اپنے بھائی کے واسطے پیشانی پر اور چومنا شہوت کا اپنی عورت کیا اپنی حلال لونڈی کو منھ پر اور چومنا تحیۃ اور
سلام کا مومنین کے واسطے ہاتھ پر اور بعضون نے بوسہ عبادت اور دیانت کو زیادہ کیا ہی حجر اسود کیواسطے کذا فی الجوہرہ مین کہتا ہون اور کتاب الحج مین آستانہ
کعبہ کا چومنا مقدم مذکور ہوچکا یعنی یہ بھی بوسہ دیانت ہی وفی القنیۃ فی باب ما تعلق بالمقابر تقبیل المصحف قیل بدعۃ لکن روی عن عمر رضی اللہ عنہ انہ کان یاخذ المصحف
کل غداۃ ویقبلہ ویقول عہد ربی ومنشور ربی عز وجل وکان عثمان رضی اللہ عنہ یقبل المصحف ویمسحہ علی وجہہ اور قنیہ مین ہی متعلقات مقابر کے باب مین کہ مصحف
شریف کا چومنا بعضون نے کہا بدعت ہی لیکن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ مصحف کو ہر صبح لیتے تھے اور چومتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرے رب کا عہد
ہی اور وصیت ہی اور کتاب اور فرمان ہی میرے رب عز وجل کا اور عثمان رضی اللہ عنہ مصحف کو چومتے تھے اور اپنے چہرے پر اسکو ملتے تھے واما تقبیل الخبز فجوز الشافعیۃ
انہ بدعۃ مباحۃ وقیل حسنۃ وقالوا یکرہ دوسہ لا بوسہ ذکرہ ابن قاسم فی حاشیتہ علی شرح المنہاج لابن حجر فی بحث الولیمۃ وقواعدنا لا تاباہ اور روٹی کے چومنے کو تو
شافعیون نے کہا کہ بدعت مباح ہی اور بعضون نے بدعت حسنہ کہا ہی اور شافعیون نے کہا کہ روٹی کا پانون سے روندنا مکروہ ہی نہ اسکا چومنا یہ بیان کیا ہی
ابن قاسم نے اپنے حاشیہ مین جو ابن حجر کی شرح منہاج مین ہی ولیمہ کی بحث مین اور ہمارے قواعد بھی اسکو رد نہین کرتے یعنی روٹی کا چومنا قواعد حنفیہ سے
بھی مباح معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ تکریم اسکی حدیث مین مروی ہی اور تقبیل منجملہ تکریم ہی واللہ اعلم وجاء لا تقطعوا الخبز بالسکین واکرموہ فان اللہ اکرمہ اور
حدیث مین آیا ہی کہ روٹی کو چھری سے نہ کاٹو اور اسکی تعظیم اور تکریم کرو کہ حق تعالے نے اسکو بزرگی دی ہی یعنی انسان اشرف المخلوقات کا
قوت اسکو مقرر کیا ہی

فصل فی البیع یہ فصل ہی بیع وغیرہ کے بعضے احکام مین ہر مسلمان کو تجارت اور سوداگری اور بیوپار کرنا نہ چاہیے جبتک کہ خرید اور فروخت کے مسئلے دریافت نہ کرلے
کہ کس چیز کی خرید و فروخت شرع مین جائز ہی اور کسکی نہین زمان سابق مین سوال ہوا کہ قوم ترک بازارون مین خرید و فروخت کرتے ہین اور انکا اکثر مال حرام ہی اور

انہیں سپاہ اور عقود فاسدہ کے بارے میں تو جواب ہوا کہ اسکی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ اگر بظن غالب معلوم ہو کہ یہ چیز انھوں نے غیر سے بظلم لی ہے اور وہ چیز بعینہ بلا تغیر موجود ہے اور بازار میں بھی ہے تو اسکا خرید کرنا بچنا چاہیے اگرچہ ... دوسری صورت یہ ہے کہ وہ چیز تو بعینہ موجود ہے لیکن اور چیز سے اسطرح مخلوط ہو گئی ہے کہ جدا نہیں ہو سکتی تو امام اعظم کے قاعدہ پر خلط سے اسکی ملک میں داخل ہو گئی مگر اس سے خرید کرنا بچنا چاہیے جب تک کہ وہ مالک کو راضی نہ کرلے بدلا دے کر تو اگر بلا ادائے ضمان خرید کریگا تو مشتری مالک ہو گا مع الکراہۃ ثالث یہ ہے کہ جب معلوم ہو کہ غصب اور سپاہ وغیرہ کی چیز اسکے پاس باقی نہیں اپنے سپاہی مال غیر کے ہاتھ تو واقف ہو گئے ہیں تو اسے خرید کرنا درست ہے اور یہی فتوی ہے اور بہتر یہ ہے کہ انسے خرید نہ کرے بالجملہ طلب حلال ان بلاد میں دشوار ہے جواہر الفتاوی میں ہے کہ ہمارے بعض مشایخ نے کہا کہ اس زمانہ میں حرام محض کا ترک لازم ہے اور یہ لازم جان ... اسلئے کہ ایسی چیز نہ پاویگا جسمیں شبہہ نہ ہو قنیہ میں ہے اگر بظن غالب ہو کہ اہل بازار کی اکثر بیوع فساد سے خالی نہیں تو اگر حرام غالب ہو تو خرید کرنے سے کنارہ کرے ولیکن باوجود اسکے اگر خرید کریگا تو اسکے حق میں حلال ہو گی بشرطیکہ ایسے مشتری کی بیع صحیح ہو گی کذا فی العالمگیریہ قولہ کرہ بیع العذرۃ جیسا آدمی خالصۃ یعنی آدمی کے خالص گوہ کی بیع مکروہ ہے یہ حکم برجندی نے خزانہ سے نقل کی کہ آدمی کے گوہ کی بیع باطل ہے لیکن اگر اسپر مٹی غالب ہے تو جائز ہے لا یکرہ بل الصحیح بیع السرقین ای الزبل خلافا للشافعی مکروہ نہیں بلکہ صحیح ہے گوبر اور لید اور مینگنی کی بیع برخلاف شافعی کے شارح نے کہا سرقین عبارت منیہ ہے زبل بالکسر سے یعنی فضلۂ حیوانات ہم سرقین معرب ہے سرگین کی وہ عبارت ہے روث اور بعر اور خثی سے کذا فی الحموی وصح بیعہا مخلوطۃ بتراب او رماد غلب علیہا فی الصحیح اور آدمی کے گوہ کی بیع صحیح ہے جبکہ وہ مخلوط ہو گیا اسقدر مٹی اور راکھ سے جو گوہ پر غالب ہے قول صحیح میں ہم قہستانی نے کہا کہ خلط کی صورت یہ ہے کہ مٹی اوپر سے اٹھا کر گوہ پر ڈالی ہو نہ بالعکس اسواسطے کہ نجس کا اٹھانا ممنوع ہے محیط اور قنیہ میں بیع مخلوطہا بلا قید تراب مذکور ہے تو یا مطلق کو مقید پر حمل کیجیے یا رخصت اور استحباب پر کذا فی الطحطاوی کما صح الانتفاع بمخلوطہا ای العذرۃ بل بہا خالصۃ علی الصحیح بیع کے مانند آدمی کے مخلوط گوہ سے نفع لینا یعنی باغ اور کھیت میں ڈالنا بھی صحیح ہے بلکہ خالص گوہ سے انتفاع درست ہے الزیلعی وغیرہ خلافا للتصحیح الہدایۃ فقد اختلف التصحیح زیلعی وغیرہ کی تصحیح کے بموجب برخلاف تصحیح ہدایہ تو تصحیح میں اختلاف واقع ہوا وفی الملتقی ان الانتفاع کالبیع ای فی الحکم فافہم اور ملتقی میں ہے کہ انتفاع عذرہ بیع کے مانند ہے یعنی حکم میں برابر ہے تو اسکو سمجھ لے یعنی جیسے بیع میں خلط شرط ہے ویسے ہی انتفاع میں وجاز اخذ دین علی کافر من ثمن خمر لصحۃ بیعہ اور مسلمان کو جائز ہے اپنا دین لینا جو کافر پر ہے شراب کے ثمن سے بسبب صحیح ہونے بیع شراب کے یعنی شراب کافر کے حق میں مال متقوم ہے تو ثمن کا مالک بائع ہو گا تو اس سے دین لینا درست ہوگا بخلاف دین علی مسلم لبطلانہ الا اذا وکل ذمیا ببیعہ فیجوز عندہ خلافا لہما برخلاف مسلم کے کہ شراب اسکے حق میں مال متقوم نہیں تو ثمن کا مالک مشتری ٹھہریگا نہ بائع برخلاف اس دین کے جو مسلمان پر ہے تو ثمن شراب کا لینا درست نہیں بسبب باطل ہونے بیع مذکور کے وعلی ہذا لو مات مسلم وترک ثمن خمر باعہ مسلم لا یحل لورثتہ کما بسطہ الزیلعی مگر جبکہ مسلمان ذمی کو اپنا وکیل کرے شراب کے بیچنے میں تو امام کے نزدیک یہ بیع جائز ہے برخلاف صاحبین کے اور بنابر اسکے یعنی بطلان بیع کے اگر مسلمان مر گیا اور اپنے ثمن اس شراب کا ترکہ چھوڑا جسکی بیع کسی مسلمان نے کی تھی تو اسکے وارثوں کو حلال نہیں چنانچہ اسکو زیلعی نے مشرح بیان کیا ہے ہم زیلعی میں ہے فقہا نے کہا اگر مرد مر گیا اور اسکی کمائی شراب بیچنے یا ظلم یا رشوت کی تھی تو اسکے وارث اسکو نہ لیں اور جس کا ہے اسکو پھیر دیں اگر انکو جانتے ہوں اور اگر نہ جانتے ہوں تو مال کو خیرات کر دیں یعنی مالکوں کے ثواب کی نیت سے ہم اسلئے کہ حرام کمائی کا طریقہ تصدق ہے جب مالک پر رد نہ ہو سکے کذا فی الطحطاوی وفی الاشباہ الحرمۃ تنتقل مع العلم الا للوارث الا اذا علم ربہ اور اشباہ میں ہے کہ حرمت منتقل ہوتی ہے مگر وارث کے حق میں منتقل نہیں ہوتی مگر جبکہ وارث مال حرام کے مالک کو جانتا ہو تو وارث کے حق میں بھی حرمت انتقال کرتی ہے قلت ومر فی البیع الفاسد لکن فی المجتبی مات وکسبہ حرام فالمیراث حلال ثم رمز فقال لا ناخذ بہذہ الروایۃ وہو حرام مطلقا علی الورثۃ فتنبہ میں کہتا ہوں اور اشباہ کا قول بیع فاسد میں مذکور ہو چکا لیکن مجتبی میں ہے کہ ایک شخص مر گیا اور اسکا کسب حرام ہے تو میراث حلال ہے پھر صاحب مجتبی نے رمز لکھی اور کہا کہ ہم اس روایت کو نہیں لیتے ہیں اور وہ مال حرام ہے مطلقا وارثوں پر خواہ وارث صاحب مال کو جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں تو خبردار رہو کہ اشباہ کا قول ضعیف ہے لائق حجت کے نہیں ہے ہم ملتقی میں امام محمد سے روایت ہے کہ نوحہ گر عورت یا مغنیہ یا قوال بجانے والے نے مال کمایا اگر نوحہ اور بجانے کی

شرط پر مال حاصل ہوا تو مالکون کو وہ مال پھیر دے اگر جانتا ہو اسواسطے کہ یہ مال بمقابلہ گناہ کے ہی تو اُسکا لینا گناہ ہی اُسکو پھیر دینا چاہیے اور اگر صاحب مال معلوم نہو
تو خیرات کردے مالکون کی طرف سے تا اگرچہ عین مال اُنکو نہین ملا تو ثواب اُنکو ملے اور اگر بلا شرط نوحہ گری و سرود کے مال ملا تو یہ مال حلال ہی کذا فی الطحطاوی تنبیہ ہندوستان
مین مروج ہی کہ اکثر قوال اور گانے والے اجرت نہین ٹھہراتے اور شرط نہین کرتے بعد فراغت شادی کے رواج اور معمول کے موافق دیتے ہین تو اگرچہ ظاہر مین شرط
نہین لیکن درحقیقت یہ بھی شرط ہی اسواسطے کہ فقہ کا قاعدہ کہ المعروف کالمشروط یعنی معمولی درمروج مشروط کے برابر ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وجاز تحلیۃ المصحف
لما فیہ من تعظیمہ کما فی نقش المسجد اور جائز ہی آرائش مصحف مجید کی چاندی سونے سے اسواسطے کہ اسمین اُسکی تعظیم ہی جیسے مسجد کی نقش کاری در آرائش مین تعظیم اور جلالت
قدر ہی خانیہ مین ہی کہ آرائش مصحف کی سونے اور چاندی سے درست ہی اور ابو یوسف کے نزدیک مکروہ انتہی اور مسئلہ مسجد مین اختلاف ہی سراجیہ مین ہی مسجد مین نقش کاری
چونہ اور ساگون اور سونے کے پانی سے لاباس بہ اور فقیرون کو دینا افضل ہی نقش کاری سے مضمرات مین ہی کہ اسی قول پر فتوی ہی کہ بعض مشائخ نے کہا کہ محراب ور
دیوار قبلہ پر نقش کاری قلیل ہو یا کثیر مکروہ ہی اسواسطے کہ نمازی کا دل مشغول ہوجاتا ہی تماشا مین نماز سے غافل ہوجاتا ہی اور چھت کی نقش کاری قلیل ہو تو
جائز ہی اور کثیر مکروہ جو مٹی نجس پانی سے تر ہوئی اُسکا لگانا مسجد مین مکروہ ہی برخلاف لید اور گوبر کے جب مٹی مین ملائی گئی تو اُسکا مسجد مین لگانا درست ہی ستحکام
کی ضرورت کے سبب سے مسجد مین کھانا اور سونا مکروہ ہی مگر معتکف کو درست ہی اور جب کھانے اور سونے کا مسجد مین قصد کرے تو اعتکاف کی نیت کرلے پھر مسجد مین جائے
اور ذکر خدا کرے جسقدر مدت کی اعتکاف کی نیت ہو یعنی گھڑی یا دو گھڑی کی یا نماز پڑھے پھر اسکے بعد کھانا یا لیٹنا جو چاہے کرے چنانچہ سراجیہ مین ہی مسجد مین درخت
لگانا سایہ کی نیت سے درست ہی بشرطیکہ مسجد مین تنگی نہوتی ہو اور صفت مین خلل نہ پڑتا ہو تعظیم مسجد پندرہ طرح پر ہی اول یہ کہ دخول مسجد کے وقت سلام کرے اگر لوگ
بیٹھے ہون اور ذکر وغیرہ مین مشغول نہون اور اگر نماز پڑھتے ہون تو یہ کہے السلام علینا من ربنا وعلی عباد اللہ الصالحین ۲ نماز پڑھے دو رکعت تحیۃ المسجد بیٹھنے سے پہلے ۳
خرید و فروخت نہ کرے ۴ تلوار نہ نکالے ۵ گم ہوئی چیز وہان تلاش نہ کرے ۶ سوائے ذکر خدا کے وہان آواز نہ بلند کرے ۷ دنیا کی باتین نہ کرے ۸ اندر جانے کے واسطے
لوگون کی گردنون پر نہ پھاندے ۹ مکان کے واسطے نزاع نہ کرے کہ مین یہان بیٹھونگا تو وہان بیٹھ ۱۰ کسی پر تنگی نہ کرے صف مین ۱۱ نمازی کے آگے نہ چلے ۱۲ مسجد مین نہ تھوکے
۱۳ وہان انگلیان نہ چٹکا دے ۱۴ نجاسات اور لڑکون اور دیوانون اور اقامت حدود سے مسجد کو پاک رکھے ۱۵ اللہ تعالی کی یاد مین بہت کرے کذا فی العالمگیریہ حدیث
صحیح مین وارد ہی کہ جب مسجد مین جائے تو اول داہنا پانون رکھے اور درود پڑھے اور یہ دعا کرے (اللھم افتح علی ابواب رحمتک) اور جب باہر نکلے تو اول بایان پانون
بڑھاوے اور درود پڑھے اور یون دعا کرے (اللھم افتح علی ابواب فضلک) وتعشیرہ اور قرآن مجید کی دس دس آیتون پر علامت بنانا جائز ہی ونقطہ ای اظہار اعرابہ وبہ یحصل
الرفق جدا خصوصا للعجم فیستحسن اور قرآن مجید کا نقطہ یعنی اُسکے اعراب کو ظاہر کرنا اللکھنا جائز ہی اور اعراب کی تحریر سے یقیناً آسانی حاصل ہوتی ہی خصوصاً عجمیون کو یعنی عرب کے
سوا اور ملک والون کو تو اعراب دینا مستحب ٹھہرا مع برہان مین ہی کہ اصل روایت یہ ہی کہ تعشیر اور نقطہ مصحف مین مکروہ ہی اسواسطے کہ اسمین ترک تجرید ہی اور عبد اللہ بن مسعود
نے کہا کہ قرآن کو مجرد رکھو اور اسمین اُس چیز کو نہ ملاؤ جو اسمین داخل نہین اور تجرید دو معنی کی محتمل ہی ایک تجرید فی التلاوۃ یعنی قرآن کے ساتھ غیر قرآن کو نہ پڑھنا دوسری
تجرید فی الخط یعنی قرآن کے لکھنے مین نقطہ اور تعشیر نہ کرنا کذا فی الطحطاوی لیکن متاخرین کے نزدیک تسہیل کے واسطے درست ہی وعلی ہذا لاباس بکتابۃ اسامی السور و
عدد الای وعلامات الوقف ونحوہا فہی بدعۃ حسنۃ درر وقنیۃ اور بنا بر اسکے نظر بہ تسہیل کچھ مضائقہ نہین سورتون کے نام اور آیتون کی شمار اور وقف کی نشانیون کے اور انکے
مانند چنانچہ لفظ سجدہ علامت آیات سجود کے لکھنے مین تو وہ بدعت حسنہ ہی کذا فی الدرر والقنیۃ وفیہا لاباس بلف اغذ خیار ونحوہا فی مصحف وتفسیر وفقہ وکرہ فی کتب نجوم و
ادب در قنیہ مین ہی کہ مضائقہ نہین اخبار وغیرہا کاغذات کا مصحف اور تفسیر اور فقہ کی دفتیون مین لگانا اور نجوم اور ادب یعنی صرف ونحو بلاغت وغیرہا کا دفتیون مین
لگانا مکروہ ہی جمع فتاوی عالمگیری مین ہی کہ ابو حامد سے سوال ہوا کہ کاغذ اخبار اور متعلقات کا خیاد ورق غلاف مین استعمال کرتے ہین یعنی صحاف دفتیون مین
لگاتے ہین تو جواب دیا کہ مصحف اور کتب تفسیر اور فقہ مین درست ہی نہ کتب ادب اور نجوم مین انتہی لیکن یہ بیان نہین کہ اخبار سے احادیث مراد ہین یا تواریخ
محمد غزالی ۱۲

لذا فی الطحطاوی ویکرہ تصغیر مصحف وکتابتہ بقلم دقیق یعنی تنزیہا ولا یجوز لف شئ فی کاغذ فقہ ونحوہ وفی کتب الطب یجوز مصحف کی چھوٹی تختی کرنا اور باریک قلم سے لکھنا مکروہ بکراہت تنزیہی ہے اور فقہ وغیرہ دینی کتاب کے کاغذ میں کسی چیز کو لپیٹنا جائز نہیں اور طب کی کتابوں میں لپیٹنا جائز ہے ہم کتابت کے قرآن کا جو قصد کرے اسکو لائق ہے کہ واضح تر اور خوشخط کتابت کرے عمدہ سفید ورق پر جلی قلم اور روشن سیاہی سے لکھے اور بین السطور کشادہ رکھے اور مصحف کی ضخامت اور حجم زیادہ کرے کذا فی القنیہ **وجاز دخول الذمی مسجدا** مطلقا وکرہہ مالک مطلقا وکرہہ محمد رح والشافعی واحمد رح فی المسجد الحرام اور جائز ہے داخل ہونا ذمی کا ہر مسجد میں اگرچہ مسجد الحرام ہو اور مالک نے اسکو مکروہ کہا ہے ہر مسجد میں اور محمد اور شافعی اور احمد نے مسجد الحرام کے جانے کو مکروہ کہا ہے ذمی کے حق میں ہم امام کی دلیل وہ حدیث ہے جو سنن ابو داؤد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافرون کو مسجد میں اُتارا اور مسند احمد اور طبرانی میں بھی اس مضمون کی حدیث وارد ہے کذا فی العینی شافعی کی دلیل یہ آیت ہے انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا یعنی مشرک ناپاک ہین تو مسجد الحرام کے قریب نجادین اس سال کے بعد اور دوسری دلیل یہ ہے کہ وہ غسل جنابت اسطرح نہین کرتے کہ جنابت دفع ہو اور نجاست کی دلیل سے مالک نے کہا کہ کسی مسجد مین آنکا جانا روا نہین شارع نے اسکا جواب اگلے قول مین دیا قلنا النہی تکوینی لا تکلیفی ہم جواب کہتے ہین کہ قرآن کی نہی تکوینی ہے نہ نہی تکلیفی ہم تکوینی نسبت ہے تکوین کی طرف اور تکوین ماتریدیون کے نزدیک وہ صفت قدیم ہے جسکے طرف افعال کی صفات رجوع ہوتی ہین تو آیت شریفہ کے معنی یہ کہ حق تعالی مشرکین مین مسجد الحرام کی نزدیکی کو پیدا نہ کرے گا امر تکوینی کی مثال ائتنا طوعا او کرہا اور امر تکلیفی کی مثال اقیموا الصلوۃ اور تکوینی اور تکلیفی کا فرق یہ ہے کہ امتثال متخلف نہین ہوتا امر تکوینی سے عقلا اور تکلیفی سے متخلف ہوتا ہے کذا فی الحلبی وقد جوزوا عبور عابر سبیل جنبا اور البتہ شافعیون نے جائز رکھا ہے جنابت مین مسجد کے اندر چلنا راہ چلنے کے مانند ہم یعنی یہ جو شافعیون نے جنابت کفار کو عدم دخول مسجد پر دلیل ٹھہرایا ہے سو دلیل ناتمام ہے اسواسطے کہ اُنکے نزدیک مسجد مین بلا توقف گذر نادرست

ہے فمعنی لا یقربوا لا یحجوا ولا یعتمروا عراۃ بعد حج عامہم ہذا عام تسع حین امر الصدیق بہ ونادی علی بہ علی بعیرہ بسورۃ براۃ وقال الا لا یحج بعد عامنا ہذا مشرک ولا یطوف عریان رواہ الشیخان وغیرہما فلیحفظ پھر جب نہی تکوینی ٹھہری تو آیت شریفہ کا مطلب یہ ہوا کہ مشرکین حج اور عمرہ برہنہ نہ کرینگے اس سال یعنی ہجری نوین سال کے بعد جبکہ حضرت صدیق اکبر امیر حج ہوے تھے اور حضرت علی نے اپنے اونٹ پر سے سورہ براۃ با آواز بلند سنادی اور کہا خبردار رہیو کہ ہمارے اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی برہنہ طواف نہ کرے اسکو شیخین یعنی بخاری اور مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اتقانی نے کہا کہ آیت ہمارے اصحاب کے نزدیک اسپر محمول ہے کہ مشرک منع کیے جاوین مسجد الحرام کی تولیت اور کارپردازی سے یا برہنہ طواف پر محمول ہے چنانچہ جاہلیت مین کرتے تھے تو حق تعالی نے تنزیہ مسجد الحرام کا امر فرمایا نہ یہ کہ نفس دخول ممنوع ہے بدلیل حدیث صحیح بخاری کے کہ مذکور ہو چکی تو یہ حکم یا فقط مومنین کو ہے کہ انکو روکین یا مومنین اور کفار دونون کو بموجب اُس قول کے کہ کفار فروع شریعت سے مخاطب ہین اور یہ نہی تکوینی نہین ہے اسواسطے کہ نہی تکوینی کا مدلول نہی سے عقلا متخلف نہین ہوتا اور یہان ایسا نہین ہے انتہی الطحطاوی نے کہا یعنی یہ کیونکر معلوم ہو کہ بعد اس نہی کے کسی مشرک نے برہنہ طواف نہین کیا تو بہتر یہ تھا کہ شارح وہ استدلال کرتا جو اور اہل مذہب نے کیا ہے انتہی مختصرا بتصرف ولانس بامر فی فصل الجزیۃ اور شاید وہ مضمون جو جزیہ کی فصل مین گذر گیا ہم فصل جزیہ مین یہ ہے کہ محمد نے سیر کبیر مین دخول کافر کو مسجد الحرام مین منع کیا ہے اور سیر کبیر مین عدم منع مذکور کیا ہے اور سیر کبیر چونکہ پچھلی تصنیف ہے محمد کی تو ظاہر ہے اُسمین وہ مسئلہ وارد کیا ہے جو آخر کار خوب ثابت ہو گیا وجاز عیادتہ بالاجماع اور جائز ہے بیمار پرسی ذمی کی بالاتفاق ہم بخاری وغیرہ مین مروی ہے کہ یہودی لڑکا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا جب بیمار ہوا تو حضرت اسکی عیادت کو تشریف لے گئے پھر فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان ہو گیا حضرت نے فرمایا شکر ہے خدا کو جسنے اسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی اور یہ اسواسطے کہ عیادت ایک قسم کا احسان ہے اور قرآن مجید مین حربی کفار کے احسان سے منع فرمایا برخلاف غیر حربی کے لیکن جامع صغیر مین یہودی اور نصرانی کی عیادت کا جواز مذکور ہے وفی عیادۃ المجوسی قولان اور مجوسی کی عیادت مین دو قول ہین

جواز اور عدم جواز عیادۃ فاسق علی الاصح لانہ مسلم والعیادۃ من حقوق المسلمین اور جائز ہے بیمار پرسی فاسق کی بر قول اصح ہے واسطے کہ فاسق
مسلمان ہو گنہگار اور بیمار پرسی تو مسلمانوں کے حقوق میں سے ہے وخصاء البہائم حتی الہرۃ اور جائز ہے خصی کرنا چار پائے جانوروں کا یہاں تک کہ
بلی کا بھی خصی وہ جب کاٹنے ہی کا لایا جائے ہندی میں اسکو بدھیا کہتے ہیں واما خصاء الآدمی فحرام اور آدمی کا خصی کرنا تو حرام ہے ہم خوجوں سے خدمت لینا اور انکو
عورتوں میں جانے دینا مکروہ ہے امام اعظم نے کہا کہ اگر لوگ انسے خدمت نہ لیتے تو خصی کرنے والے انکو کیوں خصی کرتے بعضوں نے کہا کہ خوجے مخصوص پیدا ہو
ہیں اور دلیل یہ کہ اسلام کے قبل ایسے پیدا نہیں ہوتے اور نہ انسے مسلمان پیدا ہوتا ہے اور لوگوں کی تادیب میں زبردست اور خود بے ادب اور عورتوں کی مجلس میں آرزو کرتے ہیں کہ کاش
ہم بھی عورت ہوتے اور مال جمع کرنے میں نہایت حریص ہوتے ہیں اور شدت سے بخیل ہوتے ہیں باوجودیکہ اولاد نہیں رکھتے کذا فی العینی قیل والفرس بعضوں نے
کہا اور گھوڑے کا آختہ کرنا حرام ہے شیخ الاسلام نے کہا حرام ہے اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک آختہ کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں وقیدوہ
بالمنفعۃ والا فحرام اور خصی کرنے میں فقہا نے منفعت کی قید لگائی اور اگر منفعت نہو تو حرام ہے یعنی اگر گھوڑے کے سوا اور جانوروں کے خصی کرنے میں فائدہ حاصل
ہوتا ہو تو درست ہے اور اگر منفعت یا دفع مضرت نہو تو حرام ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے ذخیرہ سے وانزاء الحمیر علی الخیل کعکسہ قہستانی اور گدھا چڑھانا گھوڑی پر اور
گھوڑا چڑھانا گدھی پر جائز ہے یعنی بچہ لینے کے واسطے کذا فی القہستانی والحقنۃ للتداوی ولو للرجل بالطاہر لا النجس اور حقنہ اور عمل الطاہر بیماری کے علاج
کے واسطے پاک چیز سے نہ ناپاک سے درست ہے اگرچہ حقنہ مرد کے واسطے ہو یعنی دفع مرض کے واسطے حقنہ درست ہے نہ تسمین بدن کے واسطے سنن ابوداؤد میں ابو درداء سے
روایت ہے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالی نے بیماری اور دوا اتاری ہیں اور ہر بیماری کی دوا مقرر کی ہے تو تم دوا کیا کرو اور حرام چیز سے دوا نہ کیجیو کذا
فی العینی وکذا کل تداوی لایجوز الا بالطاہر لا النجس اور اسی طرح علاج کرنا جائز نہیں مگر پاک چیز سے نہ نجس سے وجوزہ فی النہایۃ بمحرم اذا اخبرہ طبیب مسلم ان فیہ شفاء
ولم یجد مباحا یقوم مقامہ اور نہایہ میں حرام چیز سے علاج کرنے کو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب نے اسکو خبر دی ہو کہ اسی حرام چیز سے شفا ہے اور کوئی مباح چیز اسکے
قائم مقام نہیں پاتی ہو ذخیرہ میں ہے ایک بیمار سے طبیب نے شراب پینے کو کہا علماء بلخ کی ایک جماعت نے کہا نظر کرنا چاہیے اگر یقینا جانتا ہو کہ چنگا ہو جائے گا
تو حلال ہے اور فقیہ عبد الملک نے اپنے استاد سے نقل کیا کہ حلال نہیں ہے اور زنانی میں ہے خون اور پیشاب پینا اور مردار کھانا بیمار کو علاج کیواسطے جائز ہے جبکہ طبیب
مسلم نے اس سے کہا ہو کہ تیری اسی میں شفا ہے اور کوئی مباح چیز اسکے قائم مقام نہیں اور اگر طبیب نے کہا کہ اسمیں جلد شفا ہوگی تو اسمیں اختلاف ہے کذا فی العالمگیریہ قلت
وفی البزازیۃ ومعنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لم یجعل شفاءکم فیما حرم علیکم نفی الحرمۃ عند العلم بالشفاء دل علیہ جواز اساغۃ اللقمۃ بالخمر وجواز شربہ لازالۃ العطش انتہی
قدر ضرورت میں کہتا ہوں اور بزازیہ میں ہے کہ اس حدیث کا یعنی مقرر اللہ تعالی نے تمہاری شفا مقرر نہیں کی اس چیز میں جسکو تم پر حرام کیا مطلب نفی حرمت ہے
شفا معلوم ہونے کے وقت یعنی جب یقینا بلا تردد معلوم ہو جاوے کہ اسی حرام چیز میں شفا ہے تو اب اسکی حرمت باقی نہ رہی دلالت کرتا ہے اسی مطلب پر
لقمہ اتارنے کا جواز شراب سے اور شراب پینے کا جواز دفع تشنگی کے واسطے انتہی اور ہمکو مقدم ذکر کر چکے ہیں یعنی اگر لقمہ حلق میں اٹک گیا کسی طرح نہیں اترتا
اور پانی نہیں ملتا تو اسوقت شراب پینا بقدر لقمہ اتارنے کے درست ہے اور اسی طرح عطش شدید میں شراب پی لینا بقدر دفع عطش مہلک کے درست ہے اور حالانکہ
شراب نجس اور حرام ہے تو معلوم ہو گیا کہ اسوقت اسکی حرمت باقی نہ رہی ورنہ جواز کی کون صورت ہے تتمہ دوا کرنا درست ہے اگر یہ اعتقاد ہو کہ شافی اللہ تعالی ہے
اور دوا کو اسنے سبب ٹھہرایا ہے اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا شافی ہے تو درست نہیں معلوم کرنا چاہیے کہ ازالۃ الضرر کے اسباب تین قسم ہیں ایک تو سبب قطعی اور یقینی ہے
چنانچہ پانی ضرر عطش کا مزیل ہے اور روٹی ضرر گرسنگی کی مزیل ہے دوسرا سبب ظنی جیسے فصد اور پچھنے لگانا اور مسہل پینا اسی طرح سائر ابواب طب یعنی برودت کا
معالجہ حرارت سے اور حرارت کا برودت سے اور یہی اسباب طب میں ظاہر ہیں تیسرا سبب موہوم جیسے داغنا اور [illegible] قطعی سبب کا ترک کرنا توکل نہیں بلکہ اگر
موت کا خوف ہو تو اسکا ترک کرنا حرام ہے اور سبب موہوم کا ترک کرنا توکل کی شرط ہے [illegible]

نہین کرتے اور درجہ متوسط یعنی سبب ظنی جیسے علاج کرنا اسباب طب سے تو اُسکا کرنا توکل کے مخالف نہین بخلاف سبب موہوم اور اُسکا نہ کرنا بھی ممنوع اور محظور نہین بخلاف
ترک سبب قطعی بلکہ کبھی ترک علاج افضل ہوتا ہی اُسکے فعل سے بعض احوال مین بعض شخص کے واسطے چنانچہ عمادیہ مین ہی ظہیریہ سے ایک شخص کا پیٹ جاری ہوگیا یا
آنکھین جوش مین آئین سو اُسنے دوا نہ کی یہان تک کہ ناتوان ہوکر مرگیا تو اُسپر گناہ نہین اور اگر بھوکا رہا اور اُسنے نہ کھایا باوجود قدرت کے یہان تک
کہ مرگیا تو وہ گنہگار ہوگا اور دونون صورتون مین فرق یہ ہی کہ کھانا بقدر قوت کے آسودہ کردیتا ہی یقیناً تو اُسکا ترک کرنا اپنی جان کو ہلاک کرانا ہی اور معالجہ اور
دوا کرنا ایسا نہین یعنی حصول شفا کا سبب قطعی نہین ہی حجامت یعنی خون کا نکلوانا پچھنون سے ہر شخص کو مستحب ہی اور حجامت بعد نصف ماہ بروز شنبہ بہتر اور
نافع ہی اور پندرھوین تاریخ سے پہلے مکروہ ہی ذخیرہ مین ہی کہ آدمی اور سور کے سوا اور حیوانات کی ہڈیون سے علاج کرنا درست ہی لیکن اگر مردار جانور ہو تو اُسکی
خشک ہڈی سے علاج درست ہی نہ تر سے قنیہ مین ہی کہ عورت کے دودھ کا ناس لینا مرد کو اور علاج کے واسطے پینا درست ہی لیکن جواہر اخلاطی مین ہی کہ اجزاء آدمی
سے نفع حاصل کرنا جائز نہین خلاصہ مین ہی کہ تریاق کا کھانا مکروہ ہی جبکہ اُسمین سانپ کا گوشت پڑا ہو لیکن بیع اُسکی درست ہی اور اگر یقیناً معلوم ہو کہ اُسمین سانپ
نہین پڑا ہی تو اُسکا پینا درست ہی محیط مین ہی کہ لڑکون کا داغنا مرض سے اور اسی طرح حیوانات کا داغنا نشانی کیواسطے درست ہی خزانۃ الفتاوی مین ہی کہ قرآن کے افسون
کرنے مین اختلاف ہی یعنی مریض پر قرآن پڑھنا یا کاغذ مین لکھنا اور مریض پر لٹکانا یا برتن مین لکھ کے دھونا اور بیمار کو پلانا عطا اور مجاہد کے نزدیک مباح ہی اور نخعی کے
نزدیک مکروہ ہی خزانۃ المفتیین مین ہی کہ نوروز کے ایام مین کاغذ پر دعا وغیرہ لکھنا اور دروازون پر چپکانا حرام ہی اسواسطے کہ اسمین اللہ تعالی کے نام پاک کی اہانت ہی
اور مجوسیون سے مشابہت ہی اکل من العالمگیریہ وجاز رزق القاضی من بیت المال لو بیت المال حلالا جمع بحق والا لم یحل اور جائز ہی قاضی کا رزق بیت المال
یعنی خزانہ سلطانی سے بشرطیکہ بیت المال حلال واجبی جمع ہوا ہو نہ غیر واجبی ظلم سے جمع ہوا ہو تو قاضی کو اُسمین سے لینا حلال نہین یعنی اسواسطے کہ وہ غیر کا مال
ہی اُسکے مالک کو پھیر دینا چاہیے کذا فی الزیلعی وعبر بالرزق لیفید تقدیرہ بقدر الکفایۃ واہلہ فی کل زمان ولو غنیا فی الاصح اور مصنف نے وظیفہ قاضی کو تعبیر برزق کیا
تا معلوم ہو کہ مقدار اُسکی بقدر کفایت قاضی کے اور اُسکے عیال کے چاہیے ہر زمانہ کے موافق اگر قاضی مالدار ہو تو بھی روزی اُسکی بیت المال سے متعلق ہی قول اصح
مین ہم اسواسطے کہ اُسنے اپنی ذات کو روک رکھا مصلحت مسلمین کے واسطے اور حبس منجملہ اسباب نفقہ ہی وہذا لو بلا شرط ولو بہ کالاجرۃ فحرام لان القضاء طاعۃ فلم یجز کسائر
الطاعات قلت وہل یجری فیہ کلام المتاخرین لیحرر اور یہ یعنی بیت المال سے قاضی کی روزی کی حلت اُسوقت ہی جبکہ روزینہ بدون شرط کے مقرر ہوا ہو اور اگر شرط
سے ہو اجرت کے مانند تو اب قاضی کو بیت المال سے لینا حرام ہی اسواسطے کہ فیصل کرنا مقدمات کا طاعت اور عبادت ہی تو اُسکا اجارہ جائز نہوگا جیسے اور باقی
طاعات کا جائز نہین مین کہتا ہون اور کیا قضا مین متاخرین کا کلام جاری ہوگا یا نہین اسکی تحریر کرنا چاہیے ہم متاخرین کا کلام یہ ہی کہ طاعت پر استیجار درست
ہی طحطاوی نے کہا تحریر اسکی یہ ہی کہ جسکے نزدیک قرأت قرآن اور فقہ مخصوص بجواز اجارہ ہی تو قضا وغیرہ حاجات مین اجارہ جائز نہوگا اور جو عموم طاعات
کے اجارہ کو جائز رکھتا ہی تو اُسکے نزدیک درست ہوگا وجاز سفر الامۃ وام الولد والمکاتبۃ والمبعضۃ بلا محرم ہذا فی زمانہم اما فی زماننا فلا لغلبۃ اہل
الفساد وبہ یفتی ابن الکمال اور لونڈی اور ام ولد اور مکاتبہ اور جو لونڈی کہ نصف یا ثلث آزاد ہی تو اُسکا سفر کرنا بدون محرم کے درست ہی یہ حکم تھا زمانہ قدما کا
ہمارے زمانہ مین تو سفر غیر محرم کے ساتھ لونڈیون کا جائز نہین اہل فساد کے غلبہ کے سبب سے اور اسی قول پر فتوی ہی کذا ذکرہ ابن الکمال وجاز شراء مالا بد
للصغیر منہ وبیعہ ای بیع مالابد للصغیر منہ لاخ وعم وام وملتقط ہو فی حجرہم ای کنفہم والا لا اور صغیر کے واسطے خرید کرنا اُس چیز کا جو اُسکے واسطے ضروری
چنانچہ نفقہ اور کسوت اور دایہ نوکر رکھنا اور بیچنا اُسکا جو صغیر کے واسطے ضروری ہی جائز ہی اُسکے بھائی اور چچا اور مان کو اور اُسکو جسنے لاوارث لڑکا پڑا پایا بشرطیکہ
صغیر اشخاص مذکورین کی حفظ اور پرورش مین ہو اور اگر اُنکی پرورش مین نہو تو خرید فروخت صغیر کے مال کی درست نہین وجاز اجارتہ لامہ فقط
لو فی حجرہا وکذا الملتقط علی الاصح کذا عزاہ المصنف لشرح المجمع ولم ارہ فیہ ویاتی متنا ما ینافیہ فتنبہ اور فقط اُسکی مان کو صغیر کا اجارہ دینا جائز ہی اگر اُسکی

پرورش مین ہو اور اسی طرح لا وارث لڑکا پانے والے کو صغیر کا اجارہ درست ہی بنا بر قول اصح کے چنانچہ مصنف نے اپنی شرح مین اس قول کو تصحیح
کی طرف نسبت کیا ہی اور مین نے اسمین نہین دیکھا اور آگے متن مین وہ مضمون آویگا جو اسکے مخالف ہی تو آگاہ رہیو طحطاوی نے کہا کہ مؤید قول مصنف زیلعی مین ہی قدوری
کی روایت سے یعنی صغیر کا اجارہ ملتقط کو جائز ہی اسواسطے کہ اسمین ضرر درست ہی اور صغیر کے واسطے محض نفع ہی وکذا لعمہ عند الثانی خلافا للثالث اور اسی طرح صغیر کے چچا کو
اسکا اجارہ دینا درست ہی ابو یوسف کے نزدیک نہ محمد کے نزدیک م یہ شارح کی غلط فہمی ہی اسواسطے کہ اُسنے نقل کلام کافی کا شرنبلالیہ سے قصد کیا ہی حالانکہ شرنبلالیہ
مین یون ہی کہ اگر صغیر چچا کی پرورش مین ہو اور اُسکی مان اُسکو اجارہ دے تو ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہی اور محمد کے نزدیک جائز نہین کذا فی الطحطاوی ولو آجر الصغیر
نفسہ لم یجز الا اذا فرغ العمل لتمحضہ نفعا فیجب المسمی اور اگر صغیر نے اپنی ذات کو خود اجارہ دیا تو جائز نہین مگر جبکہ اجارہ کے کام سے فراغت ہو گئی ہو تو جائز
ہی کیونکہ اب اجارہ نفع محض ہو گیا تو اجر مسمی واجب ہوگا یعنی علت عدم جواز احتمال ضرر تھا سو بعد از فراغ عمل ضرر کا احتمال نہ رہا اجرت حاصل ہونے سے
سراسر نفع ہو گیا وصح اجارۃ اب وجد وقاض ولو بدون اجر المثل فی الصحیح کما یعلم من الدرر فلیتبصر اور صحیح ہی اجارہ دینا صغیر کا باپ اور دادا اور قاضی کو
اگرچہ اجارہ بدون اجر مثل کے ہو صحیح قول مین چنانچہ درر سے یہ معلوم ہوتا ہی تو اسکو دیکھ لے وجاز بیع عصیر عنب ممن یعلم انہ یتخذہ خمرا لان المعصیۃ
لا تقوم بعینہ بل بعد تغیرہ وقیل یکرہ لاعانتہ علی المعصیۃ اور نچوڑا شیرہ انگور کا بیچنا اُس شخص سے جسکو بائع جانتا ہی کہ اُسکی شراب بناویگا درست ہی
اسواسطے کہ گناہ قائم نہین ہوتا شیرہ کی ذات سے بلکہ گناہ ثابت ہوتا ہی شیرہ کے متغیر ہونے کے بعد یعنی شیرہ مین نشہ نہین جو اُسکی بیع ناجائز ہو بلکہ
جب اُسکی حقیقت بدل کر شراب بنے گی تب گناہ ثابت ہوگا اور قول ضعیف یہ ہی کہ شیرہ انگور کی بیع شراب بنانے والے کے ہاتھ مکروہ ہی گناہ کی
اعانت کے سبب سے م شیرۂ انگور کی بیع درست ہی جیسے جاریہ مغنیہ اور ٹکر مارنے والے مینڈھے اور اُڑانے والے کبوتر اور لڑنے والے مرغ کی بیع درست ہی
اسواسطے کہ ان اشیا کی ذات خلاف شرع نہین بلکہ انکا استعمال خلاف شرع ہی یعنی گوانا اور ٹکر لگوانا اور کبوتر اُڑانا اور مرغ لڑانا خلاف شرع ہی برہان مین ہی کہ شیرہ
انگور کی بیع شافعی اور مالک کے نزدیک جائز نہین بدلیل قولہ تعالی (ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان) یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ باہم مددگاری نہ کرو گناہ
اور سرکشی پر اور ہماری دلیل یہ آیت ہی (واحل اللہ البیع) یعنی حق تعالی نے بیع کو حلال کیا ہی کذا فی الطحطاوی ونقل المصنف عن السراج والمشکلات ان قولہ ممن
ای من کافر اما بیعہ من المسلم فیکرہ ومثلہ فی الجوہرۃ والباقانی وغیرہما زاد القہستانی معزیا للخانیۃ انہ یکرہ بالاتفاق اور مصنف نے اپنی شرح مین سراج اور مشکلات
سے نقل کیا کہ شیرۂ انگور کی بیع کافر شراب ساز سے مکروہ نہین اور مسلمان شراب ساز سے تو اُسکی بیع مکروہ ہی اور اسی کے مانند جوہرہ اور باقانی وغیرہما مین ہی اور
قہستانی نے خانیہ سے اتنا زیادہ نقل کیا ہی کہ اُسکی بیع بالاتفاق مکروہ ہی بخلاف بیع امرد ممن یلوط بہ وبیع سلاح من اہل الفتنۃ لان المعصیۃ تقوم بعینہ بخلاف
بیع امرد کے اُس شخص سے جو غلام کرتا ہی اور ہتھیار کا بیچنا اہل فتنہ سے کہ وہ جائز نہین اسواسطے کہ یہان گناہ بعینہ اُنھی چیزون سے قائم ہوتا ہی بلا تغیر ثم الکراہۃ
فی مسئلۃ الامرد مصرح بہا فی بیوع الخانیۃ وغیرہا واعتمدہ المصنف علی خلاف ما فی الزیلعی والعینی وان اقرہ المصنف فی باب البغاۃ قلت وقدمنا ثمۃ معزیا للنہر ان
ما قامت المعصیۃ بعینہ یکرہ بیعہ تحریما والا فتنزیہا فلیحفظ توفیقا پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مسئلہ امرد کی کراہت خانیہ وغیرہا کی کتاب البیوع مین مذکور ہی اور مصنف
نے اُسی پر اعتماد کیا ہی یہان برخلاف قول زیلعی اور عینی کے اگرچہ مصنف نے عدم کراہت کو ثابت رکھا ہی اپنی شرح مین باب البغاۃ کے اندر مین کہتا ہون اور
ہم وہان باب البغاۃ مین ذکر کر چکے ہین نہر الفائق سے کہ جس چیز مین بعینہ گناہ ثابت ہوتا ہی تو اُسکی بیع مکروہ تحریمی ہی اور اگر بعد تغیر کے گناہ ثابت ہوتا ہی تو اُسکی
بیع مکروہ تنزیہی ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تناقض دفع ہونے کے واسطے م یعنی تو اس تقریر سے خانیہ اور زیلعی کا تناقض دفع ہو گیا یعنی نفی کراہت
زیلعی تحریمی پر محمول ہی اور کراہت خانیہ تنزیہی پر محمول ہی واللہ اعلم وجاز تعمیر کنیسۃ اور تعمیر کنیسہ جائز ہی م کنیسہ عبادتخانہ یہودیان فارسی مین اسکو
کنشت کہتے ہین تعمیر سے مرمت مراد ہی نہ اعادہ لعدم الہدم منح الغفار مین ہی کہ اگر مسلمان کنیسہ کی مرمت مین مزدوری کرے تو لا باس بہ اسواسطے

* دوبارہ بنانا ڈھانے کے بعد ۱۲

کہ عین عمل میں معصیت نہیں اور اگر ناقوس بجانے کی نوکری کرے تو لائق نہیں کذا فی الطحطاوی وحمل خمر ذمی بنفسہ او دابتہ باجر اور کافر ذمی کی شراب لادنا اپنی پیٹھ پر یا اپنے جانور پر مزدوری لے کر جائز ہے امام کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک یہ مکروہ ہے اسواسطے کہ شراب میں دس شخصوں پر لعنت ہے منجملہ انکے حامل بھی ہے امام کی دلیل یہ ہے کہ عین فعل معصیت نہیں اسواسطے کہ حمل گاہے شراب کے گرا دینے یا سرکہ بنانے کے واسطے بھی ہوتا ہے اور ملعون وہ حامل ہے جو معصیت کا قصد کرے فخر الاسلام نے کہا کہ قول امام قیاس ہے اور قول صاحبین استحسان کذا فی الحموی لا عصرہا لقیام المعصیۃ بعینہ اور شراب ٹپکانے کی مزدوری جائز نہیں اسواسطے کہ معصیت بعینہ قائم ہے وجاز اجارۃ بیت بسواد الکوفۃ ای قراہا لا بغیرہا علی الاصح واما الامصار وقری غیر الکوفۃ فلا یمکنون لظہور شعار الاسلام فیہا وخص سواد الکوفۃ لان غالب اہلہا اہل الذمۃ لیتخذ بیت نار او کنیسۃ او بیعۃ او یباع فیہ الخمر وقالا لا ینبغی ذلک لانہ اعانۃ علی المعصیۃ وبہ قالت الثلاثۃ زیلعی اور قریات کوفہ میں گھر کرایہ دینا آتش خانہ یا کنشت یا کلیسا بنانے کیواسطے یا اسمیں شراب بیچنے کے واسطے جائز ہے نہ واسطے قریات مذکورہ کے بنا بر قول اصح کے اور شہروں اور غیر کوفہ کی دیہات میں تو امور مذکورہ کی قدرت نہ دیجائے کافروں کو علامات اسلام کی ظاہر ہو جانے کے سبب سے اور قریات کوفہ میں یہ بات اسواسطے مخصوص ہوئی کہ اکثر وہاں کے رہنے والے ذمی تھے اور صاحبین نے کہا کہ کرایہ دینا امور مذکورہ کے واسطے لائق نہیں اسواسطے کہ یہ گناہ کی اعانت ہے اور یہی قول ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کا کذا فی الزیلعی و امام کی دلیل یہ ہے کہ اجارہ واقع ہے منفعت مکان پر لہذا اجرت بمجرد تسلیم کے واجب ہوتی ہے اور اسمیں معصیت نہیں معصیت تو مستاجر کے فعل سے ہوتی ہے اور اسمیں مختار ہے پھر جب فعل مختار درمیان میں واقع ہوا تو معصیت کی نسبت صاحب مکان سے قطع ہو گئی وبہ علم وجاز بیع بناء بیوت مکۃ وارضہا بلا کراہۃ وبہ قال الشافعی وبہ یفتی عینی وقدمنا فی الشفعۃ اور مکہ معظمہ کے گھروں کی عمارت اور زمین کی بیع بلا کراہت جائز ہے اور یہی قول ہے شافعی کا اور اسی کا فتوی دیا ہے عینی نے اور یہ مسئلہ گذر گیا ہے کتاب الشفعہ میں ہم وہاں کی بیع تو بالاجماع جائز ہے اور زمین کی بیع صاحبین کے نزدیک اور امام کی ایک روایت میں درست ہے اور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت امام سے یہ ہے کہ ارض مکہ کی بیع جائز نہیں وفی البرہان فی باب العشر ولا یکرہ بیع ارضہا کبنائہا وبہ یعمل اور برہان کے باب العشر میں ہے کہ زمین مکہ کی بیع وہاں کی عمارت کی مکروہ نہیں اور اسی کے مانند پر عمل ہے وفی مختارات النوازل لصاحب الہدایۃ لا بأس ببیع بنائہا واجارتہا لکن فی الزیلعی وغیرہ یکرہ اجارتہا اور صاحب ہدایہ کے مختارات النوازل میں ہے کہ مکہ معظمہ کی عمارت بیچنے میں اور اسکے کرایہ میں کچھ نقصان نہیں لیکن زیلعی وغیرہ نے کہا کہ اسکا کرایہ مکروہ ہے وفی آخر الفصل الخامس من التتارخانیۃ واجارۃ الوہبانیۃ قال لا قال ابو حنیفۃ رح اکرہ اجارۃ بیوت مکۃ فی ایام الموسم وکان یفتی لہم ان ینزلوا علیہم فی دورہم لقولہ تعالی سواء العاکف فیہ والباد ورخص فیہا فی غیر ایام الموسم انتہی فلیحفظ قلت وبہذا یظہر الفرق والتوفیق وہکذا کان ینادی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام الموسم ویقول یا اہل مکۃ لا تتخذوا لبیوتکم ابوابا لینزل البادی حیث شاء ثم تلو الآیۃ فلیحفظ اور تاتارخانیہ کی فصل خامس کے اخیر اور وہبانیہ کتاب الاجارہ میں دونوں کتاب والوں نے کہا کہ امام اعظم نے کہا کہ مکروہ جانتا ہوں میں مکہ معظمہ کے گھروں کا کرایہ موسم حج کے دنوں میں اور امام اہل مکہ کو فتوی دیتے تھے کہ حاجیوں کو اتاریں اپنے گھروں میں بدون کرایہ کے بدلیل اس آیت کے کہ مکہ میں رہنے والا اور مسافر برابر ہے اور موسم حج کے سوا اور دنوں میں وہاں کے کرایہ کی رخصت دیتے تھے انتہی ما فی التتارخانیۃ والوہبانیۃ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں اور اس تقریر سے فرق ایام حج اور غیر حج کا اور دفع تناقض کراہت اجارہ اور عدم کراہت کا ظاہر ہو گیا اور اسی طرح فتوی امام کے موافق امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایام موسم حج میں بلند آواز سے فرماتے تھے کہ اے اہل مکہ اپنے گھروں کے دروازے نہ بناؤ یعنی بند نہ کرو تاکہ مسافر وہاں اترے جہاں اسکا جی چاہے پھر آیت مذکورہ پڑھتے تھے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وجاز قید العبد تحرزا عن التمرد والاباق وہو سنۃ المسلمین فی الفساق اور جائز ہے قید کرنا غلام کا بیڑی ڈال کر تمرد اور بھاگ جانے کے سبب سے اور وہ مسلمانوں کا طریق ہے بدکاروں کے حق میں یعنی اس قصد سے قید کرنا درست ہے اور اگر اسکا خوف نہ ہو تو جاندار محترم کو تکلیف دینا ناحق مکروہ ہے اور یہی حکم لونڈی کا ہے کذا فی الطحطاوی وقبول ہدیۃ تاجر واجابۃ دعوتہ واستعارۃ دابتہ استحسانا اور غلام کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے جبکہ وہ باذن مولی سوداگری کرتا ہو

اور اسکی دعوت قبول کرنا اور اسکا جانور عاریت لینا درست ہی از روے استحسان کے حکم قیاس یہ ہی کہ اسکا ہدیہ وغیرہ قبول نہو کیونکہ وہ تبرع کے لائق نہین ہی لیکن
بطریق استحسان کے درست ہی تاکہ اہل معاملہ اسکی طرف رجوع کرین اور سوداگری اسکی رواج پکڑے اور حدیث صحیح مین ثابت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کا
تحفہ قبول کیا انکے آزاد ہونے سے پہلے اور بریرہ کا تحفہ قبول کیا اور فرمایا کہ انکے حق مین صدقہ ہی اور ہمارے واسطے تحفہ کذا فی الزیلعی وکرہ کسوتہ ای قبول
ہدیۃ العبد ثوبا واہداؤہ النقدین لعدم الضرورۃ اور مکروہ ہی اسکی کسوت یعنی غلام کے کپڑے کا تحفہ قبول کرنا اور روپے اشرفی کا ہدیہ دینا اسکا مکروہ ہی
عدم ضرورت کے سبب سے یعنی یہ امور منجملہ سوداگری کے نہین واستخدام الخصی ظاہرہ الاطلاق وقیل بل دخولہ الحریم لو سنہ خمسۃ عشر او خصی یعنی خوجے سے
خدمت لینا مکروہ ہی ظاہر اس کلام کا اطلاق پر دلالت کرتا ہی خواہ باہر خواہ گھر مین اور قول ضعیف یہ ہی کہ خوجے سے باہر خدمت لینا مکروہ نہین بلکہ اسکا
جانا گھر کے اندر عورتین مین مکروہ نہین اسکی عمر پندرہ سال یا زیادہ کی ہو وکرہ اقراض ای اعطاء بقال کخباز وغیرہ دراہم او برا لخوف ہلکہ لیلقی بیدہ لیشترط
لیاخذ متفرقا منہ بذلک ما شاء ولو لم یشترط حال العقد لکن یعلم انہ یدفع لذلک شرنبلالیہ لانہ قرض جر نفعا وہو بقاء مالہ اور مکروہ ہی اقراض یعنی روپیہ یا
گیہون بقال کا چنانچہ نانوائی وغیرہ کو دینا تلف ہو جانے کے خوف سے اگر اسکے پاس رہے یہ شرط کرلینا کہ بقال سے بعوض اسکے لیا کریگا متفرق جو چاہیگا اور
اگر یہ شرط حال عقد یعنی دینے کے وقت نہ کی لیکن بقال جانتا ہی کہ وہ اسی واسطے دیتا ہی تو بھی مکروہ ہی کذا فی الشرنبلالیہ دلیل کراہت کی یہ ہی کہ اس طرح دینا وہ قرض
ہی جس سے مالک نے نفع حاصل کیا یعنی مالک کا مال باقی رہنا ہم اکثر ایسا ہوتا ہی کہ آدمی بقال وغیرہ کے پاس روپیہ رکھدیتا ہی اس خیال سے کہ میرے پاس باقی رہیگا خرچ ہو جاتا
تو بقدر ضرورت اندک اندک اس سے لیا کرتا ہی تو یہ مکروہ ہی اسواسطے کہ اس قرض سے نفع حاصل ہوا باقی رہنے مال کا خواہ دینے کے وقت متفرق لینے کی شرط کرے یا نکرے
اسواسطے کہ معروف کامل مشروط ہی سعید بن منصور کی سنن اور بیہقی مین حدیث مرفوع ہی کہ جب قرض دے تو مستقرض کا ہدیہ قبول نکرے اور اسکی سواری پر سوار نہو مگر اس وقت جبکہ
ہدیہ دینا اور سوار ہونا دونون مین قرض سے پہلے بھی جاری ہو اور بیہقی کی دوسری روایت یہ ہی کل قرض جر منفعۃ فہو وجہ من وجوہ الربوا یعنی جو قرض نفع کھینچے تو بھی ایک جز
ربوا کی وجوہ سے کذا فی العینی شرح الہدایۃ فلو اودعہ لایکرہ لانہ لو ہلک لایضمن تو اگر روپیہ وغیرہ بقال کے پاس امانت اور ودیعت رکھدے اور اس سے متفرق لیا کرے تو مکروہ نہین
اسلیے کہ اگر روپیہ وغیرہ تلف ہو جاے بقال کے پاس تو ضامن نہین ہم جب ودیعت مین ضمان نہوا تو قرض ثابت نہوا لہذا اجر منفعت مکروہ نہ ٹھہرا وکذا لو شرط ذلک
قبل الاقراض ثم اقرض لم یکرہ اتفاقا قہستانی وشرنبلالیہ اور اسی طرح اگر یہ متفرق لینا قرض دینے سے پہلے شرط کرلیا پھر قرض دیا تو بالاتفاق مکروہ نہین کذا فی القہستانی والشرنبلالیہ ثم
تجنیس اور خزینہ مین اسکی تین صورتین مذکور ہین ایک یہ کہ لینا بطریق تبرع یا خرید کے قرض مین شرط کرے دوسرے یہ کہ شرط نہ کرے لیکن معلوم ہو کہ اسی کے واسطے دیتا ہی یہ دونون
صورتین مکروہ ہین تیسری وجہ یہ ہی کہ قرض دینے سے پہلے شرط کرے بعد اسکے قرض دے تو یہ جائز ہی کہ یہان نفس عقد مین منفعت شرط نہین کذا فی الطحطاوی وکرہ تحریما
اللعب بالنرد اور نرد کھیلنا مکروہ تحریمی ہی ہم یہ کھیل اردشیر بن بابک نے نکالا ہی لہذا اسکو نردشیر کہتے ہین کذا فی القاموس قہستانی نے کہا کہ یہ کھیل شاپور بن اردشیر
کی موضوعات سے ہی اور وہ دوسرا بادشاہ ہی ملوک ساسانیہ سے اور یہ حرام ہی اور مسقط عدالت ہی بالاجماع انتہی اور حرمت نردشیر کی حدیث مرفوع مین ثابت ہی
چنانچہ جامع صغیر مین ہی اور عینی نے اسمین صحیح مسلم سے روایت کی ہی وکذا الشطرنج بکسر اولہ ویحل ولا یفتح الا نادرا اور اسی طرح شطرنج مکروہ ہی شطرنج بکسر
شین معجمہ ہی اور سین مہملہ بھی جائز ہی اور اسکو فتحہ نہین دیا جاتا مگر بقلت ہم ہر چند شطرنج کی حرمت چند احادیث ضعیفہ مین مذکور ہی لیکن عمدہ دلیل اسکی
تحریم پر یہ ہی کہ وہ لہو ولعب ہی اور ان ملاعب ثلثہ سے جنکا استثنا حدیث معتمد مین ثابت ہی خارج کذا فی العینی شرح وقایہ مین ہی کہ شطرنج کھیلنے مین فوت نماز کا منہ ہی
اور عمر ضائع کرنا ہی اور نظر باطل کا ایسا استیلا ہی کہ کھیلنے والے کو بھوک پیاس کی خبر نہین رہتی اور چیز کا کیا ذکر ہی واباحہ الشافعی وابو یوسف رح فی روایۃ ونظمہا
شارح الوہبانیۃ فقال ۔ ولا باس بالشطرنج وہی روایۃ + عن الحبر قاضی الشرق والغرب یوسف + اور شطرنج کو مباح کہا ہی شافعی اور ابو یوسف نے ایک روایت
مین اور اسکو نظم کیا ہی وہبانیہ نے سو یون کہا کہ کچھ مضائقہ نہین شطرنج مین اور ایک روایت ہی منقول علامہ شرق غرب کے قاضی سے

یعنی ابو یوسف سے دونوں اذا لم یقامر ولم یداوم ولم یخل بواجب والا فحرام بالاجماع اور یہ اباحت شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک اُسوقت ہے جبکہ قمار بازی نہ کرے اور ہمیشہ نہ کھیلے اور اداے واجب میں مثلاً جمعہ اور جماعت پنجگانہ میں خلل نہ ڈالے اور نہیں تو سب کے نزدیک حرام ہے وکرہ کل لہو لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم کل لہو المسلم حرام الا ثلثۃ ملاعبتہ اہلہ وتادیبہ لفرسہ ومناضلتہ بقوسہ اور ہر کھیل مکروہ ہے بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے مگر تین کھیل حرام نہیں اپنی زوجہ سے ملاعبت کرنا اور اپنے گھوڑے کو تعلیم اور تادیب کرنا اور اپنی کمان سے تیر اندازی کرنا سبقت کے واسطے ہم لہو اور لعب اور عبث یعنی واحد ہیں کذا فی شرح التاویلات اور حرمت ملاہی قرآن مجید میں بھی مصرح ہے (افحسبتم انما خلقناکم عبثا) یعنی کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ ہم نے تمکو عبث پیدا کیا ہے نسائی کی حدیث مرفوع میں تعلیم سباحت یعنی پانی میں پیرنا بھی حرمت ملاہی سے مستثنیٰ ہے

وکرہ جعل الغل طوق لہ رایۃ فی عنق العبد یعلم بانہ آبق وفی زماننا لا باس بہ لغلبۃ الاباق خصوصاً فی السودان وھو المختار کما فی شرح المجمع للعینی اور کیل والا طوق غلام کے گلے میں ڈالنا جس سے اُسکا بھاگنا ثابت ہو مکروہ ہے اور ہمارے زمانہ میں طوق ڈالنا مکروہ نہیں بسبب کثرت بھاگنے کے خصوصاً حبشی غلاموں میں اور یہی قول مختار ہے چنانچہ عینی کی شرح مجمع میں ہے ہم رایت وہ علامت ہے جو غلام کے گلے میں ڈالے تا معلوم ہو کہ یہ گریختہ ہے اور وہ طوق ہے جسمیں سمار عظیم ہے جو تحریک سر سے مانع ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ قولہ فی دعائہ بمعقد العز من عرشک ولو بتقدیم العین او ذانی یعنی دعا میں یوں کہنا مکروہ ہے کہ بمعقد العز من عرشک اگرچہ عین کی تقدیم ہو قاف پر ہم یہاں دو صورتیں ہیں بمقعد یعنی تقدیم قاف کی عین پر اور معقد یعنی تقدیم عین کی قاف پر سو دونوں طرح مکروہ ہے اسواسطے کہ مقعد مشتق ہے قعود سے تو تمکن عرش پر ثابت ہوا اور حالانکہ یہ قول مجسمہ کا باطل ہے اور معقد بتقدیم عین بھی جائز نہیں اسلیے کہ عرش کو موضع عقد عزت کہنا موہم حدوث ہے اسواسطے کہ عرش قدیم نہیں محدث ہے تو عزت متعلق بعرش بھی حادث ٹھہرے گی حالانکہ عزت رب العالمین قدیم ہے کذا فی العینی للمجمع وعن ابی یوسف رح لا باس بہ وبہ اخذ ابو اللیث رح للاثر اور ابو یوسف سے روایت ہے کہ دعا میں بمعقد العز من عرشک کہنا مکروہ نہیں اور اسی قول کو فقیہ ابو اللیث نے پسند کیا ہے بدلیل اثر کے ہم اثر مذکور بیہقی کی کتاب الدعوات میں عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بارہ رکعت نماز ادا کر رات یا دن میں اور ہر دو رکعت میں تشہد پڑھ اور آخر نماز میں ثناے خداے عز وجل کر اور درود پڑھ اور سجدہ میں سات بار سورہ فاتحہ پڑھ اور آیۃ الکرسی سات بار پڑھ اور (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر) دس بار کہہ پھر یہ دعا کر (اللہم انی اسألک بمعاقد العز من عرشک ومنتہی الرحمۃ من کتابک وباسمک الاعظم وکلماتک التامۃ) پھر اپنی حاجت مانگ پھر اپنا سر اُٹھا پھر داہنے بائیں سلام کر اور احمقوں کو یہ دعا نہ سکھا اسواسطے کہ وہ دعا کرینگے تو قبول ہوگی انتہی ابن جوزی نے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے اور ابن معین اور حبان نے اسکی تکذیب کی کذا فی العینی شرح الہدایہ طحطاوی نے شرح حموی سے نقل کیا ہے اگر لفظ عز کو عرش کی صفت قرار دیجیے نہ صاحب عرش کی تو یہ دعا جائز ہوگی اسواسطے کہ توصیف عرش کی بلفظ کرم اور مجد کے ثابت ہے اور فقیہ ابو اللیث نے جو اسکو اختیار کیا ہے تو اسکی یہی وجہ وجیہ ہے واللہ اعلم بالصواب

والاحوط الامتناع لکونہ خبر واحد فیما یخالف القطعی اذ المتشابہ انما یثبت بالقطعی ہدایہ اور زیادہ تر احتیاط اس دعا کی امتناع میں ہے اسواسطے کہ خبر واحد ہے اس امر میں جو دلیل قطعی کے مخالف ہے اسواسطے کہ متشابہ تو قطعی سے ثابت ہوتا ہے کذا فی الہدایہ ہم یعنی تنزیہ رب العالمین شوائب حدوث اور جسمانیت سے بدلیل قطعی ثابت ہے اور یہ خبر موہم حدوث ہے تو اسکی ترک میں احتیاط ہے بلکہ جب اُسکا موضوع ہونا ثابت ہوا تو ترک واجب ہے

وفی التاتارخانیہ معزیا للمنتقی عن ابی یوسف رح عن ابی حنیفۃ رح لا ینبغی لاحد ان یدعو اللہ الا بہ والدعاء الماذون فیہ المامور بہ ما استفید من قولہ تعالی وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بہا قال وکذا لا یصلی احد علی احد الا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور تاتارخانیہ میں منسوب بمنتقی ابو یوسف سے عن ابی حنیفۃ منقول ہے کہ کسی کو دعا مانگنا لائق نہیں مگر بذریعہ ذات اور صفات اسماء الٰہی کے اور دعاء ماذون فیہ اور مامور بہ وہ ہے جو حق تعالی کے اِس قول سے مستفاد ہے کہ حق تعالی کے اسماء حسنے ہیں سو انہیں اسماء سے دعا کیا کرو کہا اور اسی طرح صلوۃ اور درود کوئی کسی کو

نہ کیے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یعنی بالاستقلال لفظ صلوٰۃ درست نہیں لیکن بالتبع درست ہے (م) خانیہ میں ہے کہ غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تنہا صلوٰۃ کہنا اس طرح کہ (اللھم صل علی فلان) مکروہ ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ملا کر یوں کہنا (اللھم صل علی محمد وعلی آلہ وصحابہ) تو جائز ہے آتی اور ائمہ علیہم السلام پر بالاستقلال صلوٰۃ درست ہے اور سلام بجائے صلوٰۃ کافی ہے کذا فی الطحطاوی وکرہ قولہ بحق رسلک وانبیائک واولیائک او بحق البیت لانہ لاحق للخلق علی الخالق تعالیٰ اور مکروہ ہے یوں کہنا دعا میں بحق رسلک وبحق انبیائک یا بحق بیت اللہ اس واسطے کہ خلق کا کچھ حق ثابت نہیں خلق تبارک وتعالیٰ پر (م) انبیا اور اولیا علیہم السلام کا حق خالق تعالیٰ پر وجوبا ثابت نہیں لیکن تفضلا وکرما ثابت ہے یہاں تک کہ از راہ کرم حق سائلین بھی ثابت ہے چنانچہ حصن حصین میں حدیث ثابت ہے (اللھم انی اسألک بحق السائلین علیک) اور حق سے اگر حرمت وعظمت اور وجاہت مراد لیجیے تو بطریق وسیلہ درست ہے قال تعالیٰ (وابتغوا الیہ الوسیلۃ) کذا فی الطحطاوی بتصرف ولو قال لآخر بحق اللہ او باللہ ان تفعل کذا لا یلزمہ ذلک وان کان الاولی فعلہ (در) اور اگر ایک نے دوسرے سے کہا کہ بحق خدا یا بخدا ایسا کر دو تو اس پر یہ کرنا لازم نہیں اگرچہ ویسا کر دینا بہتر ہے کذا فی الدر یعنی واجب نہیں مستحب ہے (اور طلب کرو طرف اس کے وسیلہ) (د) فی المختارات قال ابن المبارک سال لوجہ اللہ او بحق اللہ یعجبنی ان لا یعطیہ شیئا لانہ عظم ما حقر اللہ (د) مختارات میں ہے کہ عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ ایک شخص نے دوسرے سے صدقہ بذات خدا یا بحق خدا سوال کیا مجکو پسند آتا ہے کہ اسکو کچھ نہ دے اس واسطے کہ اس نے تعظیم کی اس چیز کی جسکو خدا نے حقیر اور ذلیل کیا یعنی دنیا مانگی پروردگار جل شانہ کا نام لے کر طحطاوی نے کہا یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ سوال سائل کا بے ضرورت معلوم ہو وفیہا قراءۃ القرآن والعمل بموجبہ یثاب علی قراءتہ لمن لا یعمل (د) دیکھنے اور مختارات میں ہے کہ قرآن مجید پڑھا اور اس کے موجب عمل نکیا تو پڑھنے کا ثواب پائیگا مانند اس شخص کے کہ نماز پڑھتا ہے اور گناہ کرتا ہے یعنی اگرچہ ترک عمل سے گنہگار ہوگا تو ثواب ہوا ایک جہت سے اور گناہ ہوا دوسری جہت سے فرع مسئلہ الحقہ شارح کا ہل یکرہ رفع الصوت بالذکر والدعاء قیل نعم وتمامہ قبیل جنایات البزازیۃ کیا مکروہ ہے آواز بلند کرنا ذکر اور دعا میں بعضوں نے کہا ہاں مکروہ ہے اور ہے پورا بیان بزازیہ کی کتاب الجنایات کے پہلے مذکور ہے (م) جہر ذکر اور دعا میں اختلاف ہے اور ظاہر اسکا حکم باختلاف احوال ذاکر مختلف ہے استحضار قلب اور عدم استحضار اور ریا اور عدم ریا کے سبب سے کذا فی الطحطاوی وکرہ احتکار قوت البشر کتین وعنب ولوز وکبہائم کتبن وقت فی بلد یضر باہلہ (در) احتکار یعنی بند کر رکھنا آدمی کا قوت چنانچہ انجیر اور انگور اور بادام اور جانوروں کا قوت چنانچہ بھوسہ اور چارہ خشک یا تر مکروہ ہے اس شہر میں جہاں کے لوگوں کو بند رکھنا ضرر پہنچاتا ہے (م) احتکار یعنی حبس طعام او علف گرانی یا قحط کی نیت سے مکروہ تحریمی ہے امام کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جسکا حبس خلق کو مضر ہو وہ احتکار ہے اگرچہ سونا یا چاندی یا کپڑا ہو اور احتکار ثابت ہوتا ہے ۴۰ دن یا مہینہ بھر کے حبس سے اصل یہ ہے کہ طعام کی تجارت بقصد احتکار وانتظار گرانی کے بہتر نہیں لیکن اگر گرانی کی نیت نہو تو بہتر ہے کذا فی الطحطاوی لحدیث الجالب مرزوق والمحتکر ملعون احتکار مکروہ ہے بدلیل اس حدیث کے کہ جالب مرزوق ہے اور محتکر ملعون ہے (م) یہ حدیث بروایت عمر بن الخطاب سنن ابن ماجہ اور اسحاق بن راہویہ اور دارمی اور عبد بن حمید اور ابو علی کی مسانید میں اور بیہقی کی شعب الایمان میں ثابت ہوتا ہے جالب وہ جو غلہ باہر سے خرید کر کے شہر میں بیچنے کو لاوے تو وہ مرزوق یعنی اسکی روزی میں برکت ہے اسلیے کہ لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے دعا مسلمین کے لائق ہے اور قوت کا بند کرنے والا بدخواہ خلائق ہے لہذا مستحق لعنت ہے اصطلاح شرع میں احتکار یہ ہے کہ آدمی اور جانور کا قوت بند کر رکھے اسکو بیچے گرانی کے انتظار سے مہینہ بھر یا زیادہ بشرطیکہ غلہ اسی شہر میں خرید کیا ہو اور لوگوں کو ضرر ہوتا ہو حبس سے یعنی اگر اور مقام سے لا کر غلہ بند کر رکھا ہو شہر میں یا خلق کو حاجت نہو تو وہ احتکار مکروہ نہیں کذا فی العینی فان لم یضر لم یکرہ سو اگر احتکار ضرر نہ کرتا ہو تو وہ مکروہ نہیں (م) ضرر کی صورت یہ ہے کہ شہر چھوٹا ہو اور اگر ضرر نہو اس طرح پر کہ شہر بڑا ہو یعنی جہاں ہر طرف سے غلہ آتا ہو تو وہاں احتکار مکروہ نہیں اسلیے کہ اس نے اپنا مال رکھ چھوڑا بلا مضرت غیر کذا فی الزیلعی ومثلہ تلقی الجلب (در) اور مانند احتکار کے تلقی جلب ہے (م) تلقی جلب یعنی شہر سے نکل کر بیوپاری بھرتی لانے والوں سے غلہ مول لینا اگر مضر ہو شہر والوں کو تو درست نہیں ورنہ نہیں تو درست ہے بشرطیکہ غلہ کے نرخ کو غلہ لانے والوں سے نہ چھپاوے والا تلقی جلب مطلقا مکروہ ہے خواہ اہل شہر کو ضرر ہو یا نہو

کذا فی الہدایہ وشرحہا ویجب ان یامرہ القاضی ببیع ما فضل عن قوتہ وقوت اہلہ فان لم یبع بل خالف امر القاضی عزرہ بما یراہ رادعا لہ وباع القاضی علیہ طعامہ وفاقا علی الصحیح اور یہ واجب ہے کہ جسقدر غلہ محتکر کا زیادہ ہو اسکی اور اسکے گھر والوں کی قوت سے اسکے بیچ ڈالنے کا قاضی حکم دے پھر اگر وہ نہ بیچے بلکہ حکم قاضی کی مخالفت کرے تو قاضی اسکو تعزیر دے جیسا مناسب دیکھے اسکی زجر اور توبیخ کے واسطے اور قاضی اسکا غلہ زبردستی بیچ ڈالے باتفاق امام اور صاحبین رحمہم اللہ کے بقول اصح ہر چند امام کے نزدیک حجر جائز نہیں لیکن درصورت ضرر عام کے درست ہے کذا فی الطحطاوی فی السراج لو خاف الامام علی اہل البلد الہلاک اخذ الطعام من المحتکرین وفرق علیہم فاذا وجدوا سعۃ ردوا مثلہ وہذا لیس بحجر بل للضرورۃ ومن اضطر لمال غیرہ وخاف الہلاک تناولہ بلا رضاہ ونقلہ الزیلعی عن الاختیار واقرہ اور سراج وہاج میں ہے کہ اگر بادشاہ اہل شہر کے ہلاک ہو جانے سے ڈرے تو غلہ بند کرنے والوں سے اناج لیکر اہل شہر کو بانٹ دے پھر جب اہل شہر کو کشایش ہو تو اسکے برابر اناج مالکوں کو پھیر دیں اور یہ لینا بادشاہ کا زبردستی حجر نہیں بلکہ ضرورت کے سبب سے ہے اور جو شخص کہ غیر کے مال کی طرف مضطر ہوا اور اپنے ہلاک ہو جانے سے ڈرے وہ اسکو لے بلا رضامندی مالک کے اور زیلعی نے یہ مسئلہ اختیار سے نقل کیا اور اسکو ثابت رکھا ولا یکون محتکرا بحبس غلۃ ارضہ بلا خلاف وبجلوبہ من بلد آخر خلافا للثانی اور محتکر نہیں ہوتا آدمی اپنی زمین کا غلہ بند کر رکھنے سے باتفاق اور اسکے غلہ کے حبس سے جسکو لایا ہے دوسرے شہر سے برخلاف ابو یوسف کے ہم اپنی زمین کے حبس غلہ سے اسواسطے احتکار نہیں کہ اسکا خالص حق ہے حق عوام اس سے متعلق نہیں تو مثل حق مطلق ہوا اور مجلوب کے حق ہے اسواسطے احتکار نہیں کہ اہل شہر کا حق اس سے متعلق نہیں فقیہ ابو اللیث نے شرح جامع صغیر میں ذکر کیا کہ اسکی تین صورتیں ہیں ایک صورت درست ہے اور دوسری مکروہ اور تیسری میں اختلاف ہے مکروہ صورت یہ ہے کہ شہر میں غلہ مول لے اور نہ بیچے اور لوگوں کو اسکے نہ بیچنے سے ضرر ہوتا ہو اور جو صورت درست ہے وہ یہ ہے کہ اسکی زمین کا غلہ ہو یا دوسرے شہر سے اسکو لے آیا ہو یا شہر ہی میں غلہ خرید لیا ہو لیکن لوگوں کو ضرر نہ ہو اور مختلف صورت یہ ہے کہ شہر کے متصل قریات سے غلہ خرید کرے اور شہر میں بند کر رکھے تو امام کے نزدیک درست ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ اور یہی قول ابو یوسف کا ہے انتہی تو یہ صاحب ہدایہ نے مجلوب کو مکروہ کہا ہے ابو یوسف کے نزدیک سو معلوم نہیں اسواسطے کہ فقیہ ابو اللیث نے اسکو قسم متفق علیہ میں داخل کیا ہے قدوری نے کتاب التقریب میں روایت کی کہ ابو یوسف نے کہا کہ اگر نصف میل سے غلہ لاوے تو وہ احتکار نہیں اور اسی طرح مختصر کرخی میں ہے تو مجلوب بلد آخر ابو یوسف کے نزدیک کیونکر احتکار ہوگا اھ فی العینی شرح الہدایہ مختصرا وعند محمد ان کان یجلب منہ عادۃ کرہ وہو المختار اور محمد کے نزدیک اگر غلہ لانے کی اس شہر سے عادت ہو تو وہاں سے غلہ لاکر بند کر رکھنا احتکار مکروہ ہے اسواسطے کہ تمام شہر کا حق اس سے متعلق ہے اور یہی قول مختار ہے ولا یسعر الحاکم لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تسعروا فان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرازق اور حاکم نرخ مقرر نہ کرے بدلیل قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ نرخ مقرر نہ کرو اسواسطے کہ بالتحقیق اللہ تعالی ہی نرخ ٹھہرانے والا قابض اور باسط رازق ہے یعنی تنگی اور کشایش اناج کی اسی کی طرف سے ہے ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ نرخ گران ہو گیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ان اللہ ہو المسعر القابض الباسط الرازق) میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مطالبہ نہ کرے ظلم کرنے کا نہ خون کا نہ مال کا ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی و بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی سندوں میں اسکو روایت کیا ہے کذا فی العینی الا اذا تعدی الارباب عن القیمۃ تعدیا فاحشا فلیسعر بمشورۃ اہل الرای مگر جبکہ غلہ فروش قیمت میں تعدی فاحش کریں تو حاکم اہل رائے کے مشورہ سے نرخ مقرر کر دے ہم تعدی فاحش کی صورت عینی اور زیلعی وغیرہ نے یہ بیان کی ہے کہ دونی قیمت پر بیع کرتے ہوں وقال المالک علی الوالی تسعیر عام الغلاء اور امام مالک نے کہا کہ حاکم پر گرانی کے سال میں نرخ کرنا واجب ہے ہم تو امام اعظم اور مالک کے مذہب میں لزوم اور عدم لزوم کا فرق ہے یعنی ہمارے مذہب میں نرخ حاکم پر واجب نہیں بصورت تعدی جائز ہے اور مالک کے نزدیک واجب ہے وفی الاختیار ثم اذا سعرہ وخاف البائع ضرب الامام لو نقص لا یحل للمشتری وحیلتہ ان یقول لہ بعنی بما تحب اور اختیار میں ہے پھر جبکہ حاکم نرخ مقرر کرے اور بائع ڈرے حاکم کی ضرب سے اگر اسکے نرخ سے کمی کرے تو مشتری کو وہ غلہ حلال نہیں یعنی مالک کی نارضامندی کے سبب سے تو حیلہ جواز کا یہ ہے کہ مشتری بائع سے کہے کہ میرے ہاتھ تو بیچ جسقدر تو چاہے ہکذا فی العینی عن المحیط ولو اصطلحوا علی سعر الخبز واللحم ووزن ناقصا رجع المشتری بالنقصان

فی الخبز لا اللحم لشهرة سعره عادة بخلاف اللحم اور اگر ایک شہر کے لوگ روٹی اور گوشت کا نرخ مقرر کریں اور بائع کسی شخص کو کم تول دے تو مشتری نقصان پھیر لے روٹی میں نہ گوشت میں اسواسطے کہ عادت یہ ہے کہ روٹی کا نرخ مشہور ہو برخلاف گوشت کے کہ اسمیں شہرت نہیں ہوتی مگر قلت م یہ تفصیل مشتری مسافر پر محمول ہے اور اگر مشتری اس شہر کا رہنے والا ہو تو وہ روٹی اور گوشت دونوں کا نقصان پھیر لے یہ مسئلہ معروف کا لمشروط ہے کذا فی الزیلعی

وغیرہ قلت وافاد ان التسعیر فی القوتین لا غیر وبه صرح العتابی وغیرہ لکنه اذا تعدی ارباب غیر القوتین وظلموا علی العامة فیسعر علیهم الحاکم بناء علی ما قال ابو یوسف ینبغی ان یجوز ذکرہ القهستانی فان ابا یوسف یعتبر حقیقة الضرر کما تقرر فتدبر میں کہتا ہوں اور مصنف نے اشارہ کر دیا کہ حاکم کا نرخ مقرر کرنا انسان اور حیوان کی قوت میں ہے نہ قوت کے سوا اور چیزوں میں اور اسکو صریح بیان کر دیا ہے عتابی وغیرہ نے لیکن اگر غیر قوت کے بائع زیادتی کریں گرانی میں اور لوگوں پر ظلم کریں سو حاکم انپر زبردستی نرخ مقرر کر دے ابو یوسف کے قول پر تو لائق یوں ہے کہ یہ جائز ہو ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اسواسطے کہ ابو یوسف کے نزدیک حقیقت ضرر کا اعتبار ہے قوت میں ضرر ہو یا غیر قوت میں چنانچہ یہ ثابت ہے تو اسکو غور کرے ویکرہ امساک الحمامات ولو فی برجها ان کان یضر بالناس بنظر او جلب اور مکروہ ہے کبوتروں کا رکھنا اگرچہ کبوتر اپنے دربوں میں رہتے ہیں بشرطیکہ لوگوں کو ضرر ہوتا ہو نظر سے یا جلب سے م نظر کا ضرر یہ کہ لوگوں کے مکانات اور عورات پر کبوتر باز کی نظر پڑتی ہو اور جلب یہ کہ اسکے کبوتر کے ساتھ غیر شخص کا کبوتر آتا ہو اور یہ شخص اسکو پکڑ لیتا ہو والاحتیاط ان یتصدق بها ثم یشتریها او توهب له مجتبی اور جو غیر کا کبوتر پکڑ لے اور اسکے مالک کو نجانتا ہو تو احتیاط یہ ہے کہ کبوتر خیرات کر دے محتاج کو پھر اس کو محتاج سے خرید کرے یا اسکو ہبہ کر دیا جائے تصدق کے بعد کذا فی المجتبی م تصدق کی وجہ یہ ہے کہ جب مالک چیز کا معلوم نہو تو اسکا رکھنا حلال نہیں اسکو تصدق کرنا چاہیے مالک کے ثواب رسانی کی نیت سے

فان کان یطیرها فوق السطح مطلعا علی عورات المسلمین ویکسر زجاج الناس برمیه تلک الحمامات عزر ومنع اشد المنع فان لم یمتنع بذلک ذبحها ای الحمامات المحتسب پھر اگر کبوتر باز انکو اڑاتا ہو چھت کے اوپر جھانکتا عورات مسلمین کو اور توڑتا لوگوں کے شیشے کبوتروں کے مارنے اور ہانکنے سے تو تعزیر دیا جائے اور نہایت سختی سے منع کیا جائے پھر اگر باوجود اسکے باز نہ رہے تو کبوتروں کو محتسب ذبح کر ڈالے وصرح فی الوهبانیة بوجوب التعزیر وذبح الحمامات ولم یقیده بما مر ولعله اعتمد علی عادتهم اور وہبانیہ میں وجوب تعزیر اور ذبح کر ڈالنے کبوتروں کی تصریح کی ہے اور قید نہیں لگائی اطلاع عورات اور شیشے توڑنے کی اور شاید کہ اسنے انکی عادت پر اعتماد کیا یعنی صاحب وہبانیہ کے زمانے میں اکثر جھانکنے اور پتھر پھینکنے کی عادت ہوگی لہذا انسے اس قید لگانے کی حاجت نہ دیکھی واما الاستیناس فمباح کشراء عصافیر لیعتقها ان قال من اخذها فهی له ولا تخرج عن ملکه باعتاقه وقیل یکره لانه تضییع المال جامع الفتاوی اور کبوتر کا پالنا دفع وحشت اور جی لگانے کے واسطے ہے تو مباح ہے جیسے گنجشک خرید کر نا چھوڑ دینے کیواسطے مباح ہے بشرطیکہ چھوڑنے کے وقت یوں کہا کہ انکو پکڑ لے تو وہ اسی کے ہیں اور چھوڑ دینے سے اسکی ملک سے باہر نہیں ہو جاتے یعنی تا وقتیکہ دوسرا شخص انکو پکڑ نہ لے اور بعضوں نے کہا کہ گنجشک خرید کر کے چھوڑنا مکروہ ہے اسواسطے کہ مال کا ضائع کرنا ہے کذا فی جامع الفتاوی وفی المختارات سیب دابته قال هی لمن اخذها لم یاخذها من اخذها درر فی الحج اور مختارات میں ہے کہ اپنا جانور ایک شخص نے چھوڑ دیا مطلق الضمان کر دیا اور کہا یہ اسکا مملوک ہے جو اسکو پکڑ لے تو اسکے پکڑ رکھنے والے سے چھوڑ دینے والا نہ لے اور کتاب الحج میں یہ مسئلہ گذر گیا وجاز رکوب الثور وتحمیله والکراب علی الحمیر بلا جهد وضرب اذ ظلم الدابة اشد من ظلم الذمی وظلم الذمی اشد من ظلم المسلم اور سوار ہونا بیل پر اور اسکا لادنا اور گدھوں سے کھیت جوتنا بدون مشقت شدید اور مارنے کے جائز ہے اسواسطے کہ ظلم جانور کا سخت تر ہے کافر ذمی کے ظلم سے اور ذمی کا ظلم سخت تر ہے مسلمان کے ظلم سے م یعنی مافوق طاقت مشقت لینا جانور سے اور اسکو بہت مارنا ظلم شدید ہے وجہ شدت یہ ہے کہ جانور کا کوئی ناصر اور حامی نہیں سوائے خدائے تعالی کے روایت میں وارد ہے کہ سخت تر غضب اللہ تعالی کا اس شخص پر ہے جسنے ظلم کیا ایسے پر جسکا کوئی مددگار نہیں سوائے اللہ تعالی کے اور ظلم ذمی ظلم مسلم سے اسواسطے سخت تر ہے کہ وہ شدت طلب کرے گا اپنے ظلم پر تاکہ اسکے ساتھ عذاب میں شریک رہے کذا فی الطحطاوی ولا باس بالمسابقة فی الرمی

والفرس والبغل والحمار کذا فی الملتقی والمجمع واقرہ المصنف خلافا لما ذکرہ فی مسائل شتی فتنبہ والابل و علی الاقدام لانہ من اسباب الجہاد فکان مندوبا
اور کچھ مضائقہ نہیں باہم سبقت لیجانے کا تیراندازی اور گھوڑا اور اونٹ دوڑانے میں اور پیادوں کے دوڑنے میں اسواسطے کہ امور مذکورہ جہاد کے
اسباب سے ہیں تو مسابقت مستحب ہوگی ملتقی اور مجمع میں کہا کہ خچر اور گدھے کی مسابقت بھی درست ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں بھی اسکو ثابت رکھا
اور مسائل شتے میں اسکے مخالف ذکر کیا ہے تو خبردار رہنا مسائل شتے میں حلت مسابقت گھوڑے اور اونٹ اور اقدام اور تیراندازی میں منحصر کی ہے
وعند الثلثۃ لایجوز فی الاقدام ای بالجعل اور ائمہ ثلثہ یعنی مالک اور شافعی اور احمد کے نزدیک اقدام میں مسابقت جائز نہیں یعنی مال شرط کرکے درست نہیں
وامابدونہ فیباح فی کل الملاعب کما یاتی اور بلاشرط مال کے تو مسابقت مباح ہے سب ملاعب اور ملاہی میں چنانچہ آگے آویگا ہم ظاہر یہ کلام ائمہ ثلثہ کے کلام
مرتبط ہے اور مضمون آئندہ اسکا مفہوم ہے کہ یہ کلام ہے اہل مذہب کا کذا فی الطحطاوی حل الجعل وطاب لانہ یصیر مستحقا ذکرہ البرجندی وغیرہ وعللہ البزازی بانہ لایستحق
بالشرط شیئا لعدم العقد والقبض انتہی ومفادہ لزومہ بالعقد کما یقول الشافعیۃ فتنبہ مسابقت کا مال مشروط حلال اور طیب ہے اور یہ نہیں کہ وہ مستحب مستحق ہوجاتا ہے
کہ حاکم زبردستی دلادے ایسا ذکر کیا ہے برجندی وغیرہ نے اور بزازی نے اسکی علت بیان کی ہے کہ شرط سے کوئی چیز مستحق نہیں ہوتی بسبب نہونے عقد اور قبض کے
انتہی کلام البزازی اور یہ کلام لزوم مال مشروط کا مفید ہے عقد ہونے کے سبب سے چنانچہ شافعی مذہب کہتے ہیں تو اسکو دیکھ سمجھ لے یعنی عقد یا قبض سے استحقاق
ان شرط المال فی المسابقۃ من جانب واحد مسابقت کا مال مشروط حلال ہے اگر مسابقت میں ایک جانب سے
مال ثابت ہوگا تو حاکم زبردستی دلاویگا
مال کی شرط کی ہو مثلاً حامد نے محمود سے کہا کہ اگر میرا تیر سبقت کرے تیرے تیر سے یا میرا گھوڑا یا اونٹ آگے بڑھ جاوے تیرے گھوڑے اور اونٹ سے تو میں سو
سو درہم تجھسے لونگا اور اگر تیری طرف سبقت ہوگی تو میں کچھ نہ دونگا وحرم لو شرط فیہا من الجانبین لانہ یصیر قمارا اور مسابقت کا مال مشروط حرام ہے اگر مسابقین
دونوں جانب سے مال مشروط ہوا ہو اسواسطے کہ یہ قمار اور جوا ہوگیا اسلئے کہ قمار وہ ہے جسمیں جانبین برابر ہوں احتمال غرامت (نقصان اٹھانا) میں کذا فی الزیلعی الا اذا ادخلا ثالثا
محللا بینہما بفرس کفو لفرسیہما یتوہم ان یسبقہما والالم یجز ثم اذا سبقہما اخذ منہما وان سبقاہ لم یعطہما وفیما بینہما ایہما سبق اخذ من صاحبہ جانبین کا مال مشروط حرام ہے
مگر اس صورت میں حرام نہیں جبکہ دونوں نے تیسرے شخص محلل کو اپنے درمیان داخل کرلیا بشرطیکہ اسکا گھوڑا دونوں شخصوں کے گھوڑے سے اسطرح برابر ہو کہ اسکا آگے
بڑھ جانا دونوں گھوڑوں سے ممکن ہو اور اگر اسکا گھوڑا ایسا نہو تو ایک کو دوسرے کا مال حلال نہیں پھر اگر تیسرا محلل آگے بڑھ گیا تو دونوں شخصوں سے مال مشروط
لے اور اگر دونوں شخص تیسرے سے بڑھ گئے تو تیسرا انکو کچھ نہ دیگا اور دونوں شخص آپسمیں جو بڑھ جاویگا وہ اپنے ساتھی دوسرے سے لیگا امام محمد نے کتاب میں کہا کہ ثالث
کو اسوقت جواز کا حیلہ ہوگا جبکہ اسکا سابق اور مسبوق ہونا متوہم ہو اور اگر اسکی سبقت دونوں سے متیقن ہو یا اسکا مسبوق ہونا یقینی ہو تو جائز نہیں عالمگیری
میں ہے کہ جب جانبین نے محلل کو فیمابین اپنے داخل کیا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر تو سبقت کرے مجھپر تو تیرے واسطے اتنا مال ہے اور اگر میں سبقت کروں تو میں اتنا
لوں اور اگر تیسرا سبقت کرے تو کچھ نہ پاوے اور خلاصہ میں ہے کہ جانبین نے تیسرے کو داخل کیا اور تیسرے سے کہا کہ اگر تو ہم دونوں پر سبقت کرے تو دونوں کا مال مشروط
تیرا ہے اور اگر ہم تجھپر سبقت کریں تو ہم کچھ نہ لیں تو از راہ استحسان یہ جائز ہے انتہی اس سے معلوم ہوا کہ ادخال ثالث کی دو صورتیں ہیں زیلعی نے کہا وجہ جواز یہی
کہ ثالث پر کچھ غرامت نہیں قطعاً و یقیناً ہر تقدیر پر اسمیں تو فقط یہی احتمال ہے کہ پاوے یا نپاوے تو اس سبب سے قمار ہونا ثابت نہوا تو گویا ایک ہی جانب سے مشروط ہوئی
اسواسطے کہ قمار وہی ہے جسمیں جانبین احتمال غرامت میں مساوی ہوں کذا فی الطحطاوی وکذا الحکم فی المتفقہۃ فاذا شرط لمن معہ الصواب صح وان شرطاہ لکل علی صاحبہ لادرر
ومجتبی اور اسیطرح کا حکم ہے فقیہوں کی مسابقت میں سو جبکہ مال شرط ہو اسکے واسطے جسکے ساتھ صواب اور حق ہے تو صحیح ہے اور اگر دونوں نے مال شرط کیا ہر شخص کے واسطے دوسرے
ساتھی پر تو صحیح نہیں کذا فی الدرر والمجتبی جب صاحب حق کے واسطے مال مشروط ہوا تو یہ قمار کی صورت ہے اسواسطے کہ احتمال زیادت و نقصان ہر شخص میں موجود ہے بلکہ
حالت مال میں یہ صورت ہے کہ مال مثلاً زید کو دیا جاوے اگر حق گوئی اسکی جانب ظاہر ہو اور اگر دوسرے کی طرف حق گوئی ثابت ہو تو وہ کچھ نہ پاوے یا تیسرے

قضیہ کو دو شخص کریں اگر مسئلہ تین صورت کا محتمل ہو اور مال تیسرے کے واسطے مقرر کریں اگر اسکی حق گوئی ظاہر ہو اور اگر دونوں میں سے ایک شخص کی حق گوئی ثابت ہو تو تیسرے پر کچھ نہیں کذا فی الطحطاوی والمضمار عبارت لیست ببدعة الا الملهی فمکروه برجندی اور کشتی کرنا بدعت نہیں مگر بقصد بازی ولہو لعب کے تو مکروہ ہی کذا فی الرحمیہ وکم جواہر فتاوی میں ہی کہ کشتی بدعت نہیں مگر بقصد بازی مکروہ ہی منع کرنا چاہیے اور اگر بقصد تحصیل قوت کے ہو تاکہ بسبب جہاد کرنے پر قدرت حاصل ہو تو جائز بلکہ ثواب پاویگا واما السباق بلا جعل فیحل فی کل شیء کما یاتی اور باہم سبقت کرنا بدون اشتراط مال کے تو ہر چیز میں حلال ہی چنانچہ مسائل شتی میں آویگا وعند الشافعیة المسابقة بالاقدام والطیر والبقر والسباحة والصولجان والبندق والسفن ورمی الحجر واشالته بالید والشباک والوقوف علی رجل ومعرفة ما بیده من زوج او فرد واللعب بالخاتم وكذا یحل کل لعب خطر لحاذق تغلب سلامته کرمی لرام وصید لحیة ویحل التفرج علیهم حینئذ وحدیث حدثوا عن بنی اسرائیل یفید حل سماع الاعاجیب والغرائب من کل ما لا یتیقن كذبه بقصد الفرجة لا الحجة بل وما یتیقن كذبه لكن بقصد ضرب الامثال والمواعظ وتعليم نحو الشجاعة على السنة آدميين او حيوانات ذكره ابن حجر اور شافعی مذہبوں کے نزدیک مسابقت حلال ہی قدموں سے اور پرندہ اور بیل اور پانی میں تیرنے اور چوگان اور غلیلہ اندازی اور سفن اور پتھر پھینکنے اور زمین سے ہاتھ سے اٹھاونے اور انگلیاں قینچی کرکے پنجہ کرنے اور ایک پاؤں پر کھڑے ہونے اور بوجھنے میں کہ دوسرے شخص کے ہاتھ میں کیا ہی جفت یا طاق اور انگوٹھی سے بازی کرنے میں اور اسی طرح حلال ہی ہر بازی خطرناک ماہر تجربہ کار کو جسکا سلامت رہنا خطرے سے اکثری امر ہی چنانچہ تیر اندازی تیر انداز کو اور سانپ کا پکڑنا افسونگر کو اور اس وقت میں تماشا دیکھنا بھی حلال ہی اور یہ حدیث کہ بات نقل کرو بنی اسرائیل سے اسکے مفید ہی کہ عجائب وغرائب کی سماعت کرنا تمام ان حکایات سے جسکا کذب بالیقین ثابت نہیں درست ہی انبساط خاطر کے واسطے بلکہ جسکا کذب یقینی ہی اسکی بھی سماعت حلال ہی لیکن ضرب المثل اور نصائح کی نیت سے اور شجاعت وغیرہ کی تعلیم کے واسطے آدمیوں یا جانوروں کی زبان سے چنانچہ کتاب کلیلہ ودمنہ اور طوطی نامہ ہی ایسا ذکر کیا ہی ابن حجر شافعی نے ہم طحطاوی نے کہا میں نہیں جانتا فروع شافعی کے ذکر کرنے کی وجہ یہاں اسکا ذکر کرنا اس وہم میں البتہ ڈالتا ہی کہ قواعد حنفیہ بھی اسی کو مقتضی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہی بلکہ قواعد مذہب اسکے مقتضی ہیں کہ اکثر امور مذکورہ چنانچہ چوگان وغیرہ حرام لہو ہیں واللہ اعلم فقیہ ابو اللیث نے کہا کہ قصہ خوانی تین طرح ہی ایک یہ کہ مضمون اسکا علم کا ہو تو وہ بہتر ہی سو رہنے سے دوسرے یہ کہ حکایات کاذبہ اور مضحکہ (ہنسانے والی ۱۲) ہو تو وہ مکروہ ہی تیسرے یہ کہ دفع وحشت کیواسطے بات چیت ہو اور دروغگوئی اور قول باطل سے اجتناب ہو تو اسکا مضائقہ نہیں لیکن ترک اسکا افضل ہی اور جب ایسا کریں تو لائق ہی کہ آخر کو ذکر اللہ اور تسبیح اور استغفار کی طرف رجوع کریں تا امر خیر پر خاتمہ ہو اور شعر وہم پر تانہ وغیر ذلک کو پوچھنا قول مختار یہ ہی کہ اسکے پوچھنے میں اور خبر دینے میں مضائقہ نہیں چنانچہ خلاصہ میں ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ سماع اکاذیب حلال نہیں اور آگے مذکور ہوگا کہ جن قصوں کی کچھ اصل نہیں وہ مکروہ ہیں کذا فی الطحطاوی ویستحب قلم اظافیره الا المجاهد فی دار الحرب فیستحب توفیر شاربه واظفاره یوم الجمعة وكونه بعد الصلوة افضل الا اذا اخره الیه تاخیرا فاحشا فیکره لان من کان ظفره طویلا کان رزقه ضیقا اور جمعہ کے دن ناخن ترشنا مستحب ہی مگر غازی کو دار الحرب میں سو اسکو مونچھیں اور ناخن بڑھانا مستحب ہی اور ناخن ترشنا بعد نماز جمعہ افضل ہی مگر جبکہ جمعہ کے دن تاخیر کی ہو بہت سی تاخیر کرکے اس طرح پر کہ جمعہ پر رکھیں رکھنا مکروہ ہی اسواسطے کہ جسکا ناخن دراز ہوگا اسکا رزق تنگ ہوگا امر لائق یوں ہی کہ ناخن تراشے اور بال مونڈے ہوئے زمین کے اندر دفن کر دے اور اگر انکو پھینک دے تو مضائقہ نہیں اور اگر پاخانہ یا غسل خانہ میں پھینک دے تو مکروہ ہی اسواسطے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہی کذا فی الخانیة عنایہ میں ہی کہ چار چیزیں دفن کرنا چاہیے ناخن اور بال اور خون اور لتہ حیض کا وفی الحدیث من قلم اظافیره یوم الجمعة اعاذه الله من البلایا الی الجمعة الاخری وزیادة ثلثة ایام اور حدیث میں ہی کہ جو شخص اپنے ناخن کاٹے جمعہ کے دن تو حق تعالی اسکو بلایا سے محفوظ رکھے دوسرے جمعہ تک اور تین دن اور زیادہ کذا فی الدرر وعنه صلی الله علیه وسلم من قلم اظفاره مخالفا لم ترمد عینه ابدا العینی کقول علی رضی الله عنه قلموا اظفارکم بالسنة والادب یمینها خوابس یسارها [illegible] وتمامه فی مفتاح الصلوة اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہی کہ جو اپنے ناخن مخالف تراشے اسکی آنکھ کبھی نہ جوش کرے یعنی علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے مانند کہ [illegible]

ناخن کٹانا سنت اور ادب سے داہنا ہاتھ خوابس اور بایان اوخسب ہی اور اسکا بیان اور پورا ذکر منتاح السعادۃ مین ہی ہم اس بیت مین ہر طرف سے انگلی کے نام
کی طرف اشارہ ہی تو خا ؤ حجمہ سے مراد ہی خنصر اور واو سے وسطی اور الف سے ابہام اور با سے بنصر اور سین سے سبابہ اور بائین ہاتھ مین علی ہذا القیاس اور آگے
معلوم ہوگا کہ یہ نسبت علی مرتضی رض کی طرف باطل اور موضوع ہی وفی الشرح الغزنویۃ وروی انہ صلی اللہ علیہ وسلم بدأ بمسبحۃ الیمنی الی الخنصر
ثم بخنصرہ الیسری الی الابہام وختم بابہام الیمنی وذکر لہ الغزالی فی الاحیاء وجہا وجیہا اور شرح غزنویہ مین اور مروی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے ناخن تراشنا داہنے ہاتھ کے کلمہ شہادت کی انگلی سے شروع کیا چھنگلی تک پھر بائین ہاتھ سے شروع کیا داہنے ہاتھ کے انگوٹھے تک اور ختم کیا داہنے
ہاتھ کے انگوٹھے پر اور امام غزالی نے احیاء العلوم مین اسکی وجہ معقول بیان کی ہی ہم وجہ مذکور یہ ہی کہ داہنا ہاتھ بائین سے بلا اشتباہ افضل ہی اور داہنے ہاتھ مین
کلمہ شہادت کی انگلی بلا ریب افضل ہی تو اسی سے ابتدا کرنا بہتر ٹھہرا پھر اسکی جانب یمین وسطی ہی اور اسکے یمین بنصر اور اسکے یمین خنصر ہی پھر جب اپنے ہاتھ اور بائین
ہاتھ کی انگلیون کو ملا لیے تو بائین ہاتھ کی خنصر جانب یمین ہی علی ہذا القیاس تا ابہام یمنی اور یمین افضل ہی شمال سے لہذا اختتام ہوا ابہام یمنی پر واللہ اعلم ولم یثبت فی اصابع
الرجل نقل والاولی تقلیمہا کتخلیلہا اور پاؤن کی انگلیون مین روایت ثابت نہین اور بہتر ہی پاؤن کے ناخن ترشنا اسکے خلال کرنے کی مانند یعنی ابتدا کرنا خنصر یمنی سے
اور اختتام خنصر یسری پر قلت وفی المواہب اللدنیۃ قال الحافظ ابن حجر انہ یستحب کیف ما احتاج الیہ ولم یثبت فی کیفیتہ شیء ولا فی تعیین یوم لہ عن النبی صلی اللہ علیہ و
سلم مین کہتا ہون اور مواہب لدنیہ مین ہی کہا حافظ حدیث ابن حجر عسقلانی نے کہ ناخن تراشنا مستحب ہی جسطرح کہ اسکی حاجت ہو اور اسکی کیفیت مین
کچھ روایت ثابت نہین اور اسکے واسطے روز مقرر کرنے مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت صحیح ثابت نہین ہم تقلیم اظفار وغیرہ مین جو احادیث مذکور ہوتین
محدثین اور فقہاء محققین کے نزدیک لائق اعتماد کے نہین وما یعزی من النظم فی ذلک للامام علی ثم لابن حجر قال شیخنا انہ باطل اور کیفیت تقلیم اظفار مین جو نظم مذکور کہ
امیر المومنین علی مرتضی کی طرف پھر ابن حجر کی طرف منسوب ہی ہمارے استاد خیر الدین رملی نے کہا کہ وہ باطل اور موضوع ہی **ویستحب حلق عانتہ وتنظیف
بدنہ بالاغتسال فی کل اسبوع مرۃ** والافضل یوم الجمعۃ وجاز فی کل خمسۃ عشر وکرہ ترکہ وراء الاربعین مجتبی اور موے زہار کا مونڈنا اور اپنا بدن پاک
صاف کرنا غسل کرنے سے مستحب ہی ہر ہفتہ مین ایکبار اور جمعہ کا دن اسکے واسطے افضل ہی اور جائز ہی ہر پندرہ دن مین اور ترک کرنا حلق اور اغتسال کا چالیس دن سے
زیادہ مکروہ ہی کذا فی المجتبی ہم یعنی مکروہ تحریمی چنانچہ مجتبی کی اس عبارت سے نکلتا ہی کہ بعد اربعین اسمین کچھ عذر نہین اور وہ وعید کا مستحق ہی غرائب مین ہی
کہ حلق عانہ زیر ناف سے شروع کرے اور نورہ لگا کر موے زہار دفع کرنا بھی جائز ہی اور بغل کے بال دور کرنا اکھاڑنے اور مونڈنے سے درست ہی لیکن اکھاڑنا افضل
ہی قنیہ مین ہی کہ سینہ اور پشت کے بال مونڈنے مین ترک ادب ہی کذا فی الطحاوی وفیہ حلق الشارب بدعۃ وقیل سنۃ ولا باس بنتف الشیب واخذ اطراف اللحیۃ والسنۃ
فیہا القبضۃ اور مجتبی مین ہی کہ مونچھ کا مونڈنا بدعت ہی اور قول ضعیف یہ ہی کہ سنت ہی اور مضائقہ نہین ہی سپید بال کے اکھاڑ ڈالنے اور اطراف ریش کے
کتر ڈالنے مین اور ڈاڑھی مین قبضہ بھر رکھنا سنت ہی ہم محیط سرخسی مین ہی کہ سنت یہ ہی کہ مرد اپنی ڈاڑھی قبضہ مین پکڑے جسقدر قبضہ سے باہر ہو اسکو قطع کرے
ایسا ذکر کیا ہی محمد نے کتاب الآثار مین امام اعظم رح سے محمد نے کہا اسی قول کو ہم لیتے ہین انتہی مجتبی مین ہی کہ اتنا مونچھون کا کترنا کہ لب بالا کے کنارے
کے ساتھ برابر ہو جاوین یہ سنت ہی بالاتفاق انتہی غرائب مین ہی کہ نتف فنیکین یعنے زیر لب کے دونون طرف کے بال اکھاڑنا بدعت ہی قنیہ مین ہی کہ ناک کے
بال اکھاڑنا مورث آکلہ ہی کذا فی الطحاوی وفیہ قطعت شعر راسہا اثمت ولعنت زاد فی البزازیۃ وان باذن الزوج لانہ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ولذا یحرم علی الرجل
قطع لحیتہ والمعنی المؤثر التشبہ بالرجال انتہی اور مجتبی مین ہی کہ عورت نے اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے تو وہ گنہگار ہی اور مستحق لعنت ہی بزازیہ مین اتنا زیادہ
کیا اگرچہ عورت نے اپنے شوہر کے اذن سے بال کاٹے ہون اسواسطے کہ مخلوق کی طاعت خالق کے گناہ مین جائز نہین اور اسیواسطے حرام ہی
دوسرے مرد کی ڈاڑھی کا [illegible] مردون کی حرمت مین مشابہت پیدا کرنا ہی مردون سے اور عورت کی تشبیہ بہرحال جائز نہین ہی اسے
[illegible]

ما فى الذخيرة فكانت صلاة من راسه فى الوهبانية قال سوى ذلك فسل ما تحت الرأس فى بعض حجة حجب بعضهم الجواز تعبيره میں کہتا ہوں اور سر مونڈنے کو تو وہبانیہ میں
اباحت کہا ہے بعضوں سے ذکر کیا ہے پس بہتر ہے مستحب نہ ہو اور بعضے اسکو جائز کہتے ہیں۔ مستحب رجل تعلم علم الصلوة او نحوه ليعلم الناس و آخر ليعمل به فالاول
افضل لانه متعد ایک مرد کہ نماز یا اسکے مانند علم دین سیکھتا ہے تا لوگوں کو تعلیم کرے اور دوسرا شخص ایسا سیکھتا ہے تا اسپر عمل کرے تو پہلا شخص افضل ہے اسواسطے
کہ اسکے علم سے فائدہ غیروں کو بھی پہنچتا ہے اور دوسرے کا فائدہ اسی کی ذات کو مخصوص ہے اول غیر کو نفع دیتا ہے اور ثانی اپنی خیر چاہتا ہے درر مذاكرة العلم
ساعة خير من احياء الليلة اور روایت میں آیا ہے کہ باہم علم کا ذکر کرنا ایک ساعت بہتر ہے ایک رات کی عبادت سے یعنی بشرط حسن نیت ہو عالمگیری میں ہے کہ علم اور فقہ
کی طلب فرض ہے اور جبکہ نیت صحیح ہو تو سب نیک اعمال سے افضل ہے اور اسیطرح زیادت علم کا اشتغال بشرط صحت نیت افضل ہے اسواسطے کہ اسکا فائدہ عام تر ہے
لیکن اس شرط سے کہ اس سے دخل نہ ہوں نقصان و تفع ہو اور صحت نیت یہ کہ رضاے حق تعالی اور آخرت کا قصد کرے نہ طلب دنیا اور جاہ اور حشمت کا اور
اگر خروج من الجہل اور نفع خلق اور احیاء علم کا ارادہ کرے تو بعضوں کے نزدیک یہ بھی صحت نیت میں داخل ہے کذا فی ذخیرة الکردری اور اگر تصحیح نیت پر قادر نہو تو
بھی علم سیکھنا ترک علم سے بہتر ہے علم چند قسم ہے لیکن فقہ افضل ہے تو تعلیم فقہ پر اہتمام زیادہ کرنا چاہیے جب فقہ سیکھ چکے تو سزاوار یہ ہے کہ علم زہد اور کلام حکماء دین اور شمائل
صالحین میں نظر کرے طلب علم بقدر ضرورت دین و دنیا فرض ہے سواے اسکے فرض نہیں ہے اگر اس سے زیادہ علم حاصل کیا تو افضل ہے اور اگر ترک کیا تو گناہ نہیں علم تین قسم ہے ایک
تو علم نافع جسکا حاصل کرنا واجب ہے وہ معرفت معبود کا علم ہے بعد اسکے علم حلال اور حرام اور امر و نہی کا علم اور جسکے واسطے انبیا علیہم السلام مبعوث ہوے تیسرا
علم وہ ہے جس سے پرہیز کرنا واجب ہے یعنی علم سحر اور علم فلسفہ اور طلسمات و علم نجوم مگر بقدر معرفت اوقات نماز پنجگانہ اور طلوع فجر اور سمت قبلہ اور رویت ہلال کے
درست ہے اور ایک علم اور ہے جسکا نفع آخرت میں نہیں وہ علم جدل اور مناظرہ کا ہے تو اسکے اشتغال میں عمر کا ضائع کرنا ہے غرض اس سے الزام خصم ہے نہ اظہار حق
کذا فی الطحطاوی مختصراً وله الخروج لطلب العلم الشرعى بلا اذن والديه لو ملتحيا وتمامه فى الدرر اور نوجوانوں کو علم شرعی کی طلب کے واسطے سفر کرنا اپنے والدین کے
بلا اذن درست ہے اگر وہ داڑھی والا ہو اور پورا بیان درر میں ہے اور اگر امرد ہو تو والدین کو منع کرنا درست ہے اور مراد علم شرعی سے وہ علم کلام اور مانند اسکے جو
ہذیان فلاسفہ اور انکے اباطیل سے مملو ہے نہ انتہی ما فی الدرر واذا كان الرجل يصوم ويصلي ويضر الناس بيده ولسانه فذكره بما فيه ليس بغيبة حتى
لو اخبر السلطان بذلك ليزجره لا اثم عليه اور جبکہ ایک شخص نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو اور لوگوں کو تکلیف دیتا ہو اپنے ہاتھ اور زبان سے تو اسکی برائی کا
ذکر کرنا غیبت نہیں یہاں تک کہ اگر حاکم کو اسکی خبر دے تاکہ وہ اسکو ڈانٹے تو مخبر پر کچھ گناہ نہیں جو اسکی بدگوئی اسوجہ سے غیبت میں نہیں کہ وہ گناہ کو علانیہ کرتا ہے
اور جس گناہ کو چھپاتا ہو تو اسکا ذکر کرنا غیبت میں داخل ہے وقالوا ان علم ان اباه يقدر على منعه اعلمه ولو بكتابة والا لا كيلا تقع العداوة وتمامه فى الدرر اور فقہا نے
کہا کہ اگر جانے کہ اسکا باپ اسکے منع کرنے پر قادر ہے تو اسکو آگاہ کردے اگرچہ اعلام لکھ بھیجنے سے ہو اور اگر وہ منع پر قادر نہو تو آگاہ نہ کرے تاکہ باپ اور بیٹے
میں عداوت نہ پڑ جاوے اور پورا اسکا بیان درر میں ہے وكذا لا اثم عليه لو ذكر مساوى اخيه على وجه الاهتمام لا يكون غيبة انما الغيبة ان يذكر
على وجه الغضب يريد السب اور اسیطرح اسپر گناہ نہیں اگر اپنے بھائی مسلمان کی برائیاں ذکر کرے بطریق اہتمام اور افسوس کرنے کے اور اسکا بیان غیبت
نہیں غیبت تو یہی ہے کہ عیب ذکر کرے بوجہ غضب کے دشنام اور تحقیر اور عیب جوئی کا قصد کرکے ولو اغتاب اهل قرية فليس بغيبة لانه لا يريد به كلهم بل بعضهم وهو مجهول خانية
فيباح غيبة مجهول ومتظاهر بقبيح ولمصاهرة ولسوء اعتقاد تحذيرا منه ولشكوى ظلامة للحاكم شرح وهبانية اور اگر ایک گانوں والوں کی غیبت کرے تو وہ غیبت محرمہ
نہیں ہے اسواسطے کہ اس بدگوئی سے وہ سب رہنے والوں کا ارادہ نہیں کرتا ہے بلکہ بعض لوگوں کا قصد رکھتا ہے اور وہ بعض مجہول ہیں غیبت نہیں کذا فی الخانیة تو غیبت
مباح ہے پانچ شخصوں کی ایک تو شخص غیر معین کی دوسری جو علانیہ گناہ کرتا ہے تیسری مصاہرت یعنی ناتا رشتہ کرنے کی وجہ سے چوتھی بد اعتقادی کے سبب تاکہ وہ عقیدہ
فاسدہ سے باز رہے پانچویں حاکم کے سامنے اپنی مظلومی کی شکایت سے کذا فی شرح الوہبانیة مصاہرت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کہیں نکاح کا ارادہ کیا اور

دوسرے سے مشورہ لیا تو اُسکے عیب کا بیان کردینا درست ہے اور اسی طرح اگر معاملہ یا اسکے ساتھ سفر کا ارادہ کیا یا کوئی چیز خرید کرنے کا قصد کیا اور وہ اسکا عیب
نہیں جانتا ہے تو صاحب مشورہ کو عیب بیان کرنا درست ہے اور اسی طرح روات اور شیوخ میں مجروحین کی جرح جائز ہے تا مسلمین شر سے محفوظ رہیں اور جیسے حاکم سے
بیان کرنا ظلم ظالم کا درست ہے ویسے مفتی سے اس طرح فتوی پوچھنا درست ہے کہ مجھپر فلانے شخص نے یہ ظلم کیا یا میرا زوج ایسا کرتا ہے اسکا شرع میں کیا حکم ہے اور تعیین کیواسطے
القاب مشہورہ کا ذکر کرنا جیسا کہ فلانا چپڑا یا لنگڑا درست ہے یہ غیبت میں داخل نہیں کذا فی الطحطاوی مختصراً وکما تکون الغیبۃ باللسان صریحاً تکون ایضاً بالفعل
وبالتعریض وبالکتابۃ وبالحرکۃ وبالرمز وبغمز العین والاشارۃ بالید وکل ما یفہم منہ المقصود فہو داخل فی الغیبۃ وہو حرام اور جیسے صریحاً زبان سے غیبت
ہوتی ہے ویسے ہی فعل سے اور تعریض یعنی قول غیر صریح سے اور لکھنے اور حرکت سے اور اعضا کے اشارہ کرنے سے بھی غیبت ہوتی ہے اور جس چیز سے مقصود مفہوم ہو سو وہ غیبت

میں داخل اور وہ حرام ہے جیسے غیبت فعلی جیسے کسی کے قد اور افعال کی نقل کرنا اور تعریض جیسے یوں کہنا کہ میں طفیلی نہیں ہوں ومن ذلک ما قالت عائشۃ رضی اللہ
عنہا دخلت علینا امرأۃ فلما ولت اومات بیدی انہا قصیرۃ فقال صلی اللہ علیہ وسلم اغتبتہا اور منجملہ غیبت فعلی کے وہ روایت ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے
کہا کہ ایک عورت ہمارے پاس آئی پھر جب وہ پلٹ چلی تو میں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا یعنی وہ ٹھگنی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تونے اسکی
غیبت کی ومن ذلک المحاکاۃ کان یمشی متعارجا او کما یمشی فہو غیبۃ بل اقبح لانہ اعظم فی التصویر والتفہیم اور اسی غیبت فعلی سے حکایت اور نقل کرنا ہے جیسا کہ لنگڑا کر چلنا
یا جس طرح کہ وہ چلتا ہو تو نقل کرنا بھی غیبت ہے بلکہ غیبت فعلی بدتر ہے غیبت قولی سے اسواسطے کہ وہ تصویر اور تفہیم سے زیادہ تر اور عظیم تر ہے قولی سے ومن الغیبۃ ان یقول

بعض من مر بنا الیوم او بعض من رأیناہ اذا کان المخاطب یفہم شخصاً معیناً لان المحذور تفہیمہ دون ما بہ التفہیم فاما اذا لم یفہم عینہ جاز وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور منجملہ
غیبت یہ ہے کہ کہے کہ جو شخص آج کے دن ہمارے پاس ہوکر نکلا یا جسکو ہم نے دیکھا وہ ایسا ہے یہ قول اُسوقت غیبت ہے جبکہ مخاطب معین شخص کو سمجھے اسواسطے کہ محذور
اور ممنوع تفہیم شخص ہے نہ وہ قول یا فعل جس سے تفہیم ہوا اور جبکہ مخاطب اسکی ذات کو نہ سمجھے تو جائز ہے اور پورا بیان اسکا شرح وہبانیہ میں ہے اور بعضے نسخہ میں بجائے

شرح وہبانیہ کی شرح شرعہ ہے وفیہا الغیبۃ ان تصف اخاک حال کونہ غائباً بوصف یکرہہ اذا سمعہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتدرون
ما الغیبۃ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال ذکرک اخاک بما یکرہ قیل افرأیت ان کان فی اخی ما اقول قال ان کان فیہ ما تقول اغتبتہ وان لم یکن فیہ فقد بہتہ اور شرح مذکور
میں ہے کہ غیبت یہ ہے کہ اپنے بھائی کے غائب ہونے کے وقت اسکا ایسا حال یا قال تو بیان کرے جو اسکو برا لگے جبکہ وہ اسکو سُنے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحاب سے کہ تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے اصحاب نے کہا اللہ اور اسکا رسول زیادہ تر دانا ہے فرمایا
کہ اپنے بھائی مسلمان کا وہ حال بیان کرنا جو اسکو مکروہ معلوم ہوتا ہے کسی نے کہا یا حضرت بتائیے تو کہ اگر میرے بھائی میں وہ عیب واقعی ہو جو میں کہتا
ہوں تو بھی غیبت ثابت ہوگی فرمایا کہ اگر اسمیں وہ عیب ہے جسکو تو کہتا ہے تو تو نے اسکی غیبت کی اور اگر وہ عیب اسمیں نہیں ہے تو البتہ تو نے اسپر بہتان
باندھا یعنی عیب واقعی کا ذکر کرنا ہی تو غیبت ہے اور غیر واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت نہیں بلکہ بہتان اور افترا ہے غیبت سے قبیح تر طحطاوی نے
کہا مسلمان کی قید احترازی نہیں تو ذمی کی بھی غیبت حرام ہے اور جو حکم مردوں میں ثابت ہے وہ عورتوں میں بھی ثابت ہے الا بدلیل مخصص اور
جس طرح غیبت حرام ہے ویسا ہی اسکا استماع بھی حرام ہے حق تعالے اس بلائے عام سے ہم کو نجات بخشے آمین حدیث مذکور ابوداؤد
اور ترمذی میں ہے ترمذی نے کہا کہ حدیث صحیح ہے واذا لم تبلغہ یکفیہ الندم والا شرط بیان کل ما اغتابہ اور جس شخص کی غیبت کی اور اسکو اسکی خبر
نہیں پہونچی تو غیبت کرنے سے ندامت اور شرمندہ ہونا کفایت کرتا ہے اور اگر اسکو غیبت کی خبر پہونچ گئی ہے تو جس چیز کی غیبت کی ہے اسکا بیان کرنا
مغتاب کے سامنے اور معاف کروانا شرط ہے رفع گناہ میں ہم یعنی درصورت عدم علم مغتاب توبہ کفایت کرتی ہے اور درصورت علم اسکے سامنے یوں
بیان کرنا چاہیے کہ میں نے تیری یوں غیبت کی ہے سو تو اسکو معاف کردے تب غیبت کا گناہ معاف ہوگا طحطاوی نے کہا ظاہر ابرأت عام کفایت کریگی فی شرح علم

وصلۃ الرحم واجبۃ ولو کانت بسلام وتحیۃ وہدیۃ ومعاونۃ ومجالسۃ ومکالمۃ وتلطف واحسان اور صلہ رحم یعنی عطا اور حسن سلوک قرابت والون سے
واجب ہی اگرچہ صلہ رحم سلام کرنے اور دعا دینے اور تحفہ رسانی اور مددگاری اور ہمنشینی اور باہم بات چیت کرنے اور مہربانی کرنے اور احسان سے ہو ویزورہم
غبا لیزید حبا بل یزور اقربائہ کل جمعۃ او شہر ولا یرد حاجتہم لانہ من القطیعۃ فی الحدیث ان اللہ یصل من وصل رحمہ ویقطع من قطعہا وفی الحدیث صلۃ الرحم تزید فی العمر
وتمامہ فی الدرر اور ملاقات کیا کرے اپنے قرابت والون سے ایک روز درمیان دیکر تا محبت زیادہ ہو بلکہ اپنے اقربا سے ملاقات کرے ہر جمعہ یعنی ہر سات دن
مین یا ہر مہینے مین اور اُنکی حاجت کو نہ رد کرے اسواسطے کہ حاجت روائی نکرنا قطع رحم مین داخل ہی حدیث مین ہی کہ مقرر حق تعالیٰ احسان کرتا ہی اُس سے جو
اپنی برادری سے احسان کرتا ہی اور قطع کرتا ہی اُس سے جو اپنی برادری سے قطع کرتا ہی اور دوسری حدیث مین ہی کہ قرابت والون کے ساتھ احسان کرنا عمر کو زیادہ
کرتا ہی اور اسکا پورا بیان درر مین ہی تم درر مین ہی کہ ہر قبیلہ اور عشیرہ لکنبہ اور مددگاری مین غیرون پر بمنزلہ ذات واحد کے ہی اظہار حق مین نہی اور مددگاری
قرابت والے کی اس شرط پر ہی جبکہ وہ مخالف شرع کے نہو اور نہین تو اُسکا ساتھ چھوڑنا بلحاظ حق شرع کے درست ہی تبیین المحارم مین ہی اختلاف ہی
اُس قرابت مین جسکی معاونت واجب ہی بعضون نے کہا کہ قریب محرم مراد ہی اور بعضون نے کہا ہی قرابت دار مراد ہی محرم ہو یا نہو تو اگر
قرابت دالون کے پاس ہی تو اُنکو ہدیہ دینا اور اُنکی ملاقات کرنا واجب ہی اور اگر احسان کی قدرت نہین تو ملاقات کرنا اور اُنکے کام مین اعانت کرنا لازم ہی اگر اُنکو
اعانت کی حاجت ہو اور اگر اہل قرابت سے ایک شخص دشمنی کرتا ہو تو اُسکی دشمنی سے قطع احسان نکرے بلکہ زیادہ احسان کرے اور اگر اہل قرابت سے دور ہو تو
خط لکھا کرے اور اُنکی ملاقات کے واسطے چلنا افضل ہی اگر ہو سکے اور بڑا بھائی باپ کے مانند ہی اور اسی طرح دادا پردادا اور بڑی بہن اور خالہ مان کے مانند ہی اُسکے
بعد اور چچا باپ کے مانند ہی حسن سلوک مین بنابر ایک قول کے اور صلہ رحمی مین دس فضیلتین ہین ۱ خوشنودی حق تعالیٰ کی ۲ - اور خالی سرور ۳ - فرشتون کا خوش ہونا
کرنا ہم نیکنامی ۵ شیطان کو غمگین کرنا ۶ عمر کا زیادہ ہو جانا ۷ - رزق مین برکت ہونا ۸ سرور ہونا ۹ محبت زیادہ ہونا ۱۰ - ثواب زیادہ ہونا موت کے بعد
اسواسطے کہ جب اُسکا احسان یاد کرینگے دعاء خیر کرینگے زیادت عمر کی تاویل مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک زیادت حقیقی مراد ہی اور بعضون نے کہا کہ بعد موت کے
اُسکا ثواب لکھا جاتا ہی تو گویا وہ زندہ ہی اور بعضون نے کہا کہ لوح محفوظ مین طول عمر صلہ رحمی پر متعلق ہی کذا فی الطحطاوی بخاری اور مسلم مین عائشہ صدیقہ سے روایت
ہی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رحم یعنی قرابت عرش سے معلق ہی کہتی ہی جو مجھے جوڑے اللہ اُس سے جوڑیگا اور جو مجھے توڑے اللہ اُس سے توڑیگا
اور بخاری مین ابو ہریرہ سے روایت ہی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسکو اپنے رزق کی کشادگی اور اپنی موت کی تاخیر خوش معلوم ہو وہ اپنی برادری
سے احسان کرے اور ترمذی مین روایت ہی کہ اپنے انساب کو سیکھو تا اپنی صلہ رحمی کرو اسواسطے کہ صلہ رحمی سے قرابت والون مین محبت ہوتی ہی اور مال مین برکت
اور موت مین تاخیر ہوتی ہی اور نسائی مین سلمان بن عامر سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محتاج کی خیرات مین فقط ایک ثواب ہی خیرات
کا اور قرابت والے کے دینے مین دو ثواب ہین ایک خیرات کا اور دوسرا صلہ رحمی کا کذا فی تیسیر الوصول ویسلم المسلم علی اہل الذمۃ لو لہ حاجۃ الیہ والا کرہ ہو الصحیح کما
کرہ للمسلم مصافحۃ الذمی کذا فی نسخ الشرح وأکثر المتون بلفظ ویسلم فالتسلیم ہنا ولکن فی بعض نسخ المتن ولا یسلم وہو الاحسن لا یسلم فافہم اور سلام کرے مسلمان ذمیون کو اگر مسلمان
کو ذمی کی طرف حاجت ہو اور اگر حاجت نہو تو سلام کرنا مکروہ ہی یہی قول صحیح ہی جیسے مسلمان کو ذمی کا مصافحہ کرنا مکروہ ہی اسی طرح شرح مصنف اور متن کے
اکثر نسخون مین بلفظ ویسلم کے وارد ہی تو مین نے اُسکی یون تاویل اور توجیہ کی یعنی سلام مسلم ذمی کو بشرط حاجت جائز ہی اور بلا حاجت مکروہ ہی بعض متن
کے بعضے نسخون مین ولا یسلم ثابت ہی اور وہ یعنی نفی کا نسخہ اثبات کے نسخہ سے بہتر اور سالم تر ہی تاویل سے تو اُسکو سمجھ لیو فتاوی عالمگیری مین ہی
مجاہد نے کہا کہ جب یہودی یا نصرانی کو خط لکھے کسی حاجت مین تو یون سلام لکھے السلام علے من اتبع الہدی کراہت مصافحہ ذمی غیر ہمسایہ پر محمول ہی اور اگر ہمسایہ
ہی تو قنیہ مین ہی کہ ہمسایہ نصرانی کا مصافحہ درست ہی جبکہ سفر سے آوے اور ترک مصافحہ سے اُسکو رنج ہوتا ہو محیط مین عبد الرحمن کاتب سے منقول ہی کہ اگر

مسلمان ایک دو بار مجوسی وغیرہ اہل شرک کے ساتھ کھانا کھانے میں مبتلا ہو تو مضائقہ نہیں اور ہمیشگی کرنا مکروہ ہے ظہیریہ میں ہے کہ ذمی کو جواب سلام کا دینا درست ہے اور وعلیکم سے زیادہ نہ کہے اور اس سے ابتداءً سلام نہ کرے اسواسطے کہ اس میں اسکی تعظیم و تکریم ہے اور اگر اسکی طرف حاجت ہو تو ابتداء سلام میں مضائقہ نہیں اور اسکے واسطے دعاے مغفرت نہ کرے لیکن دعاے ہدایت درست ہے اور طول عمر کی دعا میں اختلاف ہے کذا فی الطحطاوی وفی شرح البخاری للعینی فی حدیث ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام وتقرأ السلام علی من عرفت ومن لم تعرف قال وہذا التعمیم مخصوص بالمسلمین فلا یسلم ابتداء علی کافر لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا تبدؤا الیہود والنصاری بالسلام فاذا لقیتم احدہم فی طریق فاضطروہ الی اضیقہ رواہ البخاری اور عینی کی شرح صحیح بخاری میں اس حدیث میں کہ کون اسلام یعنی کون صفت اسلام کی بہتر ہے فرمایا کہ تو کھانا کھلا دے اور سلام کرے اسکو جسکو تو پہچانتا ہے اور جسکو نہیں پہچانتا عینی نے کہا اور تعمیم سلام مخصوص بمسلمین ہے تو کافر کو ابتداءً سلام نہ کرے بدلیل اس حدیث کے جسکو بخاری نے روایت کیا کہ یہود و نصاری کو ابتداءً سلام نہ کیا کرو پھر جب تم انمیں سے کسی کو راہ میں ملو تو اسکو تنگ راہ کی طرف مضطر کر دو تنگ راہ میں انکو کر دینا اس صورت میں ہے جبکہ اسکا امکان ہو اور ضرر کا خوف نہ ہو یعنی اسلام کی شوکت کے سبب سے وکذا یخص منہ الفاسق بدلیل آخر اور اسی طرح عموم سلام سے فاسق مخصوص ہے دوسری دلیل کے سبب سے ہم فاسق سے فاسق معلن مراد ہے دستور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ کافر اور مبتدع سے ترش روئی کے ساتھ ملاقات کرے اور مجتبی میں ہے کہ محمد نے کہا کہ فاسق معلن کو سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر اسکا فسق اعلان کے ساتھ نہو تو مکروہ نہیں اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ خوف نہو اور ضرورت داعی نہو کذا فی الطحطاوی واما من شک فیہ فالاصل فیہ البقاء علی العموم حتی یثبت الخصوص اور جس شخص کے اسلام اور کفر میں شک ہو تو اسمیں باقی رکھنا حدیث کا عموم پر اصل ہے یہانتک کہ خصوص ثابت ہو اور اگر فاسق اور صالح ہونے میں شک واقع ہو تو اسکا اعتبار نہیں بلکہ مسلمین سے ساتھ حسن ظن لازم ہے ویمکن ان یقال ان الحدیث المذکور کان فی ابتداء الاسلام لمصلحۃ التالیف ثم ورد النہی انتہی ملخصا اور ممکن ہے کہ یوں کہا جاوے کہ حدیث مذکور یعنی عموم سلام کی حدیث ابتداے اسلام میں تھی تالیف قلوب کی مصلحت سے پھر کافر اور فاسق کے سلام کی نہی وارد ہو گئی انتہی کلام العینی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ولو سلم یہودی او نصرانی او مجوسی علی مسلم فلا باس بالرد ولکن لا یزید علی قولہ وعلیک کما فی الخانیۃ اور اگر یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان کو سلام کرے تو اسکے جواب دینے کا مضائقہ نہیں ولیکن وعلیک سے زیادہ نہ کہے چنانچہ فتاوی قاضی میں ہے ہم یعنی جواب میں فقط وعلیک کہے وعلیک السلام نہ کہے اسواسطے کہ کافر کبھی مسلمان کو السلام علیک کہتا ہے یعنی تجھپر موت ہو اور گاہے کہتا ہے السلام علیک بکسر سین یعنی تجھپر پتھر ہے تو جب وعلیک کہا تو اسکا قول اسی پر رد ہو گا لاکلام سے بدرش خاوند ولو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر اور اگر ذمی کو سلام کرے تکریم اور تعظیم کی نیت سے تو کافر ہو جائیگا اسواسطے کہ تکریم کافر کی کفر ہے ولو قال للمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر کما فی الاشباہ اور اگر مجوسی کو کہے یا استاد تعظیم کی راہ سے تو کافر ہو جاے چنانچہ اشباہ میں ہے وفیہا لو قال للذمی اطال اللہ بقاءک ان نوی بقلبہ لعلہ یسلم او یؤدی الجزیۃ ذلیلا فلا باس بہ اور اشباہ میں ہے اگر مسلمان نے ذمی سے کہا حق تعالی تیری بقا اور زندگی کو دراز کرے تو اگر اپنے دل میں یہ نیت کرے کہ شاید درازی زندگی سے سمجھے اور مسلمان ہو جاے یا جزیہ دیا کرے ذلیل ہو کر تو اسکا کچھ مضائقہ نہیں ہم یہ جو ہندوستانی نصاری کے نوکر عرائض میں انکو دوام اقبالہ لکھتے ہیں سو حرام ہے اسلیے کہ کفار کی خیر خواہی ہے لیکن اگر دوام اقبال بشرط ایمان دل میں مراد رکھیں تو شاید مضائقہ نہو مگر یہ نیت کون کرتا ہے ولا یجب رد سلام السائل لانہ لیس للتحیۃ ولا السلام وقت الخطبۃ خانیۃ اور بھیک مانگنے والے کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں کذا فی الخانیۃ ہم قاضی پر محکمہ میں اور جو شخص مسجد میں بیٹھا ہے انتظار نماز کیواسطے یا تسبیح اور قرأت قرآن میں مشغول ہے اور مذاکرہ علم کے وقت اور اذان اور اقامت کے حال میں جواب سلام کا دینا واجب نہیں عتابیہ میں ہے کہ قول صحیح یہ ہے کہ ان مواضع میں جواب نہ دے انتہی تنبیہ سوار پیدل کو اور کھڑا بیٹھے کو اور قلیل کثیر کو اور صغیر کبیر کو سلام کرے اور جو پیچھے آتا ہو وہ اگلے کو سلام کرے اسلیے کہ سلام موضوع ہے اسلیے کہ دو ملنے والوں کا خوف دور ہو یا ایک کا خوف زائل ہو جاے یا تواضع کیواسطے جو مومن کو مناسب ہے یا تعلیم کیواسطے

تو سلام سے مقصود دو امر ہیں یا محبت حاصل کرنا یا استدفاع مکروہ تو سوار کا پیدل کو اور قائم کا قاعد کو ازالہ خوف کے واسطے ہے اور قلیل کا سلام کثیر کو تواضع کے واسطے ہے اور صغیر کا سلام کبیر کو توقیر کے واسطے ہے ہر چند یہ قول ہے نووی شافعی رح کا لیکن ہمارے قواعد کے موافق بھی یہی ہے کہ ثواب ابتدا کا زیادہ ہے بعضوں نے کہا جواب دینے والے کا اور بعضوں نے کہا سلام کرنے والے کا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفیہا وفی التاتارخانیۃ ان یستأذن قبل السلام ثم اذا دخل سلم ثم یتکلم ولو فی فضاء لیسلم اولا اور خانیہ میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی آدمی کے گھر جاوے تو سلام سے پہلے یہ واجب ہے کہ گھر میں داخل ہونے کی اجازت طلب کرے پھر جب اجازت پا وے اور داخل ہو تو اول سلام کرے پھر بات کرے اور اگر وہ شخص گھر میں نہو میدان میں ہو تو اول سلام کرے یعنی اس صورت میں دخول کی اجازت مانگنے کی حاجت نہیں ولو قال السلام علیک یا زید لم یسقط بردغیرہ اور اگر ایک شخص نے کہا کہ السلام علیک یا زید تو غیر شخص کے جواب دینے سے جواب زید پر سے ساقط نہو گا ولو قال یا فلان اوالتفت الیہ سقط اور اگر یوں کہا کہ السلام علیک یا فلان یا معین شخص کو سلام کیا بدون نام لیے تو غیر کے جواب دینے سے جواب ساقط ہو جاتا ہے اور اگر ایک جماعت کو سلام کیا اور دوسری جماعت نے جواب دیا تو جواب ساقط نہو گا کذا فی تبیین المحارم وشرط فی الرد وجواب العطاس اسماعہ فلو اصم یریہ تحریک شفتیہ انتہی اور جواب سلام میں اور چھینک کے جواب میں اسکا سنانا شرط ہے اور اگر سلام کرنے والا یا چھینکنے والا بہرا ہو تو اسکو اپنے لبوں کی حرکت دکھا دے یعنی تا وہ جانے کہ جواب دیا انتہی ما فی الخانیۃ قلت وفی المبتغی ویسقط عن الباقین برد صبی یعقل لانہ من اہل اقامۃ الفرض فی الجملۃ بدلیل حل ذبیحتہ وقیل لا میں کہتا ہوں اور مبتغی میں ہے کہ ساقط ہوتا ہے جواب سلام کا دینا باقی لوگوں سے صغیر عاقل کے جواب دینے سے اسواسطے کہ صغیر عاقل اقامت فرض میں فی الجملہ اہلیت رکھتا ہے اس دلیل سے کہ اسکا ذبیحہ حلال ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ صغیر عاقل کے جواب سے باقی جماعت سے جواب ساقط نہیں ہوتا وفی المجتبی ویسقط برد العجوز وفی رد الشابۃ والصبی والمجنون قولان وظاہر الخانیۃ ترجیح عدم السقوط اور مجتبی میں ہے کہ جواب جماعت سے ساقط ہو جاتا ہے بڑھی عورت کے جواب دینے سے اور جوان عورت اور صغیر اور مجنون کے جواب میں دو قول ہیں سقوط اور عدم سقوط میں اور خانیہ کا ظاہر عدم سقوط کی ترجیح پر دلالت کرتا ہے ویسلم علی الواحد بلفظ الجمع وکذا الرد اور سلام کرے مسلمان کو بصیغہ جمع اور اسی طرح جواب سلام میں صیغہ جمع بولنا چاہیے یعنی ایک شخص کو بھی السلام علیک نہ کہے بلکہ السلام علیکم اور جواب میں وعلیکم السلام کہے اسواسطے کہ تعظیم مسلمان کی عمدہ بات ہے علاوہ اسکے ہر مسلمان کے ساتھ فرشتے بھی ہوتے ہیں تو جمع کے لفظ سے وہ بھی داخل ہو جاویں طحطاوی نے تاتارخانیہ سے نقل کیا کہ بہتر یہ ہے کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے اور جواب دینے والا بھی اسی طرح کہے و یعطف زیادہ کرکے یعنی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور حذف واو بھی درست ہے اور اگر یوں سلام کرے سلام علیکم یا السلام علیکم تو مجیب دونوں صورتوں میں سلام علیکم و السلام علیکم کہے لیکن الف لام کے ساتھ کہنا افضل ہے انتہی ولا یزید علی وبرکاتہ اور زیادہ نہ کرے وبرکاتہ پر ہم ابن عباس رض نے کہا کہ ہر شیٔ کا منتہی ہے اور سلام کا منتہی برکاتہ ہے کذا فی المحیط ورد السلام وتشمیت العاطس علی الفور اور سلام کا جواب اور چھینکنے والے کا جواب فی الفور واجب ہے ہم ظاہر تاخیر بلا عذر مکروہ تحریمی ہے اور گناہ جواب دینے سے مرتفع نہو گا بلکہ توبہ سے کذا فی الطحطاوی ویجب رد جواب کتاب التحیۃ کرد السلام اور خط کے اندر لکھے سلام کا جواب دینا واجب ہے جیسے سلام قولی کا جواب واجب ہے اسواسطے کہ غائب کی طرف سے خط بمنزلہ خطاب کے ہے حاضر کی طرف سے کذا فی المجتبی اور لوگ اس سے غافل ہیں خط پڑھ کے جواب سلام کا نہیں دیتے تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر مجلس میں دوسری بار سلام کرے تو جواب دینا واجب نہیں ولو قال اقرأ فلانا السلام یجب علیہ ذلک اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ فلانے شخص کو میرا سلام کہدینا تو اسپر ابلاغ سلام واجب ہے یعنی اگر اسکا سلام نہ پہنچاویگا تو گنہگار ہو گا امام محمد نے کتاب السیر میں ایک حدیث نقل کی جو اسپر دلالت کرتی ہے کہ جو کسی انسان کو غائب کی طرف سے سلام پہونچاوے تو اسپر لازم ہے کہ پہونچانے والے کو اول سلام کا جواب دے پھر غائب کو کذا فی العالمگیریۃ یعنی یوں کہے وعلیکم وعلیہم السلام ویکرہ السلام علی الفاسق لو معلنا والا لا کما یکرہ علی عاجز عن الرد حقیقۃ کاکل او شرعا کمصلی وقاری ولو سلم لا یستحق الجواب انتہی اور مکروہ ہے سلام کرنا فاسق پر اگر علانیہ گناہ کرتا ہے

اور اگر گناہ کو چھپاتا ہو تو مکروہ نہیں جیسے مکروہ ہے سلام کرنا اُسپر جو حقیقۃً جواب نہیں دے سکتا چنانچہ کھانے والا یعنی جسکے منھ میں لقمہ ہے اور وہ چبا رہا ہے یا اتنا کہ
ہو جواب سے شرعاً چنانچہ نماز کا پڑھنے والا اور قرآن خوان اور اگر ان تینوں کو سلام کوئی کرے تو جواب سلام کا مستحق نہوگا انتہی ما فی الملتقی وقد منافی باب ما یفسد
الصلوۃ کراہتہ فی نیف وعشرین موضعا وانہ لا یجب رد سلام علیکم بجزم المیم اور مفسدات صلوۃ کے باب میں ہم مقدم ذکر کر چکے ہیں کراہت سلام کرنیکی بیس اور
چند مقام میں اور یہ کہ واجب نہیں جواب دینا سلام علیکم کا بجزم میم یعنی اگر سلام کے میم کو جزم کے ساتھ کہے تنوین اور ضمہ حذف کرے تو جواب واجب نہیں
اسواسطے کہ مخالف سنت کے ہے اور عربی بولی کے موافق نہیں کذا فی الطحطاوی لیکن ظاہراً عوام جو اعراب سے واقف نہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں لو دخل ولم یر
احداً یقول السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اور اگر مکان میں داخل ہو اور کسی کو نہ دیکھے تو یوں کہے (السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین) یعنی ہم پر سلام
ہو اور حق تعالی کے نیک بندوں پر ہم عباد صالحین سے وہ ملائکہ مراد ہیں جو سلام کرنیوالے کے ساتھ ہیں اور حاضرین جن تتارخانیہ میں ہے کہ سلام کرنا ہر بار گھر
داخل ہونے میں چاہیے فرع مسئلۃ ملحقۃ شارح کا یکرہ اعطاء سائل المسجد الا اذا لم یتخط رقاب الناس فی المختار کما فی الاختیار ومتن المواہب الرحمن لان علیاً
تصدق بخاتمہ فی الصلوۃ فمدحہ اللہ بقولہ ویؤتون الزکوۃ وہم راکعون مسجد میں سوال کرنے والے کو دینا مکروہ ہے مگر جبکہ سائل لوگوں کے گردنوں پر قدم
اُٹھا کر نہ پھاندتا ہو تو اُنکو دینا بقول مختار مکروہ نہیں کذا فی الاختیار ومتن مواہب الرحمن اسواسطے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنی انگوٹھی نماز میں
خیرات دی سو حق تعالی نے قرآن مجید میں یوں اُنکی مدح کی کہ زکوۃ دیتے ہیں اور حالانکہ رکوع میں ہوتے ہیں ہم یعنی وہ نماز مسجد میں تھی تو دلیل اس پر ہو گئی یا
جبکہ نماز میں جو افضل اعمال ہے تصدق درست ہوا تو مسجد میں بطریق اولی درست ہوگا تو معلوم ہوا کہ کراہت اعطاء سائل مسجد بعلت تخطی رقاب ہے
کذا فی الطحطاوی احب الاسماء الی اللہ تعالی عبد اللہ وعبد الرحمن دوست ترین اسماء حق تعالی کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے ہم مسلم
اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر سے حدیث مرفوع منقول ہے کہ (احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمن) مناوی نے کہا اور عبد اللہ
افضل ہے مطلقاً حتی کہ عبد الرحمن سے بھی اور ان دونوں ناموں کے بعد محمد افضل ہے پھر احمد پھر ابراہیم انتہی قول المناوی طبرانی میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت
ہے کہ (احب الاسماء الی اللہ ما تعبد بہ) یعنی سب ناموں میں پسندیدہ تر خدا کے نزدیک وہ نام ہے جس سے عبدیت ثابت ہو چنانچہ عبد الصمد اور عبد القادر کذا فی
الطحطاوی وجاز التسمیۃ بعلی ورشید وغیرہما من الاسماء المشترکۃ ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق اللہ تعالی لکن التسمیۃ بغیر ذلک فی زماننا اولی لان العوام یصغرونہا
عند النداء کذا فی السراجیۃ اور جائز ہے آدمی کا نام علی اور رشید رکھنا اور انکے سوا ان اسماء سے جو مشترک ہیں خالق اور مخلوق میں اُنکا تسمیہ بھی درست
ہے اور ہمارے حق میں اسماء مذکورہ سے اُسکے غیر معانی مراد ہوتے ہیں جو حق تعالی کے حق میں مراد ہوتے ہیں لیکن انکے سوا اور نام رکھنا ہمارے زمانہ میں
بہتر ہے اس لیے کہ عوام لوگ پکارنے کے وقت اسماء مذکورہ کو حقیر کرکے پکارتے ہیں کذا فی السراجیہ ہم مثلاً علی حق تعالی کے حق میں بمعنی عالی رتبہ ہے ہر شے
سے اور آدمی کے حق میں عالی رتبہ ہے اپنے ہمسروں سے اور رشید حق تعالی کے حق میں بمعنی (موصل الی الہدایۃ والی کل خیر) اور آدمی کے حق میں تقرب الی اللہ
حاصل کرنے والا اور جو رشید اور مرشد ہو غیر کا تعلم اور تعلیم سے ومن کان اسمہ محمد الا باس بان یکنی ابا القاسم لان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم سموا باسمی ولا تکنوا
بکنیتی قد نسخ لان علیاً رضی اللہ عنہ کنی ابنہ محمد بن الحنفیۃ ابا القاسم اور جسکا نام محمد ہو اُسکی کنیت ابو القاسم سے رکھنے میں کچھ مضائقہ نہیں اسواسطے کہ یہ حدیث
کہ میرا نام تو رکھو اور میری کنیت نہ رکھو البتہ منسوخ ہے اسواسطے کہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ کی کنیت ابو القاسم رکھی ہم سبب کراہت کا
یہ تھا کہ ابو القاسم کہکر یہود پکارتے تھے پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُنکی طرف التفات فرماتے تو وہ کہتے کہ ہم نے اور شخص کو پکارا تمکو ویکرہ ان یدعو الرجل اباہ
وان تدعو المرأۃ زوجہا باسمہ انتہی بلفظہ اور یہ مکروہ ہے کہ مرد اپنے باپ کا نام لے کر اور عورت اپنے شوہر کا نام لیکر پکارے انتہی ما فی السراجیہ بلفظہ ہم کہ والد کا حق
ولد پر اور زوج کا حق زوجہ پر نہایت زیادہ ہے تو تعظیم اور تکریم کے ساتھ خطاب کرنا چاہیے نام لینے میں ظاہرا بے ادبی ہے حدیث میں وارد ہے کہ اگر سجدہ کا کسی کو حکم

امر ہوتا تو زوجہ کو زوج کے سجدہ کرنیکا حکم ہوتا و فیہا یکرہ الکلام فی المسجد وخلف الجنازۃ و فی الخلاء و فی حالۃ الجماع وزاد ابو اللیث رحمہ فی
البستان و عند قراءۃ القرآن وزاد فی الملتقی تبعا للمختار و عند التذکرۃ ذا اختلف بعند افناء الذی ییونہ وجہا اور سراجیہ میں ہے کہ مکروہ ہے کلام کرنا مسجد میں اور
جنازہ کے پیچھے اور بیت الخلاء میں اور جماع کی حالت میں اور فقیہ ابو اللیث نے بستان میں اتنا زیادہ بیان کیا ہے اور مکروہ ہے کلام کرنا قرآن پڑھنے کے وقت اور ملتقی نے
باتباع مختار اتنا اور زیادہ کہا ہے اور وعظ اور تذکیر کے وقت کلام مکروہ ہے سو تیرا کیا گمان ہے قرآن پڑھنے کے وقت اس راگ کا جسکو بعضے صوفی وجد کہتے
ہیں علم یعنی جب کلام مباح وعظ کے وقت مکروہ ہوا تو غنا حرام وعظ کے وقت ظلم عظیم ہے طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا تھا فما ظنک بالغناء عند التذکیر
تاتارخانیہ میں ہے کہ فجر کے بعد نماز تک کلام نہ کرے مگر امر خیر میں اور بعضون نے کہا اور نماز کے بعد سے کلام نہ کرے تا طلوع آفتاب للعربیۃ فضل علی سائر الالسن
وہو لسان اہل الجنۃ من تعلمہا و علّمہا غیرہ فہو ماجور و فی الحدیث احب العرب لثلث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اہل الجنۃ فی الجنۃ عربی عربی زبان
افضل ہے تمام زبانوں سے اور بہشتیوں کی زبان عربی ہے جو اسکو سیکھے اور غیر کو سکھا دے وہ ثواب پاوے گا اور حدیث میں وارد ہے کہ عرب کو دوست
رکھو تین وجہ سے اسواسطے کہ میں عربی ہون اور قرآن شریف عربی ہے اور اہل جنت کی زبان جنت میں عربی ہے جامع صغیر میں اسکو بصیغہ جمع امر حاکم ہے
نے اس حدیث کی تخریج کے بعد کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ احفظونی فی العرب لثلث چنانچہ سیوطی نے ذکر کیا ہے اور حب عرب میں حادیث کثیرہ
وارد ہین چنانچہ عراقی نے علیحدہ کتاب اسمین تالیف کی ہے از انجملہ افراد دارقطنی میں ابن عمر رضہ سے روایت مرفوع ہے کہ حب العرب ایمان وبغضہم نفاق یعنی محبت عرب
کی ایمان ہے اور عداوت انکی نفاق ہے اور ابو الشیخ نے ابو ہریرہ رضہ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ دوست رکھو عرب کو اور انکے باقی رہنے کو اسواسطے کہ عرب کی بقا
نور ہے اسلام میں اور انکا فنا ہوجانا ظلمت ہے اسلام میں کذا فی الطحطاوی و فیہا التطیین للقبور لا یکرہ فی المختار وقیل یکرہ وقال البزدوی لو احتیج الی الکتابۃ
کیلا یذہب الاثر ولا یمتہن لا باس بہ ذکرہ المصنف فی آخر باب الوصیۃ للاقارب وقدمناہ فی الجنائز اور سراجیہ میں ہے کہ قبرون پر مٹی لگانا اور گہگل کرنا قول مختار
میں مکروہ نہیں اور بعضون نے کہا مکروہ ہے اور بزدوی نے کہا اگر کتابت کی حاجت ہو تا اثر نہ جاتا رہے اور گمنام نہو تو مضائقہ نہیں اسکا ابتدا ذکر کیا ہے مصنف
نے وصیت اقارب کے آخر باب میں اور ہم اسکو باب الجنائز میں پہلے ذکر کرچکے ہیں فائدہ زیارت قبور مرد اور عورت کو درست ہے اور کیفیت زیارت یہ ہے کہ
جسطرح میت کی حیات میں قرب یا بعد سے زیارت کرتا تھا اسی طرح بعد موت کے زیارت کرے اور جب زیارت کا قصد کرے تو مستحب یہ ہے کہ اپنے گھر میں دو
رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں فاتحہ اور آیۃ الکرسی ایکبار اور سورۂ اخلاص تین بار پڑھے اور اسکا ثواب میت کے واسطے مقرر کرے حق تعالی قبر کو نورانی کردے گا اور
مصلی کو بہت ثواب ہوگا پھر قبرستان کی طرف چلے اور راہ میں بیہودہ اشتغال نہ کرے جب قبرستان میں پہنچے میت کے سامنے قبلہ کو پشت دے کر کھڑا ہو اور
یون کہے السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر اور اگر شہید ہو تو یون کہے السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور جب میت کے
واسطے دعا کا ارادہ کرے تو قبلہ رخ ہو کر دعا کرے پھر سورۂ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور اذا زلزلت والہکم التکاثر پڑھے قرآن پڑھنا قبرستان میں بلند آواز سے
مکروہ ہے اور آہستہ پڑھنا مکروہ نہیں اور زیارت کے افضل ایام دوشنبہ اور پنجشنبہ اور جمعہ اور ہفتہ ہیں لیکن جمعہ میں نماز کے بعد اور ہفتہ میں طلوع آفتاب اور پنجشنبہ
میں اول روز یا آخر روز اور اسی طرح متبرک راتون میں چنانچہ شب براءت اور ایسی ہی راتیں اور مہینے میں چنانچہ عشرۂ ذی الحجہ اور عیدین اور عاشورا ابوبکر بن ابی سعید سے
منقول ہے کہ زیارت کے وقت سورۂ اخلاص سات بار پڑھنا مستحب ہے مجھکو روایت پہنچی ہے کہ جو سات بار پڑھے اگر میت غیر مغفور ہے تو اسکی مغفرت ہوتی ہے اور
اگر مغفور ہے تو پڑھنے والے کی مغفرت ہوتی ہے اور میت کو ثواب ملتا ہے اور جو قبر پر بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑھے تو عذاب اور تنگی اور تاریکی قبر والے سے
چالیس برس تک دور ہو جاتی ہے قبر پر ہاتھ رکھنا بعضون کے نزدیک درست ہے اور بعضون کے نزدیک بدعت ہے اور قبر کا ملنا اور بوسہ لینا جائز نہیں کہ نصاری کی عادت
ہے لیکن قبر والدین کے چومنے میں مضائقہ نہیں پھولون کا ڈالنا قبرون پر درست ہے اور اگر پھولون کی قیمت کو خیرات کردے تو بہتر ہے اور اخراج شمع قبرون کی طرف بدعت ہے

[illegible] ۱۲۶۵

الکل فی العالمگیریۃ تمنی الموت لغضب وضیق عیش الا لخوف الوقوع فی معصیۃ ای فیکرہ لخوف الدنیا لا الدین لحدیث فبطن الارض خیر لکم من ظہرہا
خلاصۃ آرزو کرنا موت کی غضب یا معاش کی تنگی سے مکروہ ہے اور گناہ میں پڑ جانے کے خوف سے تمنا موت کی مکروہ نہیں یعنی خوف دنیا سے آرزو مکروہ ہے
نہ دین کے خوف سے بدلیل اس حدیث کے کہ زمین کا پیٹ تمہارے واسطے بہتر ہے اسکی پیٹھ سے کذا فی الخلاصۃ یعنی ایام فتنہ میں مر جانے سے بہتر ہے لا باس
بلبس الصبی اللؤلؤ وکذا البالغ کذا فی شرح الوہبانیۃ معزیا للقنیۃ وقاس علیہ الطرسوسی بقیۃ الاحجار کیاقوت وزمرد ونازعہ ابن وہبان بانہ یحتاج
الی نقل صریح وجزم فی الجوہرۃ بحرمۃ اللؤلؤ قلت وحمل المصنف ما فی القنیۃ علی قولہ وما فی الجوہرۃ علی قولہما وقال وقد رجحوا قولہما ففی الکافی قولہما اقرب الی
عرف دیارنا فیفتی بہ ثم قال المصنف وعلیہ فالمعتمد فی المذہب حرمۃ لبس اللؤلؤ ونحوہ علی الرجال لانہ من حلی النساء مضائقہ نہیں موتی کے پہننے میں صغیر کو اور یہی طرح
بالغ کو ایسا مذکور ہے شرح وہبانیہ میں قنیۃ المفتی کی طرف منسوب کر کے اور موتی پر طرسوسی نے باقی پتھروں کو مثل یاقوت و زمرد کو قیاس کیا ہے اور ابن وہبان نے
طرسوسی سے یہ نزاع کیا ہے کہ اسکی حلت میں نقل صریح چاہیے یعنی غیر مجتہد کا قیاس حجت نہیں اور جوہرہ میں موتی کے حرام ہونے پر یقین کیا ہے میں کہتا ہوں کہ مصنف نے
اپنی شرح میں موتی کی اباحت کو جو قنیۃ المفتی میں مذکور ہے امام کے قول پر محمول کیا ہے اور جو جوہرہ میں حرمت مذکور ہے صاحبین کے قول پر محمول کیا ہے مصنف
نے کہا اور البتہ علما نے صاحبین کے قول پر ترجیح دی ہے سو کافی میں یوں مذکور ہے کہ صاحبین کا قول قریب تر ہے ہمارے دیار کے رواج سے تو اُسی کا فتوی دینا چاہیے
پھر مصنف نے کہا اور بموجب اسکے تو مذہب میں موتی اور اُسکے مانند اور پتھروں کے پہننے کی حرمت معتمد ہے مردوں پر ہے اسواسطے کہ وہ عورتوں کا زیور ہے ویکرہ للولی
الباس الخلخال والسوار للصبی اور ولی کو پہنانا گوجری اور کنگن کا صغیر کو مکروہ ہے یعنی اسواسطے کہ عورت کا زیور ہے کذا فی الطحطاوی اور اسی طرح ہاتھ پاؤں میں کڑے
اور جوشن اور گلوبند اور لڑکوں کو پہنانا درست نہیں و لا باس بثقب اذن البنت والطفل استحسانا ملتقط بیٹی و طفل کے کان چھیدنے میں مضائقہ نہیں باعتبار استحسان کے
کذا فی الملتقط ام ظاہر طفل سے مذکر مراد ہے مصنف کے قرینہ سے لیکن فتاوی عالمگیری میں کبری سے منقول ہے لا باس بثقب آذان الطفل من البنات اسواسطے کہ رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لیا کرتے تھے بلا انکار انتہی تو سمیں کنچھیدن اناث کے واسطے مخصوص ہے کذا فی الطحطاوی و فی تحفۃ الحرام فی الانف ام ارہ اور کیا
جائز ہے نتھنی پہننا ناک چھیدکر میں نے اسکا حکم کسی کتاب میں نہیں دیکھا ام طحطاوی نے کہا میں کہتا ہوں اگر نتھنی کو زینت کے واسطے عورتیں پہنتی ہوں چنانچہ
بعضے بلاد میں رائج ہے تو ان بلادوں میں ناک چھیدنا نتھنی کے واسطے ایسا ہے جیسے کان کا چھیدنا درست ہے بالیوں کے واسطے ویکرہ للذکر والانثی الکتابۃ
بالقلم المتخذ من الذہب والفضۃ او من دواۃ کذلک سراجیۃ مرد اور عورت کو مکروہ ہے لکھنا سونے چاندی کے قلم بنائے ہوئے سے یا سونے چاندی
کی دوات سے کذا فی السراجیۃ ثم قال لا باس بتمویہ السلاح بذہب وفضۃ ولا باس بسرج ولجام وثفر من الذہب عند ابی حنیفۃ خلافا لابی یوسف پھر سراجیہ میں یوں کہا کچھ
مضائقہ نہیں سونے چاندی کے ملمع کا ہتھیار پر اور مضائقہ نہیں زین اور لگام اور رکاب کا سونے سے امام اعظم کے نزدیک بر خلاف ابو یوسف کے ہم ان مسائل
کی تفصیل اس کتاب کے اول میں ہو چکی جاریۃ لزید قال بکر وکلنی زید ببیعہا حل لعمرو شراؤہا ووطیہا لقبول قول بکر ان اکبر رایہ صدقہ کما مر وان اکبر رایہ کذبہ
لا یقبل قولہ ولا یشتری منہ ولو لم یخبرہ ان ذلک لغیرہ فلا باس بشرائہ منہ زید کی لونڈی ہے سو بکر نے کہا کہ مجکو زید نے اسکی بیع کا وکیل کیا تو عمرو کو اسکی خرید
اور قربت کرنا درست ہے بسبب قبول کر لینے بکر کے قول کے بشرطیکہ عمرو کو اسکی راستی کا ظن غالب ہو چنانچہ اول کتاب میں مذکور ہو چکا اور اگر اسکے کذب کا
گمان غالب ہو تو اسکے قول کو قبول نہ کرے اور نہ اس سے خرید کرے اور اگر ایک شخص مشتری کو اسکی خبر نہ کرے کہ یہ چیز غیر شخص کی ہے تو اسکے خرید کرنے میں قابض
سے کچھ مضائقہ نہیں یعنی اسواسطے کہ قبضہ دلیل ہے ملک کی لکما حل وطی من زفت الیہ وقال النساء ہی امرأتک جیسے حلال ہے قربت اس عورت کی
جو زوج کے پاس پہنچائی گئی نکاح کے بعد اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری زوجہ ہے یعنی اسواسطے کہ خبر دلیل شرعی ہے درصورت عدم معارض وحل نکاح
من قالت طلقنی زوجی وانقضت عدتی او کنت امۃ لفلان اعتقنی ان وقع فی قلبہ صدقہا وتمامہ فی الخانیۃ قلت وحاصلہ انہ متی اخبرت

بامر محتمل فان ثقۃ او وقع فی قلبہ صدقہا لا باس بتزوجہا وان بامر مستنکر لا الا بعد استفسار اور حلال ہے نکاح کر لینا اس عورت کے ساتھ جسنے کہا کہ میرے زوج نے مجکو طلاق دی اور میری عدت گذر گئی یا مین فلانے شخص کی لونڈی تھی سو اُسنے مجکو آزاد کر دیا بشرطیکہ مرد کے دل مین اُسکی راستی واقع ہو جاوے اور اسکا پورا بیان خانیہ مین ہے مین کہتا ہون خلاصہ اس مقام کا یہ ہے کہ جب عورت خبر دے امر محتمل کی تو اگر عورت ثقہ اور معتمد ہو یا مرد کے دل مین راستی جم جاے تو اسکے ساتھ نکاح کر لینا درست ہے اور اگر عورت امر مستنکر اور غیر معلوم کی خبر دے تو اسکے نکاح پر جرأت نہ کرے جبتک کہ اسکا حال دریافت نہ کرے لوگون سے امر مستنکر جیسا کہ عورت نے ایک مرد سے نکاح کیا پھر دوسرے مرد سے بولی کہ میرا نکاح فاسد تھا یا میرا زوج مسلمان نہ تھا تو دوسرے مرد کو اسکا قول مان لینا درست نہین اور اُسکے ساتھ نکاح کرنا درست ہے اسواسطے کہ اُسنے امر مستنکر کی خبر دی کذا فی العالمگیریۃ اور جیسا کہ مطلقہ ثلثہ نے زوج اول سے کہا کہ مین تجکو حلال ہو گئی تو اُسکے ساتھ نکاح حلال نہین بدون استفسار کے ہے واسطے کہ بعضے علماء کے نزدیک بغیر دخول کے بلا وطی زوج ثانی کے حلت ہو جاتی ہے تو شاید اس عورت نے اسی قول ضعیف پر اعتماد کیا ہو تو استفسار ضرور ہوا کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے کتب ما قول الشافعی کتب جواب ابی حنیفہ رح مستفتی نے لکھا کہ اس مسئلہ مین مثلا شافعی کا کیا قول ہے تو امام ابو حنیفہ کا جواب لکھے یہ مبنی ہے علماء کے اس قول پر کہ اپنے مذہب کو صواب محتمل خطا اعتقاد کرنا واجب ہے اور غیر کے مذہب کو بالعکس اسکے اور اسکی بنا اسپر ہے کہ تقلید مفضول کی باوجود افضل کے جائز نہین اور حق یہ ہے کہ تقلید مفضول کی جائز ہے اور اعتقاد مذکور تو مجتہد کے حق مین ہے نہ تابع مقلد کے حق مین اسواسطے کہ مقلد تو نجات پاتا ہے ائمہ اربعہ کی ایک تقلید کرنے سے فروع مین اور اسپر ترجیح واجب نہین کذا فی الطحطاوی واذا کتب المفتی بدین یکتب ولا یصدق قضاء لیقضی القاضی بحنثہ اور جب مفتی لکھے کہ یہ امر دیانۃ درست ہے یعنی فیما بینہ وبین اللہ اپنی نیت پر عمل کرنا چاہیے تو یہ بھی مفتی کو لکھنا چاہیے اور اسکی تصدیق قضاء نہ کرنا چاہیے تاکہ قاضی حکم کرے اسکے حانث ہونے سے شامی شاید کہ یہ بسبیل اولویت کے ہے والا قضاء قاضی اس قول کتابت پر موقوف نہین مگر جبکہ قاضی احکام شرعی سے جاہل ہو اور افتاء مفتی پر اعتماد کرتا ہو کذا (فتوی دینا ۱۲) فی الطحطاوی الترجیع بالقرآن والاذان بالصوت الطیب طیب ان لم یزد فیہ الحروف قرآن پڑھنے اور اذان کہنے مین ترجیع یعنی تردید صوت حلق مین خوش آوازی سے جائز ہے اگر ترجیع مین حروف زیادہ نہو جائین م منح الغفار مین اس قول کو اصح نقل کیا ہے اور عالمگیری مین ہے کہ اکثر مشائخ نے کہا کہ ترجیع مکروہ ہے حلال نہین اسلیے کہ فاسقون کی حالت فسق سے مشابہ ہے یعنی مغنیون کی گٹکری سے مشابہ ہے اور یہ گمان کوئی نہ کرے کہ ترجیع مذکور سے لحن مراد ہے اسواسطے کہ لحن بلا خلاف حرام ہے وان زاد کرہ لہ ومستمعہ اور اگر ترجیع سے حرف زیادہ ہو جاوے مثلا فتحہ سے الف اور کسرہ سے یا اور ضمہ سے واو پیدا ہو تو قاری اور موذن کو اور اسکی سماعت کرنے والے کو ترجیع مکروہ ہے وقولہ احسنت ان لسکوتہ یحسن ان لتلک القرأۃ یخشی علیہ الکفر اور مستمع کا یون کہنا قاری مرجع (ترجیع کنندہ ۱۲) مذکور سے کہ کیا خوب کیا تونے تو اگر اسکے چپ رہنے کو واسطے یہ قول کہا تو بہتر ہے اور اگر اس قرأت محرمہ کے واسطے کہا تو اسپر کفر کا خوف ہے وجہ خوف کفر یہ ہے کہ اُسنے حرام متفق علیہ کو بہتر کہا کذا فی الطحطاوی المناظرۃ فی العلم لنصرۃ الحق عبادۃ ولاحد ثلثۃ حرام لقہر مسلم واظہار علم ونیل دنیا او مال او قبول مناظرہ اور مباحثہ علم مین کرنا نصرت اور تائید حق کے واسطے عبادت ہے اور تین امور مین سے کسی امر کے واسطے مناظرہ حرام ہے مسلمان کے مغلوب کرنے کے واسطے اور اپنے علم اور قابلیت کے اظہار کرنے کے واسطے اور حصول دنیا یا مال یا قبول خلائق کے واسطے حرام ہے التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول عامۃ من ضلالۃ الیہود والنصاری وعظ اور درس کہنا منبرون پر غیرون کے اور اپنی پند پذیری کے واسطے انبیا اور مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کی سنت ہے اور تحصیل ریاست اور مال اور قبول عوام کے واسطے وعظ کہنا یہود و نصاری کی گمراہی سے ہے م اسی کی طرف اشارہ ہے قرآن مجید مین (فخلف من بعدہم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ہذا الادنی) الآیہ قراءۃ القرآن بالقراءۃ معروفۃ وشاذۃ دفعۃ واحدۃ مکروہ کما فی الحاوی القدسی قرآن پڑھنا مشہور اور غیر مشہور قراءت سے یکبارگی مکروہ ہے جیسا کہ حاوی قدسی مین ہے م قراءت عشرہ سے زیادہ قراءت شاذ غیر مشہور ہے اور

جب مشہور راہ اور غیر مشہور رہ کا ساتھ پڑھنا مکروہ ہوا تو فقط شاذ قرات پڑھنا بطریق اولی مکروہ ہوگا کذا فی الطحطاوی یستحب للرجل خضاب شعرہ ولحیتہ ولو فی غیر حرب
فی الاصح والاصح انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لم یفعلہ ویکرہ بالسواد وقیل لا مجمع الفتاوی والکل من منح المصنف مستحب ہے مرد کو خضاب کرنا اپنے بالوں اور داڑھی میں
اگرچہ خضاب کرے سوائے جہاد کے قول اصح میں اور صحیح تر قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب نہیں کیا اور سیاہی کا خضاب کرنا مکروہ ہے اور
بعضوں نے کہا مکروہ نہیں کذا فی مجمع الفتاوی اور سب مسائل مصنف کی شرح منح الغفار سے منقول ہیں م ہاتھ پاؤں میں مہندی کا خضاب مکروہ ہے عورتوں کی
مشابہت کے سبب سے بالوں کا خضاب درست ہے اگرچہ نسا اور جواری کے پسند آنے کے واسطے کرے ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ جیسے مجکو اچھا معلوم
ہوتا ہے کہ میری عورت میرے واسطے اپنا سنگار اور آرائش کرے ویسے ہی عورت کو میری آرائش پسند آتی ہے اکثر مشائخ کا قول یہی ہے کہ سیاہی کا خضاب مکروہ ہے
کذا فی الطحطاوی حنا اور کتم کا خضاب بالاتفاق درست ہے اور احادیث میں وارد ہے لیکن کتم میں اختلاف ہے کہ وسمہ ہے یا کوئی اور گھاس ہے جو حنا کے ساتھ بوئی
جاتی ہے مترجم نے اساتذہ دہلی سے سنا کہ سیاہی کے خضاب سے وسمہ کا خضاب مستثنی ہے اسواسطے کہ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک
شہید ہو کر شام کو گیا تھا تو ریش مبارک میں وسمہ کا خضاب تھا تو معلوم ہوا کہ اور ادویہ کی سیاہی مکروہ ہے نہ وسمہ کی الکتب التی لا ینتفع بہا یمحی عنہا اسم اللہ وملائکتہ
ورسلہ ویحرق الباقی ولا باس بان تلقی فی ماء جار کما ہی او تدفن وہو احسن کما فی الانبیاء وہ کتابیں جن سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا بوسیدگی کے سبب سے اس سے حق تعالی
اور اسکے فرشتوں اور اسکے رسولوں کا نام مٹایا جاوے اور باقی جلا دیجائیں اور بہتے پانی میں اسی طرح بلا محو اسماء مقدسہ انکا ڈالنا درست ہے یا زمین میں دفن
کر دیجائیں اور دفن کرنا جلانے اور بہانے سے افضل ہے جیسے حضرت انبیا علیہم السلام کو دفن کرتے ہیں بعد موت کے القصص المکروہ ان یحدثہم بما لیس لہ اصل معروف
او یعظہم بما لا یتعظ بہ او یزید وینقص یعنی فی اصلہ اما التزیین بالعبارات اللطیفۃ المرققۃ والشرح لفوائدہ فذلک حسن وعظ میں مکروہ قصہ بیان کرنا یہ ہے کہ
لوگوں سے وہ قصہ بیان کرے جسکی کچھ اصل مشہور اور معلوم نہیں اہل روایت کے نزدیک یا انکو اس چیز کی نصیحت کرے جسپر خود عمل نہیں کرتا یا اصل قصہ اور
مطلب میں کچھ زیادہ کر دے یا کم کر ڈالے لیکن کلام کا آراستہ کرنا عبارتوں لطیف دل نرم کرنے والیوں سے اور شرح کر دینا قرآن اور حدیث کے فوائد کا سو
وہ بہتر ہے م اکثر جاہل واعظین یا دنیا پرست اور مرثیہ کہنے والوں کی عادت ہے کہ حکایات کاذبہ اور روایات موضوعہ جسکی اہل حدیث کے نزدیک کچھ اصل
نہیں مزید وقت اور گرمی محفل کے واسطے بیان کرتے ہیں یا کمی بیشی کر دیتے ہیں سو معلوم ہوا کہ درست نہیں مکروہ ہے جاہل کے وعظ گوئی میں یا حریص عالم کے
بیان میں اکثر ایسے فساد دینی واقع ہوتے ہیں والافضل مشارکۃ اہل محلتہ فی اعطاء النائبۃ لکن فی زماننا اکثرہا ظلم فمن تمکن من دفعہ عن نفسہ فحسن وان
اعطی فلیعط من عجز اور مشارکت اپنے اہل محلہ کی اس مال کے دینے میں جسکو حاکم مقرر کر لیتا ہے بہتر ہے لیکن ہمارے زمانے میں اکثر نوائب ظلم ہیں سو جو شخص کہ اسکے
دفع کرنے پر اپنی ذات سے قادر ہو تو بہتر ہے اور اگر دے تو عاجز ہونے کے سبب دینا چاہیے یعنی اگر اہل محلہ پر سے نہ ٹال سکے عاجز ہو تب دے م دفع کرنا
اپنی ذات سے اسوقت درست ہے جبکہ اسکا حصہ غیر پر نہ ڈالا جاوے فتاوی عالمگیری میں قنیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص پر ناحق قصور باندھا گیا تو اسکو
ٹالنا اپنی ذات سے درست ہے بشرطیکہ باقی لوگوں پر اسکا حصہ نہ ڈالا جاوے اور افضل یہ ہے کہ اپنی ذات سے دفع نہ کرے یعنی دینے میں اہل محلہ کے شریک
رہے کذا فی الطحطاوی لیس لذی الحق ان یاخذ غیر جنس حقہ وجوزہ الشافعی وہو الاوسع صاحب حق کو جائز نہیں کہ لے اپنے حق کے غیر جنس کو اور
غیر جنس کے لینے کو شافعی نے جائز کہا اور شافعی کا قول وسیع تر ہے استیفاء حق میں م یعنی اگر مثلا ایک شخص کے دوسرے پر گیہوں قرض ہیں اور اس سے
وصول نہیں اور وہ اسکے جو یا چاول یا دے تو اسکو لینا درست نہیں اسواسطے کہ اسکے ہمجنس نہیں غیر جنس ہیں مجتبی میں ہے کہ درہم اور دینار ایک جنس
ہیں تو اگر درم کے بدلے دینار لے تو درست ہے معلم طلب من الصبیان اثمان الحصیر فجمعہا فشری ببعضہا واخذ بعضہا لہ ذلک لانہ تملیک لہ من الآباء معلم نے
لڑکوں سے فرش مکتب کی چٹائیوں کے واسطے پیسے طلب کیے سو جمع کیے تحصیل کرکے پھر کچھ پیسوں سے چٹائیاں خریدیں اور کچھ پیسے آپ لیے تو اسکو

یہ درست ہے اسواسطے کہ اس طرح کا دینا لڑکون کے باپون کی طرف سے تملیک ہے معلم کو ہم طحطاوی نے کہا کہ اسمین تامل ہے اس لیے کہ معلم بمنزلہ وکیل کے ہے خرید
مین یعنی وکیل کو بعض ثمن کا لینا درست نہین کہ خیانت ہے لاباس بوطی المنکوحۃ بمعاینۃ الامۃ دون عکسہ کچھ مضائقہ نہین منکوحہ کی قربت کرنے مین لونڈی کے
سامنے نہ بالعکس کیسلئے یعنی لونڈی کی قربت منکوحہ کے سامنے درست نہین ہم مجتبی مین یہ مسئلہ بعض مشائخ سے منقول ہے اور قبل اسکے محمد کا قول یون ذکر کیا ہے کہ دو
لونڈیون یا دو عورتون کا جمع کرنا ایک فرش پر اور ایک کی قربت دوسرے کے سامنے مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی ظاہرا کراہت کا قول معتمد ہے اسواسطے کہ
اگرچہ مرد کا ستر دیکھنا منکوحہ یا لونڈی کو درست ہے لیکن لونڈی کو منکوحہ کا ستر دیکھنا کیونکر درست ہوگا وجد مالاقیمۃ لہ لاباس بالانتفاع بہ ایک شخص نے غیر کی
وہ چیز پائی جسکی کچھ قیمت نہین اور اس سے فائدہ لینا درست ہے یعنی بلا اجازت مالک کے ولو لہ قیمۃ وہو غنی تصدق بہ اور اگر اس چیز کی کچھ قیمت ہے اور پانیوالا
غنی ہے اور مالک معلوم نہین تو اسکو خیرات کر دے لاباس بالجماع فی بیت فیہ مصحف للبلوے کچھ مضائقہ نہین جمع کرنین اُس کوٹھری یا دالان کے اندر جسمین مصحف
رکھا ہے یہ جائز ہوا بسبب تکلیف اور مشقت کے ہم مجتبی مین اسی طرح مطلق مذکور ہے اور قنیہ مین یہ قید مذکور ہے کہ مصحف مستور ہو اور اگر ادویت پر نظر کیجیے تو
منافات زائل ہوجاے لاترکب مسلمۃ علی السرج للحدیث ہذا لو للتلہی ولو لحاجۃ غزو او حج او مقصد دینی او دنیوی لابد لہا منہ فلاباس بہ سواری نہ
کرے مسلمان عورت زین پر بسبب نہی حدیث کے یہ عدم جواز اُس وقت ہے جب لہو لعب تماشا منظور ہو سوار ہونے سے اور اگر جہاد یا حج کی حاجت کے سبب
سے عورت زین پر سوار ہو یا کسی مقصد دینی یا دنیوی کے لیے جو اُسکے واسطے ضروری ہے سوار ہو تو مضائقہ نہین ہم حدیث مذکور طحطاوی مین یون مذکور ہے کہ
لعن اللہ الفروج علی السروج (یعنی بالقرآن ولم یخرج بالحانہ عن قدر صحیح فی العربیۃ یستحسن قرآن پڑھنا خوش آوازی سے اور بسبب الحان نہ خارج ہو گیا
اُس مقدار سے جو زبان عرب مین صحیح ہے تو در خوب ہے ہم قرآن مین خوش آوازی وہان تک درست ہے جسمین قواعد موسیقی کی رعایت نہو یعنی راگ اور
راگنی کو دخل نہ دے یعنی حسن صوت طبیعی مستحسن ہے نہ صناعی جسمین حروف اور حرکات اور سکنات مین تغیر ہوجاتا ہے ذکر اللہ من طلوع الفجر الی طلوع الشمس
اولی من قراءۃ القرآن ذکر اللہ کرنا طلوع فجر سے تا طلوع آفتاب بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے وتستحب القراءۃ عند الطلوع والغروب اور مستحب ہے قرات
قرآن کی طلوع یا غروب کے وقت ہم فتاوی عالمگیری غرائب سے منقول ہے کہ طلوع آفتاب اور ان اوقات مین جنمین نماز درست نہین درود پڑھنا اور دعا
کرنا اور تسبیح پڑھنا بہتر ہے قرآن کے پڑھنے سے اور سلف ان اوقات مین تسبیح کیا کرتے تھے اور قرآن نہین پڑھتے تھے انتہی تو شاید یون کہنا حق تھا کہ طلوع یا
غروب کے وقت قرات مستحب نہین یا ذکر مستحب ہے ان اوقات مین کذا فی الطحطاوی لاباس للامام عقیب الصلوۃ بقراءۃ آیۃ الکرسی وخواتیم سورۃ
البقرۃ والاخفاء افضل مضائقہ نہین امام کو نماز کے بعد آیت الکرسی یا آمن الرسول کے پڑھنے مین بلند آواز سے اور چپکے پڑھنا انکا افضل ہے قراءۃ الفاتحۃ
بعد الصلوۃ جہرا للمہمات بدعۃ قال استاذنا لکنہا مستحسنۃ للعادۃ والآثار سورہ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے بعد پکار کے رفع حاجات کے واسطے بدعت
ہے ہمارے استاد یعنی بدیع نے کہا لیکن وہ بدعت حسنہ ہے بسبب عادت مسلمین کے اور بسبب وارد ہونے اخبار اور آثار کے ہم فتاوی عالمگیری
مین اس مسئلہ مین تفصیل واقع ہے یعنی اگر اُس نماز کے بعد سنت ہو جیسا کہ ظہر یا مغرب یا عشا تو سورہ فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے اور نہین تو مکروہ نہین انتہی
یعنی اسواسطے کہ فرض اور سنت مین سوائے اللہم انت السلام یا اور اذکار ماثورہ کے فصل کرنا نہ چاہیے الرشوۃ لا تملک بالقبض رشوت مملوک نہین
ہوجاتی قبضہ کرنے سے تو رشوتی کے یعنی راشی کو اسکا پھیر لینا درست ہے ہم اگر عالم کو تحفہ دیا اسواسطے کہ وہ سفارش کرے یا ظلم کو دفع کر دے تو یہ رشوت ہے
ایک شخص نے دوسرے کی حاکم سے سعی کی اور اُسکا کام نکال دیا تو بعد کار برآری کے ہدیہ قبول کرنا درست ہے اور کار برآری سے پہلے اُسکے طلب کرنے سے
ہدیہ حرام ہے اور بدون طلب کے مختلف فیہ ہے اور ہمارے مشائخ کے نزدیک درست ہے اور تنہا اگر دون کے تحفہ قبول کرنین اختلاف ہے مشائخ کا کذا فی الطحطاوی
عن المجتبی لاباس بالرشوۃ اذا خاف علی دینہ کچھ مضائقہ نہین رشوت دینے مین جبکہ آدمی اپنے دین پر خوف کرے ہم یا اپنا حق حاصل کرنے کو رشوت

دے تو یہ دینے والے کے حق مین رشوت نہین محیط برہانی مین ہر ایک مرد ایک گانون مین رہتا ہر اور اُسمین ظالم ہر اور یہ مرد اُس ظالم کو میوہ جات
یا ملبوسات تحفہ دیتا ہر دفع ظلم کے واسطے تو درست ہر والنبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعطی الشعراء ولمن یخاف لسانہ وکفی بسہم المولفۃ من الصدقات دلیلا علی شمالہ
اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم شاعرون کو اور جسکی زبان درازی اور بدگوئی سے خوف کرتے تھے اُسکو مال عطا فرماتے تھے اور مولفۃ القلوب کا حصہ مقرر ہونا اور
زکوۃ سے ایسے مسائل کی دلیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہر مولفۃ القلوب روسا کفار تھے جنکو زکوۃ کا حصہ تالیف قلوب کے واسطے دیا جاتا تھا ابتداء
اسلام مین جمع اہل المحلۃ للامام یحسن اہل محلہ نے کچھ قوت زاد باہم امام کے واسطے جمع کر دیا تو یہ بہتر ہر ہم امام سے ظاہراً امام مسجد مراد ہر بدلیل محلہ و
من السحت ما یؤخذ علی کل مباح کملح وکلاء ومعادن اور حرام مال سے وہ مال مراد ہر جو مباح چیز پر لیا جاے چنانچہ نمک اور گھاس اور پانی اور کھانین جمع اشیاء
مذکورہ اُنکی مباح ہین سب آدمی اُسمین شریک ہین لیکن جب آدمی نمک کو مثلاً اُسکے کھان سے اُٹھا لادے تو وہ اُسکا مالک ہو جاتا ہر تو اب اُسکو بیچنا درست
ہر وما یاخذہ غاز لغزو وشاعر لشعر ومسخرۃ وحکواتی قال تعالی ومن الناس من یشتری لہو الحدیث اور منجملہ اموال محرمہ کے وہ مال ہر جسکو غازی بواسطہ غزا اور
شاعر بذریعہ شعر گوئی اور مسخرا اور قصہ گو لیتا ہر فرمایا حق تعالی نے اور بعضے آدمی وہ ہر جو لہو الحدیث یعنی کھیل کی بابت خرید کرتا ہر مراد وہ غازی
ہین جو اہل شہر سے زبردستی مال لین لہو الحدیث سے وہ مراد ہر جو امور ضروریہ سے غفلت مین ڈالے چنانچہ احادیث بے اصل اور قصص غیر معتبرہ اور
مثلا مسکہ اور فضول کلام یہ آیت نضر بن حارث بن کلدہ کے حق مین اُتری وہ سوداگری کو ملک عجم مین جاتا وہان سے اخبار عجم خرید کر لاتا اور
قریش سے بیان کرتا اور کہتا کہ محمد تم سے عاد اور ثمود کا قصہ بیان کرتے ہین اور مین تم سے رستم و اسفندیار وغیرہما کا قصہ ذکر کرتا ہون تو کفار اُنکی حکایات
سنتے اور قرآن کی سماعت ترک کرتے تب یہ آیت اُتری واصحاب معازف وقواد وکاہن ومقامر ونائحۃ وفروعہ کثیرۃ اور حرام ہر وہ مال جسکو باجون
کے بجانے والے لیتے ہین اور قواد اور غیبی خبر بتانے والا اور قمار باز اور عورت نیل سے بدن کی گودنے والی لیتی ہر اور مال حرام کی فروع اور شاخین
بہت ہین ہم ازانجملہ اجرت واشرہ یعنی اُس عورت کی اجرت جو دوسری عورت کے دانت گھسکر باریک کر دے اور جو متوسط عقد نکاح کا ہو کر کچھ مال لے اور جو دو
شخصون مین صلح کرواکے مال لے اور شراب اور مسکرات کا ثمن اور جو مال کہ جانورون کی جفتی پر لیا جاوے اور جانور مردار اور درندون کی کھال کی قیمت
قبل از دباغت اور خرچی اور بھڑوا کے حجام یعنی پچھنے لگانے والے کی اجرت یہ سب مال حرام ہین کذا فی الطحطاوی قیل لہ یا خبیث ونحوہ جاز لہ الرد فی کل شتیمۃ
لا توجب الحد وترکہ افضل کسی نے کسی کو کہا یا خبیث اور مانند اسکے کوئی کلمہ سخت تو مخاطب کو پھیر کے کہنا اُس گالی مین جائز ہر جو گالی کہ حد کی موجب نہین ہر
اور ترک اسکا افضل یعنی صبر افضل ہر جواب دینے سے کرہ قول المتطوع اذا سئل اصائم انت انتظر فانہ نفاق او حمق نفل کے روزہ دار سے کسی نے سوال کیا کہ کیا تو
روزہ دار ہر تو اسکا یون کہنا کہ دیکھنا چاہیے مکروہ ہر اسواسطے کہ یہ نفاق ہر یا حمق اور جہالت ہر یعنی یہ منافقین کا طریقہ ہر تا معلوم ہو کہ یہ اپنے عمل کو چھپاتا ہر
بلکہ یون جواب دینا بہتر ہر کہ ہان مین روزہ دار ہون اسواسطے کہ صوم مین ریا کو دخل نہین کذا فی ... من لہ اطفال ومال قلیل لا یوصی بنفل جس شخص کے چھوٹے لڑکے
ہون اور تھوڑا مال ہو وہ نفل وصیت نہ کرے ہم لیکن اگر مریض پر صلوات اور کفارات ہون تو حاضرین کو چاہیے کہ مریض سے بطریق احسن وصیت کرا دین
اگر یہ کہ مریض عالم متقی ہو اور یہ جو حدیث ہر کہ اپنے بیمارون سے وصیت کا امر کرو تو مطلب اسکا یہ ہر کہ بیمار اپنی اولاد اور عیال اور دوستون کو جمع کرے
اور حمد الہی بجا لاوے اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے اور اسکی گواہی دے کہ بہشت اور دوزخ اور قیامت کا آنا حق ہر پھر اولاد سے
کہے کہ تم کسکی عبادت کروگے میرے بعد پھر اُنکو ایمان کی وصیت کرے اور اُنسے کہے کہ نہ مرو مگر مسلمان جیسے حضرت ابراہیم اور یعقوب علیہما السلام
نے اپنے بیٹون کو وصیت کی تھی پھر اسکے بعد جو چاہے وصیت کرے کذا فی مجتبی یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد جو اُسپر ہون اُنکی وصیت کرنا چاہیے
وصیت ہر آنی سکے بعد اسواسطے کہ احادیث صحیحہ مین وارد ہر کہ مسلمان کو چاہیے کہ تین دن سے زیادہ وصیت مین تاخیر نہ کرے من صلی وتصدق

ریاء بالناس لا یعاقب بترک الصلوۃ ولا یثاب بہا قیل ہذا فی الفرائض وعند الزاہدی النوافل المقوم الریاء لا یدخل الفرائض جو شخص نماز پڑھتا ہو یا
زکوۃ اور خیرات دیتا ہو لوگوں کے دکھانے کے واسطے تو اس نماز ریائی کے سبب سے اُسپر عذاب نہوگا اور نہ اُسکو اُسکا ثواب ملیگا بعضوں نے
کہا کہ یہ عدم عتاب اور ثواب فرائض میں ہی نہ نوافل میں اور زاہدی نے اسکو نوافل کے واسطے یعنی عام کہا ہی فقہا کے اس قول کی دلیل سے کہ ریا
فرائض میں داخل نہیں ہوتا ہم شارح کو یون کہنا بہتر تھا وخصہ الزاہدی بالنوافل اسواسطے کہ زاہدی کی عبارت مجتبی میں ہی اور لکن نص فی الواقعات
ان الریاء لا یدخل فی الفرائض فتعین النوافل انتہی تو اسصورت میں تعلیل ظاہر ہوئی اور تعمیم میں ظاہر نہیں کذا فی الطحطاوی تزیی الرجل علی ہیئۃ تزیی المرءۃ یکرہ یعنی
کہ تمام مرد کا عورت کی ہیئت اور وضع پر مکروہ ہی یعنی اسواسطے کہ مرد کو عورت کی مشابہت کرنا اور عورت کو مرد کی مشابہت کرنا جائز نہیں اور حدیث میں اسپر
لعنت وارد ہی یکرہ للمرءۃ سور الرجل وسورہا للرجل عورت کو مرد کا جھوٹھا اور مرد کو عورت کا جھوٹا مکروہ ہی مترجم مراد جھوٹا پانی ہی عورت غیر حلال کا
اور یہ کراہت درصورت تلذذ کے ہی والا ظاہر المکروہ نہیں اسکا تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وله ضرب زوجتہ علی ترک الصلوۃ علی الاظہر اور
شوہر کو جائز ہی مارنا اپنی زوجہ کا نماز کے چھوڑنے پر بنابر ظاہر مذہب کے مترجم اور اسی طرح اپنے ولد اور یتیم کا مارنا ترک صلوۃ پر جائز ہی کذا فی المجتبی
لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ زوج پر واجب نہیں طلاق دینا حرام کار زوجہ کا طحطاوی نے کہا فجور زنا وغیرہ کو شامل ہی لا یجوز الوضوء من الحیاض المعدۃ
للشرب فی الصحیح جائز نہیں وضو کرنا اُن حوضوں سے جو پینے کے واسطے بنائے گئے ہین قول صحیح میں مترجم لیکن وضو کے حوضوں سے پینا درست ہی ویمنع من
الوضوء منہ وفیہ اور پانی پینے کے حوض سے پانی لے کر وضو کرنا اور خود حوض میں وضو کرنا منع کیا جاے وحملہ لاہلہ ان ماذونا بہ جاز والا لا اور اُس
حوض سے پانی لانا اپنے اہل وعیال کے پینے کے واسطے اگر مالک کی اجازت ہولیجانے کی تو درست ہی اور نہیں تو جائز نہیں الکذب مباح لاحیاء
حقہ ودفع الظلم عن نفسہ والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وہو الحق قال تعالی قتل الخراصون الکل من المجتبی جھوٹ بولنا اپنے حق کے
ظاہر کرنے کے واسطے اور اپنے اوپر سے ظلم کے دفع کرنے کے واسطے مباح ہی اور کذب سے مراد تعریض ہی یعنی مخالف تصریح اسواسطے کہ عین
کذب حرام ہی صاحب مجتبی نے کہا اور یہی قول حق ہی کہ کذب سے تعریض مراد ہی نہ عین کذب حق تعالی نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے والے لعنت کیے گئے
یہ سب مسائل یعنی مسئلہ محو کتب غیر منتفعہ سے یہان تک مجتبی سے منقول ہین وفی الوہبانیۃ قال وللصلح جاز الکذب او دفع ظالم + او اہل الترضی والقتال
لیظفر + اور وہبانیہ میں کہا جھوٹ بولنا درست ہی صلح بین المومنین کے واسطے یا دفع ظالم کے واسطے اور زوجہ سے جھوٹ بولنا درست ہی تا وہ راضی اور
وحشت میں نہ آوے اور لڑائی میں کذب درست ہی تا فتح حاصل ہو مترجم شارح وہبانیہ نے کہا کذب سے مجاز تعریض مراد ہی نہ کذب خالص ویکرہ فی الحمام تعمیم
خادم + ومن تنور تو برا فتنا اواتنور + اور حمام میں خدمتگار کا دابنا اور چپی کرنا مکروہ ہی اور جو چاہے نورا لگانا تو علما نے کہا ہی کہ اپنے ہاتھ سے نورہ لگاوے
کپڑے پر چپی کرنا بلا ضرورت مکروہ ہی اور بضرورت درست ہی اور بلا حیلولت ثوب ران پر چپی کروانا حرام ہی چنانچہ جاہلوں کی عادت ہی سو حرام ہی کذا فی شرح
الوہبانیۃ ویفسق معتاد المرور بجامع + ومن علم الاطفال فیہ ویوزر + اور عادت گرفتہ مرور در جامع مسجد فاسق ہی اور اسی طرح جو معلم کہ اپنے لڑکے پڑھاوے
وہ گنہگار ہی مترجم شارح وہبانیہ نے کہا تعلیم فی المسجد کو کسی نے فسق نہیں کہا ہان اُسکو گناہ کہا ہی تو ناظم کے کلام کی یون توجیہ ہو سکتی ہی کہ جب اُسنے گناہ
پر اصرار کیا تو فاسق ہو گیا ومن قام ویا لشخص یجائز + فی غیر اہل العلم البعض یقرر + اور جو کھڑا ہو گیا کسی شخص کی تعظیم اور تکریم کے واسطے تو جائز ہی اور
بعضے علما غیر اہل علم میں اسکو ثابت رکھتے ہین مترجم شخص سے مراد مسلمان ہی نہ کافر اسواسطے کہ اسباب میں مذکور ہو چکا کہ کافر کی تعظیم جائز نہیں اور بعضوں کے
نزدیک قیام اہل علم کے واسطے مخصوص ہی چنانچہ قنیہ میں ہی وجوز نقل المیت البعض مطلقا + وعن بعضہم ما فوق میلین یحظر + اور بعضوں نے میت کا
نقل کرنا جائز کہا ہی مطلقا خواہ دو میل ہو یا زیادہ اور بعض فقہاے منقول ہی کہ دو میل سے زیادہ جائز نہیں مترجم طرسوسی نے ذکر کیا کہ میت کو

اٹھا لیجانا دو میل سے زیادہ قبل از دفن مکروہ ہی بلا خلاف اور بعد دفن کے نقل کرنا حرام ہی بالاتفاق اور ناظم وہبانیہ نے ذکر کیا کہ جواز نقل میت مین دو میل سے
زیادہ اختلاف ہی بعضون کے نزدیک مطلقاً جائز ہی قبل دفن اور بعد دفن کے مسافت کم ہو یا زیادہ میت نے اُسکی وصیت کی ہو یا نہ کی ہو عبد البر شارح
وہبانیہ نے کہا کہ یہ جو ناظم نے خلاف نقل کیا ہم اسپر مطلع نہین علما کے کلام سے اور ظاہر اطرسوسی کا کلام حق ہی و للزوجۃ التسمین لا فوق شبعہا ؛ ومن ذکر بالتعویذ
للحب یحظر ؛ اور زوجہ کا اپنا بدن موٹا کرنا ستوی طعام کھا کر درست ہی بشرطیکہ آسودگی سے زیادہ نہ کھاے اور زوجہ کا تعویذ لکھوانا زوج کی محبت کیواسطے
ممنوع ہی ہم تسمین زوجہ بشرط رضاے زوج جائز ہی حاشیہ مین ہی کہ ایک عورت آیات تعویذ لکھواتی ہی تا اُسکا زوج اُسکو چاہے اور اُسکی طرف سے نفرت
چھوڑے جامع صغیر مین ذکر کیا ہی کہ یہ حرام ہی حلال نہین انتہی ابن وہبان نے توجیہ اُسکی یون بیان کی ہی کہ ایک طرح کا یہ بھی سحر ہی اور سحر حرام ہی ویکرہ
ان تسقی لاسقاط حملہا وجاز لعذر حیث لا یتصور ؛ اور عورت کا دوا پینا اپنے حمل کے اسقاط کے واسطے مکروہ ہی اور اسقاط کرنا عذر کے سبب سے درست ہی
جبکہ حمل کی صورت نہ بن گئی ہو ہم حمل کا گرانا بلا عذر مباح نہین اور عذر سے درست ہی بشرطیکہ صورت نہ بن گئی ہو عذر اسقاط یہ ہی کہ مثلاً عورت لڑکے کو
دودھ پلاتی ہی اور حمل رہنے سے دودھ جاتا رہا اور اُسکے زوج کو دایہ رکھنے کی قدرت نہین ہی اور ہلاکی طفل کا خوف ہی تو اس صورت مین حمل کا گرا دینا علاج
وغیرہ سے درست ہی جبتک حمل ٹھہرا ہوا اعضا نہ بن گئے ہون وان اسقطت میتا ففی السقط غرۃ ؛ لوالدہ من عاقل الام تخیر ؛ اور اگر عورت نے علاج وغیرہ سے
عمدہ لڑکا گرا دیا تو جنین میت کے باپ کے واسطے مان کی برادری سے غرہ حاضر کیا جاے ہم غرہ بضم عین معجمہ عبارت پانچ سو درم سے ہی جو ایک سال کے
اندر لیا جاے اور اگر عورت کی برادری نہو تو عورت کے مال سے اسقدر لیا جاے اور اگر عورت نے زندہ گرا دیا پھر وہ مر گیا تو عورت کی برادری سے خونبہا
تین سال کے اندر اور اگر برادری نہین تو عورت کے مال سے اسقدر لیا جاے کذا فی الطحاوی وفی یوم عاشورا یکرہ کحلہم ؛ ولا باس بالمعتاد خلطا و یوجر ؛
اور یوم عاشورا یعنی محرم کی دسوین تاریخ سرمہ لگانا مکروہ ہی اور کچھ مضائقہ نہین خلط اطعمہ کی عادت مین اور ثواب ہی وبعضہم اختار فی الکحل جائز ؛ بفعل رسول اللہ
فہو المقرر ؛ اور بعضون کے نزدیک یوم عاشورا کو سرمہ لگانا جائز اور مختار ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے سبب سے تو وہی مقرر ہی ہم وجہ کراہت سرمہ
یہ ہی کہ علامت ہی دشمنان اہلبیت نبوت کی اسواسطے کہ یزید اور ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے سرمہ لگایا تھا اور دوسری روایت یہ ہی کہ
اثمد کا سرمہ لگایا تھا قتل امام کی فرحت سے تنبیہ مین ہی کہ خلط اطعمہ یوم عاشورا مین کوئی اثر قوی وارد نہین لیکن اُسمین مضائقہ نہین بدلیل حدیث من وسع علی عیالہ
وسع اللہ علیہ سائر سنتہ تو لوگون نے اسی سے وسعت طعام کی عادت کی ہی کذا فی الطحاوی عن شرح الوہبانیہ وسفر السعادت فیروزآبادی مین ہی کہ استحباب صیام
عاشورا ثابت ہی اور سائر احادیث فضل عاشورا اور فضل صلوۃ و انفاق و خضاب و ادہان و اکتحال و طبخ حبوب و غیر ذلک مجموع موضوع و مفتری ہی ائمہ حدیث نے
کہا کہ اسمین سرمہ لگانا بدعت ہی کہ قاتلین حسین رض کی ایجاد ہی شیخ عبد الحق دہلوی نے سفر السعادت کی شرح صراط المستقیم مین کہا کہ احادیث فضل عاشورا اور وقوع
وقائع عظیمہ چنانچہ قبول توبہ آدم ع و رفع ادریس ع آسمان پر اور نجات ابراہیم ع کی آتش نمرود سے اور ٹھہرنا نوح ع کا کشتی سے اور اترنا توریت کا موسیٰ ع پر اور فدیہ اسمٰعیل ع کا اور نکلنا
یوسف ع کا قید خانہ سے اسی طرح اور وقائع انبیا علیہم السلام کے محدثین کے نزدیک موضوع اور باطل ہین بجز توسیع طعام مین عیال پر احادیث ضعیفہ وارد ہین کہ تعدد طرق سے
جبر نقصان ہو سکتا ہی حافظ زین الدین عراقی نے اپنی امالی مین طریق بیہقی سے حدیث مرفوع روایت کی کہ من وسع علی عیالہ واہلہ یوم عاشورا وسع اللہ علیہ سائر
سنتہ اور کہا ہی کہ یہ حدیث ضعیف ہی ولیکن بعضون کے نزدیک حسن ہی اور دوسرے طریق سے بعضون کے نزدیک صحیح ہی اسکا اصل صواعق محرقہ مین ہی کہ اہل سنت کا طریقہ یہ ہی
کہ اس روز مین بدعات روافض سے جیسا نوحہ گری وغیرہ سے اجتناب کرین اسی طرح بدعات نواصب اور دشمنان اہلبیت سے پرہیز کرین جیسا کہ اس دن مین عید کرنا
اور اظہار فرحت و آرایش کرنا سرمہ لگانا خضاب کرنا ثیاب جدیدہ پہننا اور توسیع نفقات کرنا وغیر ذلک کہ نہ حدیث صحیح سے ثابت ہی نہ صحابہ کرام سے اور نہ چارون
اماموں سے اور نہ کسی کتاب معتبر مین وارد ہی انتہی ما فی صراط المستقیم مختصرا وضرب عبید لغیر جاز زاجرہ ؛ وما جاز فی الاحرار والایامر ؛ اور غیر کے غلامون کو مارنا مالک کے

علامت جائز ہی اور جائز نہیں اجارہ کا مارنا اگرچہ باپ امر کرے اپنے طفل کے مارنے کا کام لیکن معلم کا مارنا تعلیک پدر جائز ہی مصلحت کے سبب سے تنبیہا
نے کہا صغیر کو ہاتھ سے مارے نہ لکڑی سے اور تین ضرب سے زیادہ نہ مارے اور قاضی کے امر سے مارنا اس صورت مین ہی جبکہ قاضی عادل ہو اور حجت قرینہ کا منا
ہو گیا اور اس زمانے مین فقط قاضی کے حکم پر اعتماد کرنا بیجا ہے کذا فی الطحطاوی واثوب من ذکر القرآن استماعہ وقالوا ثواب المعلم للطفل یعیہ اور قرآن کے
پڑھنے سے قرآن کی سماعت مین زیادہ تر ثواب ہی اور علما نے کہا کہ فضل کا ثواب طفل ہی کے واسطے مخصوص ہی اور استماع قرآن کا ثواب پڑھنے سے اسواسطے زیادہ ہو
کہ استماع واجب ہی اور پڑھنا مستحب ہی اور تجارت طفل کا طفل ہی کو ثواب ہی اور اُسکے باپ کو تعلیم کا ثواب ہی ودرس بانی الذکر اولی من الصلوٰۃ نفلا
درس العلم اولی دانفع اور سیکھنا باقی قرآن کا افضل اور مقدم ہی نفل نماز سے اور سیکھنا علم کا یعنی علم شرعی کا مقدم تر ہی باقی قرآن کے سیکھنے سے اسواسطے
کہ تعلیم جمیع قرآن فرض کفایہ ہی اور تعلم مسائل فقہ بقدر ضرورت فرض عین ہی اور اشتغال بفرض عین اولی ہی فرض کفایہ کے اشتغال سے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ تعلم
فی قرآن کا افضل ہی اُس فقہ کے تعلم سے جو قدر حاجت سے زیادہ ہی وقد کرہوا واللہ اعلم ونحوہ للاعلام بختم الدرس حین یقرئہ اور البتہ فقیہون نے مکروہ کہا ہی
واللہ اعلم کہنے کو اور مانند اسکے چنانچہ درود پڑھنے کو اختتام درس کے اعلام کیواسطے دقت عقرئہ کے ہم وجہ کراہت یہ ہی کہ اُسنے اس لفظ کو بے محل صرف کیا
یعنی وسیلہ اعلام اور اطلاع کا قرار دیا اسی طرح اگر ایک شخص محفل مین آیا اور اُسنے کہا یا اللہ مثلاً تاکہ اہل مجلس اُسکے آنے سے خبردار ہون اور اُسکے لائق
بیٹھنے کی جگہ دین اور تعظیم کرین یا چوکیدار یون کہے لا الہ الا اللہ اور مانند اسکے تا لوگ اُسکے جاگنے اور چوکیداری سے آگاہ ہون تو یہ سب مکروہ ہی اسواسطے
کہ ذکر مقصود نہین ہان اگر دو قصد مجتمع ہون یعنی اعلام بھی اور ذکر بھی تو قصد غالب کا اعتبار ہوگا کذا فی الطحطاوی فائدہ طحطاوی نے کہا کہ طرسوسی اور
بلبلوسی مجتمع ہوے اور حلال روزی مین گفتگو کرنے لگے کہ اب اُسمین سے کچھ باقی ہی تو بلبلوسی نے کہا کہ اصول حلال کے دس ہین حق تعالی انھین سے وسعت
کرتا ہی اپنے بندون مین اول تجارت بشرط صدق و راست گوئی ۲- اجارہ بشرط خیرخواہی مالک ۳- ہدیہ اور تحفہ برادر متقی کا ۴- میراث اہل طیب یعنی جس مورث
نے حلال مال جمع کیا نہ حرام ۵- جو غلہ کہ زمین غیر مملوکہ مین پیدا ہوا یعنی غلہ خود رو ۶- خمس غنیمت کا جبکہ عدل اور انصاف سے اُسکی قسمت ہوئی ہو ۷- شکار خشکی کا ۸-
شکار دریا کا ۹- سوال کرنا سخت ضرورت کے وقت ۱۰- احیاء موات تو طرسوسی نے کہا کہ ہر مسلمان پر واجب ہی تفتیش ان اصول کی تا وہ حلال پاک حاصل ہو
جو اہم المہمات ہی اور سب امور سے مقدم ہی واللہ اعلم ونستغفر اللہ الکریم

کتاب احیاء الموات

یہ کتاب ہی احیاء موات کے مسائل مین اور موات بفتح وضم میم بر وزن حیات و فرات وہ زمین ہی جسکا کوئی مالک نہین اور احیاء یعنی زندہ کرنے سے مراد یہ ہی کہ
زمین غیر مزروع زراعت کے لائق ہوجاوے یعنی ویران زمین آباد ہوجاوے اسواسطے کہ ہر چیز کی حیات اُس چیز کے لائق اور مناسب ہوتی ہی لعل مناسبۃ
ان فیہ ما یکرہ وما لا یکرہ شاید کہ مناسبت اس کتاب کی کتاب الکراہیۃ سے یہ ہی کہ اس کتاب مین وہ حکم ہی کہ مکروہ ہی اور وہ حکم بھی ہی جو مکروہ نہین الحیاۃ نوعان حاسۃ
ونامیۃ والمراد ہہنا النامیۃ حیات دو قسم ہی حاسہ یعنی جس سے حس اور حرکت حاصل ہو اور نامیہ یعنی جس سے نشو اور نما حاصل ہو اور یہان مراد حیات نامیہ ہی
ہی وسمی مواتا لبطلان الانتفاع بہا اور زمین غیر مملوکہ غیر نامیہ کو موات کہا بسبب باطل ہونے اُسکی انتفاع کے تو وہ مردہ ٹھہری نہ زندہ اور عدم انتفاع کی
وجہ یہ ہی کہ پانی مین زمین ڈوب گئی یا سینچنے کا پانی وہان نہین یا جنگل ہو گیا وغیر ذلک من موانع الانتفاع واحیاؤہ ببنائہ او غرس او کرب او سقی اور احیاء موات
یعنی زمین مردہ کا زندہ کرنا عمارت بنانے سے ہوتا ہی یا درخت لگانے سے یا جوتنے یا سینچنے سے اذا احیی مسلم او ذمی ارضا غیر منتفع بہا ولیست بمملوکۃ لمسلم
ولا ذمی فلو مملوکۃ لم تکن مواتا فلو لم یعرف مالکہا فہی لقطۃ یتصرف فیہا الامام ولو ظہر مالکہا ترد الیہ ویضمن نقصانہا ان نقصت بالزرع وہی بعیدۃ من القریۃ
اذا صاح من باقصی العامر وہو جہوری الصوت بزازیۃ لا یسمع بہا صوتہ ملکہا عند ابی یوسف وہو المختار کما فی المختار وعند محمد یجب کہ ملکیان

یا ذمی آباد کرے اُس زمین ویران کو جس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور وہ کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک نہیں اور وہ دور واقع ہے گاؤں سے اسطرح کہ اگر چیخے
شخص جو منتہائے آبادی پر ہے بشرطیکہ وہ شخص بلند آواز ہو کذا فی البزازیہ تو اُس زمین تک اُسکی آواز نہ سنائی دے تو وہ آباد کرنیوالا مسلمان یا ذمی اُس زمین کا مالک ہو جائیگا
ابو یوسف کے نزدیک اور یہی قول مختار ہے چنانچہ مختار وغیرہ میں مصرح ہے سو اگر زمین ویران کسی مسلمان یا ذمی کی مملوک ہو تو وہ موات نہیں ہے پھر اگر اسکا مالک
معلوم ہو تو وہ لقطہ یعنی لاوارث مال ہے جسمین بادشاہ اسلام تصرف کرے اور اگر بعد اسکے اُسکا مالک ظاہر ہو تو وہ زمین اُسی کو پھیر دیجائے اور اسکے
نقصان کا تاوان دے اگر زراعت کرنے سے زمین میں کچھ نقصان ہو گیا ہو م زمین مذکور کا آباد کرنے والا مالک ہوگا اگر مسلمان ہے تو اُسپر عشر واجب
ہوگا اور اگر ذمی ہے تو خراج واجب ہوگا اور اگر خراج کے پانی سے اُسکو سینچے گا تو اُسکو اختیار ہوگا کذا فی الاختیار و اعتبر محمد عدم ارتفاق اہل القریۃ بہ وبہ قالت
الثلاثۃ قلت وبہذا ظاہر الروایۃ وبہ یفتی کما فی زکوٰۃ الکبری ذکرہ القہستانی وکذا فی البرجندی عن المنصوریۃ عن قاضی خان ان الفتوی علی قول محمد فالعجب
من الشرنبلالی کیف لم یذکر ذلک فلیحفظ اور محمد رح نے اہل قریہ کی عدم احتیاج کو اُس زمین کی طرف معتبر کیا ہے یعنی موات وہ زمین غیر مملوک ہے جس سے اہل قریہ
منتفع نہوتے ہوں خواہ قریب ہو خواہ بعید اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا میں کہتا ہوں اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی کا فتوی ہے چنانچہ فتاوی کبری کی کتاب
الزکوٰۃ میں ہے ایسا ذکر کیا ہے قہستانی نے اور اسی طرح برجندی میں ہے عن منصوریہ عن قاضی خان کہ محمد رح کے قول پر فتوی ہے تو شرنبلالی سے تعجب ہے کہ اُسنے
اسکو کیوں بیان نہ کیا تم اسکو یاد رکھنا چاہیے م فتاوی قاضی خان میں ہے کہ صحیح تر قول موات میں وہ ہے کہ اگر منتہائے آبادی میں آدمی کھڑا ہو کر بلند آواز سے
چلاوے تو جہاں آواز نہ پہنچے وہ موات ہے اور جہاں تک آواز پہنچے وہ آبادی کے لواحق سے ہے کہ وہاں تک مواشی چرانے وغیرہ کی اہل قریہ کو حاجت ہوتی ہے اھ
تو شاید قاضی خان نے کسی اور کتاب میں محمد رح کے قول پر فتوی بیان کیا ہوگا واللہ اعلم ان اذن لہ الامام فی ذلک وقالا یملکہا بلا اذنہ احیاء موات سے
مسلم مالک اُسکا ہو جاتا ہے اگر امام نے اسکو آباد کرنیکا حکم دیا ہو اور صاحبین نے کہا کہ اُسکا مالک ہو جاتا ہے بدون اسکے حکم کے بھی فی ہذا لو مسلما فاذا ذمیا شرط الاذن اتفاقا ادریہ
یعنی اشتراط اذن امام اور عدم اشتراط اسوقت ہے جبکہ وہ مسلم ہو اور اگر آباد کرنیوالا ذمی ہو تو بادشاہ اسلام کا اذن باتفاق امام و صاحبین کے شرط ہے ولو مستامنا لم یملکہا
اصلا اتفاقا قہستانی اور اگر آباد کرنیوالا کافر مستامن ہو تو زمین کا اصلا مالک نہوگا بالاتفاق کذا فی القہستانی ولو ترکہا بعد الاحیاء وزرعہا غیرہ فالاول احق بہا فی الاصح اور اگر
آباد کرنیوالے نے زمین کو چھوڑ دیا آباد کرنے کے بعد اور غیر شخص نے اسکو بویا تو پہلا شخص اُسکا زیادہ تر حقدار ہے صحیح تر قول میں ولو احیی ارضا میتۃ ثم احاط الاحیاء بجوانبہا
الاربعۃ من اربعۃ نفر علی التعاقب تعین طریق الاول فی الارض الرابعۃ اور اگر ایک شخص نے ویران زمین کو آباد کیا پھر اُسکے چاروں طرف سے آبادی محیط ہو گئی چار
شخصوں کے آباد کرنے سے علی التعاقب نہ یکبارگی تو پہلے آباد کرنے والے کی راہ چوتھی زمین میں متعین ہوگی ھم اور اگر سب زمین کی آبادی ایک شخص نے کی تو اُسکی راہ مقرر
کرنے میں ہر طرف سے اُسکو اختیار ہے اور اگر جوانب اربعہ میں چاروں شخصوں نے ساتھ ہی آبادی کی تو شخص اول جسطرف سے چاہے راہ مقرر کرے کذا فی العالمگیریۃ
ومن حجر ارضا ای منع غیرہ منہا بوضع علامۃ من حجر او غیرہ ثم اہملہا ثلث سنین دفعت الی غیرہ وقبلہا ہو احق بہا وان لم یملکہا لانہ انما یملکہا
بالاحیاء والتعمیر لا بمجرد التحجیر اور جسنے روک ڈالا زمین کو یعنی غیر کا تصرف وہاں سے منع کر دیا پتھر وغیرہ کی نشانی رکھ کے پھر اسکو چھوڑ دیا تین سال تک تو وہ زمین
غیر شخص کو دیجائے آبادی کے واسطے اور تین سال سے پہلے وہی شخص نشانی رکھنے والا زیادہ تر اُسکا حقدار ہے اگرچہ وہ اُسکا مالک نہیں ہو گیا اسواسطے کہ آدمی
اُسکا مالک ہوتا ہے آبادی اور تعمیر سے نہ فقط روک ڈالنے سے ولو کربہا او ضرب علیہا المسناۃ او شق لہا نہرا او بذرہا فہو احیاء مبسوط اور اگر ویران
زمین کو جوتا یا اُسپر بان باندھا سیلاب بند روکنے کو گویا اُسکے واسطے نہر کھودی یا اُسمین بیج ڈالا تو وہ اُسکا زندہ کرنا اور آباد کرنا ہے کذا فی المبسوط م مسناۃ بضم میم
والتشدید بدون نون وہ چیز ہے جو سیلاب کے واسطے بنایا جاوے یا پانی کو ہٹا دے ایسا مذکور ہے غایۃ البیان اور مغرب میں اور مصباح العلوم میں ہے کہ مسناۃ
دیوار ہے پانی کے اندر بنائی جاتی ہے جسکو بند کہتے ہیں کذا فی الطحطاوی اور قاموس میں مسناۃ کی تفسیر عرم کی ہے اور عرم مشترک ہے سد وغیرہ میں ولا یجوز احیاء

او قریب من العامر بل تترک مرعی لھم ومطرحا لحصائدھم لتعلق حقھم بہ فلم یکن مواتا وکذا لو کان محتطبا اور جائز نہیں آباد کرنا اس زمین کا جو آبادی سے قریب ہو
بلکہ اسکو چھوڑ دیا جاوے لوگوں کی چراگاہ کے واسطے اور انکے کھلیان ڈالنے کے واسطے اسلیے کہ لوگوں کے حق اس زمین سے متعلق ہیں تو وہ زمین موات نہ ٹھہری
اور اسیطرح وہ زمین موات نہیں جہاں لوگ لکڑیاں اور ایندھن رکھتے ہوں واعلم انہ لیس للامام ان یقطع ما لا غنی للمسلمین عنہ من المعادن الظاہرۃ وھی
ما کان جوہرہا الذی اودعہ اللہ فی جواہر الارض بارزا کمعادن الملح والکحل والقار والنفط اور یہ معلوم کر کہ بادشاہ کو جائز نہیں یہ کہ کسی کو عطا کرے وہ چیز جس
سے مسلمان بے پرواہ نہیں ظاہر کانوں سے اور ظاہر کان وہ ہے کہ جسکا وہ جوہر جو اللہ تعالی نے زمین کے مواضع اور بقاع میں ودیعت رکھا ہے ظاہر اور
آشکارا ہو چنانچہ نمک اور سرمہ اور قیر اور نفط کی کانیں ہیں قار اور قیر اور نفط چکنی رطوبت ہے جو زمین کے چشموں سے جوش کر کے نکلتی ہے قیر کا روغن جہاز وغیرہ
میں ملا جاتا ہے اور نفط کمان وغیرہ میں استحکام کے واسطے ملی جاتی ہے والآبار التی لم تملک بالاستنباط والسعی اور چنانچہ وہ کنوئیں جو کسی کے مملوک نہیں
کھود کر پانی نکالنے اور کوشش کرنے سے وفی المستنبط بالسعی کماء القنی وماء البحر فی الاطراف فملک للحارز والمستنبط وتمامہ فی شرح المصابیح فی حدیث المسلمون
شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء والنار اور وہ پانی جو زمین کھود کر کوشش سے نکالا گیا چنانچہ کاریزوں کا پانی اور وہ پانی جو بھر رکھا گیا برتن میں سو وہ پانی
بھرنے والے اور زمین کھودنے والے کی ملک ہے اور اسکا پورا بیان شرح مصابیح میں ہے اس حدیث کی شرح میں کہ سب مسلمان شریک ہیں تین چیز میں پانی اور
گھاس اور آگ۔ ہی جمع قنی بضم قاف وکسر نون وتشدید یا جمع قناۃ بمعنی کاریز ہے کاریز وہ نہر ہے جو زمین کے اندر اندر کھودی جائے التی یستقی منہا الناس
زیلعی یعنی التی لم تملک بالاستنباط والسعی چنانچہ وہ کنوئیں جن سے لوگ پانی لیتے ہیں اور سینچتے ہیں کذا فی الزیلعی یعنی وہ کنوئیں کہ کسی کے مملوک نہیں بواسطہ
استنباط اور سعی کے ہم عدم ملک کا مضمون مکرر ہو گیا اسکی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی فلو اقطع ہذہ المعادن الظاہرۃ لم یکن لاقطاعہا حکم بل المقطع وغیرہ
سواء تو اگر سلطان ان ظاہر کانوں کو عطا کرے کسی شخص کو تو اسکے عطا کا حکم جاری نہ ہوگا بلکہ جسکو عطا ہوئی اور غیر شخص برابر ہیں انتفاع میں فلو منعہم المقطع کان بمنعہ
متعدیا وکان لما اخذہ مالکا لانہ متعد بالمنع لا بالاخذ وکف عن المنع وصرف عن مداومۃ العمل لئلا یشتبہ اقطاعہ بالصحۃ او یصیر معہ فی حکم الاملاک المستقرۃ ذکرہ
العلامۃ قاسم فی رسالتہ احکام اجارۃ اقطاع الجندی پھر اگر لوگوں کو نمک اور پانی وغیرہ کے لینے سے منع کیا اسنے جسکو سلطان نے عطا کیا تو وہ منع کرنے
کے سبب سے متعدی ظالم ٹھہرے گا اور جو چیز کان سے لے گا اسکا مالک ہوگا سو اسطے کہ وہ متعدی ہے منع کرنے سے نہ بسبب لینے کے اور باز رکھا جاوے روک
سے اور پھیرا جاوے دوام عمل سے یعنی ہمیشہ کان سے وہی شخص نہ لیا کرے تا عطاء سلطانی کی صحت کا اشتباہ واقع نہو یا وہ چیز اسکے ساتھ در حکم املاک مستقرہ
کے نہو جاوے ایسا ذکر کیا ہے علامہ قاسم نے اپنے رسالہ میں جو اجارہ اقطاع لشکری کے احکام میں لکھا ہے املاک مستقرہ وہ جو اسکی ملک میں سابق سے داخل
ہوں کذا فی الطحطاوی وحریم بئر الناضح وہی التی یخرج الماء منہا بالبعیر کبئر العطن وہی التی یخرج الماء منہا بالید والعطن مناخ الابل حول البئر اربعون ذراعا
من کل جانب وقالا ان للناضح ستون اور گرداگرد بئر ناضح کا بئر عطن کی مانند ٤٠ گز ہے ہر جانب سے اور صاحبین نے کہا کہ بئر ناضح کا اگر حریم ہے تو ٦٠ گز ہے بئر ناضح
وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا اور نکالا جاتا ہے اونٹوں سے یعنی کھیت سینچنے کے واسطے کذا فی العینی شرح الہدایۃ اور بئر عطن وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہے
ہاتھ سے یعنی اونٹوں کے پلانے کے لیے اور عطن عبارت ہے اونٹوں کی نشست گاہ سے کنوئیں کی گرد وفی الشرنبلالیۃ عن شرح المجمع لو عمق البئر فوق اربعین یزاد
علیہا انتہی لکن نسبہ القہستانی لمحمد ثم قال المفتی بقول الامام وعزاہ للتتمۃ ثم قال وقیل التقدیر فی بئر وعطن بما ذکر فی اراضیہم لصلابتہا وفی اراضینا رخاوۃ فیزاد
لئلا ینتقل الماء الی الثانی وعزاہ للہدایۃ وعزاہ البرجندی للکافی فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں شرح مجمع سے یوں ہے کہ اگر کنوئیں کا عمق ٤٠ گز سے زیادہ ہو
تو حریم ٤٠ گز سے زیادہ کیا جاوے گا انتہی لیکن قہستانی میں اس قول کو محمد کی طرف نسبت کیا ہے پھر کہا اور فتوی امام کے قول پر ہے کہ حریم ٤٠ گز سے
زیادہ نہیں اور اسکو قہستانی نے تتمہ کی طرف نسبت کیا ہے پھر یوں کہا ہے کہ بعضوں نے کہا کہ کنوئیں اور چشمہ کی حریم کی مقدار مذکور فقہاء سابقین کی

اراضی میں سختی تھی بسبب سخت ہونے انکی اراضی کے اور ہماری اراضی میں نرمی ہے تو حریم ۴۰ گز سے زیادہ کرنا چاہیے تاکنوئیں کا پانی دوسرے کنوئیں میں منتقل نہو جاسے اور اسکو ہدایہ کی طرف منسوب کیا ہے اور برجندی نے اس قول کو کافی کی طرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے تاتارخانیہ و کبریٰ میں ہے کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے تو معلوم ہوا کہ امام اور صاحبین دونوں کا قول مفتی بہ ہے حموی نے کہا جب حاجت کا اعتبار ہوا نہ تقدیر کا تو مسئلہ میں اختلاف معنوی باقی نرہا کذا فی الطحطاوی اذا حفرہا فی موات باذن الامام کنوئیں کا حریم ۴۰ گز اسوقت ہے جبکہ کنواں زمین موات میں سلطان کے اذن سے کھودا ہو فلو فی غیر موات او فیہ بلا اذن الامام لم یکن الحکم کذلک کما ذکرہ المصنف تو اگر کنواں موات میں نہو یعنی غیر شخص کی زمین میں ہو یا موات میں ہو بدون اذن سلطان کے تو اسکا حکم ایسا نہو گا یعنی ۴۰ گز اسکا حریم نہو گا ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی شرح میں و عبارۃ القہستانی وفیہ رمز الی انہ لو حفر فی ملک الغیر لایستحق الحریم فلو حفر فی ملکہ فلہ من الحریم ما شاء و الی ان الماء لو غلب علی ارض ترکہا الملاک او ماتوا و انقرضوا لم یجز احیاؤہا فلو ترکہا الماء بحیث لایعود الیہا ولم یکن حریما لعامر جاز احیاؤہا و عزاہ الی المضمرات و عبارت قہستانی کی یوں ہے اور اسمیں یعنی اسکے ماتن کے قول میں اشارہ ہے اسطرف کہ اگر کنواں کھودے غیر کی ملک میں یعنی اسکے اذن سے تو وہ مستحق حریم کا نہیں ہے الا باشتراط حریم کذا فی الطحطاوی تو اگر اپنے ملک میں کنواں کھودا تو اسکو حریم رکھنے کا اختیار ہے جتنا چاہے اور اسکی طرف اشارہ ہے کہ اگر پانی غالب ہو گیا زمین پر اور مالکوں نے اسکو چھوڑ دیا یا وہ مرگئے یا منقرض ہو گئے تو اس زمین کا آباد کرنا جائز نہیں سوا اگر پانی وہ زمین اسطرح چھوڑ دے کہ پھر اسکا عود زمین کی طرف نہو گا اور وہ زمین آبادی کی حریم نہیں ہے تو اسکا آباد کرنا درست ہے اور اس قول کو قہستانی نے مضمرات کی طرف نسبت کیا ہے وحریم العین خمسمائۃ ذراع من کل جانب کما فی الحدیث اور چشمہ آب کا حریم ۵۰۰ گز ہے ہر جانب سے چنانچہ حدیث میں ہے امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں زہری سے روایت کی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حریم عین ۵۰۰ گز ہے اور بیر عطن کا حریم ۴۰ گز ہے اور بیر ناضح کا حریم ۶۰ گز ہے کذا فی العینی شرح الہدایۃ والذراع ہو المکسرۃ وہو ست قبضات وکان ذراع الملک ای ملک الاکاسرۃ سبع قبضات فکسر منہ قبضۃ اور گز سے مکسور چھوٹا گز مراد ہے جو چھ مٹھی کا اور سلطان اکاسرہ کا سات مٹھی گز تھا سو اسمیں سے ایک قبضہ کم کر ڈالا گیا ومنع غیرہ من الحفر وغیرہ فیہ لانہ ملکہ فلو حفر فللاول ردمہ او تضمینہ وتمامہ فی الدرر اور صاحب حریم کا غیر منع کیا جاے کنواں وغیرہ کھودنے سے حریم میں اسواسطے کہ حریم تو چشمہ اور کنوئیں والے کی ملک ہے تو اگر غیر شخص حریم کے اندر کنواں کھودیگا تو پہلے شخص کو اسکا پاٹ دینا یا بقدر نقصان تاوان لینا درست ہے اور اسکا پورا بیان درر میں ہے ولو حفر الثانی بیرا فی منتہی حریم البیر الاولی باذن الامام فذہب ماء البیر الاولی وتحول الی الثانیۃ فلاشیء علیہ لانہ غیر متعد والماء تحت الارض لایملک فلامخاصمۃ کمن بنی حانوتا بجنب حانوت غیرہ فکسدت الحانوت الاولی بسببہ فانہ لاشیء علیہ درر وزیلعی اور اگر دوسرے شخص نے کنواں کھودا انتہاے حریم میں یعنی ۴۰ گز کے بعد پہلے کنوئیں سے سلطان کے اذن سے سو پہلے کنوئیں کا پانی جاتا رہا اور دوسرے کنوئیں کی طرف منتقل ہو گیا تو حافر ثانی پر کچھ تاوان نہیں اسواسطے کہ وہ متعدی نہیں ہے اور جو پانی زمین کے نیچے ہے وہ مملوک نہیں تو اسکے ساتھ کچھ مخاصمت نہیں اس شخص کے مانند جسنے دوکان بنائی غیر کی دوکان کے برابر پہلو میں سو پہلی دوکان دوسری دوکان کے سبب سے کاسد ہو گئی جاری نہ رہی تو اسپر کچھ مواخذہ نہیں کذا فی الدرر والزیلعی وفیہ لو ہدم جدار غیرہ فلصاحبہ ان یواخذہ بالقیمۃ لاببناء الجدار ہو الصحیح اور زیلعی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے غیر کی دیوار گرادی تو دیوار کے مالک کو اسکی قیمت کا مواخذہ پہونچتا ہے نہ دیوار بنا دینے کا یہی قول صحیح ہے وللحافر الثانی الحریم من الجوانب الثلاثۃ دون جانب الاولی لسبق ملک الاول فیہ اور منتہاے حریم کے دوسرے کھودنے والے کا تین طرف سے حریم ہے نہ پہلے کنوئیں کی جانب سے اسواسطے کہ حافر اول کی ملک اسمیں سبقت کر گئی وللقناۃ ہی مجری الماء تحت الارض حریم بقدر ما یصلحہ لالقاء الطین ونحوہ وعن محمد رح کالبیر ولو ظہر الماء فکالعین وفی الاختیار مفوضۃ لرای الامام ای لو باذنہ والا فلاشیء ذکرہ البرجندی اور کاریز یعنی پانی بہنے کا مکان زمین کے نیچے اسکا حریم بقدر اسکے اصلاح کے ہے اندر کی مٹی ڈالنے کے واسطے اور مانند اسکے اور محمد رح سے

کہ کاریز کا حریم کنوئیں کے مانند چالیس گز ہے طحطاوی نے غایۃ البیان سے نقل کیا کہ یہی قول ہے شیخین رح کا یعنی اور کاریز کا پانی اور کی زمین پھٹ کر ظاہر ہوگیا تو اسکا حکم چشمہ کے مانند ہے یعنی پانچ سو گز اسکا حریم ہوگا اور اختیار میں کاریز کا حریم سلطان کی رائے پر مفوض کیا ہے یعنی اگر سلطان کے حکم سے کاریز کھودی گئی ہو اور نہیں تو اسکا کچھ حریم نہیں ایسا ذکر کیا ہے برجندی نے وحریم شجر یغرس فی الارض الموات خمسۃ اذرع من کل جانب فلیس لغیرہ ان یغرس فیہ اور جو درخت زمین موات میں لگایا گیا اسکا حریم پانچ گز ہے ہر طرف سے تو اور شخص کو جائز نہیں کہ اسمیں درخت لگاوے ویحق ما ینبغ عود دجلۃ والفرات الیہ بالموات اذا لم یکن ذلک حریما لعامر اور جہاں دجلہ اور فرات کا پانی پھرنا ممتنع ہوگیا وہ زمین موات سے ملحق ہے بشرطیکہ وہ آبادانی کی حریم نہو جیسے دجلہ اور فرات بطریق تمثیل کے ہے یعنی اگر زمین پر دریا کا پانی غالب ہوگیا اور پھر اسطرح سمٹ گیا کہ پھر آنے کی توقع نہیں تو وہ زمین موات میں داخل ہے اسکا احیا یعنی آباد کرنا جائز ہے علی الخلاف فان کان حریما او جاز عودہ لم یجز احیاءہ لانہ لیس بموات پھر اگر زمین دریا برد حریم ہو آبادانی کی یا پانی کا پھرنا جائز اور متوقع ہو تو اسکا آباد کرنا جائز نہیں کیونکہ وہ زمین موات نہیں ہے والنہر فی ملک الغیر لاحریم لہ الا ببرہان اور جو نہر غیر کی ملک میں ہے اسکا حریم نہیں امام رح کے نزدیک مگر گواہ کرنے سے البتہ حریم ثابت ہوگا وقالا لہ مسناۃ النہر لمشیہ ولالقاء طینہ اور صاحبین رح نے کہا کہ صاحب نہر کے واسطے مینڈھ کی ملکیت ہے اسکے اوپر جانے کے واسطے اور نہر کی مٹی ڈالنے کیواسطے یعنی اگر نہر مٹی سے پٹ جائے تو اسکے اندر سے مٹی نکالکر مینڈھ پر ڈالی جائے وقدرہ محمد بقدر عرض النہر من کل جانب وہو ارفق ملتقی وقدرہ ابو یوسف بنصف بطن النہر وعلیہ الفتوی قہستانی معزیا للکرمانی اور محمد رح نے مینڈھ کی تقدیر بقدر عرض نہر کے بیان کی ہے ہر طرف سے اور یہ قول سہل اور موافق تر ہے کذا فی الملتقی اور ابو یوسف رح نے اسکی تقدیر بیان کی ہے بقدر نصف بطن نہر کے اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی وفیہ معزیا للاختیار والحوض علی ہذا الاختلاف اور قہستانی میں ہے اختیار سے منقول اور حوض کا حریم بھی اسی اختلاف پر ہے یعنی امام رح کے نزدیک حریم نہیں مگر باقامت شہود اور صاحبین رح کے نزدیک حریم ہے لیکن محمد رح کے نزدیک بقدر عرض حوض اور ابو یوسف رح کے نزدیک بقدر نصف بطن حوض فیہ معزیا للکافی ولو کان النہر صغیرا یحتاج الی کریہ فی کل حین فلہ حریم بالاتفاق اور قہستانی میں کافی سے منقول ہے اور اگر ایسی نہر صغیر ہو جسکی مٹی صاف کرنے کی ہر وقت حاجت ہو تو اسکا حریم باتفاق امام اور صاحبین رح کے ثابت ہے وفیہ معزیا للکرمانی ان الخلاف فی نہر مملوک لہ مسناۃ فارغۃ یلزقہا ارض لغیر صاحب النہر فالمسناۃ لہ عندہما ولصاحب الارض عندہ اور قہستانی میں کرمانی سے منقول ہے کہ البتہ خلاف امام اور صاحبین رح کا اس نہر مملوک میں ہے جسکی مینڈھ خالی ہو درخت وغیرہ سے اسکے متصل اور برابر دوسرے شخص کی زمین ہو صاحب نہر کے سوا تو اس صورت میں صاحبین رح کے نزدیک مینڈھ صاحب نہر کی مملوک ہے اور امام رح کے نزدیک صاحب ارض کی مملوک ہے ہم اگر مینڈھ فارغ نہو بلکہ صاحب نہر یا صاحب ارض کے درختوں وغیرہ سے مشغول ہو تو بالاتفاق درختوں کا مالک مینڈھ کا بھی مالک ہے کذا فی الطحطاوی عن الدر عینی میں قاضی خاں سے منقول ہے کہ اگر مینڈھ زمین کی برابر نہو بلکہ اونچی ہو تو وہ صاحب نہر کی مملوک ہے اسواسطے کہ ظاہر ارتفاع اسکا نہر کی مٹی سے ہے وفیہ معزیا للتتمۃ الصحیح ان لہ حریما بالاتفاق بقدر ما یحتاج الیہ لالقاء الطین ونحوہ انتہی قلت وممن نقل الاتفاق الشرنبلالی عن الاختیار وشرح المجمع اور قہستانی میں ہے تتمہ سے منقول کہ قول صحیح یہ ہے کہ صاحب نہر کیواسطے حریم بالاتفاق ثابت ہے اسقدر جسقدر مٹی وغیرہ ڈالنے کی حاجت ہو انتہی ما فی القہستانی میں کہتا ہوں اور جن لوگوں نے اتفاق نقل کیا ہے انمیں سے شرنبلالی ہے ناقل عن الاختیار وشرح المجمع

فصل فی الشرب یہ فصل ہے شرب کے مسائل میں ہو لغۃ نصیب الماء وشرعا نوبۃ الانتفاع بالماء سقیا للزراعۃ والدواب شرب بالکسر لغت میں عبارت ہے پانی کے حصہ سے اور شرع میں عبارت ہے پانی سے فائدہ حاصل کرنے کی باری سے زراعت سینچنے کیواسطے اور جانوروں کے پلانے کے لیے والشفۃ شرب بنی آدم والبہائم بالشفاہ اور لب سے بنی آدم کا پینا ہے اور لبوں سے جانوروں کا پینا ہے ہم یہاں شرب بضم شین مصدر ہے یعنی نوشیدن اور شرب سے مراد بنی آدم کا استعمال ہے دفع تشنگی کے واسطے یا کھانے پکانے یا وضو یا غسل یا کپڑا دھونے کے لیے اور مانند اسکے اور بہائم کے حق میں شرب سے مراد دفع تشنگی اور جو اسکے مناسب ہے کذا فی الطحطاوی نقلا عن القہستانی

کل ماء لم یحرز باناء او جب اور ہر جانور کیواسطے لب سے پینے کا حق ثابت ہے ہر پانی میں جو برتن یا مٹکے کے اندر بھر رکھا نہیں گیا ہو پانی میں حق عام اسوقت
تک ہے جبتک وہ اپنے مقام میں ہے یعنی دریا میں یا کنوئیں میں اور جب کسی نے پانی گھڑے یا مٹکے یا حوض میں بھر رکھا اور پانی کا جاری ہونا منقطع ہوگیا تو وہ
شخص پانی کا مالک ہوگیا اور مصنف رحمہ نے احراز کہا نہ اخذ اسمین اشارہ ہے کہ اگر کنوئیں سے ڈول بھرا اور کنوئیں کے منہ پر سے ہنوز جدا نہیں ہوا تو شیخین کے
نزدیک بھرنے والا اسکا مالک نہوگا اسواسطے کہ احراز عبارت ہے ایک شی کے گرد نسبے سے موضع مضبوط میں کذا فی الطحطاوی ولکل سقی ارضہ من بحر او نہر
عظیم کدجلۃ والفرات ونحوہما لان الملک بالاحراز ولا احراز لان قہر الماء یمنع قہر غیرہ اور ہر آدمی کو اپنی زمین کے سینچنے کا حق ثابت ہے سمندر یا نہر عظیم سے
جیسا کہ دجلہ بغداد اور فرات کوفہ اور مانند انکے چنانچہ نیل مصر کا اور گنگا وجمن ہند کے ہے اسواسطے کہ آدمی کی ملک پانی میں احراز سے ثابت ہوتی ہے اور دریا اور نہر
میں احراز نہیں اسواسطے کہ پانی کا غلبہ غیر پانی کے غلبہ کو مانع ہوتا ہے ولکل شق نہر لسقی ارضہ منہا او نصب لرحی ان لم یضر بالعامۃ لان الانتفاع بالمباح انما
یجوز اذا لم یضر باحد کالانتفاع بالشمس والقمر والہواء اور ہر شخص کو سمندر اور نہر عظیم سے نہر کھود لیجانا اپنی زمین سینچنے کیواسطے یا پنچکی قائم کرنے کیواسطے جائز ہے
بشرطیکہ نہر کھودنے سے عوام خلق کو ضرر نہ پہونچتا ہو اسواسطے کہ مباح چیز سے فائدہ حاصل کرنا اس صورت میں مخصوص ہے جبکہ کسی کو ضرر نہوتا ہو جیسے آفتاب
اور ماہتاب سے اور ہوا سے فائدہ لینا ہر شخص کو مباح ہے بشرط عدم ضرر خلق ہم نہر سے ضرر خلق کی یہ صورت ہے کہ پانی ریلا کرے ایک طرف کنارہ توڑ کر اور دیہات اور
اراضی غرق ہوجائیں تو اس صورت میں نہر کھودنا درست نہوگا اسواسطے کہ دفع ضرر لوگوں سے واجب ہے کذا فی الطحطاوی عن خزانۃ المفتین لا یسقی دوابہ ان خیف تخریب
النہر لکثرتہا ولا یسقی ارضہ وشجرہ وزرعہ ونصب دولاب ونحوہا من نہر غیرہ وقناتہ وبیرہ الا باذنہ لان الحق لہ فیتوقف علی اذنہ جائز نہیں اپنے جانوروں کو
پانی پلانا اگر نہر کے ویران ہونے کا خوف ہووے جانوروں کی کثرت کے سبب سے اور نہ زمین اور درخت اور زراعت کا سینچنا اور نہ دولاب یعنی چرخ اور رہٹ کا قایم
کرنا غیر کی نہر اور کاریز اور کنوئیں سے جائز ہے مگر مالک کے اذن سے اسواسطے کہ حق اسی کا ہے تو انتفاع اسکے اذن پر موقوف ہوگا ہم زمین اور زراعت کا سینچنا غیر کی نہر اور
کنوئیں سے بلا اذن جائز نہیں خواہ اضطرار ہو یا نہو لیکن اگر بلا اذن سینچے گا تو پھر تاوان نہیں اور اگر چند بار بلا اذن سینچے گا تو حاکم اسکو تعزیر دے ضرب یا حبس سے
اگر مصلحت جانے کذا فی الطحطاوی عن الخانیۃ ولہ سقی شجر او خضر زرع فی دارہ حملا الیہ بجرارہ واوانیہ فی الاصح وقیل لا الا باذنہ اور اپنے گھر کے اندر کا درخت سینچنا
یا زراعت خانگی کا سبز کرنا غیر کی نہر یا کنوئیں کا پانی اٹھا لا کر گھڑوں اور برتنوں سے بلا اذن درست ہے اصح قول میں اور بعضوں نے کہا کہ درست نہیں مگر مالک کے اذن سے
ہم خانیہ اور دوجیز میں قول ثانی کو صحیح کہا ہے تو دونوں قول صحیح ٹھہرے کذا فی الطحطاوی فی المحرز فی کوز وجب بجملۃ مضمونۃ الخابیۃ لا ینتفع بہ الا باذن صاحبہ لملکہ
بالاحراز اور جو پانی کسی نے بھر رکھا کوزے اور مٹکے میں تو اس سے فائدہ لینا نہ چاہیے مگر اسکے مالک کے اذن سے بسبب اسکے مالک ہوجانے کے بھر رکھنے سے ولو کانت البیر والحوض
والنہر فی ملک رجل فلہ ان یمنع مرید الشفۃ من الدخول فی ملکہ اذا کان یجد ماء بقربہ اور اگر کنواں یا حوض یا نہر ایک مرد کی ملک میں ہو اور کوئی شخص اسمین سے
پانی پینے کا ارادہ کرے تو مالک کو جائز ہے کہ اسکو اپنے مملوک مکان میں داخل نہونے دے بشرطیکہ طالب آب قریب اسکے پانی پا سکتا ہو بشرطیکہ متصل پانی
کسی کا مملوک نہو پیاسے کا منع کرنا اسواسطے جائز ہوا کہ اسکو کچھ ضرر نہیں دوسری جگہ سے پانی پا دیگا کذا فی الطحطاوی فان لم یجد یقال لہ ای لصاحب البیر ونحوہ اما ان
تخرج الماء الیہ او تترکہ لیاخذ الماء بشرط ان لا یکسر ضفتہ ای جانب النہر ونحوہ لان لہ حق الشفۃ لحدیث احمد المسلمون شرکاء فی ثلث فی الماء والکلاء
والنار سو اگر پانی کا طالب اسکے متصل پانی نپاوے تو کنوئیں کے مالک اور مانند اسکے نہر وغیرہ کے مالک سے کہا جائیگا کہ یا تو اسکو پانی نکال دے یا اسکو چھوڑ
دے تاکہ وہ خود پانی لے بشرطیکہ پانی لینے والا نہر اور مانند اسکے حوض کا کنارہ اور گرنہ توڑ ڈالے ہم اسواسطے کہ اسوقت میں یعنی جب پانی کا طالب متصل اسکے مباح پانی
نپاوے تو اسکو پانی پینے کا حق ثابت ہے مسند احمد کی اس حدیث کی دلیل سے کہ سب مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی اور گھاس اور آگ میں مراد حدیث شرکت
اباحت ہے نہ شرکت ملک سو جو شخص مباح پانی یا گھاس یا آگ پر پہلے دخل کرلے اور اسپر اپنا قبضہ کرلے بطریق احراز کے تو وہ احق ہے اور وہ اسکا مالک ہے دوسرا اسکا

مالک نہیں اسکو اسکی تملیک بجمیع وجوہ تملک کے درست ہے گھاس ہے اور وہ گھاس ہے جو خود درو ہووے تو صاحب زمین اسکا مالک نہیں تو جو اسکو حاصل یا کاٹے
وہ اسکا مالک ہوگا برخلاف درخت کے کہ اگر وہ خود درو ہو کسی آدمی کی زمین میں تو صاحب زمین اسکا مالک ہے اسکو کوئی نہیں لے سکتا بلا اذن صاحب زمین کے اور آگ
سے وہ آگ مراد ہے جو جنگل میں کسی آدمی نے سلگائی ہو تو اسمیں سب شریک ہیں تو اگر دوسرا آدمی آوے اور اسکے گرد بیٹھکر تاپا چاہے یا اسکی روشنی میں کچھ سیا چاہے یا
چراغ روشن کیا چاہے تو آگ جلانے والا اسکو روک نہیں سکتا اور اگر اپنے موضع مملوک میں آگ جلاوے تو اسکو اپنی ملک سے انتفاع سے روکنا درست ہے جلانے کی لکڑیاں
لینا غیر کی ملک سے جائز نہیں بدون اسکے اذن کے اور غیر مملوک سے لینا درست ہے اور حطب کی نسبت کسی گاؤں یا جماعت کی طرف معتبر نہیں جبتک یہ معلوم ہو کہ
یہ انکی مملوک ہے اور لکڑیاں جمع کرنے والا فقط جمع کرنے سے مالک ہو جاتا ہے اگرچہ انکو رسی سے نہ باندھی ہوں کذا فی الطحطاوی وحکم الکلاء کحکم الماء فیقال
للمالک اما ان تقطع وتدفع الیہ والا تترکہ لیاخذ قدر ما یرید زیلعی اور گھاس کا حکم پانی کے حکم کے مانند ہے تو مالک زمین سے کہا جاوے اگر وہ اپنی زمین میں آنے
دے کہ یا تو گھاس کاٹکر طالب کو دے اور نہیں تو اسکا روکنا چھوڑ تو وہ لے جتنا اسکا جی چاہے کذا فی الزیلعی ہم گھاس کاٹکر دینا اسوقت ہے کہ جبکہ قریب اسکے دوسری زمین
میں مباح گھاس موجود نہو کذا فی العالمگیریہ ولو منع الماء وھو یخاف علی نفسہ ودابتہ العطش کان لہ ان یقاتلہ بالسلاح لاثر عمر رضی اللہ عنہ اور اگر ایک
شخص دوسرے کو مباح پانی سے روکے اور وہ ڈرتا ہو اپنی جان اور اپنے جانور کے ہلاک ہو جانے سے پیاس سے تو اسکو اس سے لڑنا درست ہے ہتھیار سے بدلیل
اس اثر کے جو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وان کان محرزا فی الاوانی قاتلہ بغیر السلاح کطعام عند مخمصۃ درر واذا کان فیضل عن حاجتہ
لملکہ بالاحراز فصار نظیر الطعام وقیل فی البئر ونحوہا الاولی ان یقاتلہ بغیر سلاح لانہ ارتکب معصیۃ فکان کالتعزیر کافی اور اگر پانی بھر رکھا ہو برتنوں میں اور خوف
ہلاکی کا ہو پیاس سے اور مالک پانی نہ دیتا ہو تو پیاسا اس سے بدون ہتھیار کے لڑے یعنی لاٹھی وغیرہ سے لڑے نہ تلوار سے جیسے کوئی طعام سے روکے
شدت گرسنگی کے وقت کذا فی الدرر مگر اس شرط سے ہے جبکہ پانی اسکی حاجت سے زیادہ ہو بسبب مالک ہو جانے اس شخص کے بھر رکھنے سے تو پانی طعام
کے مانند ہو گیا اور بعضوں نے کہا کنوئیں وغیرہ کے پانی روکنے میں بہتر یہ ہے کہ بدون ہتھیار کے اس سے لڑے اسواسطے کہ مانع مرتکب ہوا گناہ کا
تو لاٹھی سے لڑنا بمنزلہ تعزیر کے ہوا کافی یعنی مرتکب معصیت مستحق تعزیر ہوتا ہے تادیباً و زجر کیواسطے وکری نہر ای حفرہ غیر مملوک من بیت المال فان لم
یکن ثمہ ای فی بیت المال شیئ یجبر الناس علی کریہ ان امتنعوا عنہ دفعا للضرر اور نہر غیر مملوک کا کھودنا بیت المال سلطان سے ہے سو اگر وہاں یعنی بیت المال
میں کچھ مال نہو تو لوگوں سے زبردستی کرنا چاہیے اسکے کھودنے پر اگر وہ انکار کرتے ہوں اس سے یہ زبردستی ہے دفع ضرر کیواسطے ہم یہ کہتے ہیں کہ عوام مال
صرف کریں مصالح پر اپنے اختیار سے لہذا السلطان کو انپر جبر کرنا درست ہوا جیسے لشکر اسلام کے سامان کیواسطے جبر درست ہے کذا فی الحموی وکری النہر المملوک
علی اہلہ ویجبر من ابی منہم علی ذلک اور مملوک نہر کا کھودنا اور صاف کرنا مٹی سے اسکے مالکوں پر ہے اور جو کوئی ان میں سے انکار کرے اس پر زبردستی کیجاوے وقیل فی الخاص
لا یجبر اور بعضوں نے کہا کہ نہر خاص میں جبر نہ کیا جاوے ہم نہر خاص وہ ہے جسمیں شفعہ واجب ہو اور نہر عام وہ ہے جسمیں شفعہ واجب نہو اور اسکی تحدید میں اختلاف ہے
بہتر قول اسمیں یہ ہے کہ اگر نہر کے شریک سو سے کمتر ہیں تو شرکت خاص ہے اسمیں استحقاق شفعہ ثابت ہے اور اگر شریک سو ہیں یا زیادہ تو شرکت عام ہے اسمیں
ہر شریک کیواسطے شفعہ واجب نہیں بلکہ شفعہ ہمسایہ کیواسطے خاص ہے کذا فی العینی وہل یرجعون ان بامر القاضی نعم اور کیا خرچ کرنے والے خرچ کرنے والے
سے پھر لینگے یا نہیں تو اگر یہ خرچ کرنا قاضی کے حکم سے ہے تو رجوع درست ہے اور نہیں تو درست نہیں ومؤنۃ کری النہر المشترک علیہم من اعلاہ اور نہر مشترک کے
کھودنے کا خرچ شریکوں پر ہے نہر کے اوپر کی جانب سے ہم بیان اسکا یوں ہے کہ اگر نہر کے دس شریک ہوں تو کھودنے کا خرچ ہر شخص پر دسواں حصہ ہے یہاں
تک کہ ایک کی زمین سے نہر تجاوز کرے تو اسوقت میں خرچ نہر کا باقی لوگوں پر رہے گا ہر شخص پر نواں حصہ فان جاوز ارض رجل منہم برئ
من مؤنۃ الکری وکان لا علیہم کریہ من اولہ الی آخرہ بالحصص کما یستوون فی استحقاق الشفعۃ پھر اگر نہر بڑھ جاوے ایک شریک کی

زمین سے تو وہ بری ہو گیا کھودنے کے خرچ سے اور صاحبین رحمہ نے کہا کہ سب شریکوں پر کھودنے کا خرچ ہے اول نہر سے آخر تک بقدر حصوں کے جیسے وہ سب برابر
ہیں شرب میں ہم بہتر یون تھا کہ شارح کہتا فی استحقاق الشفعۃ یعنی جیسے وہ برابر ہیں شفعہ کے استحقاق میں چنانچہ زیلعی میں ہے اسواسطے کہ حق شرب شریکوں کو
مخصوص نہیں کذا فی الطحطاوی ولا کری علی اہل الشفۃ اور کھودنا واجب نہیں پانی پینے والوں پر یعنی اسواسطے کہ وہ نہر کے مالک نہیں انکا حق تو فقط
شرب میں ہے جبکہ پانی موجود ہو وتصح دعوی الشرب بغیر ارض استحسانا اور پانی کی باری کا دعوی بدون زمین کے درست ہے از روے استحسان کے ہم وجہ استحسان
یہ ہے کہ باری مرغوب فیہ اور انتفاع کے لائق ہے اور یہ ممکن ہے کہ آدمی بدون زمین کے میراث یا وصیت سے مالک ہو باری کا اسلیے کہ کا ہے زمین بک جاتی ہے بدون
پانی کی باری کے تو فقط باری کا باقی رہنا متصور ہے بدون زمین کے واذا کان لرجل ارض ولآخر فیہا نہر واراد رب الارض ان لا یجری النہر فی ارضہ لم یکن لہ
ذلک ویترکہ علی حالہ اور جبکہ ایک مرد کی زمین ہو اور دوسرے شخص کی اس زمین میں نہر ہو اور زمین کا مالک چاہے کہ اسکی زمین میں نہر جاری نہ رہے تو اسکو
اس روکنے کا اختیار نہیں اور چھوڑے نہر کو اسکے قدیمی حال پر وان لم یکن فی یدہ ولم یکن جاریا فیہا ای فی الارض فعلیہ البیان ان ہذا النہر لہ وانہ قد
کان لہ مجراہ فی ہذا النہر مسوقہ لسقی ارضیہ اور اگر نہر اسکے تصرف میں نہو یعنی اسکے درخت نہوں نہر کے کنارے پر کذا فی العینی اور اس زمین میں جاری نہو یعنی
اسکا جاری ہونا زمانہ ماضی میں معلوم نہو تو مدعی پر بیان اور ثابت کرنا گواہوں سے لازم ہے کہ یہ نہر اسکی مملوک ہے یا اسکا پانی اس نہر میں جاری تھا اسکی روانگی تھی
مدعی کی زمین سینچنے کیواسطے ہم قولہ وانہ قد کان کا واو بمعنی او ہے اسواسطے کہ دعوی ملک نہر میں ہے یا حق اجرا میں چنانچہ زیلعی میں مصرح ہے کذا فی الطحطاوی وعلی ہذا
المصب فی نہر او علی سطح او المیزاب او الممشی فی دار غیرہ فحکم الاختلاف فیہ نظیرہ فی الشرب زیلعی اور اسی قیاس پر پانی گرنے کا مکان ہے نہر میں یا چھت
پر وعلی ہذا القیاس پرنالہ یا راہ یہ سب مذکور دوسرے شخص کے گھر میں واقع ہیں تو آپس میں اختلاف متخاصمین کا حکم پانی کی باری کے حکم کے مانند ہے ہم مصب یعنی آب ریز
سے مراد پانی کے وہ فضلات ہیں جو وضو یا غسل یا منھ کا پانی نہر میں یا چھت پر گرتا ہو یعنی اگر قدیم سے دوسرے کی نہر میں فضلات مذکورہ گرا کرتے ہیں یا کسی کے گھر میں
دوسرے کا پرنالہ یا راہ واقع ہے تو وہ اسکو منع نہیں کر سکتا اور اگر دعوی کے وقت اشیاء مذکورہ موجود نہوں تو اسپر گواہوں سے اپنا دعوی ثابت کرنا لازم ہوگا نہر بین
قوم اختصموا فی الشرب فہو بینہم علی قدر اراضیہم لانہ المقصود نہر مشترک ہے ایک قوم میں انہوں نے جھگڑا کیا زیادتی اور کمی باری میں تو باری انکے درمیان بقدر انکی اراضی
کے ہوگی اسواسطے کہ باری سے تو زمین کا سینچنا مقصود ہے یعنی پانی کی حاجت مختلف ہوتی ہے باعتبار اراضی کے تو ہر شخص کا حق بقدر اسکی زمین اور حاجت کے
ہوگا بخلاف اختلافہم فی الطریق فانہم یستوون فی ملک رقبتہ بلا اعتبار سعۃ الدار وضیقہا لان المقصود الاستطراق برخلاف راہ کے اختلاف کے کہ قدر راہ
کی ملکیت میں سب شریک برابر ہیں بلا اعتبار کشادگی اور تنگی گھر کے اسواسطے کہ مقصود راہ آمد و رفت ہے اور وہ مختلف نہیں گھر کی کشادگی اور تنگی سے ولیس لاحد من الشرکاء فی
النہر ان یشق منہ نہرا او ینصب علیہ رحی الا رحی وضع فی ملکہ ولا یضر بنہر ولا بماء وقایہ اور نہر کے شریکوں میں کسی کو درست نہیں یہ کہ اس سے دوسری نہر جاری کرے
یا اسپر پنچکی قائم کرے مگر وہ پنچکی قائم کرنا درست ہے جو خاص اسکی زمین میں واقع ہو اور نہر اور پانی کو ضرر نکر سکے کذا فی الوقایہ پنچکی قائم کرنا اسواسطے درست نہو کہ
نہر کا کنارہ ٹوٹتا ہے اور کنارہ ٹوٹنے سے پانی بیکار رہ جاتا ہے کسی کام میں نہیں آتا نہر کے عدم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اسکا کنارہ نہ ٹوٹے اور پانی کے عدم ضرر سے مراد یہ ہے کہ اسکے جاری
ہونے میں خلل واقع نہو او دالیۃ کناعورۃ او جسرا او قنطرۃ یا قائم کرے مشترک نہر پر ڈھینکلی چنانچہ دولاب یا قائم کرے چوبی پل یا خشتی اور سنگی پل تو شریک کو جائز نہیں
او یوسع فم النہر او یقسم بالایام وقد کانت القسمۃ بالکوی بکسر الکاف جمع کوۃ بفتحہا النقب لان القدیم یترک علی قدمہ لظہور الحق فیہ یا ایک شریک
نہر کا دہانہ کشادہ کرے یا پانی کی قسمت دنوں کے شمار سے کرے حالانکہ قدیمی قسمت تھی بطور نقب کے تو یہ سب امور درست نہیں اسواسطے کہ قدیم چیز اپنی قدامت
پر چھوڑی جاتی ہے بسبب ظاہر ہونے حقیقت کے قدامت میں کوی بکسر کاف جمع ہے کوۃ بمعنی نقب ہم اصل میں اسکی نقب بیت ہے لیکن یہان مستعار ہے کشت زار
کے منافذ آب کے واسطے کذا فی الغرب او یسوق نصیبہ الی ارض لہ اخری لیس لہا منہ ای من النہر شرب یا شریک لیجاے اپنا حصہ پانی کا

اپنی دوسری زمین کی طرف حالانکہ اُس نہر مشترک سے اُسکے واسطے باری مقرر نہیں ہو بلا رضاہم متعلق بالجمیع امور مذکورہ جائز نہیں بدون رضامندی باقی شریکوں کے شارح نے کہا عدم رضا سب اشیاء مذکورہ سے متعلق ہو یعنی نہر مشترک سے دوسری نہر نکالنا اور پنچکی اور ڈھیکلی وغیرہ تعمیر قائم کرنا اور دہانہ وسیع کرنا اور پانی کی قسمت جدید مقرر کرنا اور دوسری زمین میں پانی بدون رضامندی شریکوں کے لیجانا درست نہیں ولہم نقضہ بعد الاجازة ولورثتہم من بعدہم اور شرکا کو اجازت کے بعد اسکا توڑ دینا یعنی اجازت دے کر پھر روک دینا درست ہو اور شریکوں کے بعد انکے وارثوں کو بھی یہی اختیار حاصل ہو ولیس للاعلی سد النہر بلا رضاہم وان لم تشرب ارضہ بدونہ ملتقی اور نہر کے اوپر جانب والے کو جائز نہیں نہر کا باندھنا بدون رضامندی شریکوں کے اگرچہ اُسکی زمین سیراب نہوتی ہو بدون بند باندھنے کے ہم اور اگر شریک راضی ہو جاویں اعلی کے باندھنے پر بقدر اُسکے حصہ کے یا ہر شریک اپنی باری میں نہر باندھنے پر راضی ہو جاے تو جائز ہو ولیکن اگر تختوں وغیرہ کے روکنے سے پانی رُک جاے تو مٹی اور پتھر سے باندھنا درست نہیں بدون رضامندی شریکوں کے اور اگر سب شریکوں کی ارضی کو پانی نہ پہونچتا ہو بدون نہر باندھنے کے تو اسفل سے باندھنا چاہیے درجہ بدرجہ حصہ حصہ تا اعلی بدلیل قول ابن مسعود رضی اللہ عنہما کہ اسفل نہر کے لوگ امیر ہیں اعلی نہر کے لوگوں پر تا کہ وہ سیراب ہو جاویں کذا فی العینی والطحطاوی کطریق مشترک اراد احدہم ان یفتح فیہ بابا الی دار اخری ساکنہا غیر ساکن ہذہ الدار التی مفتحہا فی ہذا الطریق بخلاف ما اذا کان ساکن الدارین واحدا حیث لا یمنع لان المارة لا تزداد چنانچہ ایک راہ مشترک ہو چند شخصوں میں سو ایک شریک نے یہ چاہا کہ اپنے ایک دوسرے گھر کا دروازہ چھوڑے جسکا رہنے والا غیر ہو اس گھر کے رہنے والے کا جسکا دروازہ اس راہ میں ہو برخلاف اُس صورت کے کہ دونوں گھروں کا رہنے والا ایک ہی شخص ہو وہاں دروازہ لگانا اس راہ میں ممنوع نہیں اسواسطے کہ اس صورت میں آمدورفت کرنے والے زیادہ نہیں ہو جاتے ہیں اور پہلی صورت میں زیادہ ہو جاتے ہیں اسلیے پہلی ناجائز ہوئی اور دوسری جائز ویورث الشرب ویوصی بالانتفاع بہ اما الایصاء ببیعہ فباطل اور میراث جاری ہوتی ہو پانی کی باری میں اور وصیت کیجاتی ہو اس سے نفع لینے کی لیکن اُسکے بیع کی وصیت باطل ہو ولا یباع الشرب ولا یوہب ولا یوجر ولا یتصدق بہ لانہ لیس بمال متقوم فی ظاہر الروایة وعلیہ الفتوی کما سیجئ اور پانی کی باری بیچی نہیں جاتی اور اسکا ہبہ نہیں ہوتا اور نہ وہ اجارہ دیجاتی ہو اور نہ خیرات دیجاتی ہو اسواسطے کہ باری مال متقوم نہیں ہو ظاہر الروایة میں اور اسی پر فتوی ہو چنانچہ آگے آویگا ولا یوصی بذلک ای ببیعہ ونحوہ اور وصیت نہیں کیجاتی اُسکی بیع اور ہبہ اور اجارہ کی ولا یصلح المار بدل خلع وصلح عن دم عمد ومہر نکاح وان صحت ہذہ العقود لانہا لا تبطل بالشروط الفاسدة لان الشرب لا یملک بسبب ما حتی لو مات وعلیہ دین لم یبع الشرب بلا ارض اور باری کا پانی لیاقت نہیں رکھتا بدل خلع اور بدل صلح ہونے کے عمداً خون سے اور لیاقت نہیں رکھتا نکاح کے مہر ہونے کی اگرچہ یہ عقود مذکورہ صحیح ہو جاوینگے باری کے عوض دینے سے اسواسطے کہ عقود مذکورہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہو جاتے پانی بدل خلع وغیرہ اسواسطے نہیں کہ پانی کی باری قابل تملیک کے نہیں کسی سبب سے یہاں تک کہ اگر ایک شخص مر گیا اور اسپر دین ہو تو اُسکے دین میں باری بدون زمین کے بیچی نجاوے گی خلاصہ لکن لہ ارض فیل یجمع الماء فی کل نوبة فی حوض فیباع الماء الی ان یقضی دینہ وقیل ینظر الامام الی ارض لا شرب لہا فیضمہ الیہا فیبیعہا برضا ربہا فینظر الی قیمة الارض بلا شرب وقیمتہا معہ فیصرف تفاوت ما بینہما الی دین المیت وتمامہ فی الزیلعی تو اگر میت مدیون کی زمین نہو فقط باری ہو تو بعضوں نے کہا کہ ہر باری کا پانی جمع کیا جاوے ایک حوض میں پھر وہ پانی ہر باری میں بکا کرے یہاں تک کہ دین ادا ہو جاوے اور بعضوں نے کہا کہ حاکم اُس زمین کو دیکھے اور تلاش کرے جسکی باری نہیں ہو تو میت کی باری کو اُس زمین کے ساتھ ملا دے پھر زمین کو باری کے ساتھ بیع کرے مالک زمین کی رضامندی سے پھر دیکھے کہ زمین کی قیمت بدون باری کے کتنی ہو اور باری کے ساتھ اُسکی قیمت کتنی ہو تو مابین کے تفاوت کو میت کے دین میں صرف کرے اور پورا بیان اسکا زیلعی میں ہو یعنی اگر مثلاً زمین کی قیمت بدون باری کے

سو درم ہوا اور باری کے ساتھ ۱۲۵ درم تو ۲۵ درم میت کے دین میں صرف ہوں ولا یضمن من طار ارضه فنزت الارض جاره او غرقت
لانه تسبب غیر متعد وهذا اذا سقاها سقیا معتادا وتحمله ارضه عادة والا یضمن وعلیه الفتوی اور تاوان نہ دیگا وہ شخص جسنے اپنی زمین میں پانی بھرا اسواسطے
کہ پڑوسی کی زمین سے اسکا پانی سوکھ لیا یا اسکی زمین غرق ہو گئی اسلیے کہ وہ تسبب غیر متعدی ہے اور تسبب میں تاوان اسوقت ہوتا ہے جبکہ تعدی ثابت
ہوا اور یہ یعنی عدم تاوان اسوقت ہے جبکہ اسنے عادت کے موافق سینچی ہو اور باعتبار عادت کے اسکی زمین اسقدر پانی کی متحمل ہو اور اگر عادت سے
زیادہ اسنے پانی بھر لیا ہووے اور پڑوسی کی زمین ناقص ہو گئی ہو تو اسپر تاوان لازم ہوگا اور اسی قول پر فتوی ہے وفی الذخیرة هذا اذا سقی فی نوبته
مقدار حقه واما اذا سقی فی غیر نوبته او زاد علی حقه یضمن علی ما قال اسماعیل الزاهد قهستانی اور ذخیرہ میں ہے اور یہ یعنی عدم تاوان اسوقت ہے جبکہ اسنے
اپنی باری میں اپنے حصہ کے موافق زمین سینچی ہو اور اگر باری کے سوائے میں سینچی ہو یا اپنے حصہ سے پانی زیادہ لیا ہو تو اسپر تاوان لازم ہوگا
بموجب قول اسمعیل زاہد کے کذا فی القهستانی ولا یضمن من سقی ارضه او زرعه من شرب غیره بغیر اذنه فی روایة الاصل وعلیه الفتوی شرح وهبانیة
وابن الکمال عن الخلاصة لما مر انه غیر متقوم اور تاوان نہ دے وہ شخص جسنے اپنی زمین یا زراعت سینچی غیر شخص کی باری سے بدون اسکے اذن کے
اصل کی روایت میں اور اسی پر فتوی ہے چنانچہ شرح وہبانیہ اور ابن کمال میں ہے خلاصہ سے اسواسطے تاوان نہیں کہ مذکور ہو چکا کہ باری کا پانی مال متقوم
نہیں ہے ولو تصدق بمنزلة الحسن لبقاء الماء الحرام فیه بخلاف العلف المغصوب فان الدابة اذا سمنت به انعدم وصار شیئا آخر قهستانی اور اگر اسکے
پیدا ہووے غلہ یا پھل کو خیرات کرے تو خوب ہے بسبب باقی رہنے حرام پانی کے اسمیں برخلاف مغصوب چارے کے اس لیے کہ جب جانور موٹا ہو گیا
چارا کھانے سے تو چارا معدوم ہو گیا اور دوسری چیز بن گیا یعنی خون اور گوشت ہو گیا کذا فی القهستانی فان تکرر ذلک منه لا ضمان وادبه
الامام بالضرب والحبس ان رای الامام ذلک خانیه وتمامه فی شرح الوهبانیة پھر اگر یہ یعنی غیر کا پانی لینا چند بار واقع ہوا اس شخص سے تو
تاوان نہیں اور تعزیر دے اسکو حاکم مارنے اور قید کرنے سے اگر حاکم اسکو مصلحت جانے کذا فی الخانیہ اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہے وقال
وجوز بعض مشایخ بلخ بیع الشرب لتعامل اهل بلخ والقیاس یترک بالتعامل ونوقض بانه تعامل بلدة واحدة اور مصنف وہبانیہ نے کہا اور بعض
مشایخ بلخ نے پانی کی باری بیچنے کو تجویز کیا ہے بسبب رواج اہل بلخ کے اور قیاس متروک ہو جاتا ہے رواج کے سبب سے اور یہ تجویز توڑی گئی
ہے اس طرح کہ یہ ایک شہر والوں کا رواج ہے یعنی اور ایک شہر والوں کے رواج سے قیاس متروک نہیں ہوتا وافتی الناصحی بضمانه ذکره فی جواهر الفتاوی
قال وینفذ الحکم بصحة بیعه فلیحفظ اور ناصحی نے فتوی دیا ہے اسکے تاوان کا یعنی جو غیر کا پانی بلا اذن لے یہ مذکور ہے جواہر الفتاوی میں اور یہ کہا ہے کہ باری
کی بیع کا حکم نافذ ہو جاتا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم اس فتوی میں ناصحی متفرد ہے تو عدم ضمان کا معارض نہوگا اور عدم ضمان صحیح تر ہے چنانچہ ظہیریہ میں
ہے اور صحت بیع کا حکم نافذ نہوگا اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ قاضی اپنے مذہب کے غیر معتمد قول پر حکم نکرے کذا فی الطحطاوی قلت وفی الهدایة وشروحها
من البیع الفاسد انه یضمن بالاتفاق فلو سقی ارض نفسه بماء غیره ضمنه وبه جزم فی النقایة هنا فافهم میں کہتا ہوں ہدایہ اور اسکی شروح میں بیع فاسد سے
یہ مذکور ہے کہ ضمان لازم آتا ہے تلف کرنے سے تو اگر اپنی زمین سینچی غیر کے پانی سے تو مالک کو تاوان دے اور اسی قول پر یقین کیا ہے نقایہ میں یہاں
سو اسکو سمجھ لے ہم شارح نے اشارہ کیا کہ صاحب نقایہ نے اس مقام کے سوا اور مقام میں جمہور کے موافق یقین کیا ہے قلت وقد مر ان علیه الفتوی فتنبه میں
کہتا ہوں اور البتہ مذکور ہو چکا وہ قول جسپر فتوی ہے تو خبردار رہو ہم مراد جمہور کا فتوی ہے عدم ضمان کا جو شرح وہبانیہ سے مذکور ہو چکا نہ ناصحی کا فتوی
کذا فی الطحطاوی وفی الوهبانیة وساق بشرب الغیر لیس بضامن * وضمنه بعض وما اظهر * اور وہبانیہ میں ہے اور سینچنے والا غیر کی باری سے ضامن
نہیں اور بعضوں نے اسپر تاوان لازم کیا ہے اور جو قول عدم ضمان کا گذر گیا ظاہر تر ہے وما جوزوا اخذ التراب الذی علی * جوانب نهر دون اذن لتقرر ا

فقہا نے اُس مٹی کا لینا جو نہر کے جوانب پر ہی تجویز نہیں کیا ہے بدون اذن مالک کے جو ثابت کرے لیے کہ شارح نے کہا اور نہر اور اقوز انہ (؟) فی
فی حریم لیس بالنقل یوجر+ اور اگر لوگون نے نہر کھودی اور اُسکی مٹی باہر ڈالی تو اگر نہر کے حریم کے اندر ڈالی تو مٹی کے وہان سے اُٹھانے کا حکم نہوگا صورت اُسکی یہ ہے
کہ ایک قوم کی نہر ہے دوسرے شخص کی زمین مین اور اُن لوگون نے نہر کی مٹی اُسکی زمین مین ڈالی تو اگر مٹی حریم کے اندر ہے تو صاحب زمین مٹی اُٹھانے کا
اُنسے مواخذہ نہین کر سکتا اور اگر مٹی حریم کے باہر ڈالی ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ اُنسے نقل تراب کا مواخذہ کرے یہ دونون مسئلے وہبانیہ کی دو بیتون مین
مذکور تھے شارح نے اصلاح کی وہ مطلب ایک بیت مین بیان کر دیا کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

کتاب الاشربۃ

یہ کتاب ہے اشربہ یعنی شرابون کے احکام مین جمع اشربہ محرمہ کے حرام ہونے کی خوبیان ظاہر ہین اسلیے کہ فی الحال عقل ہین اور عقل اشرف الاشیاء ہے جس سے آدمی
ممتاز ہے حیوانات سے اور اُسی سے خطاب شرع متعلق ہے لیکن خمر اگلی اُمتون پر مباح تھی اُنکی طول اعمار اور جسامت ابدان کے سبب سے تو بسبب اپنی قوت کے
آفت شراب کے متحمل تھے اور اُنپر مستی غالب نہوتی تھی تو اُسکی اباحت مین اُنکے واسطے صلاح تھی کثرت منافع کے سبب سے اور یہ امت تو کم عمر اور ضعیف البدن ہے اُن پر
مستی غالب ہو جاتی ہے شرب قلیل سے بھی اسلیے کہ اُنکے حق مین یہی صلاح تھی کہ خمر بالکل قلیل یا کثیر اُنپر حرام ہو اور ابتداے اسلام مین سو اسطے مباح ہوئی تھی کہ قوم
خمر کو معائنہ کرلین پھر جب حرام ہوئی تو معلوم ہو گیا کہ یہی دین حق ہے یہ چیز حرام ہونے کے لائق تھی کذا فی العینی طحطاوی نے کہا کہ مستی اور نسب دیون مین ہم تھا
اور خمر کا تھوڑا بھی بنیابت محمدی پر حرام ہوا اُنکی تعظیم اور تکریم کے واسطے تا امر قبیح مین واقع نہون کیونکہ یہ مشہود بالخیر ہے ہی جمع شراب ہے الشراب لغۃ کل مایع
یشرب و اصطلاحا ما یسکر اشربہ جمع ہے شراب کی اور شراب لغت عرب مین عبارت ہے ہر چیز رقیق سائل سے جو پی جاے چنانچہ پانی اور رس اور شربت اور عرق خواہ
حلال ہو یا حرام نشہ کرے یا نہ کرے اور اصطلاح شرع مین شراب وہ ہے جو نشہ کرے مست اور بیہوش کر دے ہم عرف ہندوستان مین شراب اُسکو کہتے ہین جو دیگ مین
ڈالکر بطور عرق کے کشید ہو اور نشا کرے خواہ انگور کا عرق ہو خواہ اور پھل کا خواہ گڑ کا والمحرم منہا اربعۃ انواع اور شرابون مین سے چار قسم کی شرابین حرام ہین یعنی خمر
اور طلا اور سکر اور نقیع زبیب چنانچہ تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ہم اصول اشربہ چار چیزین ہین ایک تو ثمار یعنی پھل مثل انگور اور کھجور اور مویز یعنی انگور خشک جسکو
اہل ہند منقی کہتے ہین دوسرے حبوب جیسے گیہون اور جو اور جوار تیسرے شیرین چیزین چنانچہ شکر اور گڑ اور شہد چوتھے البان یعنی اونٹ کا دودھ اور گھوڑے کا دودھ
سو انگور سے پانچ یا چھ شرابین بنتی ہین یعنی خمر اور باذق اور منصف اور مثلث اور بختج یعنی پختہ اور منقے سے دو شرابین بنتی ہین یعنی نقیع اور نبیذ اور کھجور سے تین شرابین
بنتی ہین یعنی سکر فضیخ اور نبیذ اور حبوب اور فواکہ اور شہد وغیرہ سے ایک ہی چیز ہوتی ہے اگرچہ نام اُسکے چند قسم کے ہوتے ہین تو یہ گیارہ یا زیادہ نام
ہوے سو اشربہ انگوری کی تفصیل یہ ہے کہ جب انگور کا عرق نچوڑ لیا تو اُسکو عصیر کہتے ہین جبتک وہ شیرین ہے پھر جب وہ جوش کھا کر جھاگ دیا اور گاڑھا ہو گیا اُسکا
نام خمر ہے اور جب کھٹا ہو گیا تو وہ سرکہ انگوری ہے اور اگر انگور کے عرق کو تھوڑا آگ پر پکایا کہ نصف سے کم جلا پھر وہ جوش کھا کر جھاگ لایا تو اُسکا نام باذق ہے اور اگر
یہان تک پکایا کہ نصف باقی رہا تو وہ منصف ہے اور اگر اتنا پکایا کہ دو تہائی جل گیا تو اُسکا نام مثلث ہے اور مثلث کو جب پانی ڈالکر پتلا کیا پھر اُسکو پکایا تو اُسکا نام پختہ ہے
اور اُسکو یعقوبی اور بادہ یوسفی بھی کہتے ہین اسلیے کہ ابو یوسف رح نے ہارون رشید کیواسطے اُسکو مرتب کیا تھا اور جمہوری اور حمیدی بھی اُسکو بولتے ہین اور منقے سے
نقیع اور نبیذ بناتے ہین نقیع یہ کہ منقے کو پانی مین چند روز تر رکھا یہان تک کہ پانی شیرین ہو گیا اور نبیذ یہ کہ منقی کا پانی تھوڑا پکایا گیا اور کھجور سے سکر
اور فضیخ اور نبیذ بناتے ہین سکر کچا پانی ہے تمر پختہ کا اور فضیخ کچا پانی ہے گدر کھجور کا اور نبیذ پختہ یا گدر کھجور کا پانی ہے جو تھوڑا سا پکایا گیا کذا فی العینی
و قاضی خان ملتقطا الاول الخمر وہی التی بکسر النون خشند یدمن ماء العنب اذا غلی واشتد وقذف ای رمی بالزبد ای الرغوۃ
چار حرام شرابون سے پہلی شراب خمر ہے اور خمر کچا پانی ہے انگور کا جب کہ وہ جوش کھاے اور اُبلے اور اشتداد پکڑے اور جھاگ ڈالے

شارح نے کہا نئی بکسر نون اور تشدید یاء تحتانیہ ہے اور زبد بفتح زاء معجمہ وباء موحدہ عبارت ہے رغوہ سے اور رغوہ کو ہندی میں جھاگ اور پھینا کہتے ہیں جوش سے
مراد جوش کا حاصل ہے اس طرح پر کہ نیچے کا پانی اوپر ہو جائے اور اوپر کا نیچے کذا فی الطحطاوی اور وہ اشتداد سے مراد قوت اور کثرت ہے جوش کھانے کی جس سے مست
کر دینے کی قوت حاصل ہو جائے اور بعضوں نے کہا اشتداد سے وہ حالت مراد ہے جو شارب کے حواس کو فہم اور درک سے روکے اور بعضوں نے کہا صلاحیت
اسکار یعنی مست کر دینے کی لیاقت مراد ہے کذا فی نہایۃ المعنی ولم یشترطا قذفہ وبہ قالت الثلثۃ وبہ اخذ ابو حفص الکبیر وہو الاظہر کما فی الشرنبلالیۃ عن
المواہب وبائی ما یفیدہ اور صاحبین رح نے خمر کی حقیقت میں جھاگ ڈالنا شرط نہیں کیا یعنی فقط غلیان اور اشتداد سے نشہ حاصل ہو جاتا ہے بدون
جھاگ ڈالنے کے اور یہی قول ہے تینوں اماموں کا اور اسی قول کو ابو حفص کبیر رح نے لیا ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ میں مواہب سے منقول ہے
اور آگے آویگا جو اس مطلب کو مفید ہے یعنی قولہ والکل حرام اذا غلی واشتد صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ لذت مطربہ (طرب آور ۱۲) اور قوت مسکرہ (نشہ آور ۱۲) اشتداد سے حاصل ہو جاتی
ہے اور یہی موثر ہے ایقاع عداوت اور نماز کے روکنے میں اور جھاگ ڈالنا وصف زائد ہے اسکو مستی پیدا کرنے میں تاثیر نہیں اور امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ غلیان (جوش)
اشتداد کی ابتدا ہے اور کمال اشتداد جھاگ ڈالنے سے ہے اسواسطے کہ جھاگ ڈالنے سے صافی ممتاز ہو جاتا ہے مکدر سے اور احکام شرعی جو خمر سے متعلق ہیں وہ قطعی
ہیں چنانچہ حد اور تکفیر مستحل اور مانند اسکے لہذا مناط احکام نہایت اور کمال پر ہوا کذا فی الزیلعی وقد تطلق الخمرۃ علی غیرہا ذکر مجازا اور گاہے خمر کا اطلاق ہوتا ہے
غیر مذکور پر باعتبار مجاز کے ہم ابن اعرابی امام اہل لغت نے کہا خمر اسواسطے نام ہوا کہ وہ رکھی گئی یہاں تک کہ مختمر ہو گئی اور اختمار عبارت ہے تغیر ریح سے
اور بعضوں نے کہا کہ خمر نام ہوا اسکی مخامرت (چھپانا ۱۲) کے سبب سے عقل کو وہ چھپا ڈالتی ہے قول اول حنفیہ کے موافق ہے اور قول ثانی آئمہ ثلثہ کے موافق ہے اسواسطے
انکے نزدیک ہر مسکر خمر ہے اور دلیل انکی وہ احادیث ہیں جو اطلاق کی مفید ہیں چنانچہ مسلم کی حدیث کل مسکر خمر وکل مسکر حرام اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جو حقیقت
تعریف خمر کی جمنے کی ہے اسپر اہل لغت کا اتفاق ہے اسکے سوا اور مسکرات کو بادہ اور مثلث وغیرہ ذالک کہتے ہیں تو غیر خمر کو خمر کہنا باعتبار مجاز کے ہے نہ باعتبار حقیقت
کے اور مجاز ہونے پر حدیث مسلم وغیرہ محمول ہے یا بیان حکم پر محمول ہے کذا فی الزیلعی اور مزید تفصیل اسکی کتب مطولہ میں ہے ثم شرع فی احکامہا العشرۃ فقال وحرم قلیلہا وکثیرہا
بالاجماع لعینہا اے لذاتہا یعنی مصنف رح نے خمر کے دس حکموں کا بیان شروع کیا سو یوں کہا کہ خمر کا قلیل اور کثیر باتفاق امت حرام ہے کیونکہ حرمت ذاتی یعنی خمر کی ذات حرام
ہے نشہ کرے یا نہ کرے ہم بعضوں نے کہا کہ قلیل خمر حرام نہیں اسواسطے کہ قلیل مسکر نہیں جو موجب فساد ہو اور یہ قول کفر ہے اسمیں قرآن اور حدیث اور اجماع کا انکار ہے
اسلیے کہ قرآن میں خمر کو رجس فرمایا اور رجس نجس العین کو کہتے ہیں چنانچہ لحم خنزیر کو نجس فرمایا ہے تو خمر اور لحم خنزیر نجاست ذاتی میں برابر ہیں اور حرام ہونے میں یکسان
وفی قولہ تعالی انما الخمر والمیسر الایۃ عشر دلائل علی حرمتہا مبسوطۃ فی المجتبی وغیرہ اور انما الخمر والمیسر کی آیت میں دس دلیلیں خمر کے حرام ہونے پر مجتبی وغیرہ میں منتشر وار
مذکور ہیں ہم دلائل مذکورہ یہ ہیں ۱- خمر کو قمار اور اصنام کے ساتھ ذکر فرمایا ۲- اسکو رجس یعنی نجس العین کہا ۳- اعمال شیطانی سے اسکو شمار کیا ۴- اجتناب کا حکم
کیا ۵- اجتناب خمر پر فلاح معلق کی ۶- شیطان ایقاع عداوت کا ارادہ کرتا ہے خمر سے ۷- ایقاع بغض کا قصد رکھتا ہے اسکے سبب سے ۸- روکتا ہے یاد الہی سے
۹- روکتا ہے نماز سے ۱۰- نہی بلیغ بصیغہ استفہام تہدیدی کذا فی الحلبی وہی نجسۃ نجاسۃ غلیظۃ کالبول اور خمر نجس نجاست غلیظہ ہے پیشاب کے مانند
اسواسطے کہ اسکی حرمت بدلیل قطعی قرآنی ثابت ہے ویکفر مستحلہا اور کافر ہو جاتا ہے خمر کا حلال کہنے والا اسواسطے کہ وہ دلیل قطعی کا منکر ہوا وسقط تقومہا
فی حق المسلم الا مالیتہا فی الاصح اور خمر کا مال متقوم ہونا مسلمان کے حق میں ساقط ہے نہ مالیت اسکی صحیح تر قول میں ہم مال متقوم مسلمان کے حق میں
اسواسطے نہیں کہ حق تعالی نے اسکی اہانت کی نجس العین فرمایا اور متقوم ہونا عزت کا مشعر ہے اور خمر کی مالیت ہونے میں اختلاف ہے اور صحیح تر قول یہ
ہے کہ وہ مال ہے بسبب میلان طبائع کے اسکی طرف وحرم الانتفاع بہا ولو لسقی دواب او لطین او نظر للتلہی او فی دواء او دہن او طعام او غیر ذالک
اور حرام ہے فائدہ حاصل کرنا خمر سے اگرچہ جانوروں کا پلانا ہو یا اس سے مٹی کا تر کرنا دیوار بنانے کو یا اسکا دیکھنا تماشے کے واسطے یا دوا میں اسکا ڈالنا

یا تیل میں یا لگانے میں یا اسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا جائز نہیں حرام ہے الا للتحلیل او لخوف العطش بقدر الضرورۃ ولو زاد فسکر حد مجتبی مگر خمر کا سرکہ بنانا
یا خوف تشنگی سے بقدر ضرورت کے پینا حرام نہیں اور اگر ضرورت سے زیادہ پیکر مست ہوگا تو اسپر حد ماری جاویگی کذا فی المجتبی ولا یجوز بیعہا لحدیث مسلم
ان الذی حرم شربہا حرم بیعہا اور جائز نہیں خمر کا بیچنا صحیح مسلم کی اس حدیث کی دلیل سے مقرر جسنے اسکا پینا حرام کیا ہے اسنے اسکا بیچنا بھی حرام کیا ہے مسلم
مسلم میں ابن عباس رض سے روایت ہے کہ ایک مرد مشک بھر خمر تحفہ لایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ نے فرمایا کہ تجھکو کیا معلوم نہیں کہ اللہ تعالی
نے اسکا پینا حرام کیا ہے پھر اسنے دوسرے آدمی کے کان میں چپکے بات کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے کیا سرگوشی کی اسنے کہا کہ میں نے اسکے
بیچڈالنے کا امر کیا ہے تب یہ حدیث فرمائی کہ جسنے پینا حرام کیا اسنے اسکا بیچنا حرام کیا پھر اس مرد نے مشک کا دہانہ کھول دیا تو جو اسمیں خمر تھی سب جاتی رہی
کذا فی العینی ویحد شاربہا وان لم یسکر منہا اور حد ماری جاے خمر کے پینے والے پر اگرچہ وہ مست نہو جاے اس سے ہم باوجود عدم سکر حد لازم ہے اسواسطے کہ
اسکی حرمت ذاتی ہے نہ فقط سکر کے سبب سے کیونکہ وہ ام الخبائث ہے مبسوط میں حدیث مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب مرد خمر کا پیالہ اپنے ہاتھوں پر
رکھتا ہے تو اسپر آسمانوں اور زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں پھر اگر اسنے پی تو اسکی نماز چالیس رات قبول نہیں ہوتی اور اگر اسکو ہمیشہ پیا کرتا ہے تو وہ
بت پرست کے مانند ہے کذا فی الطحطاوی ویحد شارب غیرہا ان سکر اور خمر کے سوا اور مسکرات کے پینے والے کو حد ماری جاتی ہے جبکہ اسکو بیہوشی اور
نشہ ہو ہم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ ہمارے زمانے میں محمد رحمہ اللہ کے قول پر فتوی ہے تو حد ماری جاویگی اسپر جو مست ہو جاے ان شرابوں کو پیکر جو
حبوب اور شہد اور دودھ اور انجیر سے بنائی جاتی ہیں اسواسطے کہ فاسق لوگ ان شرابوں پر اجتماع کرتے ہیں ہمارے زمانے میں اور لہو لعب کا قصد کرتے ہیں
اور اسکے پینے سے مست ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں انتہی ولا یؤثر فیہا الطبخ اور خمر کا آگ پر پکانا اسکے ازالہ حرمت میں اثر نہیں کرتا یعنی پکانے سے اسکی حرمت
زائل نہیں ہوتی اسواسطے کہ پکانا شرع میں ثبوت حرمت کے منع کرنے کیواسطے ہے نہ اسواسطے کہ اسکی حرمت کو باطل کردے حرمت کے ثابت ہو جانے کے
بعد یعنی خمر ہو جانے سے پہلے طبخ البتہ موثر ہے اور جبکہ خمر بنگئی تو اسکے بعد طبخ کچھ اثر نہیں کرتا کذا فی الطحطاوی الا انہ لا یحد فیہا ما لم یسکر منہ لاختصاص الحد
بالنی ذکرہ الزیلعی واستظہرہ المصنف وضعف ما فی القنیۃ والمجتبی ثم نقل عن ابن وہبان انہ لا یلتفت لما قالہ صاحب القنیۃ مخالفا للقواعد ما لم یعضدہ
نقل من غیرہ انتہی وفیہ کلام لابن الشحنۃ مگر یہ کہ خمر مطبوخ کے پینے میں حد ماری نجاویگی جبتک اس سے مست نہوگا بسبب مخصوص ہونے حد کے کچی خمر کے ساتھ
ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے اور قوی کیا ہے اس قول کو مصنف رح نے اپنی شرح میں اور ضعیف کہا ہے اس قول کو جو قنیہ اور مجتبی میں ہے یعنی جب خمر پکائی گئی اور
اسکی تلخی دور ہو گئی تو حلال ہو جاتی ہے پھر مصنف رح نے ابن وہبان سے یہ قول نقل کیا کہ التفات نکیا جاے اسکے قول کی طرف جو صاحب قنیہ نے قواعد مذہب
کے مخالف کہا ہے جبتک کہ اسکی تائید کسی اور فقیہ کی نقل سے ثابت نہو انتہی اور اس تضعیف میں ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے گفتگو کی ہے ہم خمر مطبوخ پر بلا سکر حد
کا نہ واقع ہونا ایک قول ہے اور دوسرا قول شمس الائمہ سرخسی رح کا یہ ہے کہ اسکے شارب پر حد واقع ہوگی تھوڑی پیے یا بہت چنانچہ فتاوی عالمگیری میں
کافی سے منقول ہے اور اسی طرح قاضی خان اور بدائع میں ہے ابن شحنہ نے کہا صاحب قنیہ کی مراد یہ ہے کہ خمر مطبوخ حلال ہوتی ہے جبکہ اس سے اوصاف
خمریت کے یعنی تلخی اور مست کردینا زائل ہو جاے کیونکہ اسکی حقیقت بدل گئی جیسے سرکہ ہو جانے سے اسکی حقیقت بدل جاتی ہے اور یہ جو صاحب مبسوط
نے کہا ہے کہ طبخ سے خمر حلال نہیں ہو جاتی تو مراد اسکی یہ ہے کہ جب خمریت کے اوصاف موجود ہوں کیونکہ انقلاب و استحالہ نہیں پایا گیا جو مقتضی ہے
اباحت کا اور یہ جو کہا کہ طبخ کو اسکی حلت کے اثبات میں اثر نہیں مخالف اسکے نہیں اسلیے کہ موثر انقلاب ہے طبخ کی اسمیں کچھ خصوصیت نہیں کذا فی الطحطاوی
ولا یجوز بہا التداوی علی المعتمد قالہ المصنف قلت ولو باحتقان واقطار فی احلیل نہایہ اور جائز نہیں خمر سے دوا کرنا بنا بر قول معتمد کے ایسا کہا ہے
مصنف رح نے شرح میں میں کہتا ہوں اگرچہ خمر سے حقنہ کیا جاے اور پیشاب کے سوراخ میں ٹپکائی جاے کذا فی النہایہ ہم ہر چند حقنہ وغیرہ میں احتمال

مسکر کا نہین لیکن نجس العین ہونے سے یہ بھی درست نہین اسی طرح اُسکا سرکہ اور ناس نین ڈالنا جائز نہین تو تجوز تخلیلہا ولو بطرح شئی فیہا خلافا
للشافعی اور جائز ہی خمر کا سرکہ بنانا اگرچہ کوئی چیز مانند نمک وغیرہ کے ڈالکر سرکہ بنے برخلاف شافعی رحمہ امام شافعی رح کے نزدیک اگر خمر خود بخود سرکہ ہوجائے
تو حلال ہی اور نمک وغیرہ ڈالکر سرکہ بنانا درست نہین پھر جب خمر سرکہ ہوگئی تو جہانتک سرکہ ہی وہانتک برتن پاک ہوگیا اور اُسکی اوپر کی جانب اُسکی تبعیت سے
پاک ہوگئی ابو سعید رح نے اپنے اُستاد سے نقل کیا کہ یہی قول مفتی بہ ہی کذا فی الطحطاوی و الثانی الطلاء بالمد وہو العصیر المطبوخ حتی یذہب اقل من ثلثیہ
ویصیر مسکرا وصوب المصنف ان ہذا یسمی الباذق اور دوسری قسم اشربہ محرمہ سے طلاء بالکسر ہی اور وہ رس ہی انگور کا جو پکایا گیا یہانتک کہ دو تہائی سے کمتر
جل گیا اور وہ مسکر ہوگیا اور مصنف رح نے اپنی شرح مین کہا کہ حق یہ ہی کہ اسکا نام بادہ ہی نہ طلاء ہدایہ مین بھی اسی طرح ہی کہ جس عصیر کا دو تہائی سے کمتر جل گیا
وہ بادہ ہی اور قاضی خان کے فتاوی مین دو تہائی کی قید نہین بلکہ یون کہا کہ انگور کا پانی جب تھوڑا پکایا گیا وہ بادہ ہی طحطاوی نے شرح مسکین سے
نقل کیا کہ اقل کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر تہائی جلجاویگا تو جبتک شیرین ہی سب کے نزدیک حلال ہی اور بعد غلیان اور اشتداد کے جبتک نشہ نکرے
تب تک شیخین رح کے نزدیک حلال ہی خلافا لمحمد واما الطلاء فما ذکرہ بقولہ وقیل ما طبخ من ماء العنب حتی ذہب ثلثاہ وبقی ثلثہ وصار مسکرا وہو الصحیح
کما جری علیہ صاحب المحیط وغیرہ یعنی فی التسمیۃ لا فی الحکم لان حل ہذا المثلث المسمی بالطلاء علی ما فی المحیط ثابت بشرب کبار الصحابۃ رضی اللہ عنہم کما فی
الشرنبلالیۃ اور دوسرا قول یہ ہی کہ طلا وہ مشروب ہی کہ انگور کا پانی پکایا جاوے یہانتک کہ اُسکی دو تہائیان جلجاوین اور ایک تہائی باقی رہے اور
وہ مسکر ہوجاوے اور اسی مشروب کو طلا کہنا حق ہی چنانچہ صاحب محیط وغیرہ اسی پر چلے ہین یعنی فقط تسمیہ مین نہ حکم مین یعنی صاحب محیط وغیرہ نے اس مثلث
کو طلا کہا ہی اسکو حرام نہین کہا ہی اسواسطے کہ حلال ہونا اس مثلث کا جو مسمی بطلا ہی بموجب روایت محیط کے ثابت ہی صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے پینے سے
چنانچہ شرنبلالیہ مین ہی ہم خلاصہ یہ کہ طلا بتفسیر اول یعنی بادہ حرام ہی اور طلا بہ تفسیر ثانی یعنی مثلث عنبی بشرط عدم اسکار حلال ہی تو مثلث حرام نہین الا بقدر مسکر
کذا فی الطحطاوی وسمی بالطلاء لقول عمر رضی اللہ عنہ ما اشبہ ہذا الطلاء البعیر وہو القطران الذی یطلی بہ البعیر الجربان اور مثلث کا نام طلا رکھا گیا عمر فاروق
رضی اللہ تعالی عنہ کے اس قول کے سبب سے کہ یہ مثلث کیا خوب مشابہ ہی اونٹ کے طلا کے ساتھ اور وہ یعنی طلا وہ قطران ہی جو خارشتی اونٹ کو ملا جاتا ہی
ہم طلا بالکسر قطران ہی اور قطران بفتح وکسر وہ چیز ہی جو خارشتی اونٹ پر ملی جاتی ہی خلاصہ یہ کہ مثلث عنبی غلظت قوام مین ازبسکہ مشابہ تھا طلات سے لہذا اُسکو
فاروق اعظم رض نے فرمایا ونجاستہ ای الطلاء علی التفسیر الاول کذا قالہ المصنف کالخمر بہ یفتی اور اُسکی نجاست یعنی طلا کی بنا بر تفسیر اول چنانچہ مصنف رح نے
کہا ہی خمر کے مانند نجس ہی اسی قول پر فتوی ہی ہم طلا تفسیر اول یعنی دو تہائی سے کمتر جلے جو مسمی ببادہ ہی اُسکی نجاست غلیظہ ہی اور تفسیر ثانی کے موافق یعنی
مثلث عنبی چونکہ وہ حلال ہی تو طاہر ہی و الثالث السکر بفتحتین وہو النی من ماء الرطب اذا اشتد وقذف بالزبد اور اشربہ محرمہ سے تیسری شراب
سکر ہی بفتح سین وکاف اور وہ کچا رس ہی پختہ تر کھجور کا جبکہ وہ خوب جوش مارے اور جھاگ ڈالے یعنی اور اسمین قوت اسکار کی حاصل ہو تو اگر شیرین ہی تو
بالاتفاق حلال ہی کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والرابع نقیع الزبیب وہو النی من ماء الزبیب بشرط ان یقذف بالزبد بعد الغلیان اور
اشربہ محرمہ سے چوتھی شراب نقیع زبیب ہی یعنی خیساندہ مویزی اور وہ کچا پانی ہی مویز کا یعنی جس پانی مین انگور خشک کو چند مدت تر رکھا بشرط اُسکے جھاگ
ڈالنے کے جوش کھانے کے بعد والکل ای الثلثۃ المذکورۃ حرام اذا غلی واشتد اور تمام یعنی تینون مذکور شرابین یعنی بادہ اور سکر اور نقیع زبیب
حرام ہین جبکہ جوش کھاوین اور اشتداد پکڑین والا لم یحرم اتفاقا اور اگر جوش اور اشتداد نہو تو بالاتفاق حرام نہین ہم امام رح کے نزدیک اسواسطے
حرام نہین کہ شرط حرمت کی غلیان اور اشتداد اور جھاگ ڈالنا ہی اور صاحبین رح کے نزدیک اسوجہ سے حرام نہین کہ شرط حرمت کی غلیان اور
اشتداد ہی سو حاصل نہین وان قذف حرم اتفاقا اور اگر جھاگ ڈالا تو بالاتفاق حرام ہی ہم امام رح کے مذہب پر تو ظاہر ہی اور صاحبین رح کے

نزدیک اس لیے حرام ہی کہ جب فقط غلیان اور اشتداد پر حرمت ہوئی تو جھاگ ڈالنے سے بطریق اولی حرمت ہو گئی و ظاہر کلامہ کبقیۃ المتون انہ جھاگ
ہہنا قولہما قالہ البرجندی ثم قال القہستانی و ترک القید ہہنا لانہ اعتمد علی السابق فتنبہ اور شارح کا ظاہر کلام باقی اور متون کے مانند یہ ہی کہ اسنے اس مقام
مین صاحبین رح کا قول پسند کیا ہی کہ فقط غلیان اور اشتداد پر کفایت کی اور جھاگ ڈالنے کو مذکور نہین کیا ایسا کہا ہی برجندی نے ہان قہستانی نے کہا کہ شارح
نے یہان جھاگ ڈالنے کی قید ترک کی اسواسطے کہ بیان سابق پر اعتماد کیا یعنی چونکہ خمر کی حقیقت مین جھاگ ڈالنا مذکور کر چکا تھا یہان اسکے ذکر کو ضرور
نجانا تو اس سے خبردار رہنا اھ طحطاوی نے کہا کہ مصنف رح کی شرح سے قہستانی کے کلام کی تائید نکلتی ہی اسواسطے کہ اُسنے سکر کی حرمت مین جھاگ ڈالنے
کو غلیان کے بعد ذکر کیا ہی تو یہی قید نقیع زبیب مین بھی جاری ہو گی اسواسطے کہ دونون مین یکسان خلاف ہی و لم یبین حکم نجاسۃ السکر والنقیع و ظاہر
کلامہ انہا خفیفۃ و ہو مختار السرخسی و اختار فی الہدایۃ انہا غلیظۃ اور مصنف رح نے سکر نقیعین اور نقیع کی نجاست کا جو بیان نہین کیا اور اسواسطے کلام
سے ایسا ظاہر ہوتا ہی کہ دونون کی نجاست خفیفہ ہی اور یہی قول شمس الائمہ سرخسی رح کا مختار ہی اور ہدایہ مین یہ اختیار کیا ہی کہ نجاست غلیظہ ہی و حرمتہا
دون حرمۃ الخمر فلا یکفر مستحلہا لان حرمتہا بالاجتہاد اور حرمت اشربہ ثلثہ یعنی بادہ اور سکر اور نقیع کی کمتر ہی خمر کی حرمت سے تو انکا حلال جاننے والا
کافر نہ کہا جاویگا اسواسطے کہ حرمت انکی اجتہاد کے سبب سے ہی اور حرمت خمر کی بدلیل قرآنی قطعی ہی ہم کہتے ہین ہی کہ کفر کو کفار سے کہنا بہتر ہی تکفیر سے اسواسطے کہ
اول نسبت الی الکفر مین خاص اور ثانی مشترک ہی اور خاص دلالت مرادین اولی ہی مشترک سے کذا فی الطحطاوی و الحلال منہا اربعۃ انواع الاول نبیذ التمر
والزبیب ان طبخ ادنی طبخۃ یحل شربہ وان اشتد اور اشربہ سے چار مشروب حلال ہین اول نبیذ تمر اور زبیب ہی یعنی خشک کھجور اور خشک انگور کا پانی
بشرطیکہ تھوڑا سا پکایا جاوے یعنی یہان تک کہ نضج حاصل ہو کذا فی الزیلعی تو اسکا پینا حلال ہی اگرچہ جوش کھا کر قوی ہو جاوے ہم اشتداد کے ساتھ قذف کو
نہین کیا بیان سابق پر اکتفا کر کے چنانچہ رمز مین ہی عینی نے تمر اور زبیب کی حرمت مین احادیث وارد ہین اور انکی حلت مین بھی احادیث وارد ہین تو اگر حرام کو خام پر محمول
کیجیے اور حلال کو مطبوخ پر تو توافق حاصل ہو اور تعارض دفع ہو جاوے و نبائی ہو اس کے قریب سے ہو اذا شرب منہ بلا لہو و طرب فلو شرب للہو فقلیلہ و کثیرہ حرام اور یہ یعنی حلت
نبیذ اور تمر اور زبیب کی اسوقت ہی جبکہ وہ پیا جاوے بدون لہو اور طرب کے تو اگر لہو و لعب کے واسطے شرب ہو گا تو اسکا قلیل و کثیر سب حرام ہی اھ مختار
مین ہی کہ طرب سبکی ہی جو انسان کو شدت حزن یا سرور کے بعد حاصل ہوتی ہی درر مین کہا کہ یہ قید ان اشربہ کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ اگر پانی وغیرہ مباحات
کو لہو اور طرب کے ساتھ استعمال کرے فاسقون کی وضع پر تو حرام ہی و ما لم یسکر فلو شرب ما یغلب علی ظنہ انہ مسکر فیحرم اور یہ حلت اسوقت تک ہی
جبتک وہ نشا نہ کرے تو اگر اسقدر پیے گا جسقدر کے پینے سے اسکے نشا کرنے کا گمان غالب ہو گا تو وہ پینا حرام ہو گا اھ یعنی قدح اخیر جسنے نشا کر دیا
وہ حرام ہی نہ مشروب تمامہ بحر الرائق مین ہی کہ جسنے نو پیالے پیے خمر کے سوا اشربہ حلال سے اور اسکو نشہ نہوا پھر اسنے دسوان پیالہ پیا سو اُسنے نشا کیا تو حرام
دسوان پیالہ ہی نہ اگلے پیالے ابو یوسف رح نے کہا کہ اگر مست ہونے کی نیت سے بیٹھا تو قدح اول ہی حرام ہی اور وہان کا بیٹھنا حرام اور اسکی طرف
چلنا حرام ہی کذا فی الطحطاوی و الثانی الخلیطان من الزبیب و التمر اذا طبخ ادنی طبخۃ وان اشتد یحل بلا لہو اور اشربہ حلال سے مشروب ثانی خلیطین
ہی یعنی خشک انگور اور خشک کھجور کا مخلوط پانی جبکہ وہ تھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ جوش کھا کر اشتداد آ مین حاصل ہو حلال ہی بدون لہو و لعب
کے ہم علت کی دلیل وہ حدیث ہی جو ابن ماجہ مین عائشہ صدیقہ رض سے مروی ہی کہ ہم مٹھی بھر تمر اور مٹھی بھر زبیب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ
وسلم کے واسطے برتن مین ڈالتے تھے اور پانی اسپر ڈالتے تھے سو جو علی الصباح تر کر رکھتے تھے حضرت صلعم اسکو شام کو پیتے تھے اور جو شام کو بھگو رکھتے
اسکو علی الصباح پیتے تھے اور وہ جو احادیث مین خلیطین سے نہی وارد ہی وہ قحط کی حالت پر محمول ہی تاکہ دو نعمتون کا اجتماع نہو دے اور حالانکہ پڑوسی
محتاج ہی بلکہ ایک چیز پڑوسی کو دے اور ایک آپ استعمال کرے اور اباحت فراخ سالی مین تھی یہ توجیہ ابراہیم نخعی رح سے منقول ہی

کذا فی الطحطاوی والثالث نبیذ العسل والتین والبر والشعیرة والذرة یحل سواء طبخ او لا بلا لهو وطرب اور شربہ حلال ہے شہد اور انجیر اور گیہوں اور
جو اور جوار کا نبیذ ہے یعنی خیسا ندہ ان چیزوں کا حلال ہے خواہ پکایا گیا ہو یا نہیں بدون لہو اور طرب کے والرابع المثلث العنبی وان اشتد وهو ما طبخ من ماء
العنب حتی یذهب ثلثاه ویبقی ثلثه اذا قصد به استمراء الطعام والتداوی والتقوی علی طاعة الله ولو للهو لا یحل اجماعا اور اشربہ حلال سے جو تھا مشروب مثلث
انگوری ہے اگرچہ اسمیں اشتداد حاصل ہو اور مثلث انگوری وہ ہے کہ انگور کا رس پکایا جاوے یہاں تک کہ اسکی دو تہائیاں جاتی رہیں اور ایک تہائی باقی
رہے یہ بے دقت حلال ہے جبکہ اسکے پینے سے ہضم طعام اور دوا کرنا اور حق تعالی کی طاعت پر قوت حاصل کرنا مقصود ہو اور اگر لہو ولعب کے واسطے پیتا ہے تو شیخین رح
اور محمد رح سب کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے کذا فی الحقائق ہم شیخین رح کے نزدیک مثلث عنبی بشرط مذکور حلال ہے اور محمد رح اور آئمہ ثلثہ کے نزدیک حرام ہے منجملہ
دلائل حلت شیخین رح کے ایک دلیل وہ روایت ہے جو نسائی میں سوید بن غفلہ سے مروی ہے کہ ہم نے وہ مکتوب جو امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے
ابو موسی اشعری کو لکھا تھا پڑھا اسمیں یہ تھا کہ شام کا قافلہ مشروب غلیظ اسود لایا طلاء ابل کے مانند یعنی گاڑھا سیاہ رنگ میں میں نے انسے سوال کیا کہ تم اسکو کتنا
پکاتے ہو سو انہوں نے مجکو خبر دی کہ دو تہائیاں جلا ڈالتے ہیں اسکے دو ثلث خبیث جاتے رہے ایک ثلث بدبو کا اور ایک ثلث اشتداد اور سکر کا سو آپ
انکو حکم کرو کہ اسکو پیا کریں اور دوسری روایت نسائی کی یوں ہے کہ اپنے مشروب کو تم پکاؤ یہاں تک کہ شیطان کا حصہ جاتا رہے سو شیطان کے دو حصے
ہیں اور تمہارا ایک حصہ ہے انتہی عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ ابو حفص کبیر سے مثلث کا سوال ہوا تو جواب دیا کہ اسکا پینا حلال نہیں سائل نے کہا کہ تم
امام اعظم رح اور ابو یوسف رح کے خلاف کرتے ہو جواب دیا کہ وہ ہضم طعام کے واسطے حلال کہتے تھے اور ہمارے زمانہ میں لوگ لہو ولعب اور فسق و فجور کیواسطے پیتے
ہیں اور ابو یوسف سے امالی میں روایت ہے کہ اگر کشتی کے واسطے مثلث پیے تو قلیل اور کثیر سب حرام ہے اور وہاں کا بیٹھنا اور اسطرف کا چلنا حرام ہے امام اعظم رح سے
روایت ہے کہ میں نبیذ تمر کو حرام نہیں کہتا باعتبار دیانت کے یعنی اسواسطے کہ اکابر دین اسکو استعمال کرتے تھے اور میں اسکو نہیں پیتا ہوں باعتبار مروت کے انتہی یعنی
اور خمر کے سوا جو شربہ مذکور ہوئے انکی بیع صحیح ہے یعنی شربہ محرمہ یعنی منصف اور سکر اور نقیع زبیب کی بیع شیخین رح کے نزدیک صحیح ہے لیکن مکروہ ہے

وصح بیع غیر الخمر مما مر ومفاده صحة بیع الحشیشة والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشة هل یجوز فکتب لا یجوز فیحمل ان مراده
اسواسطے کہ معصیت بعینہا قائم ہے کذا فی الطحطاوی اور مصنف اور متن کے قول سے بھنگ اور افیون کی بیع کی صحت مستفاد ہوتی ہے یعنی اسواسطے کہ دونوں غیر خمر ہیں میں کہتا ہوں اور ابن نجیم
بعدم الجواز عدم الحل قاله المصنف سے بھنگ کی بیع کا سوال ہوا کہ کیا جائز ہے تو جواب لکھا کہ جائز نہیں تو یہ محمول اسپر ہے کہ عدم جواز سے ابن نجیم کی مراد عدم حلت ہے ایسا کہا ہے مصنف رح نے شرح
میں وضمن متلف هذه الاشربة بالقیمة لا بالمثل لمنعنا عن تملیک عینه وان جاز فعله اور تاوان دیا جائیگا ان شربوں کا بسبب تلف کر ڈالنے کے قیمت
سے نہ مثل سے اسواسطے کہ ہم ممنوع ہیں انکی ذات کی تملیک سے اگرچہ تملیک کا فعل جائز ہے ہم جواز فعل تملیک سے صحت اور ثبوت مراد ہے کذا فی الطحطاوی

بخلاف الصلیب حیث تضمن قیمته صلیبا لانه مال متقوم فی حقه وقد امرنا بترکهم وما یدینون زیلعی بخلاف صلیب کے یعنی اگر کوئی مسلمان نصرانی ذمی کا صلیب
تلف کر ڈالے تو اسکے مانند صلیب کی قیمت کا تاوان دیا جاوے گا اسلیے کہ صلیب مال متقوم ہے ذمی کے حق میں اور ہم مامور ہیں انکے دین کے عدم تعرض

پر کذا فی الزیلعی وحرمها محمد ای الاشربة المتخذة من العسل والتین ونحوهما قاله المصنف مطلقا قلیلها وکثیرها وبه یفتی ذکره الزیلعی وغیره اور حرام
کہا ہے انکو محمد رح نے مصنف رح نے شرح میں کہا یعنی جو شرابیں کہ بنائی جاویں شہد اور انجیر اور انکے مانند سے وہ محمد رح کے نزدیک مطلقا حرام ہیں
خواہ قلیل ہوں خواہ کثیر اور اسی قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے زیلعی وغیرہ نے ہم قہستانی نے کہا خلاصہ یہ ہے کہ حبوب اور حلاوات کا نبیذ یعنی انکا
بوزہ بشروط مذکورہ شیخین رح کے نزدیک حلال ہے تو جو انکو پی کر مست ہوا اسپر حد نہیں اور اسکی طلاق واقع نہیں اور محمد رح کے نزدیک وہ حرام ہے اور
طلاق واقع ہوگی چنانچہ کافی میں ہے اور محمد رح کے قول پر فتوی ہے چنانچہ کہتا ہے ذخیرہ میں ہے حموی نے کہا قول اصح اور مختار یہ ہے

مذکورہ سے جو نشا کرے علی العموم اسکا قلیل و کثیر حرام ہی کسی نوع سے ہو بدلیل حدیث صحیح مسلم کہ کل مسکر خمر و کل مسکر حرام یعنی جو نشہ کرنے والی چیز ہی وہ خمر ہی اور ہر مسکر حرام ہی اور بدلیل حدیث مسند احمد رح و ابن ماجہ رح و دارقطنی کہ (ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام) یعنی جس چیز کا کثیر نشہ کرتا ہو اسکا قلیل بھی حرام ہی اور فتویٰ محمد رح کے قول پر ہی اور بزازیہ میں ہی کہ محمد رح کے نزدیک قلیل اسکا اور کثیر سب حرام ہی فقہا نے کہا اور ہم محمد رح کے قول کو لیتے ہیں اور محمد رح کا مذہب یہ ہی کہ وہ نجس ہی جیسا مذہب شافعی رح اور مالک رح اور احمد رح اور داود رح ظاہری کا ہی انتہی اور یہ اختلاف شیخین رح اور محمد رح کا چار اشربہ حلال میں ہی اور اشربہ محرمہ میں سے تو قدر قلیل باتفاق شیخین رح اور محمد رح کے حرام ہی گو کہ اسقدر سے نشہ نہو اگرچہ حد لازم نہوگی بدون نشہ کرنے کے کذا فی الطحطاوی مختصراً درمختار شارح الوہبانیہ وذکر انہ حری عن الکل اور سند کیا ہی محمد رح کے قول کو وہبانیہ کے شارح نے اور ذکر کیا ہی کہ قول مذکور یعنی وجوب حد مروی ہی شیخین رح اور محمد رح سب سے ہم اور جب حد واجب ہوئی تو حرمت ثابت ہو گئی شرح وہبانیہ میں عمادیہ سے یوں مذکور ہی کہ صدر الاسلام ابو الیسر بزدوی سے حکایت ہی کہ اُسنے ہمارے سب اصحاب سے یہ روایت پائی کہ حد واجب ہی اسواسطے کہ جس سے نشہ واقع ہو وہ حرام ہی اور نشا فساد کا سبب ہی تو حد واجب ہوئی تاکہ اُسکے پینے سے لوگ باز رہیں تا روے زمین سے فساد دفع ہو اور یہ امر تو موجود ہی خمر کے سوا باقی اشربہ میں بھی کذا فی الطحطاوی ملخصاً ونظمہ فقال ؎ وفی عصرنا فاختیر حدوا وقعوا طلاقا لمن مسکر الحب یسکر ؛ وعن کلھم یروی وافتی محمد بتحریم ما قد قل وھو المحرر ؛ اور شارح وہبانیہ نے اسکو نظم کیا ہی سو یوں کہا ہی کہ ہمارے زمانہ میں وجوب حد مختار ہی اور علما نے طلاق واقع کر دی ہی اُس شخص کی جو اناج کی شراب یعنی بوزے سے مست ہوا اور شیخین رح اور محمد رح سب علما سے وجوب حد مروی ہی اور محمد رح نے قلیل کے بھی تحریم کا فتویٰ دیا ہی اور یہی قول منقح اور محقق ہی وفی طلاق البزازیۃ وقال محمد ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام وھو نجس ایضاً ولو سکر منہا المختار فی زماننا انہ یحد زاد فی الملتقی ووقوع طلاق من سکر منہا تابع للحرمۃ والکل حرام عند محمد وبہ یفتی والخلاف انما ہو عند قصد التقوی اما عند قصد التلہی فحرام اجماعا انتہی وتمامہ فیما علقتہ علیہ اور بزازیہ کی کتاب الطلاق میں ہی اور محمد رح نے کہا کہ جس چیز کا کثیر نشا کرے اُسکا قلیل بھی حرام ہی اور وہ ناپاک بھی ہی اور اگر اُس سے کوئی مست ہو تو ہمارے زمانہ میں قول مختار یہ ہی کہ اُسپر حد ماری جاے ملتقی میں اتنا زیادہ کہا ہی کہ جو شخص مست ہوا اُسکے پینے سے تو اُسکی طلاق کا واقع ہونا حرام ہونے کا تابع ہی اور سب مسکرات حرام ہیں محمد رح کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہی اور یہ خلاف شیخین رح اور محمد رح کا تو قصد تقویت پر مخصوص ہی اور لہو لعب کے قصد سے تو قلیل اور کثیر جمیع مسکرات کا باجماع شیخین رح اور محمد رح کے حرام ہی انتہی ما فی الملتقی اور پورا اسکا بیان اُس شرح میں ہی جو ہم نے ملتقی پر لکھی ہی زاد القہستانی ان لبن الابل اذا اشتد لم یحل عند محمد خلافا لھما والسکر منہ حرام بلا خلاف والحد والطلاق علی الخلاف قہستانی نے اسقدر زیادہ بیان کیا کہ اونٹ کا دودھ جب جوش کھا کر مستی لاوے تو محمد رح کے نزدیک حلال نہیں برخلاف شیخین رح کے اور نشہ ہونا اُس سے تو بلاخلاف حرام ہی اور اسکے مست پر حد واقع ہونا اور اُسکی طلاق واقع ہونی اسی خلاف پر مبنی ہی یعنی شیخین رح کے نزدیک واقع نہوگی اور محمد رح کے نزدیک واقع ہوگی وکذا لبن الرماک ای الفرس اذا اشتد لم یحل وصح فی الہدایۃ حلہ وفی الخزانۃ انہ یکرہ تحریما عند عامۃ المشائخ علی قولہ اور اسی طرح گھوڑیکا دودھ جبکہ جوش کھاوے حلال نہیں اور ہدایہ میں اسکے حلال ہونیکو صحیح کہا ہی یعنی امام رح کے نزدیک تا عدم سکر اور خزانہ میں یوں ہی کہ وہ مکروہ تحریمی ہی سب مشائخ کے نزدیک امام رح کے قول پر یعنی حلت اُسوقت تک ہی جبتک نشا کرے زیلعی میں ہی قول اصح یہ ہی کہ گھوڑی کا دودھ امام رح کے نزدیک حلال ہی جو سبب ذکر کرنے صاحب ہدایہ کے اسلیے کہ اُسکے گوشت کی کراہت احترام کے سبب سے ہی اور اسلیے کہ تا وہ جہاد منقطع نہوجاوے تو یہ کراہت اُسکے دودھ کی طرف متعدی نہوگی انتہی کذا فی الطحطاوی وحل الانتباذ اتخاذ النبیذ فی الدباء جمع دباءۃ وھی القرع حلال ہی نبیذ بنانا تونبوں میں دبا بتشدید با جمع ہی دباءۃ کی جو یعنی کدو ہی والحنتم جرۃ خضراء والمزفت المطلی بالزفت ای القیر والنقیر الخشبۃ المنقورۃ وما ورد من النہی نسخ اور حلال ہی نبیذ بنانا حنتم یعنی سبز گھڑے اور مرتبان میں اور اس برتن میں جسپر زفت یعنی روغن قیر کا ملا ہی اور لکڑی کے کھدے ہوے برتن میں اور جو حدیث میں ان ظروف کے استعمال سے نہی وارد ہی سو منسوخ ہی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الآثار میں عن ابی حنیفۃ رح عن علقمۃ بن مرثد رح عن ابی بریدہ رح عن ابیہ

حدیث مرفوع روایت کی کہ مین نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا سو اب زیارت کیا کرو اور بیہودہ گوئی نہ کرو اور محمد رح کو اپنی مان کی زیارت کا حکم ہوا
اور منع کیا تھا قربانی کے گوشت کو کہ تین دن سے زیادہ نہ رکھا جاوے سو اب رکھو جتنا تم چاہو منع اسی واسطے کیا تھا کہ مالدار فقیر پر کشائش کرے
اور دُبا اور حنتم اور مزفت مین نبیذ بنانے سے منع کیا تھا سو اب پیو ہر برتن مین اسواسطے کہ برتن کسی چیز کو حلال اور حرام نہین کرتا اور نہ بیہوش کرنے
والی چیز کو کذا فی العینی شرح الہدایۃ ان برتنون مین شراب بنائی جاتی ہے سو اگر انمین شراب ہو تو بعد پاک کرنے کے اُنکا استعمال درست ہے پاک کرنے
کا طریقہ یہ ہے کہ اگر پُرانا برتن ہو تو تین بار دھو ڈالے اور اگر نیا برتن ہو تو محمد رح کے نزدیک وہ کبھی پاک نہین ہوتا اور ابو یوسف رح کے نزدیک تین بار
دھوئے اور ہر بار خشک کرنے سے پاک ہو جاتا ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اسمین بار بار پانی بھرے اور گراتا رہے یہانتک کہ صاف پانی نکلے جسمین نہ شراب کا
مزا رہے نہ رنگ نہ بو فتاوی قاضیخان مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے **وکرہ شرب دردی الخمر ای عکرہ والامتشاط بالدردی لان فیہ اجزاء الخمر و
قلیلہ ککثیرہ کما مر ولکن لا یحد شاربہ عندنا بلا سکر وبہ یحد اجماعا** اور خمر کی تلچھٹ پینا اور اُسکو کنگھی مین مل کر بالون مین لگانا مکروہ ہے اسواسطے کہ دُرد اور
تلچھٹ مین خمر کے اجزا موجود ہین اور خمر کا قلیل اُسکے کثیر کے مانند حرام ہے چنانچہ مذکور ہو چکا ولیکن اُسکے پینے والے پر ہمارے نزدیک حد ماری نجاویگی
بدون نشہ کے اور نشہ کے ساتھ بالاجماع حد ماری جاویگی **ویحرم اکل البنج والحشیشۃ ہی ورق القنب والافیون لانہ مفسد للعقل ویصد عن ذکر اللہ
وعن الصلوۃ** اور بنج یعنی خراسانی اجوائن اور حشیشہ یعنی ورق القنب اور افیون کا کھانا حرام ہے اسواسطے کہ ہر واحد اشیاء ثلثہ سے مفسد عقل ہے اور یاد خدا اور
نماز سے باز رکھتا ہے اور روکتا ہے طحطاوی نے بنج اور حشیش مین عطف تفسیری سمجھا ہے حالانکہ یہ خطا ہے اسلیے کہ بنج بفتح باء موحدہ وسکون نون خراسانی اجوائن
ہے اور حشیش ورق القنب یعنی بھنگ ہے جسکو جاہل فقیر پیتے ہین چنانچہ بنج کی ماہیت مخزن الادویہ مین یون مذکور ہے کہ بنج یعنی خراسانی اجوائن نباتی ست شبیہ
بہ برگ بادرنجبویہ و بسیار غلیظ و در طول وعرض از ان بزرگ تر و بسیار سبز مائل بسیاہی و برگ و ساق غلیظ آن زغب و ثمر آن در غلافی شبیہ بگل انار و شاخہائے
آن یکی زیر دیگرے و مملو از تخمے شبیہ بجلبہ و بسیار ریزہ تر از ان و غیر مدور و سہ نوع ست سیاہ و سرخ و سفید ہر دو نوع اول با سمیت و غیر مستعمل و نوع سوم کہ سفید
ست مستعمل و کمیاب بعضے سرخ آنرا استعمال نمایند اور صاحب مخزن نے قنب مین کہا کہ بفارسی کنب و بناسہ و بہندی بھانگ و باصطلاح ورق الخیال و حشیش
و حشیشۃ الفقرا گویند درخت آن بلند و ساق آن مجوف و گل آن سفید و تخم آن مدور کہ آنرا شاہدانج و بفارسی شہدانہ گویند انتہی شیخ الاسلام عینی نے
شرح ہدایہ مین بنج کی ماہیت صاحب مخزن کے مانند ذکر کی ہے اور کہا تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کہتے ہین کہ بنج وہ گھاس ہے جسکو قلندریہ استعمال
کرتے ہین جو لغت عرب مین حشیش مشہور ہے سو غلط اور خطا ہے بلکہ بنج مغائر ہے حشیش کی اسواسطے کہ حشیش قاتل نہین لیکن مخدر اور مفتر اور مکسل ہے اور اسمین وصف
ذمیمہ ہین لہذا متاخرین کا اُسکی تحریم پر اجماع واقع ہو گیا ہے شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اپنی شرح مین کہا کہ قلیل سقمونیا اور بنج مباح ہے دوا کیواسطے اور جو اسیقدر
زیادہ ہو اور قتل کرے یا عقل کو زائل کردے وہ حرام ہے انتہی مافی العینی طحطاوی نے قہستانی عن شرح اللباب سے نقل کیا کہ بنج دو قسم ہے ایک مزیل عقل وہ حرام ہے اسی
پر فتوی ہے اور دوسری قسم مباح ہے افیون کے مانند اسواسطے کہ اگرچہ اس سے اختلال عقل ہوتا ہے لیکن زوال عقل نہین ہوتا اور ہدایہ و ذخیرہ مین جو اباحت بنج کی مذکور ہے وہ اسی
قسم ثانی پر محمول ہے انتہی **لکن دون حرمۃ الخمر فان اکل شیئا من ذلک لا حد علیہ وان سکر منہ بل یعزر بما دون الحد کذا فی الجوہرۃ** خراسانی اجوائن
اور بھنگ اور افیون حرام ہے لیکن حرمت خمر سے انکی حرمت کمتر ہے سو اگر کوئی شخص انمین سے کھاوے تو اسپر حد نہین اگرچہ اُس سے مست ہو جاوے بلکہ اُسکو تعزیر
دیجاوے حد سے کمتر کذا فی الجوہرۃ **وکذا تحرم جوز الطیب لکن دون حرمۃ الحشیشۃ قالہ المصنف** اور اسی طرح جوز الطیب یعنی جاے پھل حرام ہے لیکن اسکی حرمت
بھنگ سے کمتر ہے ایسا کہا ہے مصنف نے نعم مصنف رح نے شرح مین حرمت جاے پھل شافعیہ رح سے نقل کی ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے اپنے قواعد کے موافق جانکر

الخ فی الطحطاوی مخزن الادویہ مین مذکور ہے کہ جوز الطیب مسکر ہے ونقل عن الجامع وغیرہ من قال بحل البنج والحشیشۃ فہو زندیق مبتدع بل قال نجم الدین

الزاهد انه یکفر ویباح قتله اور مصنف رح نے شرح مین جامع وغیرہ سے نقل کیا کہ جو بنج اور بھنگ کے حلال ہونے کا قائل ہو وہ ملحد بدعتی ہے بلکہ نجم الدین زاہد نے کہا
کہ وہ منسوب بکفر ہے اور اسکا قتل مباح ہے ہم مصنف رح نے جامع الفتاوی سے یہ نقل کیا کہ حافظ الدین نے شرح تمرتاشی سے ذکر کیا کہ شمس الائمہ سرخسی سے حلت اور حرمت
حشیش یعنی بھنگ کا سوال ہوا سو کہا کہ امام ابوحنیفہ رح سے کچھ منقول نہین اسواسطے کہ انکے وقت مین اسکا استعمال مشہور نہ تھا تو اباحت پر باقی رہا اور سلف سے
بھی کچھ منقول نہین مزنی کے زمانے تک جو شاگرد ہین امام شافعی رح کے اور اسد بن عمر شاگرد امام اعظم رح کے عراق و عجم مین تھے وہ اسکی اباحت کے قائل تھے جب اسکی
بلا عام ہوگئی اور یہ فتنہ عالم مین پھیلا اور سفاہت عقلا پر غالب ہوگئی اسکے استعمال سے تو تمام علما رہا ور انہون نے مزنی کے مانند اسکی حرمت کا فتوی دیا اور اسکے
جلانے کا اور اسکے بائع کی تعزیر کا فتوی دیا تو اب شافعی رح اور حنفی رح دونون مذہبون کا اسکے حرام ہونے پر فتوی ہے یہان تک کہ اسکی حلت کے قائل کو زندیق
اور مبتدع کہا ہے اور حکم کیا ہے کہ جو بھنگ سے مست ہو اور طلاق دے تو اسکی طلاق واقع ہوگی زجر اور توبیخ کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی قلت ونقل شیخنا النجم الغزی
الشافعی فی شرحه علی منظومة ابیه البدر المتعلقة بالکبائر والصغائر عن ابن حجر المکی انه صرح بتحریم جوز الطیب باجماع الائمة الاربعة وانها مسکرة مین کہتا ہون اور ہمارے
استاد نجم غزی شافعی رح مذہب نے اپنی شرح مین جو انکے باپ بدر الدین کی منظومہ یہ ہے جو کبائر اور صغائر کے بیان مین ہے ابن حجر مکی سے یون کہا ہے کہ انہونے تصریح
کی ہے جائفل کے حرام ہونے پر باتفاق چارون اماموں کے اور یہ کہ وہ نشہ کرتا ہے ثم قال شیخنا النجم والتتن الذی حدث وکان حدوثه بدمشق فی سنة خمسة عشر بعد الالف
یدعی شاربه انه لا یسکر وان سلم له فانه مفتر وهو حرام لحدیث احمد عن ام سلمة قالت نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن کل مسکر ومفتر قال ولیس من الکبائر تناوله
المرة والمرتین ومع نهی ولی الامر عنه حرام قطعا علی ان استعماله ربما اضر بالبدن نعم الاصرار علیه کبیرة کسائر الصغائر انتهی بحرفه پھر کہا ہمارے استاد نجم شافعی
نے کہ تنباکو کو جو نوپیدا ایش ہے اور اسکی پیدا ایش دمشق شام مین ایک ہزار پندرہ سال ہجری مین ہوئی اسکا پینے والا یہ دعوے کرتا ہے کہ وہ نشہ
نہین کرتا اگر اسکے عدم سکر کو مان لیجیے تو البتہ وہ مفتر ہے یعنی اگرچہ عقل کو زائل نہین کرتا مگر حواس کو منکسر و ضعیف کرتا ہے اور جو چیز مفتر ہے وہ حرام ہے
بدلیل اس حدیث کے جو مسند احمد مین حضرت ام سلمہ رض سے مروی ہے کہ منع فرمایا رسول خدا صلعم نے ہر مسکر اور مفتر یعنی نشہ کرنے والی اور سست
کرنے والی چیز سے کہا نجم مذکور نے کہ تنباکو کا ایک دو بار استعمال کرنا کبیرہ گناہ نہین اور باوجود منع کردینے سلطان وقت کے وہ یقینا حرام ہے علاوہ
یہ کہ اسکا استعمال اکثر بدن کو ضرر کرتا ہے ہان اسکو ہمیشہ استعمال کرنا کبیرہ گناہ ہے جیسے باقی صغائر کا دوام کبیرہ گناہ ہو جاتا ہے انتهی کلام النجم الشافعی
ملخصا ابو السعود مفتی روم نے کہا کہ تنباکو کی حرمت علمار شافعیہ رح کے مخالف ہے سو اسلیے کہ شافعیہ رح نے تصریح کی ہے کہ اگر زوجہ حقہ پیتی ہو تو زوج پر اسکا
سامان کردینا واجب ہے انتهی اور ہم نے ثقات شافعیہ رح سے دریافت کیا سو انھون نے کہا کہ جو ابن حجر نے حرمت بیان کی ہے سو قول ضعیف ہے اور مذہب صحیح
یہ ہے کہ تنباکو مکروہ تنزیہی ہے مگر لعارض اور حقہ اسوقت زوج پر واجب ہے جب زوجہ کو اسکی عادت ہو اور ترک اسکا ضرر نکرے تو از قبیل تفکہات ہوگا اور اگر اسکا ترک
ضرر کرتا ہو تو من قبیل علاج کے ہوگا تو اب زوج پر لازم نہوگا انتهی کلام الشافعیة اور یہ جو ضرر بدن کا مذکور کیا سو حقیقت حال یہ ہے کہ یہ امر مختلف ہے باختلاف
مستعملین کے یعنی کسیکو مضر ہے اور کسیکو نافع کذا فی الطحطاوی وفی الاشباه فی قاعدة الاصل الاباحة او التوقف ویظهر اثره فیما اشکل حاله کالحیوان المشکل امره والنبات
المجهول سمیته انتهی قلت فیفهم منه حکم النبات الذی شاع فی زماننا المسمی بالتتن فتنبه اور اشباہ مین اس قاعدہ کے اندر کہ اصل اشیا مین اباحت ہے
یا توقف اور ظاہر ہوتا ہے اثر اس قاعدے کا اس چیز مین جسکا حال معلوم نہین چنانچہ وہ جانور جسکا حال معلوم نہین اور وہ گھاس جسکا زہر ہونا
ثابت نہین ہوتا انتهی کلام الاشباہ مین کہتا ہون تو اس قاعدے سے بوجھا جاتا ہے حکم اس گھاس اور بوٹی کا جو ہمارے زمانہ مین شائع
اور پھیل گئی ہے جسکا نام تتن یعنے تنباکو ہے تو خبردار رہنا ہم یعنی بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا مین اباحت ہے تنباکو مباح ہے
اور بموجب اس قاعدہ کے کہ اصل اشیا مین توقف ہے یعنی نہ اباحت ہے نہ حرمت بلا حکم شرع کے تو نہ مباح ہے نہ حرام ہے و قد کرہه

شیخنا العمادی فی ہدیتہ الحاقا لہ بالثوم والبصل بالاولی فتدبر اور البتہ تنباکو کو ہمارے استاد عمادی نے اپنے رسالہ ہدیۃ العمادی مین مکروہ کہا ہی اسکو لسن پیاز کے ساتھ بطریق اولی ملحق کرکے سو اسکو غور کرلے ہم مفتی روم ابو سعود رح نے کہا کہ مراد کراہت تنزیہی ہی لسن پیاز کی الحاق کی دلیل سے اور مکروہ تنزیہی سے جواز نکلتا ہی انتہی اس الحاق سے معلوم ہوتا ہی کہ مسجد مین حقہ پینا مکروہ تحریمی ہی جیسے لسن پیاز دہان مکروہ تحریمی ہی اور قرآن خوانی کے وقت اسکا استعمال صریح بے ادبی ہی کذا فی الطحطاوی شاہ عبد العزیز محدث رح دہلوی نے جواب استفتا مین بیان کیا ہی کہ جو لوگ (کل دخان حرام) سے قلیان (حقہ) کو حرام کہتے مین سو یہ حدیث نہین لیکن حقہ کشی کو تین امر لازم مین ایک تو بدبو آنا حقہ کش کے منہ سے دوسرے ملابست آتش کی تیسرے دھوان نکلنا منہ سے کہ مشابہ اہل دوزخ کی ہی ہر چند ہر واحد کراہت تنزیہی کا موجب ہی لیکن باجتماع امور ثلثہ کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہی انتہی ملخص کلامہ الشریف واللہ اعلم ومن جزم بحرمۃ الحشیشۃ شارح الوہبانیۃ فی الحظر ونظمہ فقال ؏ وفتو تحریم الحشیش وحرقہ + وتطلیق محتش لزجر وقرروا + لبائعہ التادیب والفسق اثبتوا + وزندقۃ المستحل و قرروا + اور ان علما مین سے جو بھنگ کی حرمت پر یقین کرچکے ہین شارح وہبانیہ نے بیان کیا ہی اسکو کتاب الحظر مین اور اسکو نظم کیا ہی اور یون کہا ہی اور علمانے فتوی دیا ہی بھنگ کے حرام ہونے اور اسکے جلادینے اور بھنگ نوش کی طلاق واقع ہونے پر زجر اور توبیخ کی وجہ سے اور ثابت کی ہی علمانے بھنگ فروش کی تعزیر اور فسق اور اسکے حلال کہنے والے کا زندقہ اور کفر ثابت کیا ہی اور اسکو منقح اور محقق بیان کیا ہی واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب الصید

یہ کتاب ہی صید یعنی شکار کے احکام مین ہم قہستانی نے مطرزی سے نقل کیا کہ صید وہ حیوان ممتنع متوحش ہی جسکا پکڑنا ممکن نہین مگر بحیلہ تو ممتنع کی قید سے مرغی اور بط نکل گئی اسلیے کہ ممتنع سے وہ مراد ہی کہ اسکے پانون یا پر ہون جن سے وہ بھاگ سکے اور متوحش کی قید سے کبوتر نکل گیا اسواسطے کہ متوحش سے مراد یہ ہی کہ آدمیون سے مالوف نہو نہ رات نہ دن کو اور وحشت طبیعی کی قید سے وہ پالو (پلا ہوا) جانور نکل گیا جو وحشی ہو گیا کہ وہ شکار کرنے سے حلال نہین بلکہ ذکوۃ ضرورت سے حلال ہی اور اسی قید سے متوحش مالوف داخل ہو صید مین چنانچہ پالو ہرن جسکا پکڑنا ممکن نہین مگر بحیلہ لعل مناسبتہ ان کلا منہما یورث السرور شاید کہ مناسبت صید کی کتاب الاشربہ سے یہ ہی کہ دونون چیز موجب سرور ہوتی ہین ہو مباح بخمسۃ عشر شرطا مبسوطۃ فی العنایۃ وسنقررہا فی اثناء المسائل شکار کرنا مباح ہی پندرہ شرطون سے جو مفصل مذکور ہین عنایہ مین اور ہم انکی تقریر بیان کرینگے اس کتاب کے اثنا مسائل مین ہم منجملہ شروط مذکورہ پانچ شرطین ہین شکار کرنے والے مین ۱- ہونا اسکا مسلم یا کتابی ۲ چھوڑنا اسکا کلب یا باز کو ۳ شریک نہونا اسکے چھوڑنے مین غیر مسلم یا کتابی کا ۴ ترک بسم اللہ عمدا نکرنا ۵ چھوڑنے اور شکار کے پکڑنے کے اندر دوسرے کام مین مشغول نہونا اور یہ پانچ شرطین کلب وغیرہ مین ہین ۱ معلم ہونا اسکا یعنی تعلیم یافتہ ہو ۲ جانا اسکا بطریق چھوڑنے کے ۳ عدم مشارکت کلب غیر معلم کی ۴ قتل کرنا شکار کا زخم سے ۵ شکار کا نہ کھانا اور پانچ شرطین شکار مین ہین ۱- یہ کہ اسکی خورش نیش اور دانت اور چنگل سے نہو ۲ شکار کا حشرات الارض سے نہونا ۳ سوا [illegible] کے آبی جانور نہونا ۴ قادر ہونا شکار کا اپنے بچانے پر اپنے پانون سے یا پرون سے ۵ مرجانا شکار کا شکار کرنے سے قبل اسکے ذبح کرنے کے کذا فی العالمگیریہ [illegible] پہلی تینون شرطین حلت اکل کے واسطے ہین نہ مطلق شکار کیواسطے منح الغفار مین ہی کہ شکار کا سبب مختلف ہوتا ہی شکاری کے اختلاف حال سے اسلیے کہ شکار کرنا کبھی حاجت کی وجہ سے ہوتا ہی اور کبھی اظہار بہادری کے واسطے اور کبھی دل بہلانے کیواسطے اور غایۃ البیان مین ہی کہ شکار کرنا مباح ہی حلال جانورین اور حرام مین حلال تو کھانے کیواسطے اور حرام جانور کا شکار اور غرض کیواسطے یا اسکی کھال یا بال سے فائدہ لینا یا دفع اذیت کیواسطے منح الغفار مین ہی کہ شکار کرنا مشروع ہی قرآن سے قال اللہ تعالی واذا حللتم فاصطادوا وحرم علیکم صید البر ما دمتم حرما یعنی جب تم حلال ہو یعنی محرم نہو تو شکار کرو اور حرام کردیا گیا تمپر شکار کرنا خشکی مین جبتک تم محرم ہو اور مشروع ہی حدیث سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چھوڑے تو اسپر بسم اللہ کہہ پھر اگر اسنے شکار پکڑ رکھا اور تونے اسکو زندہ پایا تو اسکو ذبح کر اور اگر تونے اسکو مقتول پایا اور حالانکہ کتے نے اسکو نہین کھایا تو اسکو کھا اسواسطیکہ کتے کا پکڑنا بھی ذبح ہی یہ حدیث بخاری

اور مسلم اور مسند احمد میں ہے اور اجماع امت اسکے مشروع ہونے پر قائم ہے اور عقل سے بھی اسکی خوبی ثابت ہے اسواسطے کہ یہ قسم ہے اکتساب کی اور کتاب مباح ہے الا تحرمی
ای فی الحرم او المحرم فی غیر الحرم شکار کرنا مباح ہے مگر محرم کو غیر حرم میں مباح نہیں حم حلبی نے کہا یوں کہنا بہتر تھا ذ الا لمحرم او فی الحرم) یعنی شکار مباح ہے مگر محرم کو یا حرم میں
مباح نہیں ہے اسواسطے کہ یہ عبارت تینوں شکاروں کو شامل ہے شکار محرم کو حل یا حرم میں اور شکار حلال کو حرم میں او للتلہی کما ہو ظاہر یا شکار کرنا مباح ہے مگر لہو و لعب
کے واسطے چنانچہ یہ ظاہر ہے او حرفۃ علی ما فی الاشباہ قال المصنف وانما زدتہ تبعا لہ والا فالتحقیق عندی اباحۃ اتخاذہ حرفۃ لانہ نوع من الاکتساب وکل
انواع الکسب فی الاباحۃ سواء علی المذہب الصحیح کما فی البزازیۃ وغیرہا یا شکار کرنا مباح ہے مگر شکار کا پیشہ اختیار کرنا مباح نہیں یہ عدم اباحت بموجب اشباہ
کے ہے مصنف رح نے شرح میں لکھا کہ میں نے عدم اباحت حرفہ متن میں زیادہ کی اشباہ کی تبعیت سے ورنہ میرے نزدیک شکار کے پیشہ اختیار کرنے کی اباحت
تحقیق ہے اسواسطے کہ یہ بھی ایک قسم ہے اباحت کی اور سب اقسام اباحت کسب برابر ہیں بموجب مذہب صحیح کے چنانچہ بزازیہ وغیرہ میں ہے حم مصنف شاگرد
ہیں صاحب اشباہ کا ادب کی راہ سے اسکے قول ضعیف کو بعض علائیہ رد نہ کیا نصب شبکۃ للصید ملک ما تعلق بہا بخلاف ما اذا نصبہا
للجفاف فانہ لا یملک ما تعلق بہا ایک شخص نے شکار کے واسطے جال لگایا تو وہ مالک ہوگا اس جانور کا جو اسمیں پھنس گیا بر خلاف اس صورت
کے جبکہ جال لگایا اسکے خشک کرنے کے لیے تو وہ مالک نہوگا اسکا جو پھنس گیا ہے حم تو اول صورت میں دوسرا شخص شکار کو نہیں لے سکتا اور
دوسری صورت میں جو شخص اسکو پکڑ لے گا مالک ہوگا جال والا اس سے نہیں لے سکتا وان وجد المقلش او غیرہ خاتما او دینارا مضروبا بضرب
الاسلام لا یملکہ ویجب تعریفہ اور اگر دینار یا کوئی اور شخص انگوٹھی یا اشرفی جسپر اسلام کا سکہ ہے پاوے تو اسکا مالک نہوگا اور اسکی تعریف یعنی
پہچنوانا واجب ہے کیونکہ سکا ہوا ہے اسکو لے حم مقلش بضم میم وسکون قاف وکسر لام وشین معجمہ عرف میں اسکو کہتے ہیں جو زمین میں میت کی چیز تلاش
کرتا ہے کذا فی الطحطاوی اور جسپر ضرب کفر کی ہو وہ رکاز میں داخل ہے اعلم ان اسباب الملک ثلثۃ ناقل کبیع وہبۃ وخلافۃ کارث واصالۃ وہو الاستیلاء
حقیقۃ بوضع الید او حکما بالتہیۃ کنصب شبکۃ لصید لا لجفاف علی المباح الخالی عن مالک فلو استولی فی مفازۃ علی حطب غیرہ لم یملکہ ولم یحل للمقلش
ما یجد بلا تعریف معلوم کر کہ ملک کے سبب تین ہیں ایک سبب ناقل ہے یعنی ایک مالک سے دوسرے مالک کی طرف ملکیت منقول ہو جاوے جیسے
بیع اور ہبہ سے ملک دوسرے کی ہو جاتی ہے اور دوسرا سبب ملک کا خلافت ہے یعنی ایک کے مرنے کے بعد دوسرے کا مالک ہونا چنانچہ میراث اور
تیسرا سبب ملک کا اصالت ہے یعنی استیلا اور قادر ہونا اس مباح چیز پر جو خالی ہے مالک سے خواہ حقیقۃ استیلا اور قدرت ہو تصرف میں کر لینے سے
یا حکما قدرت ہو اسکے تہیہ اور سامان کرنے سے چنانچہ جال کا لگانا شکار کے واسطے نہ جال خشک کرنے کے لیے تو اگر ایک شخص مستولی ہو جنگل میں
غیر شخص کی لکڑی پر تو مالک نہوگا یعنی اسواسطے کہ ملک غیر سے خالی نہیں اور زمین کے تلاش کرنے والے کو حلال نہیں وہ چیز جو پاوے بدون تعریف
کے و تمام التعریف فی المطولات اور شکار کی تعریف تمام بڑی بڑی کتابوں میں ہے حم تمام تعریف صید کی قہستانی سے ترجمہ میں مذکور ہو چکی ویحل الصید
بکل ذی ناب ومخلب تقدما فی الذبائح من کلب وباز ونحوہما وبشرط قابلیۃ التعلیم بشرط کونہ لیس بنجس العین اور حلال ہے شکار کرنا
ہر نیش دار اور چنگل گیر سے کتا ہو یا باز اور مانند انکے چنانچہ چیتا اور شکرا بشرطیکہ قابل ہوں تعلیم کے اور بشرطیکہ اسکے نجس العین نہونے کے کتاب الذبائح
میں نیشدار اور چنگل گیر کی تفصیل ہو چکی یعنی ہر نیشدار اور ہر چنگل والا مراد نہیں اسلیے کہ اونٹ بھی نیش دار ہوتا ہے اور کبوتر چنگل والا لیکن یہ شکار
نہیں کرتے نیش اور چنگل سے ثم فرع علی ما مہد من الاصل بقولہ فلا یجوز الصید بدب واسد لعدم قابلیتہما التعلیم فانہما لا یعملان للغیر الاسد
لعلو ہمتہ والدب لخساستہ والحق بعضہم بہما الحداۃ لخساستہا پھر مصنف رح نے تفریع کی اس قاعدے پر جسکی تمہید کی اس قول سے تو جائز نہیں
شکار کرنا ریچھ اور شیر سے اسواسطے کہ انمیں تعلیم کی قابلیت نہیں کیونکہ وہ دونوں غیر کے لیے عمل نہیں کرتے شیر اپنی علو ہمت سے غیر کا کام نہیں کرتا

اور ریچھ بسبب اپنی خباثت اور حرص کے دوسرے کا کام نہیں کرتا اور بعضوں نے ریچھ کے ساتھ چیل کو بھی ملحق کیا ہے اُسکی خباثت کی وجہ سے

اور بعضوں نے چیل کو بھی اُسکے ساتھ ملحق کیا و لاخنزیر لنجاستہ عینہ وعلیہ فلا یجوز بالکلب علی القول بنجاستہ عینہ الا ان یقال ان النص
ورد فیہ اور نہ سوئر سے شکار کرنا درست ہے اُسکے نجس العین ہونے کے سبب سے اور بموجب اس قاعدے کے تو کُتے سے بھی شکار جائز نہو اُن
لوگوں کے نزدیک جو کُتے کو نجس العین کہتے ہیں مگر یوں جواب دیجیے کہ کُتے کے جواز شکار میں نص وارد ہے تو کُتا مستثنیٰ ہے اس قاعدے سے سو آگاہ
رہو و بہ یندفع قول القہستانی ان الکلب نجس العین عند بعضہم والخنزیر لیس نجس العین عند ابی حنیفۃ علی ما فی التجرید وغیرہ فتامل اور اس جواب سے
قہستانی کا یہ قول مندفع ہوتا ہے کہ کُتا نجس العین ہے بعضوں کے نزدیک اور سوئر نجس العین نہیں ابو حنیفہ رح کے نزدیک چنانچہ تجرید وغیرہ میں
ہے سو تامل کر لے بشرط علمہما علم ذی ناب ومخلب نیش دار اور چنگل گیر کا شکار حلال ہے انکی تعلیم یافتگی کی شرط سے وذا بترک الاکل اما
التشرب من الصید فلا یضر قہستانی ویاتی للثانی الکلب ونحوہ وبالرجوع اذا دعوتہ فی البازی ونحوہ اور یہ یعنی انکی تعلیم یافتگی کُتے
وغیرہ میں تین بار نہ کھانے سے ثابت ہوتی ہے اور باز وغیرہ میں پلٹ آنے سے جبکہ تو اُسکو بلاوے اور شکار کا خون پی لینا تو مضر تعلیم کا نہیں
چنانچہ قہستانی میں ہے اور آگے مذکور ہوگا ام یعنی جب تین بار کُتا شکار پکڑے اور اُسکی کھال اور گوشت اور ہڈی اور پر وغیرہ کچھ نہ کھائے تو اسکا علم
ہونا ثابت ہوگا اسواسطے کہ کُتے کی عادت غارتگری اور بے جا کھانا ہے اور باز وغیرہ کی عادت وحشت ہے پھر جب دونوں نے اپنی عادت چھوڑی تو
تعلیم یافتگی ثابت ہوئی خواہ باز گوشت دیکھکر پلٹ آتا ہو یا بدون گوشت کے اور اگر باز شکار سے پکڑ کھا دیگا تو یہ اُسکی تعلیم یافتگی کو ضرر نہیں کرتا ہے کذا
فی الطحطاوی وبشرط وجرحہما فی ای موضع منہ علی الظاہر وبہ یفتی اور شکار حلال ہے بشرط زخم لگانے کُتے اور باز کے کسی شکار کے مقام میں بموجب ظاہر الروایۃ
کے اور اسی پر فتوے ہے یعنی فقط گلا زخمی کرنا شرط نہیں بلکہ ذکوۃ اضطراری ہر زخم سے ثابت ہو جاتی ہے کہ نجس خون نکل جاتا ہے وعن الثانی یحل بلا جرح و
بہ قال الشافعی اور ابو یوسف رح سے ایک روایت یہ ہے کہ شکار حلال ہوتا ہے بدون زخم کے بھی اور یہی قول ہے امام شافعی رح کا وبشرط ارسال مسلم او
کتابی اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ کُتے یا باز کو مسلمان یا اہل کتاب چھوڑے شکار پر یعنی اگر کُتا یا باز شکار کا پیچھا کرے بدون ارسال کے اور اُسکو پکڑ کے
قتل کرے تو حلال نہوگا وبشرط التسمیۃ عند الارسال ولو حکما فالشرط عدم ترکہا عمدا علی حیوان ممتنع ای قادر علی الامتناع بقوائمہ او بجناحہ
متوحش فالذی وقع فی الشبکۃ او سقط فی البئر او استانس لا یتحقق فیہ الحکم المذکور ولذا قال یوکل لان الکلام فی صید الاکل وان حل صید غیرہ
کما یجیء او المراد حل الانتفاع بالجلد مثلا کما یاتی فتامل اور شکار حلال ہوتا ہے بشرطیکہ بسم اللہ کہے کُتے یا باز کے چھوڑتے وقت جانور ممتنع متوحش ماکول
پر اگرچہ بسم اللہ کہنا حقیقۃً نہو بلکہ حکماً تو شرط حلت عدم ترک تسمیہ عمداً ہے یعنی ترک تسمیہ نسیاناً مضر نہیں ممتنع سے اسواسطے کہ جانور اپنے بچانے پر قادر ہو اپنے
پانوں سے یا دونوں پروں سے متوحش کی قید اسواسطے لگائی کہ جو جانور جال میں پھنسا یا کنوئیں میں گر پڑا یا وحشی مانوس ہو گیا تو اُسمیں حکم مذکور یعنی ارسال
اور زخم سے اُسکی حلت ثابت نہو گی بلکہ ذبح کرنے سے وہ حلال ہوگا اور اسی واسطے مصنف رح نے شکار میں ماکول ہونے کی قید لگائی اسواسطے کہ گفتگو بیان حلال
شکار میں ہے اگرچہ غیر ماکول کا بھی شکار کرنا حلال ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا یا عام تر ہے ماکول اور غیر ماکول سے اسواسطے کہ مثلاً کھال سے فائدہ حاصل
کرنا حلال ہے چنانچہ آگے آویگا سو تامل کرے وبشرط ان لا یشرک الکلب المعلم کلب لا یحل صیدہ ککلب غیر معلم وکلب مجوسی او لم یرسل او لم یسم علیہ اور شکار
حلال ہوتا ہے اس شرط سے کہ کلب معلم یعنی تعلیم یافتہ کُتے کے ساتھ وہ کُتا شریک نہو گیا ہو جسکا شکار کرنا حلال نہیں چنانچہ بدون سکھا کُتا اور مجوسی کا کُتا یا وہ
کُتا جو چھوڑا نہ گیا بلکہ خود کُتا شکار پر دوڑ پڑا یا ارسال کے وقت عمداً بسم اللہ کہنا اُسپر ترک ہو تو ان صورتوں میں شکار حلال نہوگا وبشرط ان لا یطول
وقفتہ بعد ارسالہ لیکون الاصطیاد متصلا بالارسال اور حلال ہے شکار بشرطیکہ کُتے یا باز نے چھوڑنے کے بعد شکار پکڑنے میں زیادہ وقفہ

اور توقف نہ کیا ہو یہ اسواسطے شرط ہوا تاکہ شکار کرنا ارسال کی طرف منسوب اور مضاف ہو بخلاف ما اذا کمن او استخفی کالفہد کما یکمن الفہد علی وجہ الحیلۃ لا للاستراحۃ بخلاف اُس صورت کے جبکہ کتا یا باز دبک رہا اور چھپ گیا چیتے کے مانند یعنی جیسے چیتا دبک رہتا ہے بطریق حیلہ اور گھات کے نہ بطریق استراحت و آرام کے تو یہ بمنزلہ دستشکاری کے ہے یعنی اگر وقفہ کرنا شکار کی گھات میں فرض نہیں کرتا تو اگر چیتا یا کتا یا باز ارسال کے بعد شکار کی گھات میں کچھ دیر نہ بطریق استراحت کے پھر شکار کو پکڑے اور قتل کرے تو کچھ مضائقہ نہیں شکار حلال ہے اگر ارسال کے بعد کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے تو حلال نہیں کذا فی الاختیار وغیرہ عن امیرہ مختصرا وللفہد خصال حسنۃ ینبغی لکل عاقل العمل بہا کما بسطہ المصنف اور چیتے کے چند عادات بہتر ہیں ہر عاقل کو لائق ہے ویسا کرنا چنانچہ مصنف نے شرح میں انکو مفصل بیان کیا ہے ہم از انجملہ یہ ہے کہ چیتا دبک رہتا ہے یہانتک کہ شکار برخاد ہوتا ہے اسی طرح عاقل کو لازم ہے کہ دشمن پر عداوت ظاہر نہ کرے فرصت پاکر بلا مشقت مطلب حاصل ہو از انجملہ یہ ہے کہ اُسکا سکھانا مارنے سے نہیں ہوتا بلکہ کتا اُسکے سامنے مارا جاتا ہے اور چیتا اُسکو دیکھکر سیکھ جاتا ہے اسی طرح عاقل کو چاہئے ہے کہ غیر کا حال دیکھکر عبرت پکڑے کما قیل (السعید من وعظ بغیرہ) از انجملہ یہ ہے کہ خبیث اور گندہ نہیں کھاتا بلکہ اپنے مالک سے طیب طلب کرتا ہے اسی طرح عاقل کو لازم ہے کہ نہ کھاوے مگر حلال طیب از انجملہ یہ ہے کہ تین یا دو یا پانچ بار شکار کیواسطے حملہ کرتا ہے اگر نہ پایا تو بیٹھ رہتا ہے کہتا ہے میں اپنی جان کیوں ہلاک کروں غیر کیواسطے اسی طرح حاصل ہو اسی ہے کذا فی المنح عن السرخسی عن الحلوانی فان اکل منہ البازی اکل لان تعلیمہ لیس بترک الاکل پھر اگر شکار میں سے باز نے کچھ کھایا تو وہ حلال ہے کھایا جائیگا اسواسطے کہ اُسکی تعلیم کھانا ترک کرنے سے نہیں بلکہ اُسکی تعلیم آنا ہے بلانے کے بعد وان اکل الکلب ونحوہ لا یوکل مطلقا عندنا اور اگر کتے اور مانند اسکے نے شکار سے کچھ کھایا تو باقی نہ کھایا جائیگا ہمارے مذہب میں ہر طرح خواہ اُسکو کھانے کی عادت ہو یا نہو کالکلہ منہ کما لا یوکل الصید الذی اکل منہ بعد ترکہ ثلاث مرات لانہ علامۃ الجہل جیسے اُسکا کھانا اُس سے یعنی جیسے وہ شکار کھایا نہیں جاتا جسمیں سے کتے نے کھایا تین بار کھانا چھوڑنے کے بعد یعنی تین بار اُسنے شکار پکڑا اور نہ کھایا پھر چوتھی بار کھایا تو شکار اُسکا حلال نہیں اسواسطے کہ وہ علامت ہے اُسکی جہالت اور ترک تعلیم کی وکذا لا یوکل ما صادہ بعدہ حتی یتعلم ثانیا بترک الاکل ثلثا اور اسی طرح وہ شکار بھی نہ کھایا جائیگا جو اُسنے شکار کیا بعد کھا جانے کے یہانتک کہ دوسری بار تعلیم یافتہ ہو جائے تین بار کے چھوڑنے سے یعنی کھانے کے بعد جب تین بار شکار کرے اور نہ کھائے تب چوتھی بار شکار حلال ہوگا او ما صادہ قبلہ لو بقی فی ملکہ کان ما اتلفہ من الصید لا تظہر فیہ الحرمۃ اتفاقا لفوت المحل وفیہ اشکال ذکرہ القہستانی یا وہ بھی شکار حلال نہیں جو کتے نے کھانے سے پہلے شکار کیا بشرطیکہ شکار صیاد کی ملک میں باقی رہا ہو اسلئے کہ جس شکار کو وہ تلف کر چکا یعنی کھا چکا تو اسمیں بالاتفاق امام رح اور صاحبین رح کے حرمت ظاہر نہوگی بسبب فوت ہو جانے محل حرمت کے اور اسمیں اشکال ہے جسکو قہستانی نے ذکر کیا ہے ہم خلاصہ تفصیل یہ ہے کہ شکار غیر موجود ہے یا موجود اگر غیر موجود ہے تو اُسکا حکم شارح نے بیان کیا کہ اسمیں حرمت ظاہر نہیں عدم بقاے محل کے سبب سے اور اگر موجود ہے تو جنگل میں موجود ہے یا صیاد کے ملک میں موجود ہے اگر جنگل میں ہے تو اُسمیں بالاتفاق حرمت ثابت ہے اور اگر اُسکی ملک میں ہے تو اُسمیں اختلاف ہے سو امام رح کے نزدیک حرام ہے اور صاحبین کے نزدیک حرام نہیں خواہ مدت دراز ہو یا کوتاہ بقول صحیح حاصل اشکال مذکور یہ ہے کہ حکم وجود کا مقتضی نہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ ہم مردہ لونڈی کی آزادی کا حکم کرتے ہیں ... کے نزدیک اسی محصل اشکال یہ ہے کہ انعدام محلیت حرمت اکل کے حکم کا مانع نہیں ہے اور لائق یہ ہے کہ حکم بالحرمۃ کا ثمرہ ظاہر ہو جبکہ شکار کو کھا لیا تو مشتری بائع سے قیمت پھیر لے کیونکہ مبیع مردار تھا اور اثر ظاہر ہوتا ہے توبہ میں اسکے کھانے کے بعد اور اگر یہ کہے کہ حکم وجود کا مقتضی ہے تو جو شخص غیر کا مال غصب یا چوری سے کھا جاوے تو چاہیے کہ حرمت ساقط ہو جاے محل کے فوت ہو جانے سے کذا فی الارشاد ولو فر من صاحبہ فمکث حینا ثم رجع الیہ فارسلہ فصاد لم یوکل لترکہ ما صار بہ معلما فیکون کالکلب اذا اکل چنانچہ وہ چرخ جو بھاگ گیا یعنی اُڑ گیا اپنے مالک کے پاس سے سو چند مدت چھوٹا رہا پھر پلٹ آیا مالک کے پاس سو اُسنے شکار پر چھوڑا اسو اُسنے شکار پکڑا تو وہ کھایا نہ جاویگا اسلیے کہ چرخ نے وہ فعل چھوڑ دیا جس سے وہ تعلیم یافتہ ہو گیا تھا یعنی اُسنے ترک اجابت کی تو وہ اُس کتے کے مانند جاہل ہو گیا جو شکار سے کھالے ولو اخذ الصیاد الصید من الکلب فقطع منہ بضعۃ والقاہا الیہ فاکلہا او خطف الکلب منہ واکلہ یوکل ما بقی کما لو شرب الکلب من دمہ لانہ من غایۃ علمہ

اور اگر صیاد نے شکار لے لیا کُتے سے اور اُسمیں سے ایک ٹکڑا کاٹا اور کُتے کی طرف ڈال دیا سو اُسنے اُسکو کھا لیا یا کُتا شکار میں سے صیاد کے ہاتھ سے جھپٹا مار کر لے گیا اور کھا گیا تو باقی شکار حلال کھایا جائیگا جیسے وہ شکار حلال ہے جسکا خون کُتا پی گیا اسواسطیکہ یہ حرکت اُسکی نہایت علم اور دانستگی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اُسنے وہ چیز لی کہ جو مالک کے لائق نہ تھی یعنی خون اور باقی رکھی وہ چیز جو مالک کے لائق ہے یعنی گوشت کذا فی المنح **ولو نہش الصید فقطع منہ بضعۃ فاکلھا ثم ادرکہ فقتلہ ولم یاکل منہ لا یوکل لاکلہ حالۃ الاصطیاد** اور اگر کُتے نے شکار کو دانتوں سے نوچا سو اُسمیں سے نصف کاٹا اور کھایا پھر شکار کو پکڑا اور قتل کیا اور نہ کھایا تو وہ حلال نہیں کھایا جائیگا شکار کرنے کی حالت میں کھا جانے کے سبب سے تو یہ شکار ہوا کلب جاہل کا **ولو القی ما نہشہ وتبع الصید فقتلہ ولم یاکل منہ حتی اخذہ صاحبہ ثم اکل ما القی حل لانہ حینئذ لو اکل من نفس الصید لم یضر کما مر** اور اگر کُتے نے وہ ٹکڑا ڈالدیا جو نوچا اور پیچھا کیا گیا شکار کا سو اُسکو قتل کیا اور اُسمیں سے نہ کھایا یہانتک کہ اُس سے مالک نے شکار لے لیا پھر کُتے نے کھایا جو ڈالا تھا تو شکار حلال ہے اسواسطیکہ اُسوقت میں یعنی شکار کر چکنے کے بعد اگر خود شکار کی ذات سے کُتا کھاتا تو حلت میں ضرر نکرتا چنانچہ عنقریب گذر گیا **واذا ادرک المرسل او الرامی الصید حیا بحیوۃ فوق ما فی المذبوح ذکاہ وجوبا** اور جبکہ کُتے یا باز کا چھوڑنے والا یا تیر انداز شکار کو زندہ پاوے ایسی زندگانی کے ساتھ جو حیات مذبوح سے زیادہ ہے تو اُسکو ذبح کر لے بنا بر وجوب کے حکم یعنی اگر شکار کو بعد مقتول ہونے کے پایا تو وہ حلال ہے ذکوۃ اضطراری کے سبب سے اور اگر زندہ پایا تو حلال نہیں بدون ذبح کرنیکے اسواسطیکہ اُسنے ذکوۃ اختیاری کو ترک کیا باوجود قدرت کے طحطاوی نے عالمگیری سے نقل کیا کہ اگر فوق ما فی المذبوح حیات باقی نہیں اسطرح پر کہ شکار کا پیٹ پھٹ گیا اور انتڑیاں نکل پڑیں پھر وہ مر گیا تو وہ حلال ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ قول ہے صاحبین رح کا لیکن امام رح کے نزدیک حلال نہیں ہے اسواسطیکہ جب زندہ ملا تو بدون ذبح کے حلال نہوگا اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ کافی میں ہے **وشرط لحلہ بالرمی التسمیۃ ولو حکما لما مر** اور شکار کے حلال ہونے میں تیر مارنے سے بسم اللہ کہنا تیر لگانے کے وقت شرط ہے اگرچہ تسمیہ حکمی ہو چنانچہ گذر گیا یعنی نسیان سے ترک تسمیہ مفسد نہیں **وشرط الجرح لتحقق معنی الذکوۃ** اور شرط ہے زخم لگنا تیر سے تاکہ زکوۃ کا مطلب یعنی ناپاک خون نکلجانے سے ثابت ہو **وشرط ان لا یقعد عن طلبہ لو غاب متحاملا بسہمہ فما دام فی طلبہ یحل وان قعد عن طلبہ ثم اصابہ میتا لا یوکل لاحتمال موتہ بسبب آخر** اور یہ شرط ہے کہ تیر انداز بیٹھ نہ رہے شکار کی تلاش سے اگر شکار غائب ہو گیا اُسکے تیر کو اُٹھائے ہوئے تو جبتک تیر انداز اُسکی طلب میں ہے وہ حلال ہے اور اگر اُسکی تلاش اور طلب سے بیٹھ رہا پھر اُسنے شکار کو مردہ پایا تو اُسکا کھانا حلال نہیں اس احتمال سے کہ شاید شکار کی موت دوسرے سبب سے ہوئی ہو تیر کے زخم کے سوا اسواسطے کہ محرمات میں موہوم متحقق کے مانند ہوتا ہے کذا فی الزیلعی **وشرط فی النہایۃ لحلہ ان لا یتواری عن بصرہ وفیہ کلام مبسوط فی الزیلعی وغیرہ** اور فتاوی قاضی خان میں حلت شکار کی یہ شرط مذکور کی ہے کہ شکار چھپ نہ گیا ہو تیر انداز کی نظر سے اور اس شرط میں اعتراض ہے جو زیلعی وغیرہ میں مذکور ہے وجہ شرط یہ ہے کہ جب شکار نظر سے غائب ہو شاید اور کسی سبب سے مر گیا ہو خلاصہ اعتراض زیلعی یہ ہے کہ صاحب ہدایہ نے آخر کلام میں اس شرط کی طرف اشارہ کیا ہے اور اول کلام طلب اور عدم طلب پر مبنی ہے اور یہی اکثر کتب ہمارے مذہب کی ہے صحیح مسلم اور احمد اور ابوداؤد اور نسائی میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجھ سے تین دن پھر تو نے اُسکو پایا سو کھا جبتک وہ گندہ نہیں ہو گیا یہ حدیث اباحت غائب پر دلالت کرتی ہے تو حجت ہے اس شخص پر جو اسکا مانع ہے انتہی ملخص کلام یہ ہے کہ عدم اشتراط اس شرط کا راجح ہے کذا فی الطحطاوی **فان ادرکہ الرامی او المرسل حیا ذکاہ وجوبا فلو ترکہا حرم** پھر اگر تیر انداز یا چھوڑنے والا کُتے یا باز کا شکار زندہ پاوے تو واجب ہے کہ اُسکو ذبح کرے اور اگر ذبح نہ کریگا تو شکار حرام ہوگا اور آگے آویگا ہم یہ مسئلہ مکرر ہو گیا **والحیوۃ المعتبرۃ حیا ما یکون فوق ذکوۃ المذبوح بان یعیش یوما وروی اکثرہ مجمع** اور جو حیات کہ یہاں یعنی ذبح شکار میں معتبر ہے وہ ذکوۃ مذبوح سے زائد ہے اسطرح کہ شکار ایک دن زندہ رہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اکثر یوم زندہ رہے کذا فی المجمع اما مقدار ما **لا یتوہم بقارہ کما فی الملتقی فلا یعتبر ہا ہنا حتی لو وقع فی ماء لم یحرم** اور حیات مذبوح کی مقدار یعنی جسقدر زندگی سے اُسکا باقی رہنا متوہم ہو چنانچہ ملتقی میں ہے سو وہ یہاں معتبر نہیں یہانتک کہ اگر اُسقدر حیات شکار میں ہو اور صیاد اُسکو ذبح نہ کرے اور وہ پانی میں گر پڑے تو وہ حرام نہوگا ہم صدر الشہید نے ذکر کیا کہ یہ قول باجماع

امام رح اور صاحبین رح کے ہے اور بعضوں نے کہا کہ یہ صاحبین رح کے نزدیک ہے اور امام رح کے نزدیک حیات مخفیہ میں بھی ذبح کرنا ضرور ہے متردیہ وغیرہا کے مانند کذا فی الحموی
والمعتبر فی المتردیة واخواتها النطیحة والموقوذة وما اکل السبع والمریضة مطلق الحیوة وان قلت کما مر انفا وعلیه الفتوی وتقدم فی الذبائح اور متردیہ
اور اسکے مانند جیسا نطیحہ اور موقوذہ میں جسکو درندے نے کھایا اور بیمار میں مطلق حیات معتبر ہے اگرچہ زندگی نہایت کم ہو چنانچہ ہم نے اسکی طرف اشارہ کر دیا اور
اسی قول پر فتوی ہے اور یہ مقدم مذکور ہو چکا کتاب الذبائح میں ہم متردیہ وہ جانور ہے جو اوپر سے گر پڑے اور نطیحہ وہ جسکو دوسرے جانور نے اپنے سینگ سے مارا اور موقوذہ
وہ ہے جو لاٹھی وغیرہ کے مارنے سے قریب الہلاک ہو گیا یعنی حیوانات مذکور بدون ذبح کے حلال نہیں اور اسی طرح شکار میں بھی حیات قلیلہ خفیفہ کے معتبر ہونے کا
فتوی ہے سید حموی نے کہا تو کھانا شکار مذکور کا حلال نہیں بدون ذبح کے خواہ اسکی زندگی ظاہر اور باہر ہو یا نہو کتے وغیرہ کے زخم سے یا تیر سے اور اسی قول پر فتوی
ہے بدلیل اس آیہ کے (وما اکل السبع الا ما ذکیتم) اور بدلیل حدیث عدی مذکور یعنی اگر کتا شکار کو پکڑ رکھے اور تو اسکو زندہ پا دے تو ذبح کر اسکو کذا فی الطحطاوی فان
ترکها ای الذکاة عمداً مع القدرة علیها فماتت حرم ہے اگر صیاد نے شکار کو زندہ پایا اور ذبح کرنے کو ترک کیا عمداً با وجود قادر ہونے کے اسپر پھر وہ مر گیا تو حرام
ہو گیا وکذا یحرم لو عجز عن التذکیة فی ظاہر الروایة وعن ابی حنیفة وابی یوسف یحل وہو قول الشافعی قال المصنف فی شرحہ وبمتن الوقایة اشارة الی حله والظاہر الاول
قلت وجه الظاہر ان العجز عن التذکیة فی مثل ہذا لا یحل المحرم اور اسی طرح شکار حرام ہو گا ظاہر الروایة میں اگر صیاد عاجز ہو گیا ذبح کرنے سے اسطرح کہ اسکے پاس ذبح کا
ہتھیار نہیں یا وقت تنگ ہے اور امام ابو یوسف رح سے غیر ظاہر الروایة یہ ہے کہ درصورت عجز حلال ہے اور یہی قول ہے شافعی رح کا مصنف رح نے اپنی شرح میں کہا اور
میرے متن میں اور وقایہ کے متن میں اشارہ اسکے حلال ہو جانے کی طرف یعنی قدرت کی قید لگانے سے اور ظاہر الروایة کو تو سن چکا انتہی ما فی شرح المصنف میں کہتا ہوں
اور ظاہر الروایة کی دلیل یہ ہے کہ عاجز ہونا ذبح کرنے سے ایسی صورت میں حرام کو حلال نہیں کر دیتا ہے برخلاف اس صورت کے کہ پانی اور کھانا حاصل کرنے سے عاجز ہو گا
تو شراب اور مردار کا استعمال مباح ہو گا او ارسل مجوسی کلبه فزجره مسلم فانزجر یا مجوسی نے اپنا کتا چھوڑا شکار پر سو مسلمان نے کتے کو تیز کیا اور بھڑکایا یا شور
کرکے سو وہ تیز ہو گیا اور اسنے شکار مارا سو وہ شکار حرام ہے ہم ہر چند زجر لغت میں بمعنی منع اور نہی کے ہے لیکن زجر سے یہاں مراد ترغیب اور خواہش دلانا ہے
شکار کرنے پر اور انزجار سے مراد اظہار زیادت طلب ہے چنانچہ عینی شرح ہدایہ اور طحطاوی میں ہے معلوم کرنا چاہیے کہ جب ارسال اور زجر مجتمع ہوں تو ارسال معتبر
ہو گا تو اگر ارسال مجوسی یا مرتد یا بت پرست یا تارک تسمیہ سے ہوا اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور بالعکس اسکے حلال ہے یعنی ایک مسلمان نے کتے کو
شکار پر چھوڑا اور مجوسی نے اسکو تیز کیا تو اعتبار چھوڑنے کا کیا جاویگا اور شکار حلال ہو گا اور اگر ارسال موجود نہو اور زجر موجود ہو تو اب زجر ہی معتبر ہو گا پھر اگر زجر
مسلم سے ہے تو حلال ہے اور اگر مجوسی سے ہے تو حرام ہے او قتله معراض بعرضه وہو سہم لا ریش له سمی به لاصابته بعرضه یا شکار کو معراض نے قتل کیا اپنی عرض سے تو وہ
حرام ہے اور معراض وہ تیر ہے جسمیں پر نہیں اور معراض اسکو اس لیے کہتے ہیں کہ وہ نشانہ پر لگتا ہے اپنی عرض کی طرف سے نہ طول کی طرف سے ہم معراض بوزن
محراب تیر ہے بدون پر کا دونوں کنارے اسکے باریک اور درمیان میں موٹا وہ نشانہ پر عرض کی جانب سے لگتا ہے نہ تیزی کی طرف سے کذا فی القاموس ولو له
حدة فاصاب بحده حل اور اگر معراض کے کنارے پر حدت اور تیزی ہے پھر وہ شکار کو تیزی کی طرف سے لگے تو وہ حلال ہے او بندقة ثقیلة ذات حدة حرم
لقتلها بالثقل لا بالحد یا قتل کیا شکار کو بھاری غلیلہ باڑھ والے نے تو شکار حرام ہے بسبب اسکے قتل کرنے کے بوجھ سے اور گرانی سے نہ باڑھ اور تیزی سے
ہم بندقہ بضم با موحدہ وسکون نون مدور مٹی ہے اس سے مارتے ہیں اور اسکو جلاہق بھی کہتے ہیں کذا فی المغرب ہندی میں اسکو غلولہ اور غلیلہ کہتے ہیں جسکو
غلیل سے چلاتے ہیں ولو کانت خفیفة لها حدة حل لقتلها بالجرح حینئذ ولو لم یجرح لا یوکل مطلقا وشرط فی الجرح الادماء وقیل لا ملتقی وتمامه فیما علقته علیه اور
اگر غلیلہ ہلکا نوکیلا ہو تو شکار حلال ہو گا اس لیے کہ اسوقت میں نوکیلا غلیلہ زخم سے قتل کرتا ہے اور اگر غلیلہ نے شکار کو زخمی نکیا تو اسکا کھانا مطلقاً درست
نہیں خواہ غلیلہ بھاری ہو یا ہلکا گول ہو یا نوکیلا اور زخم میں خون بہنا شرط ہے اور بعضوں کے نزدیک شرط نہیں کذا فی الملتقی اور اسکا پورا بیان

المتقی کی ہماری شرح میں ہے اور فتاوی قاضی خان میں ہے کہ غلیلہ اور پتھر اور معراض اور لاٹھی اور اسکے مانند کا شکار حلال نہیں اگرچہ شکار زخمی ہو گیا ہو اسلیے کہ اشیاء مذکورہ چیرتی پھاڑتی نہیں ہیں ہاں اگر انکو دراز کیا ہو یعنی تیر کے مانند کیا اور انکا پھینکنا مارنا ممکن ہو اور وہ چیرے پھاڑے اپنی حدت اور تیزی سے تو کھانا اسکا حلال ہوگا اور اگر اندر زخم ہو گیا بسبب کوفت کے اور ظاہر میں نہ پھٹا تو حلال نہیں اسلیے کہ اس سے خون کا بہنا حاصل نہیں ہوتا انتہی خلاصہ یہ ہے کہ اگر مرنا ثقل اور گرانی سے حاصل ہو تو حلال نہیں اگرچہ خون نکلا ہو چنانچہ درر میں اسکی طرف اشارہ ہے اور یہی جواب لکھا شیخ زین صاحب بحر الرائق نے جب انسے یہ استفتا ہوا کہ جو شخص چڑیوں کا شکار کرتا ہے سیسے و مٹی کی گولی سے اسکا کھانا درست ہے یا نہیں تو جواب لکھا کہ اسکا کھانا حلال نہیں زیلعی میں ہے کہ اس قسم کے مسائل میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر موت شکار کی زخم سے بالیقین حاصل ہوئی ہے تو وہ حلال ہے اور اگر ثقل اور گرانی سے ہوئی ہے تو بالیقین حرام ہے اور اگر شک ہے آیا زخم کے زخم سے موت ہوئی یا ثقل سے تو احتیاطاً حلال نہیں انتہی میں کہتا ہوں کہ سیسے کی گولی کے شکار میں احتیاط یہ ہے کہ اسکا کھانا حلال نہیں ہو اسواسطے کہ گولی تو اندفاع عنف [illegible] کے سبب سے قتل کرتی ہے نہ اپنی حدت اور باڑھ کی تیزی سے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **او رمی صید فوقع فی ماء لاحتمال قتل بالماء فیحرم** یا شکار کو تیر مارا سو وہ گر پڑا پانی میں اور مر گیا تو حرام ہوگا کہ شاید قتل اسکا پانی سے ہوا ہو نہ تیر سے ولو الطیر مائیا فوقع فیہ فان انغمس جرحہ فیہ حرم والا حل ملتقی اور اگر شکار آبی چڑیا ہو پھر تیر لگنے کے بعد پانی میں گر پڑی سو اگر اسکا زخم پانی میں ڈوب گیا تو وہ حرام ہو گئی اور اگر پانی میں زخم نہیں ڈوبا تو حلال ہے کذا فی الملتقی اسواسطے کہ پہلی صورت میں احتمال ہے کہ پانی نے قتل کیا اور دوسری میں احتمال نہیں یہ سب اسوقت ہے جبکہ ایسا زخم لگا ہو جسمیں زندگی کی امید ہو اور اگر ایسا زخم ہو کہ زندگی کی امید نہو تو شکار حلال ہے کہ وہاں احتمال مذکور منہدم ہے کذا فی العالمگیریہ **او وقع علی سطح او جبل فتردی منہ الی الارض حرم** فی المسائل کلہا لان الاحتراز عن مثل ہذا ممکن یا تیر لگنے کے بعد چڑیا چھت پر یا پہاڑ پر گری پھر وہاں سے زمین پر گر پڑی تو حرام ہے ان سب مسائل میں اسواسطے کہ ایسی صورتوں میں بچنا ممکن ہے ہم لینی یہ ضرور نہیں کہ جب زخمی چڑیا گرے تو پانی یا چھت یا پہاڑ ہی پر گرے اور اسی طرح کا حکم ہے درخت یا دیوار یا کھڑی برچھی یا پتھر کے کنارہ پر گرنے کا اور اگر چڑیا چھت یا پہاڑ وغیرہ پر گر کر باقی رہی زمین پر نہ آئی یا اینٹ یا پتھر کے مانند پر گری تو حلال ہے اسواسطے کہ وہ بمنزلہ زمین کے ہے کذا فی الجوہرہ **فان وقع علی الارض ابتداء** اذ الاحتراز عنہ غیر ممکن **حل** پھر اگر تیر کی زخمی چڑیا پہلے سے زمین پر گر پڑی اور مر گئی تو حلال ہے اسواسطے کہ اس سے بچاؤ ممکن نہیں یعنی زمین پر گرنے سے احتراز غیر ممکن ہے تو یہ احتمال کہ شاید زمین کے گرنے سے چڑیا مر گئی ہو تو ساقط الاعتبار ہے ورنہ شکار کے باب کا انسداد ہوگا **او ارسل مسلم کلبہ فزجرہ** ای اغراہ بصیاحہ **مجوسی فانزجر** اذ الزجر دون الارسال والفعل یرفع بما ہو فوقہ او مثلہ کنسخ الحدیث یا مسلمان نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مجوسی نے اسکو زجر کیا یعنی شور کر کے اسکو بھڑکایا اور تیز کر دیا سو وہ تیز ہو گیا اور شکار کو مارا تو شکار حلال ہے اسواسطے کہ زجر کمتر ہے ارسال سے اور فعل رفع ہو جاتا ہے اس فعل سے جو اس سے فوق ہے یا برابر اسکے ہے نہ کمتر اور ضعیف سے جیسے صحیح حدیث منسوخ ہوتی ہے اصح یا صحیح سے نہ ضعیف سے ہم زجر اسواسطے کمتر ہے ارسال سے کہ زجر مبنی ہے ارسال پر کہ اسکی تاکید ہے تو حلت اور حرمت میں ارسال معتبر ہے نہ زجر **او لم یرسلہ احد فزجرہ مسلم فانزجر** اذ الزجر ارسال حکما یا کتے کو کسی نے نہیں چھوڑا پھر مسلمان نے اسکو شکار پر بھڑکایا اور گرم کیا سو وہ گرم اور تیز ہو گیا اور شکار مارا تو حلال ہے اسواسطے کہ زجر ارسال ہی کے حکم میں ہے یعنی بمنزلہ ارسال کے ہے درصورت عدم ارسال **او اخذ غیر ما ارسل الیہ** لان غرضہ اخذ کل صید تمکن حتی لو ارسلہ علی صیود کثیرۃ بتسمیۃ واحدۃ فقتل الکل اکل الکل یا کتے نے اور شکار مارا سوائے اسکے جسپر چھوڑا گیا تھا تو وہ حلال ہے اسواسطے کہ صیاد کی غرض ہر ایک اس شکار کا پکڑنا ہے جسپر کتا قادر ہو سکے یہانتک کہ اگر صیاد نے کتا چھوڑا بہت سے شکاروں پر ایکبار بسم اللہ کہکر سو اسنے سب شکاروں کو قتل کیا تو سب کا کھانا حلال ہے یعنی خلاصہ یہ ہے کہ تعیین شکار کا اعتبار نہیں **اکل** فی الوجوہ المذکورۃ لما ذکرنا وجوہ مذکورہ میں ہر شکار حلال ہے اور ہماری دلیل یہ ہے ان دلائل سے جنکو ہم نے ذکر کیا ہم قولہ اکل جزاء ہے [illegible] ورفع اور رم کے معطوفات کی کہ **صید رمی فقطع عضو منہ فانہ یوکل لا العضو** خلافا للشافعی ولنا قولہ علیہ الصلوۃ والسلام ما ابین من الحی فہو

میتۃ چنانچہ شکار تیر سے زخمی ہوا سو اسکا کوئی عضو کاٹ لیا گیا تو شکار کا کھانا حلال ہے نہ عضو مقطوع کا برخلاف شافعی رح یعنی انکے نزدیک عضو مقطوع کا بھی کھانا حلال ہے اور ہماری دلیل آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا قول ہے کہ جو عضو جدا کیا گیا زندہ جانور سے وہ مردار ہے ھم ابوداؤد اور ترمذی مین ابو واقد لیثی سے یون روایت ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما قطع من البہیمۃ وہی حیۃ فہو میتۃ یعنی جو چیز چوپائے جانور سے کاٹی گئی اور وہ زندہ ہے تو وہ مردار ہے اور مسند احمد اور ابن شیبہ اور اسحق بن راہویہ اور دارمی اور ابو یعلی کی مسانید مین بھی یہ مضمون مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ وجہ استدلال یہ ہے کہ حدیث مین زندہ مطلقاً مذکور ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً سو جسوقت اسکا عضو قطع ہوا تو وہ حقیقۃً زندہ تھی کیونکہ حیات اسمین قائم ہے اور اسی طرح حکماً بھی زندہ ہے کہ سلامت رہنا اسکا اس زخم کے بعد متوہم ہے حموی نے کہا قطع اس عضو کا مراد ہے جسکے قطع کے بعد حیوان زندہ رہے چنانچہ یا نون یا ران یا اقل نصف راس سے ولو قطعہ ولم یبنہ واحتمل التیامہ اکل العضو ایضا درالملتقی اور اگر عضو قطع کیا اور جدا نہین کردیا اور اسکا بدن سے التیام یعنی ملنا اور جڑجانا محتمل ہے تو اس عضو کا کھانا بھی حلال ہے اور اگر التیام اور اندمال اسکا نہین ہوسکتا تو عضو مقطوع کا کھانا حلال نہین کذا فی الملتقی **وان قطعہ الرامی اثلاثا والاکثرہ مع عجزہ او قطع نصف راسہ او اکثرہ او قدہ نصفین اکل کلہ** لان فی ہذہ الصور لایمکن حیاۃ فوق حیاۃ المذبوح فلم یتناولہ الحدیث المذکور اور اگر تیر انداز نے شکار کو تین تہائی قطع کیا اور اسکا اکثر بدن اسکی دُھڑی اور دم کے ساتھ رہا یعنی ایک تہائی سر کی طرف رہی اور دو تہائیان دم کی طرف باقی رہین یا شکار کا نصف سر یا اکثر کاٹا یا شکار کا جسم نصفا نصف پھاڑا سر سے دم تک تو تمام شکار کا کھانا حلال ہے اسواسطے کہ ان صورتون مین اسکی زندگی مذبوح کی زندگی سے زیادہ ممکن نہین تو حدیث مذکور اسکو شامل نہ رہی ھم اسواسطے کہ حدیث مذکور زندہ حقیقی او حکمی کو شامل ہے اور ان صورتون مین حیات حکمی بھی صادق نہین اسواسطے کہ اسکی سلامتی اور بقا ایسے زخمون کے بعد متوہم نہین تو فی الحال اسکی ذکاۃ واقع ہوگئی تو وہ بالکل حلال ٹھہرا عینی نے کہا مراد قد سے شق طولانی ہے **بخلاف ما لو کان اکثرہ مع راسہ** للامکان المذکور برخلاف اس صورت کے کہ اگر شکار کا اکثر بدن اسکے سر کے ساتھ رہا تو اسکا اکثر ماکول ہے نہ اقل امکان مذکور کے سبب سے یعنی اگر ایک تہائی دم کی طرف کٹ رہی اور دو تہائیان سر کے ساتھ باقی رہین تو سر کی جانب حلال ہے نہ دم کی طرف اسواسطے کہ جانب سر کی حیات مذبوح کی حیات سے زیادہ ممکن ہے کذا فی المنح **وحرم صید مجوسی ووثنی ومرتد ومحرم** لانہم لیسوا من اہل الذکاۃ **بخلاف کتابی** لان ذکاۃ الاضطرار کذکاۃ الاختیار اور حرام ہے شکار مجوسی اور بت پرست اور مرتد اور احرام باندھنے والے کا اسلیے کہ اشخاص مذکورین ذبح کرنے کی لیاقت نہین رکھتے برخلاف اہل کتاب کے اسواسطے کہ ذبح اضطراری ذبح اختیاری کے مانند ہے **وان رمی صیدا فلم یثخنہ فرماہ آخر فقتلہ فہو للثانی وحل** اور اگر شکار کو ایک شخص نے تیر مارا اسو اسکو زخم کاری نہین لگا پھر دوسرے شخص نے اسکو تیر مارا تو اسکو قتل کیا تو وہ شکار دوسرے شخص کا مملوک ہے اور حلال ہے یعنی اسواسطے کہ دوسرے نے اسکو حیز امتناع سے خارج کردیا **وان اثخنہ الاول** بان اخرجہ عن حیز الامتناع وفیہ من الحیوۃ ما یعیش **فالصید للاول وحرم** لقدرتہ علی ذکاۃ الاختیار فصار قاتلا لہ فیحرم اور اگر اول شخص نے شکار کے زخم کاری لگایا اسطرح پر کہ حیز امتناع سے اسکو خارج کردیا یعنی اب بھاگ نہین سکتا اور اسمین اتنی حیات ہے جس سے جیتا رہے بعد اسکے دوسرے نے اسکو تیر مارا اور قتل کیا تو وہ شکار شخص اول کا ہے اور اسکا کھانا حرام ہے بسبب قادر ہونے شخص اول کے ذکاۃ اختیاری پر تو دوسرا شخص اسکا قاتل ہوگیا تو وہ حرام ٹھہرا ھم زیلعی نے کہا جبکہ شخص اول نے اسکو زخم کاری لگایا تو وہ حیز امتناع سے خارج ہوگیا اور وہ اسکے ذبح پر قادر ہوگیا تو اسپر ذبح کرنا واجب ہوا اور حالانکہ اسنے اسکو ذبح نہ کیا اور دوسرا شخص اسکا قاتل ٹھہر گیا اسوجہ سے وہ حرام ہوگیا اور جبکہ ترک ذبح مع القدرۃ سے حرمت ثابت ہوتی ہے تو قتل سے بطریق اولی حرمت ثابت ہوگی **وضمن الثانی للاول قیمتہ کلہا وقت اتلافہ غیر ما نقصتہ جراحتہ** اور دوسرا شخص پہلے شخص کو تاوان دے اسکی پوری قیمت کا جو اسکی قیمت ہے

اُسکے تلف کرڈالنے کے وقت سوا اس نقصان کے جو اول کے زخم لگانے سے حاصل ہوا ہم وجہ تاوان یہ ہے کہ ثانی نے غیر کے مملوک شکار کو تلف کردیا اسواسطے کہ پہلا شخص زخم کاری لگانے سے اُسکا مالک ہوگیا تھا تو وقت اتلاف کے اُسپر قیمت لازم آوے گی جراحت اول کا نقصان وضع کرکے توضیح اُسکی یون ہے کہ وہ شکار دس درم کا تھا مثلاً سو شخص اول کے زخم سے دو درم کا نقصان ہوگیا پھر دوسرے نے تیر مارا تو آٹھ درم کا اور نقصان ہوا پھر شکار مرگیا تو دوسرا شخص آٹھ درم کا تاوان دے کذا فی المنح وحل اصطیاد ما یوکل لحمہ وما لا یوکل لحمہ لمنفعۃ جلدہ او شعرہ او ریشہ او لدفع شرہ وکلہ مشروع لاطلاق النص اور حلال ہے شکار کرنا اُس جانور کا جسکا گوشت حلال ہے اور جسکا گوشت حلال نہین ہے اُسکی کھال یا بال یا پر کی منفعت سے یا اُسکی شر اور اذیت کے دفع کرنے کے واسطے اور سب شکار ماکول اور غیر ماکول شرع مین درست ہے نص قرآنی کی مطلق دلیل سے یعنی حق تعالی نے فرمایا (واذا حللتم فاصطادوا) یعنی جسوقت حج کا احرام باندھے نہو تو شکار کرو اس آیت مین ماکول اور غیر ماکول کی قید نہین اور لغت عرب مین ماکول اور غیر ماکول دونون کو شکار کہتے ہین وفی القنیۃ یجوز ذبح الھرۃ والکلب لنفع ما والاولی ذبح الکلب اذا اخذتہ حرارۃ الموت اور قنیہ مین ہے کہ بلی اور کتے کا ذبح کرنا کسی منفعت کے واسطے جائز ہے اور بہتر یہ ہے کہ جب کتا مرنے لگے تو اسکو ذبح کر ڈالے ہم جبکہ بلی موذی ہو تو اُسکو نہ مارے نہ اُسکے کان لے بلکہ اُسکو ذبح کر ڈالے چنانچہ ذخیرہ مین ہے اور اگر کلب عقور ہو یعنی کاٹتا ہو تو اُسکا قتل جائز ہے اور اُسکا مالک تاوان نہین لے سکتا کذا فی الجلادی ویطہر لحم غیر نجس العین کخنزیر فلا یطہر اصلا وجلدہ دلیل الطہر جلدہ لا لحمہ وہذا اصح ما یفتی بہ کما فی الشرنبلالیۃ عن المواہب ہنا ومر فی الطہارۃ پاک ہوجاتا ہے گوشت اور چمڑا غیر نجس العین کا چنانچہ سور کہ وہ اصلاً پاک نہین ہوتا اور بعضون نے کہا کہ غیر ماکول کی کھال پاک ہو جاتی ہے نہ گوشت اُسکا اور یہ قول اقوال مفتی بہا مین صحیح تر ہے چنانچہ شرنبلالیہ مین مواہب سے کتاب الصید مین منقول ہے اور یہ گذر گیا کتاب الطہارۃ مین اخذ الطیر لیلا مباح والاولی عدمہ قنیہ خانیہ پرند کا پکڑنا رات کو مباح ہے اور بہتر یہ ہے کہ ایسا نہ کرے کذا فی الخانیۃ یکرہ تعلیم البازی بالطیر الحی لتعذیبہ مکروہ ہے باز کو شکار سکھانا زندہ پرند پر اسلیے کہ پرند کو اُس سے تکلیف ہوتی ہے سمع الصائد حس انسان او غیرہ من الاہلیات کفرس وشاۃ فرمی الیہ فاصاب صیدا لم یحل شکاری نے آدمی یا اُسکے سوائے پالو جانور چنانچہ گھوڑے اور بکری کی آہٹ سنی سو اُسکی طرف تیر پھینکا سو شکار کو لگ گیا تو وہ شکار حلال نہین ہم یہ مسئلہ کتب فقہ مین مختلف مذکور ہے ہدایہ مین شکار مذکور کو حلال کہا ہے اور مضمرات مین اسکو قول مختار قرار دیا ہے ملتقی نے اسکو غیر ماکول کہا اسواسطے کہ اُسنے تیر مارا اور شکار کرنے کا قصد نہین کیا زیلعی نے اسی کو پسند کیا اسوجہ سے کہ آدمی وغیرہ کی طرف تیر مارنا اصطیاد نہین ہے اگرچہ تیر شکار کو لگ جاوے کذا فی الطحطاوی بخلاف ما اذا سمع حس اسد او خنزیر فرمی الیہ او ارسل کلبہ فاذا ہو صید حلال الاکل حل برخلاف اُس صورت کے کہ جب شیر یا سور کی آہٹ سُنی سو اُسکی طرف تیر مارا یا کتا چھوڑا پھر ناگہان وہ شکار ماکول اللحم نکلا تو وہ حلال ہے ولو لم یعلم ان الحس حس صید او غیرہ لم یحل جوہرہ لانہ اذا اجتمع المبیح والمحرم غلب المحرم اور اگر معلوم نہو کہ آہٹ شکار کی یا غیر شکار کی آہٹ ہے تو حلال نہین کذا فی الجوہرۃ اسواسطے کہ جب مبیح اور محرم مجتمع ہوتے ہین تو محرم غالب ہوجاتا ہے احتیاط کی راہ سے رمی ظبیا فاصاب قرنہ او ظلفہ فمات ان ادماہ اکل لوجود الجرح والا لا تیر مارا ہرن کو سو اُسکے لگا سینگ یا کھر کو سو وہ مرگیا اگر اُسکو خون آلودہ کر دیا تو وہ ماکول ہوگا زخم کے موجود ہوجانے سے اور اگر خون نہین نکلا تو وہ ماکول نہین والعبرۃ بحالۃ الرمی فیحل الصید بردتہ اذا رمی مسلما لا باسلامہ اور اہلیت اصطیاد مین تیر اندازی کی حالت معتبر ہے تو شکار حلال ہے تیر انداز کے مرتد ہوجانے سے جبکہ اُسنے تیر لگایا ہو اسلام کی حالت مین اور شکار حلال نہین تیر انداز کے اسلام لانے سے جبکہ اُسنے تیر لگایا ہو بت پرستی کی حالت مین ہم عنایہ مین ہے کہ تیر لگانے اور کلب معلم کے چھوڑنے کے وقت اسلام شرط ہے تو اگر اُسنے تیر مارا یا کتا چھوڑا حالت اسلام مین پھر وہ مرتد ہوگیا تو شکار حلال ہے اور اُسکے بالعکس حلال نہین کذا فی العالمگیریہ ووجب الجزاء بحلہ اذا رمی محرما لا باحرامہ ویجی فی فصل کتاب الدیات اور بدلا دینا شکار کا واجب ہوگا محرم کے حلال ہوجانے سے جبکہ اُسنے تیر مارا حالت احرام مین نہ اُسکے محرم ہوجانے سے یعنے اگر غیر محرم نے تیر مارا شکار کو پھر اُسنے احرام باندھا تو جزا واجب نہین اور وہ شکار حلال ہے اور یہ مسئلہ آویگا کتاب الدیات سے پہلے

فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا لو ان بازیا معلما اخذ صیدا فقتلہ ولا یدری ارسلہ انسان او لا لا یوکل لوقوع الشک فی الارسال ولا باحۃ بدونہ وان کان مرسلا فہو مال
الغیر فلا یجوز تناولہ الا باذن صاحبہ زیلعی اگر تعلیم یافتہ باز نے شکار پکڑا پھر اسکو قتل کیا اور معلوم نہیں کہ اسکو کسی انسان نے چھوڑا ہے شکار پر یا نہیں تو اسکا کھانا
درست نہیں شک پڑنے کے سبب سے ارسال میں درحالانکہ شکار کی اباحت نہیں بدون ارسال کے اور اگر باز آدمی نے چھوڑا ہے تو وہ غیر کا مال ہے تو بھی اسکا
کھانا درست نہیں بدون مالک کے اذن کے کذا فی الزیلعی قلت قد وقع فی عصرنا حادثۃ الفتوی وہی ان رجلا وجد شاۃ مذبوحۃ ببستانہ ہل یحل الکلام لا ومقتضی
ما ذکرناہ انہ لا یحل لوقوع الشک فی ان الذابح ممن تحل ذکوتہ ام لا وہل سمی اللہ تعالی علیہا ام لا میں کہتا ہوں البتہ ہمارے زمانہ میں ایک حادثہ فتوی طلب واقع ہوا وہ
یہ ہے کہ ایک مرد نے اپنی بکری کو باغ میں مذبوح پایا تو اسکا کھانا حلال ہے یا نہیں اور جو مسئلہ کہ ہم نے زیلعی سے ابھی ذکر کیا اسکا مقتضا یہ ہے کہ اس بکری کا
کھانا حلال نہیں شک واقع ہونے سے اس میں کہ اسکا ذبح کرنے والا ان لوگوں میں ہے جنکا ذبح حلال ہے یا انمیں سے نہیں ہے اور اگر ہے تو اسنے ذبح کے وقت
اللہ تعالی کا نام پاک لیا یا نہیں لیا لکن فی الخلاصۃ من اللقطۃ قوم اصابوا بعیرا مذبوحا فی طریق البادیۃ ان لم یکن قریبا من الماء ووقع فی قلبہ ان صاحبہ فعل ذلک
اباحۃ للناس لا باس بالاخذ والاکل لان الثابت بالدلالۃ کالثابت بالصریح انتہی فقد اباح اکلہا بالشرط المذکور فعلم ان العلم بکون الذابح اہلا للذکوۃ
لیس بشرط قالہ المصنف لیکن خلاصہ میں ہے کتاب اللقطہ سے کہ ایک قوم نے ذبح کیا ہوا اونٹ پایا جنگل کی راہ میں اگر وہ پانی کے قریب نہو اور اسکے دل میں
یہ بات جم جاسے کہ اسکے مالک نے یہ کیا ہے لوگوں پر مباح کرنے کے واسطے تو اسکے لینے اور کھانے میں مضائقہ نہیں اسواسطے کہ جو امر دلالت حال سے
ثابت ہو وہ اسکے مانند ہے جو صریح قول سے ثابت ہے انتہی ما فی الخلاصۃ تو صاحب خلاصہ نے اسکا کھانا بشرط مذکور مباح کہا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اسکا
دریافت ہونا کہ ذابح اہل ہے ذکوۃ کا شرط نہیں ہے ایسا کہا ہے مصنف رح نے شرح میں ہم یہ قول شدراک ہے عدم حلت کے قول پر پانی کے قریب کی قید
اسواسطے لگائی کہ جب پانی کے قریب ہوگا تو یہ محتمل ہے کہ پانی میں گر کے مرگیا اور دریائی جانور نے اسکو پھاڑ ڈالا اور پانی کی موج نے اسکو باہر ڈالدیا اور بعضون نے
کہا کہ اباحت معتبر ہے خواہ پانی قریب ہووے یا نہ ہووے قلت قد یفرق بین حادثۃ الفتوی واللقطۃ بان الذابح فی الاول غیر المالک قطعا وفی الثانی
یحتمل میں کہتا ہوں استفتاء مذکور اور مسئلہ لقطہ میں یون فرق بیان کیا جاتا ہے کہ ذبح کرنے والا اول میں غیر مالک ہے یقینا اور ثانی میں احتمال ہے کہ مالک
نے ذبح کیا ہو یا غیر مالک نے ہم اس فرق سے کچھ حاصل نہیں کہ اگر بالفرض مالک ہی ذابح ہوا تو یہ تو معلوم نہیں کہ اسکا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں کذا فی المحشی
والطحطاوی درایت بخط ثقۃ سرق شاۃ فذبحہا بتسمیۃ فوجد صاحبہا ہل توکل الاصح لا لکفرہ بتسمیتہ علی الحرام القطعی بلا تملک ولا اذن شرعی انتہی فلیحرر اور
میں نے دیکھا فقیہ معتمد کے خط سے یہ مضمون کہ ایک شخص نے بکری چرائی پھر اسکو ذبح کیا بسم اللہ کہکر پھر بکری کے مالک نے اسکو پایا تو اسکا کھانا حلال
ہے یا نہیں جواب اسکا یہ ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ اسکا کھانا درست نہیں بسبب کافر ہو جانے ذابح کے حرام قطعی پر بسم اللہ کہنے سے بدون ملکیت اور بلا اذن
شرعی کے انتہی قولہ تو اسکی تحریر اور تحقیق کرنا چاہیے ہم یہ صورت حادثہ فتوی طلب کے مغائر ہے کیونکہ یہان ذابح اور تسمیہ معلوم ہے اور حرمت وروہ سے لازم
آئی اور وہان ذابح اور تسمیہ معلوم نہیں آ درپہ جو کہا کہ حرام قطعی پر تسمیہ سے کافر ہو گیا سو معتمد قول یہ ہے کہ اسقدر سے کافر نہیں ہوتا بلکہ جب اسکو حلال جانیگا تب کافر ہوگا
اور تسمیہ علی الحرام سے اعتقاد حلت کا لازم نہیں اور اسکا موئید فقہا کا یہ قول کہ شاۃ غصب کی قربانی صحیح ہے چنانچہ مجتبی میں ہے کہ جسنے بکری غصب کی اور قربانی کی تو اسکی
قیمت کا تاوان اسپر لازم آیا اور قربانی ادا ہوگئی کیونکہ غصب سابق سے وہ مالک ہو گیا کذا فی الطحطاوی وفی الوہبانیۃ قال وما مات لا تطعمہ کلبا فانہ خبیث حرام
نفعہ متعذر + اور وہبانیہ میں کہا اور جو جانور مرگیا وہ کتے کو نکھلا کہ وہ ناپاک حرام متعذر النفع ہے یعنی مردار کو کتے کے پاس لانا جائز نہیں لیکن کتے کو اسکی طرف لیجانا جائز
ہے چنانچہ شرنبلالی میں ہے مگر ظاہر وہبانیہ مطلقا حرمت پر دلالت کرتا ہے قنیہ کے مانند قنیہ میں یون ہے کہ ہمارے علما نے کہا کہ مردار سے نفع لینا کسی چیز پر جائز نہیں اور
کتون کو بھی نکھلادے اور شاید کہ یہان دو قول ہوں کذا فی الطحطاوی وتملیک عصفور لواحدۃ آخر + اور اجازت دیگئی تملیک کنجشک کی اسکے پانے والے کو

یعنی ارسال کے وقت اسکی تملیک بر وجہ اباحت مراد ہو تجنیس اور مزید میں ہے کہ ایک مرد نے اپنا جانور چھوڑ دیا اور دوسرے نے اسکو لیا اور اسکی دیکھ بھال اور خبرگیری کی پھر اسکا مالک آیا سو اسکی دو صورتیں ہیں اگر اسنے چھوڑنے کے وقت یہ کہا کہ جو اسکو پکڑلے ہم نے اسکو اسکا کر دیا یا یہ نہ کہا تو پہلی صورت میں مالک اسکو نہیں لے سکتا اسواسطے کہ اسنے تملیک کو مباح کر دیا اور دوسری صورت میں اسکو لینا جائز ہے عدم اباحت کے سبب سے یہی قول ہمارا ہے شکار کے چھوڑ دینے میں کذا فی الطحطاوی مختصراً وعتاقہ لبعض الائمۃ ینکرہ اور اسلئے عتاق کو یعنی کنجشک کے چھوڑنے کو بعضے علما انکار کرتے ہیں یعنی ارسال بلا اباحت کو جائز نہیں کہتے ہیں شارح وہبانیہ نے کہا کہ لفظ لبعض اسپر دلالت کرتا ہے کہ اکثر علما اسکے مجوز ہیں حالانکہ ایسا منقول نہیں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ مذہب یہی ہے کہ حرام ہے کذا فی الطحطاوی وان یلقہ مع غیرہ جاز اخذہ اور اگر مالک نے عصفور مرسل کو غیر واجد کے ساتھ پایا تو مالک کو اسکا لینا جائز ہے ہم یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ مالک نے ارسال کے وقت لینے والے پر مباح نہ کر دیا ہو چنانچہ تجنیس اور مزید سے مذکور ہو چکا کذا فی الطحطاوی کقشر الرمان رماہ المقشر جیسے لینا جائز ہے چھلکا اس انار کا جسکو چھلکے والے نے پھینک دیا ہم بزازیہ میں ہے شئ حقیر بے قیمت کا زمین سے اٹھا لینا شیخین رحمہ کے نزدیک درست ہے لیکن بعد التقاط مالک اسکا اسکو لے سکتا ہے کذا فی شرح الوہبانیہ لعبد البر فی معایاتہا سے اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں یہ ہے وہ کون غیر محرم ہے ارض حرم میں ہے جسکا شکار کرنا حلال نہیں انتہی کلامہ

ای حلال لا یحل اصطیادہ جیبوا لانہ ما صید ولا ہی تنفر اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں یہ ہے وہ کون غیر محرم ہے ارض حرم میں ہے جسکا شکار کرنا حلال نہیں اور جسکا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا ہو صید دخل دار رجل فغلق علیہ بابہ فلا یملکہ جبکہ غیر اسکے نے شکار نہیں کیا اور نہ اس سبب سے متنفر ہے وسے نہ بھاگے ہم اسکا جواب شارح نے اگلے قول میں دیا ہے یعنی قصداً اسطرح سے بند کر لیا کہ اسکے پکڑنے پر قادر غیرہ ولو بعد خروجہ یعنی مراد وہ شکار ہے جو ایک مرد کے گھر میں گھس گیا ہو اسنے اسپر اپنا دروازہ بند کر لیا یعنی شکار گھر میں گھسا پھر جب صاحب خانہ نے دیکھا تو دروازہ بند کر لیا صاحب خانہ کے اگرچہ بعد اسکے خروج کے ہم یعنی شکار گھر میں گھسا پھر جب صاحب خانہ نے دیکھا تو دروازہ بند ہوگیا تو اب اسکا کوئی مالک نہوگا سوائے صاحب خانہ کے تو صاحب خانہ اسکا آخذ اور مالک ہوگیا اور اگر اسنے دروازہ بند اس طرح کہ وہ نکل نہیں سکتا اور صاحب خانہ اسکے پکڑ لینے پر قادر ہے بدون شکار کرنے کے تو صاحب خانہ اسکا آخذ اور مالک ہوگیا اور غیر صاحب خانہ نے اسکو پکڑ لیا تو وہ مالک نہوگا تو اگر پہلی صورت میں شکار باہر نکل گیا اور غیر صاحب خانہ نے اسکو پکڑ لیا تو وہ مالک کر لیا اور حالانکہ شکار اسکو معلوم نہیں تو اسکا آخذ اور مالک نہوگا اور دوسری صورت میں مالک ہوگا چنانچہ شرح وہبانیہ میں ہے قولہ ما صیدت یعنی نفی صید سے مراد صید حقیقی ہے نہ صید حکمی اور غیر محرم سے غیر صاحب خانہ مراد ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الرہن

مناسبتہ ان کلا من الرہن والصید سبب لتحصیل المال مناسبت کتاب الرہن کی کتاب الصید سے یہ ہے کہ یہ کتاب ہے مسائل رہن یعنی گرو کرنے کے احکام میں رہن اور شکار کرنا ہر ایک تحصیل مال کے سبب ہیں ہو لغۃ حبس الشئ ای بعنی رہن لغت میں عبارت ہے حبس شی سے یعنی چیز کے روکنے اور بند کرنے سے خواہ وہ چیز مال ہو یا غیر مال وشرعا حبس شئ مالی ای جعل الشئ محبوسا لان الحابس ہو المرتہن اور اصطلاح شرع میں رہن عبارت ہے مالی چیز کے حبس کرنے سے یعنی چیز کو محبوس کر دینا اسواسطے کہ حبس کرنے والا مرتہن ہے نہ راہن ہم شارح نے حبس شی کی تفسیر جعل الشئ محبوسا سے اسواسطے کی تا راہن حابس نہ ٹھہرے اسواسطے کہ حابس تو مرتہن ہے نہ راہن بلکہ راہن تو شی کا محبوس کر دینے والا ہے اور تعریف میں حبس مرتہن ہے اسواسطے معتبر نہوا کہ کلام ہے اس رہن میں جو راہن کا فعل ہے نہ ارتہان میں جو مرتہن کا فعل ہے مثلاً زید نے خالد سے سو درم لیے اور اپنا باغ اسکے پاس گرو رکھدیا تو زید راہن ہے اور خالد مرتہن اور باغ مرہون بحق یمکن استیفاءہ ای اخذہ منہ کلا او بعضا بعوض اس حق کے جسکا حاصل کرنا اور لینا شی مرہون سے ممکن ہو خواہ تمام حق کا اس سے لینا ہو سکے یا بعض حق کا چنانچہ اگر قیمت مرہون کی دین سے کم ہو تو بعض حق کا حصول ممکن ہوگا نہ کل کا کان قیمتہ المرہون اقل من الدین رہن عبارت ہے حبس شی سے بعوض اس حق کے ہم امکان اخذ کی قید سے وہ چیز نکل گئی جو نہیں ٹھہرتی چنانچہ برف کذا فی الطحطاوی کالدین کاف الاستقصاء لان العین لا یمکن استیفاءہ من الرہن الا اذا صار دینا حکما کما سیجئ چنانچہ دین کا حاصل کر لینا مرہون سے حق مذکور سے دین اسواسطے مراد ہوا کہ عین کا حاصل کرنا مرہون سے ممکن نہیں مگر جس وقت کہ عین دین حکمی ہو جاوے چنانچہ دین حکمی کا بیان

بعد ایک سطر کے آتا ہے شارح نے کہا کالدین کا کاف استقصا کا کاف ہے نہ تمثیل کا یعنی حق منحصر ہے دین میں تو دین کل حق ہے نہ بعض مع استیفاء عین مرہون کے اسواسطے کہ ممکن نہیں کہ عین میں تو صورت مطلوب ہے سو اسکا نکلنا اور حاصل ہونا دوسری شی سے ممکن نہیں برخلاف دین کے کہ اسکا استیفاء مرہون سے ممکن ہے اسکو سمجھ کذا فی شرح الوقایہ حقیقة وہو دین واجب ظاہرا او باطنا او ظاہرا فقط کثمن عبد او خل وجدا حرا او خمرا خواہ دین حقیقتہ ہو اور دین حقیقی وہ ہے جو دونوں ظاہر اور باطن میں واجب ہو یا فقط ظاہر میں واجب ہو جیسے اس غلام کا ثمن جو آزاد نکلا یا وہ سرکہ جو خمر ثابت ہوا ہم تو بنظر ظاہر رہن صحیح ہے تو تاوان لازم آویگا بائع پر اسکے ہلاک ہوجانے سے تو اگر غلام اور سرکہ کی قیمت دس درم ہو مثلاً تو بائع پر مشتری کو دس درم دینا لازم ہوگا محمد رح نے مبسوط اور جامع میں تصریح کی کہ مقبوض بحکم رہن فاسد لازم الضمان ہے یہی قول مختار ہے کذا فی الطحطاوی عن الاختیار او حکما کالاعیان المضمونة بالمثل او القیمة کما سیجیٔ خواہ دین حکماً ہو چنانچہ وہ اعیان جنکا ضمان مثل یا قیمت سے ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا مع مضمون بالمثل او القیمة کو مضمون بنفسہ بھی کہتے ہیں تاج الشریعة نے کہا مضمون بنفسہ وہ ہے جسکے تلف ہوجانے کے وقت مثل واجب ہے اگر اسکا مثل ہو یا قیمت واجب ہے اگر اسکا مثل نہو چنانچہ مغصوب اسواسطے کہ اگر غاصب مغصوب کے بدلے مالک کے پاس کوئی چیز رہن رکھدے تو رہن صحیح ہے حالانکہ مغصوب دین نہیں ہے اور چنانچہ مقبوض علی سوم الشراء اور مقبوض بحکم بیع فاسد اور مہر اور بدل خلع اور بدل صلح عن دم العمد اور مضمون بغیرہ چنانچہ وہ مبیع جو بائع کے پاس ہے تو اسکا تاوان یعنی درصورت تلف ہوجانے کے ثمن سے ہے نہ قیمت سے کذا فی العینی حسن چلپی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں کہا کہ عین مضمون بنفسہ کے عوض رہن رکھنا صحیح ہے جیسے بعوض دین کے رہن صحیح ہے اسواسطے کہ اسکا مآل کار دین ہے انتہی خانیہ میں ہے رہن رکھنا بعوض ہر دین کے جائز ہے لیکن رہن بعوض اعیان کی اسطرح ہے کہ رہن بعوض ان اعیان کے جو امانت اور ودیعت اور عاریت اور مال مضاربت اور بضاعت میں سو جائز نہیں ہے اور اسی طرح رہن بعین مستاجرہ باطل ہے اور اسی طرح اعیان مضمونہ بغیرہا سے رہن جائز نہیں چنانچہ بائع نے عین کو بیچا اور بعوض مبیع کوئی چیز رہن رکھدی مشتری کے پاس قبل تسلیم کے تو وہ باطل ہے ہاں مگر اعیان مضمونہ بالقیمة سے رہن رکھنا مانند مغصوب کے بالاتفاق جائز ہے اور اسی طرح رہن بعوض مہر اور بدل خلع کے جائز ہے خواہ وہ عین ہو یا دین انتہی ما فی الخانیہ مختصراً خلاصہ یہ ہے کہ عین مضمون بنفسہ درحکم دین ہے تو رہن کی یہ تعریف صادق آئی کہ رہن نہیں ہوتا مگر دین میں خواہ دین حقیقی ہو یا حکمی وینعقد بایجاب وقبول حال کونہ غیر لازم وحینئذ فللراہن تسلیمہ والرجوع عنہ کما فی الہدایہ اور رہن منعقد ہوتا ہے ایجاب وقبول سے درحالیکہ وہ عقد غیر لازم ہے اور اسوقت میں تو راہن کو تسلیم رہن کی اور رہن کی عقد سے رجوع کرنا جائز ہے چنانچہ ہبہ میں جائز ہے ہم رہن غیر لازم ہے کیونکہ تبرع کا عقد ہے مانند ہبہ اور صدقہ کے ولہذا راہن پر جبر نہیں رہن رکھنے میں

فاذا سلمہ وقبضہ المرتہن حال کونہ محوزا لا متفرقا کالثمر علی الشجر مفرغا لا مشغولا بحق الراہن کالشجر بدون الثمر ممیزا لا مشاعا ولا متصلا بان اتصل المرہون بغیر المرہون خلقة کالشجر واستنقح لزم پھر جب راہن نے مرہون تسلیم کردیا مرتہن کو اور مرتہن نے اسپر قبضہ کرلیا اس حالت میں کہ مرہون مجتمع اور مضموم ہے نہ متفرق مانند متفرق ہونے پھل کے درخت پر خالی نہ مشغول بحق راہن جیسے رہن رکھنا درخت کا بدون پھل کے ممیز اور مقسوم ہے نہ مشاع اگرچہ شیوع حکمی ہو اسطرح کہ مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے چنانچہ اتصال درخت کا زمین مرہونہ سے اور یہ آگے واضح ہوگا تو رہن لازم ہوگا بعد تسلیم اور قبض کے بشروط مذکورہ جب عدم تفرق مرہون کا شرط ہوا تو پھل کا رہن رکھنا بدون درخت کے اور زراعت کا رہن بدون زمین کے جائز نہوا اور جب مرہون کا خالی ہونا حق راہن سے شرط ہوا تو درخت کا رہن بدون پھل کے اور زمین کا بدون درخت کے اور گھر کا رہن بدون متاع راہن کے جائز نہوا

فادان القبض شرط اللزوم کما فی الہدایہ وصحح فی المجتبی انہ شرط الجواز مصنف رح کا کلام مذکور اسکا مفید ہے کہ قبض مرہون کا عقد رہن کے لازم ہوجانے کی شرط ہے جیسے ہبہ میں قبض لزوم کی شرط ہے اور مجتبی میں اسکی تصحیح کی ہے کہ قبض جواز رہن کی شرط ہے ہم جبکہ قبض لزوم کی شرط ہوگئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح ہے بدون قبض کے مگر بدون قبض کے لازم نہیں اور جب جواز کی شرط ہوئی تو مطلب یہ ہے کہ رہن صحیح نہیں بدون قبض کے والتخلیة بان الراہن والمرتہن قبض حکما علی الظاہر اور تخلیہ کردینا درمیان مرہون اور مرتہن کے درحکم قبض کے ہے ظاہر الروایة میں یعنی قبض کا حکم جاری ہے تخلیہ میں تو اگر بعد تخلیہ مرتہن اسکو نہ لے

اور روپیہ ضائع ہو تو تاوان اسکا مرتہن پر لازم آویگا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود درمختار تخلیہ یہ کہ راہن مرہون کو ایسے موضع مین رکھدے کہ مرتہن اسکے لینے پر قادر ہو
یہ ظاہر الروایۃ ہی اور ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہی کہ منقول مین قبضہ ثابت نہین ہوتا بدون نقل کے کذا فی شرح الوقایہ کالبیع فانہا فیہ ایضا قبض تخلیہ رہن مین
قبض ہی مانند بیع کے اسواسطے کہ تخلیہ بیع مین بھی قبض ہی وہو مضمون اذا ہلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور جب مرہون تلف ہو جاوے مرتہن کے پاس تو مرتہن پر
اسکا تاوان کمتر قیمت اور دین سے لازم آویگا ہم یہ مراد نہین کہ قیمت اور دین دونون سے کمتر ضمان ہی بلکہ مراد یہ ہی کہ دونون مین سے جو کمتر ہو اسکا ضمان ہی تو اگر دین اقل
ہو قیمت مرہون سے تو بقدر تاوان ہی مرتہن پر اور اگر قیمت اقل ہی تو وہ تاوان ہی کذا فی شرح الوقایہ تلف ہو جانے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مرتہن مرہون
کو تعدی سے تلف کر ڈالیگا تو تمام مرہون کا تاوان اُسپر لازم ہوگا چنانچہ محیط مین ہی اور اگر راہن اس شرط پر گرو رکھے کہ اگر ضائع ہو مرہون تو تلف بلا ضمان
ضائع ہو تو رہن جائز ہی اور شرط باطل ہی تو تاوان لازم ہو کیونکہ یہ تبدیل مشروع ہی اور اگر بعض مرہون تلف ہو تو دین قسمت کیا جاویگا ہالک وموجود پر مثلاً
اگر گھر ہزار پر رہن رکھا اور اسکی قیمت ہزار ہی پھر گھر ویران ہو گیا تو ہزار کی قسمت ہوگی عمارت اور زمین کی قیمت پر یوم القبض سے عمارت کا حصہ ساقط ہوگا اور زمین
کا حصہ باقی رہیگا کذا فی الطحطاوی وعند الشافعی ہو امانۃ اور شافعی رح کے نزدیک مرہون امانت ہی تو تاوان لازم نہ آویگا والمعتبر قیمتہ یوم القبض لا یوم الہلاک
کما توہم فی الاشباہ لمخالفتہ المنقول کما حررہ المصنف اور مرہون کی قیمت وہ معتبر ہی جو اسکی قیمت یوم القبض ہو یا یوم الہلاک کی قیمت جیسا دھوکا کھایا ہی صاحب اشباہ
نے کیونکہ وہ منقول مذہب کے مخالف ہی چنانچہ مصنف رح نے شرح مین اسکی تحقیق بیان کی ہی ای المقبوض علی سوم الرہن اذا سمی المقدار ای مقدار ما یرید اخذہ
من الدین لیس بمضمون فی الاصح کذا فی القنیۃ والاشباہ جس مرہون پر قبضہ ہو بطریق گفتگوے رہن کے جبکہ مقدار اس دین کی مذکور ہوئی ہو جسکو راہن طلب
کرتا ہی تو اسکا تاوان لازم نہین صحیح تر قول مین چنانچہ قنیہ اور اشباہ مین ہی یعنی راہن نے مرتہن سے کہا کہ یہ چیز مین نے تیرے پاس گرو رکھی کچھ قرض مین تجھ سے لونگا
اور مقدار قرض بیان نہ کی اور مرہون ہلاک ہو گیا تو اسپر تاوان نہین اور اگر مقدار مذکور ہو چکی تو تاوان لازم ہوگا فان ہلک وساوت قیمتہ الدین صار
مستوفیا دینہ حکما سو اگر مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا اور اسکی قیمت دین کے برابر ہی تو مرتہن اپنا دین بحکم شرع پا چکا یعنی جتنا لینا تھا اُتنا تاوان
دینا لازم آیا تو برابر ہو گیا گویا دین بھر پایا او زادت کان الفضل امانۃ فیضمن بالتعدی یا قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہی تو جسقدر زائد ہی وہ امانت
ہی تو اسکا تاوان تعدی سے لازم ہوگا یعنی جب امانت ٹھہری تو اسکے ہلاک ہونے سے ضمان نہین مگر جبکہ مرتہن تعدی سے اسکو ہلاک کریگا او نقصت سقط بقدرہ
ورجع المرتہن بالفضل لان الاستیفاء بقدر المالیۃ یا قیمت مرہون کی کم ہی دین سے تو بقدر قیمت کے دین سے ساقط ہوگا اور زائد کو مرتہن راہن سے بھر لے
اسواسطے کہ حاصل ہونا تو بقدر مالیت کے ہوتا ہی ہم خلاصہ یہ ہی کہ اگر دس درم دین ہی اور دس درم مرہون کی قیمت ہی تو ہلاک ہو جانے سے اس صورت مین گویا
مرتہن نے اپنا دین بھر پایا اور اگر پندرہ درم قیمت ہی تو پانچ درم مرتہن کے پاس امانت ہی اور اگر پانچ درم قیمت ہی تو پانچ درم مرتہن راہن سے بھر لیگا ویضمن المرتہن
بدعوی الہلاک بلا برہان مطلقا سواء کان من الاموال الظاہرۃ او الباطنۃ وخصہ مالک بالباطنۃ اور تاوان دیگا مرتہن مرہون کے دعوی ہلاک سے بدون
شہادت کے ہر طرح خواہ مرہون اموال ظاہرہ سے ہو چنانچہ اراضی اور غلام وغیرہ خواہ اموال باطنہ سے ہو چنانچہ نقد اور زیور اور امام مالک رح نے تاوان خصوص
باموال باطنہ کیا ہی ولہ طلب دینہ من راہنہ ولہ حبسہ بہ وان کان الرہن فی یدہ لان الحبس جزاء المماطلۃ اور مرتہن کو جائز ہی اپنا دین طلب کرنا اسکے راہن سے
اور اسکو اختیار ہی راہن کے حبس کرنے کا دین کے سبب سے اسواسطے کہ حبس اور دین کی تاخیر کا بدلا ہی یعنی باوجود قبض مرہون کے دین کا تقاضا کرو اور راہن کو
سرعت اداے دین کے واسطے محبوس کرنا مرتہن کو درست ہی ولہ حبس رہنہ بعد الفسخ للعقد حتی یقبض دینہ او یبرئہ لان الرہن لا یبطل بمجرد الفسخ بل یبقی رہنا
مابقی القبض والدین معا فاذا فات احدہما لم یبق رہنا زیلعی ودرر وغیرہما اور مرتہن کو جائز ہی محبوس رکھنا مرہون کا عقد رہن کے فسخ ہو جانے کے بعد یہان
تک کہ وہ اپنا دین پا دے یا دین کو معاف کر دے اسواسطے کہ رہن باطل نہیں ہو جاتا بمجرد فسخ عقد کے بلکہ رہن باقی رہتا ہی جب تک کہ قبضہ

اور دین ساقط باقی رہین پھر جب دونوں میں سے ایک فوت ہوا یعنی قبضہ نہ رہا یا دین کو معاف کر دیا تو اب رہن باقی نہ رہیگا کذا فی الرمز فی الدر المختار
لا الانتفاع بہ مطلقا لا باستخدام ولا سکنی ولا لبس ولا اجارۃ ولا اعارۃ سواء کان من مرتہن او راہن الا باذن کل للآخر جائز نہیں منفعت حاصل کرنا مرہون سے مطلقا نہ
غلام لونڈی کی خدمت لینے سے نہ مکان کی سکونت کرنے سے نہ کپڑے کے پہننے سے اور نہ اجارہ دینے یا عاریت دینے سے برابر ہے کہ یہ انتفاع مرتہن کے یا راہن
کسی کو درست نہیں مگر باذن ہر ایک کے دوسرے کو یعنی مرتہن راہن کو انتفاع کی اجازت دے یا راہن مرتہن کو تب البتہ درست ہے میں کہتا ہوں کہ عدم
انتفاع مرتہن تو سب متون معتبرہ میں مذکور ہے لیکن عدم انتفاع راہن مجمع سے ماخوذ ہے اور غایۃ البیان میں اقطع سے منقول ہے کہ ہمارے اصحاب نے راہن
کو استیفاء منافع رہن جائز نہیں مگر مرتہن کے اذن سے اور اسی طرح اسمیں تصرف کرنا کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وقیل لا یحل للمرتہن لانہ ربوا اور بعضوں نے کہا
کہ فائدہ لینا مرتہن کو جائز نہیں اگرچہ راہن اجازت دے اسواسطے کہ یہ تو بیاج ہے جب مرتہن نے اپنا دین پورا پایا تو جو منفعت حاصل کی وہ فضل ہے یہی بیاج ہے
اسی لیے بعض علما اس بات کے قائل ہوئے کہ مرتہن کو رہن سے نفع لینا درست نہیں مصنف نے شرح میں اس قول کو دیانت اور فتوی پر محمول کیا ہے اور جنہوں نے
میں حلت انتفاع باذن راہن مذکور ہے اسکو حکم اور فتوی پر محمول کیا ہے کذا فی الطحطاوی وقیل ان شرطہ کان ربوا والا لا اور بعضوں نے کہا کہ اگر عقد رہن میں استیفاء
منافع شرط ٹھیرا ہے تو بیاج ہے اور اگر شرط نہیں تو بیاج نہیں وفی الاشباہ والجواہر اباح الراہن للمرتہن اکل الثمار او سکنی الدار او لبن الشاۃ المرہونۃ فاکلہا لم یضمن
ولہ منعہ وافاد فی الاشباہ انہ یکرہ للمرتہن الانتفاع بذلک وسیجیء آخر الرہن اور اشباہ اور جواہر میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو درختوں کا پھل کھانا اور گھر کا رہنا اور
کی بکری کا دودھ مباح کر دیا سو مرتہن نے وہ کھایا تو اسپر ان منافع کا تاوان نہیں اور راہن کو اباحت کے بعد منع کر دینا بھی جائز ہے پھر اشباہ میں یہ فائدہ لکھا
کہ مرتہن کو یہ نفع لینا مکروہ ہے اور اسکا بیان کتاب الرہن کے آخر میں آویگا اقول غالب حال لوگوں کا یہی ہے کہ رہن رکھنے سے انتفاع کا قصد رکھتے ہیں اور اگر فائدہ
متوقع نہو تو قرض نہ دیں تو یہ بمنزلہ شرط کے ہے اسواسطے کہ معروف کالمشروط ہے یہ تائید ہے عدم جواز کی کذا فی الطحطاوی ماتت الشاۃ فی ید المرتہن
قسم الدین علی قیمۃ الشاۃ ولبنہا الذی شربہ فحظ الشاۃ یسقط وحظ اللبن یاخذہ المرتہن بکری مرگئی مرتہن کے پاس یعنی جو بکری جسکے دودھ
پینے کی راہن نے مرتہن کو اجازت دی تو دین قسمت کیا جائیگا بکری اور اسکے دودھ کی قیمت پر جو مرتہن نے پیا تو بکری کا حصہ ساقط ہوگا اور دودھ کا حصہ
مرتہن لے گا ہم ایک مرد نے بکری گرو رکھی اور مرتہن کو اسکا دودھ مباح کیا تو مرتہن کو پینا جائز ہے اور ضمان نہیں پھر اگر بکری اسکے بعد مرگئی تو دین کی قسمت ہوگی
بکری اور دودھ کی قیمت پر سو بکری کا حصہ ساقط ہوگا دین سے اور دودھ کے حصہ کو مرتہن راہن سے پھر لیگا اسواسطے کہ مرتہن کا پینا راہن کے اذن سے تھا اور راہن کے
پینے کے ہے کذا فی الخزانۃ طحطاوی نے یہ مسئلہ عالمگیری عن المحیط سے نقل کیا ہے اسکی عبارت میں کچھ ساقط ہو گیا ہے فلو حصل الانتفاع قبل الاذن صار متعدیا
ولم یبطل الرہن پھر اگر مرتہن نے مرہون سے فائدہ حاصل کیا قبل از اذن راہن کے تو وہ متعدی ہوگیا اور رہن باطل نہوگا اسکی اس تعدی سے واذا
طلب المرتہن دینہ امر باحضار رہنہ لئلا یصیر مستوفیا مرتین اور جبکہ مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اسکو مرہون کے حاضر کر دینے کا حکم ہوگا تاکہ دوبارہ
مستوفی نہ ٹھیر جائے ہم اسواسطے کہ رہن کا قبضہ استیفاء کا قبضہ ہے تو مال پر قبضہ کرنا باوجود قیام ید استیفاء جائز نہیں اسواسطے کہ اسمیں مکرر استیفاء لازم آتا ہے اس صورت میں
جبکہ مرہون ہلاک ہو جاوے مرتہن کے پاس اور یہ امر محتمل ہے کذا فی الزیلعی الا اذا کان لہ حمل ومؤنۃ فلا یلزم بالاحضار شرح مجمع مگر اس صورت میں احضار رہن ضرور
نہیں جبکہ مرہون کے حاضر کرنے کے واسطے باربرداری کی حاجت ہو یا مرہون کسی معتمد کے پاس رکھا ہو اسواسطے کہ راہن نے مرتہن کو معتمد نہ سمجھا تب دوسرے
کے پاس رکھا کذا فی شرح المجمع فان احضر سلم کل دینہ اولا لیتعین حقہ کما تعین حق الراہن تحقیقا للتسویۃ پھر اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو اسکا پورا دین اسکو
دیا جاویگا پہلے پھر مرتہن اسکے مرہون کو تسلیم کرے تاکہ دونوں حق میں برابری ثابت ہو جاوے ہم یعنی حق مرتہن دین میں متعین ہو جاوے جیسے راہن کا حق
مرہون میں متعین ہے یہ علت ہے اختیار کی اور پہلے دین تسلیم کرنے کی یہ علت ہے کہ رہن محبوس ہے استیفاء دین کے واسطے تو جبتک دین حاصل نہو گا مرتہن کو

مرہون کا نا موزوں ہوگا وان طلب دینہ فی غیر بلد العقد ای الرہن فلذالک الحکم ان لم یکن للمرہون مؤنۃ وان کان لہ مؤنۃ سلم دینہ وان لم یحضرہ لان الواجب علیہ التسلیم بمعنی التخلیۃ لا النقل من مکان الی مکان اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا عقد رہن کے غیر شہر میں تو اسی طرح احضار کا حکم ہے اگر مرہون کے لانے میں باربرداری کی مشقت نہو اور اگر اسکے لانے میں مشقت ہو تو دین اسکا دیا جائیگا اگرچہ مرتہن مرہون کو حاضر نہ کرے اسواسطے کہ مرتہن پر تسلیم مرہون بمعنی تخلیہ واجب ہے نہ نقل کرنا مرہون کا ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف ونقل القہستانی عن الذخیرۃ انہ لو لم یقدر علی احضارہ مع قیامہ لم یجبرہ انتہی فلیحفظ اور قہستانی نے ذخیرہ سے یہ نقل کیا کہ اگر مرتہن مرہون کو حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اسپر حاضر کرنے کا حکم نہوگا انتہی قولہ تو اسکو یاد رکھنا چاہیے یعنی اگرچہ مرتہن بقدر رہن کے شہر میں ہو و لکن للراہن ان یحلفہ باللہ ما ہلک ولیکن راہن کو اختیار ہے کہ مرتہن سے قسم لے خدا کی کہ مرہون موجود ہے تلف نہیں ہوا ہے یعنی درصورت عدم احضار وہذا کلہ اذا ادعی الراہن ہلاکہ اما اذا لم یدع فلا فائدۃ فی احضارہ وکذا الحکم عند کل نجم حل اور یہ سب مذکور اسوقت ہے جبکہ راہن مرہون کے تلف ہو جانیکا دعوی کرتا ہو اور اگر ہلاکی کا مدعی نہو تو مرہون کے حاضر کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہے اور اسی طرح کا حکم ہے ہر ایک اس قسط کے نزدیک جسکی مدت پہونچ گئی ہو یعنی اگر دین بطور قسط بندی کے ہو اور قسط کی مدت آوے اور مرتہن بقدر قسط کے طلب کرے تو مرتہن پر احضار مرہون کا جبر نہوگا کما حررہ ابن الشحنۃ وقال ولا دفع مالم یحضر الراہن ادکین بغیر مکان العقد تحمل تعسیر + چنانچہ مضمون مذکور کو ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے تحریر کیا ہے اور یوں کہا ہے اور تمام دین کا دینا راہن کو لازم نہیں جبتک مرتہن مرہون کو حاضر نہ کرے یا کہ مرتہن ہو عقد رہن کے غیر شہر میں اور حالانکہ اسکی باربرداری میں دشواری ہے یعنی درصورت عدم دشواری غیر شہر میں بھی حاضر کرنا ضرور ہوگا خواہ راہن مدعی ہلاک ہو یا نہو + کذا النجم اولا دون دعوی بدینہ ہلاکا وترا فی النہایہ یذکر + اسی طرح قسط کا حکم ہے کہ بدون احضار مرہون راہن پر تسلیم قسط لازم نہیں یا کہ مرتہن پر احضار رہن لازم نہیں بدون دعوی ہلاک راہن کے اور یہ تفصیل قول اخیر کی نہایہ شرح ہدایہ میں مذکور ہے ہم یہ تنویع قول اشارہ ہے ہدایہ اور نہایہ کے اختلاف کا ہدایہ میں یوں ہے کہ جیسے استیفاء کل دین کے واسطے احضار مرہون ضرور ہے ویسے ہی استیفاء ہر قسط کے واسطے احضار لازم ہے بسبب احتمال تلف ہو جانے کے اور نہایہ اور زیادات میں یہ ہے کہ اگر راہن مدعی ہلاکہ ہے تو احضار ضرور ہے تا اسکی خاطر جمع ہو جاوے ورنہ احضار میں کچھ فائدہ نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا ولا یکلف مرتہن قد طلب دینہ احضار رہن قد وضع عند العدل بامر الراہن اور جب مرتہن نے اپنا دین طلب کیا وہ مکلف نہوگا اس مرہون کے حاضر کرنے کا جو اسنے رکھا ہے معتمد شخص کے پاس راہن کے امر سے یعنی اسواسطے کہ راہن نے مرتہن پر اعتماد نہیں کیا تب اسنے دوسرے کے پاس رکھا ولا احضار ثمن رہن باعہ المرتہن بامرہ ای بامر الراہن حتی یقبضہ لانہ بدل کا اور نہ مکلف ہوگا مرتہن اس مرہون کے ثمن حاضر کرنے کا جسکو مرتہن نے بیچ ڈالا ہے راہن کے امر سے یہانتک کہ ثمن پر قبضہ کرے عدم احضار ثمن کی وجہ اذن ہے راہن کا بیع کے واسطے وحینئذ فاذا قبضہ ای الثمن یکلف احضارہ لقیام البدل مقام المبدل اور اسوقت میں جبکہ مرتہن ثمن پر قبضہ کریگا تو ثمن حاضر کرنے کا مکلف ہوگا بسبب قائم ہونے بدل کے مقام مبدل کے ہم بدل ثمن ہے اور مبدل مرہون یعنی جیسے مرہون کا حاضر کرنا درصورت طلب دین لازم ہے اسی طرح بعد قبض ثمن کے ثمن کا حاضر کرنا لازم ہوگا کیونکہ وہ بدل ہے مرہون کا ولا یکلف مرتہن معہ رہنہ تمکین الراہن من بیعہ لیقضی دینہ بثمنہ لان حکم الرہن الحبس الدائم حتی یقبض دینہ اور جس مرتہن کے ساتھ مرہون ہے وہ اسکا مکلف نہوگا کہ راہن کو بیع مرہون پر قادر کرے تا وہ اپنا دین اسکے ثمن سے ادا کرے اسواسطے کہ رہن کا حکم دائمی حبس ہے تا قبض دین ولا یکلف من قضی بعض دینہ او ابرأ بعضہ تسلیم بعض رہنہ حتی یقبض البقیۃ من الدین او یبرئہا اعتبارا بحبس المبیع اور جس مرتہن کا کچھ دین ادا کیا گیا یا اسنے کچھ دین معاف کر دیا وہ بعض مرہون کی تسلیم کا مکلف نہوگا جبتک وہ قبضہ نکرے گا اپنے باقی دین پر یا باقی کو معاف کر دیا حبس مبیع کے قیاس پر ہم یعنی اگر مشتری نے بعض ثمن ادا کیا تو بائع پر جبر نہیں تسلیم مبیع کا اسیطرح بعض دین کے قبض یا ابراء سے بعض مرہون کی تسلیم مرتہن پر لازم نہیں ویجب علی المرتہن ان یحفظہ بنفسہ وعیالہ کما فی الودیعۃ اور مرتہن پر یہ واجب ہے کہ مرہون کی

حفاظت کرے اپنی ذات سے اور اپنے اہل و عیال سے جس طرح ودیعت کی حفاظت واجب ہے هم حفظ عیال من یساکنہ معتبر نہ نفقۃ اور اگر زوجہ چھوڑ دن اپنے زوج کے
(۱۲ ساکن رہتا)
حفظ میں دے تو اُسپر ضمان نہیں اگرچہ زوجہ پر زوج کا نفقہ نہیں کذا فی الحموی وضمن ان حفظ بغیر ہم کما مر فیہا اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اگر غیر عیال سے اسکی حفاظت
کرا دے گا چنانچہ کتاب الودیعۃ میں گذر گیا اور ضمان سے غصب کا ضمان مراد ہے نہ رہن کا ضمان کذا فی الطحطاوی وضمن بایداعہ واعارتہ واجارتہ
وتعدیہ کل قیمتہ فیسقط الدین بقدرہ اور مرتہن پر ضمان لازم ہوگا اسکی ودیعت رکھنے اور عاریت دینے اور اجارہ دینے اور خدمت لینے اور تعدی سے رہن کی
کی تمام قیمت کا تو دین ساقط ہو جاویگا بقدر اُسکے یعنی اور باقی کا مطالبہ کریگا راہن پر وکذا یضمن کل قیمتہ بجعل خاتم الرہن فی خنصرہ سواء جعل فصہ
لباطن کفہ اولا یفتی برجندی الیسری او الیمنی علی اختیار الرضی اور اسی طرح مرتہن تاوان دیگا پوری قیمت کا رہن کی انگوٹھی پہننے سے اپنی بائیں یا داہنی
چھنگلی میں بنا بر اُس قول کے جسکو رضی نے پسند کیا ہے خواہ انگوٹھی کے نگین کو اپنی باطن کف میں کرے یا نہ کرے اسی کا فتوی ہے کذا فی البرجندی هم ضمان اسواسطے
لازم آیا کہ یہ استعمال ہے نہ حفاظت لکن قدمنا فی الحظر عن البرجندی منہا انہ شعار الروافض فانہ یجب التحرز عنہ فتنبہ قلت ولکن جرت العادۃ فی زماننا بلبسہ کذلک
فینبغی لزوم الضمان قیاسا علی مسئلۃ السیف الآتیۃ فلیحرر لیکن ہم نے کتاب الحظر میں مقدم ذکر کیا ہے برجندی سے کہ داہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننا رافضیوں کی علامت
ہے اور اس سے پرہیز کرنا واجب ہے تو آگاہ رہنا میں کہتا ہوں ولیکن ہمارے زمانہ میں تو داہنی چھنگلی میں انگوٹھی پہننے کی عادت جاری ہو گئی ہے تو لازم ہونا
ضمان کا لازم ہے مسئلہ سیف پر قیاس کرنے سے جو آگے آتا ہے تو اُسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے لا بجعلہ فی اصبع اخری الا اذا کان المرتہن امراۃ فیضمن لان
النساء یلبس کذلک فیکون استعمالا لا حفظا ابن الکمال معزیا للزیلعی ضمان لازم نہوگا سوائے چھنگلی کے دوسری انگلی میں پہننے سے مگر جس صورت میں مرتہن
عورت ہوگی تو دوسری انگلی کے پہننے سے بھی تاوان دے گی اسواسطے کہ عورتیں اسی طرح چھنگلی کے سوا اور انگلیوں میں بھی پہنتی ہیں تو اُنکے حق میں
استعمال ہوا نہ حفظ چنانچہ ابن کمال نے یہ ذکر کیا ہے زیلعی کی طرف نسبت کر کے هم یہ جو کہا کہ اور انگلی کے پہننے سے ضمان لازم نہوگا تو مراد یہ ہے کہ ضمان غصب
لازم نہوگا اور یہ نہیں کہ اصلا ضمان لازم نہوگا بلکہ اس صورت میں تلف ہو جانے سے قیمت یا دین سے جو کمتر ہوگا اسقدر ضمان لازم آویگا کذا فی الطحطاوی
ومثلہ تقلد سیفی الرہن لا الثلثۃ فان الشجعان یتقلدون فی العادۃ السیفین لا الثلثۃ اور انگوٹھی کے مانند دو تلواروں کا باندھنا ہے نہ تین تلواروں
کا اسواسطے کہ بہادر عادت میں دو تلواریں باندھتے ہیں نہ تین تلواریں یعنی اگر رہن کی دو تلواریں باندھیں تو ضمان لازم ہوگا کیونکہ یہ استعمال ہے
اور اگر تین تلواریں باندھیں تو ضمان لازم نہوگا کیونکہ یہ حفاظت ہے نہ استعمال وفی لبس خاتمہ ای خاتم الرہن فوق آخر یرجع الی العادۃ فان کان
ممن یتجمل بلبس خاتمین ضمن والا کان حافظا فلا یضمن اور رہن کی انگوٹھی پہننے میں دوسری انگوٹھی پر عادت کی طرف رجوع کیا جاویگا تو اگر مرتہن اُن
لوگوں میں سے ہے جو تجمل اور آرایش کرتے ہیں دو انگوٹھیاں پہنکر تو تاوان دیگا اور اگر ان لوگوں میں نہیں تو محافظ ٹھہرے گا تو ضمان نہ دیگا ثم ان
قضی بہا ای بالقیمۃ المذکورۃ من جنس الدین یلتقیان قصاصا بمجردہ ای بمجرد القضاء بالقیمۃ اذا کان الدین حالا وطالب المرتہن الراہن
بالفضل ان کان ثمۃ فضل پھر اگر مرتہن نے قیمت مذکورہ ادا کی دین کی جنس سے تو ادائے ضمان اور دین دونوں مل کر برابر ہو جاوینگے بمجرد ادا
کرنے قیمت کے جسوقت کہ دین حال ہو نہ موجل اور مرتہن راہن زائد کا مطالبہ کریگا اگر وہان دین زیادہ ہوگا قیمت سے هم دراہم اور دنانیر دو
جنسیں مختلف ہیں چنانچہ معدن میں مصرحا ہے اور شرح حموی سے مستفاد ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وان کان الدین موجلا فیضمن المرتہن قیمتہ
تکون رہنا عندہ فاذا حل الاجل اخذہ بدینہ اور اگر دین موجل ہو تو مرتہن اُسکی قیمت کا تاوان دے اور قیمت مذکور مرتہن کے پاس
رہے گی پھر جب مدت دین کی آجاوے گی تو مرتہن اُسکو لے گا اپنے دین کے بدلے وان قضی بالقیمۃ من خلاف جنسہ کان الضمان رہنا
عندہ الی قضاء دینہ لانہ بدل الرہن فاخذ حکمہ اور اگر مرتہن نے قیمت ادا کی جنس دین کے مخالف تو تاوان رہن رہے گا مرتہن کے پاس

اسکے دین کے ادا ہونے تک اسواسطے کہ تاوان بدلا ہی مرہون کا تو بدل نے مبدل کا حکم لیا محبوس رہنے میں واجرة بیت حفظه وحافظه وراعی الغنم علی
المرتهن اور مرہون کی حفاظت کے گھر کا کرایہ اور اسکی نگہبانی کی اجرت اور بھیڑ بکری کے رہنے کا مکان مرتہن پر لازم ہی واجرة راعیه لو حیوانا ونفقة الرهن
والخراج والعشر علی الراهن اور مرہون کے چرانے والے کی اجرت اگر مرہون جانور ہو اور نفقہ مرہون کا اور مرہون زمین کا خراج اور عشر راہن پر ہی والاصل فیه
ان کل ما یحتاج الیه لمصلحة الرهن بنفسه وتبقیته فعلی الراهن لانه ملکه وکل ما کان لحفظه فعلی المرتهن لان حبسه له اور قاعدہ کلیہ اسمیں یہ ہی کہ جو چیز ذات مرہون اور
اسکے باقی رکھنے کے مصلحت کیواسطے محتاج الیہ ہو سو وہ راہن پر واجب ہی اسلیے کہ مرہون راہن کی ملک ہی اور جو چیز مرہون کی محافظت کے واسطے ہو سو وہ
مرتہن پر لازم ہی اسواسطے کہ اسکا محبوس رہنا اسکے حق کے واسطے ہی ثم نفس مرہون کے محتاج الیہ چنانچہ طعام اور پانی اور لباس اور اجرت دایہ اور چرانے والے
کی اور چارا اور باغ کی سینچائی وغیر ذلک من المصلحات واعلم انه لا یلزم شیء منه لو اشترط علی الراهن قهستانی عن الذخیرة اور یہ جان رکھ کہ جو چیز مرتہن پر لازم ہی انمیں
سے کچھ لازم نہوگا اگر مرتہن راہن پر شرط کرلے کذا فی القهستانی عن الذخیرة ثم چنانچہ زخم مرہون کا اور دوا کی قیمت اور طبیب کی اجرت مرتہن پر لازم ہی بشرطیکه
مرتہن کے پاس زخم لگا ہو تو شرط کرلینے سے یہ امور راہن پر لازم نہونگے کذا فی الطحطاوی عن القهستانی واما مؤنة رده کجعل الآبق ورد جزء منه کمداواة جرح
الی یده ای الی ید المرتهن فتنقسم علی المضمون والامانة فالمضمون علی المرتهن والامانة مضمونة علی الراهن لو قیمته اکثر من الدین اور مرتہن کے پاس مرہون
کے پھیر لانے کا خرچ چنانچہ غلام گریختہ کے لانے والے کا اجر یا اسکے کسی جزء کے پھیر لانے کی اجرت چنانچہ عضو زخمی کا معالجہ سو منقسم ہی مضمون اور امانت پر سو جسقدر
مضمون ہی اسقدر کا خرچ مرتہن پر ہی اور امانت کا خرچ راہن پر ہی بشرطیکه مرہون کی قیمت دین سے زیادہ ہو ثم مثلاً دین سو درم ہی اور غلام مرہون کی قیمت دوسو درم ہی تو
سو درم کا ضمان مرتہن پر ہی اور زیادہ دین سے امانت ہی سو اگر غلام گریختہ کے پھیر لانے میں دس درم صرف ہوے تو نصف مرتہن پر لازم ہونگے اور نصف راہن پر والا
فعلی المرتهن اور اگر مرہون کی قیمت دین سے زیادہ نہیں یعنی قیمت دین کے برابر ہی یا کم تو اسکا خرچ پھیر لانے کا مرتہن پر ہی نہ راہن پر وکذا معالجة الامراض والقروح وفداء
الجنایة اور اسی طرح کا حکم ہی معالجہ امراض اور زخم اور فدیہ جنایت کا وکلما وجب علی احدهما فاداه الآخر کان متبرعا الا ان یامره القاضی به ویجعله
دینا علی الآخر فحینئذ یرجع علیه وبمجرد امر القاضی بلا تصریح بجعله دینا علیه لا یرجع کما فی الملتقط اور جو چیز مرتہن یا راہن پر واجب ہو پھر دوسرا اسکو ادا کرے
تو وہ متبرع ہوگا اسکا دعوی نہیں کرسکتا مگر یہ کہ قاضی اسکو اسکا حکم کرے اور اسکو دین ٹھہرا دے دوسرے پر تو اسوقت میں وہ دوسرے سے اپنا خرچ پھیر لے گا
اور بمجرد امر قاضی کے بدون اس تصریح کے کہ اسکو دوسرے پر دین ٹھہرادے رجوع نہیں کرسکتا چنانچہ ملتقط میں مصرح ہی وعن الامام لا یرجع لو صاحبه حاضرا مطلقا
خلافا للثانی وهی مسئلة الحجر فلیعلم اور امام رح سے ایک روایت یون ہی کہ خرچ کرنے والا رجوع نکریگا اگر اسکا ساتھی موجود ہو مطلقا رجوع نہیں خواہ قاضی امر کرے یا نہ
کرے برخلاف ابو یوسف رح کے کہ انکے نزدیک امر اور بدون امر ہر طرح رجوع ہی اور یہ حجر کا مسئلہ ہی کذا فی البحر ثم یعنی امام رح کے نزدیک مکلف حاضر پر قاضی حجر
نہیں کرسکتا اور ابو یوسف رح کے نزدیک قاضی کو اسکا اختیار ہی فتاوی عالمگیری میں جواہر اخلاطی سے منقول ہی کہ قول اول پر فتوی ہی یعنی با امر قاضی ایک
دوسرے سے اپنا خرچ پھیر لیگا کذا فی الطحطاوی قال الراهن لیس هذا وقال المرتهن بل هذا هو الذی رهنته عندی فالقول للمرتهن لانه القابض راہن
نے کہا کہ یہ مرہون میرا نہیں اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی مرہون ہی جسکو تو نے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول معتبر ہوگا اسلیے کہ وہ قابض ہی اور قول معتبر نہیں مگر
قابض کا بخلاف ما لو ادعی المرتهن رده علی الراهن بعد قبضه فان القول للراهن لانه المنکر برخلاف اس صورت کے کہ اگر مرتہن نے اسکے پھیر دینے کا دعوی کیا اپنے
قبضہ کرنے کے بعد تو اب راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہی یعنی رد مرہون کا وہ منکر ہی فان برهنا فللراهن ایضا ویسقط الدین لاثباته الزیادة
پھر اگر راہن اور مرتہن نے گواہ گذرانے تو بھی راہن ہی کے مقبول ہونگے بسبب زیادت اثبات کے اور دین مرتہن کا ساقط ہو جاویگا ولو قبل قبضه فالقول للمرتهن
لانکاره وقوله فی ضمانه اور اگر اختلاف ہوا اسکے مقبوض ہونے سے پہلے یعنی مرتہن کہتا ہی کہ مرہون تلف ہو گیا راہن کے پاس میرے قبضہ کرنے سے پہلے اور راہن

کہتا ہو بلکہ تیرے قبضہ کرنے کے بعد تلف ہوا تو مرتہن کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ وہ اسکے دخول فی الضمان کا منکر ہی کذا فی الطحطاوی وفی البزازیۃ وان برہنا فالقول
لاثباتہ الضمان بزازیہ اور اگر دونون اپنے دعوی پر گواہ لاوین تو راہن کے گواہ مقبول ہونگے بسبب اسکے ثابت کرنے ضمان کے کذا فی البزازیہ ویجوز لہ السفر بہ بالرہن
اذا کان الطریق آمنا کما فی الودیعۃ وان کان لہ حمل ومؤنۃ اور مرتہن کو جائز ہی مرہون کا سفر مین لیجانا جبکہ راہ بیخوف ہو جیسے ودیعت کو سفر مین لیجانا بطریق
اس طریق جائز ہی اگرچہ مرہون کے لیجانے کے واسطے باربرداری اور خرچ کی حاجت ہو ولذا الاختلاف عن البلد ولذا المعدل الذی الرہن فی یدہ کما فی الحمادیۃ سفر یا
للعدۃ علی خلاف ما فی فتاوی القاضیین ولعل ما فی العدۃ قول الامام وما فی الفتاوی قولہما فلیحرر کلام القنیۃ اور اسی طرح مرہون کو ایک شہر سے دوسرے شہر
مین لیجانا درست ہی اگرچہ مدت سفر ہو اور اسی طرح اس معتمد شخص کو سفر جائز ہی جسکے قبضے میں مرہون ہی چنانچہ عمادیہ میں ہی عدہ سے منقول برخلاف دونا فتاوٰی
کے فتاوی یعنی قاضی خان اور قاضی ظہیرالدین کے فتاوی کے اور شاید کہ جو روایت عدہ میں ہی وہ امام رح کا قول ہی اور جو دونون فتاوٰن میں ہی وہ صاحبین
کا قول ہی چنانچہ یہ مفہوم ہوتا ہی قنیہ کے کلام سے ہم شاید کہتے کی کچھ حاجت نہین اسواسطے کہ فتاوی قاضیخان مین قول صاحبین کا صریحاً مذکور ہی کذا فی الطحطاوی
فائدۃ فی الحدیث اذا عمی الرہن فہو بما فیہ قال ومعناہ اذا اشتبہت قیمتہ بعد ہلاکہ بان قال کل لا ادری کم کانت قیمتہ فیضمن بما فیہ من الدین کما ذکرہ المصنف اول الباب
فائدہ حدیث مین ہی کہ جب رہن دکھائی نہ پڑے تو وہ بعوض اس دین کے ہی جسمین وہ مرہون ہی شراح حدیث نے کہا مطلب حدیث کا یہ ہی کہ جب مرہون
کی قیمت مشتبہ ہو اسکے ہلاک ہوجانے کے بعد اسطرح پر کہ راہن اور مرتہن ہر ایک کہتا ہو کہ میں نہیں جانتا ہون کہ اسکی قیمت کتنی تھی تو مرتہن تاوان
دے اسقدر دین کا جسقدر مین وہ رہن تھا یعنی دین راہن سے ساقط ہوجاویگا جبکہ مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہوجائے ایسا ذکر کیا ہی مصنف رح
نے شرح مین کتاب الرہن کے شروع مین ہم یہ حدیث مسند اور مرسل دونون طرح مروی ہی مسند کی تو دارقطنی نے بسند ضعیف روایت کی ہی اور مرسل
کی ابوداؤد نے اپنے مراسیل مین روایت کی ہی مین کہتا ہون مرسل ابوداؤد صحیح ہی یہ قول سعید ابن قطان کذا فی العینی شرح الہدایہ

باب ما یجوز ارتہانہ وما لا یجوز

یہ باب ان مسائل مین ہی کہ کون چیز کا رہن رکھنا جائز ہی اور کسکا جائز نہین لا یصح رہن مشاع لعدم کونہ ممیزا کما مر صحیح نہین رہن رکھنا مشاع یعنے
غیر مقسوم کا اسکے ممتاز اور جدا نہونے کے سبب سے چنانچہ شروع مین گذر گیا مطلقا مقارنا او طاریا من شریکہ او غیرہ یقسم اولا شاع کا رہن مطلقا صحیح نہین
خواہ شیوع عقد رہن کے متصل ہو یا پیچھے سے طاری ہوگیا خواہ اپنے شریک سے اسکو رہن رکھے یا اور اجنبی سے مشاع قیمت پذیر ہو یا نہو ثم الصحیح انہ فاسد
یضمن بالقبض وجوزہ الشافعی پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ مذہب صحیح یہ ہی کہ رہن مشاع کا باطل نہین فاسد ہی مرتہن پر اسکا ضمان قبضہ کرنے سے لازم ہوگا اور
رہن مشاع کو امام شافعی رح نے جائز رکھا ہی ہم انعقاد رہن کی شرط یہ ہی کہ مال ہو اور اسکے مقابل بھی مال مضمون ہو تو اگر شرائط جواز کی پائی گئی تو رہن صحیح منعقد
ہوگا اور اگر کوئی شرط مفقود ہوئی تو رہن فاسد منعقد ہوگا اور جہان رہن مال نہو چنانچہ آزاد یا خمر ہو یا مقابل اسکے مال مضمون نہو تو رہن اصلا منعقد نہوگا
اسی کا رہن باطل نام ہی وفی الاشباہ ما قبل البیع قبل الرہن الا فی اربعۃ المشاع والمشغول والمتصل بغیرہ والمعلق عتقہ بشرط قبل وجودہ غیر المدبر فیجوز بیعہا
لا رہنہا اور اشباہ مین ہی کہ جو چیز بیع قبول کرتی ہی وہ رہن بھی قبول کرتی ہی یعنی جس چیز کی بیع صحیح ہی اسکا رہن رکھنا بھی صحیح ہی سوائے چار چیزون کے
مشاع اور مشغول اور متصل بغیر اور وہ غلام جسکا عتق معلق ہوا کسی شرط سے قبل اسکے وجود کے سوائے غلام مدبر کے تو ان چارون کی بیع تو جائز ہی رہن رکھنا
انکا جائز نہین ہم مشغول کو مطلق کہا حالانکہ ایسا نہین ہی کیونکہ مشغول بملک راہن مانع رہن ہی اور مشغول بملک غیر کا رہن جائز ہی اور عتق معلق کی صورت
یہ ہی کہ مالک نے اپنے غلام سے کہا کہ تو اگر اس گھر مین داخل ہوگا تو تو آزاد ہی تو اسکی بیع تو درست ہی مگر رہن درست نہین ہان مگر مدبر مطلق کی بیع بھی
درست نہین لیکن مدبر مقید کی بیع جائز ہی کذا فی الطحطاوی وفیہا الحیلۃ فی جواز رہن المشاع ان یبیعہ النصف بالخیار ثم یرہنہ النصف

ثم یفسخ البیع قال المصنف وفیہ نظر ولعلہ تفرع علی الضعیف فی الشیوع الطاری اور اشباہ میں جواز رہن متاع کا یہ حیلہ مذکور ہی کہ نصف متاع کی بیع
بشرط خیار کے کرے پھر مشتری کے پاس نصف باقی کو رہن رکھے پھر بائع شرط خیار کے سبب سے بیع فسخ کرڈالے مصنف رح نے شرح میں کہا کہ اسمیں
اعتراض ہی اور شاید کہ یہ حیلہ متفرع ہی شیوع طاری میں ضعیف قول پر جیسے برہان میں ابو یوسف رح کا ضعیف قول یوں مذکور ہی کہ شیوع طاری ہو تو حکم رہن کا
مانع نہیں کذا فی الطحطاوی قلت بل ولا علی الصحیح لانہ بالخیار لا یخلو اما ان یبقی فی ملکہ او یعود بفسخہ وعلی کل یکون رہن المشاع ابتداء کما بسطہ فی تنویر
البصائر فتنبہ میں کہتا ہوں بلکہ وہ بنا بر قول صحیح کے ضعیف قول پر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ شرط خیار دو حال سے خالی نہیں کہ باقی رہے گا اسکی ملک
میں یا اسکی ملک کی طرف عود کریگا اور ہر حال میں متاع کا رہن ابتدا سے ہوگا چنانچہ مشرح بیان کیا ہی اسکو تنویر البصائر میں تو خبردار رہ نام شرف الدین غزی کی
تنویر البصائر حاشیہ اشباہ والنظائر میں مذکور ہی کہ یہ حیلہ اسپر متفرع ہی کہ شیوع طاری مضر نہیں بلکہ ظاہرا اسپر بھی متفرع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ جب بائع نے بیع کی
اس شرط پر کہ مجکو اختیار ہی تو مبیع بائع کی ملک سے باہر نہ گیا پھر جب اسکے ملک سے باہر گیا تو اسنے اپنے بعض ملک کو رہن رکھا تو رہن متاع ابتدا سے ثابت ہوا
اور اگر مشتری نے اپنا خیار شرط کیا تو صاحبین رح کے قول پر ظاہر ہی اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک مشتری میں داخل ہو گیا تو رہن رکھنا متاع کا اپنے شریک کے پاس
لازم آیا اور وہ جائز نہیں اور امام رح کے قول پر اگرچہ مدت خیار میں ملک مشتری میں داخل نہیں ہوا لیکن بعد مدت کے یا مشتری کی ملک میں داخل ہوگا یا بائع کی ملک
میں عود کریگا اور ہر حال میں رہن متاع کا ابتدا سے ظاہر ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا قلت والحیلۃ الصحیحۃ ما فی حیل تتمۃ المفتی اراد رہن نصف دارہ مشاعا فیبیع
نصفہا من طالب الرہن ویقبض منہ الثمن علی ان المشتری بالخیار ویقبض الدار ثم ینقض البیع بحکم الخیار فیبقی فی یدہ بمنزلۃ الرہن بالثمن واعتمدہ ابن المصنف فی
زواہر الجواہر میں کہتا ہوں اور صحیح حیلہ جواز رہن متاع میں وہ ہی جو تتمۃ المفتی کے حیلوں میں مذکور ہی ایک شخص نے اپنے گھر میں سے نصف غیر مقسوم کے رہن
رکھنے کا ارادہ کیا تو اسکے نصف کو طالب رہن کے ہاتھ بیع کرے اور اس سے ثمن اسکالے اس شرط پر کہ مشتری کو اختیار ہی اور مشتری گھر پر قبضہ کرے پھر بیع کو
توڑدے بحکم خیار کے تو نصف گھر مشتری کے قبضہ میں باقی رہیگا بمنزلہ رہن بعوض ثمن کے اور اس حیلہ پر شیخ صالح ابن مصنف رح نے زواہر الجواہر میں اعتماد کیا ہی اور
اسی طرح حموی نے حاشیہ اشباہ میں اس حیلہ کو ثابت رکھا منح الغفار میں ہی کہ اگر مشتری کے پاس تلف ہوگا تو مالک پر سے ثمن ساقط ہوگا اور اگر عیب دار
ہو جاویگا تو اسکے حساب کے موافق ثمن گھٹ جاویگا وفیہا الشیوع الثابت ضرورۃ لا یضر لما فی الولوالجیۃ لو جاء بثوبین وقال خذ احدہما رہنا والآخر بضاعۃ عندک
فان نصف کل منہما یصیر رہنا بالدین لان احدہما لیس باولی من الآخر فشیع الرہن فیہما بالضرورۃ فلا یضر اور زواہر الجواہر میں ہی کہ جو شیوع ضرورت کے سبب سے
ثابت ہو وہ رہن کے واسطے مضر نہیں اسواسطے کہ ولوالجیہ میں ہی کہ اگر ایک شخص دو کپڑے لایا اور بولا کہ انمیں سے ایک کپڑا رہن رکھو اور دوسرا کپڑا بضاعت رکھو اپنے
پاس تو ہر کپڑے سے نصف نصف رہن ٹھہر جاویگا دین کی عوض اسواسطے کہ ایک کپڑا رہن یا بضاعت کے واسطے اولی اور مقدم نہیں تو رہن شائع ہوگا
دونوں کپڑوں میں عدم ترجیح کی ضرورت کے سبب سے تو یہ شیوع ضروری رہن کو ضرر نہیں کرتا ولا رہن ثمرۃ علی نخل دونہ ولا زرع ارض او نخل ارض
بدونہا اور جائز نہیں رہن رکھنا اس پھل کا جو درخت پر ہی بدون درخت کے اور نہ زمین کی زراعت یا درخت یا عمارت کا بدون زمین کے ولا عکسہا
کرہن الشجر لا الثمر والارض لا النخل اور اسی طرح کا حکم ہی اسکے عکس میں چنانچہ رہن رکھنا درخت کا بدون پھل اور زمین کا رہن رکھنا بدون درخت کے
ہی اور اگر اخراج شجر کی تصریح نہ کی تو درخت بھی رہن میں بالتبع داخل ہوگا والاصل ان المرہون متی اتصل بغیر المرہون خلقۃ لا یجوز لامتناع قبض المرہون
وحدہ درر اور قاعدہ کلیہ ان مسائل میں یہ ہی کہ جب مرہون متصل ہو غیر مرہون سے باعتبار پیدائش کے تو رہن جائز نہیں بسبب ممتنع ہونے قبض مرہون
کے فقط کذا فی الدرر وعن الامام جواز رہن الارض بلا شجر اور امام رح سے ایک روایت ہی کہ زمین کا رہن بدون درخت کے جائز ہی ولو رہن الشجر بمواضعہا
او الدار بما فیہا جاز ملتقی لانہ متصل اتصال مجاورۃ اور اگر رہن کیا درختوں کو انکے مواضع کے ساتھ یا گھر رہن کیا اسکے ساتھ جو اسکے اندر ہی تو جائز ہی

کذا فی الملتقی اسواسطے کہ وہ متصل ہی باتصال مجاورت اور مشابہت کے وفی القنیۃ رہن دارا لحیطان مشترکۃ بینہ وبین الجیران صح فی العرصۃ والاغیر اتصال السقف بالحیطان المشترکۃ لکونہ تبعا اور قنیہ میں ہی کہ ایک گھر رہن رکھا اور حالانکہ اسکی دیواریں مشترک ہیں بیچ میں راہن اور پڑوسیوں کے تو رہن صحیح ہی صحن اور انگنائی میں اور چھت کا متصل ہونا مشترک دیواروں سے مفسد رہن کا نہیں اس لیے کہ وہ تابع ہی نہ اصل اھ قنیہ میں پوری روایت یوں ہی کہ رہن صحیح ہی صحن و چھت اور راہن کی خاص دیواروں میں کذا فی الخطادی ولا رہن الحر والمدبر والمکاتب وام الولد والوقف اور جائز نہیں رہن رکھنا آزاد کا اور غلام مدبر اور غلام مکاتب اور ام ولد اور وقف کا اھ لما ذکر ما لا یجوز رہنہ ذکر ما لا یجوز الرہن بہ فقال ولا بالامانات کودیعۃ وامانۃ غیر جبکہ مصنف رح نے وہ چیزیں ذکر کیں جنکا رہن رکھنا درست نہیں تو اب انکا ذکر شروع کیا جسکے بدلے رہن رکھنا درست نہیں تو مصنف رح نے یوں کہا اور رہن جائز نہیں بدلے اماتوں کے چنانچہ ودیعت اور امانت عام اور یہی طرح عاریت اور مال مضاربت اور مال شرکت کے بدلے رہن رکھنا جائز نہیں اسواسطے کہ رہن کا موجب ید استیفا ہی مرتہن کے واسطے تو رہن کا قبضہ لازم الضمان ہوگا تو ضمان ثابت کا ہونا ضروری ہی تاکہ قبض مضمون واقع ہو اور استیفاء دین ہو سکے اور امانت کے قبض میں ضمان نہیں کہ رہن اسکے بدلے صحیح ہو کذا فی الدرر ولا بالدرک خوف استحقاق المبیع فالرہن بہ باطل بخلاف الکفالۃ کما مر اور رہن بالدرک جائز نہیں استحقاق مبیع کے خوف سے تو رہن بالدرک باطل ہی بخلاف کفالت بالدرک کے کہ وہ صحیح ہی چنانچہ گذر گیا اھ رہن بالدرک اسواسطے صحیح نہیں کہ رہن تو استیفا ہی اور استیفا نہیں ہوتا واجب ہونے سے پہلے اسواسطے کہ معنی درک کے تاوان لینا ہی ثمن کا بعد استحقاق مبیع کے تا ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اور رہن بالدرک کی تفسیر یہ ہی کہ ایک شخص کوئی جنس بیع کرے اور اسکا ثمن لے اور مشتری کو خوف ہوا کہ شاید یہ چیز بائع کے سوا کسی اور شخص کی ملک نکلے اور ثمن کے بدلے بائع سے کوئی چیز رہن رکھ لے قبل از استحقاق کے تو یہ رہن باطل ہی اور یہ رہن اگر تلف ہوگا تو مشتری کے پاس امانت ہوگا ضمان اسکا لازم نہ آویگا خواہ درک حاصل ہو یا نہو برخلاف کفالت کے اسواسطے کہ کفالت بالدرک صحیح ہی اور وجہ فرق یہ ہی کہ رہن ہوتا ہی استیفا کیواسطے اور استیفا نہیں وجوب سے پہلے اور نہ اضافت ہو کی زمان مستقبل کی طرف سے جائز نہیں اور کفالت تو عبارت ہی التزام مطالبہ سے اور التزام افعال کا مضاف بمستقبل صحیح ہی ولا بالعین مضمونۃ بغیرہا ای بغیر مثل اوقیمۃ مثل المبیع فی ید البائع فانہ مضمون بالثمن فاذا ہلک ذہب بالثمن اور رہن جائز نہیں عین مضمون بغیرہا کے بدلے یعنی وہ چیز جسکا تاوان مثل یا قیمت سے نہیں چنانچہ مبیع بائع کے پاس اسواسطے کہ اسکا ضمان ثمن سے ہی پھر اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو گیا تو ثمن جاتا رہا اھ بائع نے مشتری کے ہاتھ کوئی چیز بیچی اور مبیع بائع کے پاس ہی بائع نے کوئی چیز مشتری کے پاس بدلے مبیع کے رہن رکھی تو یہ رہن باطل ہی اسواسطے کہ رہن واجب ہوتا ہی دین کے مقابلہ میں اور مبیع بائع کے پاس دین نہیں بلکہ اگر مبیع تلف ہوگا تو مشتری کے ذمہ سے ثمن ساقط ہوگا اور وہ بائع کا حق ہی اور کچھ ضمان نہیں کذا فی الدرر ولا بالکفالۃ بالنفس اور رہن جائز نہیں حاضر ضامنی کے بدلے یعنی کفیل کا اصیل پر مال واجب نہیں جسکے بدلے رہن جائز ہو اور اگر مال ضامن ہوا اور اصیل اسکے پاس مال کے بدلے کچھ رہن رکھے تو یہ رہن درست ہی کذا فی المنح ولا بالقصاص مطلقا فی نفس او ما دونہا اور رہن جائز نہیں بدلے قصاص کے ہر طرح خواہ قصاص جان کا ہو یا اعضا کا اسواسطے کہ استیفا قصاص رہن سے متعذر ہی اور یہ رہن باطل ہی اسواسطے کہ مرہون بعینہ قصاص نہیں تو اگر مرہون ہلاک ہوگا تو مالک کا مال ضائع ہوگا بخلاف الجنایۃ خطاء لامکان استیفاء الارش من الرہن برخلاف جنایت خطا کے کہ اسکے بدلے رہن جائز ہی بسبب ممکن ہونے دیت کے مرہون سے یعنی بہا اسکا تو مال واجب ہی تو رہن بمقابلہ مال کے جائز ہوگا ولا بالشفعۃ اور رہن جائز نہیں بدلے شفعہ کے یعنی رہن لینا جائز نہیں اس مشتری سے جبکہ تسلیم بیع شفعہ کے سبب سے واجب ہی اسواسطے کہ مبیع کا مشتری پر ضمان نہیں وباجرۃ النائحۃ والمغنیۃ اور رہن جائز نہیں نوحہ گر اور گانے والی عورت کی اجرت کے بدلے اسواسطے کہ اسکے مقابلہ میں کوئی چیز لازم الضمان نہیں کذا فی الدرر وبالعبد الجانی او المدیون اور رہن جائز نہیں غلام قاتل یا غلام مدیون کے بدلے اسواسطے کہ مالک پر اسکا ضمان نہیں واذا لم یصح الرہن فی ہذہ الصور فللراہن اخذہ فلو ہلک عند المرتہن قبل الطلب ہلک مجانا اذ لا حکم للباطل فیبقی القبض باذن المالک صدر الشریعۃ وابن کمال اور جب کہ رہن

صحیح نہوا ان سب صورتوں میں تو راہن کو مرہون کا لینا مرتہن سے جائز ہی پھر اگر مرہون تلف ہوئیا مرتہن کے پاس راہن کے طلب کرنے سے پہلے تو مفت تلف ہو گیا اسواسطے کہ رہن باطل ہے واسطے کچھ حکم ضمان کا نہیں تو باقی رہا قبض مرتہن کا مالک کے اذن سے کذا ذکرہ المصدر الشریعۃ و ابن کمال ولا رہن خمر وارتہانہا من مسلم او ذمی للمسلم ای لا یجوز المسلم ان یرہن خمرا و یرتہنہا من مسلم او ذمی اور جائز نہیں مسلمان کو رہن دینا خمر کا اور نہ خمر کا رہن لینا مسلمان یا ذمی سے یعنی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ خمر کو رہن دے یا خمر کو مسلمان یا ذمی سے رہن لے ہم اسواسطے کہ ایفا اور استیفا حق مسلم میں متعذر ہی اسواسطے کہ مسلم ممنوع ہی تملک اور تملیک خمر سے ولا یضمن لہ ای للمسلم مرتہنہا اما لو کان ذمیا او مسلم راہن کو خمر کا مرتہن ذمی ہو کر تاوان نہ دیگا یعنی اگر ذمی کے پاس مسلمان خمر کو (ہم مالک ہونا ۱۲ مالک کرنا ۱۲) رہن رکھے اور وہ تلف ہو جاے تو ذمی پر تاوان اسکا لازم نہوگا اسواسطے کہ خمر مسلم کے حق میں مال ہی نہیں جو اسکا تاوان واجب ہو وفی عکسہ الضمان لتقومہا عندہم لا عندنا اور اسکے بالعکس میں ضمان ہی یعنی اگر ذمی اپنی خمر مسلمان کے پاس رہن رکھے اور وہ تلف ہو جاے تو مسلمان پر تاوان دینا لازم ہو گا اسواسطے کہ خمر ذمیوں کے نزدیک مال متقوم ہی نہ ہمارے نزدیک وصح الرہن بعین مضمونۃ بنفسہا ای بالمثل او بالقیمۃ کالمغصوب وبدل الخلع والمہر وبدل الصلح عن دم عمد اور صحیح ہی رہن عین مضمونہ بنفسہا کے بدلے یعنی جس چیز کا ضمان اسکے مثل سے یا اسکی قیمت سے لازم ہوتا ہو جیسا نچہ غصب کی چیز اور بدل خلع اور مہر بدل صلح کا عمدا خون سے ہم اسکی تفصیل کتاب الرہن کے شروع میں مذکور ہو چکی اعلم ان الاعیان ثلثۃ عین غیر مضمونۃ اصلا کالامانات وعین غیر مضمونۃ ولکنہا تشبہ المضمونۃ کالمبیع فی ید البائع وعین مضمونۃ بنفسہا کالمغصوب ونحوہ وتمامہ فی الدرر دریافت کر کہ اعیان یعنی اشیاء غیر دین تین قسم ہین ایک وہ عین ہی جو غیر مضمون ہی یعنی اصلا اسکا ضمان نہیں جیسا نچہ امانتین دوسری عین غیر مضمون ہی لیکن وہ مضمون کے مشابہ ہی جیسا نچہ وہ مبیع کہ ہنوز بائع کے پاس ہی تیسری وہ عین جو مضمون بنفسہا ہی جیسا نچہ مغصوب اور مانند اسکے اور اسکا پورا بیان درر میں ہی ہم تفصیل اسکی درر میں یوں ہی کہ اعیان تین قسم ہین ایک عین تو اصلا مضمون نہیں یعنی اسکا تاوان نہیں جیسا نچہ امانات اسواسطے کہ ضمان عبارت ہی رد مثل مالک سے یعنی جو چیز تلف ہو گئی اسکے مانند چیز کو پھیر دینا اگر وہ مثلی چیز ہی یا اسکی قیمت پھیر دینا اگر وہ قیمت والی چیز ہی تو امانت اگر تلف ہو جاے بدون تعدی کے تو اسکے مقابلہ مین کچھ ضمان نہیں یا امانت تعدی سے تلف ہو تو وہ امانت نہ رہی بلکہ غصب ہو گئی دوسری عین مضمون بنفسہا جیسا نچہ مغصوب اور مانند اسکے اور فقہا اسکو اعیان مضمونہ بنفسہا کہتے ہین اور مراد یہ رکھتے ہین کہ اعیان کا ضمان فی حد ذاتہا ہی اور وجہ اسکی یہ ہی کہ ضمان عبارت ہی رد مثل مالک سے یا اسکی رد قیمت سے جیسا نچہ معلوم ہو چکا اور شی مثلی یا قیمتی کی ہلاکت میں اسکا مثل یا قیمت متعین ہو گی تو وہ مضمون فی حد ذاتہا ٹھہری قطع نظر عوارض سے تیسری وہ عین ہی جسکا ضمان نہیں لیکن وہ مشابہ مضمون ہی جیسے مبیع بائع کے قبض میں اسواسطے کہ اگر مبیع بائع کے پاس تلف ہو تو کسی پر اسکی مثل یا قیمت کا ضمان نہیں لیکن ثمن ساقط ہو جاویگا ذمہ سے مشتری کے اور ثمن مثل اور قیمت کے مغایر ہی تو بجز اس اعتبار کے اسکو عین مضمون بغیرہ کہا انتہی ما فی الدرر وصح بالدین الموعود بان رہن لیقرضہ کذا کالالف مثلا فلو دفع الیہ البعض وامتنع لا جبر اشباہ اور رہن صحیح ہی بمقابلہ دین موعود کے اس طرح کہ راہن نے کوئی چیز گرو رکھی تا مرتہن اسکو قرض دے اسقدر جیسا نچہ مثلا ہزار درم پھر اگر مرتہن اسکو بعض دے یعنی مثلا نصف دے اور باقی نہ دے تو اسپر جبر نہیں کذا فی الاشباہ ہم دین موعود موجود کی برابر قرار دیا گیا باعتبار حاجت کے اور جبکہ مرتہن بعض موعود دے گا تو اسی قدر پر مرہون محبوس رہے گا اور رہن موعود کا ایفا لازم نہیں اسلیے کہ وعدہ رہن کا حقیقت رہن سے قوی تر نہیں حالانکہ عقد رہن کے بعد تسلیم مرہون پر جبر نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا فاذا ہلک ہذا الرہن فی ید المرتہن کان مضمونا علیہ بما وعد من الدین فیسلم الالف للراہن جبرا اذا کان الدین مساویا للقیمۃ او اقل اما اذا کان اکثر فہو مضمون بالقیمۃ پھر جبکہ یہ رہن مذکور تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو اسپر تاوان لازم ہو گا بقدر وعدہ دین کے تو صورت مذکورہ میں مرتہن ہزار درم راہن کو دیگا زبردستی اسوقت میں جبکہ دین قیمت مرہون کے برابر ہو گا یا کمتر اور جبکہ قیمت سے زیادہ ہو گا تو وہ مضمون بالقیمت ہی یعنی مرتہن پر قیمت مرہون کا تاوان

لازم ہوگا نہ دین کا ہذا اذا سمی قدر الدین فان لم یسمہ لم یکن مضمونا فی الاصح کما مر فی المقبوض علی سوم الرہن بان رہنہ علی ان یعطیہ شیئا فہلک فی یدہ بل تضمن قیمتہ
میں الا بالامین مذکور فی البزازیۃ وغیرہا والاصح انہ غیر مضمون وقد تقدم ان المقبوض علی سوم الرہن اذا لم یبین المقدار غیر مضمون فی الاصح یہ یعنی دین کا وعدہ
ہلاکی مرہون سے تاوان لازم ہونا اسوقت ہے جبکہ راہن نے مقدار دین کو معین کردیا ہو پھر اگر اسنے معین نہ کیا ہو تو اسکا ضمان لازم نہوگا قول اصح
میں چنانچہ یہ گذر گیا اس مرہون کے بیان میں جسپر قبضہ ہو بطلب رہن یہ اسطرح کہ رہن رکھا اس شرط پر کہ راہن کو مرتہن کچھ دین دے سو مرہون
مرتہن کے پاس تلف ہوگیا ضمان اسمیں لازم ہوگا یا نہیں اسمیں خلاف ہے دو اماموں میں جو بزازیہ وغیرہا میں موجود ہے اور قول صحیح تر یہ ہے کہ اسمیں
تاوان نہیں ہے اور متن میں مقدم مذکور ہوچکا کہ مقبوض بطلب رہن جبکہ دین کی مقدار بیان نہو غیر مضمون ہے صحیح تر قول میں وصح برأس مال السلم
وثمن الصرف والمسلم فیہ اور صحیح ہے رہن سلم کی راس المال کے بدلے اور صرف کی ثمن اور مسلم فیہ کے بدلے ہم ہرچند صحت اس رہن کی مطلق دین کی صحت میں داخل
تھی لیکن اسکو علیحدہ اسواسطے مصنف رح نے ذکر کیا تاکہ مسائل آئندہ اسپر مترتب ہوں فان ہلک الرہن فی المجلس تم الصرف والسلم وصار
المرتہن مستوفیا حکما خلافا للثلثۃ پھر اگر مرہون تلف ہوگیا صرف اور سلم کی مجلس عقد میں تو صرف اور سلم کا عقد تمام ہوگیا اور مرتہن پا جانے والا
ٹھہر گیا حکما برخلاف ائمہ ثلثہ کے ہم یعنی مرتہن نے گویا راس المال اور ثمن صرف کا پایا اگر مرہون راس المال کے برابر تھا اور اگر زیادہ تھا
تو فاضل اسکے پاس امانت ہے اور اگر اقل تھا تو بقدر اسکے مستوفی ہوا اور باقی کو رب السلم سے لے وان افترقا قبل نقد وہلاک بطلا ای السلم والصرف
اور اگر عاقدین مجلس عقد سے جدا ہوگئے نقد دینے راس المال یا بدل صرف سے پہلے اور مرہون کے ہلاک ہوجانے سے پہلے تو سلم اور صرف باطل ہوگئے ہم وجہ بطلان
یہ ہے کہ راس المال اور بدل صرف میں قبض شرط ہے سو یہاں قبضہ حقیقی اور حکمی دونوں فوت ہوگئے واما المسلم فیہ فصحیح مطلقا اور مسلم فیہ تو مطلقا صحیح ہے خواہ مرہون مجلس
میں تلف ہوگیا یا بعد افتراق کے اسواسطے کہ مسلم فیہ کا قبضہ ہونا مجلس میں واجب نہیں فان ہلک الرہن تم العقد وصار عوضا للمسلم فیہ پھر اگر مرہون
ہلاک ہوگیا تو عقد سلم تمام ہوگیا اور وہ عوض ہوگیا مسلم فیہ کا ولو لم یہلک ولکن تفاسخا السلم فالمسلم فیہ رہن فہو رہن براس المال استحسانا لانہ بدلہ فقام
مقامہ اور اگر مرہون ہلاک نہوا ولیکن عاقدین نے عقد سلم کو فسخ کردیا اور مسلم فیہ کے بدلے رہن ہے تو وہ ازروے استحسان کے راس المال کے بدلے رہن ہوگا
اسواسطے کہ راس المال بدل ہے مسلم فیہ کا تو راس المال بجاے مسلم فیہ کے قائم ہوگیا وان ہلک الرہن بعد الفسخ المذکور ہلک بہ ای المسلم فیہ فیلزم
رب السلم دفع المسلم فیہ لبقاء الرہن حکما الی ان یہلک اور اگر مرہون ہلاک ہوگیا فسخ مذکور کے بعد تو مسلم فیہ کے بدلے ہلاک ہوا تو رب السلم کو مسلم فیہ کا
دینا لازم ہوگا بسبب باقی رہنے رہن کے حکما اسکے ہلاک ہونے تک ہم یعنی رب السلم پر مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دینا اور راس المال کا لینا واجب ہے اسواسطے
کہ رہن مضمون ہے اسکے بدلے اور البتہ رہن کا حکم اسکی ہلاکی تک باقی ہے تو رب السلم رہن کی ہلاکی سے مسلم فیہ کا مستوفی ہوگیا کذا فی المنح وللاب ان
یرہن بدین علیہ عبدا لطفلہ لان لہ ایداعہ فہذا اولی لسلامۃ مضمونا والودیعۃ امانۃ اور باپ کو جائز ہے اپنے طفل کا غلام رہن رکھنا بدلے اس دین
کے جو باپ پر ثابت ہے اسواسطے کہ باپ کو اسکے غلام کا ودیعت رکھنا درست ہے تو رہن رکھنا بطریق اولی درست ہوگا بسبب ہلاک ہونے رہن کے مرتہن پر
تاوان واجب ہوکر اور ہلاک ہونے ودیعت کے امانت ہوکر بلا تاوان والوصی کذلک اور وصی کو بھی اسی طرح صغیر کے غلام کو اپنے دین کے بدلے
رہن رکھنا جائز ہے وقال ابو یوسف لا یملکان ذلک اور ابو یوسف رح نے کہا کہ باپ اور وصی اسکے مالک نہیں یعنی اسکے غلام کے رہن رکھنے کے ثم اذا
ہلک ضمنا قدر الدین للصغیر لا الفضل لانہ امانۃ پھر جبکہ غلام مرہون ہلاک ہوجاے تو باپ اور وصی صغیر کو بقدر دین کے تاوان دے نہ زیادہ کا تاوان اسواسطے کہ
زیادہ امانت ہے اور امانت میں تاوان نہیں وقال التمرتاشی تضمن الوصی القیمۃ لان للاب ان ینتفع بمال الصبی بخلاف الوصی لکن جزم فی الذخیرۃ وغیرہا
بالتسویۃ بینہما اور تمرتاشی نے کہا کہ وصی غلام کی پوری قیمت کا تاوان دے اسواسطے کہ باپ کو صغیر کے مال سے نفع حاصل کرنا درست ہے برخلاف

ولہ ای للاب رہن مالہ عند ولدہ الصغیر بدین لہ ہو یعنی باپ کو جائز ہے کہ اپنا مال اپنے فرزند صغیر کے پاس رہن رکھے اور اس کا صغیر سے برابر ہونے کا یقین کیا ہے ولہ ای للاب رہن مالہ عند ولدہ الصغیر بدین لہ
رضی کہ اسکو درست نہیں لیکن ذخیرہ وغیرہ میں باپ اور وصی کے برابر ہونے کا یقین کیا ہے اور باپ کو جائز ہے اپنا مال رہن رکھنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بدلے اُس دین کے جو صغیر کا دین باپ پر ہے ہم فرزند صغیر
اور للصغیر علیہ ای علی الاب اور باپ کو جائز ہے اپنا مال رہن رکھنا اپنے فرزند صغیر کے پاس بدلے اس دین کے جو صغیر کا دین باپ پر ہے فانہ لایملک ذلک سراجیہ اور باپ اُس مرتہن کو فرزند
کا دین جیسے اُسکی ماں کا مہر جو باپ کے ذمہ ہے ویحبسہ لاجلہ ای لاجل الصغیر بخلاف الوصی
صغیر کے واسطے محبوس رکھے برخلاف وصی کے کہ وہ اُسکا مالک نہیں ہے کذا فی السراجیہ وکذا عکسہ فللاب رہن متاع طفلہ من نفسہ لانہ بوفور شفقتہ
جعل شخصین وعبارتین کشرائہ مال طفلہ اور اسی طرح کا حکم ہے اسکے بالعکس میں تو باپ کو اپنے طفل کی متاع رہن رکھنا اپنی ذات سے درست ہے اسواسطے
کہ باپ وفور شفقت کے سبب سے دو شخص عاقد کے مانند قرار دیا گیا اور اُسکی ایکہ عبارت بمنزلہ دو عبارت کے قرار دیگئی چنانچہ باپ کو خرید کرنا
اپنے طفل کا مال جائز ہے یعنے تو فقط باپ کا ایجاب اور قبول بمنزلہ بائع اور مشتری کے ہوگا بخلاف الوصی لانہ وکیل محض فلا یتولے
طرفی العقد فی رہن ولا بیع وتمامہ فی الزیلعی برخلاف وصی کے اسواسطے کہ وہ تو وکیل محض ہے تو وہ مالک نہوگا عقد کے ایجاب اور قبول کا نہ رہن میں نہ بیع
میں اور اسکا پورا بیان زیلعی میں ہے ہم اصل یہ ہے کہ ایک شخص رہن اور بیع کے عقد میں ایجاب اور قبول کا متولی نہیں ہوتا لیکن یہ قاعدہ باپ میں
اُسکی وفور شفقت کے سبب سے متروک ہوا اور وصی باپ کے مانند نہیں کیونکہ اُسکی شفقت قاصر ہے تو حقیقت حال سے عدول نہوگا کذا فی الزیلعی ملخصا وصح ثمن
عبد او خل او ذکیۃ ان ظہر العبد حرا او الخل خمرا او الذکیۃ میتۃ اور غلام اور سرکہ اور مذبوحہ کے ثمن کے بدلے رہن صحیح ہے اگرچہ ظاہر ہو کہ غلام تو واقع میں
آزاد ہے اور سرکہ شراب اور مذبوحہ مردار ہے ہم فائدہ صحت رہن کا یہ ہے کہ درصورت ہلاکی مرہون کے مرتہن پر ضمان واجب ہوگا اور اگر رہن باطل ہوتا تو ضائع
ہوتا امانت ہو کر کذا فی الطحطاوی وصح ببدل صلح انکار ان اقر بعد ذلک ان لا دین علیہ والاصل ان وجوب الدین ظاہرا یکفی لصحۃ الرہن والکفیل اور رہن
صحیح ہے اُس صلح کے بدل سے جو انکار سے ہوئی اگر اقرار کرے بعد اسکے کہ اُسپر دین نہ تھا واقع میں اور قاعدہ کلیہ وہ ہے جو گذر گیا کہ واجب ہونا دین کا ظاہر میں
صحت رہن اور کفیل ہونے کے واسطے کفایت کرتا ہے ہم صورت اُسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے صلح کی انکار سے یعنی انکار دین سے اور بدل صلح کے عوض کوئی چیز
رہن رکھدی پھر دونوں نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ واقع میں دین نہ تھا تو رہن کا ضمان لازم ہے اور اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ ظاہر میں وجوب
دین صحت رہن کے واسطے کافی ہے حقیقۃً واجب ہونا شرط نہیں کذا فی الدرر وصح رہن الحجرین والمکیل والموزون اور صحیح ہے رہن رکھنا چاندی
اور سونے اور کیلی اور وزنی چیز کا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ محل استیفاء دین ہیں کذا فی الدرر فان رہن المذکور بخلاف جنسہ ہلک بقیمتہ وہو ظاہر پھر اگر
چاندی یا سونا یا کیلی یا وزنی کو رہن رکھا اُسکی جنس کے مخالف سے چنانچہ بعوض کتب یا ثیاب کے اور مرہون ہلاک ہو گیا تو بمقابلہ کتب یا ثیاب کی قیمت
کے تلف ہوا اور یہ تو ظاہر ہے مانند سائر اموال کے ان بجنسہ وہلک ہلاک بمثلہ وزنا او کیلا لا قیمۃ خلافا لہما من الدین اور اگر اشیاء مذکورہ رہن ہوئیں
اپنے جنس کے ساتھ اور ہلاک ہو گئے تو ہلاک ہوئے بمقابلہ مثل دین کے وزن میں یا کیل میں نہ قیمت میں برخلاف صاحبین رحمہم کے ہم درصورت اتحاد جنس
دین اور مرہون کے امام رح کے نزدیک تاوان بالمثل ہے وزن یا کیل میں اور صاحبین رح کے نزدیک قیمت مرہون معتبر ہے نہ وزن یا کیل مثلاً بقدر دس
درم کے وزن چاندی رہن رکھی دس درم کے دین پر اور وہ تلف ہو گئی مرتہن کے پاس تو اگر چاندی کی قیمت دس درم تھی تو دین ساقط ہو گیا باتفاق امام رح
اور صاحبین رح کے اور اگر قیمت دس درم سے کمتر ہے تو امام رح کے نزدیک تو دین ساقط ہوا اور صاحبین رح کے نزدیک مرتہن پر اُسکی قیمت کا ضمان ہے
ہے اُسکے خلاف جنس سے کذا فی شرح ملا مسکین ولا عبرۃ بالجودۃ عند المقابلۃ بالجنس ثم ان تساویا فظاہر وان الدین اربد فالزائد فی ذمۃ الراہن وان الرہن
ازید فالزائد امانۃ درر وصدر الشریعۃ اور اعتبار نہیں مرہون کے جید اور کھرے ہونے کا مقابلہ جنس کے نزدیک پھر اگر دین اور مرہون برابر ہیں تو ظاہر ہے یعنی
دین ساقط ہو گیا اور اگر دین زیادہ مرہون سے ہو تو زائد راہن کے ذمہ ہے اور اگر مرہون زائد ہے تو وہ امانت ہے یعنی وہ راہن کا ہے یعنی اگر تلف

ہو گیا تو مرتہن پر اسکا ضمان نہیں کذا فی الدرر وصدر الشریعۃ باع عبدا علی ان یرہن المشتری بالثمن شیئا بعینہ او یعطی کفیلا کذلک بعینہ صح غلام بیچا اس شرط پر کہ مشتری ایک معین چیز رہن رکھدے بدلے ثمن کے یا اسی طرح معین ضامن دے تو بیع صحیح ہے ھم اگر متعین رہن نہیں تو اگر مجلس بیع میں تعیین بائع اور مشتری متفق ہو گئے تو بیع جائز ہے اور اگر اتفاق نہ کیا اور ثمن ادا کیا تو بھی بیع جائز ہے اور نہیں تو فاسد ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی و لا یجبر المشتری علی الوفاء لما مر انہ غیر لازم اور مشتری پر جبر نہیں وعدہ رہن پورا کرنے پر اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ وہ غیر لازم ہے یعنی رہن اور وعدہ رہن لازم الوفا نہیں اور وعدہ رہن کا رہن سے فرق نہیں حالانکہ رہن خود لازم نہیں تا عدم تسلیم تو وعدہ رہن کا بطریق اولی لازم نہو گا وللبائع فسخہ لفوات الوصف المرغوب اور در صورت عدم وفا بائع کو فسخ بیع جائز ہے بسبب فوت ہو جانے وصف مرغوب کے یعنی بائع راضی ہوا تھا شرط مذکور سے تو بدون اسکے راضی نہو گا پھر جب اسکی رضا تمام نہو ئی تو اسکو فسخ بیع کا اختیار ہے یا ترک رہن پر راضی ہو جاے الا ان یدفع المشتری الثمن حالا او یدفع قیمۃ الرہن المشروط رہنا لحصول المقصود فسخ بیع کا بائع کو اختیار ہے مگر یہ کہ مشتری ثمن نقد دے یا مرہون مشروط کی قیمت کو رہن رکھدے تو فسخ بیع کا اختیار نہ رہے گا بسبب حاصل ہو جانے مقصود کے ھم یہ جواب ہے سوال مقدر کا سوال یہ ہے کہ شرط میں تو رہن معین مذکور ہے اور قیمت اسکی خلاف ہے حاصل جواب یہ ہے کہ استیفا تو معنی پر ثابت ہے یعنی قیمت پر اور صورت رہن تو امانت ہے تو مقصود رہن سے اسکی قیمت ہے نہ بعینہ صورت فان قال المشتری البائع قد اعطاہ شیئا غیر مبیعہ امسک ھذا حتی اعطیک الثمن فھو رہن لتلفظہ بما یفید الرہن والعبرۃ للمعانی خلافا للثانی والثلثۃ اور اگر مشتری نے سوائے مبیع کے کوئی چیز بائع کو دی اور اس سے کہا کہ اسکو رکھو یہاں تک کہ میں تجکو ثمن دوں تو وہ رہن ہو گا بسبب بولنے مشتری کے وہ لفظ جو رہن کا فائدہ دیتا ہے اور اعتبار معانی کا ہے نہ الفاظ کا برخلاف ابو یوسف رح اور آئمہ ثلثہ کے ھم فتاوی عالمگیری میں ہے کہ رہن کا لفظ اور اسکا مادہ شرط نہیں و لو کان ذلک الشیء الذی قال لہ المشتری امسکہ ھو المبیع الذی اشتراہ بعینہ لو بعد قبضہ لانہ حینئذ یصلح ان یکون رہنا بثمنہ اگرچہ وہ چیز جسکو مشتری نے کہا کہ رکھو یہ وہی مبیع ہو جسکو اسنے بعینہ خرید کیا تو بھی رہن ثابت ہو گا بشرطیکہ مشتری نے بعد قبضہ کرنے مبیع کے یہ کہا ہو اسواسطے کہ اسوقت میں یعنی قبضہ کرنے کے بعد وہ اسکی صلاحیت رکھتا ہے کہ مرہون ہو بدلے اپنے ثمن کے ھم یعنی جب مشتری نے مبیع پر قبضہ کیا تو اسکی ملکیت اسمیں متعین ہو گئی یہانتک کہ اگر وہ بعد قبضہ تلف ہو تو مشتری کا مال تلف ہو گا نہ بائع کا اور عقد بیع فسخ نہو گا ولو قبلہ لا یکون رہنا لانہ محبوس بالثمن کما مر اور اگر مبیع کے قبضہ کرنے سے پہلے مشتری نے کہا کہ اسکو رکھنا ادائے ثمن تو وہ رہن نہو گا اسواسطے کہ وہ تو محبوس ہے بدلے ثمن کے چنانچہ گذر گیا ھم تو اگر مبیع قبل قبض کے تلف ہو گا تو بیع فسخ ہو گی اور ثمن مشتری کے ذمہ پر سے ساقط ہو گا بقی لو کان المبیع مما یفسد بمکثہ کلحم وخبز فابطا المشتری وخاف البائع تلفہ جاز بیعہ وشراؤہ ولو باعہ بازید تصدق بہ لان فیہ شبہۃ باقی رہی یہ صورت کہ اگر مبیع غیر مقبوض جسکو مشتری نے بائع کے پاس رہن رکھا اس قسم کی چیز ہے جو زیادہ ٹھہرنے سے بگڑ جاتی ہے جیسے گوشت اور روٹی سو مشتری نے ادائے ثمن میں دیر لگائی اور بائع ڈرا اسکے تلف ہو جانے سے تو اسکا بیچنا اور دوسرے شخص کو اسکا خرید کرنا جائز ہے اور اگر اسکو بیچا ثمن اول سے زیادہ تو زائد کو خیرات کردے اسواسطے کہ اسمیں شبہہ ہے غیر کے مال ہونے کا یعنی مشتری کا ھم طحطاوی نے کہا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسئلہ مستقل عام ہو خواہ رہن ہو یا نہو رہن رجل عینا عند رجلین بدین لکل منہما صح وکلہ رہن من کل منہما ولو غیر شریکین اور اگر ایک مرد نے کوئی چیز دو مردوں کے پاس رہن رکھی بدلے اس دین کے جو دونوں کا ہے تو رہن صحیح ہے اور وہ چیز بالکل دو شخصوں کے پاس مرہون ہے اگرچہ دونوں شریک نہوں ھم یہ نہیں ہے کہ اسکا نصف ایک شخص کے پاس رہن ہو اور دوسرا نصف دوسرے شخص کے پاس اسواسطے کہ رہن مضاف ہے جمیع عین کی طرف بصفقہ واحدہ اور اسمیں شیوع نہیں اور موجب اسکا حبس بالدین ہے اور وہ متجزی نہیں تو وہ محبوس ٹھہرا ہر شخص کا اور اسمیں کچھ منافات نہیں برخلاف اسکے کہ اگر ہبہ کردے دو شخصوں کو تو امام رح کے نزدیک درست نہیں اسواسطے کہ ہبہ سے مقصود ایجاب ملک ہے

اور عین واحد میں ہر شخص کی ملک کامل متصور نہیں ہوسکتی کذا فی الدرر **فان تہایئا فکل واحد منہما فی نوبتہ کالعدل فی حق الآخر** ہذا لو مما لا یتجزی وان مما

یتجزأ فعلی کل حبس النصف فلو دفع لہ کلہ ضمن عندہ خلافا لہما وصلہ مسئلۃ الودیعۃ زیلعی پھر اگر دونوں مرتہنوں نے مرہون مذکور میں باری باندھ لی تو ہر مرتہن اپنی باری
میں شخص عادل کے مانند ہے دوسرے مرتہن کے حق میں یہ اُس صورت میں ہے جبکہ مرہون اُس قسم سے ہو جو قسمت قبول نہیں کرتا جیسے گھوڑا یا غلام اور اگر
قسمت پذیر ہو جیسے نمک یا گیہوں تو ہر مرتہن کو نصف مرہون کا حبس لازم ہے اگر ایک دوسرے کو بالکل مرہون دیگا تو امام رح کے نزدیک ضامن ہوگا وان
لازم ہوگا نہ صاحبین کے نزدیک اور اس مسئلہ کی اصل ودیعت کا مسئلہ ہے کذا فی الزیلعی ہم دافع پر ضمان غصب لازم آویگا زیلعی میں ہے کہ جب شی قابل قسمت
دو شخصوں کے پاس ودیعت رکھے سو ایک مودع نے دوسرے کو بالکل دیدی تو دافع پر ضمان لازم آویگا خلافا للصاحبین ولو ہلک ضمن کل حصتہ لتجزی الاستیفاء
اور اگر مرہون تلف ہوگا تو ہر مرتہن بقدر اپنے حصہ دین کے تاوان دیگا بسبب قسمت پذیر ہونے استیفاء دین کے یعنی عند الہلاک ہر مرتہن اپنے حصہ کا مستوفی
ہوگیا اسواسطے کہ استیفا متجزی ہے کذا فی الدرر **فان قضی دین احدہما فکلہ رہن للآخر** لما مران کل العین رہن فی ید کل منہما بلا تفرق پھر اگر راہن نے ایک
مرتہن کا دین ادا کردیا تو بالکل مرہون دوسرے مرتہن کے پاس رہن رہیگا بدلیل گذشتہ کہ تمام عین ہر مرتہن کے ہاتھ میں رہن ہے بلا تفرق یعنی بلا تجزی وان
رہنا رجلا رہنا واحدا بدین علیہما صح بکل الدین وممسکہ الی استیفاء کل الدین اذ لا شیوع اور اگر دو شخصوں نے ایک مرد کے پاس ایک چیز رہن رکھی عوض
اُس دین کے جو دونوں پر ہے تو رہن صحیح ہوگا بعوض تمام دین کے اور مرتہن مرہون کو اپنے پاس رکھیگا تمام دین کے حاصل ہونے تک اسواسطے کہ اُس صورت
میں شیوع نہیں ہے اسواسطے کہ قبض رہن تمام مرہون میں بلا شیوع حاصل ہے کذا فی الدرر **ولو رہن عبدین بالف لا یاخذ احدہما بقضاء حصتہ**

لحبس الکل بکل الدین کالمبیع فی ید البائع اور اگر ایک شخص نے دو غلام بعوض ہزار کے رہن رکھے تو راہن ایک غلام کو اُسکا حصہ ادا کرنے سے نہ لیگا بسبب
محبوس ہونے دونوں غلام کے بعوض تمام دین کے اجمالاً جیسے مبیع محبوس رہتا ہے بائع کے پاس تا ادائے کل ثمن **فان سمی لکل واحد منہما شیئا من الدین لہ ان یقبض**
احدہما اذا ادی ما سمی لہ بخلاف البیع لتعدد العقد بتفصیل الثمن فی الرہن لا البیع ہو الاصح اور اگر راہن نے ہر غلام کے واسطے کچھ دین مقرر کردیا یعنی
مثلاً یوں کہا کہ یہ غلام بعوض چار سو درم کے رہن رکھتا ہوں اور وہ غلام بعوض چھ سو درم کے رکھتا ہوں تو راہن کو ایک غلام پر قبضہ کرنا جائز ہے جبکہ ادا کرے
اُسقدر دین جو اُسکے واسطے معین کردیا تھا بخلاف بیع کے بسبب متعدد ہوجانے عقد کے تفصیل ثمن سے رہن میں نہ بیع میں یہی قول صحیح تر ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ عقد
رہن کا قبول کرنا ایک غلام میں دوسرے عقد کے صحیح ہونے کے واسطے شرط نہیں برخلاف بیع کے اسواسطے کہ بیع میں امام کے نزدیک تفصیل ثمن سے تعدد عقد کا
نہیں ہوتا ولہذا اگر ایک میں بیع قبول کرے نہ دوسرے میں تو بیع باطل ہوجاویگی کل میں اسواسطے کہ بائع کو ضرر ہوتا ہے تفریق صفقہ سے کیونکہ عادت یہ جاری ہے
کہ ناقص کو عمدہ کے ساتھ ملاکر بیچتے ہیں اور رہن میں ایسا نہیں ہے اسواسطے کہ راہن کو تفریق سے ضرر نہیں ہوتا اور یہی روایت اصح ہے اور اصل کی روایت میں اس مسئلہ
میں اور مسئلہ سابقہ میں کچھ فرق نہیں کذا فی المنح طحطاوی نے کہا بہتر یہ تھا کہ شارح بجائے تفصیل الثمن کے تفصیل البدل کہتا اسواسطے کہ ثمن بیع میں ہوتا ہے نہ رہن

میں **وبطل بینۃ کل منہما** ای من رجلین **علی رجل انہ** ای کل واحد **رہنہ ہذا الشیء** کعبد مثلا **عندہ وقبضہ** لاستحالۃ کون کلہ رہنا لہذا وکلہ رہنا لذاک فی آن
واحد ولا یمکن تنصیفہ للزوم الشیوع فتہاترتا وحینئذ فیہلک امانۃ اذ الباطل لا حکم لہ اور دو مردوں کے گواہ ایک مرد پر باطل ہیں اس مقدمہ میں کہ اُس مرد نے
اُسکے پاس یہ چیز مثلاً غلام کو رہن رکھا اور اُسنے اسپر قبضہ کیا اسواسطے کہ تمام غلام کا اُسکے پاس رہن ہونا اور سب غلام کا اُسکے پاس رہن ہونا ایک
آن میں محال ہے اور اُسکا نصفا نصف رہن ہونا ممکن نہیں بسبب لازم ہونے شیوع کے تو دونوں گواہیاں ساقط ہوگئیں اور اسوقت میں اگر مرہون ہلاک
ہوگا تو امانت ہلاک ہوگا بدون ضمان کے اسواسطے کہ رہن باطل کے لیے کچھ حکم نہیں ہے تمام حق یوں ہے کہ انہ کی ضمیر کا مرجع رجل ہے نہ کل واحد اور رہنہ کی ضمیر مستتر کا
مرجع رجل راہن ہے اور ضمیر ظاہر کا مرجع کل واحد ہے اس لیے کہ مرتہن دو مرد ہیں اور راہن ایک مرد تنہا ہے کذا فی الطحطاوی لہذا مترجم نے اسی کے

موافق ترجمہ کیا شارح کے موافق لان الحق احق بالاتباع ہذا اذا لم یورخا فان ارخا کان صاحب التاریخ الاقدم اولی وکذا اذا کان الرہن فی ید
احدہما کان ہو ذوالید احق لقرینۃ سبقتہ یعنی بطلان شہادتین کا اسوقت ہے جبکہ دونوں نے تاریخ بیان نکی ہو سو دونوں نے اگر تاریخ بیان کی ہو تو اگلی تاریخ
والا لائق تر ہے اور اسی طرح جبکہ مرہون ایک مدعی کے پاس ہو تو قابض زیادہ تر حقدار ہے اسکی سبقت کے قرینہ سے یعنی اسکا قابض ہونا قبضہ پر دلیل ہے
اسکے سبقت کی ولو مات راہنہ ای راہن العبد مثلا والحال ان الرہن معہما ای فی ایدیہما او ولا ولیس العبد معہما فان الحکم وہو نصفہ قبضہ رہن کل کذالک
لما وصفناہ کان فی ید کل واحد منہما نصفہ ای العبد رہنا بحقہ استحسانا لانقلابہ بالموت استیفاء والشائع یقبلہ اور اگر مثلاً غلام کا راہن مرگیا اور حالانکہ
مرہون انکے ساتھ ہے یعنی انکے قبضے میں ہے یا قبضے میں دونوں کے نہیں ہے دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے کذا فی الزیلعی جیسے ہر مرتہن کسی طرح گواہ لایا چنانچہ
ہم نے اسکو بیان کیا ہے یعنی ہر مرتہن کے گواہ نے یہ گواہی دی کہ میت نے اس غلام کو مدعی کے پاس رہن رکھا اور اسکا قبضہ اسپر رہا تو ہر مرتہن کے قبضہ
میں نصف نصف غلام رہن رہیگا اسکے حق یعنی اسکے دین کے بدلے از روے استحسان کے اسلیے کہ بموت راہن کے سبب سے منقلب باستیفا ہو گیا اور شائع
استیفا کو قبول کرتا ہے قیاس یہ ہے کہ رہن مذکور باطل ہو اسواسطے کہ رہن سے مقصود حبس ہے استیفا دین کیواسطے اور حبس یہاں نہیں ہو سکتا شیوع کے
سبب سے وجہ استحسان یہ ہے کہ عقد تو بالذات مراد نہیں ہوتا بلکہ حکم عقد مراد ہوتا ہے اور حکم رہن کا زندگی راہن میں حبس تھا اور شائع اسکو قبول نہیں کرتا اور راہن
کی موت کے بعد دین حاصل کرتا ہے مرہون کو بیچکر اسکے ثمن سے اور شائع اسکو قبول کرتا ہے کذا فی المنح اخذ عمامۃ المدیون لتکون رہنا عندہ لم تکن رہنا

بل اذا ہلکت تہلک ہلاک مرہون قال وہذا ظاہر اذا رضی المطلوب بترکہا رہنا عمادیہ ومفادہ انہ ان رضی بترکہ کان رہنا والا لا وعلیہ یحمل اطلاق السراجیۃ وغیرہا لما
افادہ المصنف دائن نے مدیون کی پگڑی لی تا اسکے پاس رہن رہے تو وہ پگڑی رہن نہ ٹھہریگی اور جبکہ تلف ہوگی تو بطور مرہون کے تلف ہوگی یعنی ضمان رہن لازم
ہوگا نہ ضمان غصب کا صاحب عمادیہ نے کہا اور یہ حکم یعنی اسکا ہلاک ہونا بطور مرہون کے ظاہر ہے جبکہ مدیون اسکے رہن رہنے پر راضی ہو گیا ہو کذا فی العمادیہ
اور اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ اگر مالک اسکے رہن رہنے پر راضی ہوا تو وہ رہن ثابت ہوگا اور اگر راضی نہوا تو رہن نہیں غصب ہے اور شق ثانی کے مستفاد پر
سراجیہ وغیرہا کا اطلاق محمول ہے چنانچہ مصنف رح نے اسکو شرح میں بیان کیا ہے سراجیہ میں یوں ہے کہ جب مدیون کی پگڑی بدون اسکی رضامندی کے اپنے پاس
رہن رکھنے کیواسطے لی تو وہ رہن نہیں ہے بلکہ غصب ہے انتہی خلاصہ مطلب شارح کا یہ ہے کہ اگر بدون رضاے مدیون پگڑی لی پھر وہ راضی ہو گیا اور پگڑی تلف ہوئی تو
بطور رہن کے تلف ہوئی اور اگر راضی نہوا تو بطور غصب کے تلف ہوئی اور مانند اسکے عالمگیری میں جواہر الفتاوی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی لرب المال

یمسک مال المدیون رہنا بلا اذنہ وقیل اذا ایس فلہ اخذہ مکان حقہ قضاء عن دینہ واقرہ المصنف مجتبی میں ہے کہ مالک مال کو جائز ہے کہ مدیون کے مال کو بدون اسکی
اجازت کے رہن کے طور پر روک لے اور بعض نے کہا ہے کہ جب مالک کو یاس ہو تو اسکو اپنے دین کی جگہ پر مدیون کا مال لے لینا اپنے دین کے وصول کرنے کو درست
ہے اور اسکو مصنف رح نے ثابت رکھا ہے دفع ثوبین فقال خذ ایہما شئت رہنا بکذا فاخذہما لم یکن واحد منہما رہنا قبل ان یختار احدہما سراجیہ مدیون نے
دائن کو دو کپڑے دیے پھر کہا کہ ان دو میں سے ایک کپڑا جسکو تو چاہے رہن رکھ بعوض اسقدر دین کے سو دائن نے دونوں کپڑے لیے تو ان میں سے ایک کپڑا ابھی
رہن نہوگا ایک کے اختیار کرنے سے پہلے کذا فی السراجیہ یعنی جبتک ایک کپڑے کو پسند نکریگا تو رہن ثابت نہوگا فروع مسائل ملحقہ شارح کے غصب الرہن کہلاکہ

الا اذا غصب فی حال انتفاع مرتہن باذن راہن رہن کا غصب کرنا اسکے تلف ہو جانے کے مانند ہے تاوان لازم ہونے میں لیکن جبکہ غاصب نے غصب کیا اس
حالت میں جبکہ مرتہن مرہون کو اپنے استعمال میں لایا ہو راہن کی اجازت سے تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا اگر مصحف رہن رکھا اور راہن نے مرتہن کو
اسمیں پڑھنے کی اجازت دی تو اگر پڑھنے کی حالت میں تلف ہو گیا تو دین ساقط نہوگا یعنی اس لیے کہ ضمان مرتہن پر لازم نہوگا اسلیے کہ رہن کا حکم حبس
ہے پھر جب اسکو استعمال میں لایا مالک کے اذن سے حکم بدل گیا اور رہن باطل ہو گیا اور اگر تلف ہوا پڑھنے کے بعد تو دین ساقط ہوگا کذا فی العالمگیریۃ

عن الحجر امرہ بدفعہ للدلال فدفعہ فہلک لم یضمن راہن نے مرتہن کو امر کیا کہ مرہون دلال کو دے یعنی بیچنے کو سو مرتہن نے اسکو دیا پھر وہ تلف ہوگیا تو مرتہن پر
ضمان لازم نہوگا حمامی وضع المصحف الراہن فی معتمدہ ووضع علیہ قمقمة ماء للشرب فانصب الماء علی المصحف فہلک ضمن ضمان الرہن الا الزیادۃ لانہ کان
مرہون مصحف کو اپنے معتمد رکھ دیا اور اسپر پانی پینے کا لوٹا رکھدیا سو پانی چہلک پڑا مصحف پر سو وہ بھیگ کے تلف ہوگیا تو حمامی رہن کا تاوان دیگا
یعنی دین اسکا ساقط ہوگا اور اگر مصحف کی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو اسکا تاوان لازم نہوگا کیونکہ دین سے زیادہ امانت ہی اور امانت میں
تاوان نہیں ولو وضع لا یضمن شیئا فتنیۃ در امانت دار پر کچھ تاوان نہیں یعنی بدون تعدی کے کذا فی القنیۃ الاجل فی الرہن یفسدہ مدت مقرر رہن کی مفسد ہی اور مستفید رہن کا
حاکم حبس دائمی ہی تا حصول دین کو درصورت ہلاک کے تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہی لزوم ضمان میں بخلاف رہن باطل کے کذا فی
الحمادی سلطہ بیعہ ومات فللمرتہن بیعہ بلا محضر ارثہ راہن نے مرتہن کو مرہون کی بیع پر مسلط کردیا اور راہن مرگیا تو مرتہن کو اسکی بیع کا اختیار ہی بدون حاضر ہونے
راہن کے وارثوں کے ہم تو وارث بیع نقض بیع نہیں کرسکتا اس لیے کہ حق مرتہن کا اُس سے متعلق ہوگیا ہی اور وہ باطل نہیں ہوسکتا راہن کے مرجانے سے کذا فی
الحمادی غاب الراہن غیبۃ منقطعۃ فرفع المرتہن امرہ الی القاضی لیبیعہ بدینہ ینبغی ان یجوز ولو مات ولا یعلم لہ وارث فباع القاضی دارہ جاز کذا فی متفرقات بیوع
النہر راہن غائب ہوگیا بطور غیبت منقطعہ کے سو مرتہن نے اسکی نالش کی قاضی سے تا مرہون کو بیچ دے اسکے دین کے سبب سے تو لائق قواعد فقہ یہی ہی کہ جائز
ہو اور اگر راہن مرگیا اور اسکا کوئی وارث معلوم نہیں سو قاضی نے اسکا گھر بیچ ڈالا تو جائز ہی ایسا مذکور ہی نہر الفائق کی کتاب البیوع کے متفرقات میں
وفی الذخیرۃ لیس للمرتہن بیع ثمرۃ الرہن وان خاف تلفہا لان لہ ولایۃ الحبس لا البیع ویمکن رفعہ الی القاضی حتی لو کان فی موضع لا یمکنہ الرفع
اور ذخیرہ میں ہی کہ مرتہن کو جائز نہیں مرہون کا پھل بیچنا اگرچہ اسکے تلف ہوجانے کا
للقاضی او کان بحال یفسد قبل ان یرفع جاز لہ ان یبیعہ
خوف ہو اسواسطے کہ مرتہن کو حبس مرہون کا اختیار ہی نہ بیع کا اور ممکن ہی اسکا مرافعہ کرنا قاضی کی طرف سے تو اگر ایسے مکان میں ہو کہ اسکو
قاضی کی طرف سے مرافعہ کرنا ممکن نہو یا وہ پھل ایسا نازک ہو کہ سڑ جاتا ہو مرافعہ کرنے سے پہلے تو مرتہن کو اسکا بیچنا جائز ہی واللہ اعلم

باب الرہن یوضع علی ید عدل

یہ باب ہی اُس رہن کے احکام میں جو رکھا جاے عدل یعنی معتمد کے ہاتھ میں جب راہن اور مرتہن کے احکام مذکور ہوچکے تو اب اُنکے نائب کے احکام
شروع ہوے یعنی عدل کے اور عدل سے یہاں مراد وہ شخص ہی جسکے پاس مرہون رکھنے پر راہن اور مرتہن دونوں راضی ہوگئے اور اسکی بیع پر راضی ہوے
مدت کے آنے پر اور وہ راہن کا وکیل ہی مرہون کی بیع میں لیکن وہ تو وکیل مفرد کے مخالف ہی چند مسائل میں چنانچہ بعض مسائل مذکورہ عنقریب مذکور
ہونگے سمی بہ لعدالتہ فی زعم الراہن والمرتہن نائب کا نام عدل اسواسطے رکھا گیا کہ اسکی عدالت راہن اور مرتہن کے گمان میں ثابت ہی اذا وضعا الرہن
علی ید عدل صح ویتم بقبضہ جیسے کہ راہن اور مرتہن نے مرہون کو معتمد کے ہاتھ میں رکھ دیا تو رہن صحیح ہی اور رہن تمام اور لازم ہوگا اُس شخص کے قبضہ
کرنے سے ولا یاخذہ احدہما منہ اور نہ لے گا مرہون کو راہن یا مرتہن معتمد سے یعنی اسواسطے کہ دونوں کے حق مرہون سے متعلق ہیں راہن کا
حق ہی حفظ اور امانت میں اور مرتہن کا حق ہی استیفاء دین میں تو ایک شخص دوسرے کے ابطال حق کا مالک نہوگا وضمن لو دفع الی احدہما
لتعلق حقہما بہ اور معتمد تاوان دے گا اگر مرہون راہن یا مرتہن کو دے گا اس لیے کہ دونوں کا حق اُس سے متعلق ہی یعنی اسواسطے کہ شخص معتمد
راہن کا امانت دار ہی عین کے حق میں اور مرتہن کا امانت دار ہی مالیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہی اور امانت دار پر تاوان
لازم آتا ہی اجنبی کے دینے سے کذا فی الدرر فلو دفعہ فہلک ضمن لتعدیہ واخذ منہ قیمتہ وجعلہا عندہ او عند غیرہ ولیس للعدل جعلہا رہنا
فی یدہ لئلا یصیر قاضیا ومقتضیا پھر اگر معتمد نے مرہون ایک کو یعنی راہن یا مرتہن کو دیا سو وہ اسکے پاس تلف ہوگیا تو معتمد تاوان دے

اپنی تعدی کے سبب سے اور راہن اور مرتہن معتمد سے مرہون کی قیمت لیں اور اُس قیمت کو رہن رکھدیں اُس معتمد کے پاس یا اُسکے سوا اور شخص کے پاس اور معتمد کو
اُس قیمت کا رہن رکھ لینا اپنے پاس جائز نہیں تاکہ معتمد ادا کرنے والا اور قیمت کا تقاضا کرنے والا نہو جاوے ہم اسواسطے کہ قیمت مرہون کی معتمد پر واجب
ہے تو اگر قیمت کو اپنے پاس رکھے تو قیمت کا ادا کرنے والا اور تقاضا کرنے والا ٹھہر گیا اور حالانکہ دونوں میں تخالف ہے کذا فی المنح وہل للعدل الرجوع بسوء فی
المطولات اور معتمد کو کیا رجوع کرنا جائز ہے جواب اُسکا مفصل مذکور ہے بڑی کتابوں میں ہم زیلعی میں ہے کہ جب مرہون کی قیمت رہن ہوئی معتمد اول کے پاس یا
غیر کے پاس پھر راہن نے دین ادا کیا سو اگر معتمد نے قیمت کا تاوان دیا ہو اس وجہ سے کہ اُسنے مرہون راہن کو دیا تھا تو قیمت مرتہن کے واسطے سالم رہی اُسکو جسکے
پاس ہے اور اگر معتمد نے مرہون کی قیمت کا ضمان دیا ہو اس وجہ سے کہ اُسنے مرہون مرتہن کو دیا تھا تو راہن قیمت کو لیگا جسکے پاس ہے پھر معتمد کو مرتہن سے قیمت پھر لینا
جائز ہے یا نہیں جواب اُسکا یہ ہے کہ اگر معتمد نے مرتہن کو مرہون بطور عاریت یا ودیعت کے دیا اور وہ تلف ہو گیا ہو اُسکے پاس تو مرتہن سے اُسکا رجوع درست نہیں اور
اگر مرتہن نے اُسکو خود تلف کر ڈالا ہو تو معتمد مرتہن سے بھر لیگا اور اسی طرح رجوع درست ہے اگر معتمد نے مرہون دینے کے وقت مرتہن سے یون کہا ہو کہ لے اسکو بدلے
اپنے حق کے یا جنس کے اسکو بدلے اپنے دین کے کذا فی الطحطاوی مختصراً واذا ہلک یہلک من ضمان المرتہن اور جبکہ مرہون تلف ہو گیا معتمد کے پاس تو مرتہن
کے ضمان سے تلف ہو گا یعنی مرتہن پر تاوان اُسکا لازم ہو گا فان وکل الراہن المرتہن او وکل العدل او غیرہما ببیعہ عند حلول الاجل صح توکیلہ لو الوکیل
اہلا لذلک ای للبیع عند التوکیل پھر اگر راہن مرتہن کو یا معتمد کو یا اُنکے سوا اور شخص کو مرہون کی بیع کا وکیل کرے دین کی مدت آنے کے نزدیک تو یہ وکیل
کرنا صحیح ہے بشرطیکہ وکیل بیع کرنے کی لیاقت رکھتا ہو وکیل کرنے کے وقت یعنی عاقل بالغ ہو والا یکن اہلا لذلک عند التوکیل لا تصح الوکالۃ وحینئذ فلو وکل
بیعہ صغیرا لا یعقل فباعہ بعد بلوغہ لم یصح خلافا لہما اور اگر وکیل اُسکی لیاقت نہ رکھتا ہو توکیل کے وقت تو وکالت صحیح نہوگی اور اسوقت میں تو اگر
راہن نے مرہون کی بیع کا صغیر بے تمیز کو وکیل کیا اور اُسنے اپنے بالغ ہونے کے بعد بیع کی تو بیع صحیح نہوگی امام کے نزدیک برخلاف صاحبین رح کے کہ
اُنکے نزدیک بیع صحیح ہے فان شرطت الوکالۃ فی عقد الرہن لم ینعزل بعزلہ ولا بموت الراہن ولا المرتہن للزومہا بلزوم العقد فہی تخالف
الوکالۃ المفردۃ من وجوہ احدہا ہذا پھر اگر وکالت مشروط ہوئی عقد رہن میں تو وکیل معزول نہوگا راہن کے معزول کرنے سے اور نہ راہن کی موت سے اور
نہ مرتہن کی موت سے بسبب لازم ہو جانے وکالت کے عقد رہن کے لزوم کے سبب سے تو رہن کی وکالت مخالف ہے وکالت مفردہ سے بچند وجہ
اُنمین سے ایک وجہ یہ ہے کہ موکل کی موت سے وکیل معزول نہیں ہوتا اور وکالت مفردہ میں معزول ہو جاتا ہے ہم شرط وکالت کی یہ صورت ہے کہ راہن
کہے کہ مین نے اسکو رہن رکھا اس شرط پر کہ فلانا شخص مدت کے آنے پر وکیل ہے اسکے بیع کرنے کا کذا فی الحموی والثانی ان الوکیل ہنا یجبر علی
البیع عند الامتناع اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وکیل پر یہان یعنی بیع رہن کی وکالت مین جبر کیا جاوے گا بیع پر امتناع کے نزدیک ہم وجہ جبر یہ ہے
تاکہ مرتہن کو ضرر نہو اور کیفیت جبر کی یہ ہے کہ حاکم وکیل کو چند روز قید رکھے اگر اسپر بھی وہ اصرار کرے تو حاکم اُسکو بیچڈالے کذا فی الدرر وکذا لو شرطت بعد الرہن
فی الاصح زیلعی علی خلاف ظاہر الروایۃ وان صححہا قاضی خان وغیرہ علی مانقلہ القہستانی وغیرہ فتنبہ بخلاف المفردۃ اور اسی طرح توکیل اور وکیل پر جبر
صحیح ہے اور وکالت مشروط ہو گئی ہووے بعد رہن کے صحیح تر قول میں کذا فی الزیلعی برخلاف ظاہر الروایۃ کے اگرچہ قاضیخان وغیرہ نے ظاہر الروایۃ
کو صحیح کہا ہے چنانچہ قہستانی وغیرہ نے اسکو نقل کیا ہے تو خبردار رہو برخلاف وکالت مفردہ کے ہم عالمگیری میں ہے کہ اگر معتمد بیع سے انکار کرے
تو اگر توکیل بعد تمام رہن کے ہوئی ہو تو ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے روایت ہے اور اسی قول کو بعض مشائخ نے لیا ہے کہ اُسپر جبر کیا جاوے گا چنانچہ
وجیز میں ہے اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ محیط سرخسی میں ہے والثالث انہ یملک بیع الولد والارش اور تیسری وجہ یہ ہے کہ وکیل مذکور مرہون
کے بچے اور دیت کے بیع کا مالک ہے ہم بیع دیت کی یہ صورت ہے کہ غلام مرہون کو کسی نے قتل کیا خطا کی راہ سے پھر اُسکی دیت میں

اجناس دی تو وکیل کو بیع اجناس کا اختیار ہے والرابع اذا باع بخلاف جنس الدین کان لہ ان یصرفہ الی جنسہ ای الدین بخلاف الوکالۃ المفردۃ اور چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب وکیل نے مرہون کو بیچا جنس دین کے برخلاف تو اسکو جنس دین کی طرف پھیرنا درست ہے برخلاف وکالت مفردہ کے کہ وہ صرف کا مالک نہیں والخامس اذا کان عبدا او قتلہ عبد خطأ فدفع بالجنایۃ کان لہ بیعہ بخلاف المفردۃ متعلق بالجمیع اور پانچویں وجہ یہ ہے کہ جب مرہون غلام ہوا اور اسکو دوسرا غلام از راہ خطا قتل کر ڈالے سو غلام قاتل قتل کے بدلے دیا گیا تو وکیل کو اسکی بیع کا اختیار ہے برخلاف وکالت مفردہ کے یہ مخالفت کا قول پانچوں وجوہ سے متعلق ہے وله بیعہ فی غیبۃ ورثتہ ای ورثۃ الراهن کما کان لہ حال حیاتہ البیع بغیر حضرتہ ای حضرۃ الراهن اور وکیل مذکور کو مرہون کا بیچنا راہن کے وارثوں کے پیچھے درست ہے جیسے اسکو اسکی بیع کا اختیار تھا راہن کی زندگی میں بغیر موجود ہونے راہن کے وتبطل الوکالۃ بموت الوکیل مطلقا اور وکالت باطل ہو جاتی ہے وکیل کی موت سے ہر طرح خواہ وکیل مرتہن ہو یا معتمد یا غیر انکا اسواسطے کہ وکالت میں میراث جاری نہیں اور موکل وکیل کی رائے پر راضی ہوا تھا نہ اسکی غیر کی

اسے پر رضی الثانی ان وصیہ یخلفہ لکنہ خلاف جواب الاصل اور ابو یوسف رح سے ایک روایت یہ ہے کہ وکیل کا وصی وکیل کا خلیفہ ہے اور مذکورہ میں لیکن یہ روایت اصل یعنی امام محمد رح کے مبسوط کے جواب کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی ولو اوصی الی آخر ببیعہ لم یصح الا اذا کان مشروطا لہ ذلک فی الوکالۃ اور وکیل مذکور نے اگر وصیت کی بیع مرہون کی دوسرے شخص کو تو صحیح نہیں مگر جبکہ وکیل کا وصیت کرنا وکالت میں مشروط ہو گیا ہو تو درست ہے صورت اسکی یہ ہے کہ راہن نے اصل وکالت میں یوں کہا ہو کہ میں نے تجھکو بیع مرہون کا وکیل کیا اور جو تو نہ کر سکے میں نے تجھکو اسکی اجازت دی کذا فی الطحطاوی ولا یملک الراهن ولا المرتهن بیعہ بغیر رضی الآخر اور مالک نہیں ہے راہن اور مرتہن مرہون کی بیع کا بدون رضامندی دوسرے کے یعنی راہن بدون رضا مرتہن یا مرتہن بدون رضا راہن بیع نہیں کر سکتا اسواسطے کہ مرہون سے دونوں کا حق متعلق ہے تو ایک دوسرے کے حق کو بدون اسکے اذن کے باطل نہیں کر سکتا فان حل الاجل وغاب الراهن اجبر الوکیل علی بیعہ کما ہو الحکم فی الوکیل بالخصومۃ اذا غاب موکلہ او ابا فانہ یجبر علیہا بان یحبسہ ایاما للبیع فان لج بعد ذلک باع القاضی دفعا للضرر پھر اگر دین کی مدت آپہونچی اور راہن غائب ہے تو وکیل پر جبر کیا جاویگا اسکی بیع کا جیسا کہ یہی حکم ہے خصومت کے وکیل میں جبکہ اسکا موکل غائب ہووے یا وکیل خصومت سے انکار کرتا ہو تو اسپر خصومت یا بیع مرہون کے واسطے جبر کیا جاویگا اسطرح کہ قاضی اسکو قید رکھے چند روز پھر اگر وہ عدم بیع پر اصرار کرے تو قاضی اسکو بیچ ڈالے دفع ضرر کیواسطے طحطاوی نے کہا کہ کیفیت اجبار کی در مختار کے اکثر نسخوں میں مذکور نہیں وان باعہ العدل فالثمن رہن لقیام الثمن مقام ما کان رہنا فیہلک کہلکہ اور اگر معتمد نے مرہون بیچ ڈالا تو اسکا ثمن رہن ہوگا بیع کے مانند تو ثمن تلف ہوگا بیع تلف ہونے کے مانند یعنی مرتہن کا مال تلف ہوگا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے اسواسطے کہ ثمن قائم مقام ہے بیع مرہون کے فان اوفی ثمنہ لغیبتہ الی المرتهن فاستحق الرہن وضمن فان کان المبیع ہالکا فی ید المشتری ضمن المستحق الراهن ان شاء لانہ غاصب پھر اگر معتمد نے مرہون بیچا اور اسکا ثمن بیع کے بعد مرتہن کو دیا پھر مرہون غیر راہن کی ملک ٹھہرا اور اسکا تاوان دیا گیا سو اگر مبیع تلف ہو گیا مشتری کے پاس تو مالک مستحق کو اختیار ہے چاہے راہن سے تاوان لے اسواسطے کہ وہ غاصب ہے جسنے پرایا مال رہن رکھا بلا اذن مالک کے وحینئذ صح البیع والقبض لتملکہ بضمانہ اور اسوقت میں بیع معتمد کی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر معتمد کے ہاتھ سے صحیح ہو گیا بسبب مالک ہو جانے راہن کے اسکے تاوان دینے سے او ضمن المستحق العدل لتعدیہ بالبیع ثم ہو ای العدل یضمن الراهن وصح القبض ایضا یا چاہے مالک شخص معتمد سے تاوان لے بسبب اسکی تعدی کے بیچنے اور تسلیم ثمن کرنے سے پھر معتمد تاوان لیگا راہن سے مرہون کی قیمت کا اور اسوقت میں بیع مرہون صحیح ہوگی اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر بھی صحیح ٹھہریگا او ضمن المرتهن ثمنہ الذی اداہ الیہ یا معتمد چاہے مرتہن سے تاوان لے اس ثمن کا جو معتمد نے اسکو ادا کیا یعنی اسواسطے کہ استحقاق سے ظاہر ہو گیا مرتہن نے ناحق ثمن لیا کذا فی الدرر وہو ای الثمن لہ ای للعدل لانہ بدل ملکہ اور وہ یعنی ثمن مذکور معتمد کا مملوک ہے اسواسطے کہ اسکی ملک کا بدلا ہے جب معتمد نے مرہون بیع کا تاوان دیا تو مرہون اسکی ملک ہو گیا اور ثمن اسکا بدلا ہے تو ثمن معتمد کا مملوک ہو گیا کذا فی الدرر ویرجع المرتهن علی راهنہ بدینہ مردود لبطلان قبضہ اور مرتہن راہن سے اپنا دین پھر لے بضرورت بطلان قبضہ ثمن یعنی جب معتمد نے مرتہن سے ثمن کا تاوان لیا تو مرتہن کا قبضہ ثمن پر باطل ہو گیا

تو بالضرور مرتہن راہن سے اپنا دین بھرے گا وان کان الرہن قائما فی ید مشتریہ اخذہ المستحق من مشتریہ اور اگر مرہون بیع موجود ہو مشتری کے پاس تو مالک مستحق اُسکے مشتری سے لے گا اسواسطے کہ اُسنے اپنا بعینہ مال پایا ورجع ہو ای المشتری علی العدل بالثمنہ لانہ العاقد اور مشتری معتمد سے اسکا ثمن بھرے اسواسطے عاقد بیع کا تو وہی ہی تو عقد کے حقوق اُسی سے متعلق ہونگے ثم یرجع ہو ای العدل علی الراہن بہ ای بثمنہ پھر معتمد راہن سے اُسکا ثمن بھرے یعنی اسواسطے کہ راہن نے معتمد کو عہدۂ تاوان میں ڈالا اُسکو وکیل کرکے تو راہن پر اُسکی تخلیص واجب ہوگئی کذا فی الدرر وان رجع علیہ صح القبض وسلم الثمن للمرتہن اور جب معتمد نے راہن سے تاوان ثمن کا بھر لیا تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہوگیا اور ثمن اُسکو مسلم ٹھہرا اور جع العدل علی المرتہن بثمنہ یا چاہے معتمد مرتہن سے اسکا ثمن پھیر لے یعنی اسواسطے کہ جب بیع ٹوٹ گئی تو ثمن باطل ٹھہرا اور حالانکہ اُسنے اسکو ثمن جان کر قبضہ کیا تھا پھر جب ثمن ہونا باطل ہوا تو اُسکا نقض قبض بالضرور واجب ہوگیا کذا فی الدرر ثم رجع ہو ای المرتہن علی الراہن بہ ای بدینہ پھر مرتہن ثمن پھیر کر راہن سے اپنا دین بھرے اسواسطے کہ جب مرتہن نے ثمن پھیر دیا تو اسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا زادہا فی الدرر والوقایۃ وان شرطت الوکالۃ بعد الرہن رجع العدل علی الراہن فقط سواء قبض

المرتہن الثمن او لا در اور وقایہ میں یہاں اسقدر زیادہ بیان کیا ہی اور اگر وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو معتمد فقط راہن پر رجوع کرے گا نہ مرتہن پر خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو ہم اسواسطے کہ جب توکیل بعد عقد کے ہوئی تو مرتہن کا حق اُس سے متعلق نہوا تو اُسپر رجوع بھی نہوگا اور عدم قبض ثمن کی صورت یہ ہی کہ معتمد نے مرہون بیچا راہن کے امر سے اور ثمن ضائع ہوگیا معتمد کے پاس بلا تعدی پھر مرہون غیر راہن کا ثابت ہوا تو جو تاوان معتمد کو لاحق ہوگیا اُسکو راہن سے بھرے گا کذا فی الدرر فان ہلک الرہن عند المرتہن فاستحق الرہن وضمن الراہن قیمتہ ہلک الرہن بدینہ پھر اگر مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے پاس سو مرہون غیر راہن کا ملک نکلا اور مالک نے راہن سے اُسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرہون تلف ہوگیا مرتہن کے دین کے بدلے یعنی راہن ادائے ضمان سے اُسکا مالک ہوگیا اور ایفاء دین صحیح ہوگیا کذا فی الدرر وان ضمن المرتہن بقیمتہ رجع علی الراہن بقیمتہ ای التی ضمنہا للغرر وبدینہ لانتقاض قبضہ اور اگر مالک نے مرتہن سے اُسکی قیمت کا تاوان لیا تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین بھرے یعنی وہ قیمت جو مرتہن نے تاوان دے کر بھری اپنے فریب کے سبب سے اور دین بھرے انتقاض قبض کے سبب سے ہم رجوع قیمت کی وجہ یہ ہی کہ مرتہن نے فریب کھایا راہن کی جہت سے بسبب تسلیم کے اور رجوع دین کی وجہ یہ ہی کہ جب قبضہ مرتہن کا باطل ہوگیا تو اُسکا دین پھر ثابت ہوگیا جیسا تھا کذا فی الدرر وصدر الشریعۃ فرع حسنہ شارح کا فی الوجیہ ذہبت عین دابۃ الرہن یسقط ربع الدین وسیجی والوجیہ میں ہی کہ جانور مرہون کی آنکھ جاتی رہی مرتہن کے پاس تو چوتھائی دین ساقط ہوگیا اور یہ مسئلہ کتاب الجنایات میں آگے آوے گا واللہ اعلم

باب التصرف فی الرہن

والجنایۃ علیہ وجنایتہ ای الرہن علی غیرہ یہ باب ہی مرہون میں تصرف کرنے کا اور مرہون پر جنایت کرنے کا اور مرہون کی جنایت کا غیر پر توقف بیع الراہن رہنہ علی اجازۃ مرتہنہ او قضاء دینہ راہن کا بیچنا اپنے مرہون کو اُسکے مرتہن کی اجازت پر یا اُسکا دین ادا کرنے پر موقوف ہی ہم یعنی جب راہن نے مرہون کی بیع کی بلا اذن مرتہن کے تو بسبب متعلق ہونے حق مرتہن کے بیع نافذ نہیں موقوف ہی سو اگر مرتہن نے بیع کی اجازت دی یا راہن نے اُسکا دین ادا کر دیا تو بیع نافذ ہوجاوے گی فان وجد احدہما نفذ وصار ثمنہ رہنا فی صورۃ الاجازۃ پھر اگر اجازت یا ادائے دین پایا گیا تو بیع موقوف نافذ اور کامل ہوگئی اور اُسکا ثمن رہن ہوگیا اجازت کی صورت میں یعنی دو صورت ادائے دین رہن کی حاجت نہ رہی وان لم یجز المرتہن البیع وفسخ بیعہ لا ینفسخ فی الاصح اور اگر مرتہن نے بیع کی اجازت نہ دی اور راہن نے بیع کو فسخ کر دیا تو بیع فسخ نہوگی اُسکے فسخ کرنے سے صحیح تر قول میں و اذ بقی موقوفا فالمشتری بالخیار ان شاء صبر الی فکاک الرہن او رفع الامر الی القاضی لیفسخ البیع وہذا اذا اشتراہ ولم یعلم انہ رہن ابن کمال اور جب کہ بیع

راہن کی عدم اجازت مرتہن سے موقوف باقی رہی تو مشتری کو اختیار ہے چاہے صبر کرے رہن کے چھوٹنے تک یا اس امر کا مرافعہ کرے قاضی کی طرف تا وہ بیع کو فسخ کر دے اور یہ اختیار مشتری کا جب ہی ہے جبکہ اسنے خرید کیا اور اسکو اسکا رہن ہونا معلوم نہ تھا کذا ذکرہ ابن کمال ولو باعہ الراہن من رجل ثم باعہ الراہن ایضا من رجل آخر قبل ان یجیز المرتہن البیع فالثانی موقوف ایضا علی اجازتہ اذ الموقوف لا یمنع توقف الثانی اور اگر مرہون راہن نے ایک مرد کے ہاتھ بیچا پھر اسکو دوسرے مرد کے بھی ہاتھ بیع کیا اجازت دینے مرتہن سے پہلے تو دوسری بیع بھی مرتہن کی اجازت پر موقوف ہے اول بیع کے مانند اس لیے کہ بیع موقوف دوسری بیع کی توقف کی مانع نہیں ہوتی فایہما اجاز لزم ذلک وبطل الآخر پھر دونوں میں سے جس بیع کی مرتہن اجازت دیگا وہ لازم ہو جاویگی اور دوسری بیع باطل ہوگی ولو باعہ الراہن ثم آجرہ او رہنہ او وہبہ من غیرہ فاجاز المرتہن الاجارۃ او الرہن او الہبۃ جاز البیع الاول لحصول النفع بتحول حقہ للثمن علی ما تقرر فی محلہ تحرر دون غیرہ من ہذہ العقود المذکورۃ اذ لا منفعۃ للمرتہن فیہا فکانت اجازتہ اسقاطا لحقہ فزال المانع فنفذ البیع اور اگر راہن نے مرہون کو بیچا پھر اسکو اجارہ میں دیا یا کہیں رہن رکھا یا ہبہ کر دیا غیر مشتری کو پھر مرتہن نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز رکھا تو بیع اول جائز ہوگی نہ اجارہ وغیرہ بسبب حاصل ہونے نفع مشتری کے بیع میں بسبب پھر جانے حق مرتہن کے ثمن کی طرف بنا بر اسوجہ کے جو ثابت اور اپنے مقام میں مقرر ہو چکا ہے کہ بیع اول جائز ہے نہ اسکے سوا ہبہ عقود مذکورہ میں اسواسطے کہ مرتہن کے واسطے اجارہ وغیرہ میں فائدہ نہیں تو اسکی اجازت اسقاط ہے مرتہن کے حق کا پھر جب مانع نفاذ دور ہو گیا تو بیع نافذ ہو گئی م مسئلہ اولی میں بیع ثانی اجازت کے سبب سے جائز ہوئی اور اس مسئلہ میں بعد بیع کے اجارہ وغیرہ میں مرتہن جائز ہو اسوا بیع اول کے باوجود اجازت کے تو دونوں میں فرق یہ ہے کہ مرتہن کو بیع میں تو فائدہ ہے اسواسطے کہ اسکا حق بدل بیع یعنی ثمن سے متعلق ہو گیا بخلاف عقود مذکورہ کے اسواسطے کہ ہبہ اور رہن میں بدل نہیں اور اجارہ میں منفعت بدل ہے نہ عین اور حق مرتہن کا عین کی مالیت میں ہے نہ منفعت میں تو اسکی اجازت میں حق مرتہن کا اسقاط ہے سو جبکہ مانع نفاذ بیع کا زائل ہو گیا تو بیع نافذ ہو گئی کذا فی الدرر وفی الاشباہ باع الراہن من زید ثم باعہ من المرتہن انفسخ الاول اور اشباہ میں ہے کہ راہن نے مرہون کو بیچا زید سے پھر اسکو بیچا مرتہن سے تو بیع اول فسخ ہو گئی م یہ گویا استدراک ہے مصنف رح کے اس قول پر کہ بیع ثانی بھی موقوف ہوتی ہے بیع اول کے مانند یعنی توقف ثانی اول کے مانند وہ ہے جبکہ بیع ثانی غیر مرتہن سے ہو اور اگر مرتہن سے ہو تو بیع ثانی موقوف نہوگی بلکہ نافذ ہو جاویگی اور بیع اول باطل ہوگی کذا فی الشطاوی وصح اعتاقہ وتدبیرہ واستیلادہ ای فقد اعتاق الراہن رہنہ اور صحیح ہے یعنی نافذ ہے راہن کا آزاد کرنا اور مدبر کرنا مرہون مملوک کو اور مدبر کرنا اور استیلاد یعنی اگر بلا اجازت مرتہن کے راہن مرہون غلام کو آزاد کر دے یا اسکو مدبر کرے تو یہ تصرف نافذ ہوگا فان کان غنیا وکان دینہ ای المرتہن حالا اخذ المرتہن دینہ من الراہن سو اگر راہن مالدار ہو اور مرتہن کا دین بلا مدت ہو تو مرتہن اپنا دین راہن سے وان موجلا اخذ قیمتہ الراہن بدلہ الی زمان حلولہ فاذا حل استوفی حقہ لو من جنسہ ورد الفضل اور اگر مرتہن کا دین مدت والا ہو تو مرتہن غلام آزاد کی قیمت راہن سے لے رہن رکھنے کے واسطے عوض غلام کے دین کے مدت پہونچنے تک پھر جب مدت آپہونچے تو مرتہن اپنا حق لیلے اپنا دین سے بشرطیکہ غلام کی قیمت ہم جنس دین کے ہو اور زیادہ کو پھیر دے یعنی اگر قیمت دین سے زیادہ ہو تو پھیر دے اور اگر کم ہو تو راہن سے طلب کرے وان کان الراہن معسرا ففی العتق سعی العبد فی الاقل من قیمتہ ومن الدین اور اگر راہن مفلس ہو تو آزاد کرنے میں غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے میں یعنی اگر اسکی قیمت کمتر ہو دین سے تو قیمت ادا کرے محنت مزدوری کر کے اور اگر دین کم ہو قیمت سے تو دین کو ادا کرے ورجع علی سیدہ غنیا اذ جسقدر غلام ادا کرے آزاد اپنے مالک سے بھرے جبکہ اسکو مقدور ہو وفی التدبیر والاستیلاد سعی ای کل فی کل الدین بلا رجوع لان کسب المدبر وام الولد ملک المولی اور استیلاد میں سعی کرے ہر واحد مدبر اور ام ولد سے تمام دین کے ادا کرنے میں بلا رجوع علی المولی اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد کی کمائی مولے کی مملوک ہے بخلاف غلام آزاد کے فاذا اتلفت الراہن الرہن فحکمہ حکم ما اذا اعتقہ غنیا کما مر اور جبکہ راہن نے مرہون کو تلف

کردیا تو اسکا حکم مانند ہے اس حکم کے جبکہ مالک درالدار یا مالک غلام مرہون کو آزاد کردے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے یعنی اتلاف راہن اعتاق کے مانند ہے تو اگر دین حال
ہو تو مرتہن راہن سے اپنا دین لے اور اگر دین موجل ہو تو اسکی قیمت لے اور اپنے پاس رہن رکھے مدت کے آنے تک کذا فی الدرر و ان اتلفہ اجنبی
ای غیر الراہن فالمرتہن یضمنہ ای المتلف قیمتہ یوم ہلک فتکون القیمۃ رہنا عندہ کما مر اور اگر مرہون کو شخص اجنبی یعنے غیر راہن نے تلف کیا تو مرتہن
تلف کرنیوالے سے اسکی قیمت کا تاوان لے وہ قیمت جو تلف ہونے کے دن اسکی تھی سو قیمت اسکی رہن رہے گی مرتہن کے پاس چنانچہ گذر گیا اما ضمانہ
علی المرتہن فتعتبر قیمتہ یوم القبض لانہ مضمون بالقبض السابق زیلعی اور اگر مرہون کو مرتہن نے تلف کیا تو مرتہن پر اسکے تاوان میں یوم القبض کی قیمت معتبر ہوگی
اسلیے کہ مرہون کا ضمان مرتہن پر قبض سابق سے لازم آتا ہے کذا فی الزیلعی و باعارتہ ای المرتہن الراہن من راہنہ یخرج من ضمانہ لتسمیتہا عارۃ مجازا
اور عاریت دینا مرتہن کا راہن کو نکالتا ہے مرتہن کو اسکے تاوان سے یعنی اگر مرتہن نے مرہون راہن کو بطور عاریت کے دیا تو مرتہن پر سے ضمان اسکا
ساقط ہو گیا اور اسکو عاریت کہنا مجاز ہے حم یعنی لفظ اعارہ یہاں مجازا استعارہ ہے اسواسطے کہ حقیقت اعارہ تملیک منافع ہے اور تملیک نہیں
ہوتی مگر مالک سے اور حالانکہ مرتہن مرہون کا مالک نہیں تو تملیک اسی سے کیونکر ممکن ہوگی فلو ہلک الرہن فی ید الراہن ہلک مجانا لفوات
القبض ولو کان اعطاہ بکفیل الم یلزم الکفیل شیئ لخروجہ من الرہن نعم لو کان الراہن اخذہ بغیر رضی المرتہن جاز ضمان الکفیل تاتارخانیہ سو اگر مرہون راہن کے
ہاتھ میں تلف ہوگا تو مفت تلف ہوگا یعنی دین مرتہن کا قائم رہے گا کچھ ساقط نہو گا کیونکہ قبض موجب ضمان مرتفع ہو گیا یہانتک کہ اگر راہن نے
مرتہن کو مرہون مستعار کے سبب سے ضامن دیا ہو تو ضامن پر تاوان لازم نہو گا بسبب خارج ہو جانے مرہون کے رہن سے ہاں اگر راہن نے مرہون کو
لیا ہو بدون رضامندی مرتہن کے تو جائز ہے ضمان ضامن کا کذا فی التاتارخانیہ یعنی کفیل مرہون سے مطالبہ ہوگا کہ مرہون مرتہن کو دلادے کذا فی الطحطاوی
فان عاد قبضہ عاد ضمانہ سو اگر قبضہ مرتہن کا مرہون پر عود کریگا تو اسکا ضمان بھی مرتہن پر پھر ثابت ہوگا وللمرتہن استردادہ منہ الی یدہ اور مرتہن کو
جائز ہے پھیر لانا مرہون مستعار کا راہن کے پاس سے اپنے قبضہ کی طرف سے فلو مات الراہن قبل ذلک ای قبل الاسترداد فالمرتہن احق بہ من سائر
الغرماء لبقاء حکم الرہن پھر اگر راہن مرگیا استرداد مرہون سے پہلے تو مرتہن زیادہ ترحقدار ہے مرہون سے راہن کے باقی قرض خواہوں سے بسبب باقی رہنے
حکم رہن کے یعنی رہن کا حکم اسواسطے باقی ہے کہ عاریت عقد لازم نہیں ولو اعارہ او دعہ احدہما اجنبیا باذن الآخر سقط ضمانہ اور اگر راہن یا
مرتہن نے مرہون یا عاریت دیا اجنبی کو دوسرے کی اجازت سے تو ضمان اسکا ساقط ہو گیا اسواسطے کہ ضمان تھا قبض کے سبب سے سو باقی نہ رہا و
لکل منہما ان یعیدہ رہنا کما کان اور راہن اور مرتہن میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ پھر رہن کو قائم کردے جیسا کہ سابق رہن تھا اسواسطے کہ بقاء
عقد کے سبب دونوں کا حق اسمیں ثابت ہے بخلاف الاجارۃ و البیع و الہبۃ و الرہن من المرتہن او من اجنبی اذا باشرہا احدہما باذن الآخر
حیث یخرج عن الرہن ثم لا یعود الا بعقد مبتدا لانہا عقود لازمۃ بخلاف اجارہ اور بیع اور ہبہ اور رہن کے مرتہن سے یعنی جبکہ عقود مذکورہ صادر ہوئے
راہن سے مرتہن کے واسطے یا اجنبی کے واسطے بشرطیکہ راہن یا مرتہن ان عقود کا مباشر ہوا ہو دوسرے کے اذن سے کیونکہ مرہون نکل جاتا ہے رہن سے بسبب
عقود مذکورہ کے پھر مرہون عود نہیں کرتا رہن کی طرف مگر بعقد جدید ہو اسواسطے کہ عقود مذکورہ لازم ہیں م یعنی اگر راہن نے مرتہن کو مرہون اجارہ دیا تو رہن باطل
ہو گیا اسواسطے کہ اجارہ عقد لازم ہے منعقد نہیں ہوتا مگر بعقد متقاضی رہن کے اور یہی طرح اگر راہن نے اجنبی کو اجارہ دیا اور مرتہن نے جائز رکھا یا مرتہن نے اجارہ
دیا اجنبی کو اور راہن نے اسکو جائز رکھا تو رہن باطل ہو جاویگا اور یہی حکم ہے بیع اور ہبہ کا طحطاوی نے کہا لیکن رہن بعد الرہن میں نظر ہے زیلعی نے کہا اسکو
نہیں کیا بخلاف العاریۃ و بخلاف بیع المرتہن من الراہن لعدم لزومہما بخلاف عاریت مرہون کے اور برخلاف بیع مرتہن کے راہن سے اسکے عدم
لزوم کے سبب سے یعنے عاریت و بیع مرتہن سے حق لازم متعلق نہیں ہوا جو رہن باطل ہو جاوے فیبقی لو مات الراہن قبل ردہ

ثانیا فالمرتہن اسوۃ للغرماء باقی رہی یہ بات کہ اگر راہن مرگیا دوسری بار رہن رکھنے سے پہلے تو مرتہن برابر ہو باقی قرضخواہوں کے یعنی مرہون اجارہ دیا راہن نے مرتہن کو یا اجنبی کو اور نقض اجارہ کرکے دوسری بار اسکو مرتہن کے پاس رہن نہیں رکھا اور راہن مرگیا تو مرتہن احق بالمرہون نہیں بلکہ اور قرضخواہوں کے برابر ہے اسواسطے کہ اجارہ وغیرہ سے رہن سابق باقی نہ رہا باطل ہوگیا ولو اذن الراہن للمرتہن فی استعمالہ او اعارہ للعمل فہلک الرہن قبل ان یشرع فی العمل او بعد الفراغ منہ ہلک بالدین لبقاء عقد الرہن اور اگر راہن اذن دے مرتہن کو مرہون کے استعمال کا یا اسکے عاریت دینے کا کسی کام کے واسطے پھر مرہون تلف ہو عمل کے شروع ہونے سے پہلے یا بعد فارغ ہونے کے عمل سے تو تلف ہوگا دین کے عوض یعنی دین مرتہن کا ساقط ہوگیا بسبب باقی رہنے عقد رہن کے ہم مراد یہ ہے کہ راہن مرتہن کو استعمال کا اذن دے بدون طلب کرنے مرتہن کے یا کام کیواسطے مرتہن اسے عاریت مانگے اور وہ اسکو عاریت دے تو اگر قبل استعمال یا بعد استعمال کے تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان رہن لازم ہوگا کذا فی الدرر ولو ہلک فی حالۃ العمل والاستعمال ہلک امانۃ لثبوت ید العاریۃ حینئذ اور اگر مرہون تلف ہو اعمل اور استعمال کی حالت میں تو امانت ہو کر تلف ہوا یعنی اب ضمان لازم نہوگا بسبب ثابت ہونے قبض عاریت کے اسوقت میں یعنی اور قبض عاریت مخالف قبض رہن کے تو ضمان ثابت نہوگا ولو اختلفا فی وقتہ ای وقت ہلاکہ فقال المرتہن ہلک فی وقت العمل وقال الراہن فی غیرہ فالقول للمرتہن لانہ منکر والبینۃ للراہن لانہما اتفقا علی زوال ید الراہن فلا یصدق الراہن فی عودہ الا بحجۃ بزازیہ اور اگر راہن اور مرتہن نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہونے کے وقت میں سو مرتہن نے کہا کہ تلف ہوا عمل کے وقت میں اور راہن نے کہا کہ عمل کے سوا اور وقت تلف ہوا تو مرتہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ منکر ہے وجوب ضمان کا اور شہادت راہن کی مقبول ہوگی اسواسطے کہ راہن اور مرتہن قبضہ راہن کے زوال پر متفق ہیں تو راہن کی تصدیق قبض رہن کے عود کرنے میں نہوگی بدون گواہی کے کذا فی البزازیہ وفیہا اذن للمرتہن فی لبس ثوب الرہن یوما فجاء بہ المرتہن متخرقا وقال تخرق فی لبس ذلک الیوم وقال الراہن البستہ فیہ ولا تخرق فیہ فالقول للراہن ولو اقر الراہن باللبس فیہ ولکن قال تخرق قبل لبسہ وبعدہ فالقول للمرتہن فی قدر ما عاد من الضمان اور بزازیہ میں ہے کہ راہن نے مرتہن کو اذن دیا مرہون کپڑے کے پہننے کا ایک دن سو مرتہن وہ کپڑا لایا پھٹا اور بولا کہ وہ پھٹ گیا تھا اُسی دن کے پہننے میں اور راہن نے کہا کہ تو نے اُسدن نہیں پہنا اور نہ اُسدن میں پھٹا تو راہن کا قول معتبر ہے اور اگر راہن نے اُس دن کے پہننے کا اقرار کیا ولیکن یہ کہا کہ کپڑا پھٹ گیا تھا اسکے پہننے سے پہلے یا بعد پہننے کے تو مرتہن کا قول مقبول ہے عود ضمان کی مقدار میں ہم جب راہن نے پہننے کا اقرار کیا تو ضمان سے خارج ہوجانے پر دونوں کا اتفاق ہوا تو درصورت تلف ہونے ثوب متخرق کی قیمت لزوم ضمان میں معتبر ہوگی کذا فی الطحطاوی فروع مسائل ملحقہ شارح کے رہن الاب من مال طفلہ شیئا بدین علی نفسہ جاز فلو الرہن قیمتہ اکثر من الدین فہلک ضمن الاب قدر الدین دون الزیادۃ بخلاف الوصی فانہ یضمن قیمتہ والفرق ان للاب ان ینتفع بمال الصغیر عند الحاجۃ ولا کذلک الوصی باپ نے اپنے طفل کے مال سے کوئی چیز بدلے اُس دین کے جو باپ کی ذات پر ہے رہن رکھی تو جائز ہے تو اگر مرہون کی قیمت زیادہ تر ہے دین سے اور وہ تلف ہوا تو باپ تاوان دیگا بقدر دین کے زیادہ کا تاوان نہ دیگا برخلاف وصی کے کہ وہ اسکی پوری قیمت کا تاوان دیگا اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ باپ کو جائز ہے نفع حاصل کرنا صغیر کے مال سے حاجت کے وقت اور وصی ایسا نہیں کہ اسکو انتفاع صغیر کے مال سے درست ہو ولو ادرک الابن ومات الاب لیس للابن اخذہ قبل قضاء الدین ویرجع الابن فی مال الاب ان کان رہنہ لنفسہ لانہ مضطر کمعیر الرہن اور اگر صغیر بالغ ہوگیا اور باپ مرگیا تو فرزند کو مرہون کا لینا بدون ادا کرنے دین کے جائز نہیں اور فرزند باپ کے مال سے اُسکا پھیر لے اگر اسکے باپ نے فرزند کا مال اپنی ذات کے واسطے رہن رکھا ہو رجوع اسواسطے درست ہے کہ فرزند مضطر ہے مرہون کی عاریت دینے والے کے مانند ہم یعنی فرزند اپنے مال کے خلاص کرنے میں مضطر ہے تو وہ متبرع نہ ٹھہریگا کہ رجوع نہ درست ہو جیسے معیر رہن کو راہن سے رجوع کرنا درست ہے جبکہ وہ اپنے مال کی تخلیص کیواسطے راہن کا دین ادا کرے کذا فی الطحطاوی ولو رہن شیئا ثم اقر بالرہن لغیرہ لا یصدق فی حق المرتہن یوم لتقضاء الدین رد الی المقر لہ اور اگر راہن نے

کوئی چیز رہن رکھی پھر اقرار کیا کہ یہ چیز تو غیر مرتہن کے پاس رہن تھی تو مرتہن کے حق میں اسکی تصدیق نہوگی اور راہن کو ادائے دین کا حکم کیا جائیگا اور یہ چیز کے پھیر دینے کا مقرلہ کی طرف امر ہوگا دار رہن دار جیرہ فاجاز صاحبہا جاز اور اگر ایک نے دوسرے کا گھر رہن رکھ لیا پھر اسکے مالک نے رہن رکھنا جائز رکھا تو یہ درست ہے و بینۃ الراہن علی قیمۃ الرہن اولٰی اور راہن کے گواہ مرہون کی قیمت پر مقدم ہیں مرتہن کے گواہ ہونے سے یعنی مرہون کے تلف ہونے کے بعد اختلاف ہوا اسکی قیمت میں راہن کہتا ہے کہ اسکی قیمت سو درم تھی مثلاً اور مرتہن کہتا ہے کہ ۵۰ درم قیمت تھی اور دونوں نے گواہ گذرانے تو راہن کے گواہ مقدم ٹھہرینگے کیونکہ وہ زیادتی ضمان کے ثبت ہیں وزوائد الرہن کولد وثمرۃ رہن لاغلۃ دار وارض وعبد فلا یصیر رہنا اور زوائد رہن کی یعنی مرہون کی بڑھوتیاں چنانچہ مرہون کا بچہ اور پھل رہن میں داخل ہیں نہ کرایہ گھر اور زمین اور غلام کا تو وہ رہن میں داخل نہوگا عالمگیری میں محیط سے منقول ہے کہ زوائد رہن کی دو قسم ہیں ایک قسم تو رہن میں داخل نہیں یعنی جو زیادت کہ متولد نہو اور نہ بدلا ہو کسی جزو کا اجزاء عین سے چنانچہ کسب اور ہبہ اور صدقہ اور مانند اسکے اور ایک قسم رہن میں داخل ہے یعنی جو مرہون سے متولد ہو چنانچہ بچہ اور پھل اور اون اور رو‌ئیں یا بدلا ہو کسی جزو کا چنانچہ عضو کا خونبہا اور رہن میں داخل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اصل کے ساتھ زوائد بھی محبوس رہینگے مرتہن کے پاس لیکن انکے تلف ہو جانے میں تاوان نہیں تو انکے تلف ہو جانے سے فک رہن سے پہلے کچھ دین ساقط نہوگا کذا فی العمادی مختصراً الرہن الفاسد کالصحیح فی ضمانہ رہن فاسد رہن صحیح کے مانند ہے اسکی ضمان میں جو صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر نصف نقل کر رہن رکھا یا نصف غلام رہن رکھا ہزار درم قرض لے کر اور درموں کو خرچ کر ڈالا پھر عقد رہن کو توڑا راہن نے فساد کی وجہ سے تو مرتہن کو حبس مرہون تا استیفاء دین درست ہے اور اگر مرہون تلف ہوگا مرتہن کے پاس فسخ کے بعد تو رہن صحیح کے مانند مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کذا فی المنح ملخصاً وصح استعارۃ شئی لیرہنہ فیرہن بما شاء اذا اطلق ولم یقید بشئی اور صحیح ہے عاریت لینا کسی چیز کا تا مستعیر اسکو رہن رکھ لے تو مستعیر رہن کرے عاریت کی چیز جسقدر کو چاہے اور جسطرح چاہے بشرطیکہ عاریت دینے والے نے علی الاطلاق دیا ہو اور کسی چیز کی قید نہ لگائی ہو وان قیدہ بقدر او جنس او مرتہن او بلد تقید بہ وحینئذ فان خالف ما قیدہ بہ المعیر ضمن المعیر المستعیر او المرتہن لتعدی کل منہما اور اگر معیر نے رہن میں مقدار دین کی یا جنس دین کی یا مرتہن کی یا شہر کی قید لگائی یعنی کہا کہ اس قدر دین پر رہن رکھنا یا فلانے شخص کے بدلے یا فلانے شخص کے پاس یا فلانے شہر میں رہن رکھنا تو رہن اسی قید کے ساتھ مقید ہوگا اور اسوقت میں تو اگر مستعیر معیر کی قید لگانے سے خلاف کریگا تو معیر تاوان لیگا مستعیر سے یا اسکے مرتہن سے دونوں کی تعدی اور زیادتی کے سبب سے جو مستعیر کی تعدی ہے تو صریح ہے مخالفت کرنے سے اور مرتہن کی تعدی یہ ہے کہ اسنے بیگانی چیز پر قبضہ کیا بدون اسکے اذن کے تو مستعیر تو غاصب ہوا اور مرتہن غاصب سے غاصب ٹھہرا الا اذا خالف الی خیر بان عین لہ اکثر من قیمتہ فرہنہ باقل من ذلک لم یضمن لمخالفتہ الی خیر مگر جبکہ مستعیر نے معیر کی مخالفت کی نیک امر میں اسطرح پر کہ معیر نے مستعیر کیلیے مستعار کی قیمت سے اکثر معین کر دیا سو مستعیر نے اسکو اس سے کمتر پر رہن رکھا تو مستعیر پر تاوان لازم نہوگا کیونکہ اسنے بہتری میں مخالفت کی یعنی اس مخالفت میں مالک کا فائدہ ہے نقصان جو تاوان لازم آوے فان ضمن المعیر المستعیر تم عقد الرہن لتملکہ بالضمان پھر اگر معیر نے تاوان لیا مستعیر سے تو رہن کا عقد کامل ہو گیا بسبب مالک ہو جانے مستعیر کے مستعار کا تاوان دے کر وان ضمن المرتہن یرجع بما ضمن وبالدین علی الراہن کما فی الاستحقاق اور اگر معیر نے تاوان لیا مرتہن سے تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان پھیر لے جسقدر کہ اسنے تاوان دیا چنانچہ استحقاق میں یعنی جب مستحق کو مرتہن نے مرہون کے تلف ہونے کے بعد تاوان دیا تو مرتہن راہن سے دین اور تاوان پھیر لیگا چنانچہ مذکور ہو چکا فان وافق وہلک عند المرتہن صار المرتہن مستوفیا لدینہ پھر اگر مستعیر معیر کے موافق عاریت کی چیز مستعار کو بقدر اجازت معیر کے رہن رکھا اور مستعار تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو مرتہن اپنے دین کا پانے والا ٹھہر گیا بشرطیکہ قیمت اسکی دین کے برابر ہو یا زیادہ اور اگر قیمت دین سے کم ہوگی تو باقی کو راہن سے لے گا کذا فی الطحطاوی ووجب مثلہ ای مثل الدین للمعیر علی المستعیر وہو الراہن لقضاء دینہ بہ اور دین کے برابر معیر کے واسطے مستعیر یعنی راہن پر دینا واجب ہوگا بسبب ادا ہونے دین راہن کے مرہون کے سبب سے ان کان کلہ مضمونا والا یکن کلہ مضمونا

ضمن قدر المضمون والباقی امانۃ وجوب بقدر دین اُس صورت مین ہی کہ اگر تمام دین مضمون ہو اور اگر تمام دین کا ضمان نہو تو راہن مستعیر بقدر مضمون
کے ضمان دیگا اور باقی امانت ہی وکذا لو تعیب ذہب من الدین بحسابہ ویجب مثلہ للمعیر اور اسی طرح اگر مستعار مرتہن کے پاس عیب دار ہو گیا تو بقدر حصہ عیب کے
دین جاتا رہیگا اور اسی کے مانند معیر کے واسطے مستعیر پر واجب ہوگا ولو افتکہ ای الرہن المعیر اجبر المرتہن علی القبول ثم یرجع المعیر علی الراہن لانہ
غیر متبرع بتخلیص ملکہ بخلاف الاجنبی با ادی ان ساوی الدین القیمۃ وان الدین زید فالزائد تبرع والاقل فلاجبر در لکن استشکلہ الزیلعی وغیرہ واقرہ المصنف
فلذا لم یصرح علیہ فی متنہ مع کمال متابعۃ الدرر فتدبر اور اگر معیر نے فک رہن کا ارادہ کیا تو مرتہن پر اُسکے قبول کرنے پر جبر کیا جاویگا پھر معیر لے جو دین
ادا کیا وہ راہن سے بھر لے گا اسواسطے کہ معیر متبرع نہین کیونکہ وہ مضطر ہی اپنے ملک کی تخلیص کے سبب سے برخلاف اجنبی کے کہ وہ ادا سے
دین مین متبرع ہی اور رجوع معیر اس شرط پر ہی کہ دین برابر ہو قیمت مرہون کے اور اگر دین زائد ہوگا اُسکی قیمت سے تو زائد کا ادا کرنا تبرع ہی
یعنی تو اسقدر کا رجوع نہوگا اور اگر دین کم ہی قیمت سے تو مرتہن پر جبر نہین تسلیم مرہون کا کذا فی الدرر لیکن ادا ے زائد کے تبرع ہونے مین زیلعی وغیرہ نے
اشکال کیا ہی اور مصنف نے اُس اشکال کو ثابت رکھا ہی اپنی شرح مین تو اسی واسطے مصنف نے زائد کے تبرع ہونے پر تصریح نہین کی یعنی اپنے متن مین
اُسکو ذکر نہین کیا باوجود کمال متابعت درر کے سو اسکو تامل کر یعنی باوجودیکہ مصنف اپنے متن مین درر کی کمال متابعت کرتا ہی لیکن اشکال زیلعی وغیرہ کے سبب سے
اُسکو متن کے اندر داخل نہین کیا امر تبرع زائد کا اشکال زیلعی نے یون بیان کیا ہی کہ یہ مشکل ہی اسواسطے کہ تخلیص مرہون حاصل نہین ہوسکتی بعض دین کے ادا کرنے
سے تو معیر مضطر ٹھہرا اور یہ اسواسطے ہی کہ غرض معیر تخلیص سے یہی ہی کہ اُس سے منتفع ہو اور یہ حاصل نہین ہوسکتا بدون ادا کرنے تمام دین کے اسواسطے کہ مرتہن کو
اختیار رہی حبس مرہون کا تا ادا ے کل دین کذا فی الحلبی طحطاوی نے حموی اور شرح قدوری سے جواب اشکال مذکور کا ذکر کیا ہی اور کہا ہی کہ مصنف پر
اُسکی تصریح واجب تھی من شارح فلیراجع انتہٰی لو ہلک الرہن المستعار مع الراہن قبل رہنہ وبعد فکہ لم یضمن وان استخدمہ او رکبہ ونحو ذلک من قبل لانہ امین خالف
ثم عاد الی الوفاق فلا یضمن خلافا للشافعی اور اگر مرہون مستعار ہلاک ہو گیا راہن کے پاس رہن رکھنے سے پہلے یا بعد فک رہن کے تو راہن پر اُسکا تاوان نہین اگرچہ
قبل اسکے مستعار سے اُسنے خدمت لی ہو یا اُسپر سواری کی ہو اور مانند اُسکے اور استعمال کیا ہو اسلیے کہ راہن امین ہی جسنے مالک کی مخالفت کے بعد اُسکی پھر
موافقت کی تو اس موافقت بعد المخالفت سے اُسپر ضمان لازم نہوگا برخلاف امام شافعی رح کے لکن فی الشرنبلالیۃ عن العمادیۃ المستاجر والمستعیر اذا خالفا ثم عادا الی
الوفاق لا یبرأ عن الضمان علی ما علیہ الفتوی انتہی لیکن شرنبلالیہ مین عمادیہ سے منقول ہی کہ مستاجر یا مستعیر جبکہ دونون مالک کی مخالفت کرین بعد اسکے پھر موافقت
کرین تو پھر واجد تاوان سے بری الذمہ نہوگا بموجب اُس قول کے جسپر فتوی ہی انتہی ما فی الشرنبلالیۃ لکن لو اختلفا فالقول للراہن لانہ ینکر الایفاء بمالہ بالی...
یہ مسئلہ کہ اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا مرہون کے تلف ہو جانے کے وقت مین تو مستعیر راہن کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہ اپنے اقرار مال کا منکر ہی
یعنی وجوب ضمان کا منکر ہی صورت اختلاف یہ ہی کہ معیر کہتا ہی کہ مرہون مستعار تلف ہو گیا مرتہن کے پاس اور مستعیر کہتا ہی بلکہ میرے پاس قبل رہن یا بعد
فک رہن تلف ہوا کذا فی الطحطاوی تو مطلب معیر کا یہ ہی کہ بقدر دین مستعیر پر ضمان واجب ہوا اور مستعیر کا مدعا یہ ہی کہ مجھپر ضمان واجب نہو ولو اختلفا فی قدر ما
امرہ بالرہن فالقول للمعیر ہدایہ اور اگر دونون نے اختلاف کیا اس مقدار مین جسقدر پر رہن رکھنے کا معیر نے امر کیا تھا تو معیر کا قول مقبول ہوگا کذا فی الہدایہ
یعنی مقدار دین مین اختلاف ہوا معیر اکثر دین کا مدعی ہی تا مستعیر پر تلف ہو جانے کے وقت ضمان زائد لازم آوے اور مستعیر اقل دین کا دعوی کرتا ہی
اختلفا فی الدین والقیمۃ بعد الہلاک فالقول للمرتہن فی قدر الدین وقیمۃ الرہن شرح تکملہ اور اگر راہن اور مرتہن نے مقدار دین یا قیمت مرہون مین اختلاف
کیا بعد ہلاک ہو جانے مرہون کے تو مرتہن کا قول مقدار دین یا قیمت مرہون مین معتبر ہی کذا فی شرح التکملۃ ولو مات مستعیرہ مفلسا مدیونا فالرہن باق
علی حالہ فلا یباع الا برضی المعیر لانہ ملکہ اور اگر رہن کا مستعیر مفلس مدیون ہو کر مر گیا تو عقد رہن کا باقی ہی اپنی حالت سابقہ پر مرتہن کے پاس تو

مرہون بیچا نہ جاویگا مگر معیر کی رضامندی سے اسواسطے کہ مرہون معیر کا مملوک ہے ولو اراد المعیر بیعہ وابی المرتہن البیع بیع بغیر رضاہ ان کان بہ ای بالرہن
وفاء والا لا الا برضاہ اور اگر معیر بیع مرہون کا ارادہ کرے اور مرتہن نہ مانے تو وہ بیچا جاویگا بدون اسکی رضامندی کے اگر مرہون کی قیمت سے دین کا قرض ادا
ہوجائے اور اگر دین ادا نہو تو اسکی بیع نہوگی بلا رضامندی مرتہن کے ولو مات المعیر مفلسا وعلیہ دین امر الراہن بقضاء دینہ تقسمہ ویرد الراہن
لیحصل کل ذی حق حقہ اور اگر معیر مرجائے مفلس ہوکر اور اسپر دین ہو تو راہن پر امر کیا جائے اپنی ذات دین کے ادا کرنیکا اور مرہون مستعار معیر دیا جائے تاکہ ہر ایک
اپنے حق کو پہونچے وان عجز لفقرہ فالرہن علی حالہ کما لو کان المعیر حیا اور اگر راہن مستعیر عاجز ہو اپنے دین کے ادا کرنے سے محتاجی کے سبب سے تو رہن باقی رہیگا
اپنی حالت پر چنانچہ اگر معیر زندہ ہو اور مستعیر عاجز ہو تو رہن قائم رہے گا ولورثتہ ای ورثۃ المعیر اخذہ ای الرہن بعد قضاء دینہ لکونہ شیئ اور معیر کے وارثون کو
مرہون کا لینا درست ہے بعد ادا کرنے دین مرتہن کے مورث مانند یعنی اگر وارث معیر کے مرتہن کا دین ادا کرین تو مرہون پر قبضہ کرین فان طلب غرماء المعیر من ورثتہ
بیعہ فان وفاء بیع والا فلا یباع الا برضی المرتہن لما مر پھر اگر معیر کے قرضخواہ معیر کے وارثون سے مرہون مستعار کی بیع طلب کرین تو اگر مرہون
کی قیمت سے دین ادا ہوجائے تو وہ بیچا جاوے اور اگر دین ادا نہو تو یہ بیچا جائے مگر مرتہن کی رضامندی سے چنانچہ عنقریب گذر گیا بدلیل گذشتہ مع انتفاع
ہے اور اگر دین مرتہن سے فاضل معیر کے قرضخواہ رہن کو کفایت نکرے تو بدون انکی رضامندی کے بیع درست نہین اور اگر کفایت کرے تو بیع جائز ہے بدون انکی
رضامندی کے بسبب پہونچ جانے انکے حق کے اور یہی طرح کا حکم ہے اگر معیر یا مستعیر مرجائے کذا فی الطحطاوی واعلم ان جنایۃ الراہن علی الرہن کلا او بعضا مضمونۃ
اور یہ معلوم کر کہ جنایت راہن کی مرہون کے کل پر یا بعض پر مضمون ہے یعنی تاوان اسکا راہن پر واجب ہے جسم یعنی اگر راہن مرہون غلام کو قتل کرے یا کوئی عضو تلف
کر ڈالے تو راہن پر ضمان واجب ہوگا اسلیے کہ حق مرتہن کا لازم محترم ہے اور مالیت سے اسکی ملک متعلق ہے لہذا مالک بھی ٹھہرایا گیا ضمان کے حق میں وجنایۃ المرتہن
علیہ جیسے جنایت مرتہن کی مرہون پر موجب الضمان ہے یعنی اگر مرتہن مرہون کو قتل کریگا تو اسپر تاوان لازم ہوگا وتسقط من دینہ ای دین المرتہن بقدرہا ای
الجنایۃ لانہ اتلف ملک غیرہ فلزمہ ضمانہ واذا لزمہ وقد حل الدین سقط بقدرہ ولزمہ الباقی بالاتلاف لا بالرہن اور مرتہن کا دین بقدر جنایت کے ساقط ہوجاوے گا
اسواسطے کہ مرتہن نے غیر کی ملک کو تلف کیا تو اسپر ضمان لازم ہوگا اور جبکہ ضمان لازم ہوا اور دین موجل نہین ہے تو دین ساقط ہوگا بقدر اسکے اور باقی مرتہن پر
لازم ہوگا مرہون کے تلف کر ڈالنے کے سبب سے نہ رہن کے سبب سے جسم مرتہن کو باقی لازم ہوا اسواسطے کہ جو قیمت مرہون کی قدر دین سے زائد ہے وہ امانت ہے
اور مرتہن پر اسکا ضمان تلف کر ڈالنے سے لازم ہوا نہ عقد رہن کے سبب سے تو وہ بمنزلہ ودیعت کے ہے جبکہ مودع اسکو تلف کرے اور اسپر ضمان لازم آوے
کذا فی الدرر وہذا اذا کان الدین من جنس الضمان والا لم یسقط منہ شیئ والجنایۃ علی المرتہن اور یہ یعنی سقوط دین بقدر جنایت اسوقت ہے جبکہ دین ضمان کی جنس سے
یعنی دراہم اور دنانیر ہو اور اگر اسکی جنس سے نہو چنانچہ مکیل ہو تو دین سے کچھ ساقط نہوگا اور جنایت مرتہن پر قائم رہیگی وللمرتہن ان یستوفی دینہ اور مرتہن کو درست
ہے کہ اپنا دین پورا لے لکن لو اعور عینہ یسقط نصف دینہ عنہ قہستانی وبرجندی لیکن اگر مرتہن نے غلام مرہون کی ایک آنکھ پھوڑ ڈالی تو مرتہن کا نصف دین ساقط
ہوگا کذا فی القہستانی والبرجندی جسم یہ اُس صورت مین ہے جبکہ غلام کی قیمت دین کے برابر ہو اسواسطے کہ آنکھ مقدار نصف دیت ہے اور غلام کی دیت اسکی قیمت ہے
اور اگر مرہون جانور ہو تو اسکی آنکھ پھوڑنے سے ربع دین ساقط ہوگیا چنانچہ مذکور ہوچکا اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو سقوط نصف دین کی وجہ ظاہر نہین
ہوتی تو اس مسئلہ کی تحریر کرنا چاہیے کذا فی الطحطاوی وجنایۃ الرہن علیہما ای الراہن والمرتہن وعلی مالہما ہدر ای باطل اور جنایت مرہون کی راہن اور مرتہن پر
اور دونون کے مال پر ہدر ہے یعنی باطل ہے یعنی جنایت کے بدلے کوئی چیز واجب نہین اذا کانت الجنایۃ غیر موجبۃ للقصاص فی النفس دون الاطراف
اذ لا قود بین طرفی عبد وحر قہستانی جنایت غلام مرہون کی باطل ہے جبکہ جنایت قصاص فی النفس کی موجب نہو سوائے اطراف کے اسواسطے کہ غلام
اور آزاد کے ہاتھ یا پاؤن وغیرہ اطراف مین قصاص نہین جسم یعنی غلام کا قتل باطل ہے اور اطراف مین تو قصاص ہی نہین ہے وان کانت

موجبة للقصاص فمعتبرة فيقتص منه ويبطل الدين خانيه وعبارة القهستاني وشرح المجمع يبطل الرهن اور اگر جنایت قصاص کی موجب ہو تو معتبر ہے یعنی قتل عمد مین غلام سے قصاص لیا جاویگا اور دین باطل ہوگا کذا فی الخانیۃ اور قہستانی اور شرح مجمع کی عبارت یہ ہے کہ رہن باطل ہوجاویگا م بطلان دین کی وجہ یہ ہے کہ جب غلام مرہون قتل ہوا تو محل استیفاء دین باقی نرہا اور ظاہر البطلان دین ط و بطلان رہن مین کچھ خلاف نہین کذا فی الطحطاوی والجناية اي الراهن على ابن الراهن او على ابن المرتهن فانها معتبرة في الصحيح حتى يدفع بها او يفدى وان كانت على المال يباع كما لو جنى على الاجنبي اذ هو اجنبي لتباين الاملاك زيلعي جیسے جنایت مرہون کی راہن کے فرزند یا مرتہن کے فرزند پر اسواسطے کہ وہ معتبر ہے قول صحیح مین تو مرہون دیا جاویگا بسبب جنایت کے یا اسکا فدیہ دیا جاے اور اگر جنایت مرہون کے مال پر ہو تو وہ بیچا جاوے گا اور صاحب مال کو دیا جاویگا چنانچہ شخص اجنبی پر اسکی جنایت معتبر ہے فرزند راہن اور مرتہن پر جنایت اسواسطے معتبر ہوئی کہ فرزند باپ سے اجنبی ہے بتباین املاک کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو رهن عبدا يساوي الفا بالف مؤجل فرجعت قيمته الى مائة فقتله رجل وغرم مائة وحل فالمرتهن يقبضها اي المائة قضاء لحقه ولا يرجع على الراهن بشيء لموته بلا فعل والا صل ان نقصان السعر لا يوجب سقوط الدين بخلاف نقصان العين فاذا كان الدين باقيا ويد المرتهن يد الاستيفا فيصير مستوفيا للكل من الابتداء اور اگر وہ غلام جو ہزار درم کے برابر ہے ہزار درم موجل پر رہن رکھا پھر اسکی قیمت پلٹ کر سو درم کی ہوگئی پھر اسکو ایک مرد نے قتل کیا اور سو درم تاوان دیا اور دین مرتہن کی مدت آپہونچی تو مرتہن سو درم پر قبضہ کرے اپنے ادا حق کے سبب سے یعنی ادائے بعض حق کے سبب سے اور راہن سے کچھ نہ لیگا جیسے غلام مرہون کی موت بلا قتل مین راہن پر کوئی چیز نہین اور قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ نقصان نرخ سقوط دین کا موجب نہین برخلاف نقصان عین کے پھر جبکہ دین باقی رہا اور قبض مرتہن کا قبضہ استیفا ہے تو وہ تمام دین کا پانے والا ٹھہر گیا ابتداے رہن سے ولو باعه اي العبد المذكور بمائة بامر الراهن قبض المائة قضاء لحقه ورجع بتسعمائة لانه لما كان الدين باقيا وقد اذن ببيعه بمائة كان الباقي في ذمته كانه استرده وباعه بنفسه اور اگر مرتہن نے غلام مذکور بیچا سو درم سے راہن کے امر سے تو مرتہن قبضہ کرے گا سو درم پر اپنے حق کے سبب سے اور نو سو درم راہن سے بھر لے گا اسواسطے کہ جب دین باقی رہا اور البتہ راہن نے اسکو سو درم کے ساتھ بیچنے کا اذن دیا تھا تو باقی دین یعنی نو سو درم راہن کے ذمہ پر لازم رہے گویا اذن مذکور سے راہن نے مرہون پھیر لیا مرتہن سے اور اسکو بذات خود بیچڈالا ولو قتله عبد قيمته مائة فدفع به اي بقتله الراهن وجوبا بكل الدين وهو الالف لقيام الثاني مقام الاول لحما ودما وقال محمد ان شاء الراهن افتكه بكل دينه او تركه على المرتهن بدينه وهو المختار كما في الشرنبلالية عن المواهب لكن عامة المتون والشروح على الاول اور اگر ہزار درم کی قیمت والے غلام مرہون کو اس غلام نے قتل کیا جسکی قیمت سو درم ہے پھر قاتل غلام قتیل کے بدلے دیا گیا تو راہن پر واجب ہے کہ غلام مذکور کو تمام دین یعنی ہزار درم دے کر رہن سے چھوڑاوے بسبب قائم ہوجانے غلام ثانی کے غلام اول کے مقام پر گوشت اور خون مین یعنی آدمی ہونے مین دونون برابر ہین اور محمد رح نے کہا راہن اگر چاہے اسکا رہن فک کرے مرتہن کا سب دین دے کر یا اسکو مرتہن کے پاس چھوڑ دے اسکے دین کے بدلے اور یہی قول محمد رح کا مختار ہے جیسا کہ شرنبلالیہ مین ہے مواہب الرحمن سے منقول لیکن اکثر فقہ کے متون اور شروح اول قول پر مشتمل ہین فان جنى ترك التفريع اولى الراهن خطاء فداه المرتهن لانه ملكه ولو يرجع على الراهن بشيء پھر اگر غلام مرہون نے از راہ خطا کسی کو قتل کیا تو مرتہن اسکا فدیہ دے اسواسطے کہ مرہون اسکی ملک ہے اور مرتہن فدیہ دیکر راہن سے کچھ نہ لے گا شارح نے کہا مصنف کو فا تفریع کا ترک کرنا بہتر تھا یعنی اسواسطے کہ یہ مسئلہ مسئلہ سابقہ سے متفرع نہین م تعلیل ملک مرتہن غیر ظاہر ہے تو اگر شارح یون کہتا (لان الجناية حصلت في ضمانه) تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی یعنی قتل حاصل ہوا مرتہن کے ضمان مین اسواسطے کہ ضمان جنایۃ کا مرتہن ہے اور غلام مرہون کا بالکل اسکے ضمان مین ہے اور اسکا دین رقبہ غلام کو مستغرق ہے کذا فی الدرر ولا يملك ان يدفعه الى ولي الجناية لانه لا يملك التمليك اور مرتہن مالک نہین غلام کے دینے کا ولی جنایت کو یعنی مقتول کے مالک یا وارث کو اسواسطے کہ مرتہن تملیک مرہون کا مالک نہین فان ابى المرتهن من الفداء دفعه الراهن

ان شاء او فداه ویسقط الدین بکل قیمتها لو اقل من قیمة الدین او مساویا ولو اکثر یسقط قدر قیمة العبد فقط ولا یسقط الباقی من الدین پھر اگر مرتہن نے
فدیہ دینے سے انکار کیا تو راہن دے غلام قاتل کو اگر چاہے یا اسکا فدیہ دے اور دین مرتہن دونوں صورتوں میں یعنی دفع اور فدیہ میں ساقط ہوگا اگر دین کمتر ہو
مرہون کی قیمت سے یا برابر ہو اور اگر دین قیمت سے زیادہ ہو تو فقط بقدر قیمت غلام کے ساقط ہوگا اور باقی دین ساقط نہوگا ولو استہلک مالا یستغرق رقبته فداه
المرتہن فان ابی باعه الراہن او فداه اور اگر مملوک مرہون تلف کرے اس قدر کو جو اسکی قیمت سے کمتر ہے تو مرتہن مرہون کا فدیہ دے پھر اگر وہ فدیہ نہ دے تو راہن
اسکو بیچ ڈالے یا اسکا فدیہ دے ہم اگر مرتہن فدیہ دیگا تو رہن اور اسکا دین بحال سابق باقی رہیگا اور در صورت انکار مرتہن اگر راہن اسکو بیچے تو جسکا مال تلف کیا ہے
اسکا دین ادا کرے اور اگر فدیہ دیگا راہن تو مرتہن کا دین ساقط ہوگا اور اسکی تفصیل حموی اور عالمگیری میں ہے ولو قتل ولد الرہن انسانا او استہلک مالا دفعه الراہن
خرج عن الرہن او فداه وبقی رہنا مع امه اور اگر مرہون لونڈی کا فرزند قتل کرے کسی انسان کو یا تلف کرے کسی مال کو تو راہن اسکو دیڈالے اور وہ رہن سے
خارج ہوگیا یا راہن اسکا فدیہ دے اور وہ رہن باقی رہیگا اپنی ماں کے ساتھ واما جنایة الدابة فهدر وتصیر کانه هلک بآفة سماویة وتمامه فی الخانیة اور جانور
مرہون کی جنایت تو باطل ہے یعنی اگر جانور جانور کو مار ڈالے یا مال کو تلف کرے تو اسکا ضمان نہیں اور اسکا تلف کرنا ایسا ہوگا گویا آفت آسمانی سے وہ تلف
ہوگیا اور اسکا پورا بیان فتاوی قاضی خان میں ہے مات الراہن باع وصیه رہنه باذن مرتہنه وقضی دینه لقیامه مقامه راہن مرگیا تو اسکا وصی
اسکے مرہون کو بیع کرے اسکے مرتہن کے اذن سے اور اسکا دین ادا کرے بسبب قائم ہونے وصی کے مقام راہن کے فان لم یکن له وصی نصب القاضی
له وصیا وامره ببیعه لان نظره عام پھر اگر راہن میت کا کوئی وصی نہو تو قاضی قائم کرے ایک وصی کو اور اسکو بیع مرہون اور ادا دین راہن کا امر
کرے اسواسطے کہ قاضی کی نظر عام ہے یعنی قاضی منصوب ہے اسواسطے کہ حقوق مسلمین پر نظر رہے جبکہ وہ عاجز ہوں اپنے کام میں وهذا لو ورثته صغارا فلو
کبارا خلفوا المیت فی المال فکان علیهم تخلیصه جوہرہ اور یہ یعنی بیع وصی کی اسوقت ہے جبکہ وارث راہن کے صغیر نابالغ ہوں سو اگر وہ بالغ جوان ہوں تو
وہ میت کے خلیفہ ہیں مال میں تو انپر چھڑانا مرہون کا لازم ہے کذا فی الجوہرة فروع مسائل ملحقہ شارح کے رہن الوصی بعض الترکة لدین علی المیت عند غریم من
غرمائه توقف علی رضی البقیة ولهم رده فان قضی دینهم قبل الرد نفذ ولو لم یکن للمیت الا غریم واحد جاز وبیع فی دینه وصی نے بعض متروکہ رہن رکھا اس دین کے لیے جو میت
پر ہے ایک داین کے پاس منجملہ اور دین والوں کے تو رہن موقوف رہیگا باقیوں کی رضامندی پر اور انکو رہن کا پھیر دینا درست ہے پھر اگر وصی نے باقی
لوگوں کا دین ادا کر دیا رد کرنے رہن سے پہلے تو رہن مذکور نافذ ہوجاویگا اور اگر صاحب دین ایک ہی شخص ہو تو رہن جائز ہے اور مرہون بیچا جاویگا ادا
دین کے واسطے وفی معین المفتی للمصنف لا یبطل الرہن بموت الراہن ولا بموت المرتہن ولا بموتهما ویبقی الرہن رہنا عند الورثة اور مصنف کی کتاب معین المفتی
میں ہے کہ رہن باطل نہیں ہوجاتا راہن کی موت سے اور نہ مرتہن کی موت سے اور نہ راہن اور مرتہن دونوں کے مرجانے سے اور مرہون رہن رہتا ہے وارثوں
کے پاس ہم اسواسطے کہ وارث راہن کے قائم ہیں اور اگر وارث نہیں تو وصی کے پاس رہن قائم رہیگا کذا فی الطحطاوی

فصل فی مسائل متفرقة یہ فصل ہے کتاب الرہن سے مسائل متفرقہ میں رہن عصیرا قیمته عشرة بعشرة فتخمر ثم تخلل وهو یساوی العشرة فهو رہن
بعشرة کما کان انگور کا شیرہ جسکی قیمت دس درہم ہے رہن رکھا دس درم پر سو وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور وہ سرکہ دس درم کے برابر ہے تو وہ دس درم پر
مرہون رہتا ہے جیسا کہ خمر ہونے سے پہلے رہن تھا ہم لائق یوں تھا کہ رہن باطل ہوجاتا اسواسطے کہ خمر ہوجانے سے مال متقوم نہ رہا لیکن باطل نہوا سرکہ ہوجانے
کی صلاحیت سے ولہذا اگر شیرہ خرید کرے اور وہ خمر ہوجاوے قبض سے پہلے تو بیع باطل نہیں سرکہ ہوجانے کے احتمال سے پھر جب سرکہ بن گیا تو عارض زائل ہوگیا
ثابت ہونے سے پہلے تو گویا اسکا وجود ہی نہ تھا کذا فی الدرر والحموی ثم المعتبر فیه الزیادة والنقصان القدر لا القیمة علی ما افاده ابن الکمال پھر اس میں یعنی اس
شیرہ میں جو خمر ہوگیا پھر سرکہ بن گیا اسکی زیادتی اور نقصان میں مقدار معتبر ہے نہ قیمت کی کمی بیشی چنانچہ ابن کمال نے اسکو بیان کیا ہے ہم کمی بیشی میں مقدار کا اعتبار

ہوا نہ قیمت کا اسواسطے کہ عصیر اور خمر مقدرات سے ہیں کیونکہ دونوں کیلی ہیں یا وزنی اور کیلی وزنی میں قیمت کا نقصان کچھ بھی سقوط دین کا موجب نہیں
ہوتا کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وعلیہ الفتوی فان انتقص شئ من قدرہ سقط بقدرہ والا فلا اور بنابر اعتبار کمی بیشی مقدار کے اگر شیرہ کی مقدار سے کچھ کم
ہوگا تو دین بقدر اسکے ساقط ہوگا اور اگر کم نہوگا تو دین بھی ساقط نہوگا ولو رہن شاۃ قیمتہا عشرۃ بعشرۃ ہذا قید لابد منہ لانہ لو کان قیمتہا اکثر من الدین
یکون الجلد ایضا بعضہ امانۃ بحسابہ فنبہ فماتت بلا ذبح فدبغ جلدہا بما لا قیمۃ لہ فلو لہ قیمۃ ثبت للمرتہن حق حبسہ بما زاد دباغہ وہل یبطل الرہن قولان وہو الی
الجلد یساوی درہما فہو رہن بہ اور اگر وہ بکری جسکی قیمت دس درم ہے دس درم پر رہن رکھی پھر وہ بدون ذبح کرنے کے مر گئی سو اسکی کھال کی بے قیمت
چیز سے یعنی مٹی یا آفتاب کی دھوپ سے دباغت کی گئی اور وہ کھال ایک درم کی ہے تو وہ ایک درم پر رہن ٹھہرے گی شارح نے کہا کہ یہ قید یعنی بکری کی
قیمت دس درم ہونا ضروری ہے اسواسطے کہ اگر اسکی قیمت دین سے زیادہ ہوگی تو کچھ کھال بھی مرتہن کے پاس امانت ٹھہرے گی اسکے حساب کے موافق سو خبردار رہنا
طحطاوی نے کہا مثلاً اگر دین دس درم ہے اور قیمت بکری کی ٢٠ درم ہے اور کھال ایک درم کی ہے تو کھال نصف درم پر رہن ہوگی انتہی پھر اگر قیمت والی چیز سے
دباغت ہوگی تو جسقدر دباغت سے اسکی قیمت زیادہ ہو جاویگی اُسقدر کے حبس میں مرتہن کا اختیار ہے اور اس صورت میں رہن باطل ہوگا یا نہیں اسمیں دو قول ہیں
بعضوں کے نزدیک رہن باطل ہے اور بعضوں کے نزدیک صحیح ہم بلا ذبح کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکری ذبح ہو کر مر گئی تو بالکل مضمون ہوگی کذا فی الطحطاوی بخلاف
ما اذا ماتت الشاۃ المبیعۃ قبل القبض فدبغ جلدہا حیث لا یعود البیع بقدرہ علی المشہور والفرق ان الرہن یتقرر بالہلاک والبیع قبل القبض ینفسخ بہ بخلاف اس صورت کے
کہ بکی بکری قبض مشتری سے پہلے مرگئی پھر اسکی کھال کی دباغت ہوئی تو یہاں عود بیع نہوگا بقدر کھال کے بنا بر قول مشہور کے اور فرق رہن اور بیع میں یہ ہے کہ رہن
ثابت ہوجاتا ہے ہلاک مرہون سے اور بیع قبل قبض کے فسخ ہوجاتی ہے مبیع کے تلف ہوجانے سے ولو ابق عبد الرہن وجعل العبد بالدین ثم عاد یعود الدین
والرہن خلافا للزفر اور اگر مرہون غلام بھاگ گیا مرتہن کے پاس اور غلام مذکور دین کے بدلے ٹھہرایا گیا بعد اسکے غلام پھر آیا تو دین اور رہن پھر ثابت ہوگیا برخلاف
زفر کے ونماء الرہن کالولد والثمر واللبن والصوف والوبر والارش ونحو ذلک للراہن لتولدہ من ملکہ اور مرہون کی بڑھوتی یعنی جو چیز مرہون کی ذات سے
پیدا ہو جیسا بچہ اور پھل اور دودھ اور اون اور روئیں اور خونبہا اور مانند اسکے وہ راہن کی ملک ہے بسبب اُسکے پیدا ہونے کے راہن کی مملوک چیز سے وہو رہن
مع الاصل تبعا لہ اور وہ اصل مرہون کے ساتھ رہن ہے اپنی اصل کے تابع ہوکر بخلاف ما ہو بدل عن المنفعۃ کالکسب والاجرۃ وکذا الہبۃ والصدقۃ فانہا غیر داخلۃ
فی الرہن وتکون للراہن والاصل ان کل ما یتولد من عین الرہن یسری الیہ حکم الرہن وما لا فلا مجمع الفتاوی برخلاف اس بڑھوتی کے جو منفعت مرہون کا بدلا
ہے جیسا کہ کمائی اور مزدوری اور اسی طرح ہبہ اور صدقہ اسواسطے کہ وہ رہن میں داخل نہیں اور وہ راہن کا مملوک ہے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز پیدا
ہو مرہون کی ذات سے تو اُسکی طرف رہن کا حکم سرایت کرتا ہے اور جو ذات مرہون سے پیدا نہو تو اُسکی طرف رہن کا حکم سرایت نہیں کرتا واذا ہلک النماء
المذکور ہلک مجانا لانہ لم یدخل تحت العقد مقصودا اور جبکہ زیادت مذکورہ متولدہ تلف ہو جاوے مرتہن کے پاس تو رائیگان تلف ہوگی یعنی مرتہن پر اُسکا تاوان
لازم نہوگا اسواسطے کہ وہ عقد رہن میں بالقصد داخل نہیں بلکہ بالتبع داخل ہے واذا بقی النماء ای ولو حکما بان اکل بالاذن فانہ لا یسقط حصتہ ما اکل منہ فیرجع
علی الراہن کما اذا ہلک الاصل بعد الاکل فان تقسیم الدین علی قیمتہا قہستانی کما ذکرہ بقولہ اور جبکہ زیادت متولدہ باقی رہی یعنی اگرچہ حقیقۃ باقی نہو بلکہ حکماً
باقی رہے اسطرح پر کہ کھایا جاوے راہن کے اذن سے اسواسطے کہ حصہ ماکول کا زیادت متولدہ سے ساقط نہیں ہوتا تو مرتہن اُسکو پھر لیگا راہن سے چنانچہ جب اصل
مرہون تلف ہو جاوے کھانے کے بعد تو دین قسمت کیا جاویگا یعنی اصل اور زیادت کی قیمت پر کذا فی القہستانی چنانچہ مصنف نے اُسکو اپنے قول آئندہ
میں ذکر کیا ہے اور زیلعی میں ہے کہ اگر راہن نے مرتہن کو زوائد رہن کے کھانے کا اذن دیا سو اُسنے کھایا تو اُسپر ضمان نہیں اور اُسکا دین کچھ
ساقط نہوگا اور اگر مرہون تلف ہو گیا مرتہن کے پاس تو دین مقسوم ہوگا زیادت ماکولہ اور اصل پر جسقدر اصل کو پہونچے گا وہ ساقط ہوگا

اور جتنا زیادت مالک کو پہونچے گا سو مرتہن راہن سے لیگا اسواسطے کہ اتلاف زیادت کا ہوا مرتہن کے فعل سے راہن کی تسلیط کے سبب تو گویا راہن نے
اسکو لیا اور تلف کیا کذا فی الطحطاوی ملخصا بعد الہلاک الاصل تجاۃ بحصتہ من الدین لانہ صار مقصودا بالفکاک والبیع یقابلہ شیء اذا کان مقصودا یعنی
زیادت متولدہ باقی رہے بعد ہلاک ہوجانے اصل مرہون کے تو زیادت مذکور خلاص کیجائیگی بقدر اسکے حصہ کے دین سے اسواسطے کہ زیادت مقصود ہوگئی
خلاص کرنے کے سبب سے اور تابع کے مقابل چیز ہوجاتی ہے جبکہ تابع مقصود ہوجاوے وحینئذ یقسم الدین علی قیمتہ یوم الفکاک وقیمۃ الاصل
یوم القبض ویسقط من الدین حصۃ الاصل وفک النماء بحصتہ کما لو کان الدین عشرۃ وقیمۃ الاصل یوم القبض عشرۃ وقیمۃ النماء یوم الفکاک خمسۃ فثلثا
العشرۃ حصۃ الاصل فیسقط وثلث العشرۃ حصۃ النماء فیفک بہ اور اسوقت مین دین قسمت کیا جائیگا زیادت متولدہ کی قیمت پر خلاص کے دن کی
اور اصل کی قیمت پر قبض کے دن اور دین سے حصہ اصل کا ساقط ہوگا اور زیادت خلاص کیجائے گی بقدر اسکے حصہ سے چنانچہ اگر دس درم ہو اور اصل
مرہون کی قیمت قبض کے دن دس درم تھی اور زیادت متولدہ کی قیمت خلاصی کے دن پانچ درم تھی تو دس کی دو تہائیان یعنی چھ کسرے زائد اصل کا حصہ ہے
سو ساقط ہوگا اور دس کی ایک تہائی یعنی تین کسرے زائد حصہ ہے زیادت کا تو تین درم سے زیادہ مذکورہ کا فک رہن کیا جائیگا ولو اذن الراہن للمرتہن
فی اکل الزوائد ای اکل زوائد الرہن بان قال لہ مہما زاد فکلہ فاکلہا ظاہرہ یعم اکل ثمنہا وبہ افتی المصنف قال الا ان یوجد نقل یخصص حقیقۃ
الاکل فیتبع فلا ضمان علیہ ای علی المرتہن لانہ اتلفہ باذن المالک اور اگر راہن نے اذن دیا مرتہن کو زوائد مرہون کے کھانے مین اسطرح کہ راہن نے
مرتہن سے کہا کہ جو چیز زیادہ ہو یعنی درخت کا پھل یا حیوان کا دودھ تو اسکو کھا سو مرتہن نے اسکو کھایا تو مرتہن پر اسکا تاوان نہین ہو اسلئے کہ اسنے مالک
کے اذن سے تلف کیا شارح نے کہا ظاہر لفظ اکل زوائد کے اکل ثمن کو بھی شامل ہے خواہ پھل یا دودھ کھاوے یا اسکو بیچکر اسکا ثمن کھاوے اور اسی کا
فتوی دیا ہے مصنف نے اپنی شرح مین مصنف نے کہا اگر یہ کتب فقہ مین کوئی نقل مخصص پائی جاوے کہ وہ حقیقت اکل کو خاص کردے تو اسکو اتباع کیا جاوے
یعنی درصورت وجود نقل مخصص اکل ثمن زوائد جائز نہوگا والاطلاق یجوز تعلیقہ بالشرط والخطر بخلاف التملیک در اطلاق اباحت کی تعلیق شرط اور خطر پر جائز
ہے برخلاف تملیک کے یعنی جب راہن نے مرتہن کو اکل زوائد کا اذن دیا تو یہ اباحت ہے تملیک نہین ہے اور اباحت کی تعلیق شرط پر درست ہے نہ تملیک کی
تو راہن کا یہ قول معلق کہ جو چیز مرہون سے زیادہ پیدا ہو یعنی پھل یا دودھ اسکو تو کھا درست اور جائز ہے ولا یسقط شیء من الدین وساقط نہوگا مرتہن کے
دین سے کچھ اباحت اکل سے قال فی الجواہر جعل رہن دارا واباح السکنی للمرتہن فوقع بسکناہ خلل وخرب البعض لا یسقط شیء من الدین لانہ لما اباح لہ السکنی ام
حکم العاریۃ حتی لو اراد منعہ کان لہ ذلک جواہر اخلاطی مین کہا کہ ایک مرد نے گھر رہن رکھا اور مرتہن کو اسکے اندر رہنا مباح کردیا سو اسکے رہنے سے خلل پڑگیا
اور کچھ مکان ویران ہوگیا تو مرتہن کا دین کچھ ساقط نہوگا اسواسطے کہ جب راہن نے مرتہن کو رہنا مباح کردیا تو رہنے نے عاریت کا حکم لیا یہانتک کہ اگر
راہن مرتہن کے رہنے کو منع کرے تو راہن کو اسکا اختیار ہے تم آئین اختلاف ہے کہ مرتہن کو زوائد مرہون سے انتفاع لینا باذن راہن درست ہے یا نہین سو بعضے فقہا اسکو
مکروہ کہتے ہین اسواسطے کہ وہ سود اور ربا ہے اور بعضے اسکو مباح کہتے ہین چنانچہ زیلعی اور جواہر اور قنیہ اور خانیہ مین باب مذکور ہے حموی نے حاشیہ اشباہ مین
کہا کہ اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وفی المضمرات ولو رہن شاۃ فقال لہ الراہن کل ولدہا واشرب لبنہا فلا ضمان علیہ وکذا لو اذن فی
ثمرۃ البستان فصار اکلہ کاکل الراہن ثم نقل عن التہذیب انہ یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرہن وان اذن لہ الراہن قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلم من انہ
لا یحل للمرتہن ذلک ولو بالاذن لانہ ربوا قلت وتعلیلہ یفید انہا تحریمیۃ فتامل اور مضمرات مین ہے اور اگر بکری گرو رکھی سو مرتہن سے راہن نے کہا کہ
اس بکری کا بچہ کھا اور اسکا دودھ پی تو مرتہن پر تاوان نہین اور اسی طرح اگر راہن نے مرتہن کو باغ کے پھلون مین اذن دیا تو مرتہن کا کھانا راہن کے
کھانے کے برابر ہوا پھر صاحب مضمرات نے تہذیب سے نقل کیا کہ مرتہن کو نفع حاصل کرنا مرہون سے مکروہ ہے اگرچہ اسکو راہن نے انتفاع کا اذن دیا ہو

مصنف نے شرح میں کہا اور یہی کراہت پر محمول ہے جو محمد بن اسلم سے یہ منقول ہے کہ مرتہن کو یہ حلال نہیں اگرچہ انتفاع باذن راہن کے ہو کیونکہ یہ بیاج ہے میں کہتا ہوں
اور تعلیل اسکی اسکے مفید ہے کہ مقرر کراہت تحریمی ہے سو اسمیں تامل کر وان لم ینفک الراہن الرہن بل یبقی عند المرتہن علی حالہ حتی ہلک الرہن فی ید المرتہن
قسم الدین علی قیمۃ الثمار ای الزیادۃ التی اکلہا المرتہن وعلی قیمۃ الاصل فما اصاب الاصل سقط وما اصاب الزیادۃ اخذہ المرتہن من الراہن
کما فی الہدایۃ والکافی والخانیۃ وغیرہا اور اگر راہن نے مرہون نہ چھوڑایا بلکہ مرہون بحال سابق مرتہن کے پاس باقی رہا یہاں تک کہ مرہون ہلاک ہوگیا مرتہن کے
ہاتھ میں تو دین بانٹا جاویگا اس زیادت کی قیمت پر جسکو مرتہن کھا گیا اور اصل مرہون کی قیمت پر سو جسقدر اصل مرہون کو پہونچے گا وہ ساقط ہوگا اور جسقدر
دین زیادت کو پہونچے گا اسکو مرتہن راہن سے لیگا چنانچہ ہدایہ اور کافی اور خانیہ وغیرہا میں مذکور ہے اخذ مرتہن کی وجہ یہ ہے کہ مرتہن کا شرب مثلا راہن کے
اذن سے راہن کے شرب کے برابر ہے تو جیسے راہن کے استعمال سے سقوط دین نہیں ہوتا ویسے ہی مرتہن کے استعمال سے سقوط نہوا کذا فی الخانیۃ وفی الجواہر
الاصل ان الاتلاف باذن الراہن کاتلاف الراہن بنفسہ لتسلیطہ اور جواہر میں ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تلف کرنا راہن کے اذن سے راہن کے ذاتی تلف کرنے
کے برابر ہے بسبب مسلط کر دینے راہن کے وفیہا اباح للمرتہن ینتفع ہل للمرتہن ان یوجرہ قال لا قیل فلو آجرہ ومضت المدۃ فالاجرۃ لہ ام للراہن قال لہ ان آجرہ
بلا اذن وان باذنہ فللمالک وبطل الرہن اور اسی کتاب میں ہے کہ راہن نے مرہون کا نفع مرتہن کو مباح کر دیا تو مرتہن کو مرہون کا اجارہ دینا درست ہے یا نہیں
جواب دیا کہ درست نہیں ہے پھر سوال ہوا کہ اگر مرتہن نے مرہون کو اجارہ میں دیا اور اجارہ کی مدت منقضی ہوگئی تو اسکی اجرت مرتہن کی ہے یا راہن کی تو جواب دیا کہ
اجرت مرتہن کی ہے اگر اسکو اجارہ دیا بدون اذن راہن کے اور اگر اسکے اذن سے اجارہ دیا تو اجرت مالک کی ہے اور اس صورت میں رہن باطل ہوگا وفیہا
رہن کرما وسلمہ المرتہن ثم دفعہ للراہن لیسقیہ ویقوم بمصالحہ لا یبطل الرہن اور اسی کتاب میں ہے کہ باغ رہن رکھا اور مرتہن کو تسلیم کیا پھر مرتہن نے راہن کو
باغ دیا تا اسکو سینچے اور اسکے امور ضروریہ کی خبرگیری کیا کرے تو رہن باطل نہوگا رہن کرما واباح ثمرہ ثم باع الکرم فقبض المرتہن الثمن ان ثمرہ حصل بعد
البیع فللمشتری وان قبلہ فللراہن ان قضی دین المرتہن والا یکون رہنا ویجعل البیع رجوعا عن الاباحۃ فانہا تقبل الرجوع کما مر باغ رہن رکھا اور اسکا پھل مباح
کر دیا مرتہن کو پھر راہن نے باغ بیچ ڈالا سو مرتہن نے اسکے ثمن پر قبضہ کیا اگر اسکا پھل بیع کے بعد حاصل ہوا تو مشتری کا پھل ہے اور اگر بیع سے پہلے پیدا ہوا
تو راہن کا ہے بشرطیکہ راہن نے مرتہن کا دین ادا کر دیا ہو اور اگر دین ادا نہیں کیا تو پھل رہن رہے گا یعنی ثمن مقبوض کے ساتھ اور بیع رجوع عن الاباحۃ
ٹھہرائی جاوے گی اسواسطے کہ اباحت قابل ہے رجوع کے چنانچہ مذکور ہو چکا ہے برخلاف اس صورت کے کہ مرتہن پھل کھا گیا اسواسطے کہ اسنے مباح کو
کھایا اور راہن رجوع کا مالک نہیں کھا جانے کے بعد کذا فی الطحطاوی عن المنح وفیہا زرع المرتہن ارض الرہن ان ابیح لہ الانتفاع لا یجب شیء وان لم یبح
لزمہ نقصان الارض وضمان الماء لو من قناۃ مملوکۃ فلیحفظ اور اسی کتاب میں ہے کہ مرتہن نے رہن کی زمین میں زراعت کی اگر اسکے لیے انتفاع مباح
ہے تو کوئی چیز واجب نہیں اور اگر انتفاع مباح نہیں تو مرتہن پر زمین کا نقصان اور پانی کا تاوان لازم ہوگا بشرطیکہ پانی مملوک کاریز کا ہو تو اسکو یاد
رکھنا چاہیے زرعہا الراہن او غرسہا باذن المرتہن ینبغی ان تبقی رہنا ولا یبطل الرہن قنیہ زمین مرہون میں راہن نے زراعت کی یا درخت لگایا مرتہن
کے اذن سے تو لائق یوں ہے کہ وہ رہن بطور سابق کے باقی رہے اور رہن باطل نہو جاوے تو خبردار رہنا ہم رہن باطل نہیں مگر در حکم ضمان باطل ہے یعنی اگر
مرہون راہن کے پاس تلف ہوگا تو مرتہن پر ضمان لازم نہوگا کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیۃ استحق الرہن لیس للمرتہن طلب غیرہ مقامہ مرہون غیر راہن کا
مملوک ثابت ہوا تو مرتہن کو اختیار نہیں کہ بجائے اسکے اور چیز کو طلب کرے رہن رکھنے کے واسطے استحق بعضہ ان شائعا بطل الرہن فیما بقی وان
مفرزا بقی فیما بقی ویحبس بکل الدین لکن ہلکہ بحصتہ بعض مرہون غیر راہن کا مملوک ثابت ہوا تو اگر بعض مذکور شائع غیر مقسوم ہے تو باقی میں بھی رہن
باطل ہوگا اور اگر بعض مذکور ممتاز اور جدا ہے تو باقی میں رہن باقی رہے گا اور بعوض تمام دین کے وہ محبوس رہے گا لیکن اسکا تلف ہو جانا بقدر

اسکے حصہ کے ہوگا اجرۃ ونحیرہ ثم رہنا منہ صح وبطلت الاجارۃ اپنا گھر غیر شخص کو اجارہ دیا پھر اسکو اسی مستاجر کے پاس رہن رکھا تو رہن رکھنا صحیح ہے اور اجارہ باطل
ہوگا ولو ارتہن ثم اجرہ من راہنہ فالاجارۃ باطلۃ اور اگر رہن رکھا پھر مرتہن نے راہن کو اجارہ دیا تو اجارہ باطل ہے اور یہ راہن کا استعارہ الدین کہلا کر ... ساقط
بحساب نقصہ لان الاباق عیب حدث فیہ مرہون غلام بھاگ گیا تو مرتہن کا دین ساقط ہو گیا اسکے ہلاک ہوجانے کے مانند بعد اسکے اگر غلام پھر آیا تو دین
ساقط ہوگیا بقدر اسکے نقصان کے اسلیے کہ بھاگنا عیب ہے جو اسمین اب پیدا ہوا ثم لما فرغ من الزیادۃ الضمنیۃ ذکر الزیادۃ القصدیۃ فقال پھر جبکہ مصنف
زیادت ضمنی کے بیان سے فارغ ہوا تو اسنے زیادت قصدی کو ذکر کیا تو کہا والزیادۃ فی الرہن تصح اور زیادہ کردینا مرہون مین صحیح ہے جیسے مثلاً
دس درم کا کپڑا دس درم پر گرو رکھا پھر راہن نے دوسرا کپڑا زیادہ کیا تو دونون کپڑے دس درم پر رہن ہوگئے وتعتبر قیمتہا یوم القبض ایضاً اور زیادت
کی بھی قیمت یوم القبض معتبر ہوگی جیسے مرہون اول کی قیمت یوم القبض معتبر ہے وفی الدین لا تصح خلافاً للثانی اور دین مین زیادہ کرنا صحیح نہین
برخلاف ابو یوسف رح کے ہم زیادت دین کی صورت یہ ہے کہ ایک کپڑا مثلاً دس درم پر گرو رکھا پھر پانچ درم مرتہن سے لے کر وہی کپڑا پندرہ درم پر رہن
رکھدیا تو یہ صحیح نہین لیکن زیادت دین کی دین پر قطع نظر رہن سے صحیح ہے اسواسطے کہ استدانت بعد استدانت کے دین اول کے ادا کرنے سے پہلے بالاجماع جائز ہے
کذا فی الطحطاوی والاصل ان الالحاق باصل العقد انما یتصور اذا کانت الزیادۃ فی معقود بہ او علیہ والزیادۃ فی الدین لیست منہما اور قاعدہ کلیہ
زیادت کا یہ ہے کہ اصل عقد کے ساتھ ملحق کردینا اسی وقت متصور ہوتا ہے جبکہ زیادتی معقود بہ مین مثلاً ثمن مین یا معقود علیہ مثلاً مبیع مین ہو اور دین مین زیادہ
کردینا دونون قسم سے نہین ہے ہم دین کا معقود بہ نہونا تو ظاہر ہے اور اسکا معقود علیہ نہونا اسوجہ سے ہے کہ دین واجب تھا عقد رہن سے پہلے ولہذا دین
باقی رہتا ہے بعد فسخ رہن کے بھی کذا فی الطحطاوی فان رہن نسخ المتن والشرح بالفاء مع انہ نبہ فی شرحہ علی انہ انما نسختہا بالواو لا بالفاء لیفید انہا
مسئلۃ مستقلۃ لا فرع للاولی تقنیہ عبدا بالف فدفع عبدا آخر رہنا مکان الاول وقیمۃ کل من العبدین الف فالاول رہن حتی
یردہ الی الراہن والمرتہن فی الآخر امین حتی یجعلہ مکان الاول بان یرد الاول الی الراہن فحینئذ یصیر الثانی مضمونا اور اگر ایک غلام
ہزار پر رہن رکھا پھر دوسرا غلام بطور رہن کے دیا بجاے اول غلام کے اور حال یہ کہ دونون غلامون کی قیمت ہزار ہے تو پہلا غلام رہن ہے جبتک کہ
مرتہن راہن کو دوسرا غلام پھیر دے اور مرتہن دوسرے غلام کے قبض مین امین ہے نہین یہانتک کہ دوسرے کو بجاے اول کے کرے اس طرح پر کہ
اول غلام راہن کو پھیر دے تو اسوقت مین دوسرے غلام کا ضمان مرتہن پر لازم ہوگا شارح نے کہا کہ متن اور شرح کے نسخے مصدر بفا ہین باوجودیکہ مصنف
نے اپنی شرح مین آگاہ کر دیا ہے کہ اس مسئلہ کو اسی واسطے عطف بواو کیا نہ بفا تاکہ ظاہر ہو کہ یہ مسئلہ مستقل جداگانہ ہے مسئلہ اولی پر متفرع نہین
سو آگاہ ہو ابرا المرتہن الراہن عن الدین او وہبہ منہ ثم ہلک الرہن فی ید المرتہن ہلک بغیر شیء استحسانا لسقوط الدین الا اذا منعہ من صاحبہ
فیصیر غاصبا بمنعہ مرتہن نے راہن کو دین سے بری الذمہ کیا یا اسکو دین ہبہ کر دیا پھر مرہون مرتہن کے پاس ہلاک ہوگیا تو مفت ہلاک ہوا از روے استحسان کے
بسبب ساقط ہوجانے دین کے جبکہ مرتہن نے مرہون کو مالک سے روکا اور نہ دیا تو وہ غاصب ہو جائیگا اپنے روکنے سے یعنی اگر اب تلف ہوگا تو مرتہن پر تمام قیمت
لازم آویگی ہم درصورت ابرا اور ہبہ کے اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ رہن مضمون ہوتا ہے دین کے سبب سے پھر جب دین باقی نہ رہا تو ضمان بھی ساقط ہوگیا ولو قبض
المرتہن دینہ کلہ او بعضہ من راہنہ او غیرہ لمتطوع او شری المرتہن بالدین عینا او صالح عنہ ای عن دینہ علی شیء لانہ استیفاء او حال الراہن مرتہنہ
بدینہ علی آخر ثم ہلک رہنہ معہ ای فی ید المرتہن ہلک بالدین اور اگر مرتہن نے اپنا تمام دین یا بعض دین راہن سے یا اسکے غیر سے چنانچہ کسی احسان کرنے والے
سے قبض کیا یا مرتہن نے بعوض دین کے کوئی چیز راہن سے خرید کی یا راہن کے ساتھ کسی شی پر دین سے صلح کی اسواسطے کہ صلح مذکور استیفاء دین ہے نہ اسقاط یا راہن
نے مرتہن کا حوالہ اپنے مدیون پر کیا پھر مرہون ہلاک ہو گیا مرتہن کے پاس تو بعوض دین کے تلف ہوا ہم وجہ فرق ابرا اور استیفا مین یہ ہے کہ ابرا سے اصل دین

ساقط ہوجاتا ہے اور ادا ہونا سے قبض دین ساقط نہیں ہوتا اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ قضا دیون بامثالہا ہے لا بانفسہا پھر جب مرہون تلف ہوگیا تو استیفا ادا کی
یعنی استیفا القبض مرہون ثابت ہوگیا اور استیفا ثانی یعنی استیفا حقیقی منقوض ہوگیا کذا فی الہدایۃ والزیلعی والدرر ملخصا ورد ما قبض الی من ادی ای صورۃ
الایفاء والابراء وتطوع او شراء او صلح اور مرتہن پھیر دے وہ مال جو اسنے لیا اسکو جسنے ادا کیا راہن یا محسن کے دینے کی صورت میں یا خرید یا صلح کی صورت میں یعنے اگر
راہن نے کل یا بعض دین ادا کیا ہو مرتہن اسکو پھیر دے یا کسی محسن نے دیا ہو تو اسکو پھیر دے اسی طرح خرید اور صلح میں پھیر دینا واجب ہے تاکہ استیفا مکرر نہو جائے
وبطلت الحوالۃ بہلاک الرہن بالدین لانہ فی معنی الابراء بطریق الاداء ہدایہ اور حوالہ باطل ہوگیا یعنی مرتہن اب محتال علیہ سے مطالبہ نہیں کر سکتا اور باوجود بطلان
حوالہ مرہون بمقابلہ دین مرتہن کے تلف ہوا اسواسطے کہ عقد حوالہ در معنی ابرا بطریق ادا کے ہے کذا فی الہدایۃ ہم یہ جواب ہے اُس سوال مقدر کا کہ جب حوالہ میں دین
قو راہن کے ذمہ سے محتال علیہ کے ذمہ کی طرف منتقل ہوگیا تو اب کون وجہ سے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوا اسواسطے کہ حوالہ یعنی ابرا کے ہے تو لائق یوں تھا
کہ مرہون بطریق امانت کے تلف ہو خلاصہ جواب یہ ہے کہ حوالہ اگرچہ ابرا ہے لیکن بطریق ادا کے نہ بطریق اسقاط کے تو عقد حوالہ سے راہن نے گویا مرتہن کا دین
خود ادا کردیا کذا فی الطحطاوی والعینی ملتقطا ومفادہ عدم بطلان الصلح وان الدین لیس باکثر من قیمۃ الرہن والا فینبغی ان لا تبطل الحوالۃ فی قدر الزیادۃ قہستانی
اور بطلان حوالہ کے قید لگانے سے عدم بطلان صلح مستفاد ہوتا ہے اور یہ کہ دین مرتہن کا قیمت مرہون سے زیادہ نہیں ہے اور اگر دین مرہون کی قیمت سے
زیادہ ہو تو لائق یوں ہے کہ حوالہ باطل نہو زیادت کی مقدار میں کذا فی القہستانی وکذا ای کما یہلک الرہن بالدین فی الصورۃ المذکورۃ یہلک بہ ایضا لو تصادقا
علے ان لا دین علیہ ثم ہلک الرہن بالدین لتوہم وجوب الدین بتصادقہما علی قیامہ فتکون المطالبۃ بہ باقیۃ بخلاف الابراء فانہ یسقط الدین اصلا
اور اسی طرح یعنی جیسے مرہون بمقابلہ دین کے تلف ہوتا ہے استیفا کی صورت مذکورہ میں اسی طرح مرہون تلف ہوتا ہے بمقابلہ دین اُس صورت میں بھی کہ اگر
راہن اور مرتہن نے اسپر اتفاق کیا کہ راہن پر دین ثابت نہیں ہے پھر مرہون تلف ہوگیا تو بمقابلہ دین کے تلف ہوا وجوب دین کے توہم اور احتمال کے سبب سے
بسبب تصادق عاقدین کے قیام دین پر یعنی بعد اتفاق نفی دین جائز ہے کہ دونوں یاد کریں اور قیام دین پر اتفاق کریں تو مطالبہ دین کا باقی رہیگا
برخلاف ابرا کے کہ وہ تو اصلا دین کو ساقط کر دیتا ہے یعنی اسمین وجوب دین کا توہم بھی باقی نہیں رہتا تمام تصادق نفی دین کی صورت میں توہم وجوب دین مقصود
ہے اور ضمان مرہون توہم وجوب سے ثابت ہوتا ہے بخلاف ابرا کہ اسمین توہم وجوب بھی متصور نہیں کذا فی الہدایۃ وشروحہا کل حکم عرف فی الرہن الصحیح فہو
الحکم فی الرہن الفاسد کما فی العمادیۃ جو حکم کہ رہن صحیح میں معروف اور معلوم ہے سو وہی حکم رہن فاسد میں ثابت ہے کذا فی العمادیۃ قال وذکر الکرخی
ان المقبوض بحکم الرہن الفاسد یتعلق بہ الضمان عمادی نے کہا اور کرخی نے ذکر کیا کہ جس چیز پر بحکم رہن فاسد قبضہ ہوا تو اُس سے تاوان متعلق ہے طحطاوی
نے شرح وہبانیہ سے نقل کیا کہ حق یہ ہے کہ تاوان اُس سے اصلا متعلق نہیں واللہ اعلم وفیہا ایضا وفی کل موضع کان الرہن مالا والمقابل بہ
مضمونا الا انہ فقد بعض شرائط الجواز کرہن المشاع ینعقد الرہن لوجود شرط الانعقاد لکن بصفۃ الفساد کالفاسد من البیوع اور یہ بھی
عمادیہ میں ہے کہ اور جس مکان میں مرہون مال ہو اور اسکا مقابل بھی مال مضمون ہو مگر یہ کہ شرائط جواز سے بعضی شرط مفقود ہو جیسے مشاع کا رہن تو عقد
رہن کا منعقد ہوگا بسبب موجود ہونے شرط انعقاد کے لیکن انعقاد فساد کی صفت پر ہوگا بیع فاسد کے مانند وفی کل موضع لم یکن الرہن
کذلک یکن مالا ولم یکن المقابل بہ مضمونا لا ینعقد الرہن اصلا اور جس مقام میں مرہون ایسا نہو یعنی مال نہو چنانچہ خون یا مردار یا آزاد ہو اور
اُسکا مقابل بھی مال مضمون نہو چنانچہ اجرت نائحہ اور مغنیہ کی یا حق شفعہ تو رہن اصلا منعقد نہوگا ہم اسکو رہن باطل کہتے ہیں وحینئذ فاذا ہلک
ہلک بغیر شیء بخلاف الفاسد فانہ یہلک بالاقل من قیمتہ ومن الدین اور اسوقت میں یعنی جب رہن منعقد اصلا نہوا باطل ٹھہرا تو جبکہ مرہون مرتہن کے
پاس تلف ہوگا تو رائگان تلف ہوگا مرتہن پر تاوان لازم نہ آویگا برخلاف رہن فاسد کے اسواسطے کہ رہن فاسد میں جبکہ مرہون تلف ہوگا

مرتہن کے پاس سے تو کمتر مال پر قیمت سے اور دین سے تلف ہوگا یعنی قیمت مرہون کی اگر کمتر ہو دین سے تو مرتہن پر قیمت کا تاوان لازم ہوگا اور اگر دین کمتر ہو قیمت سے تو دین لازم ہوگا مسن رات وله غرار فالمرتہن احق بہ کما فی الرہن الصحیح اور رہن فاسد کا جو راہن مرگیا اور اسکے چند قرض دینے والے ہیں تو مرتہن زیادہ تر حقدار ہے مرہون کا جیسے رہن صحیح میں مرتہن احق ہے فرع مسئلہ محققہ شارح کا رہن الرہن باطل کما حررناہ فی الغارۃ معزیا للوہبانیۃ ایک مرہون کا بلا ذکر رہن دوسری بار رہن رکھنا باطل ہے چنانچہ ہم نے اپنی کتاب الغارۃ میں تحریر کیا ہے وہبانیہ سے منقول کرکے رہن کا رہن باطل ہے تو دوسرا رہن کرے خواہ مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز رکھے گا تو باطل ہوگا کذا فی الطحطاوی رقی معایا تما قال ... رہین لایرام انفکاکہ ومجنیہ تفوت بالموت لیستطر + اور وہبانیہ کی پہیلیوں میں کہا ہے اور کون مرہون ہے جسکا انفکاک مطلوب نہیں یعنی اسکا خلاص ہونا ممکن نہیں اور کون قاتل ہے جسکا مقتول اگر مر جاے تو موت سے اسکی دیت نصف ہوجاتی ہے پس سوال اول کا جواب یہ ہے کہ مرہون عدیم الانفکاک نفس ہے حق تعالی نے فرمایا کل نفس بما کسبت رہینۃ یعنی ہر جان اپنے اعمال کے سبب سے مرہون ہے خدا کے نزدیک اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ مراد ختنہ کرنے والا ہے جسنے صغیر کا حشفہ قطع کر ڈالا تو اگر قطع حشفہ سے وہ مرگیا تو اسپر نصف دیت واجب ہے اور اگر صغیر زندہ رہا تو پوری دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتاب الجنایات

یہ کتاب ہے جنایات کے مسائل میں مناسبتہا ان الرہن لصیانۃ المال وحکم الجنایۃ لصیانۃ الانفس والمال وسیلۃ النفس فقدم مناسبت کتاب الجنایات کی کتاب الرہن سے یہ ہے کہ رہن شروع ہوا مال کے محفوظ رہنے کے واسطے اور جنایت کا حکم یعنی قصاص یا دیت اور کفارہ اور حرمان میراث شروع ہوا جانوں کے محفوظ رہنے کے لیے اور مال وسیلہ ہے جان کا لہذا رہن مقدم مذکور ہوا جنایات پر اسواسطے کہ وسیلہ مقدم ہے ذی الوسیلہ پر ثم شرعیت قصاص وغیرہ سے عموم رحمت ارحم الراحمین کی معلوم ہوتی ہے تا نفوس محفوظ رہیں اور قاتل خوف قصاص سے قتل سے باز رہے اور اسکی خوبیاں وہی ہیں جو حدود کی خوبیاں ہیں اور سبب بھی اسکا وہی ہے جو حدود کا سبب ہے اور جنایت کی شرط یہ ہے کہ محل جاندار ہو کذا فی الطحطاوی ثم الجنایۃ لغۃ اسم لما یکتسب من الشر ... کرنا چاہیے کہ جنایت لغت عرب میں برے کام کرنے کا نام ہے پس جنایت مصدر ہے جمع اسکی جنایات ہے ہر چند مصدر کی جمع نہیں آتی لیکن یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول ہے لہذا جمع لانا اسکا درست ہوا وشرعا اسم لفعل محرم حل بمال او نفس وخص الفقہاء الغصب والسرقۃ بما حل بمال والجنایۃ بما حل بنفس واطراف اور شرع میں جنایت اس فعل حرام کا نام ہے جو مال یا جان میں واقع ہو تو اس تعریف میں چوری اور قتل اور غصب اور دوسرے جرم مالی اور بدنی داخل ہیں لیکن فقیہوں نے ... میں غصب اور سرقہ خاص کر لیا ہے اس فعل حرام کے ساتھ جو مال میں واقع ہو اور جنایت خاص کرلی ہے اس فعل ممنوع کے ساتھ جو جان اور اطراف یعنی ہاتھ پاؤں ناک کان وغیرہ میں واقع ہو پس جنایت علی النفس کو قتل کہتے ہیں اور جنایت علی الاطراف کو قطع اور جراحت بولتے ہیں ثم قتل عبارت ہے اس فعل سے جو عبد کی طرف منسوب ہو اور زندگی اسکے سبب سے زائل ہوجاے اور زوال حیات بلا فعل عبد موت ہے کذا فی الزیلعی والمعنی القتل الذی یتعلق بہ الاحکام الآتیۃ من قود ودیۃ وکفارۃ وحرمان ارث خمسۃ والا فانواعہ کثیرۃ کرجم وصلب وقتل حربی وہ قتل جس سے احکام آیندہ یعنی قصاص اور دیت اور کفارہ اور گناہ اور حرمان ارث متعلق ہیں پانچ قسم ہے ورنہ اقسام قتل کے بہت ہیں چنانچہ سنگسار کرنا زانی کا اور سولی دینا قطاع الطریق کا اور کافر حربی کا قتل کرنا غرض یعنی حصر قتل کا اقسام خمسہ میں باعتبار تعلق احکام آیندہ کے ہے تمام اقسام قتل کا ذکر کرنا یہاں مقصود نہیں اقسام خمسہ یہ ہیں قتل عمد شبہ عمد خطا جاری مجراے خطا قتل بالسبب الاول عمد وہو ان یتعمد ضربہ ای ضرب الآدمی فی ای موضع من جسدہ بآلۃ تفرق الاجزاء مثل سلاح ومثقل ولو من حدید او حجر ... محدد من خشب وزجاج وحجر وابرۃ فی مقتل ومرمان ولیطۃ وقولہ نار عطف علی محدد لانہا تشق الجلد وتعمل عمل الذکوۃ حتی لو وضعت فی المذبح فاحرقت العروق اکل یعنی ان سال بہا الدم والا لا کما فی الکفایۃ قسم اول قتل عمد وہ یہ ہے کہ آدمی کے مارنے کا قصد کیا جاے کسی مقام میں اسکے بدن سے

ہو بسبب نوک دار یا زہم بواسطہ اس ہتھیار کے کہ جو اسکے اجزاء بدن کو پھاڑ دے جیسا کہ آلات جنگ اور بھاری وزنی تیز لوہے کی کذا فی جوہرہ یا قصد ضرب والی چیز کے جیسا کہ تیز لکڑی اور شیشہ اور پتھر اور سوئی محل قتل میں کذا فی البرہان اور جیسا کہ بانس یا نرکل کا تیز چھلکا یا قصد قتل ہو آگ سے اسواسطے کہ آگ بھی کھال کو پھاڑ دیتی ہے اور ذبح کا عمل کرتی ہے تو اگر آگ کو محل ذبح میں رکھے سو وہ رگوں کو جلا دے تو ذبیحہ ماکول ہوگا یعنی اگر آگ کے جلانے سے خون بہے اور اگر خون نہ بہیگا تو کھانا اسکا درست نہیں کذا فی الکفایہ م خلاصہ تعریف قتل عمد یہ ہے کہ عمد وہ ہے جسمیں بالقصد ضرب سلاح سے ہو یا جاری مجرا سلاح سے تفریق اجزا میں کذا فی الکنز المتون شرح طحطاوی میں کہا قتل عمد وہ ہے جسمیں قصدا قتل ہو لوہے سے جیسا کہ چھری اور تلوار سے یا جو چیز لوہے کے مانند ہو یا قتل تیرے یا سوئی سے کو جکہ ہو نشتر ٹیکہ لوہے

ہو خواہ اسمیں حدت ہو کہ پھاڑ دے یا حدت نہو لیکن کچل ڈالے جیسے عمود آہنی اور ترازو کے آہنی باٹ یا قتل تیرے یا سوئی سے کو جکہ ہو نشتر ٹیکہ لوہے کا نام اسپر قائم ہو خواہ غالبا اس سے ہلاکی ہو یا نہو اسواسطے کہ لوہا احادیث میں منصوص ہے جیسا کہ لا قود الا بالسیف و فی روایۃ لا قود الا بالسلاح و فی روایۃ لا قود الا بالحدید اور منصوص علیہ علت معتبر ہے اور اسی طرح جو چیز لوہے کی جنس سے ہو جیسا کہ پیتل اور رانگا اور چاندی اور سونا اور تانبا خواہ قتل چیر پھاڑ کے ہو خواہ کچل کر اور جو چیز لوہے کی جنس سے نہیں تو اگر وہ لوہے کا سا کام کرے تو وہ قتل عمد ہے اور نہیں تو عمد نہیں جیسا کہ آگ سے جلانا عمد ہے اور اسی طرح جس چیز میں حدت اور تیزی ہو اور وہ تلوار کا عمل کرے جیسے شیشہ اور بانس اور نرکل کا چھلکا اور حدت والا پتھر جو چیز پھاڑ دے یا بدن میں گھس جائے جیسا کہ نوکدار لکڑی تو یہ چیزیں تلوار کے مانند عمل کرتی ہیں تو یہ قتل عمد ہے انتہی فتاوی قاضی خان میں ہے کہ لوہے میں اور جو لوہے کے مشابہ ہے ظاہر الروایۃ میں یہ ہے کہ قصاص واجب ہونے میں زخم ہونا شرط نہیں اور طحطاوی کی روایت میں عن الامام یہ ہے کہ بدون زخم کے قصاص واجب نہیں انتہی تو موجب ظاہر الروایت کے بندوق کی گولی کے قتل کرنے میں بلا شک قصاص واجب ہے اسواسطے کہ گولی لوہے کی جنس سے ہے اور طحطاوی کی روایت سے بھی وجوب قصاص ثابت ہے کیونکہ گولی زخمی کر دیتی ہے اور سوئی کے قتل میں دو قول ہیں ایک وجوب قصاص کا جو بیان سے مذکور ہو چکا اور دوسرا قول یہ ہے کہ سوئی کے قتل سے اصلا قصاص نہیں اسلیے کہ عادت میں اس سے قتل کرنا مقصود

نہیں ہوتا کذا ذکرہ ابو السعود کذا فی الطحطاوی مختصرا م فتاوی قاضی خان میں اسمیں عدم قصاص مذکور ہے واللہ اعلم قلت فی شرح الوہبانیۃ کل ما بہ الذکاۃ بہ القود لا فلا انتہی میں کہتا ہوں اور شرح وہبانیہ میں ہے کہ جس چیز سے ذبح کرنا حاصل ہوتا ہے اس چیز کے قتل کرنے سے قصاص مترتب ہوتا ہے اور نہیں تو قصاص نہیں ہے فی البرہان وفی حدید غیر محدد کالصنجۃ روایتان اظہرہما انہا عمد اور برہان میں ہے اور جو لوہے کی چیز نوکدار نہو جیسے ترازو کا باٹ اسمیں دو روایتیں ہیں دونوں میں ظاہر تر روایت یہ ہے کہ وہ قتل عمد ہے وفی المجتبی واحماء التنور یکفی للقود وان لم یکن فیہ نار اور مجتبی میں ہے کہ تنور کا گرم کرنا قصاص کیواسطے کفایت کرتا ہے اگرچہ اسمیں آگ موجود نہو یہ ہے کہ ایک شخص نے تنور گرم کیا اور کسی انسان کو اسمیں گرا دیا یا ایسی جلتی آگ میں ڈالدیا کہ اسمیں سے نکل نہیں سکتا تو قاتل پر قصاص ہے بمنزلہ سلاح کے خانیہ م شرح الغفار میں ہے اور اگر جلتا پھرتا رہیگا اور پھر مریگا تو قاتل پر قصاص نہیں وفی معین المفتی للمصنف لا برہ اذا مریض ہوا یعنی وہ تا دم مرگ صاحب فراش رہے یا صاحب فراش ہو کر اسی دن مرجاتے خواہ وہ شخص اسی دن مرجائے یا صاحب فراش رہے مرتے دم تک تو قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں اصابت المقتل ففیہ القود والا فلا فلیحفظ اور معین المفتی مصنف کی کتاب میں ہے کہ سوئی جب محل قتل میں لگ جاوے تو اسمیں قصاص ہے اور نہیں تو قصاص نہیں ہے

وقالا والثلثۃ ضربہ قصدا بما لا تطیقہ البنیۃ کخشب عظیم عمد اور صاحبین اور تینوں اماموں نے کہا کہ مقتول کو قصدا مارنا اس چیز کے قتل سے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے جسکی ضرب اٹھانے کی بدن انسانی کو طاقت نہیں جیسا کہ بڑا لکڑ قتل عمد ہے م امام رح کے نزدیک یہ قتل عمد نہیں بلکہ شبہ عمد ہے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا وموجبہ الاثم فان حرمتہ اشد من حرمۃ اجراء کلمۃ الکفر بجوازہ للمکرہ بخلاف القتل اور قتل عمد کا موجب گناہ ہے اسواسطے کہ اسکا حرام ہونا سخت تر ہے کلمہ کفر کے بولنے سے اسواسطے کہ کلمہ کفر بولنا مکرہ کو درست ہے اور قتل کرنا مکرہ کو بھی درست نہیں م حرمت قتل عمد مومن پر قرآن اور حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے قال اللہ تعالے ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم الایۃ یعنی فرمایا حق تعالی نے کہ جو شخص مسلمان کو قصدا قتل کرے تو اسکا بدلا دوزخ ہے فقط یہ آیت قتل ناحق نصیحت کیواسطے کافی ہے اور احادیث تو اسمیں بہت ثابت ہیں از انجملہ ترمذی اور نسائی میں عبد اللہ بن عمر رضی سے مروی ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا کہ زوال دنیا کا عند اللہ آسان ہے

مرد مسلمان کے قتل سے۔ اور ترمذی میں ابو سعید خدری اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اہل آسمان اور اہل زمین مرد مومن کے خون میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ انکو منھ کے بل آگ میں ڈالدے۔ اور نسائی میں حدیث مرفوع ہے کہ ہر گناہ میں مغفرت کی امید ہے مگر وہ مرد جو کافر مرے اور وہ مرد جو مومن کو قتل کرے۔ اور ابن ماجہ میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مومن کے قتل پر آدھی بات سے اعانت کریگا تو وہ خدا سے ملیگا اور اسکی دونوں آنکھوں کے مابین لکھا ہوگا کہ اللہ عز وجل کی رحمت سے مایوس ہے اور اجماع امت بھی اسی پر منعقد ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ اعاذنا اللہ وسائر المسلمین من قتل النفس بغیر حق آمین و موجبہ القود عینا اور موجب قتل عمد کا عین قصاص ہے لازم مال اہم۔ امام شافعی رح کے نزدیک قتل عمد میں قصاص غیر متعین ہے بلکہ وارث مقتول کو قصاص اور خونبہا لینے میں مختار ہے اور ہماری دلیل یہ آیت ہے کتب علیکم القصاص فی القتلی یعنی تم پر قصاص لکھا گیا مقتولین میں۔ اور جو خدا نے اپنے عباد پر لکھا وہ فرض ہے اور اس آیت میں قتل عمد مراد ہے اسواسطے کہ قتل خطا میں دیت واجب ہے بدلیل اس آیت کے ومن قتل مومنا خطأ الآیہ۔ و بدلیل حدیث عبد اللہ بن عباسؓ کے جو مسند ابن ابی شیبہ میں مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے العمد القود الا ان یعفو ولی المقتول کذا فی العینی یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ولی مقتول کا معاف کر دے۔ علمانے تصریح کی ہے کہ یہ حدیث مشہور ہے پھر جبکہ خبر واحد مجمل قرآن کی مبین ہو سکتی ہے چنانچہ مقدار مسح میں مذکور ہے تو حدیث مشہور بطریق اولیٰ مجمل قرآن کا بیان ہو سکے گی خلاصہ یہ ہے کہ ہر چند ظاہر آیت قصاص میں قتل عمد اور قتل خطا کی خصوصیت نہیں لیکن حدیث مشہور اگر مخصص واقع ہو گئی تو اطلاق آیت کا باقی نہ رہا بمنزلہ مجمل کے ہو گئی تو حدیث مذکور کاشف اجمال ہو گئی واللہ اعلم فلا یصیر مالا الا بالتراضی فیصح صلحا ولو بمثل الدیۃ او اکثر ابن کمال عن الحقائق جب قتل عمد میں قصاص متعین ٹھہرا تو وہ مال نہو جاویگا مگر باہم کی رضامندی سے تو صحیح ہوگا بطریق صلح کے اگرچہ صلح قصاص کی دیت کے برابر ہو یا زیادہ تر چنانچہ ابن کمال نے حقائق سے بیان کیا ہے ہم اولیاء مقتول کو صلح کرنا قصاص سے مال پر جائز ہے خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت دیت کی جنس سے ہو یا غیر جنس ہو حال ہو یا موجل کذا فی الجوہرۃ لا الکفارۃ لانہا کبیرۃ محضۃ وفی الکفارۃ معنی العبادۃ فلا تناط بہا موجب اسکا قصاص ہے نہ کفارہ اسواسطے کہ قتل عمد گناہ کبیرہ خالص ہے اور کفارہ میں عبادت کے معنی ہیں تو عمد مربوط بکفارہ نہوگا قلت لکن فی الخانیۃ لو قتل مملوکہ او ولدہ المملوک لغیرہ عمدا کان علیہ الکفارۃ میں کہتا ہوں لیکن خانیہ میں ہے کہ اگر مالک اپنے غلام کو یا غلام کے اس فرزند کو جو قاتل کے سوا اور کا مملوک ہے عمداً قتل کرے تو اسپر کفارہ واجب ہے و الثانی شبہہ وهو ان یقصد ضربہ بغیر ما ذکر ای بما لا یفرق الاجزاء ولو بحجر وخشب کبیرین عندہ خلافا لغیرہ اور دوسری قسم قتل کی شبہ عمد ہے یعنی مشابہ عمد کے وہ یہ ہے کہ مقتول کو کے مارنے کا قصد کیا جاوے سواے اس چیز کے جو قتل عمد میں مذکور ہو چکا یعنی اس چیز سے جو تفریق اجزاء بدن نکرے اگرچہ بڑا پتھر اور بڑا لکڑا ہو یا امام رح کے نزدیک ہے برخلاف غیر امام کے یعنی صاحبین اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک یہ عمد میں داخل ہے ثم شبہہ عمد وہ ہے جسمیں تعمد ضرب ہو اس چیز سے جو سلاح نہیں اور نہ قائم مقام سلاح کے خواہ اس سے غالباً ہلاک ہو چنانچہ سنگ عظیم اور عصاے کبیر اور موگرا دھوبی کا یا ہلاکت غالباً نہو چنانچہ عصاے صغیر (جامع الرموز ۱۲) اسکو شبہ عمد اس لیے کہا کہ یہ خطا مشابہ عمد کے ہے کیونکہ اسمیں معنی عمد کے ہیں اس اعتبار سے کہ قاتل نے مارنے کا قصد کیا اور اسمیں خطا کے بھی معنی ہیں اس اعتبار سے کہ قاتل کا قصد قتل ثابت نہیں ہوا اس نظر سے کہ اسنے آلۂ تادیب کو استعمال کیا نہ آلۂ قتل کو اور عاقل ہر فعل کا قصد کرتا ہے اسکے آلۂ خاص سے تو یہ خطا مشابہ عمد ہو گئی کذا فی العینی و موجبہ الاثم والکفارۃ و دیۃ مغلظۃ علی العاقلۃ فلیجیء تفسیر ذلک اور شبہ عمد کا موجب گناہ ہے اور کفارہ اور دیت مغلظہ قاتل کے مددگار برادری پر تفسیر دیت مغلظہ کی کتاب الدیات میں آویگی ہم شبہ عمد میں قتل کا گناہ ہے تعمد ضرب کے سبب سے اور کفارہ ہے اسواسطے کہ وہ خطاے آلۂ ضرب کے اعتبار سے اور دیت مغلظہ عبارت ہے سو اونٹ کے دینے سے جسمیں ۲۵ یکسالہ ہوں اور ۲۵ دو سالہ اور ۲۵ سہ سالہ اور ۲۵ چہار سالہ لا القود لشبہہ بالخطاء نظرا الی الآلۃ الا ان یتکرر منہ فللامام قتلہ سیاسۃ ذخیرۃ قصاص یعنی شبہ عمد میں قصاص واجب نہیں بسبب اسکے مشابہ ہونے کے قتل خطا سے بنظر آلۂ قتل کے مگر یہ کہ قاتل سے شبہ عمد کا قتل چند بار واقع ہو تو حاکم مسلمین کو اسکا قتل سیاست کی راہ سے جائز ہے کذا فی الاختیار وهو ای شبہ العمد فیما دون النفس من الاطراف عمد موجب للقصاص فلیس فیما دون النفس شبہ عمد اور شبہ عمد جان کے سوا

آدمی کے اطراف میں عمد ہے قصاص کا موجب تو جان کے سوائے میں شبہ عمد نہیں بلکہ عمد ہے ہم یعنی اتلاف نفس باختلاف آلہ مختلف ہوتا ہے اور ماورائے نفس
متحمل نہیں ہوتا مثلاً عصائے کبیر قتل نفس کا آلہ نہیں اور ہاتھ یا پاؤں کے توڑنے کا البتہ آلہ ہے تو عصائے وغیرہ سے اگر ہاتھ یا پاؤں تلف ہوگا تو اسمیں کفارہ اور دیت
نہیں بلکہ قصاص واجب ہے یعنی فاعل کا بھی ہاتھ یا پاؤں توڑا جاویگا و الثالث خطاء وہو نوعان لانہ اما خطاء فی ظن الفاعل کان یرمی شخصا ظنہ صیدا او
حربیا او مرتدا فاذا ہو مسلم اور تیسری قسم قتل خطا ہے اور اسکی دو قسمیں ہیں اسواسطے کہ یا خطا اور چوک پڑگئی فاعل کے گمان میں چنانچہ فاعل نے تیر مارا ایک شخص کو
شکار یا کافر حربی یا مرتد جان کر سو وہ تو نکلا مسلمان نکلا او خطاء فی نفس الفعل کان یرمی غرضا او صیدا فاصاب آدمیا او یرمی غرضا فاصابہ ثم رجع عنہ
او تجاوز عنہ الی ما ورائہ فاصاب رجلا او قصد رجلا فاصاب غیرہ او اراد ید رجل فاصاب عنق غیرہ ولو عنقہ فعمد قطعا او اراد رجلا فاصاب حائطا ثم رجع السہم
فاصاب الرجل فہو خطاء لانہ اخطاء فی اصابۃ الحائط ورجوعہ سبب آخر والحکم یضاف لآخر اسبابہ ابن کمال عن المحیط یا خطا واقع ہو نفس فعل میں چنانچہ تیر مارا
نشانہ یا شکار کو سو کسی آدمی کو لگ گیا یا مارا نشانہ کو سو اسپر لگا پھر نشانہ سے پلٹا یا نشانہ سے آگے بڑھ گیا سو کسی مرد کو جا لگا یا فاعل نے ایک مرد کے
مارنے کا قصد کیا سو تیر دوسرے مرد کے لگ گیا یا ارادہ کیا ایک مرد کے ہاتھ پر مارنے کا سو اسکے سوا اور مرد کی گردن پر لگا اور اگر پہلے مرد کی گردن پر لگے گا
تو وہ قتل عمد ہے یقیناً یا ارادہ کیا ایک مرد کا سو تیر دیوار میں لگا پھر تیر وہاں سے پلٹا سو دوسرے مرد کے لگ گیا تو یہ اخیر صورت بھی قتل خطا کی ہے اسواسطے
کہ تیر انداز دیوار کے لگانے میں چوک گیا اور دیوار سے تیر کا پلٹنا یہ دوسرا سبب ہے اور حکم مضاف اور منسوب ہوتا ہے پچھلے سبب کی طرف چنانچہ ابن کمال
نے اسکو نقل کیا ہے محیط سے قال وکذا لو سقط من یدہ خشبۃ او لبنۃ فقتل رجلا یتحقق الخطاء فی الفعل ولا قصد فیہ فکلام صدر الشریعۃ فیہ ما فیہ ابن کمال نے
کہا کہ اگر ایک شخص کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی سو اسکے صدمہ سے کوئی مرد قتل ہو جائے تو اس صورت میں خطا فی الفعل ثابت ہے اور
حالانکہ فاعل کا اسمیں مطلقاً قصد نہیں ہے تو صدر الشریعۃ کے کلام میں وہ خلل ہے جو اسمیں ہے ہم صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں کہا کہ خطا فی الفعل وہ
ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا سو اس سے دوسرا فعل صادر ہو جائے چنانچہ نشانہ کو مارے سو خطا کرے اور شخص کے لگ جائے انتہی حاصل کلامہ اس کلام
میں قصد کو شرط کیا حالانکہ قصد خطائی الفعل میں لازم نہیں چنانچہ لکڑی اور اینٹ کے چھوٹ پڑنے کی صورت مذکورہ میں خطا فی الفعل ثابت ہے اور اسمیں
مطلقاً قصد نہیں لیکن عنقریب آوے گا کہ یہ جاری مجرائے خطا کی صورت ہے نہ خطا فی الفعل کی کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی الوہبانیۃ ومن قاصد
شخص ان اصاب خلافہ ﴿ فذا خطاء والقتل فیہ معذر + اور وہبانیہ میں ہے اور قصد کرنے والا ایک شخص کا اگر اسکا تیر خلاف اسکے دوسرے شخص کے
لگ جائے تو یہ قتل خطا ہے اور اسمیں قاتل کا قتل از روئے قصاص کے متعذر ہے وقاصد شخص حالۃ النوم ان یمت + ففیہ قصاص ان ابقی دما منہ ینہر +
اور قصد کرنے والا ایک شخص کا مقتول کی حالت نوم میں اگر وہ مرجائے تو قاتل سے قصاص لیا جائے اگر اسکا خون سائل باقی رہے یعنے
اگر مقتول خون تا موت سائل رہے تو قاتل پر قصاص ہے کذا فی الطحطاوی عن القنیۃ والرابع ما جرے مجراہ مجری الخطاء کنائم انقلب علی رجل فقتلہ
لانہ معذور کالمخطی اور چوتھی قسم وہ قتل ہے جو جاری مجرائے خطا کی ہے یعنی خطا نہیں بمنزلہ خطا کے ہے جیسے سونے والا منقلب (پلٹ پڑے ۱۲) ہو جائے کسی مرد پر سو اسکو قتل
کرے اسواسطے کہ سونے والا معذور ہے خطا کرنے والے کی برابر ہم صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی شخص بلند چبوترے یا بلند تخت یا چھت کے کنارے پر سوتا ہے سو
کروٹ بدلنے میں اوپر سے گر پڑا اور نیچے کا آدمی مر گیا کچل کر تو نائم معذور ہے خاطی کے مانند تو یہ قتل خطا نہیں بلکہ بمنزلہ خطا کے ہے طحطاوی میں عالمگیری عن المحیط
سے منقول ہے جاری مجرائے خطا چنانچہ ایک شخص چھت پر سے کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مر گیا یا اسکے ہاتھ سے اینٹ یا لکڑی گر پڑی اور دوسرا آدمی اسکے صدمہ سے
مر گیا یا ایک شخص جانور پر سوار تھا سو جانور نے دوسرے آدمی کو کچل کر مار ڈالا اور زیلعی میں ہے کہ نائم منقلب کا قتل بمنزلہ خطا کے ہے اسواسطے کہ یہ حقیقت میں خطا
نہیں اسواسطے کہ نائم کا کچھ قصد ہی نہیں کہ وہ اپنے مقصود کا مخطی ٹھہرے تو یہ قتل بمنزلہ خطا کے ٹھہرایا گیا فعل حقیقی کے وجود کے سبب سے انتہی ما فی الطحطاوی

مخطی چوکنے والا ۱۲

تو معلوم ہوا کہ خطا کی نسبت صدر الشریعۃ کی طرف صریح خطا ہے وموجبہ ای موجب ہذا النوع من القتل وہو الخطاء وما جری مجراہ الکفارۃ والدیۃ علی العاقلۃ والاثم دون
اثم القتل اذ الکفارۃ تؤذن بالاثم لترک العزیمۃ اور اس قسم کے قتل کا یعنی قتل خطا اور قتل بمنزلہ خطا کا موجب کفارہ ہے اور دیت قاتل کے مددگاروں پر اور گناہ کمتر گناہ
قتل ہے اسواسطے کہ کفارہ کا مشروع ہونا خبر دیتا ہے ثبوت گناہ کی بسبب ترک کرنے عزیمت اور احتیاط کے ہم اس صورت مین قتل کا گناہ نہین بلکہ ترک احتیاط کا گناہ ہے
کیونکہ ایسی بے احتیاطی کی کہ دوسرا ہلاک ہوگیا اسواسطے کہ افعال مباحہ کی مباشرت جائز نہین مگر بشرط عدم ایذا جب دوسرے کو اذیت ہوئی تو اسنے احتیاط ترک کی لہذا
وہ گنہگار ہوگا اور خود لفظ کفارہ سے گناہ نکلتا ہے اسواسطے کہ کفارہ یعنی پوشندہ ہے اور پوشش نہین ہے مگر گناہ کے کذا فی الزیلعی والخامس قتل بسبب کحافر بئر و
واضع حجر فی غیر ملکہ بغیر اذن من السلطان ابن کمال اور پانچوین قسم قتل بسبب ہے جیسے کنوان کھودنے والا اور پتھر رکھنے والا غیر کی ملک مین بلا اذن حاکم کذا ذکرہ ابن
کمال عن شرح الطحاوی ہم غیر ملک حفر اور وضع دونون کی قید ہے چنانچہ درر مین ہے تو اگر اپنے ملک مین کنوان کھودے یا پتھر رکھے گا تو اسکی طرف سے تعدی ثابت
نہوگی تو دیت اور کفارہ بھی نہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا واضع خشبۃ علی قارعۃ الطریق ونحو ذلک الا اذا مشی علی البئر ذکرہ بعد علمہ بالحفر ونحوہ درر اور اسی طرح قاتل
بسبب ہے رکھنے والا لکڑی کا شارع عام مین اور مانند اسکے جو تلف ہوجانے کا سبب ہو چنانچہ اینٹون کا ڈھیر کردینا راہ مین مگر جبکہ کوئی شخص کنوئین وغیرہ پر چلا کیا ذکرہ
جان بوجھکر کذا فی الدرر ہم اسواسطے کہ جان بوجھکر چلنا خود اپنی جان کو ہلاک کرنا ہے کذا فی الجوہرۃ وموجبہ الدیۃ علی العاقلۃ اور قتل بسبب کا موجب دیت ہے قاتل کے
مددگارون پر ہم کنوان کھودنا وغیرہ تلف کا سبب ہے اور کھودنے والا متعدی ہے اسمین تو بمنزلہ دافع اور ملقی کے قرار دیا گیا تو دیت واجب ہوئی صیانت نفوس کے واسطے
لا الکفارۃ ولا اثم القتل بل اثم الحفر والوضع فی غیر ملکہ اور اس قتل کا موجب کفارہ نہین اور نہ گناہ قتل کا بلکہ غیر ملک مین کنوان کھودنے اور پتھر وغیرہ رکھنے کا
البتہ گناہ ثابت ہے کذا فی الدرر وکل ذلک یوجب حرمان الارث لو الجانی مکلفا ابن کمال اور قتل کے جمیع اقسام مذکورہ حرمان میراث کے موجب ہین یعنی اگر
کوئی شخص اپنے مورث کو قتل کریگا تو اسکی میراث قاتل نہ پاویگا بشرطیکہ قاتل عاقل بالغ ہو کذا ذکرہ ابن کمال ہم یعنی اگر قاتل صغیر یا مجنون ہوگا تو میراث سے
محروم نہوگا چنانچہ سید شریف کی شرح سراجیہ مین مصرح ہے الا ہذا ای القتل بسبب لعدم قتلہ جمیع اقسام قتل کی حرمان قاتل کے موجب ہین سوائے اس قسم کے یعنی قتل بسبب
مین قاتل میراث مقتول سے محروم نہوگا اسکے عدم قتل کے سبب سے ہم یعنی قتل بسبب مین بوجہ مباشرت قتل نہین جو موجب حرمان ہو اسواسطے کہ مباشرت عبارت ہے اتصال
فعل قاتل سے مقتول کے ساتھ سو یہان موجود نہین بلکہ قاتل کا فعل زمین سے البتہ متصل ہوا اور مباشرت کے ساتھ خلاف اصل اسکو اسواسطے ملحق کیا ہے تاکہ خون رائگان
نجاوے کذا فی الحموی وفی حقہ الشافعی بالخطاء فی احکامہ اور امام شافعی نے قتل بسبب کو قتل خطا کے ساتھ ملحق کیا ہے اسکے جمیع احکام مین واللہ اعلم
فصل فیما یوجب القود وما لا یوجبہ یہ فصل ہے اس قتل کے بیان مین جو قصاص کا موجب ہے اور جو قتل کہ قصاص کا موجب نہین یجب القود ای القصاص بقتل کل
محقون الدم بالنظر لقاتلہ درر وسیتضح عند قولہ ولو قتل القاتل اجنبی علی التابید عمداً واجب ہے قود یعنی قصاص ہر محفوظ الدم دائمی کے عمداً قتل سے شارح نے
کہا محفوظ الدم سے مراد یہ ہے کہ بنظر اسکے قاتل کے خون اسکا محفوظ ہے کذا فی الدرر اور اسکا مطلب اسی فصل مین آتا ہے اس قول کے پاس ولو قتل القاتل اجنبی واضح ہوگا
ہم یعنی جو مقتول کہ نظر بقاتل اسکا محفوظ الدم ہے یعنی اسکی خونریزی قاتل کو کبھی مباح نہین تو اسکے قتل عمد سے قصاص واجب ہے یعنی اسکے بدلے قاتل کو قتل کرنا واجب ہے
محفوظ الدم کی قید سے مباح الدم سے احتراز ہوا جیسے زانی محصن اور حربی اور مرتد اور دوام کی قید سے مستامن سے احتراز ہوا یعنی اسکا خون تاقیام دار الاسلام محفوظ ہے نہ ہمیشہ
قود بالتحریک قاتل کو قتل کرنا بدلے مقتول کے قاموس مین قصاص کی تفسیر قود کی ہے لیکن طحطاوی نے نہایہ جزری سے نقل کیا ہے قصاص یہ ہے کہ فاعل کے ساتھ وہ
فعل کیا جاوے جو اسنے مفعول کے ساتھ کیا خواہ وہ فعل قتل ہو یا قطع عضو یا ضرب یا جراحت تو اس صورت مین تفسیر قود کی قصاص کے ساتھ تفسیر بالاعم ہے وہو المسلم
والذمی اور وہ مسلمان اور ذمی ہے یعنی دائمی محفوظ الدم مسلمان اور ذمی ہین سو جو انکو عمداً قتل کریگا وہ انکے بدلے مقتول ہوگا اگر کوئی کہے کہ اگر مسلمان اپنے
فرزند مسلمان کو عمداً قتل کرے تو باپ پر قصاص واجب نہین حالانکہ تعریف مذکور مین وہ داخل ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ عوارض سے ہے تو قواعد کے تحت مین

داخل نہوگا اسواسطے کہ قصاص تو یہان واجب تھا اصل مین پھر منقلب بمال ہوگیا اسواسطے کہ اب وہ شبہ ہے قصاص کے ٹل جانے کا اور اسی طرح عبد وقف کے قتل
عمد مین قصاص واجب نہین بلکہ قصاص منقلب بدیت ہوگا مراعات نفع وقف کے عارض سے کذا فی الطحطاوی لا المستامن والحربی یعنی مستامن وحربی یعنی انکے قتل عمد سے
قصاص واجب نہین مستامن تو اسوجہ سے کہ اسکا دم دائما محفوظ نہین اور حربی تو مطلقا مباح الدم ہے بشرط ان یکون القاتل مکلفا لما تقرر انه لیس لصبی ومجنون عمد مقتول
مذکور کے قتل عمد مین قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اسکا عاقل اور بالغ ہو اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ صغیر اور مجنون کے واسطے عمد نہین فی البزازیة حکم علیه بالقود
فجن قبل دفعه للولی انقلب دیة بزازیة مین ہے قاتل پر حکم حاکم ہوگیا قصاص کا پھر وہ دیوانہ ہوگیا وارث کے دینے سے پہلے تو قصاص بدل کر دیت ہوجاویگا
یعنی پہلے قاتل عاقل تھا پھر دیوانہ ہوگیا تو قصاص ساقط ہوگا اور اگر وارث کے دینے کے بعد دیوانہ ہوا تو قصاص ساقط نہوگا کذا فی المنح قتل من یجن ویفیق
قتل فی افاقته قتل کیا اس قاتل نے جو کبھی دیوانہ ہوجاتا ہے اور کبھی اسکو افاقہ ہوتا ہے تو حالت افاقہ مین مارا جاویگا فان جن بعده ان مطبقا سقط وان
غیر مطبق قتل پھر اگر مجنون ہوگیا بعد اسکے اگر جنون مطبق یعنی دائمی ہے تو قصاص ساقط ہوگیا لیکن بطریق استحسان دیت اسکے مال مین واجب ہوگی
کذا فی العالمگیریة اور اگر جنون دائمی نہین تو قتل ہوگا قتل عبد مولاه لا روایة فیه وقال ابوجعفر یقتل غلام نے اپنے میان کو قتل کیا تو اسمین کچھ
روایت نہین امام رح اور صاحبین رح سے اور ابوجعفر حنفی فقیہ نے کہا کہ غلام مذکور قتل کیا جاویگا قتل عبد الوقف عمدا لا قود فیه کسی نے وقف کے غلام
کو قتل کیا تو اسمین قصاص نہین یعنی بمراعات مصلحت وقف تو قاتل سے اسکی قیمت لیجاوے اور دوسرا غلام وقف کے واسطے خرید کیا جاوے قتل ختنه عمدا وبنته فی
نکاحه سقط القود قاتل نے اپنے داماد کو عمدا قتل کیا اور حالانکہ قاتل کی بیٹی مقتول کے نکاح مین ہے تو قصاص ساقط ہوگا اسواسطے کہ بیٹی اپنے زوج کے قصاص
کی وارث ہوئی باپ پر خانیہ مین ہے کہ اگر مقتول کے وارثون مین قاتل کا فرزند ہو یا فرزند کا فرزند تو قصاص باطل ہے دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی
وبشرط انتفاء الشبهة کولاد وملک او اعم کقوله اقتلنی فقتله فعلیهما کما سیجئ اور قتل عمد مین قصاص واجب ہے بشرطیکہ قاتل اور مقتول مین قصاص ملجانے کا شبہہ
نہو چنانچہ ولادت یا ملک ہونا یا کوئی امر ولادت اور ملک سے عام تر چنانچہ مقتول کا یون کہنا قاتل سے کہ تو مجکو قتل کر سو قاتل نے اسکو قتل کر ڈالا تو باب
شبہہ مذکورہ کی تفصیل آگے آوے گی فیقتل الحر بالحر والعبد غیر الوقف کما مر خلافا للشافعی تو قتل کیا جاتا ہے آزاد بدلے آزاد کے اور بدلے غلام کے
سواے غلام وقف کے چنانچہ مذکور ہوچکا کہ عبد وقف کے مقتول ہونے مین قصاص واجب نہین بلکہ اسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہے برخلاف
امام شافعی رح کے اسواسطے کہ انکے اور امام مالک رح اور احمد رح کے نزدیک آزاد بدلے غلام کے مقتول نہوگا بلکہ قاتل پر اسکی قیمت کا تاوان لازم ہوگا
امام شافعی رح کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید مین الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی فرمایا ہے یعنی آزاد بدلے آزاد کے مارا جاوے اور غلام بدلے غلام کے
اور عورت بدلے عورت کے تو یہ مقابلہ اسکا مقتضی ہے کہ آزاد بدلے غلام کے مارا نجاوے اسواسطے کہ بناء قصاص مساوات پر ہے اور حالانکہ غلام اور آزاد
مین برابری نہین اسکا جواب شارح نے آئندہ قول مین دیا ولنا اطلاق قوله تعالی النفس بالنفس فانه ناسخ لقوله تعالی الحر بالحر الآیة کما رواه السیوطی فی الدرر
المنثور عن النحاس عن ابن عباس اور ہماری دلیل اطلاق ہے اس آیت کا کہ النفس بالنفس یعنی جان بدلے جان کے اسمین آزاد اور غلام کی قید نہین تو یہ آیت الحر بالحر
کی آیت کی ناسخ ہے چنانچہ جلال الدین سیوطی شافعی نے تفسیر در المنثور مین نسخ کو نحاس سے عن ابن عباس رض نقل کیا ہے منجملہ دلائل حنفیہ کے عموم ہے اس آیت کا
کتب علیکم القصاص فی القتلی یعنی مقتولین مین تمپر قصاص کرنا مفروض ہے مقتول عام ہے آزاد ہو یا غلام ازانجملہ قوله تعالی ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیه
سلطانا لیکن اگر آزاد اپنے ذاتی غلام کو قتل کرے گا تو قصاص ساقط ہے اجماع کی دلیل سے کذا فی العینی علی انه تخصیص بالذکر فلا ینفی ما عداه کیف ولو دل
لوجب ان لا یقتل الذکر بالانثی ولا قائل به علاوہ نسخ سے یہ ہے کہ الحر بالحر والعبد بالعبد خاص کر ذکر کیا ہے اور تخصیص بالذکر ماسواے مذکور کے نفی نہین کرتی ہے
یعنی اس تخصیص سے غلام کے بدلے قتل آزاد کی نفی ثابت نہین ہوتی یہ کیونکر ہو حالانکہ اگر تخصیص ماعدا کی نفی پر دلالت کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ مرد

یعنی عورت کے مارے جاتا اور مارا گیا کہ اسکا کوئی قائل نہیں ہوا اور تخصیص بالذکر کا فائدہ ان لوگون کا رد تون منظور ہی جو مقتول کے بدلے غیر قاتل کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اسواسطے کہ ابن عباس سے مروی ہو کہ عرب کے دو گروہ مین اگر قتل ہوتا تھا اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر دعویٰ فضیلت رکھتا تو [illegible] یون کہتا کہ ہم یعنی بہتر تھے جبتک کہ عورت کے بدلے انکا مرد نہ مارین اور اپنے غلام کے بدلے انکا آزاد نہ مارین حق تعالیٰ نے انکے رد مین یہ آیت اتاری کہ آزاد بدلے آزاد کے مارا جائے اور غلام بدلے غلام کے اور عورت بدلے عورت کے کذا فی العینی اور مساوات بین القاتل والمقتول کا جواب یہ ہی کہ قصاص [illegible] عصمت یعنی عدم اباحت دم کی مساوات سے لازم ہی اور عصمت متحقق ہوتی ہی دین یا دار قیام دار الاسلام سے تو دین اور قیام دار الاسلام مین آزاد و غلام دونون برابر ہین

قیل ولا الحر بالعبد جو دفع کیا گیا ہی مذہب شافعی کی اشکال سے یعنی اگر تخصیص بالذکر ماعدا کی نفی کرتی تو یہ واجب ہوتا کہ آزاد بدلے غلام کے مارا جائے اور یہ اشکال رد کیا گیا ہی اسکے داخل ہونے سے بطریق اولے کے م شارح کی اس عبارت مین کچھ تحریر اور تحقیق نہین شارح نے عبارت منح الغفار کے نقل کرنے کا ارادہ کیا سو اسکا قلم تیز چل گیا یون کہنا حق تھا قیل ولا العبد بالحر اور یہ عطف ہی ان التقیید الذکر بالانثی پر کذا فی الطحطاوی مختصر العینی یہ ہی کہ بعض شارحین نے امام شافعی رح کے مذہب پر اشکال کیا ہی کہ اگر تخصیص بالذکر ماعدا کی نفی کرتی تو یہ واجب تھا کہ غلام بدلے آزاد کے نہ مارا جاتا بدلیل قولہ تعالیٰ والعبد بالعبد سو معترض کا کلام مندفع ہی اسوجہ سے کہ جب غلام بدلے غلام کے مارا گیا تو آزاد کے بدلے بطریق اولے مقتول ہوگا اور پوری تفصیل اسکی منح الغفار کی عبارت مین ہی جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر منقول ہی بلکہ ولابی الفتح البستی لنا اسے خذوا بدمی ہذا الغزال فانہ ✣ رمانی بسہمی مقلتیہ علی عمد ✣ ولا تقتلوہ انی انا عبدہ ✣ وفی مذہب الاحرار لا یقتل الحر بالعبد ✣ اور مناسب مقام ابو الفتح البستی شافعی مذہب نے بطور نظم کے کہا ہی کہ پکڑو میرے خون کے بدلے اس غزال کو کہ اسنے اپنے دونون آنکھون یعنی چشم کے دو تیرون سے مجھکو قتل کیا ہی لیکن اسکو قتل نہ کیجیو اسواسطے کہ مین اسکا غلام ہون اور مین نے کبھی نہین دیکھا کہ آزاد مارا جائے بدلے غلام کے حموی نے کہا قولہ خذوا بدمی اور لا تقتلوہ مین تناقض ظاہر ہی اسواسطے کہ اخذ بالدم قتل کا مقتضی ہی اور دیت پر حمل کرنا صحیح نہین ہو سکتا کہ غلام کی دیت اسکے مالک پر واجب نہین ہوا جواب بعض الحنفیۃ رادا علیہ خذوا بدمی من رام قتلی بلحظۃ ✣ ولم یخش بطش اللہ فی قاتل العمد ✣ وقودوا بہ جبرا وان کنت عبدہ ✣ لیعلم ان الحر یقتل بالعبد سو اس نظم کا کسی حنفی نے جواب دیا ہی بطریق رد کے کہ پکڑو میرے خون کے بدلے اسکو جسنے میرے قتل کا اپنے گوشہ چشم کی دید سے ارادہ کیا یعنی ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ اور اسکی گرفت سے قاتل عمد کے پکڑنے سے جو ثابت ہی نہ ڈرا اور قصاص اس سے زبردستی اگرچہ مین اسکا غلام ہون تا معلوم ہو جائے کہ آزاد مارا جاتا ہی بدلے غلام کے م طحطاوی نے کہا اس نظم مین خلل یہ ہی کہ آزاد اپنے غلام مملوک کے قتل سے مارا نہین جاتا اور اگر غیر قاتل کے غلام پر حمول کیجئے تو دال منتقد عبدہ کے مناسب نہین والمسلم بالذمی خلافا لہ اور قتل کیا جاتا ہی مسلمان ذمی کے بدلے یعنی کافر مطیع الاسلام کے بدلے [illegible] امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہی کہ لا یقتل مومن بکافر رواہ البخاری اور یہی مضمون سنن ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ مین بھی ہی اور ہماری دلیل [illegible] سنن دار قطنی مین عبد الرحمن بن البیلمانی عن ابن عمر سے مروی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو معاہد کے بدلے قتل کیا اور فرمایا کہ [illegible] زیادہ تر کریم ہون ہر چند دار قطنی نے ابن بیلمانی کو ضعیف کہا ہی لیکن [illegible] مضمون اس حدیث کا [illegible] شافعی مین بھی مذکور ہی اور حدیث لا یقتل مومن بکافر مین کافر حربی مراد ہی تو فیقا بین [illegible] انہ بذل الجزیۃ لتکون دماؤہم کدمائنا واموالہم کاموالنا ✣ [illegible] ہمارے خون کے مانند اور انکے مال ہمارے مال کے برابر ہو جائے [illegible] المستامن [illegible] اور قتل کیا جاتا ہی مسلمان اور ذمی بدلے مستامن کے یعنی اسواسطے کہ مستامن کا خون علی التابید معصوم نہین [illegible] بدلے دوسرے مستامن کے [illegible] قتل کیا جاتا ہی قیاس کی برابری کے سبب مساوات کے نہ استحسان کی راہ سے بسبب قائم ہونے شبہ کے [illegible] باحتمال [illegible] وجہ کفر ہی گویا غیر حربی نہین کہ اسواسطے کہ مستامن رجوع دار الحرب کا قصد رکھتا ہی

وینبغی ان یعول علی الاستحسان الذی صحح العمل بہ الا فی مسائل مضبوطہ لیست ہذہ منہا وقد اقتصر ملا خسرو فی متنہ علی القیاس انتہی یعنی فتبعہ المصنف رحمہ اللہ علی عادتہ قلت ویعضدہ عامۃ المتون حتی الملتقی مصنف نے شرح مین کہا اور سزاوار یون ہی کہ استحسان پر اعتماد کیا جاوے بسبب تصریح کرنے علما کے استحسان عمل کرنے کا مگر چند مسائل مضبوطہ مین کہ یہ مسئلہ انہین سے نہین ہی اور البتہ ملا خسرو نے اپنے متن یعنی درر مین قیاس پر اقتصار کیا ہی انتہی کلام المصنف یعنی ہو مصنف بھی درر کا تابع ہوگیا اپنی عادت کے موافق اور عمل بالقیاس کی تائید کرتے ہین اکثر متون فقہ کے ملتقی الابحر تک **ویقتل العاقل بالمجنون والبالغ بالصبی والصحیح بالاعمی والزمن وناقص الاطراف والرجل بالمرأۃ** بالاجماع اور قتل کیا جاتا ہی ہوشیار بدلے دیوانے کے اور بالغ بدلے صغیر کے اور صحیح البدن آنکھوں والا بدلے اندھے کے اور طویل المرض اور ناقص الاطراف یعنی لولے لنگڑے کے بدلے اور مرد بدلے عورت کے بالاتفاق ہم تو اگر تندرست مرد اس مرد کو قتل کرے جسکے دونون ہاتھ یا نون اور دونون کان اور ذکر یعنی نارہ اور فوطے مقطوع ہین اور آنکھین اسکی پھوٹی ہین تو قصاص واجب ہوگا اگر قتل عمد ہو بدلیل عمومات اور اسواسطے کہ قاتل اور مقتول عصمت دم مین متساوی ہین اور معتبر عصمت ہی کے مساوات ہی نہ اور امور کی نہین تو قصاص کا باب بند ہوجاویگا کذا فی الطحاوی والفرع باصلہ وان علا لا عکسہ خلافا لمالک فیما اذا ذبح ابنہ ذبحا اور قتل کیا جاوے گا فرع بدلے اپنی جڑ کے مقتول ہوگی اگرچہ جڑ دور کی ہو نہ برعکس اسکے یعنی اصل بدلے فرع کے مقتول نہوگی برخلاف امام مالک رح کے اس خاص صورت مین جبکہ باپ اپنے فرزند کو ذبح کرے گلا کاٹ کر ہم یعنی گر والد اپنے ولد کو قصداً قتل کرے تو امام مالک رح کے نزدیک باپ قتل ہوگا اور اگر تلوار یا چھری پھینک مارے اور ارادہ قتل کا نہ کرے تو قصاص نہین اور جواہر مالکیہ مین ہی کہ اشہب نے کہا کہ والد بدلے ولد کے کسی حالت مین مقتول نہین ہوتا اس شبہہ سے کہ حدیث مین ثابت ہی انت ومالک لابیک یعنی تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہی کذا فی العینی تو ظاہر قصاص والد کی روایت امام مالک رح کے مذہب مین معتمد نہین فی الاکتب المالکیہ مین معتمد قصاص علی العموم مذکور نہوتی واللہ اعلم ای لا یقتص الاصول وان علوا مطلقا ولو اناثا من قبل الام فی نفس واطراف بفروعہم وان سفلوا لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا یقاد الوالد بولدہ یعنی اصول کا قصاص نہ لیا جاویگا بدلے انکے فروع کے نہ جان مین نہ اطراف مین اگرچہ اصول دور کی ہون مطلقاً اور اگرچہ اصول عورتین ہون ماں کی جانب سے اور اگرچہ فروع بعید ہون بدلیل قول نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے قصاص نہین لیا جاتا باپ کا اسکے بیٹے کے بدلے ہم یعنی دادا یا نانا یا اصول کا قصاص نہین تو اگر باپ بیٹے کو یا دادا دادی پوتے یا پردادا پردادی پڑپوتے کو یا ماں اپنے بیٹے کو یا نانی اپنے ناتی کو یا پرنانی اپنے پرناتی کو قتل کرے تو قصاص قاتل کا نہوگا اور اگر بیٹا اپنے باپ یا دادا دادی یا پردادا پردادی کو یا بیٹا اپنی ماں کو یا نانی پرنانی کو قتل عمد اگر کریگا تو اسپر قصاص جاری ہوگا عینی نے کہا حدیث لا یقاد الوالد بولدہ ترمذی اور ابن ماجہ مین عمر فاروق رض سے مروی ہی اور وہ ضعیف معلل بالجزئیۃ فیتعدی الی من علا لانہم اسباب فی احیائہ فلا یکون سببا لافنائہم اور وہ یعنی والدیت ایسا وصف ہی جس سے جزئیہ کی علت ثابت ہوتی ہی یعنی تولید عدم قصاص کی علت ہی تو یہ سبب تولید کا اصول عالیہ کو بھی متعدی ہی اسواسطے کہ اصول اسباب ہین فرع کے زندہ کرنے مین تو فرع انکے مٹانے کا سبب ہوگا ہم ولہذا ولد کو جائز نہین ہے باپ کو قتل کرنا اگر اسکو صف کفار مین پاوے یا اسکو زانی محصن دیکھے یا مرتد پاوے کذا فی الہدایہ وحینئذ فتجب الدیۃ فی مال الاب فی ثلث سنین لان ہذا عمد والعاقلۃ لا تعقل العمد وقال الشافعی تجب حالۃ کبدل الصلح زیلعی وجوہرہ وسیجی فی المعاقل اور جبکہ اصول پر قصاص واجب نہوا تو باپ وغیرہ پر اصول کے مال مین دیت واجب ہوگی تین برس کے اندر اسواسطے کہ یہ قتل عمد ہی اور مددگاروں پر دیت عمد کی واجب نہین ہوتی امام شافعی رح نے کہا کہ اصول پر نقد دیت واجب ہی بدل صلح کے مانند خلاصہ زیلعی اور جوہرہ مین ہی اور اسکی تفصیل آگے کتاب المعاقل مین آویگی ہم اور اگر اصول خطا کی راہ سے فروع کو قتل کرین تو دیت مددگاروں پر واجب ہوگی اور قاتل پر کفارہ کذا فی العالمگیریۃ وفی الملتقی علی شریک الاب والمولی والمخطی والصبی والمجنون وکل من لا یجب القصاص بقتلہ لما تقرر من عدم تجزی القصاص فلا قتل العامد عندنا خلافا للشافعی پر ملتقی مین ہی اور قصاص نہین باپ یا مالک یا مخطی یا صغیر یا مجنون کے شریک قتل پر اور جسکے قتل کرنے سے قصاص واجب نہین اسکے شریک پر یعنی اگر شخص اجنبی باپ کا شریک ہوا اسکے فرزند کے قتل مین یا مالک کا شریک ہو اسکے غلام کے قتل مین یا مالک شریک ہو قاتل مخطی کا

تو شریک پر بھی قصاص واجب نہیں ہوگا اور یہ مخطی کے مانند ہے اسواسطے کہ قصاص کی عدم قسمت پذیری بدلائل ثابت ہو چکی ہے تو قاتل عامد بھی مقتول ہوگا
ہم حنفیوں کے نزدیک برخلاف شافعی کے کذا فی البرہان ولا سید بعبدہ ای بعبد نفسہ ومدبرہ ومکاتبہ وعبد ولدہ وہذا داخل تحت قولہم ومن ملک
قصاصا علی ابیہ سقط کما سیجئ اور نہ قتل ہوگا مالک اپنے ذاتی غلام اور اپنے مدبر غلام اور اپنے مکاتب غلام اور اپنے فرزند کے غلام کے بدلے فرزند کے غلام
کی صورت داخل ہے فقیہوں کے اس قول کے تحت میں اور جو فرزند قصاص کا مالک ہوا اپنے باپ پر تو قصاص ساقط ہے چنانچہ یہ مسئلہ چند سطر کے بعد آویگا ام
مالک پر قصاص اسواسطے واجب نہوا کہ غلام اسکا مال ہے اور انسان پر اپنے مال کے تلف کرنے میں کچھ واجب نہیں ولیکن خانیہ میں ہے کہ حاکم مالک کو تعزیر دے اور جوہرہ
میں ہے کہ مولی پر کفارہ واجب ہے غلام اور مدبر اور مکاتب اور فرزند کے غلام کے قتل میں کذا فی الطحطاوی ولا بعبد یملک بعضہ لان القصاص لا یتجزے اور نہ
قتل ہوگا شریک عبد مشترک کے بدلے سو اسواسطے کہ قصاص قسمت پذیر نہیں ہے جب بعض قصاص ساقط ہوا مالک بعض کے سبب تو کل قصاص ساقط ہوگا عدم تجزی کی وجہ سے
عینی نے کہا شرح ہدایہ میں تو قاتل دوسرے شریک کو بقدر اسکے حصہ کے قیمت ادا کرے ولا بالعبد الرہن حتی یجتمع العاقدان ای عبد مرہون کے بدلے تا اجتماع
عاقدین قصاص نہیں ہے یعنی جبتک راہن اور مرتہن دونوں موجود نہونگے تو غلام مرہون کے قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا اسواسطے کہ مرتہن مالک نہیں جو قصاص کا
مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق باطل ہوتا ہے لہذا وجوب قصاص میں اجتماع عاقدین شرط ہے تا حق مرتہن اسکی رضامندی سے ساقط ہوجاے
وقال محمد رح لا قود وان اجتمعا جوہرۃ وعلیہ یحمل ما فی الدرر معزیا للکافی کما فی المنح اور محمد رح نے کہا کہ عبد مرہون کے بدلے قصاص نہیں اگرچہ راہن مرتہن دونوں
موجود ہوں کذا فی الجوہرۃ اور محمد رح کے قول پر محمول ہے وہ روایت جو درر میں کافی سے منقول ہے کذا فی المنح یعنی جو کافی سے درر میں مذکور ہے کہ باوجود اجتماع
عاقدین کے عبد رہن کا قصاص نہیں سو محمد کا مذہب ہے نہ شیخین کا تو بموجب اس مذہب کے جب قصاص ساقط ہوا تو قیمت مقتول لیکر مرتہن کے پاس رہن رہیگی
کذا فی الطحطاوی لکن فی الشرنبلالیہ عن الظہیریۃ انہ اقرب الی الفقہ لیکن شرنبلالیہ میں ظہیریہ سے ہے کہ وہ یعنی محمد کا قول فقہ سے قریب تر ہے بقی لو اختلفا فلہما القیمۃ
تکون رہنا مکانہ باقی رہی یہ صورت کہ اگر راہن اور مرتہن نے قصاص اور قیمت لینے میں اختلاف کیا تو دونوں کیواسطے قیمت لائی جائیگی اور وہ قیمت بجاے عبد مرہون
مقتول کے رہن رہیگی ولو قتل عبد الاجارۃ فالقود للموجر اور اگر اجارہ کا غلام مقتول ہو تو قصاص لینے کا حق مالک کا ہے نہ مستاجر کا دراما لمبیع اذا قتل فی ید البائع
قبل القبض فان اجاز المشتری البیع فالقود لہ وان ردہ فللبائع القود وقیل القیمۃ جوہرۃ اور غلام فروختہ جبکہ بائع کے پاس قتل کیا جاے قبض مشتری بیع کو جائز
کردے تو قصاص لینا مشتری کا حق ہے اور اگر بیع کو مشتری رد کردے تو قصاص لینا بائع کا حق ہے اور قول ضعیف ابو یوسف رح کا یہ ہے کہ بائع قصاص نہ لے اسکی قیمت
لے کذا فی الجوہرۃ ولا بالمکاتب وکذا ابنہ وعبدہ شرنبلالیہ قتل عمداً لا حاجۃ لتقیید العمد لانہ شرط فی کل قود عن وفاء ووارث وسیدہ وان اجتمعا لاختلاف الصحابۃ
فی موتہ حرا او رقیقا فاشتبہ الولی فارتفع القود اور قصاص واجب نہیں بدلے اس مکاتب کے جو عمدا مقتول ہوا وفا ربدل کتابت کے اور وارث اور مولی کو چھوڑ کر
اگرچہ وارث اور مولی ساتھ ہی موجود ہوں بسبب مختلف ہونے صحابہ کرام کے اسکی موت میں آزاد ہوکر یا غلام ہوکر تو اسکے ولی میں اس اختلاف کے سبب سے اشتباہ آیا
تو قصاص مرتفع ہوگیا ولی کے عدم تعین سے اور اسی طرح قصاص نہیں مکاتب مذکور کے فرزند اور غلام کے مقتول ہونے سے کذا فی الشرنبلالیہ شارح نے کہا قتل
عمد کی قید لگانے کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ عمد تو ہر قصاص میں شرط ہے علی مرتضی رض اور عبد اللہ بن مسعود کے نزدیک مکاتب مذکور آزاد مرا اور زید بن ثابت
کے نزدیک غلام مرا اگر آزاد مرا تو ولی قصاص کا مالک ہے اور اگر غلام مرا تو مولی ولی ہے پھر جب اس اختلاف سے اشتباہ واقع ہوا ولی میں تو قصاص مرتفع ہوگیا
فان لم یدع وارثا غیر سیدہ سواء ترک وفاء اولا او ترک وارثا ولا وفاء اقاد سیدہ لتعینہ پھر اگر مکاتب مقتول نے کوئی اپنا وارث نہ چھوڑا سواے
اپنے مولی کے خواہ وفاء بدل کتابت کو اسنے چھوڑا یا نہ چھوڑا یا وارث کو چھوڑا اگر وفاء بدل کتابت موجود نہیں تو اسکا مولی قصاص لیگا بسبب
متعین ہونے مولی کے ولی ہونے میں وفی اولی الصور الاربع خلاف محمد اور مکاتب کی چار صورتوں میں سے پہلی صورت میں خلاف ہے محمد کا اور پہلی صورت یہ ہے کہ

مکاتب بدل کتابت اور وارث اور مولی کو چھوڑ جائے دوسری صورت یہ ہے کہ مکاتب کا کوئی وارث مولی کے سوا نہیں ہے اور بدل کتابت موجود ہے تیسری صورت یہ ہے کہ سوائے مولے کے کوئی وارث نہیں اور بدل کتابت موجود نہیں چوتھی صورت یہ ہے کہ مکاتب کا وارث تو ہے مگر بدل کتابت موجود نہیں حلبی محشی نے کہا شارح کو یوں کہنا صواب تھا وفی ثانیۃ الصور الاربع خلاف لمحمد رح یعنی صور اربع میں سے دوسری صورت میں خلاف ہے محمد رح کا چنانچہ ہدایہ میں ہے انتہی

یعنی جب مولے کے سوا کوئی وارث نہو اور بدل کتابت موجود ہو تو محمد رح کے نزدیک اسمیں قصاص نہیں ہے ویسقط قود ورثہ علی ابیہ ای اصلہ لان الفرع لا یستوجب العقوبۃ علی اصلہ او سیاتی ساقط ہو جاتا ہے وہ قصاص جسکا بیٹا وارث ہو اپنے باپ پر باپ سے مراد اصل ہے وارث کی یعنی اگر اصول سے قتل عمد واقع ہوا اور مقتول کا وارث فرع اصول ہو وہ قصاص ساقط ہے اسواسطے کہ فرع یعنی اولاد مستوجب عقوبت کی نہیں ہوتی ہے اسواسطے کہ حدیث میں وارد ہے کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے تو ظاہر حدیث اسپر دلالت کرتا ہے کہ بیٹا مملوک ہے باپ کا تو شبہ حقیقت ملک قصاص کی مانع ہے چنانچہ مولی جبکہ اپنے غلام کو قتل کرے اسیطرح شبہہ ملک کا بھی ظاہر کے مانع ہے قصاص کا کذا فی العینی وصورۃ المسئلۃ فیما اذا قتل الاب امرأۃ مثلا ولا وارث لہا غیر ابنہا ثم ماتت المرأۃ فان ابنہا منہ یرث القود فالقود یسقط علی ابیہ لما ذکرنا واما تصویر صدر الشریعۃ فثبوتہ فیہ للابن ابتداء لا ارثا عند ابی حنیفۃ واللہ اعلم کما لا یخفی اور مسئلہ مذکورہ کی صورت یہ ہے کہ جب باپ نے اپنی جورو کے باپ یعنی خسر کو قتل کیا اور مقتول کا کوئی وارث نہیں سوا اسکی بیٹی کے جو زوجہ ہے قاتل کی پھر وہ عورت وارث مرگئی تو عورت مذکورہ کا بیٹا جو قاتل کے نطفہ سے ہے وارث ہوگا اس قصاص کا جو واجب ہے اسکے باپ پر تو قصاص ساقط ہو جاویگا اس دلیل سے جسکو ہم نے بیان کیا اور وہ جو صدر الشریعہ نے شرح وقایہ میں مسئلہ مذکورہ کی صورت بیان کی ہے تو اسمیں قصاص کا ثبوت قاتل کے فرزند کیواسطے ابتدا سے ہوتا ہے نہ باعتبار میراث کے امام اعظم کے نزدیک اگرچہ دونوں صورتوں میں سقوط قصاص کا حکم یکسان ہے چنانچہ یہ امر ظاہر ہے پوشیدہ نہیں ہے صدر الشریعہ نے زوجہ قاتل کو مقتول قرار دیا ہے اور باقی مسئلہ بحال سابق ہے وفی الجوہرۃ لو عفا المجروح او وارثہ قبل موتہ صح استحسانا لانعقاد السبب لہما اور جوہرہ میں ہے کہ اگر شخص زخمی یا اسکا وارث معاف کردے مورث زخمی کی موت سے پہلے تو صحیح ہے باعتبار استحسان کے بسبب منعقد ہونے سبب قصاص کے زخمی اور اسکے وارث دونوں کیواسطے اور قیاس یہ تھا کہ عفو مجروح صحیح نہوتا اسواسطے کہ قصاص یعنی بدلا لینا ابتدا سے وارثوں کیواسطے ثابت ہے اسواسطے کہ اگر ابتدا سے ثابت نہوتا تو موت کے بعد بھی ثابت نہوتا تو مجروح نے غیر کا حق معاف کردیا لیکن استحسان میں عفو مجروح صحیح ہے اسلیے کہ حق تو مجروح کا ہے اور وارث قائم مقام اسکا ہوتا ہے استیفاء قصاص میں کذا فی الطحطاوی عن المنح مختصرا لا قود بقتل مسلم مسلما ظنہ مشرکا بین الصفین لانہ احتراس من الخطاء وانما اعادہ لیبین ما یجب بقولہ بل القاتل علیہ کفارۃ ودیۃ قصاص نہیں مسلمان کے قتل کرلینے سے دوسرے مسلمان کو مشرک جانکر مسلمین اور کافروں کی دو صفوں کے اندر اسواسطے قصاص نہیں کہ ابتدائے فصل میں مذکور ہوچکا کہ یہ صورت قتل خطا کی ہے اور مصنف نے اسکو دوسری بار اسواسطے ذکر کیا تاکہ اسکا موجب بیان کرے اس قول سے بلکہ قاتل مذکور پر کفارہ اور دیت ہے یعنی قاتل کے مددگار پر دیت ہے قالوا ہذا اذا اختلطوا فان فی صف المشرکین لا یجب شیء لسقوط العصمۃ قال علیہ الصلوۃ والسلام من کثر سواد قوم فہو منہم قلت فاذا کان یکثر سوادہم فہو منہم وان لم تزی بزیہم فکیف بمن یتزی قال الزاہدی قال المصنف حتی لو تشکل جنی بما یباح قتلہ کحیۃ فینبغی لا اقدام علی قتلہ ثم اذا تبین انہ جنی فلا شیء علی القاتل واللہ اعلم علماء نے کہا کہ یعنی مسئلہ مذکورہ میں کفارہ اور دیت واجب ہونا اسوقت ہے جبکہ مسلمان اور کفار لڑتے وقت مل گئے ہوں تو اگر مسلمان مشرکوں کی صف میں ہو تو اسکے مقتول ہو جانے سے قاتل پر کچھ واجب نہیں یعنی نہ کفارہ نہ دیت نہ توبہ اسکی عصمت کے سقوط کے سبب سے یعنی اسکا خون معصوم نہ رہا مباح ہو گیا بقول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو کسی قوم کی جماعت بڑھاوے وہ شخص اس قوم میں داخل ہے میں کہتا ہوں کہ جبکہ جماعت کفار کا بڑھانے والا کافروں میں داخل ہوا اگرچہ انکا ہم شکل اور ہم لباس نہو تو کیونکر حال ہوگا اس مسلمان کا جو کافروں کا سا لباس اختیار کرے انکی وردی پہنے یہ کہا ہے زاہدی نے مصنف نے شرح منح میں کہا تو اگر ایسا جن اس جانور کی شکل بنجاوے جس جانور کو قتل کرنا مباح ہے چنانچہ

سانپ تو اسکے قتل پر تقیید ہی لائق ہے پھر جبکہ ظاہر ہو کہ وہ سانپ حقیقت میں جن تھا تو شرعاً قاتل پر کوئی چیز واجب نہیں واللہ اعلم ولا یقاد الا بالسیف

وان قتلہ بغیرہ خلافاً للشافعی اور قصاص نہ لیا جائے مگر سیف یعنی تلوار سے اگرچہ قاتل نے مقتول کو تلوار کے سوا اور کسی ہتھیار سے قتل کیا ہو برخلاف امام شافعیؒ کے یعنی انکے نزدیک اسی طرح قتل کرنا قاتل کا ضرور ہے جسطرح اسنے مقتول کو مارا ہے یہ حدیث صدیق اکبر سے سنن ابن ماجہ میں ان لفظوں سے مروی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا قود الا بالسیف یعنی قصاص نہیں مگر تلوار سے اور دارقطنی میں علی مرتضیٰؓ سے حدیث مرفوع مروی ہے لا قود فی النفس وغیرہا الا بحدیدۃ یعنی قتل نفس وغیرہا میں قصاص نہیں مگر لوہے سے کذا فی العینی علی الہدایۃ

وفی الدرر عن الکافی المراد بالسیف السلاح قلت وبہ صرح فی جامع المضمرات حیث قال وتخصیص السیف باسم القود ولا یمنع ایجابہ غیرہ بہ الآثری انا الحقنا الرمح والخنجر بالسیف فی قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لا قود الا بالسیف ثم فی السراجیۃ من لہ قود قاد بالسیف فلو القاہ فی بئر او قتلہ بحجر او بنوع آخر عزر وکان مستوفیا فیحمل علی ان مرادہ بالسیف السلاح واللہ اعلم اور درر میں کافی سے ہے کہ تلوار سے لوہے کا ہتھیار مراد ہے میں کہتا ہوں اسی کی تصریح کی ہے مضمرات کی کتاب الجامع میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث میں کہ لا قود الا بالسیف سو جو سراجیہ میں ہے کہ جو قصاص لینے کا مالک ہے وہ تلوار سے قصاص لے تو اگر وہ قاتل کو کنوئیں میں ڈالے گا یا اسکو پتھر سے قتل کریگا یا اور کسی طرح سے ہلاک کریگا تو وہ شخص تعزیر دیا جاویگا اور وہ شخص اس قتل نامشروع سے قصاص کا پانے والا ہو گیا انتہی کلام السراجیہ تو یہ محمول ہے اسپر کہ صاحب سراجیہ کی مراد تلوار سے ہتھیار ہے واللہ اعلم وللاب المعتوہ القود تشفیا للصدر واذا ملکہ ملک الصلح بالاولی لا العفو مجانا لقطع یدہ ای ید المعتوہ وقتل قریبہ لانہ ابطال حقہ ولا یملکہ اور فرزند ناقص العقل مدہوش کے قطع ید اور اسکے قرابت دار کے قتل کے بدلے اسکے باپ کو قصاص لینا قاطع اور قاتل سے جائز ہے تشفی صدر اور تسکین دل کے واسطے اور جبکہ اسکا باپ قصاص کا مالک ہوا تو صلح کا بھی بطریق اولیٰ مالک ہوگا نہ معاف کردینے کا یعنی اسکو قطع اور قتل میں مفت معاف کردینے کا اختیار نہیں اسواسطے کہ مفت معاف کردینا فرزند مدہوش کے حق کو باطل کردینا ہے اور باپ ابطال حق فرزند کا مالک نہیں م معتوہ وہ ہے جو بیوقوف ناقص العقل مدہوش ہو بدون دیوانگی کے جسکو اہل ہند بھولا اور بھوندو بولتے ہیں اسکے قرابت دار سے مراد اسکا اخیافی بھائی اور اسکی ماں اور بیٹا ہے باپ کو قصاص کا اسواسطے اختیار ہوا کہ صاحب حق تو مدہوش ہے لہذا اسکا باپ اسکے قائم مقام ہوا اسلیے کہ فرزند شفقت کے سبب سے اسکی تشفی خاطر فرزند کی تشفی قرار دیگئی کذا فی الطحطاوی وقید صلحہ بقدر الدیۃ او اکثر منہ وان وقع باقل منہ لم یصح الصلح وتجب الدیۃ کاملۃ لانہ نظر للمعتوہ اور مشروط ہے باپ کی صلح دیت کی مقدار پر یا اس سے زیادہ پر اور اگر دیت سے کم پر صلح ہوگی تو صحیح نہوگی اور پوری دیت واجب ہوگی اسلیے کہ یہی بہتر اور نافع تر ہے مدہوش کے حق میں والقاضی کالاب فی جمیع ما ذکرنا فی الاصح لکن قتل والاولی للحاکم

قتلہ والصلح لا العفو لانہ ضرر للعامۃ اور قاضی باپ کے مانند ہے جمیع احکام مذکورہ کے اندر قول صحیح تر میں مانند اس شخص کے کہ مارا گیا اور اسکا کوئی وارث نہیں تو حاکم کو اسکے قاتل کے قتل کرنے کا اور مال پر صلح کرنے کا اختیار ہے نہ مفت معاف کردینے کا اسواسطے کہ مفت معاف کردینے میں لاوارث عوام خلق کا ضرر ہے والوصی کالاخ یصالح عن النفس فقط بقدر الدیۃ ولہ القود فی الاطراف استحسانا لانہ یسلک بہا مسلک الاموال اور وصی مدہوش کے حق میں اسکے بھائی کے برابر ہے کہ فقط صلح کر سکتا ہے اسکے قرابت دار کے قتل سے بقدر دیت کے اور وصی کو مدہوش کے اطراف میں قصاص لینا بدلیل استحسان کے جائز ہے اسواسطے کہ اطراف انسانی میں اموال کا طریقہ مسلوک ہے والصبی کالمعتوہ فیما ذکر اور طفل صغیر معتوہ کے مانند ہے جمیع احکام مذکورہ میں م یعنی اگر صغیر کا قطع ید ہو یا اسکے قرابت دار کو قتل کرے تو صغیر کے باپ کو اور قاضی کو قصاص لینے اور صلح کرنے میں اختیار ہے معاف کردینے میں اختیار نہیں اور وصی اور صغیر کا بھائی قصاص نہیں کر سکتا

اور نہ عفو کا انکو اختیار ہے مگر فقط صلح میں انکو اختیار ہے وللکبار القود قبل کبر الصغار خلافا لہما والاصل ان کل ما لا یتجزی اذا وجد سببہ کاملا ثبت لکل علی الکمال کولایۃ انکاح وامان اور مقتول کے عاقل بالغ وارثوں کو قصاص لینے کا اختیار ہے صغیر وارثوں کے جوان ہونے سے پہلے برخلاف صاحبینؒ کے یعنی انکے نزدیک قصاص نہوگا جبتک صغیر وارث جوان ہوں اور عدم انتظار کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو چیز قسمت پذیر نہیں جبکہ اسکا کامل سبب پایا جاے تو وہ چیز ہر ایک کے

واسطے علی وجہ الکمال ثابت ہوتی ہے جیسے نکاح کر دینے اور کافر کے پناہ دینے کی ولایت ہم شئی عدم قسمت پذیر چنانچہ قصاص اور نکاح اور امان کا جیسا کامل سبب پایا جائے جیسے قرابت سبب کامل ہے قصاص اور نکاح کا اور اسلام سبب کامل ہے کافر کی امان دینے میں تو ہر وارث کو استیفاء قصاص میں جیسا ہوگا ولہذا ابن ملجم بعوض علی مرتضیٰ کے مارا گیا اور حضرتؓ کی اولاد صغار بھی تھی کیونکہ بالغ ہونیکا انتظار نہوا تھا اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہو گیا اور سبب کامل کی قید سے سلطان اسیر دار الحرب نکل گیا اسواسطے کہ اسکا امان دینا صحیح نہیں کذا فی الطحطاوی الا اذا کان الکبیر اجنبیا عن الصغیر فلا یملک القود حتی یبلغ الصغیر اجماعا زیلعی فلیحفظ اگر جبکہ مقتول کا ولی کبیر بیگانہ ہو ولی صغیر کا تو کبیر قصاص کا مالک نہیں تا بلوغ صغیر باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے کذا فی الزیلعی تو اس صورت خاص کو یاد رکھنا چاہیے ابو السعود نے ولی کبیر کی مثال جو اجنبی ہو ولی صغیر سے قاضی اور وصی کی دی ہے طحطاوی نے کہا لیکن اسمیں خلل ہے کہ وہ کبیر مراد ہے یہاں جو وارث ہو مقتول کا تو تمثیل اسکی یوں بہتر ہے کہ مقتول کی اولاد صغار ہو زوجہ اولی سے زوجہ ثانیہ کے ساتھ و لو قتل القاتل اجنبی وجب القصاص علیہ فی القتل العمد لانہ معصوم الدم بالنظر لقاتلہ کما مر اور اگر قاتل کو اس شخص نے قتل کیا جو اجنبی ہے مقتول سے یعنی اسکا وارث نہیں ہے تو قاتل کے قاتل پر قتل عمد میں قصاص واجب ہے اسواسطے کہ قاتل اول معصوم الدم ہے بنظر اپنے قاتل کے چنانچہ اس فصل کے اوائل میں گذر گیا یعنی ہر چند قاتل اول کا خون مباح ہے مقتول کے وارث کو لیکن باعتبار اجنبی شخص کے اسکا خون مباح نہیں لہذا اجنبی قاتل اسکے بدلے مارا جاویگا والدیۃ علی عاقلتہ ای القاتل فی الخطاء اور دیت قاتل اول کی قاتل ثانی کے مددگاروں پر واجب ہے قتل خطا میں و لو قال ولی القتیل بعد القتل ای بعد قتل الاجنبی کنت امرتہ بقتلہ ولا بینۃ لہ علی مقالتہ لا یصدق و قتل الاجنبی اور اگر مقتول کے وارث نے قتل اجنبی کے بعد کہا میں نے اس اجنبی کو قاتل کے قتل کرنے کا امر کیا تھا اور اسکے اس قول پر گواہ نہیں تو وارث کے کلام کی تصدیق نہوگی اور قاتل اجنبی قتل کیا جاویگا اسواسطے کہ وارث مقتول کو قاتل کا قتل کرنا بذات خود یا غیر سے امر کرکے قتل کروانا جائز ہے استیفاء قصاص ہر صورت ہوگا اور قاتل مامور پر ضمان لازم نہوگا اس صورت میں جبکہ امر وارث کا ظاہر ہو سو اگر اجنبی نے قاتل کو قتل کیا اور وارث کے امر کرنے کا دعوی کیا اور وارث نے اسکی تصدیق کی تو قرابت نہوگا بدون شہادت کے اور بدون شہادت کے قاتل سے قصاص لیا جاویگا بخلاف من حفر بئرا فی دار رجل فمات فیہا شخص فقال رب الدار کنت امرتہ بالحفر صدق مجتبی یعنی لانہ یملک استینافہ للحال فیصدق بخلاف الاول لفوت المحل بالقتل کما ہو القاعدۃ برخلاف اس شخص کے جسنے کنواں کھودا دوسرے مرد کے گھر میں سو آدمی اسمیں گر کے مر گیا اور صاحب خانہ نے کہا کہ میں نے کھودنے والے کو کھودنے کا امر کیا تھا تو صاحب خانہ کی تصدیق ہوگی بدون شہادت کے اسواسطے کہ صاحب خانہ استیناف اور ابتداء حفر کا فی الحال مالک ہے یعنی بالفعل اپنے گھر میں کنواں کھدوا سکتا ہے وجہ محل کے سبب سے لہذا اسکے کلام کی تصدیق ہوگی برخلاف اول صورت کے یعنی ولی مقتول کے اس کلام میں کہ میں نے قتل کا حکم دیا تھا اسواسطے کہ وہاں ابتداء امر بالقتل فی الحال متصور نہیں بسبب فوت ہو جانے محل کے قتل کے سبب سے چنانچہ یہی قاعدہ ہے تصدیق اور عدم تصدیق کا اور قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ جو شخص ایک خبر کی حکایت کرے مثلا یوں اظہار کرے کہ میں نے زوجہ مطلقہ سے رجعت کر لی ہے تو اگر وہ شخص بالفعل استیناف اور ابتداء رجعت کا مالک ہے اسطرح کہ ہنوز عدت طلاق کی باقی ہے تو اسکی تصدیق بلا شہادت ہوگی اور اگر ابتداء رجعت کا فی الحال مالک نہیں سو جیسے کہ رجعت کا دعوی کیا بعد عدت کے تو اب اسکی تصدیق بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحطاوی وظاہرہ ان حق الولی یسقط اصلا لما فات اتفاق حتف انفہ وظاہر متن یا ظاہر تعلیل فوت محل اسپر دلالت کرتا ہے کہ ولی مقتول کا حق بالکل ساقط ہو گیا جیسے اس صورت میں ساقط ہو جاتا ہے جبکہ قاتل اپنے فرش پر اپنی موت مر جائے بدون قتل کرنے کے ولو استوفاہ بعض الاولیاء لم یضمن شیئا اور اگر ورثہ مقتول میں سے کسی نے قصاص لیا تو اسپر کچھ ضمان لازم نہوگا یعنی نہ قاتل کیواسطے اور نہ باقی وارثوں کیواسطے اگرچہ باقی وارث صغیر ہوں کذا فی الزیلعی وفی الدرر و المجتبی دم بین اثنین فعفا احدہما وقتلہ الآخر ان علم ان عفو بعضہم یسقط حقہ یقاد والا فلا والدیۃ فی مالہ بخلاف ممسک رجل لیقتل عمدا فقتل ولی القتیل الممسک فعلیہ القود لانہ مما لا یشکل علی الناس اور درر اور مجتبی میں ہے کہ خون کے دو وارث ہیں سو ایک وارث نے قصاص عفو کر دیا اور دوسرے وارث نے قاتل کو قتل کیا تو اگر وارث قاتل یہ جانتا ہے کہ بعض ورثہ کا

معاف کرنا حق قصاص دیا حق وارث ثانی کو ساقط کر دیتا ہے تو وارث قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر اسکو یہ معلوم نہیں تو اسپر قصاص نہیں اور اسکے مال
مین دیت واجب ہوگی بخلاف اس صورت کے کہ ایک شخص نے دوسرے مرد کو پکڑا کہ وہ عمداً قتل کیا جاے سو مقتول کے وارث نے پکڑنے والے کو قتل کیا تو وارث
قاتل پر قصاص واجب ہوگا اسواسطے کہ یہ صورت اس قسم کی نہین ہے جیسا بوجھنا لوگون پر مشکل ہو ہم برخلاف پہلی صورت کے یعنی عفو بعض ورثہ سے باقی وارثون کا
حق ساقط ہونا مشکل غیر صریح ہے لہذا اسمین ہر صورت علم سقوط قصاص ہے اور نہین تو دیت ہے اور پہلے کی صورت مین فقط قصاص ہے نہ دیت جرح انسانا ومات فطرح
فاقام اولیاء المقتول بینة انہ مات بسبب الجرح واقام الضارب بینة انہ بریٔ من الجراحة ومات بعد مدة فبینة ولی المقتول اولیٰ کذا فی معین الحکام
معزیا للحاوی ایک شخص نے آدمی کو زخمی کیا اور زخمی مرگیا تو مقتول کے وارثون نے گواہ گذرانے کہ وہ زخم کے سبب سے مرگیا اور ضارب نے گواہ اس بات کے دئیے کہ وہ اچھا ہوگیا تھا
زخم سے اور مدت کے بعد مرا تو وارث مقتول کے گواہ اولیٰ بالقبول ہین کذا فی معین الحکام عن الحاوی اقام اولیاء المقتول البینة علی انہ جرحہ زید وقتلہ واقام
زید البینة علی ان المقتول قال ان زیداً لم یجرحنی ولم یقتلنی فبینة زید اولیٰ کذا فی المشتمل معزیا لمجمع الفتاوی ورثہ مقتول نے اسپر گواہ قائم کیے
کہ مقتول مذکور کو زید نے زخمی کیا اور قتل کیا اور زید نے گواہ قائم کیے اسپر کہ مقتول نے خود کہا تھا کہ زید نے مجکو زخمی نہین کیا اور نہ مجکو مارا تو زید کے گواہ اولیٰ
بالقبول ہین کذا فی المشتمل عن مجمع الفتاوی ہم اسواسطے کہ زید کے گواہ صاحب حق کے قول پر قائم ہین نفی پر قال المجروح لم یجرحنی فلان ثم مات المجروح
لیس لورثتہ الدعوی علی الجارح بہذا السبب مطلقاً وقیل ان الجرح معروفاً عند القاضی والناس قبلت بینة مجروح نے کہا کہ مجکو فلانے شخص نے
زخمی نہین کیا پھر زخمی مرگیا تو اسکے وارثون کو زخم لگانے والے پر اس سبب سے دعویٰ نہین پہونچتا مطلقاً خواہ اسکا زخم معلوم ہو یا نہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر
زخم قاضی یا لوگون کے نزدیک معلوم ہو تو دعویٰ وارثون کا مقبول ہے کذا فی التقنیة وفی الدرر عن المسعودیة لو عفا المجروح او الاولیاء بعد الجرح قبل الموت جاز العفو
استحسانا اور درر مین مسعودیہ سے منقول ہے کہ اگر مجروح یا اسکے وارثون نے زخم لگنے کے بعد موت سے پہلے معاف کر دیا تو بدلیل استحسان کے معاف کرنا جائز ہے ہم یہ مسئلہ
اس فصل مین مکرر ہوگیا وفی الوہبانیة جریح قال قتلنی فلان ومات فبرہن وارثہ علی آخر انہ قتلہ لم یسمع لانہ حق المورث وقد اکذبہم اور وہبانیہ مین ہے کہ زخمی نے
کہا کہ مجکو فلانے شخص نے قتل کیا اور وہ مرگیا سو اسکے وارث نے دوسرے شخص پر گواہ قائم کیے کہ دوسرے نے مارا ہے تو گواہ مسموع نہونگے اسواسطے کہ یہ حق ہے
مورث کا اور مورث تو گواہون کو یا وارثون کو یا دونون کو جھوٹا کر گیا ولو قال جرحنی فلان ومات فبرہن ابنہ علی ابن آخر انہ جرحہ خطاء قبلت لقیامہا علی حرمانہ
الارث اور اگر مجروح نے کہا کہ مجکو فلانے شخص نے زخمی کیا اور وہ مرگیا سو اسکے بیٹے نے دوسرے بیٹے پر گواہ قائم کیے کہ اسنے ازراہ خطا اسکو زخمی کیا تھا تو یہ گواہی
مقبول ہوگی بسبب قائم ہونے اس گواہی کے اسکی میراث کے محروم ہونے پر سقاہ سما حتی مات ان دفعہ الیہ حتی اکلہ ولم یعلم بہ فمات لاقصاص ولا دیة
لکنہ یحبس ویعزر ایک نے دوسرے کو زہر پلایا یہانتک کہ وہ مرگیا تو اگر اسنے اسکی طرف کر دیا تھا کہ اسنے خود کھا لیا اور وہ زہر کو نہ جانتا تھا سو مرگیا تو زہر دینے والے
پر نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ محبوس ہوگا اور اسکو تعزیر دیجاویگی ولو اوجرہ السم ایجاراً تجب الدیة علی عاقلتہ اور اگر زہر اسکے حلق مین زبردستی ڈال دیا اور وہ مرگیا
تو دیت واجب ہوگی قاتل کے برادر مددگارون پر وان دفعہ لہ فی شربة فشرب ومات منہ فکالاول لانہ شرب باختیارہ الا ان الدفع خدعة فلا یلزم الا التعزیر
والاستغفار خانیة اور اگر اسکو زہر شربت کے اندر ملا کر دیا سو اسنے پیا اور مرگیا اسکے پینے سے سو اسکا حکم اول صورت کے مانند ہے یعنی نہ قصاص ہے نہ دیت اسواسطے
کہ اول اور ثالث دونون صورتون مین مقتول نے زہر کو اپنے اختیار سے پیا نہ جبر سے مگر یہ کہ اسطرح دینا دغا اور فریب ہے تو کچھ لازم نہین مگر تعزیر اور استغفار کذا فی الخانیة
وان قتلہ بمر بفتح المیم المسحاة ذکرہ الشارح فی الیابس یقتص ان اصابہ بحد الحدید او ظہرہ وجرحہ اجماعاً کما نقلہ المصنف عن المجتبیٰ اور اگر مقتول کو قتل کیا بیلچا وغیرہ اور مثل اسکے
سے تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا اگر اسکو لوہے کی بار لگی یا اسکی پیٹھ لگی اور اسنے زخمی کر دیا تو باتفاق روایات کے قصاص لیا جاوے گا جیسا کہ
مصنف نے مجتبیٰ سے نقل کیا ہے شارح نے کہا کہ مر بفتح میم وہ ہتھیار ہے جس سے مٹی کا کام کیا جاتا ہے یعنی بیلچا وغیرہ اور اگر بیلچا وغیرہ کے دستہ چوبی سے

قتل کرے تو قاتل پر دیت ہے نہ قصاص لیکن اگر عظیم ہو کہ بدن پر نہ ٹھہرے تو تلوار کے مانند ہے صاحبین رح کے نزدیک اور کوڑے کے مانند ہے امام رح کے نزدیک کذا فی
الطحطاوی عن الاتقانی (و) لا یشبہ حدہ بل قتلہ بظہرہ ولم یجرحہ لا یقتص فی روایۃ الطحاوی وظاہر الروایۃ انہ یقتص بالجرح فی حدید ونحاس وذہب ونحوہا وغیرہ فی
الدرر لقاضی خان لکن نقل المصنف عن الخلاصۃ ان الاصح اعتبار الجرح عند الامام لوجوب القود وعلیہ جری ابن الکمال اور اگر تیز دھار کی طرف سے اسکے نہیں
لگا بلکہ اسکو اسکی پیٹھ کی طرف سے قتل کیا اور اسکے زخم نہیں لگا تو قصاص نہیں لیا جاوے گا طحاوی کی روایت میں امام رح سے اور ظاہر الروایۃ امام رح سے یہ ہے
کہ قصاص لیا جاتا ہے بدون زخم کے لوہے اور تانبے اور سونے اور مانند انکے جو لوہے کا ہم جنس ہے اور اس قول کو درر میں قاضی خان کی طرف نسبت کیا ہے
لیکن مصنف نے شرح میں خلاصہ سے یہ نقل کیا ہے کہ جراحت کا اعتبار کرنا صحیح تر قول ہے امام رح کے نزدیک وجوب قصاص کیواسطے اور اسی قول پر ابن کمال
بھی چلا ہے (و) فی المجتبی ضرب بسیف فی غمدہ فخرق السیف الغمد وقتلہ فلا قود فیہ عند ابی حنیفۃ اور مجتبی میں ہے اس تلوار سے مارا جو اپنے میان کے اندر ہے سو تلوار نے
میان کو پھاڑا اور اسکو قتل کیا تو اسمیں قصاص نہیں قاتل پر امام رح کے نزدیک ہے لیکن قاتل پر دیت ہے حموی نے ولوالجی سے نقل کیا کہ قصاص اسواسطے
نہیں کہ قاتل نے زخم کرنے والے ہتھیار سے اسکو نہیں مارا کالخنق والتغریق خلافا لہما وللشافعی جیسے گلا دبا کر مارنے اور ڈبو دینے میں قصاص نہیں بر خلاف
صاحبین رح اور امام شافعی رح کے قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص انسان کو پانی میں ڈبو دے تو اگر پانی کم ہے جس سے غالبا نہیں مرتا اور نجات ممکن ہے تیر کر نکل جانے سے غالبا اور
وہ مر گیا تو یہ خطاء عمد ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو اسطرح کہ نجات ممکن ہو تیرنے سے اسوجہ سے کہ اسکے ہاتھ پاؤں بستہ نہیں ہیں اور وہ خوب تیراک ہے تو بھی
خطاء عمد ہے اور اگر اسطرح پانی بکثرت ہو کہ نجات ممکن نہو تو امام رح کے قول پر یہ قتل خطاء عمد ہے اور قصاص نہیں وصاحبین کے قول پر یہ عمد محض ہے اور قصاص اس میں
(و) لو ادخلہ بیتا فمات فیہ جوعا لم یضمن شیئا وقالا تجب الدیۃ اور اگر ایک شخص کو بند کر دیا کوٹھری میں سو وہ اسمیں گرسنگی سے مر گیا
واجب ہے کذا فی العالمگیریۃ عن المحیط (و) لو دفنہ حیا فمات عن محمد یقاد
تو قاتل پر کچھ تاوان لازم نہیں امام رح کے نزدیک اور صاحبین رح نے کہا کہ دیت واجب ہے قاضی خان میں محمد رح سے منقول ہے کہ اسپر عقاب بھی کرنا چاہیے
اور اگر ایک شخص کو زندہ دفن کر دیا سو وہ مر گیا محمد رح سے روایت ہے کہ اس سے قصاص لینا چاہیے بر خلاف قتل کرنے
مخنقہ بخلاف قتلہ بموالاۃ ضرب السوط کما سیجیء (و) فیہ ان اعتاد الخنق قتل
مقتول کے علی الاتصال کوڑا مارنے سے چنانچہ یہ مسئلہ عنقریب آوے گا ظہیریہ میں ہے کہ فتوی اسپر ہے کہ قاتل کے برادری پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ
سیاسۃ ولا تقبل توبتہ لو بعد مسکہ کالساحر اور مجتبی میں ہے کہ اگر گلا دبا کر مارنے کی کسی کو عادت ہو تو اسکو قتل کرنا چاہیے سیاست کی راہ سے نہ قصاص کی راہ سے اور
اسکی توبہ مقبول نہیں اگر گرفتاری کے بعد وہ توبہ کرے جیسے جادوگر کی توبہ گرفتار ہونے کے بعد مقبول نہیں ہے معلوم ہوا کہ ظالموں کا قتل کرنا حاکم کو از راہ سیاست کے
درست ہے کیونکہ انکو بھی انسانوں کے مارنے کی عادت ہے یہی کہا ایسا ہی ہے دفیہ قمط رجلا وطرحہ قدام اسد او سبع فقتلہ فلا قود فیہ ولا دیۃ ویعزر ویحبس الی ان یموت
زاد فی البزازیۃ وعن الامام علیہ الدیۃ اور مجتبی میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اسکو شیر یا درندے جانور کے آگے ڈالدیا سو اسنے اسکو قتل کیا تو اسمیں قصاص
اور دیت نہیں اور باندھنے والے کو تعزیر دیجاوے اور وہ یہاں تک محبوس رہے کہ مر جاوے یعنی اسکو دائم الحبس کرنا چاہیے اور بزازیہ میں اتنا زیادہ مذکور ہے اور امام رح سے
ایک روایت یہ ہے کہ باندھنے والے پر دیت ہے اور اسی طرح کا حکم ہے اگر آدمی اور درندے یا سانپ یا بچھو کو کوٹھری میں داخل کرکے دروازہ بند کر لیا اور آدمی کو انہوں نے قتل کیا
(و) لو قمط صبیا والقاہ فی الشمس او البرد حتی مات فعلی عاقلتہ الدیۃ اور اگر صغیر کے ہاتھ پاؤں باندھکر دھوپ یا سردی میں ڈالدیا یہاں تک کہ وہ مر گیا تو قاتل کے برادری پر دیت ہے اور یہی حکم
سانپ کو آدمی کے ساتھ داخل کیا یا کوٹھری میں سانپ آگے سے موجود تھا اور اگر صغیر کے ساتھ یتیم ہوگا تو جابر پر دیت ہے کذا فی العالمگیریۃ (و) لو قمط صبیا واتاہ فم
مرد صغیر کے مانند ہے اس حکم میں کذا فی العالمگیریۃ (و) فی الخانیۃ قمط رجلا والقاہ فی البحر فرسب وغرق کما القاہ فعلی عاقلتہ الدیۃ عند ابی حنیفۃ ولو سبح ساعۃ ثم غرق
فلا دیۃ لانہ غرق بعجزہ (و) فی الاول غرق بطرحہ فی الماء اور خانیہ میں ہے کہ ایک مرد کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اسکو دریا میں ڈالدیا سو وہ تہ نشین ہو گیا اور ڈوب
گیا بمجرد ڈالنے کے تو باندھنے والے اور گرانے والے کے برادری پر دیت ہے امام رح کے نزدیک اور اگر وہ شخص ساعت بھر تیرا پھر ڈوب گیا تو دیت نہیں

اسواسطے کہ وہ ڈوبا ہی عاجز ہے اور اس صورت میں اسکے پانی میں گرادینے سے ڈوبا قطع عنقه وبقي من الحلقوم قليلا وفيه الروح فقتله آخر فالقود
علیه لانه في حكم الميت ایک نے دوسرے کی گردن کاٹی اور نرخرے میں سے کچھ باقی رہ گیا اور اسمیں روح ہے سو دوسرے آدمی نے اسکو قتل کیا تو اس صورت
میں قاتل ثانی پر قصاص نہیں اسواسطے کہ وہ مقتول اور حکم میت کے ہے تو اگر مقتول مذکور کا بیٹا باپ کی اس حالت نیم جانی میں مرگیا تو مقتول کا بیٹا اپنے باپ
کا وارث ہوگا مقتول اپنے فرزند کا وارث نہوگا کذا فی الطحطاوی عن الذخیرة ولو قتله وهو في حالة النزع قتل به الا اذا كان يعلم انه لا يعيش منه كذا في الخانية
اور اگر ایک نے دوسرے کو قتل کیا حالانکہ مقتول حالت نزع میں تھا تو قاتل اسکے بدلے قتل ہوگا مگر جبکہ یہ معلوم ہو جاوے کہ وہ شخص زندہ نرہیگا اس حالت
نزع سے قصاص نہیں قاتل پر کذا فی الخانیہ ثم خلاصہ میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو قتل کیا اور وہ نزع میں ہے تو قاتل قتل کیا جاویگا اگرچہ معلوم ہو کہ وہ زندہ نرہیگا
کذا فی العالمگیریہ تو معلوم ہوا کہ یہاں دو قول مختلف ہیں طحطاوی نے کہا کہ میں نے خانیہ کو دیکھا تو خلاصہ کے موافق پایا یعنی درصورت عدم توقع زندگی کے بھی قتل
ہوگا لیکن مترجم نے جو خانیہ میں دیکھا تو شارح کی نقل کے مطابق پایا واللہ اعلم غالب کہ اختلاف نسخ باعث ہے اس اختلاف کا وفي البزازية شق بطنه بحديدة
وقطع آخر عنقه ان توهم بقائه حيا بعد الشق قتل قاطع العنق والا قتل الشاق وعزر القاطع اور بزازیہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کا پیٹ لوہے سے پھاڑا اور دوسرے
نے اسکی گردن کاٹی اگر اسکا زندہ باقی رہنا متوہم ہو پھاڑنے کے بعد تو گردن کاٹنے والا قتل کیا جاوے اور اگر اسکی زندگی خیال میں نہ آوے تو پیٹ پھاڑنیوالا
قتل کیا جاوے اور گردن کاٹنے والا تعزیر دیا جاوے ثم قاطع گردن کا قصاص ہوگا اگر قطع عمداً ہوا اور اگر خطا سے ہو تو دیت واجب ہوگی اور پیٹ پھاڑنے والے
پر ثلث دیت ہے اگر شق دوسری جانب تک نافذ ہوگئی تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور پھاڑنے والے کا قصاص بھی درصورت عمد کے ہے اور خطا میں دیت
واجب ہے کما فی عالمگیریہ ومن جرح رجلا عمدا فصار ذا فراش ومات فيقتص الا اذا وجد ما يقطعه كحز الرقبة وبرء منه اور جسنے ایک مرد کو عمداً زخمی کیا سو زخمی
صاحب فراش ہوگیا یعنی بستر پر سے چنگا ہو کر نہ اٹھا اور مرگیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاویگا مگر جبکہ وہ چیز پائی جاوے جو زخم کو قطع کردے جیسے زخمی
کی گردن کا کاٹنا اور زخم سے چنگا ہو جانا یعنی اگر زخمی کی کسی نے گردن کاٹ ڈالی تو اب جارح پر قصاص نہوگا قاطع پر ہوگا یا کہ زخمی فاقہ پاکر چلنے پھرنے لگا اور مرگیا
تو جارح پر قصاص نہوگا وقدمنا انه لو عفا المجروح او الاولياء قبل موته صح استحسانا اور اس سے پہلے ہم نے یہ ذکر کیا کہ اگر مجروح نے یا اسکے وارثوں نے مجروح کے مرنے
سے پہلے عفو کردیا تو یہ عفو باعتبار استحسان کے صحیح ہے وان مات شخص بفعل نفسه وزيد واسد وحية ضمن زيد ثلث الدية في ماله ان كان الفعل عمدا او
الا فعلى عاقلته اور اگر ایک شخص مرگیا اپنی ذات کے فعل سے اور زید کے فعل سے اور شیر اور سانپ کے فعل سے تو زید تاوان دے تہائی دیت کا اپنے مال میں اگر زید کا فعل
عمداً ہوا اور اگر عمداً نہو تو اسکے برادری پر دیت ہے اور صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے سر میں زخم لگایا اور دوسرے مرد نے بھی اسکے سر میں زخم لگایا اور شیر اور سانپ نے
بھی اسکو کاٹا تو مرد اجنبی پر تہائی دیت ہے کذا فی العالمگیریة عن الکافی لان فعل الاسد والحية جنس واحد لانه هدر في الدارين وفعل زيد معتبر في الدارين وفعل نفسه هدر في الدنيا
لا العقبى حتى يأثم بالاجماع فصارت ثلثة اجناس فيجب على زيد ثلث الدية اسواسطے واجب ہوئی کہ شیر اور سانپ کا فعل ایک جنس ہے اسواسطے کہ وہ باطل ہے اور اسپر کوئی چیز واجب
نہیں دنیا اور آخرت میں اور زید کا فعل دونوں جہان میں معتبر ہے اور اسکی ذات کا فعل باطل ہے دنیا میں نہ آخرت میں یہانتک کہ وہ گنہگار ہوگا باتفاق تو جنایت
تین جنس ہوگئی یعنی پھر جب تین فعل ہے دو فعل غیر معتبر ہوے تو ایک فعل ہی معتبر ٹھہرا لہذا تہائی دیت زید پر واجب ہوئی ومفاده ان يعتبر في المقتول التكليف ليصير
فعله جنسا آخر غير فعل الاسد والحية وان لا يزيد على الثلث لو تعدد قاتله لان فعل الكل جنس واحد ابن كمال اور تثلیث اجناس کی تعلیل سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مقتول میں
تکلیف شرعی یعنی عقل اور بلوغ معتبر ہو تاکہ مقتول کا فعل دوسری جنس ٹھہرے شیر اور سانپ کے فعل کے سوا اسواسطے کہ اگر مقتول صغیر یا مجنون ہوگا تو اسکا بھی فعل باطل
ٹھہریگا دارین میں شیر اور سانپ کے مانند تو اس صورت میں زید پر نصف دیت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی اور یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اجناس ثلثہ پر زیادتی نہوگی اگر مقتول
مذکور کے قاتل چند آدمی ہوں اسلیے کہ سب بنی آدم کا فعل جنس واحد ہے یعنی باطل نہیں دارین میں معتبر ہے کذا ذکره ابن کمال ویجب قتل من شهر سيفا على المسلمين يعني

فی الحال کما نص علیہ ابن الکمال حیث غیر عبارۃ الوقایۃ فقال وجب دفع من شہر سیفا علی المسلمین ولو بقتلہ ان لم یمکن دفع ضررہ الا بہ صرح بہ فی الکفایۃ

اخذ لانہ من باب دفع الصائل صرح بہ القہستانی وغیرہ وباقی مابو یدہ اور جسنے تلوار میان سے نکالی مسلمانوں پر اسکا قتل واجب ہے یعنی فی الحال بلا توقف اسکا قتل واجب ہے چنانچہ ابن کمال نے اسکی تصریح کی ہے کیونکہ اسنے وقایۃ الروایۃ کی عبارت بدل ڈالی ہے سو یوں کہا ہے کہ واجب ہے دفع کرنا اس شخص کا جسنے تلوار نکالی مسلمین پر اگرچہ دفع اسکا اسکے مار ڈالنے سے ہو اگر اسکا دفع ممکن نہو بدون قتل کے تصریح کی ہے اس قید کی کفایہ شرح ہدایہ میں یعنی یہ اسواسطے کہ دفع شاہر دفع صائل کی قسم سے ہے یعنی حملہ کرنے والے کی دفع کے مانند ہے تصریح کی ہے اسکی قہستانی وغیرہ نے اور آگے آویگا وہ کلام جو اسکی تائید کریگا کلام ابن کمال کے کلام سے قتل فی الحال بطریق اشارہ کے نکلتا ہے تصریح اسکی نہیں اسواسطے کہ دفع میں توقف نہیں تو شارح کو یوں کہنا بہتر تھا کما اشار الیہ ابن الکمال کذا فی الطحطاوی

ولا شئ بقتلہ بخلاف جمل الصائل اور تلوار نکالنے والے کے قتل میں کچھ نہیں اسکے قاتل پر نہ قصاص نہ دیت نہ تعزیر برخلاف جمل صائل کے قتل کے یعنی اگر اونٹ آدمی پر حملہ کرے اور وہ اسکو مار ڈالے تو ہرچند اسکے قتل میں گناہ نہیں لیکن اسکی قیمت دینا قاتل پر واجب ہوگا ولا شئ بقتل من شہر سلاحا علی رجل لیلا او نہارا او فی مصر او غیرہ او شہر علیہ عصا لیلا فی مصر او نہارا فی غیرہ فقتلہ المشہور علیہ اور کچھ نہیں اسکے مار ڈالنے سے جسنے لوہے کا ہتھیار نکالا اور اٹھایا ایک مرد پر رات میں یا دن میں خواہ شہر کے اندر ہو یا سوا اسکے جنگل میں یا اسپر لاٹھی اٹھائی رات کو شہر میں یا لاٹھی اٹھائی دن کو شہر کے سوا جنگل وغیرہ میں سو اسکو مار ڈالا اسنے جسپر ہتھیار یا لاٹھی اٹھائی ہم یہ مسئلہ غیر مسئلہ سابقہ کے ہے اسواسطے کہ وہاں جماعت مسلمین پر تلوار کھینچنے والے اور یہاں مرد پر ہتھیار کھینچنے والے کے قتل میں کچھ نہیں مطلقا خواہ رات ہو یا دن شہر ہو یا غیر شہر اسواسطے کہ ہتھیار بدن پر نہیں ٹھہرتا اندر گھس جاتا ہے اور لاٹھی اٹھانیوالے کے قتل میں رات کو شہر میں یا دن کو جنگل میں کچھ نہیں اسواسطے کہ اگرچہ لاٹھی بدن میں گھس نہیں جاتی لیکن شہر میں رات کو اور جنگل میں دن کو مظلوم کی فریاد رسی اور مدد نہیں ہوسکتی ہاں اگر دن کو شہر میں لاٹھی اٹھانے والے کو قتل کریگا تو اسکے بدلے قاتل مارا جاویگا اسواسطے کہ لاٹھی بدن میں نہیں گھستی اور شہر میں دن کو فریاد رسی اور مددگار ہیں منقطع نہیں کذا فی صدر الشریعۃ والطحطاوی ملتقطا وان شہر المجنون علی غیرہ سلاحا فقتلہ المشہور علیہ عمدا تجب الدیۃ فی مالہ اور اگر مجنون نے غیر شخص پر ہتھیار کھینچا سو اس شخص نے مجنون کو عمدا مار ڈالا تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہے یعنی اسپر قصاص نہیں وقتلہ الصبی والدابۃ لعصا وقال الشافعی لا ضمان فی الکل لانہ لدفع الشر اور مجنون کے مانند صغیر اور جانور حملہ گر ہے اور شافعی نے کہا کہ ضمان نہیں سب صورتوں میں یعنی مجنون شاہر اور صغیر شاہر اور حیوان صائل کے قتل میں اسواسطے کہ یہ قتل دفع شر کیواسطے ہے ہم اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مجنون اور صغیر اور حیوان کا فعل متصف بحرمت نہیں تو بغاوت نہ ثابت ہوئی تو انکے خون کی عصمت ساقط نہوگی اختیار صحیح کے نہونے کے سبب سے ولہذا اگر مجنون یا صغیر کسی کو قتل کرے تو قصاص نہیں یا جانور کسی کا کچھ نقصان کرے تو اسپر تاوان نہیں پھر جب انکا خون معصوم ہوا مباح نہ ٹھہرا تو قصاص واجب ہوتا لیکن قصاص واجب نہوا وجود مبیح کے سبب سے یعنی دفع شر نے انکا خون مباح کر دیا پھر جب قصاص دفع شر کی علت سے ساقط ہوا تو خونبہا واجب ہوا کذا فی الزیلعی

ولو ضربہ الشاہر فانصرف وکف عنہ علی وجہ لا یرید ضربہ ثانیا فقتلہ الآخر ای المشہور علیہ وغیرہ کذا عممہ ابن الکمال تبعا للکافی والکفایۃ قتل القاتل لانہ بالانصراف عادت عصمتہ قلت فتحرر انہ ما دام شاہرا السیف لہ ضربہ والا فلا فلیحفظ اور اگر ایک شخص کو تلوار کھینچنے والے نے مارا پھر ہٹا اور ادھر سے باز رہا اسطرح کہ دوسری بار مارنے کا ارادہ نہیں رکھتا سو دوسرے نے اسکو مار ڈالا یعنی جسپر تلوار کھینچی تھی اسنے مارا یا اسکے سوا اور شخص نے قتل کیا اسی طرح کی تعمیم کی ہے ابن کمال نے کافی اور کفایہ کا تابع ہوکر تو اسکا قاتل قتل کیا جاویگا اسواسطے کہ تلوار کھینچنے والے کے خون کی عصمت پھر ثابت ہوگئی پلٹ جانے کے سبب سے میں کہتا ہوں تو یہ امر منقح ہوگیا کہ جبتک وہ برہنہ تلوار کھینچے رہیگا تو اسکو اسکا مارنا درست ہے اور نہیں تو مارنا درست نہیں تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح کی تحریر اور تنقیح ظاہر نہیں ہے اسواسطے کہ گاہے انسان برہنہ شمشیر پیٹھ پھیر کے بھاگتا جاتا ہے اور عود کا ارادہ نہیں رکھتا یعنی تو مطلقا برہنگی شمشیر کی اباحت ضرب کی دلیل نہیں ہوسکتی

ومن دخل علیہ غیرہ لیلا فاخرج السرقۃ من بیتہ فتبعہ رب البیت فقتلہ فلا شئ علیہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام قاتل دون مالک اور جو ایک شخص کے گھر میں غیر شخص رات کو داخل ہو سو چوری کا مال اسکے گھر سے نکالے

اور صاحب خانہ اسکا پیچھا کرے اور اسکو مار ڈالے تو اس پر کچھ نہیں قصاص نہ دیت کذا بدلیل حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کہ مقاتلہ کر اپنے مال کے حق میں
امام نسائی میں مخارق سے روایت ہے کہ ایک مرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا سو اس نے کہا یا رسول اللہ کوئی مرد میرے پاس آوے یا میرا مال چھین لیجاوے فرمایا
اسکو اللہ تعالیٰ کی تذکیر کر یعنی خدا کے غضب سے اسکو ڈرا اس نے کہا اگر وہ خوف نکرے فرمایا اپنے آس پاس کے مسلمانوں سے مدد مانگ اس نے کہا اگر میرے گرد
کوئی مسلمان نہو فرمایا کہ حاکم سے مدد مانگ وہ بولا کہ اگر حاکم مجھ سے دور ہو فرمایا قاتل دون مالک یعنی اپنے مال کے آس پاس مقاتلہ کر یہانتک کہ تو شہداء آخرت سے
ہو یا تو اپنا مال بچالے کذا فی التیسیر وکذا لو قتله قبل الاخذ اذا قصد اخذ ماله ولم يمكن منعه الا بالقتل قصد الشرنبلالية اور یہی حکم ہے اگر اسکو قتل کرے مال چھیننے سے پہلے
جبکہ وہ اسکے مال کے لینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اسکے بچانے پر سوائے مار ڈالنے کے قدرت نہو کذا فی الشرنبلالية وفی الصغرى قصد اخذ المال عشرة او اكثر فله قتله وان اقل فلا يقتله
اور فتاوی صغری میں ہے کہ اگر سارق مال لینے کا قصد کرے اگر مال دس درم یا زیادہ ہو تو سارق کو قتل کرے اور اگر کم ہو تو اس سے مقاتلہ کرے لیکن اسکو قتل نہ کرے
اھ لیکن نہر الفائق میں آخر باب قطع طریق میں بیان ہے کہ انسان کو اپنے مال پر مقاتلہ کرنا درست ہے اگرچہ مال بقدر نصاب کے نہو اور اسکو قتل کرے بدلیل اس حدیث کے من
قتل دون ماله فهو شهيد یعنی جو اپنے مال کے بچانے پر مارا جائے وہ شہید ہے کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود وفی القتیل قولا انه كابره ان بينة نعم والا فان المقتول معروفا بالجرم
والشر لم يقتص استحسانا والدية في ماله لورثة المقتول بزازية اور قاتل کا یہ قول کیا مقبول ہوگا کہ اس نے اس سے مکابرہ کیا تھا یعنی جبرا چوری سے مال لینا چاہا اگر یہ قول
گواہی سے ثابت ہے تو ہاں مقبول ہوگا اور اگر شہادت نہیں تو اگر مقتول چوری اور بدکاری میں مشہور ہو تو قاتل سے ازراہ استحسان قصاص نہ لیا جاویگا اور دیت
قاتل کے مال میں مقتول کے وارثوں کے واسطے لازم ہوگی کذا فی البزازیة هذا اذا لم يعلم انه لو صاح عليه طرح ماله وان علم ذلك فقتله مع ذلك وجب
عليه القصاص لقتله بغير حق یعنی سارق مذکور کے قتل سے قصاص وغیرہ لازم نہونا اسوقت ہے جبکہ صاحب مال کو یہ معلوم نہو کہ اگر وہ اسپر شور کریگا اور للکاریگا تو
سارق اسکے مال کو ڈالدیگا اور اگر یہ جانے کہ للکارنے سے مال کو چھوڑ جائیگا پھر باوجود اسکے اسکو قتل کریگا تو قاتل پر قصاص واجب ہوگا اسکے ناحق قتل کرنے کے سبب سے
كالمغصوب منه اذا قتل الغاصب فانه يجب القود لقدرته على دفعه بالاستغاثة بالمسلمين والقاضي مغصوب منہ کے مانند یعنی جسکا مال چھینا گیا جبکہ وہ غاصب کو قتل کریگا
تو اسپر قصاص واجب ہوگا سو اسلئے کہ وہ اسکے دفع پر قادر ہے مسلمانوں اور حاکم سے فریاد کرکے اور اگر مسلمان اور قاضی غاصب کے دفع پر قادر نہوں چنانچہ اس زمانے میں
ہے تو ظاہرا قتل غاصب جائز ہے بعموم حدیث مذکور کی دلیل سے کذا فی الطحطاوی مباح الدم التجأ الى الحرم لم يقتل فيه خلافا للشافعي ولم يخرج منه للقتل
لكن يمنع عنه الطعام والشراب حتى يضطر فيخرج من الحرم فحينئذ يقتل خارجه مباح الدم یعنی جسکا خون مباح ہے چنانچہ زانی محصن اور مرتد اور قاتل نے پناہ
پکڑی حرم بیت اللہ کی تو حرم کے اندر قتل نہ کیا جائیگا اور نہ وہاں گرفتار کرکے نکالا جاوے قتل کیواسطے لیکن اسکا کھانا پینا روکا جاوے یہانتک کہ وہ مجبور ہو جاوے
بھوک پیاس کے مارے سو آپ نکلجائے حرم سے تو اسوقت بیرون حرم سے باہر قتل کیا جائے برخلاف امام شافعی کے یعنی انکے نزدیک حرم کے اندر قتل کرنا جائز ہے وما دون
النفس يقتص منه في الحرم اجماعا اور جان کے سوا جراحات میں تو قصاص لیا جائیگا اس سے حرم کے اندر بالاتفاق یعنی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں اور اول کا طریقہ مسئلہ ہے ولو
انشأ القتل في الحرم قتل فيه اجماعا سراجية اور اگر قاتل نے حرم کے اندر قتل کو ایجاد کیا تو حرم کے اندر ہی بالاتفاق قتل ہوگا کذا فی السراجیة ولو قتل في البيت لا يقتل فيه ذكره
المصنف في الحج اور اگر قاتل نے بیت اللہ کے اندر قتل کیا تو اسکے اندر قتل نہ کیا جاویگا مصنف نے یہ کتاب حج کی شرح میں مذکور کیا ہے ولو قال اقتلني فقتله بسيف فلا قصاص
وتجب الدية في الصحيح لان الاباحة لا تجري في النفس وسقط القود لشبهة الاذن اور اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو قتل کر سو اس نے اسکو تلوار سے قتل کیا تو قصاص نہیں
اور دیت واجب ہے قاتل کے مال میں بقول صحیح اسواسطے کہ اباحت جان میں جاری نہیں ہوتی اور قصاص ساقط ہو گیا اذن مقتول کے شبہ سے ہر چند حقیقت میں اذن
مقتول کا صحیح نہیں لیکن شبہ اباحت کا پیدا ہو گیا اور قصاص میں شبہ در حکم حقیقت کے ہے وكذا لو قال اقتل اخي او ابني او ابي فقتله فالدية استحسانا كما في البزازية عن الخلاصة
اسی طرح قصاص نہیں اگر کسی نے کہا کہ قتل کر میرے بھائی یا فرزند یا باپ کو تو قاتل پر دیت لازم ہوگی بدلیل استحسان کے چنانچہ بزازیہ میں ہے کذا قال طحطاوی نے کہا

بشرطیکہ قاتل مقتولین کے خون کا وارث ہو وفیہا عن الواقعات لو ابنہ صغیر القتیص اور بزازیہ مین ہو واقعات سے کہ اگر آمر کا بیٹا صغیر ہو تو قصاص لیا جاویگا
ھم یعنی اگر ایک شخص نے کہا کہ میرے فرزند کو قتل کر اور فرزند صغیر ہو تو قاتل پر قصاص ہو حموی نے کہا اور یہی حکم ہو برادر صغیر منح الغفار مین ہو کہ یہ محمول ہو قیاس
کے جواب پر اور استحسان کی دلیل سے تو دیت ہو کذا فی الطحطاوی وفی الخانیۃ بعتک دمی بفلس او بالف فقتلہ یقتص اور خانیہ مین ہو کہ ایک نے دوسرے سے کہا
کہ مین نے اپنا خون تیرے ہاتھ ایک پیسے یا ہزار کو بیچا سو اُسنے اُسکو قتل کیا تو قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ یہ باطل ہو اور قتل کا اذن نہین ہو تو یہ قول اُسکے
قول کے مانند نہین کہ دیت واجب ہوتی نہ قصاص وفی اقتل ابی علیہ دیتہ لانہ اور اس قول مین کہ قتل کر میرے باپ کو دیت واجب ہو قاتل پر مقتول کے فرزند کیواسطے
وفی اقطع یدہ فقطع یدہ یقتص اور اس قول مین کہ میرے باپ کا ہاتھ کاٹ سو اُسنے اُسکا ہاتھ کاٹا قصاص لیا جاویگا قاطع سے وفی شج ابنی فشجہ لاشئ علیہ فان مات
فعلیہ الدیۃ اور اس قول مین کہ میرے فرزند کا سر پھوڑ ڈال سو اُسنے اُسکا سر پھوڑا تو اُسپر کچھ نہین پھر اگر وہ مرگیا اس سبب سے تو اُسپر خونبہا ہو وقیل لا تجب
الدیۃ ایضا وصححہ رکن الاسلام کما فی العمادیۃ واستظہرہ الطرسوسی لکن ردہ ابن وہبان اور قول ضعیف یہ ہو کہ اپنی ذات کے اذن قتل پر دیت بھی قصاص کے مانند
واجب نہین اور اس قول کو رکن الاسلام نے صحیح کہا ہو چنانچہ عمادیہ مین ہو اور طرسوسی نے بھی اسی کی تائید کی ہو لیکن ابن وہبان نے اسکو رد کیا ہو
ھم شروح وہبانیہ مین ہو کہ لائق یہ ہو کہ قول اول یعنی سقوط قصاص اور وجوب دیت اصح ہو اسواسطے کہ عصمت دم موجود ہو اور قصاص گو ساقط
ہو گیا ہو شبہہ اذن سے اور شبہہ وجوب مال کا مانع نہین ہو قال اقتل عبدی او اقطع یدہ ففعل فلا ضمان علیہ اجماعا چنانچہ اگر مولی نے کہا
کہ میرے غلام کو قتل کر یا اسکا ہاتھ کاٹ سو اُسنے اسکو قتل کیا اور اسکا ہاتھ کاٹا تو اُسپر تاوان نہین بالاتفاق ھم اسواسطے کہ غلام مال مین داخل ہو
اور مال مین ابتذال جاری ہو لیکن اس قتل اور قطع مین آمر اور مامور دونون گنہگار ہین کذا فی الحموی کقولہ اقطع یدی او رجلی وان سری لنفسہ ومات اہل لان الاطراف
کالاموال فصح الامر چنانچہ اس قول مین ضمان نہین کہ میرا ہاتھ یا میرا پانون کاٹ ڈال اگرچہ قطع اُسکی جان تک پہونچ جاے اور وہ مرجاے اسواسطے کہ اطراف
اموال کے مانند ہین تو امر کرنا انمین صحیح ہوگا ھم سرایت الی النفس اور موت نہ بزازیہ مین ہو نہ منح الغفار مین اور اگر سرایت کو قتل اعتبار کیجیے تو منزلہ قتلی کے ہمین بھی
خلاف مذکور جاری ہو گا کذا فی الطحطاوی ولو قال اقطعہ علی ان تعطینی ہذا الثوب او ہذہ الدراہم فقطع یجب ارش الید لا القود وبطل الصلح بزازیہ اور اگر بطلانکہ ہاتھ
کاٹ اس شرط پر کہ تو مجکو یہ کپڑا یا درہم دے سو اُسنے قطع کیا تو ہاتھ کا خونبہا واجب ہوگا نہ قصاص اور صلح یعنی شرط عطاے ثوب یا دراہم باطل ہوگی کذا
فی البزازیۃ فروع مسائل ملحقہ شارح کے ہبۃ القصاص لغیر القاتل لا یجوز لانہ لا یجری فیہ التملیک قصاص کا ہبہ کرنا اور شخص کو سواے قاتل کے جائز نہین اسواسطے کہ
اُسمین تملیک جاری نہین ھم اور اسی طرح قاتل کو بھی ہبہ قصاص بدلیل مذکور جائز نہین کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ عفو الولی عن القاتل افضل من الصلح والصلح افضل
من القصاص وارث کا معاف کر دینا قاتل سے افضل اور بہتر ہو مال پر صلح کرنے سے اور صلح بہتر ہو قصاص سے ھم عفو وارث سے قاتل کی برات ہو جاتی ہو دنیا مین
دیت اور قصاص سے لیکن ظلم اقدام علی القتل سے برات نہین ہوتی کذا فی الطحطاوی عن الاشباہ وحاشیہ ابی السعود وکذا عفو المجروح اور یہی حکم ہو عفو مجروح کا یعنی عفو بہتر
ہو صلح سے اور صلح بہتر ہو بدلا لینے سے لا تصح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسہ للقود وہبانیہ صحیح نہین توبہ قاتل جبتک اپنی جان کو قصاص کیواسطے تسلیم نکرے کذا فی الوہبانیہ
ھم یعنی فقط زبان سے توبہ کرنا اور دل مین نادم ہونا کفایت نہین کرتا جبتک قصاص کیواسطے اپنی جان حاضر نکرے اور یہ بھی شرط صحت توبہ ہو کہ مقتول کے وارثون سے
خبر کردے کہ یہ قصور مجھی سے ہوا ہو کذا فی الطحطاوی عن شرح الوہبانیہ وغیرہ الامام شرط استیفاء القصاص کالحدود وعند الاصولیین فرق الفقہاء اشباہ امام یعنی حاکم سلطان
شرط استیفاء قصاص ہو یعنی خون کے بدلا لینے مین حدود کے مانند امام کا ہونا شرط ہو علماء اصول کے نزدیک اور فقیہون نے قصاص اور حدود مین فرق کیا ہو کذا فی الاشباہ
ھم یعنی فقہا کے نزدیک استیفاء حدود کے لیے امام شرط ہو قصاص کیواسطے محیط مین ہو کہ ایک مرد مقتول ہوا عمدًا اور اُسکا ایک وارث ہو تو اُسکو قاتل کا قتل کرنا قصاص کی رو
سے جائز ہو قاضی نے قصاص کا حکم دیا ہو یا ندیا ہو اور قاتل کو تلوار سے قتل کرے اور اُسکی گردن کاٹے اور اگر غیر تلوار سے قتل کا ارادہ کرے تو منع کیا جاے اور اگر قتل ممنوع کریگا تو تعزیر

دیجائیگی اسپر تاوان نہیں یا ورکسی طرح قتل کرے مستوفی قصاص ہوگا کذا فی العالمگیریہ وفیہا فی قاعدة الحدود تدرء بالشبہات القصاص کالحدود الا فی سبع یجوز القضاء بعلمه فی القصاص دون الحدود اور اشباہ میں الحدود تدرء بالشبہات کے قاعدہ میں یہ ہے کہ حدود کے مانند قصاص ہے مگر سات صورتوں میں پہلی صورت یہ ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر قصاص میں درست ہے نہ حدود میں ھم یہ قول اسپر مبنی ہے کہ قاضی اپنے علم پر فیصلہ کرے سوائے حدود کے لیکن اب فتوی اسپر ہے کہ قاضی کو حکم کرنا اپنی دانست پر یعنی بدون شہادت کے مطلقاً جائز نہیں کذا فی الحموی شرح الاشباہ والقصاص یورث والحد لا ۲ قصاص میں میراث جاری ہے اور حد میں نہیں ھم دوسرا قول یہ ہے کہ قصاص میں مورث نہیں کذا فی الحموی ویصح العفو فی القصاص لا الحد ۳ قصاص کا عفو کرنا صحیح ہے نہ حد کا ھم یہ بعد مرافعہ کے محمول ہے اور قبل مرافعہ کے حد قذف کا عفو کرنا جائز ہے کذا فی حاشیة ابی السعود والتقادم لا یمنع الشہادة بالقتل بخلاف الحد سوی حد القذف ۴ مدت کا گذر جانا قتل میں شہادت کا مانع نہیں برخلاف حد کے حد قذف کے سوا ویثبت باشارة اخرس وکتابته بخلاف الحد ۵ اور قصاص ثابت ہوتا ہے گونگے کے اشارہ سے اور اسکے لکھدینے سے برخلاف حد کے ھم صورت اسکی یہ ہے کہ مقتول کے پاس گونگا آیا اور اسنے تلوار پکڑی اور اپنی ذات کی طرف اشارہ کیا یعنی میں نے اسکو تلوار سے مارا ہے تو اسطرح قصاص ثابت ہوگا اور حد ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی ویجوز الشفاعة فی القصاص لا الحد ۶ سفارش کرنا عفو قصاص میں جائز ہے نہ حد میں والسابعة لا بد فی القصاص من الدعوی بخلاف الحد سوی حد القذف ساتویں صورت یہ ہے کہ قصاص میں دعوی ضرور ہے نہ حد میں مگر حد قذف میں البتہ دعوی ضرور ہے انتہی ما فی الاشباہ وفی القنیة نظر فی باب دار رجل ففقأ الرجل عینه لا یضمن ان لم یمکنه تنحیته من غیر فقئها وان امکنه ضمن اور قنیہ میں ہے کہ ایک شخص دوسرے مرد کے گھر میں جھانکا دروازے کے اندر سے سو اس مرد نے اسکی آنکھ پھوڑدی تو صاحب خانہ پر ضمان نہیں اگر جھانکنے والے کا ہٹانا بدون آنکھ پھوڑنے کے ممکن نہو اور اگر بدون اسکے وہ ہٹ سکتا ہے تو تاوان اسپر لازم ہوگا وقال الشافعی لا یضمن فیہما اور امام شافعی نے کہا کہ آنکھ پھوڑنے والے پر دونوں صورتوں میں تاوان نہیں ھم ابوہریرہ کی حدیث دلیل ہے امام شافعی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک مرد جھانکے بدون تیرے اذن کے سو تو اسکی آنکھ پھوڑدے ٹھیکرے مار کر تو کچھ گناہ نہیں اور ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ آنکھ میں نصف دیت ہے اور یہ عام ہے ناظر خانہ اور غیر ناظر کو اور اسلیے کہ اگر کوئی باب مفتوح سے نظر کرے یا گھر میں گھس کے کچھ لے تو بھی مستوجب قطع یمین نہیں اور حدیث ابوہریرہ مبالغہ فی الزجر پر محمول ہے اور اگر حدیث مذکور کو اس ناظر پر محمول کیجیے کہ کسی طرح نظر سے باز نرہے بدون آنکھ پھوڑنے کے تو منافات بالکل زائل ہوجائے لیکن مسئلہ آیندہ کے منافی ہے کہ وہ مطلق ہے اسمیں کچھ تفصیل نہیں واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصراً ولو ادخل راسه فرماه بحجر ففقأها لا یضمن اجماعا انما الخلاف فیمن نظر من خارج ہا اور اگر ایک شخص نے اپنا سر اندر کردیا سو صاحب خانہ نے اسکو پتھر سے مارا سو اسکی آنکھ کو پھوڑدیا تو صاحب خانہ پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن البغیة عن کنز الروس باتفاق حنفی اور شافعی کے اختلاف حنفی اور شافعی تو فقط اس صورت میں ہے جبکہ گھر کے باہر سے نظر کرے واللہ اعلم

باب القود فیما دون النفس

یہ باب ہے ماسوائے جان کے قصاص میں یعنی اطراف انسانی کے بدلا لینے میں ھم قصاص ما دون النفس ثابت ہے کتاب اور سنت اور اجماع امت سے قال تعالی والجروح قصاص اور حدیث میں ثابت ہے کہ ایک عورت نے جاریہ انصار کا دانت توڑا تھا سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا امر فرمایا کذا فی العینی ہو فی کل ما یمکن فیه رعایة حفظ المماثلة اور وہ یعنی قصاص ما وراء النفس ہر ایک اس مقام میں جاری ہے جہاں حفظ مماثلت کی رعایت ممکن ہے یعنی جہاں برابری اعضائے ظالم اور مظلوم کے نقصان کی ہوسکے وہاں البتہ جاری ہے اور جہاں حفظ مماثلت متصور نہیں وہاں قصاص نہیں وہاں دیت ہے یا کچھ اور چنانچہ معلوم ہوگا ھم پھر جب رعایت مماثلت کی بدلا لینے میں لازم ہوئی تو داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے بدلے نہ کاٹا جاویگا اور نہ بایاں بدلے داہنے کے اور نہ تندرست ہاتھ لنجے ہاتھ کے بدلے اور نہ عورت کا ہاتھ مرد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ مرد کا ہاتھ عورت کے ہاتھ کے بدلے اور نہ آزاد کا ہاتھ غلام کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ آزاد کے ہاتھ کے بدلے اور نہ غلام کا ہاتھ دوسرے غلام کے ہاتھ کے بدلے ھم اسلیے کہ غلام کے ہاتھ میں نصف قیمت واجب ہے اور قیمت غلاموں کی مختلف ہوتی ہے اور قصاص نہیں بال میں اور دوسری کھال میں اور رخسار اور پشت اور شکم اور ذقن کے گوشت میں قصاص نہیں اور نہ طمانچہ وغیرہ مارنے میں وغیرہ

کے اعضا کا قصاص ہوگا الا بالمثل تو انگوٹھا بدلے انگوٹھے کے قطع ہوگا اور سبابہ بدلے سبابہ کے اور وسطی بدلے وسطی کے اور خنصر بدلے خنصر کے اور بنصر بدلے بنصر کے اور اسی طرح دانتون مین برابری واجب ہے تو ثنیہ توڑا جائے بدلے ثنیہ کے اور داڑھ بدلے داڑھ کے وعلی ہذا القیاس مساوات اعضا واجب ہے انکے منافع اور مرافق کے تفاوت کے سبب سے کذا فی الطحطاوی الحسنا وحینئذ فیقاد وقاطع الید عمدا من المفصل اور جبکہ رعایت مماثلت ضرور ہوئی تو قصاص لیا جاویگا ہاتھ کاٹنے والے کا عمدا جوڑ سے یعنی جیسے دوسرے کا ہاتھ عمدا کلائی کے جوڑ سے تو قاطع کا بھی ہاتھ وہین سے کاٹا جاویگا فلو انقطع من نصف ساعد او ساق او من قصبۃ انف لم یقتص اقتناع حفظ المماثلۃ وہی الاصل فی جریان القصاص سو اگر قطع نصف ساعد یا نصف ساق سے یا ناک کے آدھے بانسے سے ہو تو قصاص نلیا جاویگا بسبب ممتنع ہونے حفظ مماثلت کے اور وہی برابری اصل ہے قصاص کے جاری کرنے مین ہم مبسوط مین ہے کہ جو قطع جوڑ سے ہو تو اسمین قصاص ہے اسی موضع مین اور جو قطع کہ جوڑ سے نہو بلکہ ہڈی توڑ کے ہو تو اسمین ہمارے نزدیک قصاص نہین انتہی یعنی اسواسطے کہ شاید قاطع کی ہڈی زیادہ کٹجائے یا اسمین زیادہ خلل ہوجاوے تو برابری نرہی کذا فی الطحطاوی یعنی اور قصاص عبارت ہے برابری سے فان کانت یدہ اکبر منہا لاتحاد المنفعۃ قصاص مین جوڑ سے ہاتھ کاٹا جاویگا اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو مقطوع کے ہاتھ سے بسبب متحد ہونے منفعت کے یعنی قصاص مین چھوٹے بڑے عضو کا اعتبار نہین جرحت راس کے سوا کیونکہ دونو عضو منفعت مین یکسان ہین کذا فی الزیلعی وکذا الحکم فی الرجل والمارن والاذن اور اسی طرح کا حکم ہے پاؤن مین اور ناک کے نتھنون اور کان مین ہم مارن جسم نرم غضروفی ہے ناک مین بانسے کی ہڈی کے نیچے سو تمام مارن کے قطع مین قصاص ہے اور بعض کے قطع مین قصاص نہین اسی طرح اگر پاؤن اور کان جوڑ سے منقطع ہوا تو قصاص ہے اور نہین تو قصاص نہین عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ لو کہ بینی کے قطع مین حکومت عدل ہے قول صحیح مین وکذا عین ضربت فزال ضوءہا وہی قائمۃ غیر منخسفۃ فیجعل علے وجہہ قطن رطب وتقابل عینہ بمرآۃ محماۃ اور اسی طرح قصاص لیا جاوے اس آنکھ کا جسپر چوٹ لگی سو اسکی روشنی زائل ہوگئی اور حالانکہ آنکھ قائم ہے بیٹھ نہین گئی تو قصاص لینے کی صورت یہ ہے کہ ضارب کے منھ پر بھیگی روئی ڈالی جاوے اور اسکے آنکھ کے مقابل مین گرم کیا آئینہ رکھا جاوے ہم یہ حکم خلافت عثمانی مین علی مرتضی کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام ہوا عبد الرزاق کے مصنف مین حکم بن عیینہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اسکی معلوم نہ تھی تو علی رضی اللہ تعالی عنہ آئے اور فرمایا کہ اسکی آنکھ پر روئی رکھی جاوے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اسکی آنکھ کے نزدیک آئینہ کیا گیا تو اسکی بینائی منقطع ہوگئی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی ولو قلعت لا قصاص لتعذر المماثلۃ اور اگر آنکھ خانہ چشم سے نکالی جاوے تو اسکو قصاص نہین بسبب متعذر ہونے مساوات کے فی المجتبی فقاء الیمنی ویسری الفاقی ذاہبۃ فیقتص ویترک اعمی اور مجتبی مین ہے کہ داہنی آنکھ پھوڑی اور پھوڑنے والے کی بائین آنکھ پھوٹی ہے موجود نہین تو اس سے بدلا لیا جاویگا اور وہ اندھا چھوڑا جاویگا وعن الثانی لا قود فی عین حولاء اور ابو یوسف رح سے روایت ہے کہ بھینگے کی آنکھ پھوڑنے مین قصاص نہین ہم مجتبی مین ہے کہ اگر احول کی آنکھ مین حول مضر بصارت نہو تو قصاص ہے اور اگر مضر ہو تو حکومت عدل ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک مطلقاً قصاص نہین انتہی تو ظاہر قول اول معتمد ہے اور قول ثانی ضعیف تو شارح کو قول ضعیف پر اقتصار کرنا مناسب نہ تھا کذا فی الطحطاوی وکذا ہو ینبغی فی کل شجۃ یراعی او تحقیق فیہا المماثلۃ لموضحۃ اور اسی طرح قصاص کا حکم ہے ہر ایک اس زخم سر مین بھی جسمین مماثلت اور مساوات کی مراعات ہوسکتی ہے چنانچہ جراحت موضحہ مین ہم موضحہ وہ جراحت ہے جسمین سر یا چہرے کی کھال اور گوشت قطع ہوکر ہڈی کھل جاوے چنانچہ مزید تفصیل اسکی آگے معلوم ہوگی ولا قود فی عظم الا السن وان تفاوتا طولا وکبرا الماء اور قصاص نہین ہڈی توڑنے مین سوائے دانت کے یعنی دانت مین قصاص ہے اگرچہ کاسر اور مکسور دونون کے دانت طول اور جسامت مین متفاوت ہون بدلیل گذشتہ یعنی اتحاد منفعت ہم اور یہ حدیث جو ہدایہ مین مذکور ہے کہ لا قصاص فی العظم ثابت نہین غریب ہے لیکن ابن ابی شیبہ مین عبد اللہ بن عباس رض اور شعبی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ لیس فی العظام قصاص یعنی ہڈیون مین قصاص نہین اور شعبی اور حسن سے دانت اور سر کا استثنا عظام سے کتاب مذکور مین مروی ہے کذا فی العینی فتقلع ان قلعت وقیل تبرد الی اللحم موضع اصل السن ویسقط ما سواہ لتعذر المماثلۃ اذ ربما تفسد لہاتہ وبہ اخذ صاحب الکافی قال المصنف وفی المجتبی

وبہ یفتی تو ظالم کا دانت اکھاڑا جاے اگر مظلوم کا دانت اکھاڑا گیا ہو اور بعضون نے کہا کہ دانت ریتا جاے سوہان سے گوشت تک یعنی دانت کی جڑ کی
مقام تک اور ماوراے گوشت کے جسقدر دانت باقی رہے اسکا قصاص ساقط ہے تعذر مماثلت کے سبب سے اسلیے کہ دانت کے اکھاڑنے مین کبھی یا اکثر کو
فاسد ہو جاتا ہے اور اسی قول کو صاحب کافی نے لیا ہے مصنف نے شرح مین اسکو کہا ہے اور مجتبی مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے ہم طحطاوی نے کہا کہ بحار طبعی
اسی طرح تفسد لہاتہ ہے اور مصنف اور شارح اسکا تابع ہوگیا اور حق یہ ہے کہ تفسد لثاتہ ہے یعنی بجاے ہا کے ثا مثلثہ ہے لثات جمع لثہ بکسر لام بمعنی مسوڑہ
یعنی دانت اکھاڑ ڈالنے کے قصاص مین اکھاڑنا نہ چاہیے بلکہ دانت کا ریتنا سوہن سے چاہیے اسواسطے کہ اکھاڑنے سے مسوڑھون مین اکثر خلل واقع
ہو جاتا ہے کما تبرد الی ان یساویا ان کسرت جیسے دانت ریتا جاتا ہے یہانتک کہ کاسر اور مکسور دونون کے دانت برابر ہوجاوین اگر مکسور کا دانت توڑا گیا ہو
ہم ریتنا اسوقت ہے جبکہ دانت برابر ہوتا ہو ورنہ قصاص نہین خونبہا ہے کذا فی الطحطاوی عن الظہیریہ وفی المجتبی ویوجل حولا فان لم ینبت یقتص وقیل یوجل الصبی
لا البالغ اور مجتبی مین ہے کہ قصاص کیواسطے ایک سال کی مدت مقرر کیجاے پھر اگر دانت نہ جم آوے تو قصاص لیا جاوے اور دوسرا قول یہ ہے کہ صغیر کے دانت
کیواسطے مدت مقرر کیجاتی ہے نہ بالغ کیواسطے ہم ملتقی مین ہے جب دانت سے کچھ توڑا گیا تو ایکسال تک انتظار کرنا چاہیے پھر جب سال پورا ہوجاوے اور دانت پھر جاے
تو پھر قصاص ہے سوہان سے ریت کر اور ظہیریہ مین ہے کہ دانت کے قصاص کا موضع دانت کے ٹھیک ہونے تک انتظار چاہیے اور ایکسال کا انتظار ضرور نہین مگر
مجرد کی روایت مین اور صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ بالغ کے دانت کا اگنا نادر ہے کذا فی الطحطاوی فلو مات الصبی فی الحول بری پھر اگر صغیر سال کی مدت مین مر گیا
تو فاعل قصاص سے بری الذمہ ہوگیا وقال ابو یوسف فیہ حکومۃ عدل اور ابو یوسف نے کہا کہ اسمین حکومت عدل ہے وکذا الخلاف اذا اجل فی تحریکہ فلم یسقط فعند
ابی یوسف یجب حکومۃ عدل الالم ای اجرۃ المعالج والطبیب انتہی وتحقیقہ اور اسی طرح دانت اکھاڑنے کے مانند خلاف ہے جبکہ مدت مقرر کیجاے دانت کی تحریک مین پھر مدت کے
اندر متحرک دانت ساقط نہوا تو ابو یوسف کے نزدیک درد کا خونبہا یعنی دانت اکھاڑنے اور طبیب معالج کی اجرت دینا ضارب پر واجب ہے اور آگے ہم اسکی تحقیق بیان
کرینگے ہم محیط مین ہے کہ جب ضرب سے دانت متحرک ہوگیا تو ایکسال انتظار کرنا چاہیے خواہ مضروب بالغ ہو یا صغیر پھر اگر دانت ساقط نہوا تو ضارب پر کچھ نہین اور اگر سال کے اندر
اسی ضرب سے دانت گر گیا تو پس اگر ضرب عمدا تھی تو قصاص واجب ہے اور اگر خطا کی راہ سے تھی تو دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی اور اس مسئلہ مین ابو یوسف کا دو قول
ہے جو شارح نے مذکور کیا وتوخذ الثنیۃ بالثنیۃ والناب بالناب لا یوخذ الاعلی بالاسفل ولا الاسفل بالاعلی مجتبی والحاصل انہ لا یوخذ عضو الا بمثلہ اور قصاص
لیا جاتا ہے سامنے کے دانت کا سامنے کے دانت کے بدلے اور نیش کا نیش کے بدلے اور بدلہ نہین لیا جاتا اوپر کے دانت کا نیچے کے دانت سے اور نہ نیچے کا اوپر کے سے کذا
فی المجتبی اور خلاصہ مقام یہ ہے کہ عضو کا بدلا نہین لیا جاتا مگر اسکی مثل اور مانند سے ولا قود عندنا فی طرفی رجل وامراۃ وطرفی حر وعبد وطرفی عبدین لتعذر المماثلۃ بدلیل
اختلاف دیتہم وقیمتہم والاطراف کالاموال اور قصاص نہین ہے ہم حنفیون کے نزدیک مرد اور عورت کے اطراف مین اور آزاد اور غلام کے اطراف مین اور دو غلامون
کے اطراف مین بسبب متعذر ہونے مساوات کے انکی دیت اور قیمت کے اختلاف کی دلیل سے اور اطراف تو مانند اموال کے ہین یعنی جب اطراف انسانی بمنزلہ مال
کے ہوے تو مساوات ضرور ہوئی حالانکہ مرد اور عورت کی دیت مین اور غلام اور آزاد کی دیت اور قیمت اور دو غلامون کی قیمت مین تفاوت ہے لہذا قصاص متعذر ٹھہرا قلت
ہذا ہو المشہور لکن فی الواقعات لو قطعت امراۃ ید رجل کان لہ القود لان الناقص یستوفی بالکامل اذا رضی صاحب الحق فلا فرق بین حر وعبد ولا بین عبدین ج اقرہ
القہستانی والبرجندی مین کہتا ہون یہ یعنی مرد اور عورت اور آزاد اور غلام اور دو غلامون کے اطراف مین قصاص کا نہونا یہی مذہب مشہور ہے لیکن واقعات مین ہے
کہ اگر عورت مرد کا ہاتھ کاٹے تو مرد کو قصاص لینا جائز ہے اسواسطے کہ استیفاء ناقص کامل کی عوض ہوسکتا ہے جبکہ صاحب حق ناقص پر اکتفا کرے اور راضی
ہو جاے تو اسطرح کچھ فرق نہین آزاد اور غلام کے درمیان اور نہ دو غلامون کے اندر یعنی جبکہ آزاد غلام سے بدلا لینے پر اور عبد اعلی کا مالک عبد ادنی
سے بدلا لینے پر راضی ہوجاے اور اس قول کو قہستانی اور برجندی نے ثابت رکھا ہے ہم شارح نے بلفظ مشہور اشارہ کر دیا کہ قول اول مشہور معتمد ہے

نہ یہ قول وطرف المسلم والکافر سیان للتساوی فی الارش اور اطراف مسلم اور کافر کی برابر ہیں خونبہا کی مساوات کے سبب سے ہم کافر سے ذمی مراد ہے کافر
حربی اور مستامن کذا فی الطحطاوی وقال الشافعی کل من یقتل به یقطع به ومن لا فلا اور امام شافعی نے کہا کہ جو شخص قتل کیا جاتا ہے جسکے بدلے اسکا عضو بھی قطع
کیا جاتا ہے اسکے بدلے اور جو قتل نہیں ہوتا اسکا عضو بھی قطع نہیں ہوتا یعنی اُنکے نزدیک مسلم کا قتل نہیں ذمی کے بدلے تو اُسکے عضو کا بھی قطع نہیں اُسکے
عضو کے بدلے ولا فی قطع ید من نصف ساعد لما مر اور قصاص نہیں ہاتھ کے کاٹنے میں نصف ساعد سے بدلیل گذشتہ یعنی رعایت مساوات نہیں ہو سکتی
کمی بیشی کے احتمال سے حالانکہ قصاص عبارت ہے مماثلت اور مساوات سے ولا فی جائفة برئت اور قصاص نہیں اُس جائفہ میں جو چنگا ہو گیا ہو جائفہ وہ زخم ہے
جو اندر پیٹ تک پہونچ گیا سینہ کی طرف سے یا پیٹھ یا پیٹ کی طرف سے تو گردن اور حلق اور ہاتھ اور پاؤں میں جائفہ نہیں ہوتا لیکن فوطوں اور مقعد میں جائفہ ہوتا ہے
کذا فی الطحطاوی عن شرح القدوری فان لم تبرأ فان سارت یقتص والا ینتظر البرء او السرایة ابن کمال پھر اگر زخم جائفہ چنگا نہوا سو اگر ساری ہو گیا یعنی زخم کے
صدمہ سے زخمی مر گیا تو جارح سے قصاص لیا جاویگا اور اگر نہ مرا تو صحت یا موت کا انتظار کرنا چاہیے کذا صرح ابن کمال ولسان وذکر ولو من اصلهما به یفتی شرح وهبانیة
واقره المصنف لانه ینقبض وینبسط قلت لکن جزم قاضی خان بلزوم القصاص وجعله فی المحیط قول الامام وعنه قال ابو حنیفة ان قطع ذکره من اصله او من الحشفة اقتص
منه اذ له حد معلوم ومثله فی الشرنبلالیة فلیحفظ اور قصاص نہیں زبان اور ذکر کے قطع میں اگرچہ دونوں جڑ سے قطع ہو گئے ہوں اسی قول پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیہ
اور اسی کو ثابت رکھا ہے مصنف نے اپنی شرح میں اسواسطے کہ ذکر سمٹتا اور پھیلتا ہے یعنی تو قطع میں کمی بیشی محتمل ہے میں کہتا ہوں لیکن قاضی خان نے لزوم قصاص پر
قطعی حکم کیا ہے اور محیط میں اسکو امام رح کا قول قرار دیا ہے اور محیط کی عبارت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر ذکر جڑ سے قطع ہوا یا سپاری سے تو قاطع سے قصاص
لیا جاوے اسواسطے کہ قطع کی حد معلوم اور متعین ہے اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہے تو اس اختلاف کو یاد رکھنا چاہیے ہم فتاوی قاضی خان میں ہے کہ ذکر کے
قطع میں عمداً جڑ سے قصاص ہے اور اگر اسکو وسط سے قطع کیا تو قصاص نہیں اور قطع زبان میں قصاص نہیں انتہی اور ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کہ قطع اصل ذکر سے قصاص
واجب ہونا ابو یوسف رح کا قول ہے تو معلوم ہوا کہ قاضی خان میں ابو یوسف رح کا قول مذکور ہے نہ امام کا اور عالمگیری میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ بعض ذکر کے قطع میں قصاص
نہیں اور اگر تمام ذکر قطع ہوا تو اصل یعنی امام محمد کی مبسوط میں ذکر یوں ہے کہ اسمیں قصاص نہیں اور ابو یوسف رح سے روایت یوں ہے کہ اسمیں قصاص ہے مضمرات میں ہے کہ
ظاہر الروایت صحیح ہے انتہی واللہ اعلم الا ان یقطع کل الحشفة فیقتص ولو بعضها لا مگر یہ کہ بالکل سپاری قطع ہو جاوے تو اسکا قصاص لیا جاویگا اور اگر تمام نہیں
بلکہ بعض قطع ہوئی تو قصاص نہیں ہم اسواسطے کہ کل حشفہ کی حد قطع معلوم ہے نہ بعض کی ویجیٔ مالو قطع بعض اللسان اور قطع بعض زبان کا حکم آگے مذکور ہوگا
یجب القصاص فی الشفة ان استقصاها بالقطع لامکان المماثلة والا یستقصها لا یقتص مجتبی وجوہرہ اور قصاص واجب ہے ہونٹ میں اگر قاطع نے قطع کے
سبب سے لب کو نہایت تک پہونچا دیا یعنی رگڑ کے کاٹا کچھ باقی نہ رہا وجوب قصاص مماثلت کے ممکن ہونے کی وجہ سے ہے اور اگر لب کو رگڑ کے نہیں کاٹا تو قصاص نہ
لیا جاویگا کذا فی المجتبی والجوہرة یعنی قصاص نہوگا عدم مماثلت کے احتمال سے وفی لسان اخرس وصبی لا یتکلم حکومة عدل اور گونگے اور صغیر غیر متکلم کے قطع زبان میں حکومت
عدل ہے ہم حکومت عدل کی تفسیر کتاب الدیات میں معلوم ہوگی کہ عیبدار اور بے عیب کی قیمت ٹھہرائی جاتی تو جسقدر دونوں قیمتوں میں تفاوت ہو وہ دیت مسمی
بحکومت عدل ہے وان کان القاطع اشل او ناقص الاطراف او کان راس الشاج اکبر من المشجوج خیر المجنی علیه بین القود واخذ الارش
وعلے هذا فی السن وسائر الاطراف التی تقاد اذا کان طرف الضارب والقاطع معیبا یخیر المجنی علیه بین اخذ المعیب والارش کاملا اور اگر قاطع لنجا یا ناقص
الاطراف ہو یا سر کے زخمی کرنے والے کا سر بڑا ہو اسکے سر سے جسکے سر کو اسنے زخمی کیا ہے تو زخمی مختار ہوگا قصاص لینے اور دیت کے لینے میں وعلے
ہذا القیاس دانت اور باقی ان اطراف میں جنکا قصاص لینا واجب ہے جبکہ عضو ضارب اور قاطع کا عیب دار ہو تو مضروب اور مقطوع عیب دار
عضو کے قصاص لینے اور دیت کامل لینے میں مختار ہے چاہے بدلہ میں عضو عیب دار کٹوا دے چاہے پورا خونبہا لے ہم اختیار اسواسطے دیا گیا کہ

ان صورتوں میں ایسا ہے کہ ان کا حق متعذر ہے حموی نے ولوالجی سے نقل کیا کہ یہ اسوقت ہے جبکہ قاطع قطع کے وقت شل ہو اور اگر قطع کے وقت اسکا ہاتھ صحیح سالم ہو اور بعد قطع کے شل ہو جائے تو مقطوع قصاص سے دیت لیا جاویگا اسواسطے کہ مقطوع کا حق ہاتھ میں ثابت تھا سو ساقط ہو گیا بقدر ہلاک ہو جانے محل کے کذا فی الخادمی قال برہان الدین ہذا لو الشلاء تنتفع بہا فلو لم تنتفع بہا فلو لم تکن محلا للقود فلہ دیۃ تامۃ بلا خیار وعلیہ الفتوی مجتبی برہان الدین نے کہا یہ اختیار اُس شرط سے ہے کہ شل ہاتھ سے نفع حاصل ہوتا ہو تو اگر اُس سے فائدہ حاصل نہوتا ہو تو وہ قصاص کا محل نہیں تو مقطوع کے واسطے پوری دیت متعین ہے بلا اختیار قصاص اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی المجتبی وفیہ لا تقطع الصحیحۃ بالشلاء اور مجتبی میں ہے کہ صحیح ہاتھ شل ہاتھ کے بدلے قطع نہوگا ویسقط القود بموت القاتل لفوات المحل اور ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے سے کیونکہ محل قصاص باقی نہ رہا وبعفو الاولیاء اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ورثہ مقتول کے معاف کردینے سے وبصلحہم علی مال ولو قلیلا اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے وارثوں کے صلح کرنے سے مال پر اگرچہ مال کم ہو اسواسطے کہ صلح اسقاط حق ہے بعوض مال کے اور جن حقوق کا اسقاط بعوض مال کے جائز ہے انمیں عوض کی کچھ تعیین نہیں کذا فی الحموی یعنی جسقدر پر راضی ہوں طرفین ہو دیت کی قدر یا کم و بیش ویجب حالا عند الاطلاق اور صلح کا مال فی الحال دینا واجب ہوگا عدم تعیین مدت کی صورت میں وبصلح احدہم وعفوہ ولمن بقی من الورثۃ حصتہ من الدیۃ فی ثلث سنین علی القاتل ہو الصحیح وقیل علی العاقلۃ ملتقی اور قصاص ساقط ہو جاتا ہے ایک وارث کے صلح کرنے اور معاف کردینے سے اور جو وارث باقی رہا یعنی جسنے صلح اور عفو کچھ نہیں کیا وہ اپنا حصہ پاویگا دیت سے تین سال کی مدت میں اور باقی دیت قاتل پر واجب ہے بقول صحیح اور بعضوں نے کہا کہ قاتل کے برادروں پر دیت ہے کذا فی الملتقی امر الحر القاتل وسید العبد القاتل رجلا بالصلح عن دمہما الذی اشترکا فیہ علی الف ففعل المامور الصلح عن دمہما فالالف علی الحر والسید الآمر نصفان لانہ مقابل بالقود وہو علیہما سویۃ فبدلہ کذلک آزاد قاتل اور غلام قاتل کے مولے نے ایک مرد کو ہزار درہم پر صلح کرنیکا اُس خون کے بدلے جسمیں آزاد اور غلام دونوں شریک تھے امر کیا سو مرد مامور نے دونوں کے خون مشترک سے صلح کی سو ہزار درہم دونوں امر کرنیوالوں یعنی آزاد اور مولی پر آدھوں آدھ ہیں یعنی پانچ سو آزاد پر اور پانچ سو مولے پر ہونگے اسلیے کہ ہزار درہم قصاص کے عوض مقابل ہیں اور قصاص دونوں پر برابر ہے تو قصاص کا بدلا بھی اسی طرح دونوں پر برابر ہوگا ویقتل جمع بمفرد ان جرح کل واحد جرحا مہلکا لان زہوق الروح یتحقق بالمشارکۃ لانہ غیر متجزی بخلاف الاطراف کما سیجی اور قتل کیجائیگی جماعت بدلے ایک مقتول کے اگر جماعت میں سے ہر شخص نے مہلک زخم لگایا ہو اسلیے کہ روح مقتول کا نکلنا ثابت ہوتا ہے مشارکت سے اسواسطے کہ خروج روح امر تجزیہ پذیر نہیں یعنے تو ایسی چیز کے اشتراک میں ہر واحد مستقل پورا قاتل ٹھہریگا کذا فی الزیلعی برخلاف اشتراک قطع اطراف کے کہ وہ قسمت پذیر ہیں چنانچہ عنقریب آتا ہے اور دلیل نقلی قتل جماعت کی موطا کی یہ حدیث ہے سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ عمر فاروق نے پانچ یا سات مردوں کو قتل کیا بدلے ایک مرد کے اور فرمایا کہ اگر اہل صنعا اسکے قتل پر اتفاق کرتے اور مدد کرتے تو میں انکو قتل کرتا صنعا شہر ہے یمن کا کذا فی العینی شرح الہدایہ قصاص جماعت کا محل وہ ہے جبکہ سب لوگ ساتھی بار ہیں اور اگر ضرب علی التعاقب ہو اور مقتول مر جاے اور معلوم نہو کہ کسکا زخم کاری تھا اور کسکا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ زخم کاری اور غیر کاری پر واقف ہونا متعذر ہے اور جبکہ کاری اور غیر کاری معلوم ہو جاے اور یہ معلوم نہیں اگر موت سے پہلے تو اسپر قصاص واجب ہوگا جسکا زخم مہلک اور کاری ہوگا کذا فی الطحطاوی عن الاکمل فی تصحیح العلامۃ قاسم اور اگر جماعت سے ہر شخص کا زخم مہلک نہو تو سب پر قصاص نہیں چنانچہ علامہ قاسم کی تصحیح میں لکھا ہے خواہ کسی کا زخم مہلک نہو یا بعض کا مہلک ہو نہ باقی کا تو جسکا مہلک ہوگا اسپر قصاص ہے اور باقی لوگوں پر تعزیر کذا فی الطحطاوی وفی المجتبی انما یقتلون اذا وجد من کل جرح یصلح لزہوق الروح فاما اذا کانوا نظارۃ او معین بالامساک والاخذ فلا قود علیہم اور مجتبی میں ہے کہ جماعت کے لوگ تو اسی صورت سے قتل ہونگے جبکہ ہر شخص سے وہ زخم پایا جاے جو روح نکالنے کی لیاقت اور صلاحیت رکھتا ہو سو جبکہ اہل جماعت تماشائی ہوں یا قاتل کو دو رخ لاتے ہوں یا قاتل کے مددگار رہیں ایک شخص کو گرفتار کرکے تو ان لوگوں پر قصاص نہیں اور نہ انپر خونبہا ہے کذا فی الطحطاوی والاولے ان یعرف الخ

بلام العهد فانه لو قتل فرداً جمیع احدهم ابوه او مجنون سقط القود قہستانی اور بہتر یہ تھا کہ مصنف لفظ جمیع کو معرف بلام تعریف کے لاتا اسواسطے کہ اگر ایک شخص کو جماعت قتل کرے کہ انہیں سے ایک باپ ہو مقتول کا یا کوئی انمیں دیوانہ ہو تو قصاص ساقط ہوگا کذا فی القہستانی م یعنی اگر لام عہد خارجی ہوتا تو غیر مراد خارج ہوجاتا بلا تکلف۔ ویقتل فرد بجمیع اکتفاء به للباقین خلافاً للشافعی ان حضر ولیهم اور قتل کیا جاتا ہے ایک شخص جماعت کے بدلے اگر جماعت مقتولین کا وارث حاضر ہو بسبب کفایت کرنے قصاص فرد کے باقیوں کے واسطے برخلاف شافعی کے م امام شافعی کے نزدیک قاتل جماعت اول مقتول کے واسطے قتل ہوگا اور باقیوں کے واسطے مال واجب ہوگا اور اگر اول معلوم نہو تو سب کے واسطے قتل ہوگا اور دیات انکے فیمابین قسمت ہونگی اور ہمارے نزدیک ایک قصاص سب کی طرف سے کافی ہے اسواسطے کہ وارث قاتل کا قاتل ہے بوصف کمال ازروے قصاص کے اور اسلیے کہ قتل اخراج روح کیواسطے صالح ہے اور اخراج روح قسمت پذیر نہیں تو ہر وارث کی طرف مضاف ہوا علی وجه الکمال کذا فی العینی فان حضر ولی واحد قتل له وسقط عندنا حق البقیة لموت القاتل حتف انفه لفوات المحل کما مر پھر اگر ایک وارث حاضر ہوا تو قاتل اسکے واسطے قتل ہوگا اور ہم حنفیوں کے نزدیک باقی وارثوں کا حق ساقط ہوگا جیسے ساقط ہوجاتا ہے قصاص قاتل کے مرجانے میں اپنی موت سے بسبب فوت ہوجانے محل قصاص کے چنانچہ گذر گیا قطع رجلان فاکثر ید رجل او رجله او قلعا سنه ونحو ذلک مما دون النفس جو ہر دو شخصوں یا زیادہ نے ایک مرد کا ہاتھ یا پاؤں کاٹا یا دونوں نے اسکا دانت اکھاڑا اور مانند اسکے اور کوئی جنایت قتل نفس کے سوا کی کذا فی الجوہرہ بان اخذ السکین فامراها علی یده حتی انفصلت فلا قصاص عندنا علی واحد منهما او منهم لانعدام المماثلة ہاتھ یا پاؤں اسطرح پر کاٹا کہ دونوں شخصوں نے چھری کو پکڑ کر اسکو چلایا اس مرد کے ہاتھ یا پاؤں پر یہانتک کہ بدن سے جدا ہوگیا تو ہمارے نزدیک قصاص نہیں کسی پر ان دو میں سے یا جماعت میں سے بسبب نہونے مماثلت اور مساوات کے م اسلیے کہ ہر واحد قاطع ہے بعض کا کیونکہ قطع دونوں کی قوت اور اعتماد سے حاصل ہوا اور محل یعنی ہاتھ قسمت پذیر ہے تو ہر واحد کی طرف بعض قطع مضاف ہوگا تو مساوات نہوئی دو ہاتھ کے قطع میں اور ایک ہاتھ کے قطع میں بخلاف قتل الانفس بنفس واحد اسواسطے کہ قتل نفس ہر واحد کی طرف علی وجه الکمال مضاف ہے خروج روح کی عدم قسمت پذیری کے سبب سے کذا فی الهدایه وشرحها لان الشرط فی الاطراف المساواة فی المنفعة والقیمة بخلاف النفس فان الشرط فیها المساواة فی العصمة فقط اور کسی پر قصاص نہیں انعدام مماثلت کے سبب سے اسواسطے کہ اطراف کے قصاص میں مساوات شرط ہے منفعت اور قیمت میں یعنی وہ یہاں حاصل نہیں برخلاف قصاص نفس کے اسواسطے کہ نفس کے قصاص میں فقط عصمت دم کی مساوات مشروط ہے کذا فی الدرر یعنی نفس واحدہ اور انفس عصمت دم میں برابر ہیں لہذا ایک جان کے بدلے بہت جانوں کا قصاص ہوتا ہے وضمنا او ضمنوا دیتها علی عددهم بالسویة اور دونوں قاطع یا سب قاطعین ہاتھ کی دیت کا تاوان دیں بقدر اپنے شمار کے برابر وان قطع واحد یمینی رجلین فلهما قطع یمینه ودیة ید یقتسمانها ان حضرا معاً اور اگر ایک مرد دو مردوں کے ہاتھ کاٹے تو دونوں کو اسکا داہنا ہاتھ کاٹنا جائز ہے اور ایک ہاتھ کا خونبہا لینا آپس میں آدھوں آدھ بانٹ کر بشرطیکہ دونوں شخص ساتھ ہی حاضر ہوں وان حضر احدهما وقطع له فللآخر علیه ای علی القاطع نصف الدیة لما مر ان الاطراف لیست کالنفوس اور اگر دونوں میں سے ایک مرد حاضر ہوا اور اسکے بدلے اسکا ہاتھ کاٹا گیا تو دوسرے مرد کے واسطے قاطع پر نصف دیت ہے اسواسطے کہ مذکور ہوچکا کہ اطراف کا حکم نفوس کے مانند نہیں ہے م دیت سے جان کی دیت مراد ہے یعنی ہزار دینار جسکا نصف پانچسو دینار ہے کذا فی الطحطاوی ولو قضی بالقصاص بینهما ثم عفا احدهما قبل استیفاء الدیة فللآخر القود وعند محمد له الارش اگر دونوں شخصوں کے درمیان قصاص کا حکم قاضی نے دیا سو ایک شخص نے قصاص معاف کردیا دیت کے حاصل ہونے سے پہلے تو دوسرے شخص کو قصاص لینے کا اختیار ہے اور محمد کے نزدیک قصاص نہیں خونبہا لینے کا اختیار ہے ویقاد عبد اقر بقتل عمد خلافاً لزفر اور قصاص لیا جاوے گا اس غلام سے جسنے قتل عمد کا اقرار کیا برخلاف زفر کے کہ انکے نزدیک اقرار عمد غلام سے قصاص نہیں م وجوب قصاص کی وجہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں غلام غیر متہم ہے اسواسطے کہ اسمیں اسیکا ضرر ہے ولو اقر بخطاء او بمال لم ینفذ اقراره علی مولاه بل یلزمه

رقبته الی ان یعتق کما نقله المصنف عن الجوہرۃ اور اگر غلام نے قتل خطا یا مال کا اقرار کیا تو اسکا اقرار اسکے مالک پر نافذ نہوگا بلکہ اسکی گردن پر رہے گا آزاد ہونے تک یعنی آزاد ہونے کے بعد اسپر دیت دینا لازم ہوگا چنانچہ مصنف نے جوہرہ سے نقل کیا ہے قال وظاہر کلام الزیلعی بطلان اقرارہ بالخطاء اصلا

یعنی لا فی حقہ ولا فی حق سیدہ ونحوہ فی احکام العبید من الاشباہ معللا بان موجبہ الدفع او الفداء انتہی فتامله مصنف نے کہا اور زیلعی کا ظاہر کلام دلالت کرتا ہے کہ غلام کا اقرار قتل خطا کا اصلا باطل ہے یعنی نہ غلام کے حق میں صحیح ہے نہ اسکے مالک کے حق میں اور اسی کے مانند اشباہ کے احکام عبید میں مذکور ہے زیلعی نے ابطال اقرار ثابت کیا ہے یوں تعلیل بیان کرکے کہ اس اقرار کا موجب دفع غلام ہے یا فدیہ دینا انتہی قول المصنف سو اسمیں تامل کرو شارح نے بلفظ تامل اشارہ کیا کہ یہ تعلیل زیلعی کی جانب سے ہے نہ اشباہ کی طرف سے اسواسطے کہ اشباہ میں تعلیل ہی مذکور نہیں زیلعی کی پوری تقریر یوں ہے کہ اقرار غلام بقتل خطا باطل ہے اسواسطے کہ موجب اسکا یا دفع ہے یا فدیہ مالک پر اور غلام پر کچھ واجب نہیں تو اقرار مذکور صحیح نہوگا خواہ غلام محجور ہو یا ماذون فی التجارۃ ہو اسواسطے کہ یہ اقرار باب تجارت سے نہیں تو باطل ہوگا کذا فی الطحطاوی لکن علله القہستانی بانه اقرار

بالدیة علی العاقلة انتہی فتدبرہ اذ قد اجمع العلماء علی العمل بمقتضی قوله علیه الصلوۃ والسلام لا تعقل العواقل عبدا ولا عمدا ولا صلحا ولا اعترافا حتی لو اقر حر

بالقتل خطاء لم یلزم اقرارہ اقرارا علی العاقلة ای الا ان یصدقوہ وکذا اقرہ القہستانی فی المعاقل فتنبه لیکن قہستانی شارح نقایہ نے اسکی تعلیل یوں بیان کی ہے کہ قتل خطا کا اقرار کرنا دیت علی العاقلة کا اقرار ہے سو اس کلام میں تدبیر اور غور کرکہ منظور فیہ ہے اسلیے کہ علمانے اجماع کیا ہے اس حدیث کے مقتضا پر عمل کرنے کا کہ عواقل دیت غلام کے متحمل نہیں ہوتے اور نہ صلح اور نہ اقرار کے یہانتک کہ اگر آزاد قتل خطا کا اقرار کرے تو یہ اقرار عاقلہ یعنی مددگار دہندہ پر نہوگا یعنی اس صورت میں مددگار دہندہ دیت ہے جبکہ وہ اقرار کی تصدیق کریں اور اسی مضمون کی تقریر کی ہے قہستانی مذکور نے کتاب المعاقل میں تو خبردار رہو مرحوم طحطاوی نے شارح کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے جسکو اسکے دریافت کا شوق ہو وہ عبارت طحطاوی رحمہ اللہ کو جو اس ترجمہ کے حاشیہ پر مرقوم ہے ملاحظہ کرے رمی رجلا عمدا فنفذ السہم الی آخر فماتا یقتص للاول لانه عمد وللثانی الدیة علی عاقلته لانه خطاء ایک مرد کے عمدا تیر مارا سو اسکے بدن کے پار ہوکر دوسرے شخص کے جا لگا سو دونوں مر گئے تو پہلے مرد کے واسطے قصاص لیا جاویگا اسلیے کہ وہ قتل عمد ہے اور دوسرے مرد کے واسطے دیت واجب ہوگی قاتل کے برادروں پر اسلیے کہ وہ قتل خطا ہے ہر چند یہ فعل واحد ہے لیکن بعدد اثر سے متعدد ہو گیا کذا فی الزیلعی وقعت حیة علیه فدفعها عن نفسه فسقطت علی آخر فدفعها عن نفسه فوقعت علی ثالث فلسعته

ای الثالث فہلک فعلی من الدیة ہذہ المسئلة سئل ابو حنیفة رحمة اللہ علیه بحضرۃ جماعة فقال لا یضمن الاول

لان الحیة لم تضر الثانی وکذلک لا یضمن الثانی والثالث لو کثروا واما الاخیر فان لسعته مع سقوطها فورا من غیر مہلة فعلی الدافع الدیة لورثة الہالک والا بان لسعته فورا لا یضمن ودفعها علیہم ایضا فاستصوبوہ جمیعا وہذہ من مناقبه رضی اللہ عنه ظہیریه فیه ومجمع الفتاوی سانپ گرا ایک شخص پر سو اسنے اپنے اوپر سے ہٹا کر پھینکا سو دوسرے شخص پر جا پڑا پھر دوسرے شخص نے اسکو اپنے اوپر سے ہٹایا تو تیسرے شخص پر جا پڑا سو تیسرے کو اسنے کاٹا تو وہ مر گیا تو کون شخص پر خونبہا واجب ہوگا اسطرح سوال ہوا تھا امام ابو حنیفہ رحمة اللہ علیه سے جماعت علماء مجتہدین کے روبرو سو امام نے فرمایا کہ اول شخص پر ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ سانپ نے دوسرے شخص کو ضرر نہیں پہونچایا اور اسی طرح دوسرا تیسرا شخص ضمان نہ دے گا اگر تین آدمیوں سے زیادہ لوگ ہوں اخیر شخص سو اسکا یہ حال ہے کہ اگر اسکو سانپ نے گرنے کے ساتھ ہی بلا توقف کاٹا تو سانپ کے ہٹانے والے شخص پر خونبہا مرجانیوالے کے وارثوں کو دینا واجب ہے اور اگر سانپ نے فورا نہیں کاٹا یعنی کچھ ٹھہر کر کاٹا تو ہٹانیوالے پر بھی ضمان دیت کا لازم نہیں آویگا پھر سب عالموں نے ٹھیک ضمان دینے کا اقرار کیا اور یہ مسئلہ بھی منجملہ مناقب امام کے ہے رضی اللہ عنه کذا فی الظہیریه ومجمع الفتاوی ہم فورا کاٹنے سے دافع سبب ٹھہرا موت کا اسلئے اسپر خونبہا واجب ہوا اور اگر ٹھہر کے کاٹا تو دافع سبب نہ ٹھہرا قال المصنف وبہذا التفصیل اجبت فی حادثة الفتوی وہی ان کلبا عقورا وقع علی آخر فالقاہ علی الثانی والثانی علی الثالث

والله اعلم مصنف نے شرح میں کہا کہ موجب اسی تفصیل کے میں نے جواب دیا تھا اُس صورت میں جو فتوی طلب ہوا تھا وہ یہ ہے کہ سگ گزندہ ایک شخص پر گر پڑا اسو اُسنے دوسرے شخص پر ڈالا اور دوسرے نے تیسرے پر ڈالا والله اعلم یعنی واقع اخیر پر دیت لازم ہوگی اگر اُسکے فوراً کاٹنے سے مرگیا اور اگر ٹھہر کے اُسنے کاٹا تو اُسپر بھی دیت نہیں **فروع** مسائل ملحقہ شارح کے القی حیۃ او عقربا فی الطریق فلدغت رجلا ضمن الا اذا تحولت ثم لدغتہ ایک شخص نے سانپ یا بچھو راہ میں ڈالا سو اُسنے ایک مرد کو کاٹا یعنی وہ مرگیا تو ڈالنے والے پر دیت لازم ہوگی مگر جبکہ سانپ ڈالنے کی جگہ سے ہٹ گیا ہو پھر اُسنے کاٹا تو اُسپر کچھ ضمان لازم نہوگا اور طحطاوی نے کہا کہ مسئلہ سابقہ کا مقتضاے جواب امام یہ ہے کہ اگر فوراً کاٹیگا تو ضمان ہے اور اگر ڈالنے کے بعد ایک ساعت ٹھہر کر کاٹیگا تو ضمان نہیں وضع سیفا فی الطریق فعثر بہ انسان فمات وکسر السیف فدیتہ علی رب السیف وقیمتہ علی العاثر ایک شخص نے تلوار ڈالدی راہ میں سو ایک آدمی تلوار سے ٹھوکر کھاکر گر پڑا اور مرگیا اور تلوار ٹوٹ گئی اُسکے گرنے سے تو اُسکا خونبہا تلوار کے مالک پر ہے اور تلوار کی قیمت گرنے والے پر ہے تنویر نطح ثور المرعی فقتلہ ثور غیرہ فمات ان اشہد علیہ ضمن والا وقال فی البدائع لا ضمان لان الاشہاد انما یکون فی الحائط لا فی الحیوان تاتارخانیہ مارو بیل چھوڑا چراگاہ میں سو اُسنے دوسرے کے بیل کے سینگ مارا سو وہ مرگیا اگر گاو مقتول کے مالک نے اُسپر اشہاد کیا ہو یعنی لوگوں کو اُسکی شاخ زنی پر گواہ کر دیا ہو تو گاو قاتل کے مالک پر ضمان لازم ہوگا اور بدون اشہاد کے تاوان نہیں اور بدائع میں کہا کہ مطلقاً تاوان نہیں اسواسطے کہ اشہاد تو ہوتا ہے دیوار مائل میں نہ جانور میں کذا فی السراجیہ واعلم انہ اذا اشترک **قاتل العمد مع من لا یجب علیہ القود کاجنبی شارک الاب فی قتل ابنہ وکاجنبی شارک الزوج فی قتل زوجتہ ولہ منہا ولد وکعامد مع مخطئ** وعاقل مع مجنون وبالغ مع صغیر وشریک حیۃ وسبع کما فی الخانیۃ فلا قود علی احدہما ای لا قصاص علی واحد منہما فیما ذکر اور یہ معلوم کر کہ جب شریک ہو قاتل عمداً اُس شخص کے ساتھ جسپر قصاص واجب نہیں چنانچہ اجنبی شریک ہو گیا باپ کا اُسکے فرزند کے قتل کرنے میں اور جیسے بیگانہ شریک ہو گیا زوج کا اُسکی اُس زوجہ کے قتل میں جسکے پیٹ سے زوج کا لڑکا موجود ہے اور جیسے قاتل عامد قاتل مخطی کے ساتھ اور عاقل مجنون کے ساتھ اور قاتل بالغ قاتل صغیر کے ساتھ اور سانپ اور درندے کا ساتھی تو دونوں میں سے ایک پر قصاص نہیں یعنی سب صورتوں مذکورہ میں کسی پر قصاص نہیں ہم پہلی صورت میں جب باپ سے قصاص ساقط ہوا تو اُسکے ساتھی سے بھی ساقط ہو گیا اور دوسری صورت میں زوج سے اسواسطے قصاص ساقط ہوا کہ زوجہ کا وارث فرزند ہے سو فرزند اپنے باپ سے قصاص نہیں لے سکتا پھر جب اُسپر واجب نہوا تو اسی طرح اُسکے شریک پر بھی واجب نہوا طحطاوی نے کہا لیکن اجنبی کی شرکت میں باپ یا زوج کے ساتھ دیت واجب ہوگی دونوں کے خاص مال میں اسلیے کہ دونوں قاتل عامد ہیں اور عامد اور مخطی کی شرکت میں نصف دیت عامد پر ہے اور نصف باقی مخطی کے برادروں پر اسی طرح عاقل پر نصف دیت ہے اور باقی مجنون کے برادروں پر اور بالغ پر نصف دیت ہے اور باقی صغیر کے برادروں پر اور سانپ اور درندے کے ساتھی پر نصف دیت ہے اور باقی دیت ساقط ہے دخل رجل بیتہ فرای رجلا مع امراتہ او جاریتہ فقتلہ حل لہ ذلک ولا قصاص علیہ ہذا ساقط من نسخ المتن ثابت فی نسخ الشرح معزیا للشرح الوہبانیۃ وقد حققناہ فی باب التعزیر داخل ہوا اپنے گھر میں سو ایک مرد کو دیکھا اپنی زوجہ یا اپنی لونڈی کے ساتھ سو اُسکو اُسنے مار ڈالا تو اُسکو یہ قتل کرنا حلال ہے اور اُسپر قصاص نہیں شارح نے کہا یہ مسئلہ متن کے نسخوں سے ساقط اور مصنف کی شرح کے نسخوں میں ثابت ہے منسوب بشرح وہبانیہ اور ہم نے اُسکی تحقیق بیان کی ہے تعزیر کے باب میں ہم لکھ قتل میں ظاہر احصان شرط نہیں اسواسطے کہ ابن وہبان نے علت یہ بیان کی ہے کہ قتل یہاں باب حدود سے نہیں بلکہ نہی عن المنکر کے باب سے ہے اور اسی طرح بزازی نے مطلق رکھا ہے اور طرسوسی نے کہا کہ احصان شرط حلت قتل ہے چنانچہ قاضی خان نے اسکو مصرح بیان کیا ہے تو فتاوی صغری کا اطلاق لائق التفات کے نہیں ہے اسواسطے کہ زنا موجب قتل نہیں بدون احصان کے انتہی اور مجتبی میں زاہدی سے منقول ہے کہ اصل یہ ہے کہ جو شخص مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو اُسکو قتل کرنا حلال ہے اور قتل اسے باز رہتا ہے آدمی اس خوف سے کہ اُسکو حاکم وغیرہ سچا نجانیگا اسمیں کہ اُسنے زنا کرتے دیکھکر قتل کیا ہے انتہی اور منیہ المفتی میں غایہ سے منقول ہے کہ حلت قتل اسواسطے

شور کرنے سے نال نہ جاگے اور مرجائے تو ضامن ہے کذا فی الخلاصة وفی فروع مسائل متفرقة شتی صبی محجور قال لرجل شد فرسی فلما ارادشدہ وسقط فمات فہو
علی عاقلة الرجل بیانہ باذن سے ایک مرد نے کہا کہ میرا گھوڑا باندھ دے سو اُس نے اُسکے باندھنے کا ارادہ کیا سو گھوڑے نے اُسکو لات سے گرایا سو وہ مرگیا تو
دیت اسکی اس کی عاقلہ پر ہوگی ولذا لو اعطی صبیا عصی او سلاحا اوامرہ بحمل شئی او کسر حطب ونحو ذلک بلا اذن ولیہ فمات وہ اسی طرح اگر صغیر کو
لاٹھی یا ہتھیار دیا یا اسکو کسی چیز کے اٹھانے کا امر کیا یا لکڑی چیرنے کا اور مانند اسکے اور کوئی امر کیا بلا اذن اسکے ولی کے سو وہ لڑکا مرگیا تو دیت واجب
ہوگی ہم بعنی لاٹھی یا ہتھیار دیا قصاص کے واسطے اور اس سے کچھ نہ کہا سو اسکے سبب سے وہ مرگیا اسطرح کہ اسکے ہاتھ سے کسی عضو پر چوٹ پڑا اور مرا اور نہیں
لان الصبی عنہ بامرہ اپنی ذات کو ہلاک کیا اسواسطے کہ اگر وہ اپنی ذات کو یا غیر کو ہلاک کر چکا واقع پر ضمان نہیں کذا فی الخطاء عن التاتارخانیہ وکلام
وفیہا و اصلاح ولم یقتل اسکو فقولان اور اگر اسکو ہتھیار دیا اور یہ نہ کہا کہ اسکو پکڑے رہ تو اسمین دو قول ہیں یعنی وجوب دیت اور عدم وجوب ہم قول مختار
یہ ہے کہ دیت واجب ہے کذا فی العالمگیریة عن الخلاصة صبی علی حائط صاح بہ رجل فوقع لمات ان صاح بہ فقال لا تقع فوقع لا یضمن ولو قال قع فوقع ضمن ہو
الفتی وقیل لا یضمن مطلقا کا جیہ طفل صغیر ہو دیوار پر ایک مرد نے اسپر شور کیا سو وہ گر پڑا اور مرگیا اگر یوں شور کرکے کہا اس سے کہ خبردار نہ گرنا سو وہ گر پڑا
تو اسپر خونبہا نہیں اور اگر یوں چلا کر کہا کہ گر پڑ سو وہ گر پڑا تو خونبہا لازم ہوگا اسی قول پر فتویٰ ہے اور بعضوں نے کہا کہ کسی طرح ضمان نہیں کذا فی القاجیة
فصل فی الفعلین یہ فصل ہے دو فعل کے مسائل میں مثلاً قطع ید اور قتل خواہ ایک شخص سے دونوں فعل ہوں یا دو شخصوں سے قطع ید رجل ثم قتلہ اخذ
بالامرین ای بالقطع والقتل ولو کانا عمدین او کانا خطائین او کانا مختلفین ای احدہما عمدا والآخر خطاء تخلل بینہما برء اولا ہاتھ کاٹا ایک مرد کا پھر اسکو
مار ڈالا تو دونوں امر یعنی قطع اور قتل دونوں فعل میں پکڑا جاویگا یعنی دونوں فعل کا بدلا اُس سے لیا جاویگا اگرچہ دونوں فعل عمد ہوں یا دونوں خطا ہوں یا
دونوں مختلف ہوں یعنی ایک فعل عمد ہو اور دوسرا خطا خواہ دونوں فعل میں صحت واقع ہوگئی ہو یا نہ واقع ہوئی ہو فیوخذ بالامرین فی الکل بلا تداخل الا فی
خطائین لم یتخلل بینہما برء فانہما یتداخلان فتجب فیہما دیة واحدة وان تخلل برء ولم یتداخلا کما علمت تو فاعل ماخوذ ہوگا سب صورتوں مذکورہ میں
بدون تداخل کے مگر ان دونوں خطاؤں میں جنکے درمیان صحت واقع نہیں ہوئی اسواسطے کہ وہ دونوں فعل خطا کے متداخل ہونگے یعنی ایک فعل میں دوسرا فعل
ہو جاویگا باعتبار اتحاد اجزا اسکے تو دونوں میں ایک ہی دیت واجب ہوگی اور اگر درمیان میں صحت واقع نہوئی تو دونوں متداخل نہونگے چنانچہ تو معلوم
کر چکا ہر تین کے موجب سے فالحاصل ان القطع اما عمد او خطاء والقتل کذلک صار اربعة اما ان یکون بینہما برء اولا صار ثمانیة وقد علم حکم کل منہا تو خلاصہ یہ ہے کہ
قطع یا عمد ہے یا خطا ہے اور قتل بھی اسی طرح دو قسم عمد ہے یا خطا ہے تو یہ چار قسمیں ہوگئیں پھر دونوں کے درمیان صحت حاصل ہوئی یا نہوئی تو آٹھ قسمیں ہوگئیں اور
البتہ ہر صورت کا حکم معلوم ہوگیا ہم تو اگر قطع اور قتل دونوں عمد ہوں اور قطع کے بعد صحت ہوگئی ہو تو اول قطع کا قصاص لیا جاویگا پھر قتل کا اور اگر صحت
درمیان میں حاصل نہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قصاص ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو جزا قطع قتل کی جزا میں داخل
ہو گئی اور اگر قطع اور قتل دونوں خطا ہوں تو اگر درمیان میں صحت ہوگئی ہو تو قطع اور قتل دونوں کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری
دیت قتل کی اور اگر درمیان میں صحت نہوئی تو فقط قتل کی دیت کفایت کرتی ہے اور اگر قطع عمد ہے اور قتل خطا ہے خواہ درمیان میں صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو
تو ہاتھ کاٹا جاوے گا اور دیت نفس کی واجب ہوگی اور اگر قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور
قتل کا قصاص لیا جاوے گا کذا فی شرح الوقایہ لمن ضرب مائة سوط فبرأ من تسعین ولم یبق اثرہا ای اثر الجراحة ومات من عشرة ففیہ دیة
واحدة فانہ لما برأ من التسعین لم تبق معتبرة الا فی حق التعزیر مانند اس شخص کے جسکو سو کوڑے مارے سو وہ چنگا ہو گیا نوے کوڑے سے اور انکی جراحت کا
اثر کچھ باقی نرہا اور وہ مرگیا دس کوڑے کے صدمہ سے تو اسمیں ایک ہی دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ جب وہ چنگا ہوگیا نوے کوڑے سے تو اسکا مارنا

معتبر باقی نہ رہا اثر تعزیر کے حق میں البتہ معتبر ہے ولذا کل جراحة اندملت ولم یبق لها اثر عند ابی حنیفة وعند ابی یوسف فی مثله حکومة عدل وعن محمد تجب اجرة الطبیب
وثمن الادویة درر وصدر الشریعة وہدایہ وغیرہا اور ایسی طرح غیر معتبر ہے ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اسکا نشان باقی نہ رہا ہو امام ابوحنیفہ رحمہ کے نزدیک اور
ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اسکے مانند میں حکومت عدل ہے اور محمد رحمہ سے روایت ہے کہ طبیب کی اجرت اور دواؤں کا ثمن واجب ہوگا چنانچہ درر اور
صدر الشریعة اور ہدایہ وغیرہا میں ہے وتجب حکومة عدل مع دیة النفس فی مائة سوط جرحته وبقی اثرها بالاجماع لبقاء الاثر ووجوب الارش باعتبار
الاثر ہدایہ وغیرہا اور حکومت عدل دیت نفس کے ساتھ بالاتفاق واجب ہے ان سو کوڑوں میں جنھوں نے زخمی کر دیا اور انکا نشان باقی رہ گیا کیونکہ اثر کے
باقی رہنے کے سبب سے ہے اور عضو کی دیت کا واجب ہونا نشان کے اعتبار سے ہے چنانچہ ہدایہ وغیرہا میں مصرح ہے یعنی نوے کوڑے کا زخم چنگا ہوگیا لیکن اسکا
نشان باقی رہا پھر دس کوڑے کے مارنے سے وہ مرگیا تو حکومت عدل اور دیت نفس واجب ہوگی باتفاق امام اور صاحبین کے اس واسطے کہ دیت ما دون نفس
کی واجب ہوتی ہے عیب ناکی اور بدنمائی سے اور عیب ناکی پیدا ہوتی ہے نشان کے باقی رہنے سے وفی جواہر الفتاوی رجل جرح رجلا فعجز المجروح عن الکسب یجب
علی الجارح النفقة والمداواة اور جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کو زخم لگایا تو زخمی کمائی سے عاجز ہوگیا تو زخم لگانے والے پر اسکا
نان ونفقہ اور علاج کرنا واجب ہے یعنی تا بقاء زخم کذا فی الطحطاوی وفیها رجل جاء بعوان الی رجل فضربه العوان فعجز عن الکسب فمداواة المضروب ونفقته
علی الذی جاء بالعوان انتهی قال المصنف والظاهر انه متفرع علی قول محمد رحمه الله قلت وقدمنا معزیا للمجتبی عن ابی یوسف نحوه وتحققه فی الشجاج اور
اسی جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک مرد حاکم کے غلام سپاہی کو لایا ایک مرد کے پاس سو اس ظالم نے اسکو مارا سو وہ عاجز ہوگیا اپنے کسب اور کار سے تو
مضروب کی دوا علاج اور کھانا پینا اسپر واجب ہے جو ظالم کو لایا انتهی ما فی جواہر الفتاوی مصنف نے کہا اور ظاہر ایہ قول محمد رحمہ اللہ کے قول پر متفرع ہے میں
کہتا ہوں اور مانند اسکے ہم مقدم ذکر کر چکے ابو یوسف سے بسبب مجتبی اور آگے شجاج کی فصل میں اسکو ہم محقق بیان کرینگے ھر باب القود فیما دون النفس کے
شروع میں شارح نے مجتبی سے نقل کیا ہے کہ ابو یوسف کے نزدیک ہر ایک دندان سے حکومت عدل یعنی اجرت طبیب کی واجب ہے ومن قطع ای عمدا او خطأ
بدلیل ما یاتی وبه صرح فی البرهان کما فی الشرنبلالیة لکن فی القهستانی عن شرح الطحاوی ان الدیة علی العاقلة فی الخطاء ومن ظن انها علی القاطع فی الخطاء فقد
اخطاء وکذا لو شج او جرح فعفا عن قطعه او شجته او جراحته ثم مات منه ضمن قاطعه الدیة فی ماله اور جسکا ہاتھ یا ناخون کاٹا گیا سو اسنے اس قطع یا
سر کھلنے یا جراحت کو معاف کر دیا پھر معاف کرنے والا قطع وغیرہ کے صدمے سے مرگیا تو اسکا قطع کرنے والا اپنے مال میں سے اسکی دیت کا ضمان دے
شارح نے کہا قطع مطلق قرار دیا ہے خواہ عمد ہو یا خطا بدلیل اس مسئلہ کی تفصیل کے جو اسکے بعد آویگا اور اسی اطلاق کرنے کی تصریح کی ہے برہان میں چنانچہ
شرنبلالیہ میں لیکن قہستانی میں شرح طحاوی سے یوں منقول ہے کہ قطع خطا میں قاطع کی برادری پر دیت ہے نہ قاطع پر اور جسنے یہ گمان کیا کہ قاطع پر دیت ہے
خطا میں سو اسنے مقرر خطا کی اور اسی طرح کا حکم ہے اگر اسکا سر کھلا گیا یا وہ زخمی کیا گیا خلافا لهما قلنا انه عفا عن القطع وهو غیر القتل برخلاف صاحبین کے یعنی
انکے نزدیک عفو قطع سے عفو نفس بھی ثابت ہوتا ہے ہم امام کی طرف سے جواب میں کہتے ہیں کہ مقطوع نے قطع کو معاف کیا ہے اور قطع کا مغائر ہے تو قطع کے
عفو سے قتل کا عفو ثابت نہیں ہوسکتا ولو عفا عن الجنایة او عن القطع وما یحدث منه فهو عفو عن النفس فلا یضمن شیئا اور اگر عفو کر دیا جنایت سے
یا قطع سے اور اس مدت سے جو پیدا ہو قطع سے تو وہ معافی ہے نفس سے تو قاتل کچھ ضمان نہ دیگا ہم اس واسطے کہ جنایت اسم جنس ہے شامل ہے قتل کو اور اس زخم کو جو
موت تک سرایت کرے یا نکرے اور اسی طرح قطع اور جو قطع کے بعد حادث ہو صریح ہے عفو نفس تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان لازم نہو گا کذا فی الطحطاوی وینفذ
فی الخطاء یعتبر من الثلث ماله فان خرج من الثلث فبها والا فعلی العاقلة ثلثا الدیة کما فی شرح الطحاوی اور وہ نافذ ہیں یعنی جبکہ قاتل پر عفو کے سبب سے
ضمان لازم نہوا تو اگر جنایت از راہ خطا ہے تو مقتول کے تہائی مال سے معتبر ہوگی اور اگر مقتول کا خونبہا اسکے تہائی مال سے نکلا فهو المقصود اور اگر اسکے ثلث مال

مین دیت کی گنجائش نہوئی تو عاقلہ یعنی قاتل کے برادرون پر دیت کی دو تہائیان واجب ہونگی کذا فی شرح الطحاوی ھم یعنی اگر جنایت خطا ہو اور مرنے جنایت معاف کردی تو یہ دیت کی معافی ہے تو مقتول کے ثلث مال سے اسکا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ دیت مال ہے اور مقتول کے وارثون کا حق دیت سے متعلق ہے تو مقتول کا عفو کرنا دیت مین اُسکے ثلث مال سے صحیح ہوگی برخلاف قتل عمد کے اسواسطے کہ موجب اُسکا قصاص ہے اور قصاص مال نہین ہے تو اس سے وارثون کا حق متعلق نہین ہے تو عفو عن القصاص جمیع مال سے صحیح ہے کذا فی شرح الوقایہ فمن ظن انہا علی القاطع فقد خطأ قطعا سو جسنے یہ گمان کیا ہے کہ دیت اس مقتول کی قاطع پر ہے سو وہ یقینًا چوک گیا ومفادہ ان عفو الصحیح لا تعتبر من الثلث ذکرہ القہستانی اور اعتبار ثلث مال سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ صحیح آدمی کا عفو کرنا ثلث سے معتبر نہوگا ایسا ذکر کیا ہے قہستانی شارح نقایہ نے ھم اسواسطے کہ ثلث مال کا اعتبار مرض الموت کے مریض مین ہوتا ہے سو اگر وہ صحیح ہو اسطرح کہ ہاتھ اُسکا ازراہ خطا قطع ہوگیا اور وہ بستر بیمار پر نہ رہا صحیح سالم کے مانند چلتا پھرتا رہا اُسنے قطع کو عفو کردیا پھر وہ مرگیا اُسکے صدمہ سے دفعتًا تو یہ عفو کل مال مین نافذ ہوگا نہ ثلث مین کذا فی الطحطاوی بتصرف والعمد من کلہ لتعلق حق الورثۃ بالدیۃ لا بالقود لانہ لیس بمال اور جنایت عمد کا عفو کل مال سے معتبر ہوگا اسواسطے کہ مقتول کے وارثون کا حق دیت سے متعلق ہے نہ قصاص سے اسواسطے کہ قصاص مال نہین ہے والشجۃ مثلہ ای مثل القطع حکما وخلافا اور سر کا زخم قطع کے مانند ہے حکم مین اور امام رح اور صاحبین رح کے خلاف مین قطعت امرأۃ ید رجل عمدا ای او خطأ لما یأتی فلو اطلق کما سبق وکالملتقی وغیرہ کان اولی فتامل ایک عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹا عمدًا یعنی ازراہ خطا ہاتھ کاٹا یہ اطلاق اس تفصیل کی دلیل سے ہے جو بعد اسکے مذکور ہوگی تو اگر مصنف قطع کو مطلق رکھتا عمد کی قید نہ لگاتا جیسے مسئلہ سابقہ مین قطع کو مطلق رکھا تھا اور جس طرح ملتقی وغیرہ مین مطلق مذکور ہے تو بہتر ہوتا سو اُسکو تامل کر یعنی اگر مطلق کہتا تو تفصیل آیندہ صحیح ہوتی کذا فی الطحطاوی فنکحہا المقطوع یدہ علی یدہ ثم مات او لم یمت من السرایۃ فمہرہا الارش ولو عمدا اجماعا سو جس مرد کا ہاتھ کاٹا گیا اُسنے ہاتھ کاٹنے والی عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کے دیت کے بدلے نکاح کیا پھر وہ مرگیا تو اگر قطع کی سرایت سے نہ مرتا تو عورت کا مہر ہاتھ کا خونبہا ہوتا یعنی پانچ ہزار درم اگرچہ قطع عمدًا ہو باتفاق امام اور صاحبین کے ویجب عند ابی حنیفۃ مہر مثلہا والدیۃ فی مالہا ان تعمدت امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس عورت کا مہر مثل واجب ہے اور ہاتھ کی دیت عورت کے مال مین واجب ہے اگر اُسنے عمدًا ہاتھ کاٹا ہو چونکہ قصاص فی الطرف پر نکاح ہوا تھا اور وہ مال نہ تھا تو مہر ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا تو ہاتھ کی دیت مہر ٹھہری تھی کیونکہ مرد اور عورت کے اطراف مین قصاص نہین ہے تا پھر جبکہ مرد قطع کے صدمہ سے مرگیا تو ظاہر ہوگیا کہ ہاتھ کی دیت واجب نہ تھی لہذا مہر مثل واجب ہوا اور عورت پر دیت لازم آئی نہ اُسکے مددگارون پر اسواسطے کہ عمد مین فاعل پر ضمان ہوتا ہے نہ اُسکے مددگارون پر وتقع المقاصۃ بین المہر والدیۃ ان تساویا والاترادا الفضل اور مہر اور دیت برابر سرابر ہوجاوینگے اگر دونون متساوی ہون اور اگر کم وبیش ہون تو عورت اور مرد زیادہ کو پھیر دینگے ھم یعنی جب مرد پر مہر اور عورت پر اُسکی دیت واجب ہوئی تو اگر مہر اور دیت مقدار مین برابر ہین تو باہم مجرا ہوگئے جتنا دینا تھا اُتنا لینا معاملہ برابر ہوگیا اور اگر مہر زیادہ ہے تو عورت مرد کے وارثون سے قدر زیادت کو تقاضا کرے اور اگر دیت زیادہ ہے تو مرد کے وارث عورت سے اُتنا مطالبہ کرین وعلی عاقلتہا ان اخطأت فی قطع یدہ اور عورت کے مددگارون پر دیت واجب ہے اگر عورت نے ازراہ خطا اُسکا ہاتھ کاٹا ہو ولا یتقاصان لان الدیۃ علی العاقلۃ فی الخطأ بخلاف العمد فان الدیۃ علیہا والمہر علی الزوج فیتقاصان اور خطا مین مہر اور دیت باہم مجرا نہونگے اسواسطے کہ دیت تو مددگارون پر واجب ہوتی ہے خطا مین برخلاف عمد کے اسواسطے کہ عمد مین عورت پر دیت واجب ہے اور زوج پر مہر تو دونون باہم مجرا ہوکر برابر ہوجاوینگے قلت وقال صاحب الدرر ینبغی ان تقع المقاصۃ فی الخطأ ایضا لانہا علیہا دون العاقلۃ علی القول المختار فی الدیۃ لکنہ لیس علی اطلاقہ بل فی العجم ونحوہم ممن لا عاقلۃ لہ فلیحفظ مین کہتا ہون اور صاحب درر نے کہا لائق یون ہے کہ خطا مین بھی مہر اور دیت برابر سرابر ہوجاوین اسواسطے کہ دیت خطا مین عورت پر ہے نہ مددگارون پر موجب اُس قول کے جو باب دیت مین مختار اور پسندیدہ ہے لیکن وہ قول مختار مطلق نہین ہے بلکہ عجم کے گروہ مین ہے اور جنکے مددگار نہین اسواسطے کہ عجم مین تناصر کا مضمون نہین جو دیت مددگارون پر واجب ہو اور شاید کہ صاحب درر نے جو مطلق کہا ہے تو اسکے محل پر ... کی مدد کرنا ۱۲

جو لکھا ہے یعنی اطلاق باعتبار جمع کے ہے نہ ہر سبب کے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے و ان نکحہا علی الید و ما یحدث منہا او علی الجنایۃ ثم مات منہ وجب لہا فی العمد
مہر المثل و لا شیء علیہا لرضاہ بالسقوط اور اگر دست بریدہ مرد نے عورت قاطعہ سے نکاح کیا قطع ید پر اور اس فعل پر جو پیدا ہو قطع ید سے یا نکاح کیا جنایت کے
بدلے پھر وہ مر گیا اسکے سبب سے تو عمد میں عورت کا مہر مثل واجب ہوگا اور عورت پر کچھ واجب نہیں مرد کیواسطے بسبب راضی ہو جانے مرد کے سقوط قصاص سے
یعنی جب اسنے قصاص کو مہر قرار دیا اور وہ مہر ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا تو قصاص اصل سے ساقط ہو گیا و لو خطأ رفع عن العاقلۃ مہر مثلہا و الباقی
وصیۃ لہم انہ المعاقلۃ اور اگر قطع بطور خطا کے تھا تو عورت کے مددگاروں سے اسکا مہر مثل مرتفع ہو گیا اور باقی دیت وصیت ہے مددگاروں کیواسطے ہم جنایت
خطا میں دیت پر نکاح ٹھہرا اور دیت میں مہر ہونے کی لیاقت ہے سو اگر مہر مثل دیت کے برابر ہے اور مقتول کا کچھ مال نہیں سوائے دیت کے تو مددگاروں پر کچھ واجب نہیں
اسواسطیکہ نکاح کرنا حوائج اصلیہ سے ہے تو تصحیح مال سے معتبر ہوگا اور اگر مہر مثل دیت سے زیادہ ہے تو زیادت واجب نہیں اسواسطیکہ عورت تو مہر مثل سے کمتر پر راضی ہو گئی
اور اگر مہر مثل دیت سے کمتر ہو تو زیادت وصیت ہے مددگاروں کیواسطے اور یہ وصیت صحیح ہے کیونکہ وہ لوگ قاتل نہیں کذا فی شرح الوقایۃ فان خرج من الثلث سقط
و الا سقط ثلث المال فقط پھر اگر زائد از مہر تہائی مال سے نکلا تو مددگاروں سے ساقط ہو گیا ورنہ فقط تہائی مال ساقط ہوگا ہم یعنی جو مہر مثل سے زیادہ ہے تو اسکو
نظر کرنا چاہیے کہ مقتول کے ثلث مال سے نکل سکتا ہے یا نہیں اگر نکل سکتا ہے تو بھی مددگاروں سے ساقط ہو گیا کیونکہ وہ وصیت ہے انکے حق میں تو وصیت صحیح ہوئی
اسواسطیکہ مددگار اجنبی ہیں مقتول سے اور اگر تہائی سے نکل نہیں سکتا تو بقدر تہائی کے مددگاروں پر ساقط ہوگا اور زیادت کا ادا کرنا مقتول کے وارثوں کیواسطے
مددگاروں پر واجب ہوگا اسواسطے کہ وصیت سوا تہائی مال کے جاری نہیں ہوتی کذا فی المنح و لو قطعت یدہ فاقتص لہ فمات المقطوع الاول
قتل الثانی قتل الثانی بہ لسرایتہ و عن ابی یوسف لا قود لانہ لما اقدم علی القطع فقد ابرأ عما وراءہ و ظاہر اشکال ابن الکمال یفید تقویۃ قول ابی یوسف رحمہ اللہ
المصنف اور اگر ایک شخص کا ہاتھ کاٹا گیا سو اسکا بدلا لیا گیا سو مقطوع اول مر گیا مقطوع ثانی سے پہلے تو مقطوع ثانی قتل کیا جائیگا اسکے بدلے بسبب سرایت
قطع کے اور ابو یوسف رح سے روایت یوں ہے کہ قتل کا قصاص نہیں اسواسطے کہ جب مقطوع اول نے قاطع کے قطع ید پر اقدام کیا تو اسکو بری الذمہ کر دیا ماورا
قطع سے اور ابن کمال کا ظاہر اشکال تقویت قول ابو یوسف کا مفید ہے ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں ہم خلاصہ اشکال مذکور یہ ہے کہ اگر قطع ید کو مقطوع عفو
کر دے پھر مر جائے تو قاطع پر دیت ہے اسوجہ سے کہ صورت عفو کی سقوط قصاص میں کافی ہے کیونکہ وہ صورت شبہہ ہے تو وہاں اسکی بارات معتبر کی اور یہاں معتبر نہ کی
طحطاوی نے کہا کہ یہ اشکال متون اور شروح کے معارض نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بحث ہے یعنی روایت نہیں و لو مات المقتص منہ فدیتہ علی عاقلۃ المقتص لہ
خلافا لہما قلت ہذا اذا استوفاہ بنفسہ بلا حکم حاکم و اما الحاکم و الحجام و الختان و الفصاد و البزاغ فلا تقیید فعلہم بشرط السلامۃ کالاجیر و تمامہ فی الدرر اور اگر وہ شخص
مر گیا جس سے قطع ید کا بدلا لیا گیا تو اسکی دیت اسکے مددگاروں پر ہے جسکے واسطے بدلا لیا گیا برخلاف صاحبین رح کے کہ انکے نزدیک دیت نہیں میں کہتا ہوں
یہ یعنی دیت کا واجب ہونا اسوقت ہے جبکہ مقطوع بذات خود استیفاء قصاص کرے بدون حکم کرنے حاکم کے اور حاکم اور پچھنے لگانے والا اور ختنہ کرنے والا اور فصد
کھولنے والا اور نشتر زن سو انکا فعل تو مقید بشرط سلامت نہیں ہے مزدور کے مانند اور اسکا پورا بیان درر میں ہے و الاصل ان الواجب لا تقیید بوصف السلامۃ
و المباح تقیید بہ اور قاعدہ کلیہ ضمان اور عدم ضمان کا یہ ہے کہ فعل واجب مقید بوصف سلامت نہیں ہوتا اور فعل مباح سلامت رہنے کے ساتھ مقید ہوتا ہے
ہم یعنی چونکہ حاکم پر قصاص لینا اور حجام اور ختان اور فصاد پر عقد اجارہ کے سبب سے فعل کرنا واجب ہے تو در صورت ضرر کے انپر کچھ تاوان نہیں بخلاف فعل مباح
کے کہ اسمیں عدم ضرر شرط ہے و منہ ضرب الاب ابنہ تادیبا و الام و الوصی اور منجملہ فعل مباح کے باپ کا مارنا ہے اپنے فرزند کو ادب سکھانے کے واسطے یا ماں کا
یا وصی کا مارنا یتیم کو و من الاول ضرب الاب او الوصی او المعلم باذن الاب تعلیما فمات لا ضمان فضرب التادیب مقید لانہ مباح و ضرب التعلیم لا لانہ واجب
اور قسم اول سے یعنی منجملہ فعل واجب کے باپ یا وصی کا مارنا یا معلم کا مارنا باپ کے اذن سے تعلیم دینے کیواسطے پھر صغیر مر گیا تو ضمان نہیں تو ادب کیواسطے مارنا مقید

رہنے کے ساتھ مشروط ہی اسواسطے کہ تادیب مباح ہی اور تعلیم کے واسطے مارنا باپ اور وصی اور معلم کا مشروط بالسلامت نہین اسواسطے کہ تعلیم دین کی واجب ہی ومحلہ فی الضرب المعتاد واما غیرہ فموجب للضمان فی الکل وتمامہ فی الاشباہ اور عدم ضمان کا محل ضرب ہی عادت کے موافق اور خلاف عادت کے سوا مارنا تو ضمان کا موجب ہی سب صورتون مین اور پورا بیان اسکا اشباہ مین ہی ہم یعنی اگر ضرب عادت اور رواج کے موافق ہی باعتبار کمیت اور کیفیت اور محل کے سو اسمین ضمان نہین تو اگر منہ پر یا آلات تناسل پر ضرب واقع ہوا اور صغیر تلف ہوجاے تو ضمان واجب ہی سب کے نزدیک بلاخلاف اگرچہ ایک ہی کوڑا یا چھڑی ماری کذا فی الطحطاوی عن ابی السعود عن تلخیص الکبری وان قطع ولی القتیل ید القاتل وبعد ذلک عفا عن القتل ضمن القاطع دیۃ الید لانہ استوفی غیر حقہ لکن لا للشبہۃ وقالا لاشیء علیہ اور اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا اور بعد اسکے جنایت قتل کو معاف کردیا تو قطع کرنے والا قاتل کے ہاتھ کا خونبہا دے اسواسطے کہ وارث نے اپنے حق کا غیر حاصل کرلیا یعنی اسکا حق قاتل کا قتل تھا نہ قطع لیکن وارث سے قطع کا بدلہ نہ لیا جاویگا شبہہ کے سبب سے اور صاحبین نے کہا کہ وارث پر کچھ لازم نہین نہ قصاص نہ دیت وضمان الصبی اذا مات من ضرب ابیہ او وصیہ تادیبا ای للتادیب علیہما ای علی الاب والوصی لان التادیب یحصل بالزجر والتعریک وقالا لا یضمن لو معتادا واما غیر المعتاد ففیہ الضمان اتفاقا اور صغیر کا ضمان جبکہ وہ مرجاے اپنے باپ یا وصی کے مارنے سے تادیب کیواسطے انہین دونون پر ہی یعنی باپ اور وصی پر اسواسطے کہ ادب سکھانا تو جھڑکنے اور گوشمالی سے حاصل ہوتا ہی اور صاحبین نے کہا کہ ضمان نہین ہی اگر ضرب عادت کے موافق ہو اور ضرب غیر معتاد مین تو باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہی کضرب معلم صبیا او عبدا بغیر اذن ابیہ ومولاہ لف ونشر مرتب فالضمان علی المعلم اجماعا جیسے معلم کے مارنے مین صغیر اور غلام کو بدون اذن اسکے باپ اور مالک کے ضمان ہی تو معلم پر درصورت عدم اذن باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان ہی شارح نے کہا قولہ ابیہ ومولاہ مین لف ونشر مرتب ہی وان الضرب باذنہما لاضمان علی المعلم اجماعا قیل ہذا رجوع من ابی حنیفۃ الی قولہما اور اگر مارنا باپ اور مالک کے اذن سے ہی تو معلم پر باتفاق امام اور صاحبین کے ضمان نہین بعضون نے کہا کہ یہ یعنی امام کا یہ قول کہ معلم پر ضمان نہین باپ کے اذن سے رجوع کرنا ہی امام ابوحنیفہ کا صاحبین کے قول کی طرف حم تتمہ اور کفایۃ المجیب مین مذکور ہی کہ اصح یہ ہی کہ امام نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کیا ہی لیکن اسمین خلل یہ ہی کہ امام اور صاحبین کا خلاف تو ضرب تادیب مین ہی اور یہان ذکر ہی ضرب تعلیم کا اور تعلیم واجب ہی مقید بسلامت نہین اور اسمین کچھ خلاف نہین کذا فی الطحطاوی وکذا لا یضمن زوج امراۃ ضربہا تادیبا لان تادیبہا للمولی کذا اعزاہ المصنف لشرح المجمع للعینی قلت وہو فی الاشباہ وغیرہا کما قدمناہ اور اسی طرح ضمان نہ دیگا وہ شوہر جسنے اپنی جورو کو مارا تادیب کیواسطے سو وہ مرگئی اسواسطے کہ اسکی تادیب ولی کا حق ہی مصنف نے یہ قول منسوب کیا ہی عینی کی شرح مجمع کی طرف مین کہتا ہون اور یہی قول اشباہ وغیرہ مین بھی مذکور ہی چنانچہ ہم اسکو مقدم ذکر کرچکے ہین وفی دیات المجتبی الزوج والوصی کالاب تفصیلا وخلافا فعلیہم الدیۃ والکفارۃ وقیل رجع الامام الی قولہما وتمامہ ثمہ اور مجتبی کے باب الدیات مین ہی کہ شوہر اور وصی باپ کے مانند ہی تفصیل اور خلاف امام اور صاحبین مین تو امام کے نزدیک باپ اور زوج اور وصی پر دیت اور کفارہ ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ امام نے رجوع کیا ہی صاحبین کے قول طرف اور اسکا پورا بیان مجتبی مین ہی فروع مسائل لفقہ شارح کے ضرب امراۃ فافضاہا فان کانت تستمسک بولہا ففیہ ثلث الدیۃ والا فکل الدیۃ کسی نے ایک عورت کو مارا اسواسطے صدمہ سے مسلک اسکے بول اور حیض کا یا مسلک حیض اور غائط کا پھٹ کر ایک ہوگیا تو اگر اسکا پیشاب تھم سکتا ہو تو اسمین تہائی دیت ہی اور تھم نہ سکتا ہو تو اسمین پوری دیت ہی وان افتض بکرا بالزنا فافضاہا فان طاوعتہ حدا ولا غرم وان اکرہہا فعلیہ الحد وارش الافضاء ولا العقر حاوی القدسی اور ایک مرد نے باکرہ عورت کا ازالہ بکارت کیا زنا سے سو اسکا مسلک بول اور غائط کا پھٹکر ایک ہوگیا تو اگر عورت کی رضامندی سے حرامکاری ہوئی ہو تو مرد اور عورت دونون پر حد ماری جاوے اور مرد پر مہر نہین ہی اور اگر عورت پر زبردستی کی ہو مرد نے تو مرد پر حد واجب ہی اور خونبہا چیر ڈالنے کا نہ مہر کذا فی الحاوی القدسی قطع الحجام لحما من عینہ وکان غیر حاذق فعمیت فعلیہ نصف الدیۃ اشباہ حجام نے ایک شخص کی آنکھ سے گوشت کی گٹھی کاٹی اور

وہ ہوشیار تجربہ کار نہ تھا سو آنکھ اسکی اندھی ہوگئی تو حجام پر آنکھ کی نصف دیت ہے کذا فی الاشباہ وفی القنیۃ سئل نجم الدین عن صبیۃ سقطت من سطح فانتفخ راسها
فقال کثیر من الجراحین ان شققتم راسها تموت وقال واحد منهم ان لم تشقوه الیوم تموت وانا اشقه وابرئها فشقه فماتت بعد یوم او یومین هل یضمن فتأمل
ملیا ثم قال لا اذا کان الشق باذن وکان الشق معتادا ولم یکن فاحشا خارج الرسم قیل له فلو قال ان ماتت فانا ضامن هل یضمن قال لا انتہی
ثابت انه لم یعتبر شرط الضمان لما تقرر ان شرطه علی الامین باطل علی ما علیه الفتوی انتہی اور قنیہ میں ہے کہ نجم الدین سے سوال ہوا اس صغیرہ کے مسئلہ کا
جو چھت پر سے گر پڑی سو اسکا سر ورم کر گیا تو بہت جراحوں نے کہا کہ اگر اسکے سر کو چیر دو گے تو وہ مر جاویگی اور ایک جراح نے کہا کہ اگر اسکو نہ چیرو گے آج تو وہ
مر جاویگی اور میں سر کو چیرونگا اور اسکو اچھا کر دونگا سو اسنے اسکو چیرا تو وہ مر گئی ایک دن یا دو دن کے بعد کیا اسپر ضمان لازم ہوگا یا نہیں سو نجم الدین نے دیر تک تأمل کیا
پھر کہا کہ اسپر ضمان نہیں جبکہ چیرنا اذن سے ہو اور چیرنا عادت کے موافق ہو اور فاحش یعنی رسم اور عادت سے خارج نہو پھر نجم الدین سے کہا گیا کہ اگر جراح نے کہا ہو کہ اگر
صغیرہ مر جاوے تو میں ضامن ہوں یعنی میرے اوپر اسکا خونبہا ہے تو ضمان دیت کا اسپر لازم ہوگا یا نہیں تو جواب دیا کہ ضمان لازم نہوگا انتہی سوال وجواب من القنیہ میں
کہتا ہوں شرط ضمان کی معتبر نہوگی اسواسطے کہ ثابت ہوچکا ہے کہ امین پر ضمان کا شرط کرنا باطل ہے بموجب قول مفتی بہ کے انتہی کلام المصنف فی شرحہ کذا فی الاشباہ

باب الشہادۃ فی القتل

واعتبار حالتہ ای حالۃ القتل یہ باب ہے قتل کی گواہی اور حالت قتل کے معتبر ہونے میں القود یثبت للورثۃ ابتداء بطریق الخلافۃ من غیر سبق ملک
المورث لان شرعیۃ القود للتشفی الصدور ودرک الثار والمیت لیس باهل له قصاص وارثوں کیواسطے ثابت ہوتا ہے سرے سے بطریق خلافت کے بدون سبقت
ملک مورث کے اسواسطے کہ قصاص کا مشروع ہونا تشفی دل اور مطالبہ خون کے حاصل ہونے کیواسطے ہے اور میت اسکا اہل نہیں یعنی تشفی قلب اور مطالبہ خون کا
امام کے نزدیک قصاص کا ثبوت وارثوں کے واسطے ابتداء ہوتا ہے بطریق خلافت کے اور صاحبین کے نزدیک بطریق وراثت کے اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ وراثت
سبقت ملک مورث کی مستدعی ہے پھر مورث سے وارث کی طرف ملک منتقل ہوتی ہے اور خلافت اسکی مستدعی نہیں تو خلافت سے مراد یہاں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے
شخص کے قائم مقام ہو اسکے فعل کے قائم کرنے میں تو قتل میں جب قاتل نے مقتول پر تعدی کی تو حق یہ تھا کہ مقتول اسیطرح قاتل پر تعدی کرتا لیکن مقتول تو قاتل
کے قتل کرنے سے عاجز ہے تو اسکے وارث اسکے قائم مقام ہوگئے بدون اسکے کہ مقتول قتل کا مالک ہوا پھر ملک نے اس سے وارثوں کی طرف انتقال کیا کذا فی شرح الوقایہ
خلاصہ یہ ہے کہ خلافت حقیقی یہاں مراد نہیں اسواسطے کہ اصل کا قائم ہونا طلب قصاص کیواسطے عقلاً غیر متصور ہے بلکہ خلافت مجازی مراد ہے یعنی مقابل وراثت وقولہ تعالی
فقد جعلنا لولیہ سلطانا نص فیہ اور حق تعالی کا یہ قول فقد جعلنا لولیہ سلطانا صریح ہے اس میں یعنی وارث کیواسطے ثبوت قصاص کا بطریق خلافت کے ہے نہ بطریق وراثت کے
ترجمہ آیت شریفہ کا یہ ہے اور جو مظلوم مارا گیا تو مقرر ہم نے اسکے وارث کیواسطے مواخذہ یا قصاص کا تسلط ٹھہرا دیا وقالا بطریق الارث کما لو انقلب مالا او
صاحبین نے کہا کہ ثبوت قصاص کا وارثوں کو بطریق ارث کے ہے جیسے اس صورت میں جبکہ قصاص منقلب بمال ہوجاوے یعنی قتل خطا میں وثمرۃ الخلاف ما افادہ بقولہ
فلا یصیر احدهم ای احد الورثۃ خصما عن البقیۃ فی استیفاء القصاص خلافا لهما اور امام اور صاحبین کے خلاف کا ثمرہ وہ ہے جسکو مصنف نے بیان کیا ہے اپنے قول سے
یعنی جب وارثوں کو ثبوت قصاص کا بطریق میراث کے نہوا تو ایک وارث مخاصم نہ ٹھہر جائیگا باقی وارثوں کی طرف سے استیفاء قصاص میں برخلاف صاحبین کے
والاصل ان کل ما یملکه الورثۃ بطریق الوراثۃ فاحدهم خصم عن الباقین لانه قائم مقام الکل فی الخصومۃ وما یملکه الورثۃ لا بطریق الوراثۃ لا ینتصب احدهم خصما عن الباقین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ
جس چیز کے وارث مالک ہیں بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم ہوتا ہے باقی وارثوں کی طرف سے اور تمام وارثوں کے قائم مقام ہے خصومت میں اور جس چیز
کے وارث مالک ہوتے ہیں بطریق وراثت کے تو وہاں ایک وارث مخاصم نہیں ہوتا باقی وارثوں کی جانب سے اور خصومت میں سب کے قائم مقام نہیں ہوتا جب یہ
قاعدہ معلوم ہوا تو اگر ایک وارث نے متروکہ سے کسی چیز کا دعوی کیا اور گواہ لایا تو سب وارثوں کا حق ثابت ہوگیا تو باقی وارثوں کو تجدید دعوی کی اور گواہی لانے کی حاجت

نہیں اور اسی طرح اگر کسی شخص نے ایک وارث پر کسی چیز کے متروکہ میں سے دعویٰ کیا اور گواہ لایا تو وہ دعویٰ سب وارثوں پر ثابت ہوگیا پھر ہر شخص پر دعویٰ کرنے کی کچھ
کو حاجت نہیں ثم فرع علیہ بقولہ فلو اقام حجۃ بقتل ابیہ عمدا مع غیبۃ اخیہ یرید القود لا یقید اجماعا حتی یحضر الغائب المعبہ یحبس لانہ صار متہما پھر مصنف نے قاعدہ
مذکورہ پر تفریع کی بقول خود تو ایک بھائی نے گواہ قائم کیے اپنے باپ کے قتل عمد پر دوسرے بھائی کی غیبت میں قصاص لینے کیواسطے تو حاکم قصاص نہ دے بالاتفاق
غائب کے حاضر ہونے تک لیکن قاتل محبوس کیا جاویگا اسواسطے کہ وہ متہم ہوگیا ہے امام کے نزدیک اسواسطے قصاص نہ ہوگا کہ ایک وارث باقی وارثوں کا قائم مقام
نہیں ہو سکتا اور صاحبین کے نزدیک عفو غائب کے احتمال سے قصاص نہیں فان حضر الغائب یعیدہا ثانیا لیقتلا القاتل وقالا لا یعید پھر اگر غائب بھائی حاضر
ہوا تو اعادہ حجت کرے دوسری بار تا دونوں بھائی قاتل کو قتل کریں اور صاحبین نے کہا کہ اعادہ نہ کرے یعنے اسواسطے کہ انکے نزدیک ملک ورثہ بطریق میراث کے ہے نہ بطریق
خلافت کے وفی القتل الخطاء والدین لا یحتاج الی اعادۃ البینۃ بالاجماع لما مر اور دعویٰ قتل خطا اور دین میں اعادہ شہادت کی حاجت نہیں ہے بالاتفاق
بدلیل گذشتہ یعنی قتل خطا اور دین کا موجب مال ہے اور مال میں ثبوت ملک بطریق میراث کے ہوتا ہے تو ایک وارث باقی وارثوں کے قائم مقام ہوگا فلو برہن القاتل
علی عفو الغائب فالحاضر خصم لانقلابہ مالا وسقط القود اور اگر قاتل گواہ لایا وارث غائب کے عفو کر دینے پر تو وارث حاضر مخاصم ٹھہریگا اسواسطے کہ قصاص منقلب
بمال ہوگیا اور قصاص ساقط ہوگیا ہے حاضر اسواسطے خصم ہوا کہ قاتل نے اسپر حق کا دعویٰ کیا یعنی درصورت عفو کے حاضر کا حق قصاص میں سے ساقط ہوگیا اور قصاص
منقلب بمال ہوگیا اور یہ ممکن نہیں مگر عفو غائب کے اثبات سے لہذا حاضر غائب کی طرف سے مخاصم ٹھہرا پھر جب اسپر حکم ہوگیا تو غائب پر تبعا حکم ہوگیا پھر اگر غائب آوے
اور عفو کا انکار کرے اور گواہ غائب ہوں یا مر گئے ہوں تو نصف دیت اسکا حق ہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو قتل عبدہما عمدا او خطاء والحال ان السیدین
احدہما غائب فہو علی التفصیل السابق اور اسی طرح اگر دو مالکوں کے ایک غلام کو عمداً یا خطاً قتل کیا اور حالانکہ دونوں مالکوں میں سے ایک غائب ہے تو اسکا حکم بموجب
تفصیل سابق کے ہے یعنی اگر مالک حاضر گواہ لاویگا تو گواہی مقبول نہو گی بدون اعادہ مالک غائب کے اور اگر قاتل گواہ لاویگا کہ مالک غائب نے عفو کر دیا ہے
تو مالک حاضر خصم ٹھہریگا اور قصاص ساقط ہوجاویگا ولو اخبر ولیا قود بعفو اخیہما ای الثالث فہو ای اخبارہما عفو للقصاص منہما عملا بزعمہما اور اگر قصاص
کے دو وارثوں نے اپنے تیسرے بھائی کے عفو کرنے کی خبر دی تو انکا خبر دینا عفو قصاص ہے انہیں دونوں کی طرف سے انکے گمان پر عمل کرنے کی وجہ سے اسواسطے
کہ ایک وارث کے بھی عفو کرنے سے قصاص قائم نہیں رہتا کیونکہ قصاص قسمت پذیر نہیں ثم ہی رباعیۃ فالاول ان صدقہما ای المخبرین القاتل والاخ الشریک
فلا شیئ لہ ای للشریک عملا بتصدیقہ ولہما ثلثا الدیۃ اور اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں سو ایک صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے شریک بھائی نے دونوں مخبر وارثوں
کی تصدیق کی تو تیسرے شریک کو دیت میں سے کچھ حصہ نہیں انکی تصدیق پر عمل کرنے کے سبب سے اور دونوں مخبر بھائیوں کے واسطے دیت کی دو تہائیاں ہیں اسواسطے
کہ دونوں کا حصہ مال ہوگیا اخبار عفو سے والثانی ان کذباہما فلا شیئ للمخبرین وللاخ فیہما ثلث الدیۃ اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر قاتل اور تیسرے بھائی
نے دونوں کی تکذیب کی تو دونوں مخبر بھائیوں کا کچھ حصہ نہیں اور تیسرے بھائی کی تہائی دیت ہے والثالث ان صدقہما القاتل وحدہ فلکل منہم ثلثہا اور
تیسری صورت یہ ہے کہ اگر مخبر دونوں بھائیوں کی فقط قاتل نے تصدیق کی اور تیسرے بھائی نے تکذیب کی تو تینوں بھائیوں کیواسطے تہائی دیت ہے والرابع ان
صدقہما الاخ فقط فلہ ثلثہا لان اقرارہ ارتد بتکذیب القاتل ایاہ فوجب لہ ثلث الدیۃ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اگر مخبر دونوں بھائیوں کی فقط تیسرے بھائی
نے تصدیق کی یعنے اور قاتل نے انکی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کو تہائی دیت کی ہے اسواسطے کہ اقرار اسکا رد ہوگیا قاتل کی تکذیب سے یعنی جب قاتل نے تیسرے
مصدق بھائی کی تکذیب کی تو اسکا عفو کرنا ثابت نہوا لہذا ثلث دیت اسکے واسطے واجب ہوئی ہم شارح نے یہ جواب دیا سوال مقدر کا خلاصہ سوال یہ ہے کہ جب تیسرے
بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو اسکا حق قاتل پر زیادہ معاف کر دینے کے سبب سے پھر ثلث دیت کیوں اسکے واسطے واجب ہوئی خلاصہ جواب یہ ہے کہ اسکا اقرار قاتل کی تکذیب سے
ثابت نہوا اسواسطے مستحق ثلث کا ہوا ولکنہ یصرف ذلک الی المخبرین استحسانا وہو الاصح زیلعی لانہ صار مقرا لہما بما اقر بہ القاتل ولیکن ثلث مذکور مخبروں کی طرف پھیرا جاویگا

استحسان کی وجہ سے اور یہی قول اصح ہے کذا فی الزیلعی اسواسطے کہ تیسرا بھائی دونوں مخبر بھائیوں کے واسطے اس مال کا مقر ہو گیا جسکا قاتل نے اقرار کیا ہے ۔ بیان ہے وجہ استحسان کا یعنی جب قاتل نے مخبرین عفو کی تکذیب کی تو تیسرے بھائی کے واسطے ثلث دیت کا اقرار کیا اسواسطے کہ قاتل کے گمان میں جب قصاص ساقط ہو گیا مخبرین کے دعوے عفو سے تو تیسرے بھائی کا حصہ منقلب بمال ہو گیا پھر جب تیسرے بھائی نے مخبرین عفو کی تصدیق کی تو البتہ یہ گمان کیا کہ مخبرین کا حصہ منقلب بمال ہو گیا تو اسکا مقر ٹھہرا جسکا قاتل مقر ہے کذا فی شرح الوقایہ طحاوی نے کہا نظیر اسکا وہ مسئلہ ہے کہ مثلاً زید نے اقرار کیا کہ میرے اور خالد کے سو درم عمرو پر ہیں پھر خالد نے کہا کہ وہ درم میرے نہیں ہیں بلکہ محمود کے ہیں تو یہ مال محمود کے واسطے ثابت ہوگا اسی طرح جس ثلث کا قاتل نے تیسرے بھائی کیواسطے اقرار کیا وہ دونوں مخبر بھائیوں کا ٹھہریگا

وان شہد انہ ضربہ بشیء یجرح فلم یزل صاحب فراش حتی مات فعلیہ القصاص لان الثابت بالبینۃ کالثابت معاینۃ ولا یحتاج الشاہدان ان یقولا انہ مات من جراحتہ کذا فی البزازیہ اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اُسنے اُسکو زخمی کرنے والی چیز سے مارا سو وہ ہمیشہ بستر پر پڑا رہا یہانتک کہ مر گیا تو زخم لگانے والے سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ جو شہادت سے ثابت ہے وہ اسکے مانند ہے جو مشاہدہ سے ثابت ہے تو اسکی حاجت نہیں شاہد کو کہ یوں کہے کہ مقتول مر گیا اسکے زخم سے کذا فی البزازیہ اسواسطے کہ حکم مضاف ہوتا ہے سبب سابق کی طرف نہ سبب متوہم کی طرف

وان اختلف شاہدا القتل فی الزمان او فی المکان او فی الآلۃ او قال احدہما قتلہ بعصا وقال الآخر لم ادر بماذا قتلہ او شہد احدہما علی معاینۃ القتل والآخر علی اقرار القاتل بہ بطلت لان القتل لا یتکرر اور اگر قتل کے دو شاہد اختلاف کریں زمان قتل یا مکان قتل میں یا قتل کے ہتھیار میں مختلف ہوں یا ایک شاہد کہے کہ اسکو لاٹھی سے مارا اور دوسرا کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں کس ہتھیار سے مارا یا ایک شاہد معاینہ قتل کی گواہی دے دوسرا شاہد قتل قاتل کے اقرار کی گواہی دے تو یہ شہادت باطل ہے اسواسطے کہ قتل دوبارہ نہیں ہو سکتا ہے تو ان صورتوں میں قاتل پر دیت واجب ہوگی اسواسطے کہ قتل عمد کی دیت مددگاروں پر نہیں ہوتی **وکذا تبطل الشہادۃ لو کمل النصاب فی کل واحد منہما للتیقن بان القاضی بکذب احد الفریقین ولا اولویۃ** اور اسی طرح شہادت باطل ہوگی اگر شہادت کی نصاب شقین کی ہر واحد میں پوری ہے اسواسطے کہ قاضی کو ایک فریق کا کاذب ہونا بالیقین ثابت ہے اور کسی فریق کیواسطے اولویت اور ترجیح ثابت نہیں کہ ایک قبول ہو اور دوسری رد ہو **ولو کمل فی احدہما دون الآخر قبل الکامل منہما لعدم المعارض** اور اگر ایک فریق میں نصاب شہادت کی پوری ہوگئی نہ دوسری فریق میں تو نصاب کامل مقبول ہوگی عدم معارض کے سبب سے یعنی اگر مثلاً زمان قتل میں اختلاف ہوا اور ایک طرف دو شاہد ہیں اور دوسری طرف ایک شاہد تو دو شاہدوں کی گواہی مقبول ہوگی

ولو شہدا انہ قتلہ وقالا جہلنا آلتہ تجب الدیۃ فی مالہ فی ثلث سنین شرنبلالیہ **استحسانا حملا علی الادنی وہو الدیۃ وکانت فی مالہ لان الاصل فی الفعل العمد** اور اگر دو گواہوں نے گواہی دی کسی کے قتل کی اور انھوں نے کہا کہ ہمکو قتل کا ہتھیار معلوم نہیں تو قاتل کے مال میں دیت واجب ہوگی تین سال کے اندر کذا فی الشرنبلالیہ بدلیل استحسان کمتر پر محمول کرنے کے سبب سے اور موجبات قتل میں کمتر تو دیت ہے اور دیت قاتل کے مال میں واجب ہوگی اسواسطے کہ فعل میں فاعل کا عمداً کرنا اصل ہے نہ خطا ہم قیاس یہاں یہ تھا کہ شہادت مقبول نہ ہوتی بسبب جہالت قتل کے ہتھیار کے مجہول ہونے سے لیکن بدلیل استحسان ادنیٰ موجب قتل پر محمول کیا اور شاہدوں کا اظہار جہالت غفلت پر محمول نہوا بلکہ ستر پر محمول کیا باعتبار حسن ظن کے کہ انھوں نے عقوبت ٹلجانے پر جو شرعاً مستحب ہے کوشش کی

وان اقر کل واحد منہما ای من الرجلین انہ قتلہ وقال الولی قتلتماہ جمیعا لہ قتلہما عملا باقرارہما اور اگر دو مردوں میں سے ہر مرد نے یہ اقرار کیا کہ میں نے اسکو قتل کیا اور مقتول کے وارث نے کہا کہ تم دونوں نے اسکو قتل کیا ہے تو وارث کو دونوں کا قتل کرنا جائز ہے انکے اقرار پر عمل کرنے کے سبب سے **ولو کان مکان الاقرار فی المسئلۃ الشہادۃ لغت الشہادتان لان التکذیب تفسیق وفسق الشاہد یبطل شہادتہ اما فسق المقر لا یبطل الاقرار** اور اگر مسئلہ سابقہ میں بجائے اقرار کے شہادت ہو تو دونوں گواہیاں لغو ہو جاوینگی اسواسطے کہ باہم گواہوں کی تکذیب فاسق کہنا ہے گواہوں کا اور گواہ کا فاسق ہونا اسکی گواہی کو باطل کرتا ہے لیکن مقر کا فسق اسکے اقرار کو باطل نہیں کرتا یعنی اسواسطے مسئلہ سابقہ میں اقرار لغو نہ ٹھہرا

ولو قال الولی فی صورۃ الاقرار السابقۃ صدقتما لیس لہ ان یقتل الا احدہما لان تصدیقہ بانفراد کل بقتلہ وحدہ اقرار بان الآخر لم یقتلہ بخلاف قولہ قتلتماہ لانہ دعو

القتل بلا تصدیق فیقتلهما باقرارهما زیلعی اور اگر وارث مقتول نے اقرار کی صورت سابقہ میں کہا کہ تم دونوں صادق ہو اقرار قتل میں تو وارث کو دونوں مقروں میں سے ایک مقر کا بھی قتل کرنا جائز نہیں اس واسطے کہ وارث کی تصدیق ہر مقر کے تنہا قتل کرنے کی اقرار ہے اسکا کہ دوسرے نے اسکو قتل نہیں کیا یعنی تو در حقیقت دونوں کا کہنا ٹھہرا برخلاف اس قول کے جو وارث نے کہا تھا کہ تم دونوں نے اسکو قتل کیا ہے اس واسطے کہ وہ قول قتل کا دعوی ہے بدون تصدیق کے تو اس صورت میں وارث دونوں کو قتل کر سکتا ہے انکے اقرار کے سبب سے کذا فی الزیلعی ولو اقر رجل بانه قتله وقامت البینة وقال الولی قتلتماه کلاهما کان له للولی قتل المقر دون المشهود علیه لان فیه تکذیبا لبعض موجبه کما مر اور اگر ایک مرد نے اقرار کیا کہ میں نے مقتول کو مارا ہے اور گواہ قائم ہوئے اسپر کہ دوسرے شخص نے اسکو قتل کیا ہے اور وارث نے کہا کہ مقر اور مشہود علیہ دونوں نے اسکو قتل کیا تو وارث کو مقر کا قتل کرنا جائز ہے نہ مشہود علیہ کا اس واسطے کہ اسمیں بعض موجب مشہود بہ کی تکذیب ہے چنانچہ عنقریب گذر گیا ہے موجب مشہود بہ انفرادی ہے یعنی شہادت اسپر قائم ہوئی ہے کہ غیر مقر دوسرے شخص نے اسکو تنہا قتل کیا ہے اور وارث قتل بالاشتراک کا قائل ہے تو تکذیب شاہدوں کی ہوئی انفرادیمیں اور تکذیب تفسیق ہے شاہدوں کی اور تفسیق مبطل شہادت ہے ولو قال الولی لاحد المقرین صدقت انت قتلته وحدك كان له قتله لتصادقهما علی وجوب القتل علیه وحده اور اگر وارث نے دو اقرار کرنے والوں میں سے ایک اقرار کرنے والے سے کہا کہ تو سچا ہے تو ہی نے اسکو تنہا قتل کیا ہے تو وارث کو اس مقر کا قتل کرنا جائز ہے اس واسطے کہ فقط مقر مذکور کے قتل واجب ہونے پر وارث اور مقر دونوں نے اتفاق کیا ہے باہم کے تصادق سے کما لو قال ذلک لاحد المشهود علیهما کان له قتله لعدم تکذیبه شهوده علیه وانما کذب الآخرین چنانچہ اگر ولی نے اسی طرح دو میں سے ایک مشہود علیہ سے کہا تو وارث کو اس مشہود علیہ کا قتل کرنا جائز ہے اس واسطے کہ اسنے مشہود علیہ کے گواہوں کی تکذیب نہیں کی اسنے تو اور گواہوں کی تکذیب کی وکذا الحکم الخطاء فی کل ما ذکر ذکره الزیلعی اور اسی طرح یعنی قتل عمد کے مانند قتل خطا کا حکم ہے ہر ایک امر مذکور میں ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے لیکن عمد میں قتل واجب ہوا تھا اور خطا میں دیت واجب ہوگی شهدا علی رجل بقتله خطاء وحکم بالدیة علی العاقلة فجاء المشهود بقتله حیا ضمن العاقلة الولی لقبضه الدیة بلا حق او الشهود ورجعوا ای الشهود علیه علی الولی لتملکهم المضمون الذی فی ید الولی دو گواہوں نے ایک مرد کے قتل خطا پر گواہی دی اور دیت دینے کا قاتل کے مددگاروں پر حکم ہو گیا پھر جسکے مقتول ہونے کی گواہی دی گئی تھی زندہ آیا تو قاتل کے مددگار مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا تاوان لیں اس واسطے کہ وارث نے ناحق دیت لی یا گواہوں سے تاوان لیں اور گواہ وارث سے پھر لیں اس واسطے کہ گواہ مالک ہو گئے دیت دے کر اس مال مضمون کے جو وارث کے ہاتھ میں والشهادة علی العمد فی هذا الحکم کالخطاء فاذا جاء حیا یخیر الورثة بین تضمین الولی الدیة او الشهود الا فی الرجوع فلا رجوع للشهود علی الولی لانهم ادوا عنه القود وهو لیس بمال وقالا یرجعون کالخطاء اور اس حکم میں قتل عمد پر گواہی قتل خطا کی گواہی کے مانند ہے پھر جبکہ مقتول مفروض زندہ آوے گا تو قتل عمد کے مشہود علیہ کے وارث مختار ہیں اسمیں کہ مقتول مفروض کے وارث سے دیت کا ضمان لیں یا گواہوں سے تاوان لیں مگر رجوع میں عمد اور خطا برابر نہیں تو مقتول مفروض کے وارث سے گواہوں کو دیت کا پھیر لینا جائز نہیں اسلیے کہ گواہوں نے وارث مذکور کے لیے قصاص لینا واجب کر دیا تھا اور حالانکہ قصاص مال نہیں اور صاحبین نے کہا کہ گواہ وارث سے دیت پھیر لینگے قتل خطا کے مانند ہم مقتول مفروض کے وارث کو دیت لینا جائز ہوا نہ قصاص اس واسطے کہ حاکم کے حکم سے شبہہ واقع ہو گیا اور شبہہ قصاص کا مسقط ہے کذا فی الطحطاوی ولو شهدا علی اقراره ای اقرار القاتل بالخطاء او العمد ثم جاء حیا او شهدا علی الشهادة غیرهما ای الخطاء وقضی بالدیة علی العاقلة ثم جاء حیا لم یضمنا اذ لم یظهر کذبهما فی شهادتهما وضمن الولی الدیة فی الصورتین للعاقلة او لورثته اخر ما نسمع بغیر حق اور اگر دو گواہوں نے قتل عمد یا قتل خطا کے قاتل کے اقرار پر گواہی دی پھر مقتول مفروض زندہ آیا یا گواہوں نے اور شاہدوں کی شہادت پر گواہی دی قتل خطا میں اور قاتل کے مددگاروں پر دیت دینے کا حاکم نے حکم دیا یعنی خطا میں اور قصاص کا حکم دیا قتل عمد میں کذا فی الطحطاوی پھر وہ شخص زندہ آیا تو گواہوں پر تاوان نہیں اس واسطے کہ گواہی میں انکا جھوٹ ظاہر نہیں ہوا اور مقتول مفروض کا وارث دونوں صورتوں میں قاتل کے مددگاروں کو دیت کا

ضمان دے اسواسطے کہ ظاہر ہو گیا اسکے زندہ ہونے سے کہ اُسکے وارث نے مددگار ودیت ناحق خونبہا لیا والمعتبر حالۃ الرمی فی حق الحل والضمان لا الوصول اور حلال ہونے اور ضمان کی لازم ہونے میں تیر اندازی کی حالت میں معتبر ہے نہ تیر لگنے کی حالت ہم اسواسطے کہ لزوم ضمان فعل کے سبب سے ہوتا ہے یعنی تیر مارنا اسواسطے کہ تیر کا مارنا ہی تو انسان کے تحت قدرت میں ہے نہ تیر کا لگ جانا کیونکہ تیر چھوڑنے کے بعد آدمی کا اصلا اختیار باقی نہیں رہتا تو تیر انداز قاتل ٹھہرے گا تیر اندازی کی حالت سے فقط کذا فی الطحطاوی وحینئذ فتجب الدیۃ فی مالہ وسقط القود للشبہۃ بردۃ المرمی الیہ قبل الوصول وقالا لاشی علیہ اور جبکہ تیر اندازی کی حالت فقط معتبر ہوئی تو دیت واجب ہو گی تیر انداز کے مال میں اور قصاص ساقط ہو گا بسبب شبہہ کے اُس شخص کے مرتد ہو جانے سے جو تیر لگنے سے پہلے مرتد ہو گیا اور صاحبین نے کہا کہ تیر انداز پر دیت اور قصاص کچھ لازم نہیں ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً زید نے خالد کی طرف تیر پھینکا اور تیر اندازی کے وقت خالد مسلمان تھا لیکن تیر لگنے سے پہلے وہ مرتد ہو گیا تو امام کے نزدیک زید پر دیت اُسکی واجب ہے اسواسطے کہ تیر اندازی کا وقت معتبر ہے نہ وصول کا اور تیر اندازی کے حال میں وہ مسلمان محفوظ الدم تھا اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ تلف واقع ہوا اس محل میں جہاں عصمت نہیں اور اتلاف غیر معصوم سے کچھ لازم نہیں آتا ولا تجب دیۃ المرمی الیہ باسلامہ بالاجماع اور دیت مرمی الیہ کی اُسکے مسلمان ہو جانے سے باتفاق امام اور صاحبین کے واجب نہیں ہم یعنی کافر کی طرف تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ اسلام لایا تو اسکی دیت واجب نہیں اسواسطے کہ تیر اندازی کی حالت کا اعتبار ہے اور اُس حالت میں اُسکا خون مباح تھا نہ معصوم وتجب القیمۃ بعتقہ بعد الرمی قبل الاصابۃ اور قیمت واجب ہو گی غلام کے آزاد ہو جانے سے بعد تیر مارنے قبل از وصول کے ہم یعنی تیر مارنے کے وقت غلام تھا پھر وہ آزاد ہو گیا تیر کے لگنے سے پہلے تو تیر انداز پر غلام کی قیمت دینا واجب ہو گی نہ خونبہا آزاد کا اسواسطے کہ حالت تیر اندازی کا اعتبار ہے نہ تیر لگ جانیکا وتجب الجزاء علی محرم رمی صیدا فحل فوصل لا علی حلال رماہ فاحرم فوصل اور بدلا واجب ہے اُس محرم پر جسنے حالت احرام میں شکار کی طرف تیر چھوڑا پھر اُسنے احرام ترک کیا پھر اسکے بعد تیر شکار کو لگا اور اُس غیر محرم پر بدلا واجب نہیں جسنے شکار کو تیر مارا پھر اُسنے احرام باندھا پھر شکار کو تیر لگا ولا یضمن من رمی مقضیا علیہ برجم فرجع شاہد فوصل اور اُس شخص پر ضمان لازم نہیں جسنے اُس شخص کو تیر مارا جسکے سنگسار کرنے پر قاضی کا حکم ہو گیا پھر اُسکی زناکاری کا شاہد گواہی سے پھر گیا پھر اُسکے بعد اسکو تیر لگا ہم ایک شاہد کے رجوع کو مصنف نے بیان کیا اسواسطے کہ چار گواہوں میں سے ایک کا بھی رجوع کرنا حد کو ٹال دیتا ہے کذا فی الطحطاوی وحل صید رماہ مسلم فتمجس فوصل اور حلال ہے وہ شکار جسکو مسلمان نے تیر سے مارا پھر مسلمان مجوسی ہو گیا بعد اسکے تیر شکار کو لگا لا یحل ما رماہ مجوسی فاسلم فوصل لما عرفت ان المعتبر حالۃ الرمی حلال نہیں وہ شکار جسکی طرف مجوسی نے تیر پھینکا پھر مجوسی مسلمان ہو گیا بعد اسکے تیر شکار کو لگا اسواسطے کہ تو معلوم کر چکا ہے کہ تیر اندازی کی حالت معتبر ہے نہ تیر لگنے کی ہم یہ دلیل ہے جمیع مسائل سابقہ کی لغز یہ مسائل حیرت انگیز ہیں بطور پہیلی کے ای جان لومات مجنیہ فعلیہ نصف الدیۃ ولو عاش فالدیۃ فقل ختان قطع الحشفۃ باذن ابیہ کون جنایت کر ہے اگر جنایت کردہ مرجاوے تو اُسپر نصف دیت ہے اور اگر زندہ رہے تو پوری دیت ہے تو اُسکا جواب دے کہ وہ ختنہ کرنے والا ہے جسنے صغیر کی سپاری قطع کر ڈالی اُسکے باپ کی اجازت سے یعنی باپ نے ختنہ کرنے کی اجازت دے سو اُسنے خطا سے پاری قطع کر ڈالی یہ مسئلہ چند بار مذکور ہو چکا ہے ای انسان یقطع اذنہ تجب نصف الدیۃ ویقطع راسہ نصف عشرہا فقل جنین خرج راسہ فقطعہ ففیہ الغرۃ کون آدمی ہے جسکے کان کاٹنے سے نصف دیت واجب ہے اور اُسکے سر کاٹنے سے دیت کا بیسواں حصہ واجب ہے تو جواب دے کہ میت کا وہ بچہ جسکا فقط سر نکلا سو اُسکو قطع کیا تو اُسمیں غرہ ہے یعنی پانسو درہم ہم دیت سے مراد دیت نفس ہے اور نصف دیت پانسو دینار ہے اور اُسکا بیسواں حصہ ۵۰ دینار ہے قطع گوش میں نصف دیت اُسوقت ہے جبکہ بچہ قطع کے بعد مردہ نکلے نہ زندہ کذا فی الطحطاوی ای شی یجب باتلافہ دیۃ وثلثۃ اخماسہا فقل دیۃ الاسنان اشباہ کون چیز ہے جسکے تلف کرنے سے پوری دیت اور دیت کے تین پانچویں حصے واجب ہیں تو جواب دے کہ یہ دانتوں کی دیت ہے کذا فی الاشباہ ہم اسکا بیان کتاب الدیات میں مفصل آویگا واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم الحلیم

کتاب الدیات

یہ کتاب ہو اقسام دیت کے مسائل میں الدیۃ فی الشرع اسم للمال الذی ہو بدل النفس لا انہ اسم للمفعول بالمصدر لانہ من المنقولات الشرعیۃ دیت یعنی خوں بہا اصطلاح شرع میں اُس مال کا نام ہے جو جان کا بدلا ہے اور یہ نہیں ہے کہ دیت مصدر ہے بمعنی مفعول ہو اسلئے کہ دیت منقولات شرعیہ سے ہے یعنی اطلاق دیت کا مال پر حقیقت عرفی ہے فقہا کے نزدیک ورنہ لغت میں دیت مصدر ہے مانند عدت کے وزن اور تعلیل میں یعنی سے کہ اگر آدمی یا عضو آدمی کے عوض کا نام دیت ہے اور مال کے عوض کا نام قیمت ہے والارش اسم للواجب فیما دون النفس ارش اُس مال کا نام ہے جو سوائے جان کے عضو آدمی کے بدلے واجب ہو اور کا ہے نفس کو بھی ارش بولتے ہیں لیکن استعمال اکثری یہی ہے جو شارح نے بیان کی دیۃ شبہ العمد مائۃ من الابل ارباعا من بنت مخاض وبنت لبون وحقۃ الی جذعۃ بادخال الغایۃ اور دیت شبہ عمد کی سو اونٹنیاں ہیں چار قسم کی یعنی ۲۵ پوری یکسالہ اونٹنیاں اور ۲۵ پوری دو سالہ اور ۲۵ پوری سہ سالہ اور ۲۵ پوری چہار سالہ وہی الدیۃ المغلظۃ لاغیر اور یہی دیت مغلظہ ہے نہ سوائے اسکے ہم یعنی اسکے سوا چاندی سونے سے شبہ عمد کی دیت نہیں شرنبلالیہ میں ہے کہ اگر اونٹوں کے سوا بھی اور چیز سے دیت جائز ہوتی تو تغلیظ کا فائدہ باقی رہتا والدیۃ فی الخطاء اخماسا منہا ومن ابن مخاض اور قتل خطا کی دیت سو اونٹ ہیں پانچ قسم کے اقسام اربعہ مذکورہ اور ابن مخاض سے ہم یعنی ۲۰ اونٹنیاں یکسالہ اور ۲۰ دو سالہ اور ۲۰ سہ سالہ اور ۲۰ چہار سالہ اور ۲۰ اونٹ نر پورے یکسال کے او الف دینار من الذہب او عشرۃ آلاف درہم من الورق یا دیت قتل خطا کی ہزار دینار ہیں یعنی سونے کے یا دس ہزار درہم ہیں چاندی کے ہم قاتل کو اختیار ہے خواہ اونٹ دے خواہ دینار خواہ درم لیکن شبہ عمد میں اختیار نہیں وقال الشافعی ۲ اثنا عشر الفا اور امام شافعی ح نے کہا کہ بارہ ہزار درم دیت ہے وقالا منہا ومن البقر مائتا بقرۃ ومن الغنم الفا شاۃ ومن الحلل مائتا حلۃ کل حلۃ ثوبان ازار ورداء ہو المختار اور صاحبین نے کہا دیت خطا کی اشیاء مذکورہ سے اور گائے بیل سے دو سو دیت ہے اور بھیڑ و بکری سے دو ہزار بکریاں اور ازار و رخت پوشیدنی سے دو سو جوڑے ہر جوڑے میں دو کپڑے تہبند اور چادر یہی قول مختار ہے جوڑے کے اندازے میں اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے زمانے میں جوڑا قمیص اور سراویل ہے یعنی کرتا اور پاجامہ برہان میں ہے کہ قیمت ہر گائے بیل کی ۵۰ درہم ہیں اور اسی قدر ہر جوڑے کی قیمت اور ہر بکری کی قیمت ۵ درم ہے وکفارتہما ای الخطاء وشبہ العمد عتق قن مومن فان عجز عنہ صام شہرین ولاء ولا اطعام فیہما اذ لم یرد بہ النص والمقادیر توقیفیۃ اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے پھر اگر قاتل آزاد کرنے سے عاجز ہو تو دو مہینے پے در پے روزہ رکھے اور ان دونوں کے کفارہ میں ۶۰ مساکین کا کھانا دینا جائز نہیں اسواسطے کہ نص قرآنی اسمیں وارد نہیں ہے اور مقدرات مذکورہ توقیفی ہیں یعنی نص شارع سے اندازہ ثابت ہوتا ہے اسمیں قیاس مجتہد کو مطلقاً دخل نہیں وصح اعتاق رضیع احد ابویہ لانہ مسلم تبعا لا الجنین اور صحیح ہے آزاد کرنا اُس غلام شیرخوار کا جسکا باپ یا ماں مسلمان ہے اسواسطے کہ وہ مسلمان ہے باپ یا ماں کا ساتھ دے کر نہ بچہ شکمی یعنی بچہ شکمی کا آزاد کرنا کفارہ میں صحیح نہیں ودیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل فی دیۃ النفس وما دونہا روی ذلک عن علی رضی اللہ عنہ موقوفا ومرفوعا اور عورت کی دیت نصف ہے مرد کی دیت سے جان کی دیت میں بھی اور جان کے سوا اعضا کی دیت میں بھی یہ مروی ہے علی رضی اللہ عنہ سے بروایت موقوف بھی اور مرفوع بھی ہم روایت موقوف سنن بیہقی میں ہے عن ابراہیم النخعی عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ قال عقل المرأۃ علی النصف من عقل الرجل فی النفس وفیما دونہا اور روایت مرفوع بھی بیہقی میں ہے عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل کذا فی شرح الہدایۃ للعینی والذمی والمستامن والمسلم فی الدیۃ سواء خلافا للشافعی وصحح فی الجوہرۃ انہ لا دیۃ فی المستامن واقرہ فی الشرنبلالیۃ لکن بالتسویۃ جزم فی الاختیار وصححہ الزیلعی اور کافر مطیع الاسلام اور مستامن یعنی جو کافر حربی دار الاسلام میں آوے پناہ لیکر اور مسلمان دیت میں برابر ہیں برخلاف شافعی کے اور جوہرہ میں اسکی تصحیح کی ہے کہ مستامن میں دیت نہیں ہے اور شرنبلالیہ میں اسکو ثابت رکھا ہے لیکن اختیار میں ذمی اور مستامن اور مسلم کے برابر ہونے پر یقین کیا ہے اور اسی قول کو صحیح کہا ہے زیلعی نے فی النفس

خبر المبتداء وہو قولہ الاتی الدیۃ اور جان میں یعنی جان کے قتل خطا میں دیت ہے شارح نے کہا کہ فی النفس اور اسی طرح اسکی جمیع معطوفات خبر ہیں اگلی مبتدا کی

یعنی دیت کی وار الانف و مارنہ و ارنبتہ وقیل فی ارنبتہ حکومۃ عدل علی الصحیح اور ناک مین اور ناک کے نرم نتھنون مین اور ناک کی نوک قطع کر ڈالنے مین پوری دیت ہے
اور بعضون نے کہا کہ سر بینی کے قطع مین دیت نہین حکومت عادل ہے بنابر قول صحیح کے والذکر والحشفۃ اور آلہ تناسل اور سر ذکر کے قطع کر ڈالنے مین پوری دیت
اور جب ہے قطع زبان اور قطع بینی کی پوری دیت مین حدیث ثابت ہے اور باقی اعضا کا انکے قیاس ہے مبسوط مین ہے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ انسان کے اعضا مین
سے اگر عضو منفرد ہے تو اسمین کامل دیت ہے اور اگر دو عضو ہین تو دونون کے قطع مین پوری دیت ہے اور ایک کے قطع مین نصف دیت ہے اور اگر چار عضو ہین تو چارون
کے قطع مین پوری دیت ہے اور ایک کے قطع مین چوتھائی دیت ہے اور اگر آدمی مین دس عضو ہین چنانچہ ہاتھ کی دس انگلیان تو سب کے قطع مین پوری دیت ہے
اور ایک کے قطع سے دسوان حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی العینی والعقل ای زوالہ والشم والذوق والسمع والبصر واللسان ان منع النطق او اداء اکثر الحروف فی لسان
الاخرس حکومۃ عدل جوہرۃ وہذا ساقط من نسخ الشرح قنیہ اور ازالہ عقل اور سونگھنے اور چکھنے اور دیکھنے مین اور قطع زبان مین دیت ہے بشرطیکہ قطع زبان بولنے کا
مانع ہو گیا ہو شارح نے کہا مصنف نے منع نطق کی قید سے اشارہ کر دیا کہ گونگے کی زبان قطع کر ڈالنے مین دیت نہین حکومت عدل ہے کذا فی الجوہرۃ اور یہ عبارت
مصنف کی شرح کے نسخون سے ساقط ہے تو آگاہ رہو ہم قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب اعضا کی جنس منفعت علی وجہ الکمال فوت ہو جائے یا آدمی کا حسن و جمال علی وجہ الکمال
زائل ہو جائے تو پوری دیت واجب ہوتی ہے منفعت اور جمال مین کمال کی قید اسواسطے لگائی کہ عضو ناقص کے فوت ہونے مین چنانچہ گونگے کی قطع زبان مین پوری
دیت واجب نہین اسلیے کہ جنس منفعت اور جمال علی وجہ الکمال فوت نہین ہوا اور اسی طرح خصی اور نامرد کے قطع آلہ تناسل مین اور شل ہاتھ اور لنگڑے پاؤن کے قطع مین
اور چشم کور اور دندان سیاہ مین نہ قصاص واجب ہے عمدًا مین نہ خطا مین بلکہ اسمین حکومت عدل ہے ابن ابی شیبہ کے مصنف مین روایت ہے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے
سر مین پتھر مارا زمانہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مین تو اسکا سمع اور زبان اور آلہ تناسل جاتا رہا تو وہ عورت کے ساتھ قربت نہین کر سکتا تھا تو عمر رضی اللہ عنہ نے
چار دیتون کا حکم کیا کذا فی العینی او منع اداء اکثر الحروف والاصح ان الدیۃ تقسم علی عدد حروف الہجاء الثمانیۃ او العشرین او حروف اللسان الستۃ عشر تصحیحان فما اصابت
الفائت یلزمہ وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ وغیرہا یا پوری دیت قطع زبان مین اسوقت ہے جبکہ قطع اکثر حروف کے ادا کرنے کا مانع ہوا اور اگر حروف ادا ہوتے
ہین اور بعض نہ ادا ہوتے ہون تو دیت کی قسمت ہوگی ابجد کے ۲۸ حرف کے شمار پر یا فقط زبان کے سولہ حروف پر دیت منقسم ہوگی اسمین دونون قولون کی
تصحیح ثابت ہے سو جسقدر کہ دیت فوت ہو جانے والے حرف کو پہونچے گی اسقدر جانی کو لازم ہوگی اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ وغیرہ مین مذکور ہے ہم منع اکثر حروف
پر کل دیت لازم ہونا قول ضعیف ہے قول صحیح یہ ہے کہ اگر نصف حروف کا نقصان ہو تو نصف دیت واجب ہے اور اگر ثلث یا ربع کا نقصان ہے تو ثلث یا ربع دیت
واجب ہے اور اصل اسمین یہ ہے کہ علی مرتضی کے زمانہ مین ایک شخص نے دوسرے کی قدرے زبان کاٹ ڈالی تھی سو اس سے حروف پڑھائے گئے جو حرف اس سے نہ نکلا بقدر
اسکے دیت کا حکم کیا کذا فی شرح الوہبانیۃ لعبد البر اور زبان کے خاص سولہ حروف یہ ہین ت ث ج ح خ د ذ ر ز س ش ص ض ط ظ ل ن ی کذا فی الطحطاوی واللحیۃ حلقت
فلم تنبت اور اسی داڑھی مین جو مونڈی گئی پھر اسکے بال نہ جمے پوری دیت ہے ہم اسواسطے کہ ازالہ ریش سے مرد کا جمال علی الکمال جاتا رہتا ہے اور عورت کی داڑھی
مونڈنے مین کچھ دیت نہین اور مونڈنے سے مطلق ازالہ مراد ہے ویؤجل سنۃ فان مات فیہا برئ اور وجوب دیت مین سال بھر کی مدت مقرر ہوتی ہے پھر اگر وہ شخص سال بھر مین
مر گیا تو مونڈنے والا داڑھی کا بری الذمہ ہو گیا دیت کے دینے سے وفی نصفہا نصف الدیۃ وفیما دونہ حکومۃ عدل کشارب ولحیۃ عبد فی الصحیح اور آدھی داڑھی مونڈنے مین
آدھی دیت اور آدھی سے کم مونڈنے مین حکومت عدل ہے جیسے مونچھ مین اور غلام کی داڑھی مونڈنے مین حکومت عدل واجب ہے قول صحیح مین ولا شیء فی لحیۃ کوسج علی ذقنہ
شعرات معدودۃ ولو علی خدہ ایضا ولکنہ غیر متصل فحکومۃ عدل ولو متصلا فکل الدیۃ اور کچھ لازم نہین اس کوسے کی داڑھی مونڈنے مین جسکی ٹھڈی پر گنتی کے چند بال
ہین اور اگر اسکے رخسارون پر بھی بال ہون لیکن متصل نہ ہون تو اسمین حکومت عدل ہے اور اگر رخسار اور ذقن کے بال متصل ہون تو پوری دیت واجب ہے
وشعر الراس کذلک ای اذا حلق ولم ینبت کذا روی عن علی رضی اللہ عنہ وعند الشافعی فیہا حکومۃ عدل اور سر کے بالون کا یہی حکم ہے یعنی جب کہ

سر کے بال پر ... اگر نہ جمین تو پوری دیت واجب ہے یہ حکم مروی ہے علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے اور امام شافعی کے نزدیک
اُسمین حکومت عدل ہے و یعلم انہ لا قصاص فی بیاض الشعر مطلقا و لو مات قبل تمام السنۃ و لم ینبت فلا شیٔ علیہ لشعر صدر و ساعد و ساق اور معلوم کر کہ بالون مین مطلقا
قصاص نہین اگرچہ جنایت عمداً ہو اور اگر وہ شخص مر گیا سال پورے ہونے سے پہلے اور بال نہ جمین تو جانی پر کچھ لازم نہین ہے سوائے تعزیر کے کذا فی الطحطاوی
جیسے صدر اور ساعد اور ساق کے بال مونڈ ڈالنے مین قصاص نہین و العینین و الشفتین و الحاجبین و الرجلین و الاذنین و الانثیین ای الخصیتین
و ثدیی المرأۃ و حلمتہما و الالیتین اذا استاصلہما و الا فحکومۃ عدل اور دونون آنکھون اور دونون ہونٹھون اور دونون بھوؤن اور دونون پاؤن اور دونون
کانون اور دونون فوطون اور عورتون کی دونون چھاتیون اور چھاتیون کی دونون گھنڈیون میں اور دونون چوتڑون مین پوری دیت واجب ہے بشرطیکہ چوتڑون کو
بالکل قطع کر ڈالے اور اگر تھوڑا قطع کیا تو اسمین حکومت عدل واجب ہے و کذا فرج المرأۃ من الجانبین الدیۃ و فی ثدیی الرجل حکومۃ عدل اور یہی طرح عورت کی
شرمگاہ دونون جانب سے قطع کرنے مین پوری دیت ہے اور مرد کی پستان کاٹنے مین دیت نہین حکومت عدل ہے و قطع شرمگاہ عورت مین استیصال شرط ہے کہ ہڈی
تک پہونچے اور نہین تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الطحطاوی و فی کل واحد من ہذہ الاشیاء المزدوجۃ نصف الدیۃ اور ان دوہری چیزون مین سے
ایک چیز کے قطع مین نصف دیت واجب ہے یعنی ایک آنکھ یا ایک ہونٹھ یا ایک بھون یا ایک پاؤن یا ایک کان یا ایک فوطہ یا ایک پستان یا ایک گھنڈی پستان
کی یا ایک چوتڑ کے کاٹنے مین نصف دیت ہے و فی اشفار العینین الاربعۃ جمع شفرۃ بضم الشین و فتح الجفن او اہدب الدیۃ اذا قلعہا و لم تنبت اور آنکھ کے
چارون پلکون مین کے بالون مین پوری دیت ہے بشرطیکہ پلکون کے بال جڑ سے اکھڑین اور پھر نہ جمین شارح نے کہا اشفار جمع ہے شفرۃ کی بضم شین اور فتح بھی
جائز ہے شفرہ عبارت ہے پلک سے یا پلک کے بالون سے ہم اطلاق شفرہ کا پلک پر حقیقت ہے اور پلک کے بالون پر مجاز اہے اور دونون مین سے جو مراد لیجیے مطلب صحیح ہے
اسواسطے کہ پلکون اور انکے بالون مین پوری دیت ہے کیونکہ دونون مین آنکھ کی منفعت اور جمال علی الکمال ہے و فی احد ہا ربعہا اور ایک پلک مین چوتھائی
دیت واجب ہے ہم ہر آنکھ مین دو پلک ہین ایک نیچے اور ایک اوپر تو دونون آنکھون مین چار پلک ہین و لو قطع جفون اشفارہا فدیۃ واحدۃ لانہا کشیٔ واحد اور اگر قطع
ہون پلک انکے بالون کے ساتھ تو ایک ہی دیت ہے اسواسطے کہ پلک اور انکے بال ایک چیز کے مانند ہین ہم شارح کو یون کہنا اوضح تھا جفون
باشفارہا کذا فی الطحطاوی و فی جفن لا شعر علیہ حکومۃ عدل لکن المعتمد ان فی کل دیۃ کاملۃ جفنا او شعرا اور اُس پلک مین جسپر بال نہین حکومت عدل ہے
لیکن معتمد قول یہ ہے کہ ہر ایک مین پوری دیت ہے خواہ پلک ہو یا اُسکے بال ہم طحطاوی نے کہا غایۃ البیان مین یون ہے کہ جس پلک مین بال نہین اُسمین
حکومت عدل مجکو معلوم نہین کہ سوائے شارح کے قول معتمد مذکور کو کسنے بیان کیا ہے اور ایک نسخہ مین بجائے شعرہ کے شفرۃ بالفاء ہے و فی کل اصبع من
اصابع الیدین و الرجلین عشرہا اور دونون ہاتھون اور دونون پاؤن کی انگلیون مین سے ہر انگلی مین دیت کا دسوان حصہ واجب ہے یعنی سو
دینار یا ہزار درم یا دس اونٹ ہم ابو داؤد اور نسائی مین ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انگلیان برابر ہین
ہر انگلی مین دس اونٹ ہین ہ انتہی و ما فیہا مفاصل ففی احدہا ثلث دیۃ الاصبع و نصفہا ای نصف دیۃ الاصبع لو فیہا مفصلان
کالابہام اور جس انگلی مین مفاصل اور جوڑ تین ہین تو ایک مفصل کے قطع مین انگلی کی تہائی دیت واجب ہے اور انگلی کی نصف دیت ہے اگر انگلی مین دو جوڑ
ہین جیسا انگوٹھے مین و فی کل سن یعنی من الرجل اذ دیۃ سن المرأۃ نصف دیۃ الرجل جوہرۃ خمس من الابل او خمسون دینارا او خمسمائۃ دراہم
اور ہر دانت مین پانچ اونٹ یا پچاس دینار یا پانسو درم دیت ہے شارح نے کہا دانت سے مرد کا دانت مراد ہے اسواسطے کہ عورت کے دانت کی دیت
مرد کے دانت کی دیت سے آدھی ہے لقولہ علیہ الصلوۃ و السلام فی کل سن خمس من الابل یعنی نصف عشر دیۃ لو حرا و نصف عشر قیمتہ لو عبدا
دیت مذکور ثابت ہے اس حدیث کی دلیل سے کہ ہر دانت مین پانچ اونٹ ہین یعنی اگر آزاد ہے تو اُسکی دیت کے دسوین حصہ کا نصف یعنی دیت کا

سب میں سب اور دیت میں سب قصاص ہے تو اُنمیں عمداً ہو اور اگر خطا سے ہو جبکہ جنایت اُسوقت ہے دیت حصہ بیسوان کا قیمت اُسکی تو ہو غلام اگر اور حصہ بیسوان
دانت برابر ہین بدلیل اُس حدیث مرفوع کے جو بزازیہ مین ابن عباس سے روایت ہے کہ سب دانت برابر ہین کذا فی العینی فان قلت تزید حینئذ دیة الاسنان
علے دیة النفس بثلثة اخماسہا قلت نعم ولاباس فیہ لانہ ثابت بالنص علے خلاف القیاس کما فی الغایة وغیرہا وفی الغنایة ولیس فی البدن ما یجب
بتفویتہ اکثر من قدر الدیة سوی الاسنان پھر اگر تو کہے کہ جب ہر دانت کی دیت پانچ اونٹ ٹھہری تو سب دانتون کی دیت زیادہ ہوتی ہے جان کی دیت
سے تین خمس جیسے دیت کے مین کہتا ہون کہ ہان زیادہ ہوتی ہے اور اُسمین کچھ مضائقہ نہین اسواسطے کہ وہ ثابت ہے نص حدیث سے برخلاف قیاس
کے چنانچہ غایة البیان وغیرہا مین مذکور ہے اور عنایہ مین ہے اور بدن مین وہ عضو نہین ہے جسکے فوت کرڈالنے سے دیت نفس سے زیادہ ہو سوا دانتون
کے کم آدمی کے ۳۲ دانت ہین ۲۰ ضراس یعنی داڑھین اور چار انیاب یعنی نیش اور چار ثنایا یعنی سامنے کے دانت اور چار ضواحک یعنی جو دانت
کہ ہنسی کے وقت ظاہر ہو جاتے ہین پھر جب ایک دانت مین دیت کا نصف عشر یعنی بیسوان حصہ واجب ہوا تو سب دانتون مین پوری دیت اور
تین خمس واجب ہوئے یعنی سولہ ہزار درہم کذا فی الطحاوی یا ایک سو ساٹھ اونٹ وقد توجد نواجذ اربعة فتکون اسنانہ ستا وثلثین ذکرہ القہستانی
قلت وحینئذ فالکوسج دیة وخمسا دیة وبغیرہ اما دیة ونصف او ثلثة اخماس او اربعة اخماس اور گاہے ہوتے ہین چار نواجذ یعنی دندان خرد جنکو بعض اہل
عقل داڑھ کہتے ہین تو اس حساب سے ۳۶ دانت ہوتے ہین یہ ذکر کیا ہے قہستانی نے مین کہتا ہون اور اُسوقت مین کوسے دانتون مین ایک دیت واجب
ہے اور دو خمس دیت کے اور کوسے کے سوا یا ایک دیت اور نصف دیت ہے یا تین خمس یا چار خمس دیت کے واجب ہین ام مغرب مین ہے کوسج یعنی کوسا وہ
ہے جسکے ذقن پر بال ہون نہ رخسارون پر اور اصمعی نے کہا کوسج وہ ہے جسکے دانت کم ہون اور یہی منقول ہے امام ابو حنیفہ سے قہستانی مین ہے کہ کوسج کے دانت
۲۸ ہوتے ہین اور یہی شناخت ہے اُسکی تو کوسے کے دانتون کی دیت کا ایک دیت اور دو خمس دیت کی ہونا ظاہر ہے قہستانی مین ہے کہ اگر ۳۲ دانت اُکھاڑے
جاوین خطا سے تو دیت اور تین خمس واجب ہین یعنی سولہ ہزار درہم اور اگر ۳۰ دانت اُکھاڑے جاوین تو دیت اور نصف دیت ہے یعنی پندرہ ہزار درہم اور اگر ۳۶ دانت
اُکھاڑے جاوین تو دیت اور چار خمس واجب ہین یعنی اٹھارہ ہزار درہم کذا فی الطحطاوی وعلمت ان المراة علی النصف فتبصر اور چند بار تو معلوم کر چکا ہے کہ عورت
کی دیت مرد کے نصف پر ہے تو خبردار رہو وتجب دیة کاملة فی کل عضو ذہب نفعہ بضرب ضارب کید شلت وعین ذہب ضوؤہا وصلب انقطع ماؤہ
اور دیت کامل واجب ہے ہر ایک اُس عضو مین جسکی منفعت جاتی رہی کسی مارنے والے کے مارنے سے چنانچہ ضرب سے ہاتھ شل ہو گیا یعنی خشک اور بیکار رہ گیا اور
آنکھ کی روشنی جاتی رہی اور ضرب کے صدمے سے پیٹھ کی منی منقطع ہو گئی وکذا لو سلس بولہ او احدبہ ولو زالت الحدوبة فلا شیٔ علیہ ولو بقی اثر الضربة فحکومة عدل اور
اسی طرح پوری دیت واجب ہے اگر ضرب سے پیشاب اُسکا جاری ہو گیا بند نہین ہوتا یا اُسکو کبڑا کر دیا اور اگر ضرب کے بعد کوبڑ زائل ہو گیا تو جانی پر کچھ نہین اور ڈر
جانے کے بعد ضرب کا نشان باقی رہا تو اُسمین حکومت عدل ہے وتجب حکومة عدل باتلاف عضو ذہب نفعہ ان لم یکن فیہ جمال کالید الشلاء
اور حکومت عدل واجب ہے اُس عضو کے تلف کرڈالنے مین جسکی منفعت فوت ہو چکی تھی ضرب ضارب سے پہلے بشرطیکہ اُس عضو مین جمال اور خوشنمائی نہو
چنانچہ لنجا ہاتھ یعنی نہ اُسمین منفعت ہے نہ خوشنمائی تو اُسکے قطع مین دیت نہین حکومت عدل ہے اور ارشہ کا لا ان کان فیہ جمال کالاذن الشاخصة
ہو الاطرش یا عضو مذکور کی پوری دیت واجب ہے اگر عضو مفقود النفع کے ہونے مین جمال اور خوشنمائی ہو چنانچہ گوش مرتفع یعنی اونچا کان قطع کرنے
مین ہم طحطاوی نے کہا کہ مرجع ضمیر کا شخص ہے شاخصہ سے ماخوذ اور صاحب قاموس نے شخوص یعنی اطرش مذکور نہین کیا انتہی مین کہتا ہون وباللہ التوفیق
کہ شاید شارح نے یون کہا ہوگا وہو الاطرش یعنی درحالیکہ اونچے کان والا بہرا ہے سماعت نہین رکھتا اطرش بروزن افعل یعنی گران گوش لغت مین
ثابت ہے عجب نہین کہ سہو کاتب سے اطرش کا الف اور واو حالیہ کتاب مین رہ گیا ہے والاہو اطرش کا محصل مفہوم نہین ہوتا کیونکہ اطرش یعنی گرانی گوش شخوص

حال تغیر نہیں ہو سکتی واللہ اعلم وتحبس بتصرفہ فانجم فی اداخر ہذا الفصل اور اسی فصل یعنی فصل شجاج کے اخیر میں یہ مسئلہ آویگا اگر عضو کو چھیلا یا پھر گوشت جم گیا

فصل فی الشجاج

یہ فصل شجاج کے مسائل میں شجاج جمع ہے شجہ کی وتختص الشجۃ بما یکون بالوجہ والراس لغۃ اور لغت میں شجہ مخصوص ہے اس جراحت کے ساتھ جو چہرہ اور سر میں ہو کا مکان سر اور چہرہ ہے ذقن تک اور تحت ذقن موضع شجہ نہیں اور داڑھی ہمارے نزدیک چہرہ میں داخل ہے کذا فی العالمگیریہ جو سوے کما حکم خاص شجہ جو جگہ سے زائد جراحت یعنی مطلق جراحت ملحق بشجہ نہیں اسواسطے کہ وجہ اور راس اکثر مکشوف رہتے ہیں تو انکے زخم میں نہایت عیب اور بدنمائی ہے وما یکون بغیرہما فجراحۃ جراحۃ وفیہا حکومۃ عدل عینی ومسکین اور جو زخم کہ چہرہ اور سر کے سوا باقی بدن میں ہوتا ہے وہ مسمی بجراحت ہے اور اسمیں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہے کذا فی العینی وہی اسم الشجاج عشرۃ اور شجاج دس ہیں یعنی چہرہ اور سر کے زخموں کے دس نام ہیں الحارصۃ بمہملات وہی التی تحرص الجلد ای تخدشہ پہلے زخم کا نام حارصہ بحاء مہملہ وراء مہملہ وصاد مہملہ اور حارصہ وہ زخم ہے جسمیں کھال مخدوش ہو جاوے یعنی چھل جاوے ہندی میں اسکو کھرونچا کہتے ہیں والدامعۃ بمہملات التی تظہر الدم کالدمع والدسیلہ اور دوسرا زخم دامعہ ہے بدال مہملہ وعین مہملہ دامعہ وہ زخم ہے جسمیں آنسو کے مانند خون نمودار ہو جاوے اور خون کو نہ بہاوے والدامیۃ التی تسیلہ اور تیسرا زخم دامیہ ہے جو خون کو بہاوے والباضعۃ التی تبضع الجلد ای تقطعہ اور باضعہ وہ زخم ہے جو کھال کو قطع کر دے والمتلاحمۃ التی تاخذ فی اللحم اور متلاحمہ وہ زخم ہے جو گوشت کو قطع کرے والسمحاق التی تصل الی السمحاق ای جلدۃ رقیقۃ بین اللحم وعظم الراس اور سمحاق وہ زخم ہے جو سمحاق تک پہونچ جاوے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہے والموضحۃ التی توضح العظم ای تظہرہ اور موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کر دے یعنی جسمیں کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھل جاوے والہاشمۃ التی تہشم العظم ای تکسرہ اور ہاشمہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو توڑ دے والمنقلۃ التی تنقلہ بعد الکسر اور منقلہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو منتقل کر دے اسکے توڑنے کے بعد یعنی ہڈی کو ایک موضع سے دوسرے موضع کی طرف کر دے کذا فی العینی والآمۃ التی تصل الی ام الدماغ وہی الجلدۃ التی فیہا الدماغ اور دسواں شجہ زخم آمہ ہے جو ام الدماغ تک پہونچ جاوے ام الدماغ اُس کھال کا نام ہے جسکے اندر دماغ ہے یعنی بھیجا ولم یذکر بعدہا الدامغۃ بغین معجمۃ وہی التی تخرج الدماغ ولم یذکرہا محمد للموت بعدہا عادۃ فتکون قتلا لا شجا فعلم بالاستقراء وبحسب الآثار انہا لا تزید علی العشرۃ اور جراحت آمہ کے بعد گیارھویں جراحت دامغہ ہے بغین معجمہ اور دامغہ وہ زخم ہے جو بھیجے کو نکال دے اور دامغہ کو محمد رح نے مذکور نہیں کیا اسواسطے کہ اسکے بعد تو موت ہے باعتبار غالب عادت کے تو دامغہ قتل ٹھہری نہ جراحت تو تفحص آثار سے یہ معلوم ہو گیا کہ شجاج دس زخموں سے زیادہ نہیں ہوتے وتجب فی الموضحۃ نصف عشر الدیۃ ای لو غیر اصلع والا ففیہا حکومۃ عدل لان جلدۃ الاصلع انقص زینۃ من غیرہ قہستانی عن الذخیرۃ اور جراحت موضحہ میں دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ اونٹ یا پانسو درم واجب ہے بشرطیکہ مجروح اصلع نہو یعنی اُسکے سر کے بال پیری سے نہ جھڑ گئے ہوں اور نہیں تو اسمیں دیت نہیں بلکہ حکومت عدل ہے اسواسطے کہ اصلع کی کھال غیر اصلع سے کمتر ہے آرائش میں کذا فی القہستانی عن الذخیرۃ وفی الہاشمۃ عشرہا وفی المنقلۃ عشر ونصف عشر اور جراحت ہاشمہ میں دیت کا دسواں حصہ واجب ہے یعنی دس اونٹ اور جراحت منقلہ میں دیت کا دسواں حصہ اور بیسواں حصہ یعنی پندرہ اونٹ واجب ہیں وفی الآمۃ والجائفۃ ثلثہا اور جراحت آمہ اور جراحت جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہے جائفہ کی تفسیر میں اختلاف ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو سر اور پیٹ میں ہو اور قول ضعیف یہ ہے کہ جائفہ نہیں ہوتا حلق کے اوپر انتہی سراج وہاج میں ہے کہ جائفہ وہ زخم ہے جو پیٹ کے اندر تک پہونچے پیٹ کی طرف سے یا پیٹھ یا سینہ کی طرف سے یا گردن کی جانب سے اس موضع تک پہونچے جہانتک پانی جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو یہ سب جراحتیں جائفہ ہیں اور جو حلق کے اوپر کا زخم ہے وہ جائفہ نہیں ہے اور جائفہ نہیں ہوتا دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں اور ران اور گردن اور سر میں اور اگر زخم فوطوں اور ذکر اور آلہ تناسل کا پیٹ تک پہونچ جاوے تو وہ بھی جائفہ ہے کمہ، فی الخطاوی خان نفذت الجائفۃ فہما جائفتان لانہا اذا نفذت

صارت جائفتین فیجب فی کل ثلثہا پھر اگر جائفہ نافذ ہو گیا یعنی پیٹ کا زخم پیٹھ کی طرف نکل گیا تو دیت کی دو تہائیاں واجب ہیں اسواسطے کہ جب جائفہ دار پار ہو گیا تو دو جائفہ ہو گئے ایک پیٹ کی جانب سے دوسرا پیٹھ کی طرف سے تو ہر جائفہ میں تہائی دیت کی واجب ہو گی **وفی الحارصۃ والدامعۃ والدامیۃ والباضعۃ والمتلاحمۃ والسمحاق حکومۃ عدل اذ لیس فیہا ارش مقدر من جہۃ السمع ولا یمکن اہدارہا فوجب فیہا حکومۃ عدل** اور حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق میں دیت نہیں حکومت عدل ہے اسواسطے کہ ان زخموں میں کچھ دیت مقرر نہیں ہے من جہۃ السمع یعنی شارع کی جانب سے اور انکا رائیگان چھوڑنا بھی ممکن نہیں ہے تو انمیں حکومت عدل واجب ہوئی ھ مصنف عبد الرزاق میں ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ مادون موضحہ میں حکومت عدل واجب ہے کذا فی العینی **وہی ای حکومۃ العدل ان ینظر کم مقدار ہذہ الشجۃ من الموضحۃ فیجب بقدر ذلک من نصف عشر الدیۃ قالہ الکرخی وصححہ شیخ الاسلام** اور وہ یعنی حکومت عدل یہ ہے کہ نظر اور تامل کیا جائے کہ اس زخم کی کتنی مقدار ہے موضحہ سے تو بقدر اسکی دیت کے بیسواں حصہ سے واجب ہو گا یہ قول ہے کرخی کا اور تصحیح کی ہے اس قول کی شیخ الاسلام نے ھ چونکہ موضحہ کی دیت شرعاً اقل ثابت ہے شجاج سے لہذا اسکو مقیس علیہ ٹھہرایا چند کی مقدار کی تو صحیح یہ ہے کہ مثلاً باضعہ کو تامل کیا کہ موضحہ سے کسقدر ہے تو اگر اسکی مقدار ثلث ہے موضحہ سے تو موضحہ کی ثلث دیت واجب ہو گی اور اگر ربع تو ربع دیت واجب ہو گی وعلی ہذا القیاس وجہ تصحیح قول کرخی کی یہ ہے کہ اس میں رجوع ہے منصوص علیہ کی طرف کذا فی العینی **وقیل قائلہ الطحاوی یقوم المشجوج عبدا بلا ہذا الاثر ثم معہ فقدر التفاوت بین القیمتین من الحر من الدیۃ وفی العبد من القیمۃ فان نقص نصف عشر قیمتہ اخذ نصف عشر دیتہ وکذا فی النصف والثلث** اور حکومت عدل کی تفسیر میں دوسرا قول طحاوی کا یہ ہے کہ مجروح الاسی کو غلام قرار دے کر بدون اس زخم کے اسکی قیمت مقرر کیجائے پھر اس زخم کے ساتھ اسکی قیمت معین کیجائے پھر جسقدر تفاوت ہو دونوں قیمتوں میں اسی قدر آزاد میں اسکی دیت سے لیا جائے اور غلام میں قیمت سے تو اگر قیمت سے دسواں حصہ کم ہو تو آزاد کی دیت سے دسواں حصہ لیا جاوے اور اسی طرح نصف اور ثلث میں یعنی اگر زخم سے نصف قیمت کم ہو گئی ہو تو نصف دیت حکومت عدل ہے اور اگر ثلث کم ہو تو ثلث دیت حکومت عدل ہے ھ **وہذا التفاوت ہی ای حکومۃ العدل بہ یفتی کما فی الوقایۃ والنقایۃ والملتقی والدرر والخانیۃ وغیرہا وجزم بہ فی المجمع** وہ یعنی تفاوت بین القیمتین وہی حکومت عدل ہے اسی طحاوی کے قول پر فتویٰ ہے چنانچہ وقایہ اور نقایہ اور ملتقی اور درر اور خانیہ وغیرہا میں ہے اور مجمع میں اسی قول پر یقین کیا ہے ھ اور اسی قول کو حلوانی نے لیا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اہل علم کا ابن منذر نے کہا یہی قول محفوظ ہے اہل اجتہاد سے کذا فی العینی **وفی الخلاصۃ انما یستقیم قول الکرخی لو الجنایۃ فی وجہ ورأس فحینئذ یفتی بہ والا فی غیرہما او عسر علی المفتی یفتی بقول الطحاوی مطلقا لانہ ایسر اھ ونحوہ فی الجوہرۃ زیادۃ** اور خلاصہ میں ہے کہ کرخی کا قول تو خاص اسی صورت میں مستقیم ہے جبکہ جنایت چہرہ اور سر میں ہو تو اسوقت میں کرخی کے قول پر فتویٰ ہو گا اور اگر چہرہ اور سر کے سوا اور جگہ زخم ہو یا مفتی پر مشکل پڑے موضحہ پر قیاس کرنا کرخی کے قول پر تو اب طحاوی کے قول پر فتویٰ دے مطلقاً اگرچہ جراحت چہرہ اور سر میں ہو اسواسطے کہ طحاوی کا قول آسان تر ہے انتہی مافی الخلاصۃ اور اسی کے مانند جوہرہ میں ہے زیادت بیان کے ساتھ **وقیل تفسیر الحکومۃ ما یحتاج الیہ من النفقۃ واجرۃ الطبیب والادویۃ الی ان یبرأ** اور بعضوں نے کہا تفسیر حکومت عدل کی وہ ہے کہ جسکی حاجت پڑے منجملہ خوراک اور اجرت جراح اور قیمت ادویہ کے زخمی کے صحیح ہو جانے تک امام طحاوی نے کہا کہ قول مفتی بہ کو تو معلوم کر چکا یعنی تو یہ قول ضعیف قابل اعتماد کے نہیں ہے **ولا قصاص فی جمیع الشجاج الا فی الموضحۃ عمدا** اور قصاص نہیں جمیع شجاج میں مگر موضحہ عمداً میں ھ شجاج ما فوق موضحہ یعنی ہاشمہ اور منقلہ اور آمہ میں بالاتفاق قصاص نہیں اور ما دون موضحہ یعنی حارصہ اور دامعہ اور دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق کے قصاص میں اختلاف ہے جو عنقریب مذکور ہو گا **وما دونہ فیستوی العمد والخطاء فیہ** اور جو شجاج میں قصاص نہیں انمیں عمد اور خطا دونوں برابر ہیں یعنی تو وہاں عمد میں وہ واجب ہے جو خطا میں واجب ہے کذا

فی الطحطاوی عن المحیط لکن ظاہر المذہب وجوب القصاص فیما قبل الموضحۃ ایضا ذکرہ محمد فی الاصل وہو الاصح درر ومجتبی وابن الکمال وغیرہا لامکان المساواۃ
بان یسبر غورہا بمسبار ثم تتخذ حدیدۃ بقدرہ فیقطع لیکن ظاہر مذہب وجوب قصاص ہے ان شجاج میں بھی جو موضحہ سے پہلے مذکور ہیں یعنی حارصہ اور دامعہ اور
دامیہ اور باضعہ اور متلاحمہ اور سمحاق میں یہ ذکر کیا ہے محمد بن حسنؒ نے اصل یعنی مبسوط میں اور یہی قول یعنی وجوب قصاص ماقبل موضحہ کا صحیح تر ہے کذا فی الدرر
والمجتبی وابن الکمال وغیرہا اسواسطے کہ شجاج مذکور میں برابری کرنا ممکن ہے اسطرح پر کہ زخموں کا عمق اور گہراؤ امتحان کیا جائے آلہ امتحان سے
مثلاً سلائی وغیرہ سے پھر آہنی چھری بنائی جائے بقدر اسکے پھر اتنا قطع کیا جائے کافی میں ہے کہ یہی قول صحیح ہے بدلیل ظاہر قرآن والجروح قصاص یعنی زخموں میں
قصاص ہے اور اعتبار مساوات کا ممکن ہے کذا فی العینی واستثنی فی الشرنبلالیۃ السمحاق فلا قود اجماعا کما لا قود فیما بعدہا کالہاشمۃ والمنقلۃ بالاجماع و
عزاہ للجوہرۃ فلیحفظ اور شرنبلالیہ میں سمحاق کو مستثنی کیا ہے تو اسمیں بالاتفاق قصاص نہیں جیسے مابعد موضحہ جیسا کہ ہاشمہ اور منقلہ میں بالاجماع قصاص نہیں
اور شرنبلالی نے یہ قول جوہرہ کی طرف نسبت کیا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیئے ثم قال فی المجتبی ولا قود فی جلد راس وبدن ولحم خد وبطن وظہر پھر زاہدی نے مجتبی
میں کہا اور قصاص نہیں سر اور بدن کی کھال میں اور رخسار اور پیٹ اور پیٹھ کے گوشت میں ہم شاید کہ یہ قول غیر ظاہر الروایۃ ہے یا جلد راس سے فقط سمحاق مراد
ہے عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ جو جراحات چہرہ اور سر کے سوا بدن میں واقع ہیں انمیں حکومت عدل ہے جبکہ ہڈی کھل جائے یا ٹوٹ جائے
بشرطیکہ بقا اثر اور اگر جراحت کا اثر باقی نہیں رہا تو شیخین کے نزدیک اسمیں کچھ نہیں اور محمدؒ کے نزدیک تا حصول صحت قیمت مصارف کی لازم ہے کذا فی
الطحطاوی ولا فی لطمۃ ووکزۃ ووجاۃ اور نہ قصاص ہے طمانچہ مارنے اور مکی مارنے اور ضرب بید میں ہم عدم قصاص کو عدم تعزیر لازم نہیں وفی سلخ جلد الوجہ
کمال الدیۃ اور چہرہ کی کھال اکھاڑنے میں پوری دیت ہے وفی کل اصابع الید الواحدۃ نصف دیۃ ولو مع الکف لانہ تبع للاصابع اور ایک ہاتھ
کی سب انگلیوں کی قطع میں نصف دیت ہے اگرچہ پانچوں انگلیاں ہتھیلی کے ساتھ کٹ گئی ہوں اسواسطے کہ ہتھیلی انگلیوں کے تابع ہے ہم نصف دیت ۵۰
اونٹ یا ۵۰۰ دینار یا پانچہزار درم ہے ومع نصف ساعد نصف دیۃ للکف وحکومۃ عدل لنصف الساعد وکذا الساق اور ایک ہاتھ کے قطع اصابع میں نصف
ساعد کے ساتھ نصف دیت واجب ہے ہتھیلی کے سبب سے اور حکومت عدل واجب ہے نصف ساعد کے سبب سے اور یہی حکم ہے پنڈلی کا یعنی اگر پاؤں کی
انگلیاں آدھی پنڈلی کے ساتھ قطع ہوں تو کف پا کے سبب سے نصف دیت ہے اور پنڈلی کے سبب سے حکومت عدل ہے وفی قطع کف وفیہا اصبع او اصبعان
عشرہا او خمسہا لف ونشر مرتب اور اس ہتھیلی کے قطع میں جسمیں ایک انگلی یا دو انگلیاں ہیں دسواں حصہ دیت کا یا پانچواں حصہ دیت کا واجب ہے شارحؒ نے
کہا یہ لف ونشر مرتب ہے یعنی ایک انگلی میں دسواں حصہ ہے اور دو انگلیوں میں پانچواں حصہ ولا شیء فی الکف عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کما لو کان
فی الکف ثلث اصابع فانہ لا شیء فی الکف بالاجماع اذ للاکثر حکم الکل اور کچھ واجب نہیں قطع کف میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک جیسا کہ اگر
کف میں تین انگلیاں ہوں تو قطع کف میں کچھ واجب نہیں باتفاق امام اور صاحبین کے اسواسطے کہ اکثر کے واسطے کل کا حکم ہے یعنی جسطرح کف
میں کچھ واجب نہیں جبکہ پانچوں انگلیاں قطع ہوں تو اسی طرح تین انگلیوں کے قطع ہونے سے کف کا بدلا کچھ نہیں ہے اور یہ مراد نہیں کہ قطع کف مع
اصابع سے ہاتھ کی پوری دیت واجب ہے اسواسطے کہ متن میں مذکور ہو چکا کہ ہر انگلی میں دسواں حصہ دیت کا واجب ہے کذا فی الطحطاوی وفی جواہر
الفتاوی ضرب ید رجل وبرئ الا انہ لا تصل یدہ الی قفاہ فبقدر النقصان یؤخذ من جملۃ الدیۃ ان نقص الثلثان فثلثا الدیۃ وہکذا ذکرہ المصنف اور
جواہر الفتاوی میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ کو مارا اور وہ چنگا ہو گیا مگر یہ کہ اسکا ہاتھ گردن کے نیچے نہیں پہنچتا تو بقدر نقصان وصول کے
پوری دیت سے لیا جاوے گا اگر نقصان بقدر دو ثلث کے ہو تو دیت کے دو ثلث واجب ہونگے اور اسی طرح ثلث اور ربع اور نصف کو قیاس
کرنا چاہیئے اور مصنف نے شرح میں اس قول کو ثابت رکھا ہے رد نہیں کیا ہے ولو قطع مفصلا من الاصبع فشل الباقی او قطع الاصابع فشل الکف لزم

دیۃ المقطوع فقط وسقط القصاص فافہمہ وان خالف الدرر کذا ذکرہ الشرنبلالیۃ وسیجیٔ متنا اور اگر انگلی کی ایک پور مفصل سے کاٹی سو باقی انگلی خشک ہوگئی یا انگلیاں قطع کیں سو ہتھیلی خشک ہوگئی تو فقط دیت مقطوع کی لازم ہوگی اور قصاص ساقط ہوگا سو اسکو سمجھ لے اگرچہ یہ قول درر کے مخالف ہو ایسا بیان کیا ہے شرنبلالی نے اور آگے متن میں آویگا اور نہایہ میں شرح طحاوی سے اجماعی مسئلہ یوں مذکور ہے کہ جو عضو شل ہوگیا اسکی دیت واجب ہے اگر وہ انگلی ہے تو انگلی کی دیت ہے اور اگر کف ہے تو کف کی دیت ہے اور زیلعی میں ہے کہ جب تمام انگلی بیکار ہوگئی تو تمام کی دیت واجب ہے اور اگر لائق انتفاع ہے تو مقطوع کی دیت اور باقی میں حکومت عدل بالاجماع ہے اور یہ شارح اور ماتن کے مخالف ہے کذا فی الطحطاوی وفی الاصبع الزائدۃ وعین الصبی وذکرہ ولسانہ ان لم تعلم صحتہ بنظر فی العین وحرکۃ فی الذکر وکلام فی اللسان حکومۃ عدل اور پانچ سے زیادہ انگلی میں اور صغیر کی آنکھ اور آلہ تناسل اور اسکی زبان میں حکومت عدل ہے اگر صحت وسلامتی اسکی معلوم نہ ہو آنکھ میں تو نظر کرنے سے اور آلہ تناسل میں جنبش کرنے سے اور زبان میں بولنے سے ہم زائد انگلی میں خوشنمائی نہیں جو دیت واجب ہو اور آنکھ وغیرہ سے منافع مخصوصہ مقصود ہیں پر جب وجود منافع معلوم نہیں تو شک سے پوری دیت واجب نہ ہوگی حکومت عدل واجب ہوگی فان علمت الصحۃ فکالبالغ فی خطاہ او عمدہ اذا ثبت ببینۃ او باقرار الجانی وان انکر الجانی او قال لا اعرف صحتہ فحکومۃ العدل جوہرہ پھر اگر صغیر کی آنکھ وغیرہ کی صحت معلوم ہو تو اب وہ جوان کے مانند ہے خطا یا عمد میں جبکہ گواہی سے یا جانی کے اقرار سے ثابت ہو اور اگر وہ منکر ہو یا کہے میں اسکی صحت کو نہیں جانتا ہوں تو حکومت عدل واجب ہے کذا فی الجوہرہ ودخل ارش موضحۃ اذہبت عقلہ او شعر راسہ فی الدیۃ لدخول الجزء فی الکل کمن قطع اصبعا فشلت الید اور اس موضحہ کی دیت جسکے صدمہ سے عقل اسکی یا اسکے سر کے بال جاتے رہے آدمی کی پوری دیت میں داخل ہو جاوے گی بسبب داخل ہونے جز کے کل میں مانند اس شخص کے جسنے انگلی دوسرے کی قطع کی سو اسکا ہاتھ خشک ہوگیا تو انگلی کی دیت ہاتھ کی دیت میں داخل ہوجاویگی ہم عقل کے فوت ہوجانے سے سب اعضا کی منفعت باطل ہوجاتی ہے اسواسطے کہ انتفاع بدون عقل کے متصور نہیں تو گویا وہ مردہ ہوگیا کذا فی المنح وان ذہب سمعہ او بصرہ او نطقہ لا تدخل لانہا کاعضاء مختلفۃ بخلاف العقل لعود نفعہ للکل اور اگر جراحت موضحہ سے اسکی سماعت یا بصارت یا گویائی جاتی رہی تو موضحہ کی دیت پوری دیت میں داخل نہ ہوگی اسواسطے کہ سماعت اور بصارت اور گویائی اعضاء مختلفہ کے مانند ہیں برخلاف عقل کے اسواسطے کہ عقل کا نفع سب اعضا کی طرف رجوع کرتا ہے ہم جب سمع اور بصر اور گویائی کی منفعت خاص خاص علیحدہ علیحدہ ہوئی تو اعضاء مختلفہ کے مانند ہوگئے تو ایک دوسرے میں داخل نہ ہوگا تو موضحہ کی دیت جدا اور سماعت وغیرہ کی جدا واجب ہوگی ولا قود وان ذہبت عیناہ بل الدیۃ فیہما خلافا لہما اور قصاص نہیں اگر موضحہ سے دونوں آنکھیں جاتی رہیں بلکہ دونوں میں یعنی موضحہ اور آنکھوں میں دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین رح کے ہم صاحبین کے نزدیک موضحہ میں قصاص اور آنکھوں میں دیت ہے ولا بقطع اصبع شلل جارۃ خلافا لہما اور قصاص نہیں اس انگلی کی قطع سے جسکے پاس کی دوسری انگلی خشک ہوگئی بلکہ دونوں عضو کی دیت واجب ہوگی برخلاف صاحبین کے یعنی اسکے نزدیک اول میں قصاص ہے اور دوسری میں دیت ہے کذا فی الطحطاوی ولا بقطع اصبع مفصلہ الاعلی فشل ما بقی من الاصابع بل دیۃ المفصل والحکومۃ فیما بقی اور قصاص واجب نہیں اس انگلی میں جسکا مفصل اعلی کاٹا گیا ہو باقی انگلیاں خشک ہوگئیں بلکہ مفصل کی دیت اور باقی میں حکومت عدل واجب ہے ہم یہ وہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے کہا تھا کہ متن میں آویگا ولا قود بکسر نصف سن سودا او اصفر او احمر باقیہا بعد کسر ما بل کل دیۃ السن اذا فات منفعۃ المضغ والا فسادہا مماری حالۃ التکلم فالدیۃ ایضا والا فحکومۃ عدل زیلعی فیقول الدرر والا فلا شیٔ فیہ فیہ ما فیہ اور قصاص نہیں نصف دانت توڑنے میں جسکا نصف باقی توڑنے کے بعد سیاہ یا زرد یا سرخ ہوگیا بلکہ دانت کی تمام دیت واجب ہوگی جب کہ چبانے کی منفعت فوت ہوجاوے اور اگر چبانا فوت نہ ہوگا تو اس صورت میں اگر ٹوٹا دانت نظر آتا ہو بولنے کے وقت تو بھی دیت ہے اور اگر نظر نہ آتا ہو تو حکومت عدل ہے کذا فی الزیلعی تو درر کے یوں کہنے میں کہ اگر چبانا فوت نہیں ہے تو اسمیں کچھ واجب نہیں اعتراض اور خلل ہے ہم خلل یہ ہے کہ اسمیں نفی مطلق مذکور ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ باوجود عدم

فوت منفع اگر نظر آتا ہو تو دیت نہین بدنمائی کے سبب سے اور نہین تو حکومت عدل ہی کما صرح بہ الزیلعی ثم الاصل ان الجنایۃ متی وقعت علی محلین متباینین حقیقۃ فارش احدہما لایمنع قود الآخر ومتی وقعت علی محل واحد تسببین فارش احدہما یمنع القود پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ جب جنایت واقع ہو دو مکان مین جو فی الحقیقت جداگانہ ہین چنانچہ ہاتھ اور پاؤن تو ایک مکان کی دیت دوسرے مکان کے قصاص کی مانع نہین ہی اور جبکہ جنایت ایک مکان مین واقع ہو اور دو چیزون کو تلف کردے چنانچہ جراحت موضحہ سے عقل زائل ہو جائے تو ایک کی دیت دوسرے کے قصاص کی مانع ہی ثم زیلعی نے ہی کہ امام رحمہ اللہ کے نزدیک قاعدہ یہ ہی کہ جب فعل واحد موجب مال کا ہو بعض مین تو قصاص ساقط ہوگا خواہ ایک عضو ہو یا دو عضو ہون اور صاحبین کے نزدیک دو عضو مین باوجود وجوب مال کے قصاص واجب ہی اور اگر ایک عضو ہی تو قصاص واجب نہین کذا فی الطحطاوی ویجب الارش علی من اقاد سنہ بعد مضی حول ثم نبتت بعد ذلک لتبین الخطاء حینئذ وسقط القود للشبہۃ اور دیت واجب ہی اس شخص پر جسنے اپنے دانت کا قصاص لیا سال گذرنے کے بعد پھر بعد اسکے اسکا دانت جم نکلا دیت واجب ہی بسبب ظاہر ہو جانے خطا کے استیفاء قصاص مین عجلت اور قصاص لینے والے کا قصاص ساقط ہی شبہہ کے سبب سے یعنی شبہہ وجوب قصاص سے دانت جمنے سے پہلے وفی الملتقی والبرجندی وقہستانی فی قصاص السن یؤجل حولا وکذا لو ضرب سنہ فتحرک لکن فی الخلاصۃ الکبیر الذی لا یرجی نباتہ لایؤجل بل یقتص قلت وقد یوفق بما نقلہ المصنف وغیرہ عن النہایۃ الصحیح تاجیل البالغ یسیر الا السنۃ لان نباتہ نادر اور ملتقی مین ہی کہ انتظار کرے اور موضحہ کے قصاص لینے مین سال بھر اور اسی طرح انتظار کرنا چاہیے قصاص لینے مین اگر دانت پر ضرب واقع ہوئی سو وہ ہل گیا لیکن خلاصہ مین ہی کہ جس جوان کے دانت جم آنے کی توقع نہین اسمین تاجیل اور انتظار نہین اسی قول پر فتوی ہی اور گاہے توفیق بین القولین کی جاتی ہی اس قول سے جسکو مصنف وغیرہ نے نہایہ سے نقل کیا ہی کہ قول صحیح یہ ہی کہ تاجیل بالغ کی اسکے چنگے ہو جانے کے واسطے ہی نہ تاجیل ایک سال کی اسواسطے کہ دانت کا جمنا بالغ مین نادر الوقوع ہی ہم وجہ توفیق یہ ہی کہ عدم تاجیل سال پر خلاصہ کا کلام محمول ہی اور جو تاجیل کا قائل ہی تو مراد اس سے تاجیل الی الصحۃ ہی لیکن تعبیر بلفظ صحیح اسکے مفید ہی کہ سال کی تاجیل مین خلاف ہی عالمگیریہ مین ہی کہ اگر دانت ضرب سے ساقط ہو گیا تو موضع دانت کی صحت تک انتظار کرنا چاہیے ایک سال انتظار نکرنا چاہیے مگر مجرد کی روایت مین اور صحیح پہلا قول ہی انتہی اور ضرورت ثابت کی تعلیل اسکی مفید ہی کہ موضحہ میں اور متحرک دانت مین ایک سال کی مدت مسلم ہی کذا فی الطحطاوی او قلعہا فردہا صاحبہا الی مکانہا ونبت علیہا اللحم لعدم عود العروق کما کانت یا ایک نے دوسرے کا دانت اکھاڑا اس دانت والے نے دانت کے مکان پر پھر اسکو رکھ دیا اور اسپر گوشت جم گیا تو دانت کی دیت واجب ہی اسواسطے کہ رگین عود نہین کرتین جسطرح پہلے تھین وفی النہایۃ قال شیخ الاسلام ان عادت الی حالتہا الاولی فی المنفعۃ والجمال لاشیء علیہ کما لو نبتت اور نہایہ مین ہی شیخ الاسلام نے کہا کہ اگر دانت اپنی پہلی حالت پر عود کرے منفعت اور جمال مین تو جانی پر کچھ واجب نہین جیسے اس صورت مین کہ اگر دانت جڑ سے جم اٹھے وکذا الاذن اذا الصقہا فالتحمت یجب الارش لانہا لا تعود الی ما کانت علیہ درر اور اسی طرح کان جب کہ اسکو قطع کے بعد چپکا یا یعنی ٹانکے دے کر سو گوشت سے جم گیا دیت واجب ہی اسواسطے کہ پھر ویسا نہین ہو سکتا جیسا کہ پہلے تھا کذا فی الدرر الا ان قلعت السن فنبتت اخری مکانہا فیسقط الارش عندہ کسن الصغیر خلافا لہما مگر یہ کہ دانت اکھاڑ لیا پھر وہان دوسرا دانت جم اٹھا تو امام رح کے نزدیک دیت ساقط ہو جاتی ہی جیسے صغیر کے دانت مین بالاتفاق دیت ساقط ہی برخلاف صاحبین رحمہم صاحبین کے نزدیک بالغ کے دانت اکھاڑنے اور پھر جمنے مین پوری دیت ہی اسواسطے کہ جنایت موجب دیت تو واقع ہو چکی اور دوبارہ دانت کا جم اٹھنا نعمت جدیدہ حق تعالی کی طرف سے ہی ولو نبتت معوجۃ فحکومۃ عدل اور اگر دانت ٹیڑھا جما تو اسمین حکومت عدل ہی ولو نبتت الی النصف فعلیہ نصف الارش اور اگر نصف تک دانت جما تو اسپر نصف دیت واجب ہی ولا شیء فی ظفر نبت کما کان اور اس ناخن مین کچھ دیت نہین جو جم اٹھا جسطرح کہ پہلے تھا اور اگر قطع کے بعد ناخن نہ جما تو اسمین حکومت عدل ہی اسواسطے کہ شرع مین اسکی دیت معین ثابت نہین کذا فی الطحطاوی من الاختیار وفی الجرح لحم شجۃ او التحم جرح حاصل ذلک بضرب ولم یبق لہ اثر فلا شیء فیہ یا سر کا زخم بھر کر چنگا ہو گیا

یا ثبت کا زخم جو جا سنا ہو جاتا ہو کوڑے وغیرہ کی ضرب سے چنگا ہو گیا اور اسکا نشان باقی نہ رہا تو اسمین کچھ دیت نہیں ہے اسواسطے کہ موجب دیت کا بدنمائی اور زوال نفع ہے سو نکلے ہوئے اور نشان مٹجانے سے زائل ہو گیا اور فقط درد کسی شی کا موجب نہیں جیسے ضرب دردناک غیر فاحش مین اور دشنام مولم مین کچھ دیت نہیں ہاں تعزیر مین حاکم کو اختیار ہے وقال ابو یوسف علیہ ارش الالم وہی حکومۃ عدل وقال محمد قدر مالحقہ من النفقۃ الی ان برأ من اجرۃ الطبیب وثمن الدواء اور ابو یوسف نے کہا کہ جارح پر درد کا خونبہا ہے یعنی حکومت عدل ہے اور محمد رح نے کہا جسقدر زخمی کو خرچ لائق ہوا ہے صحت ہونے تک طبیب کی اجرت اور دوا کے ثمن سے وہ جارح پر لازم ہوگا وفی شرح الطحاوی فسر قول ابی یوسف رح ارش الالم باجرۃ الطبیب والمداواۃ فعلیہ لاخلاف بینہما قالہ المصنف وغیرہ قلت وقد قدمنا نحوہ عن المجتبیٰ اذ ذکرنا عنہ روایتین فتنبہ اور طحاوی کی شرح مین ہے ابو یوسف کے قول یعنی خونبہائے درد کی تفسیر اجرت طبیب اور مداوات واقع ہوئی ہے تو بموجب اس تفسیر کے ابو یوسف اور محمد رح کے قول مین مخالفت باقی نہ رہی ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے مین کہتا ہون اور البتہ مانند اسکے ہم پہلے ذکر کر چکے ہین مجتبیٰ سے صاحب مجتبیٰ نے اس مسئلہ کی شرح مین ابو یوسف سے دو روایتین مذکور کی ہین سو خبردار رہو ہم دو روایتوں سے ایک روایت محمد کے موافق ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ صحیح سالم غلام کی قیمت کیجائے پھر اسکی قیمت اس درد کے ساتھ کیجائے شارح نے بلفظ تنبیہ اشارہ کیا کہ شرح طحاوی کی تفسیر ابو یوسف کی ایک روایت کے موافق البتہ ہو سکتی ہے کذا فی الطحطاوی ولا یقاد جرح الا بعد برئہ خلافا للشافعی اور قصاص نہین لیا جاتا زخم کا مگر اسکے چنگے ہو جانے کے بعد برخلاف شافعی کے ہم مسند احمد اور دارقطنی مین حدیث مروی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے قصاص لینے سے منع فرمایا جبتک زخمی چنگا ہو جاوے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ جراحات مین انجام انکا معتبر ہے شاید کہ زخم کی شدت سے زخمی مرجاوے تو اب جراحت قتل ہو گی تو زخم ہونا بدون صحت کے نہین معلوم ہو سکتا کذا فی المنح وعمد الصبی والمجنون والمعتوہ خطأ بخلاف السکران والمغمی علیہ اور صغیر اور مجنون اور بدفہم اور بیہوش کا عمد خطا ہے برخلاف مست اور غشی والے کے کہ انکا عمد خطا نہین وعلی عاقلتہ الدیۃ ان بلغت نصف العشر فاکثر ولم یکن من العجم والا ففی مالہ درر اور صغیر یا مجنون کے عمد مین اسکے مددگارون پر دیت ہے اگر دیت بیسوین حصہ تک پہونچے یا زیادہ اور صغیر یا مجنون عجمی نہو یعنی عربی ہو اور اگر بیسوین حصہ سے دیت کم ہو یا صغیر وغیرہ عجم کا رہنے والا ہو تو خود صغیر کے مال مین دیت واجب ہو گی کذا فی الدرر ولا کفارۃ ولا حرمان ارث خلافا للشافعی اور صغیر اور مجنون کے قتل عمد مین نہ کفارہ ہے نہ میراث مقتول سے محروم ہونا برخلاف شافعی کے ہم کفارہ اسواسطے نہین کہ صغیر اور مجنون پر گناہ ثابت نہین اور حرمان میراث عقوبت ہے اور صغیر اور مجنون لائق عقوبت کے نہین ولو جن بعد القتل قتل وقیل لا وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقیٰ اور اگر قاتل دیوانہ ہو گیا بعد قتل کے تو وہ قصاص مین قتل کیا جاوے گا اور بعضون نے کہا کہ قتل نہو گا اور اسکا پورا بیان ہماری ملتقی کی شرح مین ہے صبی ضرب سن صبی فانتزعہا ینتظر بلوغ الصبی المضروب ان بلغ ولم ینبت فعلی عاقلتہ الدیۃ ولو من العجم ففی مالہ درر وتحقیقہ فی المعاقل ایک صغیر نے دوسرے صغیر کے دانت پر مارا سو اسکو اکھاڑا تو انتظار کرنا چاہیے صغیر مضروب کے بالغ ہونے تک پھر اگر وہ بالغ ہوا اور دانت نہ نکلا تو اسکے مددگار دیں دیت ہے اور اگر صغیر ضارب عجم کا رہنے والا ہے تو خود اسکے مال مین دیت ہے اور ہم عجمیون کے دیت کی تحقیق بیان کرینگے کتاب المعاقل مین مہمۃ فائدہ ضرور یہ حکومۃ العدل لا تتحملہا العاقلۃ مطلقا علی الصحیح کما فی تنویر الابصار معزیا للتتارخانیہ حکومت عدل کو عاقلہ یعنی جاسے کے مددگار متحمل نہین ہوتے بنابر قول صحیح کے ہر طرح یعنی خواہ حکومت عدل موضحہ کی دیت سے کم ہو یا زیادہ یا برابر چنانچہ تنویر الابصار مین ہے منسوب بفتاوی تاتارخانیہ

فصل فی الجنین یہ فصل ہے بچہ شکمی کے مسائل مین جنین اس بچہ کا نام ہے جو ہنوز اپنی ماں کے پیٹ مین ہے ضرب بطن امرأۃ حرۃ حامل فخرج الاستہ والبیتہ میتا صحیح حکمہا قلت بل للتشطر حریۃ الجنین دون امہ کامۃ علقت من سیدہا ومن المغرور تجب الغرۃ علی العاقلۃ درر عن الزیلعی فالعجب

من المصنف لیت لم یذکرہ ایک مرد نے حاملہ آزاد عورت کے پیٹ پر مارا شارح نے کہا آزاد عورت کی قید سے لونڈی اور جانور کا حکم خارج ہوگیا اور دونوں کا حکم آگے آویگا میں کہتا ہوں بلکہ بچہ شکمی کا آزاد ہونا شرط ہے نہ اُسکی ماں کا چنانچہ وہ لونڈی جو اپنے مالک سے حاملہ ہوئی یا مغرور فریب خوردہ سے حاملہ ہوئی تو اُسکے بچہ مرجانے میں غرہ یعنی دیت ہے قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدر عن البرجندی تو مصنف سے تعجب ہے کہ اُسنے حریت جنین کی شرط کو کیونکر نہ بیان کیا یعنی باوجودیکہ مصنف صاحب درر کی اکثر متابعت کرتا ہے یہاں اُسکے مخالف بیان کیوں کیا امر ضرب شکم شامل ہے نہ قید تو یہی حکم ہے ضرب پشت کا شرح تنویر میں ہے کہ ضرب جنین کی شرط ہے کذا فی الطحطاوی ولو کانت المرأۃ کتابیۃ او مجوسیۃ او زوجتہ فالقت جنینا میتا حرا وجب علی العاقلۃ غرۃ غرۃ الشہر اولہ غرۃ اول مقادیر الدیات اگرچہ عورت مضروبتہ البطن اہل کتاب سے ہو یا مجوسی یا قاتل کی زوجہ ہو سو صدمہ ضرب سے عورت نے بچہ مردہ آزاد پیٹ سے گرایا تو قاتل کی عاقلہ پر غرہ واجب ہے شارح نے کہا غرہ شہر عبارت ہے اول شہر سے اور یہ دیت جسکا غرہ نام ہے اول مقادیر دیات سے ہے مم شارح نے یہ وجہ تسمیہ بیان کی غرہ بضم غین معجمہ وتشدید را عبارت ہے عمدہ مال سے چنانچہ گھوڑا اور اونٹ اور غلام اور لونڈی کذا فی المغرب شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے کہ بدل جنین کا غرہ نام رکھا اسواسطے کہ اُسمیں غلام کا دینا واجب ہے اور غلام کو غرہ کہتے ہیں اور دوسری وجہ تسمیہ شارح کی موافق مذکور ہے کذا فی العینی نصف عشر الدیۃ ای دیۃ الرجل لو الجنین ذکرا وعشر دیۃ المرأۃ لو انثی وکل منہما خمسمائۃ درہم غرہ عبارت ہے دیت کے بیسویں حصے سے یعنی مرد کی دیت کا بیسواں حصہ اگر جنین مرد ہو اور عورت کی دیت کا دسواں حصہ اگر جنین عورت ہو اور دونوں پانسو درم ہیں مم مرد کی دیت دس ہزار درم ہے تو اُسکا بیسواں حصہ پانسو درم ہے اور عورت کی دیت پانچہزار درم ہے تو اُسکا بھی دسواں حصہ پانسو درم ہوا فی سنۃ وقالا الشافعی فی ثلث سنین کالدیۃ وقال مالک فی مالہ وکذا فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم جنین مردہ میں غرہ یعنی پانسو درم واجب ہیں قاتل کے عاقلہ پر ایکسال کے اندر اور امام شافعیؒ نے کہا تین برس کے اندر دیت کے مانند واجب ہیں اور امام مالک نے کہا کہ قاتل کے مال میں واجب ہے اور ہماری دلیل فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے معجم طبرانی میں حدیث طویل سے مروی ہے غرہ عبد او امۃ خمسمائۃ اور صحیحین میں ابی بکرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی عورت کے جنین میں غرہ عبد یا امۃ کا حکم کیا لیکن اُنمیں ... ہ کا ذکر نہیں اور محمد بن حسن کے موطا میں سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس جنین میں جو اپنی ماں کے پیٹ میں مقتول ہوا غرہ عبد یا ولیدہ (لونڈی ۱۲) کا حکم کیا اور مصنف ابن ابی شیبہ میں جابر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنین میں عاقلہ قاتل پر غرہ قرار دیا کذا فی العینی فان القتہ حیا فمات فدیۃ کاملۃ پھر اگر حاملہ نے زندہ بچہ ڈالا پھر وہ مرگیا تو پوری دیت واجب ہے ضارب پر وان القتہ میتا فماتت الام فدیۃ فی الام وغرۃ فی الجنین لما تقرر ان الفعل یتعدد بتعدد اثرہ اور اگر حاملہ نے مردہ بچہ گرایا پھر ماں اُسکی مرگئی تو ماں میں دیت واجب ہے اور بچہ میں غرہ اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ فعل متعدد ہو جاتا ہے اپنے اثر کے تعدد سے مم چنانچہ ایک شخص نے تیر مارا اسوامیں سے پار ہو کر دوسرے کو قتل کیا تو تیرانداز پر دو دیتیں واجب ہیں اگر دونوں فعل از راہ خطا ہیں اور اگر اول عمد ہے تو قصاص اور دیت واجب ہے کذا فی الطحطاوی وصرح بالذخیرۃ بتعدد الغرۃ لو میتین فاکثر انتہی قلت وظاہرہ تعدد الدیۃ لم ارہ فلیراجع اور ذخیرہ میں تعدد غرہ کی تصریح کی ہے کہ اگر دو بچے مردہ ہو کر ساقط ہوں یا زیادہ انتہی مافی الذخیرۃ میں کہتا ہوں اور ظاہر تعلیل سے دیت کا بھی متعدد ہونا معلوم ہوتا ہے اور میں نے اُسکو مصرح نہیں دیکھا تو کتب فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے مم جوہرہ میں ہے کہ اگر حاملہ دو جنین گرادے تو دو غرہ واجب ہیں اور اگر ایک زندہ نکل کر مرجاوے اور دوسرا مردہ نکلے تو غرہ اور دیت واجب ہے ضارب پر اور اگر ماں مرگئی پھر دو بچے مردہ ہوئے تو فقط ماں کی دیت واجب ہے اور اگر ماں کے مرنے کے بعد دو جنین نکلے پھر مرگئے تو تین دیتیں واجب ہیں کذا فی الطحطاوی وان ماتت فالقتہ میتا فدیۃ فقط وقال الشافعی غرۃ ودیۃ اور اگر ماں مرگئی اور اُسنے مردہ بچہ گرایا تو فقط ماں کی دیت ہے اور امام شافعیؒ نے کہا کہ غرہ جنین اور دیت ماں کی واجب ہے مم امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ ظاہر ماں کا مرنا موت جنین کا سبب ہے کیونکہ اُسکا جینا اُسکے جینے سے ہے اور اُسکا دم لینا اُسکے دم لینے سے تو جنین کی موت اُسکی ماں کی موت سے ثابت ہوتی ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ صدمہ ضرب سے جنین مرا ہو تو شک سے ضمان نہیں ہوتا وان القتہ حیا بعد ما ماتت یجب علیہ دیتان کما اذا القتہ حیا وماتا اور اگر حاملہ عورت نے زندہ بچہ گرایا اپنے مرجانے کے بعد تو ضارب پر دو دیتیں واجب ہیں چنانچہ اُس صورت میں دو دیتیں واجب ہیں جبکہ عورت نے زندہ بچہ ڈالا پھر بچہ اور عورت دونوں

مر گئے وما یجب فیہ من غرۃ او دیۃ یورث عنہ ویرث منہ امنہ اور جنین میں جو چیز از قسم غرہ یا دیت کے واجب ہے وہ موروث ہے یعنی جنین کے وارث اُسکو بطریق میراث کے پا دینگے اور اُسکی ماں اُسکی میراث پاوے گی ولا یرث ضاربہ منہا فلو ضرب بطن امرأتہ فالقت ابنہ میتا فعلی عاقلۃ الاب غرۃ ولا یرث منہا لانہ قاتل اور جنین کا مارنے والا غرہ جنین کی میراث نپاوے گا تو اگر ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر مارا اسو ضارب کا بیٹا اُسکے پیٹ سے گر پڑا مردہ تو باپ کی عاقلہ پر غرہ ہے اور باپ اُسکا غرہ سے میراث نپاویگا اسواسطے کہ وہ قاتل ہے یعنی قاتل ہے ناحق بطریق مباشرت کے اور قاتل کیواسطے میراث مقتول کی نہیں نص سے

وفی جنین الامۃ الرقیق الذکر نصف عشر قیمتہ لو حیا وعشر قیمتہ لو انثی لما تقرر ان دیۃ الرقیق قیمتہ اور لونڈی کی جنین مملوک مذکر میں اُسکی قیمت کا بیسواں حصہ واجب ہے اگر وہ زندہ پیدا ہوا اور قیمت کا دسواں حصہ واجب ہے اگر جنین مونث ہے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ مملوک کی دیت اُسکی قیمت ہے ہم تعیین قیمت جنین کا طریقہ یہ ہے کہ بعد انفصال جنین مردہ کے اُسکے رنگ اور صورت کے موافق تامل کرے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اُسکی اس مکان میں اتنی قیمت ہوتی اسی حساب سے بیسواں یا دسواں حصہ واجب ہوگا کذا فی العینی یہاں سوال ہوتا ہے کہ لازم آتا ہے کہ جو واجب ہے مونث میں وہ زیادہ ہے جو واجب اسواسطے کہ وہم اگر ہے نسبتہ سے اسکا جواب شارح نے اپنے اگلے قول میں دیا ولا یلزم زیادۃ الانثی لزیادۃ قیمۃ الذکر غالبا اور لازم نہیں آتی زیادتی مونث کی مذکر پر بسبب زائد ہونے قیمت مذکر کے غالبا م یعنی اسواسطے کہ عادت میں غلام کی قیمت زیادہ ہوتی ہے لونڈی سے مثلاً اگر لونڈی کی قیمت ہزار درم ہو تو اُسکے ہم صورت غلام کی قیمت دو ہزار ہوتی ہے تو اب بیسواں حصہ غلام کی قیمت کا لونڈی کے دسویں حصہ سے کم نہو گا کذا فی صدر الشریعۃ وفیہ اشارۃ الی انہ اذا لم یعلم الوقوف علی کونہ ذکرا او انثی فلا شی علیہ او زید او ذکر کی دیت کے تفاوت میں اشارہ ہے اس طرف کہ جب جنین کے مذکر یا مونث ہونے پر وقوف حاصل نہو تو ضارب پر کچھ ضمان نہیں م طحطاوی نے کہا کہ اسمیں شارح تابع ہو گیا ہے قہستانی کا اور شمنی میں یوں مذکور ہے کہ اگر جنین کا مذکر اور مونث ہونا معلوم نہو تو متیقن پر عمل کرنا چاہیے خنثے مشکل کے مانند انتہی عینی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ جب جنین کی ذکورت اور انوثت معلوم نہو تو متیقن ماخوذ ہے خنثے مشکل کے مانند چنانچہ کسی نے خنثے مشکل کو از راہ خطا قتل کیا تو متیقن واجب ہے اسی طرح بیان یقینی امر پر عمل کرنا چاہیے انتہی

کما لو القی بلا رأس لانہ انما یجب القیمۃ اذا نفخ فیہ الروح ولا نفخ من غیر رأس ذخیرہ چنانچہ اگر جنین لونڈی کے پیٹ سے گرایا گیا بدون سر کے تو کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ قیمت تو اُسی صورت میں واجب ہوتی ہے جبکہ جنین میں روح پھونکی گئی ہو اور روح کا پھونکنا بدون سر کے نہیں کذا فی الذخیرۃ فی مال الضارب لا لامۃ حالا جنین مملوک میں اُسکی قیمت کا بیسواں حصہ یا دسواں حصہ اُس شخص کے مال میں واجب ہے فی الحال جسنے لونڈی کو مارا م ضارب کے مال کیواسطے واجب ہوا کہ عاقلہ پر دیت مملوک کی واجب نہیں اور اُس مال کا مالک لونڈی کا مالک ہے نہ لونڈی چنانچہ آگے معلوم ہوگا ولو القتہ حیا وقد نقصتہا الولادۃ فعلیہ قیمۃ الجنین لا نقصانہا فی قیمتہ وفا بہ والا فعلیہ اتمام ذلک مجتبی اور اگر لونڈی نے زندہ بچہ گرایا اور حالانکہ ولادت نے لونڈی کو ناقص کر دیا تو ضارب پر جنین کی قیمت واجب ہے نہ لونڈی کے نقصان کی قیمت بشرطیکہ جنین کی قیمت سے نقصان ولادت کا استیفا ہو سکے اور اگر قیمت سے جبر نقصان نہو گا تو ضارب پر اُسکا پورا کر دینا واجب ہوگا کذا فی المجتبی م مثلاً لونڈی کی قیمت سو درم تھی اور بعد ولادت کے ۵۰ درم کی قیمت ہو گئی تو اگر جنین کی قیمت ۵۰ درم ہے یا زیادہ تو نقصان ولادت کا عوض ضارب پر واجب نہیں اور اگر جنین کی قیمت ۲۵ درم ہے تو ضارب پر ۲۵ درم نقصان ولادت کے بھی دینے لازم ہونگے وقال ابو یوسف فیہ نقصانہا کالبہیمۃ اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں لونڈی کا نقصان ضارب پر لازم ہے جیسے جانور کے نقصان میں جانور کا نقصان معتبر ہے بچے کی قیمت بالاتفاق وقال الشافعی فیہ عشر قیمۃ الام صدر الشریعۃ ولا یخفی انہا للمولی اور شافعی نے کہا کہ لونڈی کے جنین میں اُسی ماں کی قیمت کا دسواں حصہ واجب ہے کذا فی صدر الشریعۃ اور یہ تو مخفی نہیں ہے کہ قیمت تو مالک جاریہ کی ہے

فان حررہ ای الجنین سیدہ بعد ضربہ ضرب بطن الامۃ فالقتہ حیا فمات ففیہ قیمتہ حیا للمولی لا دیتہ وان مات بعد العتق لان المعتبر حالۃ الضرب پھر اگر جنین کو اُسکے مالک نے آزاد کر دیا بعد ضرب شکم جاریہ کے سو لونڈی نے زندہ بچہ گرا دیا پھر وہ مر گیا تو اُسمیں بچہ زندہ کی قیمت مالک کے واسطے ہے نہ دیت بچہ کی اگرچہ وہ بعد آزاد کرنے کے مر گیا ہو اسواسطے کہ وقت ضرب کا اعتبار ہے یعنی قتل اُسکا ضرب سابق سے ہے اور وقوع ضرب حالت رق میں ہوا تھا

کذا فی صدر الشریعۃ وعند الثلثۃ تجب دیتہ وہو روایۃ عنا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک دیت جنین کی واجب ہے نہ قیمت اور یہ قول ہمارے بعض مشائخ سے مروی ہے چنانچہ فخر الاسلام بزدوی نے شرح جامع صغیر میں بعض مشائخ مذہب سے نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی ولا کفارۃ فی الجنین عندنا وجوبا بل ندبا زیلعی ان وقع میتا اور کفارہ واجب نہیں قتل جنین میں ہمارے نزدیک اگر مردہ گرا ہو بلکہ کفارہ مستحب ہے کذا فی الزیلعی عدم نفی وجوب اسواسطے ہے کہ کفارہ شرع میں ثابت ہوا ہے نفس کاملہ میں تو اسکے غیر میں متعدی نہوگا وجہ استحباب یہ ہے کہ ضارب مرتکب امر ممنوع کا ہوا تو تقرب الی اللہ کرنا اور اپنے فعل بد سے استغفار کرنا افضل ہے کذا فی الہدایۃ وشرحہا وان خرج حیا فمات ففیہ الکفارۃ کذا صرح بہ فی الحاوی القدسی وہو مفہوم من کلامہم لتصریحہم بوجوب الدیۃ حینئذ فتجب الکفارۃ فیہ کما لا یخفے فلیحفظ اور اگر بچہ زندہ پیٹ سے نکلا پھر وہ مرگیا اسمیں ضارب پر کفارہ ہے اسی طرح تصریح کی ہے حاوی قدسی میں اور وہ یعنی زندہ گرنے میں کفارہ مفہوم ہوتا ہے فقہاکے کلام سے اسلیے کہ فقہانے درصورت زندگی جنین اور پھر اسکے مرجانے میں وجوب دیت کی تصریح کی ہے پھر جب دیت واجب ہوئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا اسمیں چنانچہ یہ امر مخفی نہیں تو اس تفصیل کو یاد رکھنا چاہیے یعنی اسواسطے کہ اکثر کتب فقہ میں یہ مسئلہ مصرح نہیں وما استبان بعض خلقہ کظفر وشعر کتام فیما ذکر من الاحکام وعدۃ ونفاس کما مر فی بابہ اور جس جنین کا کچھ جسم ظاہر اور پیدا ہوا چنانچہ ناخن اور بال وہ پورے بدن والے جنین کے مانند ہے ان احکام میں جو مذکور ہوچکے اور عورت کی عدت اور نفاس کے احکام میں چنانچہ اپنے باب میں گذر گیا وضمن الغرۃ عاقلۃ امرأۃ حرۃ فی سنۃ واحدۃ وان لم یکن لہا عاقلۃ ففی مالہا فی سنۃ ایضا صدر الشریعۃ ولم تأثم ما لم یستبن بعض خلقہ درر فی الحظر اسقطت میتا عمدا بدواء او فعل کضربہا بطنہا بلا اذن زوجہا اور جس عورت آزاد نے مردہ بچہ ساقط کردیا عمدا بدون اذن اپنے شوہر کے کسی دوا یا کسی فعل سے جیسے اپنے پیٹ پر مارکے تو عورت کی عاقلہ پر غرہ کا ضمان واجب ہے ایکسال کی مدت میں اور اگر عورت کا عاقلہ نہو تو خود عورت کے مال میں بھی غرہ واجب ہے سال کے اندر کما فی صدر الشریعۃ اور عورت گنہگار نہوگی اسقاط سے جبتک جنین کا بعض بدن ظاہر نہیں ہوا اور یہ مسئلہ کتاب الحظر میں نظم درر میں مذکور ہے کلام شارح کو یوں کہنا مناسب تھا کہ اسقاط سے عورت گنہگار رہوگی اسواسطے کہ یہاں کلام ہے وجوب غرہ میں اور وہ واجب نہیں ہوتا مگر جبکہ بعض اعضاء بدن ظاہر ہوں پھر شارح یوں کہتا اور اگر بعض اعضا بدن ظاہر نہوئے ہوں تو اسقاط میں گناہ نہیں کذا فی الطحطاوی فان اذن او لم تتعمد لا غرۃ لعدم التعدی پھر اگر عورت کو اسکے شوہر نے اسقاط کا اذن دیا یا عورت نے اسقاط کا ارادہ نہیں کیا اور اسقاط ہوگیا تو غرہ جنین کا واجب نہیں عدم تعدی کے سبب سے یعنی دونوں صورتوں میں عورت کا کچھ قصور نہیں ہے زیلعی و صاحب کافی نے درصورت اذن شوہر عدم وجوب غرہ ذکر کیا ہے لیکن [illegible] نے کہا کہ یہ قول ضعف پر مبنی ہے نہ قول صحیح پر اسواسطے کہ نفوس میں اباحت جاری نہیں ہوتی تمامہ فی حاشیۃ الطحطاوی ولو امرت امرأۃ ففعلت لا تضمن المامورۃ اور اگر زوجہ نے دوسری عورت کو اسقاط جنین کا امر کیا سو اسنے گرایا تو عورت مامورہ پر ضمان نہیں وام الولد اذا فعلتہ بنفسہا حتی اسقطتہ فلا شیٔ علیہا لاستحالۃ الدین علی مملوکہ مالم یستحق فحینئذ تجب للمولی الغرۃ لانہ مغرور اور ام ولد جبکہ بذات خود اسقاط جنین کرے تو اسپر کچھ واجب نہیں بسبب محال ہونے دین کے مملوک پر یعنی غرہ جنین کا دین ام ولد پر نہیں ہوسکتا جبکہ وہ لونڈی مستحق ملک غیر نہو پھر جبکہ وہ غیر مولی کی ملک ثابت ہوگی تو مولے کے واسطے غرہ ثابت ہے اسواسطے کہ وہ مغرور ہے یعنی فریب خوردہ ہے کہ غیر کے ملک میں تصرف کیا اپنے ملک جان کر خرید وغیرہ کے سبب سے وغرور کی صورت یہ ہے کہ لونڈی خریدی اور تصرف میں لایا سو وہ حاملہ ہوگئی پھر لونڈی نے پیٹ گرایا دوا سے یا ضرب سے پھر لونڈی غیر بائع کی ملک ثابت ہوئی تو قاضی مستحق کے واسطے جاریہ اور اسکے عقر کا حکم کرے اور مشتری بائع سے ثمن پھیر لے اور مستحق سے کہا جائے کہ تیری لونڈی نے اپنے ولد کو قتل کیا اور وہ آزاد تھا کیونکہ وہ مغرور کا ولد ہے اور جنین آزاد میں غرہ واجب ہے تو یا لونڈی اسکو دے یا غرہ جنین کا کذا فی العالمگیریۃ مختصرا وفی الواقعات شربت دواء لتسقطہ عمدا فان القتہ حیا فمات فعلیہا الدیۃ والکفارۃ وان میتا فالغرۃ ولا ترث فی الحالین اور واقعات میں ہے کہ عورت نے دوا پی تاکہ بچہ عمدا گرادے پھر اگر بچہ گرایا زندہ بعد اسکے وہ مرگیا تو عورت پر دیت اور کفارہ واجب ہے اور اگر مردہ بچہ گرایا تو غرہ واجب ہے اور عورت دونوں حالت میں وارث جنین کی نہوگی وتجب

فی جنین البہیمة ما نقصت الام ان نقصت وان لم تنقص الام لا یجب فیه شئ سراجیه اور جانور کے بچہ گرانے میں ماں کا نقصان واجب ہے اگر ولادت سے اسکی قیمت ناقص ہو گئی ہو اور اگر ماں میں نقصان نہیں ہوا تو اسمیں کچھ بچہ کی عوض واجب نہیں کذا فی سراجیه فرع مسئلہ ملحقہ شارح کا فی البزازیة ضرب بطن امرأته بالسیف فقطع البطن ووقع احد الولدین حیا مجروحا بالسیف والاخر میتا وبه جراحة بالسیف وماتت ایضا یقتص لاجل الزوجة لانه عمد وعلی عاقلته دیة الولد الحی اذا مات وتجب غرة الولد المیت لانه لما ضرب ولم یعلم بالولدین فی بطنها کان الضرب خطأ بزازیه میں ہے ایک مرد نے اپنی عورت کے پیٹ پر تلوار ماری تلوار نے اسکے پیٹ کو کاٹا اور اسکے پیٹ سے دو بچوں میں سے ایک بچہ زندہ تلوار سے زخمی ہو کر گر پڑا اور دوسرا مردہ گر پڑا اور اسپر تلوار کا زخم نمودار ہے اور عورت بھی مر گئی تو مرد سے قصاص لیا جاویگا زوجہ کے سبب سے اسواسطے کہ یہ قتل عمد ہے اور مرد کے عاقلہ پر ولد زندہ کی دیت ہے جبکہ وہ مر گیا ہو اور ولد میت کا بھی غرہ عاقلہ قاتل پر واجب ہے اسواسطے کہ جب مرد نے تلوار ماری اور وہ اسکے پیٹ کے دو بچوں کو نجانتا تھا تو یہ ضرب از راہ خطا کے ٹھہری اور خطا میں دیت عاقلہ پر ہوتی ہے نہ ضارب پر

باب ما یحدثه الرجل فی الطریق وغیرہ

یہ باب ہے اُن مسائل میں کہ مرد راہ وغیرہ میں کچھ احداث کرے اور بناوے لما ذکر القتل مباشرة شرع فیه تسببا فقال جبکہ مصنف قتل بطریق مباشرت کو ذکر کر چکا تو اب شروع کیا اس قتل میں جو بطریق تسبب کے ہے سواسنے اگلا قول کہا اور قتل بطریق مباشرت کے یہ ہے کہ قاتل مقتول پر بلا واسطہ آلہ قتل کو استعمال کرے اور قتل بالسبب یہ ہے کہ مثلا دیوار بنائی اور اسکے نیچے دبکر کوئی مر گیا اخرج الی الطریق العامة کنیفا ہو بیت الخلاء او میزابا او جرصنا کبرج وجذع وممر علو وحوض طاقة ونحوها عینی او دکانا جاز احداثه ان لم یضر بالعامة ولم یمنع منه فان ضر لم یحل لما تجی شارع عام میں پاخانہ اور سنڈاس یا پرنالہ نکالا یا جرصن بنایا جیسا کہ برج اور چھجا اور چھتا یا طاق کا حوض یا مانند اسکے اور چیز کذا فی العینی یا دوکان باہر نکالی تو اشیاء مذکورہ سے ہر چیز کا بنانا درست ہے اگر لوگوں کو اس احداث سے ضرر نہو اور کوئی منع بھی نہ کرے پھر اگر ضرر ہوگا تو اشیاء مذکورہ کا بنانا حلال نہیں چنانچہ آگے آویگا جرصن بضم جیم وصاد وسکون را مہملہ وتخفیف نون عربی لفظ نہیں لیکن مستعمل ہے اور اسکی تفسیر میں اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ جرصن برج ہے اور بعضوں نے کہا چھجا وغیرہ ذلک شارح نے اکثر اقوال کو جمع کرکے اشارہ کیا کہ سب اقوال کا ایک ہی حکم ہے خلاف نہیں مگر تفسیر میں کذا فی الطحاوی ولکل واحد من اهل الخصومة ولو ذمیا منعه ابتداء ومطالبته بنقضه ورفعه بعده ای بعد البناء سواء کان فیه ضرر او لا وقیل انما ینقض بخصومته اذا لم یکن له مثل ذلک والا کان تعنتا زیلعی اور اگر اہل خصومت سے اگرچہ وہ ذمی ہو ہر شخص کو اسکا روک دینا ابتداء سے اور اسکے توڑ ڈالنے کا مطالبہ کرنا بنچکنے کے بعد جائز ہے خواہ اسمیں ضرر ہو یا نہو اور صفار کا قول ضعیف یہ ہے کہ خصومت سے توڑنا بن چکنے کے بعد ثبوت ہے جبکہ مانع نے ویسا مکان نہ بنایا ہو اور نہیں تو روکنا ناحق عناد ہے کذا فی الزیلعی اور زیلعی نے کہا کہ اس مسئلہ میں تین مواضع میں کلام ہے اول راہ کے احداث میں ثانی خصومت منع احداث میں اور رفع بعد الاحداث میں اور ثالث ضمان میں احداث کا حال تو یہ ہے کہ شمس الائمہ نے کہا کہ اگر راہ والوں کو ضرر نہوتا ہو کشادگی راہ کے سبب سے تو احداث جائز ہے جبتک کوئی منع نکرے اور خصومت کا حال یہ ہے کہ امام رحمہ کے نزدیک ہر شخص کو اختیار ہے قبل از احداث روکنے کے اور بعد احداث کے توڑ ڈالنے کا اگر کسی کو ضرر نہو وے بشرطیکہ اُسنے بلا اذن سلطان کے بنایا ہوا اور ابو یوسف رحمہ نے کہا کہ ابتدا میں روکنے کا ہر شخص کو اختیار ہے اور بن چکنے کے بعد توڑنے کا اختیار نہیں اور محمد نے کہا کہ اگر ضرر نہوتا ہو تو نہ منع کا اختیار ہے نہ رفع کا اور اہل خصومت مسلمان عاقل بالغ آزاد اور ذمی ہے اسواسطے کہ شارع عام میں انکو چلنے کا اور اپنے جانوروں کے چلانے کا اختیار ہے تو خصومت نقض کا بھی اختیار ہوگا بخلاف غلام اور لڑکیوں کے کہ وہ اہل خصومت کے نہیں کذا فی الطحاوی هذا کله اذا بنی لنفسه بغیر اذن الامام یہ تمام مذکور ثبوت ہے جبکہ شارع عام میں اپنے ذات کیواسطے بنایا ہو بدون حکم سلطان کے ہم سو اگر حکم سلطانی ہو گیا ہو تو اب کسی کو منازعت کرنا جائز نہیں لیکن سلطان کو مناسب نہیں حکم دینا اگر لوگوں کو ضرر ہوتا ہو تنگی راہ سے اور باوجود اسکے سلطان کو مصلحت معلوم ہو اور حکم دے تو جائز ہے چنانچہ حموی میں ہے مسکین وقہستانی میں لکھا ہے کہ در صورت ضرر کے احداث جائز نہیں بلا خلاف خواہ سلطان حکم کرے یا نہ کرے کذا فی الطحطاوی زاد الصفار ولم یکن للمطالب مثله صفار نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ مطالبہ کرنے والے کا ویسا مکان نہو تب خصومت درست ہے

قول ضعیف ہے جو مذکور ہو چکا تو اعادہ کی کچھ حاجت نہ تھی کذا فی الطحطاوی فان بنی للمسلمین کمسجد ونحوہ او بنی باذن الامام لا ینقض ورحلیہ
سا عام مین نفع مسلمین کیواسطے مکان بنایا گیا جیسے مسجد اور مانند اسکے یا بحکم امام بنایا گیا تو وہ توڑا نجائیگا اور فقہا کے کلام سے صریحاً معلوم ہوتا ہے کہ مسجد
کا بنانا راہ مین درصورت عدم ضرر خلق بعد کے جائز ہے اور عدم نقض کا موضوع عدم ضرر ہے اور اگر عوام کو ضرر ہوتا تو نفع اور نفع اسپر کبھی وارد ہوگا کما لا یخفی اور اسپر
دلیل اگلا قول ہے کہ جو سکو ضرر کرے اسکا احداث جائز نہیں اور جو جائز نہیں وہ قائم نرکھا جاویگا اگرچہ امام نے اذن دیا ہو یا نفع مسلمین کیواسطے بنا ہو کذا فی الطحطاوی و
ان کان یضر بالعامۃ لا یجوز احداثہ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام اور اگر اکثر خلق کو ضرر کرتا ہو تو احداث اور اسکا بنانا جائز نہیں بدلیل حدیث نبی
علیہ الصلوۃ والسلام کے لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام یعنی ضرر پہونچانا اور ضرر کا بدلا دینا اسلام کا طریقہ نہیں ہے یہ حدیث جابر سے طبرانی مین اور عبادہ بن صامت سے ابن ماجہ مین
اور ابن عباس سے ابن ماجہ مین اور ابو سعید خدری سے مستدرک حاکم مین اور ابو ہریرہ سے دارقطنی مین اور عائشہ صدیقہ سے دارقطنی مین مروی ہے باختلاف بعض الفاظ ابن اثیر نے
کہا کہ ضرر ضد ہے نفع کا تو مطلب حدیث کا یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو ضرر نہ پہونچائے یعنی اسکی حق تلفی نہ کرے اور ضرار ضرر کی جزا دے اسکو ضرر پہونچا کر اور بعضوں نے کہا کہ ضرر وہ ہے
کہ دوسرے کو ہو اور تجھکو اسمین نفع ہو اور ضرار وہ ہے کہ دوسرے کو تو مضرت پہونچاوے اور تجھکو اسمین کچھ نفع نہیں اور بعضوں نے کہا کہ ضرر ایک طرف سے ہے اور ضرار دونون
طرف سے ہے اور بعضون نے کہا ضرار ضرر ہی کی تجدید المعنی ہین غرض تکرار سے تاکید ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ عنایہ میں اکمل نے کہا لا ضرر ابتداء ولا ضرار جزاء یعنی بدلا لینے مین
اپنے مقدار حق سے تعدی نکرنا چاہیے اسواسطے کہ ضرار بمعنی مضارۃ ہے یعنی تو اسکو ضرر پہونچایا دے جسنے تجکو ضرر پہونچایا واللہ اعلم وقعود فی الطریق للبیع وشراء یجوز ان
لم یضر باحد والا فلا علی ہذا التفصیل السابق اور راہ مین بیٹھنا بیچنے اور خرید کرنے کیواسطے جائز ہے اگر کسی کو ضرر نہوتا ہو اور نہیں تو جائز نہیں بموجب اسی تفصیل سابق کے
ہم قہستانی نے کہا اور یہی حکم ہے راہ مین درخت لگانیکا وہذا فی النافذ وفی غیر النافذ لا یجوز ان یتصرف باحداث مطلقاً اضرہم اولا الا باذنہم لانہ کالملک الخاص بہم
اور یہ حکم احداث کا شارع عام نافذ کا تھا جو دوسری طرف سے بند نہیں ہے اور کوچہ غیر نافذہ مین تو کوئی چیز احداث کرنے سے تصرف کرنا مطلقاً جائز نہیں خواہ
اہل محلہ کو احداث ضرر کرتا ہو یا ضرر نکرتا ہو مگر اہل محلہ کے اذن سے البتہ بنانا جائز ہے اسواسطے کہ کوچہ غیر نافذہ انکی ملک خاص کے مانند ہے ہم شارح اس تعبیر مین صاحب
درر کا تابع ہوگیا اور ہدایہ مین مصرح ہے کہ کوچہ غیر نافذہ اہل محلہ کا مملوک ہے ثم الاصل فیما جہل حالہ ان یجعل حدیثاً لو فی الطریق العامۃ وقدیماً لو فی الطریق الخاصۃ ہر چیز کا
پھر دریافت کرنا چاہیے کہ قاعدہ کلیہ اس احداث مین جسکا قدیم اور جدید ہونا معلوم نہیں یہ ہے کہ اگر شارع عام مین ہے تو جدید ہے اور اگر محلہ کی خاص راہ مین ہے
تو قدیم ہے کذا فی البرجندی ہم تو اگر احداث جدید ہے تو امام کو اسکا توڑنا جائز ہے اور اگر قدیم ہے تو کسی کو توڑنا درست نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی فان مات
احد من الناس بسقوطہا علیہ فدیتہ علی عاقلتہ ای عاقلۃ المخرج لتسببہ پھر اگر کوئی آدمی اشیاء مذکورہ کے اسپر ساقط ہونے سے مرگیا تو اسکا خونبہا مکان نکالنے
والے کے عاقلہ پر واجب ہے بسبب اسکی سبب سازی کے یعنی سبب ہلاکت بانی مکان ہے لہذا اسکے مددگارون پر دیت لازم ہوئی کما تدی العاقلۃ لو حفر
بئرا فی طریق او وضع حجرا او ترابا او طینا ملتقی فتلف بہ الانسان لانہ سبب جیسے عاقلہ پر دیت دینا لازم ہوتا ہے اگر کنوان کھودا راہ مین یا پتھر رکھا یا خاک یا
مٹی راہ مین ڈھیر کی کذا فی الملتقی سو اسکے سبب سے کوئی آدمی مرگیا اسواسطے کہ حافر اور واضع سبب ہے ہلاکت کا فان تلف بہ ای بواحد من المذکورات
بہیمۃ ضمن فی مالہ ان لم یاذن بہ الامام پھر اگر ایک کسی چیز سے اشیاء مذکورہ مین سے یعنی بیت الخلا یا میزاب یا برج وغیرہ یا دوکان یا راہ کے کنوئین یا پتھر سے
کوئی جانور تلف ہو گیا تو محدث کے مال مین تاوان لازم ہوگا اگر امام نے اسکا اذن نہ دیا ہو ہم وجہ تاوان تعدی ہے محدث کی اور عاقلہ پر اسواسطے تاوان لازم نہوا کہ
عاقلہ پر نفس کا تاوان لازم ہوتا ہے نہ مال کا اور اگر سلطان کے حکم سے اشیاء مذکورہ کو احداث کیا تو تاوان لازم نہوگا بعدم تعدی کے سبب سے اسواسطے کہ سلطان کو
اختیار کامل ہے راہ مین کیونکہ وہ نائب ہے خلق بعد کا تو اسکا فعل ایسا ہے جیسے مالک کا فعل اپنے ملک مین چنانچہ قہستانی مین ہے اور اذن سلطان کے مانند ارباب محلہ کا اذن
ہے غیر نافذہ کوچہ مین تو عدم اذن امام راجع ہے اول کلام تک یعنی فان مات احد تک کذا فی الطحطاوی فان اذن الامام فی ذلک ومات واقع فی بئر طریق

جوعا او عطشا او غما لا ضمان ویفتی خلافا لمحمد پھر اگر سلطان نے انہیں یعنی کنیف وغیرہ کے احداث میں اذن دیا اور کوئی شخص مر گیا یا راہ کے کنوئیں کا گرنے والا
بھوک یا پیاس یا غم سے مر گیا تو تاوان نہیں اسی قول پر فتوی ہے برخلاف محمد کے کہ انکے نزدیک سب صورتوں میں ضمان ہے ہم غم سے یہاں مراد دم کا رکنا ہے کنوئیں
کی ہوا سے ان اشیاء میں ضمان اسواسطے نہوا کہ کنوئیں کا گرنے والا جوع یا عطش یا غم سے مر گیا نہ وقوع سے اور ضمان اسوقت واجب ہوتا ہے جبکہ وقوع کے سبب سے
مر جاسے کذا فی الزیلعی ولو سقط المیزاب فاصاب ما کان فی الداخل رجلا فقتلہ فلا ضمان اصلا لکونہ فی ملکہ فلم یکن متعدیا اور اگر پرنالہ ساقط ہوا سو پرنالہ
کا وہ سرا جو دیوار میں داخل تھا کسی مرد کے لگا سو اسکو قتل کیا تو اصلا ضمان نہیں اسواسطے کہ پرنالہ کی طرف داخلی تو صاحب خانہ کی ملک میں ہے تو مالک خانہ کی تعدی
نہوئی جو اسپر تاوان آتا وان اصابہ الخارج او وسطہ نزازیۃ فالضمان علی واضعہ لتعدیہ اور اگر پرنالہ کا باہر کا سرا یا اسکا درمیان کسی کے لگا کذا فی البزازیہ تو پرنالہ لگانے
والے پر ضمان واجب ہے اسکی تعدی کے سبب سے ہم تعدی یہ ہے کہ راہ کی ہوا میں اسنے پرنالہ نصب کیا کذا فی الزیلعی اور لیکن پرنالہ لگانے میں ضرورت بھی نہیں
اسواسطے کہ دیوار میں خفی پرنالہ ہو سکتا ہے کذا فی الہدایہ طحطاوی نے کہا کہ ضمان اسی صورت میں ہے جبکہ سلطان یا اہل محلہ نے پرنالہ لگانے کا اذن نہ دیا ہو چنانچہ
مذکور ہو چکا اور تعدی کی تعلیل بھی اسپر دلالت کرتی ہے اور ضمان واجب ہے واضع کی عاقلہ پر اور اسی طرح مسائل مذکورہ میں انتہی ولو مستاجرا او مستعیرا او غاصبا
ضمان واضع پر ہے اگرچہ واضع مستاجر یا مستعیر یا غاصب ہو ولا یبطل الضمان بالبیع لبقاء فعلہ وہو الموجب للضمان بخلاف الحائط المائل لما سیجئی زیلعی اور ضمان
باطل نہیں ہوجاتا اس مکان کی بیع سے بسبب باقی رہنے واضع کے فعل کے اور وہ یعنی فعل واضع ضمان کا موجب ہے برخلاف دیوار مائل کے چنانچہ زیلعی نے اسکو
مشرح بیان کیا ہے ہم خلاصہ زیلعی یہ ہے کہ بائع پر ضمان اسواسطے ہے کہ فعل اسکا منسوخ نہیں ہو گیا اسکی ملک زائل ہونے سے برخلاف دیوار مائل کے جبکہ اشہاد کیا تھا
کے بعد پھر ملک مشتری میں دیوار گر پڑی اور کوئی مر گیا تو نہ بائع پر ضمان ہے نہ مشتری پر اسلیے کہ مشتری پر اشہاد نہیں ہوا حالانکہ وہ شرط ہے اور بائع کے حق میں
اشہاد اول باطل ہو گیا عدم ملک سے کذا فی الطحطاوی ولو اصابہ الطرفان من المیزاب وعلم ذلک وجب علی واضعہ النصف وہدر النصف ولو لم یعلم ای
طرف منہما اصابہ ضمن النصف استحسانا زیلعی اور اگر کسی مرد کو پرنالہ کی دونوں طرفین داخلی اور خارجی پہنچیں اور وہ ہلاک ہو گیا اور وہ یعنی دونوں طرفوں کا اسپر پڑنا
معلوم ہوا تو پرنالہ لگانے والے پر نصف دیت واجب ہے اور نصف دیت باطل اور رایگاں ہے اور اگر معلوم نہیں کہ دونوں طرفوں سے کون طرف اسپر گری تو واضع پر
نصف دیت کا ضمان بدلیل استحسان کے واجب ہے کذا فی الزیلعی ہم قیاس یہ تھا کہ درصورت عدم علم کچھ واجب نہوتا کیونکہ اگر طرف خارجی سے موت ہوئی تو ضمان ہے
اور اگر داخلی سے ہے تو ضمان نہیں شک سے وجہ استحسان یہ ہے کہ ایک حال میں پورا ضمان ہو سکتا ہے اور دوسرے حال میں کچھ بھی نہیں ہوتا تو نصف ضمان لازم ہوگا کذا
فی الطحطاوی ومن نحی حجرا وضعہ آخر فعطب بہ رجل ضمن لان فعل الاول انتسخ بفعل الثانی اور جسنے کنارہ پر کر دیا اس پتھر کو جو دوسرے شخص نے راہ میں رکھا تھا پھر اس
پتھر سے کوئی مرد ٹھوکر کھا کے مر گیا تو کنارے پر کرنیوالا ضمان دیگا اسواسطے کہ اول شخص کا فعل یعنی راہ میں رکھنے والے کا منسوخ ہو گیا دوسرے شخص کے فعل سے
یعنی تو سبب ہلاک شخص ثانی ٹھہرا انتہی او حمل علی راسہ او ظہرہ شیئا فی الطریق فسقط منہ علی آخر او ادخل الحصیر او قندیلا او حصاۃ فی مسجد غیرہ او
جعل فیہ حصی او دیوار ای تکمال او جلس فیہ لا للصلوۃ ولو لقراءۃ القرآن او التعلیم فعطب بہ احد کاعمی ضمن لا فاعلہا اس شخص کے مانند جسنے اپنے سر یا پیٹھ پر کوئی چیز اٹھائی
راہ میں سو اسمیں سے کچھ دوسرے شخص پر گر پڑا یا چٹائی یا قندیل یا کنکری غیر کی مسجد میں لیگیا یعنی مسجد میں کنکریوں یا چٹائیوں کا فرش کیا کذا ذکرہ ابن کمال یا
سوا سے نماز ادا نفل کے واسطے مسجد میں بیٹھا اگرچہ قرآن یا تعلیم کیواسطے بیٹھا ہو سو کوئی شخص اسکے سبب سے تلف ہو گیا چنانچہ اندھا چٹائی میں الجھا یا پتھر پر ٹھوکر
کھا کر مر گیا تو حامل یا مدخل یا جالس پر ضمان لازم ہوگا برخلاف صاحبین کے لا یضمن من سقط منہ رداء لبسہ علیہ ضمان لازم نہوگا اس شخص پر جسپر سے وہ چادر
گر پڑی جسکو وہ اوڑھے تھا اور اسکے سبب سے کوئی تلف ہو گیا ہم حامل اور لابس میں فرق یہ ہے کہ حامل شی اسکی محافظت کا قصد رکھتا ہے تو تقیید بالسلامۃ ممکن
اسپر کچھ حرج نہیں اور لابس ملبوس کی حفاظت کا قصد نہیں رکھتا تو تقیید بالسلامۃ میں اسپر حرج ہے کذا فی الطحطاوی وادخل غیرہا الا تیان المذکورات

في مسجد حيه اى محلته لان تدبير المسجد لاهله دون غيرهم فيفعل غيرهم مباح فيتقيد بالسلامة یا اشیا مذکور یعنی چٹائی یا قندیل یا بجریان اپنے محلہ کی مسجد میں
لیلیا اور کوئی شخص انکے سبب سے ہلاک ہو گیا تو اوسپر ضمان نہیں اسواسطے کہ تدبیر مسجد کی اہل محلہ پر ہے انکے سوا اور لوگوں یعنی غیر شخص کا فعل مباح ہے تو مقید
بسلامت ہوگا اھ ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ اہل محلہ پر تدبیر مسجد واجب ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اہل محلہ اور غیر اہل محلہ دونوں کا فعل مباح ہے لیکن اہل
محلہ کا فعل مباح مطلق ہے بلا قید سلامت اور غیر کا فعل مباح بقید سلامت ہے کذا فی الطحطاوی وجلس فيه للصلوة الحاصل ان الجالس في مسجد حيه او غيره لا يضمن
بغير الصلوة يضمن مطلقا خلافا لهما واستظهر في الشرنبلالية معزيا للزيلعي وغيره قولهما وقد حققته في شرح الملتقى یا بیٹھا مسجد میں نماز کے انتظار کے واسطے
اور کوئی شخص اوسپر گرکے تلف ہو گیا تو جالس پر ضمان نہیں خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص نماز کے واسطے اپنے محلہ کی مسجد یا غیر محلہ کی مسجد میں بیٹھا تو اوسپر ضمان نہیں
اور نماز کے سوا اور فعل کے واسطے بیٹھا تو اوسپر ضمان ہے مطلقا خواہ اپنی مسجد میں ہو یا غیر محلہ کی مسجد میں برخلاف صاحبین کے یعنی انکے نزدیک جالس مسجد
پر ضمان نہیں خواہ نماز کے واسطے جلوس ہو یا نہو اور شرنبلالیہ میں صاحبین کے قول کی تقویت کی ہے زیلعی وغیرہ کی طرف نسبت کرکے اور ہم نے اسکو تحقیق بیان کیا ہے
شرح ملتقی میں ہم زیلعی میں حلوانی سے منقول ہے کہ اکثر مشائخ نے صاحبین کے قول کو لیا ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور صدر الاسلام سے منقول ہے کہ صاحبین کا قول ظاہر ہے
اسلیے کہ جلوس نماز کی ضروریات سے ہے تو نماز کے ساتھ ملحق ہے اور عینی میں ہے کہ صاحبین کے موافق ائمہ ثلثہ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الطحطاوی فیہ کتابة
ليبني او ليحفر له في فناء حانوته او داره فتلف به شيء ان قبل فراغه فعلى الاجير وان بعده فعلى الآمر لما لو كان في غير فنائه ولم يعلم فالاجير فان علم فعليه كما لو امره بالبناء
في وسط الطريق لفساد الامر اور ملتقی میں ہے کہ اگر مزدور لگایا تاکہ عمارت بناوے یا اسکے واسطے کنواں کھودے اپنی دوکان یا گھر کے پیش دروازے میں
سو اسکے سبب سے کوئی چیز تلف ہو گئی اگر ہلاک ہوئی قبل تعمیر یا حفر کے تو ضمان اسکا مزدور پر ہے اور اگر بعد فراغت کے ہلاک ہوئی تو امر کرنے والے پر
چنانچہ اگر تعمیر اور حفر مستاجر کی پیش در میں ہو اور مزدور اسکو نجانتا ہو تو مستاجر پر ضمان ہے پھر اگر مزدور جانتا ہو تو مزدور پر ہے چنانچہ اگر اسنے تعمیر کے واسطے امر کیا
درمیان راہ کے اور کوئی تلف ہوا تو مزدور پر ضمان ہے فساد امر کے سبب سے یعنی راہ مملوک مستاجر کی نہتی تو اسکا امر کرنا باطل ٹھیرا سبب باوجود اسکے مزدور نے
تعمیر پر اجرت لی لہذا مزدور پر ضمان آیا نہ مستاجر پر ولو قال الآمر هو فنائي وليس لي فيه حق الحفر فعلى الاجير قياسا اي لعلمه بفساد الامر فما غره وعلى المستاجر استحسانا
انتهى قلت وقد قدمه وغيره القياس هنا وظاهره ترجيحا سيما على اداب رواية صاحب الملتقى من تقديمه الاقوى فتنبه اور اگر مستاجر نے کہا
کہ یہ میرا پیش دروازہ ہے اور ہمیں مجکو کنواں کھودنے کا حق نہیں ہے یعنی پھر باوجود اسکے مزدور نے وہاں کھودا اور کوئی چیز تلف ہو گئی تو ضمان مزدور پر
ہے قیاس کی راہ سے یعنی اسواسطے کہ مزدور کو امر مستاجر کا فساد معلوم ہو گیا تو مستاجر نے اسکو فریب نہیں دیا اپنی حقیقت ظاہر کرکے اور مستاجر پر ضمان
ہے استحسان کی راہ سے انتہی کلام الملتقی میں کہتا ہوں درایۃ صاحب ملتقی وغیرہ نے یہاں قیاس کو استحسان پر مقدم ذکر کیا ہے اور تقدیم اسکی ترجیح پر دلالت
کرتی ہے خصوصا صاحب ملتقی کی عادت پر کہ وہ قوی تر قول کو مقدم ذکر کرتا ہے سو اسکو تامل کرو وجہ استحسان یہ ہے کہ مستاجر نے کھودنے کا امر ظاہرا اپنے
ملک میں کیا اسواسطے کہ پیش در میں آدمی کو مٹی ڈالنا اور لکڑیاں رکھنا اور گھوڑا باندھنا وغیر ذلک من التصرفات درست ہیں تو امر صحیح ہوا نہ فاسد تو ضمان مستاجر پر
ہوگا نہ مزدور پر ومن جعل بالوعة في طريق بامر السلطان او في ملكه او وضع خشبة فيها اي الطريق او قنطرة بلا اذن الامام وكذا كل ما فعل في طريق العامة
فتعمد رجل المرور عليها لم يضمن لان الاضافة الى المباشرة اولى من المتسبب اور جسنے چاہ آب ریز کھودا راہ میں سلطان کے حکم سے یا اپنی ملک میں
کھودا یا لکڑی رکھی راہ میں یا پل بنایا بدون اذن سلطان کے اور اسی طرح کا حکم ہے ہر ایک اس چیز میں جو شارع عام میں بنائی گئی پھر کسی مرد نے اسپر عمدا گذر لیا
اور وہ تلف ہو گیا تو حافر اور واضع اور بانی پر ضمان نہیں اسواسطے کہ ہلاکت کا نسبت کرنا مباشر کی طرف اولی ہے مسبب کی طرف سے یہ تعلیل ہے پچھلے دو مسئلوں کی
زیلعی نے کہا کہ چاہ آب ریز باذن امام کھودنا یا اپنے ملک میں کھودنا تعدی نہیں ہے اور وضع خشبہ اور قنطرہ اگرچہ تعدی ہے لیکن اسپر عمدا چلنا نسبت دلی الواضع کا

قاطع ہو اسواسطے کہ واضع متسبب ہے اور چلنے والا مباشر ہے کذا فی الطحطاوی وبہذا تبین ان المتسبب انما یضمن فی حفر البئر ووضع الحجر اذا لم یتعمد الواقع المرور وکذا
فی المجتبی اور اس کلام یعنی عدم ضمان تعمد سے ظاہر ہوگیا کہ متسبب پر اسی صورت مین ضمان لازم ہوتا ہے کنوان کہودنے اور پتھر راہ مین رکھنے سے جبکہ اسکا گرنیوالا
بالقصد اسپر مرور نہ کرے کذا فی المجتبی وفیہ حفر فی طریق مکۃ اوغیرہا من الفیافی لم یضمن بخلاف الامصار قلت وبہذا عرف ان المراد بالطریق فی الکتب الطریق فی
الامصار دون الفیافی والصحاری لانہ لایمکن العدول عنہ فی الامصار غالبا دون الصحاری اور مجتبی مین یہ ہے کہ مکہ معظمہ یا اسکے سوا میدانون کی راہ مین کنوان کہودا
اور اسمین گرکے کوئی تلف ہوگیا تو کہودنے والے پر ضمان نہین برخلاف شہرون کے مین کہتا ہون اور اس مسئلہ سے معلوم ہوگیا کہ راہ سے مراد کتب فقہ مین شہرون
کی راہین ہین نہ بیابان اور جنگلون کی اسواسطے کہ شہرون مین راہ معین سے ہٹکر چلنا اکثر ممکن نہین ہوتا نہ میدانون کی راہ مین **ولو استاجر رجل اربعۃ لحفر بئر لہ**
فوقعت البئر علیہم جمیعا من حفرہم فمات احدہم فعلی کل واحد من الثلثۃ الباقیۃ ربع الدیۃ ویسقط ربعہا لان البئر وقع علیہم بفعلہم فقد مات من
جنایتہ وجنایۃ اصحابہ فیسقط ما قابل فعلہ خانیہ وغیرہا زاد فی الجوہرۃ وہذا لو البئر فی الطریق فلو فی ملک المستاجر فینبغی ان لایجب شئ لان الفعل مباح فما یحدث
غیر مضمون انتہی اور اگر ایک مرد نے چار شخصون کو مزدوری پر لگایا اپنا کنوان کہودنے کو سو کنوان ان سب پر پہٹ کر گر پڑا انکے کہودنے کے سبب سے سو ان مین
سے ایک شخص مرگیا تو باقی تین شخصون سے ہر شخص پر چوتہائی دیت واجب ہے اور چوتہائی دیت ساقط ہوگی اسواسطے کہ کنوان انپر گرا انکے فعل کے سبب سے
تو مرنے والا مرگیا اپنی جنایت اور اپنے ساتہیون کی جنایت سے تو اسقدر دیت ساقط ہوگئی جو میت کے فعل کے مقابل واقع ہوگئی کذا فی الخانیۃ وغیرہا
جوہرہ مین اتنا زیادہ ذکر کیا ہے اور یہ حکم اس تقدیر پر ہے جبکہ کنوان راہ مین ہو سو اگر مستاجر کی ملک مین ہوگا تو لائق یون ہے کہ کچھ دیت واجب نہو اسواسطے کہ وہ
فعل مباح ہے سو جو حادث ہوگا اسکا ضمان نہین انتہی ما فی الجوہرۃ قلت ویوخذ منہ جواب حادثۃ ہی ان رجلا لہ کرم وارضہ تارۃ تکون مملوکۃ وعلیہا الخراج کاراضی
بیت المال وتارۃ تکون للوقف وتارۃ فی یدہ مدۃ طویلۃ یودی خراجہا ویملک الانتفاع بہا بغرس اوغیرہ فیستاجر ہذا الرجل جماعۃ یحفرون لہ بئرا لیغرس فیہا
اشجار العنب وغیرہ فتسقط علی احدہم بل لورثتہ مطالبتہ بدیتہ قال المصنف والحکم فیہا وشبہہا عدم وجوب شئ علی المستاجر وکذا علی الاجیر کما یفیدہ کلام الجوہرۃ
ویحمل اطلاق الفتاوی علی ما وقع بقید الاتحاد الحکم والحادثۃ واللہ اعلم مین کہتا ہون اور جوہرہ کے کلام سے جواب ایک استفتا کا معلوم ہوتا ہے وہ حادثہ
یہ ہے کہ ایک مرد کے درخت انگور ہین اور انگور کی زمین گاہے مملوک ہوتی ہے اور اسپر خراج ہے جیسے بیت المال کی اراضی اور کبہی زمین وقف کی ہوتی ہے
اور گاہے صاحب انگور کے قبضے مین مدت دراز تک رہتی ہے کہ وہ اسکا خراج دیا کرتا ہے اور اس زمین سے نفع لینے کا مالک ہوتا ہے درخت وغیرہ لگاکر سو اس
مرد صاحب انگور نے جماعت کو مزدوری پر لگایا کنوان کہودنے کے واسطے تاکہ اس زمین مین انگور وغیرہ کے درخت لگادے سو کنوان پہٹ پڑا ایک
مزدور پر تو اسکے وارثون کو مستاجر سے دیت کا مطالبہ جائز ہے یا نہین مصنف نے شرح مین کہا اس حادثہ اور اسکے مانند مین عدم وجوب ضمان کا حکم ہے مستاجر
پر اور اسی طرح اور مزدور پر کچہ واجب نہین چنانچہ جوہرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے اور فتاوی کا اطلاق مقید پر محمول ہے یعنی جو کتب فتاوی مین مذکور ہے
بلا قید کہ جو کہودنے مین تلف ہوا اسکا ضمان ہے سو مراد حفر فی الطریق ہے نہ حفر فی الملک اتحاد حکم اور حادثہ کے سبب سے واللہ اعلم یہ جو کہا کہ زمین
گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور گاہے تصرف مستاجر مین ہے مدت طویل سو مراد اس سے یہ ہے کہ وہ زمین خالی نہین اشیاء مذکورہ سے اور یہ
مراد نہین کہ ایک زمین گاہے مملوک ہے اور گاہے وقف اور جواب استفتا مین یہ خلل ہے کہ حادثہ انگور متفرع ہے صاحب جوہرہ کی بحث اور تجویز پر اور
فقہائے دین سے منصوص نہین تو حکم متحد نہین ہوسکتا اور حادثہ بہی مختلف ہے کیونکہ حفر فی الملک فی الطریق کی مغایر ہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی
فروع مسائل ملحقہ شارح کے لو استاجر رب الدار الفعلۃ لاخراج جناح او ظلۃ فوقع فقتل انسانا ان قبل فراغہم عن عملہ فالضمان علیہم لانہ حینئذ لم یسلم لرب
الدار اور اگر صاحب خانہ نے مزدور لگائے چہجا یا چہپتا نکالنے کے واسطے سو چہجا یا چہپتا گرا سو اسنے کسی آدمی کو قتل کیا انکے فراغت عمل سے پہلے تو ضمان کا بگردن

ہو نہ صاحب خانہ پر اسواسطے کہ اُس وقت میں یعنی قبضہ یا اذن فارغ صاحب خانہ کے واسطے دو مسلم نہیں ہوا اقتضین لوث تھا الا یہ حیث نرلق واستوجب الطریق اور
ضمان دیگا اگر پانی کثرت سے جھڑکا اسقدر ہو کہ اس سے آدمی پھسل جاتا ہو اور جھڑکا تمام راہ میں ہو اور اگر جھڑکا تھوڑا ہو یا تمام راہ میں چھڑکا نہیں ہو تو ضمان
نہیں فلو رش فنا حانوت باذن صاحبہ فالضمان علی الآمر استحسانا وتمامہ فی الملتقی اور اگر پانی جھڑکا دکان کے سامنے صاحب دکان کے اذن سے تو دکان کے
والے پر ضمان ہے استحسان کی راہ سے اور پورا اسکا بیان ملتقی میں ہے

فصل فی الحائط المائل یہ فصل ہے دیوار مائل یعنی جھکی دیوار کے مسائل میں مال حائط الی طریق العامۃ ضمن ربہ ای صاحبہ ما تلف بہ من نفس انسان
او حیوان او مال جھک گئی دیوار شارع عام کی طرف تو دیوار کا مالک یعنی اسکا صاحب ضمان دیگا اس چیز کا جو تلف ہو گئی دیوار کے گرنے سے خواہ وہ جسم
یا جان ہو آدمی یا جانور کی یا مال ہو شارح نے مالک کی تفسیر صاحب کر کے اشارہ کیا کہ مالک سے حقیقی مالک مراد نہیں بلکہ مالک سے مراد وہ شخص ہے جسکو
تصرف اور تفریغ کا اختیار ہو اگرچہ وہ صغیر کا وصی ہو یا اسکا دادا یا راہن یا مکاتب چنانچہ شارح بیان کریگا ان طالب ربہ حقیقۃ او حکما کالوقف والیتیم والحائط
المسجد فضمن عاقلۃ الوقف ضمان تلف لازم ہوگا بشرطیکہ دیوار کے مالک سے مطالبہ کیا ہو خواہ وہ حقیقۃً مالک ہو یا حکماً مالک ہو چنانچہ وقف کرنیوالا اور واقف
کا اگرچہ دیوار مائل مسجد کی ہو تو عاقلہ وقف پر ضمان لازم آویگا وکالصبی الولی والراہن والمکاتب والعبد التاجر او ناظر وقف کے مانند ولی اور راہن اور مکاتب اور تاجر
غلام ہے ہم ولی سے مراد صغیر کا ولی ہے جیسے اسکا باپ اور دادا راہن کا ذکر اسواسطے کیا کہ مرتہن مالک مرہون کا نہیں کہ اُس سے مطالبہ ہو بلکہ مالک راہن ہے اور وہ قادر
ہے ہدم دیوار پر فک رہن کے بعد پھر دیوار بنا کر مرتہن کے قبضہ میں کردے اور مکاتب کی دیوار ساقط ہو کر اگر کوئی چیز تلف ہو گئی حالت کتابت میں تو اگر وہ چیز انسان ہے تو وہ
اسکی قیمت اور دیت مقتول میں اقل ہوگا وہ مکاتب پر لازم ہوگا اور اگر وہ چیز مال ہے تو اسکی ادائے قیمت میں سعی مکاتب پر واجب ہوگی اور اگر عبد تاجر کی دیوار سے مال
تلف ہوگا تو اسکی گردن سے متعلق ہے اور اگر جان ہے تو اسکے مالک کی عاقلہ پر دیت ہے کذا فی الطحطاوی وکذا احد الشرکاء ولو ثلثۃ استحسانا اور اسی طرح ناظر وقف کے
مانند شریکوں میں سے ایک شریک ہے اگرچہ اشخاص مذکورین اسکے وارث ہوں باعتبار استحسان کے ہے وجہ استحسان یہ ہے کہ احد الشرکاء قادر ہے اسپر کہ باقی شریکوں
سے مطالبہ کرے تا وہ مجتمع ہو کر دیوار کو ڈھا دیں تو ایک شریک بقدر اپنے حصہ کے ضمان دیگا اور قیاس یہ تھا کہ ایک شریک پر ضمان لازم نہوتا کیونکہ وہ ہدم
دیوار کا مالک نہیں بعض نے التفسیر ترجمہ لوات ربہ عن ابن فقط ودین مستغرق صح الاشہاد علی الابن وان لم یملک الدار برجندی وغیرہ ہاں ظہیریہ میں ہے کہ اگر دیوار کا مالک
مر گیا فقط ایک بیٹا اور دین مستغرق ترکہ چھوڑ کر تو بیٹے پر گواہ کرنا صحیح ہے اگرچہ بیٹا گھر کا مالک نہیں کذا فی البرجندی وغیرہم تو اگر اشہاد کے بعد انسان تلف ہوگا
تو باپ کی عاقلہ پر دیت لازم ہوگی نہ فرزند کی عاقلہ پر کذا فی المنح بنقضہ مکلف مسلم او ذمی یعنی من اہل الطلب فیشترط فی الصبی والعبد اذن ولیہ ومولاہ بالخصومۃ
زیلعی حر او مکاتب ضمان لازم ہوگا اگر مالک دیوار سے اسکے توڑنے اور ڈھا دینے کا مطالبہ کیا ہو مکلف نے مسلمان ہو یا ذمی آزاد ہو یا مکاتب شارح
نے کہا مکلف سے مراد اہل ہے طلب کا نہ بالغ تو صغیر کی طلب میں اسکے ولی کا اور غلام کی طلب میں اسکے مالک کا اذن خصومت کے واسطے شرط ہے کذا
فی الزیلعی وان لم یشہد وجوب ضمان میں طلب نقض شرط ہے اگرچہ اسپر اشہاد (گواہ کرنا ۱۲) واقع نہوا ہو تو وجوب ضمان میں طلب شرط ہے نہ اشہاد اور اشہاد جو کتب
فقہ میں مذکور ہے تو اسواسطے ہے کہ اگر مالک دیوار یا اسکے مددگار طلب ہدم کا انکار کریں تو اسکے اثبات پر قدرت حاصل رہے تو اشہاد باب احتیاط سے ہے
چنانچہ طلب شفعہ پر شاہد کرنا بوجہ احتیاط ہے نہ بوجہ شرط اور طلب کرنا اُس ہر ایک لفظ سے صحیح ہے جس سے طلب نقض مفہوم ہو چنانچہ یوں کہنا کہ تیری دیوار
خطرناک ہے یا مائل ہے سو اسکو گرا دے تا ساقط ہو کر کسی چیز کو تلف نہ کرے یا یوں کہے کہ دیوار کو گرا دے کہ وہ جھک رہی ہے اور اشہاد کی صورت یہ ہے کہ طلب دو گواہ
شاہدوں کے سامنے ہو یا یوں کہے کہ اے لوگو گواہ رہو میں نے دیوار ڈھانے کو کہدیا ہے اور اگر مالک دیوار سے یوں کہے کہ تجھکو دیوار کا ڈھانا مناسب ہے تو یہ طلب نہیں
ہے اور نہ اشہاد بلکہ یہ مشورہ ہے کذا فی الزیلعی ولا یصح الطلب قبل المیل لعدم التعدی اور طلب نقض صحیح نہیں دیوار کے جھکنے سے پہلے عدم تعدی کے سبب سے

واستحال ان لم یستقضه وهو یمکن نقضه فی مدة یقدر علی نقضه فیها صاحب دیوار مائل پر ضمان واجب ہی طلب کے بعد اس حالت مین کہ اُسنے دیوار کو نہ گرایا اور حالانکہ وہ اُسکے گرانے کا مالک ہی اسقدر مدت مین جسمین اُسکے ڈھانے پر قادر ہی ثم یعنی طلب کے بعد فوراً بلا مہلت ضمان واجب نہین تو اگر طلب پر اشہاد ہوا اور فوراً دیوار گر پڑی مالک نے اتنی فرصت نہ پائی کہ گرانے پر قادر ہوتا تو ضمان تلف اُسپر لازم نہوگا بعلت عدم قدرت علی النقض لان دفع الضرر العام واجب اہل دیوار پر اسواسطے ضمان تلف لازم ہی کہ ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہی ہم اگر ضمان واجب نہو تو نقض ممتنع ہو تو راہ بند ہوجائے گرنے کے خوف سے تو راہ بند ہوجانے سے خلق ہند کا ضرر ہی اور ضرر عام کا دفع کرنا واجب ہی اور یہ امر اکثری ہی کہ ضرر خاص کا تحمل ضرر عام کے دفع کیواسطے واجب ہوتا ہی چنانچہ کفار پر تیر مارنا اگرچہ کفار نے اطفال مسلمین کو سپر بنایا ہو اور جیسا کہ ہلاک جان کے خوف سے اُس ہاتھ کا کاٹنا جو سڑتا جاتا ہو کذا فی الطحطاوی ثم ما تلف به من النفوس فعلی العاقلة ومن الاموال فعلیه لان العاقلة لا تعقل المال پھر معلوم کرنا چاہیے کہ جو دیوار کے گرنے سے جان آدمی کی تلف ہوگئی تو اسکی دیت صاحب دیوار کے مددگار دینگے اور جو مال تلف ہو وے تو اسکا ضمان صاحب دیوار پر ہی اسواسطے کہ مددگار تلف مال کا ضمان نہین دیتے ولا ضمان الا بالاشهاد علی ثلثة اشیاء علی التقدم علیه وعلی الاهلاک بالسقوط علیه وعلی کون الجدار ملکا له ای من وقت الاشهاد الی وقت السقوط ولذا قال اور ضمان نہین مگر تین چیز پر گواہ لانے سے ایک اسپر کہ صاحب دیوار کی طرف طلب ہدم مقدم ہوچکی دوسرے اسپر کہ ہلاکت ہوئی اُسپر گر پڑنے کے سبب تیسرے اسپر کہ دیوار اسکی ملک ہی یعنی اشہاد کے وقت سے سقوط کے وقت تک اُسکی ملک مین باقی ہی لہذا مصنف نے قول آئندہ کو ذکر کیا ولو تقدم الی من لا یملک نقضه کمن یسکنها باجارة او اعارة او الی المرتهن او الی المودع لا یعتد به لعدم قدرتهم علی التصرف اور اگر طلب ہدم اُس شخص سے متقدم ہوئی جو دیوار توڑنے کا مالک نہین اُن لوگون مین سے جو گھر مین رہتا ہی اجارہ یا عاریت کے سبب سے یا مرتہن یا امانت دار کی طرف طلب ہوئی تو اس طلب اور اشہاد کا کچھ اعتبار نہین انکی عدم قدرت کے سبب سے تصرف پر یعنی وہ لوگ ہدم وغیرہ کے تصرف پر قادر نہین حینئذ فلو سقطا بعد التقدیم لمن ذکر و اتلفت شیئا فلا ضمان اصلا لا علی ساکن ولا مالک اور اس صورت مین اگر دیوار ساقط ہوئی اشخاص مذکورین کی تقدیم طلب کے بعد اور دیوار نے ساقط ہو کر کوئی چیز تلف کی تو اصلا ضمان نہین نہ گھر کے رہنے والے پر نہ مالک پر ہم ساکن پر اسواسطے ضمان نہین کہ وہ مالک نہین اور مالک پر اسواسطے نہین کہ اسپر نہ اشہاد ہوا نہ طلب کما لو خرج الحائط عن ملکه ببیع او غیره کهبة حاوی القدسی وکذا لو جن مطبقا او ارتد ولحق و حکم بلحاقه ثم عاد او افاق خانیة چنانچہ اس صورت مین ضمان نہین کہ دیوار خارج ہوگئی اُسکی ملک سے بیع کے سبب یا غیر بیع کے سبب سے چنانچہ ہبہ کرنے کے سبب سے کذا فی الحاوی القدسی اور اسی طرح ضمان نہین اگر مالک دیوار کا مجنون ہوگیا جنون مطبق یا مرتد ہوگیا اور دار الحرب مین جا ملا اور اسکے لحاق کا حکم ہوگیا پھر وہ دار الاسلام پر آگیا یا مجنون جو تھا ہوگیا کذا فی الخانیة ثم ظاهر ان الهبة مع التسلیم ضرورۃ بطلان اشہاد کے واسطے اسواسطے ہبہ کا کچھ حکم نہین قبل تسلیم کے تو یہ جو شارح اگلے قول مین کہے گا لزوال ولایته بالبیع ونحوه وغیرہ ظاہر ہی کذا فی الطحطاوی فبعد الاشهاد ولو قبل القبض لزوال ولایته بالبیع ونحوه وان عاد ملکه بعده حاوی و خانیة خروج ملک بعد اشہاد سے ضمان لازم نہین آتا اگرچہ سقوط دیوار کا قبض مشتری سے پہلے ہو بسبب زائل ہوجانے اسکی ولایت کے بیع اور اسکے مانند سے اگرچہ ملک بائع کی پھر عود کرے بعد اسکے کذا فی الحاوی والخانیة ثم ضمان واجب ہوتا ہی ترک ہدم سے پھر جب بیع کی تو قادر نہ رہا ہدم پر اور اگر بیع کے بعد پھر مالک ہوگا تو بھی ضمان لازم نہوگا مگر اشہاد ثانی سے تجدد ملک کے سبب سے بخلاف نحو الجناح لبقاء فعله کما مر بخلاف مانند جناح کے بسبب باقی رہنے فعل بائع کے چنانچہ فصل سابق مین زیلعی سے مذکور ہوچکا ہم اشراع جناح عبارت ہی اخراج جذوع دیوار سے یعنی دیوار سے دھنیان راہ کی طرف باہر نکال لینا اور اسپر عمارت بنانا کذا فی صدر الشریعة اہل ہند اسکو چھجا اور برآمدہ کہتے ہین اور جناح کی مانند کنیف اور میزاب ہی خلاصہ یہ ہی کہ اگر راہ کی طرف اخراج جناح کیا یا مانند اسکے کچھ بنایا پھر اسکو بیچا پھر وہ ساقط ہو کر تلف کا موجب ہوا تو ضمان بائع پر ہی نہ مشتری پر اسواسطے کہ نفس وضع جنایت ہی تو زوال ملک اس حال کو نہین بدلتا اور دیوار جھکانا خود جنایت نہین بلکہ ترک ہدم دیوار مائل جنایت ہی سو بیع کے بعد ہدم پر قدرت نہین ولا یضمن الانسان من مالک او ساکن باجارة او بغیرها لافاقته

لا ذی الاجارة قہستانی فالطلب الیہ لان الحق لہ اور اگر دیوار مائل ہوئی کسی آدمی کے گھر کی طرف خواہ وہ مالک ہو یا رہنے والا ہو کرایہ وغیرہ سے تو اس آدمی کو طلب ہدم کا اختیار ہے اسواسطے کہ خاص حق اُسی کا ہے قہستانی نے کہا اور انسان کی اضافت کمتر تعلق اور ارتباط کی وجہ سے ہے یعنی تو مالک اور کرایہ دار دونوں کو صاحب خانہ کہنا صحیح ٹھہرا فصح تاجیلہ وابراؤہ منہا ای من الجنایة تو صاحب خانہ کی تاجیل اور جنایت سے ابرا کرنا صحیح ہے یعنی اگر ایک شخص کے گھر کی طرف دیوار مائل ہے اور اُسنے مالک دیوار کو مہلت دی کہ اتنی مدت میں گرا کر بنا لینا یا کہا تجھپر ضمان تلف نہیں تو یہ جائز ہے پھر اگر اس مدت کے اندر تلف ہوگا تو مالک دیوار پر ضمان لازم ہوگا کیونکہ صاحب حق کو اپنے حق کا اسقاط کرنا جائز ہے کذا فی العینی وان مال الی الطریق فاجلہ القاضی او من طلب النقض لا یبرأ لان الحق للعامة وتصرف القاضی فی حق العامة نافذ فیما ینفعہم لا فیما یضرہم ذخیرہ بخلاف تاجیل من بالدار اور اگر دیوار مائل ہوگئی راہ کی طرف سو اسکو قاضی نے مہلت دی مدت معین تک یا اُسنے مہلت دی جسنے ہدم دیوار کی طلب کی تھی تو دیوار کا مالک بری الذمہ نہوگا ضمان تلف سے اسواسطے کہ شارع عام میں سب کا حق ہے اور قاضی کا تصرف حق عام میں نافذ ہے اسمیں جو انکو نفع کرے نہ اسمیں جو انکو ضرر کرے کذا فی الذخیرہ برخلاف تاجیل صاحب خانہ کہ وہاں اسی کا خاص حق ہے ولو مال بعضہ لا طریق وبعضہ للدار فای طلب صح الطلب لانہ اذا صح الاشہاد فی البعض صح فی الکل برجندی اور اگر بعض دیوار راہ کی طرف مائل ہوئی اور بعض کسی کے گھر کی طرف تو جو شخص طلب ہدم کریگا تو طلب کرنا صحیح ہوگا اسواسطے کہ جب بعض میں اشہاد صحیح ہوا تو کل میں صحیح ہوگا کذا فی البرجندی ہم چونکہ دیوار واحد ہے تو اُسکا اشہاد صحیح ہوگا اسقدر دیوار میں جو انکی ملک کی طرف مائل ہے اور اسقدر میں بھی جو راہ کی طرف مائل ہے اسواسطے کہ اہل خانہ بھی منجملہ عامہ کے ہے اور اگر صاحب اشہاد اہل خانہ کا غیر ہے تو اُسقدر دیوار میں اشہاد صحیح ہوگا جو راہ کی طرف مائل ہے اور جب بعض دیوار میں صحیح ہوا تو کل میں بھی صحیح ہوگا کذا فی الخانیة طحطاوی نے کہا تو اس سے معلوم ہوگیا جو شارح کے کلام میں ہے یعنی اجمال نخل فان بنی مائلا ابتداء ضمن بلا طلب کما فی اشراع الجناح ونحوہ کمیزاب لتعدیہ پھر اگر دیوار مائل بنائی سرے سے تو ضمان تلف مالک دیوار پر لازم ہوگا چنانچہ بر آمدہ وغیرہ نکالنے میں چنانچہ میزاب میں ضمان لازم ہے بلا طلب بسبب اُسکی تعدی کے مائل بنانے سے حائط بین خمسة اشہد علی احدہم فسقط علی رجل ضمن عاقلتہ خمس الدیة ای خمس ما تلف بہ من مال او نفس لتمکنہ من اصلاحہ بمرافعتہ للحاکم ایک دیوار مائل پانچ شریکوں میں مشترک ہے ایک شریک پر اشہاد واقع ہوا پھر وہ دیوار گر پڑی ایک مرد پر تو صاحب دیوار کے مددگاروں پر پانچواں حصہ دیت کا لازم ہوگا یعنی جو چیز تلف ہوگئی دیوار سے مال ہو یا جان اُسکے پانچویں حصہ کا ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ ایک شریک اصلاح دیوار پر قادر ہے اُسکی حاکم سے نالش کرے تم یہ جواب ہے سوال مقدر کا یعنی ایک شریک ہدم دیوار پر قادر نہیں تو اُسپر اشہاد کیونکر صحیح ہوا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ ہدم پر قادر نہیں لیکن اُسکی اصلاح پر قادر ہے حاکم سے اطلاع کرکے اسواسطے کہ مقصود ازالہ ضرر ہے جس طرح سے کہ ہو ہدم پر منحصر نہیں دار بین ثلثة حفر احدہم فیہا بئرا او بنی حائطا فعطب بہ رجل ضمن ثلثی الدیة لتعدیہ فی الثلثین وقد حصل التلف بعلة واحدة فیعتبر بالحصة ایک گھر تین شخصوں میں مشترک ہے ایک نے اُسمیں کنواں کھدایا یا دیوار بنائی سو اُسکے صدمہ سے ایک مرد مرگیا تو حافر اور بانی دیت کی دو تہائیوں کا ضمان دیگا بسبب اُسکی تعدی کے دو تہائیوں میں یعنی دو شریکوں کے حصوں میں اور البتہ تلف حاصل ہوا ایک ہی علت سے تو بقدر حصہ معتبر ہوگا ہم موت کی علت واحدہ نقل جہاں ہے تو اُسکی قسمت ہوگی او بقدر ملک کے کذا فی الہدایة وشرحہا للعینی وقالا انصافا لان التلف قسمان معتبر وہدر اور صاحبین نے کہا کہ پانچ شریکوں کے اور تین شریکوں کے مسئلہ میں دیت نصفا نصف ہے اسلئے کہ تلف دو قسم ہے ایک قسم معتبر ہے اور دوسری رائگاں جس شریک پر اشہاد ہوا تو اُسکے حصہ میں تلف معتبر ہے اور جس شریک پر اشہاد نہیں ہوا تو اُسکے حصہ میں تلف باطل اور رائگاں ہے اور کنواں کھودنے میں باعتبار اپنے ملک کے حافر متعدی نہیں ہے اور باعتبار ملک شریکوں کے متعدی ہے تو دو قسمیں ہوگئیں تو نصفا نصف انقسام ہوگیا کذا فی الزیلعی یعنی عاقلہ متعدی پر نصف دیت لازم ہوگی اور نصف رائگاں الا شہاد علی الحائط اشہاد علی النقض بالکسر ای النقض من الجدار دیوار مائل پر اشہاد وہی دیوار اُفتادہ منقوض پر اشہاد ہے یعنی ایک ہی اشہاد کفایت کرتا ہے دونوں کے ضمان تلف میں شارح نے کہا کہ

نقض بکسر نون وسکون قاف عبارت ہے اُس اینٹ اور مٹی سے جو دیوار سے ساقط ہو وحینئذ فلو وقع الحائط علی الطریق بعد الاشہاد فعثر انسان بنقضہ فمات
اور اسوقت میں اگر دیوار گر پڑی راہ پر اشہاد کے بعد سو کوئی آدمی اسپر ٹھوکر کھا کے گرا سو مر گیا تو مالک دیوار پر ضمان دیت
ضمن لان النقض ملکہ فتفریغہ علیہ وان عثر رجل بالقتیل مات
لازم ہوگا اسواسطے کہ اینٹ اور مٹی منقوض مالک دیوار کی ملک ہے تو راہ کو اس سے فارغ کرنا اور صاف کرنا اسی پر واجب ہے
لسقوطہا ای الحائط لا یضمنہ لان تفریغہ للاولیاء لا الیہ اور اگر ایک مرد نے ٹھوکر کھائی اس مقتول پر جو دیوار کے سقوط سے مر گیا تھا تو مالک دیوار ٹھوکر
کھانے والے کا ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ راہ فارغ کرنا مقتول کی لاش سے مقتول کے وارثوں پر ہے نہ صاحب دیوار پر بخلاف الجناح حیث یضمن بہ القتیل
الثانی ایضا لبقاء جنایتہ فیلزمہ تفریغ الطریق عن القتیل ایضا ولو باع الحائط او النقض بری ولو باع الجناح لا زیلعی برخلاف برآمدہ
کے کہ وہاں مالک اسکا قتیل ثانی کا بھی ضمان دے گا بسبب باقی رہنے اسکی جنایت اور تعدی کے تو اسپر راہ کا فارغ کرنا مقتول سے بھی
لازم ہوگا مزید اسکا وہ مسئلہ ہے کہ اگر دیوار یا منقوض کو مالک نے بیچ کر ڈالا تو ضمان سے بری الذمہ ہوگیا اور اگر برآمدہ بیچا تو ضمان تلف سے بری الذمہ
نہوگا کذا فی الزیلعی ولا یصح الاشہاد قبل ان یہی الحائط لانعدام التعدی ابتداء وانتہاء اور صحیح نہیں گواہ کرنا دیوار کے جھکنے اور پھٹنے سے پہلے
بسبب نہونے تعدی کے باعتبار ابتدا اور انتہا کے وتقبل فیہ شہادۃ رجل وامرأتین لانہ شہادۃ علی التقدم لا علی القتل اور اشہاد میں ایک مرد
دو عورتوں کی گواہی مقبول ہے کیونکہ یہ تقدم پر گواہی ہے نہ قتل پر فروع مسائل ملحقہ شارح کے حائط بعضہ صحیح وبعضہ واہ فاشہد علیہ فسقط کلہ وقتل انسانا
ضمنہ الا ان یکون الحائط طویلا فیضمن ما اصاب الواہی فقط لانہ حینئذ کحائطین فالاشہاد یصح فی الواہی لا فی الصحیح ایک دیوار ہے کہ کچھ درست ہے اور
کچھ مائل ہے اور شکستہ سو اسپر اشہاد واقع ہوا مائل پر سو تمام دیوار گر پڑی اور آدمی کو اسنے تلف کیا تو مالک دیوار کا ضمان اسکا دے گا مگر یہ کہ
دیوار طویل ہو تو فقط بقدر اصابت دیوار ضعیف کے ضمان دے گا اسواسطے کہ اسوقت میں طول کے سبب سے ایک دیوار بمنزلہ دو دیواروں
کے ہے تو اشہاد ضعیف دیوار میں صحیح ہوگا نہ درست دیوار میں حائطان احدہما مائل والآخر صحیح فاشہد علی المائل فسقط الصحیح فاتلف شیئا کان ہدرا
خانیہ دو دیواریں ہیں ایک مائل ہے اور دوسری درست سو اشہاد واقع ہوا مائل پر سو گر پڑی درست دیوار تو اسنے کچھ تلف کردیا تو وہ باطل اور
رائگان ہے کچھ اسکا ضمان نہیں کذا فی الخانیہ مسجد مال حائطہ فالاشہاد علی من بناہ والدیۃ علی عاقلۃ من بناہ ایک مسجد ہے جسکی دیوار مائل ہے تو گواہ
کرنا اسکے بنانے والے پر چاہیے اور اسکے سقوط کا خونبہا اسکے بنانے والے کے مددگاروں پر وحائط الوقف علی المساکین علی عاقلۃ الواقف او جیدوا
کہ مساکین پر وقف ہے تو اسکے سقوط کی دیت واقف کے مددگاروں پر ہے یہ اسوقت ہے جبکہ اشہاد متولی وقف پر ہوا ہو اور اگر مساکین پر اشہاد ہوگا تو
ضمان نہیں کذا فی البحر وحائط العبد التاجر علی عاقلۃ مولاہ ولو مستغرقا استحسانا اور غلام تاجر کی دیوار گرنے کا ضمان اسکے مالک کے مددگاروں پر ہے اگرچہ قیمت غلام
مستغرق بدین ہو استحسان کی دلیل سے قال ولی القتیل اذا جاء غد فقد عفوت عن القصاص لا یصح لانہ تملیک فی علیہ مسئلۃ الاصل جاریۃ قتلت رجلا عمدا فزنی بہا ولی القتیل
مقتول کے وارث نے کہا کہ جب کل آویگی تو میں قصاص کو معاف کرونگا تو یہ عفو صحیح نہیں اسواسطے کہ یہ تملیک ہے
قبل ان یقتص لا یحد لانہا صارت مملوکۃ لہ یعنی گویا اسنے یوں کہا کہ جب کل آویگی تو میں اس خون کو جسکے بہانے کا شارع نے مجھکو اختیار دیا تیری ملک میں کردونگا اور حالانکہ تملیک کی تعلیق صحیح نہیں
یہ مسئلہ اصل کا یعنی مبسوط کا دلالت کرتا ہے اور وہ یہ مسئلہ ہے کہ ایک لونڈی نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا سو مقتول کے وارث نے اس سے زنا کیا قصاص لینے سے پہلے تو زانی پر حد زنا واقع نہوگی
اسواسطے کہ وہ لونڈی زانی کی مملوکہ ہوگئی کذا فی الزیلعی وجہ یہ ہے کہ جب قتل کا موجب اصلی قصاص ہے تو وارث مقتول کا جاریہ کے خون کا مالک ہوگیا قصاص کی راہ سے اور جزائی مملوکہ سے وطی کرنے پر حد نہیں

باب جنایۃ البہیمۃ والجنایۃ علیہا

یہ باب ہے جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے احکام میں الاصل ان المرور فی طریق المسلمین مباح بشرط السلامۃ فیما یمکن الاحتراز عنہ

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی راہ میں چلنا مباح ہے بشرط سلامت رہنے کے اس امر سے جس سے بچنا اور باز رہنا ممکن ہے پس امکن الاحتراز کی قید اسواسطے
لگائی کہ اگر سلامت علی الاطلاق شرط ہو تو راہ کا چلنا بند ہو جاوے اور احتراز جانور کے روندنے اور کاٹنے وغیرہ سے ممکن ہے کیونکہ وہ چلنے کی ضرورت سے نہیں لہذا
انمیں سلامت مشروط ہوئی برخلاف دم ہلانے اور لید کرنے کے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں جانور کے سوار کو تو وہ شرط بھی نہیں ضمن الراکب فی طریق العامۃ
ما وطئت دابتہ وما اصابت بیدہا او رجلہا او راسہا او کدمت بفمہا او خبطت بیدہا او صدمت ضامن ہے شارع عام میں سوار اس چیز کا جو
اسکے جانور نے روندا اور کچلا اور جو تلف کیا جانور نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا سر سے یا کاٹا اپنے منہ سے یا مارا اپنے ہاتھ سے یا دھکا دیا اپنے بدن سے فلو حدثت
المذکورات فی السیر فی ملکہ لم یضمن بہا الا فی الوطی وہو راکبہا لانہ مباشرۃ بقتلہ فیحرم المیراث تو اگر امور مذکورہ اپنی زمین میں جانور کے چلنے میں
حادث اور پیدا ہوں تو جانور کا مالک ضامن نہ ہوگا مگر کچلنے میں ضمان لازم ہوگا جبکہ مالک اسپر سوار ہو اسواسطے کہ کچلوانا قتل مقتول کی مباشرت ہے اسکے
سبب سے تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا کیونکہ ہرچند مقتول جانور کے بوجھ سے بھی تلف ہوتا ہے لیکن اسکا بوجھ سوار کے تابع ہے کیونکہ اسکا چلنا سوار
کی طرف منسوب اور مضاف ہے چنانچہ بولتے ہیں کہ سوار نے فرسنگ بھر چلا اور حالانکہ وہ زمین پر جالس ہے تو سوار پر کفارہ اور دیت لازم ہوگی اور میراث سے محروم
ہوگا اسواسطے کہ مباشرت ملک اور غیر ملک میں برابر ہے کذا فی العینی ولو حدثت فی ملک غیرہ باذنہ فہو کملکہ فلا یضمن لما ذکرنا لکن جعلہا معہا القہستانی اور
اگر غیر کی ملک میں اسکی اجازت سے امور مذکورہ حادث ہوں تو غیر کی ملک بمنزلہ اسکی ملک کے ہے تو سوار پر ضمان لازم نہوگا یعنی مگر کچلنے میں البتہ ضمان لازم ہوگا
چنانچہ جبکہ جانور کا مالک اسکے ساتھ نہو یعنی راہ میں اور جانور سے کچھ تلف ہو تو مالک پر ضمان لازم نہوگا کذا فی القہستانی والا یکن باذنہ ضمن بالاتلاف مطلقا
لتعدیہ اور اگر غیر کی ملک میں جانور کا ادخال نہو مالک کے اذن سے تو مالک پر ضمان لازم آویگا اسکے تلف کرنے کا اسکی تعدی کے سبب سے مطلقاً خواہ جانور کے ساتھ
مالک ہو یا نہو خواہ تلف کچلنے سے ہو یا اور طرح زیلعی میں ہے کہ اگر جانور غیر کی ملک میں داخل ہوا اور جانور کا مالک اسکے ساتھ نہیں ہے تو کچھ ضمان نہیں اور اگر جانور
مالک نے اسکو داخل کیا تو سب صورتوں میں ضمان اسپر لازم ہوگا تعدی کے سبب سے کذا فی الطحطاوی لا یضمن الراکب ما نفحت برجلہا او ذنبہا سائرۃ خلافا
للشافعی ضمان نہ دیگا سوار چلتے ہوئے جانور کے پاؤں یا دم کے مارنے کا برخلاف شافعی کے اسواسطے کہ چلنے کی حالت میں اس سے احتراز ممکن نہیں تو اگر سوار
جانور کو کھڑا کریگا راہ میں اور ضرب مذکور واقع ہوگی تو ضمان لازم آویگا اسلیے کہ ٹھہرانے سے احتراز ممکن ہے اگرچہ ضرب سے احتراز ممتنع ہے کذا فی الدرر وان عطب انسان
بکار رجلہا او بالت سائرۃ او واقفۃ لاجل ذلک لم یضمن لان بعض الدواب لا یفعلہ الا واقفا یا کوئی آدمی تلف ہوگیا جانور کے لید کرنے یا پیشاب کرنے سے راہ میں تو ضمان
نہیں خواہ جانور چلتا ہو یا ٹھہر گیا ہو لید پیشاب کیواسطے اسلیے کہ بعضے جانور لید پیشاب نہیں کرتے ہیں بدون کھڑے ہوئے فلو اوقفہا لغیرہ فبالت ضمن
لتعدیہ بایقافہا پھر اگر اسنے جانور کو لید پیشاب کے سوا اور کام کیواسطے ٹھہرایا اور اسنے پیشاب کیا یعنی اور اس سے کچھ تلف ہوگیا تو ضمان لازم آویگا اسکے ٹھہرانے
کی تعدی کے سبب سے یعنی راہ اسواسطے موضوع نہیں کہ جانور اسمیں اور کیواسطے ٹھہرایا جاوے تو ٹھہرانا تعدی ٹھہرا الا فی موضع اذن الامام بایقافہا فیہا
فلا یضمن ومنہ سوق الدواب واما باب المسجد فکالطریق الا اذا جعل الامام لہا موضعا مگر راہ کے اس مکان میں کھڑے رہنے سے ضمان نہیں جہاں سلطان نے جانور
کھڑے کرنے کا حکم دیا اور از انجملہ نخاس ہے اور مسجد کا دروازہ تو بمنزلہ راہ کے ہے وجوب ضمان میں مگر جبکہ سلطان نے جانوروں کے کھڑے کرنے کیواسطے کوئی مکان
وہاں مقرر کردیا ہو فان اصابت بیدہا او رجلہا حصاۃ او نواۃ او اثارت غبارا او حجرا صغیرا ففقا عینا او فسد ثوبا لم یضمن لعدم امکان الاحتراز
عنہ ولو الحجر کبیرا ضمن لامکانہ پھر اگر جانور نے اپنا ہاتھ یا پاؤں مارکے کنکری یا کھجور کی گٹھلی اچھالی یا چھوٹا پتھر یا غبار اڑایا سو اسنے آنکھ پھوڑی یا کپڑا بگاڑا
تو سوار پر ضمان نہیں اسواسطے کہ اس سے احتراز ممکن نہیں اور اگر پتھر بڑا ہے تو ضمان دیگا بسبب امکان احتراز کے وضمن السائق والقائد ما ضمنہ الراکب وصحح فی الدرر انہ [illegible]
وتعکس اور ضمان دیگا جانور کا کھینچنے والا اور پیچھے سے ہانکنے والا اس چیز کا جسکا سوار ضمان دیتا ہے اور درر میں تصحیح کی ہے کہ یہ قول متروک اور منعکس ہے مراد عبارت کے

اثبات کے تلازم سے اور انعکاس عبارت میں نفی کے تلازم سے خلاصہ یہ ہے کہ جہاں راکب پر ضمان آتا ہے وہاں کھینچنے والے اور ہانکنے والے پر بھی ضمان آتا ہے اور
جس موضع میں راکب پر ضمان نہیں وہاں انپر بھی ضمان نہیں اور یہ قول صحیح کے مقابل مختصر قدوری کا قول ہے کہ سائق ضامن ہے جانور کے ہاتھ اور پاؤں
کے روندنے کا اور قائد ہاتھ کے روندنے کا ضامن ہے نہ پاؤں کے روندنے کا والراکب علیہ الکفارۃ فی الوطی کما مر اور سوار پر کفارہ واجب ہے کچلنے
میں چنانچہ گذر گیا امام طحطاوی نے کہا کہ اس باب میں تو راکب کا کفارہ مذکور نہیں ہے جیسا لا علیہما ای لا علی سائق وقائد یعنی ان دونوں پر یعنی کھینچنے والے اور
ہانکنے والے پر کفارہ نہیں ہے سائق اور قائد متسبب ہیں اور راکب مباشر ہے اور کفارہ مباشرت کا حکم ہے نہ تسبب کا اور اسی طرح کچلنے سے راکب کے حق میں حرمان میراث اور وصیت
متعلق ہے نہ سائق اور قائد کے حق میں کذا فی الشرح ولو کان سائق وراکب ضمن السائق علی الصحیح خلافا لما جزم بہ القہستانی وغیرہ لان الاضافۃ الی المباشر
اولی من المتسبب کما مر الا اذا کان سببا لا یعمل بانفرادہ فلا کما ہنا اما فی سبب یعمل بانفرادہ فیشترکان کما یاتی فی مسئلۃ نخس الدابۃ باذن راکبہا فلیحفظ
اور اگر ایک جانور کا ایک کھینچنے والا ہو اور دوسرا اسپر سوار ہو یعنی اور وہ جانور کچھ تلف کر ڈالے تو کھینچنے والے پر ضمان نہ آویگا بلکہ سوار پر ضمان لازم ہوگا
بنا بر قول صحیح کے برخلاف اس قول کے کہ قہستانی وغیرہ نے اسپر یقین کیا ہے اسواسطے کہ فعل کی اضافت مباشر کی طرف مقدم ہے متسبب کی اضافت سے چنانچہ
مذکور ہو چکا یعنی اولویت مباشر کی متسبب سے موقوف ہے جبکہ ایسا سبب ہو کہ تلف کرنے میں اکیلا عمل نہ کرتا ہو چنانچہ یہاں ہے یعنی کھینچنے میں لیکن اس سبب میں جو
تلف کر ڈالنے میں تنہا عمل کرتا ہو تو راکب اور سائق دونوں ضمان میں شریک ہونگے چنانچہ بیان اسکا جانور کے کوچنے کے مسئلہ میں آویگا اسلئے راکب کے اذن سے تو
اسکو یاد رکھنا چاہئیے ہم راکب نے کہا دوسرے سے کہ لکڑی سے اس جانور کو کوچ اور وہ کوچنے سے بھاگا اور کوئی چیز تلف ہوئی تو دونوں پر ضمان لازم آویگا اسلئے کہ فقط
کوچنا اتلاف میں کفایت کرتا ہے وضمن عاقلۃ کل فارس او راجل دیۃ الآخر ان اصطدما وماتا منہ فوقعا علی القفا لو کانا حرین لیسا من العجم الا ما یذکرنا
ولا وقعا علی وجوہہما اور ضمان دے عاقلہ ہر سوار یا پیدل کا دوسرے سوار یا پیدل کی دیت کا اگر دونوں نے باہم ٹکر کھائی ہو اور مر گئے ہوں اس صدمہ سے سو
دونوں چت گر پڑے بشرطیکہ دونوں آزاد ہوں عجمی نہوں اور ٹکر لگانے کے قاصد نہوں ورنہ دونوں منہ کے بل پٹ گرے ہوں ہم وجہ ضمان یہ ہے کہ ہر واحد کی موت
دوسرے کی طرف مضاف ہے لیکن ضمان علی الاطلاق نہیں بلکہ تقابل طرفین پر محمول ہے اسواسطے کہ اختیار میں ہے کہ ایک سوار نے سفر کیا جانور پر پھر دوسرا سوار پیچھے سے
آیا اور اسنے ٹکر کھائی سو پچھلا تلف ہوگیا تو اگلے سوار پر ضمان نہیں اور اگر اگلا تلف ہوا تو پچھلے پر ضمان ہے اور یہی حکم ہے دو کشتیوں کے ٹکر کھانے کا کذا فی الطحطاوی
ولو کانا عبدین او وقعا علی الوجہ ابن کمال یہدر دمہما فی العمد والخطاء شرنبلالیہ وغیرہا اور اگر دونوں سوار یا پیدل غلام ہوں یا ٹکر کھا کر گریں منہ کے بل
کذا صحح ابن کمال تو انکا خون رائگان ہے عمدا اور خطا میں کذا فی الشرنبلالیہ وغیرہا ولو کانا من العجم فالدیۃ فی مالہم کما مر مرارا اور اگر دونوں عجمی ہوں یعنی عرب نہوں تو
دیت انکے مال میں ہے نہ عاقلہ پر چنانچہ چند بار مذکور ہو چکا کہ عجم کا عاقلہ نہیں ولو کانا عامدین فعلی کل نصف الدیۃ اور اگر دونوں نے عمدا ٹکر کھائی ہو اور مر گئے
ہوں تو ہر شخص پر نصف دیت ہے ہم اسواسطے کہ ہر شخص تلف ہوا اپنے فعل سے اور دوسرے کے فعل سے تو نصف دیت معتبر ہوگی اور نصف باطل کفایہ میں ہے کہ نصف
دیت عمد میں ہر واحد کی عاقلہ پر واجب ہے اور خطا میں پوری دیت ہے کذا فی الدرر ولو وقع احدہما علی وجہہ ہدر دمہ فقط اور اگر ایک شخص منہ کے بل چت گر پڑا تو فقط
اسکا خون رائگان ہے یعنی اسکا خون رائگان نہیں جو چت گرا ولو احدہما حرا والآخر عبدا فعلی عاقلۃ الحر قیمۃ العبد فی الخطاء ونصفہا فی العمد اور اگر دونوں میں سے
ایک آزاد ہو اور دوسرا غلام تو آزاد کی عاقلہ پر غلام کی پوری قیمت ہے خطا میں اور نصف قیمت ہے عمد میں ہم یہ مسئلہ مذہب مشہور اور حدیث ماثور کے مخالف ہے کیونکہ
عاقلہ پر عمد کی دیت اور غلام کی دیت واجب نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی کما لو تجاذب رجلان حبلا فانقطع الحبل فسقطا وماتا علی القفا ہدر
دمہما بموت کل بقوۃ نفسہ چنانچہ اگر دو مردوں نے باہم ایک رسی کھینچی سو رسی ٹوٹ گئی سو دونوں گر پڑے اور مر گئے چت گر کے تو انکا خون باطل اور رائگان
ہے اسواسطے کہ ہر شخص کی موت ہوئی اپنی ذات کے زور سے فان وقعا علی الوجہ وجب دیۃ کل واحد منہما علی عاقلۃ الآخر بقوۃ صاحبہ پھر اگر دونوں

گرے منہ کے بل تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر واجب ہوگی بسبب مرجانے ہر ایک کے اپنے ساتھی کی قوت سے فان تعاکسا فوقع احدہما علی القفا والآخر
علی الوجہ فدیۃ الواقع علی الوجہ علی عاقلۃ الآخر لموتہ بقوۃ صاحبہ وہدر دم من وقع علی القفا لموتہ بقوۃ نفسہ پھر اگر دونوں متعاکس گرے یعنی ایک
شخص چت گرا اور دوسرا منہ کے بل تو منہ کے بل گرنے والے کی دیت دوسرے شخص کی عاقلہ پر ہے بسبب اسکے مرنے کے اپنے ساتھی کی قوت سے اور رائگان ہوا
اسکا خون جو چت گرا بسبب اسکے مرنے کے اپنی ذات کے زور سے ولو قطع انسان الحبل بینہما فوقع کل منہما علی القفا فماتا فدیتہما علی عاقلۃ القاطع
للتسبیب بالقطع اور اگر ایک انسان نے وہ رسی کاٹ دی جسکو دو شخص تانے تھے سو دونوں شخص چت گر پڑے اور دونوں مر گئے تو دونوں کی دیت کاٹنے والے کی عاقلہ پر ہے
کیونکہ قاطع قطع کرنے سے دونوں کی موت کا سبب ٹھہرا وعلی سائق دابۃ وقع اداتہا ای آلاتہا کسرج ونحوہ علی رجل فمات وقائد قطار بالکسر قطار الابل وعلی الجمیع
منہ رجلا الدیۃ اور اس جانور کے کھینچنے والے پر جسکا سامان چنانچہ زین اور مانند اسکے کوئی اور چیز گر پڑی ایک مرد پر سو وہ مر گیا دیت واجب ہے اور اونٹ کی اس قطار کے ہانکنے والے
پر جسمیں سے ایک اونٹ نے کسی مرد کو کچلا اور وہ مر گیا دیت واجب ہے شارح نے کہا قطار بکسر قاف عبارت ہے اونٹ کی قطار سے وان کان معہ سائق ضمنا لاستوائہما فی التسبب
لکن ضمان النفس علی العاقلۃ وضمان المال فی مالہ ہذا لو السائق من جانب من الابل ولو توسطہا واخذ بزمام واحد ضمن ما خلفہ وضمنا ما قدامہ ولو کان وسطہا لیضمنہ فقط مالم یاخذ
بزمام ما خلفہ اور اگر اونٹ کی قطار ہانکنے والے کے ساتھ کوئی شخص قطار کا آگے کھینچنے والا ہوگا اور کوئی کچل کے مر جائیگا تو دونوں پر ضمان لازم آویگا اس واسطے کہ
موت کے سبب انگیزی میں قائد اور سائق دونوں برابر ہیں لیکن جان کا ضمان عاقلہ پر ہے اور مال کا ضمان خود اسکے مال میں ہے یہ اس صورت میں ہے کہ اگر قطار کا ہانکنے والا
اونٹوں کی ایک جانب پر سوار ہو سو اگر ہانکنے والا قطار کے بیچ میں ہو اور ایک اونٹ کی نکیل پکڑے ہو تو پچھلی قطار کا ضامن ہوگا یعنی اس واسطے کہ جب قطار سے زمام
منقطع ہوئی تو قائد مقدم خلف سائق کا قائد رہا اور سائق اور قائد ضمان دینگے اپنے آگے کی قطار کا اور جو قطار کے اندر ایک اونٹ پر سوار ہے وہ فقط اسی اونٹ کا
ضمان دیگا جبتک کہ پچھلی قطار کی نکیل نہ پکڑی ہو ہم زیلعی میں ہے کہ ایک مرد ایک اونٹ پر سوار ہے درمیان قطار کے اور کسی اونٹ کو ہانکتا نہو تو اگلے اونٹوں کی جنایت کا ضمان
نہ دیگا اس واسطے کہ وہ انکا ہانکنے والا نہیں ہے اور اسی طرح پچھلے اونٹوں کا ضمان اسپر نہیں کیونکہ وہ انکا کھینچنے والا نہیں لیکن اگر پچھلے اونٹوں کی نکیل پکڑے ہوگا تو ضمان اسپر
لازم ہوگا ہاں جس اونٹ پر وہ سوار ہے اسکی جنایت کا ضمان اسپر لازم ہوگا اور کچلنے کے سوا اور جنایت کا ضمان کھینچنے والے پر بھی ہے لیکن کچلنے کا ضمان خاص سوار پر ہے
اس واسطے کہ وہ مباشر ہے انتہی طحطاوی نے کہا شارح کی عبارت اختصار سے موہم ہو گئی فان قتل بعیر ربط علی قطار سائر بلا علم قائدہ رجلا مفعول قتل
ضمن عاقلۃ القائد الدیۃ رجعوا بہا علی عاقلۃ الرابط لانہ دیۃ لا خسران لکما توہمہ صدر الشریعۃ پھر اگر اس اونٹ نے مرد کو قتل کیا جو باندھا گیا تھا چلتی
قطار پر اسکے کھینچنے والے کے بدون علم کے تو کھینچنے والے کی عاقلہ پر دیت مقتول کا ضمان لازم ہوگا اور کھینچنے والے کی عاقلہ باندھنے والے کی عاقلہ سے دیت کو
بھر لے گی اسلیے کہ اس دیت دینے میں نقصان نہیں جیسا کہ صدر الشریعۃ نے وہم کیا ہے صدر الشریعۃ نے کہا لائق یوں ہے کہ باندھنے والے کے مال میں دیت لازم ہو اس واسطے کہ
اسنے انکو نقصان مال میں ڈالا عاقلہ قائد پر اسواسطے لازم ہوئی کہ اسکو ممکن تھا کہ قطار میں اونٹ باندھنے سے روکتا پھر جب اسنے حفاظت ترک کی تو متعدی ٹھہرا تسبیب سے اور
یہ تسبیب ہے اور اسمیں عاقلہ پر دیت آتی ہے اور رجوع کی وجہ یہ ہے کہ رابط نے اسکو اس بلا میں ڈالا ولو ربط والقطار واقف ضمنہا عاقلۃ القائد بلا رجوع لقودہ بلا اذن پھر اگر اونٹ باندھا
اور حالانکہ قطار کھڑی ہے تو قائد کی عاقلہ دیت کا ضمان دینگی بدون رجوع کے یعنی عاقلہ رابط سے دیت کا تقاضا کرنا اور لینا انکو جائز نہوگا بسبب کھینچنے قائد کے بدون
اذن رابط کے ہم برخلاف چلتی قطار کے کہ اسمیں اذن کھینچنے کا دلالت حال سے ثابت ہے ومن ارسل بہیمۃ او کلبا ملتقی وکان خلفہا سائقا فاصابت فی فورہا ضمن
لانہ الحامل لہا ولو لم یکن خلفہا فما دامت فی فورہا فسائق حکما وان تراخی انقطع السوق فالمراد بالسوق المشی خلفہا والمراد بالبہیمۃ الکلب زیلعی اور جس نے
جانور یا کتا چھوڑا کذا فی الملتقی اور چھوڑنے والا اسکے پیچھے ہانکنے والا ہے سو جانور نے فی الفور کچھ تلف کیا تو اسپر ضمان لازم ہوگا اسلیے کہ وہی تو جانور کا حامل اور باعث
ہے اور اگر جانور کے پیچھے نہ چلتا ہو تو جبتک کہ جانور اپنے فور میں ہے یعنی چھوڑنے کے بعد نہیں ٹھہرا تو وہ شخص سائق ہے حکماً اور اگر ٹھہر گیا تو ہانکنا منقطع ہو گیا

تو ہانکنے سے یہاں مراد جانور کے پیچھے ہونا ہے اور جانور سے مراد کتا ہے کذا فی الزیلعی ہم اور ملتقی میں ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جانور اور کتے کا چھوڑنے والا ضامن ہے ہر حال میں یعنی اُسنے ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو اور اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ قہستانی نے بیان کیا ہے فتاوی عالمگیری میں ہے کہ مشائخ نے ابو یوسفؒ کا قول لیا ہے فقیہ ابو اللیث نے کہا یہی قول مختار ہے اور اگر گدھا چھوڑا سو کسی کے کھیت میں گیا اور اُسکو فاسد کیا اگر اُسنے چھوڑا اور ہانک دیا کھیت کی طرف اسطرح پر کہ وہ اُسکے پیچھے تھا تو اُسپر ضمان ہے اور اگر وہ اُسکے پیچھے نہیں تھا لیکن گدھا فی الفور کھیت میں جا پڑا اور داہنے بائیں جھکا جس طرف اُسنے چھوڑا تھا اسی طرف گیا سو کھیت کو اُسنے خراب کیا تو بھی ضمان اُسپر لازم ہوگا اور اگر داہنے بائیں گیا پھر کھیت میں جا پڑا تو اگر وہاں کئی راہیں ہونگی تو وہ ضامن نہیں اور ایک ہی راہ ہے تو اُسپر ضمان لازم ہوگا اور اگر اُسنے چھوڑا سو وہ ساعت بھر ٹھہر گیا پھر کھیت کی طرف گیا اور خراب کیا تو چھوڑنے والے پر ضمان نہیں ہے انتہے اس تقریر سے کلام شارح کی توضیح ہو گئی اور چونکہ حکم کتے پر خاص نہیں تو اس قول کو کہ جانور سے کتا مراد ہے حذف کرنا مناسب تھا کذا فی الطحطاوی مختصراً **و ان ارسل طیرا ساقہ او لا او دابة او کلبا او لم یکن سائقا لہ او انفلتت دابة بنفسہا فاصابت مالا او آدمیا نہارا او لیلا لا ضمان فی الکل لقولہ علیہ الصلوة والسلام العجماء جبار** ای المنفلتة ہدر اور اگر پرندہ چھوڑا خواہ اُسکو ہانکا ہو یا نہ ہانکا ہو یا جانور چوپایا یا کتا چھوڑا اور حالانکہ اُسکو نہیں ہانکا یا جانور بذات خود چھوٹ بھاگا سو مال یا آدمی کو اُسنے تلف کیا رات میں یا دن میں تو ضمان نہیں سب صورتوں میں بدلیل قول نبی علیہ الصلوة والسلام کے کہ جانور کا زخم باطل ہے یعنی جانور گریختہ کا فعل رائگان ہے اُسپر ضمان نہیں ہم ابو داود رد اور ابن ماجہ میں یہ حدیث یوں مروی ہے کہ العجماء جرحہا جبار یعنی جانور کا زخمی کرنا رائگان ہے اُسپر ضمان نہیں امام محمدؒ نے کہا کہ جانور سے مراد گریختہ جانور ہے تو اُسکا فعل باطل ہے نہ وہ جانور جو چھوڑا گیا اسواسطے کہ افساد مسلہ کا فور ارسال میں رائگان نہیں اور امام شافعیؒ اور مالکؒ اور احمدؒ اور اکثر فقہاء حجاز نے کہا کہ جانور کے فعل کا دن میں ضمان نہیں رات میں ضمان ہے کذا فی العینی **کما لو جمحت الدابة بہ** ای بالراکب ولو سکران **ولم یقدر الراکب علی ردہا فانہ لا یضمن** کالمنفلتة لانہ حینئذ لیس بسیر لہا فلا یضاف سیرہا الیہ حتی لو اتلفت انسانا فدمہ ہدر عمادیة چنانچہ اگر جانور نے سرکشی اور شرارت کی سوار سے اگرچہ وہ مست ہو اور سوار قادر نہ ہو اُسکے پھیرنے پر ضمان لازم نہ ہوگا خودبخود چھوٹے جانور کے مانند اسواسطے کہ اسوقت میں سوار اُسکا چلانے والا نہیں ہے تو جانور کا چلنا سرکشی کی حالت میں سوار کی طرف منسوب نہ ہوگا تو اگر اُس حالت میں جانور کسی انسان کو تلف کریگا تو اسکا خون باطل ہے اُسکا کچھ ضمان نہیں کذا فی العمادیة **ومن ضرب دابة علیہا راکب او نخسہا بعود بلا اذن الراکب فنفحت او ضربت بیدہا** شخصا آخر غیر الطاعن **او نفرت وصدمتہ وقتلتہ ضمن ہو** ای الناخس **لا الراکب** اور جسنے اس جانور کو مارا جسپر کوئی سوار ہے یا لکڑی سے جانور کو کونچا بدون اذن سوار کے سو جانور نے اپنے پاؤں یا ہاتھ سے کونچنے والے کے سوا اور شخص کو مارا یا جانور بھڑکا سو اُسنے اُسکو کچلا اور قتل کیا تو کونچنے والا ضمان دیگا نہ سوار کیونکہ راکب کے مانند سائق اور قائد ہے عدم ضمان میں کونچنے کو اسواسطے مخصوص کیا کہ اگر گھوڑے کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور جانور کسی کو تلف کرے تو ہاتھ رکھنے والے پر ضمان نہیں کذا فی الطحطاوی عن القہستانی والمنیة **وقال ابو یوسف یضمنان نصفین کما لو کان** ہو **فاوقفہا علی الطریق** لتعدیہ فی الایقاف ایضا اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ کونچنے والا اور سوار دونوں نصفا نصف دیت کا ضمان دیں چنانچہ اگر سوار نے جانور کو راہ میں کھڑا کیا ہو تو دونوں پر ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ سوار کی بھی تعدی ثابت ہے راہ میں کھڑے کرنے سے جیسے کونچنے والے کی تعدی ہے **ولو کان باذنہ ونفحت فی فورہا فدمہ علیہما** اور جیسے اگر کونچا سوار کے اذن سے ہو اور جانور کچلے کونچنے کے ساتھ ہی بلا توقف تو مقتول کا خون دونوں شخصوں پر ہے ہم دونوں پر خون اُسوقت ہوگا جبکہ جانور اپنے مقام سے نہ ہٹا ہو اور نہیں تو فقط الناخس پر ہوگا نہ راکب پر کذا فی الطحطاوی عن الملتقی **ولو نفحت الناخس فدمہ ہدر** اور اگر کونچنے والے کو جانور نے تلف کیا تو اسکا خون رائگان ہے **ولو القت الراکب فقتلتہ فدیتہ علی عاقلة الناخس** ثم الناخس انما یضمن لو الوطی فور النخس والا فالضمان علی الراکب لانقطاع اثر النخس درر وبزازیہ اور اگر جانور نے سوار کو گرایا سو اُسکو قتل کیا تو اُسکا خون کونچنے والے کے عاقلہ پر ہے پھر دریافت کرنا چاہیے کہ کونچنے والے پر اسی صورت میں ضمان لازم ہوگا اگر کچلنا کونچنے کے فی الفور ہوا اور نہیں تو سوار پر ضمان لازم ہوگا کونچنے کے انقطاع اثر کے سبب سے کذا فی الدرر والبزازیہ **وضمن فی فقء عین بقرة جزار او جاجة او شاة قصاب** او غیرہا ما نقصہا لانہا للحم او

مرغی کی آنکھ یا قصاب کی بکری یا گائے کی آنکھ پھوڑنے میں بقدر اسکے نقصان کے ضمان لازم ہوگا اسواسطے کہ وہ تو گوشت کیواسطے ہے یعنی قصاب کی بکری سے گوشت مقصود ہوتا ہے تو بقدر نقصان کے ضمان لازم ہوگا اور نقصان دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ تندرست بکری کی قیمت کیجاوے اور آنکھ پھوٹے کی قیمت مقرر کیجاوے تو جسقدر تندرست کی قیمت زیادہ ہوگی اتنا ضمان لازم ہوگا اور یہی حکم ہے کبوتر اور کتے اور بلی کی آنکھ پھوڑنے کا کذا فی الطحطاوی

وفی عینیہا یخیر ربہا ان ترکہا علی المتلف وضمنہ قیمتہا او امسکہا وضمنہ النقصان زیلعی اور مرغی اور قصاب کی بکری کی دونوں آنکھ پھوڑنے میں اسکے مالک کو اختیار ہے چاہے پھوڑنے والے کے چھوڑ دے یعنی اسکو دے اور اسکی قیمت کا تاوان اس سے لے یا اسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا تاوان لے کذا فی الزیلعی

وفی عین بقرۃ جزار وجزورہ ای ابلہ فا الاضافۃ عدم اعتبار الاعداد للحم فی الحکم الآتی ابن کمال وحمار وبغل وفرس ربع القیمۃ اور اونٹ حلال کرنے والی کی گائے بیل اور اسکے اونٹ کی آنکھ پھوڑنے میں اور گدھے اور خچر اور گھوڑے کی آنکھ پھوڑنے میں چوتھائی قیمت کا ضمان ہے شارح نے کہا کہ اضافت کا فائدہ یہ ہے کہ گوشت کیلیے ہونے کا اعتبار نہیں ہے ربع قیمت کے حکم میں کذا ذکرہ ابن کمال اور شترکش کی گائے بیل اور اونٹ میں اسواسطے یہ مسئلہ موضوع ہوا تاکوئی یہ وہم نکرے کہ وہ دونوں گوشت کے واسطے مقصود ہیں تو انکا حکم بکری کے مانند ہے بلکہ خواہ گائے بیل اور اونٹ کھیتی کے واسطے ہو یا سواری کے واسطے انمیں چوتھائی قیمت ہے جسطرح غیر ماکول اللحم جیسا کہ خچر اور گدھے میں چوتھائی قیمت ہے کذا فی المنح عن شروح الہدایہ

لان اقامۃ العمل بہا انما یکون باربع اعین عیناہا وعینا مستعملہا فصارت کانہا ذات اعین اربع وقال الشافعی رضی اللہ عنہ کالشاۃ والفرق ما قدمناہ اونٹ اور بیل اور گھوڑے کی آنکھ میں چوتھائی قیمت اسواسطے واجب ہوئی کہ انسے کام لینا تو چار آنکھوں سے ہوتا ہے دو آنکھیں جانور کی اور دو آنکھیں کام لینے والے کی یعنی مزارع یا سوار کی تو گویا ان جانوروں کی چار آنکھیں ہوگئیں اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انکا حکم بکری کے مانند ہے یعنی بقدر نقصان ضمان لازم ہے اور فرق بکری اور ان جانوروں میں وہ ہے جسکو ہم پہلے ذکر کر چکے یعنی بکری تو گوشت کے واسطے اور اونٹ گھوڑا بیل کھیتی یا سواری کے واسطے ہیں تو حکم میں کیونکر برابر ہونگے

لکن یرد علیہ انہ لو فقاء عینی حمار مثلا ان یضمن نصف قیمتہ ولیس کذلک کما مر فالاولی التمسک بما روی انہ علیہ الصلوۃ والسلام قضی فی عین الدابۃ ربع القیمۃ لیکن چار آنکھوں کی تعلیل پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مثلا گدھے کی دونوں آنکھوں کو پھوڑے تو نصف قیمت کا ضمان دے اور حالانکہ ایسا حکم نہیں چنانچہ زیلعی سے عنقریب مذکور ہو چکا کہ دونوں آنکھیں پھوڑنے میں مالک مختار ہے چاہے سب قیمت لے اور چاہے اسکو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے تو استدلال کرنا اس حدیث سے بہتر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جانور کی آنکھ میں چوتھائی قیمت کا حکم فرمایا اور معجم طبرانی میں زید بن ثابت سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کی آنکھ میں اسکی چہارم قیمت کا حکم دیا اور مصنف عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہی حکم مروی ہے کذا فی العینی شرح الہدایہ

والتقیید بالعین لانہ لو قطع اذنہا او ذنبہا یضمن نقصانہا وکذا لسان الثور والحمار وقیل جمیع القیمۃ کما لو قطع احدی قوائمہا فانہ یضمن قیمتہا وعلیہ الفتوی ای لو غیر ماکول وان ماکولا خیر کما مر فی العینین لکن فی العیون ان امسکہ لا یضمنہ شیئا عند ابی حنیفۃ وعلیہ الفتوی وعرجہا کقطعہا اور آنکھ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر جانور کا کان یا دم کاٹے گا تو اسکے نقصان کا ضمان دے گا اور اسی طرح بیل اور گدھے کی زبان کاٹنے میں ضمان ہے نقصان کا اور قول ضعیف ہے کہ سب قیمت کا ضمان لازم ہوگا چنانچہ اگر پاؤں کاٹے گا جانور کا تو اسکی پوری قیمت کا ضمان دے گا اور اسی قول پر فتوی ہے یعنے اگر جانور ماکول اللحم نہو اور اگر حلال ماکول اللحم ہوگا تو مالک مختار ہے چنانچہ اسکی تفصیل دونوں آنکھوں کے پھوڑ ڈالنے میں مذکور ہو چکی لیکن عیون میں یوں مذکور ہے کہ اگر مالک غیر ماکول اللحم پاؤں کٹے جانور کو اپنے پاس رکھ لے گا تو کاٹنے والا اسکا کچھ ضمان نہ دے گا ابو حنیفہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتوی ہے اور جانور کا لنگڑا ہو جانا پاؤں کٹ جانے کے مانند ہے یعنی ماکول اور غیر ماکول کے لنگڑا کر دینے میں کل قیمت لازم ہوگی کذا فی الطحطاوی

فروع مسائل ملحقہ شارح کے نقل المصنف عن الدرر الکلب یاکل عنب الکرم فاشہد علیہ فیہ فلم یحفظہ حتی اکل العنب لم یضمن وانما یضمن فیما اشہد

عليه فيما يخاف تلف بني ادم كالحائط المائل ونطح الثور وعقر كلب عقور فيضمن اذا لم يحفظه انتهى قال المصنف ويمكن حمل المتلف في قول الزيلعي وان تلف الكلب فعلى صاحبه الضمان ان كان تقدم اليه قبل الاتلاف والا فلا كالحائط المائل على الآدمي انتهى فيحصل التوفيق مصنف نے شرح مین درر سے یہ نقل کیا کہ ایک شخص کا کتا ہے کہ انگور کے درختوں سے انگور کھا جاتا ہے سو باغ کے مالک نے کتے کے مالک پر لوگوں کو گواہ کیا اسکے کھانے مین سو کتے کے مالک نے کتے کی حفاظت نہ کی یہان تک کہ وہ اشہاد کے بعد بھی انگور کھا گیا تو اسپر ضمان لازم نہوگا ضمان تو اسی صورت خاص مین لازم ہوتا ہے جبکہ اشہاد ہوا ہو اس امر مین جسمین بنی آدم کے تلف ہو جانے کا خوف ہو چنانچہ دیوار مائل اور بیل کے سینگ مارنے اور گزندہ کتے کے کاٹنے مین تو مالک ضمان دیگا جبکہ اسکی محافظت نکریگا انتہی قول الدرر مصنف نے کہا اور ممکن ہے حمل کرنا تلف شدہ کا آدمی پر زیلعی کے اس قول مین اور کتا تلف کرے تو پہلے مالک پر ضمان ہے اگر آگے اسپر گواہ کر چکا ہو تلف کرنے سے پہلے اور نہین تو ضمان نہین ہے دیوار مائل کے مانند تو اس حمل کرنے سے درر اور زیلعی دونون کے قولون مین اتفاق حاصل ہوگا (یعنی اطلاق زیلعی کا آدمی پر محمول ہے تو اب اختلاف باقی نرہا دونون قولون مین طحطاوی نے کہا قوله على الآدمي متعلق ہے قول حمل المتلف سے قلت وقد وقع الاستفتاء عمن له نحل يضعه في بستانه فتخرج فتاكل عنب الناس وفواكههم هل يضمن رب النحل ما اتلفته النحل من العنب ونحوه ام لا وهل يامره بتحويلها عنهم الى مكان آخر ام لا وجوابه انه لا ضمن عليه مطلقا شهدوا عليه ام لا اخذا من مسئلة الكلب بل اولى وكذا ذكره المصنف في معينه لكن رأيت في فتاواه انه افتى بالضمان في مسئلة النحل فراجعه عند الفتوى مین کہتا ہون اور البتہ واقع ہوا تھا استفتا اس شخص کے حال سے جسکے تصرف مین شہد کی مکھیان ہین وہ انکو اپنے باغ مین رکھتا ہے سو مکھیان وہان سے نکلتی ہین اور آدمیون کے انگور اور انکے میوے کھا جاتی ہین کیا مکھیون کے مالک پر مکھیون کے انگور وغیرہ تلف کرنے کا ضمان لازم ہوگا یا نہین اور انکے پاس سے دوسرے مکان کی طرف مکھیون کے اٹھا لیجانے کا حکم ہوگا یا نہین جواب استفتا یہ ہے کہ مکھیون کے مالک پر مطلقاً کچھ ضمان لازم نہوگا خواہ لوگون نے اسپر اشہاد کیا ہو یا نہ کیا یہ جواب ماخوذ ہے کتے کے مسئلے سے بلکہ یہ جواب مسئلہ کلب کے جواب سے اولی ہے یعنی اسواسطے کہ کتے کی خوراک بند کرنی ممکن ہے اور مکھیون کی خوراک اس طرح ممکن نہین اور اسی طرح کا جواب مصنف نے معین المفتی مین ذکر کیا ہے لیکن مین نے مصنف کے فتاوی مین دیکھا ہے کہ اسنے مکھیون کے مسئلے مین وجوب ضمان کا فتوی دیا ہے تو اسکی طرف مراجعت کیجیو فتوی دینے کے وقت م ظاہر مسئلہ کلب معتبر ہے جو درر مین مذکور ہے وجود نص کے سبب سے كذا في الطحطاوي واما تحويله من ملكه فلا يؤمر بذلك على ما هو ظاهر المذهب واما جواب المشائخ فينبغي ان يؤمر بتحويلها اذا كان الضرر بينا على ما عليه الفتوى اور مکھیون کا اٹھانا اسکے ملک سے سو مالک کو تو اسکا حکم نہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے اور مشائخ کا جواب تو یہ ہے کہ لائق یون ہے کہ اسکے اٹھانے کا حکم کیا جاے جبکہ لوگون کا صریح ضرر ہوتا ہو بنا بر قول مفتی بہ کے وفي الصيرفية حمار ياكل حنطة انسان فلم ينهه حتى اكل الصحيح ضمانه اور صیرفیہ مین ہے کہ گدھا کسی آدمی کے گیہون کھاتا ہے سو دیکھنے والے نے اسکو نہ روکا یہان تک کہ وہ کھا گیا تو قول صحیح یہ ہے کہ اسپر ضمان ہے ادخل غنما او ثورا او فرسا او حمارا في زرع او كرم ان سائقا ضمن ما اتلف والا لا وقيل يضمن وتمامه في البزازية کسی آدمی نے بھیڑ یا بکری یا بیل یا گھوڑا یا گدھا داخل کر دیا کھیت یا انگورستان مین اگر اسنے داخل کیا ہے ہانکے تو جو اسنے تلف کر دیا اسکا ضمان دیگا اور اگر ہانکا نہین ہے تو ضمان نہین اور قول ضعیف یہ ہے کہ بہر صورت ضمان دے گا اور پورا اسکا بیان بزازیہ مین ہے فائدہ اپنے باغ یا کھیت مین ایک مرد کا جانور پایا اور اسنے کچھ خراب کر دیا سو اسکو باندھ رکھا باغ یا کھیت کے مالک نے سو وہ مر گیا سو اسپر جانور کی قیمت کا دینا لازم ہوگا چنانچہ محیط مین ہے ایک شخص نے جانور کسی کے گھر مین کر دیا بدون اسکے اذن کے سو صاحب خانہ نے اسکو نکال دیا اور وہ تلف ہو گیا سو اسپر تاوان نہین اور اگر کپڑا کسی کے گھر مین رکھدیا بدون اذن کے اور صاحب خانہ نے اسکو پھینک دیا اور وہ تلف ہو گیا مالک کی غیبت مین تو قیمت ثوب کا اسپر ضمان لازم ہوگا چنانچہ ذخیرے مین ہے جسنے پنجرے کی کھڑکی کھول دی سو چڑیا اڑ گئی یا اصطبل کا دروازہ کھول دیا سو جانور نکل گیا اور گم ہو گیا تو کھولنے والے پر ضمان نہین اور محمد کے نزدیک ضمان ہے چنانچہ کافی مین ہے

الکل من العالمگیریة

باب جنایۃ المملوک والجنایۃ علیہ

یہ باب ہے مملوک یعنی لونڈی غلام کی جنایت میں اور مملوک پر جنایت کرنے کے احکام میں علم ان جنایات المملوک لا توجب الا دفعا واحدا لو محلا معلوم کرکہ مملوک کی جنایات موجب نہیں ہوتی مگر ایکبار دے ڈالنے کی اگر مملوک دینے کا محل ہو یعنی اگر ایک غلام کی جنایات کثیرہ ہوں اشخاص متعددہ میں تو سب مقتولوں کے وارثوں کو وہ غلام دیا جائیگا دفعۃ واحدۃ تو سب کے وارث بقدر جنایات کے آپس میں اپنا اپنا حصہ کرلینگے بشرطیکہ غلام دینے کا محل ہو یعنی جبکہ اُسکے واسطے حریت کے اسباب منعقد نہوگئے ہوں جیسا کہ تدبیر اور استیلاد اور کتابت کذا فی الطحطاوی والا فقیمۃ واحدۃ اور اگر مملوک محل دفع نرہا ہو یعنی حریت کے اسباب ثلثہ مذکورہ سے کوئی سبب منعقد ہو گیا تو ایک قیمت مولی کو دینا ہوگی تو سب وارث بقدر اپنے حصوں کے اُسکو بانٹ لینگے ولو فدی ثم جنی فکالاولی ثم وثم اور اگر لونڈی غلام کا فدیہ دیا یعنی اُسکے قتل کرنیکے بدلے مال دیا پھر اُسنے فدیہ دینے کے بعد جنایت کی مثلاً کسی کو قتل کیا تو وہ اول بار کے مانند ہے پھر تیسری جنایت پھر چوتھی جنایت میں الی غیر النہایۃ اسی طرح کا حکم ہے یعنی جب فدیہ دینے کے بعد دوسری تیسری بار پھر جنایت کریگا تو مولی اول بار کے مانند دفع اور فدیہ دینے میں مختار رہیگا اسواسطے کہ جب پہلی جنایت سے پاک ہوگیا فدیہ دینے سے تو گویا اُسنے جنایت ہی نہیں کی اور دوسری یا تیسری جنایت گویا ابتداء جنایت ہے بخلاف مدبر وامّ ولد فانہ لاتجب الا قیمۃ واحدۃ وستقسم برخلاف مدبر اور امّ ولد اور مکاتب کے کہ اُنکی جنایات میں سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں ہوتا اور اجمال کی تفصیل آگے واضح ہوگی جنی عبد خطاء التقیید بالخطاء ہنا انما

یفید فی النفس لان بعمدہ یقتص اما فی ما دونہا فلا یفید لاستواء خطاہ وعمدہ فیما دونہا ثم انما تثبت الخطاء بالبینۃ واقرار مولاہ وعلم القاضی لا باقرارہ اصلا بدائع قلت لکن قولہ وعلم ان القاضی علی غیر المفتی بہ فانہ لا یعمل بعلم القاضی فی زماننا شرنبلالیۃ عن الاشباہ وتقدم وقعہ مولاہ ان شاء فیملکہ ولیہا وان شاء فداہ بارشہا حالا مملوک نے ازراہ خطا جنایت کی یعنی کسی کو قتل کیا تو اُسکا مالک اگر چاہے بدلے جنایت قتل کے مملوک کو دے تو جنایت کا ولی یعنی مقتول کا وارث مالک ہو جائیگا مملوک کا اور اگر مالک چاہے فی الحال فدیہ دے اُسکی دیت کا شارح نے کہا خطا کی قید یہاں لگانا فقط جنایت نفس میں مفید ہے اسواسطے کہ مملوک سے قتل عمد میں قصاص لیا جاتا ہے اور جان کے سوا اطراف کی جنایت میں تو خطا کی تقیید مفید نہیں ہے اسلیئے کہ ما دون نفس میں مملوک کی خطا اور عمد برابر ہیں پھر خطا تو ثابت نہیں ہوتی مگر گواہوں سے اور اُسکے مالک کے اقرار سے اور قاضی کی دانست سے نہ مملوک کے اقرار سے اصلاً کذا فی البدائع میں کہتا ہوں لیکن علم قاضی کا حجت ہونا قول مفتی بہ نہیں ہے اسلیئے کہ قاضی کے علم پر ہمارے زمانے میں عمل جائز نہیں جیسا کہ شرنبلالیہ میں منقول ہے اشباہ سے اور یہ تو پہلے مذکور ہوچکا ہے فی الحال دینا دفع اور فدیہ دونوں سے متعلق ہے دفع میں تو وجہ یہ ہے کہ اعیان میں تاجیل جائز نہیں اور فدیہ کی وجہ یہ ہے کہ وہ بدلا ہے عین یعنی مملوک کا تو اُسیکے مانند ہوا اعلام تعجیل میں لیکن الواجب الاصلی

ہو الدفع علی الصحیح ولذا سقط الواجب بموتہ بخلاف الموت الحر کما ذکرہ المصنف وغیرہ لیکن جنایت مملوک میں واجب اصلی دفع ہے نہ فدیہ بر قول صحیح ولہذا واجب ساقط ہو جاتا ہے مملوک کے مرجانے سے برخلاف آزاد قاتل کے موت کے کہ وہاں واجب ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ مصنف وغیرہ نے اُسکو ذکر کیا ہے عبد قاتل کی موت سے واجب اسواسطے ساقط ہوجاتا ہے کہ محل باقی نرہا اور اگر آزاد قاتل مرگیا یعنی قتل خطا میں تو واجب ساقط نہوگا اُسکی عاقلہ پر واجب ہوگا کذا فی الدرر لکن فی الشرنبلالیہ عن السراج والجوہرۃ عن النزودی ان الصحیح ہو الفداء حتی لو اختارہ ولم یقدر علیہ اداہ متی وجد ولا یبرأ بہلاک العبد لیکن شرنبلالیہ میں سراج سے اور جوہرہ میں نزودی سے یوں ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ واجب اصلی جنایت مملوک میں فدیہ ہے نہ دفع تو اگر مولی فدیہ دینے کو اختیار کرے اور قادر نہو اُسکے ادا کرنے پر تو جب پاوے اُسکو ادا کرے اور مولی بری الذمہ نہوگا غلام قاتل کے مرجانے سے وعللہ الزیلعی وغیرہ بانہ اختار الاصل حتی بطل حقہم فی العبد عند ابی حنیفۃ رح انتہی ومفادہ ان الاصل عندہ الفداء ولا الدفع اور زیلعی وغیرہ نے صحت اختیار کی علت یوں بیان کی ہے کہ مولے نے ورثہ مقتول کا اصل حق اختیار کیا تو اب وارثوں کا حق باطل ہوگیا غلام میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک انتہی ما فی الزیلعی اور اس تعلیل سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام کے نزدیک فدیہ اصل ہے نہ دفع وافاد شارح المجمع نے تعلیل الامام ان الواجب احدہما ونہ متی اختار احدہما تعین اور شارح مجمع یعنی ابن ملک نے امام رح کی تعلیل میں بیان کیا ہے کہ جنایت عبد میں

دفع اور فدیہ میں سے ایک چیز واجب ہے اور جبکہ مولی نے دفع اور فدیہ کو اختیار کیا تو وہی چیز متعین ہو جاتی ہے لکنہ قدم ان الدفع ہو الاصل وانہ یتعین فی لفظ الکتاب دلالۃ علیہ لیکن شارح مجمع نے پہلے اسکو بیان کیا ہے کہ دفع واجب اصلی ہے اور فدیہ بیان کیا ہے کہ کتاب کی عبارت میں واجب اصلی پر دلالت نہیں ہے محیط میں ہے کہ امام محمد نے اصل یعنی مبسوط میں کہا کہ جب غلام آدمی پر جنایت موجب مال کی کرے تو اسکے مولی کو اختیار ہے چاہے غلام دے چاہے فدیہ ہمارا یہی مذہب ہے مگر یہ کہ واجب اصلی دفع ہے اتنے اس نص سے خلاف مرتفع ہو گیا اور فدیہ اختیار کرنے کے بعد غلام کی موت سے اسواسطے فدیہ باطل نہو گیا کہ تعیین کا اختیار مولی کو ہے سو اسنے فدیہ ہی کو اختیار کیا تو یہ عارضی امر کے سبب سے ہے یعنی اختیار کر لینے سے اور زیلعی کا کلام تعلیل میں مضطرب ہے واللہ اعلم بالصواب کذا فی الطحطاوی فان فداہ فجنی بعدہ فہی کالاولی حکما سو اگر مولی نے غلام کی جنایت کا فدیہ دیا پھر بعد اسکے غلام نے پھر جنایت کی تو دوسری جنایت پہلی جنایت کے مانند ہے حکم میں یعنی مولی دفع اور فدیہ میں یہاں بھی مختار ہے فان جنی جنایتین دفعہ بہما الی ولیہما او فداہ بارشہما پھر اگر غلام نے دو جنایتیں کیں تو ان جنایتوں میں مولی غلام کو انکے وارثوں کو دے یا دونوں کی دیت کا فدیہ دے وان وہبہ المولی او باعہ او اعتقہ او دبرہ او استولدہا غیر عالم بہا بالجنایۃ ضمن الاقل من قیمتہ ومن الارش وان علم بہا غرم الارش فقط اجماعا اور اگر مولی نے غلام کسی کو ہبہ کر دیا یا اسکو بیچ ڈالا یا آزاد کیا یا مدبر کیا یا لونڈی کو ام ولد بنایا جنایت کی ناواقفی میں تو مولی ضمان دے قیمت اور دیت میں سے کمتر چیز کا یعنی اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت کو دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے اور اگر جنایت کو جان کر ہبہ یا بیع کی تو فقط دیت ضمان دے بالاتفاق کبیعہ عالما بہا جیسے غلام کی بیع سے دیت واجب ہوتی ہے جنایت جانکر ہو طحطاوی نے کہا یہ مسئلہ مکرر ہو گیا کیونکہ وان علم بہا غرم الارش میں داخل ہے وکتعلیق عتقہ بقتل زید او رمیہ او شجہ ففعل العبد ذلک کما لو صیر فارا بقولہ ان مرضت فانت طالق ثلثا اور جیسے دیت واجب ہوتی ہے تعلیق عتق غلام میں قتل زید کے ساتھ یا اسکے تیر مارنے یا اسکے سر پھوڑنے کی تعلیق کے ساتھ سو غلام نے ویسا ہی کیا جیسے زوج فار ہو جاتا ہے اس تعلیق سے کہ اگر میں بیمار ہوں تو تو مطلقہ ہے تین بار یعنی تو عورت وارث ہوگی زوج کی ہم اگر مولی نے کہا اپنے غلام سے کہ اگر تو زید کو قتل کرے تو تو آزاد ہے سو اسنے زید کو قتل کیا یا مولی نے کہا اگر تو زید کے تیر مارے تو تو آزاد ہے سو اسنے تیر مارا یا کہا اگر تو اسکے سر کو زخمی کرے تو تو آزاد ہے سو اسنے زخم لگایا تو مولے پر دیت کا ضمان لازم ہوگا اسلیے کہ اسنے فدیہ اختیار کیا کیونکہ اسکو آزاد کیا وجود جنایت کی تقدیر پر کذا فی الدرر وان قطع عبد ید حر عمدا ودفع الیہ فاعتقہ فمات من السرایۃ فالعبد صلح بہا ای بالجنایۃ لان اعتاقہ دلیل تصحیح الصلح اور اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمدا کاٹا اور غلام اسکو دیا گیا سو اسنے آزاد کر دیا پھر آزاد مر گیا زخم کی سرایت سے تو غلام صلح ٹھہر گیا جنایت کی اسواسطے کہ اسکا آزاد کرنا تصحیح صلح کی دلیل ہے اسواسطے کہ اعتاق پر اقدام کرنا تصحیح صلح کے قصد پر دلالت کرتا ہے اور اس صلح کی صحت نہیں بدون اسکے کہ جنایت سے اور جو اس سے حادث ہو صلح قرار دیجائے پھر جب اسنے آزاد کر دیا تو صلح در ضمن اعتاق صحیح ہو گئی ابتدا سے وان لم یعتقہ وقد سری یرد علی سیدہ فیقتل او یعفی لبطلان الصلح اور اگر مقطوع الید نے غلام مذکور کو آزاد نہ کیا اور حالانکہ قطع کے صدمہ سے وہ مر گیا ہو تو غلام اسکے مالک کو پھیر دیا جاوےگا سو وہ قتل ہو قصاص میں یا معاف کر دیا جائے بسبب باطل ہو جانے صلح کے فان جنی ماذون لہ مدیون خطاء فاعتقہ سیدہ بلا علم بہا غرم لرب الدین الاقل من قیمتہ ومن دینہ وغرم لولیہا الاقل منہا ای القیمۃ ومن الارش اور اگر غلام ماذون مدیون نے آزاد خطا جنایت کی ہو اسکے مالک نے اسکو آزاد کر دیا یا ناواقفی جنایت سے تو صاحب دین کو مالک ضمان دے قیمت اور دین سے کمتر کا یعنی اگر قیمت غلام کی دین سے کم ہے تو قیمت کا ضمان اور اگر دین کم ہے تو دین کا تاوان دے اور جنایت کے وارث کو ضمان دے قیمت اور دیت سے کمتر کا یعنی اگر قیمت کم ہے دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہے قیمت سے تو دیت دے ولو اتلفہ ای العبد الجانی اجنبی فقیمتہ واحدۃ لمولاہ ولا تخییر اور اگر غلام جانی کو اجنبی شخص نے تلف کر ڈالا تو اسپر ایک قیمت واجب ہے غلام کے مالک کیواسطے نہ سواے اسکے صاحب دین اور وارث مقتول کا مواخذہ قاتل پر نہوگا اسواسطے کہ حق فریقین کا متعلق ہے مالک رقبہ سے پھر جب مولے قیمت پاویگا تو اسکو صاحب دین لے گا

اسواسطے کہ قیمت غلام کی مالیت ہی اور صاحب دین مقدم ہی مالک سے وارث مقتول پر کذا فی الزیلعی فان ولدت ماذونۃ مدیونۃ بیعت مع ولدہا فی الدین ان ثبت
الولادۃ بعد لحوق الدین فلو ولدت ثم لحقہا الدین لم یتعلق حق الغرماء بالولد بخلاف اکسابہا پھر اگر ماذون مدیون لونڈی جنی تو اپنے بچے کے ساتھ بیچی جاوے گی دین
مین بشرطیکہ ولادت ہوئی ہو دین کے لاحق ہونے کے بعد سو اگر وہ جنی پھر دین اسکو لاحق ہوا تو دین والون کا حق لونڈی کے بچے سے متعلق نہو گا بر خلاف اسکی
کمائیون کے یعنی کمائی مین انکا حق متعلق ہی نہ اسکے ولد مین ھم یہ مسئلہ اس باب مین مقصود بالذکر نہین ہی کیونکہ اسمین جنایت مذکور نہین بلکہ بالتبع مذکور ہوا ہی تاکہ
اسمین اور مسئلہ آیندہ مین فرق ظاہر ہو جاوے فان جنت فولدت لم یدفع الولد لہ ای لولی الجنایۃ لتعلقہا بذمۃ المولے لا ذمتہا بخلاف الدین پھر اگر
ماذون مدیون لونڈی نے جنایت کی پھر وہ جنی تو لڑکا جنایت کے وارث کو نہ دیا جائیگا اسواسطے کہ موجب جنایت مولی کے ذمہ پر ہی نہ لونڈی کے ذمہ پر
برخلاف دین کے کہ وہ لونڈی کے ذمہ پر ہی نہ مولی پر عبد رجل زعم رجل ان سیدہ حررہ فقتل العبد المعتق ولیہ ای ولی الزاعم عتقہ خطاء فلا شئ
للحر علیہ لانہ بزعمہ عتقہ اقرانہ لایستحق العبد بل الدیۃ لکنہ لایصدق علی العاقلۃ الا بحجۃ ایک مرد کا ایسا غلام ہی جسکو دوسرا مرد کہتا ہی کہ اسکے مالک نے
اسکو آزاد کر دیا ہی سو اس غلام آزاد نے آزادی ظاہر کرنے والے کے ولی کو قتل کیا خطا کی راہ سے تو اس غلام پر کچھ لازم نہین حر زاعم کے واسطے
اسلیے کہ اسکی آزادی کے کہنے سے اسنے اسکا اقرار کیا کہ وہ غلام کا مستحق نہین ہی بلکہ دیت کا مستحق ہی الا اسکی تصدیق نہو گی عاقلہ پر مگر حجت شرعی سے ھم عاقلہ
یہان مراد غلام کا مولی ہی فان قال معتق رقبہ معروف لرجل قتلت اخاک یخاطب مولاہ الذی اعتقہ خطاء قبل عتقی فقال الاخ الذی ہو المولے الاول بعدہ
صدق الاول لانہ منکر للضمان پھر اگر اس معتق نے جسکا مملوک ہونا ایک مرد کا مشہور ہی یہ کہا اپنے اس مولی سے جسنے اسکو آزاد کیا ہی کہ مین نے تیرے بھائی کو
از راہ خطا قتل کیا تھا اپنے آزاد ہونے سے پہلے سو مولے نے جو مقتول کا بھائی ہی کہا یون نہین ہی بلکہ تو نے آزاد ہونے کے بعد قتل کیا تو اول شخص یعنی غلام
مذکور کی تصدیق ہو گی اسواسطے کہ وہ لزوم ضمان کا منکر ہی ھم طحطاوی نے کہا کہ شارح مصنف اور حموی کا تابع ہوا ہی اس مسئلہ کی تصویر مین
حالانکہ یہ صحیح نہین ہی بلکہ تصویر غیر مولے صحیح ہی چنانچہ اور کتابون مین مصرح ہی ان قال لہا قطعت یدک و انت امتی فقالت ہی لا بل فعلتہ بعد
العتق فالقول لہا لانہ اقر بسبب الضمان ثم ادعی البراءۃ فلا یکون القول لہ اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا کہ مین نے تیرا ہاتھ کاٹا تھا جبکہ تو میری لونڈی تھی
اور اسنے کہا نہین بلکہ تو نے ہاتھ کاٹا تھا آزاد کرنے کے بعد تو لونڈی کا قول معتبر ہو گا اسواسطے کہ مولی نے ضمان کے سبب یعنی قطع کا اقرار کیا پھر اس چیز کا دعوی
کیا جو ضمان سے بری الذمہ اسکو کرے تو اسکا قول معتبر نہو گا وکذا القول لہا فی کل ما اخذہ المولی منہا من المال لما ذکرنا استحسانا اور اسی طرح لونڈی کا قول
معتبر ہی ہر ایک اس چیز مین جو مولی نے لونڈی سے مال لیا اس دلیل سے جسکو ہم نے ذکر کیا بطریق استحسان کے الا الجماع والغلۃ فالقول لہ لاسنادہ بحالۃ معہودۃ
منافیۃ للضمان مگر جماع اور لونڈی کی کمائی مین لونڈی کا قول معتبر نہو گا تو انمین میان کا قول مقبول ہو گا بسبب اسکے منسوب ہونے کے اس حالت معروفہ کیطرف
جو تاوان کے مخالف ہی ھم اسواسطے کہ اپنی لونڈی کا جماع کرنا اگرچہ وہ مدیونہ ہو مال کا موجب نہین اور اسی طرح اپنی لونڈی کی کمائی لینا تاوان کا موجب نہین اگرچہ
لونڈی قرضدار ہو کذا فی الزیلعی عبد محجور او صبی امر صبیا بقتل رجل فقتلہ فدیتہ علی عاقلۃ القاتل لان عمد الصبی خطاء غلام محجور یا صغیر نے دوسرے صغیر کو ایک
مرد کے قتل کرنے کا امر کیا سو اسنے اسکو مار ڈالا تو مقتول کا خونبہا قاتل کے مددگارون پر ہی اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد قتل خطا کے برابر ہی ھم ثم لا یرجعون علی العبد
بعد عتقہ و قیل لا الاعلی الصبی ابدا لان القصور اہلیتہ اور صغیر قاتل کے مددگار غلام آمر سے دیت پھیر لین اسکے آزاد ہونے کے بعد اور قول ضعیف مین رجوع
نہین غلام آزاد پر لیکن صغیر آمر پر بھی کبھی رجوع نہین یعنی بالغ ہونے کے بعد بھی قصور اہلیت کے سبب سے وان کان مامور عبدا فعبد اقتلہ و دفع السید القاتل او فداہ فی الخطاء
اور اگر غلام کا مامور بھی غلام ہو آمر کے مانند تو مالک غلام قاتل کو وارثون مقتول کے حوالہ کرے یا غلام کا فدیہ دے قتل خطا مین و لا رجوع لہ علی الآمر فی الحال و یرجع بعد عتق العبد
باقل من الفداء و قیمۃ العبد لانہ مختار فی دفع الزیادۃ لا مضطر اور قاتل مامور کے مالک کو آمر پر رجوع کرنا جائز نہین بالفعل اور غلام آزاد ہونے کے بعد فدیہ اور قیمت

یعنی غلام قاتل کے مالک کو اختیار تھا غلام کے دینے اور فدیہ دینے مین جو کمتر ہو وہ مالک بھرے اسواسطے کہ مالک رفع زیادت مین مختار ہی نہ مجبور جبکہ اُسنے فدیہ زائد از قیمت اختیار کیا تو زائد کا تاوان لازم نہوگا وکذا الحکم فی العمد ان کان العبد القاتل صغیرا لان عمدہ خطاء اور اسی طرح قتل عمد کا حکم ہی اگر قاتل غلام صغیر ہو اسواسطے کہ صغیر کا قتل عمد خطا کے مانند ہی حکم مین فان کان کبیرا اقتص منہ اور اگر قاتل غلام بالغ ہو تو اُس سے قصاص لیا جاتا ہے عبد حفر بیرا فاعتقہ مولاہ ثم وقع فیہا انسان او دابۃ فہلک فلا شیء علیہ لان جنایۃ العبد لا توجب علیہ شیئا غلام نے کنوان کھودا اسکے بعد مالک نے اسکو آزاد کیا پھر اسمین چند آدمی یا ایک آدمی گر پڑا اسو مر گیا تو اسپر کچھ لازم نہین اسلیے کہ غلام کی جنایت اُسپر کچھ واجب نہین کر دیتی ہم اور عدم عتق مین بھی یہی حکم ہی ویجب علی المولی قیمۃ واحدۃ ولو الواقع الفا زیلعی اور کنوان کھودنے والے کے مالک پر ایک قیمت غلام کی واجب ہوگا اگرچہ ہزار آدمی کنوین مین گر کے مر گئے ہون کذا فی الزیلعی فان قتل عبد عمدا رجلین حرین لکل منہما ولیان فعفا احد ولیی کل منہما دفع السید نصفہ الی الآخرین او فداہ بدیۃ کاملۃ لانہ بذلک العفو سقط القود وانقلب مالا وہو دیتان وقد سقط دیۃ نصیب العافیین وبقی دیۃ نصیب الساکتین او لم یعفوا بدفع نصفہ لہما پھر اگر ایک غلام نے اُن دو آزاد مردون کو عمدا قتل کیا کہ ہر ایک مقتول کے دو دو وارث ہین سو دونون گروہون مین سے ایک ایک وارث نے قصاص عفو کیا تو مالک غلام اُن دو دو مین سے اُن دونون آزاد کو دے جنھون نے معاف نہین کیا یا غلام کا فدیہ دے پوری دیت دے کر اسواسطے کہ اس معافی سے قصاص ساقط ہو کر منقلب بمال ہوگیا اور مال تو پوری دو دیتین ہین اور حالانکہ معاف کرنے والون کے حصے کی دیت تو ساقط ہوگئی اور سکوت کرنے والے دو وارثون کے حصونکی دیت باقی رہ گئی یا مالک چاہے نصف غلام دونون وارثون کو دے فان قتل العبد احدہما عمدا والآخر خطاء وعفا احد ولیی العمد فدی بدیۃ لولی الخطاء ونصفہا لاحد ولی العمد الذی لم یعف پھر اگر غلام نے ایک مرد کو عمدا قتل کیا اور دوسرے کو خطاء قتل کیا اور قتل عمد کے دو وارثون مین سے ایک وارث نے قصاص مین معاف کیا تو مالک پوری دیت کا فدیہ دے قتل خطا کے دو وارثون کو اور نصف دیت فدیہ دے قتل عمد کے اس ایک وارث کو جسنے عفو نہین کیا او دفع الیہما وقسم اثلاثا عولا عندہ وارباعا منازعۃ عندہما یا مالک غلام دے قتل خطا کے دو وارثون کو اور تین تہائی بانٹ دے بطریق عول کے امام کے نزدیک اور چار حصے کر ڈالے بطریق منازعت کے صاحبین کے نزدیک ہم وجہ اسکی یہ ہی کہ خطا کے وارثون کا حق پوری دیت دس ہزار درم مین ہی اور عمد کے وارثون کا حق قصاص مین ہی پھر جب ایک وارث نے عفو کیا تو دوسرے وارث کا حصہ مال ہوگیا یعنی پانچ ہزار درم نصف دیت تو اگر مالک فدیہ دے تو دس ہزار خطا کے وارثون کو دے اور پانچ ہزار عمد کے ایک وارث کو جسنے معاف نہین کیا اور اگر مالک غلام کو دفع کرے تو تین تہائی کرے دو تہائیان خطا کے وارثون کو دے اور ایک تہائی قتل عمد کے ایک وارث کو بطریق عول کے اسواسطے کہ انکا حق دیت مین بھی اسی طرح ہی یہ مذہب ہی امام کا اور صاحبین رح کے نزدیک چار حصے ہون گے بطریق منازعت کے تین چوتھائیان خطا کے وارثون کو اور ایک چوتھائی اُسکو جسنے عفو نہین کیا اس لیے کہ نصف غلام تو خطا کے وارثون کے واسطے مسلم ہی بلا منازعت اور نصف باقی مین منازعت واقع ہوئی دونون فریق کی تو اُسکو نصفا نصف کر دیا کذا فی الزیلعی فان قتل عبدہما قریبہما وعفا احدہما بطل کلہ وقالا یدفع الذی عفا نصف نصیبہ للآخر او یفدیہ بربع الدیۃ وقیل محمد مع الامام ووجہہ انہ انقلب بالعفو مالا والمولی لا یستوجب علی عبدہ دینا فلا یخلفہ فیہ الورثۃ پھر اگر دو شخصون کے غلام نے مالکون کے قرابت دار کو قتل کیا اور ایک مالک نے قصاص عفو کیا تو تمام قصاص باطل ہوگیا اور صاحبین نے کہا کہ جس مالک نے عفو کیا وہ اپنا آدھا حصہ دوسرے مالک کو دے یا اُسکا فدیہ دے چوتھائی دیت دے کر اور بعضون نے کہا کہ محمد امام کے ساتھ ہین اس مسئلے مین امام کی دلیل یہ ہی کہ قصاص عفو سے منقلب بمال ہوگیا اور مالک اپنے غلام پر مستوجب دین کا نہین ہوتا تو اُسکے وارث اُسکے خلیفہ نہونگے ہم طحطاوی نے کہا مالک تو دونون زندہ موجود ہین تو مورث اور وارث کا یہان کیا ذکر ہی

فصل فی الجنایۃ علی العبد یہ فصل ہی اس جنایت کے بیان مین جو عبد پر واقع ہو ہم عبد سے مراد مملوک ہی تو غلام اور لونڈی دونون کو شامل ہی دیۃ ا

قیمتہ فان بلغت ہی دیۃ الحر وبلغت قیمۃ الامۃ دیۃ الحرۃ نقص من کل من دیۃ عبد وامۃ عشرۃ دراہم اظہاراً لانحطاط رتبۃ الرقیق عن الحر وتعیین العشرۃ
باثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ دیت مملوک کی اسکی قیمت ہے سو اگر غلام کی قیمت آزاد مرد کی دیت کے برابر پہونچ جاوے یعنی قیمت غلام کی دس ہزار درہم ہو اور
لونڈی کی قیمت آزاد عورت کی دیت کے برابر پہونچے تو غلام اور لونڈی کی دیت سے دس درہم گھٹائے جاوینگے تاکہ رتبہ مملوک کا انحطاط رتبہ آزاد سے ظاہر ہو
اور دس درم کا تعین کرنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے وعنہ من الامۃ خمسۃ اور امام سے دوسری روایت ہے کہ لونڈی کی دیت سے پانچ درم
کمیے جاوین وتکون جنینہ علی العاقلۃ فی ثلث سنین خلافا لابی یوسف رح اور اسوقت مین دیت غلام کی قاتل کے مددگاروں پر واجب ہوگی تین برس کی مدت
مین برخلاف ابو یوسف کے یعنی انکے نزدیک نقصان دس درم کا معتبر نہین کذا فی الطحطاوی وفی الغصب یجب القیمۃ بالغۃ ما بلغت بالاجماع اور مملوک کے
غصب مین اسکی قیمت غاصب پر واجب ہے بالاتفاق جہانتک اسکی قیمت پہونچے یعنی اگرچہ آزاد کی دیت سے زیادہ ہو وما قدر من دیۃ الحر قدر من قیمتہ
وحینئذ ففی یدہ نصف قیمتہ بالغۃ ما بلغت فی الصحیح وقیل لا یزاد علی خمسۃ آلاف الا خمسۃ وجزم بہ فی الملتقی اور جو مقرر ہے اعضاء حر کی دیت سے وہی مقرر ہے
مملوک کی قیمت سے اور اسوقت مین تو مملوک کے ہاتھ مین اسکی نصف قیمت ہے قول صحیح مین جسقدر کہ اسکی قیمت ہو کذا فی الدرر اور قول ضعیف ہے کہ پانچ درم کم پانچ ہزار درم سے زیادہ نہوگی
اور اسی قول پر یقین کیا ہے ملتقی الابحر مین اھ بحر قول اخیر ہے اکثر کتب مین چنانچہ ہدایہ اور خلاصہ اور مجمع البحرین اور اختیار اور فتاوی ولوالجی اور ملتقی اور مجتبی مین کذا فی الطحطاوی
ویجب حکومۃ عدل فی لحیتہ فی الصحیح وقیل کل قیمتہ اور حکومت عدل واجب ہے غلام کی ڈاڑھی مین بقول صحیح اور قول ضعیف مین تمام قیمت واجب ہے یہ اسی صورت مین
حکم ہے جبکہ ڈاڑھی مونڈنے کے بعد نہ جمے قطع ید عبد فحررہ سیدہ فسری فمات منہ ولہ ای للعبد ورثۃ غیرہ وغیر المولی لا یقتص لاشتباہ من لہ الحق ایک شخص نے غلام کا ہاتھ کاٹا
پھر اسکے مالک نے اسکو آزاد کردیا تو زخم سرایت کر گیا تو وہ اس زخم سے مرگیا اور اس غلام آزاد کے وارث اور بھی ہین مولی کے سوا تو قاطع سے قصاص نہ لیا جاویگا صاحب حق کے
اشتباہ کی وجہ سے یعنی اگر جراحت کا وقت اعتبار کیجیے تو صاحب حق مالک ہے اور اگر موت کا وقت اعتبار کیجیے تو فقط وارث مستحق ہین یا مالک بھی تو جہالت مستحق مانع
قصاص ہوگی لیکن دیت فقط وارث کی ہے یا مالک کی بھی کذا فی الطحطاوی وان لم یکن لہ غیر المولی اقتص منہ خلافا لمحمد اور اگر اسکا کوئی وارث نہین سواے مولی کے تو قاطع
سے قصاص لیا جاویگا برخلاف مذہب محمد رح قال لعبدیہ احدکما حر فشجا فبین المولی العتق فی احدہما بعد الشج فارشہما للسید لان البیان کالانشاء مالک نے اپنے
دو غلاموں سے کہا کہ ایک غلام تم دونوں مین سے آزاد ہے پھر دونوں کے سر زخمی ہوے پھر مالک نے زخم سر کے بعد ایک غلام کی آزادی بیان کردی یعنی یون کہا کہ مین نے
اس غلام کو آزاد کیا تھا تو دونوں کی دیت مالک کی ہے اسواسطے کہ بیان کرنا انشا کے برابر ہے یعنی گویا زخم کے بعد اب اسنے آزاد کیا ولو قتلا فدیۃ حر وقیمۃ عبد لو القاتل واحدا
معا وقیمتہما لو تساویا اور اگر دونوں غلام مذکور مقتول ہوے تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی واجب ہوگی بشرطیکہ ایک ہی قاتل نے دونوں کو ساتھ ہی قتل کیا ہو اور دونوں
کی قیمت برابر ہو وجہ فرق یہ ہے کہ زخم کے بعد آزادی ممکن ہے تو بیان وہاں انشا ٹھہر گیا اور موت کے بعد آزادی ممکن نہین تو یہاں بیان انشا نہوگا محض بیان اظہار
ٹھہرے گا اور اگر قیمت مختلف ہوگی تو ہر واحد کی نصف قیمت اور آزاد کی دیت واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی مختصرا وان قتل کلا واحد معا او علی التعاقب ولم یدر
الاول فقیمۃ العبدین زیلعی اور اگر دونوں غلاموں کو دو شخصوں نے ساتھ ہی یا آگے پیچھے مارا اور پہلا مقتول معلوم نہین تو قاتلوں پر دو غلاموں کی قیمت واجب
ہوگی کذا فی الزیلعی ھم قولہ وان قتل کلا واحد معا مخالف لمقصود یہ ترجمہ اسکا یہ ہے کہ اگر ہر غلام کو ایک شخص نے ساتھی قتل کیا اور یہ پہلی صورت ہے چونکہ مولوی
طحطاوی نے کہا شارح کو یون کہنا تھا وان قتلہما شخصان معا لہذا مترجم نے عبارت صحیح کا ترجمہ کیا خلافا لعبارۃ الشارح اور اگر پہلا مقتول معلوم ہو تو اسکے
قاتل پر قیمت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر دیت آزاد کی واجب ہوگی کذا فی الطحطاوی فقا رجل عینی عبد خیر مولاہ ان شاء دفع مولاہ عبدہ المفقوء للفاقی
واخذ منہ قیمتہ کاملۃ او امسکہ ولا یاخذ منہ النقصان وقالا لہ اخذ النقصان وقال الشافعی ضمنہ القیمۃ وامسک الجثۃ العمیاء ایک مرد نے غلام کی دونوں
آنکھیں پھوڑین تو اسکے مالک کو اختیار ہے چاہے اپنا آنکھ پھوٹا غلام آنکھ پھوڑنے والے کو دے اور اس سے پوری قیمت لے یا چاہے اسکو اپنے پاس رکھے

ورا سے نقصان نہ لے اور صاحبین نے کہا مالک کو نقصان لینا جائز ہے اور امام شافعی نے کہا آنکھ پھوڑنے والے سے غلام کی قیمت کا ضمان لے اور غلام کا اندھا
مرا اپنے پاس رکھے ولو جنی مدبر او ام ولد ضمن السید الاقل من القیمۃ ومن الارش لقیام قیمتہما مقامہما اور اگر غلام مدبر یا ام ولد جنایت کرے تو مالک تاوان
دے کمتر مال کا قیمت اور دیت سے یعنی اگر قیمت کم ہو دیت سے تو قیمت دے اور اگر دیت کم ہو قیمت سے تو دیت دے اسلیے کہ مدبر اور ام ولد کی قیمت قائم مقام ہے
انکے ہم مناسب یہ تھا کہ یہ مسئلہ باب سابق میں مذکور ہوتا اسواسطے کہ مدبر اور ام ولد قاتل ہے نہ مقتول فان دفع القیمۃ بقضاء فجنی المدبر او ام ولد جنایۃ
اخری تشارک الثانی الاول اذ لیس فی جنایاتہ کلہا الا قیمۃ واحدۃ ولا شئ علی المولی لانہ مجبور علی الدفع پھر اگر مالک نے قیمت دی قاضی کے حکم سے پھر
مدبر یا ام ولد نے دوسری جنایت کی تو دوسرے مقتول کا وارث شریک ہوگا مقتول اول کے وارث کا اسواسطے کہ مدبر کی تمام جنایات میں سوائے ایک
قیمت کے اور کچھ واجب نہیں اور مالک پر کچھ واجب نہیں اسواسطے کہ وہ مجبور ہے قیمت کے دینے پر یعنی بحکم قاضی وان دفع القیمۃ لولی الاولی بغیر قضاء اتبع
السید بحصتہ من القیمۃ ورجع بہا علی الاول لانہ قبضہ بغیر حق لان المولی لا یجب علیہ الا قیمۃ واحدۃ اور اگر مالک نے پہلے جنایت کے وارث کو قیمت
دی بدون حکم قاضی کے تو مقتول ثانی کا وارث پیچھا کرے مالک کا قیمت لینے کے واسطے بقدر اپنے حصے کے اور مالک اسقدر پھر لے مقتول اول کے وارث
سے اسلیے کہ وارث اول نے تمام قیمت پر ناحق قبضہ کیا اسواسطے کہ مالک پر تو سوائے ایک قیمت کے کچھ واجب نہیں او اتبع ولی الجنایۃ الاولی یا وارث ثانی
وارث اول کا پیچھا کرے یعنی نصف قیمت اس سے بانٹ لے اسواسطے کہ اسنے اسکا حق ناحق لیا وقالا لا شئ علی المولی اور صاحبین نے کہا قیمت بلا قضا دینے
میں مالک پر کچھ لازم نہیں وان اعتق المولی المدبر وقد جنی جنایات لم تلزمہ ای المولی الا قیمۃ واحدۃ علم بالجنایۃ قبل العتق اولا لان حق الولی
لم یتعلق بالعبد فلم یکن مفوتا بالاعتاق اور اگر مالک نے مدبر کو آزاد کیا اور حالانکہ اس سے جنایات متعدد صادر ہوئے تو مولی پر سوائے ایک قیمت کے کچھ
لازم نہوگا خواہ مالک کو قبل از عتق جنایت کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو اسواسطے کہ وارث کا حق غلام کی ذات سے متعلق نہیں تو مالک آزاد کرنے سے اس کے
حق کا ضائع کرنے والا نہ ٹھیرا وام الولد کالمدبر فیما مر اور ام ولد مدبر کے مانند ہے حکم مذکور میں یعنی مسئلہ اعتاق میں اقر المدبر او ام الولد بجنایۃ توجب
المال لم یجز اقرارہ لانہ اقرار علی المولی بخلاف ما اذا اقر بالقتل عمدا فانہ یصح اقرارہ علی نفسہ فیقتل بہ اور اگر مدبر یا ام ولد نے اس جنایت
کا اقرار کیا جو مال کی موجب ہے تو اسکا اقرار جائز نہیں اسواسطے کہ یہ اقرار ہے مولے کے ضرر پر برخلاف اسکے جب کہ اسنے قتل عمد کا اقرار کیا تو اسکا اقرار
صحیح ہوگا اپنی ذات پر تو اپنے اقرار کے سبب سے مارا جاوے گا ولو جنی المدبر خطاء فمات لم تسقط قیمتہ عن مولاہ اور اگر مدبر نے جنایت کی بطور خطا
کے پھر وہ مرگیا تو اسکی قیمت اسکے مالک سے ساقط نہوگی ولو قتل المدبر مولاہ خطاء سعی فی قیمتہ اور اگر مدبر نے اپنے مالک کو بطریق خطا کے قتل کیا تو
کوشش کرے اپنی قیمت میں یعنی محنت مزدوری کرکے اپنی قیمت مالک کے وارث کو دے ولو عمدا قتلہ الوارث او استسعاہ فی قیمتہ ثم قتلہ درر اور
اگر مدبر نے اپنے مالک کو عمداً قتل کیا تو وارث اسکو قتل کرڈالے یا وارث چاہے اس سے محنت مزدوری کروادے اسکی قیمت حاصل کرنے میں پھر حصول قیمت
کے بعد اسکو قتل کرے کذا فی الدرر

فصل فی غصب القن وغیرہ یہ فصل ہے مملوک وغیرہ کے غصب کے احکام میں غیر مملوک سے مدبر اور صبی مراد ہے قطع ید عبدہ فغصبہ رجل وسرے
فمات منہ ضمن الغاصب قیمتہ اقطع مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اسکو غصب کیا ایک مرد نے اور زخم نے سرایت کی سو وہ اسی زخم سے مرگیا تو غاصب
تاوان دے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا وان قطع یدہ وہو فی ید غاصب فمات منہ بری الغاصب لصیرورتہ متلفا فیصیر مستردا اور اگر مالک نے غلام
کا ہاتھ کاٹا اور حالانکہ غلام غاصب کے پاس ہے سو وہ اسی زخم سے مرگیا تو غاصب بری الذمہ ہوگیا قیمت دینے کے تاوان سے بسبب ہوجانے مالک کے
تلف کرنے والا تو مالک پھیر لینے والا ٹھیر جاوے گا ولو غصب عبد محجور مثلہ فمات فی یدہ ضمن لان المحجور مواخذ بافعالہ لا باقوالہ الا اذا تشقہ غلام

غیر ماذون نے اپنے مانند دوسرے کا غلام غیر ماذون غصب کیا سو وہ اسکے قبضے مین مرگیا سو وہ تاوان دے گا اسکی قیمت کا اسواسطے کہ غیر ماذون اپنے افعال
مین ماخوذ ہے نہ اپنے اقوال مین مگر آزاد ہونے کے بعد اقوال مین بھی ماخوذ ہوگا مدبر جنی عند غاصبہ فرد ثم جنی عند سیدہ آخر ضمن السید قیمتہ لہما نصفین
مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس سو غاصب نے اسکو پھیر دیا مالک کو مدبر نے اپنے مالک کے پاس دوسری جنایت کی تو مالک اسکی قیمت کا
تاوان دے دونون مقتولون کے وارثون کو نصفا نصف یعنی نصف قیمت مقتول اول کے وارث کو دے اور نصف باقی دوسرے کے وارث کو ورجع
المولی بنصف قیمتہ علی الغاصب ودفعہ ای دفع المولی نصف قیمتہ الی ولی الجنایۃ الاولی لان حقہم لم یجب الا والمزاحم قائم اور مالک مدبر کی
نصف قیمت بھر لے غاصب سے اور مولے وہی نصف قیمت جنایت اول کے وارث کو دے اسلیے کہ اسکا حق واجب نہوا تھا مگر اس حال مین کہ مزاحم موجود تھا
ہم کہتے ہیں کہ حلبی نے زیلعی سے امام اور ابو یوسف کی دلیل یون نقل کی ہے کہ مقتول اول کا حق تمام قیمت مین تھا اسواسطے کہ جب وہ مقتول ہوا تھا تو کوئی
مزاحم اور منازع اسکا نہ تھا اور کمی جو ہوئی تو مقتول ثانی کی مزاحمت کے سبب سے ہوئی پھر جبکہ غلام کا بدلا مالک کے ہاتھ مین آیا خارج از حق غیر تو وارث اول اسکو لیگا
تاکہ اسکا حق پورا ہو جاوے انتہے تو اس بیان سے معلوم ہوا کہ شارح کی عبارت مین خلل ہے شارح کو یون کہنا مناسب تھا لان حقہ وجب حین لا مزاحم یعنی مقتول اول
کے وارث کا حق اسوقت واجب ہوا تھا جبکہ اسکا کوئی مزاحم نہ تھا ثم رجع المولے بہ علی الغاصب لانہ اخذ منہ بسبب کان عند غاصب پھر دوسری بار
مالک نصف قیمت غاصب سے بھر لے اسواسطے کہ مولے سے جو لیا گیا اس سبب سے لیا گیا جو غاصب کے پاس ہوا او بالعکس بان جنی عند مولاہ ثم غاصبہ لا یرجع المولے
علی الغاصب بہ ثانیا لان الجنایۃ الاولے کانت فی یدہ المالک اور مسئلہ سابقہ کے بالعکس یعنی مدبر نے جنایت کی اپنے مالک کے پاس پھر جنایت کی اپنے غاصب کے
پاس تو مالک غاصب سے دوسری بار نصف قیمت نہ بھر لیگا اسواسطے کہ پہلی جنایت اسکے مالک کے پاس واقع ہوئی ہے نہ غاصب کے پاس وا لقن فی
الفصلین کالمدبر غیر ان المولی یدفع العبد نفسہ ہنا وثمہ ای فی المدبر القیمۃ کما مر اور غلام خالص دونون صورت مین یعنی خواہ غاصب کے پاس جنایت
واقع ہو خواہ مالک کے پاس مدبر کے مانند ہے سوا اس بات کے کہ مالک یہان خود غلام کو دے گا اور وہان یعنی جنایت مدبر مین قیمت دیگا چنانچہ مذکور ہوچکا
مدبر جنی عند غاصبہ فردہ فغصبہ ثانیا فجنی عندہ کان علے سیدہ قیمتہ لہما ورجع بقیمتہ علی الغاصب لکونہما عندہ ودفع المولی نصفہا
ای القیمۃ الماخوذۃ ثانیا الی ولی الجنایۃ الاولی ورجع المولے بذلک النصف علی الغاصب مدبر نے جنایت کی اپنے غاصب کے پاس پھر اسنے مالک کو پھیر دیا
پھر غاصب نے دوبارہ غصب کیا سو اسنے غاصب کے پاس پھر جنایت کی تو اسکے مالک پر قیمت مدبر کی دونون مقتولون کے واسطے واجب ہوگی اور مالک قیمت
بھر لے غاصب سے اس لیے کہ دونون جنایتین غاصب کے پاس واقع ہوئین اور مولے نصف قیمت ماخوذہ جنایت اول کے وارث کو دوسری بار دے اور وہی
نصف قیمت جو وارث اول کو دے غاصب سے بھر لے وام الولد فی کلہا کالمدبر اور ام ولد ان سب صورتون مین مدبر کے مانند ہے غصب رجل صبیا حرا لا یعبر عن نفسہ
والمراد بغصبہ الذہاب بہ بلا اذن ولیہ فمات ہذا الحر فی یدہ فجأۃ او بحمی لم یضمن ایک مرد نے وہ صغیر آزاد جو اپنا حال بیان نہین کر سکتا غصب کیا
پھر وہ آزاد غاصب کے ہاتھ مین مرگیا ناگہان یا تپ کے سبب سے تو مرد پر تاوان نہین غصب سے مراد صغیر کا لیجانا ہے بدون اجازت اسکے ولی کے ہم یعنی غصب کے
معنی مجازی یہان مراد ہین اسلیے کہ آزاد مین غصب ثابت نہین ہوتا ضمان اسواسطے ثابت نہوا کہ موت ناگہانی اور تپ آنا ہر مقام مین ممکن مختلف باختلاف اماکن
نہین ہے وان مات بصاعقۃ او نہش حیۃ فدیتہ علے عاقلۃ الغاصب استحسانا لتسببہ بنقلہ لمکان الصواعق والحیات حتی لو نقلہ لموضع یغلب فیہ
الحمی والامراض ضمن فتجب فیہ الدیۃ علی العاقلۃ لکونہ قتلا تسبیبا ہدایۃ وغیرہا اگر صغیر مذکور مرگیا بجلی کے گرنے سے یا سانپ کے کاٹنے سے تو اسکی دیت
غاصب کی عاقلہ پر ہے بدلیل استحسان کے اسواسطے کہ غاصب سبب پڑا ہے بجلیون یا سانپون کے مکان کی طرف نقل کرنے کا تو اگر غاصب صغیر کو اس مکان مین
لے گیا جہان اکثر تپ اور امراض لاحق رہتے ہین تو ضمان لازم ہوگا تو اسمین بھی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی قتل تسبیب کا موجب ہونے سے کذا فی الہدایہ

وغیرہا قلت وبقی لونقل الحر الکبیر بنفسہ الاماکن تعدیا ان مقیدا اولم یمکنہ التحرز عنہ ضمن وان لم یمنعہ من حفظ نفسہ لالانہ بتقصیرہ فحکم صغیر ککبیر مقید عنایہ مین کہتا ہون باقی رہ گئی ایک صورت کہ اگر آزاد بالغ کو کوئی شخص اُن مکانات کی طرف لے گیا زبردستی اگر مقید کرکے اسطرح لے گیا کہ اُسکو بچنا اُس سے ممکن نہین تو قاتل پر ضمان لازم ہوگا اور اگر بالغ اُسکو مانع نہوا اپنی ذات کی حفاظت سے تو ضمان لازم نہوگا اسواسطے کہ بالغ کی تقصیر کے سبب سے ہوا تو صغیر کا حکم کبیر کے مانند مقید بقید مذکور ہے کذا فی العنایہ ولو غصب صبیا فغاب عن یدہ حبس الغاصب حتی یجئ بہ او یعلم موتہ خانیہ کما لو خدع امرأۃ رجل حتی وقعت الفرقۃ بینہما فانہ یحبس حتی یردہا او تموت خلاصہ اور اگر صغیر کو غصب کیا پھر وہ غائب ہو گیا اُسکے پاس سے تو غاصب محبوس رہیگا یہانتک کہ اُسکو لے آوے یا اُسکی موت معلوم ہو جاوے کذا فی الخانیۃ چنانچہ اگر ایک مرد کی عورت کو فریب سے لیگیا یہانتک کہ زوجین مین جدائی پڑ گئی اسطرح کہ زوج کو معلوم نہین کہ زوجہ کہان ہے تو وہ شخص محبوس رہیگا یہانتک کہ اُسکو پھیر لادے یا عورت مرجاوے یعنی اُسکی موت معلوم ہو جاوے کذا فی الخلاصۃ امر ختانا لیختن صبیا ففعل الختان ذلک فقطع حشفتہ ومات الصبی من ذلک فعلی عاقلۃ الختان نصف دیتہ وان لم یمت فعلی عاقلتہ کلہا وقد تقدمت فی باب ضمان الاجیر وفی معایات الوہبانیۃ ومن ذا الذی ان یحیہ فما یجب علیہ اذا مامات بالموت یشطر ختنہ کرنے والے کو حکم کیا تا صغیر کا ختنہ کرے سو اُسنے ختنہ کیا تو اُسکی سپاری کاٹ ڈالی اور لڑکا مرگیا اس سبب سے تو ختنہ کرنے والے کی عاقلہ پر نصف دیت ہے اور اگر وہ نمرا تو اُسکی عاقلہ پر پوری دیت ہے اور یہ مسئلہ ضمان اجیر کے باب مین سابق مذکور ہو چکا اور وہبانیہ کی چیستان مین یہ مسئلہ یون مذکور ہے کہ وہ کون جانی ہے اگر اُسکا مجنی مرے تو اُسپر وہ واجب ہے جبکہ نمرے نصف اُسکا واجب ہو موت سے یعنی اگر نمرے تو پوری دیت واجب ہو اور مرے تو نصف واجب ہو وہ کون جنایت کرنیوالا ہے جواب یہ ہے کہ وہ ختنہ کرنیوالا ہے لکن حمل صبیا علی دابۃ وقال امسکہا لی فسقط الصبی ولم یکن منہ تسییر فمات کان علی عاقلتہ من حملہ ای دیتہ الصبی کان الصبی ممن رکب مثلہ اولا یرکب وتمامہ فی الخانیۃ مانند اس شخص کے جسنے صغیر کو جانور پر چڑھایا اور کہا جانور کو تھامے رکھ میرے واسطے سو صغیر گر پڑا اور اُسنے جانور کو ہانکا نہ تھا پھر وہ مر گیا تو چڑھانے والے کی عاقلہ پر صغیر کی دیت واجب ہے خواہ اتنی عمر کا لڑکا سوار ہوتا ہو یا سوار نہوتا ہو اور اسکا پورا بیان خانیہ مین ہے الصبی اودع عبدا فقتلہ ای قتل الصبی العبد المودع ضمن عاقلتہ ای عاقلۃ الصبی قیمتہ مانند اس صغیر کے جسکے پاس غلام ودیعت رکھا گیا سو اُسنے اُسکو قتل کیا یعنی صغیر نے غلام مودع کو قتل کیا تو صبی کا عاقلہ غلام کی قیمت کا ضمان دیگا فان اودع طعاما بلا اذن ولیہ ولیس ماذونا فی التجارۃ فاکلہ لم یضمن لانہ سلطہ علیہ وقال ابو یوسف رح والشافعی یضمن پھر اگر صغیر کے پاس کھانا ودیعت رکھا گیا بدون اسکے ولی کے اذن کے اور صغیر ماذون فی التجارۃ بھی نہین ہے سو صغیر نے کھانا کھالیا تو اُسپر ضمان نہین اسواسطے کہ صاحب طعام نے صغیر کو طعام پر مسلط کر دیا اور ابو یوسف اور شافعی نے کہا کہ ضمان دیگا وکذا لو اودع عبد محجور مالا فاستہلکہ ضمنہ بعد عتقہ وعند ابی یوسف والشافعی فی الحال اور اسی طرح اگر غلام محجور کے پاس مال ودیعت رکھا گیا سو اُسنے اُسکو تلف کیا تو اُسکا تاوان دیگا آزاد ہونے کے بعد اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک فی الحال تاوان دیگا وکذا الخلاف لو اعیرا و اقرضا اور اسی طرح اختلاف ہے اگر صغیر اور غلام محجور کو عاریت دی گئی یا قرض دیا گیا ہم یعنی صغیر اور غلام نے کوئی چیز عاریت لی یا بطور قرض کے پھر تلف کی تو صغیر غیر ماذون پر ضمان نہین بالغ ہونے کے بعد بھی اور غلام پر آزاد ہونے کے بعد ضمان ہے اور شافعی اور ابو یوسف کے نزدیک فی الحال ضمان ہے کذا فی الطحاوی ولو کان باذن او ماذونا ضمن بالاجماع اور اگر رعایت یا قرض اذن سے ہو یا وہ ماذون فی التجارۃ ہو تو بالاتفاق ضمان لازم ہوگی لو استہلک الصبی مال الغیر بلا ودیعۃ ضمنہ فی الحال چنانچہ اگر صغیر نے غیر کا مال بدون ودیعت کے تلف کیا تو اُسکا ضمان بالاتفاق لازم ہوگا فی الحال قلت وہذا کلہ لو الصبی عاقلا والا فلا یضمن بالاجماع وتمامہ فی العنایۃ والشرنبلالیۃ عن الشلبی ومسکین علی خلاف ما فی الملتقی والہدایۃ والزیلعی فلیحفظ مین کہتا ہون اور یہ تمام مذکور اس صورت مین ہے جبکہ صغیر عاقل اور فہمیدہ ہے اور اگر عاقل نہو تو اُسپر ضمان لازم نہین ہے بالاتفاق اور اسکی پوری تفصیل عنایہ اور شرنبلالیہ مین ہے شلبی اور مسکین سے منقول برخلاف ملتقی اور ہدایہ اور زیلعی کے تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے م تو معلوم ہوا کہ وجوب ضمان کیواسطے اشتراط عقل صغیر اور عدم اشتراط مین اہل مذہب کے دو طریقے ہین

باب القسامہ

یہ باب ہے قسامہ کے مسائل میں قسامہ بالفتح میں اختلاف ہے درباب لغت کا بعضوں نے کہا مصدر ہے مانند قسم کے اور بعضوں نے کہا اسم مصدر ہے کذا فی الطحطاوی بمعنی
بمعنی القسم وھو الیمین مطلقا قسامہ لغت عرب میں بمعنی قسم کے ہے اور وہ یمین اور حلف ہے مطلقا یعنی خواہ ایک آدمی قسم کھائے یا زیادہ وشرعا الیمین باللہ تعالی بسبب مخصوص
وعدد مخصوص علی شخص مخصوص علی وجہ مخصوص سیاتی بیانہ اور قسامہ اصطلاح شرع میں قسم ہے اللہ تعالی کے نام کی سبب مخصوص اور عدد مخصوص کی جہت سے مخصوص شخص پر بنا بر
وجہ مخصوص کے اور بیان اسکا عنقریب آتا ہے ہم قسامہ عبارت ان قسموں سے ہے جو پچاس آدمیوں سے لیجاویں اور قسامہ کا سبب یہ ہے کہ مقتول کا پایا جانا ہے محلہ یا اور کہیں اور پیچھے جسکا
قاتل معلوم نہیں ہے اور شرط قسامہ یہ ہے کہ مرد عاقل بالغ آزاد ہو تو عورت اور مجنون اور صغیر اور غلام پر قسامہ نہیں اور یہی شرط ہے کہ میت پر قتل کا اثر موجود ہو اور رکن اسکا یہ ہے کہ یوں کہے کہ واللہ
میں نے اسکو نہیں قتل کیا اور نہ میں اسکے قاتل کو جانتا ہوں اور حکم قسامہ کا یہ ہے کہ دیت واجب ہوتی ہے تین برس کے اندر اور مشروع ہونا قسامہ کا ثابت ہے احادیث صحیحہ اور اجماع سے کذا فی الطحطاوی
مختصرا عینی نے شرح ہدایہ میں کہا کہ قسامہ کی خوبی اور اسکی مشروعیت میں حکمت یہ ہے کہ خونریزی کو لوگ خطرناک سمجھیں اور مفت ضائع ہونے خون سے بچیں اور جسپر قتل کی تہمت لگی ہے وہ قصاص سے
خلاصی پاوے میت حر ولو ذمیا او مجنونا شرنبلالیہ بہ جرح او اثر ضرب او خنق او خروج دم من اذنہ او عینہ وجد فی محلۃ او وجد بدنہ او اکثرہ من ای جانب کان
او نصفہ مع رأسہ آزاد مردہ جسمیں زخم ہے یا مارنے یا گلا دبانے کا نشان ہے یا خون کا بہنا ہے اسکے کان یا آنکھ سے وہ ایک محلہ میں پایا گیا یا اسکا بدن یا اکثر بدن کسی طرف سے
یعنی سر کی طرف سے یا پاؤں کی جانب سے پایا گیا یا نصف جسم سر کے ساتھ ملا اگرچہ میت مذکور ذمی یا مجنون ہے کذا فی الشرنبلالیہ اگر غلام خالص غیر ملک مولی میں مقتول پایا جاوے
تو اسمیں قسامہ ثابت ہے اور قیمت اسکی واجب ہے تین سال میں چنانچہ شرنبلالیہ میں ہے تو اگر شارح آزاد کی قید میت میں نہ لگاتا تو بہتر تھا کذا فی الطحطاوی والنصف وان وجد
فی البدن لکن للاکثر حکم الکل حتی لو وجد اقل من نصفہ ولو مع رأسہ لا لئلا یؤدی لتکرار القسامۃ فی قتیل واحد وھو غیر مشروع اور نصف اگرچہ بدن میں ہے اور دیکھ لیکن اکثر بدن
بمنزلہ تمام بدن کے ہے تو اگر نصف بدن سے کمتر پایا جاوے اگرچہ نصف اقل کے ساتھ سر بھی ہو تو قسامہ ثابت نہو گا تاکہ دوبار قسامہ ثابت نہو ایک مقتول میں اور تکرار قسامہ شرع میں ثابت
نہیں یعنی اگر کمتر نصف بدن میں قسامہ ہوتا تو ایک شخص میں دوبار قسم کھانے کی نوبت پہنچتی ایکبار اکثر بدن کے ملنے سے اور دوسری بار اقل بدن کے ملنے سے اور یہ شرع میں درست نہیں ولم یعلم قاتلہ
اذ لو علم کان ھو الخصم وسقطت القسامۃ اور میت مذکور کا قاتل معلوم نہو کیونکہ اگر قاتل معلوم ہوگا تو وہ صاحب خصومت ہوگا اور قسامہ ساقط ہو جاویگا وادعی ولیہ القتل علی اھلہا
ای المحلۃ کلھم او ادعی علی بعضھم حلف خمسون رجلا منھم اور اس میت کا وارث قتل کا دعوی کرے تمام محلے والوں پر یا دعوی کرے بعضوں پر تو ان میں سے پچاس مرد قسم
کھاویں یختارھم الولی باللہ ما قتلناہ ولا علمنا لہ قاتلا ای یحلف کل منھم باللہ ما قتلت ولا علمت لہ قاتلا قسم کھوا سکے اہل محلہ میں سے پچاس مرد کو وارث مقتول کا اختیار
کرے کہ قسم خدا کی ہم نے اسکو قتل نہیں کیا اور نہ ہم اسکے قاتل کو جانتے ہیں اسطرح کہ ہر مرد ان میں سے قسم کھاوے کہ خدا کی میں نے اسکو قتل نہیں کیا اور نہ میں اسکے قاتل کو جانتا ہوں
ہم ہر شخص بصیغہ واحد قسم کھاوے نہ بصیغہ جمع اس احتمال سے کہ فقط ایک ہی شخص نے اسکو قتل کیا ہو تو صیغہ جمع میں وہ سچا ٹھہریگا یعنی سب لوگوں نے اسکو نہیں مارا بلکہ ایک نے مارا
اور اگر سب نے مارا ہوگا تو بھی صیغہ واحد سے ہر شخص قاتل ٹھہریگا لا یحلف الولی وقال الشافعی ان کان ثمہ لوث استحلف الاولیاء خمسین یمینا ان اہل المحلۃ قتلوہ ثم یقضی
بالدیۃ علی المدعی علیہ وقضی مالک بالقود لو الدعوی بالعمد قسم نہ کھائے وارث اور امام شافعی نے کہا کہ اگر وہاں لوث ہو یعنی نشانہ اور اشتباہ ہو تو وارثوں سے
پچاس بار قسم لیجاے کہ اہل محلہ نے اسکو قتل کیا ہے پھر دیت کا حکم کیا جائے مدعا علیہ پر اور امام مالک نے قصاص کا حکم کیا ہے اگر قتل عمد کا دعوی ہو ہم لوث یہ کہ قتل کی علامت
ایک شخص پر پائی جاوے یا ظاہر حال مدعی کی صداقت کا شاہد ہو یعنی اہل محلہ مقتول سے ظاہری عداوت رکھتے ہوں یا ایک شاہد عادل یا چند شخص غیر عادل گواہی دیتے
ہوں کہ محلے والوں نے اسکو قتل کیا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کو لکھا کہ یہ مقتول تمہارے اندر پایا گیا سو تمہاری بچاؤ کی
کیا صورت ہے سو یہودیوں نے لکھا کہ ایسا حادثہ بنی اسرائیل میں واقع ہوا تھا سو خدا نے موسی علیہ السلام پر کچھ حکم اتارا تھا اگر تم نبی ہو تو خدا سے اس حکم کو دریافت کرو تو
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو لکھا کہ خدا نے مجھکو بتایا کہ تم میں سے پچاس مرد کو اختیار کروں سو وہ خدا کی قسم کھاویں کہ ہم نے اسکو قتل نہیں کیا ہے اور

نہ ہم اسکے قاتل کو جانتے ہیں پھر تم اُسکا خونبہا ادا کرو تو یہودیوں نے کہا کہ تم نے ہم لوگوں میں ناموس یعنی وحی ربانی کا حکم کیا کذا فی الدر عن الزیلعی عینی نے شرح ہدایہ میں
کہا کہ ہماری دلیل یہ حدیث ہے ترمذی کی کہ البینۃ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن نصف حدیث صحاح ستہ میں متفرق موجود ہر صحیح
مسلم تو یوں ہے ولکن الیمین علی المدعی علیہ اور باقی صحاح میں یوں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدعی علیہ پر قسم کا حکم کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ مدعی علیہ کا قسم ہے
اور مدعی کا وظیفہ قسم نہیں ہے اس تقریر سے ترمذی کی حدیث قوی ہو گئی انتہے **ثم قضی علی اھلھا بالدیۃ لا تحلفھا ان وقعت الدعوی بقتل عمد وان**
وقعت الدعوی بخطاء فتدی ای فیقضی بالدیۃ **علی عواقلھم** کما فی شرح المجمع معزیا للذخیرۃ والخانیۃ ونقل ابن الکمال عن المبسوط ان فی ظاہر الروایۃ القسامۃ علی اہل
المحلۃ والدیۃ علی عواقلھم ای فی ثلث سنین وکذا قیمۃ القن توخذ فی ثلث سنین شرنبلالیۃ پھر اہل محلہ کی قسم کے بعد انپر دیت کا حکم کیا جاوے لیکن نہ صرف
کے دعوے میں بلکہ اگر قتل عمد کا دعوے واقع ہوا ہو تو انپر دیت کا حکم ہوگا اور اگر قتل خطا کا دعوے واقع ہوا ہو تو اہل محلہ کے عواقل یعنی مددگاروں پر
دیت کا حکم ہوگا چنانچہ شرح مجمع میں ہے ذخیرہ اور خانیہ سے منقول اور ابن کمال نے مبسوط سے نقل کیا ہے کہ ظاہر الروایہ میں اہل محلہ پر قسامہ ہے اور انکے
مددگاروں پر دیت ہے یعنی تین سال کے اندر اور اسی طرح غلام مقتول کی قیمت تین سال میں لیجاوے گی کذا فی الشرنبلالیۃ **وان لم یتم العدد کرر الحلف**
علیھم لیتم خمسین یمینا اور اگر اہل محلہ میں پچاس عدد کا شمار پورا نہو تو مکرر قسم لیجاوے اُنسے تاکہ پچاس قسمیں پوری ہو جاویں **وان تم العدد واراد**
الولی تکرارہ لا اور اگر پچاس کا شمار پورا ہو گیا اور وارث نے تکرار قسم کا ارادہ کیا تو مکرر قسم نہ لیجاوے گی **ومن نکل منھم حبس حتی یحلف علی الوجہ المذکور**
ھھنا ھذا فی دعوی القتل العمد اما فی الخطاء فیقضی بالدیۃ علی عاقلتھم ولا یحبسون ابن کمال معزیا للخانیۃ اور جو شخص اُنمیں سے قسم نہ کھائے تو قید کیا جاوے
یہاں تک کہ قسم کھاوے اسطرح جو یہاں مذکور ہو چکی یہ حکم ہے قتل عمد کے دعوے میں اور قتل خطا میں تو اُنکے مددگاروں پر دیت کا حکم ہوگا اور وہ محبوس نہونگے چنانچہ
ابن کمال نے خانیہ سے نقل کیا ہے ولو اقر علی نفسہ او عبدہ قبل اقرارہ ولو علی غیرہ فصدقہ الولی سقط التحلیف عن اہل المحلۃ اور اگر ایک شخص نے اپنی ذات یا اپنے
غلام پر قتل کا اقرار کیا تو اُسکا اقرار مقبول ہوگا اور اگر غیر شخص پر قتل کا اقرار کیا سو مقتول کے وارث نے اُسکی تصدیق کی تو اہل محلہ سے قسم لینا ساقط ہو گیا
ولا قسامۃ علی صبی ومجنون وامراۃ وعبد اور قسامہ نہیں صغیر اور دیوانے اور عورت اور غلام پر ہے اسواسطے کہ صغیر اور مجنون قسم کے لائق نہیں اور عورت
اور غلام نصرت کے لائق نہیں اور قسم ہوتی ہے مددگاروں پر **ولا قسامۃ ولا دیۃ فی میت لا اثر بہ** لانہ لیس بقتیل لان القتیل عرفا ہو فائت الحیوۃ بسبب مباشرۃ
الحی وانہ مات حتف انفہ والغرامۃ تتبع فعل العبد اور نہ قسامہ ہے نہ دیت اُس میت میں جسمیں قتل اور ضرب کا کچھ نشان نہیں اسلیے کہ وہ مقتول نہیں ہے کیونکہ مقتول عرف
میں وہ ہے جسکی زندگی فوت ہو گئی ہو زندہ کے کرتب سے اور وہ میت تو اپنی موت مر گیا ہے اور تاوان تابع ہوتا ہے عبد مکلف کے فعل سے **او یسیل دم من فمہ او**
انفہ او دبرہ او ذکرہ لان الدم یخرج منھا عادۃ بلا فعل احد بخلاف الاذن والعین یا خون بہتا ہو میت کے منہ یا ناک یا مقعد یا ذکر سے تو قسامہ اور دیت نہیں
اسواسطے کہ خون نکلتا ہے اُن مکانات سے عادت میں بدون فعل انسان کے برخلاف کان اور آنکھ کے **او نصف منہ** ای **ولا قسامۃ فی نصف میت شق طولا**
او اقل منہ ای من نصفہ ولو معہ الراس لما مر یا اُسکے نصف میں یعنی قسامہ نہیں میت کے اُس نصف بدن میں جو طول میں پھاڑ اگیا یا نصف سے کمتر بدن میں
قسامہ نہیں اگرچہ اقل بدن کے ساتھ سر بھی ہو بدلیل گذشتہ یعنی مذکور ہو چکا کہ قسامہ نہیں مگر تمام بدن یا اکثر بدن میں **او علی رقبتہ** ای المیت **حیۃ ملتویۃ** لان
الظاہر انہ مات بھا بزازیہ یا میت کی گردن پر سانپ لپٹا ہوا ہے تو قسامہ اور دیت نہیں اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ وہ سانپ کے سبب سے مر گیا ہے کذا فی البزازیہ
وما تم خلقہ ککبیر ای وجد سقط تام الخلقۃ بہ اثر الضرب وجبت القسامۃ والدیۃ فی الظہیریۃ ما یخالفہ اور جسکی پیدائش پوری ہو چکی وہ بڑے آدمی کے برابر ہے یعنی تندرست
بچہ میت سے گرایا گیا جسمیں ضرب کی نشانی موجود ہے تو قسامہ اور دیت واجب ہے اور ظہیریہ میں اسکے مخالف ہے یعنی اسمیں قسامہ اور دیت نہیں **فان ادعی الولی علی واحد من**
غیرھم کان ابراءً منھم لاہل المحلۃ **وسقطت القسامۃ عنھم** پھر اگر وارث نے اہل محلہ کے سوا ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو یہ اسکی طرف سے ابرا ہے محلے والوں کے واسطے

اور قسامہ انکے اوپر سے ساقط ہو گیا فان ادعی الولی علی معین منہم لا تسقط و قیل تسقط اور اگر وارث نے محلے والوں میں سے ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو ان سے
قسامہ ساقط نہیں ہوتا اور قول ضعیف میں ساقط ہو جاتا ہے ہم قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی قتیل علی دابۃ معہا سائق
او قائد او راکب فدیتہ علی عاقلتہ دون اہل المحلۃ لانہ فی یدہ فصار کانہ فی دارہ ایک مقتول ہے اس جانور پر جسکے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا یا سوار ہے تو اسکی
دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگاروں پر ہے نہ اہل محلہ پر اسواسطے کہ وہ مقتول اسکے قبض و تصرف میں ہے تو گویا اسکے گھر میں ہے ولو اجتمع فیہا سائق و
قائد و راکب فالدیۃ علیہم جمیعا و ان لم یکن ملکا لہم عملا بیدہم و قیل القسامۃ و الدیۃ علی مالک الدابۃ کالدار و قیل لا تجب علی السائق الا اذا کان یسوقہا
مختفیا و بہ جزم فی الجوہرۃ اور اگر جانور میں سائق اور قائد و راکب تینوں مجتمع ہوں تو دیت ان سب پر ہے اگرچہ جانور انکا مملوک نہو بنا بر انکے قبض و تصرف
کے اور بعضوں نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہانکنے والے پر واجب نہیں مگر جبکہ
وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جوہرہ میں وان لم یکن معہا احد فالدیۃ و القسامۃ علی اہل المحلۃ التی فیہا القتیل علی الدابۃ اور اگر جانور کے
ساتھ کوئی نہو تو دیت اور قسامہ ان محلے والوں پر ہے جنکے محلے میں مقتول جانور پر پایا گیا وان مرت دابۃ علیہا قتیل بین قریتین او قبیلتین فعلی اقربہما
لما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر فی قتیل وجد بین قریتین بان یذرع فوجد الی احدہما اقرب بشبر فقضی علیہم بالقسامۃ و لو استویا فعلیہما و قید الدابۃ اتفاقی
قہستانی اور اگر ایک جانور گذرا جسپر مقتول ہے دو گانوں میں یا دو قوم کے درمیان تو جو انمیں نزدیک تر ہوگا اسپر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضرت نے اس مقتول میں جو دو گانوں کے درمیان پایا گیا یہ حکم کیا کہ دونوں کی مسافت ناپی گئی تو وہ مقتول ایک
گانوں کی طرف بالشت بھر نزدیک ٹھہرا تو انھیں لوگوں پر قسامہ کا حکم ہوا اور اگر دونوں گانوں برابر ہوں بلا کم و کاست تو دونوں پر قسامہ ہوگا اور جانور
کی قید اتفاقی ہے شرط نہیں ہے کذا فی القہستانی ہم قرب کا اعتبار تو اسوقت ہے جبکہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہے تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ بزازیہ میں
یوں مصرح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گانوں کی زمین میں لیکن وہ متصل ہے دوسرے گانوں کے گھروں سے تو اگر زمین مالک ہے تو مالک پر قسامہ ہے
اور نہیں تو نزدیک تر پر ہے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قریب کا تو قرب کا وہاں اعتبار ہے جہاں زمین کسی کی مملوک نہیں کذا فی الطحطاوی عن المنح بشرط
سماع الصوت منہم ہکذا عبارۃ الزیلعی و عبارۃ الدرر و غیرہا منہ و عبارۃ البرجندی نقلا عن الکافی یسمعون صوتہ لان حینئذ یلحقہ الغوث فینسبون
الی التقصیر فی النصرۃ نزدیک تر اہل قریہ پر قسامہ اور دیت ہے بشرطیکہ انکی آواز سن پڑتی ہو اسی طرح کی عبارت ہے زیلعی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یوں
ہے بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سن پڑتی ہو اور برجندی کی عبارت کافی سے یوں منقول ہے کہ اہل قریہ اسکی آواز سنتے ہوں اسواسطے کہ سماعت آواز
کے وقت فریاد رسی لاحق ہو سکتی ہے تو اہل قریہ مددگاری میں منسوب بہ تقصیر ہونگے ہم طحطاوی نے کہا کہ دونوں عبارتوں کا مآل ایک ہے جب اہل قریہ کی آواز
مقتول کے پاس پہونچتی ہوگی تو غالبا مقتول کی آواز بھی گانوں تک پہونچے گی والا بان کان فی موضع لا یسمع منہ الصوت لا تلزمہم نصرتہ فلا ینسبون الی
التقصیر فلا یجعلون قاتلین تقدیرا اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقتول ایسے مکان میں ہو کہ اسکی آواز نہ سنی جاتی ہو تو اہل قریہ کو اسکی مددگاری لازم نہیں
تو وہ منسوب بہ تقصیر نہ ہونگے تو وہ تقدیرا قاتل بھی نہ ٹھہرائے جائینگے ہم یعنی قسامہ اور دیت اہل قریہ پر اسوجہ سے ہے کہ جب مقتول کی انھوں نے مدد نہ کی
تو گویا وہی اسکے قاتل ٹھہرے لہذا انپر دیت لازم ہوئی پھر جب وہ ایسے بعید مکان میں مقتول ہوا کہ اسکی آواز گانوں تک نہیں پہونچ سکتی تو وہ مدد و نصرت
میں معذور ہیں تو انکی تقصیر ثابت نہ ہوئی تو خونبہا بھی انپر لازم نہ آیا ویراعی حال المکان الذی وجد فیہ القتیل فان کان مملوکا تجب القسامۃ
علی الملاک و الدیۃ علی عاقلتہم و کذا لو موقوفا علی ارباب معلومین لان العبرۃ للملاک و الولایۃ کما افادہ المصنف مستندا للولوالجیۃ و البزازیۃ قلت
و سیجیء التصریح بہ فی المتن تبعا للدرر و غیرہا و حینئذ فلا عبرۃ للقرب الا اذا وجد فی مکان مباح لا ملک فیہ لاحد و لا ید اور مراعات ہوگی اس مکان کے

حال کی جسمین مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامہ واجب ہوگا اُسکے مالکون پر اور دیت واجب ہوگی اُنکے مددگارون پر اور اسی طرح اگر وہ
مکان معین لوگون پر وقف ہوگا تو مستحقون پر قسامہ ہے اور دیت اُنکے مددگارون پر ہے اسلیے کہ ملک اور ولایت یعنی تصرف کا اعتبار ہے چنانچہ مصنف نے شرح مین
درر الوالجیہ اور بزازیہ سے نقل کیا ہے مین کہتا ہون اور عنقریب اسکی تصریح آویگی متن مین درر وغیرہ کی پیروی سے تو اُسوقت مین قرب مکان کا کچھ اعتبار نہین مگر جبکہ مقتول
اُس مکان مباح مین پایا جاے جسمین نہ کسی کی ملک ہے نہ قبضہ اور تصرف اور محیط سرخسی مین ہے کہ جب مقتول ملا بیابان مین تو اگر وہ کسی کا مملوک ہے تو قسامہ اور دیت
مالک اور اسکی قوم پر ہے اور اگر کسی کی ملک نہین تو اگر مقتول کی آواز سُنی جاتی ہو کسی شہر سے تو اُنپر قسامہ ہے اور اگر آواز نہ سُن پڑتی ہو تو اگر اُس جنگل سے
اہل اسلام کو فائدہ ہوتا ہو لکڑی اور گھانس سے تو دیت اُسکی بیت المال سے دیجاے اور اگر اہل اسلام کو وہان سے کچھ فائدہ نہین ہوتا تو اُسکا خون رایگان ہے اور
اسی طرح کا حکم ہے اگر بیابان مین مقتول پایا جاوے اور اُسکی قریب مین آبادی نہو کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ والاعلی ذی الملک والید اور اگر مکان مملوک
یا وقف ہے تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے والمراد بالولایۃ والید الخصوص ولو لجماعۃ یحصون فلو لعامۃ المسلمین فلا قسامۃ ولادیۃ علی احد بدائع اور
ولایت اور قبضہ سے جو اوپر مذکور ہوے ہین ولایت اور قبضہ خاص مراد ہے اگرچہ قبضہ جماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اس مکان کے مقتول
کا نہ کسی پر قسامہ ہے نہ دیت کذا فی البدائع لکن سیجیٔ وجوبہا فی بیت المال فتامل لیکن وجوب دیت کا بیت المال مین عنقریب آویگا سو تامل کر اور طحطاوی نے کہا
کہ اگر بدائع کی نفی کو اہل قریہ پر محمول کیجیے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہین والمراد بالید ایضا الید المحققۃ واما الاراضی التی لہا مالک اخذہا ظالم
فینبغی ان یکون القتیل فیہا ہدرا لانہ لیس علی الغاصب قہستانی عن الکرمانی فلیحرر اور یہ بھی ہے کہ قبضہ اور تصرف سے حقدار کا تصرف مراد ہے اور جن
زمینون کے مالک ہین پر ظالم نے زبردستی اُنکو چھین لیا ہے تو لائق بقواعد فقہ کے یہ ہے کہ اُسکے اندر مقتول کا خون رایگان ہو اسواسطے کہ غاصب پر دیت
نہین ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے مذہب کی روایت سے وان مباحا لکنہ فی ایدی المسلمین تجب الدیۃ فی بیت المال
لما ذکرنا انہ اذا کان بحال یسمع منہ الصوت یجب علیہ الغوث کذا فی الولوالجیۃ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمان کے قبضے مین ہو تو دیت واجب ہے بیت المال
مین اسوجہ سے جو ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ اسطرح پر ہو کہ وہان سے آواز سُنی جاتی ہو تو فریادرسی واجب ہوگی کذا فی الولوالجیۃ ہم پہلے سرخسی سے نقل کر چکے ہین
کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ ہے جہان سے آواز مسموع نہ ہوتی ہو تو شارح کی یہ تعلیل بلاوجہ ہے کذا فی الطحطاوی فیہا ولو وجد قتیل فی ارض رجل
الی جانب قریۃ لیس صاحب الارض منہا ای من اہل القریۃ فہی علیہ ای علی رب الارض لا علی اہلہا ای القریۃ لان العبرۃ للملک والولایۃ
انتہی قلت فہذا مصرح بان القرب انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ لا مملوکۃ ولا موقوفۃ لان تدبیرہ لاربابہ وسیجیٔ متنا فتنبہ اور ولوالجیہ مین ہے اور اگر
مقتول پایا جاے ایک مرد کی اُس زمین مین جو ایک گانون کی طرف متصل ہے اور مالک زمین اُس گانون کا رہنے والا نہین ہے تو دیت اُسکی مالک زمین پر ہے نہ
اہل قریہ پر اسواسطے کہ اعتبار ملک اور تصرف کا ہے انتہے ما فی الولوالجیۃ مین کہتا ہون تو یہ روایت صریح ہے اسمین کہ قرب مکان اُسی صورت مین معتبر ہے جبکہ
مقتول پایا جاے زمین مباح مین نہ مملوک اور موقوف مین اسواسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوف کی اُسکے لوگون پر ہے اور عنقریب یہ مسئلہ متن مین آویگا تو آگاہ رہنا
وان وجد فی دار انسان فعلیہ القسامۃ ولو عاقلتہ حضورا دخلوا فی القسامۃ ایضا خلافا لابی یوسف رح ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا کسی آدمی کے
گھر مین تو اُسپر قسامہ ہے اور اگر اُسکے مددگار موجود ہین تو وہ بھی قسامہ مین داخل ہونگے برخلاف ابو یوسف کے کذا فی الملتقی والدیۃ علی عاقلتہ ان
ثبت انہا لہ بالحجۃ کما سیجیٔ وکان لہ عاقلۃ والا فعلیہ اور دیت اُس آدمی کے مددگارون پر ہے اگر ثابت ہو حجت سے کہ وہ لوگ اُسکے مددگار ہین اور وہ
شخص مددگار رکھتا ہو اور اگر اُسکے مددگار نہین ہین تو اُسی آدمی پر دیت واجب ہے ہم حجت سے مراد گواہ ہین یا مددگارون کا اقرار وہی ای الدیۃ والقسامۃ علی
اہل الخطۃ الذین خط لہم الامام اول الفتح ولو بقی منہم واحد اور وہ یعنی دیت اور قسامہ اہل خطہ پر ہے اہل خطہ وہ ہین جنکو امام نے خط کھینچا ملکیت کا ابتدا

اور قسامہ اُنکے اور دیت ساقط ہو گیا فان ادعی الولی علی معین منہم لا تسقط وقیل تسقط اور اگر وارث نے محلے والوں میں سے ایک شخص پر قتل کا دعوی کیا تو اُن سے
قسامہ ساقط نہیں ہوتا اور قول ضعیف میں ساقط ہو جاتا ہے ثم قول اول ظاہر الروایۃ ہے اور قول ثانی ابو یوسف سے مروی ہے کذا فی الطحطاوی قتیل علی دابۃ معہا سائق
او قائد او راکب فدیتہ علی عاقلتہ دون اہل المحلۃ لانہ فی یدہ فصار کانہ فی دارہ ایک مقتول ہے اس جانور پر جسکے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا یا سوار ہے تو اُسکی
دیت سائق یا قائد یا راکب کے مددگاروں پر ہے نہ اہل محلہ پر اسواسطے کہ وہ مقتول اُسکے قبض و تصرف میں ہے تو گویا اُسکے گھر میں ہے ولو اجتمع فیہا سائق و
قائد و راکب فالدیۃ علیہم جمیعا وان لم تکن ملکا لہم عملا بیدہم وقیل القسامۃ والدیۃ علی مالک الدابۃ کالدار وقیل لا تجب علی السائق الا اذا کان یسوقہا
مختفیا وبہ جزم فی الجوہرۃ اور اگر جانور میں سائق اور قائد و راکب تینوں مجتمع ہوں تو دیت ان سب پر ہے اگرچہ جانور اُنکا مملوک نہو بنا بر اُنکے قبض و تصرف
کے اور بعضوں نے کہا کہ قسامہ اور دیت جانور کے مالک پر ہے جیسے گھر کے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہانکنے والے پر واجب نہیں مگر جبکہ
وہ جانور کو مخفی ہانکتا ہو اور اسی اخیر قول پر یقین کیا ہے جوہرہ میں وان لم یکن معہا احد فالدیۃ والقسامۃ علی اہل المحلۃ التی فیہا القتیل علی الدابۃ اور اگر جانور کے
ساتھ کوئی نہو تو دیت اور قسامہ ان محلے والوں پر ہے جنکے محلے میں مقتول جانور پر پایا گیا وان مرت دابۃ علیہا قتیل بین قریتین او قبیلتین فعلی اقربہما
لما روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم امر فی قتیل وجد بین قریتین بان یذرع فوجد الی احدہما اقرب بشبر فقضی علیہم بالقسامۃ ولو استویا فعلیہما وقید الدابۃ اتفاقی
قہستانی اور اگر ایک جانور گذرا جسپر مقتول ہے دو گاؤں میں یا دو قوم کے درمیان تو جو اُنمیں نزدیک تر ہوگا اُسپر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضرت نے اُس مقتول میں جو دو گاؤں کے درمیان پایا گیا یہ حکم کیا کہ دونوں کی مسافت ناپی گئی تو وہ مقتول ایک
گاؤں کی طرف بالشت بھر نزدیک ٹھہرا تو انھیں لوگوں پر قسامہ کا حکم ہوا اور اگر دونوں گاؤں برابر ہوں بلا کم و کاست تو دونوں پر قسامہ ہوگا اور جانور
کی قید اتفاقی ہے شرط نہیں ہے کذا فی القہستانی ثم قرب کا اعتبار تو اُسوقت ہے جبکہ مباح زمین ہو اور اگر زمین مملوک ہے تو مکان کا اعتبار ہے چنانچہ بزازیہ میں
یوں مصرح ہے کہ اگر مقتول پایا گیا ایک گاؤں کی زمین میں لیکن وہ متصل ہے دوسرے گاؤں کے گھروں سے تو اگر زمین ملک ہے تو مالک پر قسامہ ہے
اور نہیں تو نزدیک تر پر ہے تو ملک کا اعتبار کیا نہ قریب کا تو قرب کا وہاں اعتبار ہے جہاں زمین کسی کی مملوک نہیں کذا فی الطحطاوی عن المنح بشرط
سماع الصوت منہم ہذا عبارۃ الزیلعی وعبارۃ الدرر وغیرہا منہ وعبارۃ البرجندی نقلا عن الکافی یسمعون صوتہ لان حینئذ یلحقہ الغوث فینسبون
الی التقصیر فی النصرۃ نزدیک تر اہل قریہ پر قسامہ اور دیت ہے بشرطیکہ اُنکی آواز سُن پڑتی ہو اسی طرح کی عبارت ہے زیلعی کی اور درر وغیرہ کی عبارت یوں
ہے بشرطیکہ مقتول کی آواز اہل قریہ کو سُن پڑتی ہو اور برجندی کی عبارت کافی سے یوں منقول ہے کہ اہل قریہ اُسکی آواز سُنتے ہوں اسواسطے کہ سماعت آواز
کے وقت فریادرسی لاحق ہو سکتی ہے تو اہل قریہ مددگاری میں منسوب بہ تقصیر ہونگے ثم طحطاوی نے کہا کہ دونوں عبارتوں کا مآل ایک ہے جب اہل قریہ کی آواز
مقتول کے پاس پہونچتی ہوگی تو غالباً مقتول کی آواز بھی گاؤں تک پہونچے گی والا بان کان فی موضع لا یسمع منہ الصوت لا تلزمہم نصرتہ فلا ینسبون الی
التقصیر فلا یجعلون قاتلین تقدیرا اور نہیں تو نہیں یعنی اگر مقتول ایسے مکان میں ہو کہ اُسکی آواز نہ سُنی جاتی ہو تو اہل قریہ کو اُسکی مددگاری لازم نہیں
تو وہ منسوب بہ تقصیر نہ ہونگے تو وہ تقدیراً قاتل بھی نہ ٹھہرائے جائینگے ثم یعنی قسامہ اور دیت اہل قریہ پر اسوجہ سے ہے کہ جب مقتول کی انھوں نے مدد نہ کی
تو گویا وہی اسکے قاتل ٹھہرے لہذا اُنپر دیت لازم ہوئی پھر جب وہ ایسے بعید مکان میں مقتول ہوا کہ اُسکی آواز گاؤں تک نہیں پہونچ سکتی تو وہ عدم نصرت
میں معذور ہیں تو اُنکی تقصیر ثابت نہ ہوگی تو خونبہا بھی اُنپر لازم نہ آیا ویراعی حال المکان الذی وجد فیہ القتیل فان کان مملوکا تجب القسامۃ
علی الملاک والدیۃ علی عاقلتہم وکذا لو موقوفا علی ارباب معلومین لان العبرۃ للملک والولایۃ کما افادہ المصنف بمستند اللولوالجیۃ والبزازیۃ قلت
ویجی التصریح بہ فی المتن تبعا للدرر وغیرہا وحینئذ فلا عبرۃ للقرب الا اذا وجد فی مکان مباح لا ملک فیہ لاحد ولا ید اور رعایت ہوگی اُس مکان کے

حال کی جسمین مقتول پایا گیا سو اگر وہ مکان مملوک ہوگا تو قسامہ واجب ہوگا اُسکے مالکون پر اور دیت واجب ہوگی اُنکے مددگارون پر اور اسی طرح اگر وہ
مکان معین لوگون پر وقف ہوگا تو مستحقون پر قسامہ ہے اور دیت اُنکے مددگارون پر ہے اسلیے کہ ملک اور ولایت یعنی تصرف کا اعتبار ہے چنانچہ مصنف نے شرح مین
والوالجیہ اور بزازیہ سے نقل کیا ہے مین کہتا ہون اور عنقریب اسکی تصریح آویگی متن مین درر وغیرہ کی پیروی سے تو اُسوقت مین قرب مکان کا کچھ اعتبار نہین مگر جبکہ مقتول
اُس مکان مباح مین پایا جاے جسمین نہ کسی کی ملک ہے نہ قبضہ اور تصرف ہو محیط سرخسی مین ہے کہ جب مقتول ملا بیابان مین تو اگر وہ کسی کا مملوک ہے تو قسامہ اور دیت
مالک اور اسکی قوم پر ہے اور اگر کسی کی ملک نہین تو اگر مقتول کی آواز سُنی جاتی ہو کسی شہر سے تو انپر قسامہ ہے اور اگر آواز نہ سُن پڑتی ہو تو اگر اُس جنگل سے
اہل اسلام کو فائدہ ہوتا ہو لکڑی اور گھاس سے تو دیت اُسکی بیت المال سے دیجاے اور اگر اہل اسلام کو وہان سے کچھ فائدہ نہین ہوتا تو اُسکا خون رایگان ہے اور
اسی طرح کا حکم ہے اگر بیابان مین مقتول پایا جاوے اور اُسکے قریب مین آبادی نہو کذا فی الطحطاوی عن العالمگیریۃ **والا فعلی ذی الملک والید** اور اگر مکان مملوک
یا وقف ہے تو قسامہ صاحب ملک اور صاحب تصرف پر ہے والمراد بالولایۃ والید المخصوص ولو لجماعۃ یخصون فلو لعامۃ المسلمین فلا قسامۃ ولا دیۃ علی احد بدائع اور
ولایت اور قبضہ سے جو اوپر مذکور ہوے ہین ولایت اور قبضہ خاص مراد ہے اگرچہ قبضہ جماعت معین کا ہو تو اگر تمام مسلمین کا تصرف ہوگا تو اس مکان کے مقتول
کا کسی پر قسامہ ہے نہ دیت کذا فی البدائع لکن سیجیئ وجوبہا فی بیت المال فتامل لیکن وجوب دیت کا بیت المال مین عنقریب آویگا سو تامل کرو طحطاوی نے کہا
کہ اگر بدائع کی نفی کو اہل قریہ پر محمول کیجیے تو وجوب بیت المال سے کچھ منافات نہین والمراد بالید الیضا الید المستحقۃ واما الاراضی التی لہا مالک اخذہا وال ظلما
فینبغی ان یکون القتیل فیہا ہدرا لانہ لیس علی الغاصب دیۃ قہستانی عن الکرمانی فلیحرر اور یہ بھی ہے کہ قبضہ اور تصرف سے حقدار کا تصرف مراد ہے اور جن
زمینون کے مالک ہین پر حاکم نے زبردستی اُنکو چھین لیا ہے تو لائق بقواعد فقہ کے یہ ہے کہ اُسکے اندر مقتول کا خون رایگان ہو اسواسطے کہ غاصب پر دیت
نہین ہے کذا فی القہستانی عن الکرمانی تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے مذہب کی روایت سے **وان مباحا لکنہ فی ایدی المسلمین تجب الدیۃ فی بیت المال**
لما ذکرنا انہ اذا کان بحال یسمع منہ الصوت تجب علیہم الغوث کذا فی الولوالجیۃ اور اگر مکان مباح ہو لیکن مسلمان کے قبضے مین ہو تو دیت واجب ہے بیت المال
مین اسوجہ سے جو ہم نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب وہ اسطرح پر ہو کہ وہان سے آواز سُنی جاتی ہو تو فریادرسی واجب ہوگی کذا فی الولوالجیہ ہم محیط سرخسی سے نقل ہو چکی ہے
کہ وجوب دیت کا محل بیت المال وہ ہے جہان سے آواز مسموع نہ ہوتی ہو تو شارح کی یہ تعلیل بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی **دفیہا ولو وجد قتیل فی ارض رجل**
الی جانب قریۃ لیس صاحب الارض منہا ای من اہل القریۃ **فہو علیہ** ای علی رب الارض **لا علی اہلہا** ای القریۃ لان العبرۃ للملک والولایۃ
انتہی قلت فہذا صریح فی ان القرب انما یعتبر اذا وجد فی ارض مباحۃ لا مملوکۃ ولا موقوفۃ لان تدبیرہ لاربابہ وسیجیئ نظما فتنبہ اور ولوالجیہ مین ہے اور اگر
مقتول پایا جاے ایک مرد کی اُس زمین مین جو ایک گانون کی طرف متصل ہے اور مالک زمین اُس گانون کا رہنے والا نہین ہے تو دیت اُسکی مالک زمین پر ہے نہ
اہل قریہ پر اسواسطے کہ اعتبار ملک اور تصرف کا ہے انتہے ما فی الولوالجیۃ مین کہتا ہون تو یہ روایت صریح ہے اُسمین کہ قریب مکان اُسی صورت مین معتبر ہے جبکہ
مقتول پایا جاے زمین مباح مین نہ مملوک اور موقوف مین اسواسطے کہ تدبیر مملوک یا موقوف کی اُسکے لوگون پر ہے اور عنقریب یہ مسئلہ متن مین آویگا تو آگاہ رہنا
وان وجد فی دار انسان فعلیہ القسامۃ ولو عاقلتہ حضورا دخلوا فی القسامۃ ایضا خلافا لابی یوسف رح ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا کسی آدمی کے
گھر مین تو اُسپر قسامہ ہے اور اگر اُسکے مددگار موجود ہین تو وہ بھی قسامہ مین داخل ہونگے برخلاف ابو یوسف کے کذا فی الملتقی **والدیۃ علی عاقلتہ ان**
ثبت انہا لہ بالحجۃ کما سیجیئ وکان لہ عاقلۃ والا فعلیہ اور دیت اُس آدمی کے مددگارون پر ہے اگر ثابت ہو حجت سے کہ وہ لوگ اُسکے مددگار ہین اور وہ
شخص مددگار رکھتا ہو اور اگر اُسکے مددگار نہین ہین تو اُسی آدمی پر دیت واجب ہے م حجت سے مراد گواہ ہین یا مددگارون کا اقرار وہی ای الدیۃ والقسامۃ مطلقا
اہل الخطۃ الذین خطلہم الامام اول الفتح ولو بقی منہم واحد اور وہ یعنی دیت اور قسامہ اہل خطہ پر ہے اہل خطہ وہ ہین جنکو امام نے خط لکھدیا ملکیت کا ابتدا

فتح اسلام مین اگرچہ انمین سے ایک ہی شخص باقی رہا ہو (خطہ بالکسر عبارت ہی مکان محدود سے اہل خطہ سے مراد املاک قدیمہ کے لوگ ہین جو مالک ہوئے زمین
کے جبکہ امام نے شہر فتح کیا اور اسکو غازیون مین بانٹ دیا اور ہر ایک کو خط لکھدیا تاکہ انکے حصے جُدے جُدے ہو جاوین کذا فی العینی) دون السکان والمشترین
وقال ابو یوسف کلہم مشترکون نہ وہان کے رہنے والے اور خریدارون پر اور ابو یوسف نے کہا کہ اصل مالک اور ساکن اور خریدار دیت اور قسامہ مین شریک ہین فان
باع کلہم فعلی المشترین بالاجماع پھر اگر وہان کے سب مالکون نے مکانات بیچ ڈالے تو دیت اور قسامہ خریدارون پر واجب ہی باتفاق طرفین اور ابو یوسف کے وان وجد
فی دار بین قوم لبعض اکثر فہی علی عدد الرؤس کالشفعۃ اور اگر مقتول پایا گیا اس گھر مین جو مشترک ہی درمیان ایک قوم کے بعضون کا حصہ زیادہ ہی تو
قسامہ اور دیت آدمیون کے شمار پر ہی شفعہ کے مانند مثلا ایک شخص کا حصہ آدھا ہی اور دوسرے کا دسوان اور تیسرے کا باقی تو قسامہ اور دیت انکے عاقلہ پر
تین تہائی برابر ہی اسواسطے کہ قلیل اور کثیر کا مالک حفظ اور تدبیر مین برابر ہی کذا فی الطحطاوی وان بیعت ولم تقبض حتی وجد فیہا قتیل فعلی عاقلۃ البائع اور اگر
گھر بیع ہوگیا اور ہنوز مشتری کے قبضے مین نہین آیا کہ اسمین مقتول پایا گیا تو قسامہ اور دیت بائع کے عاقلہ پر ہی وفی البیع بخیار علی عاقلۃ ذی الید خلافا لہما اور بیع
بشرط خیار مین صاحب قبضہ کی عاقلہ پر دیت اور قسامہ ہی برخلاف صاحبین کے ہم خواہ خیار بائع کا ہو خواہ مشتری کا خواہ دونون کا ولا تعقل عاقلۃ حتی تشہد الشہود
انہا ای الدار التی فیہا قتیل لذی الید ولو ہو القتیل کما سیجی اور عاقلہ یعنی مددگارون پر دیت دینا لازم نہوگا جبتک شاہد گواہی دین اسکی کہ جس گھر مین
مقتول ہی وہ قابض اور متصرف شخص کا ہی اگرچہ قابض ہی مقتول ہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا یعنے اگر ذی الید خود مقتول ہو تو بھی اسکی عاقلہ پر دیت لازم
نہوگی جبتک گواہ ہون یعنی ذی الید کا ملک ثابت نہوگی ولا یکفی مجرد الید حتی لو کان لم تعقلہ عاقلتہ ولا نفسہ درر اور عاقلہ پر وجوب دیت کیواسطے فقط قبضہ اور تصرف بدون
شہادت کے کفایت نہ کریگا تو اگر ثبوت ملک کا فقط قبضہ ہی سے ہوگا تو قابض کا عاقلہ کسی مقتول فی الدار کی دیت نہ دیگا اور نہ قابض مقتول کی دیت دیگا
کذا فی الدرر معللا بانہ لا یمکن الایجاب علی الورثۃ للورثۃ یعنی صاحب درر نے عدم وجوب دیت کو ذکر کیا ہی یہ علت بیان کرکے کہ کچھ دیت کا واجب کرنا وارثون پر وارثون
کیواسطے ممکن نہین ہم مقتول کا گھر ظہور قتل کی حالت مین وارثون کا ملک ہوگیا اور وارثون کے مددگار اسکے متحمل ہوتے ہین جو وارثون پر واجب ہوتا ہی تاکہ وارثون پر
تخفیف ہو تو اگر مددگارون پر دیت واجب ہو اور وارثون کو ملی تو گویا وارثون کا ضرر ہوا وارثون کے نفع کے واسطے اور یہ ممکن نہین صاحب درر نے یہ تعلیل
صاحبین کے مذہب کی بیان کی ہی اور امام کا یہ مذہب ہی کہ وارثون کے عاقلہ پر دیت واجب ہی چنانچہ شارح امام کی طرف سے اس تعلیل کا جواب دیگا اور یہ
متن اور شرح مین آیندہ بھی مذکور ہوگا ثم الورثۃ یخلفون فیکون الایجاب علی الورثۃ للمیت لا للورثۃ کذا قیل پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وارث مقتول کے خلیفے ہوتے ہین
تو ایجاب دیت کا وارثون پر ہوتا ہی میت کے نفع کے واسطے نہ وارثون کے نفع کے واسطے چنانچہ بعضون نے یہ بیان کیا ہی تعلیل مذکور کے جواب مین قلت
وقد یقال لما کان ہو لا یدی لنفسہ فغیرہ بالاولی لقوۃ الشبہۃ فتامل مین کہتا ہون جبکہ صاحب خانہ اپنی ذات کی دیت نہین دیتا ہی تو صاحب خانہ کے
سوا اور شخص پر بطریق اولی دیت واجب نہوگی عدم وجوب کے شبہہ قوی ہونے سے سو اسکو تامل کرو وان وجد فی الفلک فالقسامۃ والدیۃ درر علی
من فیہا من الرکاب والملاحین اتفاقا لانہ فی ایدیہم کالدابۃ اور اگر مقتول پایا گیا ناؤ مین تو قسامہ اور دیت (کذا فی الدرر) ان لوگون پر ہی جو ناؤ کے
اندر سوار ہین اور ملاحون پر بالاتفاق اسواسطے کہ کشتی انکے قبضے مین جانور کے مانند ہی ہم وجوب دیت مین مالک اور غیر مالک اور ناؤ کے کھینچنے والے سب
برابر ہین وکذا العجلۃ حکمہا کالفلک اور اسی طرح گاڑی کا حکم کشتی کے مانند ہی یعنی اسکے مقتول کی دیت اور قسامہ گاڑی کے سوارون پر ہی وفی مسجد
محلۃ وشارعہا الخاص باہلہا کما افادہ ابن الکمال مستندا للبدائع وقد حققہ ملا خسرو واقرہ المصنف علی اہلہا اور اگر مقتول پایا گیا محلہ
کی مسجد مین اور محلہ کے کوچے مین تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہی کوچہ محلہ سے مراد وہ کوچہ خاص ہی جسمین فقط اہل محلہ آتے جاتے ہون چنانچہ
ابن کمال نے بدائع سے اسکی سند بیان کی ہی اور ملا خسرو نے اسکی تحقیق درر مین مذکور کی ہی اور مصنف نے اسی کو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی

عم ملا خسرو کا بیان ابن کمال کے موافق نہین جیسا کہ شارح سمجھا ہی اسواسطے کہ ملا خسرو نے شارع یعنی راہ کی دو قسمین بیان کین اسطرح کہ راہ دو قسم ہی ایک تو شارع
محلہ ہی جسمین اکثر اہل محلہ چلتے پھرتے ہون اور گاہے اہل محلہ کے سوا اور لوگ بھی آتے جاتے ہون اور دوسرا شارع عام ہی جسمین جمیع خوائف برابر ہون جیسے بازارون کی
راہین اور خارج شہر کی راہین انتہی تو شارع محلہ کو مخصوص باہل محلہ نہین قرار دیا ہی ابن کمال کے مانند طحطاوی نے کہا تو تحقیق یہ ہی کہ متن مین شارع محلہ کہنا احتراز ہی
شارع عام سے یعنی شارع محلہ مین اہل محلہ پر دیت ہی اور شارع عام مین بیت المال پر دیت ہی مسجد محلہ کی قید سے وہ مسجد خارج ہو گئی جسمین مسافر نماز پڑھتے ہون
تو وہان قسامۃ اور دیت مسجد کے بنانے والے پر ہی اور اگر بانی معلوم نہو تو متصل گھر کے مالک کے عاقلہ پر ہی کذا فی الطحطاوی وسوق مملوک علی الملاک وعند
ابی یوسف علی السکان ملتقی اور اگر مقتول پایا گیا مملوک بازار مین تو اُسکے مالکون پر قسامۃ اور دیت ہی اور ابو یوسف کے نزدیک بازار کے رہنے والون پر
واجب ہی کذا فی الملتقی وفی غیرہ ای غیر المملوک والشارع الاعظم ہو النافذ والسجن والجامع وکل مکان یکون التصرف فیہ لعامۃ المسلمین لا لواحد منہم
ولا لجماعۃ یحصون لا قسامۃ ولا دیۃ علی احد ابن کمال وانما الدیۃ فی بیت المال لان الغرم بالغنم اور اگر قتیل پایا گیا بازار غیر مملوک مین اور شارع عظم
یعنی شاہراہ کشادہ مین اور قیدخانہ اور جامع مسجد اور ہر ایک اُس مکان مین جسمین تمام مسلمین کا تصرف برابر ہی نہ ایک مسلمان کا نہ مخصوص جماعت کا
تو ایسے مکانون مین قسامۃ نہین اور نہ کسی پر دیت ہی کذا صرح ابن کمال اور ایسے مقتول کی دیت تو بیت المال مین ہی اسواسطے کہ تاوان بمقابلہ
منفعت کے ہی یعنی چونکہ تمام اہل اسلام جامع مسجد اور مجلس اور شاہراہ سے منتفع ہوتے ہین تو تاوان بھی انپر ہوگا یعنی مقتول کی دیت دیجاویگی بیت المال
سے جو سب مسلمانون کے واسطے موضوع ہی عینی نے کہا بیت المال یعنی خزانہ سلطانی عامہ مسلمین کا مال ہی تو سب مسلمان آئمین شریک ہین سو خدا کی لعنت
ان ظالمون پر جو بیت المال کو اپنا مال جانکر صرف کرتے ہین اور اُسکے مستحقون کو محروم رکھتے ہین ثم انما تجب الدیۃ فیما ذکر علی بیت المال ان کان نائیا
ای بعیدا عن المحلات والا یکن نائیا بل قریبا منہا فعلی اقرب المحلات الیہ الدیۃ والقسامۃ لانہ محفوظ بحفظ اہل المحلۃ فتکون القسامۃ والدیۃ
علی اہل المحلۃ پھر اُسکو دریافت کرنا چاہیے کہ مکانات مذکورہ کے مقتول کی دیت جو بیت المال پر واجب ہوتی ہی تو ایک شرط سے واجب ہوتی ہی اور وہ شرط
مذکورہ یہ ہی کہ جامع مسجد اور شارع عام وغیرہ دور واقع ہون محلون سے اور اگر دور نہون بلکہ قریب ہون اُنسے تو جو وہان سے قریب تر محلہ ہوگا اُسپر دیت اور قسامہ
واجب ہوگا اسواسطے کہ وہ مقام اہل محلہ کی حفاظت سے محفوظ ہی تو قسامہ اور دیت اہل محلہ پر واجب ہوگا وکذا فی السوق النائی اذا کان من یسکنہا فی اللیالی اور
اسی طرح کا حکم ہی بازار بعید مین جبکہ لوگ اُسمین رات کو رہتے ہون یعنی دن کی سکونت کا اعتبار نہین وکان لاحد فیہا دار مملوکۃ تکون القسامۃ والدیۃ علیہ لانہ یلزمہ
صیانۃ ذلک الموضع فیوصف بالتقصیر فیجب علیہ موجب التقصیر کما فی العنایۃ معزیا للنہایۃ قلت وبہ افتی المرحوم ابو السعود مفتی الروم واعتمدہ المصنف
وان خلا عنہ المتون لانہ مصرح بہ فی غالب الفتاوے والشروح فلیحفظ یا کسی کا اس بازار بعید مین گھر ہو مملوک تو قسامہ اور دیت اُسی شخص پر ہی
اسواسطے کہ اسکو حفاظت اُس مکان کی لازم ہی تو وہ شخص موصوف بتقصیر ہوگا تو اُسپر تقصیر کا موجب یعنی قسامہ اور دیت واجب ہوگا
چنانچہ عنایہ مین ہی نہایہ سے منقول مین کہتا ہون اور اسی کا یعنی وجوب قسامہ اور دیت کا اقرب محلات پر کذا فی الطحطاوی عن المصنف
فتوے دیا ہی مرحوم ابو مسعود مفتی روم نے اور مصنف نے اسپر اعتماد کیا ہی اس متن مین اگرچہ متون فقہ کے وجوب اقرب محلات سے خالی ہین
اسواسطے کہ یہ شرط مفصل موجود ہی اکثر فتاوون اور شرحون مین تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وہدر لو وجد فی بریۃ وفی وسط الفرات
اذا کان یمر بہ الماء لا محتبسا کما سیجیء اذ لا ید لاحد وقیل اذا کان موضع انبعاث مائہ فی دار الاسلام تجب الدیۃ فی بیت المال لانہ فی
اید المسلمین ابن کمال اور بلا وجوب دیت خون رائیگان ہی اگر مقتول پایا جاوے جنگل مین اور دریاے فرات کے درمیان مین بشرطیکہ مقتول کو
پانی بہاتا ہو لاشں اُسکی محتبس نہو چنانچہ آگے مذکور ہوگا اسواسطے خون رائیگان ہوا کہ وہان کسی کا تصرف نہین اور قول ضعیف یہ ہی کہ اگر دریا

کے پانی نکلنے کا منبع دار الاسلام مین ہو تو دیت اہلی بیت المال مین واجب ہوگی اسلیے کہ دار الاسلام مسلمانون کے قبضے مین ہے کذا ذکرہ ابن الکمال
ھم ذات کا ذکر تخصیص کے واسطے نہین ہے بلکہ ذات سے مراد نہر عظیم ہے جسمین پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایۃ و فی نہر صغیر ہو ما یستحق بہ الشفعۃ
علے اہلہ لاختصاصہم بہ اور نہر صغیر جسکے سبب سے شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اسکے مقتول مین اس نہر کے مالکون پر قسامہ اور دیت واجب ہوگا انکی
خصوصیت کی وجہ سے نہر کے ساتھ ھم استحقاق شفعہ اس نہر صغیر مین جسمین چھوٹی کشتی جاری نہو اور بعضون نے کہا جسکے لوگ متعین ہون کذا فی الطحطاوی
ولو کانت البریۃ مملوکۃ او وقفا لاحد کما مر یقینی او کانت قریبۃ من القریۃ او الاخبیۃ او الفسطاط بحیث یسمع منہ الصوت تجب علی المالک
ای ذی الید او علے اہل القریۃ او اقرب الاخبیۃ زیلعی اور اگر جنگل مملوک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور آگے آوے گا
یا جنگل قریب ہو گانون سے یا قریب ہو کمل کے خیمون سے یا کپڑے کے خیمون سے اسطرح پر کہ مقتول کی آواز وہان مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہوگا
مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا اقرب خیمون کے رہنے والون پر کذا فی الزیلعی ھم عبارت مین لف نشر مرتب واقع ہے ولایت مین اہل مواشی اکثر
خانہ بدوش رہتے ہین خیمون مین کبھی اس جنگل کبھی اُس جنگل مین جیسے ہندوستان مین کنجر کی قوم ولو محتبسا بالشط او بالجزیرۃ او مربوطا او ملقی علے الشط
فعلی اقرب المواضع الیہ من القری والامصار زاد فی الخانیۃ والاراضی وقیدہ المصنف اذا کان یصل صوت اہل الارض والقری الیہ
والا لکمال اور اگر مقتول اٹک رہا ہو دریا کے کنارے پر یا ٹاپو کے کنارے یا وہان بندھا ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہان سے قریب تر مکان ہوگا دیہات
یا شہرون سے وہان کے باشندون پر قسامہ اور دیت واجب ہے خانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہے اور قریب تر اراضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف نے اسکو ثابت
رکھا ہے بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والون کی وہان آواز پہونچتی ہو اور اگر آواز وہان تک پہونچتی نہو گی تو قسامہ اور دیت واجب نہوگا چنانچہ مذکور
ہو چکا وان التقی قوم بالسیوف فاجلوا ای تفرقوا عن قتیل فعلی اہل المحلۃ لان حفظہا علیہم الا ان یدعی الولی علے اولئک او یدعی علے
بعض معین منہم فلم یکن علے اہل المحلۃ شیئ ولا علی اولئک حتی یبرہن لان بمجرد الدعوے لا یثبت الحق وبرئ اہل المحلۃ لان قولہ حجۃ علیہ اور اگر ایک
قوم باہم بھڑ گئی تلوار کھینچ کر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر متفرق ہو گئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی انکے ذمہ ہے مگر یہ کہ وارث
مقتول کا اس قوم متفرق پر قتل کا دعوی کرے یا انمین سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور نہ اُس قوم پر تا وقتیکہ وارث
اپنا دعوی گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہین ہوتا بدون حجت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہو گئے اسواسطے کہ
وارث مدعی کا قول اسکی ذات پر حجت ہے اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے مین ومستحلف علی صیغۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حلف باللہ ما قتلت ولا
عرفت لہ قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ فی حق من یزعم انہ قتلہ اور جسپر قسم عائد ہے اہل قسامہ سے اُسنے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہان یون قسم کھائے
کہ خدا کی قسم مین نے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اسکے قاتل کو جانتا ہون سوائے زید کے اور اسکا قول مقبول نہوگا اُس شخص کے حق مین جسکو وہ قاتل
گمان کرتا ہے شارح نے کہا مستحلف بصیغہ مفعول ہے نہ اسم فاعل وبطل شہادۃ بعض اہل المحلۃ بقتل غیرہم خلافا لہما او بقتل واحد منہم بعینہ للتہمۃ اور بعض
اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے حق مین باطل ہے برخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دین تو باطل ہے تہمت کے سبب سے یعنی ایک شخص
محلہ مین قتل ہوا اور وارث نے دعوی کیا کہ محلے والون کے سوائے اور قوم نے اسکو قتل کیا یا دعوی کیا کہ اہل محلہ مین سے ایک معین شخص نے اسکو قتل کیا ہے اور اہل محلہ
سے دو شخصون نے اسکی گواہی دی تو یہ گواہی باطل ہے امام کے نزدیک تہمت کی علت سے اسواسطے کہ خصومت تمام اہل محلہ کے ساتھ قائم ہے اور قسامہ اور دیت سبب
واجب ہوا اور شاہد چاہتے ہین کہ اپنے اوپر سے خصومت کو ٹالکر غیر پر ڈالین تو وہ متہم ٹھہرے تو گواہی انکی مقبول نہوگی کذا فی الدرر ومن جرح فی حی فنقل منہ فبقی
ذا فراش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک الحی خلافا لابی یوسف اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری مین سو وہان سے زندہ اُٹھایا گیا سو بستر پر

پڑا رہا یہاں تک کہ مر گیا تو دیت اور قسامہ اسی قبیلہ پر ہے برخلاف ابو یوسف رح کے کہ قسامہ اور دیت نہیں ہے فلو مع جريح به رمق فحمله آخر الى اهله فمكث مدة ثم مات لم يضمن
الحامل عند ابی یوسف رح وفی قیاس قول ابی حنیفة رح یضمن اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہو جسکی زندگی کی رمق باقی ہو سو اسکو دوسرا شخص اپنے گھر اٹھا لایا
سو وہاں ایک مدت رہا پھر مر گیا تو اٹھانے والا ضامن نہ ہوگا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس میں ضمان لازم ہوگا حاصل یہ یعنی اسواسطے کہ اسکا قبضہ بمنزلہ
محلے کے ہے تو اسکے پاس زخمی ہونا ایسا ہے جیسے محلے میں موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدرر وفی رجلین بلا ثالث وجد احدهما قتيلا ضمن الآخر لان الظاهر ان
الانسان لا يقتل نفسه ديته عند ابي حنيفة خلافا لمحمد اور اگر ایسے گھر میں کہ تیسرا شخص نہ ہو دو مرد ہوں ان میں ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اسکی دیت کا ضامن ہوگا امام کے نزدیک
اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو آپ قتل نہیں کرتا برخلاف محمد رح کے یعنی انکے نزدیک ضمان نہیں اس احتمال سے کہ شاید اسنے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو
وفی قتيل قرية لامرأة كرر الحلف عليها وتدي عاقلتها وعند ابي يوسف القسامة على العاقلة ايضا اور عورت کے گاؤں کے مقتول میں عورت پر بار بار قسم دی جائیگی
یعنی پچاس بار اور عورت کے مددگار دیت دینگے اور ابو یوسف کے نزدیک مددگاروں پر قسم بھی لازم ہوگی یعنی اسواسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت
اہل نصرت نہیں صغیر کے مانند اور طرفین کی یہ دلیل ہے کہ قسامہ نفی تہمت کے واسطے ہے اور تہمت عورت سے بھی ہو سکتی ہے کذا فی الدرر قال المتاخرون والمرأة
تدخل فی التحمل مع العاقلة فی هذه المسئلة كذا فی الملتقى وهو الاصح ذكره الزيلعي متاخرین فقہا نے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت میں اس مسئلہ کے اندر
کذا فی الملتقی اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے ہم زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت میں اسلیے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ کی شریک
ہوگی نہایہ میں کہا کہ اس مسئلہ کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت میں کسی صورت میں داخل نہیں سوائے اس مسئلہ کے کذا فی الطحطاوی وان وجد
قتيل فی دار نفسه فالدية على عاقلة ورثته عند ابي حنيفة رح وعندهما وزفر لا شئ فيه اي في القتيل المذكور وبه يفتى كذا ذكره ملا خسرو تبعا لما رجحه صدر
الشريعة وتبعهما المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر میں تو اسکے وارثوں کے عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین رح اور زفر
کے نزدیک مقتول مذکور میں کچھ نہیں ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا خسرو نے درر میں اس قول کا تابع ہو کر جسکی صدر الشریعہ نے
ترجیح دی اور مصنف ملا خسرو اور صدر الشریعہ دونوں کا تابع ہوا ہے وخالفهم ابن الكمال فقال لهما ان الدار في يده حين وجد الجرح فيجعل كانه قتل نفسه فيكون هدرا وله
ان القسامة انما تجب بظهور القتل وحال ظهوره الدار للورثة فديته على عاقلتهم اور صدر الشریعہ وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو یوں کہا ہے کہ صاحبین کی
دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبضہ اور تصرف میں تھا جبکہ زخم حاصل ہوا تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اسنے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اسکا رائگان ہوگا اور امام
کی دلیل یہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے اور قتل ظاہر ہونے کی حالت میں گھر وارثوں کا ہو گیا تو دیت مقتول کی وارثوں کے عاقلہ پر
ہوگی لا يقال العاقلة انما تحملون ما يجب على الورثة تخفيفا لهم ولا يمكن الايجاب على الورثة للورثة لان الايجاب ليس للورثة بل للمقتول حتى تقضى منه ديونه وتنفذ
وصاياه ثم يخلفه الوارث فيه وهو نظير الصبي والمعتوه اذا قتل اباه تجب الدية على عاقلته وتكون ميراثا له فتنبه یوں نہ کہا جائے گا کہ عاقلہ تو اسی مال کے
متحمل ہوتے ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثوں پر تخفیف ہو اور ممکن نہیں وارثوں پر واجب کرنا وارثوں کے فائدے کے واسطے اس سبب
کہ اس سوال کا یوں جواب دیا جاوے گا کہ یہاں ایجاب مال کا وارثوں کے لیے نہیں بلکہ مقتول کے واسطے ہے تا انکہ اسی مال سے مقتول کے دین ادا
کیے جاوینگے اور اسکی وصیتیں اسی سے نافذ ہونگی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہونگے اس مال میں اور وہ صغیر اور مدہوش کے مانند ہے اگر صغیر یا مدہوش
اپنے باپ کو قتل کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا مدہوش کی میراث ہوگی تو خبردار رہنا ولو وجد فی ارض موقوفة
او دار كذلك اي موقوفة على ارباب معلومة فالقسامة والدية على اربابها لان تدبيرها اليهم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا اسی طرح وقف
کے گھر میں جو معین لوگوں پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگوں پر ہے اسلیے کہ وقف کی تدبیر انہیں لوگوں پر ہے وان كانت الارض او الدار

کے پانی نکلنے کا منبع دار الاسلام مین ہو تو دیت اسکی بیت المال مین واجب ہوگی اسلئے کہ دار الاسلام مسلمانون کے قبضے مین ہی کذا ذکرہ ابن الکمال ہم ذات کا ذکر تخصیص کے واسطے نہین ہی بلکہ ذات سے مراد نہر عظیم ہی جسمین پانی جاری ہو کذا فی العینی شرح الہدایۃ وفی نہر صغیر ہو یستحق بہ الشفعۃ علی اہلہ لاختصاصہم بہ اور نہر صغیر جسکے سبب سے شفعہ کا استحقاق ثابت ہوتا ہی اسکے مقتول مین اس نہر کے مالکون پر قسامہ اور دیت واجب ہوگا انکی خصوصیت کی وجہ سے نہر کے ساتھ ہم استحقاق شفعہ اس نہر صغیر مین جسمین چھوٹی کشتی جاری نہو اور بعضون نے کہا جسکے لوگ متعین ہون کذا فی الامداد ولو کانت البریۃ مملوکۃ او وقفا لاحد کما مر ویجی او کانت قریبۃ من القریۃ او الاخبیۃ او الفسطاط بحیث یسمع منہ الصوت تجب علی المالک ای ذی الید او علی اہل القریۃ او اقرب الاخبیۃ زیلعی اور اگر جنگل مملوک یا کسی شخص پر وقف ہو چنانچہ وقف کا مسئلہ مذکور ہو چکا اور آگے آوے گا یا جنگل قریب ہو گانون سے یا قریب ہو کمل کے خیمون سے یا کپڑے کے خیمون سے اسطرح پر کہ مقتول کی آواز وہان مسموع ہوتی ہو تو قسامہ اور دیت واجب ہوگا مالک پر یا قابض وقف پر یا اہل قریہ پر یا اقرب خیمون کے رہنے والون پر کذا فی الزیلعی ہم عبارت مین لف ونشر مرتب واقع ہی ولایت مین اہل مواشی اکثر خانہ بدوش رہتے ہین خیمون مین کبھی اس جنگل کبھی اس جنگل مین جیسے ہندوستان مین کنجڑ کی قوم ولو محتبسا بالشط او بالجزیرۃ او مربوطا او ملقی علی الشط فعلی اقرب المواضع الیہ من القری والامصار زاد فی الخانیۃ والاراضی وقیدہ المصنف اذا کان یصل صوت اہل الارض والقری الیہ والا لا کما مر اور اگر مقتول رک رہا ہو دریا کے کنارے پر یا ٹاپو کے کنارے یا وہان بستہ ہو یا کنارے پر پڑا ہو تو جو وہان سے قریب تر مکان ہوگا دیہات یا شہرون سے وہان کے باشندون پر قسامہ اور دیت واجب ہی خانیہ مین اتنا زیادہ کہا ہی اور قریب تر اراضی پر بھی واجب ہوگا اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہی بشرطیکہ جب اہل زمین اور دیہات والون کی وہان آواز پہونچتی ہو اور اگر آواز وہان تک نہ پہونچتی ہو گی تو قسامہ اور دیت واجب نہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا وان التقی قوم بالسیوف فاجلوا ای تفرقوا عن قتیل فعلی اہل المحلۃ لان حفظہا علیہم الا ان یدعی الولی علی اولئک او یدعی علی بعض معین منہم فلم یکن علی اہل المحلۃ شیء ولا علی اولئک حتی یبرہن لان بمجرد الدعوی لا یثبت الحق وبری اہل المحلۃ لان قولہ حجۃ علیہ اور اگر ایک قوم باہم بھڑ گئی تلوارین کھینچ کر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر متفرق ہو گئی تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہی اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی انکے ذمہ ہی مگر یہ کہ وارث مقتول کا اس قوم متفرق پر قتل کا دعوی کرے یا انہین سے بعض معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور نہ اس قوم پر تا وقتیکہ وارث اپنا دعوی گواہون سے ثابت کرے اسواسطے کہ فقط دعوی سے حق ثابت نہین ہوتا ہی بدون حجت کے اور اہل محلہ بھی بری الذمہ ہو گئے اسواسطے کہ وارث مدعی کا قول اسکی ذات پر حجت ہی اہل محلہ کے بری الذمہ ہونے مین ومستحلف علی صیغۃ اسم المفعول قال قتلہ زید حلف باللہ ما قتلتہ ولا عرفت لہ قاتلا غیر زید ولا یقبل قولہ فی حق من زعم انہ قتلہ اور جسپر قسم عائد ہی اہل قسامہ سے اسنے کہا کہ مقتول کو زید نے قتل کیا تو وہان یون قسم کھائے کہ خدا کی قسم مین نے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اسکے قاتل کو جانتا ہون سواے زید کے اور اسکا قول مقبول نہوگا اس شخص کے حق مین جسکو وہ قاتل گمان کرتا ہی شارح نے کہا مستحلف بصیغہ مفعول ہی نہ اسم فاعل وبطل شہادۃ بعض اہل المحلۃ بقتل غیرہم خلافا لہما او بقتل واحد منہم بعینہ للتہمۃ اور بعض اہل محلہ کی گواہی غیر اہل محلہ کے حق مین باطل ہی برخلاف صاحبین کے یا اہل محلہ سے ایک معین پر قتل کی گواہی دین تو باطل ہی تہمت کے سبب سے ہم یعنی ایک شخص محلہ مین قتل ہوا اور وارث نے دعوی کیا کہ محلے والون کے سواے اور قوم نے اسکو قتل کیا یا دعوی کیا کہ اہل محلہ مین سے ایک معین شخص نے اسکو قتل کیا ہی اور اہل محلہ سے دو شخصون نے اسکی گواہی دی تو یہ گواہی باطل ہی امام کے نزدیک تہمت کی علت سے اسواسطے کہ خصومت تمام اہل محلہ کے ساتھ قائم ہی اور قسامہ اور دیت سبب واجب ہوا اور شاہد چاہتے ہین کہ اپنے اوپر سے خصومت کو ٹال کر غیر پر ڈالین تو وہ متہم ٹھہرے تو گواہی انکی مقبول نہوگی کذا فی الدرر ومن جرح فی حی فنقل منہ فبقی ذا فراش حتی مات فالدیۃ والقسامۃ علی ذلک الحی خلافا لابی یوسف اور جو شخص زخمی ہوا کسی قبیلہ اور برادری مین سو وہان سے زندہ اٹھایا گیا سو بستر پر

پڑا رہا یہاں تک کہ مر گیا تو دیت و قسامہ اُسی قبیلہ پر ہے بخلاف ابو یوسفؒ کے کہ قسامہ اور دیت نہیں ہے فلو مع جریح بہ رمق فحملہ آخر لاہلہ فمکث مدة فمات لم یضمن
الحامل عند ابی یوسفؒ وفی قیاس قول ابی حنیفةؒ یضمن اگر ایک شخص کے ساتھ ایسا زخمی ہے جسکی زندگی کی رمق باقی ہے سو اسکو دوسرا شخص اپنے گھر اٹھا لایا
سو وہاں ایک مدت رہا پھر مر گیا تو اٹھانے والا ضمان نہ دیگا ابو یوسف کے نزدیک اور امام کے قول کے قیاس میں ضمان لازم ہوگا حامل پر یعنی اسواسطے کہ اسکا قبضہ بمنزلہ
محلہ کے ہے تو اسکے پاس زخمی ہونا ایسا ہی ہے جیسے محلے میں موجود ہونا زخمی کا کذا فی الدرر وفی رجلین بلا ثالث وجد احدہما قتیلا ضمن الآخر لان الظاہر ان
الانسان لا یقتل نفسہ ودیتہ عند ابی حنیفة خلافا لمحمد اور یہ دیت دوسرے شخص کے ذمہ ہے اگر دو مرد ہوں ان میں ایک شخص مقتول پایا گیا تو دوسرا شخص اسکی دیت کا ضمان دیگا امام کے نزدیک
اسواسطے کہ ظاہر حال یہ ہے کہ آدمی اپنی ذات کو آپ قتل نہیں کرتا برخلاف محمدؒ کے یعنی انکے نزدیک ضمان نہیں اس احتمال سے کہ شاید اُسنے اپنی جان آپ ہلاک کی ہو
وفی قتیل قریة لامرأة کرر الحلف علیہا وتدی عاقلتہا وعند ابی یوسف القسامة علی العاقلة ایضا اور عورت کے گاؤں کے مقتول میں عورت پر بار بار قسم دیجائیگی
یعنی پچاس بار اور عورت کے مددگار دیت دینگے اور ابو یوسف کے نزدیک مددگاروں پر قسم بھی لازم ہوگی یعنی اسواسطے کہ قسامہ ہوتا ہے اہل نصرت پر اور عورت
اہل نصرت نہیں صغیر کے مانند اور طرفین کی یہ دلیل ہے کہ قسامہ نفی تہمت کے واسطے ہے اور تہمت عورت سے بھی ہوسکتی ہے کذا فی الدرر قال المتاخرون والمرأة
تدخل فی التحمل مع العاقلة فی ہذہ المسئلة کذا فی الملتقی وہو الاصح ذکرہ الزیلعی متاخرین فقہانے کہا اور عورت داخل ہے عاقلہ کے ساتھ تحمل دیت میں اس مسئلہ کے اندر
کذا فی الملتقی اور یہی قول صحیح تر ہے چنانچہ زیلعی نے اسکو ذکر کیا ہے ہم زیلعی نے کہا عورت تحمل دیت میں اسلیے داخل ہے کہ وہ بمنزلہ قاتل کے ہے تو عاقلہ کی شریک
ہوگی نہایہ میں کہا کہ اس مسئلہ کی قید اسواسطے لگائی کہ عورت تحمل دیت میں کسی صورت میں داخل نہیں سوا اس مسئلہ کے کذا فی الطحطاوی وان وجد
قتیل فی دار نفسہ فالدیة علی عاقلة ورثتہ عند ابی حنیفةؒ وعندہما وزفر لا شیء فیہ ای فی القتیل المذکور وبہ یفتی کذا ذکرہ ملا خسرو وتبعا لما رجحہ صدر
الشریعة وتبعہما المصنف اور اگر ایک شخص مقتول پایا گیا اپنے خاص گھر میں تو اسکے وارثوں کے عاقلہ پر دیت ہے ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبینؒ اور زفر
کے نزدیک مقتول مذکور میں کچھ نہیں ہے اور اسی عدم وجوب کے قول پر فتوی ہے ایسا ذکر کیا ہے ملا خسرو نے درر میں اس قول کا تابع ہوکر جسکی صدر الشریعة نے
ترجیح دی اور مصنف ملا خسرو اور صدر الشریعة دونوں کا تابع ہوا ہے وخالفہم ابن الکمال فقال لہما ان الدار فی یدہ حین وجد الجرح فیجعل کانہ قتل نفسہ فیکون ہدرا ولہ
ان القسامة انما تجب بظہور القتل وحال ظہورہ الدار لورثتہ فدیتہ علی عاقلتہم اور صدر الشریعة وغیرہ کے خلاف کیا ہے ابن کمال نے سو یوں کہا ہے کہ صاحبین کی
دلیل یہ ہے کہ البتہ گھر مقتول کے قبضہ اور تصرف میں تھا جبکہ زخم حاصل ہوا تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اُسنے اپنی جان کو آپ قتل کیا تو خون اسکا رائگان ہوگا اور امام
کی دلیل یہ ہے کہ قسامہ تو قتل ہی ظاہر ہونے سے واجب ہوتا ہے اور قتل ظاہر ہونے کی حالت میں گھر وارثوں کا ہوگیا تو دیت مقتول کی وارثوں کے عاقلہ پر
ہوگی لا یقال العاقلة انما یتحملون ما یجب علی الورثة تخفیفا لہم ولا یمکن الایجاب علی الورثة للورثة لان الایجاب لیس للورثة بل للمقتول حتی یقضی منہ دیونہ وتنفذ
وصایاہ ثم یخلفہ الوارث فیہ وہو نظیر الصبی والمعتوہ ان قتل اباہ تجب الدیة علی عاقلتہ وتکون میراثا لہ فتنبہ یوں نہ کہا جائے گا کہ عاقلہ تو اسی مال کے
متحمل ہوتے ہیں جو وارثوں پر واجب ہوتا ہے تاکہ وارثوں پر تخفیف ہو اور ممکن نہیں وارثوں پر واجب کرنا وارثوں کے فائدے کے واسطے اس لیے
کہ اس سوال کا یوں جواب دیا جاوے گا کہ یہاں ایجاب مال کا وارثوں کے لیے نہیں بلکہ مقتول کے واسطے ہے تاکہ اسی مال سے مقتول کے دین ادا
کیے جاوینگے اور اسکی وصیتیں اسی سے نافذ ہونگی پھر مقتول کے وارث مقتول کے خلیفہ ہونگے اس مال میں اور وہ صغیر اور مدہوش کے مانند ہے اگر صغیر یا مدہوش
اپنے باپ کو قتل کرے تو دیت واجب ہوگی صغیر یا مدہوش کی عاقلہ پر اور وہی دیت صغیر یا مدہوش کی میراث ہوگی تو خبردار رہنا ولو وجد فی ارض موقوفة
او دار کذلک ای موقوفة علی ارباب معلومة فالقسامة والدیة علی اربابہا لان تدبیرہ الیہم اور اگر مقتول پایا گیا وقف کی زمین یا اسی طرح وقف
کے گھر میں جو معین لوگوں پر وقف ہے تو قسامہ اور دیت وقف کی لوگوں پر ہے اسواسطے کہ وقف کی تدبیر انھیں لوگوں پر ہے وان کانت الارض او الدار

موقوفة على المسجد فهو كما لو وجد فيه اي في المسجد زيلعي ودرر وسراجية وغيرها وقد قدمناه اور اگر زمین یا گھر مسجد پر وقف ہو تو وہ ایسا ہی ہے جیسے کہ مقتول مسجد کے
اندر پایا جاوے چنانچہ زیلعی اور درر اور سراجیہ وغیرہا میں ہے اور ہم نے وقف کا مسئلہ اول ذکر کر دیا ہے اگر محلہ کی مسجد پر وقف ہو تو اُسکا حکم مسجد محلہ کے
مانند ہے اور اگر جامع مسجد پر وقف ہو تو اُسکا جامع مسجد کا حکم ہے قلت والتقييد بكون الارباب الموقوف عليهم معلومين ليخرج غير المعلومين كما لو كان وقفا
على الفقراء والمساكين فان الظاهر ان الدية تكون في بيت المال لانه حينئذ تكون من جملة ما اعد لمصالح المسلمين فاشبه الجامع قاله المصنف
بحثا میں کہتا ہوں اور موقوف علیہم لوگوں میں معین ہونے کی قید اسواسطے لگائی تاکہ غیر معین لوگوں پر جو وقف ہے نکل جاوے چنانچہ فقیروں اور غیر معین محتاجوں
پر وقف ہو تو ظاہر یہ حکم ہے کہ وہاں کے مقتول کی دیت بیت المال میں ہوگی اسلیے کہ وقف مذکور اُس وقت میں ہوگا منجملہ ان اشیاء کے جو مصالح مسلمین
کے واسطے مہیا ہیں تو جامع مسجد کے مشابہ ٹھہرا یعنی اور جامع مسجد کی دیت بیت المال میں ہوگی تو اُسکی بھی بیت المال سے ہوگی ایسا کہا ہے مصنف نے
اپنی شرح میں بحث کی راہ سے نہ روایت کی طریق سے ولو وجد في معسكر في فلاة غير مملوكة ففي الخيمة والفسطاط على من يسكنهما اور اگر مقتول
پایا گیا اس لشکرگاہ میں جو بیابان غیر مملوک میں واقع ہے تو اگر خیمہ اور رال میں مقتول ہے تو اُسکے رہنے والوں پر قسامہ اور دیت ہے وفي خارجهما اي الخيمة
والفسطاط انكانوا اي ساكنوا خارجهما قبائل فعلى قبيلة وجد القتيل فيها اور اگر مقتول پایا گیا خیمہ اور رال کے باہر تو اگر خارج کے رہنے والے قوم
قوم ہوں تو جس قوم میں مقتول پایا گیا اسی قوم پر قسامہ اور دیت ہے ولو بين القبيلتين كان حكمه كما مر بين القريتين اور اگر دو قوم کے درمیان
پایا گیا تو اسکا حکم ویسا ہی ہے جیسا درمیان دو گاؤں کا حکم مذکور ہو چکا یعنی جس قوم سے نزدیک ہوگا مقتول اُسی قوم پر واجب ہے اور اگر دونوں برابر
ہیں تو دونوں پر واجب ہے ولو نزلوا جملة مختلطين فعلى كل العسكر اور اگر لشکری لوگ ملے جلے مختلف اُترے ہیں تو تمام لشکر پر واجب ہے ولو كانوا قد قاتلوا
عدوا فلا قسامة ولا دية ملتقى اور اگر اہل لشکر کفار سے لڑے ہوں اور وہاں مقتول پایا گیا تو نہ قسامہ ہے نہ دیت کذا في الملتقى ولو كانت الارض التي نزل
فيها العسكر مملوكة فعلى المالك بالاجماع لانهم سكان ولا يزاحمون المالك في القسامة والدية درر لكن في الملتقى خلافا لابي يوسف فتنبه اور
اگر وہ زمین جسمیں لشکر اُترا مملوک ہو تو اُسکے مالک پر قسامہ اور دیت واجب ہے بالاتفاق اسواسطے کہ اہل لشکر وہاں کے ساکن ہیں مالک زمین
کے مزاحم نہیں قسامہ اور دیت میں کذا في الدرر لیکن ملتقی میں خلاف ابو یوسف کا مذکور ہے تو آگاہ رہنا یعنی صاحب درر کا متفق علیہ کہنا صحیح
نہیں وفيها لو وجد في قرية لايتام لم يكن على الايتام قسامة وهي على عاقلتهم لانهم ليسوا من اهل اليمين اور ملتقی میں ہے کہ اگر
مقتول پایا گیا یتیموں کے گاؤں میں تو یتیموں پر قسامہ نہیں اور وہ یعنی قسامہ ہے اُنکے عاقلہ پر اسواسطے کہ چھوٹے لڑکے قسم کے لائق نہیں ہیں و
ان كان فيهم مدرك فعليه لانه من اهل اليمين ولوالجية اور اگر یتیموں میں کوئی بالغ ہو تو اُسپر قسامہ واجب ہے اسواسطے کہ وہ قسم کھانے کی لیاقت
رکھتا ہے کذا في الولوالجية فروع مسائل ملحقة شارح کے لو وجد في دار صبي او معتوه فعلى عاقلتهما اگر مقتول پایا گیا صغیر یا مدہوش کے گھر میں تو اُنکے مددگاروں پر
قسامہ اور دیت ہے ولو في دار ذمي حلف خمسين يمينا ودية من ماله ولو تعاقلوا فعلى عاقلتهما اور اگر مقتول پایا گیا ذمی کے گھر میں تو پچاس قسمیں کھاوے اور اپنے
مال سے دیت دے اور اگر ذمیوں کے عاقلہ ہوتے ہوں تو دونوں یعنی یہود اور نصاری کی عاقلہ پر دیت واجب ہوگی ہم یہودی یوں قسم کھاوے کہ اُس خدا کی قسم
جسنے توریت اُتاری ہے میں نے اسکو نہیں مارا اور نہ میں اُسکے قاتل کو جانتا ہوں اور نصرانی قسم خدا کی کھاوے جسنے انجیل اُتاری ہے کذا في الطحاوي ولو مر رجل في محلة
فاصابه سهم او حجر ولم يدر من اين اصابه فعلى اهل المحلة القسامة والدية سراجية اور اگر ایک مرد گذرا ایک محلہ میں سو اسکو تیر لگا یا پتھر اور اُسکو معلوم نہیں کہ
کدھر سے آیا اور وہ اسی صدمہ سے مرگیا تو اہل محلہ پر قسامہ اور دیت ہے کذا في السراجية وفي الخانية وجد بهيمة او دابة مقتولة فلا شيء فيها اور خانیہ میں ہے کہ چوپایہ
یا جانور مقتول پایا تو اسمیں قسامہ اور دیت کچھ نہیں وان وجد مكاتب او مدبر او ام ولد قتيلا في محلة ففيه القسامة والقيمة على

عواقلہم فی ثلث سنین اور اگر مکاتب یا مدبر یا ام ولد مقتول پاے محلہ مین تو قسامہ اور ہر ایک کی قیمت اہل محلہ کے مددگارون پر واجب ہے تین سال کے اندر ولو وجد العبد قتیلا فی دار مولاه فهدر الا مدیونا فبقیمته تعطے مولاه لغرمائه حالة والا مکاتبا فبقیمته علی مولاه مؤجلة اور اگر غلام مقتول پایا گیا اپنے مالک کے گھر مین تو خون اسکا رائگان ہے مگر یہ کہ غلام ماذون یا مدیون ہو تو اسکی قیمت اسکے مالک پر واجب ہے بالفعل اسکے قرض دینے والون کے لیے اور مکاتب کے یعنی اگر مکاتب مقتول پایا گیا مالک کے گھر مین تو اسکی قیمت اسکے مالک پر واجب ہے تین سال کی مدت مین ہم مکاتب کی قیمت سے بدل کتابت ادا کیا جاے اور اسکی آزادی کا حکم کیا جاے اور جو بدل کتابت دے کر باقی رہے وہ اسکے وارثون کی میراث ہے کذا فی العالمگیریہ ولو وجد المولی قتیلا فی دار ماذونه مدیونا او لا فعلی عاقلة المولی اور اگر مالک مقتول پایا گیا اپنے غلام ماذون فی التجارة کے گھر مین خواہ غلام مدیون ہو یا نہین تو مالک کی عاقلہ پر دیت ہے یعنی قسامہ اور دیت ولو وجد الحر قتیلا فی دار ابیه او امه او المرأة فی دار زوجها فالقسامة والدیة علی العاقلة ولا یحرم من المیراث اور اگر آزاد آدمی مقتول پایا گیا اپنے باپ یا اپنی مان کے گھر مین یا عورت اپنے زوج کے گھر مین مقتول پائی گئی تو قسامہ اور دیت والدین یا زوج کی عاقلہ پر ہے اور صاحب خانہ میراث سے محروم نہین واللہ اعلم واستغفر اللہ الکریم

کتاب المعاقل

یہ کتاب ہے احکام معاقل کے بیان مین ہی جمع معقلة بفتح فسکون فضم وہ یعنی معاقل جمع ہے معقلہ کی بفتح میم وسکون عین وضم قاف جیسے مکرمہ بضم را کے جمع مکارم ہے وهی الدية وتسمی عقلا لانها تعقل الدماء من ان تسفك ای تمسکها ومنه العقل لانه یمنع القبائح اور وہ یعنی معقلہ دیت ہے اور دیت کو عقل بفتح عین وسکون قاف بھی کہتے ہین یعنی اسواسطے کہ عقل بمعنی منع ہے اور دیت خونون کو باز رکھتی اور روکتی ہے خونریزی سے دبا یعنی دانش وخردمندی کو عقل کہتے ہین اسواسطے کہ عقل انسان کو ارتکاب قبائح سے باز رکھتی ہے ہم جبکہ معقلہ سے دیت مراد ہوئی حالانکہ کتاب الدیات مقدم مذکور ہو چکی اور اس کتاب مین دیت کا کچھ ذکر نہین بلکہ انکا ذکر ہے جنپر دیت واجب ہے جسکو عاقلہ کہتے ہین تو بجاے کتاب المعاقل کے کتاب العواقل کہنا صواب ہے چنانچہ صاحب برہان نے کتاب العواقل کہا ہے بعضون نے اسکا یون جواب دیا ہے کہ کلام مین مضاف محذوف ہے یعنی کتاب اہل المعاقل تو مجاز حذف کی قسم سے ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا والعاقلة اہل الدیوان وهم العسكر وعند الشافعی اہل العشیرة وهم العصبات اور عاقلہ یعنی جنپر دیت واجب ہوتی ہے عبارت ہے اہل دیوان سے اور وہ لشکری لوگ ہین اور امام شافعی کے نزدیک عاقلہ برادری کے لوگ یعنی عصبات ہین ہم دیوان عبارت ہے ان اوراق سے جنمین اہل لشکر کے نام اور انکا سالیانہ یا ششماہی یا ماہیانہ لکھا جاتا ہے جسکو دفتر کہتے ہین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اول دیوان مقرر کیا اور اہل دیوان پر دیت معین کی صحابہ کبار کے سامنے بلا رد وانکار چونکہ انسان کی جان محترم چیز ہے تو باطل اور رائگان نہین ہو سکتی اور قاتل مخطی پر وجوب دیت بلا وجہ ہے اسواسطے کہ وہ معذور ہے اور خطا اس سے مرفوع ہے اور اگر تمام دیت اسپر واجب کیجیے تو وہ نیست ونابود ہو جاے تو قاتل کے عاقلہ پر یعنی مددگارون پر ڈالی گئی اسواسطے کہ آدمی احتیاط اور احتراز مین اپنی قوت اور زور کے سبب سے قصور کرتا ہے کچھ پروا نہین کرتا اور یہ زور آدمی کو حاصل ہوتا ہے غالبا اپنے انصار اور حمائتیون کے بھروسے پر تو مددگار خطا کار ٹھہرے مددگاری مین کیونکہ وہی تو سبب ہین اسکی بیباکی اور تعدی کے تو انکی تقصیر ثابت ہے کہ مخطی کو انھون نے کیون محفوظ نہ رکھا ایسے احتیاطی سے تو انھین پر دیت کا ڈالنا اولے اور انسب ہوا عینی نے شرح ہدایہ مین کہا اگر کوئی کہے صحابہ کا اجماع مذکور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کے مخالف ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت اہل نسب پر مقرر کی اسکا جواب دینگے کہ یہ اجماع حکم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہے اسواسطے کہ آپ نے اہل نسب پر دیت مقرر کی باعتبار نصرت ومددگاری کے وہذا نسوان وصبیان اہل نسب پر دیت نہین اسواسطے کہ وہ مددگاری کے لائق نہین پھر جب عمر فاروق نے تدوین دیوان کی تو مددگاری دیوان کے ساتھ ہو گئی لہذا اہل دیوان عاقلہ ٹھہر گئے تو یہ نسخ نہین بلکہ معنی نصرت کی تقریر ہے لیس منہم اہل لشکر عاقلہ ہین اسکے جو انمین سے ہے یعنی سپاہی لشکر کے نہ ہر قاتل کے یعنی جس رسالہ ورجس پلٹن مین قاتل ہوگا انھین پر دیت واجب

ہو گی فتجب علیہم کل دیۃ وجبت بنفس القتل خرج ما انقلب مالا بصلح او شبہۃ کقتل الاب ابنہ عمدا فدیتہ فی مالہ کما مر فی الجنایات سو اہل لشکر پر واجب ہو گی
ہر ایک وہ دیت جو نفس قتل سے واجب ہوئی ہو نفس قتل کی قید سے وہ قتل نکل گیا جو منقلب بمال ہو گیا صلح کے سبب سے یا شبہ کی وجہ سے جیسے باپ کا قتل
کرنا عمدا اپنے بیٹے کو تو اس قتل کی دیت باپ کے مال میں ہے چنانچہ گذر گیا کتاب الجنایات میں ثم نفس قتل سے دیت واجب ہوتی ہے قتل شبہ عمد میں اور قتل خطا میں
اور جو اسکے مجرائے خطا میں چنانچہ اسکی تصریح کتاب الجنایات میں مذکور ہو چکی فتؤخذ من عطایاہم او من ارزاقہم والفرق بین العطیۃ والرزق ان الرزق ما یفرض
فی بیت المال بقدر الحاجۃ والکفایۃ مشاہرۃ او میاومۃ والعطاء ما یفرض فی کل سنۃ لا بقدر الحاجۃ بل بصبرہ وعنائہ فی امر الدین سو دیت لیجاویگی اہل لشکر کے
عطا سے یا انکے رزق سے اور فرق عطا اور رزق میں یہ ہے کہ رزق وہ ہے جو بیت المال سے مقرر ہو بقدر حاجت اور کفایت کے بطریق ماہواری یا روزینہ کے
اور عطا وہ ہے جو بیت المال میں معین ہو بطریق حاجت کے نہیں بلکہ اسکی شکیبائی اور مضبوطی اور محنت کشی کے سبب سے دین کے کام میں فی ثلث سنین من وقت
القضاء وکذا ما یجب فی مال القاتل عمدا وان قتل الاب ابنہ یؤخذ فی ثلث سنین عندنا وعند الشافعی یجب حالا لشکر کی وجہ معین سے دیت لیجاویگی تین سال میں
قاضی کے حکم کرنے کے وقت سے یعنی جبسے کہ قاضی نے وجوب دیت کا حکم کیا اسوقت سے تین سال کا حساب شروع ہوگا اور اسی طرح دیت واجب ہو قاتل عمد
کے مال میں اسطرح پر کہ باپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو ہمارے نزدیک تین سال میں دیت لیجاویگی اور امام شافعی کے نزدیک بالفعل واجب ہوگی ثم قضا کے بعد سنین مستقبلہ
کی عطا سے دیت لیجاویگی اور اگر سنین ماضیہ کی عطا جمع ہو قبل قضا کے پھر لشکریوں کو قضا کے بعد حاصل ہو تو اس سے دیت نہ لیجاویگی اور اگر دس آدمیوں نے ایک آدمی کو
قتل کیا بطریق خطا کے تو ہر ایک شخص کی عاقلہ پر دیت کا دسواں حصہ تین سال میں واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی فان خرجت العطایا فی اکثر من ثلث او اقل
توخذ منہ لحصول المقصود پھر اگر عطایا تین سال سے زیادہ مدت میں یا کمتر مدت میں بیت المال سے نکلے تو اس سے دیت لیجاویگی مطلب حاصل ہونے کے سبب سے یعنی اگر تین
سال آئندہ کی عطا ایک ہی سال میں ملے تو تمام دیت اس سے لیجاویگی کذا فی الزیلعی اور اگر تین سال کا رزق ایک سال کے تین مہینے میں ملا تو اس سے دیت نہ لیجاویگی اسلیے کہ رزق بقدر
حاجت کے مقرر ہوتا ہے تو اگر اسمیں سے لیا جاے تو اسکو تکلیف و حرج ہوگا بر خلاف عطا کے کذا فی المجتبی وان لم یکن القاتل من اہل الدیوان فعاقلتہ قبیلتہ واقاربہ
وکل من یتناصر ہو بہ تنویر البصائر اور اگر قاتل لشکری نہیں ہے تو اسکا عاقلہ اسکا قبیلہ اور اسکے قریب لوگ ہیں اور جن لوگوں سے وہ قاتل مددگاری چاہتا ہو کذا فی تنویر البصائر
ہم قبیلہ اور عشیرہ عبارت ہے عصبات نسبیہ سے یعنی یکجدی لوگ خلاصہ یہ ہے کہ وجوب دیت میں تناصر اور مددگاری کا اعتبار ہے تو اگر اہل محلہ یا اہل بازار یا اہل قریہ یا برادری کے
لوگ اسطرح پر ہوں کہ جب ان میں سے کسی شخص کو کوئی امر پیش آتا ہو تو وہ لوگ اسکی کفایت اور مددگاری کیواسطے مستعد ہو جاتے ہیں تو وہی لوگ اسکے عاقلہ ہیں اور اگر اسکے مددگار
چند قسم کے لوگ ہیں لشکر والوں سے اور برادری اور محلہ اور بازار سے تو لشکر والے لوگ مقدم اور اولی ہیں پھر انکے بعد برادری کے لوگ پھر لوگ اہل محلہ پھر بازاری لوگ اور اگر قاتل عجمی ہو
یعنی کہ نہ اسکا دیوان ہے نہ برادری نہ کوئی مددگار تو اسکی دو صورتیں ہیں یا اسکے مقتول کی دیت بیت المال میں ہے یا خود اسکے مال میں کذا فی الطحطاوی مختصرا معترف
وتقسیم الدیۃ علیہم فی ثلث سنین ثم السنین بمعنی العطیات قہستانی فلیحفظ اور دیت تقسیم ہوگی عاقلہ پر تین سال کے اندر پھر جاننا چاہیے کہ سنین یعنی عطیات کے ہیں
کذا فی القہستانی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ثم طحطاوی نے کہا ثم السنین بمعنی العطیات کی حاجت نہیں اسواسطے کہ ماتن کے قول فان خرجت العطایا میں مضمون مذکور
ہو گیا لا یؤخذ فی کل سنۃ الا درہم او درہم وثلث ولم تزد علی کل واحد من کل الدیۃ فی ثلث سنین علی اربعۃ علی الاصح اور نہ لیجاے دیت ہر سال میں مگر
ایکدرم یا ایکدرم اور تہائی درم کی اور زیادہ نہ لیا جائیگا عاقلہ کے ہر شخص پر تین سال کی مدت میں چار درم سے بنابر صحیح تر قول کے ثم اگر ہر شخص سے ایکدرم لیا گیا تو کل تین
سال میں تین درم ہوے اور اگر ایکدرم اور تہائی درم کی لیگئی تو چار درم ہوے طحطاوی نے کہا یہ قول صحیح تر محمدؒ سے منصوص ہے اور غیر اصح قدوری کی روایت ہے کہ ہر سال
میں ہر شخص سے چار درموں سے زیادہ نہ لیا جاے فان لم تسع القبیلۃ لذلک ضم الیہ اقرب القبائل نسبا علی ترتیب العصبات پھر اگر
قاتل کا قبیلہ یعنی یکجدی برادری اسکے واسطے یعنی دیت پوری ہونے کے واسطے گنجائش نہ کرے تو جو قبیلہ انکے ساتھ زیادہ تر قرابت رکھتا ہے نسب کی

راہ سے دد بلالیا جاے عصبات کی ترتیب پر ہم ترتیب عصبات یہ ہے کہ اول بھائی ہین پھر انکے فرزند پھر چچا پھر انکے فرزند مگر قاتل کے باپ اور فرزند مین اختلاف ہے
بعضون کے نزدیک عاقلہ مین داخل ہین اور بعضون کے نزدیک نہین مجتبی مین کہا الحاصل مصنف اور اہل لشکر اگر ہے تو اسکے ساتھ قرابت اور نسب اور اولاد اور قرب
سکنی وغیرہ کی مددگاری کا کچھ حکم ظاہر نہوگا اور بعد لشکر کے نسب کی مددگاری ہے تو بنا برین اگر قاتل صیادین سے ہو تو اسکے عاقلہ صیادین اور انکے اتباع
نہ اسکا قبیلہ اور اہل محلہ اسواسطے کہ اہل حرفہ کی باہم مددگاری نہایت ہوتی ہے کذا فی الطحطاوی و القاتل عندنا کاحدہم اور ہم حنفیون کے نزدیک قاتل
بھی عاقلہ مین سے ایک شخص کے مانند ہے ہم یعنی دیت دینے مین وہ بھی شریک ہے عاقلہ کا اسواسطے کہ جنایت تو اسی سے ظاہر ہوئی تو اسکو خارج کرنا عاقلہ سے
بیوجہ ہے خلافا للشافعی ولو القاتل امرأۃ او صبیا او مجنونا فیشارکہم علی الصحیح زیلعی اگرچہ قاتل عورت ہو یا صغیر یا مجنون سو نہین سے ہر ایک عاقلہ کا شریک ہوگا
بنا بر قول صحیح کے کذا فی الزیلعی یعنی صغیر اور مجنون کا ولی انکے مال سے حصہ رسد دیت دیگا و عاقلۃ المعتق قبیلۃ سیدہ اور غلام آزاد کا عاقلہ اسکے مالک کا قبیلہ
ہے یعنی مالک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی عن البرہان و یعقل عن مولی الموالاۃ مولاہ و قبیلۃ مولاہ اور ولاے موالات کی طرف سے اسکا مولی اور اسکے مولی کا
قبیلہ دیت دیگا و اعلم انہ لا تعقل العاقلۃ جنایۃ عبد و لا عمد و ان سقط قودہ بشبہۃ او قتلہ ابنہ عمدا کما مر اور معلوم کر کہ عاقلہ دیت نہین دیتی غلام اور قتل عمد کی جنایت
کی اگرچہ قتل عمد کا قصاص ساقط ہو گیا ہو شبہہ سے یا باپ کے قتل کرنے سے اپنے فرزند کو عمداً چنانچہ مذکور ہو گیا و لا ما لزم بصلح او اعتراف و لا ما دون نصف
عشر الدیۃ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تعقل العواقل عمدا و لا عبدا و لا صلحا و لا اعترافا و لا ما دون ارش الموضحۃ بل الجانی اور عاقلہ نہین دیتے وہ مال جو لازم ہو قتل عمد
یا قتل خطا کی صلح سے یا قاتل کے اقرار سے اور نہ وہ مال جو دیت کے بیسوین حصہ سے کم ہے بدلیل قول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ عواقل دیت نہین دیتے
قتل عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اقرار کی اور نہ موضحہ کی دیت سے کمتر مال کی بلکہ قاتل اس دیت کو آپ ادا کرے ہم اس حدیث کو محمد بن حسن نے ابن عباس
پر موقوف نقل کیا ہے اور حدیث مرفوع تو غریب ہے لیکن موضحہ کی دیت حدیث مین نہین بلکہ ابراہیم نخعی سے منقول ہے کذا فی العینی الا ان یصدقوہ فی اقرارہ او تقوم
حجۃ و انما قبلت البینۃ ہنا مع الاقرار مع انہا لا تعتبر معہ لانہا تثبت ما لیس بثابت باقرار المدعی علیہ و ہو الوجوب علی العاقلۃ مگر یہ کہ عاقلہ قاتل کے اقرار کی تصدیق
کرین یا گواہی سے قتل ثابت ہو تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور یہان گواہی اقرار کے ساتھ اسواسطے مقبول ہوئی باوجودیکہ گواہی اقرار کے ساتھ معتبر نہین ہوتی
اسواسطے کہ گواہی اسکو ثابت کرتی ہے جو مدعا علیہ کے اقرار سے ثابت نہین یعنی واجب ہونا مال کا عاقلہ پر ولو تصادق القاتل و اولیاء المقتول علی ان قاضی بلد
کذا قضی بالدیۃ علی عاقلتہ بالبینۃ و کذبہما العاقلۃ فلا شیء علیہما ای علی العاقلۃ لان تصادقہما لیس بحجۃ علیہم و لا علیہ فی مالہ الا حصتہ لان تصادقہما
حجۃ فی حقہما زیلعی اور اگر قاتل اور مقتول کے وارثون نے باہم تصدیق کی اسپر کہ فلانے شہر کے قاضی نے دیت کا حکم کیا قاتل کی عاقلہ پر گواہی کے سبب سے اور عاقلہ نے
ان دونون کی تکذیب کی تو عاقلہ پر کچھ دینا واجب نہین ہے اسواسطے کہ قاتل اور اولیاء مقتول کے باہم تصدیق عاقلہ پر حجت نہین ہے اور نہ خود قاتل پر حجت ہے اسکے
مال مین مگر بقدر اسکے حصہ کے اسلیے کہ قاتل اور وارثون کا تصادق انہین دونون کے حق مین حجت ہے کذا فی الزیلعی ہم قاتل کے مال مین عاقلہ کا حصہ رسد اقرار اسکا حجت ہے
بشرطیکہ اسکے واسطے عطا مین ہو چنانچہ عالمگیری مین ہے کافی سے اور ظاہر اعطا تو اہل لشکر مین ہوتی ہے نہ قبائل مین کذا فی الطحطاوی و اعلم ان الخصم فی ذلک
ہو الجانی لان الحق علیہ و لو کان صبیا فالخصم ابوہ خانیہ قلت یوخذ من قولہ الخصم ہو الجانی لا العاقلۃ جواب حادثۃ الفتوی و ہی ان صبیا قتل صبیۃ فماتت
فادعی اولیاؤہا تحلیف العاقلۃ علی نفی فعل الصبی و الجواب انہ لا یحلف لان ذلک فرع صحۃ الدعوی و ہی غیر متوجہ علی العاقلۃ و بقی ہنا شیء و ہو ان العاقلۃ
لو اقروا بفعل الجانی ہل یصح اقرارہم بالنسبۃ الیہم حتی تقضی علیہم بالدیۃ ام لا فان قلت نعم ینبغی ان یجری الحلف فی حقہم لظہور فائدتہ قالہ المصنف۔
بحثا فلیحرر اور معلوم کر کہ اس مین یعنی دعوے قتل مین خصم یعنی مدعا علیہ قاتل ہے اسواسطے کہ حق اسیپر ثابت ہے اور اگر قاتل صغیر ہو تو مدعا علیہ اسکا
باپ ہے کذا فی الخانیہ مین کہتا ہون کہ اسکے اس قول سے کہ مدعا علیہ قاتل ہے نہ عاقلہ یا خود ہوتا ہے حادثہ فتوی کا جواب وہ استفتا یہ ہے کہ صغیر نے صغیرہ کی

انکو چھوڑی سو وہ مر گئی تو صغیرہ کے وارث نے چاہا قسم دینا عاقلہ کا صغیر کی نفی فعل پر اور جواب اسکا یہ ہی کہ قسم وارد ہو گی اسواسطے کہ لزوم قسم دعوی صحیح ہونے کی فرع ہی اور حالانکہ دعوی عاقلہ پر متوجہ نہیں ہی اور یہاں گفتگو کچھ باقی ہی کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو انکا اقرار بہ نسبت انکے صحیح ہو گا تا انکہ ان پر وجوب دیت کا حکم ہو یا اقرار انکا صحیح نہیں تو اگر یوں جواب دو کہ ہان تو لائق یوں ہی کہ قسم انکے حق میں جاری ہو اسکے فائدہ ظاہر ہونے کے سبب سے فائدے سے مراد لزوم دیت ہی ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی راہ سے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ہم تکلیف عاقلہ قول سابق کے مخالف ہی کہ عاقلہ خصم نہیں تو انپر قسم بھی نہیں اور اگر یوں جواب دیجیے کہ یہ غیر مدعا علیہ کا اقرار ہی تو اسپر قسم جاری نہو گی تو صریح ظاہر ہی کذا فی الطحطاوی

وان جنی حر علی نفس عبد خطاء فھی علی عاقلتہ یعنی اذا قتلہ لان العاقلۃ لا تحتمل اطراف العبد وقال الشافعی لا تحتمل النفس ایضا اور اگر آزاد نے جنایت کی غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اسکی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہی جنایت سے مراد یہ ہی کہ آزاد غلام کو قتل کرے اسواسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے متحمل نہیں اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل نفس کی دیت کے بھی متحمل نہیں ولا یدخل صبی و امرأۃ و مجنون فی العاقلۃ اذا لم یتناصروا یعنی لو القاتل غیرھم و الا فیدخلون علی الصحیح کما مر اور صغیر اور عورت اور دیوانہ عاقلہ میں داخل نہیں جبکہ وہ باہم مددگاری نہ کرتے ہوں یعنی اگر صغیر وغیرہ قاتل نہوں تو عاقلہ میں داخل نہیں اور اگر صغیر وغیرہ سے قتل ظاہر ہوا ہو تو عاقلہ میں داخل ہونگے بنا بر قول صحیح کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا ہم عدم تناصر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر انسے مددگاری کی درخواست ہوتی ہو تو عاقلہ میں داخل ہونگے وجوب دیت میں کذا فی الطحطاوی ولا یعقل کافر عن مسلم و لا بالعکس لعدم التناصر اور کافر دیت نہیں دیتا مسلمان کی طرف سے اور نہ مسلمان کافر کی طرف سے عدم تناصر کی وجہ سے والکفار یتعاقلون فیما بینھم وان اختلفت مللھم لان الکفر کلہ ملۃ واحدۃ یعنی ان تناصروا و الا ففی مالہ فی ثلث سنین کالمسلم کما بسطہ فی المجتبی اور کافر فیما بین خود با ایک دوسرے کے عاقلہ ہونگے اگرچہ انکے دین مختلف ہوں اسواسطے کہ کفر بالکل ایک ہی دین ہی یعنی بشرطیکہ ایک دوسرے کی مددگاری کرتے ہوں اور اگر تناصر انمیں رائج نہو تو فقط قاتل کے مال میں دیت مقتول کی واجب ہی تین سال کے اندر مسلمان کے مانند چنانچہ مجتبی میں اسکو مشرح بیان کیا ہم مجتبی میں ہی کہ دو تاجر مسلمان دار الحرب میں وارد ہیں سو ایک مسلمان نے دوسرے کو قتل کیا تو اسکی دیت قاتل کے مال میں واجب ہی کذا فی الطحطاوی واذا لم یکن للقاتل عاقلۃ کلقیط و حربی اسلم فالدیۃ فی بیت المال فی ظاہر الروایۃ و علیہ الفتوی درر و بزازیۃ و جعل الزیلعی روایۃ وجوبھا فی مالہ روایۃ شاذۃ اور جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ مددگار نہو چنانچہ لقیط کا یا وہ حربی جو مسلمان ہوا تو اسکے مقتول کی دیت بیت المال میں ہی ظاہر الروایۃ میں اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الدرر و البزازیہ اور زیلعی نے مال قاتل میں وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ قرار دیا ہی یعنی جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہو تو اسکے مال میں دیت واجب ہی اس روایت کو زیلعی نے غیر معتمد کہا ہی قلت وظاہر ما فی المجتبی عن خوارزم من ان تناصرھم قد انعدم و بیت المال قد انھدم یرجح وجوبھا فی مالہ فیؤدی فی کل سنۃ ثلثۃ دراہم او اربعۃ لما نقلہ فی المجتبی عن الناطقی قال وھذا احسن لا بد من حفظہ و اقرہ المصنف فلیحفظ فقد وقع فی کثیر من المواضع انھا فی ثلث سنین فافھم میں کہتا ہوں اور مجتبی کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی حکایت حال سے یہ ہی کہ وہاں کے لوگوں کی باہم مددگاری نیست و نابود ہو گئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہو گیا تو یہ حال ترجیح دیتا ہی واجب ہونے دیت کو قاتل کے مال میں تو قاتل ہر سال تین یا چار درم ادا کرتا رہے چنانچہ اسکو مجتبی میں ناطقی سے نقل کیا ہی صاحب مجتبی نے کہا اور یہ قول خوب ہی اسکا یاد رکھنا ضروری ہی اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے سو البتہ مجتبی یا غیر مجتبی کے اکثر مواضع میں واقع ہوا کہ بالکل دیت کا ادا کرنا تین سال میں ہی تو اسکو سمجھ لے کذا فی الطحطاوی وھذا اذا کان القاتل مسلما فلو ذمیا ففی مالہ اجماعا بزازیہ اور یہ یعنی جب عاقلہ نہو تو بیت المال سے دیت واجب ہی اسوقت ہی جبکہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہی تو اسی کے مال میں بالاتفاق دیت ہی کذا فی البزازیہ ومن لہ وارث معروف مطلقا ولو بعیدا او محرما برق او کفر لا یعقلہ بیت المال وھو الصحیح کما بسطہ فی الخانیۃ اور جس قاتل کا مشہور

وارث ہو کسی طرح کا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث غلام یا کافر ہونیکے سبب سے تو اُسکے مقتول کی دیت بیت المال نہ دیگا اور یہی قول
صحیح ہی چنانچہ اُسکو خانیہ میں شرح بیان کیا ہی **ولا عاقلۃ للعجم** وبہ جزم فی الدرر وقالہ المصنف لعدم تناصرہم عجمیون کا یعنی عرب کے سوا اور ملک کے رہنے
والون کا عاقلہ نہیں اسی پر یقین کیا ہی درر مین یہ کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین انکے عدم تناصر کے سبب سے وقیل لہم عواقل لانہم تناصرون کالا ساکفۃ
والسیاوین والصرافین والسراجین فاہل محلۃ القاتل وصنعتہ عاقلتہ وکذا کسبۃ طلبۃ العلم قلت وبہ افتی الحلوانی وغیرہ خانیہ اور بعضون نے کہا کہ عجمیون کیواسطے
بھی عاقلہ ثابت ہین اسواسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرتے ہین چنانچہ کفشگر اور صباد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اُسکے عاقلہ ہین
اور اسی طرح طالب علم باہمدگر عاقلہ ہین مین کہتا ہون اور اسی کا فتوی دیا ہی شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الخانیہ زاد فی المجتبی والحاصل ان التناصر اصل فی
ہذا الباب ومعنی التناصر انہ اذا حزبہ امر قاموا معہ فی کفایتہ وتمامہ فیہ مجتبی مین یہ زیادہ کہا ہی اور خلاصہ یہ ہی کہ اس باب یعنی اثبات عاقلہ مین تناصر اصل ہی
اور تناصر سے مراد یہ ہی کہ جب اُسکو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اُسکے ساتھ اٹھ کھڑے ہون اُسکی کاربرآری مین یعنی اُسکو بچالین اُسکی تکلیف تمام
دین اور اُسکا پورا بیان مجتبی مین ہی وفی تنویر البصائر معزیا للملتقطۃ وتحقیق ان التناصر فیہم بالحرف فہم عاقلتہ الخ فلیحفظ وافرہ القہستانی اور تنویر البصائر مین
ملتقطہ سے منقول ہی اور حق یہ ہی کہ عجمیون مین تناصر پیشون کی وجہ سے ہی تو اہل پیشہ وہی عاقلہ ہین انتہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے اور اسی قول کو
قہستانی نے ثابت رکھا ہی لکن حرر شیخنا الحانوتی ان التناصر منتف الآن لغلبۃ الحسد والبغض وتمنی کل واحد المکروہ لصاحبہ فتنبہ لیکن ہمارے اُستاد حانوتی نے
اُسکی تحریر اور تنقیح کی ہی کہ بالفعل تناصر موجود نہین حسد اور بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بدحالی کا آرزومند ہی تو آگاہ رہیو ہم یہ وہی
قول ہی جو زاہدی صاحب مجتبی نے عرف خوارزم کا بیان کیا ہی قلت وحیث لا قبیلۃ ولا تناصر فالدیۃ فی مالہ وبیت المال مین کہتا ہون اور جہان نہ قبیلہ اور نہ برادری
ہی اور نہ حمایت اور نہ مددگاری تو وہان دیت قاتل کے مال مین ہی یا بیت المال مین ہم وجوب دیت کا بیت المال مین ظاہر الروایۃ مفتی بہ ہی اور وجوب مال قاتل کے
مال مین روایت شاذ ہی چنانچہ مذکور ہو چکا مین کہتا ہون مدار تناصر پر ہی چنانچہ فقہا نے اُسکی تصریح کی ہی تو جس قوم مین تناصر اور حمایت کرنا رائج ہی تو وہ لوگ اُسکے
عاقلہ ہین اور اگر حمایت نہین کرتے تو عاقلہ نہین کذا فی الطحطاوی واللہ تعالی اعلم واستغفر اللہ العلیم

کتاب الوصایا

یہ کتاب ہی وصایا کے احکام مین وصایا جمع ہی وصیت کی وصیت شرعاً عبارت ہی تملیک بعد الموت سے چونکہ دنیا مین انسان کا آخر حال موت ہی تو اس کتاب کا آخر
کتاب مین لانا قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہی بمعنی مصدر اور موصی بہ کو یعنی جس چیز کی وصیت کیجاے اُسکو بھی وصیت کہتے ہین اور ایصا عبارت ہی غیر کو وصی
کرنے سے تاکہ غیر اُسکی غیبت مین کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ یہ باغ محمود کو دینا میرے موت کے بعد تو زید تو موصی ہی اور خالد وصی ہی اور
باغ موصی بہ ہی اور محمود موصی لہ لیعم الوصیۃ والایصاء یقال اوصی الی فلان ای جعلہ وصیا والاسم منہ الوصایۃ وسیجی فی باب مستقل واوصی لفلان بمعنی
ملکہ بطریق الوصیۃ وصایا عام اور شامل ہی وصیت اور ایصا کو بولتے ہین اوصے الی فلان یعنی اُسکو وصی کیا اور وصایۃ اسم ہی ایصا سے اور وصی کے
مسائل جدا باب مین آگے آوینگے اور بولتے ہین اوصی لفلان یعنی اُسکو مالک کیا بطریق وصیت کے ہم طحطاوی نے کہا لام اور الی کا تفرقہ کتب لغت سے
معلوم نہین ہوتا تو اگر یہ تفرقہ اصطلاحی ہی تو اصطلاح مین کچھ نزاع کا مقام نہین اور یہی معلوم ہوتا ہی صاحب درر کے کلام سے اور شراح اس بیان مین تابع ہی صاحب
درر کا **ہی تملیک مضاف الی ما بعد الموت** عینا کان او دینا تو اُسوقت مین یعنی بعد تفرقہ وصیت اور ایصا کے معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت تملیک ہی
مضاف بمابعد موت کے خواہ تملیک کی شی عین ہو یا دین قلت یعنی بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدین فانہ نافذ من کل المال کما سیجی مین کہتا ہون تملیک سے
تملیک بطریق احسان کے مراد ہی تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکل جاے اسواسطے کہ دین کا اقرار نافذ ہی تمام مال سے چنانچہ آگے آوے گا

اگر بچوڑی سوورہ مرگئی تو صغیر وغیرہ کے وارثوں نے چاہا قسم دینا اللہ کا صغیر کی نفی فعل پر اور جواب اسکا یہ ہے کہ قسم مدار دعوی کی ہے اسواسطے کہ لزوم قسم دعوی
صحیح ہونے کی فرع ہے اور حالانکہ دعوی عاقلہ پر متوجہ نہیں ہوا اور یہاں گفتگو کچھ باقی ہے کہ اگر عاقلہ نے قاتل کے فعل کا اقرار کیا تو انکا اقرار بہ نسبت
انکے صحیح ہوگا مانند انکے اوپر وجوب دیت کا حکم ہوا یا اقرار انکا صحیح نہیں تو اگر یوں جواب دو کہ ہاں تو لائق یوں ہے کہ قسم انکے حق میں جاری ہو اسکے فائدہ
ظاہر ہونے کے سبب سے فائدے سے مراد لزوم دیت ہے اور ایسا کہا ہے مصنف نے اپنی شرح میں بحث کی رو سے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے میں کہتا ہوں عاقلہ
قول سابق کے مخالف ہے کہ عاقلہ خصم نہیں تو انپر قسم بھی نہیں اور اگر یوں جواب دیجیے کہ یہ غیر مدعا علیہ کا اقرار ہے تو اسپر قسم جاری نہ ہوگی تو صریح ظاہر ہے کذا فی الطحطاوی
وان جنی حر علی نفس عبد خطاء فہی علی عاقلتہ یعنی اذا قتلہ لان العاقلۃ تتحمل اطراف العبد وقال الشافعی لا تتحمل نفس العبد اور اگر آزاد نے جنایت کی
غلام کی جان پر خطا کی راہ سے تو اسکی دیت آزاد کی عاقلہ پر ہے جنایت سے مراد یہ ہے کہ آزاد غلام کو قتل کرے اسواسطے کہ عاقلہ غلام کی اطراف کی دیت کے
متحمل نہیں اور امام شافعی نے کہا کہ عاقلہ قتل نفس کی دیت کے بھی متحمل نہیں ولا یدخل صبی وامرأۃ ومجنون فی العاقلۃ اذا لم یتناصروا ولنا انی لو کان القاتل غیرہم لم
الا فیدخلون علی الصحیح کما مر اور صغیر اور عورت اور دیوانہ عاقلہ میں داخل نہیں جبکہ وہ باہم مددگاری نہ کرتے ہوں یعنی اگر صغیر وغیرہ قاتل ہوں تو عاقلہ میں داخل نہیں
اور اگر صغیر وغیرہ سے قتل ظاہر ہوا ہو تو عاقلہ میں داخل ہونگے بنابر قول صحیح کے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور عدم تناصر کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر انسے مددگاری
کی درخواست ہوتی ہو تو عاقلہ میں داخل ہونگے وجوب دیت میں کذا فی الطحطاوی ولا یعقل کافر عن مسلم ولا بالعکس لعدم التناصر اور کافر دیت نہیں دیتا
مسلمان کی طرف سے اور نہ مسلمان کافر کی طرف سے عدم تناصر کی وجہ سے والکفار یتعاقلون فیما بینہم وان اختلفت مللہم لان الکفر کلہ ملۃ واحدۃ ان
تناصروا والا ففی مالہ فی ثلث سنین کالمسلم کما بسطہ فی المجتبی اور کافر فیما بین خود ایک دوسرے کے عاقلہ ہونگے اگرچہ انکے دین مختلف ہوں اسواسطے
کہ کفر بالکل ایک ہی دین ہے یعنی بشرطیکہ ایک دوسرے کی مددگاری کرتے ہوں اور اگر تناصر انمیں رائج نہو تو فقط قاتل کے مال میں دیت مقتول کی واجب
ہے تین سال کے اندر مسلمان کے مانند چنانچہ مجتبی میں اسکو شرح بیان کیا ہے مجتبی میں ہے کہ دو تاجر مسلمان دار الحرب میں وارد ہوئے ایک مسلمان نے
دوسرے کو قتل کیا تو اسکی دیت قاتل کے مال میں واجب ہے کذا فی الطحطاوی ولو لم یکن للقاتل عاقلۃ کلقیط وحربی اسلم فالدیۃ فی بیت المال فی ظاہر
الروایۃ وعلیہ الفتوی درر وبزازیۃ وجعل الزیلعی روایۃ وجوبہا فی مالہ روایۃ شاذۃ اور جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ مددگار نہو چنانچہ لقیط کا یا وہ حربی جو مسلمان ہوا تو اسکے
مقتول کی دیت بیت المال میں ہے ظاہر الروایۃ میں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی الدرر والبزازیۃ اور زیلعی نے مال قاتل میں وجوب دیت کی روایت کو روایت شاذ
قرار دیا ہے یعنی جبکہ قاتل کا کوئی عاقلہ نہو تو اسکے مال میں دیت واجب ہے اس روایت کو زیلعی نے غیر معتمد کہا ہے قلت وظاہر ما فی المجتبی عن خوارزم انہ
ان تناصرہم قد انہدم وبیت المال قد انہدم یرجح وجوبہا فی مالہ فیؤدی فی کل سنۃ ثلثۃ دراہم او اربعۃ کما نقلہ فی المجتبی عن الناطفی قال وہذا احسن ما یعمل
من حفظہ وافردہ المصنف بتصنیف فقد وقع فی کثیر من المواضع انہا فی ثلث سنین فافہم میں کہتا ہوں اور مجتبی کا ظاہر کلام ملک خوارزم کی بابت
حال سے ہے کہ وہاں کے لوگوں کی باہم مددگاری نیست و نابود ہو گئی اور بیت المال منہدم اور بے نشان ہو گیا تو یہ حال ترجیح دیتا ہے واجب ہونے
دیت کو قاتل کے مال میں تو قاتل ہر سال تین یا چار درم ادا کرتا رہے چنانچہ اسکو مجتبی میں ناطفی سے نقل کیا ہے صاحب مجتبی نے کہا اور یہ قول خوب
ہے اسکا یاد رکھنا ضرور ہے اور مصنف نے اپنی شرح میں اسکو ثابت رکھا ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے سوا البتہ مجتبی یا غیر مجتبی کے اکثر مواضع میں واقع ہوا
کہ بالکل دیت کا ادا کرنا تین سال میں ہے تو اسکو سمجھ لے کذا فی الطحطاوی وہذا اذا کان القاتل مسلما فلو ذمیا ففی مالہ اجماعا بزازیۃ اور یہ حکم
جب عاقلہ نہو تو بیت المال سے دیت واجب ہے اس صورت میں ہے جبکہ قاتل مسلمان ہو سو اگر قاتل ذمی ہو تو اسی کے مال میں بالاتفاق دیت ہے کذا فی البزازیۃ
ومن لہ وارث معروف مسلما او لو بعیدا او محروما برق او کفر لا یعقلہ بیت المال وہو الصحیح کما بسطہ فی الخانیۃ اور جس قاتل کا مشہور

وارث ہو کسی طرح کا وارث ہو اگرچہ وارث بعید ہو یا محروم المیراث غلام یا کافر ہونیکے سبب سے تو اُسکے مقتول کی دیت بیت المال نہ دیگا اور یہی قول صحیح ہے چنانچہ اُسکو خانیہ مین شرح بیان کیا ہے **ولا عاقلۃ للعجم** وبہ جزم فی الدرر قالہ المصنف لعدم تناصرہم عجمیون کا یعنی عرب کے سوا اور ملک کے رہنے والون کا عاقلہ نہین اسی پر یقین کیا ہے درر مین یہ کہا ہے مصنف نے اپنی شرح مین اُنکے عدم تناصر کے سبب سے وقیل لہم عواقل لانہم یتناصرون کالاساکفۃ والصیادین والصرافین والسراجین فاہل محلۃ القاتل وصنعتہ عاقلتہ وکذلک طلبۃ العلم قلت وبہ افتی الحلوانی وغیرہ خانیۃ اور بعضون نے کہا کہ عجمیون کیواسطے بھی عاقلہ ثابت ہین اسواسطے کہ وہ باہم حمایت اور مددگاری کرتے ہین چنانچہ کفشگر اور صیاد اور صراف اور زین گر لوگ تو قاتل کے اہل محلہ اور اہل پیشہ اُسکے عاقلہ ہین اور اسی طرح طالب علم باہم عاقلہ ہین مین کہتا ہون اور اسی کا فتوی دیا ہے شمس الائمہ حلوانی وغیرہ نے کذا فی الخانیۃ زاد فی المجتبی والحاصل ان التناصر اصل فی ہذا الباب ومعنی التناصر انہ اذا حزبہ امر قاموا معہ فی کفایتہ وتمامہ فیہ مجتبی مین یہ زیادہ کہا ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس باب یعنی اثبات عاقلہ مین تناصر اصل ہے اور تناصر سے مراد یہ ہے کہ جب اُسکو کوئی سختی اور مصیبت پیش آوے تو لوگ اُسکے ساتھ اُٹھ کھڑے ہون اُسکی کاربرآری مین یعنی اُسکو بچالین اُسکی تکلیف ٹال دین اور اُسکا پورا بیان مجتبی مین ہے وفی تنویر البصائر معزیا للحافظیۃ والحق ان التناصر فیہم بالحرف فہم عاقلتہ الخ فلیحفظ واقرہ القہستانی اور تنویر البصائر مین حافظیہ سے منقول ہے اور حق یہ ہے کہ عجمیون مین تناصر پیشون کی وجہ سے ہے تو اہل پیشہ وہی عاقلہ ہین الخ اسکے انتہی تو اُسکو یاد رکھنا چاہیے اور اسی قول کو قہستانی نے ثابت رکھا ہے لکن حرر شیخنا الحانوتی ان التناصر منتف الآن لغلبۃ الحسد والبغض وتمنی کل واحد المکروہ لصاحبہ فتنبہ لیکن ہمارے اُستاد حانوتی نے اُسکی تحریر اور تنقیح کی ہے کہ بالفعل تناصر موجود نہین حسد اور بغض کے غلبہ کے سبب سے اور ہر شخص اپنے ہم پیشہ کی بدحالی کا آرزومند ہے تو آگاہ رہیو یہ وہی قول ہے جو زاہدی صاحب مجتبی نے عرف خوارزم کا بیان کیا ہے قلت وحیث لا قبیلۃ ولا تناصر فالدیۃ فی مالہ وبیت المال مین کہتا ہون اور جہان نہ قبیلہ اور نہ برادری ہے اور نہ حمایت اور نہ مددگاری تو وہان دیت قاتل کے مال مین ہے یا بیت المال مین ہے م وجوب دیت کا بیت المال مین ظاہر الروایۃ مفتی بہ ہے اور وجوب مال قاتل کے مال مین روایت شاذہ ہے چنانچہ مذکور ہوچکا مین کہتا ہون مدار تناصر پر ہے چنانچہ فقہاء نے اُسکی تصریح کی ہے تو جس قوم مین تناصر اور حمایت کرنا رائج ہے تو وہ لوگ اُسکے عاقلہ ہین اور اگر حمایت نہین کرتے تو عاقلہ نہین کذا فی الطحطاوی والحمد للہ تعالی اعلم واستغفرہ وسلم تسلیما

کتاب الوصایا

یہ کتاب ہے وصایا کے احکام مین وصایا جمع ہے وصیت کی وصیت شرعاً عبارت ہے تملیک بعد الموت سے چونکہ دنیا مین انسان کا آخر حال موت ہے تو اس کتاب کا آخر کتاب مین لانا قبل از میراث مناسب ہوا وصیت اسم ہے بمعنی مصدر اور موصی بہ کو یعنی جس چیز کی وصیت کیجاے اُسکو بھی وصیت کہتے ہین اور ایصا عبارت ہے غیر کو وصی کرنے سے تاکہ غیر اُسکی غیبت مین کام کرے خواہ موصی زندہ ہو یا مردہ مثلاً زید نے خالد سے کہا کہ یہ باغ محمود کو دینا میری موت کے بعد تو زید تو موصی ہے اور خالد وصی ہے اور باغ موصی بہ ہے اور محمود موصی لہ یعم الوصیۃ والایصاء یقال اوصی الی فلان ای جعلہ وصیا والاسم منہ الوصایۃ وسیجیئ فی باب مستقل واوصی لفلان بمعنی ملکہ بطریق الوصیۃ وصایا عام اور شامل ہے وصیت اور ایصا کو بولتے ہین اوصی الی فلان یعنی اُسکو وصی کیا اور وصایۃ اسم ہے ایصا سے اور وصی کے مسائل جدا باب مین آگے آوینگے اور بولتے ہین اوصی لفلان یعنی اُسکو مالک کیا بطریق وصیت کے ہم طحطاوی نے کہا لام اور الی کا تفرقہ کتب لغت سے معلوم نہین ہوتا تو اگر یہ تفرقہ اصطلاحی ہے تو اصطلاح مین کچھ نزاع کا مقام نہین اور یہی معلوم ہوتا ہے صاحب درر کے کلام سے اور شارح اس بیان مین تابع ہے صاحب درر کا فہی **تملیک مضاف** الی ما بعد الموت عینا کان او دینا تو اُس وقت مین یعنی بعد تفرقہ وصیت اور ایصا کے معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت تملیک ہے مضاف بما بعد موت کے خواہ تملیک کی شی عین ہو یا دین قلت یعنی بطریق التبرع لیخرج نحو الاقرار بالدین فانہ نافذ من کل المال کما سیجیئ مین کہتا ہون تملیک سے تملیک بطریق احسان کے مراد ہے تاکہ مانند اقرار کرنے دین کے وصیت سے نکل جاے اسواسطے کہ دین کا اقرار نافذ ہے تمام مال سے چنانچہ آگے آویگا

یعنی بخلاف وصیت کے کہ وہ ثلث مال سے نافذ ہوتی ہے ثم بعضوں نے کہا اقرار دین عبارت ہے اظہار ما فی الذمہ سے نہ تملیک بعد الموت سے تو وہ تو حقیقۃً تملیک کے تعریف سے خارج
ہے ارادۂ احسان کی کچھ حاجت نہیں ولا ینافیہ وجوبہا لحقہ تعالیٰ فتامل اور تبرع کے مخالف نہیں وصیت کا واجب ہونا حق تعالیٰ کے حق کے سبب سے سو اسکو تامل کرو جو
ہے سوال مقدر کا تقریر سوال یہ ہے کہ جب وصیت کی یہ تعریف ہوئی کہ وہ تملیک ہے بطریق تبرع اور احسان کے اور حالانکہ زکوۃ اور کفارات وغیرہ حقوق ربانی میں وصیت واجب
ہے پھر جب واجب ہوئی تو تبرع کہاں اسواسطے کہ تبرع عبارت ہے عدم وجوب سے شارح نے جواب دیا کہ یہ وجوب منافی تبرع کے نہیں ہے اور یہ لفظ تامل کا اسی وقت جواب کی
طرف اشارہ کیا یعنی وجوب حق اللہ جب موت سے ساقط ہو گیا تو تبرع کے مشابہ ہو گیا اور دیون عباد کے مانند ہوا کذا فی الحلبی ہی علی ما فی المجتبی اربعۃ اقسام واجبۃ بالزکوۃ
والکفارات وفدیۃ الصیام والصلوۃ التی فرط فیہا ومباحۃ لغنی ومکروہۃ لاہل الفسق والا مستحبۃ اور بنا اس کلام کی جو مجتبی میں ہے کہ وصیت چار قسم ہے واجب ہے وصیت
واسطے زکوۃ اور کفارات اور فدیہ صیام اور صلوۃ کے جنکے ادا کرنے میں مسلمان نے قصور کیا اور وصیت مباح ہے مالدار کے واسطے اور مکروہ ہے فاسق فاجر کے
واسطے اور انکے سوا وصیت مستحب ہے ثم وجوب زکوۃ وغیرہ کی وصیت زیلعی میں مذکور ہے تو اسکو زیلعی کی طرف نسبت کرنا مناسب تھا اور مجتبی میں اسکو مستحب
میں شمار کیا ہے عبارت مجتبی کا ترجمہ یہ ہے کہ وصیت چار قسم ہے واجب ہے چنانچہ رد ودائع اور دیون مجہولہ کی وصیت اور مستحب ہے چنانچہ کفارات اور فدیہ
صلوۃ اور صیام اور اسکے مانند کی وصیت اور مباح ہے جیسے اغنیاء اجانب اور اقارب کے واسطے وصیت اور مکروہ ہے جیسے اہل فسوق اور معاصی کو واسطے
وصیت کرنا انتہی کذا فی الطحطاوی ولا تجب للوالدین والاقربین لان آیۃ البقرۃ منسوخۃ بآیۃ النساء اور وصیت کرنا والدین اور اقربا کے واسطے واجب نہیں
اسواسطے کہ سورۂ بقر کی آیت سورۂ نساء کی آیت سے منسوخ ہے ثم سورۂ بقر کی یہ آیت ہے کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین
یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ مفروض ہوا تمپر جب حاضر ہو تم میں سے کسی شخص کو موت اگر کچھ مال چھوڑے وصیت کرنا ماں باپ اور قرابت والوں کے واسطے اور
سورۂ نساء کی آیت سے آیۃ المواریث مراد ہے جو ناسخ ہے سورۂ بقر کی آیت مذکور کو یہی مذہب ہے ابن عمر اور عکرمہ اور مجاہد اور مالک اور شافعیؒ اور اکثر اہل تفسیر کا اور
ہمارے اکثر اصحاب نے کہا ہے کہ سورۂ بقر کی آیت منسوخ ہے اس حدیث سے جو چند صحابہ کبار سے مروی ہے از انجملہ ابو امامہ باہلی کی حدیث ہے جو ابوداؤد اور ترمذی اور
ابن ماجہ میں مروی ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب فقال ان اللہ تعالیٰ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا پھر
فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ہر حقدار کا حق عطا کیا تو اب وصیت نہیں وارث کیواسطے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے اور اس حدیث مشہور کو اکثر علما نے قبول کیا اور ایسی حدیث
مشہور سے نسخ کتاب جائز ہے ہمارے نزدیک اور یہ حجت ہے امام شافعیؒ پر کہ وہ نسخ کتاب کی حدیث سے معتقد نہیں کذا فی العینی شرح الہدایہ وسببہا ما ہو سبب التبرعات
وصیت کا سبب وہ ہے جو تبرعات یعنی عبادات غیر واجبہ کا سبب ہے ثم حموی نے کہا وصیت کا وہ سبب ہے جو وصیت کے محاسن میں مذکور ہے یعنی جو اعمال فوت ہو گئے ہیں
انکا تدارک کرنا مال کو صرف کر کے اس حالت میں کہ مال کی کچھ حاجت نرہے تاکہ انجام میں کام آوے مجتبی میں ہے کہ اہم وظائف و منیہ معارف یقینیہ کے بعد تلافی تقصیر
اور اصلاح فساد کی معرفت ہے اور مظالم اور حقوق عباد کا تدارک کرنا اور اعمال کا زیادہ کرنا انقراض آمال کے وقت ہے اسواسطے کہ ہر مخلوق زندہ کے واسطے موت ضروری
ہے اور وہ امر وصیت ہے جسکو قرآن مجید میں تاکید فرمایا ہے آیۃ المواریث میں اسطرح کہ من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
حق تعالیٰ نے تمہارے تہائی مال تمپر تصدق کیا تمہاری آخر عمر میں تمہارے اعمال زیادہ ہونے کے واسطے اور فرمایا کہ اس مرد کو حلال نہیں جو خدا کا اور پچھلے دن
کا ایمان رکھتا ہو اور وہ مالدار ہو اور وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یہ کہ سو رہے مگر اسکی وصیت اسکے سر کے پاس ہو انتہی حموی نے قاضی خان سے
فرع نفیس یاد رکھنے کے لائق نقل کی وہ یہ ہے کہ جب آدمی نے وصیت کا ارادہ کیا اور اسکی اولاد صغار ہے شیخین نے کہا کہ مال کا چھوڑ جانا اپنی اولاد کے
واسطے افضل ہے اور اگر اولاد کبار ہے اور مال تھوڑا ہے امام رحمہ نے کہا کہ اسکو وصیت کرنا لائق نہیں اور اگر مال زیادہ ہے اور وارث غنی ہیں تو امور واجبہ
وصیت کی ابتدا کرے اور اگر اسپر کچھ واجب نہیں رہا تو اہل قرابت کے واسطے وصیت کرے اور اگر اقربا اغنیا ہیں تو ہمسایوں کے واسطے وصیت کرے

كذا في الطحطاوي وشرائطها كون الموصي اهلا للتمليك فلم تجز من صغير ومجنون ومكاتب الا اذا اضاف لعتقه كما سيجيء اور وصیت کی شرطوں میں سے
ہونا ہے موصی کا لائق مالک کر دینے کے تو وصیت جائز نہیں ہے صغیر اور مجنون اور مکاتب سے مگر جبکہ مکاتب وصیت کو اپنے آزاد ہو جانے کی طرف نسبت کرے تو
جائز ہے چنانچہ آگے آویگا وعدم استغراقه بالدين لتقدمه على الوصية كما سيجيء اور عدم استغراق مال کا دین کے ساتھ شرط ہے بسبب مقدم ہونے دین کے وصیت پر
چنانچہ آگے آویگا وكون الموصى له حيا وقتها تحقيقا او تقديرا ليشمل الحمل الموصى له فافهمه فان به يسقط ايراد الشرنبلالية اور موصی لہ جسکے لیے وصیت کی گئی اسکا زندہ
ہونا وصیت کے وقت شرط ہے خواہ وہ تحقیقا زندہ ہو یا تقدیرا تاکہ حمل موصی لہ کو حیات تقدیری شامل رہے سو اسکو سمجھ لے کہ اس تعمیم سے شرنبلالیہ کا اعتراض ساقط
ہوتا ہے ہم صاحب درر نے کہا کہ موصی لہ کی حیات وصیت کے وقت شرط ہے اسواسطے کہ اگر وہ میت ہے تو وصیت باطل ہے شرنبلالی نے اسپر اعتراض کیا کہ حمل کیواسطے وصیت
کرنا صحیح ہے وہاں حیات کہاں ہے شارح نے اسکا جواب دیا حیات تقدیری کا لفظ زیادہ کر کے وكونه غير وارث وقت الموت اور موصی لہ کا موت کے وقت وارث نہونا شرط کر
ہم یعنی موصی لہ موصی کا وارث نہو موصی کے موت کے وقت اور اگر وصیت کے وقت وارث ہو اور موت کے وقت وارث نہو تو وصیت صحیح ہے زیلعی میں ہے کہ اگر ایک شخص نے اپنے
بھائی کیواسطے وصیت کی اور حالانکہ وہ وارث ہے پھر موصی کا بیٹا پیدا ہوا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہے یعنی اسواسطے کہ بیٹا پیدا ہونے سے بھائی موصی کا وارث نرہا
وقت اور اگر موصی کا بیٹا ہے اور اسنے اپنے بھائی کیواسطے وصیت کی پھر بیٹا مر گیا قبل از موت موصی کے تو وصیت باطل ہے کیونکہ موصی لہ وارث ہے موت کے وقت اگرچہ وصیت کے
وقت وارث نہتھا ولا قاتلا اور موصی لہ کا قاتل نہونا موصی کا شرط ہے وصیت کی خواہ اسنے وصیت قبل از قتل کی ہو پھر اسنے قتل کیا ہو یا بعد زخمی ہونے کے وصیت کی ہو
ہر صورت وصیت باطل ہے كذا في الزيلعي وهل يشترط كونه معلوما قلت نعم كما ذكره ابن سلطان وغيره في الباب الآتي اور کیا شرط ہے ہونا موصی لہ کا معلوم یا نہیں میں کہتا ہوں ہاں
اسکا معلوم ہونا شرط ہے چنانچہ ابن سلطان وغیرہ نے اسکو ذکر کیا ہے باب آئندہ میں ہم موصی لہ کا علم بالوصف کافی ہے چنانچہ فقرا اور مساکین كذا في الطحطاوي وكون الموصى
قابلا للتمليك بعد موت الموصي بعقد من العقود مالا او نفعا موجودا للحال او معدوما اور شرط ہے وصیت کی ہونا موصی بہ کا یعنی جس چیز کی وصیت ہے وہ
بعد موت موصی کے قابل ہو تملیک کے واسطے کسی عقد کے عقود سے خواہ وہ مال ہو یا منفعت بالفعل موجود ہووے یا معدوم ہم معدوم ہو یعنی علی خطر الوجود ہو جیسے باغ
کے پھلوں کی وصیت کرنا فلانے شخص کے واسطے جبتک کہ وہ زندہ رہے یا ثلث مال کی وصیت کی اور حالانکہ موصی کا کچھ مال نہیں پھر اسنے مال پیدا کیا تو موصی لہ ثلث
اس کا مستحق ہوگا اسکی موت کے وقت اگر ثلث کی وصیت ہو كذا في الطحطاوي مختصرا وان يكون بمقدار الثلث اور یہ شرط ہے کہ موصی بہ بمقدار ثلث مال کے ہو ہم طحطاوی نے
کہا یہ لزوم وصیت کی شرط ہے وركنها قوله اوصيت بكذا لفلان وما يجري مجراه من الالفاظ المستعملة فيها اور وصیت کا رکن موصی کا یہ قول ہے کہ میں نے
وصیت کی اس چیز کی فلانے شخص کے واسطے اور جو اسکے قائم مقام ہو ان الفاظ سے جو وصیت میں مستعمل ہوتے ہیں ہم چنانچہ یوں کہنا کہ میں نے اپنا تہائی مال اپنی موت کے
بعد فلانے شخص کے لیے ٹھہرایا وفي البدائع ركنها الايجاب والقبول وقال زفر الايجاب فقط اور بدائع میں ہے کہ وصیت کا رکن ایجاب اور قبول ہے اور زفر نے کہا کہ فقط ایجاب
رکن ہے ہم غایۃ البیان میں ہے ہمارے نزدیک وہ قبول شرط ہے وصیت کی جو موت کے بعد ہو تو جو قبول یا رد کہ موصی کی زندگی میں ہو وہ باطل ہے اسواسطے کہ وصیت تملیک
متعلق بموت ہے تو موت سے پہلے قبول اور رد شمار کے لائق نہیں اسواسطے کہ قبول نہیں ہوتا ایجاب سے پہلے انتہی ملخصا قلت المراد بالقبول ما يعم الصريح والدلالة بان
يموت الموصى له بعد موت الموصي بلا قبول كما سيجيء میں کہتا ہوں اور قبول سے وہ مراد ہے جو شامل ہو صریح اور دلالت کو اسطرح کہ موصی لہ مر جاوے موصی کی موت کے بعد
بدون قبول کرنے کے چنانچہ آگے آویگا ہم موصی لہ کا مرنا موصی کے بعد یہی قبول ہے تو وصیت کی چیز کا وارث ہوگا موصی لہ کا وارث اور قبول بالفعل قبول بالقول کے
برابر ہے چنانچہ موصی کی وصیت کو جاری کرنا اور اسکے وارثوں کے واسطے خریدنا یا اسکا دین ادا کرنا كذا في العالمگيرية عن محيط السرخسي وحكمها كون الموصى به ملكا
جديدا للموصى له كما في الهبة فيلزمه استبراء الجارية الموصى بها اور حکم یعنی اثر مترتب وصیت کا ہونا موصی بہ کا ملک جدید موصی لہ کی چنانچہ ہبہ میں
ملک جدید حاصل ہوتی ہے موہوب لہ کی تو موصی لہ کو وصیت کی جاریہ کا استبرا لازم ہوگا وتجوز بالثلث للاجنبي عند عدم المانع وان لم يجز الوارث

ذالک اور تہائی مال کی وصیت جائز ہے اجنبی شخص کے واسطے درصورت عدم مانع کے اگرچہ موصی کے وارث اُسکو جائز نرکھین ہم مانع وصیت جیسا کہ قرض مستغرق بدین ہونا وارثوں کی اجازت کی حاجت نہین حدیث مذکور کی دلیل سے یعنی حق تعالی نے تمہارا تہائی مال تم پر تصدق کیا تمہاری آخر عمر مین تاکہ تمہارے اعمال زیادہ ہوں لا الزیادۃ علیہ الا ان تجیز ورثتہ بعد موتہ ولا تعتبر اجازتھم حال حیوتہ اصلا بل بعد وفاتہ وہم کبار نہین جائز ہے تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا مگر اس صورت مین جائز ہے جبکہ موصی کے وارث بالغ اسکی موت کے بعد اجازت دین اور وارثوں کی اجازت موصی کی زندگی مین اصلا معتبر نہین بلکہ اُسکی وفات کے بعد معتبر ہے ہم حیات موصی مین وارثوں کی اجازت اسواسطے معتبر نہوئی کہ ہنوز انکا حق ثابت نہین اسواسطے کہ میراث کا حق مورث کی موت سے ثابت ہوتا ہے اور اگر وارث صغیر ہے تو وارث کبیر کی اجازت وارث صغیر کے حق مین نافذ نہوگی اور نہ اُسکے ولی کی تہائی مال سے زیادہ وصیت کرنا جائز نہین سعد بن وقاص کی حدیث سے جو صحاح ستہ مین مروی ہے سعد نے کہا مین نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا مال بہت ہے اور میری بیٹی فقط وارث ہے تو مین اپنے تمام مال کی وصیت کرتا ہوں تو فرمایا کہ نہین پھر مین نے کہا کہ دو تہائی مال کی وصیت کرتا ہون فرمایا نہین کہا تو نصف مال کی وصیت کرون فرمایا نہین کہا تہائی مال کی وصیت کرون فرمایا تہائی مال کی وصیت کر اور تہائی بہت ہے یعنی وصیت کے واسطے یعنی یعتبر کونہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ علی عکس اقرار المریض للوارث یعنی وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کے وقت معتبر ہے نہ وصیت کے وقت برعکس اقرار کرنے مریض کے وارث کے واسطے مریض کے اقرار مین وارث ہونا یا غیر وارث ہونا اقرار کے وقت معتبر ہے اسواسطے کہ اقرار تصرف ہے فی الحال کا بخلاف وصیت کے تو اگر مریض نے اقرار کیا ایک شخص کے واسطے اور حالانکہ وہ اُسکا وارث نہین تو اقرار جائز ہے اگرچہ وہ شخص بعد اُسکے اُسکا وارث ہو جاوے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ وارث ہو جاوے سبب کی جہت سے بعد اقرار کے جیسا کہ عورت اجنبی کے واسطے اقرار کیا پھر اُس سے نکاح کیا اور اگر وارث ہو قدیم سبب کی جہت سے تو اقرار صحیح نہوگا جیسا کہ اپنے بھائی کے واسطے اقرار کیا جو محجوب تھا مقر کے فرزند کے سبب سے پھر بعد اسکے فرزند مر گیا کذا فی الطحطاوی وندبت باقل منہ ولو عند غنی ورثتہ او استغنائہم بحصصہم اور مستحب ہے کمتر از ثلث سے وصیت کرنا اگرچہ وصیت کمتر از ثلث کی وارثون کی تونگری کے ساتھ ہو یا میراث کے حصون کے سبب سے اُنکو استغنا حاصل ہوا ہو کتر کہا ان لم یکن غنیا او استغناء لانہ حینئذ صلۃ وصدقۃ جیسے وصیت کا ترک کرنا مستحب ہے بدون تونگری یا استغنا ورثہ کے یعنی جبکہ وارث نہ خود مالدار ہون نہ میراث کے حصون سے اُنکو استغنا حاصل ہو تو اس صورت مین ترک وصیت مطلقا مستحب ہے اسواسطے کہ ترک وصیت اسوقت مین صلہ رحمی بھی ہے اور صدقہ بھی ہے ہم یعنی جب وارث محتاج ہین اور مورث مال چھوڑ گیا تو اُسکو صلہ رحمی کا بھی ثواب ملیگا اور خیرات کا بھی اور وصیت مین اجنبی پر فقط خیرات کرنے کا ثواب ہے حالانکہ قرابت دار پر خیرات کرنا افضل ہے اجنبی کی خیرات سے جیسا کہ مسند احمد مین ابو ایوب انصاری سے حدیث مرفوع مروی ہے کہ افضل الصدقۃ علی ذی الرحم الکاشح کذا فی العینی یعنی بہتر صدقہ اُس قرابت دار پر ہے جو عداوت مخفی رکھتا ہے نہراہ مین طحطاوی مین قہستانی عن الظہیریہ سے منقول ہے کہ مقدار استغنا امام کے نزدیک یہ ہے کہ ہر وارث چار ہزار درم کا وارث ہو اور فضلی سے روایت ہے کہ ہر وارث دس ہزار درم کی میراث پاوے وتوخر عن الدین لتقدم حق العبد اور وصیت متاخر ہے دین سے یعنی ادائے دین کے بعد وصیت کا رتبہ ہے بسبب مقدم ہونے حق العبد کے ہم حق العبد حق الشرع پر مقدم ہے اگرچہ حق شرع واجب ہو اسواسطے کہ شرع کا حق نماز اور زکوۃ وغیرہ کا ساقط ہو جاتا ہے موت سے جیسا کہ اپنے محل مین مذکور ہے تو وصیت شرع کے مانند ہوئی کذا فی المنح وصحت بالکل عند عدم ورثتہ ولو حکما کمستامن لعدم المزاحم اور وصیت صحیح ہے تمام مال کی عدم ورثہ کی حالت مین اگرچہ موصی کا حکما وارث ہو مانند مستامن کے عدم مزاحم کے سبب سے ہم یعنی جب کہ مستامن نے اپنے تمام مال کی وصیت کی تو وصیت صحیح ہے اگرچہ اسکے دار الحرب مین وارث ہون کذا ذکرہ ابو السعود در رمین ہے تعلق حق وارث مانع تھا صحت وصیت کا پھر جبکہ وارث منتفی ہوا تو وصیت صحیح ہو گئی والمملوکہ ثلث مالہ اتفاقا فکون وصیتہ بالعتق فان خرج من الثلث

فیہا والا سعی فی بقیۃ قیمتہ وان فضل من الثلث شئ فہو لہ اور اپنے غلام کے واسطے تہائی مال کی وصیت صحیح ہے بالاتفاق اور یہ اُسکی آزادی کی وصیت
ہوگی تو اگر غلام نکل آیا تہائی مال سے تو وہ آزاد ورنہ اپنی باقی قیمت کے ادا میں کوشش کرے اور اگر تہائی مال قیمت سے زیادہ ٹھہرا تو وہ اس غلام کا
ہوگا اگر موصی کا مال درہم اور دینار ہے تو اگر تمام مال ۳۰۰ درہم ہیں اور غلام کی قیمت سو درہم ہے تو غلام آزاد ہوگیا اور اگر اُسکی قیمت ۱۲۰ درہم ہے تو ۲۰ درہم کی کمائی
کرکے ادا کرے تب آزاد ہوگا اور اگر اُسکی قیمت ۸۰ درہم ہے تو ۲۰ درہم غلام پا دیگا اور اگر موصی کا مال نقد نہیں اسباب ہے تو اسکی تفصیل فتاوے عالمگیری میں
مذکور ہے وبدراہم او دنانیر مرسلۃ لا تصح فی الاصح کما لا تصح بعین من اعیان مالہ اور اگر اپنے غلام کے واسطے دنانیر یا دراہم غیر متعینہ کی وصیت کی تو صحیح
نہیں جیسے وصیت صحیح نہیں موصی کے اجناس مال سے ایک جنس کی ہم درمین خلاصہ سے منقول ہے کہ اگر غلام کے واسطے اپنے مال سے کسی جنس کی وصیت
کی تو صحیح نہیں اور اگر ثلث مال کی مطلقاً وصیت کی تو صحیح ہے اور یہ عتق کی وصیت ٹھہر جائیگی اور اگر دس درہم یا دس دینار غیر معین کی وصیت کی تو امام سرخسی
نے کہا کہ اصح یہ ہے کہ صحیح نہیں جیسے جنس کی وصیت صحیح نہیں انتہی طحطاوی نے کہا دینار اور درہم میں عدم تعیین کی قید اسواسطے لگائی کہ اسکی صحت
[illegible] بھی اور تعیین کی صورت میں تو جنس کے مانند وصیت صحیح نہیں وصحت للمکاتب نفسہ او لمدبرہ او لام ولدہ استحساناً لا لمکاتب وارثہ
اور وصیت صحیح ہے اپنے ذاتی مکاتب کے واسطے اور اپنے مدبر اور اپنے ام ولد کے واسطے بطریق استحسان کے نہ اپنے وارث کے مکاتب کے واسطے وصیت
وللحمل وبہ کقولہ اوصیت بحمل جاریتی او دابتی ہذہ لفلان اور وصیت صحیح ہے حمل کے واسطے اور حمل کی وصیت غیر کے واسطے درست ہے چنانچہ مالک کا یوں کہنا
کہ میں نے وصیت کی اپنی اس لونڈی کے حمل کی یا اپنے اس جانور کے حمل کی فلانے شخص کے واسطے ہم اور حمل کے واسطے اسطرح وصیت ہے کہ مالک کہے کہ
میں نے فلانی لونڈی کے حمل کیواسطے اسقدر درہموں کی وصیت کی کذا فی الدرر ثم انما تصح ان ولد الحمل لاقل من ستۃ اشہر لو زوج الحامل حیا ولو میتا ذی عدۃ
حین الوصیۃ فلاقل من سنتین بدلیل ثبوت نسبہ اختیار وجوہرہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وصیت مذکورہ اسی وقت صحیح ہوگی جبکہ بچہ پیدا ہوا ہو چھ مہینے کی مدت
سے کمتر میں اگر حاملہ کا زوج زندہ ہو اور اگر شوہر اسکا مردہ ہو اور حالانکہ حاملہ عدت میں ہو وصیت کے وقت تو دو سال سے کمتر مدت موت یا طلاق سے کذا فی
الاختیار والجوہرۃ ولا فرق بین الآدمی وغیرہ من الحیوانات اور کچھ فرق نہیں آدمی وغیرہ میں حیوانات اقل یا ادنی شرط ہے بدلیل ثابت ہونے اسکے نسب کے
سے یعنی حمل موصی لہ اور موصی بہ میں آدمی اور غیر آدمی برابر ہیں فلو اوصی لما فی بطن دابۃ فلان لینفق علیہ صح تو اگر وصیت کی اس بچہ کے واسطے جو فلانے کے جانور
کے پیٹ میں ہے تاکہ اسپر صرف کیا جائے تو صحیح ہے ومدۃ الحمل للآدمی ستۃ اشہر وللفیل احدی عشرۃ سنۃ وللابل والخیل والحمار سنۃ وللبقر تسعۃ اشہر وللشاۃ خمسۃ اشہر و
للسنور شہران وللکلب اربعون یوما وللطیر احد وعشرون یوما قہستانی معزیا للاستیفاء اور مدت حمل یعنی اقل مدت حمل کی آدمی کے لیے چھ مہینے ہیں اور
ہاتھی کے لیے گیارہ برس ہیں اور اونٹنی اور گھوڑی اور گدھی کے واسطے ایک سال ہے اور گاے کے واسطے نو مہینے اور بھیڑ بکری کے واسطے پانچ مہینے
اور بلی کے واسطے دو مہینے اور کتے کے واسطے چالیس دن ہیں اور چڑیا کے لیے ۲۱ دن ہیں چنانچہ قہستانی میں ہے منسوب باستیفاء من وقتہا ای وقت
الوصیۃ وعلیہ المتون وصیت کے وقت سے اقل مدت حمل کا اعتبار ہے اور اسی قول پر متون فقہ کے شامل ہیں ہم شارح نے اشارہ کیا کہ یہی قول معتمد
ہے اور اقوال سے وفی النہایۃ من وقت موت الموصی اور نہایہ میں ہے کہ موت موصی کے وقت اقل مدت حمل کا شمار ہے وفی الکافی ما یفید انہ من الاول
ان کان لہ ومن الثانی ان کان بہ اور کافی میں وہ عبارت ہے جو اسکے مفید ہے کہ اگر حمل موصی لہ ہے تو ابتداے مدت حمل وصیت کے وقت سے
شمار ہوگی اور اگر حمل موصی بہ ہے تو موصی کی موت سے شمار ہوگا زاد فی الکنز ولا تصح الہبۃ للحمل لعدم قبضہ ولا ولایۃ لاحد علیہ لیقبض عنہ زیلعی وغیرہ کنز
میں اسقدر زیادہ بیان کیا اور صحیح نہیں ہبہ حمل کے واسطے اسکے عدم قبض کے سبب سے اور نہ اسپر کسی کی ولایت ہے تاکہ ولی اسکی طرف
سے موہوب پر قبضہ کرے کذا فی الزیلعی وغیرہ فلو صالح ابو الحمل عنہ کما اوصی لہ لم یجز لانہ لا ولایۃ للاب علی الجنین ولو لجنینہ تو اگر بچہ حملی کا باپ

اسکی طرف سے مسامحہ کرے بعوض اُسکے جو بچے کے واسطے وصیت ہوا تو جائز نہوگا اسواسطے کہ باپ کی ولایت ثابت نہیں بچہ شکمی کے اوپر کذا فی
الولوالجیۃ قلت وبہ علم جواب حادثۃ الفتوی وہی انہ لیس للوصی ولو مختارا التصرف فیما وقف للحمل بل قالوا الحمل لا یلی ولا یولی علیہ میں کہتا ہوں اور
بیان سابق سے حادثۂ فتوی کا جواب معلوم ہو گیا وہ یہ ہے کہ وصی اگرچہ مختار ہو اسکو تصرف کرنا جائز نہیں اسمیں جو حمل کے واسطے وقف ہوا بلکہ
فقہا نے کہا ہے کہ حمل یعنی بچہ شکمی کی ولایت نہیں کسی پر اور نہ کسی کی ولایت اُسپر ہے وصحت بالامۃ الا حملہا اور لونڈی کی وصیت بدون اُسکے حمل
کے صحیح ہے یعنی اگر یوں کہے کہ میں نے وصیت کی اس لونڈی کی فلانے شخص کے واسطے مگر اُسکے پیٹ کا بچہ وصیت میں داخل نہیں تو صحیح ہے لما تقرر
ان کل ما یجوز افرادہ بالعقد صح استثناؤہ منہ والا فلا لونڈی کی وصیت بدون حمل کے اسواسطے صحیح ہے کہ ثابت ہو چکا ہے اصول میں کہ جسکا علیحدہ ذکر کرنا عقد
میں صحیح ہے تو اُسکا نکال لینا بھی عقد سے صحیح ہے اور جو ایسا نہیں اُسکا نکالنا بھی صحیح نہیں یعنی چونکہ افراد حمل کا عقد وصیت میں درست ہے تو اُسکا استثنا بھی
وصیت سے صحیح ہوگا ومن المسلم للذمی وبالعکس اور وصیت صحیح ہے مسلمان سے کافر ذمی کے واسطے اور اسکے بالعکس ذمی کی وصیت مسلمان کیواسطے
درست ہے دلیل صحت اول کلام الٰہی ہے (لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروہم) یعنی نہیں روکتا تم کو
اللہ تعالی اُن کافروں کے احسان کرنے سے جو تم سے نہیں لڑے دین میں اور نہیں نکالا تمکو تمہارے گھروں سے اور صحت ثانی کی دلیل یہ ہے کہ بعقد ذمہ ذمی
ذمی مسلمان کے برابر ہو گیا معاملات میں تو احسان دونوں طرف سے درست ہوا حیات میں اسی طرح ممات میں بھی کذا فی الدرر لا حربی فی دارہ
اور وصیت جائز نہیں مسلمان کو کافر حربی کے واسطے دار الحرب میں اسواسطے کہ وصیت حسن سلوک اور احسان ہے اور ہم ممنوع ہیں کفار مقاتلین کے
احسان سے لقولہ تعالی (انما ینہاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین) حق تعالی نے فرمایا کہ یہی بات ہے کہ اللہ تعالی تمکو روکتا ہے اُن کافروں کے
احسان سے جو تم سے دین میں لڑے ہیں کذا فی الدرر عن الجامع الصغیر قیدہ بدارہ لان المستامن کالذمی کما افادہ الملا خسرو مصنف نے عدم جواز
وصیت میں دار الحرب کی قید لگائی اسواسطے کہ مستامن ذمی کے مانند ہے صحت وصیت میں چنانچہ یہ فائدہ ملا خسرو نے درر میں بیان کیا ہے بحث
کی راہ سے ہم ملا خسرو نے کہا کہ جامع صغیر میں عدم جواز وصیت حربی کے واسطے مذکور ہے اور سیر کبیر میں جواز مفہوم ہوتا ہے وجہ توفیق بین الکتابین
یہ ہے کہ عدم جواز مقید بدار الحرب ہے تو یہ احتراز ہے اُس حربی سے جو دار الحرب میں نہیں یعنی مستامن یہی مراد ہے سیر کبیر میں کہ حربی مستامن کے واسطے درست
ہے انتہی طحطاوی نے کہا کہ فائدہ مذکور کے بیان کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ مستامن کا مسئلہ مصرح مذکور ہے کتب فقہ میں قلت وبہ صرح
الحدادی والزیلعی وغیرہما وسیجی متنا فی وصایا الذمی میں کہتا ہوں اور جواز وصیت مستامن کی تصریح کی ہے حدادی اور زیلعی وغیرہما نے اور آگے
متن آویگا ذمی کی وصایا میں ولا لوارثہ وقاتلہ مباشرۃ لا تسببا کما مر اور درست نہیں ہے وصیت اپنے وارث اور اپنے قاتل کے واسطے جس نے
موصی کو بطریق مباشرت کے قتل کیا ہو نہ بطریق تسبب کے چنانچہ مذکور ہو چکا کہ تسبب قتل حقیقی نہیں ہم حدیث مرفوع میں وارد ہے کہ لا وصیۃ للقاتل قتل
تسبب جیسے وضع حجر غیر ملک میں کذا فی الدرر خواہ وصیت قبل از قتل کے ہو یا بعد جراحت کے بدلیل اطلاق حدیث کے کذا فی المنح الا باجازۃ ورثتہ لقولہ
علیہ الصلوۃ والسلام لا وصیۃ لوارث الا ان یجیز الورثۃ یعنی عند وجود وارث آخر کما یفیدہ آخر الحدیث وتحققہ وارث کے واسطے وصیت درست نہیں مگر موصی
کے وارثوں کی اجازت سے درست ہے بدلیل قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ وصیت نہیں وارث کے واسطے مگر یہ کہ وصیت کو وارث جائز رکھیں یعنی جب دوسرا
وارث موجود ہو تب وارث کیواسطے وصیت درست نہیں چنانچہ آخر حدیث اسپر دلالت کرتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق ہم عنقریب بیان کرینگے وہم کبار عقلا فلم تجز اجازۃ
صغیر ومجنون اور حالانکہ اجازت دینے والے وارث بالغ عاقل ہوں تو وارث صغیر اور مجنون کی اجازت جائز نہو گی واجازۃ المریض کابتداء وصیۃ اور وارث
مریض کی اجازت ابتداء وصیت کے مانند ہے یعنی اگر وارث بالغ مریض نے وصیت کی اجازت دی تو اگر اُسکو شفا ہو گئی تو وصیت صحیح ہو گئی اور

اور نیں مرگیا اُسی مرض سے تو اگر موصی لہ مریض کا بھی وارث ہے تو اجازت مریض کی جائز نہوگی جبتک مریض کے اور وارث اُسکی موت کے بعد اجازت
نہ دیں اور اگر موصی لہ اجنبی ہے وارث نہیں تو اجازت جائز ہے اور یہ تلث مال سے معتبر ہے کذا فی المنح ولو اجاز البعض ورد البعض جاز على المجيز بقدر حصته
اور اگر بعضے وارثوں نے اجازت دی اور بعضوں نے نہ دی تو اجازت دینے والے پر بقدر اُسکے حصے کے وصیت جائز ہوگی او يكون القاتل صبيا او مجنونا
فيجوز بلا اجازة لانهما ليسا اہلا للعقوبة یا کہ قاتل صغیر یا مجنون ہو تو وصیت جائز ہے بدون اجازت وارثوں کے اسواسطے کہ دونوں عقوبت کے لائق نہیں
او لم يكن له وارث سواه كما في الخانية اي سوى الموصى له القاتل او الوارث حتى لو اوصى لزوجته او هي له ولم يكن ثمه وارث آخر تصح الوصية ابن الكمال
یا موصی کا کوئی وارث نہو سواے اُسکے کذا فی الخانیۃ یعنی سواے قاتل اور وارث موصی لہ کے تو اگر وصیت کی اپنی زوجہ کو یا زوجہ نے وصیت کی اپنے
زوج کو اور وہاں کوئی وارث نہیں تو وصیت صحیح ہوگی کذا ذکرہ ابن الکمال زاد فی المجتبیٰ فلو اوصت لزوجها بالنصف كان له الكل مجتبیٰ میں اتنا زیادہ
کیا تو اگر زوجہ نے اپنے زوج کیواسطے نصف مال کی وصیت کی تو تمام مال اُسکا ہوگا یعنی جبکہ زوجہ کا کوئی وارث نہو سواے زوج کے تو نصف مال بطریق
وصیت کے اُسکا ہوا اور نصف بطریق میراث کے قلت وانما قيد بالزوجين لان غيرهما لا يحتاج الى الوصية لانه يرث الكل برد او رحم وقد قدمناه في الاقرار معزيا
للمنتقى میں کہتا ہوں اور تقیید اُسنے زوجین کی اسی واسطے قید لگائی کہ زوجین کے سوا اور وارث کو وصیت کی کچھ حاجت نہیں اسواسطے کہ وہ وارث ہوگا تمام مال کا
میراث کی یا قرابت کی وجہ سے اور اُسکو ہم مقدم ذکر کرچکے ہیں کتاب الاقرار میں منتقیٰ کی طرف نسبت کر کے وفي فتاوى النوازل اوصى لرجل بكل ماله ومات
ولم يترك وارثا الا امرأته فان لم تجز فلها السدس والباقي للموصى له لان له الثلث بلا اجازة فيبقى الثلثان فلها ربعهما وهو سدس الكل ولو كان مكانها زوج
فان لم تجز فله الثلث والباقي للموصى له اور فتاوی نوازل میں ہے کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے اپنے تمام مال کی اور موصی مرگیا اور کوئی وارث نچھوڑا سواے
اپنی زوجہ کے تو اگر زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوجہ کیواسطے ششم حصہ ہے اور باقی موصی لہ کا ہے اس لیے کہ موصی لہ کا تلث مال تو بلا اجازت ہے تو باقی رہیں
دو تہائیاں تو زوجہ کی میراث چہارم حصہ ہے اور وہ ششم حصہ ٹھہرا کل مال کا اور اگر زوجہ کے بجاے زوج ہو اور وارث وصیت کرنے والے کا سوا اگر زوج نے وصیت کی
اجازت نہ دی تو زوج کی میراث تہائی مال ہے اور باقی مال موصی لہ کا ہے ثم جب زوجہ نے وصیت کی اجازت نہ دی تو زوج کے مال کے چھ سہم ہونگے تہائی وصیت کی
نکل کر چار سہم باقی رہے انمیں چوتھائی زوجہ کی میراث ہے یعنی ایک سہم اور وہ ششم حصہ ہے کل مال کا اسواسطے کہ میراث معتبر ہوتی ہے باقی سے بعد اخراج وصیت کے
اور اگر زوج وارث نے وصیت جائز رکھی تو اُسکی میراث تہائی ہے یعنی دو سہم اور وہ نصف ہے باقی کا یعنی چار سہم کا ولا من صبي غير مميز اصلا ولو في وجوه الخير خلافا
للشافعي اور وصیت مطلقا صحیح نہیں اُس صغیر سے جسکو نیک و بد کی امتیاز نہیں اگرچہ اُسنے امور نیک میں وصیت کی ہو برخلاف امام شافعی کے کہ نیک کام میں اُنکے
نزدیک صحیح ہے وکذا الاصح من مميز الا في تجهيزه وامر دفنه فيجوز استحسانا اور اسی طرح صغیر باتمیز سے وصیت صحیح نہیں مگر اُسکی تجہیز اور دفن کے امر میں تو وصیت استحسانا
جائز ہے لیکن تجہیز اور تکفین میں مصلحت کی مراعات ہوگی خلاصہ میں ہے کہ اگر وصیت کی ہزار درم کے کفن کی تو متوسط کفن دیا جائیگا اور دو کپڑوں کی وصیت کی
کفن میں تو شرائط وصیت کی رعایت نہو گی اور اگر پانچ یا چھ کپڑوں کی وصیت کی تو شرائط سنت کی رعایت ہوگی اور اگر وصیت کی کہ فلانے قبرستان میں
فلانے زاہد کے پاس اُسکو دفن کریں تو شرائط کی مراعات ہوگی اگر زیادہ صرف نہو کذا في الخلاصة وهي وعليه يحمل اجازة عمر رضي الله عنه لوصية يافع يعني المراهق
اور اسی پر یعنی تجہیز اور تکفین پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اجازت قریب البلوغ صغیر کی وصیت کیواسطے محمول ہے یعنی فاروق اعظم نے جو صغیر کی وصیت
کو جائز رکھا تھا تو وہ وصیت تجہیز یا تکفین پر محمول ہے نہ مطلقا یا مراہق سے بالغ مراد ہے کذا فی شرح الحموی وان وصلية مات بعد الادراك او اضافها
اليه كان ادركت فثلثي لفلان لم يجز لقصور ولايته فلا يملكه تنجيزا وتعليقا كما في الطلاق والعتاق بخلاف العبد لما افاده بقوله صغیر کی وصیت صحیح نہیں اگرچہ وہ بلوغ
کے بعد مرگیا ہو یا وصیت کو بلوغ کی طرف نسبت کیا ہو اسطرح پر کہ اگر میں جوان بالغ ہوں تو میرا تہائی مال فلانے شخص کے واسطے ہے تو وصیت جائز

نہوگی صغیر کے قصور ولایت کے سبب سے تو اُسکا مالک نہوگا بخیر کسی طریق سے نہ تعلیق کے طریق سے جیسا کہ طلاق مین اُسکو ملک نہین برخلاف غلام کے چنانچہ
مصنف نے اپنے آئندہ قول مین اُسکو مذکور کیا ہے ولا من عبد و مکاتب و ان ترک المکاتب وفاء و قیل عندہما یصح فی صورۃ ترک الوفاء درر اور وصیت
صحیح نہین غلام اور مکاتب سے اگرچہ مکاتب نے ادا بدل کتابت کے واسطے مال چھوڑا ہو اور بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے نزدیک وصیت صحیح ہے در صورت
ترک کرنے ادائے مال کتابت کے کذا فی الدرر الا اذا اضافاہ کل منہما و عبارۃ الدرر اضافاہا الی العتق فتصح لزوال المانع وہو حق المولی مگر جبکہ غلام ہو یا
مکاتب ہو اور ایک شخص نے وصیت کو عتق کی طرف نسبت کیا تو وصیت صحیح ہوگی مانع کے زوال کی وجہ سے اور وہ مانع وصیت حق ہے مولے کا اور درر کی عبارت
یون ہے اضافاہا یعنی غلام اور مکاتب دونون نے وصیت کو عتق کی طرف مضاف کیا ہو یعنی غلام اور مکاتب کی وصیت حق مولے کے سبب سے جائز نہ تھی پھر
جب وصیت کی تعلیق آزادی پر ہوگی تو اب مولی کا حق باقی نہ رہا تو وصیت صحیح ہوگئی ولا من معتقل اللسان بالاشارۃ الا اذا امتدت عقلتہ حتے
صار لہ اشارۃ معہودۃ فہو کاخرس اور وصیت جائز نہین بستہ زبان سے بطریق اشارہ کے مگر جبکہ اُسکی بستگی زبان کی ممتد ہوگئی یہان تک کہ اُسکا
اشارہ کرنا معلوم ہوگیا ہو تو اب بستہ زبان گونگے کے مانند ہے معتقل اللسان وہ ہے جو کلام کرنے پر قادر نہو مگر تکلف سے کذا فی الحموی درر مین ہے کہ گونگے کا
اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہے برخلاف معتقل اللسان کی وصیت اور نکاح اور طلاق اور خرید اور قصاص کے وجہ فرق یہ ہے کہ اشارہ قائم مقام عبارت
کے ہوتا ہے جبکہ وہ معہود اور معلوم ہوگیا ہو سو گونگے مین تو معلوم ہے نہ بستہ زبان مین وقدر الامتداد بسنۃ وقیل اذا امتدت الی الموت جاز اقرارہ بالاشارۃ والاشہاد
علیہ وکان کاخرس قالوا وعلیہ الفتوی درر وفی مسائل شتی اور بستگی زبان کا امتداد ایک سال پر معین کیا گیا اور بعضون نے کہا جبکہ بستگی اُسکی موت
تک ممتد ہوگئی تو اُسکا اقرار اشارہ سے جائز ہے اور اُسپر گواہ ہونا درست ہے اور بستہ زبان گونگے کے مانند ہوگیا اور اسی قول پر فتوی ہے کذا فی الدرر اور یہ مسئلہ
آگے آویگا مسائل شتی کی کتاب مین وانما یصح قبولہا بعد موتہ لان اوان ثبوت حکمہا بعد الموت اور وصیت کا قبول کرنا صحیح نہین مگر موصی کی موت کے
بعد اسواسطے کہ ثبوت حکم وصیت کا وقت تو بعد موت کے ہے ہم تو اگر موصی کی موت کے بعد موصی لہ نے وصیت قبول نہ کی تو وصیت موقوف
رہے گی اُسکے قبول کرنے پر موصی لہ کے ملک مین داخل نہوگی بدون قبول کے اور موصی کے وارث کی ملک سے بھی خارج ہے کذا فی الاتقانی
فبطل قبولہا وردہا قبلہ تو وصیت کا قبول کرنا اور رد کرنا موصی کی موت سے پہلے باطل ہے وانما تملک بالقبول الا اذا مات موصیہ ثم
بلا قبول فہو اے المال الموصی بہ لورثتہ بلا قبول استحسانا کما مر اور وصیت کی چیز موصی لہ کی ملک بدون قبول کرنے کے نہین ہوتی مگر جبکہ اُسکا
موصی مرے پھر موصی لہ مرے بدون قبول کرنے کے تو وہ یعنی مال موصی بہ موصی لہ کے وارث کا ہے بدون قبول کے استحسان کی دلیل سے چنانچہ گذر چکا ہم
وجہ استحسان یہ ہے کہ وصیت تو موصی کی طرف سے اسطرح تمام ہوگئی کہ فسخ کی متحمل نہین مگر موقوف تھی موصی لہ کے حق کے سبب سے پھر جب موصی لہ مرگیا تو
تو اُسکی ملک مین وصیت کا مال داخل ہوگیا چنانچہ اُس بیع مین جسمین مشتری کا خیار شرط تھا پھر مشتری مرگیا اجازت سے پہلے کذا فی شرح الدرر وکذا الوصی
للجنین یدخل فی ملکہ بلا قبول استحسانا لعدم من یلی علیہ لیقبل عنہ کمامر اور اسی طرح اگر بچہ شکم کیواسطے وصیت کی تو وہ اُسکے ملک مین داخل ہوگا بدون قبول کے
استحسان کی وجہ سے بسبب نہونے اُس شخص کے جسکی ولایت ہو اُسپر تاکہ وہ اُسکی طرف سے قبول کرے چنانچہ مذکور ہوگیا ولہ ای للموصی الرجوع عنہا بقول صریح
او فعل یقطع حق المالک عن الغصب بان زید اسمہ وعظم منافعہ کما عرف فی الغصب اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے
جو مالک کے حق کو قطع کرلیتا ہو مغصوب سے اسطرح پر کہ اُس چیز کا نام بدل ڈالے اور اُسکا بڑا فائدہ زائل کردے چنانچہ کتاب الغصب مین معلوم ہوچکا ہم چنانچہ
کپڑے کی وصیت کی پھر اُسکو قطع کیا اور سیا تو اب اُسکا نام قبا اور قمیص ہوگیا او فعل یزید فی الموصی بہ ما یمنع تسلیمہ الا بہ کلت السویق الموصی بہ بسمن والبناء
فی الدار الموصی بہا بخلاف تجصیصہا وہدم بنائہا لانہ تصرف فی التابع یا ایسا فعل ہو جو موصی بہ مین اُسکو زیادہ کردے جو موصی بہ کی

تسلیم کا مانع ہو بدون اسکے جیسے موصی بہ ستو کو گھی کے ساتھ لت کرنا اور جیسے عمارت بنانا موصی بہا گھر میں برخلاف اس گھر کے چونہ کاری کے اور اسکی
عمارت ڈھانے کے اسواسطے کہ وہ تصرف ہے تابع میں نہ اصل میں وتصرف عطف علی القول صریح وعطف ابن الکمال تبعا للدرر باو وعلیہ فهو صنف ثالث فی کون فعلہ
یفید رجوعا عنہا لما یفیدہ متن الدرر فتدبر یزیل ملکہ فانہ رجوع عاد لملکہ ثانیا ام لا کالبیع والہبۃ اور موصی کو رجوع جائز ہے ایسے تصرف سے جو اسکی ملک کو
زائل کردے جیسا کہ بیع اور ہبہ تو یہ تصرف رجوع ہے وصیت سے خواہ وہ چیز موصی کی ملک میں دوسری بار آوے یا نہ آوے شارح نے کہا قولہ وتصرف عطف ہے بقول
صریح پر اور ابن کمال نے درر کا تابع ہو کر اسکو بلفظ او عطف کیا ہے اور اس تقدیر پر تو تصرف اصل ثالث ہے اسکے فعل کے افادہ رجوع ہونے میں جیسا کہ درر کا متن اسکا
مفید ہے سو اسکو غور کرلے وکذا اذا خلطہ بغیرہ بحیث لا یمکن تمیزہ اور اسی طرح رجوع عن الوصیۃ ہے جبکہ موصی نے موصی بہ کو ملا دیا غیر سے اسطرح کہ اسکا
جدا کرنا ممکن نہیں لا یکون رجوعا غسل ثوب اوصی بہ لانہ تصرف فی التبع موصی وصیت سے راجع نہوگا اس کپڑے کے دھو دینے سے جسکی اسنے وصیت
کی اس لیے کہ یہ تصرف ہے تابع میں نہ اصل میں وعلم ان التغییر بعد موت الموصی لا یضر اصلا اور یہ معلوم کر کہ تغیر کرنا موصی کی موت کے بعد اصلا
ضرر نہیں کرتا وصیت میں ولا جحودہا درر وکنز ووقایہ وفی المجمع یفتی ومثلہ فی العینی ثم نقل عن العیون ان الفتوی علی انہ رجوع وفی السراجیۃ وعلیہ
الفتوی واقرہ المصنف اور موصی راجع نہیں ہوتا وصیت کے انکار کرنے سے اسی طرح ہے درر اور کنز اور وقایہ کے متن میں اور مجمع میں ہے کہ
اسی قول کا فتوی ہے اور مانند اسکے عینی شرح مجمع میں ہے پھر عینی نے عیون سے نقل کیا کہ فتوی اس پر ہے کہ انکار رجوع ہے وصیت سے اور سراجیہ
میں ہے کہ اس قول پر فتوی ہے اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح میں ہم معلوم ہو کہ یہاں دونوں قول پر فتوی ہے علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں نسفی کی شرح
جامع کبیر سے نقل کیا کہ قدوری نے اپنے مختصر میں اس مسئلہ کا خلاف نہیں ذکر کیا اور نہ محمد رح نے اپنی کتابوں میں لیکن کتاب الوصایا میں انکار کو رجوع کہا
اور جامع کبیر میں رجوع نہیں کہا اسوجہ سے مشائخ میں اختلاف واقع ہوا بعضوں نے کہا کہ اس مسئلہ میں دو روایتیں ہیں اور بعضوں نے کہا کہ
جامع کا قول قیاس کا جواب ہے اور کتاب الوصایا کا قول استحسان کا جواب ہے انتہے وکذا لا یکون رجوعا قولہ کل وصیۃ اوصیت بہا فحرام او ربا
او اخرتہا اور اسی طرح موصی راجع نہوگا اس قول سے کہ جو وصیت کہ میں نے کی وہ حرام ہے خواہ بیاج ہے یا اس وصیت میں تاخیر ڈالی میں نے بخلاف قولہ
ترکتہا برخلاف اس قول کے کہ میں نے وصیت کو ترک کیا یعنی یہ رجوع ہے وصیت سے ہم تاخیر رجوع نہیں اور ترک رجوع ہے اسواسطے کہ ترک شی اسقاط ہے اور تاخیر اسقاط
نہیں وبخلاف قولہ کل وصیۃ اوصیتہا فہی باطلۃ او الذی اوصیت بہ لزید فہو لعمرو او لفلان وارثی فکل ذلک رجوع عن الاول وتکون لوارثہ
بالاجازۃ کما مر برخلاف اس قول کے کہ جو وصیت میں نے کی وہ باطل ہے یا جو وصیت کہ میں نے زید کے واسطے کی وہ عمرو کیواسطے ہے یا فلانے میرے وارث
کے واسطے ہے تو ہر ایک یہ قول رجوع ہے اول سے اور وارث کی وصیت ثابت ہوگی دوسرے وارث کی اجازت سے جیسا کہ مذکور ہو چکا کہ وارث کے حق میں وصیت
بدون اجازت اور وارثوں کے درست نہیں ولو کان فلان الآخر میتا وقتہا فالاولی من الوصیتین بحالہا لبطلان الثانیۃ اور اگر دوسرا فلان شخص مردہ ہو
وصیت کے وقت تو دو وصیتوں میں سے پہلی وصیت بحال خود قائم ہے بسبب باطل ہونے دوسری وصیت کے ولو حیا وقتہا فمات قبل الموصی بطلتا
الاولی بالرجوع والثانیۃ بالموت اور اگر دوسرا موصی لہ زندہ ہے وصیت کے وقت پھر مرگیا موصی سے پہلے تو پہلی وصیت تو باطل ہوگئی رجوع کرنے
سے اور دوسری وصیت باطل ہوگئی موصی لہ کی موت سے وتبطل ہبۃ المریض ووصیتہ لمن نکحہا بعدہما ای بعد الہبۃ والوصیۃ لما تقرر انہ یعتبر لجواز الوصیۃ
کون الموصی لہ وارثا او غیر وارث وقت الموت لا وقت الوصیۃ اور مریض کا ہبہ اور اسکی وصیت باطل ہے اس عورت کے واسطے جس سے موصی نے
نکاح کیا ہبہ اور وصیت کے بعد اس لیے کہ ثابت ہو چکا ہے کہ جواز وصیت کے واسطے موصی لہ کا وارث یا غیر وارث ہونا موت کے وقت معتبر ہے
نہ وصیت کے وقت ہم وصیت تو اسوجہ سے باطل ہے کہ عورت اگرچہ وصیت کے وقت وارث نہیں مگر موت کے وقت وارث ہوگی نکاح سے اور

اور حالانکہ وارث کے واسطے وصیت جائز نہین اور ہبہ مریض کا اسواسطے درست نہوا کہ اگرچہ ہبہ منجز ہی صورت مین لیکن مرض کے سبب سے وہ حکما مضاف الی ما بعد الموت ہی اسواسطے کہ ہبہ واقع ہوگیا ہی وصایا کے موقع مین کیونکہ تبرع ہی تو اسکا حکم ثابت ہوگا موت کے نزدیک بخلاف الاقرار لانہ یعتبر کون المقر لہ وارثا او غیر وارث یوم الاقرار فلو اقر لہا فنکحہا فمات جاز بخلاف اقرار کے اسواسطے کہ مقرلہ کا وارث یا غیر وارث ہونا اقرار کے دن معتبر ہی تو اگر عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کیا پھر مرگیا تو اقرار جائز ہی ہم اقرار کے وقت عورت وارث نہ تھی پھر نکاح سے وارث ہوئی تو یہ اقرار کے واسطے مضر نہین ویبطل اقرارہ ووصیتہ وہبتہ لابنہ کافرا او عبدا او مکاتبا ان اسلم او عتق بعد ذلک لقیام البنوۃ وقت الاقرار فیورث تہمۃ الایثار اور باطل ہی اسکا اقرار اور اسکی وصیت اور اسکا ہبہ اپنے فرزند کافر کے لیے یا غلام یا مکاتب کے لیے اگر فرزند مسلمان ہوگیا ہو یا غلام اور مکاتب کو آزاد کیا ہو بعد اس اقرار اور ہبہ اور وصیت کے بسبب قائم ہونے فرزند کے اقرار کے وقت تو یہ تہمت ایثار کا مورث ہی ہم ہبہ اور وصیت کا حال تو مذکور ہو چکا کہ ان مین موت کا حال معتبر ہی اور اقرار اگرچہ ملزم بنفسہ ہی لیکن ارث کا سبب یعنی فرزندی اقرار کے وقت موجود ہی تو یہ تہمت ایثار کی موسم ہی تو اقرار تہمت کے اعتبار سے ملحق بوصیت ہوگیا کذا فی الدرر وہبۃ مقعد ومفلوج واشل ومسلول بہ علۃ السل وہو قرح فی الریۃ من کل مالہ ان طالت مدتہ سنۃ ولم یخف موتہ منہ والا تطل وخیف موتہ فمن ثلثہ لانہا امراض مزمنۃ لا قاتلۃ اور مقعد اور مفلوج اور اشل اور مسلول کا ہبہ اسکے تمام مال سے نافذ ہی اگر مرض کی مدت ایک سال تک دراز ہوگئی ہو اور اس مرض سے موت کا خوف نہو اور اگر مرض کی مدت دراز نہوئی ہو یعنی ایک سال نہ گذرا ہو اور موت کا خوف ہو تو اسکا ہبہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اسواسطے کہ وہ امراض مزمنہ متطاولہ ہین قاتل اور مہلک نہین شارح نے کہا مسلول وہ جسکو سل کی بیماری ہو اور وہ پھیپھڑے کا قرحہ ہی ہم مقعد بفتح میم وہ بیمار ہی جو چلنے پھرنے سے عاجز ہو یا تون کی بیماری سے آور مفلوج وہ جسکو فالج کی بیماری ہو یعنی آدھا دھڑ حس و حرکت سے رہ گیا ہو آور اشل وہ جسکے ہاتھ مین رعشہ ہو یعنی ہاتھ کا پنتا ہو خلاصہ یہ ہی کہ یہ امراض مزمنہ اسکو عارض ہون اور وہ کوئی تبرع کا تصرف کرے پھر مرجائے برس سے پہلے تو یہ مرض الموت ہی تو اسکا تصرف ثلث مال سے نافذ ہوگا اور اگر بعد سال کے مرا تو مرض الموت نہین اسواسطے کہ جب سال کی چارون فصلون مین جنمین مظنہ تھا ہلاک ہونے کا زندہ رہا بچ گیا تو اسکا مرض بمنزلہ طبیعت اور عادت کے ہوگیا مفلوج کے حکم مین نہ رہا یہان تک کہ علاج کے بھی لائق نہ رہا کذا فی الدرر قیل مرض الموت ان لا یخرج لحوائجہ بنفسہ وعلیہ اعتمد فی التجرید البزازیہ بعضون نے کہا کہ مرض الموت یہ ہی کہ آدمی اپنی حاجتون کے واسطے نہ نکلتا ہو اور اسی قول پر اعتماد کیا ہی تجرید مین کذا فی البزازیہ وفی المختار انہ ما کان الغالب منہ الموت وان لم یکن صاحب فراش قہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ اور قول مختار یہ ہی کہ مرض الموت وہ ہی جس سے موت غالب الوقوع ہو اگرچہ بیمار صاحب فراش نہو کذا فی القہستانی عن ہبۃ الذخیرۃ واذا اجتمع الوصایا قدم الفرض ان اخر الموصی وان تساوت قوۃ قدم ما قدم اذا ضاق الثلث عنہا اور اگر مجتمع ہون چند قسم کی وصیتین یعنی فرض اور واجب اور نفل تو فرض مقدم ہوگا اگرچہ اسکو موصی نے موخر کیا ہو اور اگر وصایا برابر ہون فرض یا نفل ہونے مین تو وہ مقدم ہوگا جسکو موصی نے مقدم کیا اگر تہائی مال تمام وصایا کی گنجائش نہ رکھتا ہو ہم قہستانی نے کہا ابتدا کرنا چاہیے اس فرض سے جو حق العبد ہی پھر اس فرض سے جو حق اللہ ہی پھر واجب پھر نفل الیسا مروی ہی فقہا سے کذا فی الطحطاوی قال الزیلعی کفارۃ قتل وظہار ویمین مقدمۃ علی الفطر لوجوبہا بالکتاب دون الفطر والفطرۃ علی الاضحیۃ لوجوبہا اجماعا دون الاضحیۃ زیلعی نے کہا کہ قتل اور ظہار اور قسم کا کفارہ مقدم ہی صدقہ فطر پر اسواسطے کہ کفارات مذکورہ کا وجوب کتاب اللہ سے ثابت ہی نہ صدقہ فطر کا اور صدقہ فطر مقدم ہی قربانی پر بسبب واجب ہونے صدقہ فطر کے اجماع سے نہ قربانی یعنی قربانی کا وجوب اجماع سے ثابت نہین وفی القہستانی عن الظہیریۃ عن الامام الطواویسی یبدا بکفارۃ قتل ثم یمین ثم ظہار ثم افطار ثم النذر ثم الفطر ثم الاضحیۃ وقدم العشر علی الخراج اور قہستانی مین ظہیریہ سے امام طواویسی سے یون مروی ہی کہ ابتدا کیجائے کفارۂ قتل سے پھر کفارۂ ظہار سے پھر کفارۂ افطار سے پھر نذر سے پھر صدقۂ فطر سے پھر قربانی سے اور عشر مقدم کیا جائے خراج پر وفی البرجندی

مذہب ابی حنیفۃ اخرا ان حج النفل افضل من الصدقۃ اور برجندی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کا پچھلا مذہب یہ ہے کہ حج نفل افضل ہے خیرات سے اول یہ مذہب
تھا کہ صدقہ افضل ہے حج سے پھر جب حج کی مشقت امام نے دیکھی تو حج کو افضل کہا صدقہ سے کذا فی الطحطاوی اوصی بحج ای حجۃ الاسلام احج عنہ
راکبا وصیت کی حج کی یعنی فرض حج کی تو اسکا وارث یا وصی موصی کی طرف سے حج کرادے سوار کرکے موصی کے شہر سے اسواسطے کہ موصی پر حج
فرض تھا اپنے وطن سے سوار ہوکر نہ پیدل تو اسی طرح سے اسکے نائب پر فرض ہوگا فلو لم تبلغ النفقۃ من بلدہ فقال رجل انا احج عنہ بہذا المال ماشیا لا یجزیہ
قہستانی معزیا للتتمۃ سو اگر خرچ کفایت کرے موصی کے شہر سے سو ایک مرد نے کہا کہ میں حج کرونگا میت کی طرف سے اسی قدر مال قلیل پر پیدل تو یہ حج
کفایت نکریگا میت کی طرف سے چنانچہ قہستانی میں ہے تتمہ سے منقول ان کفی نفقتہ ذلک والا فمن حیث تکفی اگر خرچ کفایت کرے سوار ہوکر وطن سے
اور اگر کفایت نکرے تو جس مکان سے کفایت کرے وہاں سے سوار کرکے نائب کو حج کیواسطے روانہ کرے وان مات حاج فی طریقہ واوصی بالحج عنہ یحج من
بلدہ راکبا وقالا من حیث مات استحسانا بدایۃ ومجتبی وملتقی قلت ومفادہ ان قولہ قیاس وعلیہ المتون فکان القیاس ہنا ہو المعتمد فافہم اور اگر حج کا جانیوالا
راہ میں مرگیا اور اسنے وصیت کی اپنے عوض حج کروانے کی تو حج کروانا چاہیے میت کے شہر سے سوار کرکے اور صاحبین نے کہا جہاں سے مرگیا وہاں سے
چاہیے استحسان کی وجہ سے کذا فی الہدایۃ والمجتبی والملتقی میں کہتا ہوں اور یہاں سے مستفاد ہوتا ہے کہ امام رح کا قول قیاس ہے اور اسی پر متون فقہ کی
مشتمل ہیں تو یہاں قیاس ہی معتمد ہوا استحسان سے سو اسکو سمجھ رکھو جہاں قیاس اور استحسان جمع ہوتے ہیں تو استحسان مقدم ہوتا ہے مگر یہاں قیاس ہی
مقدم ٹھہرا ان بلغ نفقتہ ذلک والا فمن حیث تبلغ اگر اسکا خرچ کفایت کرے سواری کو وطن سے اور اگر کفایت نکرے تو جہاں سے کفایت کرے وہیں
سے سوار کرکے حج کروانا چاہیے بالاتفاق ومن لا وطن لہ فمن حیث مات اجماعا اور جس شخص کا وطن نہو تو جہاں وہ مرگیا وہاں سے حج کروانا چاہیے باتفاق
امام اور صاحبین کے اوصی بان یشتری بکل مالہ عبد فیعتق عنہ عن الموصی ولم تجز الورثۃ بطلت یہ وصیت کی کہ اسکے مال سے غلام خرید کیا جاوے
پھر آزاد کیا جائے موصی کی طرف سے اور اسکے وارثوں نے اسکو جائز نرکھا تو وصیت باطل ہے کذا اذا اوصی بان یشتری لہ عبد بالف درہم و
زاد الالف علی الثلث وقالا یشتری بقدر الثلث فی المسئلتین مجمع اسی طرح جبکہ وصیت کی یہ کہ خرید کیا جاوے اسکے واسطے غلام ہزار درم سے اور ہزار
درم تلث مال سے زیادہ ہیں تو وصیت باطل ہے اور صاحبین رح نے کہا کہ تمام تلث سے دونوں صورتوں میں غلام خرید کیا جاے کذا فی المجمع مریض اوصی بوصایا
ثم برئی من مرضہ ذلک وعاش سنین ثم مرض فوصایاہ باقیۃ ان لم یقل ان مت من مرضی ہذا فقد اوصیت بکذا کذا فی الخانیۃ بیمار نے
چند وصیتیں کیں پھر وہ چنگا ہوگیا اپنی اس بیماری سے اور چند سال زندہ رہا پھر بیمار ہوا تو اسکی وصیتیں باقی ہیں اگر اسنے یوں نکہا ہو کہ میں اپنے اس مرض سے
مرگیا تو میں نے یہ وصیت کی کذا فی فتاوے قاضی خان اوصی بوصیۃ ثم جن ان اطبق الجنون حتی بلغ ستۃ اشہر بطلت والا لا موصی نے وصیت کی پھر
وہ مجنون ہوگیا اگر اسکا جنون دیر تک ٹھہرا یہانتک کہ چھ مہینے تک پہونچا تو وصیت باطل ہے ورنہ باطل نہیں وکذا لو اوصی ثم اخذ بالوسواس
فصار معتوہا حتے مات بطلت خانیۃ اور اسی طرح اگر وصیت کی پھر موصی کو وسواس نے لیا سو وہ مدہوش اور غافل ہوگیا یہانتک کہ مرگیا تو وصیت باطل ہے کذا فی الخانیۃ
اوصی بان یعار بیتہ من فلان او بان یسقی عنہ الماء شہرا فی الموسم او فی سبیل اللہ فہو باطل فی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ خانیۃ یہ وصیت کی کہ موصی کا گھر عاریتا
دیا جاے فلانے شخص کو یا یہ کہ پانی پلایا جاے موصی کی طرف سے مہینے بھر حج کے موسم میں یا خدا کی راہ میں تو وہ باطل ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول میں
کذا فی الخانیۃ کما لو اوصی بہذا التبن لدواب فلان فان الوصیۃ باطلۃ ولو قال یعلف بہ دواب فلان جاز چنانچہ اگر یوں وصیت کی کہ یہ بھوسہ فلانے
شخص کے جانوروں کے لیے خاص ہے تو وصیت باطل ہے اور اگر یوں کہا کہ اس بھوسے سے فلانے جانوروں کو چارہ دیا جاے تو وصیت جائز ہے ولو اوصی بان ینفق
علی فرس فلان کل شہر کذا جاز وتبطل ببیعہ اور اگر یہ وصیت کی کہ فلانے کے گھوڑے پر ہر مہینے میں اسقدر خرچ کیا جاے تو جائز ہے اور گھوڑے

کا بیچنا اُس وصیت کو باطل کردیگا انتہیٰ خانیہ مین ہے محمد رح نے کہا یہ وصیت صاحب فرس کے واسطے ہے پھر اگر گھوڑا مر گیا یا مالک نے اُسکو بیچا تو وصیت باطل
ہو گی انتہی ولو اوصی بسکنی دارہ لرجل ولا مال لہ سواہا جاز ولہ سکناہا مادام حیا ولیس للورثۃ بیعہا وقال ابو یوسف لہم ذلک ولہم ان یقاسموا الورثۃ ایضا ویفرز
الثلث خانیہ اور اگر وصیت کی اپنے گھر کی سکونت کی ایک مرد کے واسطے اور موصی کا کچھ مال نہین سوا اُس گھر کے تو جائز ہے اور موصی لہ کو اُس مین رہنا یعنی تہائی
گھر مین درست ہے جبتک وہ زندہ رہے اور موصی کے وارث کو اُسکے گھر کی دو تہائیان بیچنا درست نہین اور ابو یوسف رح نے کہا کہ وہ یعنی بیچ ڈالنا انکو جائز ہے اور وارث کو
اور یہ بھی جائز ہے کہ وارث وارثون سے مقاسمہ کرے اور تہائی وصیت کی جدا کر دے کذا فی الخانیۃ واوصی بقطنۃ لرجل وبحبتہ لآخر واوصی بلحم شاۃ مسلوخۃ
لرجل وبجلدہا للآخر واوصی بحنطۃ فی سنبلہا لرجل وبالتبن لآخر جازت الوصیۃ لہما وعلی الموصی لہما ان یدوسا ویسلخا الشاۃ اور اگر اپنی کپاس کی روئی کی
وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور اسکے بنولون کی وصیت کی دوسرے شخص کے لیے اور معین بکری کے گوشت کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور اُسکی کھال کی
وصیت کی دوسرے کے واسطے اور وصیت کی اُس گیہون کی جو بالیون کے اندر ہے ایک مرد کے واسطے اور بھوسے کی وصیت کی دوسرے کے واسطے تو یہ وصیت دونون
مردون کے واسطے جائز ہے اور دونون پر لازم ہے گیہون کا ماندنا اور بکری کی کھال گوشت سے جدا کرنا اور اسی طرح دونون پر لازم ہے کپاس کا اوٹنا یعنی تاکہ ہر ایک کا
حصہ جدا ہو جاوے اوصی بثلث مالہ لبیت المقدس جاز ذلک وینفق فی عمارۃ بیت المقدس وفی سراجہ ونحوہ قالوا وہذا یفید جواز النفقۃ من وقف المسجد
علی قنادیلہ وسراجہ وان یشتری بذلک الزیت والنفط للقنادیل فی رمضان خانیہ وصیت کی اپنے تہائی مال بیت المقدس کے واسطے تو یہ جائز ہے اور وہ مال
خرچ کیا جاے بیت المقدس کی عمارت مین اور اُسکے چراغ مین اور مانند اسکے علمانے کہا کہ یہ دلیل ہے اسکی کہ مسجد کے وقف سے خرچ کرنا مسجد کی قندیلون اور
اُسکے چراغون پر جائز ہے اور یہ جائز ہے کہ مسجد کے وقف سے تیل اور روغن قندیلون کے واسطے رمضان مین خرید کیا جاے کذا فی الخانیہ وفی المجتبی اوصی بثلثہ
للکعبۃ جاز ویصرف لفقراء الکعبۃ لاغیر وکذا المسجد والمقدس اور مجتبی مین ہے کہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی کعبہ شریف کے واسطے تو جائز ہے اور وہ مال کعبہ معظمہ
کے محتاجون کے واسطے صرف کیا جاے نہ اور کام مین اور اسی طرح کا حکم مسجد اور بیت المقدس کی وصیت کا ہے ھم یہ دوسرا قول ہے متن کے مخالف کذا فی
الطحطاوی وفی الوصیۃ لفقراء الکوفۃ جاز لغیرہم اور فقراے کوفہ کی وصیت مین اُنکے سواے اور محتاجون پر صرف کرنا جائز ہے ھم اور یہی حکم ہے فقراے حج اور
فقراے مکہ کا کذا فی العالمگیریۃ وفی الخانیۃ اوصی بعبدہ یخدم المسجد ویؤذن فیہ جاز ویکون کسبہ لوارث الموصی اور خانیہ مین ہے کہ وصیت کی اپنے غلام کو کہ مسجد
کی خدمت کرے اور اُسمین اذان دے تو وصیت جائز ہے اور کمائی اس غلام کی موصی کے وارث کی ہے ولو اوصی بثلث مالہ لاعمال البر لا یصرف منہ لبناء
السجن لان اصلاحہ علی السلطان اور اگر اپنے تہائی مال کی وصیت نیک کامون کے واسطے کی تو اُسکا تہائی مال قیدخانہ بنانے مین صرف نکیا جائیگا
اسواسطے کہ اُسکی اصلاح بادشاہ پر ہے اوصی بان یتخذ الطعام بعد موتہ للناس ثلثۃ ایام فالوصیۃ باطلۃ کما فی الخانیۃ عن ابی بکر البلخی یہ وصیت کی
کہ موصی کی موت کے بعد کھانا تیار کیا جاے لوگون کے واسطے تین دن تو یہ وصیت باطل ہے چنانچہ خانیہ مین ابوبکر بلخی سے مروی ہے وفیہا عن ابی جعفر اوصی
باتخاذ الطعام بعد موتہ ویطعم الذین یحضرون التعزیۃ جاز من الثلث ویحل لمن طال مقامہ ومسافتہ لا لمن لم یطل ولو فضل طعام ان کثیر ایضمن والا لا ھم
اور خانیہ مین ابو جعفر سے منقول ہے کہ وصیت کی کھانا تیار کرنے کی اپنی موت کے بعد اور وہ کھلایا جاے اُنکو جو ماتم پرسی کے واسطے آوین تو جائز ہے
تہائی مال سے اور وہ کھانا حلال ہے اُسکو جو ماتم داری مین بہت ٹھہرا یا اُسکے مکان کی مسافت دراز ہے نہ اُسکو حلال ہے جسکی مسافت بعید نہین اور جو
زیادہ مقام کیا اور اگر کھانا بچ رہا تو اگر کثیر ہے تو اُسکا تاوان وصی پر ہے اور اگر قلیل ہے تو تاوان نہین انتہی ما فی الخانیۃ قلت وحمل المصنف الاول علی ما اذا کان یجتمع
النائحات بقیۃ ثلثۃ ایام فتکون وصیۃ لہن فتبطل وفی الثانی علی ما اذا کان غیرہن مین کہتا ہون اور مصنف نے اپنی شرح مین قول اول کو یعنی ابوبکر
بلخی کے قول کو جو بطلان وصیت مین ہے محمول کیا ہے اُس کھانے پر جسکے واسطے نوحہ گر عورتین جمع ہوتی ہین باقی تین دن مین

تو وصیت ہوئی نوحہ گروں کے واسطے تو باطل ٹھہری اور قول ثانی یعنی ابو جعفر کے جواز وصیت کو اس کھانے پر جو سواے نوحہ گر اور لوگوں کے واسطے پکایا جاے
م نوحہ گروں کے واسطے وصیت کا باطل ہونا ظاہر ہے تین دن پر مخصوص نہیں کیونکہ وہ تو گناہ ہے یعنی تین دن کے بعد بھی نوحہ گری گناہ ہے کذا فی الطحطاوی فروع

مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بان یصلی علیہ فلان او یحمل بعد موتہ الی بلد اخر او یکفن فی ثوب کذا او یطین قبرہ او یضرب علی قبرہ قبۃ او لمن یقرء عند قبرہ شیئا معینا
فہی باطلۃ سراجیہ وتحقیقہ یہ وصیت کی کہ نماز پڑھے اسپر فلانا شخص یا موت کے بعد اسکی لاش کو اٹھا لیجاویں دوسرے شہر کی طرف یا اسکا کفن دیا جاے
فلانے کپڑے میں یا اسکی قبر پر کہگل کیجاے یا اسکی قبر پر قبہ یا خیمہ قائم کیا جاے یا جو اسکی قبر کے پاس قرآن پڑھے اسکو کچھ معین مال دیا جاے تو ہر ایک وصیت
باطل ہے کذا فی السراجیہ اور ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے م شارح نے وصیت بالخدمت کے باب سے پہلے کہا ہے کہ مختار یہ ہے کہ قبر کی کہگل مکروہ نہیں اور
قرآن پڑھنا قبر پر اور قاری کو دینا لینا جائز ہے طحطاوی نے کہا دوسرے شہر میں نعش لیجانے کی وصیت اسواسطے درست نہیں کہ نقل کرنا مکروہ ہے اور قبر پر
قبہ وغیرہ قائم کرنا مکروہ ہے لہذا اسکی وصیت باطل ہے اوصی بثلث مالہ للہ تعالی فہی باطلۃ وقال محمد تصرف لوجوہ البر وصیت کی اپنے تہائی مال کی خدا تعالی
کے واسطے تو یہ باطل ہے امام کے نزدیک اور محمد نے کہا وصیت مذکورہ صرف کیجاے نیک کاموں میں م وجہ بطلان یہ ہے کہ تمام اشیا حق تعالے کی ملک میں
تو لام تملیک کی کچھ وجہ نہیں بدون تاویل اور توجیہ کے والعبرۃ للظاہر کذا فی الطحطاوی قال اوصیت لفلان بالف وہو عشر مالی ثم ہلک لہ الا الالف کہا کہ میں نے
وصیت کی ہزار درم کی فلانے شخص کے واسطے اور حالانکہ ہزار درم میرے تمام مال کا دسواں حصہ ہے تو موصی لہ کے واسطے سواے ہزار درم کے کچھ
نہیں م جبکہ ہزار درم ثلث مال سے خارج ہو سکیں تو اسکو ہزار درم ملینگے خواہ ہزار دسویں حصے سے زیادہ ہوں یا کم کذا فی الطحطاوی وفی اوصیت لہ بجمیع
ما فی ہذا الکیس وہو الف فاذا فیہ الفان ودنانیر وجواہر فکلہ لہ ان خرج من الثلث مجتبی اور اس قول میں کہ میں نے فلانے کے واسطے وصیت کی اس تمام
مال کی جو اس تھیلی کے اندر ہے اور حالانکہ وہ ہزار درم ہیں پھر جو اسمیں دیکھا تو دو ہزار درم اور اشرفیاں اور جواہر ہیں تو وہ مال بالکل موصی لہ کا ہے بشرطیکہ وہ
ثلث مال سے خارج ہووے کذا فی المجتبی قال لمدیونہ اذا مت فانت بری من دینی علیک صحت وصیتہ ولو قال ان مت لا یبرا للمخاطرۃ اپنے مدیون
سے کہا کہ جب میں مرجاؤں تو تو بری الذمہ ہے میرے اس دین سے جو تجھپر ہے تو وصیت صحیح ہے یعنی بعد موت کے وہ بری الذمہ ہو جاوے گا اور اگر یوں کہا
کہ اگر میں مرجاؤں تو تو بری الذمہ ہے میرے دین سے تو مدیون بری الذمہ نہوگا مخاطرہ کے سبب سے م مخاطرہ سے مراد اسپر تعلیق ہے جو ہنوز موجود نہیں لیکن
اسکا ہونا مترقب ہے کذا فی الطحطاوی یدخل المجنون فی الوصیۃ للمرضی دیوانہ داخل ہے بیماروں کی وصیت میں یعنی جو مال بیماروں کے واسطے وصیت
میں متعین ہوا تو مجنون پر بھی صرف ہوگا اس لیے کہ جنون بھی بیماری ہے وفی الوصیۃ للعلماء یدخل المتکلمون فی بلاد خوارزم دون بلادنا اور جو مال عالموں کے
واسطے وصیت ہوا اسمیں ملک خوارزم کے متکلم داخل ہیں نہ ہمارے ملک کے متکلم م متکلم وہ جو علم عقائد میں گفتگو کرتا ہو طحطاوی نے کہا شاید کہ خوارزم کے
متکلم شبہات مخالفین کا اتباع نکرتے ہونگے بلکہ لوگوں کو اعتقادات واجبہ کی تعلیم کرتے ہونگے اور غیر ملکوں کے متکلم شبہات فلاسفہ وغیرہ کو بیان کیا کرتے
ہونگے بدون رد اور انکار کے تو وہ ضال اور مضل ٹھہرے انکو علم الہی سے کچھ نصیبہ نہیں ولو اوصی للعقلاء یصرف للعلماء والزاہدین لانہم ہم العقلاء فی
الحقیقۃ قنیہ اور اگر وصیت کی عقلمندوں کے واسطے تو اسکو صرف کرنا چاہیے تارک الدنیا عالموں پر اس لیے کہ فی الحقیقۃ عقلمند وہی ہیں کذا فی
القنیہ م عاقل انجام بین کو کہتے ہیں تو حقیقت میں تارک الدنیا عاقل ہے جنے دنیاے ناپایدار کا انجام غور کرکے اسکو چھوڑ دیا تھا طحطاوی نے کہا
در المختار کے نسخوں میں بجاے لفظ قنیہ کے فتنہ کا لفظ ہے اور صواب یہ ہے کہ قنیہ ہے اس لیے کہ یہ عبارت قنیہ کی ہے جیسا کہ منح الغفار میں ہے اور اگر
ایسا ہو تو سراج وہاج کی عبارت ٹھہرے گی اس لیے کہ آخر فروع میں سراج مذکور ہے واللہ اعلم واعلم ان الوصیۃ فی ید الموصی او ورثتہ بمنزلۃ الودیعۃ سراج
جاننا چاہیے کہ مال وصیت موصی اور اسکے وارثوں کے قبضہ میں بجاے امانت کے ہے کذا فی السراج یعنی اگر مال مذکور تلف ہو جائیگا تو انکو ضمان دینا لازم نہوگا

باب الوصیۃ بثلث المال

یہ باب ہے تہائی مال کے وصیت کے مسائل میں اذا اوصی بثلث مالہ لزید والآخر بثلث مالہ ولم تجز الورثۃ فثلثہ لہما نصفان اتفاقا جبکہ اپنے تہائی مال کی
وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی مال دونوں شخصوں میں نصفا نصف
ہوگا باتفاق امام اور صاحبین رحمہم اللہ کے اس واسطے کہ ثلث مال دونوں کے حق کی گنجائش نہیں رکھتا کیونکہ عدم اجازت کی حالت میں تہائی مال سے وصیت زیادہ نہیں
ہوسکتی اور استحقاق کے سبب میں دونوں برابر ہیں اور محل شرکت کے قابل ہے لہذا ثلث مال دونوں میں نصفا نصف ہوگا کذا فی البرجندی وان اوصی بثلث مالہ
لزید ولآخر بسدس مالہ فالثلث بینہما اثلاثا اتفاقا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے اپنے مال کے چھٹے حصے کی وصیت کی
تو تہائی دونوں شخصوں میں تہائی تہائی ہوگی باتفاق امام رح اور صاحبین رحمہم اللہ کے یعنی دو سہم صاحب ثلث کے اور ایک سہم صاحب سدس کا وان اوصی لاحدہما بجمیع مالہ
ولآخر بثلث مالہ ولم تجز الورثۃ ذلک فثلثہ بینہما نصفان لان الوصیۃ باکثر من الثلث اذا لم تجز تقع باطلۃ فیجعل کانہ اوصی لکل بالثلث فینصف اور اگر وصیت
کی ایک شخص کے واسطے اپنے تمام مال کی اور دوسرے کے واسطے تہائی مال کی اور وارثوں نے اسکو جائز نہ رکھا تو اسکے مال کی تہائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی
اس واسطے کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت بسبب ورثہ کی اجازت نہوئی تو وہ باطل ٹھہر گئی تو یہ قرار دیا گیا کہ گویا اسنے ہر شخص کے واسطے تہائی مال کی وصیت کی ہے
وہ تہائی دونوں میں نصفا نصف ہوگی یہ مذہب ہے امام رح کا وقالا اربا عا لان الباطل مازاد علی الثلث فاضرب الکل فی الثلث تحصل اربعۃ تجعل ثلث المال اور صاحبین رحہما اللہ
نے کہا کہ ثلث مال کے چار حصے کیے جاویں اس واسطے کہ باطل وصیت وہ ہے جو تہائی پر زیادہ ہے تو کل کو ضرب کر ثلث میں چار حاصل ہونگے وہی چار سہم ثلث مال
میں قرار دیے جاوینگے طحطاوی نے کہا کہ شارح کی عبارت غیر مستقیم ہے یعنی انمیں دقت ہے مطلب خیز نہیں درر کی عبارت یوں ہے کہ صاحبین کے نزدیک
چار سہم کیے جاوینگے تین سہم اسکے واسطے جسکے لیے تمام مال کی وصیت ہوئی اور ایک سہم اسکے لیے جسکے واسطے تہائی کی وصیت ہوئی اس واسطے کہ وصیت زائد
ثلث پر باین معنی باطل ہے کہ موصی لہ اسکا مستحق نہیں ہوتا لیکن وہ معتبر ہے اس امر میں کہ موصی لہ اسکے سبب سے ثلث مال سے لیگا بقدر حصہ اس امر کے اسلیے
کہ اس مطلب کے ابطال کا کوئی موجب نہیں تو ثلث کا مخرج تین ہے تو ثلث ایک سہم ہوا اور کل تین تو چار سہم ہوگئے تو ثلث مال ان چار سہام پر قسمت ہوگیا انتہی مختصرا
ولا یضرب الموصی لہ باکثر من الثلث عند ابی حنیفۃ المراد بالضرب المصطلح بین الحساب فعندہ سہام الوصیۃ اثنان فاضرب نصف کل فی الثلث یکون سدسا فلکل
سدس المال وعندہما اربعۃ لما قدمنا اور امام کے نزدیک ضرب واقع نہ کریگا وہ موصی لہ جسکے لیے ثلث مال سے زیادہ وصیت ہوئی شارح نے کہا ضرب سے مراد وہ ضرب
ہے جو اہل حساب میں مصطلح ہے تو امام کے نزدیک وصیت مذکورہ کے سہام دو ہیں تو ضرب کر ہر ایک کے نصف کو ثلث میں تو سدس ہوگا ہر شخص کے واسطے مال کا
چھٹا حصہ ہوا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت کے چار ہیں چنانچہ ہم نے انکو آگے بیان کر دیا ہم شارح کو یوں کہنا اولی تھا فاضرب نصفہما او فاضرب نصیب
کل ضرب مصطلح عبارت ہے اس عدد کے حاصل کرنے سے جسکی نسبت احد المضروبین کے ساتھ ویسی جیسے دوسرے کی نسبت ایک کے ساتھ کذا فی الطحطاوی الا فی ثلاث
مسائل وہی المحاباۃ والسعایۃ والدراہم المرسلۃ ای المطلقۃ غیر المقیدۃ بثلث او نصف او نحوہما اکثر ثلث کا موصی لہ ضرب نہیں کرتا مگر تین مسئلوں میں ضرب
واقع ہوتی ہے اور یہ تین مسئلے ہیں ایک محابات دوسرے سعایت تیسرے دراہم مرسلہ یعنی مطلق دراہم جنمیں ثلث یا نصف کی یا انکے سوا اور کوئی قید نہ کور نہیں ہوئی
محابات لغت عرب میں بمعنی مسامحہ اور عطا کے ہے اور یہاں محابات سے مراد وہ بیع ہے جو ثمن معتدل سے کمتر ہو کذا فی الطحطاوی ومن صور ذلک ان یوصی لرجل
بالف درہم مثلا او یحابیہ فی بیع بالف درہم او یوصی بالعتق عبد قیمتہ الف درہم وہی ثلثا مالہ والآخر بثلث مالہ ولم تجز فالثلث بینہما اثلاثا اجماعا اور اسکے منجملہ
امثلہ کی یہ مثال ہے کہ وصیت کی ایک مرد کے واسطے ہزار درم کی مثلا یا ایک شخص سے بیع کی ہزار درم ثمن کی بطریق محابات کے یا وصیت کی اس
غلام کے آزادی کی جسکی قیمت ہزار درم ہے اور حالانکہ ہزار درم اسکے تمام مال کی دو تہائیاں ہیں اور دوسرے شخص کے واسطے تینوں مثالوں میں اپنے

ثلث مال کی وصیت کی اور وارثوں نے یہ وصیت جائز رکھی تو کل مال کی تہائی دونوں موصی لہ میں تین تہائی بالاتفاق ہوگی یعنی دو سہم ہزار درم کے موصی لہ کو اور ایک
سہم تہائی کی موصی لہ کو جسم ماتن نے اپنی شرح میں کہا کہ محابات کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد کے دو غلام ہیں ایک کی قیمت ۳۰ درم ہے اور دوسرے کی ۶۰ درم سو اُسنے وصیت
کی کہ پہلا غلام زید کے ہاتھ دس درم پر بیع ہوا اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۲۰ درم پر بیع ہو اور موصی کا سوائے ان دو غلاموں کے کچھ اور مال نہیں ہے تو زید کے حق میں
۲۰ درم کی وصیت ہوئی اور عمرو کے حق میں ۴۰ درم کی ہوئی تو ثلث مال دونوں موصی لہ میں تین تہائی ہوگا تو پہلا غلام زید کے ہاتھ ۲۰ درم پر
بیچا جائیگا اور دس درم اُسکے واسطے وصیت ٹھہری اور دوسرا غلام عمرو کے ہاتھ ۴۰ درم یا ۲۰ درم اُنکی وصیت ہوئی تو زید اور عمرو نے تہائی سے
بقدر وصیت کے لیا اگر ثلث وصیت سے زیادہ ہو گیا اور سعایت کی صورت یہ ہے کہ موصی نے دو غلاموں کو آزاد کیا جنکی قیمت وہی ہے جو محابات میں مذکور
ہو چکی اور اُسکا کچھ مال غلاموں کے سوا نہیں تو اول کے واسطے ثلث مال کی وصیت ہوئی اور ثانی کے واسطے دو ثلث کی تو وصیت کے سہام تین تہا ہونگے ایک
سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسی طرح تین سہم ہوگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کرے ۲۰ درم میں اور
ثانی غلام کا ثلث آزاد ہوگا وہ ۲۰ درم ہے اور سعایت کریگا ۴۰ درم میں تو ہر ایک موصی لہ نے ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہے ثلث پر اور دراہم مرسلہ کی
صورت یہ ہے کہ زید کے واسطے وصیت کی ۳۰ درم کی اور دوسرے کے لیے وصیت کی ۶۰ درم کی اور اُسکا کل مال ۹۰ درم ہے اور وارثوں نے اس وصیت کو جائز رکھا تو ہر موصی لہ
ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے تو اول شخص ثلث کو ثلث مال میں ضرب کریگا اور ثانی مال کی دو ثلثین میں کذا فی الطحطاوی ملخصا وبمثل نصیب ابنہ صحت لہ ابن ولا اور اپنے
فرزند کے حصہ کے مانند وصیت کی تو صحیح ہے خواہ اُسکا بیٹا ہو یا نہو وبنصیب ابنہ لا ان لہ ابن موجود اور اپنے فرزند کے حصہ کی دوسرے کے واسطے وصیت کی تو صحیح نہیں
اگر اُسکا بیٹا موجود ہو اسواسطے کہ حصہ فرزند کا قرآن سے ثابت ہے پھر جب اُسکی وصیت اور شخص کے واسطے ہوئی تو اُسنے فرض الٰہی کو بدل ڈالا تو صحیح نہوگا کذا فی المنح
بخلاف مسئلہ سابقہ کے اسواسطے کہ مثل شے سوا اُس شے کے ہے وان لم یکن لہ ابن صحت عنایہ وجوہرۃ زاد فی شرح التکملۃ وصار کما لو اوصی بنصیب ابن لو کان انتہی اور اگر
موصی کا فرزند نہو تو وصیت صحیح ہوگی کذا فی العنایہ والجوہرہ شرح تکملہ میں اتنا زیادہ کہا ہے اور یہ ہوگیا مانند اسکے کہ اگر وصیت کی حصہ فرزند کی اگر وہ ہوتا
انتہی ما فی شرح التکملۃ وفی المجتبی ولو اوصی بمثل نصیب ابن لو کان فلہ النصف انتہی اور مجتبی میں ہے اور اگر وصیت کی نصیبہ فرزند اگر وہ ہوتا تو موصی لہ کو نصف
مال ہے انتہی ما فی المجتبی اھ لیکن زیادہ عن الثلث اجازت ورثہ پر موقوف ہے ونقل المصنف عن السراج ما یخالفہ فتنبہ اور مصنف نے اپنی شرح میں سراج سے
وہ قول نقل کیا جو مجتبی کے مخالف ہے جسم مجتبی میں نصف مال مذکور ہے اور سراج میں ثلث مسطور ہے کذا فی الطحطاوی ولہ فی الصورۃ الاولی ثلث ان اوصی
مع ابنین اور موصی لہ کے واسطے پہلی صورت میں تہائی ہے اگر موصی نے دو فرزندوں کے ساتھ وصیت کی ہو یعنی دو فرزندوں کے ساتھ موصی لہ کے لیے بمثل
حصہ فرزند کے وصیت کی تو اُسکو تہائی مال ملیگا تو گویا موصی نے موصی لہ کو تیسرا فرزند قرار دیا ونصف مع ابن واحد ان جاز اور موصی لہ کے واسطے ایک فرزند
کے ساتھ نصف ہے اگر فرزند جائز رکھے ویشملہم البنات اور بیٹیوں کے مانند بیٹیوں کا حکم ہے یعنی اگر بمثل حصہ دختر وصیت کی اور اُسکے ایک بیٹی ہے تو موصی لہ کو نصف
ہے اگر وہ اجازت دے ورنہ ثلث ہے کذا فی المنح والاصل انہ متی اوصی بمثل نصیب بعض الورثۃ یزاد مثلہ علی سہام الورثۃ مجتبی اور قاعدہ یہ ہے کہ جب وصیت کرے
کسی وارث کے حصہ کے برابر ملنے کی تو ورثہ کے سہام پر اسی حصہ کا مثل زیادہ کر لیا جاتا ہے کذا فی المجتبی چنانچہ اوپر کی مثالوں میں مفصل گذرا وبجزء او سہم من مالہ
فالبیان الی الورثۃ یقال لہم اعطوہ ما شئتم ثم التسویۃ بین الجزء والسہم عرفنا واما اصل الروایۃ فبخلافہ اور وصیت کی اپنے مال میں سے ایک جزو یا ایک سہم کی تو اُسکا
بیان وارثوں کی طرف ہے تو وارثوں سے کہا جاویگا کہ موصی کو دو جتنا تمہارا جی چاہے پھر یہ دریافت کرنا چاہیے کہ برابری درمیان جزو اور سہم کے یہ ہمارا اصطلاح
کا عرف ہے اور اصل روایت تو اُسکے مخالف ہے وارثوں کو بیان اسواسطے مفوض ہوا کہ جزو اور سہم کا مدلول مجہول ہے قلیل اور کثیر کو شامل ہے اور وصیت جہالت سے منع
نہیں اور وارث موصی کے اُسکے قائم مقام ہیں بیان مراد میں شرح وقایہ میں ہے کہ سہم عبارت ہے سدس سے امام کے قول میں بنا برعرف بعض اشخاص کے منح الغفار میں ہے کہ

فقط نصیب۔ اور نقص اور بعض اور حظ اور شی کا سہم اور جزکے مانند ہی کذا فی الخطا دی وان قال سدس مالی لہ ثم قال ثلثہ لہ واجازوا لہ ثلث ای حقہ الثلث فقط وان اجازت الورثۃ لدخول السدس فی الثلث مقدما کان او مؤخرا اخذا بالتیقن وبہذا اندفع سوال صدر الشریعۃ واشکال ابن الکمال اور اگر بولا کہ میرے مال کا سدس یعنی چھٹا حصہ فلانے شخص کے واسطے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اُسکے واسطے ہی اور اُسکے وارثون نے اجازت دی تو موصی لہ کے واسطے تہائی مال ہی یعنی اُسکا حق فقط ثلث ہی اگرچہ وارثون نے اجازت دی ہو بسبب داخل ہونے سدس کے ثلث مین خواہ ثلث مقدم مذکور ہو خواہ مؤخر اعتبار یقین کے سبب سے اور اس تقریر سے صدر الشریعۃ کا سوال اور ابن کمال کا اشکال دفع ہوگیا صدر الشریعۃ کا خلاصہ سوال یہ ہی کہ ثلث اور سدس کا قول اگر اخبار ہی تو کذب ہی اور اگر انشا ہی تو واجب ہی کہ موصی لہ کے واسطے نصف مال واجب ہو اس واسطے کہ ثلث و سدس نصف ہوتا ہی خلاصہ جواب یہ ہی کہ وصیت مین احتمال ہی کہ سدس ثلث مین داخل ہو اور یہی احتمال ہی کہ داخل نہو بلکہ زیادت سدس کی ثلث پر مراد ہو لیکن چونکہ دخول سدس کا ثلث مین یقینی ہی لہذا یہی معتبر ہوا اور دوسری وجہ یہ ہی کہ آدمی ثلث سے زیادہ کی وصیت کا مالک نہین تو موصی کے کلام کا محمل صحیح یہ ہی کہ نصف کا ارادہ مراد نہو وفی سدس مالی مکررا لہ سدس لان المعرفۃ قد اعیدت معرفۃ اور اس وصیت مین کہ سدس مالی کا لفظ مکرر کہا تو سدس لکیو اسطے سدس ہی اسواسطے کہ معرفہ دوبارہ مذکور ہوا معرفہ ہوکر یعنی موصی نے یون کہا کہ میرا سدس مال اُسکے واسطے ہی پھر بھی کہا کہ میرا سدس مال اُسکا ہی خواہ اُسی مجلس مین تکرار کی یا دوسری مجلس مین تو سدس اُسکا حق ہی اسواسطے کہ اعادہ معرفہ مین ثانی عین ہوتا ہی اول کا اور یہان معرفہ لفظ ہی سدس کا اسواسطے کہ وہ مضاف ہی مال کی طرف وبثلث دراہمہ او غنمہ او ثیابہ متفاوتۃ فلو متحدۃ فکالاولی او عبیدہ ان ہلک ثلثاہ فلہ جمیع ما بقی فی الاولین ای الدراہم والغنم اور موصی کے دراہم یا اُسکی بھیڑ بکریون یا اُسکے مختلف کپڑون کی یا اُسکے غلامون کی ثلث کی وصیت مین اگر دو ثلث تلف ہوجاوین تو موصی لکیو اسطے وہ ہی جو سب باقی رہ گیا اول دو مثالون مین یعنی درمون اور بھیڑ بکریون مین شارح نے کہا اور اگر کپڑے متحد الجنس ہین تو وہ درمون کے مانند ہین حیثم یعنی موصی نے کہا کہ میرے ثلث غنم فلانے کے واسطے ہین پھر درم اور غنم کی دو تہائیان تلف ہوگئین تو موصی لہ کے واسطے تمام باقی ہی مثلا اگر نو درم مال تھا سو چھ درم ضائع ہوگئے تو باقی تین درم موصی لہ کا حق ہی ان خرج من ثلث باقی جمیع معاقبۃ مالہ اخی چلپی اگر موصی کی جمیع اقسام مال کی ثلث سے نکلے تب جمیع باقی کو موصی لہ پایئگا کذا ذکرہ اخی چلپی وثلث الباقی فی الآخرین ای الثیاب والعبید وان خرج الباقی من ثلث کل المال اور پچھلی دو مثالون مین یعنی کپڑون اور غلامون مین باقی کا ثلث ہی موصی لہ کے واسطے اگرچہ باقی تمام مال کی تہائی سے نکلے ہم یعنی اگر نو کپڑے ہم قیمت یا نو غلام ہم قیمت ہین اور انمین سے چھ کپڑے یا چھ غلام ضائع ہوگئے باقی رہے تین تو اس باقی کی تہائی یعنی ایک کپڑا یا ایک غلام موصی لہ کا ہی برخلاف درہم اور غنم کے کہ انمین جمیع ما بقی موصی لہ کا حق ہی والفرق ان الاول کل متحد الجنس کمکیل او موزون وثیاب متحدۃ وضابطہ ما یقسم جبرا والثانی کل مختلف الجنس وضابطہ ما لا یقسم جبرا اور اول یعنی درم اور غنم کی مانند ہی ہر چیز متحد الجنس چنانچہ کیلی اور وزنی اور کپڑے ایک قسم کے اور قاعدہ کلیہ اُسکا یہ ہی کہ اس چیز کی قسمت زبردستی ہوسکتی ہو اور ثانی یعنی ثیاب اور عبید کے مانند ہی ہر چیز مختلف الجنس اور اُسکا قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ وہ چیز قسمت پذیر نہوتی ہو زبردستی سے ہم اشیاء متحد الجنس اگر وارثون مین مشترک ہون اور بعض وارث قسمت کے طالب ہون اور بعضے نہ چاہتے ہون تو قاضی اُنکو تقسیم کریگا زبردستی سے اور اگر مختلف الجنس ہین تو اُنمین تقسیم جبری نہوگی وبالف ولہ دین من جنس الالف وعین فان خرج الالف من ثلث العین دفع الیہ اور موصی نے ہزار درم کی وصیت کی اور حالانکہ اُسکا مال دین ہی لوگون پر ہزار درم کی جنس سے اور عین بھی ہی تو اگر ہزار درم عین کی تہائی سے نکلے تو اُسکو وہی دیا جاوے ہم یعنی اگر اُسکا تین ہزار کا متروکہ نقد ہی تو اسی نقد مین سے ایک ہزار درم موصی لہ کو دیے جاوین والا یخرج فثلث العین یدفع لہ وکلما خرج شی من الدین یدفع الیہ ثلثہ حتی یستوفی حقہ وہو الالف اور اگر ہزار درم نہ نکلین نقد متروکہ سے تو تہائی نقد کی اُسکو دیجاوے اور جس قدر دین سے وصول ہوتا جاوے تو اسکی تہائی سے اسکو ملتی جاوے یہان تک کہ اُسکا حق ہزار درم

پورے ہو جاویں ہم مثلاً نقد متروکہ ۳۰۰ درم ہیں تو ایک سو درم موصی لہ کو دینا اور جسقدر دین وصول ہوتا جاے اسکی تہائی دیتے رہیں ہزار درم کے بھرنے تک
وثلثہ لزید وعمرو وہو ای عمرو میت لزید کلہ ای کل الثلث والاصل ان المیت او المعدوم لا یستحق شیئا فلا یزاحم غیرہ وصار کما لو اوصی لزید وجدار اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور عمرو کے واسطے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کے واسطے پوری تہائی ہے اور اسکا قاعدہ یہ ہے کہ میت یا معدوم کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتی کسی غیر کی تو غیر کی مزاحم اور مانع نہو گی اور وہ قول اس قول کے مانند ہے کہ اگر وصیت کی زید اور دیوار کے واسطے ہذا اذا خرج المزاحم من الاصل اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب یخرج بحصتہ ولا یسلم للآخر کل الثلث لثبوت الشرکۃ یعنی استحقاق کل ثلث کا اسوقت ہے جبکہ مزاحمت کرنے والا نکل جاے اصل وصیت سے لیکن جبکہ مزاحم نکلے صحت ایجاب کے بعد تو اپنا حصہ لیکر نکلیگا اور دوسرے شخص کو تمام ثلث نہ دیا جاویگا شرکت کی وجہ سے کما لو قال ثلث مالی لفلان وفلان ابن عبد اللہ ان مات وہو فقیر فمات الموصی وفلان ابن عبد اللہ غنی کان لفلان نصف الثلث چنانچہ اگر موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال مثلاً زید اور خالد بن عبد اللہ کے واسطے ہے اگر یہ مرجاوین اور خالد محتاج ہے پھر موصی مرگیا اور حالانکہ خالد بن عبد اللہ مالدار ہے تو زید کے واسطے نصف ثلث ہوگا اسواسطے کہ خالد جو مالدار ہوگیا وصیت میں داخل تھا محتاجی کے سبب سے اور اب نکل گیا مالداری کی وجہ سے تو اس صورت میں زید کو پوری تہائی نہ دیا جاویگا وکذا لو مات احدہما قبل الموصی وفروعہ کثیرۃ اور اسی طرح اگر ایک موصی لہ مرگیا موصی کے پہلے تو دوسرا موصی لہ نصف ثلث پاویگا اور اس اصل کی شاخیں بہت ہیں ہم از انجملہ یہ ہے کہ اگر یوں کہا کہ میرا تہائی مال زید اور عبد اللہ کا ہے اگر عبد اللہ ان گھر میں ہو اور حالانکہ عبد اللہ گھر میں نہیں تو زید کو نصف ثلث ملیگا اسواسطے کہ ایک شخص کے استحقاق کا بطلان حق ثانی کے ازدیاد کا موجب نہیں کذا فی المنح وحاصلہ المعول علیہ انہ متی دخل فی الوصیۃ ثم خرج لفقد شرطہ لا یوجب الزیادۃ فی حق الآخر ومتی لم یدخل فی الوصیۃ لفقد الاہلیۃ کان الکل للآخر ذکرہ الزیلعی اور اسکا قاعدہ معتمد علیہ یہ ہے کہ جب موصی لہ وصیت میں داخل ہوا پھر وصیت سے نکل گیا نقصان شرط کے سبب سے تو یہ دوسرے موصی لہ کے حق میں زیادہ ہوجانے کا موجب نہیں ہوتا اور جبکہ وصیت میں داخل ہی نہو فقدان اہلیت کی وجہ سے تو تمام ثلث دوسرے موصی لہ کا ہوگا ایسا ذکر کیا ہے زیلعی نے وقیل العبرۃ لوقت موت الموصی والیہ یشیر کلام الدرر تبعا للکافی حیث قال لہ ولولد بکر فمات ولدہ قبل موت الموصی الی آخرہ اور بعضوں نے کہا موت موصی کے وقت کا اعتبار ہے اور اسی کا طرف درر کا کلام باتباع کافی کے مشیر ہے چنانچہ صاحب درر نے کہا ہے کہ اگر وصیت کی زید اور بکر کے فرزند کے واسطے پھر بکر کا فرزند مرگیا موصی کی موت سے پہلے الی آخرہ تمام صاحب درر کا کلام یہ ہے یا وصیت کی زید کیواسطے اور اسکے محتاج فرزندوں کیواسطے اور شرط فوت ہوگئی موت موصی کے نزدیک تو تمام ثلث زید کا ہے اسواسطے کہ معدوم اور میت کسی چیز کا مستحق نہیں ہوتا تو زید کی مزاحمت ثابت نہو گی چنانچہ زید اور دیوار کی وصیت میں انتہی اور اسکی مانند صورتوں میں فتاوی عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کذا فی الطحطاوی لکن قول الزیلعی فیما مر اما اذا خرج المزاحم بعد صحۃ الایجاب الخ صریح فی اعتبار حالۃ الایجاب فتنبہ وفیہ روایتان لیکن زیلعی کا قول کلام گذشتہ میں یعنی جبکہ مزاحم خارج ہو جاے بعد صحت ایجاب کے الی آخرہ صریح ہے حالت ایجاب کے اعتبار میں نہ موت موصی کے اعتبار میں آگاہ ہو اور بعضوں نے کہا کہ یہاں دو روایتیں ہیں ولو قال بین زید وعمرو وہو میت لزید نصفہ لان کلمۃ بین توجب التنصیف حتی لو قال ثلثہ بین زید وسکت فلہ نصفہ ایضاً اور اگر موصی بولا کہ میرا ثلث مال مابین زید اور عمرو کے ہے اور حالانکہ عمرو مردہ ہے تو زید کو نصف ثلث ملے گا اسواسطے کہ لفظ بین کا تنصیف کا موجب ہے یہانتک کہ اگر موصی بولا کہ ثلث مال مابین زید کے اور چپ ہو گیا دوسرے شخص کو ذکر نکیا تو بھی زید کو نصف ہی ملے گا وثلثہ وہو ای الموصی فقیر وقت الوصیۃ لہ ثلث مالہ عند موتہ سواء اکتسبہ بعد الوصیۃ او قبلہا لما تقرر ان الوصیۃ ایجاب بعد الموت اور اگر وصیت کی ثلث مال کی اور حالانکہ وصیت کرنے والا محتاج ہے وصیت کے وقت تو موصی لہ کے واسطے اسکا ثلث مال ہے یعنی اس مال کا ثلث جو موصی کی موت کے وقت موجود ہو خواہ اسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہو یا قبل وصیت کے اسواسطے کہ ثابت ہو چکا یہ کہ وصیت

عبارت ہے ایجاب بعد موت سے تو مختار دی ہے کہا بہتر یہ تھا کہ فقیر کی قید مذکور نہوتی تا اطلاق صحیح ہوتا اذا لم یکن الموصی بہ عینا او نوعا معینا اما اذا
مذکورہ اسکو نفقہ ملے گا جبکہ وصیت کی چیز عین یا نوع معین نہو اما اذا اوصی بعین او نوع من مالہ کثلث غنمہ فہلکت قبل موتہ بطلت لتعلقہا بالعین فیبطل
بفواتہا ولو اکتسب غیرہا لیکن جبکہ وصیت عین کی کی یا اپنے مال سے ایک نوع کی وصیت کی چنانچہ ثلث غنم کی وصیت کی پھر وہ تلف ہوگئی موصی کے مرنے سے
پہلے تو وصیت باطل ہوگئی بسبب متعلق ہونے وصیت کے عین سے تو وصیت باطل ہوگی اُسکے فوت ہوجانے سے اگرچہ اُسنے سواے اُس غنم کے اور غنم کو حاصل
کیا ہو ولو لم یکن لہ غنم عند الوصیۃ فاستفادہا ای الغنم ثم مات صحت فی الصحیح لان تعلقہا بالنوع کتعلقہا بالمال اور اگر موصی کی غنم وصیت کے وقت
نہوں پھر وہ غنم کو حاصل کرے پھر مرجاے تو وصیت صحیح ہے قول صحیح میں اس لیے کہ تعلق وصیت کا نوع سے ویسا ہے جیسے وصیت کا تعلق مال سے یعنی
وجود عند الموت کا اعتبار ہے ولو قال لہ شاۃ من مالی ولیس لہ غنم یعطی قیمۃ الشاۃ اور اگر بولا زید کے واسطے گوسپند ہے میرے مال سے اور حالانکہ اسکی
ملک میں بھیڑ بکری کا گلہ نہیں ہے تو اُسکو گوسپند کی قیمت دیجاے گی بخلاف قولہ لہ شاۃ من غنمی فلا غنم لہ یعنی لا شاۃ لہ فانہا تبطل برخلاف اس قول
کے کہ اُسکے واسطے ایک گوسپند ہے میری غنم یعنی بھیڑ بکریوں سے اور حالانکہ اُسکی ملک میں غنم نہیں ہے یعنی ایک گوسپند بھی نہیں تو وصیت باطل ہے وجہ فرق
بین المسئلتین یہ ہے کہ پہلی صورت میں جب گوسپند کو مال کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہوگیا کہ مالیت گوسپند کی وصیت مراد ہے اور مالیت حاصل ہوتی ہے مطلق
مال میں اور دوسری صورت میں جب گوسپند کو غنم کی طرف مضاف کیا تو معلوم ہوگیا کہ عین گوسپند مراد ہے اسواسطے کہ موصی نے گوسپند کو غنم کا ایک جز قرار دیا
وکذا لو لم یضفہا لمالہ ولا غنم لہ وقیل تصح اور اسی طرح اگر گوسپند کو اپنے مال کی طرف مضاف نکیا اور حالانکہ اُسکے ملک میں غنم نہیں تو وصیت باطل ہے اور قول
ضعیف یہ ہے کہ وصیت صحیح ہے وکذا الحکم فی کل نوع من انواع المال کالبقر والثوب ونحوہما زیلعی اور اسی طرح گوسپند کے مانند حکم ہے ہر قسم میں اقسام
مال سے چنانچہ گاے بیل اور کپڑا اور مانند اُسکے کذا فی الزیلعی وثلثہ لامہات اولادہ وہن ثلث وللفقراء والمساکین لہن ای امہات الاولاد ثلثۃ اسہم
من خمسۃ وسہم للفقراء وسہم للمساکین وعند محمد تقسیم سباعا لان لفظ الفقراء والمساکین جمع واقلہ اثنان قلنا ال الجنسیۃ تبطل الجمعیۃ اور اگر وصیت کی اپنی امہات اولاد کے
واسطے اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تہائی مال کی اور حالانکہ ام ولدیں تین ہیں تو اُنکے واسطے تین سہم ہیں پانچ سہموں میں سے اور فقیروں کے واسطے ایک
سہم ہے اور مسکینوں کے واسطے ایک سہم امام رح کے نزدیک اور محمد رح کے نزدیک تقسیم ہوگی سات حصے ہوکر اسواسطے کہ فقرا اور مساکین کا لفظ جمع ہے اور اقل جمع دو ہیں
ہم جواب کہتے ہیں امام کی طرف سے کہ فقرا اور مساکین پر الف لام ہے جنس کا اور الف لام جنسی جمع ہونے کو باطل کردیتا ہے یعنی تو یہاں ظاہر میں جمع کا صیغہ ہے اور حقیقت
میں مفرد ہے وثلثہ لزید وللمساکین لزید نصفہ ولہم نصفہ وعند محمد اثلاثا کما مر اور اگر وصیت کی تہائی مال کی زید اور مساکین کے واسطے تو زید کے لیے نصف
ہے ثلث کا اور مساکین کے واسطے نصف باقی ہے اور محمد کے نزدیک تین حصے ہونگے ایک حصہ زید کا اور دو حصے مساکین کے واسطے اسلیے کہ اقل جمع دو ہیں چنانچہ
مذکور ہوچکا ولو اوصی بثلثہ لزید وللفقراء والمساکین قسم اثلاثا عند الامام وارباعا عند ابی یوسف واخماسا عند محمد اختیار اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی زید
اور فقیروں اور مسکینوں کے واسطے تو تہائی کی تقسیم ہوگی تین حصے ہوکر امام رح کے نزدیک اور دو حصے ہوکر ابو یوسف کے نزدیک اور پانچ حصے ہوکر محمد کے نزدیک کذا
فی الاختیار شرح المختار ولو اوصی للمساکین کان لہ صرفہ الی مسکین واحد وقال محمد لاثنین علی الاصح فلا یجوز صرف ما للمساکین لاقل من اثنین عندہ والخلاف فیما
اذا لم یشر للمساکین فلو اشار لجماعۃ وقال ثلث مالی لہذہ المساکین لم یجز صرفہ لواحد اتفاقا اور اگر وصیت کی مسکینوں کے واسطے تو وصی کو جائز ہے اسکا صرف کرنا ایک
مسکین پر یعنی بطلان جمعیت کی وجہ سے اور محمد رح نے کہا کہ دو مسکین پر صرف کرنا لازم ہے بدلیل گذشتہ یعنی اقل جمع دو ہیں تو جو مال کہ مساکین کے واسطے ہے اسکا
صرف کرنا دو مسکینوں سے کمتر پر جائز نہیں محمد کے نزدیک اور یہ خلاف اُس صورت میں ہے جبکہ موصی نے مساکین کی طرف اشارہ کرکے معین نہیں کردیا سو اگر اُسنے
ایک جماعت کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ میرا تہائی مال ان مسکینوں کے واسطے ہے تو اُسکا صرف کرنا ایک مسکین کی طرف باتفاق امام اور محمد کے جائز نہیں

ولو اوصی لفقراء بلخ فاعطی غیرہم جاز عند ابی یوسف وعلیہ الفتوی خلاصہ وشرنبلالیہ اور اگر وصیت کی بلخ کے فقیرون کے واسطے سو وصی نے اُنکے سوا اور فقیرون کو دیا تو ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الخلاصۃ والشرنبلالیہ وبمائۃ لرجل وبمائۃ لآخر فقال لآخر اشرکتک معہما فلہ ثلث کل مائۃ لتساوی نصیبہما فالمثبت المساواۃ فلکل ثلث المائۃ اور اگر وصیت کی سو درم کی ایک مرد کے واسطے اور سو درم کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ مین نے تجکو شریک کر دیا ان دونون مردون کے ساتھ تو تیسرے مرد کے واسطے ہر سیکڑے کی تہائی ہی اسواسطے کہ پہلے دو مردون کا حصہ برابر ہی تو ممکن ہوگئی تینون کی برابری تو ہر مرد کو سیکڑے کی دو تہائیان ملینگی ولو باربعمائۃ مثلا لہ وبمائتین لآخر فقال لآخر اشرکتک معہما فلہ نصف الکل منہما لتفاوت نصیبہما فیساوی کلا منہما اور اگر مثلا ۴۰۰ درم کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے اور دو سو درم کی وصیت کی دوسرے کے واسطے پھر تیسرے مرد سے موصی نے کہا کہ مین نے تجکو دونون کے ساتھ شریک کر دیا تو تیسرے مرد کو ہر ایک کے حصہ سے ملے گا بسبب متفاوت ہونے دونون کے حصونکے تو تیسرا مرد دونون کے برابر ہوگا ہم جب دونون کا حصہ متفاوت ہو تو تینون شخصون کی برابری ممکن نہین تو شرکت کو حمل کیا ثالث کی مساوات پر دونون کے ساتھ تاکہ لفظ اشتراک کا مفہوم بقدر امکان صحیح ہووے وبثلث مالہ لرجل ثم قال لآخر اشرکتک او ادخلتک معہ فالثلث بینہما لما ذکرنا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی ایک مرد کے واسطے پھر دوسرے سے کہا کہ مین نے تجکو شریک کیا اُسکے ساتھ یا تجکو داخل کر دیا اُسکے ساتھ تو تہائی مال دونون مین نصفا نصف ہی بدلیل مذکور یعنی شرکت مقتضی ہی مساوات کی اور یہان مساوات ممکن ہی وان قال لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ فانہ یصدق وجوبا الی الثلث استحسانا اور اگر اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہی تو اُسکی تم تصدیق کیجیو تو اُسکی تصدیق کیجاویگی باعتبار وجوب کے تہائی مال تک استحسان کی وجہ سے ہم وجہ استحسان یہ ہی کہ اصل حق دین ہی اور مقدار اُسکی بطریق وصیت کے ثابت ہوسکتی ہی اور قیاس یہ ہی کہ تصدیق نہو اسواسطے کہ مدعی کی تصدیق نہین ہوتی بدون حجت کے کذا فی صدر الشریعۃ بخلاف قولہ کل من ادعی علی شیئا فاعطوہ لانہ خلاف الشرع بخلاف اس قول کے جو شخص مجھپر کسی چیز کا دعوی کرے تو اُسکو دیجیو تو اسمین تصدیق نہوگی اسلیے کہ یہ خلاف شرع ہی ہم یعنی تصدیق مدعی کی بلا حجت خلاف شرع ہی الا ان یقول ان رای الوصی ان یعطیہ فیجوز من الثلث ویصیر وصیۃ مگر یہ کہ قائل مذکور یون کہے کہ اگر وصی اُسکا دینا مناسب اور مصلحت دیکھے تو تہائی مال سے دینا جائز ہی اور یہ قول وصیت ہوجاویگا ہم وصیت ہوجانے کی یہ وجہ ہی کہ اُسنے وصی کو تفویض کیا کذا فی الخطاوی ولو قال ما ادعی فلان من مال فہو صادق فان سبق منہ دعوی فی شیء معلوم فہو لہ والا لا مجتبی اور اگر بولا کہ فلانا شخص جو دعوی کرے مال سے تو وہ سچا ہی تو اگر اس شخص سے کوئی دعوے شی معین مین سابق ہوچکا ہو تو وہ شی مدعی کی ہی اور اگر تقدیم دعوی نہین تو وہ چیز اُسکی نہین کذا فی المجتبی فان اوصی بوصایا مع ذلک ای مع قولہ لورثتہ لفلان علی دین فصدقوہ عزل الثلث لاصحاب الوصایا والثلثان للورثۃ پھر اگر موصی نے چند وصیتین کین اُسکے ساتھ یعنی اس قول کے ساتھ جو اُسنے اپنے وارثون سے کہ فلانے شخص کا مجھپر دین ہی تو اُسکی تصدیق کیجیو تو تہائی مال جدا کیا جاویگا وصیت والون کے واسطے اور دو تہائیان جدا ہونگی وارثون کے واسطے ہم یعنی ایک شخص نے اپنے وارثون سے کہا کہ فلان شخص کا مجھپر دین ہی تو اگر وہ دعوے کرے تو اُسکی تصدیق کرنا پھر اس قول کے بعد اُسنے چند اشخاص کے واسطے وصیتین کین تو اُسکے مال سے تہائی اہل وصایا کے لیے جدا کرنا چاہیے اور دو تہائیان وارثون کے لیے اسواسطے کہ وصیت اور میراث معلوم ہین اور دین مجہول ہی تو معلوم کا مزاحم نہوگا لہذا معلوم کی تقدیم ہوئی مجہول پر وقیل لکل من اصحاب الوصایا والورثۃ صدقوہ فیما شئتم وما بقی من الثلث فللوصایا اور کہا جاوے گا اہل وصایا اور وارثون کے ہر فریق سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جسقدر مین کہ تم چاہو اور جو باقی رہے تہائی سے وہ اہل وصایا کا ہی ہم پھر جب کہ فریق نے اقرار کیا تو معلوم ہوگیا کہ ترکہ مین دین ہی دونون حصون مین تو ہر فریق کا اقرار اُسکے حصہ مین نافذ ہوگا کذا فی العالمگیریۃ والدین وان کان مقدما علے الحقین الا انہ مجہول اور دین اگرچہ مقدم ہی وصیت اور میراث کے دونون حقون پر مگر وہ مجہول ہی معلوم نہین ہم یہ جواب سوال مقدر کا ہی کہ دین تو وصیت اور میراث پر مقدم ہی پھر اُسکی کیا

اور جبکہ وصیت کی تہائی اور میراث کی دو تہائیاں جدا ہوئیں بدون اعتبار دین کے خلاصہ جواب یہ ہے کہ عدم تقدیم دین یہاں اسکے عدم تعین کے
سبب سے ہوئی وطریق تعیینہ ما ذکرا اور دین مذکور کے مقرر اور معین ہو جانے کا طریقہ وہ ہے جو مذکور ہو گیا یعنی تصدیق فریقین ذکرہ خذ الورثۃ ثلثی ترکۃ
دالموصی لہم ثلث ما افردوا بما بقی للعلم وجسقدر دین کا وارثوں نے اقرار کیا وہ انکی دو تہائیوں سے لیا جاویگا اور جو اہل وصایا نے اقرار کیا وہ انکی تہائی سے لیا جاویگا
اور جو باقی رہیگا بعد دین ادا کرنے کے وہ انکا ہے یعنی جو دو تہائیوں میں باقی رہیگا وہ وارثوں کا ہے اور جو ایک تہائی سے باقی رہیگا وہ اہل
وصایا کا ہے وحلف کل علی العلم لو ادعی الزیادۃ اور ہر فریق قسم کھائے اپنی دانست پر اگر مدعی کچھ زیادہ دعوی کرے یعنی ہر فریق یوں قسم کھاوے کہ ہم
اسی قدر دین کو جانتے ہیں قلت بقی لو کانت الوصایا دون الثلث ہل یعزل الثلث کلہ ام بقدر الوصایا لم ارہ باقی رہا یہ احتمال کہ اگر وصیتیں
تہائی مال سے کم ہو تو کیا پوری تہائی نکال رکھی جاویگی یا بقدر وصیت کے میں نے اسکی تصریح کتب فقہ میں نہیں دیکھی وبقی ایضا ہل
یلزمہم ان یصدقوہ فی الاکثر من الثلث یراجع ابن الکمال اور یہ بھی احتمال باقی ہے کہ آیا انکو لازم ہے یہ کہ مقر لہ کی تصدیق کریں ثلث سے زائد میں
اسلئے واسطے ابن کمال کی طرف رجوع کرنا چاہیے ہم یہ اصل اعتراض ہے زیلعی کا سو ابن کمال نے فقط زیلعی کا اعتراض بدون جواب کے ذکر
کیا ہے اور بعضوں نے ضعیف جواب دیا جس سے زیلعی کا اشکال ساقط نہیں ہوتا کذا فی الطحطاوی مختصرا ولاجنبی ووارثہ او قاتلہ النصف
الوصیۃ وبطل وصیتہ للوارث والقاتل لانہما من اہل الوصیۃ علی ما مر ولذا تصح باجازۃ الورثۃ اور اگر وصیت کی اجنبی شخص اور اپنے وارث یا
قاتل کے واسطے تو اجنبی کو نصف وصیت ملیگی اور اسکی وصیت وارث اور قاتل کے حق میں باطل ہوگی اجنبی کو نصف ملیگا نہ کل اسواسطے کہ وارث
اور قاتل وصیت کے مستحق ہیں بنا بر اس قول کے جو گذر گیا اور اسی واسطے وصیت وارث اور قاتل کے واسطے صحیح ہو جاتی ہے وارث کی اجازت سے
ہم برخلاف اس وصیت کے کہ موصی نے زندہ اور مردہ کے واسطے وصیت کی تو سب کا مالک زندہ ہوگا اسواسطے کہ مردہ وصیت کا مستحق نہیں تو
مزاحم بھی نہوگا بخلاف ما اذا اقرہ بعین او دین لوارثہ ولاجنبی حیث لا یصح فی حق الاجنبی ایضا لانہ اقرار بعقد سابق بینہما فاذا لم یثبت
لوارثہ فیہ فرورد برخلاف اسکے جبکہ عین یا دین کا اقرار کیا اپنے وارث اور اجنبی کے واسطے کیونکہ وصیت صحیح نہیں اجنبی کے حق میں بھی اس سبب سے کہ
اقرار ہے عقد سابق کا یعنی دونوں کی شرکت کا زمانہ ماضی میں ہے جبکہ بعض لغو ہو گیا تو باقی بھی بالضرور لغو ٹھہرا ہم عدم صحت کی وجہ یہ ہے کہ وصیت
انشاء تصرف ہے یعنی وارث اور اجنبی کے واسطے تملیک ابتدائی ہے اور اقرار اخبار ہے موجود سابق سے اور حالانکہ اسنے خبر دی ہے وصف شرکت
زمانہ ماضی میں تو اب اقرار کا اثبات بدون شرکت کے نہیں ہو سکتا کیونکہ اسکی خبر کے مخالف ہے اور نہ اثبات اقرار کا شرکت کے ساتھ ممکن ہے اسواسطے
کہ وارث اسمیں شریک ہوا جاتا ہے کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی مختصرا قیل ہذا اذا تصادقا فان انکر احدہما شرکۃ الآخر صح اقرارہ فی حصۃ الاجنبی
عند محمد رح وعندہما تبطل فی الکل لما قلنا زیلعی بعضوں نے کہا یعنی عدم صحت اقرار اسوقت ہے جبکہ وارث اور اجنبی ایک دوسرے کی تصدیق کرے پھر
اگر ایک دوسرے کی شرکت کا انکار کرے تو وارث کا اقرار اجنبی کے حصہ میں صحیح ہوگا محمد رح کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک سب کے حصے میں باطل ہوا اسی
وجہ سے جو ہم نے بیان کی کذا فی الزیلعی ولو اوصی بثیاب متفاوتۃ جید ووسط ورد لثلثۃ انفس لکل منہم ثوب فضاع منہا ثوب
ولم یدر ای ہو والوارث یقول لکل منہم ہلک حقک بطلت الوصیۃ بجہالۃ المستحق کوصیتہ لاحد ہذین الرجلین اور اگر وصیت کی
عمدہ اور متوسط اور ناقص متفاوت کپڑوں کی تین شخصوں کے واسطے ہر آدمی کے لیے ایک کپڑا پھر ان تینوں کپڑوں سے ایک کپڑا ضائع
ہو گیا اور معلوم نہیں کہ کون تلف ہوا اور موصی کا وارث کہتا ہے ہر ایک آدمی سے کہ تیرا حق تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہوگئی مستحق کے معلوم
نہونے سے جیسے ان دو مردوں میں سے ایک مرد کے واسطے وصیت باطل ہے یعنی اگر موصی نے کہا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک شخص کے واسطے میں نے

وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہے جہالت کے سبب سے یعنی معلوم نہیں کہ کس شخص کے واسطے وصیت کی الا ان لایسامحوا ویسلموا ما بقی منہا فتعود صحیحۃ
لزوال المانع وہو الجحود ذکرہ یہ کہ موصی کے وارث مسامحہ نکریں اور باقی کپڑوں کو تسلیم کریں تو وصیت صحیح ہو جاوے گی مانع صحت کے زوال سے یعنی وارثوں کا
انکار مانع تھا صحت کا سو تسلیم سے زائل ہو گیا فتقسم لذی الجید ثلثاہ ولذی الردی ثلثاہ ولذی الوسط ثلث کل واحد منہما لان التسویۃ بقدر
الامکان تو عمدہ کپڑے والے کے واسطے عمدہ کی دو تہائیاں اور ناقص والے کے واسطے ناقص کی دو تہائیاں اور متوسط کپڑے والے کے واسطے دونوں کپڑوں
میں سے ایک ایک تہائی تقسیم کیجاوے گی اس واسطے کہ یہ برابر کرنا ہے بقدر امکان کے ولو اوصی احد الشریکین ببیت معین من دار مشترکۃ وقسم ووقع
فی حظہ فہو للموصی لہ والا بیع فی حظہ فلہ مثل ذرعہ صرح صدر الشریعۃ وغیرہ بوجوب القسمۃ فلو قال قسم فان وقع الی آخرہ لکان اولی اور اگر گھر کے دو شریکوں
میں سے ایک شریک نے مشترک گھر سے ایک معین کوٹھری کی وصیت کی اور وہ گھر بانٹا گیا اور وہ کوٹھری موصی کے حصے میں پڑی تو وہ موصی لہ کی ہے اور
اگر موصی کے حصے میں واقع نہوئی تو موصی لہ کے واسطے کوٹھری کے برابر گزوں سے زمین ناپ دیجاوے گی صدر الشریعۃ وغیرہ میں وجوب قسمت کی تصریح کی ہے تو
اگر ماتن یوں کہتا قسمت کیجاوے پھر اگر کوٹھری اسکے حصے میں آوے الی آخر الکلام تو بہتر ہوتا والاقرار ببیت معین من دار مشترکۃ مثلہا ای مثل الوصیۃ
فی الحکم المذکور اور اقرار کرنا معین کوٹھری کا مشترک گھر سے وصیت کے مانند ہے حکم مذکور میں یعنی اگر احد الشریکین نے کہا کہ یہ کوٹھری فلانے شخص کی ہے پھر اس
گھر کی تقسیم ہوئی اور وہ کوٹھری مقر کے حصے میں واقع ہوئی تو اسکا مالک مقر لہ ہوگا اور اگر اسکے حصے میں نہ پڑی تو اسکے برابر زمین ناپ دیجاویگی تو یہاں وصیت
اور اقرار کا یکساں حکم ہے وبالف عین ای معین بان کانت ودیعۃ عند الموصی من مال آخر فاجاز رب المال الوصیۃ بعد موت الموصی ودفعہ الیہ صح
اور ہزار درم معین یعنی معین کی دوسرے شخص کے مال سے جو موصی کے پاس امانت تھیں وصیت کی پھر صاحب مال نے موصی کی موت کے بعد وصیت اسکی جائز رکھی اور
ہزار درم موصی لہ کو تسلیم کیے تو درست ہے ولہ المنع بعد الاجازۃ لان اجازتہ تبرع فلہ ان یمتنع من التسلیم واما بعد الدفع فلا رجوع لہ لتبرع تملکہ اور صاحب مال کو
بعد اجازت وصیت کے ہزار درم کا نہ دینا جائز ہے اس واسطے کہ اسکو اجازت دینا بطریق احسان کے تھا اسپر واجب نہ تھا تو اسکو جائز ہے کہ تسلیم سے باز رہے اور
تسلیم کرنے کے بعد تو اسکو پھیر لینا جائز نہیں کذا فی شرح التکملۃ بخلاف ما اذا اوصی بالزیادۃ علی الثلث او لقاتلہ او لوارثہ فاجازہا الورثۃ حیث لا یکون
لہم المنع بعد الاجازۃ بل یجبرون علی التسلیم لما تقرر ان المجاز لہ یتملکہ من قبل الموصی عندنا وعند الشافعی من قبل المجیز بخلاف اسکے جبکہ موصی نے تہائی سے زیادہ
وصیت کی یا اپنے قاتل یا وارث کے واسطے وصیت کی پھر اسکے وارثوں نے وصیت کو جائز رکھا اس واسطے کہ یہاں وارثوں کو اجازت کے بعد منع جائز نہیں
بلکہ انپر زبردستی ہوگی تسلیم کرنے پر اس واسطے کہ یہ قاعدہ ثابت ہو چکا ہے کہ مجاز لہ یعنی جسکے لیے اجازت واقع ہوئی موصی بہ کا مالک ہوتا ہے موصی کی جانب سے
ہم حنفیوں کے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک وہ مالک ہوتا ہے اجازت دینے والے کی طرف سے ہم اس واسطے کہ وصیت اپنے مخرج میں صحیح ہے کیونکہ موصی کی ملک
میں واقع ہے اور امتناع تھا وارثوں کے حق سے پھر جب وارثوں نے اجازت دی تو انکا حق ساقط ہو گیا تو وصیت نافذ ہو گئی موصی کی طرف سے کذا فی الدرر ولو اقر
احد الابنین بعد القسمۃ بوصیۃ ابیہ بالثلث صح اقرارہ فی ثلث نصیبہ لا نصفہ استحسانا لانہ اقر لہ بثلث شائع فی کل الترکۃ وہی معہما فیکون مقرا بثلث ما معہ وثلث ما مع
اخیہ اور اگر دو فرزندوں میں سے ایک فرزند نے اپنے باپ کے ثلث مال کی وصیت کا اقرار کیا بعد قسمت متروکہ کے تو اسکا اقرار اسکے حصے کی تہائی میں صحیح ہے
نہ اسکے نصف حصے میں اس واسطے کہ فرزند نے موصی لہ کے واسطے تمام ترکہ میں ثلث شائع کا اقرار کیا ہے اور ترکہ دونوں فرزندوں کے پاس ہے تو وہ مقر ٹھہرا
اس مال کی تہائی کا جو اسکے پاس ہے اور اس مال کی تہائی کا جو اسکے بھائی کے پاس ہے یعنی تو اسکا اقرار اسکے حق میں مقبول ہے نہ اسکے بھائی کے حق میں بخلاف
ما لو اقر احدہما بدین علی ابیہما حیث یلزمہ کلہ لتقدم الدین علی المیراث برخلاف اسکے کہ اگر ایک فرزند نے اقرار کیا دین کا اپنے باپ پر اس واسطے کہ اسکو تمام دین
دینا لازم ہوگا بسبب مقدم ہونے دین کے میراث پر تو مقر لہ مقر سے تمام متروکہ لے گا تا استیفاء دین اور اگر فاضل نہوگا تو مقر کو کچھ نہ ملے گا اور وصیت کا

اقرار ایسا نہین ہی اسلیے کہ موصی لہ وارثون کا شریک ہی تو موصی لہ کچھ نہ پا دے گا جبتک وارث کو دونا نہ ملے کذا فی المنح **ولو امة فولدت بعد موت** المُوصی ولدا وکلاہما یخرجان من الثلث فہما للموصی لہ اور اگر وصیت کی لونڈی کی سو وہ بیٹا جنی موصی کے مرجانیکے بعد اور لونڈی اور اُسکا بیٹا موصی کی تہائی مال سے نکلتے ہین تو وہ دونون موصی لہ کے ہین **وان لا یخرجا اخذ الثلث منہما قدمہ** لان التبع لا یزاحم الاصل وقالا یاخذ منہما علی السواء اور اگر دونون ثلث مال سے نہ نکلین تو موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پھر اُسکے ولد سے اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور صاحبین نے کہا کہ دونون سے برابر لیگا صورت مسئلہ یہ ہی کہ ایک شخص کے ۰۰ ۶ درم اور ایک لونڈی ہی ۳۰۰ درم کی قیمت سو اُسنے لونڈی کی وصیت کی ایا بعد کے واسطے پھر وہ لڑکا جنی ۳۰۰ درم کی قیمت کا تو اب موصی کا مال ۱۲۰۰ درم کا ہوا تو مال کی تہائی ۴۰۰ درم ہی تو امام کے نزدیک موصی لہ کو پوری لونڈی ملیگی اور تہائی لڑکا اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک سے دو تہائیان لیگا اسواسطے کہ لڑکا وصیت مین بالتبع داخل ہی اور خارج ہوگا وصیت سے بسبب انفصال کے اور امام کی دلیل یہ ہی کہ مان اصل ہی اور لڑکا تابع اور تابع اصل کا مزاحم نہین ہوتا تو اگر دونون مین وصیت نافذ ہو تو بعض اصل مین وصیت تمام نہ رہی اور یہ جائز نہین ہی کذا فی الطحطاوی **ہذا اذا ولدت قبل القسمة وقبول** الموصی لہ فلو بعدہا للموصی لہ لانہ نما ملکہ وکذا لو بعد القبول وقبل القسمة علی ما ذکرہ القدوری یہ حکم مذکور اُسوقت ہی جبکہ لونڈی قسمت ترکہ سے اور موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے جنی ہو تو اگر بعد قسمت اور بعد قبول کے جنی ہو تو وہ لڑکا موصی لہ کا ہی اسواسطے کہ اُسکی ملک کی بڑھوتی ہی اور اسی طرح لڑکا موصی لہ کا ہی اگر قبول کے بعد اور قسمت سے پہلے پیدا ہو بنا بر اُس قول کے جو قدوری نے ذکر کیا ہی ولو قبل موت الموصی فللورثة اور اگر لونڈی جنی موصی کی موت سے پہلے تو لڑکا وارثون کا ہی اسواسطے کہ وہ وصیت کی تحت مین داخل نہوا اور میت کی ملک پر باقی رہا کذا فی العالمگیریہ والکسب کالولد فیما ذکر اور لونڈی کی کمائی ولد کے مانند ہی حکم مذکور مین

باب العتق فی المرض

باب ہی بیمار کے آزاد کرنے مین ہم چونکہ اعتاق فی المرض بمعنی وصیت ہی اسواسطے کہ وہ تبرع ہی اُسوقت مین جبکہ وارثون کا حق متعلق ہو گیا لہذا اُسکو کتاب الوصایا مین مذکور کیا لیکن اُسکو صریح وصیت سے متاخر کیا اسواسطے کہ صریح اصل ہی **یعتبر حال العقد فی تصرف منجز** ہو الذی اوجب حکمہ فی الحال حالت عقد کا اعتبار ہوتا ہی تصرف منجز مین منجز وہ ہی جو اپنے حکم کو فی الحال واجب کردے ہم اور تصرف مضاف الی الموت تصرف منجز کے مقابل ہی سو آگے مذکور ہوگا **فان کان فی الصحة فمن کل مالہ والا فمن ثلثہ** تو اگر تصرف منجز صحت کی حالت مین ہو تو اُسکے تمام مال سے نافذ ہوگا اور اگر مرض کی حالت مین ہو تو اُسکی تہائی مال سے نافذ ہوگا والمراد التصرف الذی ہو انشاء ویکون فیہ معنی التبرع حتی ان الاقرار بالدین فی المرض ینفذ من کل المال والنکاح فیہ ینفذ بقدر مہر المثل من کل المال اور جو تصرف منجز کہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہی حالت مرض مین مراد اُس سے وہ تصرف ہی جو انشا ہی اور اسمین تبرع کا معنی ہی تو مرض مین دین کا اقرار تمام مال سے نافذ ہی اور نکاح مرض مین بقدر مہر مثل کے نافذ ہی کل مال سے ہم اقرار احتراز ہی انشا سے اسواسطے کہ اقرار تصرف اخباری ہی نہ انشائی اور نکاح احتراز ہی معنی تبرع سے اسواسطے کہ نکاح تصرف انشائی ہی لیکن اُسمین تبرع نہین ہی والمضاف الی موتہ وہو ما اوجب حکمہ بعد موتہ کانت حر بعد موتی او ہذا لزید بعد موتی **من الثلث وان کان** فی الصحة اور جو تصرف کہ عاقد کی موت کی طرف مضاف ہی وہ ثلث مال سے نافذ ہوتا ہی اگرچہ وہ صحت مین واقع ہوا ہو تصرف مضاف الی الموت وہ ہی جو اپنے حکم کو بعد موت عاقد کے واجب کرے چنانچہ یون کہنا اپنے غلام سے کہ تو میری موت کے بعد آزاد ہی یا یہ چیز زید کی ہی میری موت کے بعد ومرض صح منہ کالصحة اور جس بیماری سے عاقد چنگا ہو جاوے وہ صحت کے مانند ہی اس لیے کہ وارث اور غریم کا حق متعلق نہین ہوتا مریض کے مال سے مگر اُسکے مرض الموت مین اور چنگا ہو جانے سے ظاہر ہو گیا کہ اُسکا مرض جو تھا مرض الموت نہ تھا والمقعد والمفلوج والمسلول اذا تطاول ولم یقعدہ فی الفراش کالصحیح مجتبی ثم رمز حد التطاول سنة وفی المرض المعتبر المبیح لصلوتہ قاعدا اور جا بیٹھا اور مفلوج اور مسلول کا

مرض جب متطاول اور مزمن ہو جاوے اور اسکو بستر پر نہ ڈال دے تو وہ تندرست کے برابر ہے احکام شرعی میں کذا فی المجتبیٰ پھر صاحب مجتبیٰ نے تطاول
مرض کی حد بر عرف بیان کی ہے کہ ایک سال ہے اور مرض معتبر کی حد وہ ہے جو مباح کر دے نماز کو بیٹھے ہم مرض معتبر یعنی جس مرض میں نفوذ تصرف انشاے کا ثلث
مال سے معتبر ہے کذا فی الطحطاوی اعتاقہ ومحاباۃ وہبتہ ووقفہ وضمانہ کل ذلک حکمہ کحکم وصیۃ مریض کا اعتاق اور محابات اور ہبہ اور اسکا وقف
اور ضامن ہونا اس ہر ایک کا وصیت کے حکم کے مانند ہے عقود مذکورہ وصیت نہیں ہیں بلکہ وصیت کے مشابہ ہیں اسواسطے کہ وصیت عبارت ہے ایجاب
بعد الموت سے اور یہ تصرفات منجز ہیں فی الحال لیکن چونکہ مرض میں واقع ہوے تو در حکم وصیت ہو گئے حق ورثہ کے تعلق کی وجہ سے محابات کی صورت یہ ہے
کہ سو درم کی چیز ۵۰ درم کو بیچے یا ۵۰ درم کی چیز سو درم کو خرید کرے تو قیمت مثل سے زاید خریدیں اور قیمت مثل سے ناقص بیع میں اسی کا نام محابات ہے
کذا فی الطحطاوی فیعتبر من الثلث لما قدمنا فی الوقف ان وقف المریض المدیون بمحیط باطل فلیحفظ ولیحرر جبکہ تصرفات مذکورہ وصیت کے مانند ہوے
تو ثلث مال سے معتبر ہونگے چنانچہ ہم نے آگے ذکر کیا ہے کتاب الوقف میں یہ کہ مریض مدیون بدین محیط کا وقف باطل ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے اور تحریر اور
تنقیح کرنا چاہیے ویزاحم اصحاب الوصایا فی الضرب اور اہل وصایا سے مزاحمت واقع ہوگی ضرب حصص میں یعنی عبد معتق اور محابی اور موہوب لہ اور
قیم اور مضمون لہ ضرب حصص کرینگے اصحاب وصایا کے ساتھ تو اگر ثلث مال سب کے واسطے کفایت ہو گیا فہو المراد ورنہ حصہ رسد لینگے اور قیمت میں ہر ایک حصہ منتظم وقف ۱۲
معتبر ہوگا مزاحمت کا مطلب یہی ہے پھیلا ہے کذا فی الطحطاوی ولم یسع العبد الی اخیر عتقہ لان المنع لحقہم فیسقط بالاجازۃ اور غلام سعی نہ کرے گا اپنے استخلاص میں
اگر اسکے عتق کی اجازت ہوگئی وارثوں کی طرف سے اسواسطے کہ منع تحقیق تھا وارثوں کے حق کے سبب سے تو وہ ساقط ہو جاوے گا انکی اجازت سے فان
حابی فحرر فضاق الثلث عنہما فہی ای المحاباۃ احق پھر اگر مریض نے محابات کی پھر غلام کو آزاد کیا اور اسکا ثلث مال محابات اور اعتاق سے تنگی کرتا ہے
یعنی تہائی میں دونوں تصرف کی گنجائش نہیں ہے تو وہ یعنی محابات مقدم ہے اعتاق پر ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ۲۰۰ درم کی قیمت کا غلام ایک سو درم کو
بیچا پھر اس غلام کو جسکی قیمت سو درم ہے آزاد کیا اور مریض کا کچھ مال نہیں سواے ان دو غلاموں کے تو ثلث مال یعنی سو درم محابات میں صرف ہو گئے
کذا فی الدرر وبعکسہ بان حرر فحابی استویا اور اول صورت کے بالعکس یعنی اول اعتاق کیا پھر محابات کی تو دونوں برابر ہیں ہم صورت اسکی یہ ہے کہ
جس غلام کی قیمت سو درم ہے آزاد کیا پھر وہ غلام جسکی قیمت دو سو درم ہے سو درم کو بیچا تو ثلث مال یعنی سو درم کی تقسیم دونوں میں نصفا نصف ہوگی تو
عبد معتق نصف مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت میں سعی کرے گا اور صاحب محابات دوسرے غلام کو ۵۰ درم دیکر خرید کرے گا کذا فی الدرر وقالا
عتقہ اولی فیہما اور صاحبین نے کہا کہ غلام کا آزاد ہونا دونوں صورتوں میں مقدم ہے واوصی بان یعتق عنہ بہذہ المائۃ عبد لا تنفذ الوصیۃ بما بقی
ان ہلک درہم لان القربۃ تتفاوت بتفاوت قیمۃ العبد اور مریض کی وصیت اسطرح پر ہے کہ اسکی طرف سے غلام آزاد کیا جاوے ان سو درموں سے
خرید کرکے تو وصیت نافذ نہ ہوگی باقی درموں سے اگر ایک درم بھی سو درموں سے تلف ہو وے اسواسطے کہ تقرب الی اللہ متفاوت ہو جاتا ہے قیمت عبد کے
تفاوت سے بخلاف الحج برخلاف حج کی وصیت کے یعنی اگر وصیت کی کہ اسقدر درموں سے میری طرف سے حج کیا جاوے پھر ان درموں سے ایک درم یا
زیادہ تلف ہو گئے تو وصیت قائم ہے باطل نہیں وقالا ہما سواء اور صاحبین نے کہا کہ عتق اور حج کی دونوں وصیتیں صحیح ہیں کوئی باطل نہیں وتبطل
الوصیۃ بعتق عبدہ بان اوصی بان یعتق الورثۃ عبدہ بعد موتہ ان جنی بعد موتہ فدفع بالجنایۃ کما لو بیع بعد موتہ بالدین اور باطل ہوتی ہے وصیت
اپنے غلام کے آزادی کی یعنی یوں وصیت کی کہ وارث اسکے غلام کو اسکے مرنے کے بعد آزاد کریں تو وصیت باطل ہوگی اگر غلام سے بعد موت موصی کے
جنایت واقع ہوئی سو غلام جنایت میں دیا گیا چنانچہ اس صورت میں وصیت باطل ہوتی ہے اگر وہ بیچا گیا موت کے بعد موصی کے دین میں ہم وجہ
بطلان یہ ہے کہ ولی جنایت کا حق مقدم ہے موصی اور موصی لہ کے حق پر اور اسی طرح دائن کا حق مقدم ہے وان فدی الورثۃ العبد لا تبطل

وکان الفداء فی حقہم بالتزامہم اور اگر وارثوں نے غلام کا فدیہ دیا تو وصیت باطل نہوگی اور یہ فدیہ دینا وارثوں کے ذاتی مال میں سے ہوگا انکے التزام کے
سبب سے یعنی انہوں نے اپنے اوپر خود لازم کرلیا تو وہ متبرع ٹھہرے ولو اوصی بثلثہ ای ثلث مالہ لبکر وترک عبدا فاقر کل من الوارث وبکر ان المیت اعتق
ہذا العبد فادعی بکر عتقہ فی الصحۃ لینفذ من کل المال وادعی الوارث عتقہ فی المرض لینفذ من الثلث ویقدم علی بکر فالقول للوارث مع الیمین
لانہ ینکر استحقاق بکر اور اگر وصیت کی اپنے تہائی مال کی بکر کے واسطے اور موصی نے ایک غلام چھوڑا اسو اقرار کیا وارث اور بکر ہر ایک شخص نے کہ میت نے
اس غلام کو آزاد کیا ہے پھر بکر نے دعوی کیا اسکی آزادی کا موصی کی صحت میں تاکہ آزادی تمام مال سے نافذ ہو اور وارث نے اسکی آزادی کا دعوی کیا
مرض موصی میں تاکہ عتق نافذ ہو ثلث مال سے اور مقدم ہو بکر پر یعنی اسواسطے کہ مرض کا عتق اگرچہ وصیت ہے مگر ثلث مال کی وصیت پر مقدم ہے کذا فی الدرر
تو وارث کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہے اسلیے کہ وارث استحقاق بکر کا منکر ہے اور قول معتبر ہوتا ہے منکر کا قسم کے ساتھ ولا شئ لزید کذا فی نسخ المتن
والشرح قلت صوابہ لبکر لانہ المذکور اولا وغایۃ الامر ان القوم مثلوا بزید فغیرہ المصنف اولا ونسیہ ثانیا واللہ اعلم اور زید کے واسطے کچھ نہیں اسی طرح
متن اور شرح کے نسخہ میں لاشئ لزید مرقوم ہے میں کہتا ہوں یوں کہنا ٹھیک ہے ولاشئ لبکر یعنی بکر کے واسطے کچھ نہیں اسواسطے کہ اس مسئلہ میں لفظ
بکر کا اول مذکور ہے غایۃ الامر یہ ہے کہ قوم نے یعنی فقیہوں نے اس مسئلہ میں زید کی تمثیل دی ہے سو مصنف نے اولا تمثیل کو بدلا اور آخر میں تغییر کو
بھول گیا واللہ اعلم الا ان یفضل من ثلثہ شئ من قیمۃ العبد مگر یہ کہ موصی کے ثلث مال سے کچھ فاضل بچے غلام کی قیمت سے تو فاضل مال کو
بکر لیگا مثلا ثلث مال سو درم ہے اور غلام کی قیمت ۸۰ درم ہے تو ۲۰ درم بکر کو ملینگے او تقوم حجۃ علی دعواہ فان الموصی لہ خصم لانہ یثبت حقہ و
کذا العبد یا گواہی کی حجت قائم ہو بکر کے اس دعوے پر کہ اعتاق صحت میں تھا اسواسطے کہ بکر موصی لہ مدعی ہے کیونکہ وہ اپنے حق کا مثبت ہے اور اسی
طرح غلام بھی مدعی ہے ولو ادعی رجل دینا علی المیت وادعی العبد عتقا فی الصحۃ ولا مال لہ غیرہ فصدقہما الوارث یسعی فی قیمتہ ویدفع
الی الغریم وقالا یعتق ولا یسعی فی شئ اور اگر دعوے کیا ایک مرد نے دین کا میت پر اور غلام نے عتق کا دعوی کیا صحت میں اور حالانکہ میت کا
کچھ مال نہیں ہے سوا اس غلام کے سو وارث نے دونوں مدعیوں کی تصدیق کی تو غلام سعی کرے اپنی قیمت کے ادا کرنے میں اور وہ قیمت صاحب
دین کو دیجائے اور صاحبین نے کہا کہ غلام آزاد ہوجاویگا اور کوشش قیمت میں نکریگا صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ دین اور عتق ساتھ ہی ظاہر ہوے وارث کی
تصدیق سے ایک کلام میں تو گویا ساتھ ہی واقع ہوے اور صحت کا عتق موجب سعایت کا نہیں امام کی دلیل یہ ہے کہ دین کا اقرار قوی تر ہے عتق سے و لہذا جمیع
احوال کل مال سے معتبر ہے اور اقوی مدفوع نہیں ادنی سے اور اسکا مقتضی یہ ہے کہ اصل عتق باطل ہوتا لیکن وہ بعد الوقوع انتقاض کا محتمل نہیں تو اسکو بالمعنی
منتقض کیا ایجاب سعایت سے کذا فی الدرر ملخصا وعلی ہذا الخلاف لو ترک ابنا والف درہم فادعی رجل دینا وآخر ودیعۃ فصدقہما الابن فالالف
بینہما نصفان عندہ وقالا الودیعۃ اقوی اور بنابر خلاف مذکور کے اگر میت نے ایک بیٹا اور ہزار درم چھوڑے سو ان درموں کے دین ہونے کا ایک مرد
نے دعوی کیا اور دوسرے نے انکی ودیعت ہونے کا دعوے کیا اور میت کے فرزند نے دونوں کی تصدیق کی تو ہزار درم دونوں مدعیوں میں نصفا نصف
ہیں امامؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ نے کہا کہ ودیعت قوی تر ہے دین سے ہم اس مسئلہ میں اولیت میں خلاف ہے برخلاف مسئلہ سابقہ کے تو علی ہذا الخلاف
کہنا شارح کا بلا وجہ ہے کذا فی الطحطاوی قلت وعکس فی الہدایۃ فقال عندہ الودیعۃ اقوی وعندہما سواء والاصح ما ذکرنا لما فی الکافی وتمامہ
فی الشرنبلالیۃ فلیحفظ میں کہتا ہوں اور ہدایہ میں اسکے بالعکس کہا ہے سو یوں کہا ہے کہ امامؒ کے نزدیک ودیعت قوی تر ہے اور صاحبینؒ کے
نزدیک دین اور ودیعت برابر ہے اور صحیح تر وہ قول ہے جو ہم نے ذکر کیا چنانچہ کافی میں ہے اور اسکا پورا بیان شرنبلالیہ میں ہے تو اسکو یاد
رکھنا چاہیے ہم شرنبلالیہ میں یوں ہے کہ صاحب ہدایہ سے پہلے بزرگوں نے خلاف امامؒ اور صاحبینؒ کا بالعکس نقل کیا ہے کذا فی الطحطاوی

باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم

یہ باب ہی وصیت اقارب وغیرہم کے بیان مین جارہ من لصق بہ وقالا من یسکن فی محلتہ ویجمعہم مسجد المحلۃ وہو استحسان وقال الشافعی الجار الی
اربعین دارا من کل جانب آدمی کا ہمسایہ ادر پڑوسی وہ ہی جو اُسکے گھر مین ملاصق اور متصل ہو اور صاحبین نے کہا کہ جو ایک محلہ مین رہتا ہو اور محلہ
کی مسجد اُنکی جامع ہو یعنی اُسی مسجد مین سب اہل محلہ نماز پڑھتے ہون اور یہ قول صاحبین کا استحسان ہی اور امام شافعیؒ نے کہا کہ پڑوسی ہر طرف تک
ہوتا ہی ہر طرف سے امام محمدؒ نے املا مین کہا جب وصیت کی اپنے ہمسایون کے واسطے تو یہ وصیت اُسکے گھر کے ملاصقین کے واسطے ہی خواہ اُنکے دروازے قریب
ہون یا بعید امامؒ کے نزدیک کذا فی العینی وصہرہ کل ذی رحم محرم من عرسہ کآبائہا واعمامہا واخوالہا واخوتہا وغیرہم بشرط موتہ وہی منکوحتہ او معتدتہ
من رجعی اور آدمی کا صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہین جو مرد کی جورو کے محرم قرابت دار ہین چنانچہ عورت کے باپ دادے اور اسکے چچے اور اُسکے اموں
اور اُسکی بہنین اور اُنکے سواے اور محرم لوگ بشرطیکہ مرد مر گیا ہو اور وہ عورت اُسکے نکاح مین یا طلاق رجعی کی عدت مین ہو فلو من بائن لا یستحقہا وان
ورثت منہ سوا اگر عورت طلاق بائن کی عدت مین ہو تو صہر مستحق وصیت کا نہوگا اگرچہ عورت زوج کی وارث ہوگی قال الحلوانی ہذا فی عرفہم واما فی عرفنا
فیختص بابویہا عنایہ وغیرہا واقرہ القہستانی قلت لکن جزم فی البرہان وغیرہ بالاول واقرہ فی الشرنبلالیہ حلوانی نے کہا کہ یہ صہر کی تعریف متقدمین کے
عرف مین تھی اور ہمارے عرف مین تو صہر کا لفظ عورت کے والدین کو مخصوص ہی یعنی خسر اور خوشدامن کذا فی العنایہ وغیرہا اور قہستانی نے اُسکو ثابت
رکھا ہی مین کہتا ہون لیکن برہان وغیرہ مین اول قول پر یقین کیا ہی اور شرنبلالیہ مین اسکو ثابت رکھا ہی ثم نقل عن العینی ان قول الہدایہ وغیرہا
انہ صلی اللہ علیہ وسلم لما تزوج صفیۃ صوابہ جویریۃ بنت الحارث قلت فلیحفظ ہذہ الفائدۃ پھر شرنبلالیہ مین عینی شارح ہدایہ سے یہ نقل کیا کہ ہدایہ
وغیرہ کا یہ قول کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ حضرت صفیہ سے نکاح کیا الخ اور ٹھیک یہ ہی کہ حضرت جویریہ بنت حارث سے نکاح کیا مین
کہتا ہون تو اس فائدہ کو یاد رکھنا چاہیے ہم عینی نے سنن ابوداؤد وغیرہ سے نقل کیا کہ جویریہ بنت حارث ثابت بن قیس کے حصہ مین واقع ہوئین
انھون نے اُنکو مکاتب کیا اور اسے بدل کتابت کے واسطے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئین حضرت نے اُنسے نکاح کیا جب اصحاب نے
یہ سُنا تو جو لوگ حضرت جویریہ کی برادری کے اصحاب کے حصے مین آئے تھے انھون نے اُنکو آزاد کر دیا حضرت کے اکرام کے واسطے اور کہا کہ یہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے اصہار ہین اور وہ سو خانہ دار تھے انتہی مختصرا وختنہ زوج کل ذی کذا فی النسخ قلت الموافق لعامۃ الکتب ذات رحم
محرم منہ کأزواج بناتہ وعماتہ ادر انسان کا ختن اُسکے ہر محرم عورت کا شوہر ہی چنانچہ اُسکی بیٹیون اور پھوپھیون کے شوہر شارح نے کہا متن کے
نسخون مین اسی طرح کل ذی رحم واقع ہی اور اکثر کتب فقہ کے موافق کل ذات رحم ہی وکذا کل ذی رحم من ازواجہن قیل ہذا فی عرفہم وفی عرفنا الصہر
ابو المرأۃ وامہا والختن زوج المحرم فقط زیلعی وغیرہ زاد القہستانی وینبغی فی دیارنا ان یخص الصہر بابی الزوجۃ والختن بزوج البنت لانہ المشہور اور اسی
طرح ختن عبارت ہی بنات اور عمات کے شوہرون کے ہر قرابت دار سے بعضون نے کہا یہ تعریف صہر اور ختن کی متقدمین فقہا کے عرف کے موافق ہی
اور ہمارے عرف مین صہر خسر اور خوشدامن ہی اور ختن فقط محرم کا شوہر ہی کذا فی الزیلعی وغیرہ قہستانی نے اتنا زیادہ ذکر کیا ہی اور ہمارے ملک مین یون
لائق ہی کہ صہر خسر پر خاص کیجیے اور ختن بیٹی کے شوہر یعنی داماد پر خاص کیجیے اسواسطے کہ اب یہی مشہور ہی ہم یہ اشارہ اس طرف ہی کہ دیار روم کا
رواج اور عرف معتبر ہی اور ایک ملک کا عرف دوسرے ملک پر جاری نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی واہلہ زوجتہ وقالا کل من فی عیالہ ونفقتہ
غیر ممالیکہ وقولہما استحسان شرح الملتقی قالہ ابن الکمال وہو مؤید بالنص قال اللہ تعالیٰ فنجیناہ واہلہ الا امرأتہ انتہی قلت وجوابہ فی المطولات اور اہل
عبارت ہی اُسکی زوجہ سے اور صاحبینؒ نے کہا کہ جو اُسکے عیال اور نفقہ مین داخل ہی سواے اُسکی لونڈی اور غلام کے وہ اُسکے اہل ہین

باب الوصیۃ للاقارب وغیرہم

اور قول صاحبین کا استحسان ہے یعنی تو یہی قول راجح ہے کذا فی شرح التکملہ ابن کمال نے کہا اور رد یعنی صاحبین کا قول موید بنص قرآنی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے
نجات دی لوط اور اُسکے اہل کو سوائے اُسکی عورت کے انتہی قولہ میں کہتا ہوں اور جواب اس استدلال کا امامؒ کی طرف سے بڑی کتابوں میں مذکور ہے م استدلال مذکور کا
جواب یہ ہے کہ قرینہ عموم کا وہاں موجود ہے یعنی استثنا اور امام کی دلیل یہ ہے کہ لفظ اہل کا حقیقت ہے زوجہ کے واسطے بدلیل النصوص وعرف قال تعالیٰ وسار باہلہ وقال
لاجلہ امکثوا ومنہ قولہم تاہل ببلدۃ کذا اور مطلق منصرف ہوتا ہے حقیقت مستعملہ کی طرف کذا فی الطحطاوی مختصراً **او آلہ اہل بیتہ وقبیلتہ التی ینسب الیہا ویدخل**
فیہ کل من ینسب الیہ من قبل آبائہ الی اقصی اب لہ فی الاسلام سوی الاب الاقصی لانہ مضاف الیہ قہستانی عن الکرمانی اور آدمی کی آل عبارت
ہیں اُسکے اہل بیت اور اُسکے اُس قبیلے سے جسکی طرف وہ منسوب ہوتا ہے اور سوقت میں یعنی جبکہ آل سے اہل بیت اور قبیلہ مراد ہو تو آل میں داخل ہے ہر ایک وہ
شخص جو موصی کی طرف منسوب ہے اُسکے باپ دادا کی جانب سے اسلام میں اُسکے پہلے سرے کے باپ تک پدر اقصے کے سوا اسواسطے کہ پدر اقصی مضاف الیہ ہے
یعنی اور وصیت نہیں مگر مضاف کے واسطے کذا فی القہستانی عن الکرمانی م پدر اقصی اسلام میں مثلاً علی یا عباس رضی اللہ عنہما تو اگر علوی نے وصیت کی
اپنی آل کے واسطے تو اُسمیں داخل ہے جو علی مرتضی کی طرف منسوب ہے نسب آبائی کی جانب سے نہ وہ شخص جسکا ننہال ہے سادات میں **الاقرب والابعد**
والذکر والانثی والمسلم والکافر والصغیر والکبیر فیہ سواء قریب تر اور بعید تر اور مرد اور عورت اور مسلمان اور کافر اور صغیر اور کبیر آل میں سب برابر ہیں
ویدخل فیہ الغنی والفقیر ان کانوا لایحصون کما فی الاختیار رد و آل میں غنی اور فقیر داخل ہیں اگر وہ منحصر نہوں کذا فی الاختیار م عبارت اختیار کی یوں
ہے روان کانوا لایحصون کذا فی الطحطاوی عن الحلبی) یعنی آل غنی اور فقیر سب داخل ہیں اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہوں اور یہی حق ہے سہو کاتب سے داو ساقط
ہو گیا ویدخل فیہ ابوہ وجدہ وابنہ وزوجتہ کما فی شرح التکملہ یعنی اذا کانوا لایرثون اور آل میں داخل ہے موصی کا باپ اور دادا اور اُسکا بیٹا اور اُسکی زوجہ
کذا فی شرح التکملہ یعنی جبکہ وہ اُسکے وارث نہوں م عدم میراث کی قید اسواسطے لگائی کہ وصیت نافذ ہوتی ہے غیر وارث کے حق میں **ولا یدخل فیہ اولاد**
البنات واولاد الاخوات ولا احد من قرابۃ امہ لان الولد ینسب لابیہ لا لامہ اور موصی کی آل میں داخل نہیں اُسکی بیٹیوں کی اولاد اور نہ اُسکی بہنوں کی اولاد
اور نہ کوئی وہ شخص جو اُسکی ماں کا قرابت دار ہے اسواسطے کہ بیٹا باپ کے نسب میں داخل ہوتا ہے نہ ماں کے نسب میں **وجنسہ اہل بیت ابیہ لان الانسان**
یتجنس بابیہ لا بامہ اور موصی کی جنس اُسکے باپ کے اہل بیت ہیں اسواسطے کہ انسان متجانس ہوتا ہے اپنے باپ کا نہ اپنی ماں کا م غایۃ البیان میں ہے کہ جنس
عبارت ہے نسب سے اور نسب معتبر ہے باپ کی طرف سے **وکذا اہل بیتہ واہل نسبہ کآلہ وجنسہ فحکمہ حکمہ** اور اسی طرح موصی کے اہل بیت اور اُسکے اہل نسب
اور اُسکی آل اور اُسکی جنس کی مانند ہیں تو اہلبیت اور اہل نسب کا حکم آل اور جنس کے مانند ہے **ولو اوصت المرأۃ لجنسہا او لاہل بیتہا لا یدخل**
ولدہا اے ولد المرأۃ لانہ ینسب الی ابیہ لا الیہا اور اگر عورت نے اپنی جنس یا اپنے اہلبیت کے واسطے وصیت کی تو اُس عورت کا بیٹا وصیت میں
داخل نہیں اسواسطے کہ بیٹا اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ ماں کی طرف **الا ان یکون ابوہ** اے الولد **من قوم ابیہا فحینئذ یدخل لانہ من جنسہا**
درر وکافی وغیرہا قلت ومفادہ ان الشرف من الام فقط غیر معتبر کما فی اواخر فتاوی ابن نجیم افتی شیخنا الرملی نعم لہ مزیۃ فی الجملۃ مگر یہ باپ اُس فرزند
کا اس عورت موصیہ کے باپ کی قوم سے ہو تو اُسوقت میں اُس عورت کا بیٹا بھی وصیت میں داخل ہوگا اسواسطے کہ وہ اُسکا ہم جنس اور ہم نسب ہے
کذا فی الدرر والکافی وغیرہما میں کہتا ہوں تو اس تقریر سے یہ مفاد ہوا کہ شرف یعنی سیادت فقط ماں کی طرف سے غیر معتبر ہے چنانچہ فتاویٰ ابن نجیم
کے اواخر میں مذکور ہے اور اسی کا فتوی دیا ہے ہمارے استاذ خیر الدین رملی نے ہاں یہ البتہ ہے کہ سیدہ کے فرزند کو فی الجملہ فضیلت اور بزرگی ہے م یعنی
جسکی ماں سیدہ نہیں لاتصالہ بالمضغۃ الہاشمیۃ کذا فی الطحطاوی م فتاوی عالمگیری میں بدائع سے منقول ہے کہ حسب اور نسب مخصوص ہے پدر
سے تو جسکی ماں سیدہ ہو اور باپ سید نہو تو اُسکو زکوۃ کا مال لینا حرام نہیں اور وہ ہاشمیہ کا کفو اور ہمسر نہیں اور اُسپر وہ مال نہیں جو سادات کے

نفت ہوا الاصبعین و تقف اور یہ حدیث ہے کہ ذکل نسب ابن انثی فہو لابیہ الا ماکان من فاطمۃ فانی ابوہم تو آمین اگرچہ عورت کا نسب معتبر ہوا تو خصوصیات سے ہے چنانچہ لفظ حدیث مفید ہے اسکی آتی ہے کذا فی الطحطاوی وان اوصی لاقاربہ او لذی قرابتہ کذا النسخ قلت صوابہ لذوی او لارحامہ او لانسابہ فہی للاقرب فالاقرب من کل ذی رحم محرم منہ اور اگر وصیت کی اپنے اقارب کے واسطے یا اپنے قرابت والوں کے واسطے یا اپنے ذوی الارحام یا اپنے اہل انساب کے واسطے تو یہ وصیت ہے قریب تر کے واسطے پھر اسکے بعد جو اور قریب تر ہو موصی کے ہر قرابت دار محرم سے شارح نے کہا متن کے نسخوں میں اسی طرح لذی قرابتہ مرقوم ہے میں کہتا ہوں لذوی قرابتہ بصیغہ جمع ٹھیک ہے ہم لذی قرابتہ مفرد ہے اور یہ مسئلہ مفروض بصیغہ جمع ہے لہذا شارح نے صیغہ جمع کو صواب کہا اور مترجم نے اسی وجہ سے صیغہ جمع کا ترجمہ کیا ولا یدخل الوالدان قیل من قال للوالد قریبا فہو عاق والولد ولو ممنوعین بکفر او رق کما یفیدہ عموم قولہ الوارث اور اقارب کی وصیت مذکورہ میں ماں باپ اور بیٹا اور وارث موصی کا داخل نہیں اگرچہ والدین اور فرزند ممنوع المیراث ہوں بسبب کفر یا مملوکیت کے چنانچہ عموم وارث سے یہ ثابت ہوتا ہے بعضوں نے کہا کہ جو فرزند اپنے باپ کو قریب کہے وہ نافرمان ہے ہم کہتے ہیں نافرمانی کی یہ ہے کہ اہل لغت کے عرف میں قریب اسکو کہتے ہیں جو غیر سے تقرب کرے اور شخص کے واسطے سے اور تقرب والد کا ولد سے بنفسہ ہے لا بغیرہ کذا فی الزیلعی والجد وولد الولد فیدخل فی ظاہر الروایۃ وقیل لا واختارہ فی الاختیار اور دادا اور پوتا تو اقارب کی وصیت میں داخل ہیں ظاہر الروایۃ میں اور بعضوں نے کہا داخل نہیں اور اسی کو پسند کیا ہے اختیار شرح مختار میں ہم فتاوی عالمگیری میں بدائع سے نقل کیا کہ عدم دخول کا قول صحیح ہے ویکون للاثنین فصاعدا یعنی اقل الجمع فی الوصیۃ اثنان کما فی المیراث اور اقارب کی وصیت مذکورہ دو شخصوں اور زیادہ کے واسطے ہوگی یعنی اس لیے کہ وصیت میں میراث کے مانند اقل جمع دو ہیں ہم امام نے اس وصیت میں چار شرطوں کو اعتبار کیا ہے اول یہ کہ مستحق دو شخص ہیں یا زیادہ دوسری یہ کہ موصی کا قرابت دار ہو تیسری یہ کہ اقرب فالاقرب معتبر ہو اور ابعد محجوب ہے اقرب کے وجود سے مانند میراث کے چوتھی یہ کہ موصی کا وارث نہو اور عورت اور مرد اسمیں برابر ہیں کذا فی العالمگیریۃ فان کان للموصی عمان وخالان فہی لعمیہ کالارث وقالا اربا عا تو اگر وصیت اقارب میں موصی کے دو چچا اور دو ماموں ہوں تو وصیت اسکی دونوں چچاؤں کے واسطے میراث کے مانند ہے اور صاحبین نے کہا چار حصے ہونگے دو حصے چچاؤں کے واسطے اور دو حصے ماموں کے واسطے ہم شارح نے تمثیل میراث سے اسکا اشارہ کیا کہ تساوی وسائط کے وقت جہت اقوی معتبر ہے تو چچا مقدم ہونگے ماموں پر کذا فی الطحطاوی ولو لہ عم وخالان کان لہ النصف ولہما النصف وقالا اثلاثا اور اگر موصی کا ایک چچا اور دو ماموں ہوں تو چچا کے واسطے نصف مال ہے وصیت کا اور دونوں ماموں کے واسطے نصف باقی ہے اور صاحبین نے کہا تینوں تہائی مال ہوگا یعنی ہر ایک کو تہائی ملے گا برابر ولو عم واحد لا غیر فلہ نصفہا ویرد النصف الآخر الی الورثۃ لعدم من یستحقہ اور اگر موصی کا ایک چچا ہو نہ اور کوئی تو اسکے واسطے نصف وصیت ہے اور نصف ثانی اور اسکے وارثوں کو دیا جائے کیونکہ اسکا کوئی مستحق نہیں ولو عم وعمۃ استویا لاستواء قرابتہما اور اگر موصی کا ایک چچا اور ایک عمہ ہو تو وہ دونوں برابر ہیں اسواسطے کہ دونوں قرابت یکساں برابر ہے ولو انعدم المحرم بطلت خلافا لہما اور اگر موصی کا کوئی محرم نہو تو اقارب کی وصیت باطل ہوگئی برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کے نزدیک اگر محرم نہونگے تو غیر محرم کی طرف وصیت صرف ہوگی اس لیے کہ انکے نزدیک اقارب میں داد ا ل اور نانہال کے سب رشتہ دار داخل ہیں کذا فی الطحطاوی ولولد فلان فہی للذکر والانثی سواء لان اسم الولد یعم الکل حتی الحمل اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے ولد کے واسطے تو یہ وصیت مرد اور عورت کے واسطے برابر ہے اسواسطے کہ ولد کا اسم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے یہانتک کہ پیٹ کے بچے کو بھی شامل ہے ولا یدخل ولد ابن مع ولد صلب اور داخل نہوگا پوتا فرزند صلبی کے ساتھ فلو لہ بنات لصلبہ وبنو ابن فہی للبنات عملا بالحقیقۃ اور اگر فلانے شخص کے صلبی بیٹیاں اور پوتے ہوں تو وصیت بیٹیوں کے واسطے ہے حقیقت میں عمل کرنے کی راہ سے

یعنی پوتوں کو ولد کہنا باعتبار مجاز کے ہے اور بیٹوں کو بنا بر حقیقت کے ہے اور حالانکہ حقیقت مقدم ہے مجاز پر فلو تعذرت صرف الی المجاز تحرزا عن
التعطیل پھر اگر حقیقت متعذر ہو تو کلام پھیرا جاویگا مجاز کی طرف تاکہ کلام یا وصیت بیکار اور بیہودہ نہ ٹھہرے ھ جبکہ فلانے شخص کی اولاد کے واسطے
وصیت کی اور اُسکی اولاد صلبی نہیں ہے تو اب وصیت میں پوتے داخل ہونگے کذا فی عالمگیریہ ولا یدخل اولاد البنات وعن محمد یدخلون اختیار اور بیٹیوں کی
داخل نہوگی اور محمد سے ایک روایت ہے کہ داخل ہوگی کذا فی الاختیار ولورثۃ فلان للذکر مثل حظ الانثیین لانہ اعتبر الوراثۃ اور اگر وصیت کی فلانے
کے وارثوں کے واسطے تو مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملیگا اسواسطے کہ موصی نے وراثت کا اعتبار کیا لہذا بطور میراث کے دیا جاویگا وشرط
صحتہا اے الوصیۃ ہہنا اے فی الوصیۃ لورثۃ فلان وفی معناہا العقب فلان موت الموصی لورثتہ او لعقبہ قبل موت الموصی لان الورثۃ والعقب
انما یکون بعد الموت اور یہاں یعنے فلانے کے وارثوں کی وصیت میں اور جو اسکے معنی میں ہو چنانچہ عقب فلانے کے وصیت میں صحیح
ہونے وصیت کی شرط یہ ہے کہ فلانا شخص جسکے وارثوں اور پس ماندوں کے واسطے وصیت ہوئی مر گیا ہو موصی کی موت سے پہلے اسواسطے
کہ وارث اور پس ماندہ صادق نہیں آتا مگر اُسکی موت کے بعد ثم ان کان معہم موصی لہ آخر قسم بینہم وبینہ علے عدد رؤسہم ثم ما اصاب الورثۃ
یقسم بینہم للذکر مثل الانثیین کما مر پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا موصی لہ بھی ہو تو مابین ورثہ اور مابین دوسرے موصی لہ کے تقسیم علی عدد الروس
ہوگی پھر جو وارثوں کو حصہ ملیگا تو انکے مابین مرد کو دونا اور عورت کو نصف اُسکا تقسیم ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا فلو مات الموصی قبل موتہ
اے الموصی لورثتہ او عقبہ بطلت الوصیۃ لورثتہ او عقبہ پھر اگر وصیت کرنے والا مر گیا اُس شخص کے مرنے سے پہلے جسکے وارثوں اور عقب کے
واسطے وصیت ہوئی تو اُسکے وارثوں اور عقب کے واسطے وصیت باطل ہو گئی ثم ان کان معہم موصی لہ آخر کقولہ اوصیت لفلان ولورثتہ وعقبہ کانت الوصیۃ
کلہا لفلان الموصی لہ دون ورثتہ وعقبہ لان الاسم لا یتناولہم الا بعد الموت وتمامہ فی السراج پھر اگر وارثوں کے ساتھ دوسرا شخص موصی لہ ہو چنانچہ
موصی کا یہ قول کہ میں نے وصیت کی فلانے شخص کے لیے اور اُسکے وارثوں اور عقب کے لیے تو بالکل وصیت فلانے موصی لہ کے لیے ہوگی نہ
اُسکے وارثوں اور عقب کے واسطے اس لیے کہ وارثوں کا اسم شامل نہیں اُنکو بعد مرجانے اُس شخص کے اور اُسکا پورا بیان سراج وہاج میں ہے وعقبہ
ولدہ من الذکور والاناث فان مات فولد ولدہ وکذلک ولا یدخل اولاد الاناث لانہم عقب آبائہم لا لہ اور سراج وہاج میں ہے اور عقب آدمی کا
اُسکا ولد ہے خواہ مرد ہو یا عورت پھر اگر اولاد صلبی مر گئی تو اُسکے فرزند کی اولاد اسی طرح ہے یعنی اُنمیں بھی مرد و عورت برابر ہیں اور عورتوں کی اولاد
عقب میں داخل نہیں اسواسطے کہ وہ اپنے باپوں کی عقب میں نہ اُسکے یعنی نانی نانا کا عقب اپنے باپ دادا کا عقب ہے طحطاوی نے کہا شارح
کو فولد ابنہ کذلک کہنا بہتر تھا اسواسطے کہ ولد مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے وفی ایتام بنیہ اے بنی فلان والیتیم اسم لمن مات ابوہ قبل
الحلم قال صلی اللہ علیہ وسلم لا یتم بعد البلوغ وعمیانہم وزمنائہم وارا ملہم الارمل الذی لا یقدر علے شیء رجلا کان او امرأۃ ویؤیدہ قولہ
دخل فی الوصیۃ فقیرہم وغنیہم وذکرہم وانثاہم اور اگر وصیت کی فلانے شخص کے یتیم فرزندوں میں اور اُنکے اندھوں اور لنگڑوں اور
اُنکے مساکین میں تو وصیت میں داخل ہونگے بنی فلاں کے فقیر اور غنی اور اُنکے مرد اور عورت شارح نے کہا یتیم نام ہے اُس شخص کا جسکا باپ
مر گیا قبل بلوغ کے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بالغ ہونے کے بعد یتیمی نہیں آرامل جمع ہے ارمل کی ارمل وہ ہے جو کسی چیز پر قادر نہو یعنی
محتاج اور مسکین خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور اس عموم کی تائید کرتا ہے مصنف کا قول یہ قول کہ اسمیں عورت اور مرد یکساں ہیں وقسم سویۃ ان
احصوا بغیر کتاب او حساب فانہ حینئذ یکون تملیکا لہم اور مال برابر تقسیم ہوگا اگر بنی فلان کے یتیم اور اندھے متعین اور منحصر ہوں بدون لکھنے
اور حساب کرنے کے تو اُسوقت میں یعنے جبکہ منحصر ہوں تو مال وصیت تملیک ٹھہرے گا اُنکے واسطے ھ عدم انحصار اور انحصار کی تعریف

ابو یوسف کے نزدیک یہ ہے کہ احصا نہو سکین بدون لکھنے اور حساب کرنے کے اور محمد نے کہا جبکہ سو سے زیادہ ہون اور بعضون نے کہا کہ یہ حاکم کی راے پر مفوض ہے اور
محمد کا قول آسان تر ہے کذا فی فتاوی قاضی خان ولا الفقراء لانہم یعطی الوصی من شاء منہم شرح التکملۃ لتعذر التملیک حینئذ فیراد بہ القربۃ اور اگر یتیم وغیرہ غیر منحصر ہون
تو وصیت کا مال انکے محتاجون کو دیا جاے وصی کو اختیار ہے انمین سے جسکو چاہے دے کذا فی شرح التکملہ بسبب متعذر ہونے تملیک کے اسوقت مین
تو اس سے قربت مراد ہوگی جو رفع احتیاج ہے اسواسطے کہ وصیت سے مقصود قربت ہے اور قربت ہوتی ہے دفع احتیاج اور گرسنگی مین اور یتیم اور نابینا اور لنگڑے
اسما محتاجی پر دلالت کرتے ہین تو محتاجون پر عمل کرنا جائز ہوا کذا فی الطحطاوی وفی بنی فلان یختص بذکورہم ولو اغنیاء اور اگر وصیت کی بنی فلان مین یعنی
فلانے کے فرزندون مین تو یہ انکے مردون کے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ مرد مالدار ہون الا اذا کان فلان عبارۃ عن اسم قبیلۃ او اسم فخذ فیتناول الاناث
لان المراد حینئذ مجرد الانتساب کما فی بنی آدم مگر جبکہ فلان عبارت ہو قبیلہ کے نام سے یا فخذ کے نام سے تو بنی فلان کا لفظ عورتون کو بھی شامل ہوگا اسواسطے
کہ اسوقت مین فقط انتساب مراد ہے جیسے کہ بنی آدم کے لفظ مین عورتین بھی داخل ہین جبکہ بنی فلان کے واسطے وصیت کی تو اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ فلان
باپ ہے قبیلہ کا یعنی جماعت کثیرہ کا چنانچہ تمیم بنی تمیم کا اور اسد بنی اسد کا یا کہ فلان پدر خاص ہے جماعت کثیرہ کا پدر نہین تو معلوم کرنا چاہیے کہ عشائر کی
اسامی سے پہلا نام شعب بفتح شین ہے پھر قبیلہ پھر عمارہ پھر بطن پھر فخذ پھر فصیلہ تو مضر قریش کا شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور ہاشم
فخذ اور عباس فصیلہ کذا فی العالمگیریۃ مختصرا ولہذا یدخل فیہ ایضا مولی العتاقۃ ومولی الموالاۃ وحلفاؤہم یعنی وہم یحصون والا فالوصیۃ باطلۃ اور اسی
واسطے یعنی جبکہ فلان عبارت ہو جماعت کثیرہ سے تو اسمین مولاے عتاقت اور مولاے موالات اور اس جماعت کے ہم قسم لوگ بھی بنی فلان مین داخل ہوجاینگے
ہین یعنی جب کہ وہ لوگ متعین اور منحصر ہون اور اگر غیر منحصر ہون تو وصیت باطل ہے والاصل ان الوصیۃ متی وقعت باسم ینبئ عن الحاجۃ کالایتام بنی فلان تصح وان
لم یحصوا لانہا تقع للہ تعالی وہو معلوم وان کان لاینبئ عن الحاجۃ فان احصوا صحت ویجعل تملیکا والا بطلت وتمامہ فی اختیار اور مسائل مذکورہ مین قاعدہ کلیہ
یہ ہے کہ جب وصیت واقع ہوئی ایسے لفظ سے جو مخبر ہے حاجت سے چنانچہ بنی فلان کے یتیم تو وصیت صحیح ہے اگرچہ وہ لوگ غیر منحصر ہون بنابر تقریر گذشتہ یعنی اس
حالت مین محتاج اور مسکین مراد ہونگے بسبب واقع ہونے وصیت کے خدا تعالی کے واسطے اور وہ معلوم ہے اور اگر لفظ وصیت کا احتیاج پر دلالت نہین کرتا تو
اگر موصی لہم منحصر ہین تو وصیت صحیح ہے اور اب وصیت تملیک قرار دیجاویگی اور اگر وہ لوگ غیر منحصر ہین تو وصیت باطل ہے اور اسکا پورا بیان اختیار شرح مختار مین ہے
اوصی لمن لہ معتقون ومعتقون لہ او الیہ بطلت لان اللفظ مشترک ولا عموم لہ عندنا ولا قرینۃ تدل علی احدہما جسکے آزاد کرنے والے اور آزاد کردہ دونون
موجود ہین اسنے وصیت کی اپنے مولے کے واسطے تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ مولی لفظ مشترک ہے اور مشترک کے واسطے عموم ثابت نہین ہم حنفیون کے نزدیک
اور کوئی قرینہ قائم نہین جو ایک معنی پر دلالت کرتا ہو مولی کا لفظ آزاد کنندہ اور آزاد کردہ دونون کو شامل ہے باعتبار لغت کے تو لفظ مشترک ٹھہرا اور مشترک کے
سب معانی مراد لینا ہمارے نزدیک درست نہین اور کوئی قرینہ نہین کہ موالی سے آزاد کنندہ مراد ہین یا آزاد کردہ لہذا وصیت مذکورہ باطل ٹھہری ولا فرق فی ذلک
عند عامۃ اصحابنا بین النفی والاثبات اور ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک اسمین کچھ فرق نہین ہے درمیان نفی اور اثبات یعنی خواہ کلام منفی ہو یا مثبت مشترک کا
لفظ عموم کا مفید نہین ہے جمہور حنفیہ کے نزدیک واختار شمس الائمۃ وصاحب الہدایۃ انہ یعم اذا وقع فی حیز النفی اور شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ نے یہ اختیار
کیا ہے کہ مشترک عام ہوتا ہے جبکہ نفی کی تحت مین واقع ہو اور ہم صاحب درر نے صاحب ہدایہ کے قول کو پسند کیا ہے اس دلیل سے کہ نفی مشترک مین منافی نہین
اور باقی علما نے اسکا جواب دیا ہے چنانچہ قول آئندہ مین معلوم ہوگا وحینئذ فقولہم لو حلف لایکلم موالی فلان یعم الاعلی والاسفل لالوقوعہ فی النفی بل لان
الحامل علی الیمین بغضہ وہو غیر مختلف عنایۃ واقرہ المصنف اور اسوقت مین یعنی جبکہ معلوم ہوا کہ جمہور کے نزدیک کچھ فرق نہین ما بین نفی اور اثبات کے
بعدم جواز عموم مشترک مین تو فقہا کا یہ قول کہ اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کریگا فلانے شخص کے موالی سے تو لفظ موالی کا عام ہے مولاے اعلی یعنی آزاد کنندہ

در موالی اسفل یعنی آزاد کردہ کو نہ اسوجہ سے کہ عموم حاصل ہوا ہے مشترک واقع ہونے نفی مین بلکہ اسوجہ سے کہ قسم کھانے پر دلالت تخصیص کا بغض باعث
ہے اور بغض بیشک غیر مختلف ہے ما بین الاعلی والاسفل کذا فی الغایہ اور مصنف نے اسکو ثابت رکھا ہے اپنی شرح مین ہم شمس الائمہ اور صاحب ہدایہ کے نزدیک
قسم مذکور مین عموم مشترک کا قرینہ نفی ہے اور علماء کے نزدیک علت عموم بغض ہے ثم نفی الا اذا عینہ ای الاعلی او الاسفل قبل موتہ فحینئذ یصح لزوال المانع ہم اگر جگہ
موالی کی وصیت مین موصی تعیین کر دے موالے اعلی کی یا اسفل کی اپنی موت سے پہلے تو اب وصیت باطل نہ ٹھہرے گی صحیح ہو جاوے گی بزوال مانع کے
سبب سے یعنی مانع صحت عدم تعیین تھی سو اب زائل ہو گئی اسکے بیان سے ویدخل فیہ ای الموالی من اعتقہ فی صحتہ ومرضہ اور موالی مین داخل ہے وہ غلام
جسکو موصی نے آزاد کیا اپنی صحت اور بیماری مین ولا یدخل فیہ مدبروہ وامہات اولادہ وعن ابی یوسف یدخلون اور موالی مین داخل نہین موصی کے غلام
مدبر اور امہات اولاد اور ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ وہ بھی داخل ہین ہم عدم دخول کی علت یہ ہے کہ مدبر اور ام ولد آزاد ہوتے ہین مالک کی موت کے
بعد اور وصیت مضاف ہوتی ہے موت کی حالت کی طرف تو قبل از موت تحقیق اسم کا ضرور ہے کذا فی الدرر واوصی بثلث مالہ الی الفقہاء دخل فیہا من
یدقق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتہا کذا فی القنیہ اپنے تہائی مال کی وصیت کی فقیہون کے واسطے تو فقیہون مین وہ شخص داخل
ہوگا جو نظر دقیق اور فکر عمیق رکھتا ہو مسائل شرعیہ مین اگرچہ تین ہی مسئلون کو انکے دلائل کے ساتھ جانتا ہو کذا فی القنیہ یعنی بدون علم دلائل کے فقیہ نہین قال
حتی قیل من حفظ الوفا من المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ صاحب قنیہ نے کہا یہان تک کہ بعضے فقیہون نے کہا کہ جو شخص ہزارون مسئلے یاد رکھتا ہو یعنی بدون
دلائل کے وہ فقہاء کے تحت وصیت مین داخل نہوگا ہم فقیہ ابو جعفر نے کہا کہ ہمارے نزدیک فقیہ جو فقہ درایتی مین اقصی مرتبہ کو پہونچ گیا ہو اور متفقہ یعنی جو مسائل جانتا ہو
بدون دلائل کے وہ فقیہ نہین ہے اور اسکو وصیت مذکورہ مین حصہ نہین کذا فی الطحطاوی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس زمانے کے عالمون پر فقیہ کا اطلاق کیا ہے
الا ما شاء اللہ بعد تو علماء مسائل داں متفقہ ہین فقیہ نہین اوصی بان یطین قبرہ او یضرب علیہ قبۃ فہی باطلۃ کما فی الخانیۃ وغیرہا وقدمناہ عن السراجیۃ وغیرہا ہم
وصیت کی کہ مٹی لگائی جاوے اسکی قبر پر یا اسکی قبر پر قبہ یا گنبد بنایا جاوے تو وصیت باطل ہے چنانچہ فتاوی قاضیخان وغیرہ مین ہے اور یہ مسئلہ ہم سراجیہ وغیرہ سے
مذکور کر چکے ہین لکن قدمنا ثمہ فی الکراہیۃ انہ لا یکرہ تطیین القبور فی المختار فینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ بالتطیین مبنیا علی القول بالکراہۃ لانہا حینئذ وصیۃ
بالمکروہ قالہ المصنف لیکن ہم سراجیہ سے کتاب الکراہیۃ مین ذکر کر چکے ہین کہ قبرون پر مٹی لگانا قول مختار مین مکروہ نہین ہے تو لائق یہ ہے کہ مٹی لگانے کی
وصیت کا باطل ہونا کراہت کے قول پر مبنی ہے اسواسطے کہ اسوقت وصیت ہے مکروہ کی اور حالانکہ وہ جائز نہین ایسا کہا مصنف نے اپنی شرح مین ہم یہ استدراک
ہے فقط مٹی لگانے پر اور گنبد بنانے کا تعرض نہین کیا تو وہ بالاتفاق مکروہ ہے قلت وکذا ینبغی ان یکون القول ببطلان الوصیۃ لمن یقرء عند قبرہ بناء علی القول بکراہۃ
القراءۃ علی القبور او لعدم جواز الاجارۃ علی الطاعات اما علی المفتی بہ من جوازہا فینبغی جوازہا مطلقا وتمامہ فی حواشی الاشباہ من الوقف مین کہتا ہون اور اسی طرح یہ
لائق ہے کہ بطلان وصیت کا قول اس شخص کے واسطے ہے جو قرآن شریف پڑھے موصی کے قبر کے پاس بنا بر قول کراہت قراءۃ کے قبور پر یا بوجہ سے کہ طاعات پر اجارہ جائز
نہین لیکن بنا بر قول مفتی بہ کے کہ قراءۃ علی القبور اور اجارہ دونون جائز ہین تو دونون کا جائز ہونا سزاوار اور لائق بدلیل ہے مطلقا یعنی خواہ عدم جواز کی علت قراءۃ
علی القبور ہو یا عدم جواز اجارہ علی الطاعات ہو اور اسکا پورا بیان حواشی اشباہ مین ہے کتاب الوقف سے وحرر فی تنویر البصائر انہ یتعین المکان الذی عینہ الواقف
لقراءۃ القرآن او للتدریس فلو لم یباشر فیہ لا یستحق المشروط لہ لما فی شرح المنظومۃ یجب اتباع شرط الواقف والمباشرۃ فی غیر مکان الذی عینہ الواقف تفوت غرضہ
من احیاء ملک البقعۃ قال وتحقیقہ فی الدرۃ المضیئۃ فی مسئلۃ استحقاق الجامکیۃ اور تنویر البصائر حاشیہ اشباہ مین یہ تحریر اور تنقیح کی ہے کہ جس مکان کو وقف
کرنے والا متعین کر دے قرآن پڑھنے یا تدریس کے لیے تو وہ متعین ہوتا ہے تو اگر اس مکان مین قراءۃ یا تدریس واقع نہو تو قاری یا مدرس مستحق نہوگا اس مال کا
جو اسکے واسطے مشروط ہوا اسواسطے کہ شرح منظومہ مین ہے کہ واجب ہے اتباع کرنا شرط وقف کا اور جس مکان کو واقف نے معین کر دیا ہے اسکے غیر مین پڑھنے یا درس

کرنے سے وقف کی غرض فوت ہوتی ہے یعنی اُس کا ملکو تبرک کرنا حاصل نہیں ہے تا صاحب ذریعہ نے لکہا اور تحقیق اس مسئلہ کی اُس رسالہ میں ہے جسکا نام الدرۃ السنیۃ فی مسئلۃ استحقاق بحال المیۃ ہے

باب الوصیۃ بالخدمۃ والسکنی والثمرۃ

یہ باب ہے خدمت اور سکونت اور پہل کی وصیت کے احکام میں ہے جب مصنف نے وصایا اعیان سے فراغت پائی تو باب وصایا منافع کو شروع کیا صحت الوصیۃ بخدمۃ عبدہ وسکنی دارہ مدۃ معلومۃ وابدا صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گہر کی سکونت کا معین مدت تک اور ہمیشہ کو ہم اسواسطے کہ تملیک منافع کی حالت حیات میں صحیح ہے بعوض اور بلا عوض سو اسی طرح ممات کے بعد بھی صحیح ہے جیسے اعیان کی تملیک صحیح ہے ویکون محبوسا علی ملک المیت فی حق المنفعۃ کما فی الوقف کما بسطہ فی الدرر اور غلام وغیرہ محبوس رہیگا میت کی ملک پر منفعت کے حق میں جیسے وقف میں موقوف محبوس رہتا ہے واقف کی ملک پر امام کے نزدیک چنانچہ درر میں مفصل ذکر ہے ہم اور صاحبین کے نزدیک موقوف محبوس ہے علی ملک اللہ تعالی وبغلتہما اور غلام اور گہر کے غلہ یعنی انکے حاصلات اور کرایہ کی وصیت صحیح ہے فان خرجت الرقبۃ من الثلث سلمت الیہ ای الی الموصی لہ لہا اے لاجل الوصیۃ سو اگر غلام یا گہر کا رقبہ موصی کی تہائی مال سے باہر ہو تو غلام یا گہر موصی کو سپرد کیا جائے وصیت کی وجہ سے والا تخرج من الثلث تقسم الدار اثلاثا ای فی مسئلۃ الوصیۃ بالسکنی اور اگر رقبہ تہائی مال سے باہر ہو تو گہر تین تہا تقسیم کیا جائے وصیت بالسکنی کے مسئلہ میں یعنی تہائی گہر میں موصی لہ رہے اور دو تہائیوں میں وارثوں کا اختیار رہے اما فی الوصیۃ بالغلۃ فلا تقسم علی الظاہر اور گہر کے حاصلات کی وصیت میں تو گہر تقسیم نہوگا بنا بر ظاہر مذہب کے ہم نقایہ اور اسکی شرح قہستانی میں ہے کہ اگر ثلث مال گنجایش نرکہتا ہو تو گہر یا غلہ اثلاثا تقسیم کیا جائے اسطرحپر کہ موصی لہ تہائی گہر میں رہے اور وارث باقی میں یا موصی لہ گہر کو کرایہ ایکدن لیوے اور وارث دو دن تا انقضاء مدت وصیت کذا فی الطحطاوی وتہایئا العبد فیخدمہم اثلاثا اور موصی لہ اور وارث باری مقرر کرلیں غلام میں تو وہ انکی خدمت کرے تین تہا یعنی ایکدن موصی لہ کی خدمت کرے اور دو دن وارثوں کی ہم چونکہ اجزاء غلام کی قسمت ممکن نہیں لہذا آپس میں باری معین ہوگی برخلاف گہر کے کہ اسکے اجزاء کی تقسیم ممکن ہے ہذا اذا لم یکن لہ مال غیر العبد والدار وان کان فخدمۃ العبد وسکنی الدار بقدر ثلث جمیع المال کما افادہ صدر الشریعۃ یہ مذکور اسوقت ہے جبکہ موصی کا کچہہ اور مال نہو سوائے غلام اور گہر کے اور اگر اور مال بہی ہو تو غلام کی خدمت اور گہر کی تقسیم تمام مال کی تہائی کی مقدار پر ہوگی چنانچہ صدر الشریعۃ نے اسکو بیان کیا ہے ہم تو اگر موصی کا مال اتنا ہو کہ اسمیں سے غلام کے دو ثلث یا تین ربع خارج ہوں تو تین دن تو غلام موصی لہ کی دو دن یا تین دن خدمت کرے اور ایکدن وارثوں کی خدمت کرے کذا فی الطحطاوی ولیس للورثۃ بیع ما فی ایدیہم من ثلثیہما علی الظاہر لثبوت حقہ فی سکنے کلہا بظہور مال آخر او بخراب ما فی یدہ فحینئذ یزاحمہم فی باقیہا والبیع ینافیہ فمنعوا عنہ وعن ابی یوسف لہم ذلک اور وارثوں کو جائز نہیں بیچنا گہر کی دو تہائیوں کا جو اُنکے قبضہ میں ہے بنا بر ظاہر مذہب کے بسبب ثابت ہونے حق موصی لہ کے تمام گہر کی سکونت میں اور مال کے ظاہر ہونے یا ویران ہوجانے اُس تہائی گہر سے جو موصی لہ کے قبضے میں ہے تو اسوقت میں موصی لہ وارثوں سے مزاحمت کریگا باقی گہر میں اور بیچنا وارثوں کا اس مزاحمت کے مخالف ہے تو اسواسطے وارث باز رکہے گئے بیع سے اور ابو یوسف سے یہ روایت ہے کہ وارثوں کو یہ بیع کرنا جائز ہے ولیس للموصی لہ بالخدمۃ والسکنی ان یوجر العبد او الدار لان المنفعۃ لیست بمال علی اصلنا فاذا ملکہا بعوض کان ملکہا اکثر مما ملکہ یعنی وہو لا یجوز اور جسکے واسطے خدمت یا سکونت کی وصیت ہوئی اسکو غلام یا گہر کا اجارہ دینا جائز نہیں اسواسطے کہ منفعت مال نہیں ہے ہمارے قاعدے کے بموجب پہر جب موصی لہ نے منفعت کو دوسرے شخص کی ملک میں دیا عوض لیکر تو موصی لہ جسقدر کا مالک ہوا تہا اُس سے زیادہ کا مالک کردینے والا ٹہرا حالانکہ یہ جائز نہیں کہ آدمی اپنی ملک سے زیادہ غیر کو مالک کرسکے ولا للموصی لہ بالغلۃ استخدامہ ای العبد او سکناہا ای الدار فی الاصح وغلۃ الدار الموقوفۃ علیہ وعلیہ الفتوی شرح الوہبانیۃ لان حقہم فی المنفعۃ لا العین وقد علمت الفرق بینہما اور جسکے واسطے غلہ یعنی حاصلات کی وصیت ہوئی اسکو جائز نہیں خدمت لینا غلام کا یا سکونت کرنا گہر کا قول صحیح میں اور اسی کے مانند ہے وقف کا گہر یعنی اگر گہر کا غلہ وقف ہو تو سکنی اسکا جائز نہیں اور اسی پر فتوی ہے کذا فی شرح الوہبانیۃ اسواسطے کہ موصی لہ اور اہل وقف کا حق منفعت میں ہے نہ عین میں اور تجہکو دونوں کے درمیان فرق معلوم ہوچکا ہم غلہ عبارت ہے دراہم

اور زمانہ سے تو غلہ متغایر ہوا استخدام اور سکنی کا ولا یخرج الموصی لہ العبد الموصی بخدمتہ من الکوفۃ مثلا الا اذا کان ذلک مکانہ واہلہ فی موضع آخر ان خرج
من الثلث والا فلا یخرجہ الا باذن الورثۃ لبقاء حقہم فیہ اور باہر نہ لیجاے موصی لہ غلام موصی بہ کو کوفہ سے مثلا مگر جبکہ وہ اسکا مکان ہو اور موصی لہ کے اہل وعیال
دوسرے مکان مین ہون تو غلام کا لیجانا وہان جائز ہے بشرطیکہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہو اور اگر خارج نہوتا ہو تو موصی لہ اسکو باہر نہ لیجاے بدون
اذن وارثون کے بسبب باقی رہنے حق ورثہ کے غلام مین ہم خلاصہ یہ ہے کہ اگر غلام مذکور ثلث مال سے خارج ہو سکتا ہے تو موصی لہ اسکو موصی کے شہر سے باہر لیجا
اگر موصی اور موصی لہ ایک ہی شہر مین رہتے ہین اور اگر موصی لہ اور اسکے اہل وعیال دوسرے شہر مین رہتے ہین تو اسکو باہر لیجانا درست ہے اسواسطے کہ وصیت نافذ
ہوتی ہے موصی کے مقصود کے موافق تو جب موصی لہ کا وطن دوسرا شہر ہے تو موصی کا مطلب یہ ہے کہ موصی لہ غلام کو اپنی خدمت کے واسطے وہین لیجاے تھا وہی نے
کہا یون کہنا بہتر تھا (من الکوفۃ الی البصرۃ الا ان یکون ذلک مکانہ) اور اسم اشارہ راجع ہوتا بصرہ کی طرف تو اہلہ فی موضع آخر کی حاجت نرہتی وبموتہ
ای الموصی لہ فی حیوۃ الموصی بطلت الوصیۃ اور موصی لہ کے مرجانے سے موصی کی زندگی مین وصیت باطل ہوجاتی ہے یعنی اسواسطے کہ اسکا استحقاق زائل ہوا وبعد موتہ
یعود العبد والدار الی الورثۃ ای الموصی بحکم الملک اور موصی لہ کی موت کے بعد غلام اور گھر موصی کے وارثون کی طرف پھرتا ہے بحکم ملک یعنی چونکہ منافع کی وصیت
مین ملک موصی زائل نہین ہوتی لہذا بعد موت مستحق موصی کے وارث اسکے مالک ہوتے ہین ولو قتلہ الورثۃ ضمنوا قیمتہ لیشتری بہا عبد یقوم مقام الاول لانہ
یمنع المریض من التبرع باکثر من الثلث کذا ذکرہ المصنف فی الرہن اور اگر موصی کی موت کے بعد اسکے وارثون نے غلام کو تلف کیا تو وہ تاوان دینگے اسکی قیمت کا
کہ اس قیمت سے دوسرا غلام قائم مقام اول غلام کے خرید کیا جاے ولہذا مریض ممنوع ہے احسان سے تہائی مال سے زیادہ ایسا ذکر کیا ہے مصنف نے اپنی
شرح کی کتاب الرہن مین ہم اصل عبارت زیلعی کی ہے اور مرجع اسم اشارہ کا ورثہ کا حق محترم ہے لیکن شارح کی عبارت مین خلل واقع ہوگیا ہے یعنی اختصار کی وجہ سے
کذا فی الطحاوی ملخصاً ولو اوصی بہذا العبد لفلان وبخدمتہ لآخر وہو یخرج من الثلث صح وتمامہ فی الدرر اور اگر موصی نے وصیت کی اس غلام کی ایک شخص
کے واسطے اور اسکی خدمت کی وصیت کی دوسرے شخص کے واسطے اور حالانکہ وہ غلام موصی کے ثلث مال سے خارج ہوتا ہے تو وصیت صحیح ہے اور اسکا پورا
بیان درر مین ہے وفی الشرنبلالیۃ ونفقتہ اذا لم یطق الخدمۃ علی الموصی لہ برقبتہ الی ان یدرک الخدمۃ فیصیر کالکبیر ونفقۃ الکبیر علی من لہ الخدمۃ اور شرنبلالیہ مین ہے
اور غلام مذکور کا نفقہ جبکہ وہ خدمت نہ کر سکتا ہو کم عمری کے سبب سے اسپر ہے جسکے واسطے اسکے رقبہ کی وصیت ہوئی یہان تک کہ وہ خدمت کرنے کے
لائق ہوجاے تو اب وہ صغیر کبیر کے مانند ہوجاویگا اور غلام کبیر کا نفقہ اسپر ہے جسکی خدمت کے واسطے وصیت ہوئی وان ابی الانفاق علیہ ردہ الی
من لہ الرقبۃ کالمستعیر مع المعیر اور اگر موصی لہ بالخدمۃ اسپر خرچ کرنے سے انکار کرے تو اس غلام کو پھیر دے اسکو جسکے واسطے رقبہ کی وصیت ہوئی
جیسے مستعیر کا حکم ہے معیر کے ساتھ یعنی اگر مستعیر نفقہ غلام سے انکار کرے تو غلام معیر کی طرف رد کیا جاویگا فان جنی فالفداء علی من لہ الخدمۃ بحر
اگر غلام مذکور جنایت کرے یعنی از راہ خطا کسی کو قتل کرے تو فدیہ اسپر واجب ہے جسکے واسطے خدمت کی وصیت ہوئی ولو ابی فداہ صاحب الرقبۃ
او دفعہ وبطلت الوصیۃ اور اگر صاحب خدمت فدیہ دینے سے انکار کرے تو صاحب رقبہ فدیہ دے یا غلام مقتول کے وارث کو حوالہ کرے اور وصیت
باطل ہوگی یعنی فدیہ یا دفع کی صورت مین وبثمرۃ بستانہ فمات وفیہ ثمرۃ لہ ہذہ الثمرۃ فقط اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پھل کی وصیت
کی پھر موصی مرگیا اور حالانکہ باغ مین پھل موجود ہے تو موصی لہ کے واسطے فقط یہی پھل ہے نہ آیندہ پھل وان زاد ابداً لہ ہذہ الثمرۃ وما یستقبل اور اگر موصی
نے وصیت مذکورہ مین ہمیشہ کا لفظ زیادہ کیا تو موصی لہ کے واسطے یہ پھل بھی ہے اور زمانہ مستقبل کا بھی پھل ہے کما فی الوصیۃ بغلۃ بستانہ فان لہ ہذہ وما یحدث
ضم ابداً او لا جیسا کہ غلہ بستان مین اسواسطے کہ غلہ باغ کی وصیت مین موصی لہ کے واسطے یہ غلہ موجود بھی ہے اور وہ غلہ بھی ہے جو آگے موجود ہوگا
خواہ موصی ہمیشہ کا لفظ وصیت ملاوے یا نہ ملاوے ہم ثمرہ اور غلہ مین وجہ فرق یہ ہے کہ عرف مین ثمرہ نام ہے موجود کا تو معدوم کو

شامل ہوگا مگر بدلالت زائدہ چنانچہ ہمیشگی کی تصریح اور غلہ موجود اور آئندہ کے حاصل ہونے والے کو بھی شامل ہے تو موجود اور معدوم دونوں اسمیں داخل
ہیں بلا توقف دلالت لفظ دیگر کذا فی الطحطاوی عن الزیلعی وان لم یکن فیہ ای البستان والمسئلۃ بحالہا ثمرۃ حین الوصیۃ فہی کالوصیۃ بالغلۃ فی تناولہا
الثمرۃ المعدومۃ ما عاش الموصی لہ زیلعی اور مسئلہ سابقہ میں اگر باغ میں پھل موجود نہو وصیت کے وقت تو پھل کی وصیت غلہ کی وصیت کے مانند ہے ثمرہ معدوم
کے شمول میں جبتک کہ موصی لہ زندہ رہے ھ یعنی اگر وصیت کے وقت پھل باغ میں نہیں ہیں اور اُسنے پھلوں کی وصیت کی ایک شخص کے واسطے تو اُسکی
مدۃ العمر میں جسقدر پھل سال بسال پیدا ہوتے جاوینگے وہ اُسکو لیتا رہیگا وفی الغنایۃ السقی والخراج وما فیہ اصلاح البستان علی صاحب الغلۃ لانہ ہو المنتفع
بہ فصار کالنفقۃ فی فصل الخدمۃ اور غنایہ میں ہے کہ باغ کا سینچنا اور سرکاری محصول اور جس چیز میں باغ کا قیام اور درستی ہے صاحب غلہ پر ہے
اسواسطے کہ فائدہ لینے والا تو وہی ہے تو یہ خدمت کے غلام کے نفقہ کے مانند ہوگیا تنبیہ الغلۃ کل ما یحصل من ریع الارض وکرائہا واجرۃ الغلام و
نحو ذلک کذا فی جامع اللغۃ غلہ عبارت ہے ہر ایک اُس چیز سے جو حاصل ہو زمین کی آمدنی سے اور اُسکے کرایہ سے اور غلام کی اُجرت سے اور مانند اُسکے
کذا فی جامع اللغۃ ھ قاموس میں بھی غلہ اسی طرح مذکور ہے قلت وظاہرہ دخول ثمن الجوز ونحوہ فی الغلۃ فلیحرر میں کہتا ہوں اور ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت
کرتا ہے کہ ثمن اخروٹ کا اور مانند اسکے غلہ میں داخل ہے تو اسکی تحریر اور تنقیح کرنا چاہیے ھ یعنی ظاہر تعریف غلہ اسپر دلالت کرتا ہے کہ جب اُس باغ کا اخروٹ
بیچا جاوے جس باغ کے غلہ کی کسی کے واسطے وصیت ہوئی تو اُسکا ثمن موصی لہ کا ہے میں کہتا ہوں کہ اخروٹ اُسکا حق ہے اور وہی اُسکی بیع کا مالک ہے
اصالۃ یا وکالۃ اور غیر شخص کی بیع اُسکی اجازت پر موقوف ہے یہ تقریر ہے اُس نسخہ کے بموجب جسمیں جوز کا لفظ بجیم وزاء منقوطہ مرقوم ہے اور جس نسخہ میں بحاء
مہملہ وزاء مہملہ مرقوم ہے تو وہ عبارت ہے درخت بے ثمر سے تو اُسکو دیکھنا چاہیے کہ آیا وہ مثل حطب کے ہے فتاوی عالمگیری میں محیط سرخسی سے منقول ہے کہ اگر
وصیت کی غلۂ باغ انگور کی کسی آدمی کے واسطے تو اسمیں قوائم یعنی ٹھونیاں اور اوراق اور حطب اور ثمرہ سب داخل ہے انتہی کذا فی الطحطاوی **وبصوف**
غنمہ وولدہا ولبنہا لہ ما بقی فی وقت موتہ سواء قال ابدا او لا لان المعدوم منہا لا یستحق بشیء من العقود فکذا بالوصیۃ بخلاف الثمرۃ بدلیل صحۃ
المساقاۃ اور اگر اپنی بھیڑوں کے صوف کی اور اُنکے بچوں کی اور دودھ کی وصیت کی تو موصی لہ کا وہ صوف اور بچے اور دودھ ہے جو باقی رہا یعنی جو پایا گیا
موصی کے مرنیکے وقت خواہ اُسنے ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا اسواسطے کہ اشیاء مذکورہ میں سے جو موجود نہیں وہ کسی عقد سے مستحق نہیں ہوتی تو اسی طرح وصیت
سے بھی برخلاف پھل کے کہ اُسمیں وصیت غیر موجود کی صحیح ہے صحت مساقاۃ کی دلیل سے **اوصی بجعل دارہ مسجدا ولم تخرج من الثلث واجازوا جعل مسجدا**
لزوال المانع باجازتہم اپنے گھر کی مسجد بنانے کی وصیت کی اور حالانکہ وہ گھر ثلث مال سے باہر نہیں ہوتا اور اُسکے وارثوں نے اجازت دی تو وہ گھر
مسجد بنایا جاوے گا زوال مانع کی وجہ سے وارثوں کی اجازت سے یعنی مانع تھا حق ورثہ کا سو اجازت سے زائل ہوگیا **وان لم یجیزوا یجعل ثلثہا مسجدا**
رعایۃ لجانب الوارث والوصیۃ اور اگر وارثوں نے اجازت نہ دی تو تہائی گھر مسجد بنایا جاویگا وارث اور وصیت دونوں جانب کی رعایت کرنے سے یعنی اس
صورت میں وارث بھی محروم نرہے اور مسجد بھی بنے **وبظہر مرکبہ فی سبیل اللہ بطلت** لان وقف المنقول باطل عندہ فکذا الوصیۃ وعندہما یجوزان درر
اور اپنی سواری کی پیٹھ کی وصیت کی خدا کی راہ میں تو وصیت باطل ہے اسواسطے کہ مال منقول کا وقف کرنا باطل ہے امام رح کے نزدیک تو اسی طرح منقول
کی وصیت بھی باطل ہے اور صاحبین رح کے نزدیک منقول کا وقف کرنا اور وصیت کرنا دونوں جائز ہیں کذا فی الدرر وقال المصنف وفیہ نظر لان الوصیۃ
تصح حیث لا یصح الوقف فی مواضع کثیرۃ کالوصیۃ بالغلۃ والصوف ونحو ذلک لما مر اور مصنف نے کہا کہ اس تعلیل میں اعتراض ہے یعنی قیاس وصیت
کا وقف پر صحیح نہیں اسواسطے کہ وصیت صحیح ہوتی ہے جہاں وقف صحیح نہیں ہوتا بہت سے مواضع میں جیسے غلہ اور صوف کی وصیت میں اور مانند اسکے
چنانچہ ابھی مذکور ہوچکا **اوصی بشیء للمسجد لم تجز الوصیۃ** لانہ لا یملک وجوزہا محمد قال المصنف وبقول محمد افتی مولانا صاحب البحر وصیت کی کسی چیز کی

کسی چیز کی مسجد کے واسطے تو وصیت جائز نہین اسواسطے کہ مسجد لائق تملیک کے نہین ہے اور محمد نے اسکو جائز رکھا ہے مصنف نے کہا اور محمد رح کے قول کا فتوی دیا ہے ہمارے استاد بحر الرائق کے مصنف نے ہم محمد نے وصیت مذکورہ کو مصالح مسجد کے اوپر محمول کیا ہے تا حتی الامکان موصی کا کلام صحیح ٹھہرے الا ان لیقول الموصی ینفق علیہ فیجوز اتفاقا مسجد کے واسطے وصیت صحیح نہین مگر یہ کہ موصی کہے کہ خرچ کیا جائے مسجد پر تو اب وصیت جائز ہے باتفاق امام اور محمد رح کے قال اوصیت بثلثی لفلان او فلان بطلت عند ابی حنیفۃ لجہالۃ الموصی لہ وعند ابی یوسف رح لہما ان یصطلحا علے اخذ الثلث وعند محمد یخیر الورثۃ فایہما شاؤا اعطوا موصی نے کہا کہ مین نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی فلانے شخص کے واسطے تو وصیت باطل ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک بسبب مجہول ہونے موصی لہ کے اور ابو یوسف رح کے نزدیک دونون شخصون کو اختیار ہے کہ آپس مین صلح کر لین تہائی مال کے لینے مین خواہ نصف نصف پر مصالحہ کر لین یا کم وبیش اور محمد رح کے نزدیک موصی کے وارثون کو اختیار ہے انمین سے جس شخص کو چاہین دین واللہ تعالی اعلم

فصل فی وصایا الذمی وغیرہ

یہ فصل ہے ذمی وغیرہ کی وصایا مین یعنی جیسا کہ مستامن اور صاحب ہوا اور مرتد کی وصایا مین ذمی جعل دارہ بیعۃ او کنیسۃ او بیت نار فی صحتہ فمات فہی میراث لانہ کوقف لم یسجل کا ذمی نے اپنا گھر بیعہ یا کنیسہ یا آتش خانہ بنایا اپنی صحت کی حالت مین پھر وہ مرگیا تو وہ اسکے وارثون کی میراث ہے اسواسطے کہ وہ وقف غیر مسجل کے مانند ہے ہم بیعہ عبادت خانہ یہود اور کنیسہ عبادت خانہ نصاری کا اور آتش خانہ معبد مجوس کا ان عبادت خانون کا بنانا ذمیون کو دیہات مین جائز ہے نہ دار الاسلام کے شہرون اور قصبات مین واما عندہما فلانہ معصیۃ اور صاحبین کے نزدیک تو اسوجہ سے صحیح نہین کہ انکا بنانا معصیت ہے ولیس ہذا کالمسجد لانہم یسکنون ویدفنون فیہ موتاہم حتے لو کان المسجد کذلک یورث قطعا قالہ المصنف وغیرہ لانہ حینئذ لم یصر محررا خالصا للہ تعالی اور بیعہ اور کنیسہ مسجد کے مانند نہین ہے اسواسطے کہ یہود اور نصاری اسمین رہتے ہین اور اپنے مردے اسمین دفن کرتے ہین تو اگر مسجد بھی اسطرح ہو یعنی اسمین سکونت اور دفن ہوتا ہو تو وہ بھی موروث ہوگی ایسا کہا ہے مصنف وغیرہ نے اسواسطے کہ اسوقت مین محرر خالص اللہ تعالی کے واسطے نہوگی ہم یہ صاحبین کے کلام کا تتمہ نہین بلکہ امام کے قول کا تتمہ ہے اور جواب ہے اس سوال مقدر کا کہ بیعہ اور کنیسہ یہود اور نصاری کے حق مین ایسا ہے جیسے مسجد ہمارے حق مین پس اسمین بیع اور میراث جاری نہین ان اوصی الذمی ان یبنی دارہ بیعۃ او کنیسۃ لمعینین فہو جائز من الثلث ویجعل تملیکا اور اگر ذمی نے یہ وصیت کی کہ اسکا گھر بیعہ یا کنیسا بنایا جاوے معین لوگون کے واسطے تو وہ جائز ہے تہائی مال سے اور یہ تملیک ٹھہرے گی انکے واسطے وان اوصی بدارہ ان یبنی کنیسۃ او بیعۃ فی القری فلو فی المصر لا یجوز اتفاقا لقوم غیر مسمین صحت عندہ لا عندہما لما مر انہ معصیۃ ولہ انہم یترکون وما یدینون فتصح اور اگر ذمی نے اپنے گھر کی وصیت کی کہ وہ کنیسہ یا بیعہ دیہات مین بنایا جائے قوم غیر معین کیواسطے تو یہ وصیت امام کے نزدیک صحیح ہے نہ صاحبین رح کے نزدیک اسواسطے کہ صاحبین رح کی دلیل مذکور ہوچکی کہ وہ معصیت ہے اور معصیت کی وصیت جائز نہین اور امام رح کی دلیل یہ ہے کہ اہل ذمہ چھوڑے جاتے ہین اپنے دین پر تو وصیت صحیح ہوگی دیہات کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر شہر مین کنیسہ یا بیعہ بنانے کی وصیت کی تو باتفاق امام رح اور صاحبین رح کے جائز نہین وصیۃ حربی مستامن لا وارث لہ ہنا بالکل مالہ لمسلم او ذمی کذا فی الوقایۃ ولا عبرۃ بمن ثمہ لانہ اموات فی حقنا جیسے وصیت جائز ہے اس حربی مستامن کی جسکا کوئی وارث نہین دار الاسلام مین اسکے تمام مال کی وصیت مسلمان یا ذمی کے واسطے کذا فی الوقایۃ اور کچھ اعتبار نہین اسکے ان وارثون کا جو دار الحرب مین ہین اسواسطے کہ وہ درحکم اموات کے ہین ہمارے حق مین ولو اوصی ببعضہ مثلا نفذ ورد باقیہ لورثتہ لا ارثا بل لانہ لا مستحق لہ فی دارنا اور اگر حربی مستامن نے اپنے نصف مال کی مثلاً وصیت کی تو وصیت نافذ ہوگی اور باقی مال اسکے وارثون پر رد کیا جائے گا میراث کی راہ سے نہین بلکہ اسواسطے کہ اسکا کوئی مستحق نہین ہمارے ملک

میت وکذا لو اوصی لمستامن مثلہ اور اسی طرح جواز وصیت کا حکم ہے اگر وہ اپنی مانند دوسرے مستامن کے واسطے وصیت کرے ولو اعتق عبدہ عند الموت او دبرہ
نفذ من الکل لما قلنا اور اگر مستامن نے اپنا غلام آزاد کیا موت کے وقت یا غلام کو مدبر کیا تو اعتاق اور تدبیر نافذ ہوگی اسکے تمام مال سے اُسی دلیل سے جو
ہم نے بیان کی یعنی اسواسطے کہ اسکے وارثوں کا حق واجب الرعایۃ نہیں کیونکہ وہ اموات کے مانند ہیں کذا فی الزیلعی ولو اوصی لہ مسلم او ذمی جاز علی الاظہر زیلعی
اور اگر مستامن کے واسطے مسلمان یا ذمی نے وصیت کی تو بنا بر قول اظہر کے جائز ہے کذا فی الزیلعی وصاحب الہوی اذا کان لا یکفر فہو بمنزلۃ المسلم فی الوصیۃ
لانا امرنا ببناء الاحکام علی ظاہر الاسلام اور اہل ہوی یعنی مبتدع چنانچہ خارجی یا رافضی جبکہ اسکی بدعت منجر بکفر نہو تو وہ بمنزلہ مسلمان کے ہے وصیت کے امر میں اسواسطے
کہ ہم مامور بنا احکام کے ہیں ظاہر اسلام پر وان کان یکفر فہو بمنزلۃ المرتد فتکون موقوفۃ عندہ نافذۃ عندہما شرح المجمع اور اگر اہل بدعت منسوب بکفر ہو تو
وہ بمنزلہ مرتد کے ہے تو اسکی وصیت امام کے نزدیک موقوف ہے اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہے کذا فی شرح المجمع ہم اہل بدعت یعنی جو اپنی ہواے نفس کا تابع
ہوا بدعت کی طرف مائل ہو کر اگر اسکے کفر کا حکم ہوا چنانچہ ایک گروہ اُنمیں سے کہتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ خداے اکبر ہے تو وہ مرتد کے مانند ہیں کذا فی الدرر والمرتدۃ
فی الوصیۃ کذمیۃ فی الاصح لانہا لا تقتل اور عورت مرتدہ وصیت میں ذمی عورت کے مانند ہے قول صحیح ترین اسواسطے کہ مرتدہ مقتول نہیں ہوتی یعنی تو اسکی وصیت
صحیح ہے بخلاف مرتد کے والوصیۃ المطلقۃ کقولہ ہذا القدر من مالی او ثلث مالی وصیۃ لا تحل للغنی لانہا صدقۃ وہی علی الغنی حرام وان عممت کقولہ یاکل منہا
الغنی والفقیر لان اکل الغنی منہا انما یصح بطریق التملیک والتملیک انما یصح لمعین والغنی لا یعین ولا یحصی اور وصیت مطلقہ یعنی غیر مخصوص چنانچہ یوں کہنا کہ اسقدر
میرا مال یا تہائی میرا مال وصیت ہے مالدار کو حلال نہیں اسواسطے کہ وصیت مذکورہ صدقہ ہے اور صدقہ غنی پر حرام ہے اگرچہ موصی نے وصیت کو عام کر دیا ہو
چنانچہ یوں کہنا کہ اسمیں کھاے غنی اور فقیر اسواسطے کہ غنی کا کھانا اسمیں صحیح نہیں مگر بطریق تملیک کے اور حالانکہ تملیک صحیح نہیں ہوتی مگر معین شخص کے
واسطے اور غنی معین اور محصور نہیں ہم وصیت مطلقہ وہ ہے جسمیں نہ غنی مذکور ہو نہ فقیر اور وصیت عامہ وہ ہے جسمیں غنی اور فقیر دونوں مذکور ہوں وان خصصت کوصیتہ
بہ ای بالغنی کقولہ ہذا القدر من مالی وصیۃ لزید وہو غنی او لقوم اغنیاء محصورین حلت لہم لصحۃ تملیکہم اور اگر وصیت غنی کے ساتھ مخصوص ہوئی چنانچہ موصی
کا یوں کہنا کہ میرا اتنا مال زید کے واسطے وصیت ہے اور حالانکہ زید غنی ہے یا مالدار معین اور منحصر قوم کے واسطے وصیت مخصوص ہوئی تو انکو حلال ہے تملیک
صحیح ہونے کی وجہ سے وکذا الحکم فی الوقف کما حررہ منلا خسرو اور اسی طرح وصیت کے مانند وقف میں حکم ہے چنانچہ ملا خسرو نے درر میں اسکی تحریر اور تنقیح کی
ہے ہم یعنی وقف مطلق مخصوص بفقرا ہے غنی کو حلال نہیں اگرچہ واقف اسکو غنی اور فقیر کے واسطے عام کر دے اور جبکہ وقف کو غنی معین کے واسطے یا قوم اغنیاء
محصورین کے واسطے خاص کر دیا تو انکو حلال ہے اور وہ اسکے منافع کے مالک ہونگے نہ اسکے عین کے چونکہ یہ مسائل ضروریہ کلام سابق سے مفہوم ہوتے تھے ضمناً اور وہ غیر
محفوظ تھے اور اکثر لوگ اُس سے غافل تھے لہٰذا اسکو ہم نے اصالۃً ذکر کیا کذا فی الدرر وفی جامع الفصولین المتولی علی الوقف کالوصی اور جامع الفصولین میں ہے کہ وقف کا
متولی وصی کے مانند ہے ہم طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کا ذکر کرنا باب الوصی میں بہتر تھا فرع مسائل ملحقہ شارح کے اوصی بثلث مالہ للصلوات جاز للوصی صرفہ
للورثۃ لو محتاجین یعنی بغیر قرابۃ الولاد ممن یجوز صرف الکفارۃ الیہم بخلاف مطلق الوصیۃ للمساکین فانہا تجوز لکل ورثتہ ولاحدہم یعنی لو محتاجین حاضرین بالغین
راضین فلو منہم صغیر او غائب او حاضر غیر راض لم یجز نمازوں کے کفارے کے واسطے موصی نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی تو وصی کو اسکا صرف کرنا موصی کے
وارثوں پر صحیح ہے بشرطیکہ وہ محتاج ہوں یعنی بغیر قرابت ولادت کے اُن لوگوں میں سے جنپر صرف کفارہ جائز ہے یعنی مسلمان محتاج ہوں برخلاف مطلق
وصیت کے جو محتاجوں کے واسطے ہو کیونکہ اسکا صرف کرنا موصی کے تمام وارثوں پر اور ایک وارث پر جائز ہے یعنی اگر وارث محتاج حاضر بالغ راضی ہوں
خیرات لینے پر سو اگر اُنمیں سے کوئی صغیر یا غائب ہو یا موجود راضی نہو تو جائز نہیں ہم غیر قرابت ولادت کی قید اس لیے لگائی کہ اسکے واسطے صرف کفارہ
جائز نہیں اگرچہ موصی نے اسکو معین کر دیا ہو ہشام نے محمد رح سے روایت کی کہ ثلث مال کی مساکین کے واسطے وصیت کی سو موصی کے وارث محتاج

ہو گئے اور وہ بالغ حاضر ہین تو اگر اُنھون نے اتفاق کیا کہ اُنکے واسطے وصیت کا مال دیا جاے یا ایک وارث محتاج ہو گیا سو سب وارثون نے
اجماع کیا کہ اُسکو دیا جاے تو جائز ہی اور وارثون مین صغیر یا غائب یا حاضر غیر راضی ہو تو جائز نہین کذا فی الطحطاوی اوصی بکفارۃ صلوتہ لرجل معین
لم یجز لغیرہ ینبغی لفساد الزمان وصیت کی اپنی نماز کے کفارہ دینے کی ایک مرد معین کے واسطے تو اُسکے غیر کو دینا جائز نہین اسی قول پر فتوی ہی فساد زمانہ
کی علت سے ہم تعنت وغیرہ مین طمع غالب ہی لہذا غیر وصیت جائز نہین اوصی لصلوتہ وثلث مالہ دیون علی المعسرین فترکہا الوصی لہم عن الفدیۃ لم یجز
ولا بد من القبض ثم التصدق علیہم اپنے مال کی وصیت کی اپنی نمازون کے کفارہ کے واسطے اور حالانکہ اُسکا ثلث مال محتاجون پر دین ہی سو وصی نے
اُس مال کو اُنپر چھوڑا فدیہ ادا ہونے کی وجہ سے تو یہ فدیہ کفایت نکرے گا اور ضرور ہی اُس مال کا اول قبض کرنا پھر اُنکو صدقہ دینا یعنی بدون قبض اداے کفارہ
صحیح نہین ولو امران یتصدق بالثلث فمات فغصب غاصب ثلثہا مثلا واستہلکہ فترکہ صدقۃ علیہ وہو معسر لم یجز لعدم حصول قبضہ بعد الموت بخلاف الدین الکل من
القنیۃ اور اگر موصی نے یہ امر کیا وصی کو کہ تہائی مال صدقہ دے پھر موصی مرگیا سو کسی غاصب نے تہائی مال مثلا غصب کیا اور اُسکو ضائع کیا سو وصی نے
اُسکو چھوڑ دیا صدقہ دینا سمجھ کر اور حالانکہ وہ محتاج ہی تو کفایت کرے گا تصدق مین بسبب حاصل ہونے قبضہ غاصب کے بعد مرجانے موصی کے برخلاف
دین کے کہ اُسپر مدیون کا قبضہ حیات موصی مین ہوا تھا تو وہ کفایت نہ کرے گا یہ سب مسائل قنیہ سے مذکور ہین وفی الجواہر اوصی الرجل بعقار ومات وقسمت الترکۃ
والموصی لہ فی البلد وقد علم بالقسمۃ ولم یطلب ثم بعد سنین ادعی یسمع ولا یبطل بالتاخیر ما لم یبین رد الوصیۃ اور جواہر الفتاوی مین ہی کہ عمارت والی زمین کی وصیت
کی ایک شخص کے واسطے اور موصی مرگیا سو ترکہ تقسیم ہوا اور موصی لہ اُسی شہر مین ہی اور حالانکہ اُسکو قسمت ترکہ معلوم ہی اور اُسنے طلب نہ کیا پھر چند سال کے بعد دعوی
کیا تو مسموع ہوگا اور تاخیر سے دعوی باطل نہوگا بشرطیکہ اُسنے وصیت کو رد نکر دیا ہو ہم عقار عبارت ہی عرصہ مبنیہ سے اور ضیعہ عبارت ہی فقط عرصہ سے کذا فی
الطحطاوی عن جامع الفصولین اوصی لہ بدار فباعہا بعد موتہ قبل القبض صح لجواز التصرف فی الموصی بہ قبل قبضہ ایک شخص کے واسطے وصیت کی ایک گھر کی سو
اُسنے گھر کو بیچا بعد مرجانے موصی کے قبضہ کرنے سے پہلے تو بیع جائز ہی اسواسطے کہ وصیت کی چیز مین تصرف کرنا قبضہ کرنے سے پہلے جائز ہی وقفت ضیعۃ
علی ولدہا وجعلت عم الولد متولیا وللولد اب فالمتولی اولی من الاب ایک عورت نے زمین کو وقف کیا اپنے بیٹے پر اور بیٹے کے چچا کو اُسپر متولی کیا اور بیٹے کا
باپ بھی زندہ ہی تو متولی مقدم ہی باپ سے شری دارا واوصی بہا لرجل فاخذہا الشفیع من ید الموصی لہ یوخذ الثمن ولو استحق الدار لا یرجع الموصی لہ علی
الورثۃ بشئی لانہ ظہر انہ اوصی بمال الغیر گھر خرید کیا اور اُسکی وصیت کی ایک مرد کے واسطے سو اُس گھر کو شفیع نے لیا موصی لہ کے ہاتھ سے تو ثمن لیا جاویگا
اور اگر گھر غیر شخص کا ثابت ہوا تو موصی لہ مشتری کے وارثون سے کچھ نہ پاوے گا اسواسطے کہ استحقاق مالک غیر سے ظاہر ہوا کہ اُسنے غیر کے مال کی وصیت
کی تھی اور حالانکہ وہ جائز نہین ہم جب گھر شفیع نے لیا حق شفعہ کی علت سے تو موصی لہ اسقدر ثمن مشتری موصی کے ترکہ سے لے گا اور وارث مشتری کے
شفیع سے ثمن بھر لین گے کذا فی المنح

باب الوصی

وہو الموصی الیہ یہ باب ہی وصی کے احکام مین وصی وہ ہی جسکی طرف وصیت کیجاے ہم عرب بولتے ہین اوصی الی فلان یعنی اُسکو اپنے مال مین تصرف کرنے کی بعد موت کے
وصیت کی اور اُسکو مفوض الیہ اور وصی بھی بولتے ہین اور وصایت بالکسر والفتح اسم ہی اُس سے وصی کو لائق نہین کہ وصایت قبول کرے اسواسطے کہ اُسمین خطر ہی ابو یوسفؒ سے روایت
ہی اول بار وصی ہونا غلطی ہی اور دوسری بار خیانت ہی اور تیسری بار چوری ہی حسن سے روایت ہی کہ وصی قادر نہین عدل پر اگرچہ امیر المومنین عمر فاروقؓ ہون ابو مطیع نے کہا کہ مین نے
بیس برس قضا کی اپنی مدت مین وہ شخص نہین دیکھا جو اپنے بھتیجے کے مال مین عدل کرتا ہو کذا فی الطحطاوی عن القہستانی اوصی الی زید ای جعلہ وصیا وقبل عندہ
صح فان رد عندہ ای علمہ یرتد زید کی طرف وصیت کی یعنی ایک شخص نے اُسکو وصی کیا اور اُسنے وصایت کو قبول کر لیا موصی کے نزدیک تو وصی ہونا صحیح ہو گیا

پھر اگر رد کیا یعنی قبول نہ کیا انکار کیا وصی ہونے سے اُسکے نزدیک یعنی موصی کی زندگی میں تو وصایت پھر گئی ثابت نہوئی ہے اسواسطے کہ وہ اسمیں متبرع ہے اس
قبول کرنا واجب نہیں چاہیے اسپر دوام اختیار کرے چاہے رجوع کرے موصی کو اختیار نہیں کہ غیر پر تصرف لازم کرے اور رجوع میں فریب دینا نہیں ہے کیونکہ موصی کو اختیار
ہے کہ دوسرے شخص کو وصی ٹھہرا دے اور اگر بعد رد کے قبول کریگا تو قبول صحیح ہوگا ہاں اگر اسکے سامنے دوسری بار قبول کر لیگا تو صحیح ہے اسواسطے کہ جائز نہیں ہے کہ کسی کو
وصی کیا سو اُسنے اسکے سامنے کہا کہ میں قبول نہیں کرتا تو یہ رد ہوا اور وصی نہ ٹھہرا پھر اگر موصی نے اُس سے کہا کہ تم سے یہ توقع نہ تھی کہ تم قبول نکروگے سو اُسنے کہا
میں نے قبول کیا تو وصی ہو گیا کذا فی الطحطاوی و الا لا یصح الرد لئلا یصیر مغرورا من جہتہ اور اگر موصی کے سامنے وصی نے رد کیا تو اسکا رد کرنا اسکے پیچھے یعنی اسکی
عدم دانست میں صحیح نہیں ہے تا کہ وہ فریب خوردہ نہو وصی کی جہت سے ویصح اخراجہ عنہا ولو فی غیبتہ عند الامام خلافا للثانی بزازیہ اور صحیح ہے خارج کرنا وصی کا
وصایت سے اگرچہ وصی کی غیبت میں اخراج واقع ہوا ہے امام رح کے نزدیک برخلاف ابویوسف رح کے یعنی اُنکے نزدیک اخراج بلا علم وصی صحیح نہیں
فان سکت الموصی الیہ فمات موصیہ فلہ الرد والقبول پھر اگر موصی نے سکوت کیا پھر اسکا وصیت کرنے والا مر گیا تو وصی کو رد کرنا اور قبول کرنا جائز ہے کیونکہ
وصی تصرف للغیر میں متبرع ہے تو بدون قبول کرنے کے اسپر وصایت لازم نہیں مانند وکالت کے اور یہاں فریب دینا بھی نہیں ہے اسواسطے کہ موصی نے خود فریب کھایا
اسلیے کہ اسنے حال دریافت نہ کر لیا کہ اسنے وصایت قبول کی یا نہیں ولزم عقد الوصیۃ ببیع شیء من الترکۃ وان جہل بہ ای بکونہ وصیا فان علم الوصی
بالوصایۃ لیس بشرط فی صحۃ تصرفہ اور عقد وصیت لازم ہو جاتی ہے وصی کی کوئی چیز بیع کرنے سے موصی کے ترکہ سے اگرچہ وہ اپنے وصی ہونے کو نجانتا ہو اسواسطے
کہ وصی کو وصایت کا علم شرط نہیں ہے اسکے تصرف کے صحیح ہونے میں بخلاف الوکیل فان علمہ بالوکالۃ شرط برخلاف وکیل کے اسواسطے کہ وکیل کو وکالت
کا معلوم ہونا شرط ہے وکالت کی فان سکت ثم رد بعد موتہ ثم قبل صح الا اذا نفذ قاض ردہ فلا یصح قبولہ بعد ذلک پھر اگر وصی نے قبول وصایت
سے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جبکہ قاضی نے اسکے رد کرنے کو نافذ کر دیا تو اب اسکے بعد قبول کرنا وصایت
کا صحیح نہیں ولو اوصی الی صبی وعبد غیرہ وکافر وفاسق بدل ای بدلہم القاضی بغیرہم اتماما للنظر ولفظ بدل یفید صحۃ الوصیۃ فلو تصرفوا قبل
الاخراج جاز سراجیہ اور اگر موصی نے وصی کیا صغیر کو اور غیر شخص کے غلام کو اور کافر اور فاسق کو تو بدل ڈالا جاوے یعنی قاضی اُنکے سوا اور شخص کو
وصی مقرر کرے اتمام نظر کے واسطے اور تبدیل کرنے کا لفظ صحت وصیت پر دلالت کرتا ہے تو اگر صغیر اور غلام اور کافر اور فاسق کچھ تصرف کریں قبل اخراج کے تو
تصرف جائز ہے کذا فی السراجیہ فلو بلغ الصبی وعتق العبد واسلم الکافر او المرتد وتاب الفاسق مجتبی وفیہ فوض ولایۃ الوقف لصبی صح استحسانا لم یخرجہم القاضی
عنہا ای عن الوصایا لزوال الموجب للعزل الا ان یکون غیر امین اختیار سو اگر صغیر بالغ ہو گیا اور غلام آزاد ہو گیا اور کافر اور مرتد مسلمان ہو گیا اور فاسق
نے توبہ کی کذا فی المجتبی تو قاضی اُنکو وصایا سے خارج نہ کرے بسبب زائل ہو جانے اُس مانع کے جو موجب تھا معزول کرنے کا مگر یہ کہ وہ وصی خائن ہو
امانت دار نہو تو عزل درست ہے کذا فی الاختیار اور مجتبی میں ہے کہ ولایت وقف کی صغیر کو مفوض ہوئی تو استحسان کی راہ سے صحیح ہے والی عبدہ والحال ان
ورثتہ صغار صح کالی مکاتبہ او مکاتب غیرہ ثم ان رد فی الرق فکالعبد اور اگر وصی کیا اپنے غلام کو اور حالانکہ موصی کے وارث صغیر ہیں تو صحیح ہے جیسے اسکا
وصی کرنا اپنے مکاتب کو یا غیر کے مکاتب کو درست ہے پھر اگر مکاتب عدم ادائے بدل کتابت سے مملوکیت کی طرف پھیر اگیا تو اسکا حکم غلام کے مانند ہے
یعنی اگر وارث صغیر ہیں تو درست ہے اور نہیں تو درست نہیں والا وقالا لا یصح مطلقا درر اور اگر موصی کے وارث عاقل بالغ ہیں تو غلام کا وصی کرنا صحیح
نہیں اور صاحبین نے کہا غلام کا وصی کرنا مطلقاً درست نہیں خواہ وارث صغیر ہوں خواہ بالغ کذا فی الدرر ومن عجز عن القیام بہا حقیقۃ لا بمجرد اخبارہ
ضم الیہ القاضی غیرہ رعایۃ لحق الموصی والورثۃ اور جو وصی کہ عاجز ہو وصایت کے قیام سے فی الحقیقت نہ فقط وصی کے اظہار سے تو قاضی اُسکے
ساتھ اور وصی کو ملا دے موصی اور وارثوں کے حق کی رعایت کرنے کے واسطے وصی کا یوں ظاہر کرنا کہ مجھ سے وصایت نہیں ہو سکتی اسواسطے معتبر ہوا

کہ شکایت کرنے والا کاذب ہوتا ہی اپنی جان کے بچانے کے واسطے کذا فی المنح ولو ظہر للقاضی عجزہ اصلا استبدل غیرہ اور اگر قاضی کو وصی
عاجزی اصلاً ظاہر ہو تو اور شخص کو بدلے وصی مقرر کرے ولو عزلہ ای الوصی المختار القاضی مع اہلیتہ لہا نفذ عزلہ وان جار القاضی واثم
قاضی نے میت کے پسندیدہ وصی کو معزول کیا باوجودیکہ وہ وصایت کی لیاقت رکھتا ہی تو اسکا معزول کرنا نافذ ہوگا اگرچہ قاضی نے ظلم کیا اور گنہگار ہے
فی الاشباہ اختلفوا فی صحۃ عزلہ والاکثر علی الصحۃ کما فی شرح الوہبانیۃ لکن یجب الافتاء بعدم الصحۃ کما فی الفصولین واما عزل الخائن فواجب انتہی قلت
وعبارۃ جامع الفصولین من الفصل السابع والعشرین الوصی من المیت لو عدلا کافیا لاینبغی للقاضی ان یعزلہ فلو عزلہ قیل ینعزل اقول الصحیح عندی انہ
لاینعزل لان الموصی شفیق بنفسہ من القاضی فکیف ینعزل فینبغی ان یفتی بہ لفساد قضاۃ الزمان انتہی قال المصنف قال شیخنا فقد ترجح عدم صحۃ العزل
للوصی فکیف بالوظائف بالاوقاف اشباہ میں ہی فقہانے اختلاف کیا ہی وصی اہل کی صحت عزل میں اور اکثر فقیہ صحت عزل پر ہیں چنانچہ
شرح وہبانیہ میں ہی لیکن عدم صحت کا فتوی دینا واجب ہی چنانچہ فصولین میں ہی اور وصی خائن کا تو معزول کرنا واجب ہی انتہی ما فی الاشباہ
میں کہتا ہوں اور عبارت جامع الفصولین کی ستائیسوین فصل سے یہ ہی کہ میت کا وصی اگر متقی اور کافی ہو تو قاضی کو معزول کرنا لائق نہیں
سو اگر باوجود اسکے معزول کرے گا تو قول ضعیف یہ ہی کہ وہ معزول ہو جاوے گا میں کہتا ہوں میرے نزدیک صحیح یہ ہی کہ وہ معزول نہوگا اسواسطے کہ
موصی اپنی ذات پر شفیق تر ہی قاضی سے یعنی اُسنے بہتر سمجھکر اُسکو وصی مقرر کیا تو قاضی اُسکو کیونکر معزول کرے گا اور لائق یوں ہی کہ عدم عزل کا فتوی
دیا جاے قضات زمانہ کے فساد اور بدنیتی کی وجہ سے انتہی ما فی جامع الفصولین مصنف نے کہا ہمارے اُستاد صاحب بحر الرائق نے کہا سو البتہ
عزل وصی کی عدم صحت راجح ہو گئی تو وظائف اوقاف کی معزولی کیونکر صحیح ہوگی ہم منجملہ وظائف کے تولیت ہی فتاوی خیر الدین میں بحر الرائق سے منقول
ہی کہ قاضی اگر ناظر وقف کو معزول کرے تو اُسکی شرط یہ ہی کہ اُس سے خیانت ثابت ہو چنانچہ اسعاف اور جامع الفصولین میں ہی تو معلوم ہوا کہ غیر متولی کو
بدون خیانت کے حرام ہی اور اگر کرے گا صحیح نہوگا اور عدم صحت عزل ناظر سے معلوم ہوا کہ وقف کے صاحب وظیفہ کو بھی معزول کرنا صحیح نہیں چنانچہ پیرزادہ
سے اسکو ثابت کیا ہی کذا فی الطحطاوی ویبطل فعل احد الوصیین کالمتولیین فانہما فی الحکم کالوصیین اشباہ ووقف القنیہ اور دو وصیوں میں سے
ایک وصی کا فعل باطل ہی جیسے دو متولیوں وقف سے ایک متولی کا فعل باطل ہی اسواسطے دو متولی دو وصی کے مانند ہیں حکم میں کذا فی الاشباہ
ووقف القنیہ ومفادہ انہ لو آجر احدہما ارض الوقف لم یجز بلا رای الآخر وقد صارت واقعۃ الفتوی اور قول سابق سے یہ مستفاد ہوا کہ اگر ایک متولی
وقف کی زمین اجارہ دے تو جائز نہیں دوسرے متولی کے بدون رای کے اور البتہ یہ صورت فتوی طلب ہوئی تھی ہم یہ صورت اسعاف میں مصرح مذکور ہی کہ انفراد
احد الناظرین بالاجارہ جائز نہیں اور اگر ایک ناظر دوسرے کو وکیل کردے تو جائز ہی مفتی ابو السعود نے اسکو نقل کیا ہی کذا فی الطحطاوی ولو وصیۃ کان
الایصاء لکل منہما علی الانفراد وقیل ینفرد وقال ابو اللیث وہو الاصح وبہ ناخذ ایک وصی کا فعل بدون دوسرے وصی کے باطل ہی اگرچہ میت کا
وصی کرنا ہر وصی کو جدا جدا واقع ہوا ہو اور بعضوں نے کہا ہر وصی اپنے فعل میں منفرد اور مستقل ہی ابو اللیث نے کہا اور دو یعنی ہر وصی کا انفراد اور
استقلال صحیح تر ہی اور اسی قول کو ہم لیتے ہیں لکن الاول صححہ فی المبسوط وجزم بہ فی الدرر وفی القہستانی انہ اقرب الی الصواب لیکن اول یعنی بطلان
فعل احد الوصیین کو صحیح کہا ہی مبسوط میں اور اسی پر یقین کیا ہی درر میں اور قہستانی میں ہی کہ یہی بطلان کا قول قریب تر ہی صواب کی طرف ہم یہاں دونون
قولوں پر فتوی اور قضا درست ہی چنانچہ رسم مفتی میں مذکور ہی کذا فی الطحطاوی قلت وہذا اذا کانا وصیین او متولیین من جہۃ المیت او الواقف
او قاض واحد اما لو کانا من جہۃ قاضیین من بلدتین فینفرد احدہما بالتصرف لان کلا من القاضیین لو تصرف جاز تصرفہ فکذا نائبہ ولو اراد کل من
القاضیین عزل منصوب القاضی الآخر جاز ان رای فیہ المصلحۃ والا لا وتمامہ فی وکالۃ تنویر البصائر معزیا للمنتقیات وغیرہا میں کہتا ہوں

اور یہ یعنی بطلان فعل احد الوصیین اسوقت ہی جبکہ دونوں وصی یا دونوں متولی میت یا واقف یا ایک قاضی کی طرف سے ہوں اور اگر دونوں وصی یا متولی دو شہروں کے دو قاضیوں کی طرف سے ہوں تو ایک وصی یا ایک متولی تصرف کرنے میں مستقل ہوگا اسواسطے کہ ہر قاضی اگر تصرف کرے تو اسکا تصرف جائز ہی تو اسی طرح اسکے نائب کا تصرف جائز ہی اور اگر دونوں قاضیوں میں سے ہر قاضی دوسرے قاضی کے منسوب کو معزول کرنا چاہے تو درست ہی اگر اسمیں مصلحت دیکھے اور اگر مصلحت نہ دیکھے تو معزول کرنا جائز نہیں اور اسکا پورا بیان تنویر الابصار کی کتاب الوکالۃ میں متفرقات وغیرہا سے منقول ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے وفی وصایا السراج لو لم یعلم القاضی ان للمیت وصیا ثم حضر الوصی فاراد الدخول فی الوصیۃ فلہ ذالک ونصب القاضی الآخر لا یخرج الاول اور سراج وہاج کی کتاب الوصایا میں ہی کہ اگر قاضی نجانتا ہو کہ میت کا وصی ہی سو قاضی نے میت کے واسطے کوئی وصی قائم کیا پھر میت کا وصی آیا سو اسنے وصیت میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تو اسکو یہ درست ہی اور قاضی کے دوسرے وصی قائم کرنے سے پہلا وصی خارج نہوگا الا بشراء کفنہ وتجہیزہ والخصومۃ فی حقوقہ وشراء حاجۃ الطفل والاتہاب لہ واعتاق عبد معین ورد ودیعۃ وتنفیذ وصیۃ معینتین دو وصیوں میں سے ایک وصی کا فعل باطل ہی مگر موصی کے کفن کی خرید میں اور اسکی تجہیز میں اور اسکے حقوق کے خصومت کرنے میں اور حاجات طفل کی خرید میں اور طفل کے واسطے ہبہ قبول کرنے میں اور غلام معین کے آزاد کرنے میں اور ودیعت معینہ کے پھیر دینے میں اور وصیت معینہ کے جاری کرنے میں ایسا وصی کا فعل بھی نافذ ہی باطل نہیں زاد فی شرح الوہبانیۃ عشرۃ اخرے منہا رد مغصوب ومشتری شراء فاسد وقسمۃ کیلی او وزنی وطلب دین وقضاء دین بجنس حقہ شرح وہبانیہ میں امور عشرہ سوائے اسکے جو متن میں مذکور ہیں زیادہ ذکر کیے ہیں ازانجملہ مغصوب کا پھیر دینا اور شراء فاسد کی خریدی چیز کا پھیر دینا اور کیلی یا وزنی چیز کا قسمت کر دینا اور دین موصی کو طلب کرنا اور دین کا ادا کرنا اسکے حق کے ہم جنس سے ہم امور عشرہ سے تین امر کو شارح نے ذکر نہ کیا ازانجملہ عیب کی وجہ سے ثمن مبیع کا پھیر دینا اور اجارہ نفس یتیم اور میت کی طرف سے خیرات کی وصیت کو جاری کرنا معین فقیر یا مسکین کے واسطے وبیع ما یخاف تلفہ وجمع اموال ضائعۃ اور اس چیز کے بیچنے میں جسکے تلف ہو جانے کا ڈر ہی اور اموال ضائعہ کے جمع کرنے میں احد الوصیین کا فعل باطل نہیں وقال ابو یوسف ینفرد کل بالتصرف فی جمیع الامور ولو نص علی الانفراد او الاجتماع اتبع اتفاقا شرح وہبانیۃ اور ابو یوسف نے کہا کہ ہر وصی منفرد ہی تصرف کرنے میں جمیع امور میں اور اگر موصی نے انفراد یا اجتماع پر تصریح کر دی ہو تو اسکی تصریح کی پیروی کرنا لازم ہوگا باتفاق امام رح اور امام ابو یوسف کے کذا فی شرح الوہبانیۃ وان مات احدہما فان اوصی الی الحی او الی آخر فلہ التصرف فی الترکۃ وحدہ ولا یحتاج الی نصب القاضی وصیا اور اگر ایک وصی مر گیا سو اگر وصی میت نے وصی زندہ کو وصی کیا یا دوسرے شخص کو وصی کیا تو فقط اسی کو ترکہ میں تصرف کرنا جائز ہی اور اسکی حاجت نہیں کہ قاضی دوسرا وصی مقرر کرے ہم حلبی نے کہا وصی زندہ کا تنہا تصرف کرنا ترکہ میں اسوقت جائز ہوگا جبکہ وصی مردہ نے اسکو وصی کر دیا ہو اور اگر اور شخص کو وصی کیا ہوگا تو دونوں کا مجتمع ہونا واجب ہوگا کذا فی الطحطاوی والا اوصی ضم القاضی الیہ غیرہ درر اور اگر وصی مردہ نے وصیت نہ کی کسی کو تو وصی زندہ کے ساتھ قاضی دوسرا وصی ملا دے کذا فی الدرر اسواسطے کہ میت کا قصد یہ تھا کہ اسکے ترکہ میں دو شخصوں کی رائے سے انتظام ہو تاکہ خلل واقع نہو سو یہ قاضی کے نصب وصی سے ممکن ہی کذا فی الزیلعی وفی الاشباہ مات احدہما اقام القاضی الآخر مقامہ او ضم الیہ آخر اور اشباہ میں ہی کہ ایک وصی مر گیا تو قاضی دوسرے شخص کو اسکے مقام پر قائم کر دے یا اسکے ساتھ دوسرا ملا دے ولا تبطل الوصیۃ الا اذا اوصی لہما ان یتصدقا بثلثہ حیث شاءا انتہی وتمامہ فی شرح الوہبانیۃ اور وصیت باطل نہیں ہو جاتی ہی مگر جبکہ موصی نے یوں وصیت کی دونوں وصیوں سے کہ اسکے ثلث مال کو دونوں خیرات کریں جہاں دونوں چاہیں انتہی ما فی الاشباہ اور اسکا پورا بیان شرح وہبانیہ میں ہی شرح وہبانیہ میں ہی کہ اگر وصیت مذکورہ میں ایک وصی نے کہا کہ فلانے شخص کو میں دونگا اور دوسرے نے کہا دوسرے محتاج کو دونگا تو کسی کو دینا جائز نہوگا اس لیے کہ ایک موضع میں دونوں کا اتفاق نہوا اور اگر وصی مر گیا قبل خیرات کرنے کے تو وصیت باطل ہو گئی

کذا فی الطحطاوی ملخصاً ولیس فیہ خلاف ابی یوسف قولاً اور کہا امین ابو یوسف کا خلاف ہے امین دو قول ہین یعنی بعضون نے کہا خلاف ہے اور بعضون نے کہا
خلاف نہین وعندان المشرف ینفرد دون الوصی کما قررتہ فیما علقتہ علی الملتقی ویاتی اور ابو یوسف یا امام سے ایک روایت یہ ہے کہ مشرف منفرد اور مستقل ہے تصرف
مین نہ وصی جیسا کہ ہم نے اسکو ثابت کیا ہے ملتقی کی شرح مین اور اسکا ذکر آگے آوے گا ھ شارح کی شرح ملتقی مین مجتبی سے منقول ہے کہ موصی نے
وصی کا ایک مشرف مقرر کیا تو وصی تصرف نہ کرے گا بدون مشرف کے اور دوسرا قول ضعیف یہ ہے کہ مشرف کو تصرف جائز ہے انتہی اس عبارت سے تفرد
مین تفرد مشرف کا ثابت نہین ہوتا تو شارح کا کلام کما ینبغی نہین ہے فتاوی عالمگیری مین خزانۃ المفتین سے منقول ہے کہ ایک مرد نے دوسرے کو وصی کیا
اور ایک شخص کو اسپر مشرف کیا تو وصی مال رکھنے مین اولی ہے اور مشرف وصی نہین ہوجاتا اور مشرف ہونے کا اثر یہ ہے کہ وصی کا تصرف بلا علم مشرف کے جائز نہین
اس عبارت سے بھی تفرد مشرف کا نہین نکلتا کذا فی الطحطاوی مختصراً و وصی الوصی سواء اوصی الیہ فی مالہ او فی مال موصیہ وفاۃ وصی فی الترکتین خلافاً
للشافعی وصی کا وصی دونون ترکون مین وصی ہے برخلاف شافعی کے خواہ وصی نے اسکو اپنے مال مین وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال مین وصی کیا ہو بہر صورت
دونون ترکون مین وہ وصی ہے کذا فی الوقایہ وصح قسمتہ ای الوصی حال کونہ نائبا عن ورثۃ کبار غیب او صغار مع الموصی لہ بالثلث اور صحیح ہے تقسیم کرنا
کی بالغ غائب وارثون کا نائب ہو کر یا صغیر وارثون کا نائب ہو کر موصی لہ کے ساتھ یعنی جسکے واسطے تہائی مال کی وصیت ہوئی یعنی اگر وارث موجود نہون
تو وصی کو جائز ہے کہ موصی لہ کو وصیت کے ترکہ سے تہائی مال بانٹ دے ولا رجوع للورثۃ علیہ ای الموصی لہ ان ضاع قسطہم معہ ای الوصی لصحۃ قسمتہ حینئذ
اور وارثون کو موصی لہ پر رجوع کرنا جائز نہین اگر وارثون کا حصہ تلف ہوگیا ہو وصی کے پاس بسبب صحیح ہوجانے قسمت کے اسوقت بیچ اما قسمتہ عن الموصی لہ
الغائب او الحاضر بلا اذنہ معہم ای الورثۃ ولو صغاراً زیلعی فلا تصح اور وصی کا قسمت کرنا موصی لہ کی جانب سے نائب ہو کر خواہ موصی لہ غائب ہو یا حاضر ہو بدون
اُسکے اذن کے وارثون کے ساتھ تو وہ قسمت صحیح نہین اگرچہ وارث صغیر ہون کذا فی الزیلعی وحینئذ فیرجع الموصی لہ بثلث ما بقی من المال ان ضاع قسطہ
لانہ کالشریک معہ اسے مع الموصی فلا یضمن الوصی لانہ امین اور اسوقت مین یعنی جبکہ قسمت مذکورہ صحیح نہوئی تو باقی مال کی تہائی موصی لہ پھیرے جبکہ موصی لہ کا حصہ
ضائع ہوگیا ہو وصی کے پاس اسواسطے کہ موصی لہ شریک کے مانند ہے تو وصی سے ضمان نہ لیگا اسواسطے کہ وہ امین ہے اور اگر وارثون کے پاس مال ضائع ہوگیا تو جسقدر
انکے ہاتھ مال باقی تھا اسکی تہائی چاہے وارثون سے لے چاہے وصی سے یہ اسوقت ہے جبکہ قسمت بدون حکم قاضی کے ہوئی ہو اور اگر بحکم قاضی قسمت ہوئی تو صحیح ہے
تو اب رجوع نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی وصح قسمۃ القاضی واخذہ قسط الموصی لہ ان غاب الموصی لہ فلا شیٔ لہ ان ہلک فی ید القاضی او امینہ اور قاضی کی قسمت
اور اسکو موصی لہ کا حصہ لے رکھنا صحیح ہے اور اگر موصی لہ غائب ہو تو موصی لہ کیواسطے کچھ نہین اگر اُسکا حصہ قاضی کے ہاتھ مین یا اسکے امین کے ہاتھ مین تلف ہوگیا ہو
وصی اور قاضی مین وجہ فرق یہ ہے کہ قاضی کو غائب پر ولایت ثابت ہے امور نافعہ مین لہذا جسکے تلف ہونے کا خوف ہو اسکی بیع کا قاضی کو اختیار ہے برخلاف
وصی کے وہذا فی المکیل او الموزون لانہ افراز وفی غیرہما لا یجوز لانہ مبادلۃ کالبیع وبیع مال الغیر لا یجوز فکذا القسمۃ اور یہ یعنی صحت قسمت قاضی کیلی اور وزنی
چیزون مین ہے اسواسطے کہ قسمت کیلی اور وزنی مین عبارت ہے افراز اور جدا کر دینے سے اور کیلی اور وزنی کے سوا اور مال مین قاضی کی بھی قسمت صحیح نہین
اس لیے کہ وہ تو وہان عبارت ہے مبادلہ سے بیع کے مانند اور غیر کے مال کی بیع جائز نہین تو اسی طرح قسمت بھی جائز نہین وان قاسمہم الوصی فی
الوصیۃ بحج عن المیت بثلث ما بقی ان ہلک المال فی یدہ او فی ید من دفع لیحج خلافاً لہما وقد تقرر فی المناسک اور اگر وارثون کو
قسمت کر دی حج کی وصیت مین تو میت کی طرف سے حج کیا جاوے باقی مال کی تہائی سے اگر حج کرنے کا مال تلف ہوگیا ہو وصی کے ہاتھ یا اُسکے ہاتھ سے جسکو وصی
نے مال دیا تھا حج کرنے کو برخلاف صاحبین کے اور یہ مسئلہ ثابت ہے مناسک حج کی کتابون مین ولو افرز المیت شیئا من مالہ للحج فضاع بعد موتہ لا یحج عنہ
بثلث باقیہ لانہ عینہ فلذا بطلت اور اگر میت نے حج کیواسطے اپنا کچھ مال جدا کر دیا ہو وہ ضائع ہوگیا اُسکے مرجانیکے بعد تو میت کی طرف سے حج نہ کیا جاوے گا

باقی مال کی تہائی سے اسلیے کہ اسنے توجہ کیواسطے اس کو معین کر دیا تھا پھر جب وہ تلف ہوگیا تو وصیت باطل ہوگئی **وصح بیع الوصی عبداً من الترکۃ بغیبۃ الغرماء لتعلق حقہم بالمالیۃ** اور صحیح ہے بیچنا وصی کا غلام کو ترکہ سے دین والوں کی غیبت میں دین والوں کے واسطے اسلیے کہ انکا حق مالیت سے متعلق ہے نہ عین متروکہ سے **وضمن وصی باع ما اوصی ببیعہ وتصدق بثمنہ فاستحق العبد بعد ہلاک ثمنہ** ای ضیاعہ عندہ لانہ العاقد فالعہدۃ علیہ اور ضمان دیگا وہ وصی جسنے بیچا اُس غلام کو جسکے بیچنے کی اسکو وصیت ہوئی تھی اور وصی نے اسکا ثمن موصی کی طرف سے تصدق کر دیا پھر وہ غلام دوسرے شخص کا مملوک ٹھہرا ثمن خرچ ہو جانے کے بعد وصی کے پاس ضمان کی وجہ یہ ہے کہ وصی ہی تو عاقد ہے بیع کا تو عہدہ عقد کا اسکے ذمہ پر ہوگا **ورجع الوصی فی الترکۃ کلہا** ف

ل محمد فی الثلث قلنا انہ مغرور فکان دینا حتی لو ہلک الترکۃ او لم تف فلا رجوع وفی الملتقی انہ یرجع علی من تصدق علیہ لان غنمہ لہم فغرمہ علیہم اور وصی رجوع کرے تمام ترکہ میں یعنی جسقدر تاوان دیا وہ تمام متروکہ سے بھرلے اور محمد نے کہا کہ ثلث متروکہ سے بھرلے ہم جواب دیتے ہیں امام کی طرف سے کہ وصی نے دھوکا کھایا میت کے سبب سے تو تاوان دین ٹھہرا میت پر یعنی اور دین کل متروکہ سے متعلق ہوتا ہے نہ ثلث سے تو اگر متروکہ تلف ہوگیا یا کفایت نہیں کرتا پھر رجوع نہوگا اور ملتقی میں یون مذکور ہے کہ وصی تاوان بھرلے ان فقیرون سے جنپر ثمن کو اسنے خیرات دیا اسلیے کہ فائدہ تصدق کا انکے واسطے ہے تو انکا نقصان بھی انہین پر پڑیگا **کما یرجع فی مال الطفل وصی باع ما اصابہ** ای الطفل **من الترکۃ وہلک ثمنہ معہ فاستحق المال المبیع والطفل یرجع علی الورثۃ بحصتہ** لانتقاض القسمۃ باستحقاق ما اصابہ جیسیکہ رجوع کرتا ہے صغیر کے مال میں وہ وصی جسنے بیچا وہ مال جو صغیر کو ترکہ میت سے پہونچا اور اسکا ثمن تلف ہوگیا وصی کے پاس پھر مال مبیع غیر کا مستحق نکلا اور صغیر بقدر اپنے حصہ کے باقی وارثون سے بھرلے گا اسلیے کہ قسمت ٹوٹ گئی اس مال کے استحقاق سے جو صغیر کو پہونچا تھا **وصح احتیالہ بمال الیتیم لو خیرا** بان یکون الثانی املا ولو مثلہ لم یجز منیہ اور وصی کو حوالہ قبول کرنا مال یتیم کا صحیح ہے اگر یتیم کے حق میں بہتر ہو اسطرح کہ دوسرا محتال علیہ زیادہ تر مالدار ہو پہلے مدیون سے اور اگر دوسرا پہلے کے مانند ہو مقدور میں تو حوالہ قبول کرنا جائز نہیں کذا فی المنیہ **وصح بیعہ وشراؤہ من اجنبی بما یتغابن الناس فیہ لا بما لا یتغابن** وہو الفاحش لان ولایتہ نظریۃ فلو باع بہ کان فاسدا حتی یملکہ المشتری بالقبض قہستانی اور صحیح ہے بیع اور خرید وصی کی اجنبی سے بقدر تغابن کے درم نہ بقدر عدم تغابن اور وہ عبارت ہے غبن فاحش سے یعنی اگر وصی کو غبن فاحش ہوا تو وہ بیع صحیح نہیں اسلیے کہ وصی کی ولایت نظری ہے یعنی جسمین یتیم کے واسطے منفعت ہو تو اگر وصی نے غبن فاحش سے بیع کی تو بیع فاسد ہوگی تو مشتری مبیع کا مالک ہوگا قبضہ کرنے سے کذا فی القہستانی وہذا اذا تبایع الوصی للصغیر مع الاجنبی واما لو **باع الوصی او اشتری مال الیتیم من نفسہ فان کان وصی القاضی لا یجوز ذلک مطلقا** لانہ وکیلہ اور یہ یعنی صحت بیع مشتری بعدم غبن فاحش اسوقت ہے جبکہ وصی نے خرید فروخت کی ہو صغیر کے واسطے غیر شخص کے ساتھ اور اگر وصی نے مال یتیم کی خرید فروخت کی اپنی ذات سے تو اگر وہ قاضی کی طرف سے وصی ہے تو یہ جائز نہیں مطلقاً خواہ غبن ہو یا نہو اسواسطے کہ وصی وکیل ہے قاضی کا یعنی اور فعل وکیل کا بمنزلہ موکل کے فعل کے ہے اور موکل کا فعل حکم کرنا ہے سو حکم کرنا اپنی ذات کے واسطے درست نہیں کذا فی الطحطاوی **وان کان وصی الاب جاز بشرط منفعۃ ظاہرۃ للصغیر** وہو قدر النصف زیادۃ او نقصا اور اگر وصی باپ کی طرف سے ہو تو بیع وصی کی اپنی ذات سے جائز ہے بشرطیکہ صغیر کے واسطے ظاہر منفعت ہو اور وہ یہ ہے کہ بقدر نصف کے ہو زیادتی یا کمی میں ہم زیلعی میں منفعت ظاہرہ کی تفسیر یون مذکور ہے کہ اپنا پندرہ درم کا مال صغیر سے دس درم کو بیع کرے یا دس درم کا مال صغیر کا پندرہ درم کو آپ خرید کرے **وقالا لا یجوز مطلقا** اور صاحبین نے کہا کہ باپ کے وصی کی بھی بیع جائز نہیں مطلقاً خواہ منفعت ظاہر ہو یا نہو **وبیع الاب مال صغیر من نفسہ جائز بمثل القیمۃ وبما یتغابن فیہ** وہو الیسیر والا لا اور مال صغیر کو باپ کا بیع کرنا اپنی ذات سے جائز ہے قیمت کے برابر اور جسقدر میں کہ غبن واقع ہوتا ہے یعنی غبن قلیل اور اگر یہ نہیں تو جائز نہیں وہذا کلہ فی المنقول اما فی العقار فسیجیء اور یہ سب تفصیل مسائل مذکورہ کی مال منقول میں ہے اور غیر منقول چنانچہ زمین اور مکانات کی خرید و فروخت کے احکام آگے مذکور ہونگے **ولو زاد الوصی علی کفن مثلہ فی العدد ضمن الزیادۃ**

اور اگر وصی نے مثل میت کے کفن پر زیادتی کی شمار مین تو وصی تاوان دیگا بقدر زیادت کے مثلاً میت کے ہمسر دن کا کفن تین کپڑون کا ہوتا تھا
وصی نے چار کپڑے خرید کیے تو ایک کپڑے کی قیمت کا وصی پر تاوان دینا لازم ہوگا وفی القیمة وقع الشراء له وضمنه ما دفع من مال الیتیم ولوالجیة
اور اگر وصی نے کفن کی قیمت پر زیادتی کی تو یہ خرید وصی کے واسطے واقع ہوگی تو اسوقت مین وصی تاوان دیگا اسکا جو اسنے ثمن دیا ہے یتیم کے مال
سے کذا فی الولوالجیة وفیها لو دفع المال الی الیتیم قبل ظهور رشده بعد الادراک فضاع ضمن لانه دفعه الی من لیس له ان یدفع الیه و
ولوالجیہ مین ہے کہ اگر وصی نے یتیم کو مال دیا اسکی ہوشیاری ظاہر ہونے سے پہلے بعد اسکے بالغ ہونے کے پھر وہ مال ضائع ہوگیا تو وصی تاوان دیگا
اسواسطے کہ اسنے اسکو دیا جسکا دینا اسکو جائز نہ تھا یہ صاحبین رح کا قول ہے تعلیل کی دلیل سے اور امام رح کے نزدیک وصی پر ضمان نہین اگر یتیم
کو پندرہ برس کے بعد دیا اسواسطے کہ جب یتیم ۲۵ برس کا ہوا تو وصی کو دینے کا اختیار ہے غیر عقار مین کذا فی الطحطاوی وجاز بیعه ای الوصی علی الکبیر الغائب
فی غیر العقار الا للدین او خوف هلاکه ذکره عزمی زاده معزیا للخانیة قلت وفی الزیلعی والقهستانی الاصح لا لانه نادر اور وصی کو بیچنا وارث بالغ غائب پر جائز ہے
مال منقولہ مین مگر ادائے دین کے واسطے غیر منقول کی بیع بھی جائز ہے یا اسکے تلف ہونے کے خوف سے ایسا ذکر کیا ہے عزمی زادہ نے خانیہ کی طرف نسبت
کرکے مین کہتا ہون اور زیلعی اور قہستانی مین مذکور ہے کہ صحیح تر قول یہ ہے کہ غیر منقول کی بیع جائز نہین اسواسطے کہ اسکا تلف ہوجانا کمتر ہے ام اگر میت پر
دین مستغرق ہے تو وصی کو بیع کا بالاجماع اختیار ہے اور اگر دین مذکور میت کے سب ترکہ کو محیط نہین تو صاحبین رح کے نزدیک جسقدر دین ہو اسیقدر کی بیع جائز
ہے اور امام رح کے نزدیک کل کی بیع جائز ہے کذا فی الطحطاوی عن الحموی وجاز بیعه عقار صغیر من اجنبی لا من نفسه بضعف قیمته او لنفقة الصغیر او دین المیت او وصیة
مرسلة لا نفاذ لها الا منه او لکون غلاته لا تزید علی مؤنته او خوف خرابه او نقصانه او کونه فی ید متغلب درر واشباه ملخصا اور صغیر کی عقار یعنی مال غیر منقول کی
بیع وصی کو جائز ہے غیر شخص سے نہ اپنی ذات سے اسکی دونی قیمت پر یا صغیر کے خرچ کے واسطے یا دین میت کے ادا کرنے کے واسطے یا وصیت مرسلہ
کے جاری ہونے کے لیے جسکا نافذ و جاری ہونا کہین سے متصور نہین سوا عقار کے یا اسواسطے کہ عقار کی حاصلات زیادہ نہین ہوتی اسکے مصارف
سے یا اسکے ویران ہونے یا ناقص ہوجانے کے خوف سے یا اسوجہ سے کہ عقار ظالم سرکش کے ہاتھ مین ہے کذا فی الدرر والاشباہ ملخصا وصیت مرسلہ سے مراد وہ وصیت
مطلق ہے اسطرح کہ موصی نے کہا کہ میرا تہائی مال یا چوتھائی مال وصیت ہے تو اب عقار کی بیع جائز ہے کذا فی الدر قلت وهذا لو البائع وصیا لا من قبل ام او اخ فانهما
لا یملکان بیع العقار مطلقا مین کہتا ہون اور یہ یعنی جواز بیع عقار صغیر اشباہ و خانیہ مذکورہ مین اس شرط سے ہے کہ بائع ماں یا بھائی کی طرف سے وصی نہو اسواسطے کہ
ماں اور بھائی کا وصی عقار صغیر کی بیع کا مالک نہین ہر طرح یعنی مذکور اشباہ مستثنی مین نہ اسکے غیر مین ولا شراء غیر طعام وکسوة اور ماں اور بھائی کا وصی کسی چیز کے خرید کا مالک
نہین سوا طعام اور لباس صغیر کے ولو البائع ابا فان محمودا عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال اور اگر عقار صغیر کا بائع صغیر کا باپ ہو سو اگر وہ لوگون کے نزدیک
معروف اور پسندیدہ ہو یا اسکی خوبی اور بدی کچھ ظاہر نہو تو بیع جائز ہے کذا صرح به ابن کمال ولا یتجر الوصی فی مال الیتیم لنفسه فان فعل تصدق بالربح اور وصی سوداگری
نکرے یتیم کے مال مین اپنی ذات کے فائدے کے واسطے سو اگر اسنے اپنے واسطے اس مال مین تجارت کی تو منفعت کو خیرات کردے وجاز لو اتجر من مال الیتیم للیتیم
وتمامه فی الدرر اور سوداگری جائز ہے اگر وصی تجارت کرے یتیم کے مال مین یتیم کے واسطے اور اسکا پورا بیان درر مین ہے ام درر مین خانیہ سے مذکور ہے کہ وصی کو یتیم کے مال اور
میت کے مال مین تجارت کرنا اپنے واسطے جائز نہین اور اگر تجارت کی اور نفع ہوا تو راس المال کا ضمان دے اور نفع خیرات کرے طرفین رح کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے
نزدیک نفع وصی کو حلال ہے خیرات نکرے انتہی قلت وفی الاشباه لا یملک الوصی بیع شیء باقل من ثمن المثل الا فی مسئلة الوصیة ببیع عبده من فلان مین کہتا ہون اور
اشباہ مین ہے کہ وصی کسی چیز کی بیع کا مالک نہین ثمن مثل سے کمتر مین مگر ایک مسئلہ وصیت مین اقل ثمن مثل سے بیع جائز ہے یعنی جبکہ موصی نے اپنے غلام کی بیع کی وصیت
کی فلانے شخص سے اور فلانا شخص ثمن مثل کی بیع پر راضی نہو تو اب وصی کو ثمن سے کم کرنا درست ہے لیکن ثلث قیمت سے کم کرنا تو بھی درست نہین کذا فی الطحطاوی

وفیہا الکلام فی اجر المثل للمتولی اجر مثل عملہ فلو لم یعمل لا اجر لہ واما وصی المیت فلا اجر لہ علی الصحیح وہذا اذا عین القاضی للمتولی اجرا فان لم یعین وسعی فیہ سنۃ فلا شیء لہ وعزاہ للقنیۃ ثم ذکر ما یخالفہ فافہم وقدمر فی الوقف واما وصی القاضی فان نصبہ باجر مثلہ جاز انتہی اور اشباہ میں ہے اجرت مثل کے بیان میں کہ متولی کو اسکے عمل کے برابر اجرت جائز ہے سو اگر اسنے عمل نہ کیا تو اسکو اجرت نہیں ہے اور میت کے وصی کو بنا بر قول صحیح کے اجرت نہیں ہے اور یہ یعنی متولی کے واسطے اجرت مثل کا ثبوت اسوقت ہے جبکہ قاضی متولی کے لیے اجرت معین کردے تو اگر اسنے اجرت معین نہ کی اور متولی نے ایک سال میں کوشش کی تو اسکے واسطے کچھ اجرت نہیں اور صاحب اشباہ نے اس قول کو قنیہ کی طرف نسبت کیا پھر صاحب قنیہ نے وہ قول ذکر کیا جو اسکے مخالف ہے یعنی یوں کہا کہ متولی مستحق اجرت ہے اگرچہ قاضی نے اجرت نہ مقرر کی ہو سو اسکو سمجھ لے اور البتہ یہ مسئلہ کتاب الوقف میں گذر گیا اور قاضی کے وصی کا یہ حکم ہے کہ اگر قاضی نے اسکو اجرت مثل پر مقرر کیا تو جائز ہے انتہی ما فی الاشباہ وفی القہستانی معزیا للذخیرۃ ولو کانوا صغارا وکبارا باع حصۃ الصغار کما مر وکذا الکبار علی ما مر من التفصیل اور قہستانی میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ اگر وارث چھوٹے اور بڑے ہوں تو وصی چھوٹوں کے حصہ کو بیچ ڈالے چنانچہ صغیر کے مسائل مستثناۃ میں مذکور ہوچکا اور اسی طرح بالغ وارثوں کے حصے کو بیع کرے بنا بر تفصیل گذشتہ کے ہم تفصیل مذکور یہ ہے کہ ادائے دین اور خوف ہلاکت میں بیع جائز ہے نہ اسکے سوائے میں کذا فی الطحاوی ونقل عن العمادیۃ ان فی بیعہ للعقار دفاتر اختلاف المشایخ وجوزہ صاحب الہدایۃ لان فیہ استبقاء ملکہ مع دفع الحاجۃ وان لغیر الوصی التصرف لخوف متغلب وعلیہ الفتوی وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی اور قہستانی نے عمادیہ سے نقل کیا ہے کہ وصی کو عقار بیچنے میں بطریق بیع الوفا کے مشایخ کا اختلاف ہے اور صاحب ہدایہ نے اسکو جائز کہا ہے اسواسطے کہ اسمیں ملک صغیر کا باقی رکھنا ہے باوجود دفع حاجت کے اور اسواسطے کہ غیر وصی کو تصرف کرنا ظالم سرکش کے خوف سے جائز ہے اور اسی قول پر فتوی ہے اور اسکا پورا بیان ہمارے ملتقی کی شرح میں مذکور ہے ولا یجوز اقرارہ بدین علی المیت اور وصی کا اقرار جائز نہیں میت پر دین کا ہم اسواسطے کہ اقرار مقر کے غیر پر حجت نہیں تو مقر لہ کو اسکا لینا بدون گواہی کے درست نہیں اور اگر وصی دیگا تو اسپر ضمان لازم ہوگا کذا فی الطحاوی ولا بشیء من ترکتہ انہ لفلان الا ان یکون المقر وارثا فیصح فی حصتہ اور نہ وصی کا اقرار کرنا کسی چیز کا میت کے ترکہ سے جائز اسطرح کہ یہ چیز فلانے شخص کی ہے مگر یہ کہ اقرار کرنیوالا وارث ہو میت کا تو اقرار صحیح ہوگا فقط مقر کے حصہ میں نہ باقی ورثہ کے حصوں میں ولو اقر الوصی بعین لآخر ثم ادعی انہ للصغیر لا یسمع درر اور اگر وصی نے کسی چیز معین کا اقرار دوسرے شخص کے واسطے کیا پھر دعوی کیا کہ وہی چیز صغیر کی ہے تو اسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الدرر یعنی تناقض کی وجہ سے ووصی ابی الطفل احق بمالہ من جدہ وان لم یکن وصیہ فالجد کما تقرر فی البحر اور صغیر کے باپ کا وصی زیادہ تر حقدار ہے صغیر کے مال میں تصرف کرنے کا صغیر کے دادا سے اور اگر اسکا وصی نہو تو دادا احق ہے چنانچہ کتاب البحر میں ثابت ہوچکا ہے وفی المنیۃ لیس للجد بیع العقار والعروض لقضاء الدین وتنفیذ الوصایا بخلاف الوصی فان لہ ذلک اور منیہ میں ہے کہ دادا کو عقار کی اور اسباب کی بیع ادائے دین کے واسطے اور وصیتوں کے جاری کرنیکے واسطے جائز نہیں برخلاف وصی کے کہ اسکو یہ درست ہے

فصل فی شہادۃ الاوصیاء یہ فصل ہے وصیوں کی گواہی کے مسائل میں ہم اس فصل میں شہادت اوصیاء کے سوا اور مسائل بھی بہت مذکور ہیں تو یوں کہنا بہتر تھا فصل فی شہادۃ الاوصیاء وغیر ذلک وبطلت شہادۃ الوصیین لوارث صغیر بمال مطلقا او کبیر بمال المیت اور باطل ہے گواہی دو وصیوں کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا ہبہ وغیرہ سے یا وارث بالغ کے حق میں وصیوں کی گواہی میت کے مال کی باطل ہے اسواسطے کہ صغیر کے ہر مال میں وصی کا تصرف جاری ہے اور بالغ کے مال میت میں وصی کو حفاظت کی ولایت ہے وارث کی غیبت میں تو اس تہمت کے سبب اُنکی گواہی باطل ٹھہری وصحت شہادتہما بغیرہ ای بغیر مال المیت لانقطاع ولایتہما عنہ فلا تہمۃ حینئذ اور صحیح ہے گواہی اُن دونوں کی بغیر مال میت کے سبب

منقطع ہونے دونون وصیون کی ولایت کی اُس مال سے تو اب میت کا انتظام نہین شہادۃ رجلین آخرین بدین الف علی میت وشہادۃ الآخرین
للاولین بمثلہ جیسے صحیح ہو گواہی دو مردون کی اور دو شخصون کے واسطے ہزار درم کے دین ہونے کی میت پر اور صحیح ہو گواہی انھین دونون شخصون کی پہلے
دونون گواہون کے واسطے مانند اسکی ہزار درم کے دین کے یعنی فریق اول نے فریق ثانی کے دین کی میت پر گواہی دی اور فریق ثانی نے فریق اول کے دین ہونے کی
گواہی دی تو دونون گواہیان صحیح ہین بخلاف شہادۃ کل فریق بوصیۃ الف بخلاف شہادت ہر فریق کے ہزار درم کی وصیت مین یعنی ہر فریق نے دوسرے
فریق کے واسطے گواہی دی کہ میت نے انکو ہزار درم کی وصیت کی ہے سو یہ گواہی باطل ہے وقال ابو یوسف لا تقبل فی الدین ایضا وقد تقدم فی الشہادات
اور ابو یوسفؒ نے کہا کہ دین مین بھی گواہی مقبول نہین مانند وصیت کے اور بتحقیق یہ مسئلہ کتاب الشہادات مین پہلے مذکور ہو چکا ہے او شہادۃ الاولین
بعبد والآخرین بثلث مالہ او الدراہم المرسلۃ لانہا تثبت الشرکۃ فتبطل یا پہلون کی گواہی غلام کی وصیت کی اور پچھلون کی گواہی ثلث مال یا غیر معین درہم
کی وصیت کی بسبب ثابت کرنے گواہی کے شرکت غلام کو تو باطل ہوگی ہم کل مال میت مین غلام بھی داخل ہے تو ثلث مال کی وصیت مین تہائی غلام مین شرکت
ثابت ہو گئی اور شرکت قبول شہادت کی مانع ہے وتصح لو شہد رجلان لرجلین بالوصیۃ بعین کالعبد وشہد المشہود لہما للشاہدین بالوصیۃ
بعین آخر لانہ لا شرکۃ فلا تہمۃ زیلعی اور گواہی صحیح ہے اگر دو مردون نے اور دو مردون کے واسطے کسی چیز مثلاً غلام کی وصیت کی گواہی دی اور مشہود لہما نے
شاہدون کے واسطے دوسری چیز مثلاً باغ کی وصیت کی گواہی دی اسواسطے کہ یہان دونون فریق مین شرکت ثابت نہین تو تہمت بھی نہین جو گواہی نامقبول
ہو کذا فی الزیلعی شہد الوصیان ان المیت اوصی لزید معہما لغت لانہما اثبتا لانفسہما معینا وحینئذ فیضم القاضی برأیہ ثالثا وجوبا لاقرارہما بآخر
فیمتنع تصرفہما بدونہ کما تقرر دو وصیون نے یہ گواہی دی کہ میت نے زید کو بھی ان دونون کے ساتھ وصی کیا ہے تو یہ گواہی لغو ہے بسبب ثابت کرنے
دونون وصیون کے اپنی ذاتون کے واسطے مددگار اور اس صورت مین قاضی ان دونون کے ساتھ تیسرا وصی ملادے بنابر وجوب کے کیونکہ انھون نے
اور وصی کا خود اقرار کیا تو اب دونون وصیون کا تصرف ترکہ میت کے مال مین بدون تیسرے وصی کے جائز نہین چنانچہ ثابت ہو چکا الا ان یدعی
زید ذلک ای یدعی انہ وصی معہما فحینئذ تقبل شہادتہما استحسانا لانہما اسقطا مؤنۃ التعیین عنہ مگر یہ کہ زید ایسا دعوے کرے یعنی زید یون دعوے کرے کہ وہ بھی
وصی ہے ان دونون کے ساتھ تو اب دونون وصیون کی گواہی بطریق استحسان کے مقبول ہوگی اس سبب سے کہ دونون وصیون نے تیسرے وصی کے مقرر کرنے کی
مشقت قاضی پر سے ساقط کردی کذا فی الطحطاوی وکذا ابنا المیت او شہد الابنان ان اباہما اوصی الی رجل لجرہما نفعا بنصب حافظ للترکۃ اور
میت کے دو بیٹون نے جب گواہی دی کہ انکے باپ نے ایک مرد کو وصی کیا ہے تو گواہی لغو ہے اسواسطے کہ دونون نے اپنے واسطے منفعت
کو کھینچا بسبب قائم کرنے ایک نگہبان کے ترکہ کے واسطے وہذا لو ہو منکرا ولو یدعی تقبل استحسانا اور یہ یعنی گواہی کا لغو ہونا اس شرط سے ہے کہ وہ شخص وصی ہونے
کا منکر ہو اور اگر وہ وصی ہونے کا دعوی کرے تو شہادت مذکورہ مقبول ہوگی باعتبار استحسان کے بخلاف شہادتہما ان اباہما وکل زیدا بقبض
دیونہ بالکوفۃ حیث لا تقبل مطلقا [illegible] الوکالۃ لم تثبت لان القاضی لا یملک نصب الوکیل [illegible] بخلاف ذلک بخلاف الوصیۃ برخلاف اس گواہی
کہ دو بیٹون نے یہ گواہی دی کہ ہمارے باپ نے زید کو اپنے قرض دیون کا [illegible] وکیل کیا ہے کہ یہ گواہی کسی طرح مقبول نہین خواہ زید وکالت
کا دعوی کرے یا نکرے اسواسطے کہ قاضی زندہ آدمی کی جانب سے وکیل کے قائم کرنے کا [illegible] مالک نہین برخلاف وصیت کے وشہادۃ
الوصی تصح علی المیت لا لہ ولو بعد العزل وان خاصم [illegible] اور وصی کی گواہی میت کے ضرر پر [illegible] میت کے نفع پر اگرچہ گواہی بعد معزولی
کے واقع ہوئی ہو گو کہ اسنے خصومت نہ کی ہو کذا فی الملتقے وصی انفذ الوصیۃ من مال نفسہ [illegible] وصیۃ الفتوی اور وصی نے میت
کی وصیت کو جاری کیا اپنی ذات کے مال سے تو [illegible] مال ترکہ میت سے [illegible] کذا فی القنیۃ [illegible] وصی رجوع کرے ہر طرح تو اب وہ

میت کا وارث ہو یا نہو خواہ وصیت شدہ ہو یا للبیاد کذا فی الطحطاوی مختصرا لو کیل ادی الثمن من مالہ فان لہ ان یرجع چنانچہ وہ وکیل جسنے ثمن ادا کیا اپنے
مال سے سو اسکو موکل کے مال سے بھر لینا جائز ہے وکذلک الوصی اذا اشتری کسوۃ للصغیر او اشتری ما ینفق علیہ من مال نفسہ فانہ یرجع اذا اشہد
علی ذلک اور اسی طرح وصی جبکہ صغیر کے واسطے لباس خرید کرے اپنے مال سے یا وہ چیز خریدی جسکو صغیر پر خرچ کرتا ہے تو وصی صغیر کے مال سے بھر لے جبکہ اسپر
گواہ کر لیا ہو یعنی اسپر شاہد مقرر کیا ہو کہ میں اپنا مال بطور قرض کے صرف کرتا ہوں یا صغیر کے مال سے بھر لونگا وفی البزازیۃ وانما شرطنا الاشہاد لان قول
الوصی فی حق الانفاق یقبل لا فی حق الرجوع بلا اشہاد انتہی فلیحفظ قلت لکن فی القنیۃ والخلاصۃ والخانیۃ لہ ان یرجع بالثمن وان لم یشہد بخلاف الابوین
دیکھو یہ مال الفیدہ قنیہ بزازیہ میں ہے کہ گواہ کرنا تو اسی واسطے مشروط ہوا کہ وصی کا قول حق انفاق میں تو مقبول ہے نہ حق رجوع میں بدون گواہ کرنے کے
تو اسکو یاد رکھنا چاہیے میں کہتا ہوں لیکن قنیہ اور خلاصہ اور خانیہ میں ہے کہ وصی کو ثمن کا بھر لینا جائز ہے اگرچہ اسنے گواہ نہ کر لیا ہو بخلاف ماں باپ
کے کہ انکو رجوع بلا اشہاد جائز نہیں اور آگے وہ آوے گا جو اسکا مفید ہے تو خبردار رہنا ھم شرنبلالیہ میں ہے کہ ہمارے علما کا کلام رجوع مطلق یا رجوع
شہادت میں مضطرب ہے اور یہ استثنا راک طعام اور لباس کی طرف راجع ہے اسواسطے کہ والدین کی عادت میں طعام اور لباس اولاد کا تبرع ہوتا ہے
کذا فی الطحطاوی او قضی دین المیت الثابت شرعا او کفنہ او ادی خراج الیتیم او عشرہ من مال نفسہ یا وصی نے وہ دین میت کا جو شرعا اسپہ
ثابت ہے ادا کیا یا اسکو کفن دیا یا یتیم کا خراج یا عشر اپنے مال سے ادا کیا او اشتری الوارث الکبیر طعاما او کسوۃ للصغیر او کفن الوارث المیت
او قضی دینہ من مال نفسہ فانہ یرجع ولا یکون متطوعا یا وارث بالغ نے صغیر کے واسطے طعام اور لباس خرید کیا اپنے مال سے یا وارث نے میت کو کفن دیا
یا اسکا دین ادا کیا اپنے مال سے تو میت کے متروکہ سے بھر لیگا اور متبرع نہوگا یعنی اسکا مال بلا عوض نہ ٹھہرے گا ولو کفن الوصی المیت من مال نفسہ
قبل قولہ فیہ قیل ہو مستدرک بقولہ او کفنہ اور اگر وصی نے میت کو کفن دیا اپنے مال سے تو اسکا قول اسمیں مقبول ہوگا شارح نے کہا کہ بعضوں نے
کہا کہ یہ ماتن کا قول زائد اور مکرر ہے بقول ماتن او کفنہ ثم حلبی در المختار کے محشی نے کہا کہ بہتر یہ تھا کہ شارح لفظ قیل کو حذف کرتا یعنی اسواسطے کہ
اس قول کا مکرر مذکور ہونا صریح ہے طحطاوی محشی نے کہا اسکا جواب یوں ممکن ہے کہ ماتن کی مراد یہ ہے کہ دونوں یعنی وارث اور وصی کفن کے مجرا دینے میں
متروکہ سے متفق ہیں لیکن مقدار قیمت میں مختلف ہیں تو اب وصی کا قول مقبول ہوگا تو یہ قول ماتن کے قول سابق سے متغائر ٹھہرا فتامل انتہی ولو باع
الوصی شیئا من مال الیتیم ثم طلب منہ باکثر مما باعہ رجع القاضی فیہ الی اہل البصیرۃ والامانۃ ان اخبرہ اثنان منہم انہ باع بقیمتہ و
ان قیمتہ ذلک لا یلتفت القاضی الی من یزید اور اگر وصی نے مال یتیم کا بیچا پھر وصی سے مال مبیع کی طلب ہوئی اسکے بیچنے سے زیادہ ثمن کو تو قاضی
اسمیں اہل بصیرت اور اہل امانت کی طرف رجوع کرے اگر ستاریں وقف کاروں میں سے دو شخص اسکو خبر دیں کہ وصی نے مال یتیم کو اسکی قیمت کے موافق
بیع کیا اور اس مال کی یہی قیمت ہے تو قاضی التفات نہ کرے اس شخص کی طرف جو زیادہ ثمن دیتا ہے وان کان فی المزایدۃ یشتری باکثر وفی السوق باقل
لا ینقض البیع لذلک ای لاجل تلک الزیادۃ بل یرجع الی اہل البصیرۃ فان اجمع رجلان منہم علی شیء یؤخذ بقولہما عند محمد وکفی قول واحد فی
ذلک عندہما کما فی الشرنبلالیۃ اور اگر مزایدہ میں یعنی جہاں بیع من یزید ہوتی ہو جسکو بالفعل کے عرف میں نیلام بولتے ہیں وہ مال خرید ہوتا ہو زیادہ ثمن سے اور بازار میں کمتر
سے تو وصی کی بیع کو قاضی نہ توڑے اس زیادت کے سبب سے بلکہ رجوع کرے واقف کار لوگوں کی طرف بلکہ اگر لوگوں میں سے دو مرد متفق ہوں ایک چیز پر تو انھیں دونوں
کا قول لیا جاوے محمد کے نزدیک اور ایک مرد کا قول کفایت کرتا ہے امام اعظم اور ابو یوسف کے نزدیک جیسے تزکیہ شہود میں کافی ہے وعلی ہذا قیم الوقف اذا آجر مستغل
الوقف ثم جاء آخر یزید فی الاجر الکل فی الدرر منح یا اللثانیہ ومثلہ ہذا القیاس متولی وقف نے جبکہ وقف کی کرایہ والی چیز کرایہ کو دی پھر دوسرا شخص آیا زیادہ
کرایہ دینے کو تو نقض اجارہ نہوگا بدون قول اہل البصیرت کے یہ سب مسائل درر میں مذکور ہیں فتاوی قاضیخان سے منقول فروع مسائل ملحقہ شارح کے

یقبل قول الوصی فیما یدعیہ من الانفاق بلا بینۃ الا فی ثنتی عشرۃ مسئلۃ علی ما فی الاشباہ وصی کا قول خرچ کرنے کے دعوی مین بدون گواہون کے مقبول ہی مگر بارہ مسئلون مین مقبول نہین چنانچہ اشباہ مین مذکور ہین ہم مسائل مذکورہ کو شارح اب ذکر کرتا ہی ادعی قضاء دین المیت پہلا مسئلہ یہ ہی کہ وصی نے دین میت کے ادا کرنے کا دعوی کیا ہم صورت اسکی یہ ہی کہ وصی نے دعوی کیا کہ مین نے موصی کا دین اپنے مال سے ادا کیا اور یتیم اسکی تکذیب کرتا ہی اور اُسکے ادا کرنے پر گواہ نہین ہین تو قول وصی کا مقبول نہوگا او ادعی قضاءہ من مالہ بعد بیع الترکۃ قبل قبض ثمنہا دوسرا مسئلہ یہ ہی یا دعوے کیا ادا ے دین میت کا اپنے مال سے بعد ترکہ بیچنے اور اُسکے ثمن قبض کرنے سے پہلے او ان الیتیم استہلک مال آخر فدفع ضمانہ تیسرا مسئلہ یہ ہی یا دعوی کیا کہ یتیم نے دوسر کا مال ضائع کیا سو وصی نے اُسکا تاوان دیا ہم صورت اسکی یہ ہی کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ تو نے اس مرد کا مال طفلی مین اتنا تلف کیا تھا اور مین نے تیری طرف سے ادا کیا تھا سو یتیم نے اُسکی تکذیب کی تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہی سب کے نزدیک کذا فی الطحطاوی او اذن لہ بتجارۃ فرکبہ دیون فقضاہا عنہ چوتھا مسئلہ یہ ہی یا دعوی کیا کہ وصی نے یتیم کو تجارت کا اذن دیا سو یتیم پر لوگون کے دین ثابت ہوگئے سو وصی نے اُنکو ادا کیا یتیم کی طرف سے او ادی خراج ارضہ فی وقت لا تصلح للزراعۃ پانچوان مسئلہ یہ ہی یا دعوی کیا کہ اُسنے یتیم کی زمین کا خراج ادا کیا ایسے وقت مین کہ زمین زراعت کے لائق نہ رہی ہم تو اگر زمین زراعت کے لائق ہو خصومت کے دن تو بالاتفاق وصی کا قول قسم کے ساتھ مقبول ہوگا بشرطیکہ وصی اور یتیم متفق ہون موت موصی کے وقت پر کذا فی الطحطاوی او جعل عبدہ الآبق چھٹا مسئلہ یہ ہی یا دعوی کیا یتیم غلام گریختہ کے پکڑ لانے والے کے انعام دینے کا ہم یہ محمدؒ کا قول ہی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہی اور اگر وصی نے کسی شخص کو غلام کے لانے پر بطور اجارہ کے مقرر کیا تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہی کذا فی الحموی والطحطاوی او فداء عبدہ الجانی ساتوان مسئلہ یہ ہی یا دعوی کیا یتیم کے غلام قاتل کے فدیہ دینے کا او الانفاق علی محرمۃ آٹھوان مسئلہ یہ ہی یا دعوی کیا یتیم کے محرم پر خرچ کرنے کا ہم صورت اسکی یہ ہی کہ وصی نے یتیم سے کہا کہ قاضی نے تیرے اندھے بھائی کے واسطے اتنا ماہانہ تیرے مال سے مقرر کیا اور مین نے اُسکو ۱۰ برس سے ادا کیا اور یتیم نے کہا کہ تیرے اور کسی قاضی نے یہ حکم نہین کیا تو یتیم کا قول مقبول ہوگا اور وصی ضامن ہی سب کے نزدیک کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ او علی رقیقہ الذین ماتوا نوان مسئلہ یہ ہی یا دعوی کیا خرچ کرنے کا یتیم کے اُن غلامون پر جو مرگئے ہم یہ قول ہی محمدؒ کا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک وصی کا قول مقبول ہی اور اگر غلام زندہ ہون تو بالاتفاق وصی کا قول مقبول ہی کذا فی الطحطاوی او الانفاق علیہ مما فی ذمتہ یا وصی نے دعوی کیا یتیم پر اُس مال کے خرچ کرنے کا جو وصی پر واجب الادا تھا ہم یہ مسئلہ اشباہ مین مذکور نہین اور اگر اسکو شمار کیجیے تو تیرہ مسئلے ہوتے ہین وجہ اس مسئلہ کی یہ ہی کہ وصی چاہتا ہی کہ مین ادا ے دین سے فارغ الذمہ ہو جاؤن تو اُسکی تصدیق بدون شہادت کے نہوگی کذا فی الطحطاوی وکذا من مال نفسہ حال غیبۃ مالہ واراد الرجوع دسوان مسئلہ یہ ہی اور اسی طرح وصی نے دعوی کیا خرچ کرنے کا یتیم پر اپنے مال سے جبکہ یتیم کا مال حاضر نہ تھا اور اُسنے پھیر لینے کا ارادہ کیا ہم بشرطیکہ وصی نے اُسپر گواہ نہ کیا ہو کہ مین اپنا مال خرچ کرتا ہون پھیر لینے کے واسطے اور اگر اُسنے اُسپر گواہ کر لیا ہو تو رجوع جائز ہی کذا فی الطحطاوی عن تتارخانیہ وانہ زوج الیتیم امرأۃ ودفع مہرہا من مالہ وہی میتۃ گیارھوان یہ مسئلہ ہی یا دعوے کیا کہ اُسنے یتیم کا نکاح کر دیا ایک عورت سے اور اُسکا مہر ادا کیا اپنے مال سے اور حالانکہ وہ عورت زندہ نہین ہی الثانیۃ عشر اتجر وربح ثم ادعی انہ کان مضاربا بارھوان مسئلہ یہ ہی کہ وصی نے تجارت کی اور فائدہ حاصل کیا پھر دعوے کیا کہ اُسنے بطور مضاربت کے تجارت کی ہم یہان بھی عدم اشہاد شرط ہی اور اگر وصی نے مضاربت پر گواہ کر لیا ہو تو نفع مین شریک ہوگا کذا فی الطحطاوی والاصل ان کل شیء کان مسلطا علیہ فانہ یصدق فیہ وما لا فلا اور قاعدہ کلیہ مسائل مذکورہ مین یہ ہی کہ جس چیز پر وصی مسلط ہو تو اُسمین اُسکی تصدیق کیجاوے گی اور جسپر وہ مسلط اور متعین نہین تو اُسمین اُسکی بلا شہادت تصدیق نہوگی ہم تصدیق ہوگی قسم کے ساتھ جب کہ ظاہر حال اُسکا مکذب نہو کذا فی الحموی نصب القاضی وصیا فی سبعۃ مواضع مبسوطۃ فی الاشباہ قاضی میت کی طرف سے وصی کو مقرر کرے اُن سات مقامون مین جو اشباہ مین

منفصل مذکور ہین ہم نصب وصی کا طریقہ یہ ہی کہ قاضی کے روبرو گواہی دین کہ فلان شخص مرگیا اور اُسنے کوئی وصی قائم نہین کیا سو اگر قاضی نے وصی مقرر کیا
پھر میت کا کوئی وصی ظاہر ہوا تو میت کا وصی وہی وصی ہی نہ قاضی کا وصی اور نصب وصی کا اختیار فقط اُس قاضی القضاۃ کو ہی جسکو سلطان کی طرف سے
اُسکی اجازت ہو کذا فی الاشباہ منہا اذا کان لہ دین او علیہ او لتنفیذ وصیۃ منجملہ مواضع سبعہ کے یہ تین مقام ہین جب کہ میت کا دین ہو کسی شخص پر
یا کسی شخص کا دین ہو میت پر یا وصیت جاری کرنے کے واسطے وزاد فی الجواہر موضعین آخرین اشتری الاب من طفلہ شیئا فوجدہ معیبا ینصب القاضی
وصیا لیردہ علیہ اور زیادہ کیا جواہر حاشیہ اشباہ مین دو مقام اور زیادہ ذکر کیے ہین ایک یہ کہ باپ نے اپنے طفل سے کوئی چیز خرید کی پھر اُسمین عیب پایا تو
قاضی وصی کو مقرر کرے تاکہ باپ وہ چیز عیب ناک اُسکو پھیر دے واذا احتیج لاثبات حق صغیر ابوہ غائب غیبۃ منقطعۃ بغیب والا فلا وغیرہما جمع الفتاوی
اور جبکہ اُس صغیر کے اثبات حق کی حاجت ہو جسکا باپ غائب ہی بطریق غیبت منقطعہ کے تو قاضی وصی کو قائم کرے اور اگر غیبت منقطعہ نہو تو وصی مقرر
نہ کرے اور صاحب زواہر نے ان دونون مسئلون کو مجمع الفتاوی کی طرف نسبت کیا ہی غیبت منقطعہ وہ ہی کہ ایسے مکان مین ہو جہان قافلہ آتا جاتا نہو یہ
مستفاد ہوتا ہی شرح حموی سے اور فقہانے غیبت منقطعہ کی تفسیر کا اختلاف کتاب النکاح مین مذکور کیا ہی بعضون نے کہا کہ غیبت منقطعہ وہ ہی کہ ایسے
مکان مین ہو جہان قافلہ پہنچتا ہو مگر سال مین ایکبار یہ قول قدوری کا مختار ہی اور بعضون نے کہا کہ ایک مہینا یا زیادہ کی مسافت ہو اور بعضون نے
کہا کہ وہ شخص ایک شہر مین نہ ٹھہرتا ہو چلا پھرا کرتا ہو یا مفقود الخبر ہو اور بعضون نے کہا ۲۵ منزل ہو اور بعضون نے کہا ۲۰ منزل اور بعضون نے کہا کہ ایک شہر مشرق مین
ہو اور دوسرا مغرب مین کذا فی الطحطاوی وصی القاضی کوصی المیت الا فی ثمان لیس لوصی القاضی الشراء لنفسہ ولا ان یبیع ممن لا تقبل شہادتہ لہ قاضی کا وصی
میت کے وصی کے برابر ہی مگر آٹھ جگہ مین اُسکے برابر نہین ایک یہ ہی کہ وصی قاضی کو خرید کرنا اپنی ذات کیواسطے متروکے سے جائز نہین دوسری صورت
یہ ہی بیچنا اُس شخص سے جسکے حق مین وصی کی گواہی مقبول نہین درست نہین ولا ان یقبض الا باذن مبتدا من القاضی تیسری صورت یہ ہی اور جائز نہین اُسکو
قبضہ کرنا مگر قاضی کے دوسرے اذن سے یعنی اگر قاضی نے خصومت کیواسطے صغیر کی طرف سے وصی کیا تو بعد فیصلہ کے وصی اُس چیز پر قبضہ نکرے تاوقتیکہ قاضی قبض
کا اذن جدید نہ دے برخلاف وصی میت کے اور اگر نصب وصی کے وقت خصومت و قبض دونون کا اذن دیا ہی تو اذن جدید کی حاجت نہین ولا ان یوجر
الصغیر لعمل چوتھی صورت یہ ہی اور جائز نہین کہ وصی قاضی صغیر سے کسی کام کی چاکری کروا دے ولا ان یجعل وصیا عند موتہ پانچوین صورت یہ ہی اور وصی قاضی
کو جائز نہین یہ کہ اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرے ولو خصصہ القاضی تخصص چھٹی صورت یہ ہی اور اگر قاضی نے وصی کو خاص کر دیا یعنی ایک
نوع مین وصی کیا تو وہ مخصوص ہو جائیگا یعنی جمیع انواع مین وصی نہوگا برخلاف باپ کے وصی کے کہ وہ قائم مقام ہی باپ کے کذا فی الطحطاوی ولو نہاہ عن بعض
التصرفات صح تتمہ ساتوین صورت یہ ہی اور اگر قاضی وصی کو بعض تصرفات سے روک دے تو اُسکا روکنا صحیح ہی برخلاف نہی میت کے کذا فی الاشباہ عن البزازیہ ولہ
عزلہ ولو عدلا آٹھوین صورت یہ ہی اور قاضی کو جائز ہی معزول کرنا اُسکا اگرچہ قاضی کا وصی متقی ہو کذا فی الاشباہ عن القنیۃ خلافا للیتیمہ بخلاف وصی المیت فی ذلک
کلہ برخلاف وصی میت کے ان سب آٹھون مسئلون مین وفی الخزانۃ وصی وصی القاضی کوصیہ والوصیۃ عامۃ انتہی وبحصل التوفیق اور خزانہ مین ہی قاضی کے وصی کا
وصی قاضی کے وصی کے برابر ہی اگر قاضی کی وصیت عامہ ہو انتہی ما فی الاشباہ اور اس شرط سے اختلاف دونون قولون کا دفع ہو گیا ہم یعنی یتیمیہ اور خزانہ کا اختلاف
دفع ہو گیا اشباہ مین پانچوین صورت یتیمیہ سے منقول ہی کہ قاضی کے وصی کو اپنی موت کے وقت دوسرے کو وصی کرنا جائز نہین اور خزانہ سے نقل کیا کہ جائز ہی
بشرط وصیت عامہ کے تو اختلاف رفع ہو گیا یعنی عدم جواز ہی وصیت خاصہ مین اور جواز ہی وصیت عامہ مین وفی فتاوی المصنف تبرعہ فی مرضہ انما ینفذ
من الثلث عند عدم الاجازۃ الا فی تبرعہ فی المنافع فینفذ من الکل بان آجر باقل من اجرۃ المثل لانہا تبطل بموتہ فلا اضرار علی الورثۃ وفی حیاتہ لا ملک
لہم لکن ہذا فی العمادیۃ انہا من الثلث فلیعلم روایتان اور فتاوی مصنف مین ہی کہ مریض کا تبرع اور احسان کرنا مرض مین نافذ نہین ہوتا مگر ثلث

متروکہ میں درحال عدم اجازت وارثوں کے مگر اُسکے منافع کے تبرع میں سو کل متروکہ سے نافذ ہوگا اسطرح جبکہ اُسنے گھر وغیرہ اجرت مثل سے کمتر اجرت پر
اجارہ دیا یعنی اُسکی اُجرت مثلاً سو درم تھی سو اُسنے ۵۰ درم کو اجارہ دیا تو یہ جائز و نافذ ہی اسلیے کہ اجارہ مذکور مریض کی موت سے باطل ہوگا تو وارثوں کو
ضرر رسانی نہیں ہی اور اُسکی حیات میں تو وارثوں کی کچھ ملکیت نہیں لیکن عمادیہ میں ہی کہ منافع کا تبرع ثلث متروکہ سے نافذ ہی تو شاید کہ اسمیں دو
روایتیں ہیں باع مال الیتیم او ضیعة والمشتری مفلس یؤجل ثلثة ایام فان نقد والا فسخ وصی نے یتیم کا مال منقول یا غیر منقول بیچا اور خریدار مفلس ہی تو
وصی تین دن کی مدت ٹھہرا دے سو اگر خریدار تین دن کے اندر ثمن حاضر کرے تو بہتر ہی ورنہ بیع کو فسخ کرے فان انکر الشراء وقد قبض یرفع الوصی الی
الحاکم فیقول ان کان بینکما بیع فقد فسخته پھر اگر مفلس خریدار خرید کا منکر ہوا اور حالانکہ وہ مبیع پر قبضہ کر چکا ہی تو وصی اس امر کی حاکم کے پاس نالش کرے
تو حاکم یوں کہے کہ اگر تم دونوں میں بیع واقع ہوئی ہو تو البتہ میں نے اس بیع کو فسخ کر دیا ام اس قول کا فائدہ یہ ہی کہ اگر مشتری بعد فسخ کے خریداری
کا دعوی کرے اور گواہ لا دے تو اُسکا دعوی مسموع نہوگا کذا فی الطحطاوی قبیل الوصایة ثم اراد عزل نفسه لم یجز الا عند الحاکم وصی نے وصی ہونا قبول کیا
پھر اپنی ذات کو معزول کرنا چاہا تو یہ جائز نہیں مگر حاکم کے نزدیک ہم حاکم کو لازم ہی کہ اگر وصی کو امانت دار اور ہوشیار جانے تو معزول نکرے اور اگر اُسکو عاجز یا
کثیر الاشتغال جانے تو اُسکو خارج کرے اور حیلہ اخراج کا دو طرح پر ہی ایک یہ کہ موصی اُسکو وصی مقرر کرے اس شرط پر کہ جب وصی چاہے آپ کو معزول کرے دوسری
صورت یہ ہی کہ وصی میت پر دین کا دعوی کرے اور حاکم اُسکو متہم کرکے معزول کر دے اور یہ ابو یوسف کا قول ہی اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی دفع للیتیم ماله بعد
بلوغه واشهد الیتیم علی نفسه انه لم یبق من ترکة والده الا قلیل ولا کثیر ثم ادعی شیئا فی ید الوصی انه من ترکة ابیه وبرهن تسمع وصی نے یتیم کو اُسکا مال اُسکے بالغ ہونے کے
بعد حوالہ کیا اور یتیم نے اپنی ذات پر گواہ کر دیا کہ اُسکے باپ کے متروکہ سے کچھ باقی نہیں رہا وصی کے پاس نہ کم نہ زیادہ پھر یتیم نے وصی کے پاس کسی چیز کا دعوی
کیا کہ وہ چیز میرے باپ کے متروکہ سے ہی اور گواہوں سے اسکو ثابت کیا تو اُسکا دعوی مسموع ہوویگا ام یہ شہادت ابراء معلوم نہیں نہ شخص معلوم سے نہ قبول سے
تو یہ فقط اقرار ہی جو ابراء کا مستلزم نہیں تو یہ اُسکے دعوی کا مانع نہیں برخلاف اس ابراء کے جو مجہول سے ہو معلوم کے واسطے یعنی شخص معین سے چیز غیر معین
کا ابراء اسطرح کہ مثلاً زید عمرو سے کہے کہ جو تیرا حق میرے اوپر ہی اُسکو مجھے حلال اور معاف کر دے سو عمرو نے اسی طرح کہا تو زید بری الذمہ ہو گیا
اور یہ ابراء صحیح ہی چیز معلوم اور غیر معلوم سب سے اسی قول پر فتوی ہی کذا فی الطحطاوی عن الشرنبلالیة ینتصر للوصی الاکل والرکوب بقدر الحاجة قال تعالی
ومن کان فقیرا فلیأکل بالمعروف وصی کو یتیم کے مال سے کھانا اور اُسکی سواری پر سوار ہونا بقدر حاجت کے جائز ہی حق تعالی نے فرمایا اور جو محتاج ہو تو
چاہیے دستور کے موافق کھاوے ہم کھانا اور سوار ہونا مقید بمدت سعی کے ہی یعنی جسقدر مدت حاجات یتیم میں کوشش کرتا ہی اسی قدر مدت تک کھانا اور
سوار ہونا درست ہی نہ ہر وقت کذا فی العالمگیریة وله ان ینفق فی تعلیم القرآن والادب ان تاهل لذلک اور وصی کو جائز ہی کہ تعلیم قرآن اور ادب میں خرچ
کرے اگر یتیم اُسکا اہل ہووے ہم شاید کہ ادب سے مراد علوم ادبیہ ہیں کہ انہیں کی تعلیم ہوتی ہی انتہی علوم ادبیہ سے مراد صرف اور نحو اور علم فصاحت اور بلاغت کا ہی
یعنی اگر یتیم خاندان علم سے ہی تو وصی خرچ کرکے اُسکو تمام قرآن اور علوم مذکورہ پڑھا دے والا فلینفق علیه بقدر ما یتعلم القراءة الواجبة فی الصلوة مجتبی اور اگر
یتیم اہل علم سے نہو تو وصی کو چاہیے کہ اسپر اسقدر خرچ کرے کہ قراءت واجبہ نماز کی سیکھ جاوے یعنی جسقدر نماز میں قرآن پڑھنا واجب ہی اسقدر اُسکو سکھا دے
کذا فی المجتبی وفیه جعل الموصی مشرفا لم یتصرف بدونه وقیل للمشرف ان یتصرف اور مجتبی میں ہی کہ وصی کے واسطے مشرف مقرر ہوا تو وصی بدون اُسکے تصرف
متروکہ میں نکرے اور بعضوں نے کہا کہ مشرف کو تصرف کرنا یعنی بدون وصی کے درست ہی ہم اس مسئلہ کا بیان باب الوصی میں مفصل مذکور ہی مجتبی و
فیه للاب اعارة طفله اتفاقا لا ماله علی الاکثر اور مجتبی میں ہی کہ باپ کو اپنے طفل کا عاریت دینا جائز ہی بالاتفاق نہ اُسکے مال کو عاریت دینا بنابر اکثر روایات
کے وفیه یملک الاب لا الجد عند عدم الوصی ما یملکه الوصی اور مجتبی میں ہی کہ وصی نہونے کے وقت باپ مالک ہی اُس چیز کا جسکا وصی مالک ہوتا ہی اور دادا مالک

نہیں ہوتا وصی کے برابر الاب یملک قسمۃ مال مشترک بینہ وبین الصغیر بخلاف الوصی یعنی باپ مالک ہے اپنے مال کے قسمت کرنے کا جو مشترک ہے اس میں اور نابالغ میں بخلاف وصی کے کہ وہ اپنے اور صغیر کے مشترک مال کی قسمت کا مالک نہیں ہم تنبیہ میں ذکر کر چکے ہیں کہ جو مال وصی اور صغیر میں مشترک ہے اسکی قسمت وصی کو جائز ہے امام کے نزدیک بشرطیکہ اسمیں صغیر کا نفع ظاہر ہو تو معلوم ہوا کہ یہاں عدم جواز قسمت وصی عدم ظہور منفعت پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی ویملک الاب لا الوصی بیع مال احد طفلیہ للآخر بخلاف الوصی یعنی باپ یا دادا اپنے ایک طفل کے مال کا دوسرے طفل کے مال سے بیچنے کا مالک ہے بخلاف وصی کے کہ وہ بیع مذکور کا مالک نہیں ہے یعنی اگر ایک شخص دو یتیموں کا وصی ہو تو اسکو ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کے مال سے بیچنا جائز نہیں اسواسطے کہ وہ دونوں یتیموں کی خیرخواہی کا مامور ہے سو یہاں ایک یتیم کی خیرخواہی دوسرے کے حق میں ضرر کرتی ہے اور اسی طرح اگر دو وصی ہوں دو یتیموں کے تو بھی ایک کا مال دوسرے سے بیع کرنا درست نہیں ولو باع الاب او الجد مال الصغیر من اجنبی بمثل قیمتہ جاز ان لم یکن فاسد الرای ولو فاسدہ فان باع عقارہ لم یجز وفی المنقول روایتان اور اگر باپ یا دادا نے صغیر کا مال اجنبی شخص سے بیچا بقدر اسکی قیمت کے تو جائز ہے اگر وہ احمق فاسد الرای نہو اور اگر بد عقل ہو تو اگر اسنے صغیر کا مال غیر منقول بیچا تو جائز نہیں ہے اور مال منقول کے بیچنے میں دو روایتیں ہیں ایک جواز کی دوسری عدم جواز کی ولو اشتری لطفلہ ثوبا او طعاما واشہد انہ یرجع بہ علیہ یرجع بہ لو لہ مال والا لا لوجوبہما علیہ حینئذ اور اگر باپ نے اپنے لڑکے کیواسطے کپڑا یا کھانا خریدا اور گواہ کر لیا اسپر کہ میں اسقدر ثمن لڑکے کے مال سے پھیر لونگا تو اتنا پھیر لے اگر صغیر کا مال ہو اور اگر مال نہو تو رجوع جائز نہیں بسبب واجب ہونے کھانے اور کپڑے کے باپ پر اسوقت میں یعنی جب صغیر محتاج ہے تو اسکا نفقہ باپ پر واجب ہے رجوع جائز نہیں بخلاف ما لو اشتری لہ دارا او عبدا یرجع سواء کان لہ مال او لا وان لم یشہد لا یرجع کذا عن ابی یوسف وہو مما یجب حفظہ والله اعلم اور مانند لباس یا طعام کے اگر باپ نے صغیر کیواسطے گھر یا غلام خرید کیا تو رجوع کرے خواہ اسکا مال ہو یا نہو اور اگر باپ نے رجوع کرنے پر گواہ نہیں کیا ہے تو رجوع نہ کرے چنانچہ ابو یوسف سے منقول ہے اور یہ تفصیل خوب ہے اسکا یاد رکھنا واجب ہے والله اعلم [illegible] قنیہ میں مذکور ہے کہ ایک وارث نے تجہیز میت میں ترکہ سے خرچ کیا بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثوں کے تو وہ میت کے مال سے محسوب ہوگا اور وہ متبرع نہوگا اور اگر ماتم اور شمع وغیرہ کی خرید میں بلا وصیت اور بلا اذن باقی وارثوں کے اسنے صرف کیا تو اسکے حصہ میں محسوب ہوگا اور اگر اپنے مال سے صرف کیا تو وہ متبرع ہے کذا فی الطحطاوی و مختصراً والله تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتاب الخنثی

اس کتاب میں خنثی کے احکام مذکور ہیں خنثی مشتق ہے خنث بفتح خائے معجمہ وسکون نون سے اور خنث لغت میں عبارت ہے نرمی اور تکسر سے اور اسی سے مخنث ہے معلوم کرنا چاہیے کہ حق تعالیٰ نے آدمی کو مرد اور عورت بنایا اور ہر ایک کے احکام بیان فرمائے اور اسکا حکم مذکور نہیں کیا جو مرد بھی ہو اور عورت بھی تو معلوم ہوا کہ یہ دونوں وصف متضاد ہیں یا یک شخص میں جمع نہیں ہوتے اور دونوں میں علامت امتیازی آلہ تذکیر اور تانیث ہے مگر گاہے اشتباہ واقع ہوتا ہے اسطرح کہ کوئی انسان ایسا ہوتا ہے جسمیں تمیز نہیں ہوتی کذا فی الطحطاوی لما ذکر من غلب وجودہ ذکر نادر الوجود جبکہ مصنف نے غالب الوجود کے ذکر سے فراغت پائی یعنی مرد اور عورت کے احکام سے تو نادر الوجود یعنی خنثی کا ذکر شروع کیا ہو ذو فرج وذکر او من عری عن الاثنین جمیعا خنثی وہ ہے جو صاحب فرج اور ذکر ہو یا وہ ہے جو تذکیر اور تانیث دونوں علامتوں سے معرا ہو فان بال من الذکر فغلام وان بال من الفرج فانثی تو اگر وہ پیشاب کرے ذکر سے تو مرد ہے اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو عورت ہے ہم جب اسنے ذکر سے پیشاب کیا تو دوسری علامت بدن کا شگاف ہے اور اگر اسنے فرج سے پیشاب کیا تو دوسری علامت ثولول یعنی مسہ کی مانند ہے کذا فی القہستانی وان بال منہما فالحکم للاسبق اور اگر دونوں سے پیشاب کرے تو اسبق در اقدم پر حکم ہے یعنی جس سے پہلے پیشاب نکلتا ہو اسکا اعتبار ہے اسواسطے کہ تقدم اسکی دلیل ہے کہ وہی عضو اصلی ہے وان استویا فمشکل اور اگر دونوں برابر ہوں اسطرح کہ دونوں سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثی مشکل ہے ہم مشکل اسواسطے کہا کہ ان میں سے کوئی متعین نہیں ولا تعتبر الکثرۃ خلافا لہما اور کثرت پیشاب کی معتبر نہیں امام کے نزدیک برخلاف صاحبین کے ہم صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج اصالت عضو پر دلیل ہے وللاکثر حکم الکل اور امام کی دلیل یہ ہے کہ کثرت خروج کشادگی مخرج پر دلیل ہے نہ اصالت پر اور امام سے مروی ہے کہ انہوں نے ابو یوسف سے

فرمایا کہ میں نے ایسا قاضی نہیں دیکھا جو پیشاب کا اندازہ کرتا ہو جیسا نہ ہے ہکذا فی الطحطاوی یہ قبل البلوغ فان بلغ وخرجت لحیتہ او وصل الی المرأۃ او احتلم
کما یحتلم الرجل فرجل یہ تفصیل مذکور قبل از بلوغ کے ہے پھر اگر وہ بالغ ہوا اور اسکے داڑھی نکلی یا وہ کسی عورت سے ملا یعنی جماع کیا یا اسکو احتلام ہو جیسے مرد کو احتلام
ہوتا ہے تو وہ مرد ہے وان ظہر لہ ثدی او لبن او حاض او حبل او امکن وطیہ فامرأۃ اور اگر اسکے پستان ظاہر ہوئی یا دودھ نکلا یا اسکو حیض آیا یا اسکو
حمل رہا یا جماع اسکا ممکن ہے تو وہ عورت ہے ہم ظہور لبن سے مراد یہ ہے کہ دونوں پستانوں سے عورتوں کے مانند دودھ نکلے اسواسطے کہ مرد کی بھی چھاتیوں سے کبھی دودھ
نکلتا ہے ایسا مستفاد ہوتا ہے شرح وہبانیہ سے اور جوہرہ میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ظہور پستان علامت مستقلہ ہے تو دودھ کے ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی اسکا جواب
یہ ہے کہ کبھی دودھ نکلتا ہے اور پستان ظاہر نہیں ہوتی یا ایسی پستان ظاہر ہوتی ہے جو مرد کی پستان سے تمیز نہیں ہو جب دودھ اترا تو تمیز واقع ہو گئی اور امکان
حمل کی یہ صورت ہے کہ خنثی نے منی روئی میں لیکر اپنی فرج میں داخل کی اور امکان وطی کی یہ صورت ہے کہ عورتوں نے اسکو دیکھا اور کہا کہ اس سے وطی ممکن ہے واللہ اعلم
کذا فی الطحطاوی وان لم تظہر لہ علامۃ اصلا وتعارضت العلامات فمشکل لعدم المرجح اور اگر اسکی کوئی بھی علامت مذکورہ ظاہر نہوئی یا علامات میں
تعارض واقع ہوا تو وہ خنثی مشکل ہے عدم مرجح کی وجہ سے ہم تعارض علامات کی مثلاً یہ صورت ہے کہ پستان ابھرے اور داڑھی نکلی ایک ساتھ یا ذکر سے منی نکلی اور فرج
سے ساتھ ہی حیض جاری ہوا یا پیشاب نکلا فرج سے اور منی نکلی ذکر سے ساتھ ہی کذا فی القہستانی وعن الحسن انہ تعد اضلاعہ فان ضلع المرأۃ تزید علی ضلع الرجل بواحد ذکرہ
الزیلعی اور حسن بصری سے مروی ہے کہ خنثی کی پسلیاں شمار کیجاویں اسواسطے کہ عورت کے ایک پسلی زیادہ ہوتی ہے مرد کی پسلیوں سے ذکر کیا ہے اسکو زیلعی نے ہم اسمیں اختلاف
ہے کہ کس جانب کی پسلی زیادہ ہوتی ہے مشہور یہ ہے کہ بائیں طرف کی ہوتی ہے اور اسمیں اختلاف ہے کہ مرد کی سولہ پسلیاں اور عورت کی سترہ یا مرد کی سترہ ہیں اور عورت کی
اٹھارہ بعضوں نے کہا کہ مشاہدہ اسکے مخالف ہے اور اہل تشریح نے کہا کہ مرد اور عورت دونوں کی پسلیاں برابر ہیں اور بنا بر قول نقصان اضلاع کی وجہ اسکی یوں
مذکور ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہما السلام کی ایک پسلی سے مخلوق ہوئیں تو سب مرد ابو البشر علیہ السلام کے منوال پر جاری رہے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی مختصرا
وحینئذ فیوخذ فی امرہ بما ہو الاحوط فی کل الاحکام اور اس وقت میں یعنی در صورت اشکال اور عدم ترجیح کے وقت تو عمل کیا جاویگا خنثی مشکل کے امر میں اس
چیز کے ساتھ جسمیں زیادہ تر احتیاط ہے تمام احکام میں قلت ولکن قدمنا انہ لایجب الغسل بالایلاج فیہ وانہ لاتعلق التحریم بلبنہ فینبغی میں کہتا ہوں لیکن ہم نے اول کتاب
میں مذکور کیا کہ خنثی مشکل میں ادخال سے غسل واجب نہیں ہوتا اور اسکے دودھ سے تحریم متعلق نہیں ہوگا تو رہا یعنی ان دونوں صورتوں میں عمل بہ احتیاط
نہیں ہے ہم یہاں اعتراض وارد ہوتا ہے کہ عنقریب گذرا کہ امکان وطی سے انوثت ثابت ہوتی ہے تو وہ خنثی مشکل نہ رہا اسکا جواب یہ ہے کہ بعد تحقق انوثت کے
دوسری علامت معارض ہوگی چنانچہ داڑھی نمود ہوگئی تو اشکال ثابت ہو گیا اور اسی طرح دودھ میں کلام ہے کذا فی الطحطاوی فیقف بین صف الرجال والنساء
سو بنا بر عمل باحتیاط کے خنثی مشکل کھڑا ہو مردوں اور عورتوں کی صف کے مابین میں ہم یعنی نہ مردوں کی صف میں کھڑا ہو نہ عورتوں کی صف میں اسواسطے کہ اگر خنثی
مشکل فی الواقع مرد ہے تو عورتوں کی صف میں کھڑے ہونے سے اسکی نماز فاسد ہوگی اور اگر عورت ہے تو مردوں کی صف میں کھڑے ہونے سے اسکے محاذی شخص کی
نماز فاسد ہوگی تو اسکے دائیں اور بائیں اور پیچھے کا شخص سامنے والا احتیاطا نماز کا اعادہ کرے پھر اگر خنثی بالغ ہے اور عورتوں کی صف میں کھڑا ہو تو پھر اعادہ نماز کا
واجب ہے اور اگر قریب البلوغ ہے تو اعادہ مستحب ہے اور اگر چند خنثی ہوں تو اسطرح کھڑے ہوں کہ باہم متصل نہوں بلکہ درمیان میں کشادگی چھوڑ دیں کذا فی الطحطاوی واذا بلغ
حد الشہوۃ تبتاع لہ امۃ تختنہ من مالہ فتکون امتہ او مثلہ اور جبکہ خنثی حد شہوت کو پہنچے تو اسکے مال سے ایسی لونڈی خرید کیجائے جو اسکی ختنہ کرے سو خرید سے
اسکی وہ لونڈی ٹھہرے گی یا اسکے مانند عورت ہوگی ہم یعنی اگر واقع میں خنثی مرد ہے تو وہ اسکی لونڈی ہوئی تو اسکو نظر کرنا شرمگاہ کا مطلقا جائز ہے اور اگر عورت
ہے تو عورت کا نظر کرنا عورت کی طرف بضرورت جائز ہے کذا فی الطحطاوی ویکرہ ان یختنہ رجل او امرأۃ احتیاطا ولا ضرورۃ لان الختان عندنا سنۃ
اور یہ مکروہ ہے کہ خنثی کا ختنہ مرد کرے یا عورت بنا بر احتیاط کے اور کچھ ضرورت نہیں اسواسطے کہ ختنہ کرنا ہم حنفیوں کے نزدیک سنت ہے نہ فرض ہم یہ مذکور

خنثی بالغ کا اور صغیر کا ختنہ تو مرد اور عورت دونوں کو درست ہے کذا فی العالمگیریۃ **وان لم یکن لہ مال فمن بیت المال ثم تباع** اور اگر خنثی کا مال
نہو تو ختنہ کرنے والی لونڈی بیت المال یعنی خزانہ سلطانی سے خرید کیجائے پھر ختنہ کے بعد بیچ ڈالی جائے اور ثمن اُسکا بیت المال میں داخل کیا جائے
اسواسطے کہ بیت المال حاجات مسلمین کے واسطے مقرر ہے کذا فی الحموی اوزوج امرأۃ ختانۃ لتختنہ لانہا ان کان ذکرا صح النکاح وان انثی فنظر الجنس
اخف ثم یطلقہا وتعتد ان خلا بہا احتیاطا یا خنثی نکاح کرے ختنہ کرنے والی عورت سے تاکہ وہ اُسکا ختنہ کردے اسلیئے کہ اگر خنثی مرد ہے تو نکاح صحیح ہے اور
عورت ہے تو ہمجنس یعنی عورت کا دیکھنا عورت کی طرف سہلتر ہے مرد کی نظر سے پھر خنثی ختنہ کے بعد اُسکو طلاق دے اور ختنہ کرنے والی عدت میں بیٹھے بنا بر احتیاط کے
اگر خنثی نے اسکے ساتھ خلوت کی ہے ثم یہ قول طحاوی نے اپنے اُستاد سے نقل کیا ہے اور بیت المال کا قول علماء مذہب سے منقول ہے اسواسطے کہ اگر اُسنے نکاح کیا
تو نکاح مشکوک ہے اور اگر صحیح ہے تو عورت مطلقہ ہو گی اُس سے خلاص نہیں ہو سکتی اور وجوب مہر کا عقد سے یقین نہیں ہو سکتا اور نہ وجوب میراث کا اگر خنثی مشکل مرگیا
اور یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ اُسپر نفقہ واجب ہے یا نہیں رازی نے یوں کہا ہے اور علامہ مقدسی نے کہا کہ تخلیص ان اشکالات سے اسطرح ممکن ہے کہ نکاح کرے اس
شرط پر کہ عورت اپنی ذات کی مختار ہے سو وہ ختنہ کے بعد طلاق لے اختیار مشروط کی وجہ سے اور بیت المال سے وصول ہونا اس زمانہ میں ایسے کام کیواسطے از قسم
محال ہے تو نکاح کرلینا اسہل ہے واللہ اعلم کذا فی الطحاوی عن الحموی **ویکرہ لبس الحریر والحلی** اور خنثی مشکل کو ریشمی کپڑا اور زیور پہننا مکروہ ہے والتخلی بہ غیر محرم
اور خنثی مشکل سے خلوت اور تنہائی نہ کرے سوائے اُسکے محرم کے وان قبلہ رجل ثبتت حرمۃ المصاہرۃ اور اگر خنثی مشکل کا کسی مرد نے بوسہ لیا تو حرمت مصاہرت
کی ثابت ہو گی ثم تو جائز نہوگا خنثی کی ماں کو اُس بوسہ لینے والے مرد سے نکاح کرنا اور نہ اُسکی بیٹی کو ولا یسافر بغیر محرم لاحتمال انہ امرأۃ اور خنثی مشکل سفر نہ کرے
بدون محرم کے اسی احتمال کی وجہ سے کہ وہ عورت ہے ثم محرم سے مراد محرم مرد ہے اسواسطے کہ محرم عورت کے ساتھ اسکو سفر درست نہیں **وان قال انا رجل او امرأۃ لا عبرۃ بہ**
فی الصحیح لانہ دعوی بلا دلیل اور اگر خنثی مشکل کہے کہ میں مرد ہوں یا عورت ہوں تو اُسکا کچھ اعتبار نہیں صحیح قول میں اسواسطے کہ یہ دعوی ہے بدون دلیل کے
وقیل یعتبر لانہ لا یقف علیہ غیرہ اور بعضوں نے کہا کہ اُسکا قول معتبر ہے اسواسطے کہ اسپر سوائے اُسکے کوئی واقف نہیں لکن فی الملتقی بعد تقرر اشکالہ لا یقبل قولہ قبلہ
قلت وبحصل التوفیق لیکن ملتقی میں ہے کہ بعد ثابت ہو جانے اُسکی اشکال کے قول اُسکا مقبول نہیں اور قبل از ثبوت اشکال قول اُسکا مقبول ہے میں کہتا ہوں
اور اس تفصیل سے توفیق بین القولین المذکورین حاصل ہو گی ثم یعنی عدم قبول کا قول اُس صورت میں ہے جبکہ خنثی کا مشکل ہونا ثابت ہو چکا اور قبول
اُس صورت میں ہے جبکہ ہنوز اشکال ثابت نہیں اسی طرح کی تفصیل عالمگیری میں مذکور ہے مجدا سے وضعف ما نقلہ القہستانی عن شرح الفرائض للسید وغیرہ الا ان
یحمل علی ہذا فتنبہ اور منسوب بضعف ہے وہ قول جو قہستانی نے فرائض شریفی وغیرہ سے نقل کیا ہے مگر یہ کہ اس تفصیل مذکور پر اُسکو محمول کیجیے تو قول
صحیح ہوگا ضعف دفع ہو جاویگا سو آگاہ رہنا ثم قہستانی میں فرائض شریفی سے یوں ہے کہ اگر خنثی نے حیض یا منی کی یا مرد یا عورت کی طرف مائل ہونے
کی خبر دی تو قول اُسکا مقبول ہوگا اور رجوع اُسکا مقبول نہوگا جبتک کذب اُسکا ظاہر نہو یقینا چنانچہ اُسنے اپنے مرد ہونے کی خبر دی پھر اُسکے پیٹ سے
بچہ پیدا ہوا انتہی طحاوی نے کہا کہ قول مذکور کو اسپر محمول کرنا متعین ہے بدلیل نص مفصل واللہ اعلم **ولو مات قبل ظہور حالہ لم یغسل ویتیمم بالصعید لتعذر**
الغسل اور اگر خنثی مرگیا قبل ظاہر ہو جانے اُسکے حال کے تو غسل ندیا جائے اور اُسکو تیمم کردیا جائے خاک پاک سے بسبب متعذر ہونے غسل کے ثم چونکہ اُسکا مرد
یا عورت ہونا ثابت نہیں جو اُسکو مرد یا عورت غسل دے تو تیمم متعین ہوا اسواسطے تیمم کرنے والا اجنبی ہے تو اپنے ہاتھ میں کپڑا لپیٹ کر تیمم کراوے اور اگر محرم ہے تو
بدون کپڑے کے مانند اُس مرد کے جو عورتوں میں مرگیا کذا فی الحموی **ولا یحضر** ان کان مراہقا **غسل میت ذکر او انثی** اور خنثی مشکل قریب البلوغ ہونے
کی حالت میں کسی مردہ کے غسل میں حاضر نہو خواہ وہ مردہ مرد ہو یا عورت **وندب تسجیۃ قبرہ** اور مستحب ہے خنثی مشکل کی قبر پر دفن کے وقت پردہ کرلینا عورت کے مانند و
یوضع الرجل بقرب الامام ثم ہو ثم المرأۃ اذا صلی علیہم رعایۃ لحق الترتیب اور امام کے قریب رکھا جائے مردہ مرد پھر خنثی مشکل پھر عورت جبکہ اُن پر جنازہ

کی نماز پڑھی جاوے حق ترتیب کی رعایت کرنے کے واسطے اور خنثی کا جنازہ مرد کے بعد رکھا جاوے کہ شاید وہ عورت ہو اور اگر خنثی مرد کے ساتھ عذر سے ایک قبر میں
دفن ہو تو مرد کے پیچھے رکھا جاوے اور دونوں کے درمیان مٹی کا پردہ کیا جاوے تاکہ بمنزلہ دو قبر کے ہو جاوے اور یہی حکم ہے مردوں کے دفن کا جبکہ ایک قبر میں دفن ہوں
اور اگر عورت اور خنثی ساتھ مدفون ہوں تو خنثی کو مقدم کرنا چاہیے شاید کہ وہ مرد ہو اور خنثی کا کفن پانچ کپڑے چاہیے عورت کے مانند اور اسکو قبر میں محرم اتارے والا کے اتارنے
کے احتمال کے سبب سے کذا فی المنح وتمام فروعہ فی احکامہ من الاشباہ بل عندی فیہ تالیف مجلد لطیف اور خنثی کے تمام احکام کے مسائل اشباہ میں مذکور ہیں بلکہ میرے
نزدیک اسمیں ایک تالیف مجلد کلاں ہے منجملہ مسائل خنثی مشکل کے یہ ہے کہ اسکی امامت صحیح نہیں مگر عورتوں کے واسطے اور اسکی نماز عورت کے مانند ہے کل عیبیں اور اقتداء میں
اور وہ نکاح نہ کرے نہ عورت سے نہ مرد سے اور اگر اسنے مرد سے نکاح کیا اور مرد نے اسکے ساتھ جماع کیا تو نکاح جائز ہو گیا یا عورت سے نکاح کیا اور وہ جماع پر قادر ہوا تو نکاح
اب صحیح ہو گیا اور اگر اسنے اپنی مانند دوسرے خنثی مشکل سے نکاح کیا تو جائز نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا ولہ فی المیراث اقل النصیبین یعنی اسوء الحالین وہ نتیجی
بما اختصہ اور خنثی مشکل کو میراث اقل النصیبین یعنی اسوء الحالین ہے اسی قول پر فتوی ہے چنانچہ ہم اسکی تحقیق عنقریب بیان کرینگے اقل النصیبین یعنی مرد و عورت
کے دو حصوں میں سے جو حصہ کمتر ہو گا وہ اسکو دیا جاویگا یہ مذہب ہے امام کا یعنی خنثی مشکل کے حصہ کو نظر کرینگے کہ اسکو مرد فرض کرنے میں کس قدر رہتا ہے اور عورت فرض کرنے
میں کتنا پہنچتا ہے تو ان دو حصوں میں جو کمتر ہو گا وہ خنثی کو ملیگا اور احد التقدیرین میں خنثی محروم ٹھہریگا تو اسکو کچھ نہ ملیگا لہذا شارح نے اقل النصیبین کی تفسیر
اسوء الحالین مذکور کی یعنی جو دو حالتوں میں بدتر حالت ہو گی خواہ کمتر حصہ یا محرومی وہی بدحالی اسکے نصیب میں ہے تو اسوء الحالین قلت اور حرمان دونوں کو
شامل ہے کذا فی الحلبی بتصرف وقالا نصف النصیبین اور صاحبین نے کہا کہ دونوں حصوں میں سے نصف نصف اسکو ملیگا یعنی نصف حصہ مرد کا اور نصف حصہ عورت کا
فلو مات ابوہ وترک معہ ابنا واحدا فللابن سہمان وللخنثی سہم تو اگر خنثی مشکل کا باپ مر گیا اور خنثی کے ساتھ ایک بیٹا اسنے چھوڑا تو بیٹے کے دو سہم اور خنثی
کا ایک سہم ہے خلاصہ یہ ہے کہ امام کے نزدیک خنثی عورت کے حکم میں ہے میراث میں فقط وتقبلہ احکام وہو ما بلا تعارض ثابت نہو وعند ابی یوسف لہ ثلثۃ من سبعۃ وعند محمد خمسۃ
من اثنی عشر اور ابو یوسف رح کے نزدیک صورت مذکورہ میں خنثی کے تین سہم ہیں سات سہموں سے اور محمد رح کے نزدیک پانچ سہم ہیں بارہ سہموں سے ہم صاحبین کی دلیل
مطولات میں مذکور ہے وعند ابی حنیفۃ لہ سہم من ثلثۃ لانہ الاقل وہو متیقن بہ فیقتصر علیہ لان المال لا یجب بالشک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک خنثی کا ایک
سہم ہے تین سہموں میں سے اسواسطے کہ وہ اقل ہے اور وہی متیقن ہے تو اسی پر اقتصار ہو گا کیونکہ مال شک سے واجب نہیں ہوتا ہے تمام توضیح اسکی یہ ہے کہ یہاں ثبوت
مال کی ابتدا کی حاجت ہوئی اسواسطے سبب استحقاق مال کا بیان کرنا ضرور ہوا کہ ذکورت کے سبب سے ہے یا انوثت کے سبب سے اور خنثی مشکل میں دونوں سببوں سے کوئی معلوم نہیں
اور اثبات مال کا ابتدا بدون سبب مستحق کے شرعا جائز نہیں تو متیقن پر بنا کرنا ضرور ہوا اور اقل جو میراث ہے عورت کی وہ یقینی ہے اور زیادہ میں شک ہے تو متیقن
واجب ہو گیا اسی پر اقتصار کرے کذا فی العینی شرح الہدایہ حتی لو کان الاقل علی تقدیرہ ذکرا فہو نہا کزوج وام وشقیقۃ ہی خنثی فلہ السدس علی انہ عصبۃ لانہ الاقل اقل
اسی تقدیر پر جبکہ خنثی کو مرد فرض کیجیے تو اسکو ہم مرد ہی ٹھہراوینگے چنانچہ اس صورت میں کہ ایک عورت مر گئی شوہر اور ماں اور سگی بہن چھوڑ کر جو خنثی ہے تو اسکو چھٹا حصہ
ملیگا بنا بر اسکے کہ وہ عصبہ ہے اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ہم تو صورت مذکورہ میں شوہر کا نصف حصہ ہے اور ماں کا تہائی اور خنثی کا باقی مال یعنی سدس ولو قدر
انثی کان لہ النصف وعالت الی ثمانیۃ اور اگر صورت مذکورہ میں خنثی کو عورت فرض کیجیے تو اسکا نصف حصہ ہے اور یہ مسئلہ چھ سہم کا آٹھ سہم کی طرف عول کریگا ہم تو
مسئلہ دونوں تقدیروں میں چھ سہموں سے ہے بسبب اجتماع نصف اور ثلث کے مگر پہلی صورت میں عول کی حاجت نہیں اور دوسری صورت میں عول کی حاجت ہے خلاصہ یہ ہے
کہ جبکہ خنثی کی میراث اقل النصیبین ٹھہری تو اس مسئلہ میں اسکو عورت نہ ٹھہرایا کیونکہ اسکا حصہ نصف ہوتا اور نصف زائد ہے ثلث سے بلکہ اسکو مرد قرار دیا بالکہ اسکا حصہ
سدس ہے اسواسطے کہ سدس اقل ہے نصف سے ولو کان محروما علی احد التقدیرین فلا شیء لہ کزوج وام وولدیہا وشقیق خنثی فلا شیء لہ لانہ عصبۃ ولو قدر انثی کان لہ
النصف وعالت الی تسعۃ اور اگر خنثی محروم ٹھہرے دو تقدیروں میں سے ایک تقدیر پر تو اسکے واسطے کچھ نہیں چنانچہ اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مر گئی شوہر اور ماں اور

اور دو اخیافی بھائی اور ایک سگا بھائی خنثیٰ چھوڑ کر تو خنثیٰ کو مرد فرض کرنے مین کچھ حصہ نہین کیونکہ وہ عصبہ ہی لہذا اگر خنثیٰ کو عورت فرض کیجیے تو اُسکا حصہ نصف ہی کیونکہ وہ
صاحب فرض ہی اور اسوقت مین یہ مسئلہ نو سہم کی طرف عول کریگا اس مسئلہ مین زوج کا حصہ نصف ہی اور مان کا چھٹا اور دونون اخیافی بھائیون کا تہائی اور سگا بھائی جو
خنثیٰ ہی وہ محروم ہی کیونکہ وہ عصبہ ہی اور عصبہ اسوقت میراث پاتا ہی جب اہل فروض سے کچھ باقی رہے سو یہان کچھ باقی نہ رہا اور اگر خنثیٰ کو عورت فرض کیجیے تو اہل فرض کا تو
حصہ نصف ہی تو بنا بر اسکے الحاصل کیے اسکو مرد ہی فرض کیا تا محروم رہے نہ عورت تا کہ نصف پاوے ولو مات عن عم و ولد اخ خنثی قدر انثی وکان المال کلہ للعم اور اگر ایک شخص مر گیا اور ایک چچا
اور بھائی کا ایک لڑکا چھوڑ کر جو خنثیٰ ہی تو خنثیٰ کو یہان عورت فرض کرینگے اور سارا مال چچا کا ہوگا اگر ہم خنثیٰ کو عورت اسواسطے فرض کیا کہ بھتیجی چچا کے روبرو وارث نہین ہوتی اور اگر اسکو مرد فرض کرتے
تو وہ بھتیجا ٹھہرتا تو سب مال کا وہی وارث ہوتا نہ چچا اسلیے کہ ہر چند دونون عصبہ ہین لیکن بھتیجا چچا پر مقدم ہی کذا فی الطحطاوی واللہ اعلم واستغفر اللہ الحلیم الکریم

مسائل شتیٰ

مسائل شتی جمع شتیت بمعنی متفرقۃ وہو من داب المصنفین ایراد ما شذ فیما کان یحق ذکرہ فیہ قلت وقد الحقت غالبہا بمحالہا وللہ الحمد یہ ذکر ہی مسائل شتی کا شتی جمع ہی
شتیت کی بمعنی متفرقہ اور وہ عادت ہی اہل تصانیف کی کہ آخر کتاب مین مسائل متفرقہ عبادات اور معاملات کا ذکر کرتے ہین واسطے تدارک اُن مسائل کے جو وہان
مذکور نہین ہوے جہان اُنکا ذکر کرنا سزاوار اور لائق تھا شارح نے کہا مین کہتا ہون اور البتہ مین نے اکثر مسائل ملا دیے اُنکے مواقع مناسبہ مین اور خدا کو حمد ہی
جسنے الحاق فروع کی توفیق دی عرق مدمن الخمر خارج نجس ہذہ مقدمۃ صغری فی تسلیمہا کلام قدر وعدناک بہ فی اوائل نواقض الوضوء لیسئنہ شہرا بل دائم الخمر کا
خارج ناپاک ہی یہ مقدمہ صغری ہی جسکی تسلیم مین وہ کلام ہی جسکا مین نے تجھ سے وعدہ کیا تھا اول نواقض وضو مین ہم اور یان کی قید ظاہرا اسپر دلالت
کرتی ہی کہ غیر مدمن کا پسینہ نجس نہین اور علت یعنی پسینہ کا تولد ہونا نجس سے یعنی علف اور شراب سے عدم تقیید کا مقتضی ہی اور قید خمر کی اتفاقی
ہی تو ہر مسکر نجس خمر کے مانند ہی کذا فی الطحطاوی وکل خارج نجس ینقض الوضوء ہذہ مقدمۃ کبری ہی مسلمۃ عندنا فینتج ان عرق مدمن الخمر ینقض الوضوء اور
جو خارج نجس ہی وہ وضو کو توڑتا ہی یہ مقدمہ کبری ہی شکل اول بدیہی الانتاج کا اور وہ یعنی کبری مسلم ہی ہمارے نزدیک تو دونون مقدمون سے ملکر یہ نتیجہ حاصل
ہوتا ہی کہ مدمن خمر کا پسینہ وضو کو توڑتا ہی لکنہ یحتاج الاثبات الصغری وحاصلہ ما فی الذخائر الاشرفیۃ لابن الشحنۃ معزیا للمجتبی عرق الدجاجۃ الجلالۃ نجس قال فعلیہ
فعرق مدمن الخمر نجس بل اولی لیکن اس شکل مین صغری کے ثابت کرنے کی حاجت ہی اور جو ابن شحنہ کے ذخائر اشرفیہ مین بنسبت مجتبی مذکور ہی اسکا حاصل کلام یہ ہی کہ
اُس مرغی کا پسینہ جو فقط نجاست خوار ہی ناپاک ہی اور بنا بر اس قول کے تو مدمن خمر کا بھی پسینہ ناپاک ہی بلکہ اولی بالنجاسۃ ہی ہم وجہ اولویت کی یہ ہی کہ شی رقیق
چنانچہ خمر کی تاثیر عرق نکالنے مین غیر رقیق چنانچہ مرغی کے چارہ سے زیادہ ہی کذا فی الطحطاوی ثم قال وما اسمج من کان عرقہ کعرق الکلب والخنزیر بمجتبی اسکے
مصنف نے کہا اور کیسا قبیح اور مذموم ہی وہ شخص جسکا پسینہ کتے اور سور کے مانند ہو ہم یہ تقبیح اور مذمت ہی مدمن خمر کی اعاذنا اللہ منہ قال ابن الغرس فینبغی ان ینقض
الوضوء وہو فرع غریب وتخریجہ ظاہر قال المصنف ولظہورہ عولنا علیہ ابن الغرس نے کہا تو اسوقت مین یعنی جبکہ مدمن خمر کا عرق نجس ہوا تو وہ وضو کو توڑیگا
اور یہ مسئلہ عجیب و غریب ہی اور اُسکی تخریج ظاہر ہی مصنف نے اپنی شرح مین کہا اور اُسکی تخریج کے ظاہر ہونے کی وجہ سے ہم نے اُسپر اعتماد کیا یعنی اور متن
مین اسکو داخل کیا قلت قال شیخنا الرملی حفظہ اللہ تعالی کیف یعول علیہ وہو مع غرابتہ لا تشہد لہ روایۃ ولا درایۃ اما الاولی فظاہر اذ لم یر ذلک احد ممن
یعتمد علیہ واما الثانیۃ فلعدم تسلیم المقدمۃ الاولی شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ ہمارے استاد خیر الدین رملی نے اللہ تعالی انکو آفات سے محفوظ
رکھے کہا ہی کیونکر اسپر اعتماد کیا جاے اور حالانکہ وہ باوجود غرابت اور ندرت کے نہ اسپر روایت اہل مذہب کی گواہی دیتی ہی نہ استدلال عقلی عدم روایت
تو خود ظاہر ہی اسواسطے کہ یہ مسئلہ معتمد عالمون مین سے ایک عالم سے بھی مروی نہین اور استدلال عقلی تو عدم تسلیم مقدمہ اولی سے ثابت نہین ہم مقدمہ
اولی غیر مسلم یہ ہی کہ مدمن خمر کا پسینہ خارج نجس ہی ویشہد لبطلانہا مسئلۃ الجدی اذا غذی بلبن الخنزیر فقد عللوا حل اکلہ بصیرورتہ مستہلکا لا یبقی لہ

اثر فلذالک نقول فی عرق مدمن الخمر اور مقدمہ اولی کے باطل ہونے پر گواہ ہی دیتا ہے بکری کے بچہ کا مسئلہ جبکہ اسکا بچہ سور کے دودھ سے پالا جاوے اسواسطے کہ علما
نے اسکی حلت اکل کی علت بیان کی دودھ کے مستہلک اور نابود ہو جانے سے اسطرح کہ اسکا کچھ اثر باقی نہیں رہتا تو اسی طرح ہم دائم الخمر کے پسینہ میں کہینگے یعنی شراب اسکے
بدن میں مستہلک اور نابود ہو گئی کچھ اسکا اثر باقی نہ رہا ہم یہ استدلال نقلی ہے یعنی طہارت کیلیے کہ عقل اسکی تائید کرتی ہے ولکنیا فی منقعۃ الفتاوی معزیا الی جوہرۃ النیرۃ
وجہ عن الشرح من متن و شرح اور ہمکو کنایت کرتا ہے اسکے ضعیف ہونے میں اسکا غریب اور نادر ہونا اور اسکا خارج ہونا طریقہ سے یعنی مذہب علما حنفیہ سے تو اس
مسئلہ کا ساقط کرنا متن اور شرح کے گردیش سے واجب ہے ہم مرجح نفتح سین مہملہ درا و مہملہ ہے طحطاوی نے کہا منجملہ اسکے معانی کے درخت بھی ہے اور یہی عبادت ہے بقرینہ
لفظ طرح یعنی اس درخت کا پھل ساقط کیا جاوے یعنی فرع مذہب سے گرایا جاوے انتہی المنتسام اور منجملہ معانی شرح کے قناء دار بھی ہے کذا فی القاموس اور فلک الفلک
عبارت ہے کشادگی مشیخانہ سے اور میرے نزدیک یہی مناسب مقام ہے اسلیے کہ متن بمنزلہ گھر کے ہے اور شرح بجائے دوست پیش خانہ ہے لہذا ترجمہ بھی کا کیا واللہ اعلم خبز وجد فی خلال
خرر فارۃ فان کان الخبز صلبا رمی بہ واکل الخبز ایک روٹی ہے جسکے اندر چوہے کی مینگنی پائی گئی تو اگر مینگنی سخت ہے تو پھینک دیجاوے اور روٹی کھائی جاوے
ولا تفسد خرء الفارۃ الدہن والماء والحنطۃ للضرورۃ الا اذا ظہر طعمہ او لونہ فی الدہن ونحوہ لفحشہ وامکان التحرز عنہ خیتیۃ خانیۃ اور چوہے کی مینگنی تیل اور پانی اور گیہوں کو
فاسد نہیں کرتی ضرورت کی وجہ سے مگر جبکہ اسکا مزہ یا رنگ تیل اور اسکے مانند سیال چیز میں ظاہر ہو تو البتہ مفسد ہے بسبب اسکی کثرت کے اور اسوجہ سے کہ اس سے
بچنا اسوقت میں ممکن ہے کذا فی الخانیہ ہم خانیہ میں ہے کہ چوہے کی مینگنی جبکہ گیہوں میں پڑ گئی اور گیہوں کے ساتھ پیس گئی تو اسکے آٹے کھانے میں کچھ مضایقہ نہیں مگر
اسوقت جبکہ کثرت سے ہو اور اسکا تغیر طعم وغیرہ سے ظاہر ہو یعنی اب اسکا کھانا درست نہیں کذا فی الطحطاوی وفی السنن الرواتب الاربع لا یصلی ولا یستفتح تقدم فی
باب الوتر رواتب سنتوں میں نہ درود پڑھا جاوے اور نہ دعاے استفتاح یہ مسئلہ باب الوتر میں مذکور ہو گیا ہم سنن رواتب سے مراد ظہر کی اول چار رکعتیں اور جمعہ
کے اول کی چار رکعتیں اور بعد کی چار رکعتیں ہیں اس کتاب کے باب الوتر میں یوں مذکور ہے کہ درود نہ پڑھا جاوے ظہر کے قبل کی چار رکعتوں کی قعدہ کا اولی میں اور جمعہ کی
اول اور بعد کی چار رکعتوں میں اور نہ استفتاح ہو جبکہ تیسری رکعت کے واسطے اٹھے کیونکہ سنت موکدہ ہونے کے سبب سے یہ فرض کے مشابہ ہو گئیں اور باقی چار رکعتوں
میں درود بھی پڑھا جاوے اور استفتاح اور تعوذ بھی اگرچہ نذر کی نماز ہو اسلیے کہ ہر دوگانہ جدا گانہ نماز ہے الدعوۃ المستجابۃ فی الجمعۃ عندنا وقت العصر علی قول الاکثر قدمناہ فی
اشباہ وقدمناہ فی الجمعۃ عن التتارخانیۃ دعاء مقبول جمعہ کے دن ہم حنفیوں کے نزدیک عصر کے وقت ہے بموجب قول اکثر ہمارے علما کے کذا فی الاشباہ اور اسکو ہم نے باب الجمعہ میں
تاتارخانیہ سے ذکر کیا ہے ہم حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جمعہ میں ایک وقت دعا مقبول ہوتی ہے اسوقت کی تعیین میں اختلاف علما ہے حنفیوں کا یہی مذہب ہے جو مذکور ہوا الخروج
من الصلوۃ لا یتوقف علی قولہ علیکم خارج ہونا نماز سے موقوف نہیں علیکم کی لفظ پر یعنی اول سلام کے علیکم پر کذا فی الطحطاوی وحینئذ فلو دخل رجل فی صلاتہ بعد
السلام قبل علیکم لا یصیر داخلا فیہا قدمناہ فی صفۃ الصلوۃ اور اسوقت میں یعنی جبکہ خروج علیکم پر موقوف نہوا تو اگر ایک مقتدی اپنی نماز میں داخل ہوا بعد علیکم کے تو وہ نماز میں داخل
نہ ہوگا شارح نے کہا ہم نے اس قول کو صفۃ الصلوۃ میں ذکر کیا ہے لف ثوب نجس رطب فی ثوب طاہر یابس فظہرت رطوبتہ علی ثوب طاہر کذا فی النسخ و
عبارۃ الکنز علی الثوب الطاہر لکن لا یسیل لو عصر لا یتنجس قدمناہ قبل کتاب الصلوۃ ناپاک گیلا کپڑا لپیٹا گیا خشک پاک کپڑے میں سو اسکی رطوبت ظاہر ہوئی پاک
کپڑے پر لیکن ناپاک کپڑا ایسا تھا کہ اگر اسکو نچوڑتے تو نہ ٹپکتا تو پاک کپڑا ناپاک نہوگا شارح نے کہا ہم نے اسکو کتاب الصلوۃ سے پہلے مذکور کیا ہے متن کے نسخوں میں اسیطرح
علی ثوب طاہر ہے اور کنز کی عبارت علی الثوب الطاہر ہے ہم نجاست سے مراد یہ ہے کہ پیشاب اور اسکے مانند کی نجاست نہیں ہے بلکہ نجس پانی سے کپڑا تر ہو گیا ہے اسطرح کہ
نجاست کا اثر خشک کپڑے میں ظاہر نہیں نور الایضاح اور اسکی شرح صغیر میں ہے کہ جو خشک پاک کپڑا لپیٹا گیا ایسے ناپاک تر کپڑے میں کہ اگر ناپاک کو نچوڑیں تو نہ ٹپکے تو وہ نجس نہیں
ہوتا اسلیے کہ نجاست کا جرم پاک کپڑے پر نہیں آتا مگر اسمیں اختلاف ہے کہ اگر پاک خشک کپڑے کو نچوڑیے تو نہ ٹپکے حلوانی نے کہا کہ وہ نجس نہیں اصح قول میں ہو یہ مسلم نہیں
اسواسطے کہ اکثر ہوتا ہے کہ خشک کپڑا بہت نجاست کو جذب کر لیتا ہے اور نچوڑنے سے نہیں ٹپکتا تو فقط تری بلا جرم خشک پر نہیں آتی اگرچہ اسی صورت میں جبکہ ناپاک

کپڑا نچوڑنے سے نہ ٹپکتا ہو تو یہی متعین ہو گیا کہ برخلاف تصحیح حلوانی کے فتوی دیا جائے کذا فی الطحطاوی ملخصاً ہر چند کہ ضمیر کا مرجع قریب ثوب طاہر تھا لیکن چونکہ حلوانی کا قول مفتی بہ کے مخالف تھا لہذا مترجم نے ثوب نجس کو مرجع قرار دیا واللہ اعلم ولو نشر الثوب المبلول علی حبل نجس یابس او فرش علیہ او مشی علی ارض نجسۃ او نام علی فراش نجس فعرق ولم یظہر اثرہ لا ینجس چنانچہ اگر تر کپڑا پھیلایا ناپاک خشک رسی پر یا پاؤں کو دھویا اور ناپاک زمین پر چلایا ناپاک فرش پر سویا سو اسکا پسینہ نکلا اور اثر نجاست کا کپڑے یا پاؤں یا بدن پر ظاہر نہ ہوا تو ناپاک نہ ہوگا کذا فی الخانیۃ ہم حموی نے کہا ناپاک زمین تر پاؤں سے اس طرح چلا کہ زمین تر ہو گئی اور سیاہ لیکن اثر نجاست کا پاؤں میں ظاہر نہوا اور اگر ناپاک تر زمین پر چلا خشک پاؤں سے تو ناپاک ہوگا اور سراج میں ہے اور اگر خشک قدم پاک رکھا یا فرش تر پر سویا اگر تر ہو گیا النجاست سے تو نجس ہوا ورنہیں تو نجس نہیں اور فقط ندادت اور تراوت کا کچھ اعتبار نہیں بنا بر قول مختار کے یعنی بدون جرم کے کذا فی الطحطاوی

نوی الزکوٰۃ الا انہ سماہ قرضا جاز فی الاصح لان العبرۃ للقلب لا للسان اور دینے زکوٰۃ کی نیت کی مگر اسکا قرض نام رکھا یعنی محتاج کو قرض کہکر دیا تو درست ہے صحیح قول میں اسواسطے کہ نیت دل کا اعتبار ہے نہ زبان کا اور صحیح تر روایت یہی ہے کہ نیت دافع کا اعتبار ہے لینے والے کا علم ضرور نہیں مگر ابو جعفر کے قول پر کذا فی الطحطاوی

من لہ حظ فی بیت المال کالعلماء ظفر بما ہو وجہ لبیت المال فلہ اخذہ دیانۃ قدمناہ قبیل باب المصرف جسکا حصہ بیت المال میں ہو چنانچہ علماء دین سو اُسنے بیت المال کا مال پایا تو اسکو اسکا لینا باعتبار دیانت کے جائز ہے ہم نے اسکو باب المصرف کے پہلے مذکور کیا ہے بیت المال یعنی خزانہ سلطانی کے مصرف علماء اور عمال اور سقایلین اور انکی اولاد اور طالب علم اور واعظ دین ہیں بزازیہ میں ہے کہ امام حلوانی نے کہا کہ جب ایک شخص کے پاس امانت ہو اور مودع مر جائے اور اسکا کوئی وارث نہو تو اگر وہ اہل مصارف مذکورہ سے ہو تو اپنی ذات پر خرچ کرے ہمارے اس زمانہ میں اسواسطے کہ اگر بیت المال میں داخل کریگا تو مال ضائع ہوگا اسواسطے کہ حکام اسکے مصارف شرعی میں صرف نکرینگے اور اگر وہ شخص بیت المال کا مصرف نہیں تو اور مستحقین بیت المال پر صرف کرے واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی

فطر فی رمضان فی یوم ولم یکفر حتی افطر فی یوم اخر فعلیہ کفارۃ واحدۃ ولو فی رمضانین علی الصحیح وقدمناہ فی الصوم روزہ توڑا رمضان کے ایک دن میں اور کفارہ ادا نہیں کیا یہانتک کہ دوسرے دن کا روزہ توڑا تو اسپر ایک ہی کفارہ ہے اگرچہ اسنے دو رمضانوں کے چند روزے توڑے ہوں تو بھی ایک ہی کفارہ کفایت کرتا ہے بنا بر قول صحیح کے اور ہم نے اسکو کتاب الصوم میں مذکور کیا ہے

ولو نوی قضاء رمضان ولم یعین الیوم صح اور اگر قضاء رمضان کی نیت کی اور دن کی تعیین نہ کی یعنی یوں نہ کہا کہ تیسری تاریخ کی قضا کرتا ہوں یا پانچویں کی تو صحیح ہے اسلیے کہ جنس واحد میں تعیین کی نیت شرط نہیں ولو عن رمضانین کقضاء الصلوۃ ایضا وان لم ینو فی الصلوۃ اول صلوۃ علیہ او آخر صلوۃ علیہ کذا فی الکنز تعیین یوم شرط نہیں اگرچہ دو رمضانوں کی قضا کی نیت کرے جیسے نماز کی بھی قضا صحیح ہے اگرچہ یوں نیت نہ کرے نماز میں کہ وہ پہلی نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب الادا ہے یا پچھلی وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھپر واجب ہے اسی طرح کنز میں ہے ملا مسکین کی شرح کنز میں ہے دو رمضان کی قضا سے مراد یہ ہے کہ دو رمضانوں سے ایک رمضان کی قضا کی نیت کرے پہلی پچھلی تاریخوں کی تعیین ضرور نہیں اور یہ مراد نہیں کہ دونوں رمضانوں کو نیت میں جمع کرے اسواسطے کہ صوم میں دو فرضوں کا نیت کرنے والا متنفل ہوتا ہے یعنی فرض ادا نہیں ہوتا روزہ اسکا نفل ہو جاتا ہے قال المصنف قال الزیلعی والاصح اشتراط التعیین فی الصلوۃ وفی رمضانین الخ قلت ولہذا قدمتہ فی باب قضاء الفوائت تبعا للدرر وغیرہ ہمارا اپنی شرح میں مصنف نے کہا کہ زیلعی نے کہا کہ تعیین کا نماز اور دو رمضانوں میں شرط ہونا صحیح تر قول ہے میں کہتا ہوں اور اسی طرح اشتراط تعیین کو ہم نے ذکر کیا ہے باب قضاء الفوائت میں درر وغیرہ کا تابع ہو کر ہم طحطاوی نے کہا اور تصحیح کی ولوالجیۃ میں اس قول کی کہ قضاء رمضان بلا تعیین صحیح ہے اگرچہ دو رمضانوں کی قضا ہو مگر تعیین احوط ہے انتہی اور دو رمضانوں میں تعیین کی یہ صورت ہے کہ یوں نیت کرے کہ میں فلانے برس کے رمضان کی قضا کرتا ہوں اور قضاء صلوۃ میں نماز اور اسکے دن کی تعیین کرے اسطرح کہ میں فلانے دن کی ظہر کی قضا کرتا ہوں اور اگر اول ظہر علیہ یا آخر ظہر علیہ کی نیت کی تو اشتراط تعیین کے قول پر جائز ہے اسواسطے کہ نماز تعیین ہو گئی اسکے متعین کرنے سے اور اسی طرح وقت بھی متعین ہو گیا اول یا آخر کہنے سے اسواسطے کہ جو نماز اول قضا کی تو اب اسکے بعد کی نماز اول ہو گئی اور جو اسکے پہلے ہے وہ پچھلی نماز ہو گئی مصنف نے کہا اور یہ یعنی اول ظہر علیہ یا آخر ظہر کہنا مختص ہے اس شخص کے واسطے جسکو اوقات فائتہ یاد نہ رہیں یا اسپر مشتبہ ہو گئے

واسطے اپنی ذات پر بہانی کا ارادہ کیا انتہیٰ ثم رأیتہ فی البحر قبیل باب اللعان بانہ صرح بتعیین لم تشترط باعتبار ان الواجب مختلف متعدد بل باعتبار ان مراعاۃ
الترتیب واجبۃ علیہ ولا یمکنہ مراعاۃ الا بنیۃ التعیین حتی لو سقط الترتیب بکثرۃ الفوائت یکفیہ نیۃ الظہر لا غیر کذا فی المحیط وہو تفصیل حسن فی الصلوۃ ینبغی حفظہ انتہیٰ بلفظہ ثم
میں نے بحرالرائق میں باب اللعان کے پہلے دیکھا جسکی عبارت یہ ہے کہ تعیین کی نیت مشروط نہیں ہوئی اس اعتبار سے کہ واجب مختلف و کثیر ہے بلکہ اس
اعتبار سے نیت تعیین کی مشروط ہے کہ مراعات ترتیب کی اسپر واجب ہے اور اسکو مراعات ترتیب کی ممکن نہیں ہے مگر تعیین کی نیت سے تو اگر ترتیب ساقط ہوئی کثرت
فوائت سے تو فقط نیت ظہر کی مثلاً کفایت کرتی ہے نہ اسکے سوا اور ایسا ہی مذکور ہے محیط میں اور یہ تفصیل خوب ہے نماز میں یاد رکھنا لائق ہے انتہی بلفظہ ثم رأیت
نقلہ عنہ فی الاشباہ فی بحث تعیین المنوی ثم قال وہذا اشکل وما ذکرہ اصحابنا کقاضی خان وغیرہ خلافہ وہو المعتمد کذا فی التعیین انتہی بحروفہ فلیتنبہ لذلک پھر دیکھا میں نے
صاحب بحرالرائق کو کہ اسنے محیط کی عبارت مذکورہ نقل کی اشباہ میں تعیین منوی کی بحث میں پھر کہا اور یہ یعنی عدم تعیین کی کثرت فوائت میں مشکل ہے اور جو ہمارے
علماء نے مذکور کیا ہے چنانچہ قاضی خان وغیرہ نے وہ اسکے خلاف ہے یعنی تعیین مشروط ہے انکے کلام میں اگرچہ بلفظ اول ظہر یا آخر ظہر ہو اور وہی یعنی اشتراط تعیین
معتمد ہے چنانچہ تعیین میں ہے انتہی بحروف الاشباہ تو اس سے آگاہ رہنا اور وجہ اشکال یہ ہے کہ عدم اشتراط تعیین فوائت اس قاعدہ کلیہ کو منہدم کرتا ہے جس پر فقہا کا
اتفاق ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ تعیین ہوتی ہے اجناس کی تمیز کے واسطے اور سب نمازیں من قبیل مختلف الجنس کے ہیں اسواسطے کہ انکے اسباب یعنی اوقات
مختلف ہیں کذا فی الحموی حاشیۃ الاشباہ و طحطاوی نے ہر المعتمد کے حاشیہ میں کہا کہ عدم تعیین قول بھی ولوالجیہ میں صحیح ہے اگرچہ تعیین احوط ہے رأیتہا
شاۃ مسلوخۃ بدم احرق الراس وزال عنہ الدم فاتخذ منہ مرقۃ جاز استعمالہا والحرق کالغسل وقد ذکرناہ من المطہرات پھر بکری کا سر خون
میں لتھڑا آگ سے جلایا گیا اور خون اس سے دور ہو گیا پھر اسکا شوربا بنایا گیا تو اسکا استعمال کرنا جائز ہے اور جلانا دھونے کے برابر ہے پاک کر دینے میں اور ہم نے
کتاب الطہارۃ میں پہلے ذکر کر دیا کہ جلانا بھی مطہرات میں داخل ہے ہم آگ نجاست کو فنا کرتی ہے یہاں تک کہ شئے ناپاک میں ناپاکی کا کچھ اثر نہیں رہتا یا جلا کر راکھ کر دیا
بطریق استحالہ کے وانہ اگر گوبر جل کر راکھ ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہے جیسے شراب جبکہ سرکہ بنجاوے یا کہ سور نمکسار میں گر کر نمک بنجاوے کذا فی الطحطاوی سلطان جعل الخراج
لرب الارض جاز بادشاہ نے خراج یعنی محصول زمین کا زمیندار کے واسطے مقرر کر دیا تو جائز ہے ہم یہ قول ہے ابو یوسف رح کا اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمد رح کے نزدیک خراج
زمیندار کو دینا جائز نہیں عشر کی مانند مستصفیٰ میں ہے کہ محل خلاف اسوقت ہے جبکہ زمیندار مصرف ہو خراج کا اور اگر اہل اسکا نہیں ہے تو بالاتفاق جائز نہیں کذا فی الطحطاوی
وان جعل لہ العشر لا لانہ زکوۃ قلت وقد قدمتہ فی الجہاد وقدمتہ فی الزکوۃ ایضا اور اگر بادشاہ نے زمیندار کیواسطے عشر عطا کیا تو جائز نہیں ہے اسواسطے کہ عشر زکوۃ ہے میں
کہتا ہوں کہ میں نے اسکو کتاب الجہاد میں ذکر کیا ہے اور کتاب الزکوۃ میں بھی مذکور کر دیا ہم جب عشر زکوۃ ٹھیرا تو وہ فقیروں کا حق ہے ہاں اگر زمیندار فقیر ہو تو اسکو بھی دینا
درست ہے کذا فی الطحطاوی عن المفتاح عجز اصحاب الخراج عن زراعۃ الارض و اداء الخراج ودفع الامام الاراضی الی غیرہم بالاجرۃ لیعطوا الخراج
من اجرتہا المستحقۃ جاز اہل خراج عاجز ہو گئے زمین کی زراعت سے اور خراج کے ادا کرنے سے اور بادشاہ نے اور شخصوں کو دی بطریق اجارہ کے تاکہ
وہ خراج ادا کریں اسکی اجرت مستحقہ سے تو یہ جائز ہے فان فضل شئی من اجرتہا دفعہ لمالکہا رعایۃ للحقین پھر اگر فاضل بچے اسکی اجرت سے کچھ تو زمین کے
مالک کو دے دونوں کی رعایت کیواسطے یعنی اگر زمین مثلاً سو روپیہ کو اجارہ دے اور خراج اسکا اسی روپیہ ہیں تو اسی روپیہ بادشاہ لے اور بیس روپیہ
زمیندار کو دے فان لم یجد الامام من یستاجرہا باعہا لقادر واخذ الخراج الماضی من الثمن لو علیہم خراج ورد الفضل لاربابہا پھر اگر بادشاہ کسیکو نہ پاوے
جو زمین اجارہ لے تو اسکو بیچے صاحب قدرت سے اور خراج گذشتہ اسکے ثمن سے لے اگر مالکون پر خراج باقی رہا ہو اور زائد کو اسکے مالکون پر رد کرے کذا فی الزیلعی قلت
وقدمنا فی الجہاد ترجیح سقوطہ بالتداخل فیحمل علی المرجوح او علی ان المراد اخذ خراج السنۃ الماضیۃ فقط میں کہتا ہوں اور ہم نے کتاب الجہاد میں مذکور کیا ہے
ترجیح سقوط خراج کا تداخل سے تو زیلعی کا قول مذکور قول مرجوح پر محمول ہے یا اسپر کہ زیلعی کی مراد یہ ہے کہ فقط سال گذشتہ کا خراج لیا جائے

م سقوط یا لتداخل کا محل اسوقت ہی جبکہ مالک عاجز ہو گیا زراعت سے اور اگر عاجز نہیں ہوا تو سب کے نزدیک خراج لیا جاویگا اور یہ محل خوب ہے فتاوی قاضیخان
مین ہی کہ جب خراج مجتمع ہوا اور ادا نہ کیا تو امام رح کے نزدیک اسی سال کا خراج لیا جاویگا اور پہلے سال کا خراج نہ لیا جاویگا اور یہ اسیر سے ساقط ہوگا انتہی اور یہ صریح
ہی سال ماضی کے سقوط خراج مین کذا فی الطحطاوی **غنم مذبوحة ومیتة فان کانت المذبوحة اکثر تحری واکل والا بان کانت المیتة اکثر او استویا لا تحری لو فی**
حالة الاختیار بان یجد ذکیة والا تحری واکل مطلقا و مرچند بھیڑ بکریان مذبوح اور مردار ہین سو اگر مذبوح زیادہ تر ہون تو اٹکل کرے اور کھا دے اور اگر مردار زیادہ تر ہون
یا حلال اور مردار دونون برابر ہون تو اٹکل نہ کرے اگر اختیار کی حالت مین ہو اسطرح پر کہ ذبح کی بکری پا دے اور نہین تو اٹکل کرے اور کھا دے ہر طرح سے خواہ برابر ہون
یا کم و زیادہ اور یہ گذر گیا کہ کثرت کا اعتبار ہے سو اسطے کیا کہ غلبہ قائم مقام ضرورت کے ہوتا ہی افادہ اباحت مین کیا تو نہین دیکھتا ہی کہ بازار خالی نہین ہوتے ہین
محرم اور مسروق اور مغصوب سے اور باوجود اسکے تناول مباح ہی ظاہر پر اعتماد کرکے اسواسطے کہ قلیل سے بچنا ممکن نہین تو اسکا اعتبار ساقط ہوا دفع حرج کیواسطے جیسے
قلیل نجاست بدن اور کپڑے مین ساقط الاعتبار ہی برخلاف کثرت یا مساوات مردار کے کہ وہان ضرورت نہین تو اس سے احتراز ممکن ہی اکثر نسخون در المختار مین یون ہی
و مر فی گویا کہ شارح کو وہ موضع یاد نہ رہا جہان اس مسئلہ کو مذکور کر چکا اور بعضے نسخون مین یون ہی کما مر فی الحظر کذا فی الطحطاوی اور عرب کے لکھے نسخہ صحیحہ مین فقط و مر ہی
مین نے اسپر اعتماد کیا واللہ اعلم طحطاوی مین ہی کہ صحیح تر قول یہ ہی کہ مذبوحہ کی علامت یہ ہی کہ اسکی گردن کی شہ رگین خون سے خالی ہوتی ہین اور مردار کی خون سے بھری ہوتی ہین ایماء
الاخرس وکتابتہ کالبیان باللسان گونگے کا اشارہ اور لکھنا بیان کے مانند ہی یعنی زبان سے بولنے کے برابر ہم یعنی گونگا آدمی اگر ہاتھ یا ابرو وغیرہ سے اشارہ کرے تو زبانی
تقریر کے مانند ہی ثبوت احکام مین بشرطیکہ حاکم اسکا اشارہ سمجھے یا حاکم کو اسکا کوئی اشارہ فہیم متقی سمجھا دے اور یہ اسی گونگے کی اگرچہ کتابت بسبب عدم تعلیم اور تعلم کے مشکل ہی
لیکن اگر بطریق خرق عادت کے واقع ہو تو بمنزلہ بیان زبانی کے ہی واللہ اعلم کذا فی الطحطاوی **بخلاف معتقل اللسان** برخلاف معتقل اللسان کے ہم معتقل اللسان بفتح قاف
وہ ہی جو کلام کرنے پر قادر نہو مگر تکلف سے کذا فی الطحطاوی عن الحموی **وقال الشافعی ہما سواء** اور امام شافعی رح نے کہا کہ گونگا اور معتقل اللسان دونون برابر ہین **فی وصیة ونکاح**
وطلاق وبیع وشراء وقود وغیرہا من الاحکام ای ایماء الاخرس فیما ذکر معتبر ومثلہ معتقل اللسان ان علمت اشارتہ وامتدت عقلتہ الی موتہ بہ یفتی قلت وفی الوصایا
اشارہ گونگے کا زبانی بیان کے مانند ہی وصیت مین اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شراء اور قصاص وغیرہا من الاحکام مین یعنی گونگے کا اشارہ اشیاء مذکورہ مین معتبر ہی اور
گونگے کے مانند معتقل اللسان ہی بشرطیکہ اسکا اشارہ مفہوم ہوتا ہو اور اسکا عدم تکلم اسکی موت تک ممتد اور متصل ہو اسی قول پر فتوی ہی مین کہتا ہون اور یہ قول کتاب
الوصایا مین مذکور ہو گیا وذکرہ ہنا الاکمل وابن الکمال والزیلعی وغیرہم ثم مفاد کلامہم انہ لو اقر بالاشارة او طلق مثلا توقف فان مات علی عقلتہ نفذ مستندا
الی الاول اور معتقل اللسان کو یہان اکمل اور ابن کمال اور زیلعی وغیرہم نے ذکر کیا ہی پھر دریافت کرنا چاہیے کہ انکے کلام سے یہ مستفاد ہوتا ہی کہ اگر معتقل اللسان
اشارہ سے کچھ اقرار کرے یا مثلاً طلاق دے تو اقرار اور طلاق کا حکم موقوف رہے گا سو اگر وہ مر گیا اسی حالت عدم تکلم پر تو اقرار اور طلاق نافذ ہوگا بطریق
استناد کے اور اگر عدم تکلم تا موت ممتد نہین تو طلاق وغیرہ نافذ نہوگا جب طلاق نافذ ہو تو اسکی زوجہ کو نکاح کرنا جائز ہی اگر اسکی عدت گذر گئی ہو اشارہ
یا کتابت کے وقت سے وعلیہ فلو تزوج بالاشارة لا یحل لہ وطؤہا لعدم نفاذہ لکنہ اذا مات بحالہ کان لہا المہر من ترکتہ قالہ المصنف اور بنا بر قول مذکور کے اگر
معتقل اللسان نے اشارہ سے نکاح کیا تو اسکو وطی کرنا زوجہ کا حلال نہین نکاح کے نافذ نہونے کی وجہ سے لیکن جب وہ مر جاویگا زوجہ کا مہر اسکے ترکہ سے
لازم ہوگا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین لکن ذکر ابنہ فی الزواہر عند ذکر الاشباہ الاحکام الاربعة لیکن مصنف کے فرزند نے زواہر الجواہر مین ذکر کیا ہی اشباہ
کے احکام اربعہ کے ذکر کے نزدیک ہم یہ استدراک ہی علماء مذکورین کے کلام پر احکام اربعہ مذکورہ یہ ہین اقتصار انقلاب استناد تبیین اقتصار چنانچہ انشاء طلاق
وعتاق اور انقلاب یہ کہ جو چیز علت نہین وہ علت ہو جاوے چنانچہ طلاق شرطی تو جب شرط طلاق کی پائی جاویگی مثلاً دخول دار تو جو طلاق کی علت نہین وہ علت
ہوگی اور استناد یہ کہ حکم فی الحال ثابت ہو پھر مستند ہو یعنی منسوب ہو اس سبب کی طرف جسکا وجود مقدم تھا جیسے نصاب پر زکوة واجب ہوتی ہی سال پورے

ہونے سے مستند الی وجود النصاب یعنی جب سے کہ نصاب کا وجود ہوا اور تبیین یہ کہ فی الحال ظاہر ہو کہ حکم ثابت تھا پہلے سے چنانچہ آج یوں کہا کہ اگر زید گھر
میں ہو تو زوجہ مطلقہ ہے اور دوسرے دن ظاہر ہوا کہ زید گھر میں تھا تو طلاق آج ہی واقع ہوگی اور آج ہی سے عدت شروع ہوگی اور استناد اور تبیین میں فرق یہ ہے کہ تبیین کی
اطلاع عباد ممکن ہے اور استناد میں ممکن نہیں کذا فی الاشباہ ملخصا ان قولھم والضابط للمقتصر والمستند ان ما صح تعلیقہ بالشرط یقع مقتصرا وما لا یصح تعلیقہ یقع مستندا
کما فی البحر من باب التعلیق یخالف ذلک اذ مقتضاہ وقوع الطلاق والعتاق ونحوھما مما یصح تعلیقہ بالشرط مقتصرا فتنبہ صاحب زواہر نے کہا کہ مقرر علما کا یہ قول اور
قاعدہ کلیہ مقتصر اور مستند کے واسطے یہ کہ جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ بطریق اقتصار کے واقع ہوتا ہے اور جسکی تعلیق صحیح نہیں وہ بطریق استناد کے واقع ہوتا ہے
چنانچہ بحر الرائق میں باب التعلیق سے مخالف ہے اسکے جو مصنف نے اکمل اور ابن کمال اور زیلعی کی طرف منسوب کیا ہے اسواسطے کہ مقتضا قاعدہ مذکورہ یہ ہے کہ طلاق
اور عتاق اور انکے مانند جسکی تعلیق شرط پر صحیح ہے وہ واقع ہونے بطریق اقتصار کے واقع ہو نہ بطریق استناد کے تو آگاہ اور خبردار رہنا کہ اکمل وغیرہ کا مفاد کلام قاعدہ کلیہ کے مخالف
ہے لا تکون اشارتہ وکتابتہ کالبیان فی حد لانہا تندرئ بالشبہات لکونہا حق اللہ تعالی ولا فی شہادۃ مافیہ نہ ہوگا گونگے کا اشارہ اور لکھنا اسکا بیان کے مانند کسی
حد میں عددونسے اسواسطے کہ حدود شبہات سے ٹالی جاتی ہیں اسلیے کہ وہ حق اللہ ہیں اور نہ کسی گواہی میں بیان کے برابر ہے اسکا اشارہ اور کتابت کذا فی الملتقط صحیح
اسلامہ بالاشارۃ ظاہر کلامھم نعم ولم ارہ صریحا اشباہ اور کیا صحیح ہے مسلمان ہوجانا گونگے کا اشارہ سے فقہا کا ظاہر کلام اسپر دلالت کرتا ہے کہ ہاں اسلام اسکا صحیح ہے
اور میں نے اسکو صریح نہیں دیکھا کذا فی الاشباہ ابتلع الصائم بصاق محبوبہ یقضی ویکفر والا لکن محبوبہ لا یکفر درر فی الصوم روزہ دار اپنے معشوق کی رال پی گیا تو روزہ کی
قضا کرے اور کفارہ دے اور اگر اسکا معشوق نہیں تو کفارہ نہ دے اور کتاب الصوم میں یہ مذکور ہو گیا ہے اسواسطے کہ انسان دوسرے کی رال سے گھنا تا ہے اور نہایت
مکروہ جانتا ہے تو خمیرہ وغیرہ کے مانند ہوگی اور اگر رال محبوب کی ہے تو اسکو مکروہ نہیں جانتا تو وہ روٹی وغیرہ کے مانند ہوگئی کذا فی الطحطاوی قتل بعض الحجاج عذر
فی ترک الحج مر فی الحج مقتول ہو جانا بعضے حاجیوں کا عذر ہے حج کے ترک کرنے میں اور وہ مذکور ہو چکا کتاب الحج میں منعہا زوجہا من الدخول علیہا وھو یسکن معہا
فی بیتہا النشوز حکما کما حررناہ فی باب النفقۃ منع کرنا زوجہ کا اپنے زوج کو اپنے پاس کے آنے سے اور حالانکہ زوج اپنی زوجہ کے پاس رہتا ہے زوجہ کے گھر میں
نافرمانی ہے حکما چنانچہ ہم نے اس مسئلہ کی باب النفقہ میں تحریر اور تحقیق بیان کی ہے حکم نافرمانی اسواسطے کہ اُسنے اسکو ناحق روکا تو زوج پر زوجہ کا نفقہ واجب نہوگا روکنے
تک ولو کان المنع لینقلہا الی منزلہ فلیست ناشزۃ لوجوب السکنی علیہ اور اگر زوجہ کا روکنا اسواسطے ہو کہ زوج زوجہ کو اپنے گھر میں لیجائے تو اب زوجہ نافرمان
نہیں بسبب واجب ہونے سکنی کے زوج پر او کان یسکن فی بیت الغصب فامتنعت منہ لا تکون ناشزۃ لانہا محقۃ اذ السکنی فیہ حرام بخلاف ما لو کان فیہ شبہۃ
یا کہ زوج غصب کے گھر میں رہتا ہو سو زوجہ زوج سے علیحدہ رہے تو وہ نافرمان نہوگی اسواسطے کہ حق پر زوجہ ہے اسلیے کہ غصب کے مکان میں رہنا حرام ہے برخلاف
اس صورت کے کہ مکان میں شبہہ ہو حکم شبہہ کی یہ صورت ہے کہ زوج نے مثلا مکان خرید کیا مجہول مال سے کذا فی الطحطاوی مال مجہول وہ ہے جسکی حلت اور حرمت معلوم
نہیں قالت لا اسکن مع امتک وارید بیتا علیحدۃ لیس لہا ذلک وکذا مع ام ولدہ وکلہ مر فی النفقۃ زوجہ نے زوج سے کہا کہ میں تیری لونڈی کے
ساتھ نہ رہوں گی اور میں علیحدہ گھر چاہتی ہوں تو زوجہ کو اسکا اختیار نہیں اور اسی طرح زوج کے ام ولد کے ساتھ نہ رہنے کا اسکو اختیار نہیں اور یہ سب باب النفقہ میں مذکور
ہو گیا قال لعبدہ یا مالکی او قال لامتہ انا عبدک لا یعتق لانہ لیس بصریح ولا کنایۃ مالک نے اپنے غلام سے کہا اے میرے مالک یا اپنی لونڈی سے
کہا کہ میں تیرا غلام ہوں تو لونڈی یا غلام آزاد نہ ہوگا اسواسطے کہ یہ آزاد کرنے میں نہ صریح ہے نہ کنایہ بخلاف قولہ لعبدہ یا مولائے اذ
کنایۃ علی ما مر فی محلہ برخلاف اس قول کے کہ اُسنے اپنے غلام سے کہا اے مولے میرے اسواسطے کہ یہ کنایہ ہے بنابر اُس تقریر کے جو اپنے محل میں گذر گئی یعنی کتاب
الاعتاق میں حموی طحطاوی نے کہا کہ یہ امر اسی کا لفظ مالک اور غلام میں مشترک ہے اور نیت سے ایک معنی کی تعیین ہوگی لیکن منح الغفار میں یوں تعلیل ذکر
ہے کہ مولے کے حقیقی معنی ثبوت ولاء علی المعتق پر دلالت کرتے ہیں اور یہ نہیں مگر عتق سے تو غلام آزاد ہوگا انتہی اور ظاہر اس کلام کا عدم اشتراط نیت پر

دلالت کرتا ہے ویسا ہی علم العقار المتنازع فیہ لا یخرج من ید ذی الید ما لم یبرہن المدعی علی وفق دعواہ بخلاف المنقول عقار متنازع فیہ
نہ نکالا جائے قابض کے ہاتھ سے جبتک مدعی اپنے دعوے کے موافق (یعنی کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہے کذا فی الحموی) گواہ نہ گذرانے برخلاف منقول کے
م یعنی حاکم عقار کو ذی الید کے ہاتھ سے نہ نکالے قابض کے یوں اقرار کرنے پر کہ ہاں وہ زمین یا مکان میرے قبضہ میں ہے مواضعت یعنی دونوں کے گٹھ جانے
کے احتمال کی وجہ سے یعنی شاید مدعی اور مدعا علیہ نے اسپر اتفاق کیا ہو کہ مدعا علیہ اپنے قابض ہونے کا اقرار کرے تاکہ حاکم اسکا حکم دے پھر جب اُسنے حکم کیا تو اُ
اسکے توڑنے کی کوئی صورت نہیں یہان تک کہ اگر اُس عقار کا کوئی اور مدعی دعوی کرے تو اسکا دعوی مسموع نہوگا تو ذی الید کے قبضہ پر گواہی گذرنے سے مواضعت
کی تہمت دفع ہوجاویگی تو اُسپر حکم کرنا ممکن ہوگا اسکے قبضہ سے خارج کرنے کا بسبب ثابت ہوجانے اُسکے قبضہ کے کذا فی الطحطاوی او یعلم بہ القاضی
ثابت ہو مدعا علیہ کے قبضے کو تو اب گواہی کی حاجت نہیں ولا یکفی تصدیق المدعی علیہ انہ فی یدہ فی الاصح لاحتمال المواضعة اور کفایت نہیں کرتی مدعا علیہ کی تصدیق
کہ وہ عقار اُسکے یعنی میرے قبضہ میں ہے قول اصح میں مواضعت کے احتمال سے یعنی باہم گٹھ جانے کے احتمال سے قلت قدمنا غیر مرة وذکرنا فی باب جنایة المملوک
ان المفتی بہ فی زماننا انہ لا یعمل بعلم القاضی قائل میں کہتا ہون ہم نے چند بار آگے مذکور کیا پچھلا مرتبہ ذکر کا باب جنایة المملوک ہے کہ قول مفتی بہ ہمارے
زمانہ میں یہ ہے کہ قاضی کی دانست پر عمل نہ ہوگا سو اسکو غور کرلے وہذا اذا ادعاہ ملکا مطلقا اور یہ اُسوقت ہے جبکہ مدعی نے ملک مطلق کا دعوی کیا یعنی اِ
اشتراط اقامت بینہ کا اسپر کہ عقار مدعا علیہ کے ہاتھ میں ہے ملک مطلق کے دعوی میں ہے اما اذا ادعی الشراء من ذی الید واقر بانہ فی یدہ فانکر الشراء واقر بکونہ فی یدہ لم یحتج
البرہان علی کونہ فی یدہ لان دعوی الفعل کما تصح علی ذی الید تصح علی غیرہ ایضا کما بسط فی البزازیہ اور جبکہ مدعی نے ذی الید سے خرید کا دعوی کیا اور
ذی الید کے اس اقرار کا دعوے کیا کہ عقار میرے قبضہ میں ہے سو قابض ذی الید نے اسکے خرید کا انکار اور اپنے قابض ہونے کا اقرار کیا تو اب
ذی الید کے قبضہ ہونے کی گواہی کی حاجت نہ رہی اسواسطے کہ دعوے فعل کا چنانچہ خرید کا دعوے جیسا ذی الید پر صحیح ہے ویسا ہی غیر ذی الید پر بھی
صحیح ہے چنانچہ بزازیہ میں مشرح مذکور ہے عقار لا فی ولایة القاضی یصح قضاؤہ فیہ کالمنقول ہو الصحیح وتقدم فی القضاء ان المصر لیس بشرط
ویکتب بالحکم القاضی ملک الناحیة لیامرہ بالتسلیم ایک عقار قاضی کی ولایت اور حکومت میں نہیں تو اُس قاضی کا حکم اُس عقار میں صحیح ہے جیسے مال
منقول میں صحیح ہے یہی قول صحیح ہے اور کتاب القضا میں آگے مذکور ہوچکا کہ وہی شہر ہونا صحت قضا میں شرط نہیں یہی قول مفتی بہ ہے اور وہاں کا قاضی
حکم لکھ بھیجے اُس طرف کے قاضی کو جہاں وہ زمین ہے تاکہ وہ اُس زمین کے دلانے کا امر کرے وقیل لا یصح ومشی علیہ فی الکنز والملتقی اور بعضوں نے
کہا کہ قاضی کا حکم غیر حکومت کی زمین میں صحیح نہیں ہے اور اسی قول پر صاحب کنز اور ملتقی چلا ہے ہم مصنف نے اپنی شرح میں کہا کہ ہم نے کنز الدقائق کے
قول سے اسواسطے عدول کیا کہ بزازیہ اور خلاصہ میں مذکور ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ قاضی کا حکم محدود میں صحیح ہے اگرچہ عقار محدود قاضی کی حکومت میں نہو کذا فی الطحطاوی
قضی القاضی ببینة فی حادثة ثم قال رجعت عن قضائی او بدا لی غیر ذلک او وقعت فی تلبیس الشہود او ابطلت حکمی ونحو ذلک لا یعتبر
قول القاضی فی کل ذلک لتعلق حق الغیر وہو المدعی قاضی نے گواہ سنکر ایک حادثہ میں حکم کیا پھر قاضی نے کہا کہ میں اپنے حکم سے پھر گیا یا اسکے سوا مجکو کچھ اور بھلا ہوا
یعنی میں نے ناحق حکم کیا یا کہ میں گواہوں کے فریب میں پڑگیا یا کہ میں نے اپنے حکم کو باطل کردیا یا مانند اسکے اور کچھ کہا ابطال حکم میں تو ان سب باتوں میں قاضی کا
قول معتبر نہوگا بسبب متعلق ہوجانے حق غیر کے یعنی مدعی کی حق تلفی کی وجہ سے ہم اور دوسری وجہ یہ ہے کہ رائے اول راجح ہوگئی حکم دینے سے تو رائے ثانی سے
جو اُسکے برابر ہے منقوض نہوگی کذا فی الطحطاوی والقضاء ماض ان کان بعد دعوی صحیحة وشہادة مستقیمة اور قاضی کا حکم جاری اور نافذ ہے اگر صحیح دعوے
اور شہادت مستقیمہ کے بعد واقع ہوا ہو ہم صحیح دعوی وہ ہے جس سے دعوی کے احکام متعلق ہوں تو آئینۃ مدعی اور مدعی علیہ کا حاضر ہونا دار القضا میں اور
مدعا علیہ جواب کا اور گواہوں سے ثابت کرنا مثلاً ضرور ہوگا اور شہادت مستقیمہ عبارت ہے شہادت عدول اور ثقات سے جو شرائط صحت کی جامع ہے تو اس دعو

اور شہادت غیر مستقیمہ میں اقوال مذکورہ قاضی کے معتبر ہونگے اور حکم قاضی کا باطل ہوجاویگا اور فاسد دعوی کی صورت یہ ہے کہ مجہول چیز کا دعوی کرے اور بیان
نہ کرے کہ وہ بالغ ہے یا اصناف زمین ہے اور منجملہ شہادت غیر مستقیمہ کے یہ ہے کہ قاضی اپنی دانست پر حکم کرے پھر اسکے علم کی خطا ظاہر ہو تو قاضی کو اپنا حکم جاری رکھنا
لائق نہیں کذا فی الطحطاوی عن الحموی ملخصا بتصرف الا انی علمت مرّ ان القضاء بالعلم وبخلاف مذہبہ ادتہر خشارہ قاضی کا حکم دعوی صحیح اور شہادت مستقیمہ کے
بعد نافذ ہے مگر تین صورتوں میں نافذ نہیں جو کتاب القضا میں مذکور ہو گئیں یعنی اگر قاضی نے اپنی دانست پر بدون گواہوں کے حکم کیا یا اپنے برخلاف مذہب کے
حکم کیا یا قاضی کی خطا ظاہر ہو گئی **اذا قال الشہود قضیت وانکر القاضی فالقول لہ** بیمین قالہ ابن الغرس فی الفواکہ البدریۃ وزاد فی البزازیۃ وزاد محمد رح
ما دام فی العمل فینفذہ **قاضٍ آخر** فینبغی لایکون القول لہ فانہ لم ینقض او وجود قضاء بالثانی بہ قال المصنف وہو قید حسن لم ار من نبہ علیہ غیر صاحب البحر جبکہ گواہوں نے قاضی
سے کہا کہ تونے حکم دیا ہے اور قاضی حکم دینے کا منکر ہے تو قاضی کا قول معتبر ہوگا یہی قول مفتی بہ ہے ایسا کہا ہے ابن الغرس نے فواکہ بدریہ میں بزازیہ میں اتنا زیادہ
کہا ہے کہ یہ قول محمد رح کے خلاف ہے بحر الرائق میں یہ قید زیادہ کی ہے کہ جب تک قاضی منکر کے قول کو دوسرے قاضی نے نافذ کردیا ہو تو اب قاضی کا قول
عدم قضایا میں مقبول نہوگا بسبب موجود ہونے دوسرے قاضی کے علم کے مصنف نے کہا اور یہ قید خوب ہے میں واقف نہوا اس قید پر سوائے صاحب بحر کے
اور کسی کتاب میں **شرط نفاذ القضاء فی المجتہدات** من حقوق العباد ان یصیر الحکم **فی حادثۃ** بان یتقدمہ دعوی صحیحۃ من خصم علی خصم حاضر منازع شرعی
شرط نافذ ہونے قضا کی مسائل اجتہادیہ میں حقوق عباد سے یہ ہے کہ حکم ہر حادثہ میں اسطرح پر کہ نفاذ قضا پر دعوی صحیح مقدم ہو چکا ہو ایک مخاصم سے دوسرے
مخاصم پر جو منازع شرعی ہے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ مثلاً قاضی مالکی کا فیصلہ حنفی قاضی کے روبرو پیش ہوا کہ وہ اسکو جاری کردے تو بلا حضور خصمین کے حنفی کو
اسکا نافذ کرنا جائز نہیں طحطاوی نے کہا حقوق عباد کی قید اسواسطے لگائی کہ اللہ تعالی کے حقوق میں جیسا کہ حدود اور عتق اور طلاق میں حادثہ ہونا شرط
نہیں اور منازع کی قید سے غیر منازع خارج ہو گیا اور منازع شرعی کی قید سے منازع غیر شرعی جیسا کہ فضولی اور مودع اور مستعیر نکل گئے اسواسطے کہ انکا نزاع
معتبر نہیں انتہی فلو برہن علی الحق علی آخر عند قاض فقضی بہ برہانہ بدون منازعۃ ومخاصمۃ شرعیۃ وتداع بینہما لم ینفذ قضاؤہ لفقد شرطہ وہو التداعی بخصومۃ
شرعیۃ وکان افتاء فیحکم بمذہبہ لا بخیر لما قدمناہ فی القضاء وزادہ تفولہ تو اگر مدعی نے اپنا حق دوسرے شخص پر قاضی کے روبرو گواہوں سے ثابت کیا
سو دوسرے قاضی نے گواہ سنکر اسکا حکم کردیا بدون منازعت اور مخاصمت شرعی کے اور بدون اسکے کہ متخاصمین میں تداعی اور باہم خاصمۃ ہوا اور
میں واقع ہوا ہو تو دوسرے قاضی کا حکم نافذ نہوگا بسبب نہونے شرط نفاذ کے یعنی تداعی بخصومت شرعیہ تو اب یہ قضا بمنزلہ فتوی دینا کے ہے تو قاضی اپنے
مذہب کے موافق حکم کرے نہ غیر کے مذہب کے موافق چنانچہ ہمنے اسکو کتاب القضا میں ذکر کردیا اور مصنف نے اپنے قول آئندہ میں اسکو بیان کیا فلو رفع الیہ ای الحنفی قضاء
مالکی بلا دعوی لم یلتفت الیہ ویعمل الحنفی بمقتضی مذہبہ لعدم تقدم ما بمنعہ من ذلک لخروج قضاء المالکی مخرج الفتوی لعدم تقدم الخصومۃ الشرعیۃ التی ہی
شرط انعقاد القضاء فی حق العباد تو اگر مرافعہ ہو قاضی حنفی کی طرف مالکی مذہب کے قاضی کی قضا کا بدون دعوی کے تو اسکی طرف التفات نکیا جاوے اور قاضی حنفی
مقتضاء اپنے مذہب کے عمل کرے بسبب عدم تقدم اس شرط کے جو اسکو اپنے مذہب پر عمل کرنے سے مانع ہو بعلت خروج قضاء مالکی مخرج فتوی کے یعنی انعدام شرط
سے قضا بمنزلہ فتوی کے ہو گئی بجہت عدم تقدم خصومت شرعیہ کے جو شرط تھی انعقاد قضا کی حق العباد میں **اذا ارتاب القاضی فی حکم القاضی الاول لہ طلب
شہود الاصل** جرفی القضاء قیدنا بارتیابہ فی حکم الاول فافادانہ اذا لم یرتب فیہ لا یتعرض لہ جب تردد میں پڑے قاضی پہلے قاضی کے حکم میں تو اسکو جائز ہے
اصل کے گواہوں کو طلب کرنا یہ مسئلہ مذکور ہو گیا کتاب القضا میں مصنف نے قاضی اول کے حکم میں تردد کی قید لگائی تو یہ فائدہ ظاہر کردیا کہ جب اسمیں اسکو تردد
نہو تو طلب شہود کا متعرض نہو فکان فی الفواکہ البدریۃ قالوا قضاء العدل العالم لا ینقض ویحمل علی السداد بخلاف قضاء غیرہ یعنی اذا تبین وجہ فسادہ بطریقۃ فلتتامل
ننتقضہ فواکہ بدریہ میں کہا کہ فقہا نے کہا ہے کہ قاضی متقی عالم کا حکم توڑا نہیں جاتا اور راستی اور درستی پر محمول ہوتا ہے بخلاف قضاء اس قاضی کے کہ

متقی نہین یا جاہل ہی کہ اب نقض قضا جائز ہی یعنی اُس شہر والے جبکہ فساد قضا کی وجہ صاف ظاہر ہو گئی ہو اُسکے واسطے مخصوص ہے تو درست واسطے کو اُسکا توڑنا جائز ہی
ہم قاضی اول کی قضا مین ارتیاب کی یہ صورت ہی کہ وہ متقی نہین جو چاہتا ہی اُسکا حکم کر دیتا ہی اور ظہور وجہ فساد کی یہ صورت ہی کہ ثبوت محدود کا حکم کیا اور حالانکہ
یہ بیان اُسمین نہین کہ وہ باغ ہی یا مکان زمین یا کہ قاضی نے رشوت لیکر حکم کیا تو اس صورت مین قضا باطل ہی کذا فی الطحطاوی **اذا ترتب بیع التعاطی علی**
بیع باطل او فاسد لا ینعقد لما مر فی اول البیع عن الخلاصة والبزازية والبحر جبکہ بیع التعاطی مترتب ہو بیع باطل یا بیع فاسد پر تو منعقد نہوگی یہ مسئلہ مذکور ہو گیا اول
کتاب البیع مین خلاصہ اور بزازیہ اور بحر الرائق سے ہم بیع باطل جیسے بیع مردار یا خون کی اور بیع فاسد وہ ہی جسمین وہ شرط ہو جو مقتضائے بیع نہین اور ترتب کی
لفظ سے اسپر اشارہ کیا کہ متعاقدین مین متارکہ واقع نہین ہوا اور اگر متارکہ ہوگا تو بیع فاسد تعاطی سے صحیح ہو جاویگی کذا فی الطحطاوی **خبأ قوما ثم سأل رجلا عن**
شئی فاقر به وهم یرونه ویسمعون کلامه وهو لا یراهم جازت شهادتهم علیه بذلك الاقرار ایک شخص نے چھپا رکھا قوم کو پھر ایک مرد سے پوچھا سوال
اُس شی کا اقرار کیا اور قوم کے لوگ اسکو دیکھتے ہین اور اسکا کلام سنتے ہین اور وہ یعنی مقر انکو نہین دیکھتا ہی تو انکی گواہی اُس شخص کے اس اقرار پر جائز ہی **وان**
سمعوا کلامه ولم یروه لا تجوز شهادتهم علیه لان النغمة تشبه النغمة الا اذا علموا انه لیس فیه غیره بان دخلوا البیت ثم خرجوا وجلسوا علی بابه ولا مسلك له
غیره ثم دخل رجل فسمعوا اقراره ولم یروه وقته اور اگر لوگون نے کلام اُسکا سنا اور اُسکو نہ دیکھا تو انکی گواہی اُسپر جائز نہین اسواسطے کہ آواز متشابہ ہوتی ہی دوسری آواز کے
مشتبہ واقع ہوگا مگر جبکہ لوگون نے معلوم کیا کہ اس مکان مین سوائے اقرار کرنے والے کے دوسرا نہین ہی اسطرح پر کہ وہ لوگ خالی کوٹھری مین داخل ہوئے پھر باہر
نکلے اور بیٹھے دروازہ پر اور اس کوٹھری کی سوائے اُس دروازہ کے کوئی اور راہ نہین پھر ایک مرد اُس کوٹھری مین داخل ہوا سو اُن لوگون نے اُسکا اقرار
سنا اور اقرار کے وقت اسکو نہین دیکھا تو اب شہادت جائز ہی یعنی عدم اشتباہ کی وجہ سے **باع عقارا او حیوانا او ثوبا وابنه وامرأته او غیرهما من اقاربه حاضر**
یعلم به ثم ادعی الابن مثلا انه ملکه لا تسمع دعواه کذا اطلقه فی الکنز والملتقی وجعل سکوته کالافصاح قطعا للتزویر والحیل بیچا عقار یا جانور یا کپڑا اور حالانکہ بائع
کا بیٹا یا اُسکی عورت یا اُنکے سوا کوئی اور قرابت دار حاضر ہی اور بیع کو جانتا ہی پھر مثلاً بائع کے بیٹے نے یہ دعوی کیا کہ مبیع میری ملک ہی نہ بائع کی تو اُسکا یہ دعوی
مسموع نہوگا اسی طرح مطلق بلا قید تصرف بیان کیا ہی کنز اور ملتقی مین اور اُسکا ساکت رہنا بیان کے مانند ٹھہرایا قطع تزویر اور قطع حیل فاسدہ کے واسطے
ہم یعنی حضور اور علم اور عدم منازعت فرزند کو اُسکا اقرار ٹھہرایا کہ مبیع بائع کی ملک ہی اور زیلعی نے فتاوی ابو اللیث سے نقل کرکے اسمین تصرف مشتری کی قید لگائی ہی
یعنی اگر وارث بائع کا تصرف مشتری کے وقت سکوت کرے تو اب دعوی اُسکا مسموع نہوگا مصنف نے اپنی شرح مین کہا کہ اس قید سے تو قریب اور ہمسایہ برابر
ہوا جاتا ہی اور حالانکہ ہمسایہ قریب کے برابر نہین چنانچہ یہ مخفی نہین اُسپر جو فقہا کے کلام کو تامل کرے کذا فی الطحطاوی مختصرا وقالوا فیمن زوجوه بلا جهاز ان سکوته عن
طلب الجهاز عند الزفاف رضی فلا یملك طلب الجهاز بعد سکوته کما مر فی باب المهر اور فقیہون نے اُس مرد کے حق مین جسکا نکاح بدون جہیز کے کر دیا کہا ہی کہ اُس
مرد کا ساکت رہنا طلب جہیز سے زفاف کے وقت رضامندی ہی عدم جہیز پر تو اب طلب جہیز کا مالک نہوگا بعد ساکت ہو جانے اپنے کے چنانچہ باب المہر مین
گذر گیا **بخلاف الاجنبی فان سکوته ولو جارا لا یکون رضی** برخلاف اجنبی شخص کے اسواسطے کہ اُسکا سکوت اگرچہ وہ بائع کا ہمسایہ ہو رضامندی نہوگا **الا اذا**
سکت وقت البیع والتسلیم وتصرف المشتری فیه زرعا وبناء فحینئذ لا تسمع دعواه علی ما علیه الفتوی قطعا للاطماع الفاسدة مگر جبکہ اجنبی شخص نے سکوت کیا
بیع اور تسلیم بیع کے وقت اور مشتری نے اسمین تصرف کیا زراعت کرنے اور مکان بنانے سے تو اب اُسکا دعوی مسموع نہوگا بنا بر اُس قول کے جسپر فتوی ہو گیا ہی تاکہ فاسد لالچ
قطع ہو جاوین بخلاف ما اذا باع الفضولی ملك رجل والمالك ساکت حیث لا یکون سکوته رضی عندنا خلافا لابن ابی لیلی بزازیة آخر الفصل الخامس وغیره اور
برخلاف اس صورت کے کہ فضولی نے ایک مرد کی ملک بیع کی اور حالانکہ مالک ساکت ہی کیونکہ اُسکا چپ رہنا رضامندی نہین ہم حنفیون کے نزدیک
برخلاف مذہب ابی لیلی کے چنانچہ بزازیہ کی پانچوین فصل کے آخر مین مذکور ہی اور اُسکے سوائے اور کتاب مین بھی ہم ساوت مالک اسواسطے رضا نہوا کہ

یہاں سکوت رضا اور عدم رضا دونوں کا محتمل ہے کذا فی المجتبی باع ضیعة ثم ادعی انها وقف علیه او علی مسجد کذا کنت وقفتها او اراد تحلیف المدعی علیه لیس له ذلک اتفاقا للتناقض وان اقام بینة تقبل علی الاصح لا لصحة الدعوی بل القبول البینة فی الوقف بلا دعوی خلافا لما صوبه الزیلعی وقد حققناه فی الوقف وباب الاستحقاق ایک شخص نے زمین بیچی پھر دعوی کیا کہ وہ زمین تو مجھپر وقف ہے یا فلانی مسجد پر وقف ہے یا میں نے اسکو وقف کیا تھا اور بائع مدعا علیہ کی تحلیف چاہے تو یہ اسکو جائز نہیں بالاتفاق بسبب تناقض کے اور اگر بائع نے اسپر گواہ قائم کیے تو گواہی مقبول ہوگی بنا بر صحیح تر قول کے نہ اس وجہ سے کہ دعوی بائع کا صحیح ہے بلکہ اس وجہ سے کہ وقف میں بدون دعوی کے بھی گواہی مقبول ہوجاتی ہے برخلاف اس قول کے جسکی زیلعی نے تصویب کی ہے یعنی عدم قبول شہادت کو صواب کہا ہے اور ہمنے اس مسئلہ کو کتاب الوقف و باب الاستحقاق میں بیان کیا ہے وہبت مهرها لزوجها فماتت وطالبت ورثتها بمهرها وقالوا کانت الهبة فی مرض موتها وقال بل فی الصحة فالقول للورثة بها افتی به فی الخانیة تبعا لروایة الجامع الصغیر بعد نقله لما فی فتاوی النسفی ان القول للزوج فقال والاعتماد علی تلک الروایة لانهم تصادقوا علی وجوب المهر واختلفوا فی السقوط فالقول لمنکره انتہی زوجہ نے اپنا مہر زوج کو ہبہ کیا پھر وہ مرگئی اور زوجہ کے وارثوں نے اسکا مہر زوج سے طلب کیا اور دعوے کیا کہ ہبہ مہر کا حالت مرض الموت میں واقع ہوا اور زوج نے کہا بلکہ اسنے صحت میں ہبہ کیا تو وارثوں کا قول مقبول ہوگا اسی پر اعتماد کیا ہے فتاوی قاضیخان میں جامع صغیر کی روایت کی پیروی کر کے بعد نقل کرنے اس قول کے جو فتاوی نسفی میں ہے یہ کہ زوج کا قول مقبول ہے سو قاضیخان نے کہا کہ اسی روایت سابقہ پر اعتماد ہے سو اسلیئے کہ ان سب نے وجوب مہر پر اتفاق کیا اور سقوط مہر میں اختلاف تو منکر سقوط کا قول معتبر ہوگا انتہی باقی کلام قاضیخان کا یہ ہے کہ یہ حادث ہے اور حوادث میں اصل یہ ہے کہ اقرب اوقات کی طرف نسبت ہوں قلت وارده فی تنویر البصائر واعتمده مستدلا علی خلاف ما جزم به فی الملتقی کالکنز من ان القول للزوج وان جزم به شراحه کالزیلعی وابن سلطان بانه الاستحسان فتنبه اور ورثہ کے قول معتبر ہونے کو ثابت رکھا ہے تنویر البصائر میں اور اسی پر اعتماد کیا ہے ہمارے استاد نے برخلاف اس قول کے جسکا ملتقی الابحر میں کنز الدقائق کی مانند یقین کیا ہے وہ یہ قول ہے کہ زوج کا قول معتبر ہے اگرچہ زیلعی اور ابن سلطان کنز کے شارحوں نے اسکا یقین کیا ہے کہ زوج کا قول معتبر ہونا استحسان ہے یعنی اور ورثہ کا قول مقبول ہونا قیاس ہے تو اس اختلاف سے خبردار رہنا قلت واستظهره ابن الهمام فی آخر المهر فقال وجه الظاهر ان الورثة لم یکن لهم حق بل لها وهم یدعونه لانفسهم والزوج ینکر فالقول له میں کہتا ہوں اور قول زوج کے معتبر ہونے کی تقویت کی ہے کمال الدین بن الہمام نے آخر باب مہر میں اور یوں کہا کہ قول ظاہر کی وجہ یہ ہے کہ وارثوں کا حق مہر میں نہیں بلکہ زوجہ کا حق ہے اور وارث اسکا دعوی کرتے ہیں اپنے فائدہ کیواسطے اور زوج منکر ہے تو زوج ہی کا قول معتبر ہوگا نہ وارثوں کا لان القول قول المنکر والله اعلم وکلها بطلاقها فهنا لا یملک عزلها لانه یمین من جهته زوج نے زوجہ کو اپنی طلاق کا وکیل کیا تو اب زوج زوجہ کو وکالت مذکورہ سے معزول نہیں کرسکتا اسواسطیکہ زوجہ کو وکیل کرنا یمین ہے زوج کی جہت سے ہم یعنی وکیل کرنے میں معنی یمین ہے یعنی طلاق زوجہ کی تعلیق ہے زوجہ کے فعل پر اور یمین میں رجوع کا اختیار نہیں الیکن یہ توکیل مجلس پر منحصر ہے اسواسطے کہ فتاوی صغری میں مذکور ہے کہ اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ میں نے تجکو وکیل کیا اسکا کہ تو اپنی ذات کو طلاق دے تو یہ وکالت اسی مجلس پر مقصور ہے انتہی برخلاف توکیل اجنبی کے کہ وہ مجلس پر منحصر نہیں ہے اور رجوع کا اختیار ہے کذا فی الحظاوی مختصرا وعلقه بلفظ ای فی متی عزلتک فانت وکیلی فطریقه ان یقول فی عزله عزلتک ثم عزلتک لان متی لعموم الاوقات دون الافعال فلعموم الافعال ایک نے دوسرے سے کہا کہ میں نے تجکو اس کام کا وکیل کیا اس شرط پر کہ میں جب تجکو معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اسکے معزول کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یوں کہے کہ میں نے تجکو معزول کیا پھر تجکو میں نے معزول کیا اسواسطے کہ لفظ متی کا عموم اوقات کے واسطے موضوع ہے اور کلما کا لفظ تو عموم افعال کے واسطے موضوع ہے فلو قال کلما عزلتک فانت وکیلی یقول فی عزله رجعت عن المعلقة وعزلتک عن الوکالة المنجزة الحاصلة من لفظ کلما فحینئذ ینعزل تو اگر یوں کہا کہ ہر بار میں تجکو معزول کروں سو تو میرا وکیل ہے تو اسکے معزول کرنے میں یوں کہے کہ میں پھرا وکالت معلقہ سے اور میں نے تجکو معزول کیا وکالت منجزہ سے جو حاصل ہوئی کلما کی لفظ سے جسکا ترجمہ ہر بار ہے تو اب وہ معزول ہوجاوے گا قبض بدل الصلح شرط ان کان دینا بدین بان صالح علی دراهم عن دنانیر او عن شیء آخر فی الذمة

قبض کرنا بدل صلح کا شرط ہے اگر صلح واقع ہوئی ہو ایک دین کی دوسری دین سے اسطرح پر کہ درہمون پر صلح کی دیناروں سے یا اور کسی چیز سے جو ثابت ہے ذمہ
مین ۹ والا بان دینا بدین لا یشترط قبضہ لان الصلح اذا وقع علی عین تعین لا یبقی دینا فی الذمۃ فجاز الافتراق عنہ اور اگر صلح دین کی دین سے نہو تو بدل صلح کا
قبض کرنا شرط نہین اسلیے کہ جب صلح واقع ہوئی عین پر تو وہ متعین ہوگئی ذمہ پر دین باقی نہ رہی تو اُسپر افتراق جائز ہے یعنی برخلاف مسئلہ سابقہ کے کہ وہان
افتراق صحیح نہین کیونکہ وہان صلح معاوضہ صرفی ہوگئی اور صرف مین افتراق جائز نہین قال المدعی لا بینۃ لی فبرھن ولو بعد حلف خصمہ جواہر الفتاوی وکذا
لو قال بعد طلبہ لیمینہ اذا حلفت فانت بری من المال الذی علیک وحلف ثم برھن علی الحق قبل وقضی لہ بالمال خانیہ مدعی نے کہا کہ میرے دعوے پر گواہ نہین پھر وہ
گواہ لایا اگرچہ مدعا علیہ کے قسم کھانے کے بعد گواہی ثابت کی ہو کذا فی جواہر الفتاوی اور اسی طرح اگر مدعی نے مدعا علیہ کے قسم کے طلب کرنے کے وقت یون
کہا کہ جب تو قسم کھائے گا تو بری الذمہ ہو جائیگا میرے اُس مال سے جو تجھپر ہے اور اُسنے قسم کھائی پھر مدعی نے گواہی ثابت کی اب حق پر گواہی مقبول ہوگی اور
اُسکو مال دلایا جاویگا کذا فی الخانیۃ ثم طحطاوی نے مناسب مقام ایک نفلیس لہ امام محمد کے کلام سے نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار درم
ہین سو دوسرے شخص نے کہا کہ اگر تو قسم کھالے کہ ہزار درم مجھپر ہین تو مین اُنکو ادا کردون سو اُسنے قسم کھائی اور مدعا علیہ نے درم ادا کیے سو اگر اُسنے شرط مذکور پر ادا کیے تو یہ
باطل ہے اور ادا کرنے والے کو پھیر لینا جائز ہے اسواسطے کہ یہ شرط باطل مطابق شرع کے نہین اسواسطے کہ قسم شرع شریف مین منکر پر ہے نہ مدعی پر انتہی او قال الشاہد لا شہادۃ
لی فشہد تقبل لامکان التوفیق بالنسیان ثم التذکیر یا گواہ نے کہا کہ میری گواہی نہین پھر اُسنے گواہی دی تو گواہی مقبول ہوگی بسبب امکان توفیق کے بھولنے سے پھر یاد
کرنے سے یعنی یہ امر ممکن ہے کہ اول گواہی یاد نہین پڑی تو اُسکی نفی کی پھر یاد آئی تو ظاہر کی ایسا اختلاف قول مانع قبول کا نہین کما لو قال لیس لی عند فلان شہادۃ
ثم جاء بہ فشہد او قال لا حجۃ لی علی فلان ثم اتی بہا بالحجۃ فانہا تقبل لما قلنا بخلاف ما اذا قال لیس لی حق ثم ادعی حقا لم یسمع للتناقض چنانچہ اگر ایک شخص نے
کہا فلانے شخص کے نزدیک میرے حق کی گواہی نہین پھر اُسی شخص کو لایا سو اُسنے گواہی دی یا یون بولا کہ میرے حق مین فلانے شخص پر کچھ حجت شرعی نہین پھر وہ حجت شرعی کو
لایا یعنی گواہی سے دعوی ثابت کیا تو وہ مقبول ہے اُس دلیل سے جو ہمنے مذکور کی یعنی بدلیل امکان توفیق بالنسیان ثم التذکیر برخلاف اسکے جسکہ بولا کہ میرا حق نہین پھر
اُسنے حق کا دعوی کیا تو دعوی مسموع نہوگا تناقض کے سبب سے ثم اگر کوئی کہے کہ یہان بھی نسیان اور تذکیر سے توفیق مذکور ممکن ہے اسکا جواب یون ممکن ہے کہ اس مسئلہ
مین برادت ذمہ مدعا علیہ قول اول سے ثابت ہو چکی پھر قول ثانی سے عدم برادت ثابت نہوگی کذا فی الطحطاوی للامام الذی ولاہ الخلیفۃ ان یقطع من الطاع
انسانا من طریق الجادۃ ان لم یضر بالمارۃ لان للامام ولایۃ ذلک فکذا نائبہ جس حاکم کو بادشاہ نے حکومت دی ہے اُسکو اختیار ہے کہ قطعہ زمین کا
معین کر دے کسی آدمی کو شاہراہ کے درمیان سے بشرطیکہ اسقدر زمین دینے سے چلنے پھرنے والون کو ضرر نہو اسلیے کہ بادشاہ کو اسکا اختیار ہے تو اسی طرح
اُسکے نائب کو بھی اختیار ہے شارح نے کہا یقطع کا لفظ اقطاع یعنی باب افعال سے ہے مجرد نہین صادرہ السلطان ولم یعین بیع مالہ فلو علیہ ثم مکرہ الا ان
یاخذ الثمن طوعا فباع مالہ بسبب المصادرۃ صح بیعہ لانہ غیر مکرہ کما مر فی الاکراہ ایک شخص سے بادشاہ نے مال طلب کیا اور اُسکے مال کا بیچنا مقرر نہین کیا
یعنی یون نہین کہا کہ یہ مال بیچکر مال دے سو اُسنے اپنا مال بیچا مصادرہ سلطانی کے سبب سے تو اُسکی بیع صحیح ہے اسواسطے کہ بائع مکرہ نہین یعنی بیع پر بالخصوص
جبر نہین ہوا چنانچہ کتاب الاکراہ مین یہ مسئلہ گذر گیا شارح نے کہا سو اگر بادشاہ نے اُسکے مال کی بیع مقرر کر دی تو وہ مکرہ ہے یعنی اُسکی بیع اب صحیح نہین اگرچہ کہ وہ
ثمن اُسکا اپنی خوشی سے لے تو مکرہ نہوگا بیع اُسکی صحیح ہوگی کالدائن اذا حبس بالدین فباع مالہ لقضائہ صح اجماعا جیسے کہ دائن نے مدیون کو محبوس کیا دین کے
سبب سے سو اُسنے اپنا مال بیچا ادائے دین کے واسطے تو بیع اُسکی بالاتفاق صحیح ہے خوفہا زوجہا او غیرہ بالضرب حتی وہبت مہرہا لم یصح ان قدر علی الضرب
لانہا مکرہۃ علیہ زوجہ کو اُسکے زوج نے یا اور شخص نے ڈرایا مارنے سے یہانتک کہ اُسنے اپنا مہر بخشدیا تو یہ ہبہ صحیح نہین اگر وہ شخص عورت کے مارنے پر قادر ہے اسواسطے کہ اُسپر جبر ہوا
مال کی بخشش پر مع ضرب سے ضرب شدید مراد ہے اسواسطے کہ ضرب غیر شدید سے اکراہ ثابت نہین ہوتا وان اکرہہا علی الخلع وقع الطلاق ولا یسقط المال لان طلاق

المکرہ وقع ولا یلزم المال بہ لما قدمنا اور اگر عورت پر اکراہ کیا خلع کرنے پر سو اُسنے خلع کیا بعوض اپنے مہر کے جو زوج پر ہے تو طلاق واقع ہوگی اور مال ساقط نہوگا اسواسطے
کہ مکرہ کی طلاق واقع ہوجاتی ہے اور اکراہ سے مال لازم نہیں ہوتا اس دلیل سے جو ہم نے مسئلہ سابقہ میں ذکر کی ہم آئین نظر ہے اسواسطے کہ زوج مکرہ نہیں طلاق میں
کذا فی الطحطاوی عن المصنف **ولو احالت انسانا علی الزوج ثم وہبت المہر للزوج لم یصح** قالوا وہی الحیلۃ قلت انما تتم بقبولہ فیعلم حیلتہا الا ان یقال
یتمکن المحال من مطالبتہ بمہرہا الی من لا یشترط قبولہ اور اگر زوجہ نے ایک انسان کے دین کا حوالہ کیا اپنے زوج پر پھر اپنا مہر زوج کو بخشدیا تو وہ صحیح نہوگا فقہیوں نے کہا ہے
اور یہ حیلہ ہے میں کہتا ہوں کہ حیلہ مذکورہ تمام نہوگا مگر زوج کے قبول سے سو زوج اسکے حیلہ کو معلوم کرجاویگا یعنی تو کیونکر قبول کریگا اور حالانکہ اسکا قبول کرنا شرط ہے
مگر یہ کہ یوں جواب دیا جاوے کہ محال یعنی صاحب دین جسکے واسطے حوالہ ہوا وہ قادر ہوگا مطالبہ زوج سے اسکی مہر کے اُس قاضی کے پاس جو محال علیہ کے
قبول کو شرط نہیں کرتا **اتخذ بئرا فی ملکہ او بالوعۃ فنز منہا حائط جارہ وطلب جارہ تحویلہ لم یجبر علیہ** ومفادہ انہ یجبر بازالۃ دفعا للاذی ایک شخص نے اپنے
ملک میں کنواں یا نجاست کا چہ بچہ بنایا سو اُس سے اسکے ہمسایہ کی دیوار تر ہوگئی اور اسکے ہمسایہ نے اسکی تحویل چاہی تو امیر حاکم جبر نکریگا اور عدم جبر سے مستفاد ہوتا ہے
کہ اُسکو جبر سے ہوگا دفع تکلیف اور مشقت کی وجہ سے عدم جبر کی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے ملک میں مختار ہے **فان سقط الحائط منہ لم یضمن** لعدم تعدیہ اذ ہو
فی ملکہ فکان متسببا اور اگر دیوار گر گئی پانی کی تراوت سے تو کھودنے والے پر ضمان لازم نہوگا اسکے عدم تعدی سے اسواسطے کہ اُسنے اپنی ملک میں کنواں کھودا
تو یہ تسبب ہوا یعنی انہدام کا سبب ہوگیا ہے نہ فاعل اسکا اور ضامن فاعل ہوتا ہے نہ متسبب ومر فی آخر الاجارۃ انہ لو سقی ارضہ سقیا لا تحتملہ فتعدی لجارہ ضمن اور کتاب
الاجارہ کے آخر میں گذر گیا یہ مسئلہ کہ اگر ایک شخص نے اپنی زمین کو اتنا سینچا کہ اُسمیں پانی نہ ٹھہرا اسواسطے اسکے ہمسایہ تک پہونچا یعنی اسکا نقصان ہوا تو تاوان دیگا
عمر دار زوجتہ بمالہ باذنہا فالعمارۃ لہا والنفقۃ دین علیہا لصحۃ امرہا زوج نے اپنی زوجہ کے گھر میں عمارت بنائی اپنے مال سے زوجہ کی اجازت سے
تو وہ عمارت زوجہ کی ملک ہے اور جو مال خرچ ہوا وہ زوجہ پر دین ہے بسبب صحیح ہونے اسکی اجازت کے یعنی تعمیر کا امر التزام ہے نفقہ کا باعتبار دلالت کے جیسے اپنے
دین کے ادا کردینے کا امر **ولو عمر لنفسہ بلا اذنہا فالعمارۃ لہ** ویکون غاصبا للعرصۃ فیؤمر بالتفریغ بطلبہا ذلک اور اگر زوج نے اپنے واسطے عمارت بنائی بدون اذن
زوجہ کے تو عمارت کا مالک زوج ہے اور وہ غاصب ہے گا زمین کا تو اسکو حکم ہوگا زمین کے خالی کردینے کا عورت کی طلب سے یعنی اگر زوجہ اسکی طالب ہوگی تو حکم ہوگا **ولہا**
بلا اذنہا فالعمارۃ لہا وہو متطوع فی البناء فلا رجوع لہ اور اگر عمارت زوجہ کیواسطے بنائی بدون اسکے اذن کے تو عمارت زوجہ کی ہے اور زوج عمارت بنانے میں
احسان کرنیوالا ٹھہریگا تو خرچ کا لینا اسکا جائز نہوگا ولو اختلفا فی الاذن وعدمہ ولا بینۃ فالقول لمنکرہ بیمینہ اور اگر زوجین نے اذن اور عدم اذن میں اختلاف کیا اور اُسکے
گواہ نہیں تو منکر اذن کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا وفی ان العمارۃ لہا اولہ فالقول لہ لانہ ہو المتملک کما افادہ شیخنا وتقدم فی الغصب اور اگر دونوں نے اختلاف اسمین
کیا کہ عمارت زوجہ کی ہے یا زوج کی تو یہاں زوج کا قول مقبول ہوگا اسواسطے کہ وہی تو مالک ہے چنانچہ ہمارے استاد نے اسکو بیان کیا ہے اور کتاب الغصب میں یہ مسئلہ
مذکور ہوچکا **قال ہذہ رضیعتی ثم اعترف بالخطاء وصدقتہ فی خطائہ فلہ ان یتزوجہا وان ثبت علیہ بان قال** افادہ ان الاثبات بالقول کقولہ **ہو حق**
او صدق او کما قلت او شہد علیہ بذلک شہود او ما فی معنی ذلک من الثبات اللفظی الدال علی الثبات النفسی ایک مرد نے کہا کہ یہ عورت میری شیر خوار
ہے یعنی میری زوجہ کا اُسنے دودھ پیا ہے پھر اُسنے اپنی خطا کا اعتراف کیا اور عورت نے بھی اسکے چوک جانے کی تصدیق کی تو اُس مرد کو اُس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے بشرطیکہ شیر خوارگی
کے قول پر ثابت نرہا ہو اسطرح کہنے سے کہ وہ قول شیر خوارگی کا حق یا راست ہے یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہے یا اُس قول پر گواہوں کو گذرانا ہو یا جو اسکے معنی ہو
ثبات لفظی سے جو ثبات نفسی پر دلالت کرنے والا ہے شارح نے کہا کہ مصنف نے مثالیں دے کر فائدہ ظاہر کیا کہ ثبات مذکور ثابت نہوگا مگر قول ہی سے ہم
مصنف نے عدم ثبات قول کو شرط ٹھہرایا اگر یوں کہتا کہ اسکی شیر خوارگی حق یا راست ہے یا جیسا میں نے کہا ویسا ہی ہے یا اُسپر گواہ کیے پھر بعد اس ثبات قول کے اپنی خطا کا اقرار
کیا تو قول اسکا مقبول نہوگا اگرچہ عورت بھی اسکی خطا کی تصدیق کرے تو واضح تر ہوتا کذا فی الطحطاوی وہل یکون تکرار اقرارہ مثلہ اثباتا خلاف بسوطہ فی المبسوط

وحاصلہ ان التکرار لاثبت بہ الاقرار اور شیر خوار گی کے اقرار کو مکرر کہنا ثابت ہی یا نہین اسمین خلاف ہی عالمون کا جو مبسوط مین شرح مذکور ہی اور
حاصل مبسوط یہ ہی کہ تکرار سے اقرار ثابت نہین ہوتا مع طحطاوی نے کہا کہ اگر شارح بجاے حاصلہ کے راجحہ کہتا تو واضح تر ہوتا ولو اخذ رجل غریمہ فنزعہ انسان
من یدہ لم یضمن لانہ تسبب ورا اگر ایک مرد نے اپنے مدیون کو پکڑا سو ایک آدمی نے اسکو اسکے ہاتھ سے کھینچ لیا تو اُس آدمی پر تاوان لازم نہوگا اسواسطے
کہ کھینچ لینا سبب ہی بھاگنے کی مدائن کی حق تلفی ہوئی مدیون کے بھاگ جانے سے تو نازع کیطرف حق تلفی مضاف نہو گی جو اُسپر ضمان لازم آوے و
کذا اذا دل السارق علی مال غیرہ او امسک ہاربا من عدوہ حتی قتلہ عدوہ لما قلنا اور اسیطرح جبکہ ایک شخص نے سارق کو غیر کا مال بتایا یعنے سو اُسنے چورایا
یا جو شخص اپنے دشمن سے بھاگا تھا اُسکو پکڑ رکھا یہانتک کہ اُسکے دشمن نے اُسکو قتل کیا تو مال کا تاوان اور خون کا قصاص دال اور ممسک پر لازم نہ آویگا اسوجہ سے
جو ہمنے مذکور کی یعنی تسبب ہی یعنی سرقہ ہوا سارق کے فعل سے نہ دلالت سے اور قتل ہوا دشمن کے فعل سے نہ ممسک کے فعل سے فی یدہ مال لانسان فقال
لہ سلطان ادفع الی ہذا المال والا اقطع یدک او اضربک خمسین فدفعہ لم یضمن الدافع لانہ مکرہ ایک شخص کے ہاتھ مین دوسرے آدمی کا مال ہی سو بادشاہ نے
اُس سے کہا کہ یہ مال مجھکو دے اور اگر مجھکو نہ دیگا تو تیرا ہاتھ کاٹونگا یا تجکو پچاس بار مارونگا سو اُسنے اُسکو مال دیا تو دینیوالے پر تاوان دینا لازم نہوگا اسواسطے کہ اُسپر اکراہ
اور جبر ہوا قال ترکت دعوای علی فلان وفوضت امری الی الآخرۃ لا تسمع دعواہ بعدہ ای بعد ہذا القول ذکرہ فی القنیۃ ایک شخص نے کہا کہ مین نے اپنا دعوی جو فلانے
شخص پر تھا چھوڑا اور اپنا امر آخرت پر سونپا تو بعد اس قول کے اُسکا دعوی مسموع نہوگا قنیہ مین اسکو ذکر کیا ہی الاجازۃ تلحق الافعال علی الصحیح فلو غصب
عینا لانسان فاجاز المالک غصبہ صح اجازتہ حینئذ فیبرأ الغاصب عن الضمان اجازت یعنی جائز کر دینا فعلون کو بھی لاحق ہوتا ہی بنا بر قول صحیح کے تو
اگر ایک نے دوسرے آدمی کی چیز غصب کی سو مالک نے اُسکا غصب جائز رکھا تو اُسکی اجازت صحیح ہو گی اور اُسوقت مین تو بری الذمہ ہوجاویگا غاصب تاوان سے
ہم اجازت افعال کی قید اسواسطے لگائی کہ اجازت اقوال مین اختلاف نہین ہی چنانچہ فضولی کے تصرفات مین فلو انتفع بہ فامرہ بالحفظ لا یبرأ عن الضمان مالم یحفظ
وتمامہ فی العمادیہ اور اگر غاصب نے مغصوب سے نفع لیا پھر مالک نے اُسکی نگہبانی کا امر کیا تو اب غاصب تاوان سے بری الذمہ نہوگا جبتک اُسکی بخوبی حفاظت نکریگا
اور اُسکا پورا بیان عمادیہ مین ہی ہم انتفاع کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نفع حاصل نکریگا اور اُسکو حفاظت کا امر ہوگا تو مجرد امر بالحفظ کے غصب سے خارج ہوجاویگا
کذا فی الطحطاوی وضع منجلا فی الصحراء لیصید بہ حمار وحش وسمی علیہ فجاء فی الیوم الثانی قید اتفاقی اذ لو وجدہ میتا من ساعتہ لم یحل زیلعی ووجد الحمار
مجروحا میتا لم یوکل لان الشرط ان یذبحہ انسان او یجرحہ والا فہو کالنطیحۃ بچھایا جال جنگل مین تاکہ اُس سے گورخر کا شکار کرے اور اُسپر بسم اللہ کو ذکر کیا پھر
شکاری دوسرے دن وہان آیا اور گورخر کو زخمی مردہ پایا تو وہ نہ کھایا جاویگا اسواسطے کہ حلت کی شرط یہ ہی کہ اُسکو آدمی ذبح کرے یا زخمی کرے اور نہین تو اُس
جانور کے مانند ہی جو دوسرے جانور کے سینگ کے زخم سے مر گیا شارح نے کہا دوسرے دن کی قید اتفاقی ہی نہ احترازی اسواسطے کہ اگر اُسکو اُسی ساعت مین
مردہ پایا تو حلال نہوگا کذا فی الزیلعی کرہ تحریما وقیل تنزیہا والاول اوجہ من الشاۃ سبع الحیاء والخصیۃ والغدۃ والمثانۃ والمرارۃ والدم المسفوح
والذکر للاثر الوارد فی کراہۃ ذلک مکروہ تحریمی ہین بھیڑ بکری سے سات چیزین فرج اور خصیہ اور غدود اور پھکنا اور پتہ اور جاری خون اور ذکر بدلیل اُس اثر
اور خبر کے جو اُسکی کراہت مین وارد ہی شارح نے کہا اور بعضون نے ان چیزون کو مکروہ تنزیہی کہا ہی اور پہلا قول یعنے کراہت تحریمی اُن اشیاء کی اقرب بدلیل
ہی وجمعہا بعضہم فی بیت واحد فقال سہ فقل ذکر والانثیان مثانۃ ٭ کذاک دم ثم المرارۃ والغدۃ ٭ اور بعضے فقیہون نے اشیاء مکروہہ کو ایک بیت مین جمع کر دیا
سو یون کہا ہی سو تو کہہ کہ مکروہ ذکر ہی اور دونون فوطے اور پھکنا اسیطرح خون پھر پتا اور غدود ہم اس بیت مین چھ چیزین ہین نہ سات وقال غیرہ سہ اذا ما ذکیت
شاۃ فکلہا ٭ سوی سبع ففیہن الوبال ٭ فحاء ثم خاء ثم غین ٭ ودال ثم میمان وذال ٭ اور غیر ناظم سابق نے یون نظم کیا ہی کہ جب بھیڑ بکری ذبح کیجاے
تو اسکو کھا سواے سات چیزون کے کہ اُنکے کھانے مین وبال ہی سو وہ حاء مہملہ ہی پھر خاء معجمہ پھر غین معجمہ اور دال مہملہ پھر دو میم اور ذال معجمہ حاء مہملہ

نے حیا یعنے فرج مراد ہو اور خاء معجمہ سے خشیہ اور غین سے غدود اور دال سے دم اور میم اول سے مثانہ اور میم ثانی سے مرارہ اور ذال معجمہ سے ذکر مراد ہو للتتمہ
اقراض مال الغائب والطفل واللقطۃ بشروط تقدمت فی القضاء قاضی کو غائب شخص اور یتیم اور لقطہ کے مال کو قرض دینا جائز ہو ان شرطوں کے ساتھ جو کتاب القضاء میں مذکور ہوچکیں ہم شروط مذکورہ یہ ہیں کہ یتیم کا وصی نہو اور عقد مضاربت کا کوئی قبول کرنیوالا نہو اور مستقرض متعدد ہو اور دولت والا ہو بخلاف الاب
والوصی والملتقط الا اذا انشد ہا حتی ساغ جاز تصدقہ فاقراضہ اولی زیلعی برخلاف باپ اور وصی لقطہ پانے والے کے لیئے باپ کو صغیر کا مال اور وصی کو یتیم کا مال اور ملتقط کو لقطہ کا مال قرض دینا جائز نہیں ہو مگر جبکہ ملتقط لقطہ کو لوگوں میں خوب ظاہر کردے یہانتک کہ وہ مشہور ہوجائے تو اب ملتقط کو لقطہ کا تصدق کرنا جائز ہو تو اسکو قرض دینا بطریق اولی جائز ہوگا کذا فی الزیلعی ہم طحطاوی کے نسخہ میں یوں عبارت ہو الا اذا انشدہا حتی ساغ تصدقہ فاقراضہ اولی دونوں عبارتوں کا حاصل مطلب ایک ہو قال ان کان اللہ یعذب المشرکین فامرأتہ طالق لا تطلق امرأتہ لان من المشرکین من لا یعذب کذا فی الخانیہ ایک شخص نے کہا کہ اگر اللہ تعالی سب مشرکوں کو عذاب کریگا تو اسکی عورت مطلقہ ہو اس قائل کی عورت پر طلاق واقع نہوگی اسواسطے کہ مشرکوں میں بعضوں پر عذاب نہوگا چنانچہ خانیہ میں ہو وظاہر توجیہہ ان المراد بہذا البعض من یصدق علیہ المشرک فی الجملۃ بان یکون مشرکا فی عمرہ ثم ختم لہ بالحسنی او اطفال المشرکین
فانہم مشرکون شرعا واذا ثبت ان البعض لا یعذب وہی سالبۃ جزئیۃ لم تصدق الموجبۃ الکلیۃ القائلۃ کل مشرک یعذب قال المصنف اور ظاہر توجیہ اور تاویل مسئلہ مذکور کی یہ ہو کہ اس بعض غیر معذب سے وہ لوگ مراد ہیں جنپر لفظ مشرک کا اطلاق فی الجملہ صادق آتا ہو یعنی کسی زمانہ میں شرک کا مرتکب ہوا ہو اسطرح پر کہ اپنی عمر میں مشرک ہو پھر اسکا خاتمہ بخیر ہو کلمہ توحید سے یا بعض سے اطفال مشرکین مراد ہوں کیونکہ وہ شرعا مشرک ہیں یعنی بحکم دین کے بابی آنپر مشرک کا اطلاق ہو پھر جب یہ ثابت ہوا کہ بعض مشرک معذب نہیں اور یہ قضیہ سالبہ جزئیہ ہو تو موجبہ کلیہ یعنی ہر مشرک معذب ہو صادق نہ آیا ایسا کہا ہو مصنف نے اپنی شرح میں ہم منطق میں ثابت ہو کہ صدق سالبہ جزئیہ سے موجبہ کلیہ صادق نہیں رہتا موجبہ کلیہ یہاں لکان اللہ یعذب المشرکین ہو اسواسطے کہ المشرکین کا الف لام استغراق کا ہو یعنی کل مشرک معذب اطفال مشرکین میں اختلاف ہو علما کا مشہور یہ ہو کہ وہ بہشت میں داخل ہونگے وقد اورد ہذا اللغز علی غیر ہذا ابن وہبان فقال بیت ولی
قائل لا یدخل النار کافر ولکنہا بالمومنین لتعمرہ اور البتہ ابن وہبان اس پہیلی کو ماتن کے مغائر اور طرح پر لایا ہو وہبانیہ میں سو اسنے یوں کہا اور کوئی ایسا قائل کہتا ہو دوزخ میں کافر داخل نہوگا ولیکن وہ دوزخ مومنوں سے معمور ہوگی قال ومعناہ ان الکفار لما یرون النار یومنون باللہ تعالی ورسولہ ولا ینفعہم قال تعالی فلم یک ینفعہم ایمانہم لما رأوا بأسنا ابن وہبان نے کہا اور اس پہیلی کا مطلب یہ ہو کہ کفار جب دوزخ کو دیکھیں گے اللہ تعالی پر اور اسکے رسول پر ایمان لاوینگے اور اسوقت کا ایمان انکو نفع نکریگا حق تعالے نے فرمایا تو کافروں کو انکا ایمان لانا فائدہ نکریگا جبکہ وہ دیکھینگے ہمارا عذاب ہم تو دوزخیوں پر ایمان کا لفظ بولا گیا اگرچہ نجات انکی اس ایمان کذائی سے ممکن نہیں تو یہ کہنا صادق آیا کہ دوزخ مومنین سے آباد کیجاویگی استغفر اللہ من ہذا التلفظ وبعجز البیت
معنی آخر وہو ان عمارہا خزنتہا القائمون بامرہا وہم مومنون ففی البیت سوالان اور بیت مذکور کے پچھلے مصرع کا ایک مطلب اور بھی ہو وہ یہ ہو کہ دوزخ کے رہنے والے اسکے موکل فرشتے ہیں جو وہاں کے کام پر قائم اور متعین ہیں اور وہ مومن واقعی ہیں تو اس تقریر سے لازم آیا کہ بیت میں دو سوال ہیں اگرچہ سوال ثانی میں استدراک مستبعد ہو کذا فی الطحطاوی قال ابن الشحنۃ وعندی ان ہذا مما ینکر ذکرہ والتلفظ بہ ولا ینبغی ان یدون ویسطر ولا یقبل تاویل قائلہ
انتہے قلت ہذا مع وضوح وجہہ تکلم فیہ فکیف الاول فلا تغفل ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے کہا کہ میرے نزدیک ایسے کلام کا ذکر کرنا اور اسکا بولنا جائز نہیں اور اسکے لائق نہیں ہو کہ کتاب میں مدون اور مسطور ہو اور مناسب نہیں کہ اسکے قائل کی تاویل یعنی بات بنائی قبول کیجاے انتہی کلام ابن الشحنہ شارح نے کہا میں کہتا ہوں یہ یعنی بیت کا سوال ثانی یعنی مومنین سے فرشتے مراد ہونا باوجود ظاہر ہونے انکی وجہ کے اسمیں کلام کیا گیا اور اسکو مسلم نرکھا سو پہلا سوال یعنی کافر دوزخ میں داخل نہوگا کیونکر مانا جاویگا سواے کتاب کے دیکھنے والے اس سے غافل نہو جبکہ ہم ابن شحنہ کی شرح وہبانیہ میں ہو کہ بعضوں نے یہ حکایت نقل کی ہو کہ ایک شخص نے

امام ابو حنیفہ رح سے پوچھا کہ کیا کہتے ہو اُس شخص کے حق مین جو کہتا ہی کہ مین بہشت کی امید نہین رکھتا اور نہ دوزخ سے ڈرتا ہون اور مُردار اور خون کھاتا ہون
اور بدون دیکھے گواہی دیتا ہون اور خدا سے نہین ڈرتا اور بدون رکوع اور سجود کے نماز پڑھتا ہون اور حق سے بغض رکھتا ہون اور فتنہ کو دوست رکھتا ہون
سو امام رح نے اپنے اصحاب سے پوچھا سو اُنھون نے کہا کہ وہ قائل کافر ہی سو امام رح نے تبسم کیا اور فرمایا کہ وہ مومن ہی بہشت اور دوزخ کے مالک سے ڈرتا ہی
نہ بہشت اور دوزخ سے اور مچھلی اور ٹلّی کھاتا ہی اور کلمہ شہادتین کی گواہی دیتا ہی اور حالانکہ اُسنے خدا کو اور رسول کو نہین دیکھا اور خدا کے ظلم سے نہین ڈرتا اسواسطے
کہ وہ ظلم سے پاک ہی اور جنازے کی نماز پڑھتا ہی اور موت کو مبغوض رکھتا ہی اور مال کو جو فتنہ ہی دوست رکھتا ہی ظہیر الدین نے کہا کہ اس عبارت مین ایک طرح کا
استبعاد ہی تو اسطرح استعمال کرنا جائز نہین اور مین تو اس حکایت کی صحت کو امام رح کی طرف نہین مانتا اگرچہ ایسے کلام کے قائل کو کافر نہین کہتا مگر ایسے کلام
کو حرام کہتا ہون اور اُسکی تاویل اور توجیہ کو نہین مانتا خصوصاً اُس زمانہ مین جسمین بدعات اور اقوال خلاف شرح ذات اور صفات حق تعالی مین کھل پڑے ہین
انتہی من شرح الوہبانیہ کذا فی الطحطاوی ۔ھم سبحان اللہ علماء دین ایسے قول پر اسقدر انکار کرتے ہین اگر ہمارے زمانہ کے مبتدعین اور بیباکون کا کلام سنتے تو واللہ اعلم
کیا فرماتے اعوذ باللہ من سوء الادب وفضول الکلام ثم رأیت شیخنا قال قد یعنی بنقله لنفسه بالانکار وانه ما کان ینبغی له ان یدونه وباللہ التوفیق پھر مینے اپنے استاد کو دیکھا
فرماتے تھے کہ ابن شحنہ شارح وہبانیہ نے نقل کلام وہبانیہ سے اپنی ذات پر نفرین کی یعنی مین نے ایسے کلام موحش کو ناحق نقل کیا اور مصنف وہبانیہ کو
اسکا مدون کرنا اور کتاب مین داخل کرنا لائق نہ تھا اور خدا سے توفیق درستی کلام کی ہم مانگتے ہین ھم طحطاوی نے کہا ابن شحنہ کا عذر ظاہر ہی کہ وہ نظم وہبانیہ کا شارح
ہی اور اس نظم مین یہ بیت بھی داخل ہی صبی حشفته ظاهرة بحیث لو راٰه الناس ظنه مختونا ولا تقطع جلدته ذکره الا بتشدید الم ترک علی حاله ایک لڑکا ہی جسکی سپاری
اسطرح نمود ہی کہ اگر آدمی اُسکو دیکھے تو گمان کرے کہ اسکا ختنہ ہو چکا ہی اور اُسکے نازے کی کھال قطع نہین ہو سکتی مگر سخت درد رسانی سے تو وہ اُسی حالت پر چھوڑا
جاے ھم ختنہ سے غرض انکشاف حشفہ ہی پھر جبکہ وہ خود نمودار ہو تو قطع کرنے کی حاجت نہین کشیخ اسلم وقال اہل النظر لا یطیق الختان ترک ایضا مانند اُس بوڑھے
کے جو مسلمان ہو گیا اور واقفکارون نے کہا کہ یہ ختنے کی طاقت نہین رکھتا تو اُسکا بھی ختنہ کرنا ترک کیجاوے ولو ختن ولم تقطع الجلدة کلها ینظر فان قطع اکثر من
النصف کان ختانا وان قطع النصف فما دونه لا یکون ختانا یعتد به لعدم الختان حقیقة وحکما اور اگر ختنہ کیا اور سب کھال نہ کٹی تو دیکھنا چاہیے سو اگر نصف
کھال سے زیادہ کٹ گئی تو ختنہ ثابت ہو گیا اور اگر نصف کھال یا کم نصف سے کٹی تو ختنہ لائق شمار کے نہوا اسلیے کہ حقیقی ختنہ ہی نہ حکمی ھم ختنہ حقیقی وہ ہی جسمین کھال کٹے
اور حکمی ختنہ وہ ہی جسمین نصف سے اکثر کٹے لانه للاکثر حکم الکل والاصل ان الختان سنة کما جاء فی الخبر وھو من شعائر الاسلام وخصائصه فلو اجتمع اہل بلدة علی
ترکه حاربهم الامام فلا یترک الا لعذر وعذر شیخ لا یطیقه ظاہر اور اصل یہ ہی کہ ختنہ کرنا مردون کے حق مین سنت ہی چنانچہ حدیث مین وارد ہی اور وہ علامات اسلام اور
اُسکے مخصوصات سے ہی تو اگر ایک شہر کے لوگ ترک ختنہ پر اتفاق کرین تو مسلمانون کا حاکم اُنسے قتال و جدال کرے تو ختنہ کسی طرح ترک نہین ہو سکتا مگر عذر شرعی
سے اور جو بوڑھا کہ مسلمان ہو اور اُسکی طاقت نہین رکھتا ہو تو اُسکا عذر ظاہر ہی ووقته غیر معلوم وقیل سبع سنین کذا فی الملتقی اور ختنہ کرنے کا وقت غیر معلوم ہی یعنی
کس عمر مین ختنہ کرنا چاہیے نص قطعی سے ثابت نہین اور بعضون نے کہا ختنہ کا وقت سات برس ہین کذا فی الملتقی ھم وجہ اسکی یہ ہی کہ سات برس کے لڑکے کو نماز کا
حکم ہی تو اُسی عمر مین اُسکا ختنہ کرنا چاہیے تاکہ خوب طہارت حاصل ہو یہ قول کافی مین مذکور ہی اور خزانة الکل مین تنا زیادہ کہا ہی کہ اگر اس سے کمتر ہو تو بہتر ہی اور اس سے
تھوڑا سا زیادہ ہو تو کچھ مضائقہ نہین اور بعضون نے کہا جبتک بالغ نہو ختنہ نہ کرے اسواسطے کہ ختنہ طہارت کیواسطے ہی اور قبل بلوغ کے اُسپر طہارت واجب نہین کذا فی الطحطاوی
وقیل عشر اور بعضون نے کہا کہ دس برس مین ختنہ کا وقت ہی ھم وجہ اسکی یہ ہی کہ دس برس کے لڑکے کو نماز کے واسطے حکم ہی تاکہ اُسکو عادت پڑے نماز کی وقیل اقصاہ اثنا عشرة
سنة وقیل العبرة بطاقته وهو الاشبه اور بعضون نے کہا کہ انتہا مدت ختنہ بارہ برس ہین اور بعضون نے کہا طاقت طفل کا اعتبار ہی اور یہی قول مناسب تر دلیل ہی
وقال ابو حنیفة لا علم لی بوقته ولم یرد عنهما فیه شی فلذا اختلف المشایخ فیه اور امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ مجکو علم نہین ختنہ کرنے کے وقت کا اور صاحبین سے

یہ اسمین کوئی روایت وارد نہین تو اسیواسطے عالمون کا اسمین اختلاف واقع ہوا وختان المرأة فی الحقیقة لیس سنة بل مکرمة للرجال اور عورت کا ختنہ سنت
نہین ہے بلکہ عورتون کا مردون کیواسطے تکریم ہے یعنے حق تعالیٰ نے مشروعیت ختان نساء سے مردون کا اکرام کیا اسواسطے کہ وہ الذ ہے جماع مین کذا فی الطحطاوی
وقیل سنة اور قول ضعیف یہ ہے کہ عورتون کا ختنہ سنت ہے قد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیہم الصلوٰة والسلام فقال ؎ وسبعة فی الرسل مختونا
لعمرک خلقة ثمان وتسع طیبون اکارم ٭ وهم زکریا شیث ادریس یوسف ٭ وحنظلة عیسیٰ وموسیٰ وآدم ٭ ونوح شعیب سام لوط وصالح ٭ سلیمان یحییٰ هود یس
خاتم ٭ اور البتہ جلال الدین سیوطی نے نظم مین جمع کر دیا ہے تمام اُن انبیا علیہم الصلوٰة والسلام کو جو ختنہ ہوئے پیدا ہوئے سو یون کہا کہ رسولون مین تیری
عمر کی قسم پیدائشی مختون ہین سترہ رسول پاک نہایت بزرگی والے اور وہ یہ ہین حضرت زکریا اور حضرت شیث اور حضرت ادریس اور حضرت یوسف
اور حضرت حنظلہ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ اور حضرت آدم اور حضرت نوح اور حضرت شعیب اور حضرت سام اور حضرت لوط اور حضرت صالح اور حضرت
سلیمان اور حضرت یحییٰ اور حضرت ہود اور ہمارے حضرت خاتم الانبیا جنکا لقب مبارک یٰس ہے علیہم الصلوٰة والسلام ھ طحطاوی نے کہا اس نظم سے صریح
معلوم ہوا کہ سام اور حنظلہ علیہما السلام بھی نبی مرسل ہین ویجوز کی الصغیر وبط قرحتہ وغیرہ من المداواة المصلحة اور جائز ہے طفل صغیر کا داغنا اور اُسکے زخم کو
چیرنا پھاڑنا اور اُسکے سواے اور علاج کرنا مصلحت کے سبب سے ھ اور اسیطرح لڑکیون کے کان چھیدنا زینت کی منفعت کیواسطے درست ہے کذا فی الطحطاوی ویجوز
فصد البهائم وکیها وکل علاج فیه منفعة لها اور جانورون کی فصد کھولنا اور اُنکو داغنا اور جس علاج مین کہ اُنکے واسطے فائدہ ہو درست ہے وجاز قتل ما یضر
منها ککلب عقور وهرة تضر ویذبحها ای الهرة ذبحا ولا یضربها لانه لا یفید. ولا یحرقها اور جانورون مین اُس جانور کا مار ڈالنا درست ہے جو موذی ضرر رسان ہو چنانچہ
کتا کاٹنے والا اور بلی ضرر پہونچانیوالی اور بلی موذی کو ذبح کر ڈالے اور اُسکو نہ مارے اسلیے کہ مار اُسکو فائدہ نہین کرتی اور نہ اُسکو آگ سے جلاوے وفی المبتغی یکرہ احراق
جراد وقملة وعقرب ولا باس باحراق حطب فیها نمل والقاء القملة لیس بادب اور مبتغی مین ہے کہ مکروہ ہے آگ سے جلانا ٹڈی اور جون اور بچھو کا اور کچھ مضائقہ نہین
اُن لکڑیون کے جلانے کا جنمین چیونٹیان ہین اور جون کا پھینکنا زمین پر ادب نہین ہے ھ اسواسطے کہ جون دوسرے شخص پر چڑھیگی اور تکلیف دیگی اور مورث نسیان ہے اور
گرسنگی سے اُسکے ناحق تعذیب ہے تو اُسکا مارنا ہی بہتر ہے گرانے سے کذا فی الطحطاوی بتصرف وجازت المسابقة بالفرس والابل والارجل والرمی لیرتاض للجہاد
اور مسابقت یعنے باہم سبقت کرنا اور آگے نکلجانا گھوڑون اور اونٹون پر سوار ہو کر اور پیدل چلکر اور تیراندازی کرکے جائز ہے جہاد کی ریاضت کے واسطے ھ مسابقت
کی شرط یہ ہے کہ دوڑنے کی حد اتنی مقرر ہو کہ گھوڑا وہانتک دوڑسکتا ہو اور ہر گھوڑے مین سبقت کا احتمال ہو اور اگر یہ معلوم ہو کہ ایک گھوڑا سبقت نہ کرسکیگا بالضرور تو جائز
نہین اسلیے کہ مسابقت خلاف قیاس جائز ہوئی احتیاج ریاضت کیوجہ سے اور اسصورت مین تو غیر کو ناحق اپنا مال دینا ہے اُس شرط سے جسمین منفعت نہین تو کیونکر جائز ہوگا
کذا فی المنح ریاضت جہاد کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر مسابقت سے لہو ولعب منظور ہے اور دل بہلانا تو ایسا مسابقت مکروہ ہے کذا فی الطحطاوی وحرم شرط الجعل من الجانبین
اور حرام ہے مسابقت مین مال کا شرط کرنا دونون جانب سے ھ صورت اُسکی یہ ہے کہ زید اور خالد نے گھوڑے دوڑائے اس شرط سے کہ اگر زید کا گھوڑا نکلجاے تو مال مشروط خالد دے
اور اگر خالد کا گھوڑا آگے بڑھجاے تو زید مال دے یہ اسواسطے حرام ہوا کہ صریح قمار ہے الا اذا ادخلا ثالثا محللا بشرطہ کما مر فی الحظر مگر دونون جانب سے مال کی شرط اُسوقت حرام نہین ہے
جبکہ دونون شخص تیسرے شخص محلل کو داخل کرلین اُسکی شرط کے ساتھ چنانچہ کتاب الحظر مین مذکور ہو چکا ھ صورت ادخال محلل کی یہ ہے کہ مثلاً زید اور خالد تیسرے شخص مثلاً محمود سے کہین
کہ اگر تو ہم دونون سے سبقت کرجاے تو ہم دونون کے دو مال مشروط تو پاوے اور اگر ہم تجھپر سبقت کرجاوین تو ہم تجھ سے کچھ نہ لین و لیکن جو زید و خالد مین مال مشروط ہوا ہے وہ بحال
خود باقی ہے جو اُنمین سے بڑھجاے وہ دوسرے سے مال مشروط کو لے یعنی اگر زید نے سبقت کی تو خالد سے لے اور اگر خالد نے سبقت کی تو زید سے لے اور اگر زید اور خالد دونون محمود
سے سبقت کرگئے تو اُنکو کچھ نہین لیکن محلل کی شرط یہ ہے کہ اُسکا گھوڑا زید اور خالد کے گھوڑون کے برابر ہو سبقت اور عدم سبقت کا احتمال رکھتا ہو اور اگر دونون سے دوڑ مین زیادہ ہو
یقیناً یا دونون سے کمتر ہو یقیناً تو جائز نہین باعتبار دلالت حدیث کے کذا فی الطحطاوی لا یحرم لو من احد الجانبین استحسانا مال مشروط حرام نہین ایک جانب سے

استحسان کی دلیل سے ہم صورت اُسکی یہ ہو کہ مثلاً خالد کہے زید سے کہ اگر مین سبقت کر جاؤن تجھپر تو سو اشرفی تجھ سے لونگا اور اگر تو بڑھ جاے تو مین تجکو نہ دونگا
یہ اسواسطے جائز ہوا کہ یہ قمار نہین اسواسطے کہ قمار عبارت ہو دونون طرف کی ہار جیت کے احتمال سے سو یہان دونو نطرف اسکا احتمال نہین بلکہ ایک طرف
ہارنا ہو اور دوسری طرف جیتنا تو قمار کے مانند نہوا یہی وجہ ہو استحسان کی انتہی خلاصۃ الخ اور اگر ایک شخص نے سوارونکی جماعت سے کہا کہ جو تم مین سے آگے
بڑھجاے وہ مجھ سے اسقدر مال لے یا اُسنے تیر اندازون سے کہا کہ جسکا تیر نشان پر لگے وہ اتنا پاوے تو یہ جائز ہو اور مسابقت کے مانند تھا مین اگر کسی مسئلہ مین
تنازع واقع ہو اور مصیب کیواسطے مال مقرر ہو ایکجانب سے یا دونون جانب سے بشرط ادخال ثالث محلل کے اسلیے کہ حاجت کی وجہ سب کو شامل ہو کیونکہ دونون لوگ
مین سیکھنا اور مشق کرنا تقویت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کیطرف راجع ہو کذا فی الطحطاوی ولا یجوز استباق فی غیر ہذہ الاربعۃ کالبغل بالجعل واما بلا جعل فیجوز فی کل شیئ
وتمامہ فی الزیلعی اور ان چار کے سوا یعنے گھوڑے اور اونٹ اور پیادل اور تیر اندازی کے سواے اور چیز مین چنانچہ خچر پر سوار ہوکر مسابقت کرنا مال شرط
کرکے جائز نہین اور بدون مال کے تو ہر شے مین مسابقت جائز ہو اور اسکا پورا بیان زیلعی مین ہو ہم یہ سب مسائل مذکورہ مسابقت کے فتاوی عالمگیری
مین زیلعی سے منقول ہین اور یہ بھی مذکور ہو کہ باب مسابقت مین جواز مذکور سے مراد حلت ہو نہ استحقاق تو اگر مغلوب شخص مال مشروط کو نہ دے تو حاکم جبر سے اسکو
نہ دلا دیگا اور حکم قضا کو اسپر نافذ نہ کریگا ولا یصلے علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکۃ الا بطریق التبع اور لفظ صلوۃ کا سواے حضرت انبیا اور سواے حضرات
ملائکہ کے اورون پر نہ بولا جاوے مگر بطریق پیروی ہم یعنے یون کہنا نچاہیے بالاستقلال کہ اللہم صل علی آل محمد وصل علی اصحاب محمد بلکہ بطریق متبعیت کے یون
کہنا درست ہو کہ اللہم صل علے محمد وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ طحطاوی نے کہا بعضون نے غیر انبیا علیہم الصلوۃ والتسلیم پر صلوۃ کا لفظ بالاستقلال جائز کہا اسواسطے
کہ حدیث صحیح مین وارد ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہم صل علی آل ابی اوفی وقولہ تعالی ہو الذی یصلے علیکم واولئک علیہم صلوات لیکن جمہور
علما اسکے مانع ہین اسواسطے کہ حضرات انبیا کے ذکر کی یہ خاص علامت ہو تو غیر انبیا انکے ساتھ شریک ہونگے اور جو آیت اور حدیث مذکور ہو وہ دعا پر محمول ہو اور اسمین
اختلاف ہو کہ آیا یہ مکروہ تحریمی ہو یا تنزیہی یا ترک اولی ایسا ذکر کیا ہو نووی نے اذکار مین اور کہا ہو کہ صحیح قول یہ ہو کہ کراہت تنزیہی ہو اور حضرات انبیا کیواسطے دعا کرنا
بلفظ صلوۃ اسواسطے مشروع ہوا کہ اسمین تعظیم اور تکریم ہو ابو العالیہ نے کہا کہ معنی صلوۃ اللہ علی نبیہ کی ثنا کرنا ہو حق تعالے کا اپنے رسول پر ملائکہ کے نزدیک اور
صلوۃ ملائکہ سے دعا مراد ہو فتح الباری شرح بخاری مین کہا ہو کہ یہ بہترین اقوال ہو اور اسیطرح صلوۃ غیر ملائکہ سے دعا مراد ہو اور خدا سے ثنا کر نیکی طلبگاری رسول
مقبول صلے اللہ علیہ وسلم پر کذا فی الطحطاوی وہل یجوز الترحم علے النبی قولان زیلعی قلت وفی الذخیرۃ انہ یکرہ اور کیا جائز ہو لفظ ترحم کا نبی پر اسمین دو قول ہین
جواز اور عدم جواز کذا فی الزیلعی مین کہتا ہون اور ذخیرہ مین ہو کہ ترحم کا لفظ نبی پر بولنا مکروہ ہو یعنے یون کہنا اللہم ترحم علی محمد جائز نہین ہم بعضون نے کہا
کہ لفظ ترحم کا جائز نہین اسلیے کہ صلوۃ کے مانند تعظیم پر دلالت نہین کرتا ہو ولہذا غیر انبیا اور ملائکہ کو اسی لفظ سے دعا کرتے ہین اور تحصیل حاصل بھی ہو اسواسطے
کہ انبیا مرحوم ہین یقیناً اور بعضون نے کہا کہ اللہم ترحم علی محمد کہنا جائز ہو اسواسطے کہ سب عباد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر مشتاق ہین رحمت الٰہی کے خزانہ
المحل ہین ہو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اسماء معظمہ سے واجب ہو تو فقیر غریب مسکین فرید طرید کہنا جائز نہین اور عرب کی تعظیم واجب ہو خصوصاً اہل
حرمین کی حضرت کے سبب سے خصوصاً مہاجرین اور انصار کی اولاد کی اور مقدم ہو تعظیم اولاد علی اور ابی بکر اور عمر اور عثمان کے ہین رضی اللہ عنہم انتہی کذا فی الطحطاوی
وجوزہ السیوطی تبعاً لا استقلالا فلیکن التوفیق وباللہ التوفیق اور سیوطی نے اسکو جائز کہا تبعاً لا استقلالاً تو دونون قولون کا اختلاف رفع ہوگیا اور خدا
سے ہم توفیق خیر کی مانگتے ہین ویستحب الترضی للصحابۃ اور مستحب ہو صحابہ کرام کو رضی اللہ عنہم کہنا ہم اسواسطے کہ صحابہ کرام طلب رضاے الٰہی مین نہایت
سرگرم تھے اور خوشنودی حق کیواسطے جانبازی کرتے تھے تو رضی اللہ عنہم کے وہی زیادہ تر سزاوار ہین امت کے اور لوگ اگرچہ قطب الاقطاب ہون انکے ادنی
مرتبہ شان کی برابر نہین ہوسکتے جسکو اسمین تردد ہو وہ احادیث صحیحہ کو دیکھے وکذا من اختلف فی نبوتہ کذی القرنین ولقمان اور اسیطرح رضی اللہ عنہ کہنا مستحب ہو

ان لوگون کو جنکی نبوت مین اختلاف ہے جیسا کہ ذوالقرنین اور لقمان رضی اللہ عنہما دلیل یقال صلی اللہ علے الانبیاء وعلیہ وسلم کما فی شرح المقدمۃ للکرمانی اور
بعضون نے کہا جنکی نبوت مین اختلاف ہے آنکے نام لینے کے وقت یون کہے صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم چنانچہ کرمانی کی شرح مقدمہ مین مذکور ہے والترحم
للتابعین ومن بعدہم من العلماء والعباد وسائر الاخیار اور ترحم کا لفظ تابعین کیواسطے ہے اور جو آنکے بعد ہین از قسم علماء اور عباد اور باقی نیک لوگ تابعین
وہ لوگ ہین جنھون نے حضرت کو نہین دیکھا مگر صحابۂ کرام کو دیکھا جیسا کہ امام زین العابدین اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہما وکذا یجوز عکسہ ہو الترحم للصحابۃ و
الترضی للتابعین ومن بعدہم علے الراجح ذکرہ الکرمانی اور اسیطرح عکس آسکا جائز ہے یعنے ترحم صحابہ کیواسطے اور رضی اللہ عنہم تابعین اور آنکے بعد کے صالحین
کیواسطے بنابر قول راجح کے ایسا ذکر کیا ہے کرمانی نے م ولہذا کتب فقہ مین امام رح کے نام پر رضی اللہ عنہ اور رحمۃ اللہ علیہ دونون لفظ مذکور ہین وقال الزیلعی
الاولے ان یدعو للصحابۃ بالترضی والتابعین بالرحمۃ ولمن بعدہم بالمغفرۃ والتجاوز اور زیلعی نے کہا بہتر یہ ہے کہ صحابہ کے واسطے رضی اللہ عنہم کے لفظ سے دعا
کرے اور تابعین کیواسطے رحمۃ اللہ علیہم اور انکے بعد اور لوگون کے واسطے غفر اللہ لہم اور تجاوز اللہ عنہم کے لفظ سے دعا کرے م مغفرت اور تجاوز کی اسلیے دعا
ہوئی کہ تابعین کے بعد ذنوب کی کثرت ہوئی اور امور دینیہ کے اہتمام مین قلت ہو گئی کذا فی الطحطاوی عن الحموی والاعطاء باسم النیروز والمہرجان لایجوز
ای الہدایا باسم ہذین الیومین حرام اور نوروز اور مہرجان کے نام سے دینا جائز نہین یعنے تحائف رسانی ان دونون کے نام سے حرام ہے م نوروز عبارت
ہے آفتاب کے آنے سے برج حمل مین وہ پہلی تاریخ ہے فروردی ماہ کی اور مہرجان سولھوین تاریخ ہے مہر ماہ کی آتش پرست دونون دنونکو عید کرتے تھے اہل اسلام پر مشابہت
کفار کی حرام ہوئی اسیطرح ہولی اور دیوالی مسلمانون کو حرام ہے کہ مشابہت ہے ہنود کی وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر رجل عبد اللہ خمسین سنۃ ثم
اہدی الی المشرک یوم النیروز بیضۃ یرید تعظیم الیوم فقد کفر وحبطت اعمالہ انتہی اور اگر نوروز کی تعظیم اور تکریم مقصود ہو جسطرح مشرک اسکی تعظیم کرتے ہین تو تعظیم کرنیوالا کافر ہو جاویگا
ابو حفص کبیر نے کہا اگر ایک مرد نے حق تعالی کی عبادت کی ۵۰ برس پھر مشرک کو تحفہ بھیجا ایک انڈا نوروز کے دن بقصد تعظیم نوروز کے تو بیشک وہ کافر ہو گیا اور آسکا
عمل حبط ہو گیا یعنے ساری عبادت اکارت ہو گئی انتہی کلامہ ولو اہدی المسلم ولم یرد تعظیم الیوم بل جری علے عادۃ الناس لایکفر اور اگر مسلمان کو نوروز کے دن تحفہ بھیجا اور
آسدن کی تعظیم کا ارادہ نہ کیا بلکہ تحفہ رسانی مین لوگون کی عادت پر چلا تو کافر نہوگا وینبغی ان یفعلہ قبلہ او بعدہ نفیا للشبہۃ اور لائق یہ ہے کہ نوروز سے پہلے یا بعد اسکے تحفہ
رسانی کرے شبہہ دفع کرنے کیواسطے یعنی نوروز کے دن اگرچہ تعظیم کا قصد نہو لیکن مشابہت کفار کی بلاشک ہے تو آگے پیچھے کرنا چاہیے دفع اشتباہ کیواسطے ولو شری فیہ
مالم یشترہ قبلہ ان اراد تعظیمہ کفر وان اراد الاکل والشرب والتنعم لایکفر زیلعی اور اگر نوروز کے دن وہ چیز خریدی کہ جو آسکے قبل خریدنہ کی تھی اگر نوروز کی تعظیم کا ارادہ اس
خریداری سے ہے تو کافر ہو گیا اور اگر کھانے پینے اور لذت ستانی کا قصد کیا تو کافر نہوگا کذا فی الزیلعی ولا باس بلبس القلانس غیر حریر وکرباس علیہ ابریسم فوق اربع اصابع
سراجیہ اور کچھ مضائقہ نہین قلانس کے پہننے مین سوائے ریشمی کے اور سوائے اس کپڑے کے جسپر ریشم ہے چار انگلیون سے زیادہ کذا فی السراجیہ م قلانس جمع ہے قلنسوہ کی
اور قلنسوہ کلاہ عجمی ہے کہ اہل عجم اسکو سر پر رکھتے ہین کذا فی الجوہرہ مصنف جمع کا لفظ اسواسطے لایا کہ سفید اور رنگین سب اقسام کو شامل ہو ذخیرہ مین ہے کہ قلنسوہ گوشہ دار
ہوتا ہے کذا فی الطحطاوی وصح انہ حرم لبسہا اور ریشمی قلنسوہ اور جسپر ریشم ہو انگل سے زیادہ آسکے پہننے کی حرمت صحیح قول سے ثابت ہے برخلاف اس قول کے جو شرح
مسکین مین قلنسوہ حریری کی حلت مذکور ہے کذا فی الطحطاوی وندب لبس السواد وارسال ذنب العمامۃ بین کتفیہ الی وسط ظہرہ وقیل لموضع الجلوس وقیل شبر اور
مستحب ہے لباس سیاہ اور عمامہ کا شملہ لٹکانا درمیان دونون مونڈھون کے آدھی پیٹھ تک اور بعضون نے کہا بیٹھنے کے مقام تک اور بعضون نے کہا ایک بالشت ویکرہ اے
للرجال کما مر فی باب الکراہیۃ لبس المعصفر والمزعفر لقول ابن عمر رضی اللہ عنہما نہانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عن لبس المعصفر وقال وایاکم والاحمر فانہا زی الشیطان اور
مردون کو مکروہ ہے جیسا کہ باب الکراہیۃ مین گذرا پہننا کسم کا اور زعفران کے رنگین کپڑے کا بدلیل قول عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ منع کیا ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
لباس معصفر سے منع فرمایا اور فرمایا کہ بچو سرخ سے کہ وہ ہیئت اور لباس ہے شیطان کا ویستحب التجمل واباح اللہ الزینۃ لقولہ تعالی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ الآیۃ اور

مستحب ہے تجمل اور آرائش اور حق تعالیٰ نے زینت کو مباح کیا ہے بدلیل قول حق تعالیٰ کے تو کہہ کس نے حرام کیا اُس زینت کو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون
کیواسطے نکالی الی آخر الآیۃ ہم مرد کو مستحب ہے کہ احسن لباس پہنے اور امام اعظم رح اپنے اصحاب کو اسکی وصیت فرماتے تھے اور وہ لباس پہنتے تھے جسکی قیمت
چار سو دینار تھی بدلیل آیۂ کریمہ (قل من حرم زینۃ اللہ الآیۃ) اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حقتعالیٰ بندہ کو نعمت دیتا ہے تو یہ پسند کرتا ہے کہ اسکی نعمت کا اثر اسپر
نمودار ہو اور ایکبار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے رداء مبارک پہنے جسکی ہزار درم قیمت تھی اور ایکبار نماز پڑھتے تھے اور بدن مبارک پر ردا تھی جسکی قیمت چار ہزار درم
تھی چنانچہ رازی نے ذکر کیا ہے امام اعظم رح سے کسی نے پوچھا کیا ایسا نہ تھا کہ امیر المومنین عمرؓ ایسا قمیص پہنتے تھے جسپر ایسے اور ایسے پیوند تھے امام رح نے جواب دیا کہ وہ امیر المومنین
تھے حکمت کے سبب سے ایسا کرتے تھے سو اگر وہ نفیس کپڑے پہنتے یا طرح طرح کے عمدہ کھانے کھاتے تو اُنکے عامل اُسمین اُنکی پیروی کرتے اور اگر عامل کو کبھی عمدہ لباس اور طعام
نہ ملتا تو ظلم سے حاصل کرتے اس مصلحت سے وہ وضع اختیار کی کذا فی الطحطاوی عن الشلبی عن ابی السعود و للشاب العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاہل و لو قرشیا

قال اللہ تعالیٰ والذین اوتوا العلم درجات فالرافع اللہ فمن یضعہ یضعہ اللہ فی جہنم وہم اولوا الامر علی الاصح و ورثۃ الانبیاء بلا خلاف اور جوان عالم کو تقدم کرنا پیر جاہل
پر جائز ہے اگرچہ جاہل قریش کی قوم سے ہو حقتعالیٰ نے فرمایا اور جنکو علم عطا ہوا وہ صاحب درجات عالیہ ہیں تو عالم کا درجہ بلند کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے سو جو اُسکو ذلیل اور
خوار جانیگا اللہ تعالیٰ اُسکو دوزخ مین ڈالیگا اور مراد اولوا الامر سے جنکی اطاعت کا قرآن مجید مین امر ہے علماء دین مراد ہین بنا بر صحیح ترین اقوال کے اور وہی وارث ہین
انبیا کے بالاتفاق اسمین خلاف نہین ہم پوری آیت لکھتے ہین و اذا قیل انشزوا فانشزوا یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت واللہ بما تعملون خبیر یعنی جب
کہا جاے کہ اٹھو تو تم اٹھ کھڑے ہوا کرو بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ درجات اُنکے جو ایمان لائے تم مین سے اور اُنکے جنکو علم دیا گیا اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اُسکا عالم
اور دانا ہے تفسیر بیضاوی مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالمون کے بالخصوص درجات بلند کیے کیونکہ وہ علم اور عمل کے جامع ہین اسواسطے کہ علم اپنی بلند مرتبگی کے ساتھ
اس عمل کا مقتضی ہے جو مقرون بمزید رفعت ہے اور اسیوجہ سے عالم کے افعال کی پیروی کیجاتی ہے نہ غیر عالم کے افعال کی حدیث مین وارد ہے فضیلت
عالم کی عابد پر جیسے چودھوین رات کے چاند کی فضیلت باقی ستارون پر انتہی طحطاوی نے کہا رازی کے احکام قرآن مین ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور
لوگون سے اہل علم کو مجالس مین رفعت اور بلندی دیتے تھے تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ حضرت کے نزدیک کسقدر اُنکی فضیلت اور منزلت ثابت ہے اسیطرح حضرت کے بعد
بھی علماء کی تعظیم کرنا چاہیے ابن عباسؓ سے کہا کہ علماء کے درجات اور مومنین کے اوپر سات سو درجے ہین ہر درجہ ۵۰۰ برس کی راہ ہے زندویسی نے کہا کہ عالم کا
حق جاہل اور اُستاد کا حق شاگرد پر یکسان ہے برابر وہ یہ ہے کہ عالم اور اُستاد سے پہلے افتتاح کلام نکرے اور اگر وہ کہین گیا ہو تو اُسکے مقام پر نہ بیٹھے اور اُسکے کلام
کو بے ادبی سے رد نہ کرے اور چلنے مین اُسکے آگے نہ بڑھے اور زوج کا حق زوجہ پر اس سے بھی زیادہ ہے وہ یہ ہے کہ اُسکی اطاعت کرے جس مباح کام کو وہ امر کرے منقول
ہے زلزلہ سخت واقع ہوا تو ایک بزرگ نے فرمایا کہ طالب العلم دعا کرین لوگون نے کہا اسکی کیا وجہ ہے فرمایا کہ انمین جو نیک ہین وہ اور نیکون سے بہتر ہین اور جو انمین بد ہین وہ اور بدون سے بہتر ہین
کذا فی الطحطاوی مستطرف مین امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے فرمایا علم کو اسیقدر شرف کفایت کرتا ہے کہ اگر جاہل کو عالم کہیے تو وہ خوش ہو جاتا ہے اور
جہل کو اتنی ذلت کافی ہے کہ جاہل بھی جہالت سے بیزار ہے اور اگر جاہل کو جاہل کہیے تو خفا ہو جاتا ہے اختضب لاجل التزین للنساء والجواری جاز فی الاصح ویکرہ بالسواد

وقیل لا در فی الحظر ایک شخص نے خضاب کیا آرائش کیواسطے اپنی زوجات اور اپنی حلال لونڈیون کیلیے تو جائز ہے صحیح تر قول مین اور سیاہ خضاب کرنا مکروہ ہے اور
قول ضعیف یہ ہے کہ مکروہ نہین اور یہ مسئلہ گذر گیا کتاب الحظر مین ہم ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ جیسے مجھکو یہ پسند آتا ہے کہ میری عورت میرے لیے سنگار کرے ویسا ہی پسند آتا ہے
اُسکو میرا آرائش کرنا اسمین اختلاف ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا یا نہین قول اصح یہ ہے کہ نہین لواجیہ مین ہے کہ صغیر کو مہندی وغیرہ ہاتھ پانو مین
لگانا لائق نہین کیونکہ یہ آرائش ہے اور وہ عورتونکو مباح ہے اکمل کی شرح مشارق مین ہے کہ خضاب مین دو مقام پر اختلاف علما ہے ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب
کیا یا نہین انس رض نے کہا کہ مجکو آپ کا خضاب کرنا معلوم نہین اور بعضون نے کہا کہ خضاب کیا تھا انکی محب ام سلمہ نے اور ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ انھون نے حضرت کا

زرد خضاب دیکھا اور قول مختار یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کا ہے خضاب کیا اور اکثر اوقات میں ترک کیا سو جو جسنے دیکھا وہ بیان کیا دوسرا حکم
یہ ہے کہ خضاب افضل ہے یا ترک کرنا اسکا بعضون نے کہا کہ ترک افضل ہے اسلیے کہ تغیر پیری سے نہی وارد ہے اور علمانے کہا کہ خضاب افضل ہے اسواسطے کہ
صحابہ کرام کی ایک جماعت نے خضاب کیا ہے صدیق اکبر حنا کا خضاب کرتے تھے اور بعضے زعفران سے خضاب کرتے تھے چنانچہ یہ علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
اور بعضے سیاہ خضاب کرتے تھے چنانچہ یہ حضرت عثمان اور حسن اور حسین اور عقبہ بن عامر اور ابن سیرین رضی اللہ عنہم سے منقول ہے اور ہم حنفیون کا مذہب یہ ہے کہ حنا اور
وسمہ کا رنگ خوب ہے چنانچہ نہادے تا فیضخان مین مذکور ہے نووی شافعی مذہب کہا ہے کہ مذہب استحباب خضاب کہ ہے مرد اور عورت کو زردی اور سرخی کا اور راجح قول مین خضاب سیاہ
حرام ہے اسواسطے کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ پیری کو تغیر کرو اور بچو سیاہی سے انتہی قول اکمل سیاہ خضاب کی حرمت غیر مجاہدین کے حق مین ہے اور غازیون کو حرام نہین
کافرون پر رعب ڈالنے کیواسطے اور اصحاب کبار نے جو سیاہ خضاب کیا شاید اسکا یہی محل ہے قالہ الحموی کذا فی الفتاوی ہم مین نے اپنے استاد میر احسن محدث سے شاہد
اپنے اساتذہ سے نقل کرتے تھے کہ ممنوع وہ سیاہ خضاب ہے جو وسمہ کے سوا اور چیزون سے ہو اسواسطے کہ صحیح بخاری مین ثابت ہے کہ جب امام حسین شہید ہوئے تھے تو ریش مبارک
مخضوب بوسمہ تھی واللہ اعلم لکما یجوز ان یاکل متکیا فی الشرح للماردی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اکل متکیا مجمع الفتاوی جیسے جائز ہے کہ تکیہ لگا کر قول صحیح مین اسواسطے کہ رسول
خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپنے کھانا کھایا تکیہ دیکر کذا فی مجمع الفتاوی اخذتہ الزلزلۃ فی بیتہ ففر الی الفضاء لا یکرہ بل یستحب لفرار النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الحائط
المائل ایک شخص کو زلزلہ معلوم ہوا اپنے گھر مین سو وہ بھاگا میدان کیطرف تو یہ مکروہ نہین بلکہ کہا گیا مستحب ہے بدلیل فرار کرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھکی دیوار سے
واذا خرج من بلدۃ بہا الطاعون فان علم ان کل شئ بقدر اللہ تعالی فلا بأس بان یخرج ویدخل وان کان عندہ انہ لو خرج نجی ولو دخل ابتلی بہ
کرہ لہ ذلک فلا یدخل ولا یخرج صیانۃ لاعتقادہ وعلیہ حمل النہی فے الحدیث الشریف مجمع الفتاوی اور جبکہ انسان نکلا اس شہر سے جسمین وبا ہے سو اگر وہ
یہ جانتا ہو کہ ہر چیز حق تعالی کی تقدیر سے ہے تو کچھ مضائقہ نہین اسکے نکلنے مین وبا کے شہر سے اور وہان جانے مین جہان وبا نہین ہے اور اگر اسکے نزدیک
یہ عقیدہ ہو کہ اگر نکلا تو بچا اور اگر وبا کے شہر مین گیا تو اسمین مبتلا ہو گا تو اسکو یہ مکروہ ہے تو وہان نجائے اور نہ وہان سے نکلے تاکہ اسکا اعتقاد محفوظ رہے
اور اسی تفصیل پر خروج اور دخول کی نہی حدیث شریف مین محمول ہے کذا فی مجمع الفتاوی فقیہ فی بلدۃ لیس فیہا غیرہ افقہ منہ یرید ان یغزو فلیس لہ
ذلک بزازیہ وغیرہا مسائل شرعیہ کا عالم ایک شہر مین ہے کہ وہان اس سے زیادہ ترکوئی عالم نہین اسنے جہاد کا ارادہ کیا تو اسکو یہ جائز نہین ہے چنانچہ
بزازیہ وغیرہا مین ہے ہم یہ قول محمول ہے اس جہاد مین جو ہنوز فرض عین نہین ہو گیا اسواسطے کہ نفع ایسے عالم کا مسلمانون کو زیادہ تر ہے ثواب مین اس جہاد
کے ثواب سے جو فرض عین نہوا کذا فی العنایہ ہے قضی المدیون الدین المؤجل قبل الحلول او مات فحل بموتہ فاخذ من ترکتہ لا یاخذ من المرابحۃ التی جرت
بینہما الا بقدر ما مضی من الایام وہو جواب المتأخرین قنیہ وبہ افتی المرحوم ابو السعود افندی مفتی الروم وعللہ بالرفق للجانبین وقد قدمہ قبیل فصل القرض
مدیون نے دین موجل کو میعاد کے آنے سے پہلے ادا کیا یا مدیون مر گیا سو اسکے مرنے سے دین حال ہو گیا یعنی موجل نرہا فی الحال واجب الادا ہو گیا سو میت
مدیون کے ترکہ سے لیا گیا تو نہ لے اس منفعت سے جو دائن اور مدیون مین ٹھہر گئی مگر بقدر ایام گذشتہ کے اور یہی جواب ہے علماء متاخرین کا چنانچہ قنیہ مین مذکور
ہے اور اسیکا فتوی دیا ہے مرحوم ابو السعود افندی مفتی بلاد روم نے اور رعایت جانبین کو اسکی وجہ مذکور کی ہے اور مصنف نے اس مسئلہ کو فصل قرض سے پہلے بیان کیا ہے
ہم صورت اسکی یہ ہے کہ کوئی چیز دس درم نقد سے خریدی اور دوسرے کے ہاتھ ۲۰ درم کو بیع کی دس مہینے کے وعدہ پر پھر اگر مدیون نے پانچ مہینے کے بعد ثمن ادا کیا یا پانچ مہینے کے
بعد وہ مر گیا تو صاحب دین کو چاہیے پانچ درم نفع لے اور پانچ درم چھوڑے کذا فی الطحطاوی فرع مسئلہ مختصہ شارح کا فی اخر الکنز ینبغی لحافظ القرآن فی کل اربعین یوما ان یختم
مرۃ آخر کنز الدقائق مین ہے کہ حافظ قرآن کو لائق یہ ہے کہ ہر چالیس دن مین ایکبار قرآن مجید کو ختم کرے ہم اسواسطے کہ مقصود فہم معانی ہے نہ مجرد تلاوت قال تعالی
افلا یتدبرون القرآن حافظ قرآن خوان پر سلام کرنا نچاہیے اور قاری کو سلام کا جواب دینا یا نہ دینا دونون درست ہین قول صحیح ہے اور جبکہ قاری اذان سنے

تو افضل یہ ہے کہ چپ رہے اور اذان سنے اور جب نبی کا نام قرآن میں آوے تو اُس پر صلوۃ واجب نہیں امام پر ہے روایت ہے کہ جسنے قرآن کو سال میں دو بار ختم کیا تو اُسنے قرآن کا حق ادا کیا اور قاری قیام نکرے اگر باپ یا معلم یا عالم کیواسطے تعظیم میں ہے بہتر یہ ہے کہ ہر مہینہ میں ایکبار ختم کرے اور مستحب ہے اُسکے واسطے تطہیر اور تحسین لباس اور خوشبو لگانا اور حروف ادا کرنا اور اُس مکان کو قنادیل اور شمع سے روشن کرنا اور اہل و عیال کو ختم کے وقت جمع کرنا اور اُنکے واسطے برکت اور مغفرت کی دعا کرنا اور ختم کے بعد پھر قرآن کا شروع کرنا اور قرآن کو مصحف سے پڑھنا اور مستحب یہ ہے کہ تین دن سے کمتر مدت میں ختم نکرے اور مستحب ہے کہ ہر سال ایکبار اُسکو قرآن سنادے جو اس سے زیادہ تر جانتا ہے اور بہترین اوقات قرآن کیواسطے ماہ مبارک رمضان ہے اور بازار میں اور سوال کیواسطے اور ناپاک مکان میں قرآن پڑھنا مکروہ ہے اور مصحف پر کوئی چیز نرکھے اور مصحف کو رکھکر نہ چھوڑے پڑھا کرے تاکہ وہ مہجور اور متروک نہ ٹھہرے اور اگر اُمّی آدمی مصحف کو اپنے گھر میں رکھے برکت کی نیت سے تو مکروہ نہیں اور تفسیر قرآن کو اپنی عقل سے اور عکس ترتیب جائز نہیں اور اگر مصحف ایسا کہنہ ہو گیا ہو کہ اُسمیں پڑھنا ممکن نہیں تو پاک کپڑے میں لپیٹ کر بغلی قبر کے مانند کھود کر دفن کرے یا اُسکو [illegible] یا ایسی پاک جگہ میں رکھدے جہاں نجاست اور ملحدوں کے ہاتھ نہ پہونچیں اور مصحف اور کتب تفسیر و فقہ اور کعبہ معظمہ کیطرف پاؤں پھیلانا نوم یا غیر نوم میں مکروہ ہے اور جو قرآن غلط پڑھتا ہو تو بتانا افضل ہے جیسے راہ بھولے کو راہ بتانا حدیث میں وارد ہے کہ میری امت کے گناہ میرے سامنے آئے تو میں نے اس سے زیادہ تر کوئی گناہ ندیکھا کہ مرد آیت یا سورت پڑھکر بھول گیا نسیان سے مراد یہ ہے کہ اُسکو مصحف سے پڑھنا ممکن نہو اور لیٹکر قرآن پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں لیکن پڑھنے کیوقت اپنے دونوں پاؤں سمیٹ لے اگر لڑکا گھر میں قرآن پڑھتا ہو اور گھروالے کام میں مشغول ہوں تو ترک سماع میں معذور ہیں اگر اُنھوں نے کام شروع کیا ہو پڑھنے سے پہلے اور اگر قرآن پڑھنا شروع ہو گیا تو معذور نہیں اور یہی حکم فقہ خوانی کا ہے قرآن خوانی کیطرح کذا فی القہستانی عن الملتقط واللہ اعلم واستغفر اللہ العظیم

کتاب الفرائض

یہ کتاب ہے فرائض کے مسائل میں اور فرائض جمع ہے فریضہ کی اور وہ مشتق ہے فرض سے اور فرض لغت میں بمعنی تقدیر اور قطع اور بیان کے ہے اور اصطلاح شرع میں فرض وہ ہے جو ثابت ہو دلیل قطعی یقینی سے اس قسم کے فقہ کے مسائل کو فرائض اسواسطے نام رکھا کہ سہام مقدر مقطوع مبیّن ہیں جو دلیل قطعی سے ثابت ہیں تو اسمیں لغوی معنی اور شرعی دونوں یکجا ہو گئے کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار ہی علم اصول من فقہ و حساب تعرف بہا حق کل من الترکۃ فرائض علم ہے فقہ اور حساب کے ان قواعد کا جن سے ہر ایک وارث کا حصہ ترکہ سے معلوم ہو جاتا ہے اور موضوع علم فرائض کا ترکات ہیں اور غایت اس علم کی ایصال حقوق ہے اہل استحقاق کو اور ارکان اُسکے تین ہیں وارث اور مورث اور موروث اور شروط اُسکے تین ہیں مورث کی موت اور وارث کی حیات حقیقی ہو یا تقدیری چنانچہ حمل اور علم وجہ ارث کا اور اسباب اور موانع اُسکے آگے مذکور ہونگے اور اُس مسئلے کے استخراج کے تین اصول ہیں کتاب اللہ اور حدیث چنانچہ نانی کی ارث مغیرہ اور ابن سلمہ کی شہادت سے ثابت ہے اور اجماع امت ہے چنانچہ دادے کی ارث عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع اصحاب کرام کا ہو گیا اور قیاس کو فرائض میں کچھ دخل نہیں کذا فی الطحطاوی مختصرا والحقوق ہنا خمسۃ بالاستقراء اور حقوق یہاں پانچ ہیں باعتبار تلاش و تفحص کے یعنے حقوق کا منحصر ہونا پانچ میں حصر استقرائی ہے نہ حصر عقلی لان الحق اما للمیت او علیہ او لا ولا اسواسطے کہ حق متعلق بہ ترکۂ میت یا میت کو ہے یا میت پر ہے یا نہ یہ ہے نہ وہ الاول التجہیز والثانی اما ان یتعلق بالذمۃ وہو الدین المطلق اولا وہو المتعلق بالعین اول یعنی میت کا حق تجہیز ہے یعنے میت کا سامان مرنے کے وقت سے دفن کرنے تک۔ اور دوسرا یا متعلق بذمہ میت ہے وہ دین مطلق ہے یا متعلق بذمہ نہیں اور وہ متعلق بعین ہے والثالث اما اختیاری وہو الوصیۃ او اضطراری وہو المیراث اور تیسرا یا اختیاری ہے وہ وصیت ہے یا اضطراری ہے جسمیں اختیار کو کچھ دخل نہیں وہ میراث ہے کہ شرع کی جہت سے ثابت ہے وسمی فرائض لان اللہ تعالٰی قسمہ بنفسہ واوضحہ وضوح النہار بشمسہ اور میراث کا فرائض نام رکھا گیا اسلیئے کہ حق تعالٰی نے میراث کو خود بذات پاک قسمت کیا اور اُسکو ظاہر اور روشن کر دیا جیسے دن کو روشن کر دیا اپنے آفتاب سے ہم میراث کو قسمت کیا یعنے ہر وارث کا حصہ آپ ٹھہرا دیا اور اُسکی تقدیر ملک مقرب اور نبی مرسل پر مفوض

منین کی اور ہر ایک حصہ نصف اور ربع اور ثمن اور ثلث اور سدس سے خوب بکلام مقدس بیان کر دیا بخلاف باقی احکام کے صلوٰۃ اور زکوٰۃ اور صوم اور حج وغیرہا کے کہ انمین نصوص مجمل ہین سنت نبویہ مین اُسکے بیان واقع ہوا کذا فی المنح قلت ولذا سماہ صلے اللہ علیہ وسلم نصف العلم لثبوتہ بالنص لا غیر وما غیرہ فبالنص تارۃ وبالقیاس اخری مین کہتا ہون اور اسیواسطے یعنے بسبب تقسیم ربانی کے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے علم فرائض کا نام نصف العلم رکھا بسبب ثابت ہونے اس علم کے فقط نص سے نہ غیر نص سے اور غیر فرائض تو کبھی نص سے ثابت ہے اور گاہے قیاس سے مترجم بیان اسکا یہ ہے کہ علم یا فقط نص ثابت ہے یا نص اور غیر نص دونون سے ثابت ہے تو جو علم کہ فقط نص سے ثابت ہے وہ فرائض ہے اور جو نص اور غیر نص دونون سے ثابت ہے وہ فرائض کے سوا اور علوم دینی ہین اور نص سے مراد وہ ہے جو اجماع کو بھی شامل ہے اسواسطے کہ بعض مسائل فرائض کے اجماع امت سے ثابت ہین وقیل لتعلقہ بالموت وغیرہ بالحیوۃ اور بعضون نے کہا نصف ہونا بسبب متعلق ہونے فرائض کے موت سے اور غیر فرائض کے حیات سے ہے مترجم یعنے فرائض نصف علم اسواسطے ہوا کہ انسان کے دو حال ہین موت اور حیات سو فرائض موت سے متعلق ہے اور باقی علوم حیات سے اور ایک حال نصف ہے مجموع دو حال کا لہذا حدیث شریف مین فرائض کو نصف علم فرمایا او بالضروری وغیرہ بالاختیاری یا کہ فرائض سبب ضروری سے ثابت ہے اور غیر فرائض سبب اختیاری سے ثابت ہے مترجم یعنی جس سے ملک ثابت ہوتی ہے وہ دو قسم ہے اختیاری اور ضروری اختیاری جیسے کسی چیز کا خرید کرنا یا ہبہ کرنا اور وصیت کرنا اور ضروری جیسے ارث تو اسواسطے فرائض کو نصف علم فرمایا وہل ارث الحی من الحی ام من المیت المعتمد الثانی شرح الوہبانیۃ اور کیا ارث زندے کو زندے سے ہوتی ہے یا مردے سے معتمد قول دوسرا ہے یعنے زندہ وارث ہوتا ہے مردے کا کذا فی شرح الوہبانیۃ مترجم شرح وہبانیہ مین ہے کہ ارث کے وقت مین علما کا اختلاف ہے مشائخ عراق کے نزدیک آخر جزو اجزاء حیات مورث سے وقت ہے میراث کا اور مشائخ بلخ کے نزدیک وقت ارث بعد مرجانے مورث کے ہے اسواسطے کہ جبتک وہ زندہ ہے اپنے جمیع اموال کا مالک ہے ہر طرح سے تو اگر اسکا وارث اس حالت مین مالک ہو تو لازم آوے کہ ایک چیز دو شخصون کی مملوک ہو علی وجہ الکمال اور اس امر کو عقول تسلیم نہین کرتین کذا فی الطحطاوی مختصراً ویبدأ من ترکۃ المیت الخالیۃ عن تعلق حق الغیر بعینہا کالرہن والعبد الجانی والماذون المدیون والمبیع المحبوس بالثمن والدار المستاجرۃ ابتدا کیجاے میت کے اس ترکے سے جو خالی ہے تعلق حق غیر سے عین ترکے کے ساتھ جیسا کہ رہن اور عبد جانی اور غلام ماذون مدیون اور وہ مبیع جو محبوس ہو ثمن سے اور اجارہ کا گھر مترجم ترکہ لغت مین بمعنی متروک ہے اور اصطلاح مین ترکہ وہ مال ہے جسکے عین سے غیر کا حق متعلق نہ ہو گیا ہو تو مال کی قید سے اہل وعیال ترکے سے خارج ہوگئے تعلق حق غیر کا عین ترکے سے جیسا کہ رہن وغیرہ رہن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کوئی چیز مثلاً باغ گرو رکھا پھر راہن مرگیا اور باغ مرتہن کے پاس ہے اور راہن نے سواے باغ کے کوئی مال نہین چھوڑا تو مرتہن کا دین مقدم ہے راہن کی تجہیز تکفین پر کیونکہ غیر کا حق عین باغ سے متعلق ہو گیا سو اگر اداے دین کے بعد کچھ باقی رہیگا تو تجہیز مین صرف ہوگا اور عبد جانی کی صورت یہ ہے کہ غلام نے اپنے مولی کی حیات مین کسیکو قتل کیا اور مولی کا کچھ مال نہین سواے غلام کے اور مولی مرگیا تو مقتول کا وارث اس غلام کا زیادہ ترحقدار ہے مولی سے ہان اگر دیت دیکر کچھ باقی رہے تو اس سے مولی کی تجہیز تکفین ہوگی اور عبد ماذون مدیون کی یہ صورت ہے کہ اسپر لوگون کے دین ہین مالک کی زندگی مین پھر مالک مرگیا اور اسکا کچھ مال نہین سواے اسکے تو ارباب دیون مقدم ہین تجہیز پر اور مبیع محبوس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً غلام بیچا زید کے ہاتھ ثمن معین پر اور مشتری نے ہنوز ثمن ادا نہ کیا اور بائع نے غلام کو روک رکھا اپنے پاس اور مشتری کا کچھ مال نہین سواے اس غلام کے تو بائع احق ہے اس غلام محبوس کا تجہیز مشتری سے اور دار مستاجرہ کی یہ صورت ہے کہ صاحبخانہ نے گھر زید کو کرایہ دیا اور زید نے اسکی اجرت پیشگی دی پھر صاحب خانہ مرگیا سو اجارہ فسخ ہو گیا اور زید مستاجر کی کچھ اجرت باقی رہی اور صاحبخانہ نے سواے اس گھر کے کچھ اور ترکہ نہین چھوڑا تو زید مقدم ہوگا صاحبخانہ کی تجہیز پر کذا فی الطحطاوی وانما قدمت علی التکفین لتعلقہا بالمال قبل صیرورتہ ترکۃ اور حقوق مذکورہ مقدم نہین ہوئے تکفین پر مگر بسبب متعلق ہو جانے حقوق کے مال کے ساتھ مالکے ترکہ ہو جانے سے پہلے یعنی مال کا ترکہ ہونا تو موت کے بعد ہوتا ہے سو یہ حقوق تو قبل از موت کے متعلق ہوا مال سے بتجہیزہ وتکفینہ من غیر تقتیر ولا تبذیر ککفن السنۃ او قدر ما کان یلبسہ فی حیاتہ ترکۂ میت سے ابتدا کیجاے میت کی تجہیز یعنی بغیر تنگی اور فضول خرچی کے جیسا کہ کفن مسنون یا بقدر

اسکے جو میت اپنی زندگی میں پہنتا تھا شارح نے کہا تجہیز تکفین کو بھی شامل ہے ضوء السراج میں ہے کہ تنگی اور اسراف کفن کا دو طرح ہے شمار کی راہ سے اور قیمت کی راہ سے سو شمار کے اعتبار سے مرد کے کفن میں تین کپڑے ہیں اور عورت کے کفن میں پانچ ہیں تو اگر مرد کو کفن دیا تین کپڑے سے زیادہ تو یہ اسراف ہے اور تین سے کم دیا تو یہ تنگی ہے اور اگر عورت کا کفن پانچ کپڑوں سے زیادہ کیا تو یہ اسراف ہے اور اگر پانچ سے کم کیا تو یہ تنگی ہے اور قیمت کے اعتبار سے اگر مرد زندگی میں دس روپیہ کی قیمت کے کپڑے پہنتا ہے تو اگر اسکا کفن اس سے زیادہ کیا تو اسراف ہے اور اگر اس سے کم کیا تو تنگی ہے انتہی اور شارح کی عبارت میں لفظاً و معنیً واو کے ہے تو عدد اور قیمت میں حال متوسط معتبر ہوگا چنانچہ مذکور ہو چکا کفن مسنون اسوقت دیا جائیگا جبکہ ادائے دین میں قصور نہوتا ہو تکفین کے بعد اور اگر کفن مسنون ہونے سے ضرر ہوتا ہو ادائے دین میں تو کفن کفایت دیا جاویگا کفن کفایت مرد کے دو کپڑے ہیں جدید ہوں یا مغسول اور عورت کے اسیطرح تین کپڑے ہیں کذا فی الطحطاوی ولو هلك كفنه فلو قبل التفسخ كفن مرة بعد اخرى اور اگر میت کا کفن تلف ہو جاوے تو اگر میت کے پھوٹنے اور پھٹنے سے پہلے کفن تلف ہوا تو اسکو کفن دیا جاویگا ثابت ہونے کے بعد ہر بار ہم توضیح اسکی یہ ہے کہ جب قبر کھود کر کسی نے کفن نکال لیا تو اگر میت مدفون ہے قبر میں تو وارثوں پر اسکو کفن دینا دوسری بار واجب نہیں اور اگر میت قبر کے باہر برہنہ ہے تو اول بار کیطرح اسکو کفن دینا چاہیے اگر میت کا بدن درست ہے اور اگر درست نہ رہا ہو تو اسکے ترکہ سے ایک کپڑے میں دفن کرنا چاہیے اور اسیطرح کرنا چاہیے اگرچہ چند بار کفن چرایا گیا ہو ادائے دین اور قسمت سے پہلے اور اگر وارثوں میں ترکہ قسمت ہو گیا اور قضائے دیون اور نفاذ وصیت ہو چکی تو وارثوں سے کفن کیواسطے استرداد (واپس لینا) ہوگا بقدر انکے میراث کے اور اس سے کفن دیا جاویگا اسیطرح ہر بار ہوگا تا بقائے مال میراث کذا فی الطحطاوی وکل من کل ماله اور ہر بار کا کفن میت کے تمام مال سے لیا جاویگا نہ ثلث مال سے ثم تقدم دیونه التي لها مطالب من جهة العباد پھر میت تجہیز کے بعد ان دیون کا ادا کرنا مقدم ہوگا ترکہ سے جنکا مطالبہ ثابت ہے عباد کی جہت سے ہم جہت عباد کی قید سے وہ دین خارج ہو گیا جسکا مطالبہ حق تعالے کیطرف سے ہے چنانچہ زکوٰۃ کا دین اور کفارہ وغیرہ کا دین ویقدم دین الصحة علی دین المرض ان جهل سببه اور صحت کا دین مقدم ہے مرض کے دین سے اگر مرض کے دین کا سبب معلوم نہو ہم صحت کا دین وہ ہے جو گواہوں سے ثابت ہو یا میت نے اپنی صحت میں اسکا اقرار کیا ہو اور مرض کا دین وہ ہے جو میت کے اقرار سے ثابت ہوا مرض کی حالت میں یا جو مرض کے مانند ہے چنانچہ قتال کیواسطے نکلنا یا رجم اور قصاص کیواسطے والا فسیان کما بسطه السید اور اگر مرض کے دین کا سبب معلوم ہو تو صحت اور مرض دونوں حالتوں کا دین برابر ہے چنانچہ سید شریف نے اسکو شرح بیان کیا ہے ہم معلوم ہونا سبب کا اسطرح ہے کہ مدیون نے اپنے مرض میں اس دین کا اقرار کیا جسکا ثبوت بطریق معاینہ کے معلوم ہوا چنانچہ اسنے کچھ خرید کیا تھا یا کسی کا مال تلف کیا تھا تو یہ دین فی الحقیقۃ صحت کا دین ہے اسواسطے کہ اسکا وجوب اسکے اقرار کے سوائے اور طرح بھی معلوم ہوا لہذا وہ دین صحت کے برابر ہو گیا حکم میں انتہی کلام السید الشریف تو معلوم ہوا کہ دیون عباد کی تینوں قسم ہیں قوی اور ضعیف قوی وہ ہے جو تجہیز اور تکفین پر مقدم ہے چنانچہ حقوق متعلقہ بعین ترکہ کا رہن اور وسط وہ ہے جو گواہوں یا صحت کے اقرار سے یا مرض معاینہ سے ثابت ہے اور ضعیف وہ ہے جو مرض کے اقرار سے ثابت ہو اور معلوم کرنا چاہیے کہ ترکہ قبل قضائے دیون کے مرہون کے مانند ہے تو ابھی وارثوں کے تصرفات نافذ نہونگے بشرطیکہ ترکہ دین کم ہے یا برابر ہے اور اگر ترکہ زیادہ ہے تو نفوذ تصرفات میں دو وجہیں ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ تا بقائے قدر دین تصرف نافذ ہے اور دوسری وجہ ظاہر تر یہ ہے کہ تصرف نافذ نہیں علی قیاس المرہون شرح ملتقے میں ہے کہ ترکہ مستغرقہ کی بیع کرنے کا حاکم کو اختیار ہے نہ وارثوں کو اسواسطے کہ وارث اسصورت میں مالک اسکے نہیں کذا فی الطحطاوی ثم دين اللہ فان اوصی به وجب تنفیذہ من ثلث الباقی والا لا اور دین حق تعالے کا چنانچہ زکوٰۃ سو اگر میت نے اسکے ادا کرنے کی وصیت کی تو اسکا جاری کرنا تہائی باقی مال سے واجب ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو واجب نہیں ہم دین خدا چنانچہ زکوٰۃ اور حج اور صیام اور نذر اور کفارات تو اگر میت نے مثلاً اسقاط نماز کی وصیت کی تو مطالبہ ساقط ہوگا اور اگر وصیت نہیں کی اور وارث نے تبرع کیا یعنے اپنی طرف سے مال دیکر اسقاط کیا تو بعضوں کے نزدیک نمازیں میت سے ساقط نہیں ہوتی ہیں اسواسطے کہ اختیار بالکل معدوم ہے اور اسواسطے کہ فعل وارث کا وصیت سے کمتر ہے تو عدم جواز کا حکم ہوگا تا کہ احتیاط مرتبہ ظاہر ہو اور بعضوں نے کہا کہ مطالبہ ساقط ہوگا وصیت کرنے کے مانند اسواسطے کہ جواز کی دلیل یہاں تو گنجائش رحمت الٰہی اور اسکے کمال کرم اور فضل کی امیدواری ہے اور یہ تو وصیت اور تبرع دونوں کو شامل ہے ابن کمال نے کہا ہے کہ

حقیقت اہل شرع کے عرف مین یہ ہو کہ مال واجب ہو ذمہ پر کسی چیز کے بدلے سے تو خراج دین ہو اسواسطے کہ منافع حفاظت کا بدل ہو پر زکاۃ صدقہ فطر کوتر کے اسواسطے
کہ اسمین تمیلک مال واجب ہو بغیر اسکے کہ کسی چیز کا بدل ہو کذا فی الطحطاوی ثم تقدم وصیتہ مطلقۃ علی الصحیح خلافا لما اختارہ فی الاختیار پھر دین کے بعد وصیت کو ادا
مقدم کیجائے اگر وصیت مطلقہ ہو بنا بر قول صحیح کے بر خلاف اُس قول کے جسکو اختیار شرح مختار مین اختیار کیا ہو اور وصیت مطلقہ عبارت ہو ربع مال یا ثلث مال کی وصیت
سے اور وصیت معینہ وہ ہو جو شی معین سے متعلق ہو چنانچہ گھر یا کپڑے یا جاریہ کی وصیت اور بعضون نے وصیت مطلقہ کے مقابل وصیت مقیدہ کو بیان کیا ہو وہ یہ ہو
کہ بعینہ ثلث مال کی وصیت کرے اسطرح کہ مثلاً تین درم یا دینار ثلث دار یا ثلث غنم کی وصیت کرے کذا فی الطحطاوی فتاوی عالمگیری مین اختیار کے مذہب مختار ہونا
سے منقول ہو یعنے وصیت مطلقہ میراث پر مقدم نہین تو موصی کہ وارثون کا شریک ہو نہ مقدم من ثلث ما بقی بعد تجہیزہ و دینہ وصیت جاری کیجائے اُس مال کی
تہائی سے جو باقی رہگیا میت کی تجہیز اور دین کے بعد وصیت جاری ہو گی ثلث باقی سے نہ اصل مال کے ثلث سے بشرطیکہ توزع تجہیز اور ادائے دیون کیا بشرطیکہ دیوالیہ
کے جبکہ دونون امر پایا جائے اور اگر تجہیز اور دیون دونون نہ پائے گئے اسطرح پر کہ ایک شخص ڈوب گیا یا جلگیا اور دوسرے نے اسکو کفن دیا اور وہ کسی کا مدیون نہین تو تمام مال کی
تہائی سے وصیت جاری ہوگی اور اگر میت کا کوئی وارث نہین یا وارث ہو مگر تمام مال کے ثلث سے تنفیذ وصیت کو جائز رکھتا ہو تو بھی کل مال کے ثلث سے وصیت جاری ہوگی
اور تنفیذ وصایا کا ثلث سے مطلب یہ ہو کہ جسقدر مال وصیت کیواسطے کفایت کرتا ہو اتنا مال جز قسمت سے ساقط کیا جائے نہ اسقدر کو جدا کر کے باقی مال سے اور موصی لہ کو
تسلیم کر دینا کذا فی الطحطاوی عن ابن کمال وانما قدمت فی الآیۃ اہتماما لکونہا مظنۃ التفریط اور وصیت آیت قرآنی مین مقدم نہین کی گئی دین پر مگر اہتمام کیواسطے بسبب
ہونے وصیت کے مظنہ تفریط کا اور یہ جواب ہو سوال مقدر کا سوال یہ ہو کہ یہان وصیت کا رتبہ دین کے بعد ہو اور کلام مجید مین وصیت دین پر مقدم ہو شارح نے جواب دیا
کہ وصیت کا اہتمام منظور رہا بمظنہ تفریط کے اسواسطے کہ وصیت کا لزوم دین سے کمتر ہو اور اسواسطے کہ وصیت غربا اور مساکین کا حق ہو اور دین حق ہو ارباب دیون کا
جو حاکم سے نالش کر کے لے سکتے ہین تو اُسکے ادا کرنے مین احتمال تھا تفریط بخلاف دین کے کہ ورثہ اپنے مورث کا فراغ ذمہ خود چاہتے ہین لہٰذا وصیت کا ذکر دین پر مقدم
ہوا اور وصیت کی ترغیب کے واسطے ثم رابعا بل خامسا یقسم الباقی بعد ذلک بین ورثتہ پھر چوتھے مرتبے بلکہ پانچوین مرتبے مین باقی مال بعد امور مذکورہ قسمت
کیا جائے میت کے وارثون مین حسب صرف ترکہ مین پہلے تجہیز اور تکفین کا مرتبہ ہو پھر دوسرا مرتبہ ادائے دین کا پھر تیسرا مرتبہ وصیت کا تو چوتھا مرتبہ ہوا تقسیم ورثہ کا اور
اگر ان حقوق کو اعتبار کیجئے جو عین ترکے سے متعلق ہین چنانچہ رہن اور عبد جانی تو تقسیم میراث کا پانچوان مرتبہ ٹھہریگا معلوم کرنا چاہیے کہ تاخیر قسمت کا محل وہان ہو جہان
حقوق متقدمہ پائے جاوین اور اگر حقوق مذکورہ نہون تو قسمت ہی سے ابتدا ہو گی اور قسمت کا محل وہان ہو جہان وارث متعدد ہون اور اگر ایک ہی وارث ہو
تو تمام مال اُسیکا ہو سوائے زوجین کے کہ وہ سب مال کو نہین پاتے روح الشروح مین ہو کہ ورثہ جمع ہو وارث کی اور علمائے فرائض کے عرف مین وارث وہ ہو جو
باقی رہے بعد فنا ہو جانے اُس شخص کے باقی کا نسب یا سبب ثابت ہو اور باینمعنی حقتعالی نے فرمایا کہ نحن الوارثون یعنے ہم باقی رہنے والے ہین بعد فنا خلائق کے لیکن
نسب اور سبب کی قید خالق حق سبحانہ کے حق مین ماخوذ نہین اسواسطے کہ وہ پاک نسب اور سبب سے پاک اور منزہ ہو کذا فی الطحطاوی ملخصا ای الذین ثبت ارثہم بالکتاب
مراد وارثون سے وہ لوگ ہین جنکی ارث کلام مجید سے ثابت ہو یعنی کتاب اللہ مین باپ اور ماں اور زوج اور زوجہ اور بیٹی اور بیٹیون اور بھائی اور بہنون کی میراث
ثابت ہو او السنۃ کقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اطعموا الجدات السدس یا جنکی ارث سنت سے ثابت ہو چنانچہ یہ حدیث رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی کہ جدات
کو سدس کا اطعام کر دیعنی چھٹا حصہ اُنکو دو تو جدہ کی ارث سنت سے ثابت ہو اسی طرح سگی بہنون کی بیٹیون کے ساتھ سنت وہ ہو جو رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم سے قولاً یا فعلاً مروی ہو اور حدیث کا لفظ قول کو مخصوص ہو اور کشف المنار مین ہو کہ مطلق لفظ سنت کا سنت نبوی کے اختصاص کا مقتضی نہین ہو اسواسطے
کہ اہل شرع کے عرف مین مطلق لفظ سنت سے دین کا طریقہ مراد ہو خواہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ہو یا صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کا کذا فی الطحطاوی
او الاجماع کجعل الجد کالاب وابن الابن کالابن یا جنکی ارث اجماع امت سے ثابت ہو چنانچہ دادا کو باپ کے مانند قرار دینا اور پوتے کو بیٹے کے مانند ٹھہرانا

ہم اجماع امت سے مراد اتفاق رائے مجتہدین امت محمدی کا ہے حکم شرعی پر جس زمانے میں کہ واقع ہو اور مراد اس سے اہل حل و عقد ہیں اسواسطے کہ غیر اہل حل و عقد کے
اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں اور اسیطرح شرائع سابقہ کے مجتہدین کے اتفاق کا کچھ اعتبار نہیں کذا فی الطحطاوی ویستحق الارث ولو لمصحف به یفتی وقیل لا یورث وانما هو
للقارئ من ولديه صغير فيه باحد ثلثة برحم ونكاح صحيح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعا وولاء اور وارث مستحق میراث کا ہوتا ہے منجملہ تین جہات کے ایک
جہت سے قرابت سے اور نکاح صحیح سے اور ولا سے خواہ ولاء عتق کی ہو خواہ ولاء موالات کی استحقاق ارث ہر چیز میں ہے اگرچہ متروکہ مصحف ہو اسی
قول کا فتوی ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ مصحف میں میراث جاری نہیں مصحف تو میت کے دو فرزندوں میں سے قاری فرزند کا ہے کذا فی الصغیر فیہ جب نکاح
صحیح کی قید ہوئی میراث میں تو نکاح فاسد اور باطل سے باہم توارث نہیں ہے نکاح فاسد وہ جسمیں شروط صحت نکاح سے کوئی شرط نہو اور نکاح باطل چنانچہ متعہ
اور نکاح موقت کذا مر فی کتاب النکاح معلوم کرنا چاہیے کہ وارثوں کا حق ترکہ کی مالیت سے اور ترکہ کی اعیان دونوں سے متعلق ہے مانند حق موصی لہ کے تو ایک
وارث کو نہیں پہونچتا کہ ترکہ کی ایک چیز مثلاً کتاب یا باغ آپ لے اور اسکی قیمت باقی وارثوں کو دے مگر انکی رضامندی سے یہ جائز ہے اور تکفین اور قضاء دین
مالیت ترکہ سے متعلق ہے نہ عین ترکہ سے اسیواسطے وارثوں کو جائز ہے کہ اپنے مال سے دین ادا کریں اور اشیاء ترکہ کو اپنے واسطے خالص کریں کذا فی الطحطاوی
والمستحقون للترکۃ عشرۃ اصناف مرتبۃ کما افادہ بقولہ اور مستحق ترکہ کے دس قسم کے وارث ہیں علی الترتیب چنانچہ مصنف نے اپنے آیندہ قول میں اسکو بیان کیا ہے فیبدأ
بذوی الفروض ای السہام المقدرۃ تو ترکہ کی تقسیم شروع کیجاے اصحاب الفروض سے فروض سے مراد سہام مقدرہ ہیں اور سہام مقدرہ یعنی جو حصے کہ
معین اور مصرح ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام اور اجماع امت سے سو سہام مذکورہ یہ ہیں نصف اور ربع اور ثمن اور ثلثین اور ثلث اور سدس
یعنی آدھا اور چوتھائی اور آٹھواں اور دو تہائیاں اور تہائی اور چھٹا حصہ وہم اثنا عشر عشرۃ من النسب ثلثۃ من الرجال وسبعۃ من النساء واثنان من السبب وہما الزوجان
اور تمام اہل فروض بارہ ہیں دس نسب کی راہ سے جن میں تین مردوں میں سے ہیں اور سات عورتوں سے اور دو سبب کی راہ سے اور وہ زوجہ اور زوج ہیں ہم تین
مردوں سے مراد ایک باپ دوسرا دادا تیسرا اخیافی بھائی اور سات عورتوں سے مراد بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور ماں اور دادی یہ وارث نسبی ہیں اور
زوجین وارث سببی ہیں ثم بالعصبات ال للجنس فیستوی فیہ الواحد والجمع وجمعہ للازدواج النسبیۃ لانہا اقوی پھر اہل فروض کے بعد عصبات نسبیہ کو ارث ملیگی اسواسطے کہ
عصبات نسبی قوی تر ہیں عصبات سببی سے شارح نے کہا العصبات کا الف لام جنس کا ہے تو اسمیں واحد اور جمع برابر ہے اور عصبات کو جمع لانا اہل فروض کے مناسبت کیواسطے
ہے ہم عصبہ نسبی کو عصبہ سببی یعنی معتق پر اسواسطے مقدم کیا کہ قوی تر ہے اسواسطے کہ وہ قرابت حقیقی کیوجہ سے ہے اور عصبہ سببی قرابت حکمی کیوجہ سے ثم بالمعتق ولو انثی وہو العصبۃ
السببیۃ پھر عصبہ نسبی کے بعد ارث شروع کیجاے آزاد کرنیوالے سے اگرچہ وہ عورت ہو اور آزاد کرنیوالا عصبہ سببی ہے ثم عصبتہ الذکور لانہ لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن پھر آزاد
کرنیوالے کے بعد ارث شروع کیجاے آزاد کرنیوالے کے عصبات ذکور سے اسواسطے کہ عورتوں کو ولا سے کچھ حق نہیں سواے اسکی ولا کے جسکو انھوں نے خود آزاد کیا یعنی اگر عورت نے
خود آزاد کیا تو اسکی میراث پاویگی اور اگر اسکے باپ یا بھائی نے آزاد کیا تو اسکی میراث عورت کو نہ ملیگی طحطاوی میں ہے کہ اگر آزاد مر گیا اور اسنے اپنے مالک کا بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تو اسکی
میراث فقط بیٹا پاویگا اور اگر مالک کی بیٹی اور بہن کو چھوڑا تو انکا کچھ حق نہیں انتہی ثم الرد علی ذوی الفروض النسبیۃ بقدر حقوقہم پھر اگر عصبات مذکورین سے کوئی نہیں تو باقی مال پھیر
جاویگا اہل فروض نسبی پر بقدر انکے حقوق کے یعنی بقدر نسبت انکے حقوق کے تو صاحب ثلث کو مال باقی کا ثلث دیا جاویگا اور صاحب ربع کو ربع کذا قال ابن الکمال ہم اہل فروض کے
نسبی کی قید سے اہل فروض سببی چنانچہ زوجین خارج ہوگئے اسواسطے کہ زوجین کو دوبارہ نہ دیا جاویگا عمر فاروق اور علی مرتضی رضی اللہ عنہما کے نزدیک اور عثمان رضی اللہ عنہ کے
نزدیک انکو بھی دوبارہ دیا جاویگا ابن الضیاء نے کہا کہ اس زمانہ میں رد علی الزوجین پر فتوی ہے بیت المال کے فساد کیوجہ سے اور ذخیرہ میں ہے کہ جو مال فاضل ہو زوجین سے وہ بیت المال
میں نہ رکھا جاے بلکہ انھیں کو یعنی زوجین کو پھیر دیا جاے کیونکہ وہ اقرب ہیں میت کی طرف من جہۃ السبب بنسبت اور شخصوں کے اور اسیطرح بیٹیا اور بیٹی رضاعی انتہی کذا فی زبدۃ
الشروح اور حاشیہ چلپی زادہ میں قنیہ سے ہے کہ بنات معتق اور اسکے ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں ہمارے زمانہ میں جنکے معتق کا کوئی وارث نسبی نہو اور اسیطرح ہمارے

زمانے مین زوجین پر رد میراث ہوگا اور اُسنے مرصاد سے نقل کیا کہ اب اسی قول پر فتوی ہی انتہی پھر نجم زادہ نے کہا کیونکر اسپر فتوی نہو کہ ہمارے زمانہ مین بیت المال
نہین بیت المال تو صحابہ اور تابعین کے زمانے مین تھا اور اگر سلطان یا قاضی کو مال مذکور دیا جاوے تو وہ بیت المال کے مصارف مین صرف نہین کرتے اور فرائض
عبدالواحد شہید مین بھی اسیطرح رد علی الزوجین بتاویل مذکور مسطور ہی اور روح الشروح مین قنیہ سے مذکور ہی کہ ایک عورت اپنا زوج چھوڑ کر مری سو زوج نصف
باقی عالم مسلمان محتاج کو دیا تو وہ عند اللہ معذور ہوگا انتہی کذا فی الطحطاوی **ثم ذوی الارحام** پھر ذوی الارحام یعنی جب اہل فرض نسبیہ اور عصبات مذکورہ
نہون تو ترکہ مین ذوی الارحام سے ابتدا ہوگی فروض نسبیہ کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر مسئلہ مین احد الزوجین ہوگا تو اُسکا فرض حصہ دیکر جو باقی رہیگا وہ ذوی الارحام
کو دیا جاویگا اسواسطے کہ زوجین اہل رد سے نہین ہین تو جیسے اہل فرض کے نہونے سے ذوی الارحام مین تقسیم ہوتی ہی اسیطرح اہل فرض کے باقی رہے مال سے
اُنکو دیا جاتا ہی قال الاکمل ابن کمال نے کہا ذوی الارحام وہ قرابت دار ہین جنکا نہ حصہ مقرر ہی اور نہ وہ عصبہ ہین خواہ میت کی ماں کیطرف سے قرابت دار ہون یا اُسکے
باپ کیطرف سے اور لغت مین ذو رحم قریب من جہۃ الام کو کہتے ہین کذا فی الطحطاوی **ثم بعدہم مولی الموالاۃ** کما مر فی کتاب الولاء پھر بعد اصناف مذکورین کے مولی
الموالاۃ ہی چنانچہ بیان اُسکا کتاب الولاء مین گذر گیا ہم یعنی جبکہ اہل فرض اور عصبات اور ذوی الارحام سے کوئی نہو تو مولائے موالات میراث پاویگا موالات لغت
مین بمعنی دوستی کے ہی اور اصطلاح شرع مین یہ ہی کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ تو میرا مولی یعنے دوست ہی میرے مال کا تو وارث ہونا جبکہ مین مرون اور میری طرف
سے خونبہا دینا اگر مین کسی کو قتل کرون اور دوسرے نے کہا کہ مین نے یہ قبول کیا تو اب عقد ولاء کی صحیح ہوگئی اور قائل اس کلام کا اُسکا مولی ہوا اُسکا وارث
ہوگا جب وہ مریگا اور دیت دیگا اُسکی طرف سے جب وہ جنایت کریگا ہم حنفیون کے نزدیک خلافاً للشافعی اور اگر دونو طرف سے شرط واقع ہو تو بھی درست ہی اکمل
نے کہا شرائط ولاء یہ ہین کہ وہ شخص آزاد ہو اور عجمی ہو اور عربی نہو اور نہ اُنکے موالی سے ہو اور عقد ولاء کے وقت اُسکا کوئی وارث نسبی نہ ہو اور نہ اُسکی طرف سے
بیت المال یا مولائے موالاۃ نے خونبہا ادا کیا ہو انتہی اور اُسکے مجہول النسب ہونے یا نہونے کی شرط مین اختلاف ہی اور اسیطرح اسلام کی اشتراط مین اختلاف ہی والدائم
کذا فی الطحطاوی ملخصاً وله الباقی بعد فرض احد الزوجین ذکرہ السید الشریف اور بعد فرض احد الزوجین کے باقی مال مولائے موالاۃ کا ہی سید شریف نے اسکو ذکر کیا ہی ہم وارث
ہونا مولائے موالاۃ مروی ہی حضرات عمر فاروق اور علی مرتضی اور ابن مسعود اور ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم سے سو اسی پر ابراہیم نخعی اور ہمارے علماء نے عمل کیا ہی اور
اسپر دلیل ہی قولہ تعالی والذین عقدت ایمانکم فاتوہم نصیبہم یعنے میراث کا نصیب اہل تفسیر نے بیان کیا کہ مراد اس سے مولائے موالاۃ کا ہی اور امر ہی وجوب کیواسطے اور نصیب کی اضافت
اُنکی طرف اختصاص پر دلالت کرتی ہی اور وہ استحقاق کی دلیل ہی اور اگر امر بسبیل احسان او معونت کے ہوتا تو ارشاد ہوتا فاتوہم نصیباً اور اس بیان سے دفع ہوگیا
قول کہ آیۃ کریمہ مین قسم مراد ہی اسواسطے کہ اسوقت مین فاتوہم نصیبہم اُس سے مرتبط نہین ہوتا بلکہ مراد صفقہ بالیمین ہی بنا بر عادت کے اسطرح پر کہ ہر دو متعاقدین نے دوسرے
کا ہاتھ پکڑا تا ہی معاقدہ کیوقت اور احادیث اسمین بہت ہین از انجملہ تمیم داری کی حدیث ہی کہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کوئی مرد میرے پاس
آتا ہی اور میرے ہاتھ پر مسلمان ہوتا ہی تو فرمایا کہ وہ تیرا بھائی اور مولی ہی تو زیادہ تر حقدار ہی اُسکی زندگی اور موت مین انتہی یعنے زندگی مین اُسکے طرف سے دیت
جنایت کی دے اور موت کے بعد اُسکی میراث لے کذا فی الطحطاوی ملخصاً عن ضوء السراج وشرح الاکمل **ثم المقر له بنسب علی غیرہ لم یثبت** پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ
شخص میراث پاویگا جسکے واسطے غیر مقر پر نسب کا اقرار ہوا اسطرح پر کہ اُس غیر کے اقرار سے مقر لہ کا نسب ثابت نہین ہوا ہم صورت مسئلہ کی یہ ہی کہ زید نے خالد کو
کہا کہ یہ میرا بھائی ہی تو زید مقر ہی اور خالد مقر لہ اور غیر زید کا باپ ہی وہ مقر علیہ ہی یعنے جب خالد کو بھائی کہا تو زید کا باپ اُسکا بھی باپ ٹھہرا تو اگر زید کا کوئی وارث
نہین اور اُسنے ایک مجہول النسب کو بھائی کہا تو وہ اُسکا مال بطریق میراث کے پاویگا لیکن مقر کے باپ سے اُسکا نسب ثابت نہوگا اور نہ اُسکی میراث پاویگا اسواسطے
کہ آدمی کا اقرار اُسکی ذات پر حجت ہی نہ غیر پر فتاوی عالمگیری مین کافی سے منقول ہی کہ مقر لہ بالنسب علی الغیر اسطرح پر کہ اُسکا نسب غیر کے اقرار سے ثابت نہین جبکہ
مقر مرجاوے اقرار کے اصرار پر چنانچہ یون اقرار کرنا کہ یہ میرا بھائی ہی یا ابن اور ماننا اُسکے انتہی فلو ثبت بان صدقہ المقر علیہ او اقر بمثل اقرارہ او شہد رجل آخر ثبت نسبہ حقیقۃ

وزاحم الورثة وان رجع المقر تو اگر مقرلہ کا نسب ثابت ہو گیا اسطرح کہ مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی یا اقرار کیا مانند اقرار مقر کے یا دوسرے ایک مرد نے مقر کے اقرار
کے ساتھ گواہی دی تو اب اُسکا نسب حقیقۃً ثابت ہو جاویگا اور مقرلہ مقر کے وارثون سے مزاحمت کریگا اگرچہ بعد امور مذکورہ کے مقر اپنے اقرار سے منکر ہو جاے
ہم مقرلہ کی تصدیق اسطرح کہ مثلاً زید کا باپ کہے کہ ہان خالد میرا بیٹا ہے اور تیرا بھائی ہے اور اسیطرح مقر کے وارثون کی تصدیق معتبر ہے بشرطیکہ وہ اقرار کے اہل ہون
مثلاً زید کی اولاد یون کہے کہ خالد ہمارا چچا ہے اور مقر علیہ کا اقرار اسطرح ہو کہ وہ کہے بدون دریافت کرنے اقرار مقر کے کہ وہ میرا بیٹا ہے ہرچند رجوع اقرار سے منع ارث مین معتبر ہے
لیکن جب مقر علیہ کی تصدیق یا اقرار یا شہادت قبل رجوع کے پائی گئی تو رجوع معتبر نہوگا اور مانع ارث نہوگا کذا فی الطحطاوی وکذا لو صدقہ المقرلہ قبل رجوعہ وتمامہ فی شرح
السراجیۃ یا روح الشروح وقد لخصتہ فیما علقتہ علیہا ۱ ۔ اسی طرح نسب مقرلہ کا ثابت ہوگا اگر مقرلہ نے مقر کی تصدیق کی قبل رجوع کرنے مقر کے اور اُسکا پورا بیان ذائف
سراجیہ کی شرحون مین مذکور ہے خصوصاً روح الشروح مین اور التنبیہ مین نے اُسکا خلاصہ بیان کیا سراجیہ کی شرح مین ہم طحطاوی نے کہا کہ شارح اسمین یعنی تصدیق
مقرلہ سے اثبات نسب ہونے مین مصنف کی شرح کا تابع ہو گیا ہے اور مصنف نے اس قول کو بعض شراح سراجیہ کی طرف منسوب کیا ہے اور حالانکہ یہ قول بلا وجہ ہے
اسواسطے کہ مقرلہ کی تصدیق سے مقر علیہ سے نسب ثابت نہین ہوتا اور شرح مصنف کی اخیر عبارت اسمین صریح ہے کہ تصدیق مقر علیہ کی معتبر ہے نہ مقرلہ کی انتہی ملخصاً
ثم بعدہم الموصی لہ بما زاد علی الثلث ولو بالکل پھر مراتب سابقہ کے بعد وہ شخص ترکہ میت کا لیگا جسکے واسطے تہائی مال سے زیادہ میت نے وصیت کی اگرچہ تمام
مال کی وصیت کی ہے ہم اسواسطے کہ موصی نے اپنا مال ایک شخص کیطرف صرف بلا اضرار تصرف شخص معین کیا تو یہ جائز ہے برخلاف اسکے کہ اگر اُسکا کوئی وارث معلوم ہو تو جائز
نہوگا کہ اسمین اُسکی حق تلفی ہے اور سید شریف نے اسکی وجہ یہ بیان کی کہ وصیت زائد علی الثلث وارثون کے سبب ممنوع تھی پھر جبکہ ایک بھی وارث نہ پایا گیا تو جسکے واسطے
جو موصی معین کردیگا وہ پورا اُسکا مال ہوگا ہمارے نزدیک کذا فی الطحطاوی وانما قدم علیہ المقرلہ لانہ نوع قرابۃ بخلاف الموصی لہ اور زائد علی الثلث کے موصی لہ پر مقدم نہین
کیا گیا مقرلہ کا اسوجہ سے کہ مقر مین ایک طرح کی قرابت ہے یعنی قرابت کا احتمال ہے برخلاف موصی لہ کے کہ اسمین قرابت کا کچھ احتمال نہین ہم یعنی حال مقرلہ کا قوی تر ہے
اس احتمال سے کہ شاید مقر صادق ہو اپنے اقرار مین بلکہ ظاہر حال اسی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ وہ اسی اقرار پر مقر مر گیا اور وارث مقدم ہے زائد علی الثلث کے موصی لہ پر ہم
ثم یوضع فی بیت المال لا ارثا بل فیئا للمسلمین پھر مراتب مذکورہ کے بعد میت کا ترکہ بیت المال مین رکھا جاے ارث کے راہ سے نہین بلکہ بوجہ غنیمت منافع مسلمین کے واسطے
لاوارثی مال بیت المال مین رکھا جاتا ہے ہم روح الشروح مین ہے کہ علی مرتضی سے مروی ہے فرمایا کہ جو اسلام مین بخوشی داخل ہوا اور قرآن ظاہر ہو کر پڑھا تو اُسکا حق
بیت المال مین ہر سال دو سو درم ہے اور ایک روایت مین دو سو دینار ہے اگر وہ دنیا مین نپا ویگا تو آخرت مین لیگا اور شرح مختصر طحطاوی مین ہے کہ مصارف بیت المال کے
علاج ہے بیمارون کا اور کفن موتی اور نفقہ لقیط اور جو عاجز ہو کسب پیشے سے کذا فی الطحطاوی مختصراً وموانعہ علی ما ہنا اربعۃ اور موانع ارث کے برابر اس مقام کے چار ہین
ہم جب اسباب ارث کے مذکور ہو چکے تو اب موانع ارث کا بیان شروع ہوا اسواسطے کہ ہر چیز کے تحقق مین فقط سبب کا وجود کافی نہین بلکہ اُسکے ساتھ ارتفاع موانع بھی ضرور
ہے مانع وہ ہے جسکے ہونے سے مقتضاے سبب نہو سکے آرث عبارت ہے میت حقیقی یا حکمی کے صاحب نسب کی خلافت سے میت کے مال مین یا اُسکے اُس حق مین جو خلافت کا قابل
ہے یا میت کے صاحب نکاح یا نیا ولا کی خلافت سے خواہ نسب اور نکاح اور ولا حقیقی ہو یا حکمی اور خلافت یہ ہے کہ شخص ثانی شخص ماضی کے مانند ہو جاے میت حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ
مفقود بعد گذر جانے اُسکی مدت کے داخل ہو جاے اور اسیطرح مرتد جبکہ دار الحرب مین لاحق ہو گیا اور نسب اور نکاح اور ولا مین حکمی کی قید اسواسطے لگائی تاکہ داخل رہے وہ نسب اور نکاح
اور ولا جو فقط میت کے اقرار سے ثابت ہو کذا فی الطحطاوی الرق ولو ناقصا کالمکاتب وکذا المبعض عند ابی حنیفۃ رح ومالک رحمہما اللہ موانع ارث سے پہلا مانع رق ہے
یعنی مملوک ہونا اگرچہ ملک ناقص ہو چنانچہ غلام مکاتب اور اسیطرح وہ غلام جو نصف یا ربع آزاد ہے کل آزاد نہین امام ابو حنیفہ رح اور امام مالک رحمہا اللہ کے نزدیک میراث سے محروم
ہے وقالا ہو حر فیرث ویحجب وقال الشافعی لا یرث بل یورث وقال احمد یرث ویورث ویحجب بقدر ما فیہ من الحریۃ اور صاحبین نے کہا کہ جس غلام کا نصف یا ربع آزاد ہو وہ بمنزلہ آزاد
کے ہے تو وارث ہوگا اور غیر کا حاجب ہوگا اور امام شافعی نے کہا کہ وہ وارث نہوگا بلکہ اُسکا مال اُسکے وارث کو ملیگا اور امام احمد نے کہا کہ وہ وارث اور موروث اور حاجب ہوگا بقدر اُسکے حریت کے جو اُسمین ثابت ہے

مانع ارث بننے کو ۱۲

وقد ذکر الشافعیة مسئلة یورث فیہا الرقیق مع رق کلہ صورتہا مستامن جنی علیہ فلحق بدار الحرب فاسترق ومات رقیقا بسرایة تلک الجنایة فدیتہ لورثتہ ولم اره لائمتنا بحر اور البتہ علماء شافعیہ نے ایک وہ مسئلہ مذکور کیا ہے جسمین رقیق کا مال موروث ہوتا ہے باوجودیکہ وہ غلام کچھ بھی آزاد نہین ہوا صورت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ حربی مستامن پر دار الاسلام مین جنایت واقع ہوئی یعنی کسی نے اسکو زخمی کیا پھر وہ دار الحرب مین لاحق ہوا پھر وہان گرفتار ہوکر غلام ہوا اور غلامی کیحالت مین اسی زخم کی سرایت سے مرگیا تو اسکا خونبہا اسکے وارثون کا ہے اور یہ مسئلہ ہمنے اپنے مذہب کے امامون کے کلام مین نہین دیکھا تو اسکی تنقیح اور تحریر کرنا چاہئے والقتل الموجب للقود او الکفارة وان سقطا بحرمة الابوة علی ما مر اور دوسرا مانع ارث کا وہ قتل ہے جو قصاص اور کفارہ کا موجب ہے اگرچہ قصاص اور کفارہ بسبب حرمت پدری کے ساقط ہو جاوے چنانچہ کتاب الجنایات مین مذکور ہو چکا ہے قصاص کا موجب قتل عمد ہے اور کفارہ کا موجب شبہ عمد اور خطا اور قائم مقام خطا ہے تو معلوم ہوا کہ جس قتل سے قصاص اور کفارہ متعلق نہین وہ مانع میراث کا نہین چنانچہ قتل بالسبب جیسے ایک شخص نے غیر کی ملک مین کنوان کھودا یا پتھر رکھا اور اسکا مورث اسمین گرکے مرگیا تو کنوان کھودنے والا اور پتھر کا رکھنے والا اسکی میراث سے محروم نہ ہوگا وعند الشافعی لا یرث القاتل مطلقا اور امام شافعی رح کے نزدیک قاتل مطلقا وارث نہین ہوتا خواہ اسکا قتل قصاص اور کفارہ کا موجب ہویا نہو ولو مات القاتل قبل المقتول ورثہ المقتول اجماعا اور اگر قاتل مرگیا مقتول سے پہلے تو مقتول قاتل کا وارث ہوگا بالاتفاق ہم قاتل محروم ہے قتل کے گناہ سے مقتول کا کیا قصور ہے جو میراث سے محروم رہے و اختلاف الملتین اسلاما و کفرا اور تیسرا مانع میراث کا اختلاف ہے دو دین کا باعتبار اسلام اور کفر کے ہم یعنی اگر وارث مسلمان ہے اور مورث کافر ہے یا عکس اسکے تو ایکدوسرے کا وارث نہوگا اور اگر اسلام اور کفر کا اختلاف نہین چنانچہ ایک یہودی اور دوسرا نصرانی تو یہ اختلاف دینی مانع ارث کا نہین ہے وقال احمد ان اسلم الکافر قبل قسمة الترکة ورث اور امام احمد نے کہا کہ اگر کافر مسلمان ہوگیا ترکہ مسلم کے قسمت ہونے سے پہلے تو وارث ہوگا واما المرتد فیورث عندنا خلافا للشافعی رحمہ اللہ اور مرتد کے مال مین تو میراث جاری ہے ہمارے نزدیک برخلاف امام شافعی رحمہ اللہ کے ہم میراث جاری ہے مرتد کے اس مال مین جو اسنے زمانہ اسلام مین کسب کیا اسواسطے کہ میراث مسلم کی مرتد نے متعلق حالت اسلام کیطرف سے کیونکہ ارتداد سے وہ مالک ٹھہریگا کہ مقصود زندگی سے ایمان تھا سو اسے فوت ہوگیا اور جسکا مقصود فوت ہوا وہ معدوم کے مانند ہے بدلیل قولہ تعالی اومن کان میتا فاحییناہ یعنے جو کافر تھا اسکو ہمنے ہدایت کیا لیکن اسپر بھی مرتد سے ہنوز بسبب اعتبار ارتداد کے اور جبر علی الاسلام کے مقصود کی امید ہے تو موت کا حکم ظاہر نہوگا جبتک قطع امید نہوجاوے اسکی قتل یا موت یا قضاء ربالحاق سے پھر جب قطع امید ہوگی کسیوجہ مذکور سے تو وہ میت ٹھہریگا ارتداد کیوقت سے تو اسکا مسلم وارث اسکی میراث پاویگا اور جو اسنے ارتداد کیحالت مین مال حاصل کیا وہ غنیمت ہے مسلمین کی اور صاحبین کے نزدیک اسلام و ارتداد کا مال وارث مسلم کا ہے اور اگر عورت مرتد ہوگئی تو امام رح اور صاحبین کے نزدیک دونون حالتونکے مال وارث مسلم کے ہین اور امام شافعی کے نزدیک مرتد کے دونون کسب کا مال بیت المال مین رکھا جاویگا کذا فی الطحطاوی ملخصا قلت وذکر الشافعیة مسئلة یورث فیہا الکافر صورتہا کافر مات عن زوجتہ حاملا ووقفنا میراث الحمل فاسلمت ثم ولدت ورث الولد ولم اره صریحا لائمتنا مین کہتا ہون اور علماء شافعیہ نے ایک مسئلہ مذکور کیا ہے جسمین کافر کے مال کا مسلمان وارث ہوتا ہے صورت اسکی یہ ہے کہ ایک کافر مرگیا اپنی زوجہ حاملہ چھوڑکر اور ہمنے حمل کی میراث اٹھا رکھی سو اسکی زوجہ مسلمان ہوئی پھر اسلام کے بعد لڑکا جنی تو وہ لڑکا وارث ہوگا اپنے باپ کا اور مین نے یہ مسئلہ اپنے علماء کے کلام مین صریحا نہین دیکھا ہم اسلام مین لڑکا اپنی مان کا تابع ہے والرابع اختلاف الدارین فیما بین الکفار عندنا خلافا للشافعی اور چوتھا مانع ارث کا اختلاف دارین ہے یعنی دو ملکونکا اختلاف فیما بین کفار کے ہمارے نزدیک خلاف شافعی کے ہم اختلاف دار دو بادشاہ کی سلطنت کے اختلاف سے اسواسطے کہ فیما بینہم عصمت منقطع ہو جاتی ہے یعنی حفاظت جان اور مال کی باقی نہین رہتی کذا فی العالمگیریہ عن الکافی ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دارین چند قسم ہے اول یہ کہ حقیقة اور حکما دونو طرح اختلاف ہو جیسے کافر حربی دار الحرب مین اور کافر ذمی دار الاسلام مین اور ثانی یہ کہ فقط حکمی اختلاف ہو چنانچہ وہ حربی مستامن جو اپنے ملک کے جانے پر تیار ہے ساتھ اس ذمی کے جو دار الاسلام مین ہے یا وہ کافر حربی دو ملک کے دار الاسلام مین مستامن ہین یا مستامن مسلم حربی کے ساتھ دار الحرب مین اور تیسرا یہ کہ فقط حقیقی اختلاف ہو چنانچہ حربی مستامن دار الاسلام مین ساتھ اس حربی کے جو دار الحرب مین ہے اور وہ دونون ایک ہی ملک کے ہین اور مانع ارث ہمارے نزدیک پہلی دونون قسمین ہین نہ تیسری قسم تو مانع اختلاف حکمی ہے خواہ اسکے

ساتھ اختلاف حقیقی ہو یا نہ ہو اور امام شافعی رح کے نزدیک اسکے بالعکس ہے تو ذمی اور مستامن مین اپسکے نزدیک توارث ہے اور قسم ثالث مین توارث نہین انتہی کذا فی الطحطاوی

حقیقۃ کحربی وذمی اختلاف دار کا حقیقۃ ہو چنانچہ حربی اور ذمی مین ہم یعنے حربی مرگیا دار الحرب مین اور اسکا باپ یا بیٹا ذمی ہے دار الاسلام مین تو ذمی اس حربی کا وارث

نہوگا اور اسیطرح اگر ذمی دار الاسلام مین مرگیا اور اسکا باپ یا بیٹا دار الحرب مین ہے تو یہ حربی اس ذمی کا وارث نہوگا کذا فی العالمگیریۃ عن الکافی او حکما کمستامن وذمی و

کحربیین من دارین مختلفین کترکی وہندی لانقطاع العصمۃ فیما بینہم یا اختلاف دار کا حکما ہو چنانچہ مستامن اور ذمی دار الاسلام مین یا چنانچہ دو حربی دو ملکون مختلف

کے چنانچہ ترکی اور ہندی تو انمین توارث نہین بسبب منقطع ہونے عصمت کے درمیان انکے ہم قولہ کحربیین کو اگر انپر محمول کیجیے کہ دو حربی دو ملک کے اپنے مختلف

ملکون مین ہین تو یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ من قبیل اختلاف دارین کے ہے حقیقۃ تو اختلاف حقیقی کے مثال مین اسکو ذکر کرنا تھا اور اگر اسپر حمل کیجیے کہ دو حربی

دو ملک مختلف کے دار الاسلام مین بطریق استیمان کے ہین تو وہ ایک ملک مین ہین حقیقۃ اور دو ملک مختلف مین ہین حکما تو بہتر یہ تھا کہ شارح بجاے کحربیین کے کمستامنین

کہتا انقطاع عصمت اختلاف دار سے اصطلاح ہے کہ ہر ملک والا دوسرے ملک والے کے قتل کو حلال جانتا ہے اور مار ڈالتا ہے جب اسکو پاتا ہے تو اسمین اس کلام کی

طرف سے اشارہ ہے کہ جب مختلف دو ملکون کے بادشاہون مین عہد اور پیمان ہو باہم مددگاری کا تو وہ دونون دار مختلف نہین ہین یعنی بمنزلہ ایک ملک کے ہین

کذا فی الطحطاوی بخلاف المسلمین برخلاف مسلمین کے ہم یعنی فیما بین مسلمین کے اختلاف دار مانع میراث کا نہین ابن کمال نے کہا کہ اختلاف دار کا باعتبار اختلاف

لشکر اور سلطنت کے کفار کے حق مین متحقق ہوتا ہے نہ مسلمین کے حق مین اسواسطے کہ اہل بغی اور اہل عدل باہم وارث ہوتے ہین اگرچہ باغیون کا لشکر اور سلطنت علیحدہ

ہو اور اہل عدل کا علیحدہ اسواسطے کہ دار الاسلام دار الاحکام ہے تو اسلام کا حکم ان سب کو شامل ہے تو انمین تباین نہین لشکر اور سلطنت کے اختلاف سے اور دار الحرب

تو دار الاحکام نہین بلکہ دار قہر ہے تو وہان اختلاف لشکر اور سلطنت سے تباین دار متحقق ہوتا ہے انتہی اور روح الشروح مین کہا کہ مسلمین مین اختلاف معتبر نہین سواسطے کہ بلاد

اسلام باوجود وسعت اور تباعد اسکے اطراف کے اور قائم ہونے محاربہ کے اہالی بلاد اسلام مین وہ ایک ہی دار ہے شارح کی نظر مین چنانچہ کافرون کے دین باوجودیکہ نفس الامر

مین کثرت سے ہین ایک ہی ہے شارع کی نظر مین کذا فی الطحطاوی قلت وبقی من الموانع جہالۃ تاریخ الموتی کالغرقی والحرقی والہدمی والقتلی کما سیجی مین کہتا ہون اور منجملہ

موانع ارث کے باقی رہے ہین مانع مجہول ہونا تاریخ موتی کا چنانچہ ڈوبنے والے اور جلنے والے اور دیوار یا مکان کے نیچے کے کچلنے والے اور مقتول لوگ چنانچہ اسکا

بیان آگے آویگا ہم یعنی اگر چند لوگ غرق یا حرق سے مرگئے تو انمین توارث نہین کیونکہ معلوم نہین کہ کون پہلے مرا اور کون بعد طحطاوی نے ابن کمال سے نقل کیا کہ

جہالت تاریخ مانع نہین اسواسطے کہ اصطلاح مین مانع ارث وہ ہے جس سے ارث کی اہلیت فوت ہو تو اگر میراث فوت ہو سوا اہلیت کے اور وجہ سے وہ مانع مین داخل نہین

تو جسنے استیہام تاریخ موتی کو مانع کہا اسنے خطا کی انتہی مختصرا ومنہا جہالۃ الوارث وذلک فی خمس مسائل او اکثر مبسوطۃ فی المجتبی منہا ارضعت صبیا مع ولدہا ومات وجہل الاول

فلا توارث اور منجملہ موانع ارث کے مجہول ہونا ہے وارث کا اور یہ جہالت پانچ مسئلون یا زیادہ مین مفصل مذکور ہے مجتبی مین از انجملہ یہ مسئلہ ہے کہ دایہ نے ایک لڑکے کو دودھ

پلایا اپنے لڑکے کے ساتھ اور وہ دایہ مرگئی اور معلوم نہین کہ دونون لڑکون مین سے اسکا لڑکا کون ہے تو دونون لڑکون مین سے دایہ کا کوئی وارث نہوگا وکذا لو اشتبہ

ولد مسلم من ولد نصرانی عند الظئر وکبر فہما مسلمان ولا یرثان من ابویہما زاد فی المنیۃ الا ان یصطلحا فلہما ان یاخذا المیراث بینہما اور اسی طرح اگر مشتبہ ہو جاے مسلمان

کا لڑکا نصرانی کے لڑکے سے دایہ کے پاس اور دونون لڑکے بالغ ہون تو وہ دونون مسلمان ہین اور میراث نپاوینگے اپنے باپون کی نہیہ مین اتنا زیادہ بیان

کیا ہے مگر یہ کہ دونون لڑکے آپسمین صلح کرین تو انکو میراث لینا جائز ہے آپسمین نصفا نصف یا حسبقدر پر صلح ہووے ہم دونونکا مسلمان ہونا تو اسوجہ سے ہے کہ الاسلام یعلو ولا یعلی

صلح اسواسطے جائز ہوئی کہ میراث تو انھین کی ہے یا شک نے متجاوز نہین مگر عدم تعین مانع ہے پھر جب صلح ہوئی تو حسبقدر واقعی وارث کو پہونچا وہ تو اسکا حق ہے اور جو

دوسرے کو پہونچا وہ ہبہ ہوگا مستحق کے جانب سے ثم بین ذوی الفروض مقدما للزوجۃ لانہا اصل الاولاد اذ منہا تولد الاولاد پھر مصنف نے بعد موانع ارث کے ذوی الفروض

کا بیان کیا زوجہ کو سب سے مقدم کرکے اسواسطے کہ زوجہ اصل اولاد ہے کہ اسی سے تو اولاد پیدا ہوتی ہین فقال فیفرض للزوجۃ فصاعدا الثمن مع ولد او

ولد ابن وان سفل سو کہا مصنف نے تو مفروض او معین ہوا ایک زوجہ اور چند زوجات کیواسطے آٹھوان حصہ ولد کے ساتھ یا پوتے کے ساتھ اگرچہ نازل ہو یعنی پوتا پر پوتا سر پوتا تمام ہوں اور ولد الابن خواہ ذکر ہو خواہ انثے اسی زوجہ سے ہو یا اور عورت سے ہر صورت زوجہ کا حق ثمن ہو اولاد کے ساتھ خواہ ایک زوجہ ہو یا چار تو اگر چار زوجہ ہون تو آٹھوان حصہ آپس مین برابر بانٹ لینگی بعدم اولویت کی وجہ سے کذا فی الطحطاوی والربع لہا عند عدمہما فللزوجات حالتان الربع بلا ولد والثمن

مع الولد اور چوتھائی حصہ زوجہ کا ہو جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو زوجات کے دو حال ہین یعنی ربع بلا ولد اور ثمن مع الولد والربع للزوج ذکر کما لوادعی رجلان فاکثر نکاح میتۃ و برہنا ولم تکن فی بیت واحد منہم ولا دخل بہا فانہم یقسمون میراث زوج لعدم الاولویۃ مع احدہما ای الولد و ولد الابن اور زوج کا حصہ چوتھائی ہو ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ خواہ ایک زوج ہو یا زیادہ چنانچہ دو مردون نے یا زیادہ دعوی کیا عورت مردہ کے نکاح کا اور گواہ لائے اپنے نکاح پر اور وہ عورت ان مدعیون مین سے کسی کے گھر مین نہ تھی اور نہ کسی مدعی نے آپس سے قربت کی تھی تو میراث زوج کو مدعی آپس مین بانٹ لینگے برابر عدم اولویت کی وجہ سے ہم اور اگر زوجہ زندہ کے نکاح کا چند مرد دعوی کرین اور گواہون سے ثابت کرین تو گواہیان ساقط الاعتبار ہونگی اور عورت اس مدعی کی ہوگی جسکی وہ تصدیق کرے بشرطیکہ اسکے پاس نہو جسکی اسنے تکذیب کی اور اسنے قربت بھی نہ کی ہو اور اگر دعوی مین تاریخ کا پس و پیش ہو تو تاریخ سابق کا مدعی احق ہو کذا فی الطحطاوی والنصف لہ عند عدمہما فللزوج حالتان النصف والربع اور زوج کا حصہ نصف ہو جبکہ ولد اور ولد الابن نہ ہو تو زوج کے دو حال ہین نصف بلا ولد اور ربع مع الولد وللاب والجد ثلث احوال الفرض المطلق وہو السدس وذلک مع ولد او ولد ابن اور باپ اور دادا کے تین حال ہین فرض مطلق یعنی خالی تعصیب سے اور وہ چھٹا حصہ ہو ولد کے ساتھ یا ولد الابن کے ساتھ والتعصیب المطلق عند عدمہما اور دوسرا حال تعصیب مطلق ہو یعنی خالی فرض سے دونون کے نہونے کے وقت یعنے جبکہ ولد اور ولد الابن نہو تو بعد ذوی الفروض کے باقی مال کو باپ یا دادا لیگا بطریق عصوبت والفرض والتعصیب مع البنت او بنت الابن اور فرض اور تعصیب بیٹی یا پوتی کے ساتھ ہم باپ یا دادا اول اپنا حصہ فرض یعنی سدس لیگا اور بیٹی یا پوتی اپنا حصہ فرض یعنی نصف لیگی اور جو باقی رہا اسکو باپ یا دادا بطریق عصوبت کے لیگا قلت وفی الاشباہ والجد کالاب الا فی ثلث عشرۃ مسئلۃ خمس فی الفرائض وباقیہا فی غیرہا مین کہتا ہون اور اشباہ مین ہو کہ دادا باپ کے مانند ہو مگر تیرہ مسئلون مین دادا باپ کے مانند نہین پانچ مسئلے تو فرائض مین ہین اور باقی آٹھ مسئلے غیر فرائض مین ہین ہم فرائض کے پانچ مسئلے یہ ہین پہلا مسئلہ یہ ہو کہ دادی باپ کے ساتھ وارث نہین ہوتی اور دادا کے ساتھ وارث ہوتی ہو ۲۔ یہ کہ میت نے جبکہ والدین اور احد الزوجین کو چھوڑا تو بعد حصہ احد الزوجین کے مان اسکی مابقی کا ثلث پاویگی اور اگر بجاے باپ کے دادا ہو تو مان انکی جمیع مال کا ثلث پاویگی طرفین کے نزدیک ۳۔ یہ کہ بنی اعیان اور بنی علات سب ساقط ہو جاتے ہین باپ کے ساتھ بالاتفاق اور دادا کے ساتھ فقط امام کے نزدیک ساقط ہوتے ہین نہ صاحبین کے نزدیک ۴۔ یہ کہ آزاد کرنیوالے کا باپ اسکے فرزند کے ساتھ سدس ولا کا لیتا ہو ابو یوسف کے نزدیک اور دادا کیواسطے یہ نہین ہو بلکہ تمام ولا بیٹا لیگا دادا کو کچھ نہ ملیگا باقی امامون کے نزدیک ۵ یہ اگر غلام آزاد نے اپنے آزاد کرنیوالیکا دادا اور بھائی چھوڑا امام نے کہا کہ ولا دادا کے واسطے مخصوص ہو اور صاحبین نے کہا کہ دونون مین مشترک ہو اور اگر دادا کے بجاے باپ ہوتا تو تمام میراث وہی پاتا بالاتفاق اور باقی آٹھ مسئلون کی یہ تفصیل ہو پہلا مسئلہ یہ ہو کہ اگر وصیت کی اقربا زید کیواسطے مثلا تو زید کا باپ وصیت مین داخل نہوگا دادا اسکا داخل ہوگا ظاہر الروایۃ مین ۲۔ یہ کہ صغیر کا صدقہ فطر مالدار باپ پر واجب ہوتا ہو نہ دادا پر ۳۔ یہ کہ اگر باپ آزاد کیا گیا تو اپنے ولد کی ولا کو اپنے موالی کی طرف کھینچیگا نہ دادا کے موالی کی طرف ۴۔ یہ کہ صغیر مسلمان ہو جاتا ہو اپنے باپ کے اسلام سے نہ دادا کے اسلام سے ۵۔ یہ کہ اگر زید مر گیا اولاد صغار اور مال چھوڑ کر تو اسکی ولایت زید کے باپ کو ہو نہ زید کے دادا کو ۶۔ یہ کہ اگر صغار کا بھائی اور دادا ہو تو ابو یوسف رح کے نزدیک نکاح کی ولایت مین دونون شریک ہین اور امام کے نزدیک دادا کو ولایت مخصوص ہو اور اگر بجاے دادا کے باپ ہوتا تو اسی کو ولایت مخصوص ہوتی بالاتفاق ۷۔ یہ کہ جب صغیر کا باپ مر گیا تو وہ یتیم ہو گیا دادا کے ہونے سے اسکی یتیمی زائل نہین ہوتی ۸۔ یہ کہ اگر میت مر گیا اور اسکی اولاد صغار ہو اور مال نہین ہو اور میت کی ایک مان ہو اور دادا تو نفقہ صغار کا مان اور دادا پر ہو اسطرح کہ تہائی نفقہ مان پر ہو اور

دو تہائیاں دادا پر اور اگر دادا کی جگہ باپ ہوتا تمام نفقہ اُسی پر واجب ہوتا کذا فی الاشباہ وزاد ابن المصنف فی زواہرہ اخری من الفصولین ضمن الاب مہر صغیرہ فادی رجع لو شرط والا لا ولو ولیا غیرہ او وصیا رجع مطلقا انتہی فقولہ لو ولیا غیرہ یعم الجد فیرجع کالوصی بخلاف الاب اور شیخ صالح ابن مصنف نے اپنے حاشیہ اشباہ مین جسکا نام زواہر الجواہر ہے اشباہ کے تیرہ مسئلون پر ایک اور مسئلہ زیادہ کیا ہے فصولین سے نقل کرکے وہ مسئلہ یہ ہے کہ باپ نے اپنے طفل صغیر کے مہر کی ضمانی کی پھر مہر اُسکا ادا کیا اپنے مال سے تو صغیر کے مال سے بھرے اگر اُسنے ادا کے وقت رجوع کرنا شرط کر لیا ہو اور اگر شرط نہ کیا ہو تو رجوع جائز نہین اور اگر باپ کے سوا اور کسی صغیر کے ولی نے یا وصی نے مہر کی ضمانی کر کے مہر ادا کیا ہو تو رجوع کرے مطلقاً انتہی یعنے شرط اور بلا شرط ہر صورت رجوع جائز ہے شارح نے کہا تو ولی غیر اب کا لفظ دادا کو بھی شامل ہے تو دادا بھی وصی کے مانند مطلقاً رجوع کریگا برخلاف باپ کے وللام ثلثۃ احوال السدس مع احدہما او مع اثنین من الاخوۃ او من الاخوات فصاعدا من ای جہۃ کانا ولو مختلطین اور ماں کے تین حالات ہین چھٹا حصہ ہے بیٹے یا پوتے کے ساتھ یا دو بھائی یا دو بہنون کے ساتھ بھائی بہن دو ہون یا زیادہ کسی جہت سے ہون اگرچہ ملے جلے ہون ہم اگر ایک شخص مر گیا ماں اور فرزند چھوڑ کر خواہ فرزند بیٹا ہو یا بیٹی پوتا ہو یا پوتی تو اسکی ماں کا حصہ سدس ہے قال اللہ تعالے ولابویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد) اسواسطے کہ ولد کا لفظ مرد اور عورت دونون کو شامل ہے اور ولد الابن کو بھی عام ہے اور اسپر اجماع ہے امت کا کہ ولد الابن قائم مقام ولد صلبی کے ہے توریث ام مین اور اسی طرح ماں کا حصہ میت کے دو بھائیون کے ساتھ یا زیادہ یا دو بہنون کے ساتھ یا زیادہ سدس ہے خواہ بھائی بہن سگے ہون یا سوتیلے یا مادری یا مختلط ہون یعنے ایک بھائی سگا ہو اور دوسرا سوتیلا اور تیسرا مادری والثلث عند عدمہم اور ماں کا حصہ تمام ترکہ کی تہائی ہے جبکہ اشخاص مذکورین نہ ہون یعنے بیٹا اور پوتا اور دو بھائی اور دو بہنا وثلث الباقی مع الاب واحد الزوجین اور ماں کے واسطے باقی مال کی تہائی ہے باپ اور احد الزوجین کے ساتھ ہم یہان دو صورتین ہین پہلی صورت یہ ہے کہ ایک عورت زوج کو اور ماں کو چھوڑ کر مر گئی تو یہ تقسیم چھ سہم سے صحیح ہوگی نصف یعنے تین سہم زوج کے اور باقی مال کی تہائی یعنے ایک سہم ماں کا اور باقی دو سہم باپ کے دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص مر گیا ماں باپ اور زوجہ کو چھوڑ کر تو اسکی تقسیم بارہ سہم سے صحیح ہوگی زوجہ کی چوتھائی اور باقی مال کی تہائی ماں کی یعنی تین سہم اور باقی چھ سہم باپ کے ہر چند ماتن نے اُن دونون حالتون کو آگے ذکر کیا ہے مگر شارح نے یہان ذکر کرکے اشارہ کیا کہ ماں کے تینون حالات ایک جگہ متصل ذکر کرنا بہتر تھا متفرق بیان سے کذا فی الطحطاوی اور اگر صورت مذکورہ مین بجاے باپ کے دادا ہو تو عالمگیری مین کافی سے منقول ہے کہ ماں کو جمیع مال کا ثلث ملیگا انتہی والسدس للجدۃ مطلقاً کام ام او ام اب اور سدس حصہ ہے جدہ کا مطلقاً خواہ جدہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو یعنی نانی اور دادی دونون جدہ صحیحہ ہین اپنے ناتی اور پوتے کے متروکہ سے چھٹا حصہ پاوینگی فصاعدا یشترکن فیہ اذا کن ثابتات ای صحیحات کالمذکورتین فان الفاسدۃ من ذوی الارحام کما سیجی متحاذیات فی الدرجۃ لان القربی تحجب البعدی مطلقاً کما سیجی ایک جدہ ہو یا دو تین چار یا زیادہ سب شریک ہونگی سدس مین جبکہ جدات ثابتات یعنے جبکہ جدات صحیحہ ہون چنانچہ دو جدہ مذکور ہوئین اسواسطے کہ جدہ فاسدہ ذوی الارحام مین ہے نہ ذوی الفروض مین چنانچہ اسکا ذکر ذوی الارحام مین آویگا اور دوسری شرط میراث جدات مین یہ ہے کہ جمیع جدات درجہ مین متساوی اور برابر ہون اسواسطے کہ جدہ قریبہ جدہ بعیدہ کی حاجب ہوتی ہے مطلقاً خواہ جدہ قریبہ حاجبہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو اور اسیطرح جدہ بعیدہ محجوبہ خواہ ماں کی ماں ہو یا باپ کی ماں ہو چنانچہ اسکا بیان باب الحجب مین آویگا کذا فی الطحطاوی ہم اکمل نے شرح سراجیہ مین کہا کہ ہر شخص کے دو جدہ ہوتی ہین ایک ماں کی ماں اور دوسری باپ کی ماں اسیطرح اُسکے والدین کی اور جمیع اصول کی تا آدم وحوا علیہما السلام اور جدہ کی دو قسم ہین صحیحہ اور فاسدہ جدہ صحیحہ وہ ہے جسکی نسبت الی المیت مین ایک باپ دو ماؤن مین نہ داخل ہو اور جدہ فاسدہ وہ ہے کہ دو ماؤن کے مابین مین باپ داخل ہو اسواسطے کہ جو باپ کہ میت کے ساتھ ناتا رکھتا ہے بواسطہ عورت کے وہ جد فاسد ہے انتہی چنانچہ نانا یعنی ماں کا باپ نانا کی ماں جدہ فاسدہ ہے اسواسطے کہ دو ماؤن مین یعنی میت کی ماں اور نانی کے مابین نانا واسطہ واقع ہوا معلوم کرنا چاہیے کہ جدہ کا سدس حدیث سے ثابت ہے اور جدات کے سدس کی دلیل یہ روایت ہے کہ ایک شخص کی نانی

یعنے ماں کی ماں صدیق اکبرؓ کے پاس آئی اور بولی کہ میرے نواسے ناتی کا حصہ مجکو دیجیے صدیق رضؓ نے جواب دیا کہ مین تیرا حصہ کتاب اللہ مین منصوص نہین پاتا ہون اور تیری میراث مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہین سنا لیکن مین اصحاب سے مشورہ کرتا ہون پھر اصحاب کو جمع کیا تو محمد بن مسلمہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو سدس دیا ہے پھر اُس میت کی جدہ دوسری یعنی باپ کی ماں آئی اور بولی کہ میرے پوتے کی میراث مجکو دیجیے تو صدیق رضؓ نے کہا کہ مین کتاب اللہ اور حدیث مین تیرے واسطے کچھ حصہ نہین پاتا ولیکن مجکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہی سدس تم دونون مین مشترک ہے اور اگر ایک جدہ ہو تو فقط اُسیکا ہے کذا فی الطحطاوی عن الاکمل والسدس لبنت الابن فاکثر مع البنت الواحدۃ تکملۃ للثلثین اور چھٹا حصہ ہے پوتی اور زیادہ پوتیون کا ایک بیٹی کے ساتھ دو تہائیون کے پورا کرنے کے واسطے جبکہ مصنف نے سدس کو ذکر کیا تو اُن لوگون کو بیان کیا جو سدس کے مستحق ہین خواہ ہمیشہ چنانچہ جدہ یا بعضی صورت مین جیسے پوتیان اور پوتیون کے چھ حالات ہین تین حال تو بیٹیون کے مانند ہین یعنی ایک پوتی کو نصف اور دو پوتیون کو یا زیادہ کو دو تہائیان اور اگر پوتیون کے ساتھ اُنکا بھائی بھی ہے تو بھائی اُنکو عصبہ کر دیگا للذکر مثل حظ الانثیین اور تین حال پوتیون کو مخصوص ہین ازانجملہ ایک تو وہ ہے جسکو مصنف نے بیان کیا یعنی سدس ایک بیٹی کے ساتھ ملیگا دوسرا حال یہ کہ دو یا زیادہ بیٹیون کے ساتھ وہ ساقط ہونگی لیکن اگر اُنکے ساتھ بھائی ہوگا درجہ مین برابر یا اسفل تو اُنکو عصبہ کر دیگا بشرطیکہ کوئی پوتی صاحب فرض نہو اُنمین سے اور تیسرا حال یہ ہے کہ فرزند صلبی سے پوتیان ساقط ہوجاتی ہین اور یہ جو کہا کہ سدس ملیگا دو تہائیون کے پورا کرنے کے واسطے سو اسواسطے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنات کا حق ثلثین پر زیادہ نہین ہے اور بنات کا لفظ بنات الابن کو بھی شامل ہے پھر جبکہ بنت صلبی نے اپنا فرض یعنے نصف لیا تو بنت الابن کو سدس باقی دیا گیا تاکہ بنات کا حق یعنے ثلثین پورا ہوجاوے کذا فی الطحطاوی والسدس للاخت للاب فاکثر مع الاخت الواحدۃ لابوین تکملۃ للثلثین اور چھٹا حصہ ایک سوتیلی بہن کا اور زیادہ بہنون کا ہے ایک سگی بہن کے ساتھ دو تہائیون کے پورا کرنے کے واسطے ہے یعنے اگر سوتیلی بہن سگی بہن کے ساتھ ہے تو نصف متروکہ سگی بہن لیگی اور سدس سوتیلی کو ملیگا تاکہ دو تہائیان پوری ہوجاوین معلوم کرنا چاہیے کہ سگی بہنون کے پانچ احوال ہین اور یہی پانچون احوال سوتیلی بہنون کے بھی ہین پہلا حال یہ ہے کہ ایک سگی بہن نصف پاویگی دوسرا حال یہ کہ دو سگی بہنین ثلثین پاوینگی تیسرا یہ کہ اگر اُنکے ساتھ بھائی سگا ہوگا تو اُنکو عصبہ کر دیگا چوتھا یہ کہ بہنین بیٹیون کے ساتھ عصبہ ہوجاتی ہین لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام اجعلوا البنات مع الاخوات عصبات پانچواں یہ کہ ابن اور ابن الابن اور باپ کے ہونے سے بہنین ساقط ہوجاتی ہین بالاتفاق اور امام اعظم کے نزدیک دادا کے ہونے سے بھی ساقط ہوتی ہین اور سوتیلی بہنون کے دو حال اور بھی زیادہ ہین تو سوتیلیون کے سات احوال ٹھہرے پانچ احوال تو مذکور ہوچکے اور چھٹا حال یہ ہے کہ سوتیلی بہن سگی ایک بہن کے ساتھ سدس پاتی ہے چنانچہ ماتن نے اسکو بیان کیا اور ساتوان حال یہ ہے کہ اگر سگی دو بہنین یا زیادہ ہون تو سوتیلی بہنین ساقط ہوجاتی ہین مگر یہ کہ اُنکے ساتھ بھائی ہو تو اُنکو عصبہ کر دیگا اور جبکہ سگی بہن بیٹی کے ساتھ عصبہ ہوگی تب بھی سوتیلی بہنین ساقط ہونگی کذا فی الطحطاوی والسدس لکل واحد من ولد الام والثلث لاثنین فصاعدا من ولد الام ذکورہم کاناثہم اور چھٹا حصہ ایک شخص کا ہے ماں کی اولاد سے اور تہائی دو کی اور زیادہ کی ہے ماں کی اولاد سے مرد اُنکے عورتون کے برابر ہین حصہ مین ھم اخیافی اور مادری بھائی بہن وہ ہین جنکی ماں ایک ہو اور باپ دو چنانچہ شاکرہ نے زید سے نکاح کیا اُس سے حامد پیدا ہوا پھر زید کے بعد خالد سے شاکرہ نے نکاح کیا اُس سے محمود اور صابرہ پیدا ہوئے تو محمود اور صابرہ حامد کے اخیافی اور مادری بھائی بہن ہین طحطاوی نے کہا کہ مادری بھائی بہنون کے تین حال ہین ایک حال یہ ہے کہ اگر اکیلا ہے تو سدس پاویگا اور اگر دو یا زیادہ ہین تو ثلث پاوینگے تیسرا حال یہ ہے کہ فرع وارث یا فرع الفرع وارث سے اور باپ دادا کے ہونے سے وہ ساقط ہونگے بالاتفاق اسواسطے کہ اُنکی میراث ضعیف ہے قرابت ضعیفہ کی وجہ سے انتہی والثلث للام عند عدم من لہا معہ السدس کما مر اور تہائی ماں کیواسطے ہے جبکہ وہ لوگ نہون جنکے ساتھ ماں کو سدس ملتا ہے چنانچہ مذکور ہوچکا یعنی اگر بیٹا یا پوتا میت کا یا دو بھائی یا دو بہنین یا زیادہ اُسکے نہونگی تب اُنکو تہائی ملیگی ولہا ثلث الباقی بعد فرض احد الزوجین کما قدمنا اور ماں کیواسطے باقی مال کی تہائی ہے بعد ادا کرنے فرض احد الزوجین کے چنانچہ ہم اُسکو مقدم ذکر کر چکے ہین شرح مین ذلک فی زوجۃ وابوین وام فلہا حینئذ الربع اور یہ یعنی تہائی ماں کی زوجہ اور والدین مین ہے تو اسصورت مین درحقیقت ماں کیواسطے چوتھائی ہے

ھم اُم کا لفظ یہان زیادہ کرنا اور اگلے مسئلہ مین بھول چوک ہی شارح کی اسواسطے کہ اُم تو ابوین مین داخل ہی کذا فی الطحطاوی عن الحلبی لہذا مترجم نے لفظ اُم کا ترجمہ نہین کیا ثلث ما بقی ربع ہی کل ترکہ کا چنانچہ ترجمہ مین گذر گیا کہ اگر زوج مر گیا اور زوجہ اور اپنے والدین کو چھوڑا تو اسکی قسمت بارہ سہم سے صحیح ہوگی کل مال کی چوتھائی یعنے تین سہم زوجہ کے ہین اور باقی مال یعنے نو سہم کی تہائی مان کی ہی سو تین سہم ہوے تو تین سہم کل متروکہ کے یعنے بارہ سہم کی چوتھائی ہین اور زوج

وابوین وام فلہا جینئذ السدس یا تہائی باقی کی مان کو ہی زوج اور والدین مین تو اسوقت مین درحقیقت مان کیواسطے سدس ہی ھم یہ صورت بھی ترجمہ مین مذکور ہو چکی کہ اگر زوجہ مر گئی زوج اور والدین کو چھوڑ کر تو قسمت اسکی چھ سہم سے صحیح ہی نصف زوج کا یعنے تین سہم اور باقی مال کی تہائی یعنے تین سہم کی ایک سہم ہی تو ایک سہم کل مال کا سدس ہی بیان اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جب ثلث باقی مال کا ربع یا سدس ٹھہرا تو مصنف نے اسکو ثلث کیون کہا شارح نے اسکا جواب قول آئندہ مین دیا ہے

تادبا مع قولہ تعالی وورثہ ابواہ فلامہ الثلث اور مصنف نے مان کے فرض کو ثلث کہا ادب کی راہ سے حق تعالی کے اس قول کے ساتھ (وورثہ ابواہ فلامہ الثلث) یعنے اگر میت کا ولد نہو اور اسکے والدین اُسکے وارث ہون تو اُسکی مان کیواسطے تہائی ہی باپ کا حصہ سو اسواسطے صریحاً ذکر نفرمایا کہ جب فقط والدین وارث مفروض ہوچکے اور مان کا حصہ معین کر دیا تو معلوم ہوگیا کہ باقی مال باپ کا ہی وعلی ہذا الائق یون ہی کہ مان کا حصہ جبکہ والدین کے ساتھ احد الزوجین ہون ثلث ما بقی ہو چنانچہ جمہور کا قول ہی نہ ثلث مال چنانچہ ابن عباسؓ کا قول ہی کہ اسمین تفضیل انثی کی اُس ذکر پر لازم آتی ہی جو اُسکے برابر ہی جہت اور قرب مین اور یہ موضوع شرعی کے مخالف ہی کذا فی تفسیر البیضاوی ملخصا

والثلثان لکل اثنین فصاعدا ممن فرضہ النصف وہو خمسۃ البنت وبنت الابن والاخت لابوین والاخت لاب والزوج الا الزوج لانہ لا یتعدد اور ثلثین یعنے دو تہائیان اُن دو شخصون یا زیادہ لوگون کی ہین جنکا فرض حصہ نصف ہی وہ پانچ ہین بیٹی اور پوتی اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور زوج مگر زوج کیواسطے ثلثین نہین اسواسطے کہ اسمین تعدد اور کثرت نہین ہی یعنے زوج کے حق مین دو تہائیون کا تحقق نہین ہوتا اسواسطے کہ ثلثین کے وارث نہین مگر متعدد اشخاص جو کہ انفراد کی حالت مین نصف کے وارث ہو جاتے ہین فائدہ جلیلہ معلوم کرنا چاہیے کہ فروض مقدرہ کلام مجید مین چھ ہین نصف ربع ثمن ثلثین ثلث سدس سو نصف تو پانچ اصناف کا فرض ہی زوج کا فرض ہی جبکہ زوجہ کا بیٹا بیٹی اور پوتا پوتی نہو اور بنت صلبی کا فرض ہی اور بنت الابن کا فرض ہی جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی بہن کا فرض ہی اور سوتیلی بہن کا فرض ہی جبکہ سگی بہن نہو اور ربع دو صنف کا فرض ہی زوج کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور ایک زوجہ یا چند زوجات کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور ثمن صرف ایک صنف کا فرض ہی یعنے ایک یا چند زوجہ کا جبکہ ولد یا ولد الابن ہو اور ثلثین چار اصناف کا فرض ہی دو صلبی بیٹیون کا یا زیادہ کا فرض ہی اور دو پوتیون یا زیادہ کا فرض ہی جبکہ بنت صلبی نہو اور سگی دو بہنون یا زیادہ کا فرض ہی اور سوتیلی دو بہنون یا زیادہ کا فرض ہی جبکہ سگی بہن نہو اور ثلث دو صنف کا فرض ہی مان کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن نہو اور نہ دو بہنین اور نہ دو بھائی ہون اور اولاد مادری کا فرض ہی دو ہون یا زیادہ ذکور ہون یا اناث اور سدس سات اصناف کا فرض ہی باپ کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو اور جد صحیح کا اسطرح فرض ہی جبکہ میت کا باپ نہو اور مان کا فرض ہی جبکہ میت کا ولد اور ولد الابن ہو خواہ دو بھائی ہون یا دو بہنین اور جدہ صحیحہ کا فرض ہی خواہ ایک ہو یا چند جدات میراث کیوقت اور بنت الابن کا فرض ہی بنت صلبی کے ساتھ تکملۃً للثلثین اور سوتیلی بہن کا فرض ہی سگی بہن کے ساتھ تکملۃً للثلثین اور ایک شخص کا فرض ہی اولاد مادری سے مرد ہو یا عورت کذا فی العالمگیریۃ عن خزانۃ المفتین

فصل فی العصبات یہ فصل ہی عصبات کے مسائل مین ھم عصبات جمع ہی عصبہ کی اور عصبہ مطلقاً لغت مین عبارت ہی محیط بالشئی سے یعنی حافظ عصبہ شرعی مین موجود ہین کیونکہ عصبات میت کو ہر طرف سے گھیرے ہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً اور اصطلاح شرعی مصنف کے کلام سے معلوم ہوگی العصبات النسبیۃ

ثلثۃ عصبۃ بنفسہ وعصبۃ بغیرہ وعصبۃ مع غیرہ عصبات نسبی تین قسم ہین عصبہ بنفسہ اور عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ ھم شارح اور ماتن نے عصبہ نسبی کو عصبہ سببی پر اسواسطے مقدم کیا کہ سابق معلوم ہو چکا کہ نسبی قوی تر ہی سببی سے عصبات نسبیہ تین قسم مین منحصر ہوئی کیونکہ اگر ثبوت عصوبت مین غیر کے ملنے کی حاجت نہین تو وہ عصبہ بنفسہ ہی یعنی بذات خود بلا حاجت انضمام شخص آخر عصبہ ہی اور اگر عصبہ ہونا غیر کا محتاج ہی تو اگر عصوبت مین یہ غیر بھی اسکا شریک ہی تو وہ عصبہ بغیرہ ہی اور اگر غیر اسکے ساتھ شریک نہین ہی تو وہ عصبہ

مع غیرہ یحوز العصبۃ بنفسہ وہو کل ذکر فالانثی لاتکون عصبۃ بنفسہا بل بغیرہا او مع غیرہا لم یدخل فی نسبتہ الی المیت انثی فان دخلت لم یکن عصبۃ کولد الام فانہ

ذو فرض وکاب الام وابن ذوی الارحام عصبہ بنفسہ وہ ہر ایک مرد ہے جسکے رشتہ میں میت کی طرف عورت نہ داخل ہو شارح نے کہا مرد کی قید سے عورت نکل گئی کہ وہ عصبہ بنفسہا نہیں ہوتی بلکہ عورت عصبہ بغیرہا یا مع غیرہا ہوتی ہے پھر اگر نسبت الی المیت میں عورت داخل ہوئی تو وہ عصبہ نہوگا جیسے مادری بھائی کہ وہ صاحب فرض ہے نہ عصبہ اور جیسے ماں کا باپ اور بیٹی کا بیٹا یعنے نانا اور نواسی اسواسطے کہ وہ دونوں ذوی الارحام سے ہیں نہ صاحب فرض ہیں نہ عصبہ یاخذ البقیۃ الفرائض اسے عصبہ عصبہ بنفسہ لیتا ہے اس مال کو جو جنس ذو الفرض سے باقی رہگیا یعنے جو اہل فروض کو دیکر مال باقی رہا اسکو عصبہ بنفسہ لیگا خواہ چند اہل فروض ہوں یا ایک چونکہ فرائض کا لفظ جمع تھا شارح نے اسکی تفسیر بلفظ جنس کر کے اشارہ کیا کہ الف لام جنس سے جمعیت باطل ہوگئی و عند الانفراد یحوز جمیع المال بجہۃ واحدۃ اور عصبہ بنفسہ انفراد اور تنہائی کی حالت میں تمام مال کو لیتا ہے ایک جہت سے ہم یعنی اگر اہل فروض نہوں فقط عصبہ بنفسہ ہو تو وہ سب مال لیگا فقط ایک عصوبت کی جہت سے منع انفراد میں ہے جہت واحدہ کی قید اسواسطے لگائی تاکہ یہ اعتراض وارد ہو کہ صاحب فرض بھی سب مال لیتا ہے جبکہ اسکے ساتھ عصبہ نہو اسلیے کہ اہل فرض کو استحقاق بعض مال کا فرضیت کے سبب سے اور باقی مال کا بسبب رد کرنے کے تو ایک جہت سے اسنے سب مال نہ لیا بلکہ دو جہت سے برخلاف عصبہ بنفسہ کے وہ فقط عصوبت کی ایک ہی جہت سے تمام مال کو لیتا ہے ثم العصبات بانفسہم اربعۃ اصناف جزء المیت ثم اصلہ ثم جزء ابیہ ثم جزء جدہ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ عصبہ بنفسہ کی جماعت چار قسم ہیں میت کا جزء پھر میت کا اصل پھر میت کے باپ کا جزء پھر میت کے دادا کا جزء میت کا جزء جیسے بیٹا اور پوتا اور میت کی اصل جیسے باپ اور دادا اور میت کے باپ کا جزء جیسے بھائی اور بھتیجا اور میت کے دادا کا جزء جیسے چچا اور اسکی اولاد و یقدم الاقرب فالاقرب منہم بہذا الترتیب اور عصبات میں زیادہ تر قرابت دار کی تقدیم ہوگی پھر اسکے بعد اس سے جو فروتر ہے وہ مقدم ہوگا موافق اس ترتیب مذکور کے فیقدم جزء المیت کالابن ثم ابنہ وان سفل تو میت کا جزء مقدم ہوگا میت کی اصل پر جیسے میت کا بیٹا پھر پوتا اگرچہ سافل ہو یعنے پر دادا اور پوتے کا پوتا امام اکمل نے کہا تقدیم بیٹے کی باپ پر یعنے میراث میں نقلا اور عقلا ثابت ہے دلیل نقلی تو قرآن مجید میں موجود ہے یعنے باپ کا حصہ مقرر فرمایا اور بیٹے کا حصہ مقرر نہیں کیا تاکہ وہ باقی مال بطریق عصوبت کے پاوے اور دلیل عقلی یہ ہے کہ انسان ولد کو اپنے والد پر مقدم جانتا ہے صرف مال میں اور محنت کشی سے مال کو حاصل کرتا ہے فرزند کے واسطے تو مقتضا اسکا یہ ہے کہ اسکا مال فرزند سے تجاوز کر کے اسکے باپ کو نہ پہونچے لیکن نص قرآنی سے بمقدار حصہ پدری کے اسکے مقتضا کو ترک کیا تو باقی مال میں اسکی خواہش دلی کو باقی رکھا کذا فی الطحطاوی ملخصا ثم اصلہ الاب پھر فروع کے بعد اصل میت یعنے باپ مقدم ہوگا یعنے اگر میت کا بیٹا یا پوتا یا پروتا کوئی باقی نہیں ہے تو میت کا باپ عصبہ ہوکر متروکہ لیگا ویکون مع البنت فاکثر عصبۃ وذا سہم کما اور باپ ایک بیٹی یا زیادہ کے ساتھ عصبہ اور صاحب فرض ہوگا چنانچہ شرح میں مذکور ہو چکا اہل فروض کے بیان میں ہم طحطاوی نے کہا بہتر یوں تھا کہ مصنف اس مسئلہ کو اہل فروض میں فرض پدری کے ساتھ ذکر کرتا شارح کے مانند ثم الجد الصحیح وہو اب الاب وان علا پھر باپ کے بعد جد صحیح مقدم ہے یعنے باپ کا باپ جسکو دادا کہتے ہیں اگرچہ جد اونچا ہو یعنی پردادا سردادا الی غیر ذلک واما اب الام ففاسد من ذوی الارحام اور ماں کا باپ تو جد صحیح نہیں بلکہ جد فاسد ہے ذوی الارحام میں داخل ہے نہ عصبات میں ثم جزء ابیہ الاخ لابوین ثم لاب پھر جد صحیح کے بعد میت کے باپ کا جزء یعنے سگا بھائی میت کا مقدم ہے پھر اسکے بعد سوتیلا بھائی مقدم ہے بھتیجوں پر ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پھر بھائی کے بعد سگے بھائی کا بیٹا مقدم ہے پھر اسکے بعد سوتیلے بھائی کا بیٹا مقدم ہے اگرچہ ابن الاخ سافل ہو یعنے بھتیجے کا بیٹا یا پوتا تاخیر الاخوۃ عن الجد وان علا قول ابی حنیفۃ وہو المختار للفتوی خلافا لہما وللشافعی قیل وعلیہ الفتوی تاخیر بھائیوں کی دادا سے اگرچہ دادا عالی ہو قول ہے امام ابوحنیفہ رح کا اور یہی قول مختار ہے فتوے کے واسطے برخلاف صاحبین اور شافعی رح کے بعضوں نے کہا کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہے یعنے بھائی مقدم ہیں دادا پر طحطاوی نے کہا کہ امام ہی کا قول معتمد ہے ثم جزء جدہ العم لابوین ثم لاب پھر بھائیوں کے بعد دادا کی اولاد یعنی سگا چچا مقدم ہے پھر اسکے بعد سوتیلا چچا ثم ابنہ لابوین ثم لاب وان سفل پھر اعمام کے بعد سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اسکے بعد سوتیلے چچا کا بیٹا اگرچہ

چھیرے بھائی بیان ہوں اعمام پدری سے مقدم ہیں ثم عم الاب پھر بنی اعمام کے بعد باپ کا سگا چچا مقدم ہے پھر اُسکا سوتیلا چچا ہے ثم ابنہ پھر اعمام پدری کے بعد باپ کے سگے چچا کا بیٹا مقدم ہے پھر اُسکے بعد باپ کے سوتیلے چچا کا بیٹا جب کہ اعمام پر مقدم ہے ثم عم الجد پھر بنی اعمام پدری کے بعد دادا کا سگا چچا مقدم ہے پھر اُسکے بعد سوتیلا چچا دادا کا ثم ابنہ کذلک وان سفلا پھر جد کے اعمام کے بعد اُنکا بیٹا اسیطرح مقدم ہے یعنے سگا سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عم پدری سگے فرزند او عم جدی کے فرزند سافل ہوں کذا فی العالمگیریۃ عن المبسوط ہم اور اگر ایک درجہ کے عصبات کی جماعت مجتمع ہو تو مال مشترک اُنپر باعتبار اُنکے ابدان کے قسمت ہوگا نہ باعتبار اُنکے اصول کے مثلاً میت کا ایک بھتیجا ہے اور دس بھتیجے اور ہین یا ایک چھیرا بھائی ہے اور دس چھیرے بھائی اور ہین تو مال کے گیارہ حصے ہونگے ہر شخص کو ایک حصہ ملیگا کذا فی العالمگیریۃ عن الاختیار شرح المختار فاسبابہا اربعۃ بنوۃ ثم ابوۃ ثم اخوۃ ثم عمومۃ تو بیان سابق سے معلوم ہو گیا کہ عصوبت کے چار سبب ہیں بیٹا ہونا پھر باپ ہونا پھر بھائی ہونا پھر چچا ہونا وبعد ترجیحہم بقرب الدرجۃ یرجحون عند التفاوت بالابوین والاب کما مر بقوۃ القرابۃ فمن کان لابوین من العصبات ولو انثی کالشقیقۃ مع البنت تقدم علی الاخ لاب مقدم علی من کان لاب اور قرب درجہ کے بعد عصبات کو جبکہ آپس میں تفاوت ہو سگے سوتیلے کا چنانچہ مفصل مذکور ہو چکا ترجیح دیجاتی ہے قرابت کے قوی ہونے کی وجہ سے عصبات میں سے جو عصبہ میت کا سگا ہوگا وہ سوتیلے پر مقدم ہے اگرچہ عصبہ قوی القرابت عورت ہو جیسے سگی بہن بیٹی کے ساتھ مقدم ہے سوتیلے بھائی پر ہم ارجہ سے مراد قرابت کی جہت ہے یعنے تقدیم میں اول جہت معتبر ہے تو جزء میت کی جہت میت کی اصل کی جہت پر مقدم ہے پھر جبکہ جہت متحد ہو اور دو عصبوں میں سے ایک عصبہ زیادہ تر قریب ہو میت سے چنانچہ جزیت میں بیٹا اور پوتا یکسان ہے لیکن پوتے کی نسبت بیٹا قریب تر ہے تو اب تقدیم قرب کیوجہ سے معتبر ہوگی پھر جبکہ قرب میں بھی عصبات برابر ہوں تو اب تقدیم میں قرابت کی قوت معتبر ہوگی چنانچہ مصنف نے یہاں بیان کیا ہے اور قرابت کی قوت پائی نہیں جاتی مگر بھائیوں میں اور بھتیجوں اور چچوں میں اور چھیرے بھائیوں میں اور فروع اور اصول میں قوت قرابت کی ہے سگے اور سوتیلے کا اعتبار نہیں ہو سکتا اور چونکہ یہ مقام ہے عصبات بنفسہ کے انصاف کا اور اُنکے ترجیح کی جہات کا تو شارح کا ذکر کرنا سگی بہن کا بیٹی کے ساتھ مجمل ہے کیونکہ اخت مذکورہ عصبہ بنفسہ نہیں بلکہ عصبہ مع غیرہ ہے لیکن یہ جواب ہو سکتا ہے کہ اُسکا بھائی البتہ عصبہ بنفسہ ہے تو اُسکی ذیل میں بہن کی قوت قرابت کو مذکور کر دیا کذا فی الطحاوی ملخصاً لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعیان بنی الام یتوارثون دون بنی العلات ترجیح مذکور کی دلیل حدیث ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ البتہ سگی ماں کے فرزند باہم وارث ہوتے ہیں نہ سوتیلی ماں کے فرزند ہم یہ حدیث ترمذی میں علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور تتمہ حدیث مذکور کا یہ ہے الرجل یرث اخاہ لابیہ وامہ دون اخیہ لابیہ کذا فی التیسیر یعنے مرد وارث ہوتا ہے اپنے سگے بھائی کا نہ سوتیلے بھائی کا والحاصل انہ عند الاستواء فی الدرجۃ یقدم ذو القرابتین وعند التفاوت فیہا یقدم الاعلی اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ درجہ برابر ہونے کے نزدیک دو قرابت والے کی تقدیم ہوتی ہے اور درجہ میں تفاوت ہونے سے اعلے یعنے اقرب مقدم ہوتا ہے ہم برابری درجہ کی مثال چنانچہ دو بھائی ایک سگا اور دوسرا سوتیلا تو سگا مقدم ہوگا کہ دو طرح سے قرابت رکھتا ہے باپ کی طرف سے بھی اور ماں کی طرف سے بھی اور سوتیلا فقط ایک قرابت رکھتا ہے یعنی طرف سے نہ ماں کی طرف سے اور تفاوت درجہ کی مثال چنانچہ سوتیلا بھائی اور سگے بھائی کا بیٹا تو سوتیلا بھائی سگے بھتیجے پر مقدم ہوگا قریب ہونے سے ثم شرع فی العصبۃ بغیرہ فقال ویصیر عصبۃ بغیرہ البنات بالابن وبنات الابن بابن الابن وان سفلوا پھر عصبہ بنفسہ کے بعد مصنف نے عصبہ بغیرہ میں شروع کیا سو یوں کہا اور عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں بیٹیاں بیٹوں کے ہونے سے اور پوتیاں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں پوتوں کے ہونے سے اگرچہ درجات میں سافل ہوں ہم بنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونے پر کلام مجید کی دلیل ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین یعنی اللہ تعالیٰ تمھاری اولاد میں وصیت کرتا ہے مرد کیواسطے دو عورتوں کے حصہ کے برابر یعنی اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو تین سہم قسمت ہونگی دو سہم بیٹا لیگا اور ایک سہم بیٹی اور اگر دو بیٹیاں ہیں تو چار سہم سے قسمت ہوگی ایک ایک سہم بیٹی لیگی اور دو سہم بیٹا لیگا وعلی ہذا القیاس بیٹی کا دونا بیٹا پاویگا جسقدر کہ بیٹیاں اور بیٹے ہوں اسیطرح بہنیں و بنات ابن کو سمجھنا چاہیے والاخوات لابوین او لاب یاجہن اور سگی سوتیلی بہنیں عصبہ بغیرہ ہو جاتی ہیں اپنے بھائی کے ہونے سے ہم اور بہنیں

عصبہ ہونا اپنے بھائیون کے ہونے سے حق تعالی کے کلام سے ثابت ہے اور ان کانوا اخوۃ رجالا و نساء فللذکر مثل حظ الانثیین یعنی ربع ذوات النصف والثلثین

یعنی عصبہ ہاتو تین تو عصبہ بغیرہ چار عورتین ہین نصف اور ثلثین کے حصہ والیان وہ عصبہ ہو جاتی ہین اپنے بھائیون کے ہونے سے ہم اور جس عورت کا حصہ فرض

نہین اور اسکا بھائی عصبہ ہو تو وہ اپنے بھائی کے ہونے سے عصبہ نہین ہوتی چنانچہ عم اور عمہ خواہ سگی ہون یا سوتیلی تو سب مال کو چچا لیگا عمہ کو کچھ نہ ملیگا اور یہی حال

ہے ابن العم کا بنت العم کے ساتھ اور ابن الاخ کا بنت الاخ کے ساتھ کذا فی الطحطاوی ولو حکما کابن ابن ابن یعصب من تحاذیہ اگرچہ بہنون کا بھائی حکمی ہو یعنی

چنانچہ میت کے بیٹے کے بیٹے کا بیٹا یعنی پر پوتا عصبہ کر دیتا ہے اپنے برابر کے درجہ والی بہن کو یا اس بہن کو جو اس سے اونچی درجہ والی ہو ہم عصبہ بغیرہ مین بھائی سے

مراد وہ ہے جو برادر حقیقی اور حکمی دونون کو عام ہو سو حقیقی برادر تین مین ہوتا ہے بنت صلبی اپنے بھائی کے ساتھ اور سگی بہن اپنے بھائی کے ساتھ اور سوتیلی بہن

اپنے بھائی کے ساتھ اور برادر حکمی بنات الابن مین ہوتا ہے تو پوتا اپنی بہنون کو عصبہ کر دیتا ہے اور چچیری بہنون کے جو درجے مین برابر ہین اور بنات الابن کو وہ برادر

حکمی بھی عصبہ کر دیتا ہے جو انسے اسفل ہے درجہ مین تو آپ مین سے اس عورت کو بھی عصبہ کر دیتا ہے جسکا کچھ حصہ نہین چنانچہ مسئلہ تشبیب مین آویگا کذا فی الطحطاوی ثم شرع

فی العصبۃ مع غیرہ فقال و مع غیرہ الاخوات مع البنات او بنات الابن لقول الفرضیین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ والمراد من الجمعین ہنا الجنس پھر

مصنف نے عصبہ مع غیرہ مین شروع کیا سو یون کہا اور عصبہ مع غیرہ بہنین ہین بیٹیون کے ساتھ یا پوتیون کے ساتھ بدلیل قول اہل فرائض کے کہ بہنون کو بیٹیون

کے ساتھ عصبہ قرار دو اور اخوات اور بنات کی دونون جمعون سے جنس مراد ہے ہم سراجیہ اور اسکی شروح مین اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ کو حدیث کہا ہے واللہ

اعلم چونکہ ایک بہن ایک بیٹی کے ساتھ بھی عصبہ ہوتی اور ظاہر لفظ جمع اخوات اور بنات کا اسکے خلاف پر دلالت کرتا تھا لہذا شارح نے اسکا جواب دیا کہ جمع پر

الف لام جنس کا ہے تو قلیل اور کثیر سب کو شامل ہے وعصبۃ ولد الزنا و ولد الملاعنۃ مولی الام اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا عصبہ انکی مان کا مولی ہے ہم

ولد الملاعنہ یہ کہ ایک عورت کے لڑکا پیدا ہوا سو اسکے زوج نے کہا کہ یہ میرا بیٹا نہین ہے پھر باہم لعنت کر کے زوجین مین فراق ہو گیا تو وہ لڑکا ولد الملاعنہ

ہے طحطاوی نے منح الغفار سے نقل کیا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ولد الملاعنہ کو اسکے مان کے ساتھ ملایا تو وہ اس شخص کے مانند ہو گیا جسکو باپ کی جانب

سے کچھ قرابت نہین تو اب یہ واجب ہوا کہ اسکی مان کے موالی اسکے وارث ہون اور وہ انکا وارث ہو تو اگر ولد الملاعنہ مر گیا اور اسنے ایک بیٹی اور مان اور موالی

کو چھوڑا تو بیٹی کو نصف اور مان کو سدس اور باقی مال پھر بیٹی اور مان کو دیا جاویگا بطریق فرض اور رد کے گویا کہ اسکا باپ ہی نہ تھا انتہی اور ولد مشترک کا نسب

مشترک لونڈی سے ثابت ہو گا تو وہ ہر مولے سے ابن کامل کی میراث پاویگا اور دونون مولی ایک باپ کی میراث ولد مشترک کے مال سے پاوینگے اور مولی

کے قرابت دار اسکے میراث مین باہم شریک ہونگے گویا کہ ایک باپ کے قرابت دار ہین اور اگر مولی مر گیا تو دوسرا باقی مولی ولد مشترک کے مال متروکہ سے

پدر کامل کی میراث لیگا کذا فی الطحطاوی عن الدر المنتقی المراد بالمولی ما یعم المعتق والعصبۃ لیعم ما لو کانت الام حرۃ الاصل کما بسطہ العلامۃ قاسم لانہ لا اب لہما اور

متن مین مولی سے مراد وہ ہے جو آزاد کرنے والے اور عصبہ دونون کو شامل ہو تاکہ اگر ولد الزنا یا ولد الملاعنہ کی مان حرۃ اصلی ہو تو اسکو بھی شامل ہے چنانچہ علامہ قاسم نے

اسکو مشرح بیان کیا ہے مان کا مولی اسواسطے عصبہ ہوا کہ ولد الزنا اور ولد الملاعنہ کا کوئی باپ نہین ہے یعنی شرعاً انکا کوئی باپ نہین جس سے انکا نسب ثابت

ہو اور وہ اسکے وارث ہون اگرچہ واقع مین ولد بدون والد کے نہین ہوتا مگر بطریق خرق عادت ویفترقان فی مسئلۃ واحدۃ وہی ان ولد الزنا یرث

من توامہ میراث اخ لام و ولد الملاعنۃ یرث من توامہ میراث اخ لابوین اور ولد الزنا اور ولد الملاعنہ ایک مسئلہ مین جدائی رکھتے ہین وہ

مسئلہ یہ ہے کہ ولد الزنا اپنے توام سے مادری بھائی کی میراث لیتا ہے اور ولد الملاعنہ اپنے توام سے سگے بھائی کی میراث پاتا ہے و

تختم العصبات بالعصبۃ السببیۃ ای المعتق پھر ہم عصبات کا اختتام عصبہ سببی سے کرتے ہین یعنی سو عصبہ سببی مولی ہے غلام کا

آزاد کرنے والا ہم مصنف نے اختتام کے لفظ سے اشارہ کیا کہ آزاد کرنے والا ذوی الارحام پر مقدم ہے کیونکہ جب وہ مرتبہ اخیر عصبات

مین واقع ہوا تو اسمین اور باقی عصبات مین کوئی اور وارث نہین تو ذوی الارحام پر مقدم ٹھہرا اور معتق مذکور رد علی ذوی الفروض پر بھی مقدم ہو اور یہی
قول ہو علی مرتضے اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ موخر ہو ذوی الارحام سے اور معتمد جمہور کا قول ہو اور فریقین کے
دلائل مطولات مین مذکور ہین ثم عصبته بنفسه علی الترتیب المقدم لقوله صلی اللہ علیه وسلم الولاء لحمة کلحمة النسب پھر مولی العتاقة کے بعد اسکا عصبہ بنفسہ ہی بنا بر ترتیب
مقدم کے اس حدیث کی دلیل سے کہ ولا قرابت ہو نسب کی قرابت کے مانند ہم عصبہ بنفسہ کی قید اسواسطے لگائی کہ مولی کا عصبہ بنفسہ مقدم ہو اسکے عصبہ سببی پر یعنی آزاد
کرنیوالیکا آزاد کرنیوالا موخر ہو عصبہ نسبی سے اور بموجب ترتیب مقدم کے ابن معتق مقدم ہو پھر ابن الابن اگرچہ سافل ہو پھر باپ معتق کا پھر اسکا دادا اگرچہ عالی
ہو الی آخر التفصیل پھر معتق کا معتق علے الترتیب مذکور پھر اسکے عصبات معلوم کرنا چاہیے کہ آزاد کرنیوالے کی میراث غلام آزاد نہین پاتا جمہور کے نزدیک خلاف
لاسحق ابن راہویہ والحسن بن زیادہ اور اس حدیث مین الولاء لحمة کلحمة النسب ولا سے مراد ولاء عتاقہ ہو نہ ولاء میراث یعنی ولاء عتاقہ قرابت حاصلہ ہو عتق کے
سبب مانند قرابت حقیقی نسبی کے کذا فی الطحطاوی ملتقطاً واذا ترک المعتق اب مولاه وابن مولاه فالکل للابن وقال ابو یوسف للاب السدس اور جبکہ
غلام آزاد مر گیا اپنے مولی کا باپ اور بیٹا چھوڑ کر تو سب مال مولی کے فرزند کا ہو اور ابو یوسف رح نے کہا باپ کیواسطے چھٹا حصہ ہو اور ترک جد مولاه اسے جد المولی
واخاه فهو للجد علی الترتیب المتقدم وقالا بینهما کالمیراث یا غلام آزاد نے اپنے مولی کا دادا اور اسکا بھائی چھوڑا تو تمام مال دادا کا ہو بنا بر اُس ترتیب کے جو عصبہ بنفسہ
مین مذکور ہوچکی اور صاحبین رح نے کہا کہ دونون کے مابین مین مال مقسوم ہوگا میراث کے مانند ولیس للنساء عصبة بغیره ولا مع غیره لقوله علیه الصلوة والسلام
لیس للنساء من الولاء الا ما اعتقن الحدیث اور بیان یعنی ولاء عتاقت مین عصبہ بغیرہ نہین اور نہ عصبہ مع غیرہ بدلیل قول آنحضرت علیه الصلوة والسلام
کے کہ عورتون کو ولاء مین سے کچھ حصہ نہین مگر اُس غلام کا ولا ہو جسکو عورتون نے آپ آزاد کیا الی آخر الحدیث ہم عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ چونکہ عورتین ہوتی
ہین لہذا وہ ولاء عتاقت مین بموجب حدیث کے بیدخل ہین اور یہ حدیث ٹکڑا ہو اس حدیث طویل کا جو سراجیہ مین مذکور ہو دھو وان کان فیه شذوذ لکنه تاکد بکلام
کبار الصحابة فصار بمنزلة المشهور کما بسطه السید عاقره المصنف اور اُس حدیث مین اگرچہ شذوذ ہو لیکن وہ متاکد ہوگئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کلام سے تو وہ حدیث بمنزلہ
حدیث مشہور کے ہوگئی چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین اسکو مشرح بیان کیا ہو اور مصنف نے اسکو اپنی شرح مین ثابت رکھا ہو فلم شاذ وہ حدیث ہو جسکو ثقہ راوی
اور راویون کے مخالف روایت کرے تو جسکی روایت مین راوی متفرد ہوا تو اسکو نظر کرنا چاہیے اگر اُسکی روایت اُس راوی کے مخالف ہو جو اُس سے زیادہ
حافظ اور ضابط ہو تو اُسکی روایت شاذ مردود ہو یعنے قبول کرنے کے لائق نہین ہو اور اگر اُسکی روایت ثقات کے مخالف نہین ہو تو اگر اُس راوی کے حفظ اور اتقان
پر اعتماد ہو تو وہ مقبول ہو اسکا انفراد صحت حدیث مین قادح نہین اور اگر اُسکے حفظ اور اتقان پر اعتماد نہین تو اُسکی حدیث خارج ہو حدیث صحیح سے اور حدیث مشہور
وہ ہو جو قرن اول مین احاد ہو پھر قرن ثانی اور بعد اسکے متواتر ہوگئی ہو اور چونکہ قرن اول یعنی صحابہ کرام ثقات اور عدول ہین تو انکی گواہی بمنزلہ متواتر کے حجت
شرعی ہو ... نے کہا کہ مشہور متواتر کی دوسری قسم ہو حضرات فاروق اور مرتضے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ عورتون کو ولاء مین کچھ نہین کذا فی الطحطاوی ثم شرع
فی الحجب فقال ولا یحرم ستة من الورثة بحال البتة الاب والام والابن والبنت ای الابوان والولدان والزوجان پھر مصنف نے عصبات کے بیان کے بعد حجب کا
بیان شروع کیا سو یون کہا کہ چھ وارث کسی حالت مین محروم میراث سے نہین ہوتے البتہ یعنے یقیناً باپ اور ماں اور بیٹا اور بیٹی یعنے والدین اور ولدین اور زوج
اور زوجہ ہم باپ کیواسطے یا سدس ہو یا عصوبت ہمیشہ اور ماں کا سدس ہو یا ثلث کل ہو یا ثلث باقی ہمیشہ اور بیٹا تو ہمیشہ عصبہ رہتا ہو اور بیٹی تین حال سے خالی
نہین اسکا یا نصف ہو یا ثلثین یا عصوبت للذکر مثل حظ الانثیین و زوج کا یا نصف ہو یا ربع ہو ہمیشہ اور زوجہ کا یا ربع ہو یا ثمن ہمیشہ فریق بر دو بحال ومحجوب حجب الحرمان
بحال اخری وہم غیر ہولاء الستة سواء کانوا عصبات او ذوی فروض اور ایک فریق وہ ہو جو ایک حال مین تو وارث ہوتے ہین اور دوسرے حال مین بالکل محجوب ہوتے ہین اور وہ
فریق سوائے ان اشخاص ستہ مذکورین کے ہین خواہ وہ عصبات ہون یا ذوی الفروض ہم عصبات تو جیسے بھائی اور بھتیجے اور ذوی الفروض جیسے کہ ماں اور سوتیلی ...

بنی علے اصلین اور حجب کی بنا دو اصلوں پر ہے یعنے محجوب ہوتا پایا جاتا ہے دو قاعدوں کے ہونے سے یا ایک کے ہونے سے تو جن قرابتوں میں دونوں اصلیں یا ایک اصل پائی گئی تو وہ قریب محجوب ہونگے والا وارث ہونگے احدہما انہ یحجب الاقرب ممن سواہم الابن بما مرانہ یقدم الاقرب فالاقرب لتحادی السبب ام لا ایک اصل یہ ہے کہ انکے سوائے جو کبھی محروم نہیں ہوتے اور وارثوں میں سے قریب تر ابعید تر کو محجوب کر دیتا ہے اسواسطے کہ مذکور ہو چکا کہ اقرب فالاقرب مقدم ہوتا ہے خواہ دونوں قرابت والے سبب ارث میں متحد ہوں یا نہوں ہم یعنے حجب حاصل ہوتا ہے اقرب اور ابعد کے پائے جانے سے تو اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہے چنانچہ عصبات میں مذکور ہو چکا کہ میت کا جز میت کے اصل کا حاجب ہوتا ہے اور اصل میت اپنے فرع ذاتی کی حاجب ہے اور فرع پدری فرع جدی کی حاجب ہے و علی ہذا القیاس ذوی الفروض میں اقرب ابعد کا حاجب ہے اتحاد سبب کی مثال چنانچہ جدات مع الام اور بنات الابن مع الصلبیتین اور سوتیلی بہنیں سگی بہنوں کے ساتھ اور عدم اتحاد سبب کی مثال باپ اور بھائی ہے والثانی ان من ادلی بشخص لایرث معہ کابن الابن لایرث مع الابن اور حجب کی دوسری اصل یہ ہے کہ جسکی قرابت ملتی ہو بواسطہ ایک شخص کے تو وہ وارث نہو گا اس شخص متوسط کے ساتھ چنانچہ پوتا وارث نہیں ہوتا بیٹے کے ساتھ یعنے پوتے کی قرابت دادا سے بواسطہ باپ کے ہے تو پوتا دادا کے مال کا وارث نہو گا باپ کے ہوتے الا اولاد الام فیرث معہا لعدم استغراقہا الترکۃ بجہۃ واحدۃ مگر مادری بھائی سو ماں کے ساتھ وارث ہوتا ہے اسواسطے کہ ماں تمام متروکہ نہیں پاتی ایک جہت سے ہم یعنے ہر چند میت کی قرابت مادری بھائی سے بواسطہ ماں کے ہے تو مقتضائے اصل ثانی یہ تھا کہ مادری بھائی ماں کے ساتھ وارث نہوتا مگر اسکی وراثت اسوجہ سے ہوئی کہ ماں سب متروکہ کی مستغرق نہیں ہوتی فقط ایک فرضیت کی جہت سے اور اگر اصحاب فرائض اور عصبات میں سے کوئی باقی نہیں سوائے ان کے تو البتہ تمام متروکہ پاویگی نہ ایک جہت سے بلکہ دو جہت سے فرضاً ورداً والمحروم کابن کافر او قاتل لایحجب عندنا اصلا اور محروم المیراث چنانچہ کافر یا قاتل بیٹا ہمارے نزدیک اصلا حاجب نہیں ہوتا نہ حجب حرمان نہ حجب نقصان ہم حجب محروم میں صاف ہے حیثیت میراث کی اصلا نہیں تو وہ استحقاق ارث میں میت کے مانند ہو گیا تو اسیطرح حق حجب میں وہ بمنزلہ میت کے ہے فوات اہلیت کیوجہ سے ویحجب المحجوب اتفاقا کام الاب تحجب بالاب وتحجب ام الام اور محجوب حاجب ہوتا ہے باتفاق حنفیہ وابن مسعود کذا فی شرح السراجیہ چنانچہ دادی محجوب ہوتی ہے باپ کے ہونے سے لیکن محجوب کرتی ہے نانی کی ماں کو وکالاخوۃ والاخوات فانہم یحجبون بالاب حجب حرمان ویحجبون الام من الثلث الی السدس حجب نقصان اور چنانچہ بھائی اور بہنیں کہ وہ محجوب ہوتی ہیں باپ کے ہونے سے حجب حرمان کر یعنے بالکل محجوب ہو جاتی ہیں اور بھائی بہنیں ماں کی حاجب ہوتی ہیں ثلث سے سدس تک حجب نقصان کر یعنے بالکل حاجب نہیں ہوتی بلکہ حصہ کم کر دیتی ہیں کہ انکا ماں کا حصہ کم ہو کر چھٹا حصہ ہوتا ہے پہلی مثال حجب حرمان کی ہے اور دوسری حجب نقصان کی وتخص حجب النقصان بخمسۃ بالام وبنت الابن والاخت لاب والزوجین اور حجب نقصان پانچ شخصوں کو خاص ہوتا ہے ماں اور پوتی اور سوتیلی بہن اور زوجہ اور زوج کو ہم ماں تو محجوب ہوتی ہے ثلث سے سدس تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے یا دو بھائی یا دو بہنوں کے ہونے سے اور پوتی محجوب ہوتی ہے بنت صلبی کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور سوتیلی بہن محجوب ہوتی ہے سگی بہن کے ہونے سے نصف سے سدس تک اور زوج محجوب ہوتا ہے نصف سے ربع تک اور زوجہ محجوب ہوتی ہے ربع سے ثمن تک ولد یا ولد الابن کے ہونے سے کذا فی الطحطاوی ویسقط بنو الاعیان وہم الاخوۃ والاخوات لاب وام ثلثۃ بالابن وابنہ وان سفل وبالاب اتفاقا وبالجد عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ اور بنی اعیان یعنی سگے بھائی اور سگی بہنیں ساقط ہو جاتی ہیں تین شخصوں کے ہونے سے ایک بیٹا اور پوتا ہے اگرچہ سافل ہو اور دوسرا باپ ہے باتفاق امام اور صاحبین کے اور تیسرا شخص دادا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہم برادران عینی کا ذکر کرنا حجب کے مناسبت سے ہے اور بعض مصنفین نے مصنف کے مانند فروض کو اور انکے مستحقوں کو ذکر کیا اور بعض وارثوں کے سقوط کا حال حجب میں بیان کیا اسی مناسبت کیوجہ سے اور بعضوں نے چنانچہ صاحب سراجیہ نے ہر وارث کے تمام حالات اسکے ذکر کے وقت بیان کر دیئے تو باب الحجب میں حالت سقوط کے ذکر کرنیکی کچھ حاجت نہ رہی کیونکہ منجملہ جمیع حالات کے حالت سقوط بھی مقدم ذکر ہو چکی کذا فی الطحطاوی وقالا کالشافعی ہم علی اصول زید ویفتی بالاول وہو المسقوط کما ہو مذہب ابی حنیفۃ واصول زید مبسوطۃ فی المطولات اور صاحبین نے کہا کہ جد مثل بھائیوں کے مقاسمہ کرتا ہے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اصول پر اور فتوے دیا گیا ہے اول قول کا یعنے جد کے ساقط ہو نیکا جیسا کہ وہ امام کا مذہب ہے اور اصول زید کے مطولات فقہیہ میں

شروح مذکور رہین ہم منح الغفار مین قول زید یون مذکور ہین کہ جب جد بنی اعیان کے ساتھ مجتمع ہو تو جد ایک بھائی کے برابر ہی الیسے برابر مقاسمہ کریگا جبتک مقاسمے
جد کا حصہ ثلث سے کم نہو اور اگر ثلث سے کم ہوگا تو اسکے لیے ثلث مفروض ہوگا اور باقی دو تہائیان بھائیون مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہونگی چنانچہ
اگر ایک بھائی اور جد ہو تو متروکہ انمین نصفا نصف ہوگا اسواسطے کہ مقاسمہ جد کیواسطے بہتر ہی اور اگر جد اور دو بھائی ہین تو ہر ایک کو ثلث مال ملیگا اور اگر جد اور
تین بھائی ہین تو تہائی مال جد کا فرض ہی اور باقی مال بھائیونمین مقسوم ہوگا اسواسطے کہ اس صورت مین مقاسمہ سے چوتھائی مال جد کو ملتا ہی اور وہ تہائی سے کم ہی
اور اگر جد اور بھائیون کے ساتھ کوئی صاحب فرض ہو تو اسکو فرض دیا جاویگا پھر تامل کیا جاویگا کہ جد کیلئے تین حالات سے کون حال بہتر ہی مقاسمہ یا ثلث ما بقی یا سدس
تو جو انمین سے اسکے حق مین بہتر ہوگا وہ اسکو دیا جاویگا اور باقی مال بنی اعیان مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت ہوگا کذا فی الطحطاوی مختصرا وفی الوہبانیۃ ؎ وما اسقطا
اولاد عین وعلۃ + وقد اسقط النعمان وہو المحرر ۱ اور وہبانیہ مین ہی اور صاحبین نے سگے بھائیون اور سوتیلے بھائیونکو دادا کے ساتھ ساقط نہین کیا ہی اور ابو حنیفہ نعمان
بن ثابت یعنی امام اعظم نے انکو ساقط کیا ہی اور یہی قول امام رح کا محرر اور معتمد ہی ھ قولہ وعلۃ کا واو بمعنی او ہی یعنی اسواسطے کہ عینی کے بعد علاتی وارث ہوتا ہی نہ اسکے ساتھ
وعلیہ الفتوی کما فی الملتقی والسراجیۃ وان قال مصنفھا فی شرحہا وعلی قولہما الفتوی اور سقوط بنی اعیان مین امام کے قول پر فتوی ہی چنانچہ ملتقی اور سراجیہ مین
مذکور ہی اگرچہ سراجیہ کے مصنف نے سراجیہ کی شرح مین کہا ہی کہ صاحبین کے قول پر فتوی ہی و یسقط بنو العلات ہم الاخوۃ والاخوات لاب بہم ای ببنی الاعیان
ایضا وبہولاء ای بالابن وابنہ وبالاب والجد وکذا بالاخت لابوین اذا صارت عصبۃ کما علمتہ اور بنو العلات یعنے سوتیلے بھائی اور سوتیلی بہنین ساقط ہوجاتی ہین سگے
بھائیون سے بھی اور ان شخصون سے یعنے ولد اور ولد الابن اور باپ اور دادا سے اور اسی طرح ساقط ہوتے ہین سگی بہن سے جبکہ وہ عصبہ ہوجاے بنت کے ساتھ چنانچہ
تو اسکو معلوم کرچکا ہی ھ چونکہ بنی اعیان قرابت مین اقوی ہین بنی علات سے لہذا انکے ہونے سے وہ ساقط ہوجاتے ہین اور جبکہ سگی بہن بنت کے ساتھ ملی
تو وہ عصبہ مع غیرہ ہوگئی تو اگر میت نے بیٹی اور سگی بہن اور سوتیلے بھائی چھوڑے تو بیٹی نصف لیگی باعتبار فرضیت کے اور سگی بہن نصف باقی لیگی باعتبار عصوبت کے
اور سوتیلے بھائی ساقط ہوجاوینگے کذا فی الطحطاوی ویسقط بنو الاخیاف وہم الاخوۃ والاخوات لام بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب والجد بالاجماع لانہم
من قبیل الکلالۃ کما بسطہ السید اور بنی اخیاف یعنی مادری بھائی اور مادری بہنین ساقط ہوجاتی ہین ولد اور ولد الابن سے اگرچہ وہ سافل ہو اور باپ اور دادا سے باتفاق امام
اور صاحبین کے اسواسطے کہ مادری اولاد من قبیل کلالہ ہین یعنے ضعیف القرابت ہین چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفیہ مین اسکو شرح بیان کیا ہی ھ بالاجماع جب
مرتبط ہی یعنے برخلاف بنی اعیان اور بنی علات کے کہ وہ فقط امام کے قول پر جد کے ساتھ ساقط ہوتے ہین نہ صاحبین کے قول پر و تسقط الجدات مطلقا ابویات ام
امیات بالام اور ماں کے ہونے سے ساقط ہوتی ہین جدات مطلقا خواہ پدری جدہ ہون یا مادری یعنی دادیان اور نانیان ماں سے ساقط ہوجاتی ہین والابویات
بالاب اور جدات پدری یعنی دادیان باپکے ہونے سے ساقط ہوجاتی ہین وکذا بالجد الا ام الاب وان علت فانہا ترث مع الجد لانہا لیست من قبلہ بل ہی زوجتہ
فکانا کالابوین اور اسیطرح سے جدات ساقط ہوجاتی ہین دادا کے ہونے سے مگر باپ کی ماں اگرچہ عالی ہو چنانچہ باپ کی نانی ساقط نہین ہوتی اسلیے کہ وہ وارث
ہوتی ہی جد کے ساتھ اسواسطے کہ باپ کی ماں کی قرابت دادا کی جہت سے نہین بلکہ وہ جدہ زوجہ ہی جد کی تو وہ دونون ماں باپ کے مانند ہوئی اصل قرابت مین یعنی تو جیسے
والدین وارث ہوتے ہین ویسی جد اور جدہ وارث ہونگے وتحجب القربی من ای جہۃ کانت البعدی کذلک وارثۃ کانت القربی ام محجوبۃ کما مناہ اور جدہ قریبہ
کسی جہت سے ہو یعنی خواہ ماں کی جہت سے ہو خواہ باپ کی جہت سے وہ جدہ بعیدہ اسیطرح ہر جہت والی کو محجوب کرتی ہی خواہ قریبہ وارث ہو یا وارث نہو چنانچہ ہمنے
اسکو مقدم بیان کیا ہی تحجب المحجوب کی شرح مین ھ تو چار صورتون مین حجب حاصل ہوتا ہی ایک یہ ہی کہ جدہ قریبہ مادری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی ہی دوسرے یہ کہ جدہ قریبہ
مادری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہی تیسرے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ پدری کو محجوب کرتی ہی چوتھے یہ کہ جدہ قریبہ پدری جدہ بعیدہ مادری کو محجوب کرتی
ہی و اذا اجتمعن کانت احدہما ذات قرابۃ واحدۃ کام ام الاب کذا فی نسخ المتن والشروح والصواب الموافق للسراجیۃ وغیرہا کام ام الاب وتقدم ان القربی تحجب البعدی

مطلقاً فافہم والاخری ذات قرابتین او اکثر کام ام الام وہی ایضاً ام اب الاب بہذہ الصورۃ

اب
ام .... ام
ام .... اب .... ام
ام

ہذہ ذات قرابتین ہذہ ذات قرابۃ واحدۃ

اور جبکہ میت کی دو جدہ جمع ہوں اور ایک جدہ ایک قرابت والی ہو چنانچہ باپ کی ماں کی ماں یعنے باپ کی نانی اور دوسری جدہ دو قرابت یا زیادہ قرابت والی چنانچہ ماں کی نانی اور وہ باپ کی بھی دادی ہے صورت اسکی یہ ہے

ام ... ام ... محمود پسر شاکر
اب حامد
ام ... ام ... ام کلثوم ایک قرابت والی
ام زینب

شارح نے کہا متن اور شرح کے نسخوں میں اصلاح کا ام الاب مذکور ہے اور درست مثال سراجیہ وغیرہ کے موافق کام ام الاب ہے اور عنقریب مذکور ہو چکا کہ جدۂ قریبہ جدۂ بعیدہ کو محجوب کرتی ہے مطلقاً تو بوجہ اس خطائے مصنف کو ہم شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ اگر متن کو صحیح جانیے تو ایک قرابت والی بسبب اپنے قرب کے دو قرابت والی کی حاجب ہوگی اسکے بعید ہونیکی وجہ سے یعنی متن میں دو خلل ہیں ایک یہ ہے کہ سراجیہ اور عالمگیری وغیرہ کے مخالف ہے دوسرا خلل یہ ہے کہ لازم آتا ہے بموجب قاعدہ گذشتہ کے قریبہ بعیدہ کی حاجب ہو اور حالانکہ یہاں وہ صورت مفروض ہے کہ دونوں جدہ وارث ہیں چنانچہ بعد اسکے معلوم ہوگا لہذا مترجم نے متن کے موافق ام الاب کا ترجمہ نہ کیا بلکہ ام ام الاب کا ترجمہ کیا و توضیحہا ان امراۃ زوجت ابن ابنہا بنت بنتہا فولد بینہما ولد فہذہ المراۃ جدتہ لابویہ اور جدہ ذات القرابتین کی توضیح یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے ابن الابن یعنی پوتے کا نکاح کیا اپنی نواسی سے تو اُنسے ایک لڑکا پیدا ہوا تو یہ عورت اس لڑکے کی والدین کی جدہ ہے یعنے اسکے باپ کی دادی اور ماں کی نانی ہے ہم اور یہاں ایک اور دوسری عورت ہے جسنے اپنے بنت کا پہلی عورت کے ابن سے نکاح کیا سو اسکی بنت سے پہلی عورت کا پوتا پیدا ہوا جو بابہ ہے میت کا تو یہ دوسری عورت میت کے باپ کی نانی ہے تو یہ عورت ایک قرابت والی جدہ ہے تو جبکہ یہ دونوں جدہ مجتمع ہوئیں تو دو قرابت والی جدہ اور ایک قرابت والی جدہ پائی گئی کذا فی الفرائض الشریفی اور اس مسئلہ کی توضیح التوضیح یہ ہے کہ مثلاً دو عورتیں ہیں زینب اور کلثوم زینب نے اپنے ابن الابن یعنے شاکر بن حامد بن زینب کا اپنی نواسی یعنے راضیہ بنت صابرہ بنت زینب سے نکاح کر دیا اُنسے محمود پیدا ہوا تو زینب محمود کی دو قرابت والی جدہ ہے یعنی اسکے باپ کی دادی ہے اور اسکی ماں کی نانی اور مسماۃ کلثوم نے اپنی بیٹی یعنے حلیمہ بنت کلثوم کا حامد بن زینب سے نکاح کر دیا اُسسے شاکر زینب کا پوتا پیدا ہوا تو کلثوم محمود سے فقط ایک قرابت رکھتی ہے کہ اسکے باپ کی یعنے شاکر کی نانی ہے اور تین قرابت والی جدہ کی مثال یہ ہے کہ زینب مذکورہ کی ایک بیٹی اور ہے جسکا نام سلیمہ ہے سو زینب نے سلیمہ کی نواسی یعنی عظیمہ بنت کریمہ بنت سلیمہ کا محمود مذکور سے نکاح کر دیا اس سے قاسم پیدا ہوا تو زینب قاسم کی نانی کی نانی یعنی کریمہ کی نانی ہوئی اور قاسم کے دادا کی یعنے حامد کی دادی ہوئی اور قاسم کی دادی یعنے راضیہ کی نانی ہوئی تو زینب قاسم کی جدہ ٹھہری کہ تین طرح کی قرابت سے اور کلثوم مسطورہ فقط ایک قرابت رکھتی ہے یعنے قاسم کے دادا یعنی شاکر کی نانی ہے قسم محمد السدس بینہما اثلاثاً باعتبار الجہات محمد بن حسن نے سدس کو دونوں جدہ کے مابین تین تہائی کر کے تقسیم کیا ہے باعتبار جہات قرابت کے یعنی ایک قرابت والی جدہ کو سدس کی ایک تہائی دے اور دو قرابت والی جدہ کو دو تہائیاں سدس دیں اسوجہ سے کہ میراث کا استحقاق ہوتا ہے جہات قرابت کے اعتبار

تو جسمین ایک قرابت کی جہت ہوئی اُسکو ایک حصہ دیا اور جسمین دو جہتین قرابت کی متفق اور مجتمع ہوئین تو صورت مین وہ ایک ہی اور حقیقت مین متعدد ہی تو اُسکو
دو حصے دیے کیونکہ وہ مستحق میراث کی ہی دو جہت سے سابقتی وہما ای ابوحنیفۃ وابو یوسف رح انصافا باعتبار الابدان وبہ قال مالک والشافعی وبہ جزم فی الکنز
فقال وذات جہتین کذات جہت اور امام ابوحنیفہ رح اور ابو یوسف رح نے نصفا نصف قسمت کی ہی باعتبار ابدان کے اور یہی قول ہی امام مالک رح اور امام شافعی رح کا
اور اسی قول پر یقین کیا ہی کنز مین سو کنز مین یون کہا ہی کہ دو جہت والی جدہ ایک جہت والی کے برابر ہی مع قول شیخین کی وجہ یہ ہی کہ اگر جہت کی تعداد کے ساتھ
نام کا بھی تعدد ہو تو البتہ استحقاق میراث کا بھی متعدد ہوگا اور نام متعدد نہین تو جہت کا تعدد جہت واحدہ کے مانند ہی اور یہان اصطلاح ہی کہ دو قرابت والی کو بھی جدہ بولتے
ہین ایک قرابت والی کے مانند اور اگر تین قرابت والی جدہ مجتمع ہوگی ایک قرابت والی کے ساتھ تو شیخین کے نزدیک انمین بھی سدس نصفا نصف تقسیم ہوگا اور محمد رح کے
نزدیک سدس کے چار حصے ہونگے ایک حصہ ایک قرابت والی کو اور تین حصے تین قرابت والی کو ملینگے طحطاوی نے کہا کہ فتوی شیخین کے قول پر ہی سراجیہ مین ابو
یوسف رح کے ساتھ امام ابوحنیفہ رح کو ذکر نہین کیا ہی اور اسکی شرح فرائض شریفی مین ہی کہ سرخسی نے کہا کہ امام رح سے تعدد قرابت احدی الجدتین مین کچھ روایت نہین ہی
لیکن حسن بن عبد الرحمن بن عبد الرزاق شاشی شافعی المذہب کے فرائض مین یون مذکور ہی کہ ابوحنیفہ رح اور مالک رح اور شافعی کا قول ابو یوسف رح کے قول کے مانند ہی
انتہی واذا استکمل البنات والاخوات لابوین فرضہن وہو الثلثان سقط بنات الابن وسقط الاخوات لاب ایضا الا بتعصیب ابن ابن فی الصورۃ
الاولی او اخ فی الثانیۃ موازای مساو او نازل ای سافل فحینئذ یعصبہن ویکون الباقی للذکر کالانثیین قالہ المصنف فی شرحہ اور جبکہ بیٹیان اور سگی بہنین اپنا فرض
حصہ یعنی دو تہائیان پورا لے لین تو پوتیان ساقط ہو جاوینگی اور سوتیلی بہنین بھی ساقط ہونگی مگر ابن الابن کے عصبہ کر دینے سے پہلی صورت مین اور بھائی کے
عصبہ کر دینے سے دوسری صورت مین بشرطیکہ ابن الابن یا بھائی بنات یا اخوات کے برابر ہو درجہ مین یا نازل یعنی نیچے درجہ والا ہو تو اُسوقت مین ابن الابن بنات
کو اور سوتیلا بھائی اپنی بہنون کو عصبہ کر دیگا تو بعد ثلثین فرض کے باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا ایسا کہا ہی مصنف نے اپنی شرح مین ہم بنات کا حق کامل
ثلثین اسواسطے ہوا کہ حدیث سے ثابت ہی کہ بنات کا حق ثلثین سے زیادہ نہین ہوتا اور اخوات کا حق تو آخر سورۂ نسا مین مذکور ہی قلت وفی اطلاقہ نظر ظاہر لتصریحہم
بان ابن الاخ لا یعصب اختہ کالعم لا یعصب اختہ وابن العم لا یعصب اختہ وابن المعتق لا یعصب اختہ بل المال للذکر دون الانثی لانہا من ذوی الارحام قال
فی السراجیۃ ص ولیس ابن الاخ بالمعصب من مثلہ او فوقہ فی النسب ؛ شارح نے کہا مین کہتا ہون کہ مصنف کے مطلق بولنے مین ظاہرا اعتراض ہی علما کی اس
تصریح کی دلیل سے کہ ابن الاخ یعنی بھتیجا اپنی بہن کو عصبہ نہین کر دیتا اور چچا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا اور چچا کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا اور آزاد کرنیوالے
کا بیٹا اپنی بہن کو عصبہ نہین کرتا بلکہ تمام مال ان صورتون مین مرد کا ہوتا ہی نہ عورت کا اسواسطے کہ عورت ان چارون صورتون مین ذوی الارحام سے ہی
سراجیہ مین کہا ہی کہ بھتیجا عصبہ کر دینے والا نہین ہی اپنے برابر والی کو یعنی بہن کو یا اوپر والی کو نسب مین یعنی عمہ کو ہم صور مذکورہ مین عدم تعصیب کی وجہ یہ ہی کہ وہ
عورت عصبہ ہو جاتی ہی اپنے بھائی کے ساتھ جو صاحب فرض ہو تنہائی کی حالت مین اور جو عورت کہ صاحب فرض نہو چنانچہ امثلہ مذکورہ مین تو اسکا بھائی اسکو
عصبہ نہین کرتا اور شارح کے اعتراض کا یون جواب ممکن ہی کہ مصنف کی عبارت مین موازی یا نازل فقط ابن الابن کی صفت ہی نہ اخ کی جو اعتراض مذکور وارد
ہو اور قولہ او اخ مضاف پر معطوف ہی تو اب موازی یا نازل اسکی صفت نہین پڑ سکتا ہان یہ البتہ ہی کہ تقدیم صفت کی قبل از معطوف انسب تھی کذا فی الطحطاوی
ملخصا بتصرف بخلاف ابن الابن وان سفل فانہ یعصب مثلہ او فوقہ ممن لم تکن ذات سہم ویسقط من دونہ برخلاف ابن الابن کے یعنی پوتا اگرچہ سافل درجہ
کا ہو اسواسطے کہ وہ عصبہ کر دیتا ہی اپنے برابر والی کو یعنی بہن کو یا اوپر والی کو یعنی عمہ کو بشرطیکہ وہ فرض والی نہو اور وہ ساقط کر دیتا ہی ان عورتون کو جو اس سے
نیچے درجے والیان ہین ہم یعنی اگر عمہ صاحب فرض ہی تو اپنا فرض حصہ لیویگی اسکا بھتیجا اسکو عصبہ نہین کریگا اور جو بنات کہ ابن الابن سے درجے مین نیچے ہونگی وہ
ساقط ہو جاوینگی چنانچہ اگلی مثال مین واضح ہوگا فلو ترک ثلث بنات ابن بعضہن اسفل من بعض وثلث بنات ابن ابن آخر کذلک وثلث بنات ابن ابن ابن کذلک بہذہ

الفریق الاول		الفریق الثانی		الفریق الثالث	
	ابن		ابن		ابن
	ابن		ابن		ابن
علیا	ابن وبنت	علیا	ابن وبنت		ابن
وسطی	ابن وبنت	وسطی	ابن وبنت	علیا	ابن وبنت
سفلی	ابن وبنت	سفلی	ابن وبنت	وسطی	ابن وبنت
				سفلی	ابن وبنت

سوا اگر میت نے اپنی تین پوتیان چھوڑین اسطرح کی کہ ایک دوسری سے نیچے درجے والی ہو اور دوسرے فرزند کی پوتیان تین چھوڑین اسیطرح درجہ بدرجہ کمتر اور اپنے تیسرے فرزند کی تین پوتیان اسیطرح درجہ بدرجہ کمتر چھوڑین چنانچہ شارح کی تمثیل سے اگر تامل کرین تو واضح ہوتا ہے ہم توضیح اسکی یہ ہو کہ میت نے پہلا بیٹا چھوڑا پھر اُسکے بیٹے نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا پھر اسکی بیٹی نے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کو چھوڑا اسیطرح میت کے دوسرے فرزند نے ایک بیٹا چھوڑا پھر اُسکے فرزند نے ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا علی ہذا القیاس تین بار پھر میت کے پردوتے نے اسیطرح علی الترتیب ایک بیٹا اور بیٹی کو چھوڑا تین بار پھر سب مردمر گئے تمام طبقات کے اور لڑکیان اُنکی باقی رہین اور میت جدا علی ہو اور اس مسئلہ کو مسئلہ تشبیب لے کہتے ہین کذا فی الطحطاوی ملخصاً فالعلیا من الفریق الاول لایوازیہا احد فلہا النصف تو فریق اول کی اونچی پوتی کے برابر کوئی عورت نہین تو جدا علی کے متروکہ سے اُسکو نصف ترکہ ملیگا ہم چونکہ اُسمین اور میت مین ایک واسطہ ہو برخلاف اور بنات کے لہذا اُسکے برابر مین کوئی عورت نہین تو وہ نصف لیگی کیونکہ وہ قائم مقام بنت صلبی کے ہو والوسطی من الفریق الاول توازیہا العلیا من الفریق الثانی فیکون لہما السدس تکملۃ للثلثین اور فریق اول کے درمیان والی پوتی کے برابر فریق ثانی کی اونچی پوتی ہو تو اُن دونون کو سدس ملیگا ثلثین کے پورا کرنے کیواسطے ہم یہ دونون پوتیان اسواسطے ہمدرجہ ہوئین کہ میت مین اور اُنمین دو دو واسطے ہین اُنکو سدس اسواسطے ملا کہ فریق اول کی اونچی پوتی نصف پا چکی تو ثلثین مین باقی جو رہا تھا وہ اُنکو ملا تاکہ دو تہائیان پوری ہو جاوین ولا شیٔ للسفلیات اور کچھ نہین ہو نیچی پوتیون کیواسطے ہم نو پوتیون مین سے تین پوتیون نے دو تہائیان پائین اب باقی چھ سفلیات پوتیون کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ بنات کا حق دو تہائیون سے زیادہ فرض نہین ہو اور عصوبت اُنکی قطعاً ثابت نہین تو اصلاً اُنکو میراث نہ ملیگی کذا فی الفرائض الشریفی الا ان یکون مع واحدۃ منہن غلام فیعصبہا ومن بجذائہا ومن فوقہا ممن لاتکون صاحبۃ فرض وسقط السفلیات سفلیات کے لیے کچھ نہین مگر یہ کہ سفلیات مین سے کسی کے ساتھ بھائی ہو تو بھائی اُس بہن کو اور اُسکی برابر والی ہمدرجہ کو اور اُسکے اوپر والے کو جو صاحب فرض نہین ہو عصبہ کر دیگا اور باقی سفلیات ساقط ہو جاوینگی ہم تو اگر بھائی فریق اول کے سفلی کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور فریق اول کی وسطی اور فریق ثانی کی علیا سدس پاوینگی اور باقی ثلث فریق اول کے سفلی اور اُسکے بھائی اور فریق ثانی کی وسطی اور فریق ثالث کی علیا مین للذکر مثل حظ الانثیین پانچ حصے ہو کر تقسیم ہوگا اور فریق ثانی کی سفلی اور ثالث کی وسطی اور سفلی ساقط ہونگی اور اگر بھائی اور فریق ثانی کی سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اُسمین اور فریق اول کی سفلی اور فریق ثانی کی وسطی اور ثالث کی علیا اور وسطی مین اور فریق ثانی کی سفلی مین سات حصے ہو کر تقسیم ہوگا للذکر مثل حظ الانثیین اور فریق ثالث کی سفلی ساقط ہوگی اور اگر بھائی فریق ثالث کی سفلی کے ساتھ ہو تو باقی ثلث اُسمین اور چھ سفلیات مین آٹھ حصے ہو کر قسمت ہوگا اور اگر بھائی فریق اول کے علیا کے ساتھ مفروض ہو تو تمام مال اُسمین اور اُسکی بہن مین تین حصے ہو کر تقسیم ہوگا دو حصے بھائی کے اور ایک حصہ بہن کا اور آٹھ سفلیات کو کچھ نہ ملیگا اور اگر بھائی سدس والیون کے ساتھ ہو تو فریق اول کی علیا نصف لیگی اور باقی اُسمین اور فریق اول کے وسطی اور فریق ثانی کی علیا مین للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا اور باقی چھ سفلیات ساقط ہو جاوینگی

الکل فی الطحطاوی والشریفی ویاخذ ابن عم کذا فی نسخ المتن والشرح وعبارۃ السید وغیرہ ویاخذ احد ابنی عم ہو اخ الام السدس بالفرض

شارح نے کہا متن اور شرح مصنف کے نسخون مین اسیطرح دیا خذ ابن عم مرقوم ہے اور سید وغیرہ کی عبارت یا خذ احد ابنی عم ہے یعنی دو چچیرے بھائیون مین جو اخیافی
بھائی ہے میت کا وہ چھٹا حصہ لیگا فرضیت کی راہ سے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ دو بھائی ہین ہر ایک نے ایک ایک عورت سے نکاح کیا ایک بھائی کا بیٹا مثلاً حامد
پیدا ہوا اور دوسرے کا محمود پھر ایک بھائی نے اپنی زوجہ کو طلاق دی یا کہ وہ مرگیا اور دوسرے بھائی باقی نے اس عورت سے نکاح کیا اس سے دوسرا بیٹا اسکا
حمید نام پیدا ہوا پھر حامد یا محمود اپنا پہلا چچیرا بھائی اور دوسرا چچیرا بھائی جو اسکا اخیافی بھائی ہے چھوڑکر مرگیا تو حمید حامد یا محمود کی میراث سے سدس حصہ بطریق فرضیت
کے لیگا کذا فی الطحطاوی بتصرف وکذا لو کان الآخر زوجا فانہ النصف اور اسیطرح اگر دوسرا چچیرا بھائی زوج ہو چچیری بہن کا تو اسکو نصف حصہ ملیگا فرضیت کے
اعتبار سے ویقسمان الباقی بینہما نصفین بالعصوبۃ حیث لا مانع من ارثہما فیرث بجہتی فرض وتعصیب اور دونون چچیرے بھائی باقی مال کو آپسمین نصفا
نصف بانٹ لینگے عصوبت کی راہ سے کیونکہ کوئی مانع نہین اسکی میراث سے فرض اور عصوبت کی دونون جہتون سے تو اخیافی بھائی وارث ہوگا فرض اور
عصوبت کی دونون جہتون سے ہم پہلی صورت مین باقی مال پانچ سدس ہین اور دوسری صورت مین نصف ہے اور اگر زوجہ کا مثلاً بیٹا ہو تو وہ ابن العم کا حاجب ہوگا
ابن العم ہونے کی وجہ سے نہ زوجیت کی وجہ سے اور اخیافیت کی وجہ سے بھی بیٹا حاجب ہوگا کذا فی الطحطاوی واما بفرض وتعصیب معا بجہۃ واحدۃ فلیس الا الاب
والجد اور فرض اور تعصیب کا ساتھی ہونا ایک ہی جہت سے یہ تو پایا نہین جاتا کسی وارث مین سوا باپ اور دادا کے ہم جہت واحدہ یہان ابوت ہے یعنی باپ
ہونا یا دادا ہونا قلت وقد یجتمع جہتا تعصیب کابن ہو ابن ابن عم بان ینکح ابن عمہا فلدا ابنا مین کہتا ہون اور گاہے عصوبت کی دو جہتین جمع ہو جاتی ہین
چنانچہ بیٹا وہی چچا کا پوتا ہو اسطرح سے کہ عورت نے اپنے چچا کے فرزند سے نکاح کیا پھر وہ بیٹا جنی ہم تو وہ بیٹا ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے اور چچا کا پوتا
ہونے کی جہت سے بھی عصبہ ہے لیکن اس مثال مین خلل یہ ہے کہ یہان میراث وہ لیگا فقط فرزندی کی جہت سے نہ چچا کا پوتا ہونے کی وجہ سے اسواسطے کہ فرزندی
کی جہت مقدم ہے مگر اسکا یون جواب دیا جاسے کہ اجتماع جہتین یہان مراد ہے قطع نظر میراث سے کذا فی الطحطاوی وکابن ہو معتق اور چنانچہ بیٹا وہی آزاد کرنیوالا ہو
ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کو خرید کیا سو باپ آزاد ہوگیا بمجرد خریداری کے تو بیٹا عصبہ ہے فرزندی کی جہت سے اور اعتاق کی جہت سے بھی
وقد یجتمع جہتا فرض وانما یتصور فی المجوس لنکاحہم المحارم ویتوارثون بہما جمیعا عندنا وعند الشافعی باقوی الجہتین وتمامہ فی کتب الفرائض وتاتی الاشارۃ الیہ فی
الغرقی اور کبھی جمع ہو جاتی ہین فرض کی دو جہتین اور یہ متصور نہین مگر مجوسیون مین اسواسطے کہ وہ ملعون اپنی محرم عورتون سے نکاح کر لیتے ہین اور باہم وارث
ہونگے دونون جہت سے ساتھ ہی ہمارے نزدیک اور امام شافعی رح کے نزدیک قوی تر جہت سے وارث ہونگے اور اسکا پورا بیان علم فرائض کی کتابون
مین مذکور ہے اور اسکی طرف غرقیون کی فصل مین اشارہ آویگا مثلاً مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا فرزند ہے اس عورت کا اور بھائی بھی ہے
پھر اگر وہ مرگیا تو اُسنے اپنی مان اور بہن کو چھوڑا تو وہ اُسکی وارث ہوگی دونون جہت سے مان ہونے کی جہت سے بھی اور بہن ہونے کی جہت سے بھی ولو ترکت
زوجا واما او جدۃ واخوۃ لام واخوۃ لابوین اخذ الزوج النصف والام او الجدۃ السدس وولد الام الثلث ولا شئی للاخوۃ لابوین لانہم عصبۃ
ولم یبق لہم شئی اور اگر ایک عورت نے زوج اور مان یا دادی کو اور اخیافی بھائیون اور سگے بھائیون کو چھوڑا تو زوج نصف متروکہ لیگا اور مان یا دادی چھٹا حصہ اور
اخیافی بھائی تہائی لینگے اور سگے بھائیون کیواسطے کچھ نہین اسواسطے کہ سگے بھائی عصبہ ہین اور اُنکے واسطے کچھ باقی نہین رہا یعنی عصبات وارث ہوتے ہین اُس مال کے
جو اصحاب الفروض سے باقی رہے سو یہان اہل فروض سے کچھ باقی نہین رہا وعند مالک والشافعی رح یشترک بین الصنفین الآخرین کان الکل ولد ام اور مالک اور شافعی رح
کے نزدیک پچھلی دونون قسمون مین یعنی اخیافی اور سگے بھائیون مین اشتراک کا حکم ہوگا گویا کہ وہ سب اخیافی بھائی ہین ہم اس مسئلہ کا نام مشرکہ بفتح را مہملہ ہے چنانچہ ابن
صلاح اور نووی نے اسکو ضبط کیا ہے اور بعضون نے اسکو بکسر را مہملہ بھی کہا ہے اور اس مسئلہ کو مشترکہ اور حماریہ اور حجریہ اور یمیہ بھی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی مختصرا وکذلک
یفرض مالک والشافعی للاخت للابوین او لاب النصف وللجد السدس مع زوج وام فتعول الی تسعۃ اور اسیطرح امام مالک رح اور امام شافعی رح سگی بہن یا سوتیلی بہن کے واسطے

نصف کو فرض کہتے ہین اور دادا کے واسطے چھٹا حصہ زوج اور مان کے ساتھ تو یہ مسئلہ عول کریگا نو سہم کی طرف ہم اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہین توضیح اسکی یہ ہے کہ زید
رضی اللہ عنہ سگی بہن یا سوتیلی بہن کو دادا کے ساتھ صاحب فرض نہین کہتے بلکہ اسکو دادا کے ساتھ عصبہ کہتے ہین مگر مسئلہ اکدریہ مین اسکو دادا کے ساتھ صاحب فرض
ہین صورت اکدریہ کی یہ ہے کہ زوج ہے اور مان اور دادا اور سگی بہن یا سوتیلی بہن تو زوج کیواسطے نصف ہے اور مان کے واسطے ثلث اور دادا کے واسطے سدس اور بہن کے واسطے
پھر دادا اور بہن کا حصہ ملا کر بانٹا جاتا ہے للذکر مثل حظ الانثیین اسواسطے کہ مقاسمہ دادا کیواسطے بہتر ہے سدس اور ثلث باقی سے اور اس مسئلہ کی اصل چھ سہم سے ہے لیکن عول کرتا ہے نو سہم
طرف تو چھ سہم سے تین سہم زوج کے اور مان کے دو سہم اور دادا کا ایک سہم تو بہن کیواسطے کچھ نہ رہا تو اصل مسئلہ پر تین سہم کو زیادہ کیا نو سہم ہو گئے دادا کا ایک سہم اور بہن کے تین سہم مجموع
حصونکا چار سہم ہوے انکو دادا اور بہن پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا چونکہ تقسیم چار سہم کی تین حصون پر مستقیم نہین لہذا تین کو نو سے ضرب کیا تو حاصل ہوے ۲۷ انمین سے زوج کے
اور مان کے چھ سہم اور دادا کے تین سہم اور بہن کے نو سہم پھر دادا کا حصہ بہن کے حصہ کے ساتھ ملایا تو بارہ سہم ہوے سو انکو دونون مین للذکر مثل حظ الانثیین قسمت کیا تو دادا کو آٹھ سہم ملے
بہن کو چار تو زید رضی اللہ عنہ نے بہن کو ابتدا مین صاحب فرض قرار دیا تاکہ وہ میراث سے محروم نہ رہے اور انتہا مین اسکو عصبہ کر دیا تاکہ اسکا حصہ دادا کے حصہ سے زیادہ نہ ہو جا
اور اس مسئلہ کو اکدریہ کہتے ہین اسواسطے کہ بنی اکدر کی ایک عورت کا یہ واقعہ ہے یعنی بنی اکدر کی قوم کی ایک عورت مر گئی زوج اور مان اور دادا اور سگی یا سوتیلی بہن چھوڑ کر تو زید
پر اسکا مذہب اس مسئلہ مین مشتبہ اور مکدر ہو گیا کذا فی السراجیہ ثم رجحا الشریفی ملتقطا وعند ابی حنیفۃ واحمد تسقط الاخت اور مسئلہ مذکورہ مین امام ابوحنیفہ رح اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک
بہن ساقط ہو جاتی ہے پس تو امام رح کے نزدیک اصل مسئلہ چھ سہم سے ہے تین سہم زوج کے اور دو سہم مان کے اور ایک سہم یعنی سدس دادا کا اور بہن محروم ہے دادا کے حاجب ہونے سے باپ
مانند قلت وحاصلہ انہ لیس عند الحنفیۃ مسئلۃ المشرکۃ اتفاقا ولا مسئلۃ الاکدریۃ علی المفتی بہ کہ مین کہتا ہون اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ حنفیون کے نزدیک مشرکہ کا مسئلہ باتفاق
امام اور صاحبین رح کے ثابت نہین اور نہ اکدریہ کا مسئلہ ثابت ہے امام رح کے قول مفتی بہ پر چنانچہ مذکور ہو چکا اسی باب مین عند قولہ ویسقط بنو الاعیان بالابن والاب والجد امام
رح کے نزدیک دادا باپ کے برابر ہے تو بہن کا حاجب ہوگا باپ کے مانند اور صاحبین رح کے نزدیک دادا باپ کے برابر نہین ہر حالمین تو صاحبین رح کے قول پر مسئلہ اکدریہ ثابت ہوگا کذا فی الطحطاوی

باب العول

یہ باب ہے عول کے مسائل مین ہم عول بفتح اول وسکون ثانی لغت مین بمعنی جور وغلبہ ورفع وزیادت کے مستعمل ہے لیکن معنی اخیر مناسب تر ہے معنی اصطلاحی سے اسواسطے
کہ جب مسئلہ تنگ ہو گیا فروض مجتمعہ سے تو ترکہ کو اکثر عدد کی طرف مرتفع اور زیادہ کر دیا اسکے مخرج سے تاکہ جمیع ورثہ کے فرائض مین نقصان داخل ہو جاے وضدہ الرد
یعنی اور عول کے مخالف رد ہے چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا ہم اسواسطے کہ عول سے ذوی الفروض کے سہام گھٹ جاتے ہین اور اصل مسئلہ بڑھ جاتا ہے اور رد سے سہام بڑھ جاتے
ہین اور اصل مسئلہ گھٹ جاتا ہے یا یون تقریر کیجیے کہ عول مین سہام فاضل ہو جاتے ہین مخرج پر اور رد مین مخرج فاضل ہو جاتا ہے سہام پر کذا فی الطحطاوی ہو زیادۃ
السہام اذا کثرت الفروض علی مخرج الفریضۃ لیدخل النقص علی کل منہم بقدر فرضہ کنقص ارباب الدیون بالمحاصۃ عول اصطلاح مین عبارت ہے سہام ورثہ
کے زیادہ کر دینے سے جبکہ فروض زیادہ ہو جاوین فریضہ کے مخرج پر تاکہ نقصان اور کمی داخل ہو ہر وارث پر بقدر اسکے فرض حصے کے جیسے
نقصان داخل ہوتا ہے ارباب دیون پر بسبب محاصہ کے یعنے ہر دائن اپنا حصہ ناقص پاتا ہے علی قدر حصۃ متروکہ کے تنگی کے سبب سے یعنے جیسے میت
مدیون کے متروکہ مین ارباب دیون حصہ رسد اور دا ماساہی پاتے ہین ہم الحاصل کہ عول اس سے عبارت ہے کہ جب مخرج اداے فروض سے تنگی کرے تو
مخرج پر کچھ اسکے اجزا سے زیادہ کیا جاوے چنانچہ سدس یا ثلث وغیر ذلک من الکسور الموجودۃ فیہ خلاصہ یہ ہے کہ جب مخرج تنگی کرے وفا فروض مجتمعہ سے تو
ترکہ کو اس عدد کی طرف مرفوع کرنا چاہیے جو کہ اس مخرج سے اکثر ہے پھر قسمت کرنا چاہیے تاکہ نقصان داخل ہو جمیع وارثون کے حصون مین ایک نسبت پہنچے
یکسان کمی ہو بقدر حصون کے کذا فی الشریفی طحطاوی نے کہا اور جتنا نقصان ہر وارث پر داخل ہوتا ہے اسکا اندازہ معلوم ہوتا ہے کسر زائد کی نسبت کرنے سے
عدد اکثر کی طرف مثلاً اگر زوج اور دو سگی بہنین وارث ہون تو نصف اور ثلثین جمع ہوے تو مسئلہ چھ سے ہے اور عول کریگا سات کی طرف تو زوج پر نقصان

داخل ہوگا ہر سہم مین سبع یعنے ساتوین حصے کا تو وہ چھ مین سے دو سہم اور چار سبع پاویگا اور بہنون پر چار سبع کا نقصان داخل ہوگا تو وہ تین سہم اور تین سبع پاوینگی انتہے خلاصہ یہ ہی کہ ایک چھ کا سدس تھا جب چھ پر ایک زیادہ کیا تو سات ہوگئے تو ایک کو سات کے ساتھ سبع کی نسبت ہی تو بقدر سبع کے ہر وارث کے ہر سہم مین کمی ہوگئی واول من حکم بالعول عمر رضی اللہ تعالے عنہ اور پہلے جسنے عول کا حکم کیا وہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ ہین م فاروق اعظم کے زمانے مین ایک صورت واقع ہوئی جسکا مخرج اسکے ادائے فروض سے تنگ تھا تو اصحاب کبار سے آپنے مشورہ کیا تو عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ نے عول کی طرف اشارہ کیا سو سب صحابۂ کرام نے اسپر اتفاق کیا اور کسی نے اسپر انکار نہ کیا مگر ابن عباسؓ نے انکی موت کے بعد کذا فی الطحطاوی فتاوائے عالمگیری مین ہی عول کا پہلا مسئلہ جو اسلام مین واقع ہوا صدر خلافت فاروقی مین وہ یہ تھا کہ زوج اور مان اور سگی بہن وارث ٹھہرے تو نصف اور ثلث اور نصف یکجا ہوے اصل مسئلہ چھ سے ہوا آپنے عول کیا آٹھ کیطرف ثم المخارج سبعۃ پھر دریافت کرنا چاہیے کہ مخرج حصون کے سات ہین م وجہ اسکی یہ ہی کہ کتاب اللہ مین چھ فرض مذکور ہین نصف ربع ثمن ثلثان ثلث سدس اور مخارج انکے پانچ ہین اسواسطے کہ ثلثین اور ثلث کا ایک ہی مخرج ہی یعنی تین تو اگر نوع اول یعنی نصف ربع ثمن مجتمع ہون تو کمتر کسور کا مخرج معتبر ہوگا اور اسی سے مسئلہ ہوگا تو اگر نصف اور ربع جمع ہون تو مسئلہ چار سے ہوگا یا نصف اور ثمن جمع ہون تو مسئلہ آٹھ سے ہوگا اور اگر ثلث اور سدس جمع ہون تو مسئلہ چھ سے ہوگا اور یہ مخرج مخارج خمسۂ مذکورہ سے باہر نہین اور جبکہ نوع اول مین سے نصف نوع ثانی یعنے ثلثین ثلث سدس سب کے ساتھ مختلط ہو یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ چھ سے ہوگا تو یہ مخرج بھی مخارج خمسۂ مذکورہ مین داخل ہی اور جبکہ ربع مختلط ہو نوع ثانی کے کل سے یا بعض سے تو مسئلہ ہوگا بارہ سے اور جبکہ ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے کل کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو مسئلہ ہوگا چوبیس سے تو مخارج خمسہ ان دو مخرج سے ملکر سات مخرج ہوے یعنے دو تین چار آٹھ چھ بارہ چوبیس اربعۃ لا تعول الاثنان والثلاثۃ والاربعۃ والثمانیۃ مخارج سبعہ مین سے چار مخرج تو عول نہین کرتے یعنے دو اور تین اور چار اور آٹھ م یہ حصر باعتبار استقرا کے ہی اسواسطے کہ ان مخارج کے فروض لجنبہ کے واسطے مال ترکہ کا پورا پڑتا ہی یا کچھ زیادہ باقی رہتا ہی تو بہر صورت عول کی حاجت نہین ہوتی مثلاً دو کا مسئلہ اسوقت ہوگا جو دو نصف جمع ہون چنانچہ زوج اور سگی بہن یا نصف باقی چنانچہ زوج اور سگا بھائی وعلی ہذا القیاس فی البواقی کذا فی الشریفی بتصرف والثلاثۃ قد تعول بالاختلاط کما یجئ فی باب المخارج اور تین مخارج مین کبھی عول ہوتا ہی اختلاط نوعین کی وجہ سے چنانچہ اسکا ذکر باب المخارج مین آویگا م شارح نے بلفظ قد اشارہ کیا کہ مخارج ثلثہ مین عول لازم نہین ہی فستۃ تعول اربع عولات الی عشرۃ وترا او شفعا تو چھ مین چار عول واقع ہوتے ہین دس تک طاق اور جفت دونون کے اعتبار سے یعنے چھ عول کرتا ہی سات کی طرف اور آٹھ کیطرف اور نو کیطرف اور دس کیطرف فتعول لسبعۃ کزوج وشقیقتین تو چھ کا عول ہوتا ہی سات کی طرف چنانچہ زوج اور دو سگی بہنون کے وارث ہونے مین م تو اس صورت مین سدس کے ساتھ عول ہوا یعنے سدس کے زیادہ کردینے سے سات ہوگئے اور مقدار نقصان ہر سہم کی اول باب کے ترجمہ مین طحطاوی سے مذکور ہوگئی ولثمانیۃ کہم وام اور چھ کا عول ہوتا ہی آٹھ کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور مان مین یعنے زوج اور دو سگی بہنون اور مان مین م تو اس صورت مین ثلث کے ساتھ عول ہوا یعنے چھ کی تہائی دو ہی جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو آٹھ ہوگئے تو ہر سہم ورثہ مین ربع کا نقصان ہوگا اسواسطے کہ دو ربع ہی آٹھ کا ولتسعۃ کہم واخ لام اور چھ کا عول ہوتا ہی نو کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور اخیافی بھائی مین یعنے زوج اور دو سگی بہن اور مان اور اخیافی بھائی مین م تو اس صورت مین نصف کے ساتھ عول ہوا یعنی تین نصف ہی چھ کا جب اسکو چھ پر زیادہ کیا تو نو ہوگئے تو یہان سہام ورثہ مین تہائی کا نقصان ہوا اسواسطے کہ تین تہائی ہی نو کی طحطاوی نے کہا اور اس مسئلہ کو مروانیہ کہتے ہین اسواسطے کہ یہ صورت اول زمانہ بنی امیہ مین واقع ہوئی اور زوج مروانی تھا تو اسنے چاہا کہ نصف مال لون تو علماء حجاز سے اسکا سوال ہوا تو انھون نے فرمایا کہ ثلث مال اسکا حق ہی وعشرۃ کہم واخ آخر لام اور چھ کا عول ہوتا ہی دس کی طرف چنانچہ ورثہ مذکورین اور دو بھائی اخیافی مین یعنی زوج اور دو سگی بہن اور مان اور دو اخیافی بھائی مین م تو اس صورت مین ثلثین کے ساتھ عول ہوا یعنی چار ثلثین ہین چھ کے جب انکو چھ پر زیادہ کیا تو دس ہوگئے طحطاوی نے کہا اس مسئلہ کو شریحیہ کہتے ہین اسواسطے کہ اسمین قاضی شریحؒ نے زوج کے واسطے تین سہم کا حکم کیا دس سہم سے تو زوج شہر در شہر

گھومتا پھرتا تھا اور لوگون سے سوال کرتا تھا کہ ایک عورت مرگئی زوج چھوڑ کر اور اُسنے کوئی بیٹا یا پوتا نہین چھوڑا سو زوج کا حصہ کیا ہو تو لوگ کہتے نصف ہو تو وہ کہتا تھا کہ شریح قاضی نے نہ مجکو نصف دیا نہ ثلث یہ خبر قاضی کو پہونچی تو اُسکو طلب کیا یون کہا کہ مجھے تیرے لیے باقی ہو ہمارے پاس پھر جب وہ آیا تو اسکو تعزیر دی اور کہا کہ تو قاضی پر طعن کرتا ہو اور واجبی حکم کو ظلم کی طرف نسبت کرتا ہو اور ایسے حکم کی مجھسے پہلے تو امام عادل متقی نے سبقت کی ہو یعنی عول کا حکم امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کیا ہو انتہی مختصراً بالجملہ وہ شخص جاہل تھا عول کی حقیقت نہ سمجھا تھا لہذا اس حکم کو حق نہ جانتا تھا فتاوی عالمگیری میں خزانۃ المفتین سے منقول ہو جبکہ چھہ دس یا نو یا آٹھ کی طرف عول کرے تو میت بالیقین عورت ہو اور اگر سات کی طرف عول کرے تو احتمال ہو کہ میت عورت ہو یا مرد انتہی واثنا عشر تعول اثنا اے سبعۃ عشر وترا الاشفعا فتعول لثلثۃ عشر کزوجۃ وشقیقتین وام وخمسۃ عشر کہم واخ لام ولسبعۃ عشر کہم واخ آخر لام اور بارہ عول کرتا ہو تین بار سترہ تک طاق عدد میں نہ جفت میں تو بارہ عول کرتا ہو تیرہ کی طرف چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہن اور ماں میں اور پندرہ کی طرف عول کرتا ہو چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور ماں اور اخیافی بھائی مین اور سترہ کی طرف عول کرتا ہو چنانچہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور ماں اور دو اخیافی بھائی ہین ہم جب بارہ کا عول سترہ کی طرف کیا تو میت مرد ہو اور تیرہ اور پندرہ کے عول مین عورت اور مردون کا احتمال ہو کذا فی العالمگیریہ واربعۃ وعشرون تعول الی سبعۃ وعشرین فقط کامراۃ وبنتین وابوین وتسمی المنبریۃ اور چوبیس کا عول ہوتا ہو فقط ستائیس کی طرف چنانچہ عورت یعنی زوجہ اور دو بیٹیون اور ماں اور باپ کے وارث ہونے مین اور اس مسئلہ کو منبریہ کہتے ہین ہم اس مسئلہ کو منبریہ اسواسطے کہتے ہین کہ امیر المومنین علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے اسکا سوال ہوا اور آپ کوفے کی مسجد مین منبر پر خطبہ پڑھتے تھے سو آپنے فی البدیہہ جوابدیا سائل نے کہا کہ زوجہ کا ثمن کیا فرض نہین ہو تو فرمایا کہ صار ثمنہا تسعاً یعنے اُسکا آٹھوان حصہ نوان ہوگیا اور خطبہ خوانی مین مشغول رہے سو لوگون نے تعجب کیا آپکی فطنت اور ذکاوت کا اور شمس سوری نے شرح ترتیب مین بیان کیا کہ ایک طالب علم مکی نے اپنے اساتذہ سے نقل کیا کہ جس خطبہ مین آپ سے یہ سوال ہوا وہ خطبہ یہ تھا الحمد للہ الذی یحکم بالحق قطعاً ویجزی کل نفس بما تسعی والیہ المعاد والرجعی اسکے بعد سوال مذکور ہوا تو حضرت نے جوابدیا صار ثمنہا تسعاً انتہی خواہر زادہ کی شرح مین ہو کہ علی مرتضی کمال حاذق و ماہر تھے علم حساب مین حکایت ہو کہ ایک نصرانی نے آپ سے سوال کیا کہ اصحاب کہف کے قصے مین تم اپنی کتاب یعنی قرآن مین پڑھتے ہو ولبثوا فی کہفہم ثلث مائۃ سنین وازدادوا تسعاً) اور ہماری کتاب مین ثلثمائۃ سنین مذکور ہو اور نو مستقیم نہین تو ہماری کتاب تمہاری کتاب کے مخالف ہو تو آپنے فرمایا کہ تمہاری کتاب مین جو تین سو مذکور ہین تو یونان کے حساب کے موافق ہو یعنی شمسی حساب پر ہو اور ہماری کتاب مین عرب کے حساب پر ہو یعنی قمری حساب کے موافق ہو اور تین سو شمسی یونانی عرب کے قمری حساب سے تین سو نو ہوتے ہین تو نصرانی حیران ہوگیا فی البدیہہ جواب دینے سے اور مسلمان ہوگیا لہذا کہا گیا ہو کہ علی مرتضی معجزہ تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اسواسطے کہ باوجود اسقدر تبحر کے علوم مین اور نہایت شجاعت کے حروب مین منقاد اور مطیع تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مقر تھے آپکی نبوت کے اور یہ ایسا کلام ہو جیسا بعض علمانے کہا کہ امام ابوحنیفہ رح معجزہ تھے معجزات نبوی سے کذا فی الطحطاوی والرد ضدہ کما مر اور رد ضد ہو عول کا چنانچہ اول باب مین گذر گیا ہم مسائل فرائض کے تین قسم ہین فریضہ عادلہ اور فریضہ قاصرہ اور فریضہ عائلہ فریضہ عادلہ وہ ہو کہ اصحاب فرائض کے سہام مال کے سہام کے ساتھ برابر پڑین اسطرح کہ میت نے دو سگی بہنین اور دو سوتیلی بہنین چھوڑین تو سوتیلیون کا فرض حصہ ثلث ہو اور سگی بہنون کا دو ثلث اور اسی طرح اگر اصحاب فرائض کے سہام کم ہون مال متروکہ کے سہام سے اور وہان عصبہ ہو تو اصحاب فرائض سے جو باقی رہیگا اسکو عصبہ لیگا تو یہ فریضہ عادلہ ہو یعنے پورا نہ کم نہ زیادہ اور فریضہ قاصرہ وہ ہو کہ اصحاب فرائض کے سہام مال متروکہ کے سہام سے کمتر ہون اور وہان عصبہ نہو اسطرح پر کہ میت نے دو سگی بہنون اور ماں کو چھوڑا تو بہنون کے دو ثلث مین اور ماں کا سدس ہو اور یہان کوئی عصبہ نہین جو باقی سدس کو لے تو اسمین حکم رد کا ہو یعنے سدس باقی انھین وارثون کو پھیر دیا جاسے اور فریضہ عائلہ وہ ہو کہ اصحاب فرائض کے سہام اکثر ہون مال کے سہام سے چنانچہ اسکی مثالین عول کے مسائل مین مذکور ہو چکین کذا فی العالمگیریہ وحینئذ فان فضل عنہا ای عن الفروض والحال انہ لاعصبۃ ثمہ یرد ذلک الفاضل علیہم بقدر سہامہم اجماعاً لفساد بیت المال یعنے جبکہ رد عول کا ضد ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ مخرج فاضل ہو فروض سے

تو اس اعتبار سے مصنف کی یہ تفریع صحیح ہوئی سوا کر مخرج بڑھ رہا فروض سے اور حالانکہ وہان کوئی عصبہ نہین ہر تو وہ فاضل رد کیا جائیگا اصحاب فروض پر
بقدر انکے سہام کے بالاتفاق بیت المال کے بگڑ جانے کے سبب سے هم فاضل مال کو رد کرنا ذوی الفروض پر علی مرتضی اور انکے متابعین چنانچہ حنفیہ وغیرہم
کا قول ہر اور زید بن ثابت نے کہا کہ فاضل ذوی الفروض پر رد نہو گا بلکہ وہ بیت المال کا ہر اور اسی قول کو مالک رہ اور شافعی رہ نے لیا ہر اور شافعی رہ محقق
کہتے ہین کہ اگر بیت المال فاسد ہوگیا تو ذوی الفروض پر رد کرنا چاہیے اور ہم حنفیون کے بہت دلائل ہین از انجملہ یہ آیت قرآنی ہر واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض
فی کتاب الله یعنے بعض اہل قرابت اولی بمیراث ہین بعض سے بسبب قرابت کے تو اس آیت سے استحقاق جمیع میراث کا بوجہ صلۂ رحمی کے ثابت ہوا اور آیت مواریث
نے مال کے جزء معین کا استحقاق واجب کر دیا ہر وارث کے واسطے تو دونون آیتون پر عمل کرنا واجب ہوا اسطرح پر کہ ہر وارث کو حصہ دیا جاتا ہر مواریث کی آیت
کے حکم سے پھر باقی مال انھین وارثون کو پھیر دیا جاے بوجہ صلۂ رحمی کے اس آیت کے حکم سے اور یہ جو شارح نے رد فاضل کے لیے فساد بیت المال کو علت
بیان کیا سو ظاہر صحیح نہین اسواسطے کہ رد فاضل ہمارے مذہب مین بیت المال پر مقدم ہر اگرچہ بیت المال منتظم ہو بلکہ اس تعلیل کا محل زوجین اور بنات
معتق اور انکے قرابت دار ہین یعنی اگر مراتب مستحقین سے کوئی نہو سواے بیت المال کے تو یہ لوگ مقدم ہین بیت المال پر علت مذکورہ کی وجہ سے اور اگر فساد
بیت المال کو اجماع کی علت قرار دیجیے تو بھی ظاہر اور درست نہین اسواسطے کہ رد فاضل کا قول بعض شافعیہ کا قول ہر اور امام مالک کا یہی مذہب مشہور ہر کہ فاضل
مال بیت المال ہر اگرچہ وہ منتظم نہو کذا فی الطحطاوی **الا علی الزوجین فلا یرد علیهما** فاضل مال جمیع ذوی الفروض پر رد ہوگا مگر زوج اور زوجہ پر رد نہوگا
هم زوجین پر اسواسطے رد نہوگا کہ انکی قرابت ثابت نہین اور علت رد کی قرابت ہر چنانچہ آیت مذکورہ سے ثابت ہوا اور اگر زوجین باہم قرابت دار ہون تو انپر قرابت
کی وجہ سے رد ہوگا نہ زوجیت کی وجہ سے والله اعلم وقال عثمان رضی الله تعالی عنه یرد علیهما ایضا قاله المصنف وغیرہ قلت وجزم فی الاختیار بان هذا وهم من الراوی
فراجعه اور امیر المومنین عثمان رضی الله تعالی عنه نے کہا کہ زوجین پر بھی رد کیا جاے ایسا کہا ہر مصنف وغیرہ نے مین کہتا ہون اور اختیار شرح مختار مین اسپر
یقین کیا ہر کہ یہ یعنے عثمان رضی الله تعالی عنه کی طرف اس قول کا نسبت کرنا راوی کا وہم اور خطا ہر تو اسکی طرف مراجعت کر هم طحطاوی نے کہا کہ نقل قول
عثمانی پر سراجیہ کے شارحین کا اتفاق ہر اور شارحین کنز بھی اسکو نقل کرتے ہین اور انھین شروح مین اس قول کی صحت اور دلیل مذکور ہر اور اسکا جواب بھی
انتهی والله اعلم وفی الاشباه انه یرد علیهما فی زماننا لفساد بیت المال وقدمناه فی الولاء اور اشباہ مین ہر کہ مال فاضل زوجین پر رد کیا جاے بسبب فاسد ہوجانے بیت المال کے
اور ہم اسکو مقدم ذکر کر چکے ہین کتاب الولاء مین هم یہ مسئلہ کتاب الفرائض کے مراتب ورثہ کے ذکر مین حاشیۂ طحطاوی سے بتصریح تمام مذکور ہو چکا **ثم مسائل الرد اربع**
اقسام لان المردود علیه اما صنف او اکثر وعلی کل اما ان یکون من لا یرد علیه او لا یکون پھر معلوم کرنا چاہیے کہ مسائل رد کے چار قسم ہین اسواسطے کہ جن لوگون
پر رد فاضل ہوتا ہر وہ ایک قسم کے ہین یا چند قسم ہین اور ہر تقدیر پر یا انکے ساتھ وہ لوگ ہین جنپر رد نہین ہوتا ہر یا وہ لوگ نہین ہین **فالاول ان اتحد الجنس**
المردود علیهم کبنتین او اختین او جدتین قسمت المسئلة من عدد رؤسهم ابتداء قطعا للتطویل سو اول قسم یعنے اگر دوبارہ پانے والون کی جنس متحد ہو چنانچہ
دو بیٹیان یا دو بہنین یا دو دادیان ہون تو سرے سے تقسیم ہوگا مسئلہ وارثون کی شمار سے تاکہ تطویل قطع ہو جاے هم یعنی چونکہ جمیع ترکہ انھین وارثون کا ہر فرض اور رد
کی راہ سے اور ذات مین انکی یکسان برابر ہین ایک کو دوسرے پر زیادتی نہین تو ہر وارث کو برابر بانٹ دیا جاے اسواسطے کہ اگر ہر ایک کو اول بقدر انکے فرض کے
دیا جاے پھر دوسرے بار باقی مال انکو بقدر انکے سہام کے دیا جاے تو دوبار قسمت کرنا ہوگا تو سب متروکہ ابتدا سے برابر بانٹ دینا مختصر اور آسان تر ہر **والثانی ان**
کان المردود علیه جنسین او ثلاثة لا اکثر بالاستقراء فمن عدد سهامهم اور قسم ثانی اگر دوبارہ پانے والے دو جنس یا تین جنس کے لوگ ہون تو انکے سہام کے شمار سے
قسمت ہوگی شارح نے کہا تین جنسون سے زیادہ نہین ہوتی بسبب استقراء کے یعنے جزئیات کے تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ تین جنسون سے زیادہ چوتھی جنس مردود علیهم
کی پائی نہین گئی **فمن اثنین لو سدسان وثلاثة لو ثلث وسدس واربعة لو نصف وسدس وخمسة لو ثلثان وسدس** بتقصیر اللسانیة تو دو سے قسمت ہوگی اگر دو سدس

ہون اور تین سے قسمت ہو گی اگر ایک ثلث اور ایک سدس ہو اور چار سے قسمت ہو گی اگر نصف اور سدس ہو اور پانچ سے قسمت ہو گی اگر دو ثلث اور ایک سدس ہو مسافت گھٹانے کے واسطے یہ طریقہ اختیار کیا ہم دو مسئلہ ہونے کی یہ صورت ہے کہ جدہ اور اخیافی بہن وارث ہیں تو مسئلہ چھ سے ہے اور انہیں اسکے دو سہم ہیں فرضیت کی راہ سے تو اصل مسئلہ دو سے قرار دیا اور متروکہ دونوں پر قسمت کر دیا نصفا نصف تو ہر ایک کو نصف مال ملا اور اگر ہر ایک کو ایک ایک سہم دیا جاتا تو تین بار قسمت کرنے کی بیفائدہ حاجت ہوتی اور ثلث اور سدس جمع ہونے کی یہ صورت ہے کہ دو اخیافی بھائی اور ماں وارث ہیں تو اس تقدیر میں بھی مسئلہ چھ سے ہے اور وارثوں کے سب سہام تین ہیں تو اصل مسئلہ تین سے قرار دیا اور بقدر سہام کے تین حصہ کر کے بانٹ دیا تو دو اخیافی بھائیوں کو دو ثلث مال کے اور ماں کو ایک ثلث دیا اور نصف اور سدس کی صورت یہ ہے کہ ایک بیٹی اور پوتی وارث ہے یا ایک بیٹی اور ماں وارث ہے تو یہاں بھی مسئلہ چھ سے ہے اور مجموع سہام چار ہیں تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی یا ماں کا ہے تو دونوں مسئلے چار سے قرار دیے اور متروکہ چار حصے کر کے بانٹ دیا اسطرح کہ تین ربع اسکی بیٹی کے اور ایک ربع ماں کا یا پوتی کا اور ثلثین اور سدس کی یہ صورت ہے کہ دو بیٹیاں اور ماں وارث ہے یا کہ نصف اور دو سدس جمع ہوں چنانچہ بیٹی اور پوتی اور ماں وارث ہے یا کہ نصف اور ثلث جمع ہو چنانچہ ایک سگی بہن اور دو اخیافی بہنیں خواہ ایک سگی بہن اور ماں وارث ہو تو ان تینوں صورتوں میں بھی یہ مسئلہ چھ سے ہے اور سہام ماخوذہ پانچ ہیں تو پہلی صورت میں دو بیٹیوں کے چار سہم ہیں اور ماں کا ایک سہم ہے تو متروکہ کے پانچ حصے کیے انمیں سے چار خمس بیٹیوں کے اور ایک خمس ماں کا اور دوسری صورت میں تینوں جنسیں وارثوں کی جمع ہوئیں اور بحذ چھ کے سہام ماخوذہ بھی پانچ ہیں انمیں سے تین سہم بیٹی کے اور ایک سہم پوتی کا اور ایک سہم ماں کا تو انہیں متروکہ پانچ حصے کر کے بانٹ دیا بقدر انکے سہام کے تو بیٹی کے تین خمس اور پوتی کا ایک خمس اور ماں کا دوسرا خمس اور تیسری صورت میں بھی چھ سے پانچ سہم ماخوذ ہیں سگی بہن کے تین سہم اور دو اخیافی بہنوں کے دو سہم اور اسطرح ماں کے سگی بہن کے ساتھ دو سہم ہیں تو مسئلہ پانچ سے قرار دیا جاویگا اور متروکہ پانچ حصے کر کے قسمت ہوگا قصر مسافت کیواسطے یعنے دو قسموں کو ایک قسمت قرار دینگے کذا فی الطحطاوی

(و) الثالث ان کان مع الاول ای الجنس الواحد من لا یرد علیہ وہو الزوجان اعطی من لا یرد علیہ فرضہ من اقل مخارجہ وقسم الباقی علی رؤس من یرد علیہ کزوج وثلث بنات فہی من اربعۃ للزوج واحد یبقی ثلثۃ وہی تستقیم علیہن فلا حاجۃ الی الضرب اور تیسری قسم اگر اول قسم یعنے متحد الجنس کے ساتھ وہ شخص ہو جسپر رد نہیں ہوتا یعنے زوج یا زوجہ تو جسپر رد نہیں ہوتا اسکو اسکا فرض دیا جاوے اسکے کمتر مخارج سے اور باقی رد کیا جاوے انکی ذاتوں پر جنپر رد کیا جاتا ہے چنانچہ زوج اور تین بیٹیاں وارث ہوں تو مسئلہ چار سے ہوگا زوج کا ایک ہی باقی رہے تین اور وہ تینوں بیٹیوں پر مستقیم ہیں تو ضرب کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہم زوج کا فرض اولاد کے ساتھ چوتھائی ہے تو اسکا کمتر مخرج چار ہے پھر جب زوج کو چار میں سے ایک دیا تو باقی تین تینوں بیٹیوں پر بلا کسر قسمت ہوگئی ضرب کی کچھ حاجت نہوئی وان لم تستقم فان وافق رؤسہم ای رؤس من یرد علیہم کزوج وست بنات ضرب وفقہا وہو ہنا اثنان فی مخرج فرض من لا یرد علیہ وہو ہنا اربعۃ یبلغ ثمانیۃ فللزوج اثنان وللبنات ستۃ اور اگر بعد فرض زوج کے باقی مستقیم نہو تو اگر باقی میں اور انکی ذاتوں میں جنپر رد کیا جاتا ہے توافق کی نسبت ہو چنانچہ زوج اور چھ بیٹیوں میں تو انکا وفق جو کہ یہاں دو ہے اسکے مخرج میں ضرب کیا جاوے جسپر رد نہیں کیا جاتا اور وہ مخرج یہاں چار ہے تو حاصل ضرب آٹھ ہوگا تو زوج کے دو اور بیٹیوں کے چھ سہم اقل مخرج زوج چار ہیں پھر جب زوج کو چار سے ایک دیا تو باقی رہے تین وہ چھ بیٹیوں پر منقسم نہیں ہوتے لیکن تین اور چھ میں توافق بالثلث ہے تو اس بنات کے وفق کو جو یہاں دو ہے چار میں ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہوگئی والا توافق بل باین ضرب کل عدد رؤسہم فیہ ای المخرج المذکور کزوج وخمس بنات فالمخرج ہنا اربعۃ للزوج واحد یبقی ثلثۃ تباین الخمس فاضرب الاربعۃ فی الخمسۃ یبلغ عشرین کان للزوج واحد اضربہ فی المضروب یکن خمسۃ ہی لہ والباقی ثلثۃ ضربہا فی المضروب تبلغ خمسۃ عشر ولکل بنت ثلثۃ اور اگر باقی اور عدد رؤس میں توافق کی نسبت نہو بلکہ تباین کی نسبت ہو تو وارثوں کے تمام عدد رؤس کو ضرب دیا جاویگا مخرج مذکور میں چنانچہ زوج

اور پانچ بیٹیاں تو مخرج یہاں چار ہے انمین زوج کا فرض ایک ہے باقی رہے تین وہ پانچ سے مباین ہین تو چار کو پانچ مین ضرب کیا ۲۰ ہوئے زوج کا فرض ایک تھا اسکو مضروب
مضروب مین یعنے پانچ مین تو پانچ ہی حاصل ہونگے تو یہی پانچ زوج کا حصہ ہوا اور باقی حصہ بیٹیون کا تین ہے اسکو بھی مضروب مین یعنے پانچ مین ضرب کر حاصل ہونگے
پندرہ تو ہر بیٹی کو تین سہم ملینگے م یہ صورت بھی صورتین سابقین کے مانند ہے اصل اسکی بارہ سے ہے اجتماع ربع اور ثلثین کی وجہ سے لیکن اسکو چار کی طرف پھیرا
کہ وہ کمتر مخرج ہے فرض زوج کا پھر جب اسمین سے زوج کو ایک دیا تو تین باقی رہے وہ پانچ بیٹیون پر مستقیم نہین بلکہ تین مین اور پانچ مین تباین کی نسبت ہے
تو عدد روس بنات کو مخرج مین یعنے پانچ کو چار مین ضرب کیا ۲۰ حاصل ہوئے اب مسئلہ صحیح ہو گیا کذا فے الفرائض الشریفی والرابع لو کان مع الثانی ای
الجنسین فقط لا اکثر ہنا بحکم الاستقرار اذ لا یرد مع الربع طوائف اصلا بالاستقرار اور چوتھی قسم اگر قسم ثانی کے ساتھ یعنے فقط دو جنسون کے ساتھ
دو جنسون سے یہان یعنے قسم رابع نہین ہو سکتا بحکم استقرار کے اسواسطے کہ رد کرنا چار جنسون کا اصلا نہین ہوتا استقرا یعنے تتبع جزئیات کی دلیل سے
م یعنے اگرچہ قسم ثانی مین اجتماع اجناس ثلثہ ممکن ہے چنانچہ ترجمہ مین اسکی مثال مذکور ہو چکی لیکن قسم رابع مین تین جنس کا اجتماع واقع نہین ہوتا اسواسطے
کہ اگر تین جنسون کے ساتھ من لا یرد علیہ یعنے احد الزوجین کو فرض کیجئے تو چار جنسین ہوئی جاتی ہین اور حالانکہ رد کرنا چار جنسون کے ساتھ ہرگز نہین ہوتا استقرا کی دلیل سے
ولعل ہذا نکتۃ اقتصارہ فیما مر تنبیہا علے الجنسین اور شاید کہ یہی نکتہ ہے مصنف کے اقتصار کرنے کا دو جنسون پر قسم ثانی کے بیان مین جو متن کے اندر گذر گیا م یعنے
مصنف نے جو قسم ثانی مین باوجود امکان اجتماع اجناس ثلثہ کے دو جنس پر اقتصار کیا تو شاید اسی واسطے اقتصار کیا کہ قسم رابع مین اسکا ثمرہ ظاہر ہے کیونکہ قسم رابع
مین دو جنسون کے سوا تیسری جنس نہین ہوتی ہے اور اقتصار سے یہ مراد نہین کہ تیسری جنس نہین ہوتی والا فیرادبالثانی بعضہ لا کلہ فتأمل اور اگر اقتصار
علے الجنسین کا یہ نکتہ نہو بلکہ اتفاقی ہو تو مصنف کے کلام مین بیان ثانی سے قسم ثانی کا بعض مراد ہوگا نہ تمام اسکا سو اسکو تامل کرو م یعنے قسم ثانی کی بعض صورت
یعنے جسمین دو جنسین مجتمع ہون مراد ہے نہ اسکی سب صورتین اسواسطے کہ رابع مین اجتماع اجناس ثلثہ واقع نہین من لا یرد علیہ فاقسم الباقی من
مخرج فرض من لا یرد علیہ علی مسئلۃ من یرد علیہ ان استقام کزوجۃ واربع جدات وست اخوات لام یعنے اگر دو جنسون کے ساتھ ہو لا یرد علیہ
یعنے احد الزوجین ہو تو فرض احد الزوجین کے مخرج سے جو باقی رہے اسکو قسمت کر ان وارثون کے مسئلہ پر جنپر رد کیا جاتا ہے بشرطیکہ قسمت مستقیم ہو جاے
چنانچہ زوجہ اور چار دادیان اور چھ اخیافی بہنین وارث ہون م استقامت باقی کی نہین ہوتی مگر فقط اسی مسئلہ مین جو متن مین مذکور ہوا یعنے احد الزوجین کا
ربع ہو اور ایک جنس ثلث کی مستحق ہو اور دوسری جنس سدس کی تو اب مسئلہ تین سے ہوگا اور باقی بھی تین ہین تو اپر قسمت مسئلہ مستقیم ہو گی کذا فے الطحطاوی
مختصر المخرج من لا یرد علیہ اربعۃ للزوجۃ واحد یبقے ثلثۃ تستقیم علے سہم الجدات وسہمے الاخوات لکنہ ینکسر علے احادہن فراجع کما یجیئ تو مسئلہ مذکورہ مین لا یرد علیہ
کا مخرج چار ہے اسمین سے زوجہ کا ایک سہم باقی رہے تین وہ دادیون کے ایک سہم اور بہنون کے دو سہمون پر مستقیم ہین لیکن وہ ٹوٹتے ہین ہر فریق کے فرد فرد
پر چنانچہ اسکی استقامت کا بیان اخیر باب مین آویگا م چار دادیون کا حصہ ایک تھا وہ انپر قسمت نہین ہوتا اور اسیطرح بہنون کا حصہ دو ہے وہ انپر بے ٹوٹے نہین بٹ سکتا والا
ای ان لم یستقم ضربت جمیع مسئلۃ من یرد علیہ فی مخرج من لا یرد علیہ فالمبلغ الحاصل بہذا الضرب مخرج فروض الفریقین اور اگر باقی مستقیم نہو من یرد علیہ کے
تمام مسئلہ کو احد الزوجین کے مخرج مین ضرب کرو تو جو مبلغ کہ حاصل ہوگا اس ضرب سے وہ دونون فریق کے حصون کا مخرج ہوگا یعنے فریق من یرد علیہ اور فریق
من لا یرد علیہ کے حصے حاصل ضرب سے نکل آوینگے کاربع زوجات وتسع بنات وست جدات فمخرج من لا یرد علیہ ثمانیۃ للزوجات الثمن واحد یبقے سبعۃ لا تنقسم علی
من یرد علیہ وہے ہنا خمسۃ لان الفرضین ثلثان وسدس فاضرب الخمسۃ فی الثمانیۃ تبلغ اربعین وہی مخرج فرض الفریقین چنانچہ چار زوجہ اور نو بیٹیان اور چھ
دادیان وارث ہون تو مخرج من لا یرد علیہ کا آٹھ ہے تو زوجات کا حصہ آٹھوان یعنے ایک ہے باقی رہے سات وہ مسئلہ من یرد علیہ پر مستقیم نہین اور مسئلہ من یرد علیہ پانچ ہے اسلیے
کہ بیٹیان اور دادیون کے دو فرض ہین دو ثلث اور ایک سدس ہے تو یہ مسئلہ من یرد علیہ یعنے پانچ کو آٹھ مین جو مخرج ہے من لا یرد علیہ کے فرض کا ضرب کرو ۴۰ ہوئے تو یہی مخرج ہے

دونون فریق کے فرض کا مسئلہ من یرد علیہ کے مسئلہ کو پانچ اسواسطے کہا کہ بنات ثلثین کی مستحق ہین اور جدات سدس کی اور مخرج ثلثین اور سدس کا چھہ ہی تو اسکے دو ثلث چار ہوئے اور ایک سدس ایک ہوا تو مجموع فرضین پانچ ہوئے جب پانچ کو آٹھ مین ضرب کیا تو ۴۰ ہوئے یہ مخرج ہی فرد من کا اب آگے مصنف ہر ایک کا حصہ ۴۰ مین سے بیان کرتا ہی ثم اضرب سہام من لا یرد علیہ وہو سہم للزوجات فی خمسۃ مسئلۃ من یرد علیہ یکن خمسۃ فے حق الزوجات الاربع من الاربعین پھر من لا یرد علیہ کے سہام کو یعنے زوجات کے ایک سہم کو مسئلہ من یرد علیہ یعنے پانچ مین ضرب کر تو پانچ ہی حاصل ہونگے سو یہی پانچ زوجات اربع کا حق ہی ۴۰ مین سے واضرب سہام کل فریق من یرد علیہ وہے اربعۃ للبنات وسہم للجدات فیما بقی اے فے السبعۃ الباقیۃ من مخرج فرض من لا یرد علیہ یکن للبنات ثمانیۃ وعشرون وللجدات سبعۃ فاستقام فرض کل فریق لکنہ منکسر علے آحاد کل فریق فتصحح بالاصول السبعۃ الآتیۃ فے باب المخارج لتصح من الف واربعمائۃ واربعین اور سہام ہر فریق من یرد علیہ کو اور وہ سہام پانچ ہین چار بیٹیون کے اور ایک سہم دادیون کا ضرب کر ان سات مین جو فرض من لا یرد علیہ کے مخرج سے باقی رہے حاصل ضرب ۳۵ ہوئے اُنمین سے بیٹیون کے ۲۸ سہم ہین اور دادیون کے سات سہم تو اب ہر فریق کا فرض حصہ راست ہو گیا لیکن ہر فریق کے فرد فرد پر راست نہین ہوتا ٹوٹتا ہی تو اسکی تصحیح کرنے ان سات قاعدون سے جنکا بیان آویگا باب المخارج مین تو صحیح ہوگا ہر فرد کا حصہ اکہزار اور چار سو اور ۴۰ سہم سے ہم بالجملہ بموجب قواعد مذکورہ کے ۱۴۴۰ سے زوجات اربعہ کا نصیب ۱۸۰ ہی اور ہر زوجہ کا حصہ ۴۵ ہی اور نصیب بنات ۱۰۰۸ ہی اور اُنمین سے ہر بیٹی کا حصہ ۱۱۲ ہی اور دادیون کا نصیب ۲۵۲ اور ہر دادی کا حصہ ۴۲ ہی کذا فی الطحطاوی مختصراً وتصح الاولے من ثمانیۃ واربعین ولولا خشیۃ الاطالۃ لاوسعت الکلام ہنا اور پہلا مسئلہ یعنے ایک زوجہ اور چار جدہ اور سات اخیافی بہنون کا مسئلہ صحیح ہو جاتا ہی ۴۸ سے اور اگر اطالت کلام کا خوف نہوتا تو البتہ مین اس مقام مین وسیع کلام کرتا ۴۸ مین سے زوجہ کا حصہ بارہ ہی اور جدات کا نصیب بھی بارہ ہی اور ہر جدہ کا حصہ تین ہی اور بہنون کا نصیب ۲۴ ہی اور ہر ایک کا حصہ چار ہی کذا فی الطحطاوی

باب توریث ذوی الارحام

یہ باب ہی توریث ذوی الارحام کے مسائل مین رحم معرب مین ہی کہ رحم اصل مین بنت ہی ولد کا اور اُسکا طرف پھر قرابت اور وصلت من جہۃ الولاد مسمی برحم ہو گئی اسواسطے کہ رحم قرابت کا سبب ہی طحطاوی نے کہا لغت مین ذو رحم عبارت ہی صاحب قرابت سے مطلقاً خواہ قرابت من جہۃ الولاد ہو یا نہو ہو کل قریب لیس بذی سہم ولا عصبۃ فہو قسم ثالث حینئذٍ ذو رحم ہر ایک وہ قرابت والا ہی جو صاحب فرض اور عصبہ نہو تو ذو رحم وارثون کی تیسری قسم ٹھہرا اسوقت مین ہم یہ اصطلاح شرعی کا بیان ہی اکثر صحابہ کرام مانند حضرات فاروق اور مرتضی اور ابن مسعود اور ابو عبیدہ اور معاذ اور ابو درداء اور ابن عباس بروایت مشہورہ رضی اللہ عنہم توریث ذوے الارحام کے قائل ہین اور یہی قول ہی امام اور صاحبین اور اُنکے تابعین کا اور زید بن ثابت اور ابن عباس رض روایت شاذہ مین میراث ذوی الارحام کے قائل نہین اُنکے نزدیک جب اصحاب فرائض اور عصبات نہون تو ترکہ بیت المال مین رکھا جاوے اور یہی مذہب ہی امام مالک رح اور امام شافعی کا نفی کرنیوالون کی دلیل یہ ہی کہ حقتعالے نے آیت مواریث مین ذوی الفروض اور عصبات کا نصیب بیان فرمایا اور ذوی الارحام کے واسطے کچھ مذکور نہین کیا اگر اُنکا حق ہوتا تو البتہ بیان ہوتا اور اثبات کرنیوالون کی دلیل آیت ہی کہ واولوا الارحام بعضہم اولے ببعض فے کتاب اللہ چنانچہ استدلال اسکا مذکور ہو چکا کذا فے الفرائض الشریفی مختصراً وتمامہ فیہ ولا یرث مع ذی سہم ولا عصبۃ سوی الزوجین لعدم الرد علیہما اور ذو رحم وارث نہین ہوتا صاحب فرض اور نہ عصبہ کے ساتھ سوای زوجین کے یعنے زوجین اگرچہ صاحب فرض ہین مگر ذو رحم اُنکے ساتھ وارث ہوتا ہی اسواسطے کہ اُنپر رد کرنا فرض نہین فیاخذ المنفرد جمیع المال بالقرابۃ تو اکیلا ذو رحم تمام مال کو لیگا قرابت کی وجہ سے ہم جمیع مال کے لینے مین اشارہ ہی کہ ارث ذوی الارحام کی عصبات کے مانند ہی اسمین اقرب فالاقرب کا اعتبار ہی اور قرب گاہے ہوتا ہی قرب درجہ سے اور گاہے قوت قرابت سے تو جیسے تعصیب مین بیٹا مقدم ہی باپ پر اسیطرح ذوی الارحام مین جزئیت کا مقدم ہی اصل پر کذا فی الطحطاوی ویحجب اقربہم الابعد کترتیب العصبات اور ذوی الارحام کا قریب تر بعید تر کا حاجب ہوتا ہی عصبات کی ترتیب کے مانند یعنے جسطرح عصبات مین اقرب ابعد کا حاجب ہوتا ہی اسی طرح ذوی الارحام مین

اقرب کے ہوتے ابعد وارث نہین ہوتا فہم اربعۃ اصناف جزء المیت ثم اصلہ ثم جزء ابویہ ثم جزء جدیہ او جدتیہ تو کل ذوی الارحام چار قسم ہین قسم اول میت کا جز یعنے میت کی اولاد دختری چنانچہ ناتی اور ناتن پھر قسم ثانی میت کی اصل یعنے نانا اور نانیان پھر قسم ثالث میت کی والدین کا جز یعنے بھانجا اور بھانجی پھر قسم رابع جدین کا جز یعنی دادا اور نانا کی اولاد یا جدتین کا جز یعنے دادی اور نانی کی اولاد چنانچہ تفصیل اسکی آگے آویگی متن اور شرح مین ویقدم جزء المیت وہم اولاد البنات واولاد بنات الابن وان سفلوا اور اسوقت مین یعنے جبکہ یہ قاعدہ ٹھہرا کہ ذوی الارحام مین جو میت سے قریب تر ہے وہ بعید تر کا حاجب ہوتا ہے تو میت کا جز مقدم ہوگا میراث مین ذوی الارحام کی اقسام مین اور جزء میت کا عبارت ہے بیٹیون کی اولاد سے اور پوتیون کی اولاد سے خواہ مرد ہون یا عورت اگرچہ وہ بچے درجہ سافل اور نازل ہون ہم تو اگر میت کی ناتن یا پرناتن ہو اور نانا یا نانی ہو تو ناتن یا پرناتن میراث لے گی نانا اور نانی کو کچھ نہ ملیگا اسواسطے کہ جزء مقدم ہے اصل پر عصبات کے مانند ثم اصلہ وہم الجد الفاسد والجدات الفاسدات وان علوا پھر اولاد میت کے بعد اصل میت کی مقدم ہے اور میت کے اصول جد فاسد اور جدات فاسدات ہین اگرچہ کتنا ہی درجہ عالی اور اونچے ہون ہم جد فاسد وہ ہے جو قرابت رکھے بواسطے عورت کے چنانچہ نانا اور نانا کا باپ اور جدہ فاسدہ وہ ہے جسکی نسبت مین میت کیطرف جد فاسد داخل ہو چنانچہ میت کے نانا کی ماں یا نانا کی نانی خلاصہ یہ ہے کہ اس قسم مین بھی اقرب فالاقرب مقدم ہے قسم اول کے مانند مطلقاً خواہ اقرب باپ کی جہت سے ہو خواہ ماں کی جہت سے کذا فی الطحطاوی مختصراً ثم جزء ابویہ وہم اولاد الاخوات لابوین او لاب واولاد الاخوۃ والاخوات لام وبنات الاخوۃ لابوین او لاب وان نزلوا پھر والدین میت کا جز مقدم ہے یعنے سگی بہنون یا سوتیلی بہنون کی اولاد اور اخیافی بھائی اور بہنون کی اولاد اور سگے بھائیون یا سوتیلے بھائیون کی بیٹیان اگرچہ سافل اور نازل ہون ہم یہ ذوی الارحام کی قسم ثالث ہے سگی یا سوتیلی بہنون کی اولاد عام ہے خواہ مرد ہون یا عورت یعنے بھانجے اور بھانجیان ذوی الارحام سے ہین اور سگے یا سوتیلے بھائیون کی بنات کی اسواسطے تخصیص کی کہ بھتیجیان ذوی الارحام مین داخل ہین اور بھتیجے عصبات مین سے ہین چنانچہ عصبات مین مذکور ہوگیا اور اخیافی بھائی اور بہنون کی اولاد مرد ہو یا عورت ذوی الارحام سے ہین الحاصل اس قسم مین اولے بالمیراث اقربہا الی المیت ہے تو بھانجی مقدم ہے بھائی کی ابن البنت سے اور اگر درجہ مین برابر ہون تو ولد عصبہ مقدم ہے ولد ذی الرحم سے جیسے بھائی کی پوتی اور بہن کا ناتی تمام مال کو بھائی کی پوتی لیگی نہ بہن کا ناتی اسواسطے کہ پوتی ولد عصبہ ہے کذا فی الطحطاوی مختصرا ویقدم الجد علیہم خلافا لہما اور مقدم ہے نانا اپر یعنے اخوات کی اولاد اور بنات اخوۃ پر برخلاف صاحبین رح کے ہم امام سے دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ نانا مقدم ہے ناتی اور ناتن پر لیکن یہ روایت مشہور نہین اور نہ اسپر فتوے ہے اور دوسری مشہور روایت یہ ہے کہ ناتی ناتن نانا پر مقدم ہے اور نانا مقدم ہے بھانجے اور بھانجیون اور بھتیجیون پر اور اسی روایت پر فتوے ہے اور صاحبین رح کے نزدیک بھانجے اور بھانجیان اور بھتیجیان نانا پر مقدم ہین اور امام کا مذہب ذوی الارحام مین عصبات کے قیاس پر ہے اسواسطے کہ عصبات مین دادا مقدم ہے میت کے بھائیون پر کذا فی الطحطاوی ثم جزء جدیہ او جدتیہ پھر جدین یا جدتین کی اولاد مقدم ہے ہم یہ ذوی الارحام کی چوتھی قسم ہے اسلئے آخر المذکورات جدین سے باپ کا باپ یعنے دادا اور ماں کا باپ یعنے نانا مراد ہے اور جدتین سے باپ کی ماں یعنے دادی اور ماں کی ماں یعنے نانی مراد ہے وہم الاخوال والخالات اور وہ ماموں اور خالہ ہین ہم یہ لوگ ماں کے رشتہ دار ہین ماموں تو بھائی ہین میت کی ماں کے اور خالہ بہنین ہین اسکی تو اگر ماں کے سگے بھائی بہن ہین تو میت کے نانا کی طرف منسوب ہین اور اگر ماں کے اخیافی بھائی بہن ہین تو میت کی ماں کی طرف منسوب ہین کذا فی الطحطاوی والشریفی والاعمام لام اور اخیافی چچا ہین یعنے میت کے باپ کے اخیافی یعنے مادری بھائی ہین اعمام مین مادری کی قید اسواسطے لگائی کہ سگا چچا اور سوتیلا چچا عصبات مین داخل ہین نہ ذوی الارحام مین والعمات اور پھوپھیان ہین ذوی الارحام سے مطلقاً سگی ہون یا سوتیلی یا مادری تو اگر سگی یا سوتیلی بہنین ہین باپ کی تو میت کے دادا کی طرف منسوب ہین با جہت پدری سے اور اگر میت کے باپ کی اخیافی بہنین ہین تو وہ منسوب ہین اسکی جدہ پدری کیطرف قسم رابع مین خلاصہ یہ ہے کہ اخوال اور خالات اور عمات اور اعمام مادری درجے مین برابر ہین پس اگر کوئی اقرب درجہ نہین ہو انمین حکم یہ ہے کہ انمین سے جو منفرد ہوگا جمیع مال کا مستحق ہوگا اور اگر چند لوگ ہین تو دیکھنا چاہیے کہ قرابت انکی متحد ہے یا نہین اگر متحد ہے اسطرح کہ سبکی قرابت جہت پدری سے ہے یا جہت مادری سے

تو اقرب اولیٰ ہے پھر درجہ میں برابر ہونے کے وقت سگے اولیٰ ہیں سوتیلے سے اور سوتیلے اولیٰ ہیں اخیافی سے خواہ اقوی مرد ہو یا عورت اور اگر اقوی میں بھی تعدد ہو مع اتحاد القرابۃ فللذکر مثل حظ الانثیین
اور اگر قرابت مختلف ہو اسطرح کہ بعض کی قرابت باپ کی جہت سے ہو اور بعض کی ماں کی جہت سے تو قرابت پدری کے واسطے متروکہ کی دو تہائیاں ہیں اور قرابت مادری
کے واسطے ایک تہائی ہے کذا فی التحفۃ وفی مختصر او بنات الاعمام واولاد ہؤلاء اور منجملہ قسم رابع چچوں کی بیٹیاں ہیں اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی یعنی اخوال اور خالات
اور اعمام اخیافی اور عمات اور بنات اعمام کی اولاد یعنی ذوی الارحام کی قسم رابع میں داخل ہیں ثم عمات الآباء والامہات واخوالہم وخالاتہم واعمام الآباء
لام واعمام الامہات کلہم واولاد ہؤلاء ومن بعدوا وان سفلوا پھر اشخاص مذکورین کے بعد میت کے باپوں اور ماؤں کی پھوپھیاں اور انکے ماموں اور خالائیں
اور باپوں کے اخیافی چچا اور ماؤں کے چچا بالکل خواہ سگے ہوں یا سوتیلے یا اخیافی اور اولاد ان اشخاص مذکورین کی اگرچہ بعید ہوں اور نیچے ہوں ہم یعنی جبکہ میت
کے عمات اور خالات اور اخوال اور انکی اولاد موجود نہوں تو اب حکم منتقل ہوگا میت کے باپ کی عمات اور خالات اور اخوال اور اسکی ماں کے چچا اور ماموں اور عمہ وخالہ
کیطرف تو اگر انمیں سے کوئی شخص منفرد ہوگا تو سب مال لیگا بعدم مزاحم کے سبب سے اور اگر چند اشخاص مجتمع ہونگے اور قرابت انکی متحد ہوگی تو انمیں سے قوی تر مقدم ہو خواہ
مرد ہو یا عورت اور اگر قرابت انکی برابر ہو تو للذکر مثل حظ الانثیین اور اگر قرابت انکی مختلف ہو تو باپ کے قرابت والوں کو دو تہائیاں ہیں اور ماں کی قرابت والوں کو ایک
تہائی ہے آخر تک پھر اگر یہ لوگ بھی نہوں تو انکی اولاد کا حکم قسم رابع کا حکم ہے پھر اگر انکی اولاد بھی نہو تو حکم منتقل ہوگا میت کے دادا اور دادی کے عمات اور خالات وغیرہم
کیطرف پھر انکے بعد انکی اولاد کی طرف الی غیر النہایۃ کذا فی الطحطاوی والشریفی ویقدم الاقرب فی کل صنف اور مقدم ہوگا میت کا قریب تر اقسام اربعہ کے ہر قسم
میں قسم رابع میں یہ حکم ظاہر نہیں اسواسطے کہ انمیں کوئی اقرب نہیں ہاں انکی اولاد میں البتہ اقربیت متحقق ہوتی ہے تو یہ اطلاق اسی پر محمول ہے کذا فی الطحطاوی
واذا استووا فی الدرجۃ واتحدت الجہۃ قدم ولد الوارث اور جبکہ ذوی الارحام درجے میں برابر ہوں اور قرابت کی جہت بھی متحد ہو تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی
غیر وارث کی اولاد پر ہم ولد وارث سے مراد صنف اول میں صاحب فرض کی اولاد ہے اور صنف ثالث میں عصبہ کی اولاد مراد ہے اور صنف ثانی اور رابع میں یہ نہیں ہے
ہاں انکی اولاد میں تقدیم اقرب کی ہوتی ہے پھر قوی تر کی پھر ولد عصبہ کی اتحاد قرابت کے وقت کذا فی الطحطاوی فلو اختلفت فلقرابۃ الاب الثلثان ولقرابۃ الام الثلث
اور اگر قرابت کی جہت مختلف ہو تو باپ کی قرابت والوں کے واسطے دو تہائیاں ہیں متروکہ میت کی اور ماں کی قرابت والوں کے واسطے ایک تہائی ہے ہم طحطاوی
نے کہا یہ تفصیل تو فقط قسم ثانی اور رابع میں اور انکی اولاد میں ہوتی ہے نہ اول اور ثالث میں وعند الاستواء فان اتفقت صفۃ الاصول فی الذکورۃ والانوثۃ
اعتبر ابدان الفروع اتفاقا اور ذوی الارحام کے درجہ برابر ہونے کے وقت اگر انکے اصول کی صفت مرد ہونے یا عورت ہونے میں یکساں اور متفق ہو تو
فروع کے ابدان کا اعتبار ہوگا باتفاق ابویوسف اور محمد رحمہم اللہ کے ہم در صورت اتفاق اصول اگر فروع فقط مذکور ہوں یا فقط اناث ہوں تو سب کا حصہ برابر ہے
اور اگر مختلط ہوں تو للذکر مثل حظ الانثیین تو نانی دو ثلث پاویگا اور ناتی ایک ثلث واما اذا اختلفت الفروع والاصول کبنت ابن بنت وابن بنت بنت
اعتبر محمد فی ذلک الاصول وقسم المال علی اول بطن اختلف بالذکورۃ والانوثۃ وہو ہہنا البطن الثانی وہذا ابن بنت وبنت بنت فحیث اعتبر
صفۃ الاصول فی البطن الثانی فی مسئلتنا تقسم علیہم اثلاثا واعطی کلا من الفروع نصیب اصلہ فحینئذ یکون ثلثا ولبنت ابن البنت
نصیب ابیہا وثلثہ لابن بنت البنت لانہ نصیب امہ وتمامہ فی السراجیہ وشروحہا اور جبکہ اختلاف ہو فروع اور اصول کی صفت میں چنانچہ
نانی کی بیٹی اور ناتی کا بیٹا تو اسمیں محمد رحمہ اللہ نے اصول کا اعتبار کیا ہے اور مال کو قسمت کیا ہے اُس اول بطن پر جسمیں اختلاف ہوا ذکورت
اور انوثت کا اور وہ اختلاف اس مقام کی مثال میں بطن ثانی میں پڑا ہے یعنی نانی اور ناتی میں تو محمد رحمہ اللہ نے اصول کی صفت کا اعتبار کیا ہے
بطن ثانی میں ہمارے مفروض مسئلہ میں تو انپر مال کو تین حصے کرکے بانٹا ہے اور ہر ایک فرع کو اسکی اصل کا حصہ دیا ہے تو اب مال کی دو تہائیاں ناتی
کی بیٹی کی ہونگی جو اسکے باپ کا حصہ ہے اور ایک تہائی ناتن کا بیٹا پاویگا جو اسکی ماں کا حصہ ہے اور اسکا [illegible] مرجع

شرح جون مین ہو یعنے یہان نہایت مختصر مذکور ہوا ہم جبکہ اصول مین اختلاف ہو ذکورت اور انوثت کا تو ابو یوسف نے یہان بھی ابدان فروع کا اعتبار کیا ہو اور اختلاف
اصول کا کچھ اعتبار نہین کیا اور محمد نے اعلاے بطن مختلف پر میراث کو تقسیم کیا ہو اور ہر اصل کا حصہ اُسکی فرع کے واسطے مقرر کیا ہو تو متن کی صورت مذکورہ مین ابو یوسف
کے نزدیک مال کی تین تہائیان ہوکر دو تہائیان نانی کا بیٹا پاویگا اور ایک تہائی نانی کی بیٹی پاویگی برعکس قول محمد رح کے اور تعدد اختلاف بطون کی تفصیل محمد
رح کے مذہب کے موافق اور ذوی الارحام کے اصناف اربعہ کے احکام جداگانہ طحطاوی اور شروح سراجیہ مین مذکور ہین خوف تطویل کے سبب مترجم اُسکے ترجمہ کرنے سے
معذور ہی فمن شاء الاستقصار فلیرجع الیہا وہما اعتبر الفروع فقط اور ابو یوسف اور حسن بن زیاد نے فقط فروع کا اعتبار کیا ہو نہ اصول کا مم یہان ضمیر کا مرجع مقدم مذکور
نہین ہوا بلکہ مرجع ضمیر کا سراج الدین کے کلام مین مذکور ہو کذا فی الطحطاوی لکن قول محمد اشہر الروایتین عن ابی حنیفۃ رح فی جمیع ذوی الارحام وعلیہ الفتوی کذا فی شرح السراجیۃ
لمصنفہا لیکن محمد کا قول مشہور تر اُن دو روایتون مین سے ہو جو امام ابو حنیفہ سے مروی ہین تمام ذوی الارحام مین اور اسی قول پر فتوی ہو ایسا مذکور ہی سراجیہ کے مصنف کی
شرح مین مم وہکذا فی العالمگیریۃ عن الکافی اور یہ بھی عالمگیری مین ہو کہ امام اسبیجابی کی مبسوط مین مذکور ہو کہ ابو یوسف کا قول صحیح تر ہو کیونکہ وہ آسان تر ہو اور صاحب محیط نے کہا
کہ مشائخ بخارا نے ابو یوسف رح کا قول لیا ہو اس قسم کے مسائل مین اور طحطاوی مین ہو کہ مشائخ بخارا اور خوارزم نے ابو یوسف کے قول پر فتوی دیا ہو و فی الملتقی وبقول محمد یفتی
سئلت عمن ترک بنت شقیقۃ وابن وبنت شقیقۃ کیف تقسم فاجبت بانہم قد شرطوا عدد الفروع فی الاصول فحینئذ تصیر الشقیقۃ کشقیقتین فیقسم المال بینہما نصفین
ثم تقسیم نصف الشقیقۃ بین اولادہا اثلاثا اور ملتقی مین ہو کہ محمد رح کے قول پر فتوے دیا جاتا ہو مجسے سوال ہوا اس میت کا مسئلہ جسنے اپنے سگے بھائی کی بیٹی
اور سگی بہن کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اُسکا ترکہ کیونکر تقسیم ہوگا تو مین نے جواب دیا اس طرح کہ فقہا نے شمار فروع کا اصول مین شرط کیا ہی یعنے
اگر فرع متعدد ہوگی تو اصل کو بھی متعدد قرار دینگے تو اسوقت مین سگی بہن دو سگی بہنون کے مانند ہو جاویگی یعنے اسواسطے کہ اُسکی دو فرع ہین ایک بیٹا اور
ایک بیٹی تو مال متروکہ میت کے سگے بھائی اور سگی بہن جو بمنزلہ دو بہنون کے ہوگئی نصفا نصف تقسیم ہوگا پھر سگی بہن کا نصف اُسکی اولاد مین تین تہائیان
ہوکر مقسوم ہوگا مم یہ جواب مبنی ہر محمد کے قول پر اُنکا مذہب یہ ہو کہ اگر فروع مین تعدد نہین ہو تو فروع مین اصول کی ذکورت اور انوثت کا اعتبار کرتے ہین
اور اگر فروع مین تعدد ہو چنانچہ ایک اصل کی دو فرع مذکر ہون اور دوسری اصل کی دو فرع مونث ہون اور تیسری اصل کی ایک ہی فرع ہو تو یہان اصل
کی صفت اور فرع مین جمع کرینگے تو اصل کو متعدد قرار دینگے فرع کے تعدد کے سبب سے لیکن فرع کا وصف یعنے ذکورت اور انوثت کا اصل مین اعتبار نہ کرینگے
تو بنا بر اس قول کے چونکہ مسئلہ مذکورہ مین سگی بہن کے دو فرع ہین لہذا سگی بہن کو بمنزلہ دو بہنون کے قرار دیا اور متروکہ نصف سگے بھائی کو ملا اور نصف سگی بہن
کو پھر سگی بہن کے نصف کی تین تہائیان کرکے اُسکی اولاد مین تقسیم کی دو تہائیان بیٹا لیگا اور ایک تہائی بیٹی کذا فی الطحطاوی ملتقطا من الموضعین ۔۔
فصل فی الغرقی والحرقی وغیرہم یہ فصل ہو ڈوبنے والون اور جلنے والون وغیرہم کے احکام مین مم غرقی جمع ہو غریق کی اور حرقی جمع ہو حریق کی
جیسے قتلے جمع ہو قتیل کی مراد اُنسے وہ لوگ ہین جو مر گئے اور یہ معلوم نہین کہ کون پہلے مرا چنانچہ ایک کشتی کے لوگ ساتھ ہی ڈوب گئے یا ایک گھر کے لوگ ساتھ ہی
جل گئے یا اُنپر دیوار یا چھت گر پڑی یا معرکے مین مقتول ہوئے اور موت کا تقدم اور تاخر معلوم نہین تو یہ قرار دیا جاویگا کہ گویا وہ ساتھ ہی ایک ہی آن
مین مر گئے لا توارث بین الغرقی والحرقی الا اذا علم ترتیب الموتی فیرث المتاخر اور ڈوبنے اور جلنے والون مین باہم وارث ہونا نہین یعنے ایک
غریق دوسرے غریق کا وارث نہوگا مگر جبکہ تقدم اور تاخر مردون کا معلوم ہو جاے اسطرح پر کہ تعین کے بعد شبہہ واقع نہو تو اب پچھلا مردہ وارث ہوگا پہلے
مردے کا مم غرقی اور انکے امثال کی پانچ صورتین ہین پہلی صورت یہ ہو کہ اُنمین سے میت سابق بالیقین معلوم ہو اُسکا حکم صریح ہو کہ لاحق سابق کا وارث ہوگا دوسری
صورت یہ ہو کہ میت سابق علی الیقین پہلے تو معلوم تھا پھر اُسمین شبہہ پڑ گیا اُسکا حکم یہ ہو کہ اُسکی میراث موقوف رہیگی تاوقتیکہ شبہہ زائل ہوکر یقین حاصل ہو یا وارث
باہم صلح کرلین اسواسطے کہ یاد آجانے سے مایوسی نہین ہو تیسری صورت یہ ہو کہ میت سابق بلا تعیین معلوم ہو چوتھی صورت یہ ہو کہ سبکی موت ساتھی ہو پانچوین صورت یہ کہ

سبقت اور میت کچھ معلوم ہو تو ان پچھلی تین صورتون مین ایک دوسرے کا وارث ہو گا کذا فی الطحطاوی عن عجم زادہ محشی الشرنبلی فلو جہل عینہ اور اگر میت سابق کی ذات معلوم
نہ رہے مجہول ہو جائے یعنے اُسکی تعیین کے بعد التباس اور اشتباہ واقع ہوا اُسکی ذات مین اور یہ دوسری صورت ہی منجملہ پانچ صورتون کے جو مذکور ہوچکین کذا فی الطحطاوی
اعطے کل بالیقین ووقف المشکوک فیہ حتے یتبین او یصطلحوا شرح المجمع تو دیا جاے ہر ایک کو یقین کے ساتھ اور جسمین شک پڑے وہ موقوف رہے یہانتک کہ صاف ظاہر ہو جائے
یعنے یا در ہو جائے اشتباہ کے بعد یا کُل ورثہ باہم صلح کر لین کذا فی الشرح المجمع قلت واقرہ المصنف لکن نقل شیخنا عن ضوء السراج معزیا للمحمد انہ لو مات احدہما ولم یدر ایہما ہو یجعل کانہما
ماتا معا لتحقق التعارض بینہما وہو مخالف لما مر فتدبر مین کہتا ہون اور شرح مجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح مین ثابت رکھا ہی لیکن ہمارے استاد نے ضوء سراج سے
منسوب بمحمدؒ اس قول کو نقل کیا ہی کہ دو شخصون مین سے ایک شخص اول مر گیا اور یہ معلوم نہین کہ دو شخصونمین سے کون شخص پہلے مرا تو یہ ٹھہرایا جاویگا کہ گویا دونون ساتھ ہی
مر گئے بثبوت تعارض کی وجہ سے دونون مین اور یہ روایت مخالف ہی مجمع کے قول کے جو گذر گیا تو اُسکو سوچ ہم ضوء سراج مین صورت ثالثہ کا ذکر ہی اور جو شرح مجمع سے ہی اور وہ
صورت ثانیہ ہی تو منافی اور تخالف دفع ہو گیا کذا فی الطحطاوی یعنے صورت ثالثہ مین میت سابق کا علم بالیقین ہی اور صورت ثانیہ مین علم علے الیقین کے بعد اشتباہ واقع
ہوا تو اب تخالف تو لین باقی نہ رہا واذا لم یعلم ترتیبہم تقسیم مال کل منہم علی ورثتہ الاحیاء اذ لا توارث بالشک اور جبکہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم ہو تو ہر ایک میت کا
مال ان لوگون مین سے اُسکے زندہ وارثون پر تقسیم کیا جاے اسواسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا نہین شک کے سبب سے ہم یعنے استحقاق میراث کے سبب مین یہان شک
واقع ہی کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی ہی دوسرے کی موت کے بعد اور وہ بالیقین معلوم نہین اور جبتک سبب متیقن نہین استحقاق میراث کا تحقق نہین اسواسطے کہ ثبوت سبب
کا شک سے متصور نہین کذا فی الطحطاوی فرائض شریفی مین ہی کہ صدیق اکبرؓ نے اہل یمامہ کے مقتولین مین اسطرح کا حکم کیا یعنے زندون کو مردون کی میراث ولائی اور ایک میت کو
دوسری میت کی میراث نہین دی اور جبکہ عموس مین وبا سے لوگ مر گئے تو عمر فاروقؓ نے اسیطرح حکم کیا اور علی مرتضیٰؓ نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین مین یہی حکم جاری فرمایا
انتہے والکافر یرث بالنسب والسبب کالمسلم اور کافر وارث ہوتا ہی نسب کی جہت سے مسلمان کے مانند یعنے کافر پر میراث مسلمین کے احکام جاری ہونگے فرض اور عصوبت
اور رحم کے طریق سے جبکہ کفار احکام مسلمین کیطرف مرافعہ کرین اور زوجیت اور اعتاق کے احکام کذا فی الطحطاوی ولو اجتمع لہ قرابتان لو تفرقتا فی شخصین حجب احدہما
الآخر فانہ یرث بالحاجب اور اگر کافر مین دو ایسی قرابتین جمع ہون کہ اگر وہ قرابتین دو شخصونمین جدا جدا ہوتین تو ایک شخص دوسرے کا حاجب ہوتا تو وارث ہو گا حاجب
قرابت کی جہت سے ہم چنانچہ مجوسی نے اپنی ماں سے نکاح کیا اُس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہ بیٹی اُس مجوسی کی اخیافی بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیافی بہن کی حاجب
ہوتی ہی تو وہ مجوسی کی وارث ہو گی بیٹی ہونیکی جہت سے اور محجوب ہو گی اخیافی بہن ہونے کی راہ سے وان لم یحجب احدہما الآخر یرث بالقرابتین عندنا کما قدمناہ اور اگر ایک
شخص دوسرے شخص کا حاجب ہو تو کافر وارث ہو گا دونون قرابتون کی جہت سے ہم حنفیون کے نزدیک چنانچہ ہمنے اُسکو آگے ذکر کر دیا ہی باب عول سے پہلے ہم صورت اُسکی
یہ ہی کہ مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا سو اُس سے فرزند پیدا ہوا تو یہ عورت اُسکی ماں ہی اور سوتیلی بہن بھی ہی تو وہ دونون جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہو گی تو ماں ہونیکی
راہ سے تہائی ترکہ پاویگی اور بہن ہونے کی جہت سے نصف ترکہ لیگی ولا یرثون بانکحۃ مستحلۃ عندہم اے لیستحلونہا کتزوج مجوسی امہ لان النکاح الفاسد لا یفید
التوارث بین المسلمین فلا یوجبہ بین المجوس کذا فی الجوہرۃ قال وکل نکاح لو اسلما یقران علیہ یتوارثان وما لا فلا انتہے وصححہ فی الظہیریۃ اور کفار وارث
نہین ہوتے من حیث الزوجیۃ ان نکاحون کی جہت سے جو اُنکے نزدیک حلال ہین یعنے جن نکاحون کو وہ حلال جانتے ہین جیسے مجوسی کا نکاح کرنا اپنی ماں
سے اسواسطے کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہین تو اسی طرح مجوس مین بھی باہم میراث کا موجب ہو گا کذا فی الجوہرۃ اُسکے مصنف نے کہا
کہ کافرون مین جو نکاح ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہون تو اسی نکاح پر ثابت رکھے جاوین تو باہم وارث ہونگے اور جس نکاح پر بعد اسلام کے ثابت
نہ رکھے جاوین تو باہم وارث نہ ہونگے انتہے ما فی الجوہرۃ اور اسی قول کو صحیح کہا ہی ظہیریہ مین ویرث ولد الزنا واللعان بجہۃ الام فقط لما قدمناہ فی العصبات
انہ لا اب لہما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط اپنی ماں کے جہت سے وارث ہو گا اسواسطے کہ ہمنے عصبات کے بیان مین ذکر کر دیا ہی کہ ان دونون کا

باب میں یعنی احکام شرعی میں نہ واقع میں ہم تو اگر ولد الزنا کا اخیافی بھائی ہو نکاح سے یا زنا سے تو یہ بھائی اُسکا عصبہ نہ ہوگا بلکہ مادری بھائی کی میراث لے گا کو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی ارث اُسکی ماں سے گی فرضاً اور ردّاً اور اگر ماں نہو تو ماں کے ذوی الارحام وارث اسکے ہونگے کذا فی الطحطاوی ووقف

للحمل حظ ابن واحد وبنت واحدة ایهما کان اکثر وعلیه الفتوی لانه الغالب ویکفلون احتیاطا اور اٹھار رکھا جاوے حمل کے واسطے ابن واحد یا بنت واحد کا حصہ ان میں سے جسکا حصہ زیادہ محتمل ہو وہی موقوف رہیگا اور اسی قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہے اور دو اتون سے اسقدر حصہ کا ضامن لیا جاوے احتیاط کی راہ سے یعنے قاضی ضامنی لے تاکہ وارث اُسکو صرف نہ کر ڈالیں ہم امام اعظم کے نزدیک حمل کیواسطے چار بیٹون کا حصہ اور محمد کے نزدیک تین بیٹون کا حصہ اٹھار رکھا جاوے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک بن یا بنت کا حصہ موقوف رہیگا اور یہی قول اصح اور مفتی بہ ہے اسواسطے کہ غالب عادت یہی ہے کہ بطن واحد میں نہیں پیدا ہوتا مگر ایک تو اکثر پر بنی ہوگا جبتک اسکا خلاف ظاہر نہو کذا فی السراجیہ وشرحها اللب

کما لو ترک ابوین وبنتا وزوجة حبلی فان المسئلة من اربعة وعشرین ان فرض الحمل ذكرا وتعول لسبعة وعشرين ان فرض انثی لان للبنتين الثلثين چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حاملہ کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس سے اگر پیٹ کے بچے کو مرد فرض کیجیے اور چوبیس عول کرینگے ۲۷ کی طرف اگر اُسکو عورت فرض کیجیے اسواسطے کہ دو بیٹیون کے واسطے دو تہائیان فرض ہین ہم ۲۴ سے اسواسطے مسئلہ ٹھہرا کہ ثمن زوجہ کا اور والدین کے سدسین کے ساتھ مختلط ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم ہین ۲۴ سے اور والدین کا حصہ آٹھ سہم ہین چار ماں کے چار باپ کے باقی رہے تیرہ وہ بھائی بہن کے ہین للذکر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ۲۴ سے اور اگر بچہ عورت ہو تو دونون بیٹیون کو ۱۶ ملنے چاہیین اسلیے مسئلے عول کریگا ۲۷ کے طرف

قلت ہذا علی کون الحمل من المیت والامثلة کثیرة میں کہتا ہون یہ مثال اُس تقدیر پر ہے جبکہ حمل میت سے ہو اور اگر حمل غیر میت سے ہو تو اُسکی مثالین بہت کثرت سے ہین مثل لضم ہیم وثمار امثلہ جمع ہے مثال کی شارح کی عبارت اسکی موہم ہے کہ جس تقدیر پر حمل میت ہے تو اُسکی یہی مثال خاص ہے جسکو شارح نے ذکر کیا اور حالانکہ ایسا نہیں ہے

لا اُسے الطحطاوی کما لو ترکت زوجا واما حبلی فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکرا السدس لانه عصبة فیقدر انثی لیفرض لها النصف وتعول لثمانیة کما لا یخفی چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی ماں حاملہ کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا حصہ تہائی ہے اور حمل کو اگر مرد فرض کیجیے تو سدس حصہ ہے اسواسطے کہ وہ عصبہ ہے باقی مال پاویگا تو حمل کو عورت فرض کرینگے تاکہ وہ بہن ہو اور اُسکے واسطے نصف متروکہ مقرر ہو اور عول کریگا یہ مسئلہ آٹھ کی طرف چنانچہ مخفی نہیں ہے ہم یہ مسئلہ چھ سے ہے نصف اور ثلث کے جمع ہوجانے سے اور عول کریگا آٹھ کی طرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی

قلت ولم ار لو کان علی احد التقدیرین یرث وعلی الآخر لا کام واخوین لام فان قدر ذکرا لم یبق له شیء فینبغی ان یقدر انثی وتعول لتسعة احتیاطا میں کہتا ہون اور میں نے نہیں دیکھا اس مسئلہ کا حکم کہ اگر پیٹ کا بچہ ایک تقدیر پر وارث ہو اور دوسری تقدیر پر وارث نہو چنانچہ مثال مذکور کے وارث اور دو اخیافی بھائی یعنے ایک عورت مرگئی زوج اور حاملہ ماں اور دو اخیافی بھائیون کو چھوڑکر تو اگر حمل کو مرد فرض کیجیے تو اُسکے واسطے کچھ باقی نہ رہیگا تو لائق لقواعد یہ ہے کہ اُسکو عورت فرض کیجیے احتیاط کی راہ سے اور عول کریگا مسئلہ نو کی طرف ہم یہ مسئلہ وہبانیہ کے اس بیت کا ہے جو بعد اسکے مذکور ہوگی مرد فرض کرنے میں اسواسطے حمل کے واسطے کچھ باقی نہ رہیگا کہ زوج کا فرض حصہ نصف ہے اور ماں کا سدس ہے اور اخیافی بھائیون کا ثلث ہے پھر جبکہ ترکہ مستغرق بفروض ہوگیا تو بھائی جو عصبہ ہے ساقط ہوگیا اور حمل کو عورت فرض کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہے بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور عول کریگا نو کی طرف نصف زوج کا اور نصف سگی بہن کا اور سدس ماں کا اور ثلث اخیافی بھائیون کا تو حمل کے واسطے تین سہم اٹھار رکھینگے نو میں سے کذا فی الطحطاوی بتصرف

وفی الوہبانیہ قال سه وحاملة ان مات یا ابن ظلم یرث ؛ وان ولدت بنتا لها الثلث یقدر ؛ اور وہبانیہ میں کہا اور حاملہ اگر لڑکا جنے تو وہ لڑکا وارث نہ ہو اور اگر لڑکی جنے تو اسکے واسطے تہائی مقرر ہے ہم یہ وہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے ابھی مذکور کیا ثلث لفظ عائل ہے اسواسطے کہ تین تہائی ہے نو کی کذا فی الطحطاوی۔

فصل فی المناسخات یہ فصل ہے مناسخات میں ہم مناسخہ لغت میں عبارت ہے ازالہ اور تغیر اور نقل اور تحویل سے اور اصطلاح فرائض میں مناسخہ یہ ہے کہ بعض وارثون کے سہام اُنکے پچھلوان کی طرف منقول ہوجاوین بوجہ استحقاق یعنے ورثہ کے وارثون کو دیے جاوین کذا فی الطحطاوی

میت اور میت کا معلوم ہو تو ان پچھلی تین صورتوں میں ایک دوسرے کا وارث ہو گا کذا فی الاختیار وعن محمد رحمہ اللہ فی شرح الفرائض ... میت کی وراثت دوسرے مجہول ہو جاوے یعنی انکی تعیین کے بعد التباس اور اشتباہ واقع ہوئی ہو ثابت ہیں اور یہ دوسری صورت ہے اور پانچ صورتوں کے جو ہم ذکر کر چکے ہیں منجملہ ...
سبقت بالیقین ووقت الشک فیہ حتی یتبین او یصطلحوا شرح المجمع تو دیا جاوے ہر ایک کو یقین کے ساتھ اور جسمیں شک پڑے وہ موقوف رہے یہاں تک کہ ظاہر ہو جاوے
یعنی یا دیر ہو ایسے اشتباہ کے بعد پھر ورثاء باہم صلح کر لیں کذا فی شرح المجمع قلت والذی افتیت لکن نقل صاحب الفرائض للسراجیۃ ... کو جو قول امام محمد رحمہ اللہ کا
اس سلسلہ مع سلسلہ ... فتوی ... لکھتا ہوں اور شرح مجمع کے قول مذکور کو مصنف نے اپنی شرح میں ثابت رکھا ہے لیکن صاحب سراجیہ نے اس قول کو
منسوب بمحمد رحمہ اللہ نقل کیا ہے کہ دو شخصوں میں سے ایک شخص اول مر گیا اور یہ معلوم نہیں کہ دو شخصوں میں سے کون شخص پہلے مرا تو یہ ٹھہرایا جاوے گا کہ گویا دونوں ساتھ
مر گئے ثبوت تعارض کی وجہ سے دونوں میں اور یہ روایت مخالف ہے شرح مجمع کے قول کے جو گذر گیا تو اسکو سوچ لے ہم متوجہ ہوئے سراجیہ میں صورت ثالثہ کا ذکر ہے اور جو شرح مجمع سے ہم نے
صورت ثانیہ ہے تو منافی اور مخالفت رفع ہو گیا کذا فی الاختیار یعنی صورت ثالثہ میں میت سابق کا علم بالیقین ہوا اور صورت ثانیہ میں علم بعد الیقین کے بعد نسیان واقع
ہو تو اب اس میں وارثین باقی رہ اور ... تقسیم مال کل منہم علی ورثتہ الاحیاء ولا توارث بالشک ور جملہ اموات مذکورین کی ترتیب معلوم نہ ہو تو ہر ایک میت
کا مال انکے زندہ وارثوں پر تقسیم کیا جاوے اسواسطے کہ اموات مذکورین کا باہم وارث ہونا شک کے سبب سے ہم یعنی استحقاق میراث کے سبب میں شک
واقع ہو کیونکہ استحقاق کا سبب ایک کی زندگی اور دوسرے کی موت کے بعد ہے اور وہ بالیقین معلوم نہیں اور جبتک سبب متحقق نہیں استحقاق میراث کا تحقق نہیں اسواسطے کہ شروط ثبوت
میں شک ہے منصور نہیں کذا فی الاختیار فرائض شریفی میں ہے کہ صرفین امیرنے اہل یمامہ کے مقتولین میں یہی حکم کیا یعنی زندوں کو مردوں کی میراث دلائی اور ایک میت
دوسری میت کی میراث نہیں دی اور جبکہ عمواس میں وباسے لوگ مر گئے تو عمر فاروق نے یہی حکم کیا اور علی مرتضی نے بھی صفین اور جمل کے مقتولین میں یہی حکم جاری فرمایا
انتہی والکافر یرث بالنسب والسبب کالمسلم اور کافر وارث ہوگا نسب کی جہت سے مسلمان کے مانند یعنی کافر پر میراث سلمین کے احکام جاری ہونگے فرض اور عصبیت
اور رحم کے طریق سے جبکہ کفار حکام مسلمین کیطرف مرافعہ کریں اور زوجیت اور ولاء کے احکام کذا فی الاختیار ولو اجتمع لہ قرابتان لو تفرقنا فی شخصین حجب احدہما
الآخر فانہ یرث بالحاجب اور اگر کافر میں دو ایسی قرابتیں جمع ہوں کہ اگر وہ قرابتیں دو شخصوں میں جدا جدا ہوتیں تو ایک شخص دوسرے کا حاجب ہوتا تو وارث ہوگا حاجب
قرابت کی جہت سے مثلاً چنانچہ مجوسی نے اپنی ماں سے نکاح کیا اس سے ایک بیٹی پیدا ہوئی تو یہ بیٹی اس مجوسی کی اخیافی بہن ہوئی اور بیٹی بھی اور بیٹی اخیافی بہن کی حاجب
ہوتی ہے تو وہ مجوسی کی وارث ہوگی بیٹی ہونے کی جہت سے اور محجوب ہوگی اخیافی بہن ہونے کی رو سے وان لم یحجب احدہما الآخر یرث بالقرابتین عندنا کذا فی الاختیار اور اگر ایک
شخص دوسرے شخص کا حاجب نہ ہو تو کافر وارث ہوگا دونوں قرابتوں کی جہت سے ہم حنفیوں کے نزدیک چنانچہ جیسے اسکو آگے ذکر کریں گے جو اب عنقریب آتا ہے جیسے ہم صورت میں
کہ اگر مجوسی نے اپنی بیٹی سے نکاح کیا اس سے فرزند پیدا ہوا تو یہ عورت اسکی ماں ہوئی اور سوتیلی بہن بھی ہوئی تو وہ دونوں جہت سے فرزند مذکور کی وارث ہوگی تو بیٹی
ہونے کی مثال مذکور کا ... اور بہن ہونے کی جہت سے نصف ترکہ ملیگی ولا یرثون بالانکحۃ المستحلۃ عندہم یعنی یستحلونہا کتزوج المجوسی امہ او بنتہ لانہ لا نکاح لہ فی حکم
التوارث بین المسلمین فلا یوجب بین المجوس کذا فی الجوہرۃ قال وکل نکاح لو اسلما یقران علیہ یتوارثان بہ والا فلا انتہی ... النیرہ اور کفار وارث
نہیں ہوتے من حیث الزوجیت ان نکاحوں کی جہت سے جو انکے نزدیک حلال ہیں یعنی جن نکاحوں کو وہ حلال جانتے ہیں جیسے مجوسی کا نکاح کرنا اپنی ماں یا بیٹی
سے اسواسطے کہ فاسد نکاح درمیان مسلمین کے توارث کا موجب نہیں تو اسی طرح مجوس میں بھی یا ... میراث کا موجب نہ ہوگا کذا فی الجوہرۃ اور کہا مصنف نے
ان کافروں میں جو نکاح ایسا ہو کہ اگر زوجہ اور زوج مسلمان ہوں تو اسی نکاح پر ثابت رکھے جاویں تو باہم وارث ہونگے اور جس نکاح پر بعد اسلام کے ثابت
نہ رکھے جاویں تو باہم وارث نہ ہونگے انتہی کذا فی الجوہرۃ اور اسی قول کو صحیح کہا ظہیریہ میں ویرث ولد الزنا واللعان بجہۃ الام فقط لانا قدمنا فی العصبات
انہ لا اب لہما اور ولد الزنا اور ولد اللعان فقط اپنی ماں کی جہت سے وارث ہوگا اسواسطے کہ ہم نے عصبات کے بیان میں ذکر کر دیا ہے کہ ان دونوں کا

باب مین یعنے احکام شرعی مین نہ واقع مین ہو تو اگر ولد الزنا کا اخیافی بھائی ہو نکاح سے یا زنا سے تو یہ بھائی اُسکا عصبہ نہ ہوگا بلکہ مادری بھائی کی میراث
ے گا تو صاحب فرض ہوگا اور ولد الزنا کی ارث اُسکی ماں سے کی فرضاً اور رداً اور اگر ماں نہو تو ماں کے ذوی الارحام وارث اسکے ہونگے کذا فی الطحطاوی و وقف
الحمل حظ ابن واحد و بنت واحدة أيهما كان أكثر وعليه الفتوى لانه الغالب ويكفلون احتياطا اور اُٹھا رکھا جاوے حمل کے واسطے ابن واحد یا بنت واحد
کا حصہ اُنمین سے جسکا حصہ زیادہ محتمل ہو وہی موقوف رہیگا اور اسی قول پر فتوی ہے اسواسطے کہ ایک ہی بچہ پیدا ہونا اکثر ہوتا ہے اور وارثون سے اسقدر حصہ کا
ضامن لیا جاوے احتیاط کی راہ سے یعنے قاضی ضامنی لے تاکہ وارث اُسکو صرف نہ کر ڈالین ہم امام اعظم کے نزدیک حمل کیواسطے چار بیٹون کا حصہ اور محمد کے نزدیک تین
بیٹون کا حصہ اٹھا رکھا جاوے اور ابو یوسف کے نزدیک ایک ابن یا بنت کا حصہ موقوف رہیگا اور یہی قول اصح اور مفتی بہ ہے اسواسطے کہ غالب عادت یہی ہے کہ بطن واحد
مین نہین پیدا ہوتا مگر ایک تو اکثر پر بنی ہوگا جبتک اسکا خلاف ظاہر نہو کذا فی السراجیہ وشرحہا اللسیب کما لو ترک ابوین وبنتا وزوجۃ حبلی فان المسئلۃ من اربعۃ وعشرین ان فرض
الحمل ذکرا وتعول لسبعۃ وعشرین ان فرض انثی لان للبنتین الثلثین چنانچہ اگر مرد نے اپنے والدین اور ایک بیٹی اور زوجہ حاملہ کو چھوڑا تو مسئلہ صحیح ہوگا چوبیس سے
اگر پیٹ کے بچے کو مرد فرض کیجیے اور ۲۴ چوبیس عول کرینگے ۲۷ کی طرف اگر اُسکو عورت فرض کیجیے اسواسطے کہ دو بیٹیون کے واسطے دو تہائیان فرض ہین ہم ۲۴
اسواسطے مسئلہ ٹھہرا کہ ثمن زوجہ کا والدین کے سدسین کے ساتھ مختلط ہوا تو اگر بچہ مرد ہو تو زوجہ کا حصہ تین سہم ہین ۲۴ سے اور والدین کا حصہ ۸ سہم ہین چار ماں کے چار باپ
کے باقی رہے تیرہ وہ بھائی بہن کے ہین للذکر مثل حظ الانثیین اور صحیح ہوگا ۲۴ سے اور اگر بچہ عورت ہو تو دونون بیٹیون کو ۱۶ ملنے چاہیین اسلیے مسئلے عول کریگا ۲۷ کے
طرف قلت ہذا علی کون الحمل من المیت والا فمثلہ کثیرۃ مین کہتا ہون یہ مثال اس تقدیر پر ہے جبکہ حمل میت سے ہو اور اگر حمل غیر میت سے ہو تو اسکی مثالین بہت کثرت سے
ہین ہم مثل لضم سیم وثمار مثلہ تبع ہے مثال کی شارح کی عبارت اسکی موہم ہے کہ جس تقدیر پر حمل میت ہے تو اسکی یہی مثال خاص ہے جسکو شارح نے ذکر کیا اور حالانکہ ایسا نہین بلکہ
اوا فی الطحطاوی کما لو ترکت زوجا وامّا حبلی فللزوج النصف وللام الثلث وللحمل ان قدر ذکرا السدس لانہ عصبۃ فیقدر انثی لیفرض لہا النصف وتعول لثمانیۃ کما لا یخفی
چنانچہ ایک عورت نے اپنا زوج اور اپنی ماں حاملہ کو چھوڑا تو زوج کا حصہ نصف ہے اور ماں کا حصہ تہائی ہے اور حمل کو اگر مرد فرض کیجیے تو سدس حصہ ہے اسواسطے کہ وہ
عصبہ ہے باقی مال پاویگا تو حمل کو عورت فرض کرینگے تاکہ وہ بہن ہو اور اُسکے واسطے نصف متروکہ مقرر ہو اور عول کریگا یہ مسئلہ آٹھ کی طرف چنانچہ مخفی نہین ہے ہم یہ مسئلہ
چھ سے ہے نصف اور ثلث کے جمع ہو جانے سے اور عول کریگا آٹھ کی طرف نصفین اور ثلث کے اجتماع سے کذا فی الطحطاوی قلت ولم ار لو کان علی احد التقدیرین یرث
وعلی الآخر لا کہم واخوین لام فان قدر ذکرا لم یبق لہ شئ فینبغی ان یقدر انثی وتعول لتسعۃ احتیاطا مین کہتا ہون اور مین نے نہین دیکھا اس مسئلہ کا حکم کہ اگر پیٹ کا بچہ ایک
تقدیر پر وارث ہو اور دوسری تقدیر پر وارث نہو چنانچہ مثال مذکور کے وارث اور دو اخیافی بھائی یعنے ایک عورت مرگئی زوج اور حاملہ ماں اور دو اخیافی بھائیون کو
چھوڑ کر تو اگر حمل کو مرد فرض کیجیے تو اُسکے واسطے کچھ باقی نہ رہیگا تو لائق لقواعد یہ ہے کہ اُسکو عورت فرض کیجیے احتیاط کی راہ سے اور عول کریگا مسئلہ نو کی طرف ہم یہ مسئلہ
وہبانیہ کے اس بیت کا ہے جو بعد اُسکے مذکور ہوگی مرد فرض کرنے مین اسواسطے حمل کے واسطے کچھ باقی نہ رہیگا کہ زوج کا فرض حصہ نصف ہے اور ماں کا سدس ہے اور اخیافی
بھائیون کا ثلث ہے پھر جبکہ ترکہ مستغرق لفروض ہو گیا تو بھائی جو عصبہ ہے ساقط ہو گیا اور حمل کو عورت فرض کیجیے تو مسئلہ چھ سے ہے بسبب اجتماع نصف اور سدس کے اور عول
کریگا نو کی طرف نصف زوج کا اور نصف سگی بہن کا اور سدس ماں کا اور ثلث اخیافی بھائیون کا تو حمل کے واسطے تین سہم اٹھا رکھینگے تو مین سے کذا فی الطحطاوی بتصرف
وفی الوہبانیۃ قال سہ وحاملۃ ان مات بابن فلم یرث وان ولدت بنتا لہا الثلث یقدر بہ اور وہبانیہ مین کہا اور حاملہ اگر لڑکا جنے تو وہ لڑکا وارث نہ ہو اور اگر لڑکی جنے تو اُسکے
واسطے تہائی مقرر ہے ہم یہ وہ مسئلہ ہے جسکو شارح نے ابھی مذکور کیا ثلث لنصف عائل ہے اسواسطے کہ تین تہائی ہے نو کی کذا فی الطحطاوی۔

فصل فی المناسخات یہ فصل ہے مناسخات مین ہم مناسخہ لغت مین عبارت ہے ازالہ اور تغیر اور نقل اور تحویل سے اور اصطلاح فرائض مین مناسخہ یہ ہے
کہ بعض وارثون کے سہام اُنکے پچھلون کی طرف منقول ہو جاوین بوجہ استحقاق یعنے ورثہ کے وارثون کو دیے جاوین کذا فی الطحطاوی

یعنے ترکہ ہنوز تقسیم نہوا تھا کہ وارث مرگیا تو اسکے حصے کو اسکے وارث کی طرف نقل کرنا اسی کا نام مناسخہ ہے مات بعض الورثۃ قبل القسمۃ للترکۃ صححت المسئلۃ الاولی واعطیت سہام کل وارث یعنے اگر وارث مرگیا ترکہ تقسیم ہونے سے پہلے تو پہلے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی اور ہر وارث کے سہام دیے جاوینگے ہم تصحیح مسئلہ سے عبارت ہے کہ سہام ایسے جاوین کمتر عدد سے اسطرح پر کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو کذا فی الشریفی اور تصحیح مسائل کے سات قاعدے ہیں آگے معلوم ہونگے ثم الثانیۃ پھر دوسرے مسئلہ کی تصحیح کیجاویگی پہلے مسئلہ کے بعد ہم اور تصحیح اول اور تصحیح ثانی کے مابین الید مین نظر کرینگے تو یہ نظر تین حال سے خالی نہیں یا دونون ما فی الیدین مماثلت ہوگی یا موافقت یا مباینت انکی مثالین آگے معلوم ہونگی الا اذا اتحدا کان مات عن عشرۃ بنین ثم مات احدہم عنہم مگر جبکہ دونون مسئلون کی تصحیح متحد ہو تو مسئلہ ثانیہ کی تصحیح کی کچھ حاجت نہین چنانچہ ایک شخص مرگیا دس بیٹے چھوڑ کر پھر اسکے بعد انمین سے ایک بیٹا مرگیا نو بھائی چھوڑ کر ہم دس بھائی سگے ہون یا سوتیلے تمام متروکہ نو بھائیون پر تقسیم ہوگا ایک ہی بار گویا کہ میت ثانی موجود ہی نہ تھا اسواسطے کہ اگر اول دس حصے کیجیے پھر ایک حصہ کا حصہ نو کو دیجیے تو تطویل بلا طائل ہے فان استقام نصیب المیت الثانی علی ترکتہ فبہا ونعمت پھر مسئلہ ثانیہ مین اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم ہوگیا اسکے ترکہ پر یعنے اسکے وارثون پر بلا کسر مقسوم ہوگیا تو بہت خوب اور بہتر ہوا ہم اور ہم ایک مثال مذکور کرتے ہین جسمین احوال ثلثہ یعنے استقامت اور توافق اور تباین مجتمع ہون وہ یہ ہے کہ ایک عورت زوج اور بیٹی اور ماں کو چھوڑ کر مرگئی پھر زوج قبل از قسمت متروکہ ایک زوجہ اور والدین کو چھوڑ کر مرگیا پھر بیٹی دو ابن اور ایک بنت اور اس جدہ کو چھوڑ کر مرگئی جو میت اول کی ماں ہے پھر وہ جدہ یعنے نانی زوج اور دو بھائیون کو چھوڑ کر مرگئی تو میت ثانی استقامت کی مثال ہے اور میت ثالث موافقت کی مثال ہے اور میت رابع مباینت کی مثال ہے پھر جب ہمنے عمل مذکور کا ارادہ کیا تو پہلے میت اول کا مسئلہ صحیح کیا اور ہر وارث کو اسکے سہام دیے پھر ثانی مسئلہ کی تصحیح کی اور میت ثانی اور اسکی تصحیح مین تامل کیا تو مسئلہ اولے کی تصحیح بارہ سے ہوئی نصف اور ربع اور سدس کے اجتماع سے اور اس مسئلے مین رد فرض کرنا ہوگا زوج کے تین سہم اور بنت کے چھ اور ماں کے دو ایک سہم باقی رہا اسکو بیٹی اور ماں پر بقدر انکے سہام کے رد کیا تو اب اس عمل کی حاجت پڑی جو رد و فروض مین سابق مذکور ہوچکا سو اس مسئلہ مین من یرد علیہ کے دو جنسون کے ساتھ من لا یرد علیہ جمع ہوا یعنے بنت اور ام کے ساتھ زوج مجتمع ہے تو زوج کا حصہ اقل مخارج سے یعنے چار سے دیا اور مسئلہ من یرد علیہ بھی چار ہے اسواسطے کہ اگر ربع سے قطع نظر کیجیے تو مسئلہ چھ ہے نصف اسکا تین سو بنت کا فرض ہے اور سدس اسکا ایک ہے سو ام کا حصہ ہے تو من یرد علیہ کا مسئلہ چار ہوا اور بعد اعطاء نصف زوج کے جو تین باقی رہے وہ من یرد علیہ کے مسئلہ پر مستقیم نہین تو من یرد علیہ کے مسئلہ کی یعنے چار کے ضرب کرنے کی حاجت پڑی من لا یرد علیہ کے فرض کے مخرج مین اور وہ مخرج بھی چار ہے تو چار کو چار مین ضرب کرنے سے ۱۶ حاصل ہوئے تو زوج کا حصہ ایک تھا چار سے جب اسکو مسئلہ من یرد علیہ مین یعنے چار مین ضرب کیا تو چار ہی ہوئے اور من یرد علیہ کا حصہ مخرج فرض کے باقی مین ضرب کیا گیا تو ماں کا حصہ ایک تھا چار سے جب اسکو تین مین جو باقی ہے مخرج سے ضرب کیا تو تین ہی حاصل ہوئے اور بیٹی کا حصہ تین تھا جب اسکو تین مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو اس تقسیم سے زوج کو چار سہم حاصل ہوئے اور ماں کو تین اور بیٹی کو نو پھر جب ہمنے میت ثانی کے مسئلے کی تصحیح کی یعنے زوج کی تو چار سہم سے اسکی تصحیح پائی اسواسطے کہ اسکی زوجہ کا ربع ہے اور اسکی ماں کا حصہ باقی مال کی تہائی ہے اور اسکے باپ کا حصہ دو تہائیان پھر جب ہمنے زوج کی ما فی الید سہام مین نظر کی تو چار سہام پائے سو اسکے وارثون پر بلا کسر مستقیم ہین انمین سے زوجہ کا ایک سہم اور ماں کا ثلث باقی یعنے ایک سہم اور باپ کے دو ثلث یعنے دو سہم تو اس تصحیح مین ضرب کرنے کی حاجت نہ پڑی اور پہلا مسئلہ اور دوسرا اسولہ سے صحیح ہوگیا کذا فی الطحطاوی والشریفی وان لم یستقم فان کان بین سہامہ ومسئلتہ موافقۃ ضربت وفق التصحیح فی کل التصحیح الاول اور اگر میت ثانی کا حصہ مستقیم نہو اسکے وارثون پر سو اگر میت ثانی کے سہام مین اور اسکے مسئلے مین موافقت ہو تو تصحیح کے وفق کو تصحیح اول کے سہام مین تو ضرب کرینگے ہم مثال اسکی وہ میت ہے صورت مذکورہ مین جو کہ دو ابن اور ایک بنت اور ایک جدہ چھوڑ کر مرگئی تو یہ مسئلہ چھ سے ہے جدہ کا ایک سدس ہے

دیئے ایک سہم اور باقی پانچ رہے سو پانچ رؤس کے ہین یعنے چار سہم دو بیٹون کے اور ایک سہم بیٹی کا تو نظر کی اسکے مافی الید مین جو نو ہین اور آسکے مسئلے مین جو چھ ہین تو ان مین
موافقت بالثلث پائی اور مسئلہ ثانیہ کا ثلث دو ہی تو اسکو ضرب کیا جمیع تصحیح اول مین جو سولہ ہین تو حاصل ہوئے ۳۲ جسکے سہام سولہ سے تھے یعنے میت اول کے ورثہ
[illegible] دو مین ضرب کرکے اسواسطے کہ دو وفق ہے میت اول کے مسئلے کا اور جسکے سہام چھ سے ہین یعنے میت ثانی کے ورثہ کے تو وہ لیگا تین مین ضرب کرکے اسواسطے کہ
تین میت ثانی کے مافی الید کا وفق ہے سو میت اول کی ماں کے تین سہم تھے سولہ سے جب انکو دو مین ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو یہ ماں کا حصہ ہوا اور زوج کے چار تھے
سولہ سے انکو دو مین ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ زوج کا حصہ ہوا اور یہ آٹھ کی تقسیم زوج کے وارثون پر بھی مستقیم ہے آسمین سے زوجہ کے دو سہم اور اسکے باپ کے چار سہم اور
اسکی ماں کے دو سہم اور میت ثانی کے مسئلہ سے جدہ کا ایک سہم تھا اسکو تین مین ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور میت ثانی کی اولاد کے پانچ سہم تھے انکو تین مین ضرب کیا ۱۵ حاصل
ہوئے اُمین سے ہر پسر کا حصہ چھ ہوا اور بیٹی کا تین تو ۳۲ کی تقسیم صحیح ہو گئی کذا فی الطحطاوی والشرنبلالی ملتقطا **و الا یکن بینہما موافقۃ بل مباینۃ ضربت کل الثانی**
فی کل الاول لتحصیل مخرج المسئلتین اور اگر میت ثانی کے سہام مین اور اسکے مسئلے مین موافقت نہو بلکہ مباینت ہو تو ضرب کریگا تو جمیع تصحیح ثانی کو تمام تصحیح
اول مین حاصل ہوگا دونون مسئلون کا مخرج یعنے علی تقدیر الموافقۃ وفق تصحیح ثانی کی ضرب سے اور علی تقدیر المباینۃ کل تصحیح ثانی کی ضرب سے تصحیح ثانی کو تمام
موافقت اور مباینت کے دونون مسئلون کا مخرج حاصل ہوگا مباینت کی مثال صورت مذکورہ مین وہ جدہ ہے جو زوج اور دو بھائیون کو چھوڑ کر مر گئی اور اسکے
ہاتھ مین نو سہم ہین چھ سہم اُسنے اپنی بیٹی سے جو کہ میت اول ہے پائے اور تین سہم اپنی ماں سے جو میت ثالث ہے پائے چنانچہ عنقریب مذکور ہو چکا اور مسئلہ جدہ
کی تصحیح چار سے ہے اسواسطے کہ زوج کا حصہ نصف ہے تو اصل مسئلہ ہوا دو سے اسکا نصف زوج کو دیا یعنے ایک دو سے تو باقی رہا ایک سو وہ دو بھائیون پر قسمت نہین
ہو سکتا مباینت کی وجہ سے تو بھائیون کے رؤس کو اصل مسئلے مین یعنے دو مین ضرب کیا حاصل ہوئے چار اسمین سے زوج کے دو سہم اور ہر بھائی کا ایک سہم اور جدہ
کے ہاتھ مین نو سہم ہین اور نو مین اور چار مین مباینت ہے تو تصحیح ثانی یعنے چار کو تصحیح اول یعنے ۳۲ مین ضرب کیا حاصل ہوئے ۱۲۸ تو جسکا حصہ ۳۲ مین تھا وہ حصہ چار مین
یعنے مسئلہ جدہ مین ضرب کیا جائیگا اور جسکا حصہ چار مین ہے وہ جدہ کی مافی الید یعنے نو مین ضرب کیا جائیگا سو میت ثانی جو زوج ہے میت اول کا اُسکی دوسری زوجہ کا
حصہ دو تھا دو سہم سے اسکو چار مین ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے اب اسکا یہ حصہ ہوا اور میت ثانی کی ماں کا بھی حصہ دو تھا اسکو بھی چار مین ضرب کیا آٹھ ہوئے یہ اسکی
ماں کا حصہ ٹھہرا اور میت ثانی کے والد کے سہام چار مین ضرب کیا چوبیس حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر ایک فرزند کا اور میت ثالث یعنے میت اول کی بنت کے دونون
فرزندون کا حصہ چھ تھا ۳۲ سے چار مین ضرب کیا چوبیس حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر ایک فرزند کا اور میت ثالث کی بنت کا حصہ تین تھا اسکو چار مین ضرب
کیا بارہ حاصل ہوئے یہ اسکا حصہ ہوا اور میت رابع یعنے جدہ مذکورہ کے زوج کا حصہ دو سہم تھے چار سے جب انکو ضرب کیا جدہ کے مافی الید یعنے نو سے تو اٹھارہ
حاصل ہوئے یہ اسکا حصہ ہوا اور جدہ کے ہر بھائی کا ایک سہم تھا اسکو بھی نو مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو ہر بھائی کا حصہ تو نو سہم کا ہوا کذا فی الشرنبلالی والطحطاوی
ملتقطا **فتضرب سہام ورثۃ المیت الاول فی المضروب ای فی التصحیح الثانی او فی وفقہ** سو حصول مخرج کے بعد ورثہ میت اول کے سہام
ضرب کرے تو مضروب مین یعنے تصحیح ثانی مین مباینت کی تقدیر پر یا تصحیح ثانی کے وفق مین موافقت کی تقدیر پر ہم تو ہر وارث کے سہام کے ضرب کرنے
سے اس مضروب مین ہر ایک کا حصہ حاصل ہوگا مبلغ مذکور سے چنانچہ ہر ایک کا حصہ جدا جدا بالطریق ضرب مذکور کے مفصل مذکور ہو گیا امثلہ سابقہ مین **و**
سہام ورثۃ المیت الثانی فی کل ما فی یدہ او فی وفقہ من التصحیح الاول اور میت ثانی کے وارثون کے سہام کو ضرب کرے میت ثانی کے تمام
مافی الید مین علی تقدیر المباینۃ یا تصحیح اول کے وفق مین ضرب کرے علی تقدیر الموافقۃ ہم تو ہر وارث کا حصہ ضرب مذکور سے حاصل ہوگا کما فصلت سابقا و ان
ہم من یرث من المیتین ضربت نصیبہ من الاول فی الثانی او وفقہ و نصیبہ من الثانی فیما فی ید المیت الثانی او وفقہ اور اگر وارثون مین وہ وارث
موجود ہو جو دونون میت سے میراث پاتا ہے تو اسکے حصے کو اول سے ضرب کرے تو ثانی مین اگر مباینت ہو یا اسکے وفق مین اگر موافقت ہوا اور ضرب

کرے تو اُسکے حصے کو ثانی ہے میت ثانی کی مافی الید مین اگر مباینت ہو یا اسکے وفق مین اگر موافقت ہو پس پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص گیا ایک بیٹا چھوڑ کے ایک عورت سے اور تین بیٹیان چھوڑ کے دوسری عورت سے پھر ایک بیٹی مرگئی دو سگی بہنین اور ایک سوتیلا بھائی چھوڑ کر تو پہلا مسئلہ پانچ سے ہے اور دوسرا تین سے اور میت ثانی کے ہاتھ مین ایک ہے اور ایک مین اور تین مین مباینت ہے تو تین کو پانچ مین ضرب کیا پندرہ حاصل ہوئے تو ہر وارث کا اول سے ایک سہم ہے اسکو مسئلہ ثانیہ مین ضرب کیا یعنے تین مین تو تین ہی حاصل ہوئے اور دو سگی بہنون کے دو سہم تھے انکو ایک مین ضرب کیا دو ہی حاصل ہوئے اور بھائی کا ایک سہم تھا اسکو ایک مین ضرب کیا ایک ہی حاصل ہوا اور دوسری صورت کی یہ مثال ہے کہ ایک شخص مرگیا زوجہ اور بیٹی اور باپ کو چھوڑ کر پھر بیٹی مرگئی اپنی مان اور دادا کو چھوڑ کر اور اسکی مان اور دادا میت اول کے بھی وارث ہین تو میت اول کی تصحیح ۲۴ سے ہے اسواسطے کہ ثمن ملا ہے سدس سے تو باپ سدس کا وارث ہوگا فرض کی راہ سے اور باقی کا وارث ہوگا عصبہ ہونیکی وجہ سے تو بیٹی کے بارہ سہم اور زوجہ کے تین سہم اور باپ کے نو سہم پھر جبکہ بیٹی مرگئی اپنی مان اور دادا کو چھوڑ کر تو اسکا مسئلہ ہوگا تین سے اور اسکے ہاتھ مین بارہ ہین اور بارہ اور تین مین موافقت بالثلث ہے تو ایک کو جو تصحیح کا وفق ہے ۲۴ مین ضرب کر تو ۲۴ ہی حاصل ہونگے تو جسکا حصہ مسئلہ اولی مین ہے وہ اپنا حصہ لیگا ایک مین ضرب کرکے جو تصحیح کا وفق ہے اور جسکا حصہ مسئلہ ثانیہ مین ہے وہ اپنا حصہ لیگا چار مین ضرب کرکے اسواسطے کہ چار وفق ہے میت ثانی کی مافی الید کا یعنے بارہ کا تو مسئلہ اولی مین زوجہ کے تین تھے انکو ایک مین ضرب کیا تین ہی حاصل ہوئے اور باپ کے نو تھے انکو بھی ایک مین ضرب کیا تو نو ہی حاصل ہوئے اور مسئلہ ثانیہ مین مان کا ایک سہم تھا یعنے تین سہم کے انکو چار مین ضرب کیا چار حاصل ہوئے اور دادا کے دو سہم تھے تین سے انکو چار مین ضرب کیا آٹھ حاصل ہوئے تو یہ اسکا حصہ ٹھہرا کذا فی الطحطاوی **ولو مات ثالث قبل القسمۃ جعل المبلغ الثانی مقام الاولی وجعل الثالثۃ مقام الثانیۃ فی العمل وہکذا لکلمات واحد لقیمہ مقام الثانیۃ والمبلغ الذی قبلہ مقام الاولی الی مالا نہایۃ** اور اگر وارثون مین سے تیسرا میت مرگیا قسمت سے پہلے تو مبلغ ثانی مسئلہ اولی کے مقام پر ٹھہرایا جائے اور مسئلہ ثالثہ مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قرار دیا جائے عمل کرنے مین اور اسیطرح جبکہ وارث مرے تو اسکو مسئلہ ثانیہ کے مقام پر قائم کرا اور جو مبلغ کہ اسکے پہلے حاصل ہوچکا ہے اسکو مسئلہ اولی کے مقام پر قائم کرنا جا مراتب غیر متناہی تک ہم یعنے ثالث کی موت قبل القسمہ سے جو مبلغ کہ تصحیح مسئلہ اولی اور ثانیہ سے حاصل ہوا ہے وہ بجائے تصحیح مسئلہ اولی کے ہوگا اور مسئلہ ثالثہ جو میت ثالث سے متعلق ہے وہ بجائے تصحیح مسئلہ ثانیہ کے ہوگا عمل مین گویا کہ میت اول اور ثانی ایک ہی میت ہوگئی تو میت ثالث میت ثانی ٹھہر گیا پھر اسیطرح میت رابع اور خامس مین الی غیر النہایۃ عمل کرنا چاہیے اسواسطے کہ جب میت اول اور ثانی اور ثالث کی ایک ہی تصحیح ہوگئی تینون مردے ایک ہوگئے تو میت رابع میت ثالث ٹھہر گیا اور اسیطرح جب اموات اربعہ کی تصحیح ایک ہوگئی چارون مردے میت رابع ٹھہر گئے تو میت خامس میت ثانی ٹھہرا وعلی ہذا القیاس الی مالا نہایۃ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ تعدد مناسخات کا میراث کے مرتبہ واحدہ مین ہو یا مراتب متعددہ مین ہو عمل مین کچھ فرق نہین پس صورت عمل مناسخہ کا یہی طریق ہے جو مذکور ہوچکا کذا فی الفرائض الشریفی مختصرا وہذا اعلم العمل فلا تغفل اور یہ جو مذکور ہوا علم ہے عمل کرنیکا سو اسمین غفلت نہ کیجیو ہم شارح نے اس کلام سے اشارہ کیا کہ مناسخہ کرنا آسان نہین ہے اسمین ہوشیاری اور بیداری لازم ہے اسواسطے کہ یہ دقیق ہے اور تامل اور فکر کی اسمین بہت حاجت ہے کذا فی الطحطاوی

باب المخارج

یہ باب ہے مخارج مین ہم مخارج جمع ہے مخرج کی یعنے جائے خروج فروض سے اب ان قاعدون کا بیان شروع ہوا جنکی قسمت فروض مین حاجت ہے اور چونکہ سب فروض کسور ہین تو اسکے مخارج بھی کسور کے مخارج ہین اور مخرج ہر کسر منفرد کا وہ اقل عدد ہے جس عدد سے یہ کسر واحد صحیح ہو چنانچہ ربع اربعہ کا اور ثلث ثلثہ کا ایک صحیح ہے مخارج کو تصحیح حصص پر مقدم کیا اسواسطے کہ تصحیح مخارج پر موقوف ہے مصنف نے اس باب مین اول مخارج کو ذکر کیا پھر تصحیح کو تماثل اور تداخل اور تباین بین العددین کو پھر معرفت حصہ ہر فریق کو پھر تقسیم ترکہ کو بین الورثہ والغرماء **والفروض المذکورۃ فی القرآن نوعان الاول النصف ومخرج کل کسر سمیہ کالربع من اربعۃ الا النصف فانہ من اثنین** فرض حصے جو قرآن مجید مین مذکور ہین دو قسم ہین قسم اول نصف ہے اور مخرج ہر کسر کا اس کسر کا ہمنام ہے چنانچہ ربع نکلتا ہے اربعہ سے سوائے نصف کے کہ اسکا مخرج اسکا ہمنام نہین کیونکہ نصف نکلتا ہے اثنین سے یعنے دو سے ہم ہمنام سے مراد یہ ہے کہ مخرج اور کسر حروف مین شریک

ہین اور اسی طرح ہندی زبان مین کسر اور مخرج ہمنام ہین چنانچہ تہائی تین سے اور چوتھائی چار سے سوائے آدھے کے کہ وہ ہمنام سے نہین ہی کیونکہ اسکا مخرج دو ہی اور معلوم
کرنا چاہیے کہ جب مخرج ایک ہوگا تو فرض اکثر ہوگا اور جب مخرج اکثر ہوگا فرض کمتر ہوگا اسواسطے کہ نصف اکثر ہی ربع سے اور مخرج اسکا اقل ہی ربع کے مخرج سے **والربع**
من اربعۃ والثمن من ثمانیۃ والثانی الثلث والثلثان کلاھما من ثلثۃ والسدس من ستۃ اور منجملہ قسم اول ربع ہی چار سے اور ثمن ثمانیہ سے اور
دوسری قسم فروض کی ثلث اور ثلثین ہین وہ دونون نکلے ہین ثلثہ سے اور سدس ستہ سے ہم سدس کا ہمنام ستہ کا ہوتا اصل کے اعتبار سے ہی اسواسطے کہ ستہ کی اصل
سدس ہی دوسرا سین سنہ کے ساتھ بدل گیا اور اسیطرح دال ستے ہو گئی اور پہلے ستے دوسری تے ہین یعنی ہو گئی تو ستہ ہو گیا **علی التضعیف والتنصیف فتقول مثلا الثمن وضعفہ**
وضعف ضعفہ او تقول النصف ونصفہ ونصف نصفہ فروض مذکورہ کا دو نوع ہونا باعتبار تضعیف اور تنصیف کے ہی تو مثلا تو یون کہے کہ ثمن اور اسکا دونا اور اسکے دونے کا
دونا یا تو یون کہے کہ نصف اور اسکا آدھا اور آدھے کا آدھا ہم اس کلام سے مراد یہ ہی کہ ثمن کو جب دونا کیجیے تو ربع حاصل ہوتا ہی اور ربع کو جو دونا کیجیے تو نصف
حاصل ہوتا ہی اسیطرح سدس کو اگر دونا کیجیے تو ثلث ہوتا ہی اور ثلث کو جو دونا کیجیے تو ثلثین ہوتا ہی اور اگر نصف کو نصف کیجیے تو ربع ہوتا ہی اور ربع کو نصف کیجیے تو ثمن ہوتا ہی
اور یہی حال ثلثین اور ثلث کی تنصیف مین ہی اور اہل فرائض نے جو فروض ستہ کو دو قسم کیا ہی اسکا سبب یہ ہی کہ انھون نے ان فروض مین سے اس فرض کو تلاش کیا جو
مقدار مین کمتر ہو تو ثمن کو پایا جسکا مخرج ثمانیہ ہی اور ربع اور نصف کو دیکھا کہ ثمانیہ سے دونون بلا کسر نکلتے ہین تو انھون نے ان تینون فروض کو ایک قسم ٹھہرایا پھر ثمن کے
بعد اقل فرض کو تلاش کیا تو سدس کو پایا جسکا مخرج ستہ ہی اور ثلث اور ثلثین کو دیکھا کہ اسمین سے بلا کسر نکلتے ہین تو ان تینون کو دوسری قسم قرار دیا کذا فی الشریفیۃ **قلت**
واخصر الکل ان تقول الربع والثلث ونصف کل وضعفہ مین کہتا ہون اور جمیع فروض مین سب عبارتون سے مختصر تر یہ عبارت ہی کہ تو یون کہے کہ ربع اور ثلث اور
ہر ایک کا نصف اور ہر ایک کا دو چند ہم تو اس عبارت مین فروض ستہ جمع ہو گئے نہایت اختصار کے ساتھ اسواسطے کہ ربع کا نصف ثمن ہی اور ربع کا دو چند نصف
ہی اور ثلث کا نصف سدس ہی اور ثلث کا دو چند ثلثین ہی **فاذا جاء فی المسئلۃ من ہذہ الفروض احاد فمخرج کل فرد منفرد سمیہ الا النصف کما مر** پھر جبکہ مسئلہ فرائض مین
ان چھ فرضون سے ایک ایک فرض آئے تو ہر فرد فرض کا مخرج اسکا ہمنام مفرد ہی سوائے نصف کے چنانچہ اسکا بیان گذر گیا یعنے اگر کسی مسئلے مین فقط ربع ہو یا
فقط ثمن یا ثلث فقط ہو یا سدس تو اسکا مخرج فقط اربعہ ہی یا فقط ثمانیہ یا فقط ثلثہ ہی یا فقط ستہ **واذا جاء مثنی او ثلث وھما من نوع واحد فکل عدد یکون مخرجا**
لجزء فذلک العدد ایضا یکون مخرجا لضعفہ واضعافہ کالستۃ ہے **مخرج للسدس ولضعفہ ولضعف ضعفہ** اور جبکہ کسی مسئلے مین فروض مذکورہ سے دو دو
یا تین تین فرض آوین اور حالانکہ وہ ایک ہی قسم سے ہین تو جو عدد کہ جزء کا مخرج ہی سو وہی عدد اسکے دو چند اور سہ چند فرض کا مخرج ہی چنانچہ ستہ یعنے چھ
سدس کا اور اسکے دو چند یعنے ثلث کا اور سدس کے دو چند کے دو چند کا یعنے ثلثین کا مخرج ہی ہم یعنے اقل فرض کا مخرج وہی اکثر فرض کا مخرج ہی بشرطیکہ فروض
مجتمع ایک نوع سے ہون چنانچہ ستہ سدس کا مخرج ہی سو وہی ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج ہی اور ثمن کا مخرج ثمانیہ ہی سو وہی ثمانیہ ربع اور نصف کا مخرج ہی اور سبب اسکا
یہ ہی کہ اکثر کا مخرج اقل مین موجود ہی بلا کسر تو اقل کے مخرج مین استغنا ہی اکثر کے مخرج سے مثلا ثلث اور ثلثین کا مخرج ثلثہ ہی سو یہ سدس کی مخرج مین یعنے ستہ مین موجود
ہی اور اسی طرح ربع اور نصف کا مخرج ثمن کے مخرج مین داخل ہی **فاذا اختلط النصف من النوع الاول بکل النوع الثانی ای الثلثۃ الآخر او ببعضہ**
فاذا کان فی المسئلۃ نصف وثلثان وثلث وسدس کزوج وشقیقتین واختین لام وام فمن ستۃ لترکبہا من ضرب اثنتین فی ثلثۃ پھر جب فروض کی نوع
اول کا نصف مختلط ہو نوع ثانی کے بالکل فروض سے یعنے تینون فرضون سے یا بعض سے مختلط ہو تو جسوقت کہ مسئلے مین نصف اور ثلثین اور ثلث
اور سدس ہو چنانچہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور مان وارث ہو تو اسکا مخرج ستہ ہی اسواسطے کہ چھ کا مرکب ہونا دو کے ضرب کرنے سے تین مین
حاصل ہوا ہی ہم یہ مثال ہی اختلاط نصف کی کل نوع ثانی سے اور شارح نے نوع ثانی کے بعض کی اختلاط کی مثال نہین مذکور کی سو فرائض شریفی مین اسکا یون
بیان ہی کہ اختلاط نصف کا فقط ثلث سے اسطرح ہی کہ عورت نے زوج اور دو اخیافی بہنون کو وارث چھوڑا اور اختلاط نصف کا فقط ثلثین سے اسطرح کہ زوج

اور دو سگی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط فقط سدس سے اسطرح کہ بیٹی اور مان وارث ہو اور اختلاط نصف کا ثلث اور ثلثین سے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور نصف کا اختلاط ثلثین اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو سگی بہنین اور دادا ماں وارث ہون اور اختلاط نصف کا ثلث اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوج اور دو اخیافی بہنین اور ماں وارث ہون **او اختلط الربع من النوع الاول بکل الثانی او ببعضہ فاذا کان فی المسئلۃ ربع و من ذکر فمن اثنی عشر لترکبھا من ضرب الاربعۃ فی ثلثۃ الموافقۃ الستۃ بالنصف** یا مختلط اور مجتمع ہو قسم اول سے ربع تمام قسم ثانی کے ساتھ یا بعض کے ساتھ تو جبکہ مسئلے مین زوجہ ہو اور اشخاص مذکورین ہون تو مخرج اسکا بارہ سے ہی بسبب مرکب ہونے بارہ کے چار کے ضرب کرنے سے تین مین اسواسطے کہ چھ کو چار کے ساتھ توافق بالنصف ہی ہم اشخاص مذکورین سے مراد وہ لوگ ہین جو شارح نے اختلاط النصف کے ساتھ بیان کیے یعنے دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین اور مان یہ مثال ہی اختلاط ربع کی تمام نوع ثانی سے اور اختلاط بعض کی مثالین ہم ذکر کرتے ہین اختلاط ربع فقط ثلثین کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو بیٹیاں وارث ہون اور اختلاط ربع فقط ثلث کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور ماں وارث ہو اور اختلاط ربع کا سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور اولاد مادری سے ایک شخص وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور ماں وارث ہو اور اختلاط ربع کا ثلثین اور ثلث کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور دو سگی بہنین اور دو اخیافی بہنین وارث ہون اور اختلاط ربع کا ثلث اور سدس کے ساتھ اسطرح کہ زوجہ اور ماں اور دو اخیافی بہنین وارث ہون تو ان مختلطات ثنائیہ اور ثلاثیہ اور رباعیہ کا مسئلہ بارہ کہ اسواسطے کہ چھ تمام نوع ثانی کا مخرج ہی پھر یہ ربع کا مخرج لیا وہ چار ہی اور چار اور چھ مین موافقت بالنصف ہی تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنے دو کو چھ مین یا تین کو چار مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے کذا فی الشریفی **او اختلط الثمن من النوع الاول ببعض الثانی** واما بکلہ فغیر متصور الا علی رأی ابن مسعود فی الوصایا **فلیخذا فمن اربعۃ وعشرین** یا نوع اول مین ثمن مختلط ہو نوع ثانی کے بعض فروض کے ساتھ تو اسکا مخرج ۲۴ سے ہی اور اختلاط ثمن کا جمیع نوع ثانی کے ساتھ ہونا متصور نہین مگر عبد اللہ بن مسعود کے مذہب پر یا وصایا مین البتہ ہو سکتا ہی تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ہم ابن مسعود کے نزدیک محروم حاجب ہوتا ہی بحجب نقصان چنانچہ میت نے کافر بیٹا اور اپنی زوجہ اور دو سگی بہنون اور دو اخیافی بہنون کو چھوڑا تو ابن محروم زوجہ کا حاجب ہو گیا ربع سے ثمن کی طرف اور ہمارے مذہب مین یہ متصور نہین اسواسطے کہ جب زوجہ کا ثمن ہوا تو واجب ہوا کہ صاحب ثلثین دو بیٹیان ہون اور صاحب سدس مان ہو گی یا جدہ تو اسوقت مین صاحب ثلث نہین ہو سکتا اسواسطے کہ صاحب ثلث یا ماں ہی یا اسکی اولاد اور ماں یہان محجوب ہو چکی ثلث سے سدس کی طرف اور اسکی اولاد تو بیٹی سے محجوب ہین تو ثمن کا اختلاط فقط ثلثین اور سدس کے ساتھ ہو گا نہ ثلث کے ساتھ اور اختلاط ثمن کا تمام نوع ثانی سے وصایا مین اسطرح ہی کہ وصیت کی ثمن کی اور ثلثین کی اور ثلث کی اور سدس کی اور وارثون نے اسکو جائز رکھا اور وارث معدوم ہین تو جاری یہ ہو گی وصیت یعنے ۲۴ کو ۳۱ کی طرف تحویل کر کے قسمت کرینگے کذا فی الطحطاوی مختصراً **کزوجۃ وبنتین وام لترکبھا من ضرب الثمانیۃ فی ثلثۃ لما قدمنا من موافقۃ الستۃ بالنصف** مثال اختلاط ثمن کی بعض ثانی سے چنانچہ زوجہ اور دو بیٹیاں اور ماں بسبب مرکب ہونے ۲۴ کے آٹھ کی ضرب کرنے سے تین مین اسوجہ سے جو ہم ذکر کر چکے کہ چھ مین توافق بالنصف ہی ہم بیان اسکا یہ ہی کہ اقل جز ثانی کا مخرج چھ ہی اور اسمین ثلث اور ثلثین کا بھی مخرج داخل ہی تو اسی پر اکتفا واجب ہوئی اور چھ مین اور آٹھ مین جو ثمن کا مخرج ہی موافقت بالنصف ہی تو ایک کے نصف کو دوسرے کے کل مین ضرب کیا یعنے تین کو آٹھ مین یا آٹھ کو تین مین ضرب کیا تو ۲۴ حاصل ہوئے **ولا یجتمع اکثر من اربعۃ فروض فی مسئلۃ واحدۃ** اور ایک مسئلے مین چار فرضون سے زیادہ جمع نہین ہوتے ہم اس کلیہ پر یہ اعتراض ہی کہ کبھی پانچ فرض بھی ایک مسئلے مین جمع ہو جاتے ہین چنانچہ زوج اور ماں اور سگی بہن اور سوتیلی بہن اور اخیافی بہن اور کبھی چھ فرض بھی جمع ہو سکتے ہین چنانچہ اشخاص مذکورین کے ساتھ زوجہ بھی ہو اسطرح کہ خنثے مشکل پر ایک مرد نے دعوے کیا کہ یہ میری زوجہ ہی اور ایک عورت نے اسپر دعوی کیا کہ وہ میرا زوج ہی اور ہر ایک مدعی نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو ہر مدعی پر خنثے کا فرض ثابت ہو گا سو اعتراض اول کا جواب یہ ہی کہ بہن سدس مکرر ہو گیا اور کلام

دونون غیر مکررہ مین اور اعتراض ثانی کا یہ جواب ہی کہ وہ نادر امر ہی اور نادر پر حکم نہین ہوتا کذا فی الطحطاوی ولا یجمع من اصحابہا اکثر من خمسۃ طوائف اور اصحاب فرائض مین سے پانچ گروہون سے زیادہ اجتماع نہین ہوتا ولا ینکسر علے اکثر من اربع فرق اور سہام مین چار فرقون سے زیادہ کسر واقع نہین ہوتی ہم یہانتک مخارج کسور کا بیان ہو چکا اب آگے تصحیح مسائل کے قاعدے مذکور ہوتے ہین فرائض شریفی مین ہو کہ تصحیح مسائل فرائض اس سے عبارت ہی کہ کمتر عدد ممکن سے اسطرح پر سہام لیجاوین کہ کسی وارث پر کسر واقع نہو یعنے سب وارثون کے سہام پورے ہون کسی کا سہام تہائی چوتہائی نہو اور تصحیح مسائل کے واسطے سات قاعدون کی طرف حاجت ہی ان مین سے تین قاعدے تو ما بین سہام مخارج اور رؤس ورثہ کے ہین اور چار قاعدے ما بین رؤس اور رؤس کے ہین سو تین کا پہلا قاعدہ جسکے باستقامت ہی وہ یہ ہی کہ سہام ہر فریق کے وارثون مین سے ان پر منقسم ہو جاوین بدون کسر پڑنے کے تو یہان ضرب کی کچھ حاجت نہین چنانچہ والدین اور دو بیٹیان وارث ہون اسواسطے کہ یہان مسئلہ چھ سے ہی والدین مین سے ہر ایک کا حصہ سدس یعنے ایک ایک اور دو بیٹیون کے دو ثلث ہین یعنے چار ہر بیٹی کے دو سہم تو سہام مستقیم ہو گئے رؤس ورثہ پر بلا انکسار دوسرا قاعدہ موافقت کا وہ یہ ہی کہ ایک گروہ کا حصہ ٹوٹتا ہو ولیکن انکے سہام اور رؤس مین موافقت ہو تو یہان عدد رؤس کے وفق کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے اگر عول نہوا ہو اور اگر عول ہو گا تو اصل اور عول مین ضرب کرینگے چنانچہ والدین اور دس بیٹیان یا زوج اور والدین اور چھ بیٹیان اور تیسرا قاعدہ مباینت کا وہ یہ ہی کہ ایک ہی گروہ کے سہام مین کسر پڑتی ہو ولیکن انکے سہام اور رؤس مین موافقت نہین بلکہ مباینت ہی تو یہان تمام عدد رؤس کو اصل مسئلے مین ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور جدہ اور تین اخیافی بہنین اور اگر عول ہوا ہی تو اصل مسئلے اور عول مین ضرب کرینگے چنانچہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنین اور باقی چار قاعدے جو ما بین رؤس کے ہین سو ایک تماثل ہی اور دوسرا تداخل اور تیسرا توافق اور چوتھا تباین سو مصنف ان اصول سبعہ مین سے چھ قاعدون کو ذکر کریگا اور استقامت کو اسنے حذف کیا ہی اسواسطے کہ وہ ظاہر ہی وقت طلب نہین اور پچھلے چارون قاعدے نہین ہوتے مگر وہان جس مسائل مین دو گروہ ورثہ پر یا زیادہ پر کسر واقع ہو کذا فی الطحطاوی والشریفی مختلطاً واذا انکسر سہام کل فریق علیہم ضربت عدد ہم فی اصل المسئلۃ وعولہا ان کانت عائلۃ کامرأۃ واخوین للمرأۃ الربع یبقے لہا ثلثۃ لا تستقیم ولا توافق فاضرب اثنین فی اربعۃ تصح من ثمانیۃ اور جبکہ سہام ہر فریق کے وارثون پر ٹوٹ جاوین تو انکے عدد رؤس کو اصل مسئلے مین ضرب کر اور اگر مسئلہ عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اسکے عول مین ضرب کر چنانچہ ایک عورت یعنے زوجہ اور دو بھائی وارث ہون تو عورت کا حصہ ربع ہی باقی رہے تین وہ دو بھائیون پر مستقیم نہین اور یہان دو اور تین مین توافق کی بھی نسبت نہین تو دو کو یعنے عدد رؤس کو چار مین یعنے اصل مسئلے مین ضرب کر تو مسئلہ آٹھ سے صحیح ہو گا ہم یہ مثال ہی مسئلہ غیر عائلہ کی اور مسئلہ عائلہ کی یون مثال ہی کہ زوج اور پانچ سگی یا سوتیلی بہنین وارث ہین اصل مسئلہ چھ ہی اسکا نصف یعنے تین زوج کا حصہ ہی اور اسکی ثلثین یعنے چار بہنون کا حصہ ہی تو مسئلے نے عول کیا سات کی طرف اور یہان فقط بہنون کے سہام انپر مستقیم نہین اور انکے سہام اور رؤس یعنے چار اور پانچ مین مباینت ہی تو ہمنے عدد رؤس یعنے پانچ کو اصل مسئلے اور اسکے عول یعنے سات مین ضرب کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے سو اسی حال سے مسئلہ صحیح ہو گیا اسطرح کہ زوج کے تین سہم تھے انکو مضروب یعنے پانچ مین ضرب کیا پندرہ ہوئے اور پانچ بہنون کے چار سہم تھے انکو بھی پانچ مین ضرب کیا تو ۲۰ ہوئے تو ہر بہن کے چار سہم ہوئے یہ تیسرا قاعدہ ہی منجملہ تین قاعدون کے وان وافق سہامہم عدد ہم ضربت وفق عدد ہم فی اصل المسئلۃ وعولہا کامرأۃ وست اخوۃ فلہم ثلثۃ توافقہم بالثلث فاضرب اثنین فی اربعۃ تصح من ثمانیۃ ایضاً اور اگر وارثون کے سہام مین اور انکے عدد رؤس مین توافق ہو تو انکے عدد کے وفق کو اصل مسئلے مین تو ضرب کرے اگر عائلہ نہو اور اگر عائلہ ہو تو اصل مسئلے اور اسکے عول مین ضرب کرے چنانچہ زوجہ اور چھ بھائی وارث ہون تو بھائیون کے تین سہم ہین تو تین مین اور بھائیون کے عدد رؤس یعنے چھ مین توافق ہی تو دو کو چار مین ضرب کر تو یہ مسئلہ بھی آٹھ سے صحیح ہو گا ہم یہ مثال مسئلہ غیر عائلہ کی مذکور ہوئی اور مسئلہ عائلہ کی یہ مثال ہی کہ زوج اور والدین اور چھ بیٹیان وارث ہین تو اصل مسئلہ بارہ سے ہی بسبب اجتماع ربع اور سدس اور ثلثین کے تو زوج کا حصہ ربع ہی یعنے تین سہم اور والدین کے دو سدس یعنے چار سہم اور چھ بیٹیون کے دو ثلث یعنے آٹھ سہم تو مسئلے نے عول کیا بارہ سے پندرہ کیطرف

اور بیٹیون کے سہام یعنے آٹھ فقط اُنکے عدد رؤس پر یعنے چھ پر منکسر ہین لیکن عدد سہام اور عدد رؤس مین توافق بالنصف ہی تو یعنے اُنکے رؤس کو نصف
کی طرف پھیرا یعنے تین کی طرف پھر تین کو اصل مسئلے اور اُسکے عول یعنے تیرہ مین ضرب کیا تو ۳۹ حاصل ہوئے تو اب مسئلہ مستقیم ہو گیا اسواسطے کہ زوج کا
حصہ اصل مسئلے مین سے تین سہم کا تھا اُسکو مضروب یعنے تین مین ضرب کیا تو نو حاصل ہوئے تو نو سہم زوج کے ٹھہرے اور والدین کا حصہ اُسمین سے چار سہم کا تھا اُسکو
اسی مضروب مین یعنے تین مین ضرب کیا بارہ حاصل ہوئے تو ہر ایک کے چھ سہم ہوئے اور بیٹیون کا حصہ آٹھ سہم کا تھا اُسکو بھی تین مین ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے تو ہر ایک کی
حصہ چار سہم کا ہوا اور اصول ثلثہ سہام اور رؤس کا حاصل مقام یہ ہی کہ اگر سہام ماخوذہ از مخرج وارثون پر مستقیم ہو گئے تو یہ پہلا قاعدہ ہی اور اگر مستقیم نہ ہوئے تو یا ایک
گروہ پر منکسر ہوئے یا اکثر پر دوسری شق تو اصول اربعہ مین مذکور ہی اور اول شق یعنے ایک ہی گروہ پر انکسار ہو وہ دو حال سے خالی نہین کہ اس گروہ کے سہام
مین اور اُنکے عدد رؤس مین موافقت ہی یا نہین اگر موافقت ہی تو وہ دوسرا قاعدہ ہی اور اگر موافقت نہین بلکہ مباینت ہی تو وہ تیسرا قاعدہ ہی کذا فی الشرنبلی فاذا انکسر
سہام فریقین او اکثر وعدد رؤسہم متماثلۃ ضربت احد الاعداد فی اصل المسئلۃ وعولہا اور جبکہ دو فریق یا زیادہ کے سہام منکسر ہوتے ہین اور وارثون
کے رؤس متماثل اور برابر ہون تو اعداد متماثلہ سے ایک عدد کو ضرب کر اصل مسئلے مین اور اُسکے عول مین یعنے اگر عول ہو تو اصل مسئلے مین ضرب کر اور اگر مسئلہ
عائلہ ہو تو اصل مسئلے مین اُسکے عول کے ساتھ ضرب کر یہان سے اول چار قاعدون کا ذکر شروع ہوا جو مابین رؤس کے ہین طحطاوی نے کہا کہ سراجیہ اور اُسکے
شروح مین عول مذکور نہین مگر ایک فریق کے انکسار پر تو اس سے زیادہ انکسار کی یہ مثال ہی کہ زوجہ اور تین سگی بہنین اور تین اخیافی بہنین وارث ہون کثلاث بنات
وثلثۃ اعمام فتکتفی باحد المتماثلین فاضرب ثلثۃ فی اصل المسئلۃ تکن تسعۃ منہا تصح چنانچہ اگر تین بیٹیان اور تین چچا وارث ہون تو احد المتماثلین پر اکتفا کر سو تین کو
اصل مسئلے مین ضرب کر نو حاصل ہونگے انھین سے مسئلہ صحیح ہوگا کیونکہ اصل مسئلہ تین سے ہی بسبب اجتماع ثلثین اور ما بقی کے اور تین کے ثلثین یعنے دو بیٹیون پر
مستقیم نہین اور اُسکا ثلث یعنے ایک اعمام پر مستقیم نہین اور رؤس ورثہ متماثل ہین کیونکہ بنات بھی تین ہین اور اعمام بھی تین ہین تو احد المتماثلین کو اصل مسئلہ
مین یعنے تین کو تین مین ضرب کیا نو حاصل ہوئے اب قسمت صحیح ہو گئی بنات کا حصہ دو تھا اُسکو تین مین ضرب کیا چھ حاصل ہوئے تو تینون بیٹیون کو دو دو پہنچا اور
اعمام کا حصہ ایک تھا اُسکو تین مین ضرب کیا تین حاصل ہوئے ایک ایک ہر چچا کو پہنچا بلا انکسار و ان انکسر علے ثلثۃ فرق او اربع فاطلب التشارک اولا بین

السہام والاعداد ثم بین الاعداد والاعداد ثم افعل کما فعلت فی الفریقین فی المداخلۃ والمماثلۃ والموافقۃ والمباینۃ فما حصل یسمی جزء السہم فاضربہ
فی اصل المسئلۃ اشار الیہ بقولہ وان دخل بعض الاعداد فی بعض کاربع زوجات وثلث جدات واثنی عشر عما ضربت اکثر الاعداد
لتداخلہا فی اصل المسئلۃ وہو اثنا عشر تکن مائۃ واربعۃ واربعین منہا تصح اور اگر سہام منکسر ہون وارثون کے تین یا چار گروہون پر تو مشارکت
یعنے نسبت کو طلب کر پہلے مابین سہام اور اعداد رؤس کے پھر نسبت تلاش کر مابین اعداد اور اعداد کے پھر وہ عمل کر جو تو نے کیا ہی دونون فریق کے
اندر مداخلت اور مماثلت اور موافقت اور مباینت مین سو جو عدد کہ حاصل ہو اُسکا نام جزء سہم ہی اور اُسکو مضروب بھی کہتے ہین کذا فی الطحطاوی
سو اُسکو ضرب کر اصل مسئلے مین مصنف نے اس مذکور کی طرف اشارہ کیا ہی اپنے اس قول مین اور اگر بعض اعداد بعض مین داخل ہو جاوین چنانچہ
چار زوجہ اور تین دادیان اور بارہ چچا تو اکثر اعداد کو بسبب اُسکے تداخل کے اصل مین ضرب کر اور وہ یعنے اصل مسئلہ بارہ ہی تو اس ضرب سے ۱۴۴ حاصل
ہونگے انھین سے مسئلہ صحیح ہوگا کیونکہ اصل مسئلہ بارہ سے ہی تین دادیون کا حصہ سدس ہی یعنے دو سو اُنپر مستقیم نہین اور اُنکے سہام اور رؤس مین مباینت ہی
تو اُنکے تمام رؤس کو یعنے تین کو ہمنے لیا اور چار زوجہ کا حصہ ربع ہی یعنے تین سو اُسمین بھی استقامت نہین اور اُنکے سہام اور رؤس مین بھی مباینت
ہی تو اُنکے بھی تمام عدد رؤس کو لیا اور باقی یعنے سات چچون کا حصہ ہی وہ بارہ پر مستقیم نہین بلکہ دونون مین تباین ہی تو اُنکے بھی اعداد رؤس کو بالکل لیا
پھر رؤس ماخوذہ کے اعداد مین نسبت طلب کی تو تین اور چار کو بارہ مین داخل پایا اور یہی بارہ اعداد رؤس مین اکثر ہی تو اسی بارہ

کو اصل مسئلے مین کہ وہ بھی بارہ ہی ضرب کیا ۱۴۴ حاصل ہوئے اب تقسیم بلا کسر صحیح ہوگئی یہ جو شارح نے کہا کہ تین چار فریق مین دو فریق کے ساتھ عمل کرے سو دو فریق مین توفقط مماثلت مذکور ہی اور توافق اور تباین جو سابق مین مذکور ہو چکے سو انکا موضوع تو فریق واحد کا انکسار ہو نہ فریقین کا کذا فی الطحطاوی وان وافق

بعضہا بعضا کاربع زوجات وخمس عشرۃ جدۃ وثمان عشرۃ بنتا وستۃ اعمام ضربت وفق احدہا ای احد الاعداد فی جمیع الآخر والخارج فی وفق الثالث ان وافق والا فی جمیعہ ثم الرابع کذلک ثم المجتمع وہو جزء السہم وہو فی مسئلتنا مائۃ وثمانون فی اصل المسئلۃ وہو ہنا اربعۃ وعشرون تحصیل اربعۃ الاف وثلثمائۃ وعشرون منہا تصح اور اگر بعض اعداد رؤس کو بعض اعداد سے توافق کی نسبت ہو چنانچہ چار زوجہ اور پندرہ دادیان اور اٹھارہ بیٹیان اور چھ چچا تو احد الاعداد کے وفق کو دوسرے اعداد کے تمام مین تو ضرب کرے اور جو ضرب سے حاصل اور خارج ہوا اسکو تیسرے اعداد کے وفق مین ضرب کرے اگر تیسرے مین توافق ہو اور اگر توافق نہو بلکہ تباین ہو تو اسکے تمام مین ضرب کرے پھر جو تھے مین اسیطرح ضرب کرے یعنی اگر توافق ہو تو اسکے وفق مین والا کل مین ضرب کرے پھر مجتمع کو جو سہم ہی اور وہ ہمارے اس مسئلے مین ۱۸۰ ہی اصل مسئلہ مین جو یہان ۲۴ ہی ضرب کرے تو ۴۳۲۰ ہوئے ان اعداد سے تقسیم بالکسر صحیح ہوگی ہم اصل مسئلہ ۲۴ ہی چار زوجہ کا ثمن ہی یعنی تین وہ اپر منقسم نہین اور عدد سہام اور عدد رؤس مین تباین ہی تو تمام عدد رؤس مین تباین ہی تو تمام عدد رؤس کو ہمنے یاد رکھا اور اٹھارہ بیٹیون کی دو تہائیان ہین یعنی سولہ اور وہ اپر مستقیم نہین اور انکے سہام اور رؤس مین توافق بالنصف ہی تو نصف عدد رؤس کو لیا یعنی نو کو اور پندرہ دادیون کا حصہ سدس ہی یعنی چار وہ اپر مستقیم نہین اور انکے سہام اور رؤس مین تباین ہی تو انکے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا اور چھ چچون کا حصہ مابقی ہی یعنی ایک وہ اپر مستقیم نہین اور انکے عدد رؤس مین تباین ہی تو انکے تمام عدد رؤس کو یاد رکھا تو ہمکو حاصل ہوئے عدد رؤس محفوظہ سے چار اور چھ اور نو اور پندرہ پھر ہمنے اعداد مین توافق کو طلب کیا تو چار اور چھ مین موافقت بالنصف پائی سو ان دونون مین سے ایک کو اسکے نصف کی طرف پھیرا اور اسکو دوسرے مین ضرب کیا تو بارہ حاصل ہوے اور بارہ اور نو مین توافق بالثلث ہی تو ایک کے ثلث کو دوسرے کے تمام مین ضرب کیا ۳۶ حاصل ہوئے اور ۳۶ یعنی مبلغ ثانی اور پندرہ مین بھی موافقت بالثلث ہی تو پندرہ کی تہائی یعنی پانچ کو ۳۶ مین ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے پھر اس مبلغ ثالث کو اصل مسئلے مین یعنی ۲۴ مین ضرب کیا تو ۴۳۲۰ حاصل ہوئے انسے مسئلہ صحیح ہوگیا اسواسطے کہ زوجات کا حصہ اصل مسئلہ مین تین تھا اسکو مضروب مین یعنی ۱۸۰ مین ضرب کیا ۵۴۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو ۱۳۵ پہونچے اور اٹھارہ بیٹیون کا حصہ سولہ تھا اسکو مضروب مذکور مین ضرب کیا ۲۸۸۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کا حصہ ۱۶۰ سہم کا ہوا اور پندرہ دادیون کا حصہ چار تھا اسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۷۲۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک کو ۴۸ سہم ملے اور چھ چچون کا حصہ ایک تھا اسکو بھی مضروب مذکور مین ضرب کیا ۱۸۰ حاصل ہوئے ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے کذا فی الشریفی وان تباینت اعداد رؤس من انکسر علیہم سہامہم کامرأتین وست جدات وعشر بنات وسبعۃ اعمام ضربت احدہا ای احد الاعداد فی جمیع الثانی والحاصل فی جمیع الثالث والحاصل فی جمیع الرابع تحصیل جزء السہم وہو ہنا مائتین وعشرۃ لتوافق رؤس البنات والجدات لسہامہم بالنصف فاضربہا فی اصل المسئلۃ وہو ہنا اربعۃ وعشرون تحصیل خمسۃ آلاف واربعون ومنہا تستقیم اور اگر اعداد رؤس متباین ہون انکے جن پر انکے سہام منکسر ہین چنانچہ دو زوجہ اور چھ دادیان اور دس بیٹیان اور سات چچا تو ضرب کرے تو احد الاعداد کو تمام ثانی مین اور حاصل کو ضرب کرے جمیع ثالث مین اور اسکے حاصل کو جمیع اعداد رابع مین حاصل ہوگا جزء سہم یعنی مضروب اور وہ یہان ۲۱۰ ہی بسبب توافق بالنصف ہونے رؤس بنات اور جدات کے انکے سہام سے تو ۲۱۰ کو ضرب کر اصل مسئلے مین اور وہ یہان ۲۴ ہی حاصل ہونگے پانچہزار اور ۴۰ اور انھین سے مسئلہ مستقیم ہوگا ہم اصل مسئلہ ۲۴ سے ہی دو زوجہ کا حصہ ثمن ہی یعنی تین وہ اپر مستقیم نہین اور انکے رؤس اور سہام مین تباین ہی تو ہمنے انکے عدد رؤس کو یعنی دو کو یاد رکھا اور چھ دادیون کا حصہ سدس ہی یعنی چار وہ اپر مستقیم نہین اور انکے عدد رؤس اور عدد سہام مین موافقت بالنصف ہی تو ہمنے انکے عدد رؤس کے نصف کو یعنی تین کو یاد رکھا اور دس بیٹیون کا حصہ دو ثلث ہی یعنی سولہ وہ اپر مستقیم نہین اور انکے رؤس اور سہام مین موافقت بالنصف ہی تو ہمنے انکے نصف عدد رؤس کو یعنی پانچ کو لیا اور سات چچون کا حصہ مابقی ہی یعنی ایک وہ اپر مستقیم

تینوں اور ایک میں اور سات میں مباینت ہو تو ہم نے انکے تمام عدد رؤس کو یعنے سات کو لیا تو چار ہوئے پس اعداد ماخوذہ رؤس سے دو اور تین اور پانچ اور سات تین ہوئے اور یہ سب عدد متباین ہیں تو ہم نے دو کو تین میں ضرب کیا چھ حاصل ہوئے پھر اس حاصل کو پانچ میں ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے پھر ۳۰ کو ۷ میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے اسی عدد اخیر کا نام جزء سہم اور مضروب ہے پھر ہم نے اس مبلغ کو اصل مسئلہ یعنے ۲۴ میں ضرب کیا تو مجموع ۵۰۴۰ ہوئے انہیں سے مسئلہ صحیح ہوگا سب فریقوں پر اسواسطے کہ دو زوجہ کا حصہ اصل مسئلہ سے تین سہم تھے انکو مضروب میں یعنے ۲۱۰ میں ضرب کیا ۶۳۰ حاصل ہوئے تو ہر زوجہ کو انمیں سے ۳۱۵ سہم ملے اور چھ دادیوں کا حصہ چار سہم کہ تھا اسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۸۴۰ حاصل ہوئے تو ہر ایک دادی کو ۱۴۰ سہم ملے اور دس بیٹیوں کے سہم سولہ تھے اسکو بھی مضروب مذکور میں ضرب کیا ۳۳۶۰ حاصل ہوئے تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ سہم ملے اور سات چچوں کا حصہ ایک تھا اسکو بھی اسی مضروب میں ضرب کیا ۲۱۰ حاصل ہوئے تو ہر چچا کو ۳۰ سہم ملے اور مجموعہ ان حصوں کا ۵۰۴۰ ہے کذا فی الشرنبلی طحطاوی نے کہا جزء سہم بیان عبارت ہے مبلغ ثالث سے کیونکہ عدد اول اور ثانی کی ضرب سے ایک مبلغ حاصل ہوا اور اس مبلغ کے ضرب کرنے سے عدد ثالث میں مبلغ ثانی حاصل ہوا اور مبلغ ثانی کی ضرب سے عدد رابع میں مبلغ ثالث ہوا اور یہی مبلغ ثالث جزء سہم ہے اور سہام بنات اور جدات کا توافق مثال سابق سے ظاہر ہو گیا شارح نے یہ تکمیل اسواسطے ذکر کی کہ اگر یہ موافقت نہ ہوتی تو عدد مذکور سے تصحیح زیادہ ہو جاتی باب مصنف معرفت تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کا قاعدہ ذکر کرتا ہے واذا اردت معرفة التماثل والتوافق والتداخل والتباین بین العددین ہذہ مقدمۃ یحتاج الیہا فی تقسیم الترکۃ اور جبکہ تو چاہے شناخت تماثل اور توافق اور تداخل اور تباین کے کوئی سے دو عددوں میں شارح نے کہا اس مقدمہ کی طرف حاجت پڑتی ہے ترکہ کی تقسیم میں یعنے اعداد مستحقین پر قسمت کرنا بلا کسر بدون یاد رکھنے اس مقدمہ کے نہیں ہو سکتا فتماثل العددین کون احدہما مساویا للآخر کثلثۃ وثلثۃ سو دو عدد کا تماثل ہونا ایک عدد کا برابر دوسرے عدد کے جیسا کہ تین اور تین ہیں اور ایسے دونوں عددوں کو متماثلین کہتے ہیں اور یہاں اسکا اعتبار کرنا ضرور ہے کہ دونوں عدد دو محل میں واقع ہوں جیسا کہ رؤس اور سہام میں اور اگر محل کا اعتبار نہ کیجیے تو تین مطلق میں تعدد نہیں تو متعدد بمساوات نہ ہونگے فتدبر کذا فی الشرنبلی والطحطاوی وتداخل العددین المختلفین باحد امرین علی ما ہنا اما بان یعد اقلہما الاکثر ای یفنیہ او یکون اکثر العددین منقسما علی الاقل قسمۃ صحیحۃ بلا کسر کتقسیم الستۃ علی ثلثۃ او اثنین اور عددین مختلفین کا تداخل بنابر اس مقام کے متحقق ہوتا ہے احد الامرین سے یا اسطرح پر کہ عدد اقل عدد اکثر کو فنا کر دیتا ہو اور مٹا دے یا اکثر عدد کمتر عدد پر منقسم ہو جائے تقسیم صحیح بدون کسر کے جیسے قسمت ہوتا ہے چھ کا تین یا دو پر ہم اقل اکثر کو فنا کردے یعنے اگر اقل کو اکثر سے دو بار یا زیادہ گرائیں تو اکثر سے کچھ باقی نہ رہے جیسا کہ تین اور چھ تو اگر تین کو چھ سے دو بار گرا لے تو چھ بالکل فانی ہو جائے اور اسیطرح اگر نو سے تین کو تین بار گرائے تو کچھ باقی نہ رہے تو ایسے عددوں کو اصطلاح میں متداخلین کہتے ہیں برخلاف آٹھ کے کہ وہ تین کے گرانے سے فانی نہیں ہوتا اور شرح میں تداخل کی تعریف میں دو امر اور زیادہ مذکور کیے ہیں ایک یہ کہ تداخل وہ ہے کہ اگر مثل اقل کو یا امثال اقل کو زیادہ کیجیے تو اکثر کے برابر ہو جائے دوسرے یہ کہ اقل جزء ہو اکثر کا شمنی نے کہا کہ یہ مذکور من قبیل اختلاف فی العبارۃ کے ہے وتوافق العددین ان لایعد احدہما الآخر بل یعدہما عدد ثالث کالثمانیۃ مع العشرین یعدہما اربعۃ فہما متوافقان بالربع اور توافق عددین کا یہ ہے کہ کمتر عدد اکثر عدد کو فنا نہ کرے لیکن اقل اور اکثر دونوں کو تیسرا عدد فنا کر دے جیسا کہ آٹھ بیس کے ساتھ کہ ان دونوں کو چار فنا کر دیتا ہے تو آٹھ اور چار میں توافق بالربع ہے توافق عددین یعنے دو عدد کا موافقت کرنا ایک جزء میں یعنے نصف یا ثلث یا ربع وغیرہ میں معلوم کرنا ہے کہ قول اصح میں واحد عدد میں داخل نہیں اسواسطے کہ عدد عبارت ہے کمیت متالفہ عن الوحدات سے اور واحد ایسا نہیں ہے تو مصنف کی تعریف توافق کی صحیح ہے اور اگر عدد کی تعریف یوں کیجیے کہ مراتب عددین واقع ہو یا کم ہو کہ جو اسمیں پڑے تو اسمیں واحد بھی داخل ہے تو یہاں یوں کہنے کی احتیاج ہوگی کہ توافق العددین یہ ہے کہ اقل اکثر کو فنا نہ کرے ولکن انکو عدد ثالث جو واحد کے سوائے ہو فنا کرے اسواسطے کہ واحد تو جمیع اعداد کو فنا کرتا ہے اور اصطلاح میں ما بین واحد اور کسی شے کے تداخل نہیں بلکہ تباین ہے کذا فی الشرنبلی والطحطاوی فتنبہ وتباین العددین ان لایعد العددین المختلفین معا عدد ثالث اصلا کالتسعۃ مع العشرۃ اور دو عددوں کا تباین اس طرح ہوتا ہے کہ

عددین مختلفین کو ساتھ ہی تیسرا عدد اصلا فنا نہیں کر دیتا چنانچہ نو دس کے ساتھ م یعنے نو اور دس کو ساتھ ہی کوئی اور عدد سوائے ایک کے نہیں فنا دیتا اور واحد علے
حدہ عدد نہیں ہے اور چونکہ تماثل اور تداخل کی معرفت میں پوشیدگی نہ تھی بلکہ توافق اور تباین کی معرفت میں البتہ پوشیدگی تھی لہٰذا مصنف نے اسکی توضیح قول آئندہ سے
شروع کی **و اذا اردت معرفة التوافق والتباين بين العددين المختلفين اسقط الاقل من الاكثر من الجانبين مرارا حتى اذا اتفقا في درجة واحدة**
اور جبکہ تو ارادہ کرے مابین عددین مختلفین کے توافق اور تباین کی شناخت کا تو اقل کو اکثر عدد سے چند بار ساقط اور کم کر یہاں تک کہ دونوں عدد ایک درجہ میں
متفق ہو جاویں م مثلاً جبکہ دس سے سات کو گرایا باقی رہے تین اور جبکہ تین کو دو بار سات سے گرایا باقی رہا ایک اور جبکہ ایک کو دو بار تین سے گرایا تو بھی ایسا ہی
باقی رہا تو دس اور سات بسبب اسقاط اقل کے جانبین سے چند بار متفق ہو گئے واحد میں یعنے ایک ہی باقی رہا دونوں عددوں میں سے اسقاط کے درجات میں
فان توافقا في واحد فتباينا و لا وفق سوا اگر بعد اسقاط مذکور کے دونوں عدد متفق ہو جاویں واحد میں تو وہ دونوں عدد متباین ہیں اور ان دونوں میں وفق نہیں **وان
توافقا في اثنين فبالنصف** اور اگر عددین مختلفین باہم توافق کریں دو میں تو وہ دونوں عدد متوافقین بالنصف ہیں م مثلاً اگر اٹھارہ سے آٹھ کو دو بار ساقط کیجیے تو
دو باقی رہینگے اور جبکہ دو کو تین بار آٹھ سے گرائے تو بھی دو ہی باقی رہینگے تو یہ دونوں عدد یعنے اٹھارہ اور آٹھ متوافقین بالنصف ہیں کذا فی الشریفی طحطاوی نے
کہا توافق بالنصف یا توافق بالثلث و نظائرہا کا مطلب یہ ہے کہ مخرج نصف یا ثلث یا ربع کا ان دونوں عددوں کو فنا کر دیتا ہے **او ثلثة فبالثلث هكذا الى العشرة**
يسمى الكسور المنطقة یا عددین تین میں باہم متفق ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اسیطرح دس تک اور انکو کسور منطقہ کہتے ہیں م یعنے اگر عددین دو میں توافق کریں
چنانچہ چار اور دس تو وہ متوافقین بالنصف ہیں اور اگر تین میں توافق کریں چنانچہ نو اور بارہ ہیں تو وہ متوافقین بالثلث ہیں اور اگر چار میں توافق کریں
چنانچہ آٹھ اور بارہ تو متوافقین بالربع ہیں اور پانچ کے توافق میں متوافقین بالخمس ہیں چنانچہ دس اور پندرہ اور چھ میں بالسدس چنانچہ بارہ اور اٹھارہ اور
سات میں بالسبع چنانچہ چودہ اور اکیس اور آٹھ میں بالثمن چنانچہ سولہ اور چوبیس اور نو میں بالتسع چنانچہ اٹھارہ اور ستائیس اور دس کے اتفاق میں متوافقین
بالعشر ہیں چنانچہ ۲۰ اور ۳۰ اور انکو کسور منطقہ کہتے ہیں یعنے تعبیر کسر کی بدون اضافت کرنے کے اسکے مخرج کی طرف ممکن ہے چنانچہ یوں کہنا کہ نصف اور ثلث
اور ربع الی آخر الکسور المنطقة بخلاف کسر اصم کے کہ اسمیں اسے تعبیر کرنا بدون اضافت اسکے مخرج کے ممکن نہیں چنانچہ یوں کہنا جزء من احد عشر یعنے گیارہ کا ایک جزء
اسکو اصم یعنے گونگا کہا باعتبار مجاز کے اسواسطے کہ کسر کا بولنا مسموع نہیں کذا فی الطحطاوی **او احد عشر فبجزء من احد عشر وهكذا ويسمى الاصم** یا عددین نے توافق
کیا گیارہ میں تو وہ دونوں عدد گیارہ کے ایک جزء میں متوافق ہیں اور اسی طرح بارہ یا تیرہ کا ایک جزء اور یہ کسر بھی اصم ہے چنانچہ ۲۲ اور ۳۳ کو فقط گیارہ فنا کرتا ہے
اور گیارہ گیارہویں جزء کا مخرج ہے تو دونوں عدد گیارہویں جزء میں متوافق ہیں اور اسی طرح توافق ہونا بارہویں جزء میں چنانچہ ۲۴ اور ۳۶ میں اور تیرہویں میں
چنانچہ ۲۶ اور ۳۹ میں اور اسی طرح انیسویں جزء میں توافق چنانچہ ۳۸ اور ۵۷ میں کذا فی الطحطاوی ملخصا تتمہ خلاصہ مقام یہ ہے کہ واحد کے سوا جو دو عدد ہوں
اگر دونوں برابر ہیں تو عددین متماثلین ہیں والا اگر اقل اکثر کو فنا کر دے تو وہ متداخلین ہیں والا اگر دونوں کو تیسرا عدد فنا کر دے تو وہ متوافقین ہیں اور جس کسر کا
عدد ثالث مخرج ہے وہی کسر ان دونوں عددوں کا وفق ہے اور اگر عدد ثالث انکو فنا نہ کرے تو وہ متباینین ہیں اور تماثل تو ظاہر ہے اور باقی یعنے تداخل اور توافق
اور تباین پہچانے جاتے ہیں عدد اکثر کی قسمت کرنے سے اقل پر تو اگر قسمت سے کچھ باقی نہ رہے تو وہ متداخلین ہیں اور اگر باقی رہے تو مقسوم علیہ باقی پر
قسمت کیا جاوے اسی طرح چند بار کیا جاوے یہاں تک کہ کچھ باقی نہ رہے تو وہ عددین متوافقین ہیں اور پچھلا مقسوم علیہ وہی دونوں کا فنا کرنے والا
ہے یا باقی رہے ایک تو وہ متباینین ہیں کذا فی خلاصۃ الحساب **و اذا اردت معرفة نصيب كل فريق كالبنات والجدات والاعمام وغيرهم من التصحيح الذي
استقام على الكل فاضرب ما كان له لكل فريق من اصل المسئلة فيما اي في جزء السهم الذي ضربته في اصل المسئلة يخرج نصيبه اي ذلك
الفريق** اور جبکہ تو ارادہ کرے معرفت ہر فریق کے نصیب کی چنانچہ بنات اور جدات اور اعمام وغیرہم کے اس تصحیح سے جو مستقیم ہو چکی ہر فریق پر جو

ہر فریق کا حصہ تھا اصل مسئلے سے اسکو ضرب کر اس جزء سہم اور مضروب مین جسکو تونے ضرب کیا ہے اصل مسئلے مین تو اس فریق کا حصہ نکل آویگا ہم مثلاً ما مر کی مثال مذکور مین جزء سہم اور مضروب ۲۱۰ تھا اور حصہ زوجتین کا تین تھا اصل مسئلے یعنے ۴۸ سے تو جب تین کو ضرب کیا ۲۱۰ مین تو ۶۳۰ حاصل ہوئے تو معلوم ہوا کہ ۵۰۴۰ کی تصحیح سے زوجتین کا حصہ ۶۳۰ ہے وعلی ہذا القیاس معرفت نصیب بنات وجدات واعمام ثم اذا اردت معرفۃ نصیب کل واحد من احاد ذلک الفریق ضربت سہام کل وارث فی جزء السہم المضروب یخرج نصیبہ پھر جبکہ تو ارادہ کرے اس فریق کے ہر ہر واحد کے حصہ کی معرفت کا تو ہر وارث کے سہام کو جزء سہم مضروب مین ضرب کر اسکا حصہ نکل آویگا ہم تو مسئلہ مذکورہ مین تباین اعداد رؤس کے وجہ سے زوجتین کا حصہ اصل مسئلے مین تین سہم کا تھا پھر جب تین کو دو زوجہ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کا حصہ ایک اور نصف یعنے ڈیڑھ ہوا سو اسکو جبکہ مضروب یعنے دو سو دس مین ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے سو یہی حصہ ہے ہر زوجہ کا اور بنات کا نصیب اصل مسئلے سے سولہ سہم کا تھا پھر جب اسکو عدد رؤس یعنے ۱۰ پر قسمت کیا تو ایک اور تین خمس خارج ہوئے سو اسکو جبکہ اسی مضروب مین ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہ حصہ ہوا ہر بیٹی کا اور جدات کا حصہ اصل مسئلے سے چار سہم کا تھا پھر جب اسکو چھ دادیون پر قسمت کیا تو ایک سہم کی دو تہائیان حاصل ہوئین سو اسکو جبکہ مضروب مذکور مین ضرب کیا ۱۴۰ حاصل ہوئے یہ حصہ ٹھہرا ہر دادی کا اور اعمام کا حصہ اصل مسئلے سے ایک سہم کا تھا پھر جب اسکو سات چچون پر قسمت کیا تو سبع یعنے ساتوان حصہ حاصل ہوا سو اسکو جب مضروب مذکور مین ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر چچا کا والاوضح طریق النسبۃ اور ہر وارث کے حصے کی شناخت مین واضح تر نسبت کا طریقہ ہے اسواسطے کہ اس طریق مین قسمت اور ضرب کی طرف حاجت نہین پڑتی برخلاف اور طریقون کے وہو ان تنسب سہام کل فریق من اصل المسئلۃ الی عدد رؤسہم وحدہم ثم تعطی بمثل تلک النسبۃ من المضروب لکل واحد من احاد ذلک الفریق اور وہ یعنے نسبت کا طریقہ یہ ہے کہ اصل مسئلے سے ہر فریق کے سہام کو نسبت کرے تو فقط انکے عدد رؤس کیطرف پھر اسی نسبت کے مانند دے تو مضروب سے اس فریق کے ہر ایک شخص کو ہم تو مسئلہ مذکورہ مین جبکہ تونے سہام زوجتین کی نسبت کی انکے عدد رؤس کی طرف یعنے تین کی دو کی طرف تو مثل اور نصف یعنے ڈیوڑھی نسبت ہوئی اور جبکہ تونے ہر زوجہ کو مضروب یعنے ۲۱۰ سے اسی نسبت کے مانند دیا تو ۳۱۵ ہوئے اسواسطے کہ اگر ۲۱۰ کو ڈیوڑھا کیجیے تو ۳۱۵ ہوتے ہین اور جبکہ سہام بنات یعنے سولہ کو انکے عدد رؤس یعنے دس کیطرف نسبت کیا تو مثل اور تین خمس مثل کی نسبت حاصل ہوئے پھر جبکہ ہر بیٹی کو مثل مضروب اور اسکے تین خمس کے مانند دیا تو ہر بیٹی کو ۳۳۶ پہونچے اور جبکہ سہام جدات کو انکے عدد رؤس کی طرف یعنے چار کو چھ کی طرف نسبت کیا تو واحد کے ثلثین کی نسبت پائی گئی اور جبکہ ہر جدہ کو مضروب کی دو تہائیان دین تو ۱۴۰ کا حصہ ہوا اور جبکہ سہام اعمام کو انکے عدد رؤس کی طرف یعنے ایک کو سات کی طرف نسبت کیا تو سبع یعنے ساتوین حصے کی نسبت پائی تو جبکہ مضروب کا ساتوان حصہ ہر چچا کو دیا تو تیس حاصل ہوئے فائدہ چونکہ مواریث سے مقصود یہ ہے کہ ہر وارث کو اسکا حق دیا جاوے تو اس اہتمام کے واسطے علمانے اسکے تین طریقے مذکور کیے ہین دو طریقے مذکور ہوگئے ایک طریقہ ضرب سہام ہر وارث کا اور دوسرا طریقہ نسبت کا جو اظہر اور اوضح ہے اور تیسرا طریقہ قسمت مضروب کا ہے وہ یہ ہے کہ مضروب کو قسمت کر جس فریق پر تو چاہے پھر خارج قسمت کو اسی فریق مقسوم علیہم پر ضرب کر تو حاصل ضرب حصہ ہوگا اس فریق کے ہر واحد کا تو مسئلہ مذکور مین جبکہ تونے مضروب یعنے ۲۱۰ کو دو زوجہ پر قسمت کیا خارج قسمت ۱۰۵ ہوا پھر جبکہ اس خارج کو دونون زوجہ کے نصیب مین جو اصل مسئلے مین تھا یعنے تین مین ضرب کیا ۳۱۵ حاصل ہوئے تو یہی حصہ ہوا ہر زوجہ کا اور جبکہ مضروب مذکور کو دس بیٹیون پر قسمت کیا خارج قسمت ۲۱ ہوا پھر جب اسکو انکے اصل مسئلے کے نصیب مین یعنے سولہ مین ضرب کیا ۳۳۶ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر بیٹی کا اور جبکہ اسی مضروب کو چھ دادیون پر قسمت کیا تو ۳۵ حاصل ہوئے پھر جبکہ انکو جدات کے اصل مسئلے کے نصیب مین یعنے چار مین ضرب کیا ۱۴۰ ہوئے یہی حصہ ہے ہر دادی کا اور جبکہ مضروب مذکور کو اعمام سبعہ پر قسمت کیا تو ۳۰ حاصل ہوئے پھر جبکہ اس خارج کو انکے اصل مسئلہ کے نصیب مین یعنے ایک مین ضرب کیا ۳۰ حاصل ہوئے یہی حصہ ہے ہر چچا کا کذا فی الطحطاوی واذا اردت قسمۃ الترکۃ بین الورثۃ والغرماء یعنی کلا واحدہ لامعا لتقدم الغرماء علی قسمۃ المواریث کما فی شرح السراجیۃ لحیدر اور جبکہ تو مابین ورثہ اور ارباب دیون کے ترکہ قسمت کرنا چاہے یعنے فقط وارثون مین یا فقط دائنون مین نہ ایک ساتھ دونون مین بسبب مقدم ہونے ارباب

دیون کے موارث کی قسمت پر چنانچہ حیدر کی شرح سراجیہ مین یہ مطلب مشرح مذکور ہے اور وجہ اسکی یہ ہی کہ جب ترکہ پورا پڑا واسطے جمیع دیون مین اور کچھ باقی رہا تو ارباب دیون مین اب قسمت کرنیکی کچھ حاجت نہ رہی وارثون مین البتہ قسمت ہوگی اور اگر ترکہ واسطے دیون مین کافی نہ ہوا تو وارثون کے لیے کچھ باقی نہ رہا تو بین ورثہ کے قسمت بھی نہوگی حاشیہ عجم زادہ مین ہی بین الطائفتین قسمت ترکہ سے مراد یہ ہی کہ ہر گروہ کے افراد مین بالاختصاص قسمت ہوگی نہ بالاشتراک بین الطائفتین کذا فی الطحطاوی **فان کان بین الترکۃ والتصحیح مماثلۃ فظاہر** سو اگر ترکہ اور تصحیح مین مماثلت اور برابری ہی تو ظاہر ہی ہم چنانچہ اگر میت نے مان اور باپ اور چار بیٹیون کو چھوڑا اور ترکہ چھ دینار ہی تو ہر ایک کو ایک ایک دینار ملیگا اسواسطے کہ ثلث یعنے دو دینار والدین مین مشترک ہی اور ثلثین یعنے چار بنات کا حق ہی تو ترکہ بلا دقت تقسیم ہوگیا **او موافقۃ ضربت سہام کل وارث من التصحیح فی جمیع الترکۃ** کذا فی نسخ المتن والشرح والموافق للسراجیہ وغیرہا فی وفق الترکۃ واما قولہ فی جمیع الترکۃ فہو للمباینۃ یا ترکہ اور تصحیح مین موافقت ہی تو ضرب کرے تو ہر وارث کے سہام کو تصحیح سے تمام ترکہ مین شارح نے کہا یہی عبارت ہی متن اور شرح کے نسخون مین اور سراجیہ وغیرہ کے موافق یون ہی کہ سہام کو وفق ترکہ مین ضرب کرے اور تمام ترکہ مین تو ضرب کیجاتی ہی فقط مباینت کے وقت ہم سراجیہ وغیرہا کا مطلب چنانچہ سید شریف نے فرائض شریفی مین واضح کرکے حمل مین مذکور کیا ہی یہ ہی کہ مباینت کا حکم موافقت اور مداخلت مین بھی جاری ہوتا ہی تو ضرب کیے جاتے ہین ہر وارث کے سہام تصحیح سے جمیع ترکہ مین اور موافقت کا دوسرا طریقہ وہ ہی جسکو شارح نے مذکور کیا وہ یہ ہی کہ سہام ہر وارث کے ضرب کیجاوین ترکہ کے وفق مین پھر حاصل ضرب کی وفق تصحیح پر قسمت ہو تو خارج قسمت نصیب ہوگا اس وارث کا اور مداخلت شریک ہی موافقت کے اس طریقہ مین تجکو اختیار ہی اگر تو چاہے موافقت اور مداخلت مین تباین کا طریقہ اختیار کرے اور چاہے ضرب فی الوفق کا طریقہ پسند کرے دونون کا مآل ایک ہی اور مباینت کی صورت کا یہ بیان ہی کہ ایک عورت اپنا زوج اور مان اور دو سگی بہنین چھوڑکر مرگئی اور ترکہ ۱۲۵ اشرفیان ہین تو اصل مسئلہ چھ سے ہی اور عول کریگا آٹھ کی طرف تو زوج کا نصف سے تین ہی اور مان کا ایک اور ہر بہن کے دو سہم اور ترکہ اور تصحیح یعنے آٹھ مین تباین ہی پھر تونے جب چاہا کہ ہر وارث کا حصہ دریافت کرے ترکہ سے تو جو نصیب ہی زوج کا تصحیح سے یعنے تین کو تمام ترکہ مین ضرب کر چھتر حاصل ہونگے پھر اس کو تصحیح یعنے آٹھ پر قسمت کر تو نو اشرفیان اور ایک اشرفی کے تین ثمن خارج ہونگے تو یہ حصہ ہی زوج کا اس ترکہ سے اور مان کے نصیب کو تصحیح سے یعنے ایک کو بھی جمیع ترکہ مین ضرب کر ۲۵ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھ پر قسمت کیا تین اشرفیان اور ایک اشرفی کا ثمن خارج قسمت ہوا تو یہ حصہ ہی مان کا ترکہ سے اور بہن کے نصیب یعنے دو کو تمام ترکہ مین ضرب کر ۵۰ حاصل ہونگے پھر جب انکو آٹھ پر قسمت کیا چھ اشرفیان اور ربع اشرفی خارج ہوئی سو یہ حصہ ہی ہر بہن کا ترکہ مذکورہ سے اور اگر اس مسئلہ مین ترکہ ۵۰ اشرفیان فرض کیجئے تو ترکہ اور تصحیح مین توافق بالنصف ہی اور جبکہ ترکہ ۲۴ اشرفیان فرض کیجئے تو تصحیح اور ترکہ مین تداخل ہی اور ان دونون صورتون مین تجکو اختیار ہی چاہے مباینت کی مانند عمل کرے اور چاہے ہر وارث کے نصیب کو وفق ترکہ مین ضرب کرے پھر حاصل کو وفق تصحیح پر قسمت کرے خارج قسمت حصہ ہوگا ہر وارث کا اور اگر ترکہ مین کسر ہو تو اس ترکہ کو بسط کرنیکی حاجت ہوگی تاکہ ترکہ ایک جنس ہو جاے اور بسط کا طریقہ یہ ہی کہ تصحیح کو مخرج کسر مین ضرب کرے اور حاصل پر کسر مذکورہ کو زیادہ کردے پھر اس عدد کو بھی جس سے مسئلہ صحیح ہوگیا ہی مخرج کسر مین ضرب کرے پھر دونون حاصل مین ضرب اور قسمت کا وہ عمل کرے جو مذکور ہو چکا تو خارج قسمت اس وارث واحد کا حصہ ہوگا سو جبکہ ہمنے مسئلہ مذکورہ مین ۱۲۵ اشرفیان اور ثلث اشرفی کا ترکہ فرض کیا تو ۲۵ کو ثلث کے مخرج یعنے تین مین ضرب کیا حاصل ہوئے ۷۵ اسپر تہائی کو زیادہ کیا تو ۷۶ تہائیان ہوئین پھر تصحیح یعنے آٹھ کو بھی تین مین ضرب کیا ۲۴ حاصل ہوئے پھر جب نصیب ہر وارث کا آٹھ سے ۷۶ مین ضرب کیا اور حاصل کو ۲۴ پر قسمت کیا تو خارج قسمت حصہ ہوگا اس وارث کا گویا کہ ترکہ ۷۶ کا ہی اور گویا تصحیح ۲۴ کی ہی کذا فی الطحطاوی عن الشریفی وہذا المعرفۃ نصیب کل فرد اور یہ قاعدہ مذکورہ واسطے دریافت کرنے حصہ ہر فرد وارث کے ہی **ویعمل کذلک فی معرفۃ نصیب کل فریق منہم** اور اسیطرح تو عمل کرے وارثون کے ہر فریق کے حصہ دریافت کرنے مین ہم یعنے نصیب ہر فریق کو تمام ترکہ مین ضرب کرے تین صورتون تباین اور توافق اور تداخل مین اور حاصل کو تمام تصحیح پر قسمت کرے سو جو خارج ہوگا وہ حصہ ہوگا ہر فریق کا چنانچہ حصہ دو بہنون کا مسئلہ سابقہ مین تجکو معلوم ہو چکا اور تجکو اختیار ہی کہ توافق اور تداخل مین وہ دوسرا طریقہ کرے جو عنقریب مذکور ہو چکا مصنف نے حصہ ہر وارث کے بیان کو مقدم مذکور کیا ہر فریق کے

حصے کے بیان پر اور حالانکہ ترتیب طبعی بالعکس ہے اسواسطے کہ ہر زوجہ کا حصہ ورثا ذوق کرنا مقصود ہے واما قضاء الديون فان وفى بها اور واسطے دیون کی
تو یہ تفصیل ہے کہ اگر مال متروک پورا پورا ادا کرنے میں تو بہتر اور کیا خوب ہے وان لم يف وتعدد الغرماء اور اگر مال پورا نہ پڑا اور اصحاب دیون کے چند لوگ ہیں ہم لینے اگر تعدد
نہیں ملکہ صاحب دین ایک شخص ہے تو بعد تجہیز اور تکفین باقی مال کو وہی لیگا تنزل مجموع الديون كالتصحيح للمسئلة ودين كل من غريم كسهام وارث وعمل
کما مر در صورت عدم ایفا اور تعدد ارباب دیون کے اتارے تو سب دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلے کے اور ہر دائن کے دین کو بمنزلہ سہام وارث کے قرار دے اور وہ عمل کرو جو
قسمت بین الورثۃ میں عمل کر چکا ہے ضرب اور قسمت سے ہم صورت اسکی یہ ہے کہ ایک شخص مرگیا تو اشرفیوں کا ترکہ چھوڑ گیا اور اسپر دس اشرفیاں ہیں ایک شخص کی اور
اور پانچ اشرفیاں دوسرے شخص کی ہیں تو دونوں پندرہ دیون کو بمنزلہ تصحیح مسئلے کے قرار دے اور مابین دیون اور ترکے کے جو نو اشرفیاں ہیں نظر کر سو اگر دونوں میں توافق
ہو چنانچہ یہی صورت ہے کہ دونوں میں توافق بالثلث ہے سو دس اشرفی والے دین کو وفق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا حاصل ہوئے ۳۰ پھر اس حاصل کو تصحیح کے
وفق یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج قسمت چھ ہوئے سو یہ اسکا حصہ ہوا نو اشرفیوں سے اور جبکہ پانچ اشرفیوں والے دین کو وفق ترکہ یعنی تین میں ضرب کیا پندرہ حاصل
ہوئے پھر جب پندرہ کو وفق تصحیح یعنی پانچ پر قسمت کیا خارج ہوئے تین یہ پانچ اشرفیوں والے کا حصہ ہے اور اگر اس صورت میں تیرہ اشرفیاں ہوں تو تیرہ اور مجموع دیون
یعنے پندرہ میں جو بمنزلہ تصحیح کے ہے تباین ہے تو ہر دائن کے نصیب کو اس تصحیح کے تمام میں ضرب کر اور حاصل کو جمیع ترکہ پر قسمت کر سو خارج قسمت حصہ ہوگا ہر دائن کا سو جبکہ دس
اشرفیوں والے دین کو تیرہ میں ضرب کیا ایکسو تیس حاصل ہوئے پھر جبکہ اسکو پندرہ پر قسمت کیا تو آٹھ اشرفیاں اور ایک اشرفی کی دو تہائیاں خارج ہوئیں یہ دس
اشرفیوں والے دائن کا حصہ ہوا اور پانچ اشرفیوں والے دائن کے دین کو بھی تمام ترکہ میں ضرب کیا ۶۵ حاصل ہوئے پھر جب اس مبلغ کو پندرہ پر قسمت کیا چار اشرفیاں اور ایک
اشرفی کی تہائی خارج ہوئی یہ حصہ ہوا پانچ اشرفیوں والے دائن کا اور اگر اسی صورت میں پانچ اشرفیوں کا ترکہ فرض کیجیے تو ترکہ اور تصحیح میں توافق بالخمس ہوگا باوجودیکہ
پانچ اور پندرہ متداخلین بھی ہیں تو دس اشرفیوں والے کے دین کو خمس ترکہ یعنے ایک میں ضرب کر دس حاصل ہونگے اور اس حاصل کو خمس تصحیح پر یعنے تین پر قسمت کر خارج
ہونگی تین اشرفیاں اور ایک اشرفی کی ایک تہائی یہ حصہ ہے دس اشرفیوں والے کا اور پانچ اشرفیوں والے کے دین کو بھی وفق ترکہ میں ضرب کر اور حاصل کو وفق تصحیح یعنے
تین پر قسمت کر خارج ہوگا ایک اور دو تہائیاں ایک کی یہ حصہ ہے پانچ اشرفیوں والے کا اور یہ بھی اختیار ہے کہ تباین اور تداخل اور توافق میں تمام ترکہ میں ضرب کرے اور
یہ بھی کہ توافق اور تداخل کی دونوں صورتوں میں وفق کا انکے اعتبار کرے کذا في الطحطاوي والشرنبلالية ثم شرع في مسئلة التخارج پھر مصنف نے یہاں سے مسئلہ تخارج کا بیان
شروع کیا تخارج اصطلاح فرائض میں اس سے عبارت ہے کہ ورثہ باہم صلح کرلیں یعنے وارث کے اخراج پر میراث سے بعض اس مال کے جو اسکے حصے سے
کمتر ہے اور یہ شرع میں درست ہے محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلح میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اسکو ذکر کیا ہے اور عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے
اپنی چار زوجات میں سے ایک زوجہ کو اپنے مرض موت میں طلاق دی پھر وہ عدت میں مرگئی تو عثمان رضی اللہ عنہ نے زوجہ مذکورہ کو اور تین زوجات کے ساتھ میراث دینیکا
حکم کیا تو انکے وارثوں نے اس عورت سے صلح کر لی اسکے ربع ثمن یعنے آٹھویں حصے کی چوتھائی سے اسکے نصف پر یعنے ۸۳ ہزار دینار پر اور یہ دلیل ہے تخارج کے جائز ہونے پر ذکرہ
اکمل الدین اور حالانکہ عبدالرحمن بن عوف نے چار بار اپنا تمام مال اپنی زندگی میں نصفا النصف للہ تقسیم کر دیا تھا اور نصف باقی رکھا تھا اور یہ دلیل ہے اسپر کہ مال حلال کے جمع کرنے
میں کچھ مضائقہ نہیں یعنے بشرط ادائے حقوق واجبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنے نیک مال نیک مرد کے واسطے کیا خوب ہے کذا في الطحطاوي
فقال ومن صالح من الورثة والغرماء على شيء معلوم منها طرح سهامه من التصحيح وجعل كانه استوفى نصيبه سو مصنف نے کہا کہ جو شخص وارثوں اور ارباب
دیون میں سے صلح کرے چیز معین پر ترکہ میں سے تو اس وارث کے سہام یا اس دائن کا دین تصحیح سے گرا دیا جاویگا اور یہ قرار دیا جاویگا کہ گویا اسنے اپنا حصہ بھر پا
م یعنے مع وجود مصالح بین الورثہ اولاً مسئلے کی تصحیح کرنا چاہیے پھر اسکے سہام کو تصحیح سے گرانا چاہیے کذا في الشرنبلالية طحطاوی نے کہا شے معلوم کی قید اسواسطے لگائی تاکہ
مجہول نکل جاوے اسواسطے کہ شے مجہول پر صلح صحیح نہیں اگرچہ اس سے صلح درست ہے ثم قسم الباقي من التصحيح او الديون على سهام من بقي منهم فتصح منه كزوج وام وعم

قسمت کیا جاوے باقی تصحیح یا دیون سے اونکے سہام پر جو باقی رہین وارثون مین سے تو صحیح ہونگے سہام باقی سے چنانچہ زوج اور مان اور چچا وارث رہے ہم تو مسئلہ
وجود زوج کے چھ سے ہے اور یہ مستقیم ہے وارثون پر تینون سے زوج کے سہام تین ہین اور مان کے دو سہم اور چچا کا ایک سہم فصالح الزوج علی ما فی ذمتہ من المہر
فخرج من بین الورثۃ فاطرح سہامہ من التصحیح وہی ثلثۃ واقسم باقی الترکۃ وہی ما عدا المہر بین الام والعم اثلاثا بقدر سہامہما من التصحیح قبل التخارج وحینئذ یکون
سہمان للام وسہم للعم پھر زوج نے صلح کر لی اپنے حصے کی یعنے نصف میراث کی اسپر جو اسکے ذمے پر مہر زوجہ کا واجب الادا ہے اور وہ خارج ہو گیا وارثون کے درمیان
سے تو زوج کے تین سہام تصحیح سے گرادے اور باقی ترکہ سوائے مہر کے مان اور چچا مین تین تہائی کرکے بقدر انکے سہام کے تصحیح قبل از تخارج سے قسمت کردے
اور اسوقت مین دو سہم مان کے ہوئے اور ایک سہم چچا کا ہوا ہم یعنے جو سہام تھے ہر ایک وارث کی تصحیح سے تخارج سے پہلے وہی ہنوز قائم ہین زوج کے خارج
ہو جانے سے سہام باقی ورثہ مین کچھ فرق اور تغییر واقع نہین ہوا ولا یجوز ان یجعل الزوج کان لم یکن لئلا ینقلب فرض الام من ثلث اصل المال الی ثلث الباقی اور یہ
جائز نہین کہ زوج کو یون قرار دیجیے کہ گویا کہ موجود ہی نہ تھا تاکہ مان کا فرض اصل مال کی تہائی سے باقی مال کی تہائی کی طرف بدل نہ جاوے ہم اصل مال چھ سہم تھے
اسکی تہائی دو سہم ہین اور اگر زوج کو نابود فرض کیجیے تو اسکا نصف حصہ ساقط ہو کر تین سہم باقی رہینگے اسکی تہائی ایک سہم ہے لانہ حینئذ یکون للام سہم وللعم سہمان وہو
خلاف الاجماع قالہ السید وغیرہ قلت وہذا ہو الصواب ولقد غلط فی قسمۃ ہذہ المسئلۃ صاحب المختار وصاحب المجمع البحرین وغیرہما علی ما عندی من النسخ فانہما قسما الباقی
للام سہم وللعم سہمان وقد علمت انہ خلاف الاجماع اسواسطے کہ اسوقت مین یعنے باقی مال کی قسمت مین مان کا ایک سہم ہوگا اور چچا کے دو سہم اور وہ مخالف اجماع کے
ہے ایسا کہا ہے سید شریف وغیرہ شارحین سراجیہ نے مین کہتا ہون اور یہی قول یعنے زوج کو نابود نہ فرض کرنا حق اور ٹھیک ہے اور البتہ اس مسئلہ کی قسمت
کرنے مین صاحب مختار اور صاحب مجمع البحرین وغیرہما غلط کر گئے ہین بموجب ان کتابون کے نسخون کے جو میرے پاس موجود ہین اسواسطے کہ ان دونون نے
باقی مال کو یعنے تین سہم کو نہ چھ کو قسمت کیا ہے مان کا ایک سہم اور چچا کے دو سہم اور البتہ تجھ کو سید شریف وغیرہ کے نقل کلام سے معلوم ہو گیا ہے کہ وہ خلاف اجماع کے
ہے اور یہ اسصورت پر محمول ہے جبکہ اسکا حق مختلف ہوتا ہو اسکے ادخال اور اسکے فرض عدم سے اور جبکا حال اسطرح مختلف نہوتا ہو چنانچہ اگر بجاے چچا کے باپ ہو تو اسکے دخل
یعنے زوج ۱۲
کا اعتبار کرنا لازم نہین اسواسطے کہ مان کا ایک سہم اور باپ کے دو سہم ہین دونون تقدیرین اور اگر یون فرض کیجیے کہ چچا نے صلح کر لی کچھ ترکہ پر تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جبکہ
چچا کا حصہ یعنے ایک سہم گرادیا باقی رہے پانچ سہم تین سہم زوج کے اور دو سہم مان کے تو باقی مال پانچ حصے کیا جاویگا زوج اور مان مین تو تین خمس زوج کے اور دو خمس مان
کے اور اگر یون فرض کیجیے کہ مان کے حصے پر صلح واقع ہوئی اور وہ خارج ہو گئی میراث سے تو بھی مسئلہ چھ سے ہوگا پھر جبکہ مان کے دو سہم ساقط کر دیے چار باقی رہے تو باقی ترکہ چار
حصے ہوگا اسمین سے تین زوج کے اور ایک چچا کا کذا فی الطحطاوی قال العلامۃ قطب الدین محمد بن سلطان فی شرحہ للکنز وقولہ فاجعلہ کان لم یکن فیہ نظر ثم ذکر نحو ما حررتہ علامہ
قطب الدین محمد بن سلطان نے شرح کنز مین کہا اور ماتن کا یہ قول کہ زوج کو یون قرار دے کر وہ گویا کہ نہ تھا اس قول مین اعتراض ہے پھر شارح مذکور نے ویسا بیان کیا جیسا
کہ تحریر ہو چکا سو اسکو تامل کرے قال مؤلفہ العبد الفقیر العاجز الحقیر محمد علاء الدین ابن الشیخ علی الحصنی الحنفی العباسی الامام بجامع بنی امیۃ ثم المفتی بدمشق المحمیۃ قد فرغت
من تالیفہ فی اواخر شہر المحرم الحرام سنۃ احدی وسبعین والف ہجریۃ علی صاحبہا افضل الصلوۃ والسلام اس شرح کا جامع بندہ محتاج ضعیف ناچیز یعنے محمد علاء الدین
ابن شیخ علی حصنی کا رہنے والا حنفی مذہب عباسی نسب بنی امیہ کی جامع مسجد کا امام پھر دمشق محفوظ کا مفتی کہتا ہے کہ مین اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوا بہ پچھلی تاریخون
شہر محرم الحرام سن اکہتر ہجری مین ہجرت والے رسول پر ہو جو بہتر درود اور سلام ہم قاموس مین ہے کہ حصن کئی ایک مواضع کا نام ہے شاید کہ شارح انہین سے
کسی موضع کی طرف منسوب ہے امام اور مفتی مین احتمال ہے کہ شارح کی صفت ہو یا اسکے والد کی اور یہی ظاہر ہے قد بالغت فی تلخیصہ وتحریرہ وتنقیحہ اور البتہ مین نے
اس شرح کی تلخیص اور تحریر اور تنقیح مین بہت مبالغہ کیا ہے ہم تلخیص سے مراد اختصار ہے قاموس مین ہے کہ تلخیص عبارت ہے تبیین اور شرح سے شیخ الاسلام نے شرح رسالہ
تفسیریہ مین کہا کہ ایجاز اور اختصار بمعنے واحد ہین یعنے اقلال لفظ مع توسیع المعنے یا اقلال بلا اخلال یا اقلال مبانی مع اکثار معانی یا رد الکثیر الی القلیل وقیل
فلی ذا ناہ

غیر ذلک قاموس میں ہے کہ تحریر کتاب عبارت ہے اسکے تقویم سے اور تحریر رقبہ عبارت ہے اسکے اعتاق سے اور تنقیح شعر عبارت ہے اسکی تہذیب سے کذا فی المطالع والمختار علامہ حموی نے
شرح اشباہ میں کہا تحریر کلام عبارت ہے بیان بالکنایہ سے اور تقریر کلام عبارت ہے بیان بالعبارت سے ایسا کہا ہے علامہ تفتازانی نے شرح تلخیص جامع میں مگر شرح تلخیص مفتاح میں علامہ موصوف نے
کہا اور کہ بعض ائمہ لغت نے کہا کہ تحریر کلام عبارت ہے تہذیب کلام سے انتہٰی فی الواقع شارح نے نقل عبارات کتب فقہیہ میں نہایت اختصار اور کمال تحریر اور غایت تنقیح کی ہے جو کوئی
کتب منقول عنہا کی طرف رجوع کرے وہ اسکا یقین لاوے اور شارح کے کمال کا معتقد ہو دریا کو کوزے میں کرنا شارح کا کام تھا جزاہ اللہ خیر الجزاء وتبعت المصنف غالبا فی تغییر
لمواضع کثیرۃ من متنہ وتصحیحہ ونبہت علیہ غالبا وعلی مواضع سہو وخطاء ونرجو النجاۃ والسلامۃ من ہذا الخطر العسیر علی البشر فستر اللہ عن من ستر وغفر لمن غفر اور میں نے
پیروی کی ہے مصنف رح کی متن کے مواضع کثیرہ کے بدل ڈالنے میں اور اسکی تصحیح میں اور میں نے اسپر اکثر مواضع میں آگاہ کر دیا ہے اور بعضے مواضع میں مصنف کے
سہو اور خطا پر خبردار کر دیا ہے الحاصل اگرچہ تخفیف و تحریر میں میں نے عرق ریزی کی ہے پر سلامت رہنا اس تصنیف اور تالیف خطرناک کے سہو اور خطا سے وہ امر ہے جو عزیز الوجود اور
نادر الوقوع ہے آدمی پر سو حق تعالیٰ پردہ پوشی کرے اسکی جو غیر کی پردہ پوشی کرے اور بخشے اسکو جو اوروں کی خطا معاف کرے یعنے انسان اگرچہ کامل الوجود ہو اور علوم اور فنون
میں امام ہو لیکن سہو اور نسیان سے معصوم نہیں اسلیے کہ آدمیت کا شعار ہے فان اول الناس اول ناس وان تجد عیبا فسد الخللا فجل من لا فیہ عیب وعلا یعنے اور اگر کوئی
تو عیب کو تو خلل کو بند کر یعنے ظاہر نکر بزرگ اور بلند مرتبہ ہے وہ ذات پاک جسمیں عیب اور زوال نہیں حاصل یہ ہے کہ اگر اکابر کے کلام میں کچھ سہو اور وہم کو تو پاوے تو عیب گیری
اور سخن چینی مت کر اسواسطے کہ تمام بنی آدم سوا حضرت معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نقصان سے منزہ نہیں اور جو بالکل عیوب اور نقائص سے مقدس ہے وہ
خالق اکبر ہے جل وعلا کیف لا وقد بیضتہ وغضب قلبی من نار السعاد عن البلاد والاولاد والاخوان والاحباء والفیت الاکباد کیونکر کھول چوک نہو اور البتہ میں نے درالمختار کو مسودے
ورق سادہ میں صاف کیا اس حالت میں جبکہ میرے دل میں آتش جدائی تھی بلاد اور اولاد اور بھائیوں اور ناتی پوتوں سے اسقدر کہ کلیجوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتی تھی رحم اللہ
التفتازانی حیث اعتذر واجاد حیث قال فطورا یواجذری ویوما بالعقیق وبالعذیب یوما ویوما بالخلیصاء سو رحمت کرے اللہ تعالیٰ علامہ سعد الدین تفتازانی پر جیسا انہوں نے
دیباچہ مختصر معانی کی شرح میں ہجوم غموم اور مشقت اسفار کا عذر بیان کیا ہے اور خوب کہا ہے نظم میں کہ ایک دن جذوی میں ہوں اور ایک دن عقیق میں اور کسی دن عذیب میں
اور کسی دن خلیصا میں ہم جذوی اور عقیق اور عذیب اور خلیصا مواضع اور بستیوں کے نام ہیں یعنے جو شخص مبتلائے حوادث اور سرگردان بلاد ہو وہ تصنیف کیا کرے اور اگر اس سے کچھ بھول
چوک ہو تو سر گیا معذور ہے چونکہ شارح کا حال مہاجرت وطن میں تفتازانی کے حال کے مانند تھا لہٰذا انکے کلام کو اپنے اعتذار میں نقل کیا اور انکے واسطے دعا کی فجزاہ اللہ لما الہمنا الحمد لہ اولا وآخرا
ظاہرا وباطنا فلقد من علی بابتدائہ تجاہ وجہ صاحب الرسالۃ والقدر المطلع واختتمہ تجاہ قبر صاحب ہذا المتن الشریف فلعلہ علامۃ القبول فیہم والتشریف لیکن ستایش اور شکر ہے خدا کو اول اور آخر
اور ظاہر اور باطن میں سو البتہ اسنے احسان کیا بسبب ابتدا تبییض درالمختار کے سامنے ذات پاک صاحب رسالت اور منزلت کے کہ زائد ہے فہم اور بیان سے اور بسبب ختم ہونے اس
کتاب کے مقابل قبر مصنف کے جو صاحب ہے اس متن شریف کا سو شاید کہ یہ علامت ہے انکے قبول اور تشریف کی یعنے مدینہ طیبہ میں مواجہ روضہ مقدسہ کے نقل سودہ کی ابتدا ہوا اور غزہ
ہاشم میں ماتن کی قبر کے سامنے ختم ہونا ظاہر الشانی ہے مقبولیت کی قال مولفہ فیا شرفی ان کنت ربی قبلتہ وان کان کل الناس ردوہ عن حسد کہا اس کتاب کے مولف نے تو اے میرے
شرف حاضر ہو اگر تو نے اے میرے پروردگار منے قبول کر لیا اس کتاب کو اگرچہ تمام لوگ اسکو حسد سے رد کریں ثم فتقبلہ مع ماتن واساتذی بنو بحشرنا جامع المصطفےٰ احمد یہ سو قبول کر مجھ کو متن اور
استادوں کے ساتھ اور ہمارا سب کا حشر کیجیو احمد مصطفےٰ کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم ہے واخواننا السیدی النا الخیر دائما وبوالدنا داع لنا طالب لرشدنا اور الٰہی حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے بھائیوں مسلمان بھائیوں کا جو ہمیشہ ہمارے
لیے دعائے خیر سوچا کرتے ہیں اور حشر کیجیو حضرت کے ساتھ ہمارے والد کا جو ہمارا داعی تھا اور طالب تھا ہمارے استقامت دینی کا وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم نعم المولی
ونعم النصیر اور حق تعالیٰ ہمارا کافی ہے اور کیا اچھا کارساز ہے اور بچاؤ نہیں خدا کی معصیت سے اور نہ طاقت اسکی طاعت پر مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور وہ کیا آقا ہے اور کیا اچھا مددگار ہے

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ کہ چوتھی جلد ترجمہ اردوے درالمختار بار چہارم مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بلوہی منشی پراگ نرائن صاحب مالک مطبع موصوف ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ع میں زیور طبع سے مزین ہوئی

قیمت	نام کتاب
۲ پائی	نام حق - مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری -
[illegible]	مائة مسائل - سو مسائل از مولانا احمد الصدر رحمہ اللہ -
[illegible]	شرح وقایہ فارسی - مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبدالحق محدث دہلوی
[illegible]	مسلک المتقین - مرغوب علمائے ولایت از مولوی الہ یار خان -
[illegible]	فتاوی برہنہ - جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین -
۶	قدوری -
۱۵	شرح فارسی مختصر وقایہ - از عبدالرحمن جامی -
۹	کنز فارسی - از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ -
[illegible]	مالا بد منہ - از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ -
[illegible]	شرح مختصر وقایہ کورمیری - از مولانا جلال الدین سمرقندی -
۹ پائی	رسالہ تنبیہ الانسان - در حلت و حرمت جانوران -
۳ پائی	رسالہ قاضی قطب - ذکر ایمان و ارکان

کتب فقہ عربی

قیمت	نام کتاب
[illegible]	ابو المکارم - شرح مختصر وقایہ از عبداللہ بن محمد معروف -
	مبادی الاصول - مصنفہ مولانا

قیمت	نام کتاب
[illegible]	ابی المنصور الحسن بن یوسف -
[illegible]	برجندی - شرح مختصر وقایہ از مولانا عبدالعلی برجندی معتبر شرح ہے -
	کنز الدقائق -
[illegible]	جامع الرموز - شرح مختصر وقایہ از ملا شمس محمد قہستانی متداول -
[illegible]	فتح القدیر - بقلم جلی ہدایہ اور بقلم مناسب فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخرین تکملہ از زین الدین آفندی کامل چار مجلد تصحیح بتفصیل ذیل - کاغذ سفید گندہ -
[illegible]	ایضاً - کاغذ حنائی -
	ہدایہ - حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد بحشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات ہیں بشرح ذیل -
[illegible]	۱- جلدین اولین عبادات -
[illegible]	۲- جلدین آخرین معاملات -
	ہدایہ مع شرح الکفایہ - از سید جلال الدین کرلانی بہت معروف و مستند متداول چار جلدیں اس شرح ہدایہ پر حاشیہ بہت مستند لکھے گئے ہیں کاغذ سفید کامل بتفصیل ذیل -
[illegible]	ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر نکاح -
[illegible]	ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب -

قیمت	نام کتاب
[illegible]	فتاوی عالمگیری - ہر چہار جلد کامل در سہ جلد کاغذ حنائی و سفید -
[illegible]	فتاوی قاضیخان مع سراجیہ - از امام قاضی حسن بن منصور حنفی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل -
[illegible]	شرح وقایہ - از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی از یوسف بن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط وصحیح کاغذ سفید -
[illegible]	ایضاً - کاغذ حنائی -
[illegible]	شرح وقایہ خرد - مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم
[illegible]	ذخیرۃ العقبی - حاشیہ شرح وقایہ از یوسف بن جنید چلپی متداول معروف -
[illegible]	اشباہ والنظائر - مع شرح حموی معروف مستند متداول -
[illegible]	ملا مسکین - از بیوع تا وصایا بحشی جدید -
۸	کنز الدقائق محشی متداول درسی کتاب -
[illegible]	مستخلص الحقائق - شرح کنز الدقائق مشہور متداول -
[illegible]	عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلدین
[illegible]	(۱) جلدین اولین عبادات میں -
[illegible]	(۲) جلدین آخرین معاملات میں
[illegible]	شرح الیاس - شرح مختصر وقایہ از شیخ محمود بن الیاس کامل یکجائی -

قیمت	نام کتاب
	مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعۃ
۹/	درسی مشد اول -
	عمدۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از
۳ پائی	مولوی تراب علی مرحوم -
	قدوری محشی - تالیف امام ابو الحسن درسی
۸/	مشد اول -
	کتب حدیث اردو
	مظاہر حق - ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح ترجمہ
	جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم
	و مغفور کامل چار جلدوں میں حامل المتن
	یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ
عے ب	اسکا ترجمہ اردو میں کاغذ سفید گندہ -
لعہ/ ب	ایضاً - کاغذ حنائی و سفید معمولی -
	تحفۃ الاخیار - ترجمہ اردو مشارق الانوار
عہ/ ب ۱۲/	مترجمہ مولوی خرم علی - کاغذ سفید و حنائی -
	ترجمہ جامع ترمذی - حامل المتن
	جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری
عا/ ب	لاہوری کاغذ سفید و حنائی -
عا/ ب	ایضاً - جلد دوم کاغذ سفید و حنائی -
	کتب حدیث فارسی
	اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ
	از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار
	مجلدات میں پوری شرح مع ترجمہ -
لعہ/ ب	کاغذ سفید و حنائی -
	کتب حدیث عربی
	تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول

قیمت	نام کتاب
عہ/ ب	از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف -
	جامع ترمذی - از امام ابو عیسیٰ رح
	صحاح ستہ میں سے ہے معروف مع رسالہ
عہ/ ب	اصول حدیث جرجانی و شمائل ترمذی مطبوعہ
	قسطلانی - شہاب الدین قسطلانی کی
	شرح صحیح البخاری مسمّٰی بارشاد الساری
	معروف بہ قسطلانی دس مجلدات میں پوری
عـہ/ ب	شرح خط نسخ کاغذ سفید ولایتی گندہ -
	سنن ابی داؤد - ہر چہار جلد کامل
	دو جلد میں از امام سلیمان بن اشعث
عہ/ ب	داخل صحاح ستہ معروف جدید الطبع -
	دلائل الخیرات - با ترجمہ فارسی و
۶/	اسمائے متبرکہ و خواص سات حصے معروف
	زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل - ذخیرہ
۴/	احادیث از مولانا غلام یحییٰ -
	عناصر الخیرات - با ترجمہ اردو از
	حکیم ناصر علی صاحب آروی بے نقط
۱۱/	درود کا مجموعہ -
	کتب تفسیر اردو
در/ ب	مقدمۂ تفسیر مواہب الرحمٰن -
	تفسیر مواہب الرحمٰن - پارۂ اول
	مولفہ مولوی امیر علی صاحب مترجم
عہ/ ب	فتاوائے عالمگیری مع مقدمہ -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ دوم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ سوم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ چہارم -

قیمت	نام کتاب
عہ/ ب	تفسیر مواہب الرحمٰن - پارۂ پنجم
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ ششم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ ہفتم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ ہشتم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ نہم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ دہم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ یازدہم
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ دوازدہم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ سیزدہم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ چہاردہم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ پانزدہم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ شانزدہم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ ہفدہم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ ہشتدہم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ نوزدہم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ بستم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ بست و یکم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ بست و دوم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ بست و سوم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ بست و چہارم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ بست و پنجم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ بست و ششم -
عہ/ ب	ایضاً - پارۂ بست و ہفتم
	تفسیر سورۂ فاتحہ مسمّٰی بہ تحفۃ الاسلام
۲/	از مولوی اکرام الدین -